بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ

یہ وہ کتاب ہے جس (کے کتابِ خدا ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے

القرآن الکریم

بمع اردو ترجمہ وتفسیر (جلد اوّل)

—: مصدقہ :—

حضرت تاج العلما جناب مولانا محمد نقی صاحب قبلہ مجتہد رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتفسیر: الحاج ڈاکٹر سیّد مجاور حسین رضوی الحسینیؒ

(مؤلف کتاب اخلاق محمدؐ ۳ رجلد)

نظر ثانی: مفسر قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی

اے رب العالمین تو نے اپنے کلام پاک کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ قرار دیا ہے۔
تو لوگوں کو اس کی تلاوت وفہم کی توفیق دے تا کہ وہ فلاحِ دارین حاصل کر سکیں۔ آمین یا رب العالمین۔

اکیڈمی آف قرانک اسٹڈیز اینڈ اسلامک ریسرچ انٹرنیشنل

فون نمبر: 36364519 , 0333-216-7236

نام کتاب:..القرآن الکریم بمع تفسیر (جلد اوّل)

تفسیر وترجمہ:......................................ڈاکٹر سید مجاور حسین رضوی حسینی

تہذیب: ....انجینئر فیضیاب رضوی

صفحہ سازی: ....احمد گرافکس، کراچی

طبعِ اوّل:..شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ

طبعِ دوم:...رجب ۱۴۳۹ھ

تعداد:..۵۰۰

طباعت:...اے جی پرنٹنگ سروسز، کراچی

زیرِ اہتمام:

سید مظاہر حسن رضوی ابنِ سید مجاور حسین رضوی حسینی

ویب سائٹ:

www ----------????

فہرست

رموز اوقاف قرآن مجید

○	جہاں بات پوری ہو جاتی ہے، وہاں چھوٹا سا دائرہ لگا دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گول (ت) جو بصورت (ۃ) لکھی جاتی ہے۔ اور یہ وقف تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہئے، اب (ۃ) تو نہیں لکھی جاتی۔ چھوٹا سا دائرہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کو آیت کہتے ہیں۔ دائرہ پر اگر کوئی اور علامت نہ ہو تو رک جائیں ورنہ علامت کے مطابق عمل کریں۔
م	یہ علامت وقف لازم کی ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے۔
ط	وقف مطلق کی علامت ہے۔ اس پر ٹھہرنا چاہئے۔ یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔
ج	وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔
ز	علامت وقف مجوز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔
ص	علامت وقف مرخص کی ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو اجازت ہے۔ معلوم رہے کہ (ص) پر ملا کر پڑھنا (ز) کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے۔
صلے	الوصلِ اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔
ق	قِیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔
صل	قَدْ یُوصَلُ کا مخفف ہے۔ یہاں ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کبھی نہیں۔ بوقت ضرورت ٹھہر سکتے ہیں۔
قف	یہ لفظ قف ہے۔ جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے، جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔
سکتہ	سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں کسی قدر ٹھہر جانا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔
وقفہ	لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ توڑیں۔ سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے، وقفہ میں زیادہ۔
لا	لا کے معنی نہیں کے ہیں۔ یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہئے بعض کے نزدیک نہیں ٹھہرنا چاہئے لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔
ك	کذلک کا مخفف ہے، اس سے مراد ہے کہ جو رمز اس سے پہلی آیت میں آچکی ہے، اس کا حکم اس پر بھی ہے۔
∴ ∴	یہ تین نقاط والے دو وقف قریب قریب آتے ہیں۔ ان کو معانقہ کہتے ہیں کبھی اس کو مختصر کر کے (مع) لکھ دیتے ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے ایک پر ٹھہرنا چاہئے دوسرے پر نہیں۔

ابتدائیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مفسر قرآن محترم بزرگ، جناب ڈاکٹر مجاور حسین رضوی اعلیٰ اللہ مقامہ مشہور بہ ڈاکٹر حسینیؒ نے بڑی سخت محنت کے ساتھ قرآن مجید کی بڑی واضح سلیس، عام فہم، آسان تفسیر لکھی جس میں ہر مکتبِ فکر کے صفِ اول کے مفسرین کی تفاسیر کے حوالے دیئے اور بڑے مدلل مضبوط دلائل کے ساتھ قرآن کی تشریح فرمائی۔

تفسیر اتنی مدلل اور واضح ہے کہ ہر پڑھنے والے کو قائل ہونا پڑتا ہے۔ اکابرِ مفسرین کی تفاسیر کے حوالے بھی دیئے اور ان کی غلطیوں کی بھی مدلّل تصحیح بھی فرمائی۔ غلط عقائد کے خلاف بھرپور قلمی جہاد فرمایا۔ حضرت محمد مصطفیؐ اور ائمہ اہل بیتؑ کی احادیث کے حوالے دیکر تفسیرِ اہل بیتؑ کی بہترین ترجمانی فرمائی۔ ان کی تشریح بہت سلجھے ہوئے مدلل انداز میں لکھی۔ میری دلی دعا ہے کہ خداوند عالم محترم بزرگ جناب ڈاکٹر حسینی صاحبؒ کے اس قلمی جہاد کو قبول فرما کر اُن کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور معلمینِ قرآن کے صف میں شامل فرمائے۔ جناب رسول خداؐ کی متفق علیہ حدیث ہے کہ: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سمجھے اور سمجھائے'' (الحدیث) بلاشبہ ڈاکٹر صاحب قبلہؒ اس حدیث کے مصداق ہیں۔

ڈاکٹر حسینی صاحب کے فرزند رشید محترم جناب مظاہر حسن رضوی صاحب نے اپنی مکمل توجہات اس کام پر مبذول فرما کر پوری تفسیر کو از سرنو ٹائپ کروایا۔ میں نے پوری تفسیر کا مطالعہ کیا اور ٹائپ شدہ اسکرپٹ کی تصحیح کی۔ جناب مظاہر صاحب نے اس تفسیر کو بڑے اچھے انداز سے چھاپا اور ساتھ ساتھ ویب سائٹ بنا کر پوری دنیا کی رسائی کا بندوبست فرمایا۔ خدا ان کو اسکا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ اجرہ علی اللہ

اک نئے کام کی تخلیق کوئی کھیل نہیں
یوں سمجھ لیجئے مٹی کو بشر کرنا ہے

والسلام

مفسر قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی صاحب
خطیب محفل شاہ خراسان کراچی
صدر اکیڈمی آف قرانک اسٹڈیز انٹرنیشنل
285-B، بلاک۔13 فیڈرل بی ایریا کراچی
فون نمبر: 36364519 , 36340180 , 0333-216-7236
ویب سائٹ: www.drhasanrizvi.org

تقریظ عالی جناب مستغنی عن الالقاب جناب تاج العلماء مولانا محمد نقی صاحب قبلہ مجتہد دام ظلہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ۔قرآن کریم یقیناً خدا کی کتاب اور اس کا روشن کلام ہے، نور ہے، ہدایت ہے، برکت ہے، لیکن بغیر تفسیر کے ہر شخص تلاوت کے ثواب کے علاوہ اس کے دوسرے بیش قیمت فوائد سے خالی ہاتھ رہتا ہے۔ جو لوگ عربی نہیں جانتے ان کے سمجھنے کے لئے ترجمہ کی بھی ضرورت ہے۔ اکثر ترجمے اور تفاسیر کچھ اس طرح ہیں جن کو قرآن کا ترجمہ اور تفسیر کہنا علی الاطلاق صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ یہ تراجم وتفاسیر صاحبِ قلم کے عقائد اور رجحان کے ترجمان تو ضرور ہیں مگر قرآنِ عظیم کا ترجمہ اور اس کی ترجمانی اُن کا مقصد ہی نہیں ورنہ ان میں فرقہ وارانہ تفریق نہ ہوتی ایک ہی ترجمہ ہوتا ایک ہی تفسیر ہوتی، موجودہ اور مروجہ تفاسیر اور تراجم کی دو چار سطریں پڑھنے ہی میں اہل نظر و دانش کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کس مکتبۂ خیال کے بزرگوار ہیں۔ ہائے جسارت وائے بریں جرأت مستانہ۔ پورا زورِ قلم صرف اس مقصد کے لئے صرف کیا جاتا ہے کہ کسی طرح معانی کو اپنا ہمنوا بنا لیا جائے۔ گویا یہ قرآن کے پیرو نہیں بلکہ اپنی نارسا فکر کو زلفِ مطالب کا شانہ سمجھتے ہیں۔ اقتدا کی جگہ پیشروی کی سعی تاریکی نہیں تو اور کیا ہے۔ بقول مفکرِ مشرق علامہ اقبالؔ

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

قرآن ہادی ہے مقتدی نہیں۔ راہبر ہے راہگیر نہیں۔ نور ہے اندھیر نہیں۔ اس کی تاسی ہی میں نجات ہے۔ بے چون و چرا اس کی فرمانبرداری سے بیڑا پار ہوگا ورنہ انسان نہ گھر کا رہے گا نہ گھاٹ کا۔ عربی داں طبقہ ذوقِ سالم اور فکرِ صحیح سے کام لے کر دامنِ مراد بھر سکتے ہیں۔ لیکن جن کا ذریعہ صرف ترجمہ ہے ان کے لئے یہ منزل بہت دشوار ہے۔ ضرورت ہے کسی ایسے خدا شناس اور خدا ترس بندہ کی جو خدا کے خوف سے بہرہ اندوز بھی ہو اور بندگانِ الٰہی کا سچا ہمدرد بھی۔ وہ خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اس کی خوشنودی کو مطمحِ نظر بنا کر بہبودئ خلائق کے لئے ایسا ترجمہ پیش کرے جس میں بھرپور دیانت ہو مگر جنبہ داری کی دنائت کا شائبہ بھی نہ ہو۔ بلاشبہ یہ کام بہت دشوار لیکن نہایت اہم ہے۔ نیک نیتی سے انجام دیا جائے تو بڑی سعادت ہے دیدہ و دانستہ کوئی لغزش موجب ہلاکت ہے۔ ایسا بے راہ رو اپنی کجروی اور دور رس نتائج کا ذمہ دار اور

جوابدہ ہے۔

اس عظیم ترین خدمت کی توفیق اگر کسی خوش نصیب کو ہو جائے تو اس کا طالع قابل رشک ہے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجھے یہ معلوم ہو کہ بڑی حیرت اور مسرت ہوئی کہ عمدۃ الحاج جناب سیّد مجاور حسین رضوی المعروف بہ ڈاکٹر حسینی صاحب نے اپنی توجہ اس طرف مبذول کی ہے اور روزانہ وقت کا کافی حصہ اس اہم کام کے لئے وقف کر دیا ہے۔ موصوف کی فکر سلجھی ہوئی اور سلیقہ کار بیدار ہے۔ ان کی پچھلی تصانیف ان کے ذوقِ متین اور وزنی معلومات کی شاہد ہیں۔ جن لوگوں نے ''اخلاق محمدؐ'' جیسی تالیف کا مطالعہ کیا ہے، ممدوح کی صلاحیت و استعداد کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کا دیرینہ ذوق جواب تک گھر کی چار دیواری میں محصور تھا چند سال سے باہر آ گیا اور اچھی خاصی وجاہت کے ساتھ رونما ہوا۔ اب ان کی توجہ ترجمۂ کلام اللہ المجید کی طرف مبذول ہوئی ہے جس کا کچھ حصہ میرے پیش نظر ہے۔ کاش میں بالا ستیعاب اور پورے شرائط کے ساتھ اس کا مطالعہ کر سکتا تو بہت اچھا ہوتا۔ سر دست کہیں کہیں سے دیکھا جو اطمینان بخش پایا۔

قران حمید انسان کی اُلجھنوں کا دور کرنے والا ہے۔ لیکن تراجم بعض نئی الجھنیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ سنجیدہ کاوش ایسی نہ ہوگی بلکہ قائم شدہ امیدوں کی کسوٹی پر پوری اترے گی، گتھیوں کو سلجھائے گی، اندھیروں میں چراغ جلائے گی۔ راہروں کے لئے بھروسے کا سیارہ ثابت ہوگی۔ فی الحقیقت وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہے جس کی شخصیت کو حق کی خدمتِ مستحکم نمایاں کرے۔ حاجی صاحب دامت معالیہ کو یہ جذبہ مبارک ہو اور ہر نئی صبح خدا سے قریب تر ہونے کی سعی بلیغ کے ساتھ مصروف کار رہوں۔ دست بہ دعا ہوں کہ گلشنِ مدعا تک بخیر و عافیت پہونچیں۔ اطراف کے دراز قد کانٹوں سے دامن محفوظ رہے۔ آمین ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

(دستخط مبارک جناب مولانا موصوف)

الفقیر الی رحمۃ ربہ القوی الغنی محمد نقی عفی عنہ

۱۷/ذی الحجہ الحرام ۱۳۸۹ھ

سببِ ترجمہ

قرانِ کریم کلامِ خدا ہے جو حضرت محمد مصطفی نبی آخرالزماںؐ پر نازل ہوا ہے۔ حضرت محمد مصطفیؐ خدا کے آخری رسول اور نبی ہیں ابتدائے خلقت سے ہی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیا اور رسول مبعوث فرمائے ہیں۔

اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں پہلا انسان نبی بن کر پیدا ہوا۔ تا کہ اس انسان (آدمؑ) سے قبل کے لوگ یہ حجت خدا پر نہ قائم کرسکیں کہ اُن کی ہدایت کرنے والا کوئی نہیں آیا تھا۔ لہٰذا سب سے پہلا انسان خود ہادی تھا تو اس کی اولاد یعنی بعد کے انسان کسی ایک لحظہ کے لئے بھی بغیر ہادی کے نہیں رہے۔ خدا کا اشارہ اسی طرف ہے (۱) لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورۂ رعد آیت ۷) ہر (قوم کے لئے ایک ہادی معین کیا گیا)۔ (۲) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ (سورۂ یونسؑ آیت ۷)۔ (ہر امت کے لئے ایک رسول خدا کی جانب سے آیا)۔ (۳) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا (سورۂ نمل آیت ۳۶)۔ (ہم نے ہر امت میں ایک رسول مبعوث کیا)۔ انسان کی فطرت میں ضلالت۔ خودغرضی، نفس پرستی، عیاری، چالاکی، مکاری، ریاکاری، جنگ وفساد، غصبِ حقوق، جبر وتشدد، کمزوروں کو ستانا، بیکسوں پر ظلم و جور کرنا وغیرہ خصائل داخل ہیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مذاہبِ عالم کی تاریخ کے صفحات اس حقیقت سے مملو ہیں کہ بہترین نیکوکار اور مصلحِ قوم افراد کو ہمیشہ اہلِ دنیا نے ظلم و جور کا شکار بنایا ہے انبیاء اور رُسُل، ہادیانِ مذاہب ہمیشہ ابنائے وطن اور ابنائے نوع کے ہاتھوں قتل ہوئے، تباہ کیے جاتے رہے اور ایسے ظلموں کا شکار ہوئے کہ جو اپنی مثال آپ ہیں۔

مگر خداوندِ عالم نے اپنے رحم وکرم سے اس سلسلہ کو باقی رکھا کہ وہ پے در پے، یکے بعد دیگرے ہادی، پیغمبر، رسول اور نبی مبعوث کرتا رہے تا کہ انسان کو راہِ راست دکھاتا رہے۔ یہ سلسلہ صدیوں چلتا رہا۔ لیکن لوگوں نے خدا کے معین کردہ افراد کے اقوالِ ہدایت و نیز صحیفہ ہائے آسمانی کو تبدیل کیا اور ان کو اپنے دنیوی اغراض کے مطابق بنالیا اور بجائے خدا کی حکومت کے اپنے اوپر شیطانی حکومت کو مسلط کرلیا۔ نتیجتاً عذابِ خدا نازل ہوتے رہے، اقوام پر مختلف تباہیاں آتی رہیں اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ آخر خدائے قدیر نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیؐ کو اس اعلان قہاری کے ساتھ بھیجا۔ (۱) إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (سورۂ حجر آیت ۹) (ہم نے قران کو نازل کیا ہے اور ہم اُس کے محافظ ہیں)۔ (۲) وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ۝ (سورۂ یٰسین آیت ۶۹) (ہم نے ان (محمدؐ) کو شعر

نہیں سکھایا اور نہ اُن کے لئے یہ زیبا ہی تھا۔ یہ صرف ذکر اور قرآن مبین ہے)۔(۳) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلُ (سورۂ آلِ عمران آیت ۴۴) (اور محمدؐ صرف رسول خدا ہیں)۔ (۴) وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (سورۂ احزاب آیت ۴۰) (اور محمدؐ خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہیں)۔ (۵) یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ، وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ o ط (سورۂ مائدہ آیت ۶۷) (اے رسولؐ جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُس کی تبلیغ کردو اگر تم نے تبلیغ نہ کی تو گویا تم نے کارِ رسالت ہی انجام نہ دیا اور اللہ تم کو لوگوں کے ہر ضرر رسانی سے بچا لے گا)۔ (۶) اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ o فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ o لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ o ط تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ o (سورۂ واقعہ آیات ۷۸ تا ۸۰) (یقیناً یہ قرآن کریم ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے بجز مطاہرین کے کوئی اس کو مَس نہیں کرسکتا۔ یہ خدا کی طرف سے نازل کیا گیا)۔ (۷) قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا o رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ o ط (سورۂ طلاق آیت ۱۰ تا ۱۱) (خدا نے تمہاری طرف ذکر کہ رسول ہے نازل کیا جو تم پر آیاتِ خدا کو تلاوت کرتا ہے جو وضاحت کرنے والی ہیں تا کہ وہ مومنین اور صالحین کو ظلمات سے نور کی طرف لے جائیں۔)

آیات قرآنی کا خلاصہ یوں سمجھا جائے۔

(۱) قرآن! خدا کا کلام ہے۔ خدا نے تغیر و تبدل و تحریف سے اس کو محفوظ رکھنے کا وعدہ اور اعلان فرمایا ہے لہٰذا تاریخ گواہ ہے کہ قرآن باوجود ہزارہا حملوں کے آج بھی اُسی طرح محفوظ ہے جس طرح خدا نے اُس کو نازل کیا تھا۔

(۲) حضرت محمد مصطفیٰؐ خدا کے فرستادہ رسول ہیں اور آخری نبی ہیں ان کے بعد قیامت تک کوئی رسول یا نبی نہیں ہوگا بلکہ یہی قرآن ابدی ہدایت نامہ رہے گا۔

(۳) خداوندِ عالم نے حضرت محمدؐ کو حکم دیا کہ تبلیغ دین اعلانیہ کریں اور کسی کا خوف دل میں نہ لائیں اور خدائے قدیر نے یہ بھی وعدہ کیا کہ واللّٰہ یعصمك من الناس اور البتہ تم کو اے محمدؐ محفوظ اور بہ حفاظت رکھے گا (چنانچہ باوجود لاتعداد دشمنوں کے رسولؐ تاحیات محفوظ رہے)۔

(۴) قرآن نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ اللہ کافرین اور منکرین کی ہدایت نہ کرے گا۔ بلکہ وہ اپنے کفر و انکارِ توحید و نبوت کی وجہ سے گمراہ ہی رہیں گے۔ خدا کا یہ وعدہ بھی سچا ہے کیونکہ باوجود ہدایاتِ انبیاء و رسل کے منکرین و کافرین کی کثرت موجود ہے۔ ''خداوندِ عالم تو اپنی ناراضگی سے ہم کو بچا اور ہدایت پانے کی توفیق عطا کر۔''

(۵) قرآن لوحِ محفوظ یا کتاب مکنون (پوشیدہ) میں ہے۔ یہ خالقِ عالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اس کے علوم کے وارث مطاہرین ہیں۔ قرآن کریم فلاحِ دارین کا ضامن ہے۔ دنیا و دین کی عزت عطا کرتا ہے۔ مگر یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ اس کی تلاوت صحیح ہو اور معنی و مطالب صحیح سمجھے جائیں۔ اگر اس کے معنی و مطالب کو توڑ موڑ کر پیدا کرلیا اور اس کی ترویج

شروع کر دی تو بھی وجہِ عذابِ آخرت ہوگا۔ علاوہ بریں کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ خود معنی قرآن کی تاویل کرے کیونکہ خدا نے اس بارے میں سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ آل عمران پ ۳ میں فرماتا ہے ''نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ غالب اور حکمت والا۔ اسی نے اے رسولؐ تم پر کتاب نازل کی ہے اُس میں بعض آیات محکمات ہیں جو ام الکتاب ہیں اور کچھ متشابہات ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی صرف فتنہ پیدا کرنے اور ان کی حقیقت چھپانے کے لئے وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (سورۂ آلِ عمران ۷) (اور اس کا اصلی مطلب بجز خدا اور راسخون العلم کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ صاحبانِ علم یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے جو بھی ہے وہ ہمارے رب کی جانب سے ہے اور بجز صاحبانِ عقل کے کوئی اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتا)

میں نے بچپن سے اپنی ساٹھ سال کی عمر تک نہ معلوم کتنے ترجمے پڑھ ڈالے۔ تفسیریں دیکھیں مگر افسوس کہ آج قرآن جیسی مقدس اور روحانی کتاب کے معنی و مطالب میں بھی انسانی سرکشی اور خود غرضی نے کارفرمائی کی ہے۔ سیاسی اغراض نے جس طرح احادیثِ رسولؐ کو مسخ کیا اور لاتعداد احادیث من گھڑت کر کے بنا ڈالیں اسی طرح تراجمِ قرآن میں بھی خوب خوب طبع آزمائی کی ہے۔ قرآن کو تو وہ نقصان نہ پہنچا سکے مگر اس کے معنی کو اپنے ہم منشاء بنا کے اپنے کو معاشرۂ اسلامی سے دور اور عذابِ آخرت سے قریب کر لیا۔ ایک وقت تو عہدِ اسلام میں ایسا تھا کہ اغراضِ سیاسی پر جھوٹی حدیث بنانے پر اور قرآن کے غلط معنی بیان کرنے پر انعامات ملتے تھے۔ مگر اب تو زمانہ ترقی کا ہے اور سیاسی اغراض بھی موجود نہیں ہیں اور نہ خدا کے دین کے نام پر حکومت کی جاتی ہے۔ پھر تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اہلِ اسلام متفق ہو کر ایک ترجمۂ قرآن شائع کریں جو اپنے اور غیروں کے لئے وجہِ ہدایت اور ارشاد ہو اور قرآن کے ذریعہ دنیا و آخرت کی نجات حاصل ہوتی رہے۔ میں ان شاء اللہ ترجمۂ قرآن میں انتہائی احتیاط سے کام لوں گا کیونکہ اس کی تاویل اور معنی غلط پیدا کرنے میں عذابِ الیم ہے۔ خدا مجھ کو توفیق دے اور اس قابل کرے کہ میں اہلِ اسلام کے سامنے ایسا ترجمہ پیش کر سکوں جو فرقوں اور پارٹیوں اور جماعتوں کا ترجمہ نہ ہو بلکہ منشائے خداوندی کا اظہار کرتا ہو اور تلاوت کرنے والوں کے لئے وجہ نزولِ رحمت ہو اور ان کے معاشرۂ اسلامی کی اصلاح کا ضامن ہو۔ وما توفیقی الاّ باللہ العظیم۔

الحاج سیّد مجاور حسین رضوی الحسینی

حقائق قرآن

از منہج الصادقین ملا فتح اللہ کاشانی

حضرت علیؑ نے فرمایا: ظاہرِ قرآن انیق ہے۔ اور باطنِ قرآن عمیق ہے۔ اس کے عجائب کو فنا نہیں ہے اور اس کے نوادرات کبھی ختم نہ ہوں گے۔

حدیث رسولؐ: عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم کسی علم کا ارادہ کرو تو علم قرآن کو اختیار کرو کہ اولین و آخرین کا علم قرآن میں موجود ہے۔

حدیث رسولؐ: رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دے گا قیامت کے دن اس کے سر پر تاج ہوگا اور اس کو جنت کے دو خلعت ایسے پہنائے جائیں گے کہ کسی نے نہ دیکھے ہوں گے۔

حدیث رسولؐ: افضل العبادۃ قرأۃ القرآن۔ سب سے بہتر وافضل عبادت تلاوت قرآن ہے (مشکوٰۃ مصابیح)

حدیث رسولؐ: عبداللہ عباسؓ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ وَاِنَّهُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ ترجمہ۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں دو امر عظیم تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم ان دونوں کا دامن تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے وہ دو امر اول کتابِ خدا ہے اور دوم میرے اہلبیت ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ (مشکوٰۃ وترمذی) (بابِ مناقب اہلِ بیت النبیؐ)

فرمان رسولؐ: حدیث صحیح کی جانچ اِذَا جَآءَ کُمْ عَنِّیْ حَدِیْثٌ فَاَعْرِضُوْهُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰهِ فَمَا وَافَقَهٗ فَاَقْبَلُوْهُ وَمَا خَالَفَهٗ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُ۔

ترجمہ: رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جب میری حدیث تم تک پہنچے تو اس کو کتابِ خدا کے سامنے پیش کرو پس جو اس کے مطابق و موافق ہو تو اس کو قبول کر لو اور جو کتابِ خدا کے مخالف ہو اُس کو ترک کر دو۔

حدیث رسولؐ: ثوابِ تلاوت اقروا القرآن فانہ یاتی یوم القیامۃ شفیعا لاصحابہ۔ ترجمہ: قرآن پڑھو کہ وہ روزِ قیامت اپنے قاریوں کا شفیع ہوگا۔

قرآن مجید کی قرأت صحیح کا معیار

قرأت اور تلفظ قرآن کی تلاوت میں اہم چیز ہے۔ علماء اسلام اور محدثین نے اس قرأت کو ان سات افراد کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ ناظرین کی اطلاع کے لئے ان کے نام لکھے جاتے ہیں۔

قاریٔ اوّل : نافع بن عبداللہ بن ابی نعیم

جعونہ بن شعیب کے غلام۔ ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ کہا گیا ہے کہ ابوعبداللہ بھی کنیت ہے۔ انہوں نے قرآن شیبہ بن فضاح اور عبدالرحمٰن بن ہرمزاعرج سے پڑھا تھا۔ اور شیبہ اور عبدالرحمٰن ان کو عبداللہ بن عباسؓ کے پاس مدینہ میں لائے۔ مدینہ ہی میں انہوں نے ۱۶۷ھ میں وفات پائی۔ ان کے راویوں میں عیسیٰ ابن مینا ہے جس کا لقب قالون تھا۔ ۲۰۵ھ میں وفات پائی۔ دوسرا راوی عثمان بن سعید ملقب بہ ورش ہے۔ اس نے ۲۹۷ھ میں مصر میں وفات پائی۔

قاریٔ دوم : عبداللہ بن کثیر زاری

جس نے مجاہد کے سامنے پڑھا اور مجاہد اس کو عبداللہ بن عباسؓ کے پاس لائے ۱۲۰ھ میں مکہ میں وفات پائی۔ اس کے راویٔ اول احمد بن محمد عبداللہ بزی ہیں جو ۲۵۰ھ میں مکہ میں فوت ہوئے۔ دوسرا راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد ہے جس کا لقب قنبل ہے۔ اس نے ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

قاریٔ سوم : عاصم بن ابی نجود کوفی

یہ نصر بن قصیر اسدی کا غلام تھا۔ اس کی کنیت ابوبکر تھی۔ اس نے قرآن کو عبدالرحمٰن بن سلمٰی اور زر بن جیش سے پڑھا۔ اور عبدالرحمٰن نے حضرت علی علیہ السلام سے پڑھا۔ اور زر بن جیش نے عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن پڑھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علی علیہ السلام کے شاگرد تھے اور ان کے خوش قرأت اور خوش گلو ہونے پر تمام لوگ تعجب کرتے تھے۔ ان کی وفات سماوہ قریۂ کوفہ میں ۱۲۷ھ میں ہوئی۔ ان کے راویٔ اول شعب بن سالم اسدی ہیں جو بنی اسد کے غلام تھے۔ ان کی کنیت ابوبکر تھی ۹۴ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ دوسرا راوی حفص بن مغیرہ اسدی کوفی ہے اس کی کنیت ابوعمر ہے۔ اس کی وفات بھی کوفہ میں ۱۸۰ھ میں ہوئی۔

قاریٔ چہارم: ابوعمر دیان بن علاء بن عمار مازنی

انہوں نے سند ابن عباس تک پہونچائی ہے۔ انہوں نے کوفہ میں ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔ ان کے دو راوی ہیں ابوعمر ورودی اور شعیب سوسی۔ اول نے ۲۴۰ھ میں اور دوسرے نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

قاریٔ پنجم: ابوعمران بن غامر یزید الیحصبتی شامی

اس نے مغیرۂ مخزومی سے نقل کیا تھا اور مغیرہ نے عثمان ابن عفان سے نقل کیا تھا۔ وفات دمشق میں ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ ان کے راویٔ اول ہشام بن عمار بن بصیر سلمٰی ہیں جو ۲۴۰ھ میں دمشق میں فوت ہوئے۔ دوسرے راوی عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان کوفہ یا دمشق میں ۲۴۲ھ میں فوت ہوئے۔

قاریٔ ششم: حمزہ بن حبیب ریان

انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے قرأت کو نقل کیا ہے۔ ۱۵۶ھ میں حلوان میں وفات پائی۔ ان کے راوی اول خلف بن ہشام بن بزاز ہیں۔ وہ ۲۲۹ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ راویٔ دوم خلاد بن خالد صیرفی تھے۔ وہ ۲۲۰ھ میں کوفہ میں فوت ہوئے۔

قاریٔ ہفتم: علی بن حمزۂ کسائی

انہوں نے قاریٔ ششم حمزہ بن حبیب سے قرأت حاصل کی تھی۔ مقام بیونہ میں ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ ان کے راوی ابوعمرو اور حفص ورودی ہیں جو قاریٔ چہارم ابوعمر کا راوی ہے۔ دوسرے راوی ابوالحارث لیث بن خالد بغدادی ہیں ۲۴۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

حدیث برائے قرأت:

حدیث رسولؐ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ بِرَایِہٖ وَاَصَابَ الْحَقُّ فَقَدْ اَخْطَاءَ۔ ترجمہ: جس نے اپنی رائے سے قرآن کی قرأت کی (اگرچہ اتفاقاً) صحیح بھی کی تو بھی خطا کی۔ مطلبِ حدیث واضح ہے کہ قرآن کی قرأت میں انسانی رائے کا دخل نہیں ہے کیونکہ قرأت سے معنی بدل جاتے ہیں۔

قرآن نقص سے محفوظ ہے

علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن کامل اور نقص سے محفوظ ہے۔ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم اُس کے محافظ ہیں)۔ اسلام کے مختلف فرقوں کی بعض کتابوں میں تحریف و تبدیلی کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عہدِ رسولؐ میں اصحاب آیات قرآن کو مع تفسیر کے یاد اور حفظ کر لیتے تھے۔ بعد کے عہد میں بعض کا خیال ہوا کہ وہ عبارت زائد بھی اصل قرآن ہے اس اشتباہ میں لاتعداد باتیں بن گئیں اور دشمنِ اسلام عناصر جماعتِ منافقین نے تحریری طور پر اس بات کو پھیلانے کی کوشش کی اور ایک فرقہ دوسرے فرقہ پر اظہار ناراضگی کرنے لگا۔ ملّا فتح اللہ کاشانی مؤلف تفسیر منہج الصادقین نے کیا خوب لکھا ہے۔ ''اما عدم زیادہ مجمع علیہ جمیع علماء امت است۔'' ترجمہ: تمام

علمائے امت نے طے کر دیا ہے کہ قرآن میں کچھ زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ اس کے بعد موصوف مزید ثبوت میں دیگر دلائل عقلی ونقلی کے بعد تائید کلام میں فرماتے ہیں۔ ''وآیۂ کریمہ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ دلالت صریح دار د برایں مدعا۔'' یعنی آیت قرآن وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ اس بات پر صریح دلالت کرتی ہے کہ قرآن کا محافظ جب خدا ہے تو پھر اس میں تغیر کیونکر ہوسکتا ہے۔

تکمیل وجمع قرآن

قرآن مجید کے جمع کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن عہدِ رسولؐ میں ترتیب پاچکا تھا اور بطور درس اصحاب میں پڑھا جاتا تھا اور کچھ اصحاب نے اسی ترتیب سے حفظ کر کے رسول خداؐ کو سنایا تھا۔ مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ نے کتنی ہی بار ختم قرآن رسول خداؐ کی موجودگی میں کیا تھا۔ اس کی تائید میں منہج الصادقین کی عبارت نقل کرتا ہوں:

''جمعے از اصحاب در ذکر آں می کوشیدند و آنرا ہمیشہ بر پیغمبرؐ عرض می کردند و جماعتے از صحابہ مثل عبداللہ بن مسعود و ابن ابی کعب وغیر ایشاں چندیں نوبت ختم قرآن کردہ بودند براں حضرت۔ و ایں ہمہ دلالت می کند برآنکہ قرآں مجموع ومولّف ومرتب بود۔''

ترجمہ: ''اصحاب میں سے کچھ لوگ قرآن یاد کرنے میں کوشاں تھے اور اُس کو ہمیشہ پیغمبرؐ کو سناتے رہتے تھے اور صحابہ کی ایک جماعت مثل عبداللہ بن مسعودؓ اور ابی ابن کعبؓ وغیرہ نے کئی بار آنحضرتؐ کے سامنے قرآن ختم کیا تھا اور یہ باتیں دلالت کرتی ہیں اس پر کہ قرآن (آنحضرتؐ کی حیات طیبہ میں ہی) جمع اور مدون ومرتب ہو چکا تھا۔''

ثواب تلاوت:

رسول خداؐ نے فرمایا: عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں:

قرآن خواں پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے صلائے عام دی ہے اور تمام بندوں کو دعوت دی ہے۔ پس اس کے خوانِ نعمت سے محظوظ ہو اور زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرو۔ کیونکہ وہ ایک مضبوط رسی ہے کہ جس قدر اُس کو مضبوطی سے پکڑو گے اسی قدر رحمت خدا و کرم واسعۂ خداوندی سے منقطع نہ ہو گے۔ وہ نور ہے کہ بادیۂ ضلالت کے مسافر اس کے ذریعے اپنی منزلِ مراد تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور وہ شفا ہے کہ جو بیمار قلوب کو شفائے ہدایت بخشتی ہے۔ قرآن کشتیٔ نجات ہے کہ جو اس پر سوار ہوا وہ بلند مرتبہ پر پہونچا کیونکہ وہ کشتی راہِ حق سے منحرف نہ ہو گی۔ اور قرآن ایک بحر ناپیدا کنار ہے کہ جس کے عجائب وغرائب ختم نہ ہوں گے۔ قرآن کی بار بار کی تلاوت اس کو کہنہ نہیں کرتی بلکہ ہر بار حقائق کے لحاظ سے تازہ ہے۔ پس مسلمانو! تم اس کی تلاوت کرتے رہو تاکہ خدائے قادر ہر ایک حرف پر دس نیکیاں تم کو عطا کرے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ الٓم دس حسنات ہے۔ بلکہ ''ا'' دس حسنات ''ل'' دس حسنات اور ''م'' دس حسنات ہے۔

طلب حاجات بذریعہ قرآن

محمد بن یعقوبؒ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب تم پر دنیا وآخرت کے کام دشوار ہو جائیں یا طریقِ

معاش اور معاملہِ معاد تم پر مشتبہ ہو جائیں اور کوئی صورت ان سے نکلنے کی نظر نہ آتی ہو تو تم پر لازم ہے کہ قرآن کو اپنا وسیلہ بناؤ کیونکہ یہ قاری کے لئے شافع ہے اس کی شفاعت خدا کے نزدیک مسموع ہے۔ وہ گواہ ہے کہ اس کی گواہی خدا کو منظور ہے۔

فضائل قرآن

حدیثِ رسول: جو شخص قرآن کو محبوب رکھتا ہے خدا اُس کو مستحق بہشت قرار دیتا ہے اور جو قرآن کو پس پشت ڈالتا ہے یعنی جو اس کے احکام کے خلاف عمل کرتا ہے خدا اُس کو دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔ قرآن رہنما ہے جو شخص اس کے مطابق کلام کرتا ہے ہمیشہ راست گفتار و درست کردار رہے گا۔ جو قرآن کے مطابق عمل کرے گا وہ راہِ راست پر رہے گا اور عدل و انصاف کرے گا۔ اور جو اس کو اپنی دنیا و آخرت کا وسیلہ بنائے گا اس کو اس کا بدل ملے گا اور وہ صالحین و متقین میں ہوگا۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا۔ فرماتے تھے کہ عنقریب میری امت میں عظیم فتنے رونما ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ ان فتنوں سے کس طرح محفوظ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کتابِ خدا کے ذریعہ سے محفوظ ہو۔ کیونکہ کتابِ خدا میں اُن لوگوں کے حالات ہیں جو تم سے پہلے تھے اور ان لوگوں کے واقعات ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے اور وہ حکم بھی ہے جو تمہارے درمیان واقع ہوگا۔ اور اس کے عجائبات اور غرائب کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اور جو شخص بوجہِ تکبر و غرور کے قرآن سے روگرداں ہوگا خدا اُس کے غرور کو ڈھا دے گا۔ اور جو قرآن کے علاوہ کسی اور شے سے ہدایت طلب کرے گا خدا اُس کو گمراہ کر دے گا کیونکہ قرآن ایک محکم رسی ہے جو کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ اور راہِ راست ہے جو کبھی کج نہ ہوگی۔ جو اُس پر عمل کرے گا ابدی ثواب پائے گا اور جو قرآن کے مطابق حکم کرے گا وہ عدالت پر قائم رہے گا۔ اور جو اہلِ زمانہ کو اس کے مطابق دعوت دے گا وہ ان کو راہِ راست کی دعوت دے گا۔

لیث بن سالمؒ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اپنے مکانوں کو تلاوتِ قرآن سے روشن کرو اور ترکِ قرآن کی وجہ سے اپنے گھروں کو تاریک نہ کرو جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا کہ صرف اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرتے ہیں اور اپنے گھروں کو معطل چھوڑ دیتے ہیں۔ یاد رکھو جو گھر میں تلاوت زیادہ کرتا ہے اس پر خیر و برکت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن اپنے اہل کو ثمرہ دیتا ہے اور اُن کو روشن کرتا ہے جیسا کہ ستارے اہلِ زمانہ کو روشن کرتے ہیں۔

عاصم بن حمزہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو تلاوتِ قرآن ہمیشہ پابندی سے کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قرآن ختم ہو جائے تو خدا اُس کو نعیم جنت عطا کرے گا اور اس کو دس افراد کی شفاعت کی اجازت دے گا جو دوزخ کے حقدار ہوں گے۔ انس بن مالک نے رسول خداؐ کا یہ ارشاد بیان کیا کہ اہلِ قرآن جو قاری ہیں اہلِ خدا ہیں۔ وہ مخصوصانِ درگاہِ صمدیت اور مقربانِ بارگاہِ احدیت ہیں۔ بہترین عبادت جو بندۂ مومن کرتا ہے وہ قرأۃ قرآن ہے۔

حسن دیلمی نے اپنی کتاب میں رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ تلاوتِ قرآن بہتر ہے ذکر سے اور ذکر بہتر ہے صدقہ سے، صدقہ افضل ہے روزہ سے اور روزہ سپرِ آتش دوزخ ہے۔

رسول خداؐ سے مروی ہے کہ جس نے قرآن پڑھ لیا گویا اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان قرآن مندرج ہوگیا۔ وہ مرتبۂ پیغمبری پر پہنچا مگر یہ کہ اس پر وحی نازل نہیں ہوئی ہے۔

ثواب تعلیمِ قرآن:

رسول خداؐ سے مروی ہے کہ جب معلم بچہ کو بسم اللہ کی تعلیم دیتا ہے تو خدا اس معلم، متعلم اور اس کے والدین کو بخش دیتا ہے اور اس کے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اس طرح کہ کوئی گناہ ان کے ذمّہ باقی نہیں رہتا ہے۔ رسول خداؐ سے پوچھا گیا کہ بندۂ مومن کا افضلِ عمل کون سا عمل ہے۔ فرمایا کہ **الحلّ والرّحال**۔ لوگوں نے عرض کی کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کا ختم کرنا اور پھر ابتداء سے پڑھنا۔

براء بن عازبؓ نے کہا کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ قرأۃ کی زینت کرو خوش آواز سے۔ حذیفۂ یمانیؓ نے کہا کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ قرآن کو قراۃ لہجۂ عرب میں تلاوت کرو اور صداہائے فاسقین، نصاریٰ و یہود کے طریقہ پر نہ پڑھو۔ یعنی قرأت میں ترجیع صوت (آواز کا گلے میں پھرانا) نہ کرو۔ عنقریب ایسا ہوگا کہ میرے بعد ایک جماعت پیدا ہوگی کہ اپنی آواز کو حلق میں گھمائیں گے۔ مثل سُرود اور غنا کے، مانند زاہدان اہل ذمہ کے جو بوقتِ تلاوتِ توریت و انجیل آواز کو بناتے ہیں۔ اور مثل عورتوں کے نوحہ کا لہجہ نہ بنائیں کہ وہ مصیبتوں میں ایسے روتی ہیں کہ ان کی آوازیں حلق سے نیچے نہیں اترتی ہیں اور کسی سننے والے کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ جو ایسا کرتے ہیں تو ان کے دل فتنہ زدہ ہیں آفتوں اور بلاؤں سے۔ اور جو لوگ ان آوازوں کو سن کر محظوظ ہوتے ہیں وہ لوگ ثواب ابدی سے روزِ قیامت محروم رہیں گے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک زیور ہے اور قرآن کا زیور آوازِ خوش ہے۔

اسحاق بن عامر سے منقول ہے کہ اس نے امام حسینؑ سے پوچھا کہ اے رسولؐ کے فرزند میں حافظِ قرآن ہوں، قرآن کو ناظرہ پڑھوں یا حفظ۔ فرمایا کہ قرآن کو دیکھ کر تلاوت کرو۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ قرآن پر نظر کرنا بھی عبادت ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ تین چیزیں روزِ قیامت شکوہ وفریاد کریں گی۔ اول تو وہ مسجد ہے کہ جس میں نمازی نہیں جاتے۔ دوم وہ عالم جو جاہلوں میں ہو اور لوگ اس سے علمی مسائل دریافت نہ کرتے ہوں۔ سوم وہ قرآن جو کھونٹی پر ٹنگا ہے۔ گرد وغبار اس پر پڑا رہے اور اس کی تلاوت نہ کی جائے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ قرآن کو دیکھ کر تلاوت کرنا باعث روشنئ چشم اور قوت بینائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن امانتِ خدا ہے۔ بندۂ مومن کو چاہیے کہ امانتِ خدا کو نگاہ میں رکھے اور روزانہ پچاس آیاتِ قرآن تلاوت کرتا رہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن ابی کعبؓ نے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ دس آیات روزانہ تلاوت فرماتے تھے اور ہم کو ان کے معنی تعلیم دیتے تھے۔ جب ہم قرآن رسول اللہؐ کے سامنے تلاوت کر چکتے تھے تو اس کے تمام معانی ہم کو یاد ہو جاتے تھے۔

ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کے معنی نہیں جانتا ہے تو وہ ایسے آدمی کی مثال ہے کہ جو کہتا ہے

اور یہ نہیں سمجھتا کہ کیا کہتا ہے۔

حسن بصریؒ نے فرمایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا نے کوئی آیت ایسی نہیں نازل کی جس کے بارے میں یہ نہ چاہا کہ اس کے معنی بھی لوگوں کو معلوم ہوں اور اس کے ذریعہ امرونہی سے مطلع نہ ہوجائیں۔

رسول خداؐ نے فرمایا کہ **اِنَّ القراٰن ذلول ذو وجوہ فاحملوہ علی احسن الوجوہ** (ترجمہ) قرآن سہل الماخذ ہے متعدد وجوہ کا حامل ہے۔تم اسے بہترین وجہ پر محمول کرو۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وجوہ تفسیر چار طور پر ہے۔پہلی وجہ یہ ہے کہ جس سے کوئی شخص بھی معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ اور وہ آیات احکام شریعت ہیں اور آیاتِ توحید۔دوسری وجہ یہ ہے کہ عرب اس کو جانتے ہیں اپنی لغت اور زبان میں اور وہ لغتِ موضوعہ کے حقائق ہیں جو ان کے کلام میں پائے جاتے ہیں۔تیسری وجہ یہ ہے کہ بجز علماء کوئی دوسرا نہیں جانتا۔اور وہ تاویلِ الفاظ۔متشابہ ومجمل وغیرہ ہے۔چوتھی وجہ یہ ہے کہ بجز خدا کے کوئی دوسرا علم نہیں رکھتا ہے۔اور وہ علمِ غیب امورِغیب کے بارے میں ہے جیسے قیام وغیرہ۔پس معلوم ہوا کہ معانیِ آیاتِ قرآن میں مختلف وجوہ ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ سب مخفی وپوشیدہ ہوں اور محتاجِ بیانِ پیغمبر وائمہ ہوں۔

قرآن محفوظ ہے نقص وزیادتی سے:

ملا فتح اللہ کاشانی صاحب تفسیر منہج الصادقین نے علَمُ الھدیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے اور کیا خوب استدلال کیا ہے۔قرآن کی صحت کا مسئلہ ایسا ہی ہے جس طرح بڑے بڑے شہروں کا وجود، بڑے بڑے تاریخی حادثات کا وجود، بڑے بڑے تاریخی مشہور کارنامے، مشہور ومعروف مصنفین کی کتابیں۔اور شعرائے نامور کے تاریخی وادبی اشعار۔جس طرح اشیائے مذکورہ میں کوئی شبہ نہیں ہے اسی طرح قرآن کی صحت میں شبہ نہیں ہے۔

''قرآن بہ ہمہ طریق است کہ از نزد خدا بہ سید الانبیاء نازل گشتہ بدون شوب زیادہ ونقص وعتابات ادداعی متوفّرہ است برنقل وحراست آں۔چہ قرآن معجزۂ نبوت است و ماخذ علم شریعت واحکام دینیہ بجہتہ ایں علمائے اہلِ اسلام مبالغہ کردہ اندر حفظ وحمایت آں بہ حیثیتے کہ ہر اختلاف کہ دراعراب وقرأۃ وحروف وعددِ آیات است دانستہ اندو کماینبغی ساختہ وپیروی نمودہ پس چگونہ مغیّرہ ومنقوص تواند بود وآیہ کریمہ **وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ** دلالت صریح دارد براین مدعا۔''

خلاصۂ ترجمہ:''قرآن اُسی طرح ہے جس طرح وہ سیّدالانبیاء محمد مصطفیؐ پر نازَل ہوا ہے۔نہ اس میں کوئی کمی ہے اور نہ کوئی زیادتی ہے۔کیونکہ اس کے نقل اور حفاظت میں بڑی کوشش وکاوش سے کام لیا گیا ہے کیونکہ قرآن معجزہ ہے خدا کی طرف سے۔تائید نبوت اس کے ذریعہ کی گئی ہے اور احکام دین اور شریعت کا ماخذ ہے اسی وجہ سے علمائے اہلِ اسلام نے ہمیشہ اس کی حفاظت میں مبالغہ کیا ہے۔اس عنوان پر کہ اس کے اعراب قرأۃِ حروف، تعدادِ آیات کے اختلاف کو کماحقہ جان گئے ہیں اور اُس کی پیروی کرتے ہیں پس کیونکر قرآن میں کوئی نقص یا زیادتی ہوسکتی ہے۔اور قرآن کی آیت **وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ** بھی اُس پر گواہ ہے۔

جمع قرآن بعہد رسول خداؐ :

صحیح بخاری پ ۲۱۔

(۱)عن مسروق... سمعت النبیﷺ یقول خذوا القراٰن من اربعة من عبدالله بن مسعود وسالم و معاذ و ابی ابن کعب۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ قرآن کو چار اصحاب سے حاصل کرو۔ عبداللہ بن مسعودؓ، سالمؓ، معاذؓ اور ابی بن کعبؓ سے۔

(۲) حدثنا قتادة قال سالت انس بن مالك من جمع القراٰن علی عهد النبی صلعم قال اربعة کلهم من الانصار۔ ابی بن کعب و معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابو زید۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ قرآن عہد نبی صلعم میں جنہوں نے جمع کیا وہ چار تھے اور سب انصار میں سے تھے۔ ابی بن کعبؓ۔ معاذ بن جبلؓ۔ زید بن ثابتؓ اور ابوزیدؓ۔

(۳)عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال عمر علیؑ اقضانا و ابی اقرأنا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ علیؑ ہم میں سب سے زیادہ قضا (احکام قرآن) جاننے والے ہیں اور ابی ابن کعب سب سے اچھے قاری ہیں۔

(۴)حاشیہ صحیح بخاری نشان ۷ روی النسائی بسند صحیح عن عبدالله ابن عمر وانّه قال لجمعت القراٰن فقرّات به کل لیلة فبلغ النّبی صلعم فقال اقرئه فی شهر۔ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے قرآن کو جمع کیا اور ہر ایک رات میں ایک بار قرآن پڑھ لیتا تھا یہ خبر جناب رسول خداؐ کو پہنچی تو آپؐ نے نے فرمایا کہ قرآن کو ایک ماہ میں پڑھا کرو۔

متذکرہ بالا حوالہ جاتِ صحیح بخاری سے واضح ہوگیا کہ (۱) قرآن شریف، حیات رسول خداؐ میں جمع ہو چکا تھا۔ (۲) عبداللہ بن مسعود۔ سالم۔ معاذ بن جبل اور ابی بن کعب چار اصحاب کو اس صحت کے ساتھ قرآن یاد تھا کہ رسولِ خداؐ نے صحتِ جمع اور قرأت کی ان کو سند عطا کی تھی۔ (۳) حضرت عمر کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام علوم و احکام قرآن کے سب سے زیادہ واقف و عالم تھے اور ابی کعبؓ بہتر قاریٔ قرآن تھے۔

منزل ١

سورۃ الفاتحہ

آیتیں ٧ ۔ ١ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مکی ٥ ۔ رکوعھا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①	شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔(١)
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ②	تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پالنے والا (مالک) ہے۔(٢)
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ③	وہ رحمٰن اور رحیم ہے (بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے)۔(٣)
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ④	وہ فیصلے اور بدلے کے دن کا مالک ہے۔(٤)
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ⑤	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔(٥)
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑥	ہم کو ہدایت کرتا رہ راہِ راست کی۔(٦)
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ⑦ ع	ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ اُن پر نہ تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔(٧)

ع ٧

سورۃ البقرہ

آیتیں ٢٨٦ ۔ ٢ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مدنی ٨٧ ۔ رکوعاتھا ٤٠

الجزء ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔
الٓمّٓ ①	الٓمّٓ۔(١)
ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى	یہ وہ کتاب ہے کہ اس کے (کتابِ خدا ہونے)

معانقة ١

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۲﴾

میں شک نہیں ہے۔ (ان) صاحبانِ تقویٰ کے لئے ہدایت ہے۔ (۲)

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ﴿۳﴾

جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ (۳)

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ﴿۴﴾

اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس (قرآن) پر جو تم پر نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا ہے۔ اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں۔ (۴)

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

یہی لوگ تو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ یہی لوگ تو فلاح یعنی مکمل کامیابی پانے والے ہیں۔ (۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾

جو لوگ کافر ہو چکے ان کے لئے برابر ہے خواہ تم ان کو ڈراوٴ یا نہ ڈراوٴ، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (۶)

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز
وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۷﴾ ع ۷ ۱

خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ (۷)

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ

اور آدمیوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا

وقف لازم

بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨﴾

اور یوم آخر پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔(۸)

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩﴾ ط

وہ خدا کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور حالانکہ وہ کسی کو دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے ہی نفسوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں۔(۹)

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿١٠﴾

ان کے دلوں میں مرض ہے پس اللہ نے ان کا مرض اور بڑھا دیا اور ان کے لئے بوجہ جھوٹ بولتے رہنے کے دردناک عذاب ہے۔(۱۰)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿١١﴾

اور جب اُن سے کہا گیا کہ زمین میں فساد خرابی نہ کرو تو اُنہوں نے کہہ دیا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔(۱۱)

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٢﴾

خبردار رہو کہ یقیناً وہی مفسد ہیں لیکن سمجھتے نہیں ہیں۔(۱۲)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣﴾

اور جب ان سے کہا گیا کہ جس طرح دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تم بھی ایمان لاؤ۔ تو انہوں نے کہہ دیا کہ کیا ہم اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح یہ بے وقوف نادان ایمان لے آئے ہیں۔ خبردار رہو (یاد رکھو) کہ یہی لوگ خود احمق ہیں لیکن وہ جانتے نہیں ہیں۔(۱۳)

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا

اور جب یہ لوگ مومنوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب خلوت میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے

مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۱۴

ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں سوائے اس کے نہیں ہے کہ ہم تو اُن سے مذاق کر رہے تھے۔ (۱۴)

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۱۵

اللہ اُن سے استہزا (مذاق) کرے گا اور اُن کی سرکشی میں اضافہ کرے گا کہ وہ اسی میں سرگرداں رہیں گے۔ (۱۵)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۱۶

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو خرید لیا ہے پس ان کی تجارت نے ان کو نفع نہیں دیا اور نہ وہ ہدایت یافتہ ہوئے۔ (۱۶)

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۱۷

اُن کی مثل اُس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی اور جب آگ ہر طرف خوب روشن ہوگئی تو خدا نے اُن کے نور کو سلب کر لیا اور اُن کو تاریکی میں چھوڑ دیا کہ وہ کچھ دیکھتے ہی نہیں۔ (۱۷)

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۙ ۱۸

پس وہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں۔ پس وہ اب (راہِ خدا کی طرف) پلٹ کر آنے والے نہیں ہیں۔ (۱۸)

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۱۹

یا اُن کی مثال اُس بارش کی سی ہے جس میں تاریکیاں بھی ہوں اور گرج اور چمک بھی ہو کہ وہ موت کے خوف سے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے ہیں، کڑک کی آواز اور موت کے خوف کی وجہ سے، اور اللہ کافرین پر محیط ہے۔ (۱۹)

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا
أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ ۙ وَإِذَا أَظْلَمَ
عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ
بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ
ع ٢ ٣ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾

قریب ہے کہ برق ان کی آنکھوں کی روشنی کو اُچک لے۔ جب کبھی انہیں روشنی دکھائی دیتی ہے تو وہ اس میں چل پڑتے ہیں اور ان پر جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کی سماعت اور بصارت کو کھو دیتا۔ یقیناً اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ (۲۰)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي
خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾

اے انسانو! تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا ہے تا کہ شاید خدا سے ڈرنے لگو۔ (۲۱)

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا
وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ فَلَا
تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

جس نے زمین کو فرش بنایا ہے اور آسمان کو سائبان بنایا اور آسمان سے پانی اُتارا پس اس کے ذریعہ پھل پیدا کیے، جو تمہارے لئے روزی ہیں۔ پس تم خدا کے شریک نہ بناؤ اور حالانکہ تم جانتے ہو (کہ اُس کا کوئی شریک نہیں ہے)۔ (۲۲)

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ
عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ
وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ
كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾

اور اگر تم کو اس میں شک ہے کہ جو ہم نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا ہے پس تم اس کی مثل ایک سورۃ ہی لے آؤ اور اپنے تمام گواہوں کو علاوہ خدا کے بُلا لو، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ (۲۳)

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا

پس اگر تم ایسا نہ کرسکو اور تم ایسا ہرگز نہ کرسکو گے تو تم اُس آگ سے ڈرو

النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۚۖ
اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۴﴾

جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو صرف منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (۲۴)

وَ بَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ
تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنۡهَا مِنۡ
ثَمَرَةٍ رِّزۡقًا ۙ قَالُوۡا هٰذَا الَّذِىۡ رُزِقۡنَا
مِنۡ قَبۡلُ ۙ وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمۡ
فِيۡهَآ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمۡ فِيۡهَا
خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۵﴾

اور (اے رسولؐ) تم مومنوں اور عملِ صالح کرنے والوں کو بشارت دے دو کہ یقیناً ان کے واسطے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ جب اُن کو کھانے کے لئے ان میں سے کوئی پھل ملے گا تو وہ کہیں گے کہ ایسا ہی تو ہم کو پہلے بھی مل چکا ہے حالانکہ ان کو ان کے مُشابہ دیا گیا تھا اور ان کے واسطے اس جنت میں پاکیزہ ازواج ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲۵)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسۡتَحۡىٖۤ اَنۡ يَّضۡرِبَ مَثَلًا
مَّا بَعُوۡضَةً فَمَا فَوۡقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ
اٰمَنُوۡا فَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ۚ وَ
اَمَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَيَقُوۡلُوۡنَ مَاذَآ
اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيۡرًا ۙ وقف لازم
وَّ يَهۡدِىۡ بِهٖ كَثِيۡرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا
الۡفٰسِقِيۡنَ ۙ ﴿۲۶﴾

یقیناً اللہ کو کوئی شرم نہیں ہے کہ وہ مچھر کی مثل بیان کرے یا اس سے بڑے حیوان کی۔ پس جو ایمان لائے ہیں وہ تو جانتے ہیں کہ وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور مگر وہ لوگ جو کافر ہو گئے وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے خدا نے کیا مقصد لیا ہے؟ (خدا) گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اس مثال کے ذریعہ سے اور بہتوں کو ہدایت کر دیتا ہے اور اس کے ذریعہ خدا کسی کو گمراہی میں نہیں چھوڑتا مگر اُن کو جو نافرمان ہوتے ہیں۔ (۲۶)

الَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ
مِيۡثَاقِهٖ ۖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ

وہ لوگ جو اللہ سے عہد و پیمان کر کے اسے توڑ دیتے ہیں، اور قطع کر دیتے ہیں اُس کو جس کے

يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٢٧

وصل (ملانے) کا حکم اللہ نے دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ وہی لوگ تو نقصان اُٹھانے والے ہیں۔(٢٧)

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٢٨

تم کیونکر خدا کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے، تم کو زندہ کیا۔ پھر تم کو موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا پھر تم سب اس کے حضور میں حاضر ہو گے۔(٢٨)

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۤ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝٢٩ ع ٣ ٩

وہ خدا وہی ہے جس نے تمہارے واسطے وہ سب کچھ پیدا کیا ہے جو زمین میں ہے۔ پھر اُس نے آسمانوں کی طرف توجہ کی۔ پس اُس نے برابر سات آسمان بنا دیئے اور وہ خدا ہر شے پر علم رکھنے والا ہے۔(٢٩)

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٣٠

اور (اے رسولؐ یاد کرو اس وقت کو کہ) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں یقیناً زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں، فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے اور لوگوں کا خون بہائے اور ہم تو تیری حمد وتعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری تقدیس بیان کرتے ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ میں زیادہ جاننے والا ہوں اس سے جو تم جانتے ہو۔(٣٠)

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَي الْمَلٰۗىِٕكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِــُٔـوْنِيْ بِاَسْمَاۗءِ هٰٓؤُلَاۗءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٣١

اور آدمؑ کو تعلیم دے دیئے تمام نام پھر (جن کے نام تھے) ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ (اے فرشتو!) اگر تم سچے ہو تو ان کے نام مجھ کو بتا دو۔(٣١)

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾

(فرشتوں نے) عرض کیا: اے خدا تو پاک ہے۔ ہم کو علم نہیں ہے مگر اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہم کو سکھا دیا ہے۔ یقیناً تو جاننے والا صاحبِ حکمت ہے۔ (۳۲)

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

(خدا نے) حکم دیا: اے آدمؑ اُن کے نام ان (فرشتوں) کو بتا دو۔ پس جب کہ اس نے ان کو ان لوگوں کے نام بتا دیئے تو خدا نے فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمینوں کے غیب جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ (۳۳)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور (اے رسولؐ یاد کرو اس وقت کو) جب ہم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ تم آدمؑ کو سجدہ (تعظیم) کرو پس سب نے بجز شیطان کے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ ہو گیا کافروں میں سے۔ (۳۴)

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

اور ہم نے آدمؑ سے کہا کہ اے آدمؑ تم اور تمہاری زوجہ جنت میں سکونت پذیر ہو اور جہاں سے چاہو بفراغت کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ (۳۵)

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

بس شیطان نے ان دونوں کو بہکا دیا اس سے۔ پس جس حال میں وہ دونوں تھے اس میں ان کو نہ رہنے دیا اور ہم نے دونوں کو حکم دیا کہ اُتر جاؤ۔ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں جائے قرار و مسکن ہے اور وقت معینہ

تک کے لئے سرمایہ ہے۔ (۳۶)

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ
عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾

پس آدمؑ نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے پس اُن کی توبہ قبول ہوگئی۔ یقیناً وہ بہت بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ (۳۷)

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا
يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾

ہم نے حکم دیا کہ تم سب اُتر جاؤ اس جنت سے۔ پس میری طرف سے تم کو ہدایت ضرور پہنچے گی۔ پس جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن پر نہ خوف ہو گا اور نہ وہ محزون (وغمزدہ) ہوں گے۔ (۳۸)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾ ع ٤ ٤

اور جو لوگ کافر ہو گئے اور جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا، وہی جہنمی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۳۹)

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ
اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٤٠﴾

اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد رکھو جو میں تم کو بطور انعام دے چکا ہوں اور میرے عہد کو پورا کرو تا کہ میں اپنا عہد تم سے پورا کروں۔ اور صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ (۴۰)

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا
مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا
تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَّاِيَّايَ
فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾

اور تم ایمان لاؤ اُس پر جو میں نے نازل کیا کہ وہ تصدیق کرتا ہے اُس کی جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے اور تم سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور مجھ سے ہی ڈرتے رہو اور میری آیتوں کو کم قیمت پر فروخت نہ کرو۔ (۴۱)

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا

اور حق کو باطل کے لباس میں ظاہر نہ کرو اور حق کو

الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔(۴۲)

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ
وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ﴿۴۳﴾

اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو ادا کرو اور رکوع کرنے والوں (نماز جماعت) کے ساتھ رکوع کرو۔(۴۳)

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ
اَنْفُسَکُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ؕ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو فراموش کر جاتے ہو اور تم کتاب پڑھتے ہو پھر کیوں نہیں سمجھتے ہو۔(۴۴)

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ وَ اِنَّهَا
لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ ﴿۴۵﴾

اور مدد طلب کرو صبر وصلوٰۃ کے ذریعہ سے اور بے شک نماز (صلوٰۃ) بھاری ہے سب پر، سوائے (خدا کی سزاؤں سے) خوف کرنے والوں پر۔(۴۵)

الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ
وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۷

جن کو یہ خیال ہے کہ وہ اپنے رب کے حضور میں جائیں گے اور یقیناً وہ اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔(۴۶)

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ
الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾

اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو تم کو عطا کر چکا ہوں اور اس بات کو کہ میں نے تم کو تمام عالم پر فضیلت دی۔(۴۷)

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ
نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا
یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور اُس دن سے ڈرو جس میں کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے کسی طرح بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس سے شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ کوئی معاوضہ اس سے لیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی مدد کی جائے گی۔(۴۸)

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ
اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ
ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٤٩﴾

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون والوں کے ہاتھوں سے نجات دی تھی کہ وہ تمہیں بڑے عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔ (۴۹)

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ
تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٠﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے سمندر کو تمہارے لئے پھاڑ دیا تھا اور تمہیں نجات دی تھی اور ہم نے فرعون والوں کو غرق کر دیا تھا اور تم دیکھ رہے تھے۔ (۵۰)

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ
اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ
ظٰلِمُوْنَ ﴿٥١﴾

ہم نے موسیٰؑ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر تم نے یہ ظلم کیا کہ اُن کی غیبت میں بچھڑا پوجنے لگے تھے اور تم ظالم تھے۔ (۵۱)

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٥٢﴾

پھر ہم نے تم کو معاف کر دیا اس کے بعد بھی۔ یہ اس لئے کہ تم شکرگزار بنو۔ (۵۲)

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿٥٣﴾

اور (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب اور فرقان (حق و باطل کی میزان) عطا کی کہ شاید تم ہدایت پاؤ۔ (۵۳)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ
اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ

اور جبکہ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم تم نے بچھڑا پوج کر خود اپنے پر ظلم کیا۔ پس تم اپنے پیدا کرنے والے کے حضور میں توبہ کرو اور آپس

الْعِجْلَ فَتُوبُوٓا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوٓا أَنفُسَكُمْ ط ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ ط فَتَابَ عَلَيْكُمْ ط إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٥٤﴾

میں ایک دوسرے کو قتل کر ڈالو۔ یہی تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے حق میں بہتر ہے۔ پھر تمہاری توبہ قبول ہوئی۔ یقیناً وہ (خدا) بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (۵۴)

وَإِذْ قُلْتُمْ يَٰمُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّٰعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٥﴾

اور جس وقت تم نے یہ کہا تھا کہ اے موسیٰؑ جب تک ہم ظاہر بہ ظاہر خدا کو نہ دیکھ لیں ہم ایمان نہ لائیں گے۔ پس تم کو صاعقہ (بجلی) نے پکڑا اور یہ سب تم خود دیکھ رہے تھے۔ (۵۵)

ثُمَّ بَعَثْنَٰكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾

پھر ہم نے تمہارے مرنے کے بعد تم کو زندہ کیا تاکہ تم شکر گزار بن سکو۔ (۵۶)

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ط كُلُوا مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ ط وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوٓا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٥٧﴾

اور ہم نے سایہ کیا تم پر بادلوں کا اور ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل کیا۔ (اور کہا) کہ تم جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے وہ پاک ہے اسے کھاؤ، اور انہوں نے یہ ظلم ہم پر نہیں کیا بلکہ اپنے نفسوں ہی پر ظلم کرتے رہے۔ (تم خود کو ہی نقصان پہنچاتے رہے)۔ (۵۷)

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَٰيَٰكُمْ ط وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے یہ کہا تھا کہ اس گاؤں میں داخل ہو اور اس میں سے جو کچھ تمہارا دل چاہے بفراغت کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور لفظ حطّہ کہتے جاؤ۔ تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور عنقریب ہم نیکوکاروں کو زیادہ دیں گے۔ (۵۸)

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ

پھر ظالموں نے جو کچھ اُن سے کہا گیا تھا اسے

الَّذِیۡ قِیۡلَ لَہُمۡ فَاَنۡزَلۡنَا عَلَی الَّذِیۡنَ
ظَلَمُوۡا رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوۡا
ع ۱۳ ۶ یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۵۹﴾

بدل کر اُس کی جگہ دوسری بات رکھ دی۔ پس ہم نے اُن لوگوں پر جنھوں نے ظلم کیا تھا آسمانوں سے عذاب نازل کیا۔ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔(۵۹)

وَ اِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ فَقُلۡنَا
اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡحَجَرَ ؕ فَانۡفَجَرَتۡ
مِنۡہُ اثۡنَتَا عَشۡرَۃَ عَیۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ
کُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَہُمۡ ؕ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا
مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰہِ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ
مُفۡسِدِیۡنَ ﴿۶۰﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو پھر اُس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تھے اور ہر گروہ نے اپنے چشمے کو پہچان لیا تھا۔ (ہم نے حکم دیا) کھاؤ اور پیو خدا کے دیئے ہوئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔(۶۰)

وَ اِذۡ قُلۡتُمۡ یٰمُوۡسٰی لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰی
طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادۡعُ لَنَا رَبَّکَ یُخۡرِجۡ لَنَا
مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ مِنۡۢ بَقۡلِہَا وَ قِثَّآئِہَا
وَ فُوۡمِہَا وَ عَدَسِہَا وَ بَصَلِہَا ؕ قَالَ
اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِیۡ ہُوَ اَدۡنٰی بِالَّذِیۡ ہُوَ
خَیۡرٌ ؕ اِہۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَکُمۡ مَّا
سَاَلۡتُمۡ ؕ وَ ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ
وَالۡمَسۡکَنَۃُ ٭ وَ بَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ ؕ
ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ

اور جبکہ تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰؑ ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے۔ پس تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ پیدا کردے ہمارے لئے جو چیزیں کہ زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے کہ ساگ پات، کھیرا، ککڑی، گیہوں (یا لہسن)، مسور، پیاز، (موسیٰؑ نے) کہا کہ کیا تم ادنیٰ اشیاء کو بدلنا چاہتے ہو اس سے جو اعلیٰ ہے۔ (ایسا ہی ہے) تو تم شہر میں چلے جاؤ۔ پس جو کچھ مانگتے ہو تم کو وہاں مل جائے گا اور اُن پر ذلت اور افلاس کی مار دی گئی اور غضبِ خدا میں آ گئے۔ ایسا اس لئے ہوا کہ وہ خدا کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل

يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا
ع عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۶۱

کرتے تھے اور یہ اس لئے ہوا کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے گزر جاتے تھے۔(۶۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِــِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۲

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی، نصاریٰ اور ستارہ پرست ہیں (ان میں سے) جو خدا اور روزِ قیامت پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے پس ان کے واسطے ان کے رب کے پاس نیک بدلہ ہے اور ان کو نہ خوف ہو گا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔(۶۲)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۶۳

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تم سے ہم نے عہد لیا تھا اور ہم نے طور کو تم پر بلند کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور اس میں جو کچھ ہے اس کو یاد کر لو تاکہ شاید تم متقی ہو جاؤ۔(۶۳)

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۴

پھر تم اس کے بعد بھی پھر گئے۔ بس اگر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت تم پر نہ ہوئی ہوتی تم ضرور نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔(۶۴)

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَھُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِــِٕيْنَ ۝۶۵ ج

اور تم جانتے ہو ان لوگوں کو جنھوں نے یومِ سبت (ہفتہ کے دن) کے بارے میں زیادتی کی تھی۔ بس ہم نے اُن کے لئے حکم دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔(۶۵)

فَجَعَلْنٰھَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا

پس ہم نے اس واقعہ کو ان کے ہم عصروں اور

خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت اور صاحبانِ تقویٰ کے لئے ایک نصیحت قرار دیا۔(٦٦)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾

اور (اُس وقت کو یاد کرو) جبکہ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا تم کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو (موسیٰؑ نے) کہا کہ پناہ بخدا کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔(٦٧)

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾

اُنہوں نے کہا کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ صاف صاف بیان کر دے کہ وہ گائے کیسی ہو۔ موسیٰؑ نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بڑھیا ہو اور نہ بچھیا بلکہ دونوں کے بین بین ہو۔ پس تم بجا لاؤ اُس کو جو تم کو حکم دیا گیا ہے۔(٦٨)

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾

اُنہوں نے کہا کہ اپنے رب سے کہیے کہ وہ صاف صاف بیان کر دے کہ اس کا رنگ کیسا ہو (موسیٰؑ نے) کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے ایسے گہرے زرد رنگ کی ہو کہ دیکھنے والوں کو بھلی معلوم ہو۔(٦٩)

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾

اُنہوں نے کہا کہ خدا سے کہیے کہ وہ اس کی حقیقت کھول کر بیان کر دے۔ یقیناً ہم کو اس گائے کے بارے میں اشتباہ ہو گیا ہے اور اللہ نے چاہا تو ہم ضرور ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔(٧٠)

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ

(موسیٰؑ نے) کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ گائے ایسی ہو کہ جو نہ کام میں لانے والی ہو کہ زمین جوتتی ہو اور

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوهَا وَ مَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ ع ۸

نہ کھیتی کو سینچتی ہو۔ صحیح و سالم ہو۔اس میں کوئی داغ دھبّہ نہ ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ اب آپ نے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا۔ پھر گائے ذبح کی گو اُن سے ایسا کرنے کی امید نہ تھی۔(۷۱)

وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾

اور جس وقت تم نے ایک شخص کو قتل کیا اور اس کے بارے میں اختلاف کیا اور اللہ اُس کو ظاہر کرنے والا تھا جو کچھ تم چھپاتے تھے۔(۷۲)

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ يُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾

پس ہم نے کہا کہ اس گائے کے ایک حصہ سے اس میت کو چھوادو۔ اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ شاید تم کو عقل آئے (تم سمجھ سکو)۔(۷۳)

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ پس وہ پتھر کی مانند تھے یا اس سے بھی زیادہ سخت اور یقیناً پتھروں میں سے بعض تو ایسے بھی ہیں جن میں سے چشمے نکلتے ہیں اور یقیناً بعض ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں۔ پھر اُن سے پانی نکل آتا ہے اور یقیناً بعض ایسے ہیں کہ وہ خوف خدا سے گر پڑتے ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اُس سے اللہ بے خبر نہیں۔(۷۴)

اَفَتَطْمَعُونَ اَنْ يُّؤْمِنُوا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ

کیا تمہاری خواہش یہ ہے کہ وہ لوگ تم پر ایمان لے آئیں؟ حالانکہ ایک گروہ ان میں سے ایسا ہے کہ کلام خدا کو سنتے ہیں۔ پھر بھی اس کے بعد کہ اسے سمجھ چکے ہوں، جان بوجھ کر اس میں تحریف اور تبدیلی

يَعۡلَمُوۡنَ۝۷۵

کرتے ہیں۔(۷۵)

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَا بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ قَالُوۡۤا اَتُحَدِّثُوۡنَهُمۡ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيۡکُمۡ لِيُحَآجُّوۡکُمۡ بِهٖ عِنۡدَ رَبِّکُمۡ‌ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۝۷۶

اور جب مومنوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے سے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کیا تم اُن سے وہ باتیں بیان کر دیتے ہو جو اللہ نے تم پر ظاہر کی ہیں تاکہ وہ ان باتوں سے تم پر حُجّت قائم کریں تمہارے پروردگار کے سامنے۔ پھر تم سمجھتے کیوں نہیں؟(۷۶)

اَوَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّوۡنَ وَمَا يُعۡلِنُوۡنَ۝۷۷

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔(۷۷)

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ۝۷۸

النصف

اور ان میں سے بہت سے اُمّی ہیں کہ وہ کتابِ خدا کو بجز اپنی آرزوؤں کے کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے پاس کچھ نہیں ہے بجز خیالی باتوں کے۔(۷۸)

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ؕ فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ۝۷۹

پس ویل ہے اُن لوگوں کے لئے جو کتاب کو اپنے ہی ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آئی ہے تاکہ اس کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ لیں۔ پس ویل (خرابی) ہے اُن کے لئے بوجہ اس کے کہ جو کچھ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور ویل ہے ان کے واسطے بوجہ اس کے کہ جو کچھ وہ اس سے کماتے ہیں۔(۷۹)

وَقَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا

اور انہوں نے کہا کہ ہم کو تو سوائے چند گنتی کے

مَّعۡدُوۡدَۃً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ
عَہۡدًا فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰہُ عَہۡدَہٗۤ اَمۡ
تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾

دنوں کے جہنم کی آگ چھوئے گی بھی نہیں۔(اے رسول) تم (ان سے) کہہ دو کہ کیا تم نے خدا سے کوئی عہد لیا ہے کہ خدا اپنے عہد کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا یا تم خدا کے بارے میں وہ باتیں کہتے ہو جو تم نہیں جانتے ہو؟ (۸۰)

بَلٰی مَنۡ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّ اَحَاطَتۡ بِہٖ
خَطِیۡٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ
فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾

ہاں جو بدی کمائے گا اور اس کو گھیر لیا ہو اس کے گناہوں نے، پس وہی لوگ تو دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔(۸۱)

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا
ع ۹/۱۱ ۹ خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ ع

اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہی لوگ جنتی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔(۸۲)

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ
لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ ۟ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ
اِحۡسَانًا وَّ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی
وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا
وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ
تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ
مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے اولادِ اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرنا اور اپنے والدین سے بہ نیکی پیش آنا نیز قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں سے بھی بہ نیکی پیش آنا اور لوگوں سے خوش کلام رہنا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ پھر تم اس حکم سے روگرداں ہو کر سوائے معدودے چند سب پھر گئے اور تم لوگ ہو ہی عہد سے منہ پھیرنے والے۔(۸۳)

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ لَا تَسۡفِکُوۡنَ

اور (اس وقت کو یاد کرو کہ) جب ہم نے تم سے

دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾

یہ عہد لیا تھا کہ باہم خون ریزی نہ کرنا اور نہ اپنوں کو اپنے وطن سے نہ نکالنا۔ پھر تم نے اقرار کیا تھا اور تم اس کے گواہ ہو۔ (۸۴)

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾

پھر تم وہی ہو کہ اپنے نفسوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو اپنے ملک سے نکالتے ہو اور ان کے خلاف گناہ اور زیادتی کرنے میں ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہو اور جب وہ تمہارے پاس قید کر کے لائے جاتے ہیں تو ان کو تم فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو، حالانکہ اُن کا اخراج ہی تم پر حرام کیا گیا تھا۔ کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لائے ہو اور بعض کے منکر ہو اور جو تم میں سے ایسا کرے گا اس کا بدلہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ زندگانیِ دنیا میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈالے جائیں اور اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے، جو تم کرتے ہو۔ (۸۵)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ ع ۱۰

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے عوض زندگانیِ دنیا (بخوشی) خرید لی ہے۔ پس ان کے عذاب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور نہ اُن کو کوئی مدد دی جائے گی۔ (۸۶)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ

اور بالتحقیق ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عطا کی اور اُن کے بعد اور رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو

مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

روشن نشانیاں دیں اور روح القدس کے ذریعہ اُن کی تائید کی۔ پھر جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول تمہارے نفوس (دلوں) کی خواہش کے خلاف حکم لے کر آیا تو تم نے تکبر کیا۔ پس کسی فریق کو تم نے جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا۔(۸۷)

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

اور کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔ بلکہ اللہ نے اُن کے کفر کے سبب اُن پر لعنت کی ہے اور اُن میں بہت کم ایمان لائیں گے۔(۸۸)

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور جب اللہ کے پاس سے اُن کے پاس کتاب آئی جو اُن کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی تھی حالانکہ وہ خود بھی کافروں کے برخلاف فتح حاصل کرنا چاہتے تھے۔ پس جبکہ وہ چیز آئی جس کو وہ پہچانتے بھی تھے تو اس کا انکار کر گئے۔ پس ان انکار کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔(۸۹)

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

کیا بُری چیز ہے وہ جس کے بدلہ انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا کہ وہ انکار کر دیں اس کا جو اللہ نے نازل کیا۔ اس ضد پر کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل نازل کرتا ہے۔ پس وہ غضب بالائے غضب کے مستحق ہونگے اور کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب مقرر کیا گیا ہے۔(۹۰)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم

قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾

پر نازل کیا گیا ہے ہم تو اس پر ایمان لائیں گے اور جو اس کے علاوہ ہے اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے اور اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو ان کے پاس ہے۔ پس تم یہ بتاؤ تم پہلے انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے اگر واقعی تم مومن تھے؟ (۹۱)

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾

اور بے شک موسیٰؑ تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے۔ پھر اُن کے بعد تم نے بچھڑا پوجا اور تم ہی ظالم ٹھہرے۔ (۹۲)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۤ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۭ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب کہ ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا اور تمہارے اوپر طور کو بلند کر دیا تھا اور کہا تھا کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑو اور سنو۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم نے سنا مگر نہیں مانا۔ اور اُن کے دلوں میں اُن کے کفر کی وجہ سے بچھڑے کی محبت پلا دی گئی تھی (بیٹھ گئی تھی)۔ (اے رسولؐ) کہدو کہ تمہارا ایمان تم کو بہت بُرا حکم دیتا ہے اگر واقعی تم مومن ہو۔ (۹۳)

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾

یہ بھی کہدو کہ اگر آخرت کا گھر خدا کے نزدیک خالص تمہارے ہی لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں تو اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔ (۹۴)

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ

اور وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے بوجہ اس ظلم کے کہ جو پہلے اُن کے ہاتھ کر چکے ہیں اور اللہ

اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿۹۵﴾	ظالموں سے واقف ہے۔(۹۵)
وَلَتَجِدَنَّهُمۡ اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَ مِنَ الَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهٖ مِنَ الۡعَذَابِ اَنۡ يُّعَمَّرَ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ ع	اورتم اُن کو زندگی کا سب سے زیادہ حریص پاؤ گے اور اُن لوگوں سے بھی (زیادہ حریص) جنہوں نے شرک کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا جی چاہتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس تو جیئے مگر کسی کا زیادہ عمر پانا اس کو عذاب سے بچانے والا تو نہیں ہے اور اللہ ان کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔(۹۶)
قُلۡ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِيۡلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَ هُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۷﴾	(اے رسولؐ) کہدو اس سے جو جبرئیلؑ کا دشمن ہے (وہ جان لے) کہ اس نے اس (قرآن) کو تیرے دل پر اللہ کے اِذن سے نازل کیا ہے۔ جو تصدیق کرنے والا ہے اپنے سے پہلی کتاب کی اور بشارت اور ہدایت ہے مومنوں کے لئے۔(۹۷)
مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبۡرِيۡلَ وَمِيۡكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۹۸﴾	جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوںؑ اور جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کا دشمن ہے پس یقیناً اللہ بھی کافروں کا دشمن ہے۔(۹۸)
وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَ مَا يَكۡفُرُ بِهَآ اِلَّا الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۹۹﴾	اور بے شک ہم نے (اے رسولؐ) تمہارے پاس روشن آیات بھیجی ہیں اور ان کا انکار بجز نافرمانوں کے کوئی نہیں کرتا ہے۔(۹۹)
اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوۡا عَهۡدًا نَّبَذَهٗ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾	کیا جب کبھی وہ کوئی عہد کرلیں گے تو اُن میں سے ایک گروہ اس کو توڑ دے گا۔ بلکہ اُن میں سے زیادہ ایسے ہوں گے جو ایمان نہ لائیں گے۔(۱۰۰)

معانقة ۲

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙۗ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ
ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ١٠١

اور جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس ایسا رسول آیا جو ان کے پاس والی چیزوں کی تصدیق بھی کرنے والا ہے، تو جن کو کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک گروہ نے کتابِ خدا کو اس طرح پس پشت پھینکا گویا کہ وہ اس کو جانتے ہی نہ تھے۔(۱۰۱)

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ
سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ
الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ
وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ
وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى
يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ
فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ
الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ
مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا
يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ
اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۟ؕ
وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ ١٠٢

اور اس کی پیروی کرنے لگے جو شیطان عہدِ سلطنتِ سلیمانؑ میں پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ سلیمانؑ کی طرف سے کفر کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ شیاطین نے کفر کیا جو آدمیوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور جو دو فرشتوں ہاروت ماروت پر نازل ہوا تھا اس کی تعلیم دیتے تھے حالانکہ یہ دونوں فرشتے کسی شخص کو کوئی بات نہ بتاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے تھے کہ ہم آزمائش ہیں۔ پس تم کفر نہ کرنا۔ اس پر بھی لوگ ان دونوں سے ایسی باتیں سیکھ لیتے تھے جن سے شوہر اور زوجہ میں جدائی ڈال دیں۔ حالانکہ بغیر حکمِ خدا وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور سیکھتے بھی تھے تو وہ جو ان کو نقصان پہنچائے اور نفع کچھ نہ پہنچائے۔ حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ جو ان چیزوں کا خریدار ہوگا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے اور بہت ہی بُرا ان کا معاوضہ ہے جنھوں نے اپنی جانیں ان باتوں کے عوض بیچ ڈالیں۔ کاش اسے وہ جانتے ہوتے۔(۱۰۲)

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ

اور اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور پرہیز گاری

عِنۡدِ اللّٰهِ خَيۡرٌ ؕ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

کرتے (یعنی) گناہوں سے بچتے، تو خدا کی طرف سے جو ثواب ان کو ملتا وہ بہتر ہوتا۔ کاش وہ اس بات کو جانتے ہوتے۔ (۱۰۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَقُوۡلُوا انۡظُرۡنَا وَ اسۡمَعُوۡا ؕ وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۰۴﴾

اے ایمان والو! تم راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو اور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱۰۴)

مَا يَوَدُّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَ لَا الۡمُشۡرِكِيۡنَ اَنۡ يُّنَزَّلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۱۰۵﴾

اہل کتاب میں سے جو کافر ہو گئے ہیں ان کو اور مشرکین کو یہ پسند نہیں ہے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی خیر و برکت نازل کی جائے حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص کرتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔ (۱۰۵)

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَآ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۰۶﴾

ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے، نہ بھلاتے ہیں جب تک کہ اس سے بہتر یا ویسی ہی نازل نہ کر دیں۔ کیا تم کو علم نہیں کہ خدا ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۰۶)

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّ لَا نَصِيۡرٍ ﴿۱۰۷﴾

کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں کا اور زمین کا اختیار صرف خدا کو ہے اور سوائے خدا کے تمہارا کوئی ولی (سرپرست) ہے نہ مددگار۔ (۱۰۷)

اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـَٔلُوۡا رَسُوۡلَكُمۡ

کیا تمہارا یہی ارادہ ہے کہ تم اپنے رسولؐ سے

كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ
يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ
سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾

ویسے ہی سوال کرو جیسے پہلے موسیٰؑ سے سوال کیے گئے تھے اور جو شخص ایمان سے کفر کو بدل لے گا وہ بے شک راہِ راست سے بھٹک جائے گا۔ (۱۰۸)

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖۚ
حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى
يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ الثلثة

اہل کتاب میں سے بہت سوں کی یہ خواہش ہے کہ تم کو ایمان لانے کے بعد کافر بنالیں صرف حسد کی وجہ سے جو ان کے دلوں میں ہے، اس بات کے بعد کہ حق ان پر کھل چکا ہے۔ بس تم معاف کردو اور درگزر کرو یہاں تک کہ خدا اپنے امر کو ظاہر کر دے۔ بے شک اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۰۹)

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا
تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ
عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور جو نیکی تم اپنی ذات کے لئے پہلے سے بھیجو گے، اسے اپنے خدا کے پاس پاؤ گے۔ یقیناً اللہ تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔ (۱۱۰)

وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ
كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ
قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور انہوں نے کہہ دیا سوائے اس کے جو یہودی ہو یا نصرانی ہرگز کوئی داخل جنت نہ ہوگا۔ یہ ان کی آرزوئیں ہیں۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ (۱۱۱)

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ

ہاں جو شخص جھکا لے اپنے چہرے کو خدا کے سامنے اور وہ نیکوکار بھی ہو۔ اس کا اجر اس کے رب

مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَ لَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع ۱۳ ۹ ۱۳

کے پاس ہے۔ ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔(۱۱۲)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور یہودیوں نے کہا کہ نصاریٰ (دین کی) کسی بات پر نہیں ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہودی (دین کی) کسی بات پر نہیں ہیں جبکہ وہ کتاب کو پڑھتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں ان لوگوں نے بھی بنائی تھیں جو علم نہیں رکھتے تھے۔ پس اللہ قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا ان کے درمیان ان باتوں میں جن میں یہ اختلاف کرتے تھے۔(۱۱۳)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے ذکر کو روکے اور ان کی بربادی میں کوشش کرے یہ وہی لوگ ہیں کہ ان کو حق نہیں ہے کہ وہ مسجدوں میں داخل ہوں مگر خوف زدہ ان کے واسطے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے واسطے بڑا عذاب ہے۔(۱۱۴)

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اور مشرق و مغرب اللہ کے ہیں۔ پس تم جس طرف بھی رخ کرو گے خدا کو اسی طرف پاؤ گے۔ یقیناً اللہ صاحبِ وسعت و علم ہے۔(۱۱۵)

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ

اور انہوں نے کہا کہ خدا نے بیٹا بنا لیا۔ وہ (اس سے) پاک اور منزّہ ہے بلکہ آسمانوں اور زمین میں

لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴿۱۱۶﴾

جو کچھ ہے اسی کا ہے اور سب اس کے مطیع ہیں۔(۱۱۶)

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴿۱۱۷﴾

وہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جس امر کو طے کر لیتا ہے تو اس کے واسطے "ہوجا" کہہ دیتا ہے پس وہ ہو جاتا ہے۔(۱۱۷)

وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴿۱۱۸﴾

اور جاہلوں نے کہہ دیا کہ خدا ہم سے باتیں کیوں نہیں کرتا؟ یا ہم پر کوئی آیت کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح کی باتیں ان لوگوں نے بھی کہی تھیں جو ان سے پہلے تھے۔ ان سب کے دل باہم مشابہ ہیں۔ یقیناً ہم نے واضح طور پر بیان کر دیا آیات کو ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھنے والے ہیں۔(۱۱۸)

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ﴿۱۱۹﴾

ہم نے یقیناً تم کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور تم سے دوزخیوں کے بارے میں باز پرس نہ کی جائے گی۔(۱۱۹)

وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ﴿۱۲۰﴾

وقف منزل

اور یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی نہ کرو گے۔ (اے رسول! تم) کہہ دو یقیناً ہدایت تو بس اللہ کی ہدایت ہے۔ اور اگر بعد اس کے تم کو علم حاصل ہو چکا ان کی خواہشوں کی پیروی کرو گے، تو خدا کی طرف سے تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہ ہوگا۔(۱۲۰)

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ
تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ
ع ۱۴/۹ ۱۴ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ع ﴿۱۲۱﴾

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسا ہی پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے۔ وہی لوگ اس پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور جو اس کا انکار کرے گا وہی نقصان اٹھانے والا ہوگا۔ (۱۲۱)

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کیں اور اس بات کو بھی کہ میں نے تم کو تمام عالموں پر فضیلت دی۔ (۱۲۲)

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ
نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا
تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور اس دن سے ڈرو جس دن کہ نفس (جان) کا بدلہ نہ نفس سے ہوگا اور نہ کسی نفس سے اس کا معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو کسی کی سفارش نفع پہنچائے گی اور نہ ان کی کسی طرح سے مدد کی جائے گی۔ (۱۲۳)

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ
فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ
اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا
يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ کا اس کے رب نے کلمات سے امتحان لیا اور ابراہیمؑ نے ان کو پورا کر دیا (خدا نے) فرمایا کہ میں تم کو کل آدمیوں کا امام مقرر کرنے والا ہوں۔ (ابراہیمؑ نے) عرض کیا اور میری اولاد میں سے؟ (خدا نے) فرمایا کہ میرے عہد (عہدۂ امامت) کو ظالم نہیں پائیں گے۔ (۱۲۴)

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ
اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ
مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ

اور (اس وقت کو یاد کرو کہ) جب ہم نے البیت (خانہ کعبہ) کو کل آدمیوں کے لئے ثواب کی جگہ اور امن کا مقام بنایا اور یہ حکم دیا کہ مقامِ ابراہیمؑ کو مصلّٰی (جائے نماز) قرار دو اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ

اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآٮِٕفِيۡنَ وَ الۡعٰكِفِيۡنَ
وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ۝۱۲۵

سے یہ عہد لیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو گے۔(۱۲۵)

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا
بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ
مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ؕ
قَالَ وَمَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ
اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ‌ؕ وَبِئۡسَ
الۡمَصِيۡرُ۝۱۲۶

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب کہ ابراہیمؑ نے عرض کی کہ اے میرے رب اس شہر کو امن (کی جگہ) قرار دے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عطا کر، ان کو جو ان میں سے اللہ پر ایمان لائیں اور یوم آخر پر ایمان لائیں (خدا نے) فرمایا جو اُن میں سے کافر ہوگا میں اس کو تھوڑا فائدہ دوں گا، پھر اس کو عذابِ جہنم میں دھکیل دوں گا اور وہ بہت بری جائے بازگشت ہے۔(۱۲۶)

وَ اِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ
الۡبَيۡتِ وَاِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ
اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ۝۱۲۷

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب کہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ اے ہمارے رب ہم سے یہ قبول فرما۔ یقیناً تو سننے والا جاننے والا ہے۔(۱۲۷)

رَبَّنَا وَ اجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ
ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ وَ اَرِنَا
مَنَاسِكَنَا وَ تُبۡ عَلَيۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ
التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ۝۱۲۸

اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنا مطیع (مسلم) بنا لے اور ہماری اولاد میں سے ایک امت کو اپنا فرمان بردار قرار دیدے اور ہم کو ہمارے مناسک (حج کے آداب) دکھا دے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔(۱۲۸)

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ
يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ

ہمارے رب ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیات کو ان پر تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک باطن بنا

وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵/۸	دے۔ یقیناً تو غالب حکمت والا ہے۔(۱۲۹)
وَ مَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۳۰﴾	اور ملتِ ابراہیمؑ سے کون منحرف ہو سکتا ہے سوائے اس کے جو اپنے کو ہی احمق بنا لے اور ہم نے ان (ابراہیمؑ) کو دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور یقیناً وہ آخرت میں بھی صالحین میں سے ہیں۔(۱۳۰)
اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۳۱﴾	جبکہ ان (ابراہیمؑ) سے ان کے رب نے کہا: اسلام پر رہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اسلام قبول کیا۔ میں تمام عالموں کے پالنے والے کا فرماں بردار ہوں۔(۱۳۱)
وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبۡرٰهٖمُ بَنِيۡهِ وَيَعۡقُوۡبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى لَـكُمُ الدِّيۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ؕ﴿۱۳۲﴾	اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو اس کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! یقیناً اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو منتخب کیا ہے۔ پس تم ہرگز نہ مرنا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو۔(۱۳۲)
اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۳﴾	کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کو موت آئی تھی؟ جب کہ اس نے اپنی اولاد سے پوچھا تھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا ہم آپ کے خدا اور آپ کے آباواجداد ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ کے خدا کی عبادت کریں گے، جو خدائے واحد ہے اور ہم سب اس کے مطیع اور ماننے والے ہیں۔(۱۳۳)

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا
كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ
عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٤﴾

یہ ایک امت تھی جو گزر گئی۔ ان کے لئے ان کا عمل رہا اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اس کی بابت تم سے سوال نہ کیا جائے گا۔(١٣٤)

وَ قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى
تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَ
مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٣٥﴾

اور انہوں نے کہہ دیا کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ، تو ہدایت پاؤ گے۔(اے رسولؐ) تم کہدو کہ ملتِ ابراہیمؑ حق ہے اور ابراہیمؑ مشرکین میں سے نہ تھے۔(١٣٥)

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا
وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ مَآ
اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ
مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾

کہدو کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا ہے اس پر اور جو کچھ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اسباطؑ پر نازل کیا گیا ہے اس پر اور جو کچھ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا ہے اس پر اور جو اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے ملا ہے اس پر اور ہم ان میں سے کسی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور اسی خدا کے مطیع ہیں۔(١٣٦)

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ
اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ
شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ ﴿١٣٧﴾

اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آئے جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یقیناً انہوں نے بھی ہدایت پالی اور اگر وہ پھر گئے تو وہی ضد پر ہیں۔ پس اللہ تم کو ان کے شر سے بچانے کے لئے کافی ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔(١٣٧)

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ

یہ اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے زیادہ بہتر کس کا رنگ ہو گا؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے

صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ہیں۔(۱۳۸)

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۙ﴿۱۳۹﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ کیا اللہ کے بارے میں تم ہم سے حجت کرتے ہو اور وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے اور ہم تو اسی (اللہ) سے خلوص رکھنے والے ہیں۔(۱۳۹)

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

یا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ یہودی یا نصاریٰ تھے۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ تم زیادہ علم رکھتے ہو یا کہ اللہ؟ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی گواہی کو جو اس کے پاس ہے چھپا لے اور اللہ اس سے جو کچھ تم کرتے ہو غافل نہیں ہے۔(۱۴۰)

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶ ۱۲

یہ ایک امت تھی جو گزر گئی۔ ان کا کیا ان کے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے۔ اور تم سے اس کی بابت جو وہ کیا کرتے تھے باز پرس نہ ہو گی۔(۱۴۱)

تفسیر سورۃ الفاتحہ

فاتحہ کے معنی● فاتحہ کے معنی ایسی چیز کہ جس سے شروع کیا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید کا آغاز اِسی سورہ سے ہوتا ہے، اس لئے اِس کو "فاتحۃ الکتاب" کہا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ سورۂ دو مرتبہ نازل ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ مکّہ میں اور دوسری مرتبہ مدنیہ میں۔ لیکن حقیقتاً یہ مکّی سورہ ہے۔ صرف سورۂ "علق" کی ابتدائی پانچ آیتیں اس سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔

اس سورے کے کئی نام ہیں:۔

☆ **اُمّ الکتاب** اور اساس۔ "یعنی قرآن مجید کی بنیاد۔"

☆ **الشّفاء**: یعنی، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "یہ سورۂ موت کے علاوہ ہر مرض کے لئے شفاء ہے۔"

☆ **السّبع**: اس سورہ میں بسم اللہ کو شامل کر کے کل آیتیں سات (۷) ہیں۔ اور سبع کے معنی بھی سات (۷) ہیں۔

☆ **مَثَانِی**: یعنی، (۱) یہ سورہ دو (۲) مرتبہ نازل ہوئی۔ (۲) یہ سورہ ہر نماز میں دو (۲) مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔

☆ **اَلحَمد**: یعنی، اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان ہوئی ہے اس لئے اس کو "سورۃ الحمد" کہا جاتا ہے۔

☆ **الوفیہ**: یعنی، پورا۔ کیونکہ ہر نماز میں، سنّت ہو یا واجب، اس سورۂ کا پورا پڑھنا لازم ہے۔

☆ **کافیہ**: یعنی، یہ سورہ سنّتی نماز میں تنہا کافی ہوتی ہے اور بعض مواقع پر واجبی نمازوں میں بھی تنہا کافی ہوسکتی ہے۔

☆ **سورۃ الکنز**: یعنی، اس سورہ میں "خزانے" پوشیدہ ہیں۔

سورۂ فاتحہ کی فضیلت: "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں ہے کہ: "حمدِ خدا کی یہ زبردست مناجات، سلیس اتنی کہ مزید تشریح سے بے نیاز، اس پر معنویت سے لبریز۔" (جلد ۱۵ ص ۹۰۳۔ اشاعت ۱۱)

امیر المومنین ابوالائمہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السّلام نے اِس سورہ کی فضیلت میں فرمایا ہے کہ: "تمام آسمانی کتابوں کا علم قرآن مجید میں ہے اور پورے قرآن مجید کا علم سورۂ فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ (سورۂ حمد) میں ہے وہ سب کا سب آیۂ "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" میں ہے اور جو کچھ آیۂ "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" میں ہے وہ "ب" (باء) بِسۡمِ اللہ میں ہے، اور جو کچھ "ب" (باء) میں ہے وہ "ب" (باء) کے نیچے کے نقطے میں ہے،

اور ''میں'' ''ب'' کے نیچے کا نقطہ ہوں۔'' (ینابیع المودۃ ص ۵۷،۵۸)

آیت ۱:

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جب پیغمبرِ اسلام مکہ میں رسالت پر مامور ہوئے اور تبلیغِ اسلام کا کام شروع کیا۔ تو آپ نے سب سے پہلے یہ کلام کیا **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین تا آخر** سورہ۔ عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اساس قرآن فاتحہ ہے اور اساس سورہ فاتحہ بسم اللہ ہے۔ سورہ فاتحہ دو (۲) بار نازل ہوئی ایک بار مکہ میں جب نماز فرض کی گئی تھی اور دوسری بار مدینہ میں جب تحویل قبلہ کا حکم پہنچا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **لا صلوٰۃ الاّ بفاتحۃ الکتاب** (بغیر سورہ فاتحہ کے نماز صحیح نہیں ہے)۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ **فاتحہ الکتاب سبع آیات احدیھُنّ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** سورہ فاتحہ کی سات (۷) آیات ہیں ان میں ایک بسم اللہ ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ **نزلت فاتحہ الکتاب بمکۃ من کنز تحت العرش** سورہ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی جو خزانۂ علوم ہے اور تحت العرش میں سے ہے۔

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''**بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ**'' جہنم کی آگ کے لئے ''ڈھال'' ہے۔ قرآن مجید میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ''**عَلَیۡہَا تِسۡعَۃَ عَشَرَ**'' [اُس (جہنّم) پر اُنیس (۱۹) فرشتے نگراں ہیں۔] (سورہ مدّثر پارہ ۲۹۔ آیت ۳۰)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے حروف بھی اُنّیس (۱۹) ہیں اس لئے اس کے پڑھنے سے اِس کا ہر ہر حرف جہنّم کی آگ سے نجات دلاتا ہے۔

''حضرت علیؑ ہر سورہ سے پہلے اِس آیت کو ہر نماز میں با آواز بلند تلاوت فرماتے تھے'' (''تفسیر کبیر'' امام فخرالدّین رازی)

یہ آیت اتنی ہی مرتبہ اُتری ہے کہ جتنے سورے اُترے ہیں سوائے سورۂ توبہ کے۔ ائمہؑ اہلِ بیتؑ کے نزدیک یہ آیت ہر سورے کا جُزو ہے سوائے سورۂ توبہ کے۔ قاریانِ کوفہ اور امام شافعیؒ بھی اِسی کے قائل ہیں۔ (غرائب القران نیشا پوری جلد ۱ ص ۲۸)

فوائد: ہر کام کی ابتداً اِس آیت سے کرنے سے (۱) خدا کی تائید و مدد حاصل ہو جاتی ہے۔ (۲) غرور ونخوت کا سر جُھکتا ہے۔ (۳) دلوں کی ہمّتیں بلند ہوتی ہیں۔ (۴) خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ (۵) خود اعتمادی اور خدا اعتمادی دونوں کو ملاتی ہے۔ (۶) اس میں خودی اور بے خودی دونوں کو سمو دیا گیا ہے۔ (۷) خدا سے نیاز مندی کا اظہار ہوتا ہے۔ (۸) خداوند عالم کی معرفت، قربت اور رضا مندی حاصل ہوتی ہے۔

معنی: بسم اللہ کے معنی امیر المومنین حضرت علی علیہ السَّلام نے یہ بتائے ہیں کہ ''استعین علٰی اموری کلّھا باللہ''۔

(یعنی میں اپنے تمام معاملات میں خدا سے مدد طلب کرتا ہوں) (کتاب التوحید شیخ صدوقؒ)

الفاظ کی تشریح: ''لفظ'' اللہ'' خدا کا اسم ذات ہے جو اس کی تمام صفات کا جامع ہے۔ اور رحمٰن ورحیم خدا کی اہم صفات ہیں'' جو'' رحم'' سے مشتق ہے اور مبالغہ ہے۔ یعنی وصف کی شدّت اور قوت کو بتاتے ہیں۔ (مجمع البیان)

''رحمٰن'' کا اطلاق صرف ذاتِ خدا پر ہوتا ہے۔ اور'' رحیم'' کا اطلاق غیر خدا پر بھی ہوسکتا ہے۔'' (امام راغب اصفہانی)

''رحمٰن'' بتقاضائے رُبوبیت تمام کائنات سے متعلّق ہے، جس میں مومن وکافر میں فرق نہیں، اور'' رحیم'' اُس رحمت کے اظہار اور عطا کے لئے ہے جو خاص توجہّ اور عنایت سے متعلّق ہوتی ہے۔ اِس لئے صرف مومنین سے مخصوص ہے جس کا پورا اظہار آخرت میں ہوگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السَّلام نے فرمایا: ''رحمٰن'' اسمِ خاص ہے صفتِ عام کے لئے اور'' رحیم'' اسمِ عام ہے صفتِ خاص کے لئے۔'' (مجمع البیان)

گویا ''رحمٰن'' کے معنی'' سب کو فیض پہنچانے والا''۔ اور'' رحیم'' کے معنی'' خاص کر مومنین پر بے حد مسلسل رحم کرنے والا۔'' (ملخّص از فصل الخطاب)

یہ بات پُر معنٰی ہے کہ قرآن میں اسمِ ذات'' اللہ'' کے بعد جو سب سے پہلا اسمِ صفات ارشاد ہوا وہ صفتِ رحمانیّت کا مظہر ہے۔ مغرب کا مفکر لین پول لکھتا ہے۔'' لوگ یہ بات برابر بھول جاتے ہیں کہ قرآن میں وصفِ رحمت پر کتنا زور دیا گیا ہے۔ جبکہ مسیحیت کا افتتاحی فقرہ یہ ہے کہ'' شروع باپ بیٹے اور روح القدّس کے نام سے''۔ یہاں آغاز ہی سے تثلیث کا گورکھ دھندا سامنے آجاتا ہے جس کا سمجھنا سمجھانا عقل کو خیر باد کہے بغیر ممکن ہی نہیں۔''

آیت ۲:

رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا: قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی نصفین۔ (میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا ہے۔) الرحمٰن۔ خدا اپنے تمام بندوں پر مہربان ہے۔ کافر اگرچہ خدا کا انکار کرتے ہیں، مگر خدا ان کو زندگی، صحت، رزق، اولاد اور دولت وغیرہ دیتا ہے۔ نیز ان کی نجاتِ آخرت کے لئے انبیاءؑ کو مبعوث فرماتا ہے ان کی ہدایت کے لئے قرآن کو نازل کیا ہے۔ خدا مومنین کو یہ سب نعمات بھی عطا کرے گا اور نعمات جنت بھی۔ رحمان کے معنی ہیں جو بہت بڑا رحم وکرم کرنے والا کہ اس کے فیض سے کوئی محروم نہ رہے حتیٰ کہ مخلوقات ارضی وسماوی پر بھی اس کا رحم وکرم محیط ہے۔

الرحیم خدا ایسا رحم کرنے والا ہے کہ اس نے اپنے مومن بندوں کے لئے دنیا و آخرت میں وہ نعمات مہیا کی ہیں جن کے مقابلہ میں دنیاوی تمام نعمات ہیچ ہیں اور وہاں دائمی زندگی عطا کی ہے۔ ابوسعید خدریؓ نے رسول خداؐ

سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فرماتے تھے: الرحمٰن فی الدنیا و الرحیم فی الآخرۃ۔ (خدا مومن پر ایسا مہربان ہے کہ دنیا میں تمام نعمات عطا کرتا ہے اور جب مومن کو قبر میں دفن کر کے واپس ہوتے ہیں تو خدا رحم فرماتا ہے:) عبدی بقیت وحیداً فریداً فانا ارحمك الیوم رحمة یتعجّب الخلائق منها۔ (اے میرے بندے تو قبر میں تنہا رہ گیا ہے، آج میں تجھ پر وہ رحم کروں گا کہ تمام مخلوقات تعجب کرے گی۔)

خدا کے نعمات و انعامات کی حد نہیں ہے۔ خدا کی تعریف کرنے کے لئے الفاظ میسر نہیں ہیں مگر رسول خداؐ نے فرمایا: الحمد راس الشکر۔ ''حمد شکر کی اصل ہے۔ جس نے خدا کی حمد نہیں کی اس نے اس کا شکر ادا نہ کیا'' (الحدیث)۔ شکر نہ کرنے والے کو کافر کہا جاتا ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ جب بندہ الحمد للّٰہ کما ھو اھله و مستحقه کہتا ہے تو فرشتے اس کا ثواب لکھنے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''

یعنی جو تمام جہانوں کا پالنے والا (مالک) ہے۔ عربی میں ''مدح'' اور ''حمد'' میں فرق ہے۔ ''مدح'' غیر ذی شعور چیزوں کی بھی ہوسکتی ہے۔ جیسے: موتیوں کی چمک، سبزہ کی لہک، پانی کی روانی، حسین جوانی، سورج کی درخشانی وغیرہ۔ یہ تعریفیں ''مدح'' ہیں ''حمد'' نہیں کیونکہ ''حمد'' صرف ایسی ذات کی ہی کی ہوسکتی ہے جس کے افعال اختیاری ہوں اور شکر کے معنی تعریف کے نہیں بلکہ اس کے معنی ''احسان'' کا اعتراف، اور ''نعمت کی قدر کرنا ہوتا ہے، خواہ قولی یا فعلی ہو۔ اگر یہ اعتراف تعریف کی شکل میں ہو تو کہا جائے گا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ شُکراً''، یعنی، اُس اللہ کی تعریف کرتا ہوں، اُس کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے (نیشا پوری از فصل الخطاب۔ مولانا علی نقی مرحوم نقّن صاحب)

یہ کہنا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اِس لئے درست ہے کہ ہر حُسن۔ ہر کمال، ہر جمال کا اصل خالق و مالک خدا ہی ہے کسی شاعر کے شعر کی تعریف بھی حقیقتاً خدا ہی کی تعریف ہے، کیونکہ اُس نے ہی شاعر کو یہ صلاحیّت عطا فرمائی کہ وہ ایسے حسین شعر کہہ سکا۔ بقول میر انیس:

ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے

رَبُّ:

''رَبّ''، اسمِ صفت ہے جس کے معنی بتدریج کسی چیز کو اُس کے حال کے مناسب حدِ کمال تک پہنچانا ہے۔ خالق کی صفت خدا کے 'سببِ وُجود' ہونے کو بتاتی ہے اور رب کا لفظ اُس کے سببِ بقا ہونے کو بتاتا ہے۔ عیسائیوں نے خدا کے لئے 'باپ' کا لفظ اختیار کیا، مگر قرآن نے ''رب'' کا لفظ اللہ کے لئے اختیار کیا جو ہر ہر لمحہ کے فیض کے جاری

وساری رہنے کا پتہ دے رہا ہے۔

عِالَمِيْنَ:

''عَالَمِ'' کے معنی میں اللہ کے سوا ہر چیز داخل ہے۔جدید تحقیقات کی روشنی میں جتنے سورج اور اُن کے نظام ہیں،سب عالَمِیْن میں شامل ہیں۔اب بہت سی دُنیاؤں کا تصوّر سمجھنا آسان ہوگیا ہے۔

حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام نے فرمایا:''خدا نے ہزار ہزار عالَم پیدا کیے ہیں اور ہزار ہزار آدمؑ بھی'' (خصال۔شیخ صدوقؒ)

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:اللہ نے ایک لاکھ آدم پیدا کیے............ اور اٹھارہ ہزار عالَم پیدا کیے اور تمہاری دُنیا اُن میں ایک عالَم ہے۔''(محاجزۃ الاوائل ص ۲۳۹۔طبع مصر)

''یہ ہمارا سورج کروڑ درکروڑ سورجوں میں سے ایک ہے جن میں ہر ایک سورج کا دوسرے سورج سے فاصلہ سے کئی کئی نوری سال کا ہے۔خود کہکشاں اپنے پورے احاطے کے ساتھ کروڑ درکروڑ عالَموں میں ایک ہے جن میں ہر ایک کا طول وعرض ہزار ہزار سال کی مسافت پر ہے۔''(رسالہ العلم والحیاۃ)

آیت ۳:

رب العالمین ، خالق،صانع یعنی تمام جہانوں کو پالنے والا مالک، اور پرورش وتربیت کرنے والا،مخلوق کو پیدا کرنے والا اور اس کے لئے اسباب زندگی وکمال مہیا کرنے والا ہے۔لفظ رب سے جو دعا شروع کی جائے گی قبول ہوگی۔انبیاءؑ نے جب یا رب کہہ کر دعا کی ضرور قبول ہوئی ہے۔رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب بندہ یا رب کہہ کر دعا کرے گا تو ضرور قبول ہوگی۔وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ خدا نے اٹھارہ ہزار عالَم پیدا کیے ہیں۔جن میں ایک عالَمِ دنیا ہے اور مخلوقاتِ روحانیہ کی تعداد سے بجز خدا کے کوئی واقف نہیں ہے۔**یوم الدین** بدلہ، جزا اعمال کا دن ہے۔امام محمد باقرؑ نے فرمایا:**الدین هو الحساب**۔(دین کے معنی ہے اعمال کا حساب وجزاوسزا۔) **ایاك نعبد** بندے کو خدا نے پہلے یہ بتایا کہ پہلے وہ اقرار کرے اور معرفت حاصل کرے کہ اس کا معبود کن صفات کا مالک ہے تاکہ تمام دیگر معبودوں سے جو دنیا والوں نے بنا رکھے ہیں، ان کا انکار ہوجائے۔اور جب خدائے قدیر کی صفات کا یقین ہوجائے تو اپنی عبودیت اور بندگی کا اظہار کرے اور کہے کہ اے خدا بس ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔تو ہی اس لائق ہے کہ دین ودنیا کی فلاح تیرے ہی ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے۔ ابوطلحہؓ نے بیان کیا ہے کہ میں رسول خداؐ کے ساتھ ایک غزوہ میں موجود تھا کہ جنگ میں شدت ہوگئی رسول خداؐ نے سر بلند کر کے فرمایا۔**ایاك نعبد وایاك نستعین** پھر میں نے دیکھا کہ دشمنوں کے سر زمین پر گر رہے تھے اور دشمن کی فوج کو شکست ہوگئی۔

''رَحْمٰنِ وَرَحِیْم'':
کی تفسیر گذشتہ صفحات پر تحریر کی جاچکی ہے۔ یعنی بے حد مسلسل سب پر رحم کرنے والا اور مومنین پر خاص طور پر بے حد و بے پناہ رحم کرنے والا۔
آیت ۴:
''مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْن'':
''دین'' کے یہاں معنی ''بدلہ'' کے ہیں۔ یعنی اعمال کا بدلہ۔ اچھّے عمل کے بدلے کو ''جزا'' اور بُرے عمل کے بدلے کو ''سزا'' کہتے ہیں۔ جزا اور سزا کا نظام، نظامِ رُبوبیّت اور رحمانیت کا تقاضا ہے۔ یہ حکمت اور عدالت کا بھی تقاضا ہے۔ تاکہ مومنین اور اطاعت کرنے والوں کو خصوصی توجّہ عطا ہو سکے۔ نیکوں اور بُروں کا فرق معلوم (ظاہر) ہو سکے۔ نیکی کا اچھا بدلہ اور بُرائی کا بُرا بدلہ مل سکے۔
دنیا میں بھی خدا ہی مالک ہے مگر یہاں محدود پیمانے پر مخلوق بھی مالکیت کا دعٰوی کر سکتی ہے لیکن قیامت کے دن کوئی دوسرا مالک ہونے کا دعویدار نہ ہوگا، وہاں وہی (خدا) فیصلہ کرنے والا ہوگا۔ اِس لئے کسی قسم کی کوئی زیادتی کا تصوّر بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خدا عادلِ مطلق بھی ہے، رحمان و رحیم بھی ہے، ہر عیب سے پاک بھی ہے۔
آیت ۵:
''اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ'':
عبادت کے معنی 'اظہارِ انکساری و تذلّل اور حکم ماننے کے ہیں۔ اگر کسی کی تعظیم اِس لئے کی جائے کہ خدا نے حکم دیا ہے تو اُس شخص کی تو وہ تعظیم ہوگی، مگر یہ عبادتِ خدا قرار پائے گی نہ کہ اُس کی عبادت۔
اِس آیت سے ثابت ہوا کہ مدد صرف اللہ ہی سے مانگنی چاہیے کیونکہ وہی حقیقی مددگار ہے لیکن خدا کے بندوں سے یہ سمجھ کر مدد مانگنا کہ یہ خدا ہی کے پیدا کیے ہوئے اسباب ہیں، جائز ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السَّلام لوگوں سے مدد مانگتے ہیں: ''مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللہِ'' (کون ہے جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرے؟) (سورہ آل عمران آیت: ۵۲)
پھر خود خداوندِ عالم مومنوں سے مدد کا طالب ہے: ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللہَ یَنْصُرْكُمْ'' (سورہ محمدؐ آیت: ۷) یعنی: ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا'' غور طلب مسئلہ ہے کہ خود اللہ مومنوں سے مدد کا طالب ہے جبکہ اُسے قطعاً کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کا بندوں سے مدد مانگنا ہمارے لئے حجت ہے کہ ہم بھی اللہ کے بندوں سے مانگ سکتے ہیں۔ پھر جب عام لوگوں یا مومنوں سے اسباب اور سنّتِ خدا سمجھ کر مدد مانگنا جائز ہے تو انبیاء اولیاء اور اوصیاءِ خداؑ سے مدد مانگنا تو عین خدا سے مدد مانگنے کے مترادف ہے بشرطیکہ

ان کو واسطہ اور وسیلہ سمجھ کر مدد مانگی جائے اور اصل مددگار خدا ہی کو مانا جائے۔

؎ ''غالبؔ ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگیٔ بو ترابؑ میں

''صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' کا مطلب یہ ہے کہ ''تجھ سے بے نیاز ہو کر ہم کسی کو اپنا مددگار نہیں سمجھتے۔یعنی جس سے مدد مانگ رہے ہیں اُس کو صرف اور صرف ظاہری سبب سمجھ کر، جس کو خدا ہی نے ایک سبب قرار دیا ہے۔ جیسے پیاس لگتی ہے تو وہ چشمے اور پانی سے مدد طلب کرتا ہے مگر پس پردہ دل کی گہرائیوں میں ایک حقیقی طاقت کا احساس زندہ رہتا ہے کہ اُس نے چشمے اور پانی کو یہ صلاحیت عطا فرمائی کہ وہ پیاس بُجھانے کا سبب قرار پائے۔اسی لئے مسلمان پانی پی کر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہتا ہے۔ کہ یہ وسائل تو اللہ کے مقرّر کردہ ہیں اور اصل مرکزِ اعانت ذاتِ خدا ہے غرض عالَمِ اسباب میں اسباب کی نفی خدا کے منصوبے کو رد کرنے کے مترادف ہے۔

اس آیت کی اہمیت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السَّلام نے فرمایا: ''جس وقت بندہ یہ آیت نماز میں پڑھتا ہے تو اُس وقت خدا اور بندے کے درمیان جس قدر بھی حجابات ہوتے ہیں وہ سب کے سب درمیان اُٹھا دِیئے جاتے ہیں۔''

اِسی لئے ''حمد وثنا'' کے بعد اب وہ مخاطب کے صیغے استعمال کرتا ہے۔یعنی یہ کہتا ہے کہ: ''ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں''۔یعنی اس آیت کے پڑھنے کے بعد بندہ خدا کی حضوری حاصل کرلیتا ہے۔ نیز ملاحظہ فرمائیں کہ خدا کی بارگاہ میں ''میں'' نہیں کہتا، بلکہ ''ہم'' کہتا ہے۔اس میں تمام عالَمِ انسانیت کی نمائندگی بھی ہے اور اپنی انانیّت کی نفی بھی۔ اپنی ذات کو قابلِ ذکر تک نہ قرار دیکر انتہائی عجز وانکساری بھی ہے اور خودغرضی کی نفی بھی۔اور عبادت کے ذکر کے فوراً بعد مدد طلب کرنے کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہم تیری عبادت میں بھی تیری توفیق، تیری ہی مدد اور دستگیری کے محتاج ہیں۔مگر پہلے بندگی کا ذکر کر کے پھر مدد طلب کرنا بتاتا ہے کہ پہلے امکانی کوشش بندہ خود کرے پھر خدا سے طالبِ امداد ہو۔محقّقین نے نتیجہ نکالا کہ انسانی افعال مخلوق الٰہی نہیں ہیں اور نہ بالکل مطلق العنانی کا مظہر ہیں۔ یہ جبر واختیار کا درمیانی نقطہ ہے۔ نہ جبر ہے، نہ اختیار۔معاملہ دونوں کے درمیان ہے۔

آیت ۶:

اھدنا کا ترجمہ بعض نے کیا ہے کہ ہدایت پر قائم رکھ نہ کہ ہدایت کر۔غور طلب ہے کہ انسان مدارجِ عالیہ پانے کے لئے ہر منزلِ ارتقاء پر خدا کی ہدایت کا محتاج ہے۔حضرت محمدؐ ہمہ وقت استغفار کرتے ، اس لئے نہیں کہ گناہ ان کے ذمّہ تھا بلکہ اس لئے کہ استغفار ذریعہ بلندیِ درجات وکمالات ہے۔

عام ترجمہ کرنے والوں نے ترجمہ کیا ہے کہ ''نہ ان کی راہ جن پر تیرا غضب ہوا ہے اور نہ گمراہوں کی راہ۔ یہ ترجمہ غلط ہے۔ لفظ ہدایت کر۔ اھدنا۔ اس کا متقاضی ہے کہ راہِ راست ہی کی ہدایت کی جائے نہ کہ راہ کج کی۔ علاوہ بریں خدا کے مغضوب اور گمراہوں پر خدا کے انعام نہیں ہوا کرتے۔ لہٰذا اھدنا اور صراط المستقیم سے وہ راستہ مراد ہے جو انبیاءؑ۔ صالحین، شہداء، متقین کا راستہ ہے۔ (تفسیر جلالین ص ۵۳۱ مطبوعہ کانپور ہند) غیر المغضوب علیھم۔ یعنی وہ انعام یافتہ افراد جو غضبِ خدا اور گمراہی سے محفوظ رہے۔

صراط مستقیم ابن عباسؓ اور جابرؓ نے فرمایا کہ سیدھا راستہ طریقِ دینِ اسلام یعنی وہ راستہ جو دینِ اسلام ہے۔ امام حنبلؒ نے ابو ہریرہؓ صحابیِ رسولؐ سے روایت کی ہے ھو صراط محمدؐ و آل محمدؐ یعنی محمدؐ و آل محمدؐ کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔ نیز رسول اللہؐ کی یہ حدیث متفقہ ہے کہ انی تارك فی کم الثقلین ما ان تمسّکتم بھما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی۔ (میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کا دامن پکڑے رکھا تو تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتابِ خدا دوسری میری عترت اور اہل بیت)۔ (صحیح مسلم۔ ترمذی)

''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ''

عربی زبان میں کسی کھڑے ہوئے انسان کو ''قُم'' کہنے کے معنی ''کھڑے رہو'' ہوتے ہیں۔ اور کھاتے ہوئے آدمیوں سے ''کُلُوْا'' کہنے کے معنی ''کھاتے رہو'' کے ہوتے ہیں۔ اس طرح ''اِهْدِ'' ہدایت فرما کے معنی ''ہدایت فرماتا رہ'' ہوں گے۔ امیر المومنین، باب مدینۃ العلم حضرت علی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ: ہدایت فرما کے معنی ''ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ۔''

حضرت امام علی الرضا علیہ السّلام نے فرمایا: اِس میں تین باتوں کے لئے دعا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ (۱) خدا کے دین طرف ہدایت کر۔ (۲) خدا تک پہنچنے کا ذریعہ عطا فرما۔ (۳) خدا کی ذات اور اُس کی کبریائی کی عظمت کی معرفت میں ترقّی عطا فرما۔ (تفسیر بُرہان جلد: ۱ ص ۳۲)

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام نے فرمایا: ''اِهْدِنَا'' کے معنی ''اپنی اُس توفیق کو آئندہ بھی میرے ساتھ باقی رکھنا جس کے سبب سے میں نے آج تک تیری فرمانبرداری کی۔'' کیونکہ کمال کی انتہا نہیں ہوتی، اِس لئے رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی فرمائش پر دعا کی ''رَبِّ زِدْنِيْ عِلْماً''، یعنی: ''میرے پالنے والے میرا علم بڑھا دے۔'' اِس لئے کہ ہر بلند تر منزل صراطِ مستقیم ہی کا ایک درجہ ہے۔ لہٰذا یہ دعا بھی مسلسل ہو گی کہ بلند سے بلند تر منزل کی ہدایت فرماتا رہ۔ تاکہ عبدیّت کی اعلیٰ سے اعلیٰ منزل تک یہ سفرِ تکامل جاری و ساری رہے۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

آیت ۷:

''صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ''

[''اُن لوگوں کا راستہ دکھا جن پر تو نے انعام فرمایا۔ نہ اُن کا (راستہ) جن پر (تیرا) غضب ہے اور نہ اُن کا جو بھٹکے ہوئے ہیں (یعنی انبیاء، صدّیقین (صدّیقین یعنی جو قول وعمل میں سچّے ہیں) شہدا اور صالحین (صالحین یعنی نیک بندوں کا راستہ دکھانا ہے۔)]

صراطِ مستقیم یعنی ''سیدھا راستہ'' مراد صاحبانِ نعمت تک رسائی، اُن سے محبت، اُن کی معرفتِ قلبی اور علمی وابستگی اور اُن کے طریقۂ زندگی کو اختیار کرنا ہے۔

محقّقین نے یہ نتیجہ نکالا کہ: ہدایت کے لئے قرآن کافی نہیں، صاحبانِ نعمت کا دامن پکڑنا (عملی وابستگی) ہی ہدایت ہے۔ اِس لئے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''میں تم میں دو (۲) گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔

(۱) قرآن جو اللہ کی کتاب ہے۔ (۲) میری عترت اہلِ بیتؑ۔ جب تک تم اِن سے تمسّک اختیار کیے رہو گے تو میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں کبھی ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پلٹ آئیں،'' (صحیح مسلم شریف)

غرض ''نعمت'' سے مراد جاہ ومالِ دنیا یا زر، زمین، زن نہیں، نعمت سے مراد وہ ہدایت اور توفیق ہے جو خدا کے اطاعت گذاروں کے شاملِ حال رہی ہے۔ (معانی الاخبار حدیث از علیؑ ابن ابی طالبؑ)

پیروی اہلِ صراطِ مستقیم کی جائے اور اس کے لئے محض اوراقِ کتب کافی نہیں'' (تفسیر ماجدی)

اب سوال یہ ہے کہ صاحبانِ نعمت بندے کون ہیں؟:

خداوند عالم ایسے بندوں کی نشاندہی قرآن مجید میں اس طرح فرماتا ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ'' (سورۃ النساء آیت: ۶۹)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں تو یہ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام واحسان کیا ہے وہ (۱) انبیاء (۲) صِدّیقین (۳) شُہدا (۴) صالحین ہیں۔

ہدایت صرف صاحبانِ نعمت تک رسائی کا نام نہیں:

ثباتی پہلو کے ساتھ ساتھ سلبی پہلو بھی ضروری ہے یعنی اُن اشخاص اور جماعتوں سے بیزاری اور قطع تعلّق بھی

ضروری ہے جو صراطِ مستقیم سے دوری کا باعث ہیں۔ صاحبانِ نعمت سے تعلق جوڑے رہنے کو دین کی اصطلاح میں 'تولاّ' اور اللہ کے مغضوب اور گمراہ لوگوں سے قطع تعلّق کو 'تبرّا' کہتے ہیں۔ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السَّلام نے فرمایا: ''مَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ'' یعنی ''جن پر خدا کا غضب ہوا۔'' مراد، اہل بیت رسولؐ سے دشمنی کا اظہار کرنے والے ہیں۔ اور ''ضَآلِّيۡنَ'' یعنی گمراہوں سے مراد ''وہ شکوک و اوہام میں مبتلا لوگ ہیں جو معرفتِ امام نہیں رکھتے۔'' (تفسیر علی بن ابراہیم)

بعض روایات میں ''مغضوب علیھم'' سے مراد، یہودی اور ''ضَآلّین'' (گمراہوں) سے مراد، نصرانی ہیں۔

غرض صاحبانِ نعمت چار قسم کے لوگ ہیں۔ (۱) ''نبیّین'' جو خدا کے پیغام لانے والے اور اُس کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ خدا اپنے علم کی بناء پر اُن کا انتخاب فرماتا ہے۔

(۲) ''صدّیقین'' جو قول وعمل کے سچّے اور کھرّے ہیں۔ ہمیشہ ہر بات سچ اور ہر کام سچّائی وخلوص دل سے انجام دیتے ہیں۔ اُن کے سیّد وسردار حضرت علیؑ بن ابیطالبؑ ہیں، جنہوں نے کبھی غیر اللہ کے سامنے سر نہ جھکایا اور قول وعمل کے ایسے سچے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کل میں اُس کو علم دوں گا، جو جواں مرد ہوگا' خدا اُس کے ہاتھ پر فتح فرمائے گا۔ جو خدا اور اُس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا اور اُس کا رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہوں گے۔'' (صحیح بخاری شریف)

اور حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ''علیؑ کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے۔'' یہ حدیث غیر مشروط ہے۔ یعنی علیؑ کا کوئی عمل ایسا نہیں جو خدا کی مرضی کے خلاف ہو۔ اگر قول وعمل بھی خدا کی مرضی کے خلاف ہوتا تو مطلقاً علیؑ کا ذکر عبادت نہ قرار پاسکتا تھا۔ اِسی لئے تو امیر المومنین حضرت علی علیہ السَّلام نے فرمایا: ''اَنَا صِدّیقُ الا کبر'' یعنی میں صدّیقِ اکبر ہوں۔''

عالمِ اسلام آج بھی صرف حضرت علی علیہ السَّلام کو کرّمہ اللہ وجھہٗ کہتا ہے۔ یعنی ''اللہ نے اُن کے چہرے کو غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے محفوظ اور مکرّم رکھا۔'' اعلیٰ ترین اور اولین معنی میں تو صدّیق کے مصداق حضرات علیؑ اور ائمہِ معصومین ہیں۔ لیکن ہر وہ شخص جو قول وفعل میں جتنا سچا ہوگا اتنا صدّیق ہوگا۔ کیونکہ حضور کریم صلی اللہ وعلیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بندہ سچ بولتا رہتا ہے، یہاںتک کہ خدا اُس کو صدّیقین میں لکھ دیتا ہے۔'' (الحدیث)

خاص کر کاروباری معاملات میں سچ بولنے والا یقیناً صدیق ہے۔ کیونکہ وہ نقصان اٹھا کر سچ بولتا ہے۔

(۳) تیسرا گروہ شہدا کا ہے۔ جو خدا کی راہ میں جان دے کر اپنے خون سے اپنی گواہی کو ثابت کرتے ہیں۔ اس گروہ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مالی، جسمانی اور دماغی قربانیاں حق کے لئے دیتے ہیں۔

(۴) چوتھا گروہ ''صالحین'' سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال اُن کے بُرے اعمال پر غالب ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ ربُّ العزّت ہے: ''جس کے نیک اعمال (بُرے اعمال پر) بھاری ہوں گے وہ اُس زندگی میں ہوگا جس سے وہ خوش ہوگا۔''

شہدا کے سیدّ وسردار حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ ہیں کیونکہ اُن کی شہادت گویا رسولؐ کی شہادت ہے (سِرُّ الشہادتین از محدثِ دہلوی) اور اُن کو حضور کریم صلی اللہ وعلیہ وسلم نے ''جنت کے جوانوں کے سردار'' فرمایا ہے۔ اُن کی بیش بہا قربانیاں عالمین میں آشکار ہیں۔۔ خدا نے قربانی کا معیار یہ پیش فرمایا ہے: ''لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ'' (سورہ آل عمران آیت: ۹۲)

یعنی [تم ہرگز ہرگز نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک تم نے اُس شے میں سے کچھ (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کردو جو تمہیں محبوب ہے۔]

حضرت امام حسین علیہ السَّلام نے ''اُس میں سے کچھ'' نہیں بلکہ ''سب کچھ'' اللہ کی راہ میں قربان کردیا گویا قرآنی معیار سے ان کی قربانی بلند تر ثابت ہوئی۔ بقول شاعر

ے اہلِ بیتؑ پاک کے ہر سانس کو اے مدّعی!
ہاں ملا کر دیکھ لے آیاتِ قرآنی کے ساتھ

اور تمام اُمت کے صالحین کے سید و سردار اہلِ بیت رسولؐ ہیں، کیونکہ وہ معصوم ہیں اور منصوص من اللہ ہیں وہ ہر گناہ سے پاک ہیں اُن کی نیکیاں ضرب المثل ہیں۔ صاحب ''تحفہ'' تک نے لکھا ہے۔ ''اگر امام کے معنی سب سے آگے ہونے کے ہیں تو اس معنی میں ''آلِ محمدؐ'' ہی ساری اُمّت کے امام ہیں۔ اس لئے کہ ہر ہر نیکی میں وہ ساری اُمّت سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔'' اللہ نے ارادہ کرلیا ہے کہ اے اہلِ بیتِ رسولؐ تمہیں ہر گندگی سے دور رکھیں اور ایسا پاک رکھیں جو حق ہے پاک رکھنے کا'' (ترجمہ: سورہ احزاب آیت: ۳۳)

سورۂ فاتحہ کے نتائج وتعلیمات کا خلاصہ

حضرت رسول خدا صلی اللہ وعلیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا سبب انسان کی تین خصلتیں ہیں۔ (۱) شہوت:۔ اس کی وجہ سے بُخل اور حرص پیدا ہوتے ہیں۔ (۲) غضب:۔ اس سے تکبّر اور خود پسندی پیدا ہوتی ہیں۔ (۳) ہوائے نفس:۔ اس سے کفر و بدعت وجود میں آتی ہیں۔

جب انسان سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت یعنی: ''بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ'' کی تلاوت کرتا ہے تو یہ تینوں بد خصلتیں ختم ہوجاتی ہیں۔ اس کو خدا کی مدد مل جاتی ہے۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے تینوں اسمائے طاہرہ ہرسہ صفاتِ بد، یعنی شہوت، غضب اور ہوائے نفس کو دور کرنے کے کفیل ہیں اور یہی روحانی امراض کی جڑیں ہیں کہ

تمام بُرے افعال انہی کی شاخیں اور نتیجہ ہیں۔ (ملخص از تفسیر انوار النجف جلد ۲ ص ۴۴۔۴۵)

تشکیلِ کردار پر سورۂ فاتحہ کا اثر:

(۱) جو شخص خدائے رحمٰن ورحیم کے نام اور مدد مانگنے سے کسی کام کو شروع کرتا ہے وہ عملاً اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ ''میرا ضمیر پاک ہے، میری نیّت صاف وخالص ہے، میرا مقصد اعلیٰ ہے۔ میں ایک خدا کا سچّا پرستار ہوں اور الحاد وشرک سے قطعاً بیزار ہوں۔

(۲) بسم اللہ اور الحمدللّٰہ پڑھنے والا ہر طاقت اور ہر سہارے سے قطع نظر کرکے صرف اور صرف خدائے یکتا پر توکّل کرتا ہے اور جو کچھ اُسے عطا ہوتی ہے اُس پر راضی ہوکر شکر ادا کرتا ہے تو شہوت کافور ہوجاتی ہے۔

(۳) رَبِّ الْعَالَمِينَ: (عالمین کا پالنے والا) مالک کہہ کر خدا کو یاد کرنے والا ساری مخلوق کو اللہ کے حوالے سے دیکھتا ہے اُس کی نگاہ میں ساری مخلوق اللہ کی عیال ہوجاتی ہے اِس لئے وہ خدا دوستی کے ساتھ ساتھ انسان دوستی کا مظہر بن جاتا ہے۔ پھر ایسا انسان، لوگوں کی گروہ بندی، تعصّب، ظلم اور انسان دشمنی سے سخت بیزار ہوتا ہے وہ ان اختلافات کو صرف اور صرف انسان کی پہچان کا ایک ذریعہ سمجھتا ہے یا اِن کو خدا کی قدرت اور حکمت کی ایک نشانی سمجھتا ہے۔ پھر وہ اپنی ضروریات سے زیادہ کی حرص نہ کریگا اور جمع شدہ پر بخل نہ کریگا۔

(۴) ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ '': خدا کی سب سے اہم اور غالب صفت ''رحمانیّت'' اور ''رحیمیت'' ہے۔ اِس لئے انسان کی بھی سب سے غالب صفت رحم وکرم اور دوسروں پر مہربانی ہونی چاہیے۔ کیونکہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے سے بڑی کوئی عبادت نہیں۔ جب انسان میں جذبۂ خدمت پیدا ہوجائے گا تو صفتِ ''غضب'' دور ہو جائے گی۔

(۵) ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ '': کہنے سے انسان میں خدا کے قانونِ مکافات کا تصوّر اُجاگر ہوجاتا ہے جس سے اُس میں احساس ذمہ داری پیدا ہوتا ہے، پھر وہ زندگی کا ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتا ہے۔ کسی پر ظلم یا زیادتی کرنے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا اور اس طرح اُس کی زندگی با معنی بن جاتی ہے اُس کا تصوّر حیات نہایت وسیع ہوجاتا ہے۔

(۶) ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ '': پڑھنے سے تکبرّ کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ خدا کی عبدیّت کا اعتراف انسان کی خودی (مراد تکبرّ) کی نفی کرنا ہے اور اپنے وجود کا اثبات بھی۔ نفی اس لئے کہ اب وہ خود کو مستقل وجود، جو ہر چیز سے بے نیاز ہو، نہیں سمجھتا اور اثبات اِس لئے کہ خدا کا بندہ وفرمانبردار ہوکر وہ ہر کسی کی غلامی سے آزاد ہوجاتا ہے، پھر اُس میں بَلا کی خود اعتمادی، خدا اعتمادی، قوّتِ ایمانی اور جوشِ عمل پیدا جاتا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(۷) ''وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ'': اس کے پڑھنے سے خود پسندی ختم ہو جاتی ہے۔ اور خدا کی مدد طلب کرنے سے انسان میں یہ اعتماد پیدا ہو جاتا ہے کہ کائنات کی سب سے بڑی طاقت اُس کی پُشت پناہ ہے۔ پھر اُس میں اکیلے پن اور بے یار و مددگار ہونے کا احساس باقی نہیں رہتا، وہ لاکھوں تنہائیوں میں بھی خود کو تنہا محسوس نہیں کرتا، یہاںتک کہ موت بھی اُس کے لئے آسان ہے، اِس لئے کہ موت کے وقت بھی وہ خدا کی مدد کے سائے میں ہوتا ہے اور بے خوف ہوتا ہے۔ بقول اقبالؔ:

نشانی مردِ مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسّم برلبِ اوست
مرگ مومن چیست، ہجرت سوئے دوست
ترکِ دنیا، اختیارِ کوئے دوست

(۸) ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ'': خدا سے سیدھے راستے پر قائم رہنے کی مسلسل ہدایت وقیام کی دعا کرتے رہنے سے مراد طلبِ حق یعنی خدا کی ہدایتوں کی تلاش میں رہنا ہے اور ہر ہدایت پر عمل کر کے خدا سے اپنے تعلّق کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے جانا ہے۔ مومن اسی کو سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہے اور اس طرح سیرِ تکامل کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور یوں ''ہوائے نفس'' کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اپنے دل پسند راستے پر چلنے سے گریز کر کے اللہ سے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے اور عُلّوِ مرتبہ کی دعا کرتا ہے۔

(۹) ''صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'': کے پڑھنے سے کفر رفع ہو جاتا ہے۔ سیدھے راستے کی دعا کرنے کے بعد وہ یہ جان لیتا ہے کہ خدا کی سب سے بڑی نعمت اُس کی ہدایتیں ہیں، اُس کے انبیاء، اولیاء اور اوصیاء کی رفاقت ہے۔ اِس طرح اُس کا محبوب یا آئیڈیل پھر نہ کوئی آمر، جابر، سرمایہ دار، وزیر، سردار، کھلاڑی، ایکٹر ہوتا ہے بلکہ اُس کے لئے نمونۂ عمل انبیاء، صدّیقین، شہداً اور صالحین اور ان کی سیرت بن جاتی ہے، کیونکہ یہی اصلی صاحبانِ نعمت ہیں، اُنہی کی رفاقت کی طلب اُس کی زندگی کا اصل ہدف اور ماحصلِ حیات بن جاتا ہے جو اُن کی قلبی محبتؔ اور عملی پیروی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اِس طرح اُس کے عمل کی اصلاح کا بہترین سامان فراہم ہو جاتا ہے اور حیاتِ ابدی کے لئے راہِ عمل بھی معیّن ہو جاتی ہے۔ پھر اُس کی قدریں مادّی نہیں رہتیں، بلکہ ابدی حقیقتیں اُس کے پیمانے اور قدریں بن جاتی ہیں۔ پھر کیونکہ وہ اِس ہدایت کو خدا کی دَین اور عطا سمجھتا ہے۔ اسی لئے وہ خدا سے دعا کرتا رہتا ہے، قیام، بقاء اور ثابت قدمی کی، تاکہ اس میں نیکیاں بجالانے کے بعد غرورِ زُہد نہ پیدا ہو سکے، ہر نیکی کے بعد اس کے اندر احساسِ شکر بڑھ جاتا ہے کہ خدا نے مجھ پر اور زیادہ احسان فرمایا کہ اپنی توفیقات سے نوازا اور اِس طرح میں کارِ خیر انجام دے سکا یا بُرائی سے بچ سکا، غرورِ زُہد تمام نیکیوں کو برباد کر دینے والی زہریلی چیز ہے جس کا سب سے بڑا مصداق ابلیس (شیطان)

ہے، اور دوسری مثال ہر وہ زاہد ہے جو نیکیوں پر مغرور ہو بقول اقبالؔ:

؎ غُرورِ زُہد نے سمجھا دیا یہ مُلّا کو
کہ مردِ سادہ پہ اپنی زباں دراز کرے

(۱۰) ''غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ'': کے پڑھنے سے بدعات کا طریقہ ختم ہو جاتا ہے۔
(ملخّص از تفسیر صدرا)

اس میں خدا کے مغضوب اور اس کی راہ سے منحرف گمراہوں سے اجتناب اور قطع تعلّق کی دعا، انسان کو ہر بُرائی سے بچانے کی ضمانت بن جاتی ہے۔ ہر ظالم و جابر سے نفرت کرنے اور ہر اچھّے انسان کی محبت کرنے میں سرشار ہو جاتا ہے۔ وہ جابروں، گمراہوں، بدکاروں اور امیروں سے قطع تعلّق کرنے کی جرأت پیدا کر کے اُن کے خلاف اعلانِ جہاد کر سکتا ہے۔ وہ ظلم و جبر کے خلاف از سرتا پا احتجاج بن جاتا ہے اور آخرِ کار جہاد اور شہادت اس کا مقدّر بن جاتی ہے۔

؎ شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے افضل جہاد ظالم و جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق ادا کرنا ہے۔'' یہ جرأت، یہ کردار اسی برأت اور ظالمین، مغضوبین اور ضالّین سے نفرت اور تبرّا کرنے ہی سے پیدا ہو سکتی ہے جو سورۂ حمد کی معراج ہے۔

تفسیر سورۃ البقرہ

سورۂ بقرہ میں بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کو ملا کر ۲۸۷ آیتیں ہیں جو سب مَدنی ہیں حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص سورۂ بقرہ کی ابتدائی چار آیتیں اور آیۃ الکرسی ''خالدون'' تک تلاوت کرے گا تو وہ (ان شاء اللہ) اپنے جان و مال اور عیال کو محفوظ سمجھے شیطان کے وساوس سے محفوظ رہے گا اور قران مجید کو نہ بھولے گا۔''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: ''سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران بروزِ محشر اپنے قاری پر سایہ فگن ہوں گی۔''

حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام نے فرمایا: ''جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے تو اُس کے جنّت میں داخل ہونے میں صرف اُس کی موت حائل ہوتی ہے۔''

الف لام میم کی تفسیر

سورۂ بقرہ کے بارے میں رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو اس سورہ کو پڑھے گا وہ خدا کے صلوٰۃ اور رحمت میں غرق ہو جائے گا اے ابی بن کعب (صحابی و قاری) مسلمانوں کو حکم دو کہ اس سورہ کی تلاوت باعثِ برکت ہے اور اس کا ترک کرنا قیامت کے دن حیرت و ندامت ہے۔

آیت ۱:

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ کتابِ خدا کا خلاصہ ہے اور خلاصہ قرآن حروف مقطعات بھی ہیں۔ شعبی سے پوچھا گیا تو شعبی نے کہا کہ یہ خدا کے راز ہیں ان کی حقیقت نہ پوچھو۔ مطلب یہ ہے کہ خدا اور رسولؐ کے درمیان میں یہ راز ہیں۔

ایسے حروف کو حروفِ مقطّعات کہتے ہیں۔ یہ بہت سے سوروں کے شروع میں آتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ حُروف اللہ کے اسمِ اعظم کے حروف ہیں جو ہر اسمِ اعظم سے ایک ایک کر کے جدا کر لیے گئے ہیں۔ ان میں ایک حَرف کو ایک دوسرے حَرف سے خاص ترکیب سے ملانے کا حق صرف نبیؐ یا امامِ معصومؑ کو ہوتا ہے اور جب وہ ان حَروف کو ملا کر اُن کے ذریعے سے دُعا کرتا ہے تو وہ دَعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

حَروفِ مقطّعات سے اگر مکرّر حروف کو نکال دیئے جائیں تو یہ عبارت نبتی ہے: ''صراط علی حق نمسکه'' (تفسیر بُرہان جلد ۱ ص ۳۳) ''علیؑ کی راہ حق ہے ہم اس کو اختیار کرتے ہیں۔'' دوسرے یہ کہ ان حروف کی تعداد بھی چودہ (۱۴) ہے (ملّا محسن کی تفسیر صافی ص ۲۱۰) غرض یہ حروف خدا کے اسرار ہیں جن کی حقیقت خدا، اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جانتے ہیں جن کو خدا نے اپنے علمِ خاص، سے نوازا ہے۔ 'تفسیر علی بن ابراہیم' میں بھی یہی تحریر ہے۔''

آیت ۲:

مفسرین نے لفظ کتاب سے توریت و انجیل وغیرہ بھی مراد لی ہے۔ مگر یہ غلط ہے کیونکہ یہود اور نصاریٰ نے اپنی آسمانی کتابوں کو تحریف کر کے مشتبہ و مشکوک بنا لیا تھا، ان کے احکام کو بدل ڈالا تھا لہٰذا خدا نے قرآن کو نازل کیا اور رسالت مآب حضرت محمدؐ نے یہود و نصاری و عوام کو بتایا کہ یہ کتاب خدا کی کتاب ہے۔ یہ کتاب خدا کے آخری نبی پر نازل ہوئی ہے۔ اس کتاب میں یقینی علوم و حالات اور احکامِ خدا ہیں جن میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اب اس پر ایمان لانا سب کے لئے ضروری ہے جو یہ شک کرے گا کہ یہ کتابِ خدا نہیں ہے وہ کافر ہے اور خود اپنے کفر کا عذاب دنیا و آخرت میں برداشت کرے گا۔ گویا ذالك الكتاب لا ريب فيه خدا کی طرف سے قیامت تک کے آنے والوں کے لئے اعلان ہے کہ اس پر ایمان لانا اور اس کے احکام کو خدا کے احکام سمجھنا ضروری ہے۔ اس

کے بعد کوئی حجت یا دلیل نہیں سنی جائے گی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے کہ اگر اس کے تمام اعمال کو ایک طبق میں رکھیں اور اس کو تمام اہل عالم کے سامنے پیش کریں تو اس میں کوئی شئے ایسی نظر نہ آئے جس کی وجہ سے صاحب عمل کو شرم آئے۔ مراد یہ ہے کہ مومن کے دل پر خوفِ خدا ایسا طاری ہو کہ وہ کوئی کام خلافِ حکمِ خدا نہ کر سکے۔

تعریف ایمان: امام رضاؑ نے فرمایا ہے **الایمان ھو التصدیق بالقلبِ والا قرار باللسان والعمل بالارکان**۔ ایمان یہ ہے کہ دل سے تصدیق کرے، زبان سے اقرار کرے، اور اعضاء جسم سے عمل بجالائے۔ غیب سے مراد ذاتِ خدا ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ رموزِ الٰہیہ ہیں اور اسرارِ خداوندی ہیں جو انبیاءؑ و سید الانبیاءؐ کو معلوم ہیں۔ تفسیرِ اہل بیتِ رسولؐ میں ہے کہ غیب سے مراد غیبتِ امام زماںؑ بھی ہے۔ یہ حدیث رسولؐ متفق علیہ ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: متّقی علیؑ کے شیعہ ہیں۔ نیز وہ لوگ متّقی ہیں جو حضرت قائم آلِ محمدؐ کی آمد پر ایمان لائیں اور اِس کو حق سمجھیں۔ بعض نسخوں میں ہے کہ جو قیام حضرت قائم علیہ السّلام کا اقرار کریں۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا (اور اس حدیث میں بارہ اماموں کا بھی ذکر فرمایا ہے اور حضرت قائمؑ کا بھی اس میں نام لیا ہے) کہ طوبیٰ (مبارکباد) ہے اُن لوگوں کے لئے جو اُن کی غیبت میں صبر کریں اور طوبیٰ (مبارکباد) ہے ان متّقین کے لئے جو اُن کی محبت پر ثابت قدم رہیں۔ خداوندِ عالم نے اپنی کتاب میں ان ہی کا ذکر فرمایا ہے کہ **اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ** پھر ارشاد فرمایا: وہی اللہ کی فوج ہیں اور بتحقیق اللہ کی فوج ہی غلبہ حاصل کرنے والی ہے۔ (تفسیر انوارُ النجف جلد ۲ ص ۵۲)

دوسری نشانی متّقین کی یہ ہے کہ **وَیقیمون الصّلوٰۃ**: جو نماز کو ہمیشہ بروقت اور پوری حدود کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ اقامت الصّلوٰۃ کے تین معانی ہیں۔ (۱) ہمیشہ ادا کرنا۔ (۲) پوری حدود کے ساتھ ادا کرنا۔ (۳) بروقت ادا کرنا۔ (انوار النجف: ص ۵۲)

آیت ۳:

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

حدیث رسول:۔ آپؐ نے فرمایا: **لو یبق من الدنیا الا یوم واحد لتطول اللہ تعالیٰ ذالك الیوم حتٰی یخرج رجل من اھل بیتی اسمه اسمی و کنیتهٗ کینتی یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت جوراً و ظلماً**۔ (اگر قیامت کے آنے میں دنیا کا ایک دن باقی رہ جائے گا تو خدا اس دن کو اتنا طولانی

کر دے گا کہ میرے اہل بیت سے ایک مرد ظاہر ہوگا اس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی وہ زمین کو عدل اور انصاف سے بھر دے گا جس طرح ظلم و جور سے پہلے بھری ہوئی ہوگی۔) اس حدیث کے حکم کے مطابق ظہورِ حضرت امام مہدیؑ پر ایمان رکھنا مطابقِ حکمِ الٰہی یومنون بالغیب یعنی غیب پر ایمان رکھنا ہے۔ایک دن رسول خداؐ نے اصحاب سے پوچھا کہ سب سے افضل کون ہے؟ اصحاب نے کہا: فرشتے۔آپ نے فرمایا: پھر؟ سب نے کہا: انبیاؑ فرمایا: نہیں۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ وہ میرے بھائی ہیں۔ **اولئكَ اخوانی**۔اصحاب نے عرض کیا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا؛تم اصحاب ہو۔اور وہ بھائی ہیں کہ میرے بعد ہوں گے اور غیب پر ایمان لائیں گے۔

قرآن عہدِ رسولؐ میں نازل ہو چکا تھا اور رسولِ خداؐ نے خود اس کے سوروں و آیات کی ترتیب دی تھی۔ چنانچہ ترمذی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ عثمانؓ نے کہا کہ رسول خداؐ کا یہ حال تھا کہ آپ پر متعدد آیات نازل ہوتیں تو آپ کسی کاتبِ وحی کو بلا کر فرماتے کہ ''اس کو فلاں فلاں مقام پر لکھو''۔اس ہدایت سے ثابت ہے کہ مکی و مدنی آیات کو خود رسول اللہؐ نے سوروں میں شامل کر کے سوروں کو ترتیب دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے عبارتِ قرآن کا اعجاز باقی ہے۔ ان آیات میں خدا نے عہدِ رسولؐ کے لوگوں سے عام طور پر کہا ہے کہ قرآن حق ہے۔ اس کا ماننا متقی بناتا ہے۔ان متقین کی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ نماز ادا کرتے ہیں،راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، کتبِ سماویہ سابقہ پر ایمان لاتے ہیں،قرآن کو کتابِ خدا جانتے ہیں اور آخرت کو حق جانتے ہیں۔

''غَیب''، یعنی وہ چیزیں جو آنکھوں سے پوشیدہ اور چھپی ہوں جیسے: وجودِ خدا، جنت، جہنّم، قیامت کا دن، حساب وکتاب اور امام مہدیؑ جو ہمارے زمانے کے امامؑ ہیں اور غائب ہیں۔ ابوبصیرؒ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:''خدا کا بیان ہماری غَیبت (غائب امام) پر ایمان رکھنے والوں کے لئے ہے کیونکہ غَیب سے مرادُ حجتِ خدا بھی ہے جو غائب ہے۔''(تفسیر انوار القرآن ص ۳۴)

آیت ۶:

خدا نے اپنے رسولؐ کو بتایا ہے کہ ہم نے قرآن نازل کر دیا اب جو اس کے احکام پر عمل کرے گا وہ مومن، متقی اور فلاح پانے والا ہوگا۔مگر تم پرواہ نہ کرو اب بھی ایسے لوگ ہوں گے جس طرح پچھلی امتوں میں تھے کہ آیاتِ خدا کا انکار کرتے تھے لہٰذا تم تبلیغِ احکام تو کرو مگر بد باطن اور سرکش لوگ تمہاری امت میں ہوں گے تم ان کو چاہے جتنا سمجھاؤ وہ تمہاری بات نہ مانیں گے اور ایمان نہ لائیں گے۔

آیت ۷:

بعض مفسرین نے اس آیت کے بارے میں طرح طرح کی تاوِیلات کی ہیں۔کسی نے تو یہ کہا ہے کہ جب اللہ

نے کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ ایمان نہیں لا سکتے لہٰذا خدا جس کو چاہے جنتی بنا دے اور جس کو چاہے جہنم میں بھیج دے۔ وہ مالک و حاکم ہے۔ مگر اس اعتقاد سے خدا پر ظلم عائد ہوتا ہے کہ وہ انسان کو مجبور بھی کر دیتا ہے پھر اس کو اس کے کفر کی سزا بھی دیتا ہے۔ خدا عادل ہے ظالم نہیں۔ کسی مفسّر نے کہا کہ خدا نے ان کے اعضاء پر نشانی کر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن اس نشانی سے پہچانے جائیں گے۔ بہرحال ایسے ہی مختلف تاویلات کی گئی ہیں۔ حقیقت اور سیاقِ کلام یہ ہے کہ خدا نے رسولؐ کو تسلی دی ہے کہ تم اپنی جان پر کیوں سختی کرتے ہو؟ کیوں ان سرکش کافروں کے ایمان لانے کی آرزو میں اپنی جان گھُلائے دیتے ہو۔ ہم نے ان کی سرکشی اور ان کے اسلاف کی سرکشی کی وجہ سے ان کے اسلاف کو طرح طرح کے عذاب دیئے مگر وہ نہ مانے۔ یہ لوگ بھی ان ہی کے نقش قدم پر ہیں یہ کفر سے باز نہیں آئیں گے۔ ہم نے ان کو دو قسم کی سزا دی ہے۔ ایک تو عذاب دنیا مثل پچھلوں کے کفر کی وجہ سے ان کے کان آنکھ اور دلوں کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ آئندہ ایمان قبول کر سکیں۔ دوسرے ان کو عذابِ جہنم دیا جائے گا۔ گویا خدا نے حضرت محمدؐ کو ان سرکش کافروں کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیا ہے کہ دنیا میں بھی حق کی طرف سے اندھے، بہرے، احمق رہیں گے اور عاقبت کا عذاب بھی ان کے لئے سخت ہوگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھ کو تعجب ہے اس آدمی پر کہ وہ مخلوقاتِ خدا کو دیکھتا ہے اور پھر خدا کے بارے میں شک کرتا ہے۔ مجھ کو تعجب ہے اس پر کہ جس نے ابتدائی خلقت کو دَیکھا پھر قیامت کے دن زندہ ہونے کا یقین نہیں کرتا۔ مجھ کو تعجب ہے اس پر کہ جو جنت کی ابدی زندگی کا یقین رکھتا ہو (یعنی مسلمان ہو) اور ہر وقت دنیائے چند روزہ میں مشغول رہے۔ مجھ کو تعجب ہے اس پر کہ انسان نطفہ سے پیدا ہوا ہے پھر بھی وہ زمین پر تکبر و غرور سے چلتا ہے اور بعد میں مردہ ہو جاتا ہے۔ توریت میں ہے کہ عجبت لمن یقین بالموت کیف یضحك [تعجب ہے اس (شخص) پر کہ موت کا یقین رکھتا ہے اور پھر ہنستا بھی ہے!]

خَتَمَ: نشانی یا مہر یا ٹھپہّ، کی تفسیر میں امام رضاؑ نے فرمایا: خَتَم یعنی نشانی سے مراد وہ نشانی ہے جو خدا نے منکرینِ حق کے دلوں پر لگا دی ہے، اُن کو سزا دینے کے لئے چھاپے کے طور پر۔ جیسا کہ خدا نے خود فرمایا ہے۔ ''بلکہ اللہ نے اُن کے اِنکارِ حق کے سبب اُن کے دلوں پر چھاپا لگا دیا ہے پس وہ ایمان نہ لائیں گے لیکن بہت ہی کم۔'' (سورۂ نساء آیت: ۱۵۵) یہ مہرُ یا نشانی پہچان کے لئے ہے جسے اولیاءِ خدا اور ملائکہ اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ (بحارالانوار ص ۷۰)

اصل میں جب خط کو بند کر دیا جاتا تھا تو اُس پر مُہر لگا دی جاتی تھی تاکہ کوئی دوسرا کھولے تو معلوم ہو جائے کہ مُہر لگانے کے بعد خط کے مضمون میں کوئی چیز بڑھائی گھٹائی نہیں گئی ہے۔ کیونکہ مہر توڑے بغیر خط کھولا ہی نہیں جا سکتا

تھا، اِس لئے دلوں پر مُہر لگانے کے معنی یہ ہیں کہ اب یہ دل طلبِ حق کی کوئی رمق نہیں رکھتے۔ اس لئے اب اِن میں ایمان کا اضافہ ممکن نہیں۔

آیت ۸:

خداوندِ عالم نے اس آیت میں بھی اپنے رسولؐ کو منافقین کی دِلی حالت کو بتایا ہے۔ اول تو یہ کہ منافق بظاہر کہتے ہیں کہ وہ خدا اور یومِ آخر پر ایمان لائے ہیں مگر وہ دل سے ایمان نہیں لائے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ منافق اظہارِ ایمان کر کے خدا اور مومنین کو دھوکہ دیتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ خدا علیم ہے، وہ جانتا ہے لہٰذا یہ خود کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں اور اپنے کو عذاب عظیم کا مستحق بنا رہے ہیں۔ سوم یہ کہ ان کے دلوں میں کفر و نفاق کا مرض ہے۔ خدا نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ وہ کافر ہی رہیں کیونکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مومن ہیں۔ درحقیقت وہ لوگوں کو بہکاتے ہیں، ان کے دلوں میں شکوک ڈالتے ہیں مگر جب ان سے کہا جاتا ہے کہ فساد نہ کرو تو وہ پھر جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اصلاح کر رہے ہیں۔ پھر خداوندِ عالم اپنے رسولؐ اور مومنین کو آگاہ کرتا ہے کہ ایسے مفسدوں سے ہوشیار رہو، ان کے کہنے میں نہ آؤ۔ قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ مسلم نما منافقین کی چالوں سے ہوشیار رہیں۔ دنیا کے بندے بن کر جو اپنے کو خدا کا بندہ ظاہر کریں وہ منافق ہیں اور ایسے لوگ ہمیشہ ہوتے رہیں گے لہٰذا مسلمانوں کو باخبر رہنا چاہئے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ ''یہ آیت منافقوں کے بارے میں ہے، جنہوں نے حضور اکرمؐ کے سامنے تو اپنا ایمان ظاہر کر دیا مگر جب کفّار کے پاس جاتے تو کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ خدا نے اُن کا مذاق اِس طرح اُڑایا کہ اُن کو اُن کی گمراہی کے عالم میں سرگرداں چھوڑ دیا۔ (تفسیر برُہان جلد:۱، ص ۷۳)

آیت ۹:

ابن بابویہ قمّی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ میرے والد بزرگوار سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کے دن نَجات کس چیز میں ہے؟ میرے پدر گرامی نے فرمایا: ''نَجات اِس میں ہے کہ خدا کو دھوکہ نہ دو۔ کیونکہ جو شخص خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا، خدا اُس کو سزا دے گا اور اُس سے ایمان رُخصت ہو جائے گا۔ ایسا شخص اصل میں خود اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہا ہوگا۔'' پوچھا گیا کہ خدا کو دھوکہ دینے کی کوشش کس طرح کی جاسکتی ہے؟ فرمایا: خدا کے حکم پر اس طرح عمل کرنا کہ لوگ دیکھیں اور تعریف کریں۔ لہٰذا عبادتوں میں ریا کاری یعنی دکھاوے سے بچتے رہو۔ کیونکہ یہ بھی خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ ایسے دکھاوے کرنے والے قیامت کے دن چار ناموں سے پکارے جائیں گے۔ (۱) کافر (۲) فاجر (بدکار) (۳) غادر (دھوکے باز یا بے وفا) (۴) خاسرِ (گھاٹا

اُٹھانے والے)۔ ایسے شخص سے کہا جائے گا۔''تیرا عمل برباد ہوا، اور تیرا ثواب مٹ گیا، آج تیرے لئے ثواب کا کوئی حِصّہ نہیں۔ جس کے لئے تو نے عمل کیا تھا اسی سے اپنا ثواب مانگ۔''(تفسیرِ صافی ص ۲۲ تفسیر میزان جلد:۱ ص ۳۸) غرض خدا کو دھوکہ کون دے سکتا ہے، انسان خود کو دھوکہ دے کر تباہ کرتا ہے، (مجمع البیان) مگر اِس دھوکہ دینے کی کوشش کے سبب اُس کی سزا کفّار و مشرکین سے بڑھ جاتی ہے۔ اسی لئے خدا نے فرمایا: ''منافقین جہنّم کی سب سے نچلی تہوں میں ہوں گے۔'' (سورۂ نساء، آیت:۱۴۵) خدا کو دھوکہ یا تو نفاق کے ذریعے سے دینے کی کوشش کی جاتی ہے یا ریاکاری کے ذریعے سے۔ یہ دونوں قلب کے امراض ہیں۔ (تفسیر صافی ص ۲۲) اسی لئے فرمایا: ''ان کے دلوں میں بیماری ہے'' اور دلوں کا علاج (۱) خدا و رسولؐ کی صحیح معرفت ہے۔ (۲) خدا سے ملاقات اور آخرت کی زندگی کا استحضار یعنی ہر وقت یاد رکھنا ہے۔ (۳) مادّی فوری فائدوں کی حقیقت اور کم مائیگی کو سمجھنا ہے۔

آیت ۱۰:

اور خدا کا فرمان کہ ''خدا نے اُن کی بیماری کو بڑھا دیا'' تو یہ خدا کی طرف سے سزا ہے خود اُن لوگوں کے نفاق یا ریاکاری کی۔ اِس لئے اِس زیادتی کے اصل محرّک خود یہی لوگ ہیں، خدا کی جانب سے اِس کی نسبت صرف مجازی ہے۔ جیسا کہ زبور میں ہے، کہ خدا نے فرمایا: بنی اسرائیل نے مجھے نہ چاہا تب میں نے اُن کو دلوں کی سرکشی کے بس میں چھوڑ دیا (زبور۔۸۱، ۱۰، ۱۱) ''پس خدا نے مُنہ موڑ کر انہیں چھوڑ دیا۔ (عمال ۷:۴۲) خدا نے اُن کے دلوں کی خواہشوں کے مطابق انہیں ناپاکی میں چھوڑ دیا'' (رومیوں ۱:۲۴) ثابت ہوگیا کہ خدا گمراہ کرتا نہیں ہے، بلکہ گمراہیوں میں چھوڑ دیا کرتا ہے۔

آیت ۱۱:

زمین میں خرابیاں پھیلانے میں وہ بُرے کام داخل ہیں جو دوسروں کو نقصان پہنچائیں (امام رازیؒ) کفر شرک یا ایسے بُرے کام جو اپنی ذات تک محدود ہوں، فساد میں داخل نہیں۔ البتہ، اگر اُن کاموں کے لئے دوسروں کو بھی دعوت دی جانے لگے تو پھر یہ کام فساد میں داخل ہوں گے۔

آیت ۱۳:

عہدِ رسولِ خداؐ میں ایسے کافر و مشرک موجود تھے جو ان مشرکین کی اولاد تھے جنہوں نے بوجہِ نافرمانی عذابِ خدا کو دیکھا تھا۔ پھر بھی وہ حضرت محمدؐ پر ایمان لانے والوں کو احمق تھے اور کہتے تھے کہ محمدؐ کے ساتھ چند غرباء اور فقراء ہیں جو کم عقل ہیں انہوں نے اسلام کو قبول کر لیا ہے اور اشراف قریش روساءِ قوم میں سے کوئی محمدؐ کے ساتھ نہیں ہے لہٰذا کیا ہم بھی ایسے ہی ہو جائیں جیسے محمدؐ کے ساتھ کم درجہ اور فقیر و غریب ہیں تو خدا نے ان کی دلی منافقت اور

کفر وشرک کو ظاہر کر دیا کہ اے مسلمانو! تم یاد رکھو کہ تم کو احمق اور نادان کہنے والے ہی نادان اور احمق رہیں گے۔ کیوں کہ انہوں نے چند روزہ زندگی کو اختیار کیا ہے اور خدا و رسولؐ کی نافرمانی کر کے ابدی عذابِ جہنم کا اپنے کو مستحق بنا لیا ہے۔ یہ بات تو عہدِ رسولؐ سے متعلق تھی مگر قرآن قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے پیغامِ اسلام ہے لہٰذا قرآن کا یہ اعلان تمام اقوامِ عالم کے لئے اب بھی ہے کہ اگر وہ بافہم وعقل ہیں تو ان کو عاقبت پر ایمان لانا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ بہر حال ان کو موت آئے گی اور وہ خالق کائنات کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔ یہ پیغام تو عام ہوا اور ایک پیغام خاص منافقین اور مسلم نما کافروں کے لئے ہے کہ جو عہدِ حاضر میں فخریہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور ہر معاشرہِ اقوام میں بنامِ مسلم پکارے جاتے ہیں مگر ان کو احکامِ خدا اور رسولؐ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ ان تمام افعالِ بد میں مبتلا ہیں جن کو قرآن نے منع کیا ہے اور وہ جب اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو ان کو نظرِ حقارت سے دیکھتے ہیں اور ان کو احمق و نادان جانتے ہیں۔ لہٰذا اس طبقہ کے مسلم نما کافر بھی انہی آیات کے اعتبار سے احمق ہیں اور عذاب کے مستحق ہیں۔ ان کے نام کا اسلام ان کو صرف اسلامی طریقہ پر دفن وکفن تو دیگا باقی ان کا حشر نشر بھی بدترین منافقین میں ہوگا کیوں کہ انہوں نے احکام خدا کا مذاق اڑایا ہے۔

روایت ہے کہ عبداللہ ابن ابی سردارِ منافقین مع اپنے رفقاء کے حضرت علیؑ کے پاس آ کر اظہارِ ایمان کرنے لگا، اور مومنین کی مدح وثناء کرنے لگا اور حضرت علیؑ کی تعریفیں کرنے لگا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عبداللہ ابن ابی خدا سے ڈر اور منافقانہ باتیں نہ کر۔ اس پر عبداللہ ابن ابی نے کہا: یا ابو الحسن میں اور میرے ساتھی تمہاری مثل ایمان لائے ہیں آپ ہم کو منافق نہ کہیں۔ اس پر خدا نے اس آیت کے ذریعے حضرت علیؑ کے قول کی تصدیق کی۔

آیت ۱۴:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان شیاطین سے مراد پانچ اشخاص ہیں۔ یہ روساء یہود تھے۔ کعب ابن اشرف وابو بردہ اسلمی وعبدالدار جہنیہ وعوف بن عامر اسدی وعبداللہ بن سواد شامی۔

آیت ۱۵:

خدا ان کے مذاق اڑانے کا بدلہ ان کو یہ دے گا کہ وہ زندگی میں جن اعمال کو سببِ ثوابِ آخرت جانتے ہیں ان کو بجائے ثواب کے عذابِ آخرت دے گا اور ان کی آرزؤں کو ملیامیٹ کر دے گا۔

آیت ۱۶:

جن لوگوں نے باوجود آیاتِ خدا دیکھنے اور حضرت محمدؐ اور قرآن کے دیکھنے سے انکار کیا ان کو خدا دنیا میں یہ مزہ

دے گا کہ اول تو وہ اپنی گمراہی میں ہی سرگرداں رہیں گے، ان کو توفیق ایمان نہ ہوگی۔ دوم یہ کہ ان کی امید خاک میں مل جائے گی ان کے اعمال اکارت ہوں گے۔

آیت ۱۷:

سرکش کافروں کے لئے یہ مثال دی گئی ہے کہ نور جو ذریعہِ رہنمائی ہے اور بصارت جو راستہ دکھاتی ہے یہ دونوں چیزیں ان کے لئے عبث ہوں گی۔

آیت ۱۹:

کافروں کی قلبی کیفیت کو خدا نے بیان کیا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ کفر نے ان کی عقل و ہوش کو کھو دیا ہے کیونکہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ نہ اپنی آنکھوں سے کام لیتے ہیں اور نہ زبان سے۔ خدا نے یہ حواس انسان کو دیکھنے، سن کر سمجھنے، زبان سے اقرارِ ایمان کرنے کے لئے عطا کیے ہیں مگر خداوندِ عالم نے جو نورِ ایمان حضرت محمدؐ کے ذریعے دنیا میں پھیلایا تو ان کافروں نے نہ آیات خدا اور معجزات نبی کو دیکھ کر ہی اقرار ایمان کیا، نہ ہدایات و احکامِ قرآن کو سن کر ہی ایمان لائے اور نہ زبان سے کام لیا۔ گو کہ وہ کلمہ توحید پیشِ رسولؐ سنتے تھے۔

کافروں کو بوجہِ نافرمانی خدا نے اس قابل کبھی نہیں رکھا کہ وہ اپنے جسمانی حواس کو بھی کام میں لاسکیں۔ دوسری مثال خدا نے منافقین کے بارے میں یہ دی ہے کہ ان کی یہ حالت ہے کہ جیسے اس شخص کی حالت ہو جو سخت بارش، بجلی، کڑک اور طوفان میں جا رہا ہو تو جب صاعقہ اور برق دیکھے اور سنے تو اس پر موت کا یقین چھا جائے۔ وہ موت کے خوف کی وجہ سے اپنے کانوں میں انگلیاں لگا لے کہ وہ مہیب آواز نہ سن پائے اور برق کی چمک اتنی قریب نظر آئے کہ آنکھیں کام نہ دیتی ہوں مگر کبھی برق چمکے تو وہ طوفان ہی میں راستہ چلنے لگے اور جب تاریکی ہو تو وہ اپنی جگہ کھڑا کا کھڑا رہ جائے۔ یہ مثال انتہائی خوف و حیرت و پریشانی گمراہی اور سرگردانی کی ہے۔ یہی حالت کافروں کی ہے کہ وہ اپنی تمام زندگی مصائب میں مبتلا رہیں گے اور کبھی جو مصائب سے سکون ملے گا تو صرف اتنی ہی دیر کے لئے جیسے مسافر کے لئے شبِ تاریک اور طوفان و بارش میں بجلی چمکنے سے روشنی نظر آتی ہے حالانکہ وہ چمک وہ کڑک بھی سببِ خوفِ جان ہوتی ہے۔ مگر مسافر اس روشنی کو دو قدم آگے بڑھنے کے لئے غنیمت جانتا ہے۔ یہ آیت مثال ہے اور ایسی مثال جو قیامت تک کے آنے والے انسانوں کی تصویر کشی کرتی رہے گی۔ کفار دنیا میں زیادہ ہیں۔ اقوام مختلف ممالک میں آباد ہیں۔ دنیاوی ترقیاں اور ایجادات ان کو حاصل ہیں، مگر ان اقوام کو کبھی باہمی جنگوں، تباہیوں، باہمی اختلافات سے نجات ملی ہے اور نہ ملے گی۔

اے روشنیِ طبعِ تو برمن بلا شدی

بظاہر یہ ترقیاں، ایجادات، اختراعات ہیں مگر باطن میں یہ سفا کی ہے، بربادی اور تباہی ہے۔ آج روئے زمین کے تمام انسان کرب وتباہی، بے چینی اور خوف کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی کسی متنفس کو سکون و اطمینان نہیں ہے کیونکہ مادی ایجادات اس امر کی ضامن نہیں کہ ہر انسان کو آرام وسکون حاصل ہو سکے۔

آیت ۲۰:

ان کافر اقوام کو یہ قدرتِ ایجادات بھی خدا نے دی ہے اگر وہ چاہتا تو ان کے حواسِ ظاہر و باطن کو معطل کر دیتا مگر وہ اپنی قدرتِ کاملہ کے آثار دکھا کر انسان کو اپنی راہ کی ہدایت کرنا چاہتا ہے۔

خدا نے ان چند مثالوں کے ذریعے کفار کی حالت کو بیان کیا اور پھر ہدایت فرمائی کہ اے انسانوں تم نے جو راستہ کفر وشرک کا اختیار کیا ہے وہ تم کو عذابِ دنیا وعذابِ آخرت ہی میں گرفتار رکھے گا لہٰذا اب بھی دنیا والوں کی حالت سے عبرت حاصل کرو اور خدائے واحد پر ایمان لاؤ، اس کی عبادت کرو۔ وہ تمہارا خالق ہے جس نے زمین کا فرش اور آسمان کا شامیانہ بنایا۔ وہ بارش کرتا ہے تا کہ تمہارے لئے روزی پیدا ہو۔ تمہاری زندگی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ حالانکہ تم باوجود دعوائے قدرت وعلمِ ایجادات ان میں سے کسی شئے کے کرنے پر قادر نہیں ہو۔ اگر خدا تمہارے لئے یہ سب سامان نہ کرتا تو تم سب فنا ہو جاتے۔ لہٰذا خدائے واحد کا شریک قرار نہ دو۔ متحد ہو کر خدا کے بندے اور دنیا میں امن کے طالب ہو جاؤ تا کہ فلاحِ دارین پا سکو۔

آیت ۲۱:

خدا کا تمام انسانوں کو خطاب کرنا بتاتا ہے کہ عبدیتِ الٰہی کا یہ پیغام تمام عالمِ انسانیت کو دیا جا رہا ہے۔ اور اس عبدیّت کا نتیجہ تقویٰ ہوتا ہے۔ یعنی فرائضِ الٰہی کے ادا کرنے کی فکر اور بُرائیوں سے خود کو بچائے رکھنے کا اہتمام۔ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ ’’خدا نے زمین کو تمہاری طبیعتوں کے مطابق اور جسموں کے موافق بنایا، کہ اُس کو نہ تو بہت زیادہ گرم بنایا کہ تمہیں جلا دے اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈا بنایا کہ تمہیں جکڑ دے۔ زیادہ تیز خوشبودار بھی نہ بنایا کہ جس سے تمہارے سروں میں درد ہونے لگے اور نہ بدبودار بنایا کہ جس سے تم کو تکلیف ہو۔ نہ پانی کو اتنا ڈھیلا بنایا کہ تم ڈوب ہی جاؤ (اور تیر نہ سکو۔ دلدل کی طرح) اور نہ اتنا سخت بنایا کہ تم عمارتیں یا قبریں بھی نہ بنا سکو۔ تمہارے سروں پر آسمان کو چھت بنایا جو گرنے یا خراب ہونے سے محفوظ ہے اور اس میں تمہارے فائدے کے لئے آفتاب و مہتاب اور ستاروں کو بھر دیا اور بلندی سے پانی کو برسایا تا کہ پانی اونچے سے اونچے پہاڑوں تک پہنچ جائے اور ٹیلوں، گڑھوں میں بھی پہنچ جائے۔ پھر بارش کی شکل میں ہلکا برسایا، تا کہ تمہاری زمین اچھی طرح سیراب ہو اور تمہاری کھیتیاں خراب نہ ہوں۔ پھر زمین سے چیزیں پیدا کیں جو تمہارا رزق بنیں۔ پس خدا کو ’’مثل بتوں کے قرار نہ دو، جو نہ سمجھتے ہیں نہ کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔‘‘ (تفسیر برہان جلد:۱ ص ۲۴) یاد رہے کہ ’’سَمَاءٌ‘‘ عربی میں

بلندی کے رُخ کی ہر شئے کو کہتے ہیں۔ (تفسیر انوار القرآن ص ۳۴۵)

آیت ۲۳:

خداوند عالم نے انسانوں کو دو مثالوں کے ذریعے سمجھایا اور ان کو ان کے کفر کی وجہ سے جو تکالیف و مصائب دنیا میں برداشت کرنی پڑیں گی ان کی تصویر ان کے سامنے پیش کر دی۔ اس کے بعد مزید ہدایت کے لئے یہ بھی فرمایا کہ دیکھو سابقہ انبیاء اور ان کی کتابیں منسوخ ہوگئیں۔ اب قیامت تک کے لئے میں نے محمدؐ کو اپنا آخری نبی اور قرآن کو اپنی آخری کتاب بنا کر نازل کر دیا ہے۔ تعلیمِ محمدؐ و قرآن میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی نجات ہے۔ وہ امن و امان سکون و اطمینان و نجاتِ آخرت ہے جو تم چاہتے ہو۔ وہ سب تم کو محمدؐ و آل محمدؐ اور قرآن کے ذریعے ملے گا۔ اگر پھر بھی تم کو محمدؐ کے نبی ہونے میں اور قرآن کے کتابِ خدا ہونے میں شبہ و شک ہے تو پھر تم خود آ جاؤ، اپنے مددگاروں اور اپنے معبودوں کو بلا لو۔ سب یکجا ہو کر کوشش کرو کہ تم قرآن کے مثل ایک سورہ ہی بنا لو۔ اگر تم بنا لو گے اور خود بحیثیت زبان دان ہونے کے تسلیم کر لو گے کہ وہ سورہ عبارتِ قرآن کے مانند ہے تو پھر تم سچے سمجھے جاؤ گے۔ مگر یاد رکھو کہ تم سب مل کر بھی سورہ قرآن کی مثل سورہ نہ بنا سکو گے۔ اس لئے عقل کی بات تو یہ ہے تم قرآن کو خدا کی کتاب اور محمدؐ کو خدا کا آخری رسول تسلیم کر کے اپنی دنیا و آخرت کو درست کر لو۔

یہ چیلنج رسولِ خداؐ کی زبانِ مبارک سے نہیں دیا گیا، تاکہ انانیت کا پہلو نہ نکلے۔ نیز یہ بھی کہ رسولِ خداؐ تو صرف واسطہ ہیں، کلام تو خدا کا ہے، پھر عربوں کی حمیّت پر کاری ضرب اس طرح بھی لگائی کہ چلو پوری کتاب کا جواب نہ سہی ایک سورہ ہی اس جیسا بنا لاؤ۔ پھر اس میں بھی طویل سورے کی قید نہیں لگائی، کسی بھی سورے کا جواب لانے کا چیلنج دیا اور خطاب سارے عالم سے کیا گیا ہے۔

آیت ۲۴:

حدیثِ خلقت اور طبقاتِ ارض، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے زمین کو اول پیدا کیا اور اس کو انسانوں کا مسکن بنایا۔ طبقہ دوم کو ہوا کا مرکز بنایا۔ طبقہ سوم ایسی مخلوق کے لئے بنایا کہ ان کے چہرے آدمیوں کے سے ہیں اور پیر گائے کے سے ہیں اور جسم پر بال مثل بکری کے ہیں۔ ہمارا دن ان کی رات ہے اور ہماری رات ان کا دن ہے۔ طبقہ چہارم کی زمین گندھک کے پتھر کی ہے کہ خدا نے اس کو اہل دوزخ کے لئے بنایا ہے پھر فرمایا: **وقودھا الناس و الحجارۃ** (جہنم کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے) وہاں گندھک کے ایسے کھڈ ہوں گے کہ اگر کوہ عظیم بھی اس میں گرے تو اس کو بھی ہضم کر لے۔ طبقہ پنجم میں سانپ بچھو اہل دوزخ کے لئے ہیں۔ ہر ایک ان میں کا مثل پہاڑ کے ہے اور ہر ایک کے اٹھارہ ہزار دانت ہیں اور ہر دانت مثل خرمہ کے عظیم الجثہ

ہے۔ طبقہ ششم دوزخیوں کا مقام ہے اس کا نام سجّین ہے۔ پھر فرمایا کہ کلّا ان الفجّار لفی سجّین (آیت ۷۔ سورہ مطففین)۔ یاد رکھو کہ فاجر لوگ سجین میں ہونگے۔ طبقہ ہفتم شیطان کا مقام ہے کہ شیطان مع اپنے لشکر کے رہے گا اس کے ایک جانب بادسموم (گرم ہوا) جانب دیگر زمہریر (سرد ہوا)۔

خلقتِ سماء۔ ضحاک سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خدا نے دنیا کے آسمان کو دُخان (دھویں) سے پیدا کیا (وہی دخان مبین) وہاں فرشتوں کو پیدا کیا جن کی خلقت نور، آتش و آب سے ہے۔ ان فرشتوں کے سردار کا نام رعد ہے۔ اس آسمان اول کا نام رقیع ہے۔ رنگ آہن افروختہ (بھڑکتے ہوئے لوہے کی طرح) ہے۔ آسمان دوم پر ملائک ہیں وہاں ایک فرشتہ ہے کہ نصف برف ہے اور نصف آتش۔ آسمانِ سوم پر ملائک ہیں ان کے سردار کا نام ماعون ہے۔ وہ تسبیح میں مصروف ہیں اور صف بستہ ہیں ان کا رنگ برنجی ہے۔ آسمانِ چہارم برنگ نقرہ ہے۔ نام زیلون ہے۔ مقامِ ملائک ہے۔ ان کی تسبیح سبوحٌ قدوسٌ ربّنا الرحمٰن لا الہ الا اللہ ہے۔ راکع و ساجد ہیں۔ آسمانِ پنجم برنگِ طلا ہے ملائک ساجد و راکع ہیں ان کی تسبیح سبحانك ما عبدناك حق عبادتك ہے (تو پاک ہے ہم نے وہ عبادت نہیں کی جو تیری عبادت کا حق ہے)۔ ان کا ذکر حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ کے خطبہ میں کیا ہے۔ آسمانِ ششم برنگِ یاقوتِ سرخ ہے اس کا نام غارہ ہے یہ مقامِ کرّوبیان ہے۔ آسمان ہفتم برنگِ سفید ہے اس کی وسعت لامحدود ہے۔ اس کی صفت حضرت علیؑ نے بیان کی ہے۔ اس پر ایک بادل ہے جس کی کثافت سات آسمان و زمین سے زیادہ ہے جس پر عرشِ الٰہی ہے۔

رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جنتی جنت کا پھل اپنے دہن میں کھانے نہ پائے گا کہ خدا اسی جگہ درخت میں دوسرا پھل پیدا کردے گا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ جنت میں دنیوی غذائیں نہ ہوں گی مگر ان کے نام وہی ہوں گے۔

ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر ایک حور العین دنیا کی طرف نظر کرے تو دنیا خوشبوئے مُشک سے معطر ہو جائے اور نورِ آفتاب و ماہتاب ماند ہو جائے۔ نیز فرمایا کہ اگر حورِ جنت اپنا لعابِ دہن سات دریائے شور (کڑوے) میں ڈال دے تو سب کا پانی مثل شہد کے شیریں ہو جائے۔ نیز فرمایا کہ اگر کسی کی زوجہ بوڑھی ہو بدطینت و بدمزاج ہو تو خدا اس کو جنت میں تمام عیبوں سے پاک کردے گا۔ اس کو حسنِ حور العین عطا کرے گا اور اُس کو اس کے شوہر کو عطا کرے گا۔ حدیث میں ہے کہ جب جنت میں حوریں اپنی شوہروں کو دیکھیں گی تو کہیں گی کہ انت لی ولم ترعینائی مثلك (تو میرا ہے میں تیری ہوں۔ میری آنکھوں نے تجھ سا نہیں دیکھا۔) حدیث میں ہے کہ خدا ہر بندہ مومن کو سو مردوں کی قوت عطا کرے گا مجامعت کے لحاظ سے۔ حدیث میں ہے کہ فی جنة جماع ما شئت ولا ولد۔ (جنت میں مجامعت ہے مگر اولاد نہ ہوگی۔)

جہنّم کی سزا تو نافرمانوں کے لئے ہے۔ مگر کافروں اور مشرکوں کی اس سے بڑھ کر توہین کیا ہوگی کہ جن پتھروں کو وہ پوجتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے (امام رازی) ان پتھروں کے عبادت گزاروں کا خیال تھا کہ وہ خدا سے ہماری سفارش کریں گے۔ اب وہ سفارشی خود ہی جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے تو کافروں کی حالتِ زار کیا ہوگی!

آیت ۲۵:

جنّتی یہ نہیں کہیں گے کہ یہ وہی پھل ہیں جو دنیا میں تھے۔ بلکہ کہیں گے کہ ''ان سے ملتے جلتے ہیں'' یعنی حقیقت اور لطف کے لحاظ سے تو بہت بہترین مگر شکل وصورت اُن کی جیسی ہے۔

آیت ۲۶:

خداوندِ عالم نے آیاتِ سابقہ میں دو مثالیں دی تھیں تو اس پر کافر ومشرک معترض ہوئے کہ بھلا ان مثالوں سے کیا فائدہ؟ لہٰذا خدا نے جواباً بطورِ تہدید فرمایا کہ خدا چاہے حقیر ترین مخلوق یعنی مچھر کی مثال دیدے پھر تم کہو خدا نے مچھر کی مثال کیوں دی؟ اس سے بڑے جانور بھی تو تھے، ان کی ہی مثال دیدی ہوتی، ان کے زعم میں ایسی مثالوں سے تو گمراہی پیدا ہوتی ہے کہ قرآن کلام خدا نہیں ہے۔ اگر کلامِ خدا ہوتا تو ضرور کسی بڑی مخلوق کی مثال دی جاتی۔ تو خدا نے بتایا کہ مخلوق چھوٹی ہو یا بڑی وہ سب خدا ہی کی پیدا کردہ ہے۔ جب صاحبان ایمان چھوٹی سی چھوٹی مخلوق کو دیکھتے ہیں تو ان کو معرفتِ خالق حاصل ہوتی ہے اس کے علاوہ مچھر خدا کی حقیر ترین مخلوق سہی مگر ہاتھی سے بھی زیادہ اعضاء رکھتی ہے۔ اس مثال سے صرف کافر ہی گمراہ ہوں گے کیوں کہ وہ یہ غور نہیں کرتے کہ یہ قادرِ مطلق خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق ہے، چونکہ وہ خدا کا انکار کرتے ہیں لہٰذا گمراہ بھی ہیں اور مستحق عذاب بھی۔

کافر مچّھر کی مثال کا مذاق اُڑاتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السَّلام نے فرمایا: ''خدا نے مچّھر کی مثال اِس لئے دی کہ ہاتھی جیسی بڑی چیز میں جتنے اعضاً ہیں، مچّھر کے چھوٹے سے جسم میں وہ تمام اعضاً بھی ہیں اور اُن کے علاوہ دو (۲) اعضاً اور بھی ہیں جو ہاتھی میں نہیں۔ ہاتھی کے چار (۴) پاؤں ہوتے ہیں اور جبکہ مچّھر کے (۶) چھ ہوتے ہیں اور چار (۴) پر بھی ہوتے ہیں اور خدا کا یہ فرمایا کہ ''یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا'' جس کا ترجمہ بعض مفسّرین نے یہ کیا ہے کہ: ''خدا بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے'' غلط ہے۔ ''ضَلَال'' کے عربی میں کئی معنی ہیں۔ اور ''ضائع کرنا'' بھی اس کے معنی ہیں، جیسا کہ قرآن میں فرمایا: ''اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ'' (پارہ ۲۶ سورۂ محمدؐ، آیت: ۸) یعنی، اُن کے اعمال ضائع یا برباد کرے گا۔) گمراہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو پہلے خود گمراہی کو اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے خدا ان کو ان کی گمراہیوں میں چھوڑ دیتا ہے، اس طرح وہ ضائع ہوجاتے ہیں۔

آیت ۲۷:

اس آیت میں خدا نے صریحی اعلان فرمایا ہے کہ جو لوگ خدا سے کیے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں اور خدا نے جس کو ملانے کا حکم دیا ہے اس کو جدا کرتے ہیں، وہی خاسر (نقصان اٹھانے والے) ہیں۔ عہدِ رسول اللہؐ میں تو عہد شکن وہ تھے جنہوں نے توریت وانجیل کی پیشن گوئی کے مطابق حضرت محمدؐ کی تصدیق نہیں کی اور اپنی کتابوں سے بھی منحرف ہو گئے اور انبیاء میں تفریق کر کے کسی نبی کو برحق اور کسی کا انکار کر کے رشتۂ خداوندی کو قطع کر کے نقصان اٹھانے والے ہوئے۔ بعدِ رسول حضرت محمدؐ تا قیامت یہ حکم باقی ہے۔ جو بھی یہ دونوں کام کرے گا وہ خدا کا نافرمان ہوگا۔ سعد بن وقاصؓ سے روایت ہے کہ اس آیت سے مراد خوارج بھی ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ سے جنگ کی اور اسلام قبول کرنے کے بعد خدا کے عہد کو توڑا جبکہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا: یاعلی سَیُقَاتِلِ الناکثین والقاسطین وَالمارقین۔ (اے علیؑ تم میرے بعد عنقریب جہاد کرو گے ناکثین و قاسطین اور مارقین سے)۔ بصرہ میں ناکثین سے علیؑ نے جہاد کیا۔ جنگ صفین میں قاسطین سے اور نہروان میں مارقین سے جہاد کیا۔ اور ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل (وہ کاٹ دیتے ہیں اس کو جسے خدا نے ملانے کا حکم دیا) سے مراد تفرقہ درمیانِ انبیاء، قطعِ صلہ رحم بہ اقرباء و رسولِ خداؐ اور مومنین اور اہلبیت نبوی میں تفرقہ ڈالنا۔

انسان نے خود کو جس چیز کا محتاج دیکھا تو اس چیز کے سامنے سر جھکانے لگا۔ ایسے انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ سب چیزیں تو پیدا ہی تیرے لئے کی گئی ہیں۔ سر اُس کے سامنے جھکاؤ جس نے یہ سب چیزیں پیدا کر کے تمہارے قبضہ اختیار میں دیدیں۔

آیت ۳۰:

انسان کو جب خدا اپنا نمائندہ بنا دے پھر وہ خدا کی طرف سے کارِ ہدایت انجام دے سکتا ہے اور اس طرح وہ مخلوقات پر خدا کی حجّت ہوتا ہے اور خدا کی حجّت کو مکمل کرتا ہے، سب سے پہلے خدا کا خلیفہ نبی ہوتا ہے پھر خدا کا بنایا ہوا نبی کا جانشین ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے: ''خدا کا خلیفہ تمام زمین پر خدا کی مخلوق کے مقابلے میں خدا کی حجّت کے مکمل ہونے کا ذریعہ ہوتا ہے۔'' (صافی)

وہ اللہ کا جانشین اس لئے ہوتا ہے کہ وہ زمین میں خدا کے احکام کو قائم کرتا ہے اور اس کے مطابق فیصلے جاری کرتا ہے۔ (معالم وماجدی)

''اسی طرح خدا نے ہر پیغمبر کو اپنا خلیفہ بنایا، تاکہ زمین آباد ہو، لوگوں میں نظم ونسق قائم ہو اور اُن کے نفوس کمال کی منزلوں فائز ہوں اور خدا کے احکامات لوگوں میں جاری اور نافذ ہوں۔'' (بیضاوی)

اگر خلافت کا منصب ملائکہ کی نگاہ میں بہت بلند نہ ہوتا تو وہ ملک ہوتے ہوئے اس کی آرزو کیوں کرتے۔؟ رہا ملائکہ کا سوال، تو اس کا جواب قدرت نے اُس وقت دینا مناسب نہ سمجھا۔ شاید اس لئے کہ قدرت کو خلیفہ کے تعّین کے معاملے میں کسی کی کسی طرح کی شرکت قبول نہ تھی۔ (فصل الخطاب)

آیت ۳۱:

خداوندِ عالم نے تمام آیات سابقہ میں دو باتوں کا ذکر کیا ہے ایک عہدِ خدا کے توڑنے والوں کا اور دوسرے لوگوں کا جو اس رشتہ کو منقطع کرتے ہیں جس رشتہ کو خدا نے ملانے اور جوڑنے کا حکم دیا ہے۔ اسی کے فوراً بعد وہ خلقتِ عالم اور خلافتِ آدمؑ کا ذکر فرماتا ہے کہ جب خدا نے آدمؑ کو زمین کا خلیفہ بنانا چاہا تو ملائکہ نے اعتراض کیا کہ یہ زمین پر خون ریزی اور فساد کرے گا جبکہ ہم تیری تقدیس اور تسبیح کرتے ہیں، لہٰذا آدمؑ کا پیدا کرنا عبث ہے تو خدا نے ملائکہ کو بتا دیا کہ جس چیز کو تم عبث جانتے ہو وہ تمہارے شعور سے بالاتر چیز ہے۔ میں انسانوں کو پیدا کر کے اور تم سے زیادہ قوتیں دے کر ان کی آزمائش کرنا چاہتا ہوں اور جنت و دوزخ جو میں نے خلق کی ہیں ان کے حقدار کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ ملائکہ معصوم تھے عرض کرنے لگے: اے خدا تو اپنی مصلحتوں کو بہتر جانتا ہے۔ مگر خدا نے ملائکہ پر استدلال اور ان کے اطمینان کی خاطر پہلے انسان کا امتحان شروع کر دیا اور جب آدمؑ امتحان میں کامیاب ہو گئے تو ان کو فرشتوں سے زیادہ درجہ عطا کیا اور آدمؑ کی سب فرشتوں سے تعظیم کرائی مگر ابلیس یا شیطان نے سجدہ آدمؑ سے انکار کیا اور خدا کے عہد کو توڑا اور خدا نے جس شئے کو ملانا چاہا تھا اس کو قطع کیا۔ یعنی حکمِ الٰہی کی نافرمانی کی اور فضیلتِ آدمؑ سے انکار کیا لہٰذا وہ ملعون اور مردود قرار پایا۔ اس واقعہ سے خدا نے اپنے رسولؐ کو تسکین دی ہے کہ لوگ تمہارے زمانہ میں یا تمہاری امت میں ایسے ہوں گے کہ وہ عہدِ خدا کو توڑیں گے اور مومنین اور تمہارے اہلبیت میں تفریق کریں گے۔ ہم ان کی توقیر ومحبت اور تم سے قرابت کو کاٹ دیں گے کیونکہ وہ لوگ تمہارے اہلبیت کے خلاف ہوں گے۔ ان کا حشر بھی شیطان کا سا ہو گا کہ جس طرح شیطان کی ہزاروں سال کی عبادت اس کے کام نہ آئی، سب اعمال اکارت گئے اسی طرح ان لوگوں کے اعمال بھی اکارت ہوں گے۔

خداوندِ عالم نے آدمؑ کو خلیفہِ ارض بنانے کے لئے پیدا کیا تھا۔ فرشتوں نے امرِ واقعہ جو ان کو علمِ ملکوتی سے حاصل تھا عرض کیا کہ آدمؑ کی اولاد تو زمین میں فساد وخون ریزی کرے گی۔ اس پر خدا نے فرمایا کہ میں اپنی مصالح کو تم سے بہتر جانتا ہوں۔ لہٰذا ملائک کے سامنے خدا نے کچھ نام بتائے اور پھر ان کو جن کے وہ نام تھے ملائکہ کے

سامنے پیش کیا۔ اس آیت میں باسمأ ھم ہے یعنی ھم کی ضمیر بتاتی ہے کہ صرف ناموں کو پیش نہیں کیا بلکہ ان لوگوں (جن کے نام تھے) کو پیش کر کے پوچھا کہ اے ملائک تم ان افراد کے نام بتاؤ۔ ملائکہ نے عاجزی کا اظہار کیا۔ مفسرین نے اپنی خیالی قوت سے دنیا کی جتنی چیزیں خیال میں آسکتی تھیں سب ہی کو تو لکھ دیا ہے کہ آدمؑ نے ان چیزوں کے نام بتائے اور یہ خیال نہ فرمایا کہ قرآن میں ھم کی ضمیر صرف ذی روح اور ذوی العقول کے لئے آئی ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ فرشتوں کا دعویٰ تھا کہ اولادِ آدمؑ زمین پر فساد کرے گی۔ اس کا جواب تو یہی ہوتا تھا کہ ہم تم کو ایسے افراد دکھاتے ہیں جو زمین پر ہماری توحید اور پیغام کو پھیلائیں گے اور اہلِ ارض کے لئے امن و امان کا باعث ہوں گے۔ ان کا مرتبہ ہمارے نزدیک ملائکہ سے بھی زیادہ ہوگا۔ ایسے موقع پر لکڑی، پتھر کا پیش کرنا مسکت جواب تھا یا وہ جواب جو خدا نے دیا؟ دوسرے قرآن میں باسمأ ھولاء ہے۔ یہ ضمیر ہی افرادِ ذی روح کے لئے آئی ہے۔ چنانچہ تفسیرِ صافی اور برہان میں ہے کہ وہ اسماءِ انبیاء و اسماءِ محمدؐ و آل محمدؐ تھے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ اسماء ہمارے نام تھے، کسی بندہ کا کوئی عمل بغیر ہماری معرفت کے کبھی قبول نہ ہوگا۔ (تفسیرِ صافی ص ۲۷، تفسیرِ بُرہان) غرض آدمؑ خلیفہِ ارض تھے اور ان کے بعد انبیاء اور محمدؐ و آل محمدؐ خلفاء ۱۲ ائمہ اہلبیتؑ خدا کے خلیفہ ہیں۔

تعریف خلیفہ:۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے مسجد نبوی میں حضرت عمرؓ کی موجودگی میں فرمایا الخلیفۃ ھوالذی یعدل بالرعیّۃ و یقسم بالسویہ و یشفق علیھم شفقۃ الرجل و یقضی بکتاب اللہ۔ (ترجمہ۔خلیفہ وہ ہے جو رعیت پر عدل کرے۔ مال مساوی تقسیم کرے۔ عوام سے اپنی عیال سے زیادہ شفقت کرے۔ اور کتاب اللہ کی مدد سے فیصلے کرے۔)

علاوہ بریں احادیث سے ثابت ہے کہ ملائکہ، عالم کی ہر شئے پر منجانب خدا مقرر ہیں۔ شمس و قمر، افلاک، عالمِ قدس، عرش و کرسی غرض ابر و باد، ذراتِ ارض، اشجار و انہار پر تعینات ہیں۔ ان کو پہلے سے ان اشیاء کا علم تھا۔ اگر خدا نے ان سے اشیاء عالم کے بارے میں سوال کیا تھا تو یقیناً سب بتا دیتے مگر خدا تو یہ ظاہر فرما رہا تھا کہ ذریتِ آدمؑ سے میں ان افراد کو خلق کروں گا کہ تمہارے دعویِ تقدیس و تسبیح ان کے مقابلہ میں پست نظر آئے گا۔ لہٰذا انبیاء و محمدؐ و آل محمدؐ نے خدا کے دعوے کو پورا کر دکھایا۔

خدا کا فرمایا کہ ''پھر ان اشخاص کو پیش کیا۔'' تو ''ھُمْ'' کی ضمیر صاحبانِ عقل افراد کے لئے ہی استعمال ہوتی ہے۔ نیز لفظ ''ھٰٓؤُلَآءِ'' ''یعنی ''یہ'' سے معلوم ہوا کہ صرف اَسمَا نہ تھے، بلکہ اَسمَا کے مسمیّات بطور اشباح سامنے موجود کر کے دکھائے گئے۔ کتنے عالی اشخاص ہوں گے کہ جنکی معرفت معیارِ خلافت قرار پائی۔ ان اَسمَا سے مراد ''محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، اور ائمہ اہلِ بیتؑ ہیں۔

عقلاً یہ اَسمأ تمام چیزوں کے نام نہیں ہو سکتے، اِس لئے کہ وہ چیزیں تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں۔ صاحبانِ عقل شخصیتوں کے نام تھے جن کے نام سن کر ملائکہ نے تسلیم کرلیا کہ یقیناً ایسے پاک انسان خلافتِ الٰہیہ کے سزاوار ہیں۔

آیت ۳۲:

آدمؑ اور ملائکہ کا اصل امتحان یہ تھا کہ ملائکہ اور آدمؑ کو ان اشخاص کے نام تو معلوم تھے۔ اب خدا نے ان اشخاص کو ملائکہ اور آدمؑ کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اِن اشخاص اور ان کے ناموں کو دیکھ کر یہ بتاؤ کہ کونسا نام کس شخص کا ہے؟ یعنی مُسمیّات اور اَسمأ کی تطبیق کرو۔ یہ حافظہ کا امتحان نہیں تھا، بلکہ ذہانت کا امتحان تھا جس کی وجہ سے آدمؑ ملائکہ سے افضل ثابت ہوئے۔'' (البلاغی۔ ملخّص حدیث از امام جعفر صادق علیہ السّلام)

اگر بتائی ہوئی چیزوں کے نام بتانے کا سوال ہوتا تو ملک ہرگز اعتراف نہ کرتے کیونکہ فرشتے بھولا نہیں کرتے۔ مگر یہاں تو ذہانت اور تطبیق اَسمأ کا سوال تھا۔ یعنی، نتیجے نکالنا اور تحقیق کرنا۔ اِس سے ملائکہ عاجز ہوئے اور کہا: ''بس ہمیں تو اتنا علم ہے جتنا کہ آپ نے ہم کو بتا دیا ہے۔'' ہم اُس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتے۔ پھر خدا پر اعتراض بھی نہ کیا، بلکہ کہا: ''حکیم'' ہے۔ یعنی تیرا ہمیں یہ صلاحیت نہ دینا حکمت پر مبنی ہے اور بالکل ٹھیک ہے۔

آیت ۳۳:

''آدمؑ نے اَسمأ کو دیکھا، پھر جن کے نام تھے اُن کو دیکھا۔ مناسبتوں کا لحاظ کیا اور غور وفکر سے کام لیا۔ بالآخر یہ بتا دیا کہ یہ نام اِن کا ہے اور وہ نام اُن کا ہے۔'' اِس پر ملائکہ نے مان لیا کہ آدمؑ کی صلاحیتیں ہم سے اعلیٰ اور برتر ہیں اور اسی موقع پر خدا نے اُن کو یاد دلایا کہ دیکھو! میں نہ کہتا تھا کہ: ''جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔'' یعنی، اب تم سمجھ گئے کہ میں نے تمہیں چھوڑ کر آدمؑ کو کیوں منتخب کیا۔ (تفسیر فصل الخطاب)

آیت ۳۴:

''یہاں سجدے سے مراد پیشانی جھکانا ہے۔'' (قولِ امام جعفر صادق علیہ السَّلام از تفسیر مجمع البیان) یہ لفظیں بھی یہی بتاتی ہیں۔ کیونکہ سجدہ کی اضافت ''لام'' سے کی گئی ہے (لِاٰدَمَ) جو سجدہ کا پتہ دیتی ہے، اگر قبلہ بنایا جاتا تو اِلیٰ آنا چاہئے تھا۔ یہ طریقہ تعظیم پہلے ممنوع نہ تھا لیکن اب کسی غَیُر اللہ کی اس طرح سے سر جھکا کر تعظیم کرنے کی ممانعت ہے۔ (جامع البیان للطبری۔، نیشاپوری)

شیطان ایک مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کیا گیا ہے، ذی شعور وذی حیات ہے، سوچتا سمجھتا ہے، شیاطین ہم کو دیکھتے ہیں مگر ہم اُن کو نہیں دیکھ سکتے۔ شیطان کی اولاد ہوتی ہے۔ پہلے جنّات کے ساتھ یہ زمین پر تھا مگر جب زمین کو

جِنّات سے پاک کیا گیا تو اِس کو اس کے ذاتی کردار اور عبادت کی وجہ سے جِنّوں سے الگ کر کے ملائکہ کی جماعت میں پہنچا دیا گیا تھا۔ مگر اس میں تکبّر پیدا ہوا اور انجام کار تباہ و برباد ہوا۔ (فصل الخطاب)

آیت ۳۵:

حضرت امام علی رِضاؑ نے فرمایا: ''حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ سے کوئی گناہ، منافئی عصمت نہیں ہوا۔ خدا نے اِن کو درخت کے قریب جانے سے روکا تھا۔ یہ نہیں فرمایا تھا کہ اُس درخت کی جنس کی کوئی چیز نہ کھانا۔ آدمؑ وحواؑ اُس خاص درخت کے قریب ہرگز نہیں گئے۔ البتہ شیطان کے دھوکے اور قسم کھانے کی وجہ سے اُس جنس کے ایک درخت سے کچھ کھایا۔ لہٰذ کوئی گناہ نہیں کیا۔ (تفسیر صافی ص ۱۹ بحوالہ، عیوان الاخبار الرضاؑ)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ: ''جنّت سے یہاں مراد دنیا کا ایک باغ تھا جس میں، سورج، چاند طلوع ہوتے تھے'' لیکن ممکن ہے کہ دنیا سے مراد کوئی سیارہ ہو جہاں چاند اور سورج طلوع ہوتے ہوں۔ (البلاغی)

مگر وہاں محنت اور مشقّت نہ تھی اور خدا کا خاص درخت سے روکنا صرف ایک ناصحانہ مشورہ تھا جس کے نہ ماننے سے کچھ منطقی نتائج اور نقصانات لازمی تھے۔ جیسے ڈاکٹر مریض سے کچھ چیزوں کو کھانے سے منع کر دے۔ اب اگر وہ نہ مانے گا تو لازمی طور پر کچھ تکالیف میں مبتلا ہوگا۔ اِسی لئے خدا نے آدمؑ سے پہلے کہا تھا ''دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ (درخت کے پاس جانا) تم دونوں کو بہشت سے نکالنے کا باعث ہو جائے جس کی وجہ سے تم مشقّت میں گرفتار ہو جاؤ۔ یہاں تو تمہارے لئے یہ ہے کہ تم بھوکے بھی نہیں ہوتے اور برہنہ بھی نہیں ہوتے، پیاس بھی نہیں لگتی، اور دھوپ کی تکلیف بھی نہیں اُٹھانی پڑتی۔''

''ظلم'' کے معنی قرآن نے بتائے کہ ''اللہ کی مقررّ کردہ حدود سے آگے قدم بڑھانے والے ظالمین ہیں'' مگر دیکھنا ہوگا کہ ''حد'' بطور واجب کے لازم کی گئی ہے یا بطور ارشاد، ہدایت یا نصیحت کے، اگر یہ ''حد'' واجب ہوگی تو اُس سے تجاوز کرنا گناہ ہوگا جو عصمت کے منافی ہے، لیکن آدمؑ کے لئے یہ حد بطور نصیحت کے تھی اس لئے نہ گناہ ہوا نہ عصمت کی نفی ہوئی۔ یہ ترکِ اولیٰ تھا۔ یعنی بہتر کام کا ترک کرنا، یعنی راحت و آرام کو چھوڑ کر تکلیف میں مبتلا ہونا۔ (نیشاپوری۔ بلاغی۔ فصل الخطاب)

حضرت آدمؑ کے عمل کا منطقی ضرر یہ ہوا اُن کو اس جنّت سے نکلنا پڑا۔ اگر یہ گناہ ہوتا تو خدا اپنی ناراضگی کو بیان فرماتا اور خود قدم پھسلانے کا لفظ بتا رہا ہے کہ آدمؑ کا عمل خدا کی مخالفت کے ارادے سے نہ تھا۔ اس لئے خدا نے ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا، بلکہ یہ فرمایا کہ آدمؑ جس آرام گاہ میں تھے وہاں سے نکال دیئے گئے۔ اِسی نقصان سے بچانے کے لئے یہ نصیحت کی گئی تھی کہ ''اس درخت کے قریب نہ جانا۔''

آیت ۳۶:

خدا نے اپنے محبوب حضرت محمدؐ کو یاد دلایا کہ ہم نے خلقت آدمؑ کے وقت تمہاری فضیلت تمام عالم پر ثابت کر دی تھی، پھر یاد دلایا کہ یاد کرو کہ ہم نے آدمؑ کو یہ مرتبہ دیا کہ تمام ملائکہ سے سجدۂ تعظیم کرایا اور ان کو جنت عطا کی۔ جنت کی ہر نعمت کو ان کا رزق مقرر کیا اور ان سے کہہ دیا کہ ایک شجرہ کے پاس نہ جانا۔ یہی ان کا امتحان تھا۔ مگر شیطان انسان کا دشمن تھا اور آدمؑ کو شیطان کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا لہٰذا اس نے موقع پا کر آدمؑ کو یہ بتا کر کہ وہ شجرہ خلد ہے، اس کے ذریعہ آدمؑ ہمیشہ جنت میں رہیں گے، ان کو بہکا دیا، البتہ خدا نے قرآن میں آدمؑ کی بریّت کا اعلان کر دیا اور فرمایا: **فنسی ولم یجد لہ عزما**۔ (ترجمہ۔ آدمؑ بھول گئے اس فعل میں ان کا ارادہ نہیں پایا گیا۔) پہلے تو بھول جانا بریّت کے لئے کافی ہے۔ بعد کو خدا کا فرمانا ہے کہ ہم نے ان کے فعل کو ارادتاً نہیں پایا۔ جب ارادہ بھی نہ کیا تو گناہ کب ہوسکتا ہے۔؟

علاوہ بریں میرے قول کی تائید ہے کہ سدی نے ابن عباسؓ سے اور ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے یعنی اگر تم سچے ہو تو ان لوگوں کے نام بتاؤ کہ اولادِ آدمؑ سب کے سب زمین میں فساد کریں گے۔ ''تسبیح و تقدیس انبیاء و اولیاء مظہرِ جامع صفات ہے (مواہب الرحمٰن تفسیر آیہ) اب رہا معاملہ شجرہ کا تو مفسرین نے مختلف درختوں اور پھلوں کے نام لکھے ہیں۔ تفسیر مواہب الرحمٰن میں ص ۱۲۵ پر لکھا ہے علماءِ تابعین سے مختلف روایات ہیں پس شاید انہوں نے اہلِ کتاب کے اختلاف نقل فرمائے ہیں اور خود اس بارے میں تفسیر نہیں فرمائی۔ ''البتہ امام ابوجعفر الباقرؑ اور ابن جریر نے فرمایا کہ قول صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک درختِ خاص سے ممانعت فرمائی تھی اور وہ کون سا درخت تھا اس کے جاننے سے ہماری کوئی غرض نہیں ہے نہ اس پر قرآن یا حدیث سے کوئی دلیل قائم ہے۔'' بہرحال کسی نے درخت انگور کسی نے درختِ کافور بتایا ہے۔ درحقیقت وہ درخت علمِ محمدؐ تھا۔ خدا نے آدمؑ کو تمام فضیلتیں عطا کی تھیں اور جنت کی ہر نعمت کو عطا کیا تھا مگر حکم دیا تھا کہ شجرۂ نبوتِ حضرت محمدؐ کی برابری کا خیال دل میں نہ لانا ورنہ **فتکون من الظالمین**۔ تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو محمدؐ و آل محمدؐ پر برتری چاہیں گے اور وہ ظالم ہوں گے۔ گویا یہ آدمؑ کا امتحان تھا کہ تم کو عالمین پر فضیلت دی ہے مگر تم اپنے کو محمدؐ و آل محمدؐ سے افضل تصور نہ کرنا۔ آدمؑ کے دل میں خیال آیا کہ کون سا شجرہ ہے کہ خدا نے اس کو مجھ پر بھی افضل کیا ہے؟ بس آدمؑ نے بھولے سے ایسا خیال پیدا کیا اور دارِ امتحان میں خدا نے ان کو بھیج دیا اور ان کی اولاد سے امتحانات کے ذریعے ہی جزاء و سزاء کا وعدہ کیا۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو بتایا ہے کہ ہم نے آدمؑ کو تمام فضیلتیں عطا کیں مگر مرکزِ فضائل تمہاری ذات کو بنایا ہے۔ شجرہ درخت بھی ہے اور خاندان بھی ہے لہٰذا شجرہ سے مراد شجرۂ خاندان محمدؐ و آل محمدؐ ہے۔ قرآن میں خدا نے سورۂ ابراہیمؑ رکوع تین میں

ذکرفرمایا ہے۔ کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیّبۃ الخ اس سے مراد شجرہ رسولؐ ہے۔

مفسرین نے ان کلمات کے بارے میں ہی اختلاف کیا ہے۔مگر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ کلمات وہ تھے جو حج کے موقع پر کہے جاتے ہیں۔لبیك اللّٰھُمّ لبیك ان الحمد والنعمۃ لك والملك لا شریك لك لبیك۔ ابن مغازلی شافعیؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول خداؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ آدمؑ کی توبہ کن کلمات کے وسیلہ سے قبول ہوئی۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ نام میرا (محمدؐ) وعلیؑ و فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ کا تھا کہ آدمؑ نے ان ناموں کا واسطہ دے کر دعا کی تو وہ قبول ہوئی اور خدا نے تاجِ نبوت آدمؑ کے سر پر رکھا۔ خدا نے آیاتِ مذکورہ میں اپنے رسولؐ کو چند واقعات یاد دلائے ہیں: اول خلافتِ آدمؑ۔ دوم علمِ اسماء، سوم سجدہِ ملائک آدمؑ کو، چہارم شیطان کا انکار اور ملعون ہونا، آدمؑ کو شجرہ کے قریب جانے کی ممانعت، آدمؑ کا جنت سے باہر آنا۔ آدمؑ کی توبہ قبول ہونا بوجہ کلمات، یہ صرف قصہ نہیں ہے بلکہ خدا نے ان واقعات کو یاد دلا کر آدمؑ کی فضیلت تمام کائنات پر ظاہر کی ہے اور آدمؑ پر اپنے حبیب محمدؐ مصطفیٰ کو فضیلت دے کر مرکزِ فضیلت حضرات محمدؐ وآل محمدؐ کو قرار دیا ہے تاکہ قیامت تک آنے والے انسان اطاعتِ حضرت محمدؐ کر کے دنیا و آخرت کی نعمات کے مستحق ہوتے رہیں اور ان کے درجات کے منکرین عذابِ جہنم سے ڈرتے رہیں۔

خدا نے اہلِ دنیا کو بتایا کہ اے اولادِ آدمؑ میری ہدایت تم کو پہنچے گی یعنی حضرت محمدؐ وقرآن اور اہلبیتؑ تمہاری ہدایت کے لئے آئیں گے۔ دوم یہ کہ جو لوگ اس ہدایت کی اطاعت کریں گے وہ دنیا و آخرت میں بے خوف ہوں گے۔ سوم یہ کہ جو ان کے منکر ہوں گے وہ جہنمی ہوں گے کیونکہ وہ ہماری آیات کے منکر ہو گئے۔ چہارم اہل کتاب سے کہا گیا کہ تمہاری سابقہ کتابیں منسوخ ہو گئیں، اس لئے تم کو بھی قرآن اور محمدؐ پر ایمان لانا ہے اور ان کی اطاعت کرنی ہے۔ تم جانتے ہو کہ محمدؐ وقرآن کی پیشن گوئیاں تمہاری دینی کتابوں میں موجود ہیں۔ اب تم ان کے منکر نہ بنو۔ پنجم حضرت محمدؐ وآل محمدؐ اور قرآن تم کو جس طرح بتاتے ہیں نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، نماز باجماعت ادا کرو، روزہ ونماز کے ذریعے مدد مانگو۔ ششم یہ کہ تم اپنے خدا کے سامنے ضرور حاضر ہو گے۔ ہفتم یہ کہ میری سابقہ نعمتوں کو یاد کرو اور قیامت کے دن سے ڈرو۔ اب تمہارے یہودی ونصرانی پیشواؤں کی شفاعت قبول نہ ہوگی۔ ہشتم تم یاد کرو کہ میں نے تمہارے اسلاف کو فرعون سے تمہاری اولاد کو ذبح ہونے سے بچایا اب تم صدق دل سے میرے آخری رسولؐ اور قرآن پر ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو تاکہ مستحقِ نجات ہو اور شکر گزار بندے بن جاؤ۔

آیت ۳۷:

حضرت امام محمدؑ باقرؑ سے روایت ہے کہ "حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "وہ کلمات یہ ہیں" اَللّٰھُمَّ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ وَّعَلِیٍّ

وَّفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ مِنْ اٰلِهِمْ ''یعنی اے اللہ! محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ اور اُن کی طیّب اولاد کے واسطے سے میری توبہ قبول فرما۔'' (تفسیر صافی ص ۲۹ بحوالہ کافی۔ دُرِ منثور امام سیوطی ج ۱، ص ۱۶ سطر ۱)

حضرت آدمؑ کی بے چینی اُس ترکِ اولیٰ پر بھی اتنی شدید تھی اور خدا کی عظمت کا اتنا احساس تھا کہ بے حد روئے۔ یہ ذوقِ عبدیّت کی بلندی تھی کہ اپنے اِس عمل پر آدمؑ کڑھتے تڑپتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کی مہربانیوں نے ہاتھ تھاما۔ حضرت آدمؑ کو خود توبہ کا طریقہ سکھایا۔ آدمؑ کو ایک مرتبۂ بلند سے پیچھے رہ جانے کا شدید احساس ہوا، جس نے توبہ کا عزم دیا اور یہ توبہ صرف حضرت آدمؑ کی، حوّاؑ نے نہ کی۔ اگر آدمؑ کا فعل، فعلِ حرام ہوتا تو جناب حوّاؑ کو بھی توبہ کے الفاظ سکھائے جاتے۔ معلوم ہوا کہ یہ عمل فعلِ حرام نہ تھا۔ صرف حضرت آدمؑ کے اعلیٰ مرتبے کے مناسب نہ تھا، اس لئے آدمؑ ہی کو توبہ سکھانے کی ضرورت ہوئی۔

آیت ۳۸:

قبولِ توبہ کے بعد آدمؑ کو زمین پر اُترنے کا حکم دینا، بتاتا ہے کہ آدمؑ و حوّاؑ کا زمین پر آنا بطور سزا نہ تھا۔ ورنہ توبہ کے قبول ہونے کے بعد سزا کا کیا سوال؟ یہ تو درخت کے قریب جانے کا منطقی نتیجہ تھا۔ آدمؑ کو اِس زمین کے لئے ہی پیدا کیا گیا تھا۔ شروع دن سے فرمایا تھا: ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'' یعنی ''میں زمین پر ایک خلیفہ (جانشین) قرار دینے والا ہوں۔'' درخت سے کھالینا زمین پر اُترنے کا فوری سبب قرار پایا۔ ورنہ بعد میں زمین پر تو آنا ہی تھا کیونکہ یہی آدمؑ کی غرضِ تخلیق تھا اور خدا کا یہ فرمانا کہ ''ان کوئی خوف ورنج نہ ہوگا۔'' اس کا تعلق دنیا سے نہیں۔ اس کا تعلق آخرت سے ہے۔ دنیا میں تو صاحبانِ ایمان کا امتحان خوف و رنج سے لیا ہی جاتا ہے۔

آیت ۴۰:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ جبکہ خداوندِ عالم نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ''تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔'' ہم دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتیں۔؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا: ''تم نے خدا سے جو عہد کیے ہیں تم اُن پورا نہیں کرتے، حالانکہ خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا ہے۔'' اُوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ '' یعنی: تم میرا عہد پورا کرو، میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔'' (تفسیر صافی)

حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسحاقؑ کے بیٹے جناب یعقوبؑ ہوئے جو اسرائیل کہلائے۔ عبرانی زبان میں ''اِیل'' اللہ کو کہتے ہیں اور ''اسرا'' کے معنی قوت کے ہوتے ہیں۔ اس طرح ''اسرائیل'' کے معنی ہیں ''اللہ کی قوت'' خدا نے بنی اسرائیل میں پیغمبری کی نعمت بھی دی اور حکومت و بادشاہت کی نعمت بھی دی۔ (سورۂ مائدہ، آیت: ۲۰)

آیت ۴۱:

یہ آیت یہودی علماء کے لئے خاص طور پر اُتری ہے۔ وہ لوگوں سے غلّہ و مال وصول کر کے اُن آیتوں کو چھپا دیتے تھے جن میں حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صفات اور نشانیاں بیان کی گئی تھیں۔ اُن کو خوف تھا کہ اگر لوگ حضورِ اکرمؐ کو مان لیں گے تو ہماری آمدنی بند ہو جائیگی۔ ''قلیل''، یعنی کم قیمت اس لئے فرمایا کہ خدا کی آتیوں کی قیمت میں اگر ساری کائنات کو بھی لگا دیا جائے تو کم ہی قرار پائے گی۔ (تفسیر صافی ص ۳۰، تفسیر مجمع البیان، تفسیرِ کشّاف)

آیت ۴۲:

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: ''اگر باطل حق کی ملاوٹ سے صاف ہو تو حق کے طلبگاروں پر باطل پوشیدہ نہ رہے اور اگر حق باطل سے بالکل الگ ہو تو دشمنوں کی زبانیں اُس پر نکتہ چینی سے بند ہو جائیں۔ لیکن ہوتا یہی ہے کہ ایک مٹھی حق کی لی جاتی ہے اور ایک مٹھی باطل کی، پھر ملا کر سامنے لایا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ شیطان اپنے دوستوں پر قابو پالیتا ہے۔'' (نہج البلاغہ)

حقیقت یہ ہے کہ ہر مذہب کے عوام تو سادہ مزاج ہوتے ہیں اور علماء گرفتارِ اغراض ہوتے ہیں۔ عوام تو اَن جانے میں باطل کو اختیار کر لیتے ہیں مگر علماء حقیقت سے واقف ہوتے ہیں مگر اپنے مفادات اور چودھراہٹ کو بچانے کے لئے حق کو چھپاتے ہیں۔ بقول اقبالؔ:

ے دین مرداں، فکر و تدبیر و جہاد
دین مُلّا، فی سبیل اللہ فساد

آیت ۴۳:

خدا یہود و نصاریٰ کو نماز، روزہ و زکوٰۃ کا حکم دے یہ قرینِ عقل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دینِ اسلام کے منکر ہیں۔ البتہ خدا نے فضائلِ حضرت محمدؐ و قرآن و خاندان و شجرہ محمدؐ کو ظاہر کر کے فرمایا کہ اب تمہاری پہلی عبادتیں کام نہ آئیں گی بلکہ اب تم کو نبیِ آخر حضرت محمدؐ و قرآن کے احکام کی پیروی کرنی ہے۔ کیونکہ ان کو ہم نے ابتدائے آفرینش سے سب مخلوق پر سید و سردار بنایا ہے۔ مزید توضیح کے لئے کہ شجرہ سے مراد شجرہ رسولؐ ہے، سورہ ابراہیمؑ کی آیت ۲۴ دیکھئے۔
کلمة طیبة کشجرة طیّبة اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء۔ توتی اکلھا کل حین باذن ربھا۔
(پاک کلمہ کی مثال پاک شجرہ کی سی ہے وہ شجر کہ جس کہ جڑ ثابت و قائم رہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں۔ اور وہ ہر زمانہ میں اپنے رب کی حکم سے ثمر دار رہے۔) تفسیر صافی و منہج الصادقین میں ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھ

سے رسول خداؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا تو شجرہ ہے اور علیؑ اس کی شاخ اور فاطمہؑ برگ اور حسنؑ اور حسینؑ اس کے ثمر ہیں اور دیگر روایت میں ہے کہ ان کا ہر زمانہ میں پھل دینے کا مطلب یہ ہے کہ آلِ محمدؐ امتِ محمدؐ کو حلال و حرام سے آگاہ کرتی رہے گی اور وہ سببِ رحمتِ خدا ہوں گے۔ اسی طرح خدا نے کلمہءِ خبیثہ کو شجرہِ خبیثہ سے مثال دی ہے اور بتایا ہے کہ اس کو ثبات و قرار نہ ہوگا۔ وہ شجرہ ہر وہ خاندان ہے جو محمدؐ و آل محمدؐ کا دشمن ہو اور وہ رسوا و فنا ہوگا۔

آیت ۴۷:

ان نعمتوں سے مراد نبوّت، مَن وسلویٰ، پتھر سے پانی کا نکلنا، دریائے نیل میں راستے کا بننا، دشمنوں سے نجات، دشمنوں کا دریا میں ڈبودینا وغیرہ وغیرہ اور یہاں ''فضیلت'' سے مراد دولت کی فراوانی ہے۔ مرتبہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔(فصل الخطاب) اور ''فضل'' سے مراد قران میں دولت کو بھی لیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ''فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ''یعنی ''جنہیں زیادہ رزق دیا گیا وہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ اُس کو پلٹا دیں اُن کی طرف جو(غلام) اُن کی ملکیت میں ہیں'' (سورۂ نحل آیت:۷۱) عالمین پر فضیلت دی کا مطلب کثرت سے مال و دولت عطا کیا۔اور یاد کرو۔ کہہ کر بتادیا کہ ''یہ ماضی کا ذکر ہے۔''

آیت ۴۸:

تفسیر بُرہان میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ یہاں جس دن سے ڈرایا گیا ہے اُس سے مراد ''موت کا دن ہے۔'' کیونکہ موت کے معاملے میں نہ کوئی دوسرے کی مدد کرسکتا ہے اور نہ یہ سفارش کا مقام ہے اور نہ فدیہ دے کر اس کو روکا جاسکتا ہے۔اس دن سے قیامت مراد نہیں ہے کیونکہ اُس دن تو ہم اپنے شیعوں کی مدد کریں گے۔ اعراف پر حضرت محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان کی طاہر اولاد موجود ہوگی۔محشر میں جب مومنین پر سختی دیکھیں گے تو ہر زمانے کے نیک اور اخیار شیعوں کو اُن کی نجات کے لئے روانہ کریں گے جو گنہ گار شیعوں کو اُٹھا کر جنّت میں داخل کریں گے۔(بحوالہ تفسیر انوار النجف جلد:۲ ص ۱۰۴)

آیت ۴۹:

فراعنہ کی نسل قومِ عاد سے لیکر حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے فرعون(جس کا نام ولید تھا) پر ختم ہوئی۔(تفسیر بیضاوی ص ۲۷ مطبوعہ لاہور)

مختصر قصّہ یہ ہے کہ فرعونِ مصر نے خواب میں دیکھا کہ بیت المقدّس کی طرف سے آگ کا ایک شعلہ بھڑکا جس نے مصر تک کے تمام گھر جلا دیئے لیکن بنی اسرائیل کے گھر بالکل محفوظ رہے۔ نجومیوں نے یہ تعبیر بتائی کہ بنی اسرائیل کے گھروں میں سے کسی گھر میں ایک بچہّ پیدا ہوگا جو فرعونِ کی سلطنت کو تباہ و برباد کردے گا۔فرعونِ کو جب

اس تعبیر کا علم ہوا تو اُس نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو ذبح (قتل) کر دیا جائے۔ مگر خداوندِ عالم نے حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل میں پیدا کر کے خود ان کی حفاظت کی اور فرعون کے گھر میں پہنچا کر اُس کے ذریعے ہی حضرت موسیٰؑ کی پرورش کروائی۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ خداوندِ عالم، ظالم کو صرف مہلت اور اختیار دیتا ہے۔ اس لئے ظالم اپنے ظلم کا خود ذمہ دار ہوتا ہے اور خدا کا ظالموں کو مسلط کرنا، کبھی بطور سزا اور کبھی بطورِ امتحان ہوتا ہے۔ بنی اسرئیل پر خدا نے ظالم فرعون کو بطور امتحان مسلّط کیا تھا۔

آیت ۵۰:

خدا نے تمام انسانوں کو عام طریقہ پر اطاعتِ حضرت محمدؐ کرنے کی دعوت دی ہے اور بتایا ہے کہ ذاتِ حضرت محمدؐ اب تا قیامت مرکزِ فضیلت ہے۔ تمام انبیاء میرے فرستادہ تھے۔ مگر اب ان کی اطاعت کام نہ آئے گی۔ کیوں کہ سردار انبیاء اور سید الکتاب قرآن کو میں نے تمہاری ہدایت کے لئے بھیج دیا ہے۔ اگر اب بھی تم نے نافرمانی کی تو خود اپنے اوپر ظلم کرو گے۔ اس کے بعد خدا نے سلسلہ وار اہل کتاب کو اپنے احسانات یاد دلائے۔

فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دینا اور جب بنی اسرائیل فرعون کے خوف سے بھاگے تو خدا نے دریا میں بنی اسرائیل کے لئے راستہ پیدا کیا۔ فرعون اور فرعون والوں کو غرق و ہلاک کر دیا۔ فرعون قومِ عمالقہ کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ قوم عمالیق اولاد عملاق بن اور بن آدم بن سام بن نوحؑ ہے۔ فرعون کی کنیت ابومرّہ ہے اور فرعون بعہدِ موسیٰؑ مصعب بن ریان یا ولید بن مصعب تھا اور فرعون بعہدِ یوسف ریان بن ولید تھا اور موسیٰؑ کے عہد کے فرعون اور یوسفؑ کے عہد کے فرعون کے درمیان چار سو سال سے زیادہ مدت کا فاصلہ تھا۔

واقعہ فرعون و موسیٰؑ

فرعون نے خواب میں دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک شعلہِ آتش بلند ہوا اور اس نے مصر اور قبط کے گھر جلا دیئے لیکن بنی اسرائیل کو ضرر نہیں پہنچایا۔ اس کو تعبیر دی گئی کہ عمران کے ہاں لڑکا ہوگا جو تیری سلطنت کو برباد کر دے گا۔ عمران مومن تھا اور ایمان کو مخفی رکھتا تھا، درباری تھا۔ فرعون نے حکم دیا کہ جو لڑکے بنی اسرائیل کے گھروں میں پیدا ہوں قتل کر دیئے جایا کریں۔ چونکہ بنی اسرائیل خادم تھے لہٰذا ان کی تعداد کم ہوگئی تو فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال قتل کیے جائیں اور دوسرے سال قتل نہ کیا جائے۔ قدرت خدا سے عمران کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اُس کا نام ہارون رکھا۔ یہ وہ سال تھا جس سال لڑکے قتل نہیں ہونے تھے۔ ایک سال تین ماہ کے بعد موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ فرعون کو خبر ہوئی۔ جاسوس مقرر کر دیئے۔ مادرِ موسیٰؑ نے بچہ کو تنور میں چھپا دیا اور چلی گئیں۔ موسیٰؑ کی خالہ کو علم نہ تھا اس نے تنور

میں آگ روشن کر دی۔ شعلے بلند ہوئے۔ جاسوسوں نے تلاش کے دوران تنور کی بھی تلاشی لی تو وہاں آگ کو روشن دیکھا۔فرعون کوخبر دی کہ خبر غلط ہے۔ مادرِموسیٰ نے بہن سے پوچھا کہ بچہ کیا کیا اُس نے لاعلمی ظاہر کی۔ ماں نے رونا شروع کیا۔ پھر تنور دیکھا تو موسیٰؑ کو آگ سے کھیلتا ہوا پایا۔خوش ہوگئیں۔ آخر مادرِموسیٰؑ کو خدا نے حکم دیا کہ موسیٰؑ کو تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دو۔فرعون نے سو سال حکومت کی اور دعوائے خدائی کیا۔خدا نے موسیٰؑ کو آگاہ کیا کہ فرعون کا وقت ختم ہوگیا تم بنی اسرائیل کو لے کر چلے جاؤ۔تقریباً چار لاکھ بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ میں قبرِ یوسفؑ سے یوسفؑ کو نکالا اور زمینِ شام میں دفن کیا۔ جب فرعون اور قبطیوں نے بنی اسرائیل کو نہ پایا تو دس لاکھ کا لشکر لے کر تعاقب کیا۔ یوشع بن نون نے گھبرا کر موسیٰؑ سے کہا کہ لشکر فرعون آ گیا۔موسیٰؑ نے کہا کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔بس خدا نے وحی کی۔ ان اضْرِب بعصَاكَ البحر (سورۂ شعراء آیت: ۶۳) موسیٰؑ نے دریا پر عصا مارا۔ مطابق تعدادِ اسباط بارہ راستے پیدا ہوگئے۔ وہ تمام دریا میں داخل ہوگئے۔ بعد ازاں فرعون اور اس کا لشکر بھی تعاقب میں آ پہنچا۔لیکن وہ سب غرقِ دریا ہوگئے اور بنی اسرائیل کو نجات مل گئی۔ خدا نے یہی واقعہ یاد دلایا ہے اور فرمایا ہے کہ پھر بھی بنی اسرائیل نے خدا کو چھوڑ کر بچھڑا پوجا۔

آیت ۵۱:

بنی اسرائیل نے کتاب کی درخواست کی تھی تو موسیٰؑ کوہِ طور پر چالیس دن کے لئے توریت لینے گئے تھے۔ ان کے پیچھے قوم نے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا اور ہارونؑ جن کو موسیٰؑ نے اپنا خلیفہ بنایا ان کی بات نہ مانی۔

(فرعون سے) آزادی ملنے کے بعد خدا نے بنی اسرائیل کو ایک مکمل نظامِ زندگی شریعت کی شکل میں دینا چاہا۔ اِس لئے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا گیا کہ تیس (۳۰) دن کوہِ طُور پر عبادت اور دعا میں صَرف کریں۔ پھر دس (۱۰) دن اور بڑھا دیئے گئے۔ اِس تبدیلی کو اصطلاحِ شریعت میں ''بدا'' کہتے ہیں۔یعنی ''کسی مصلحت کے سبب کوئی تبدیلی واقع ہونا'' اگرچہ اس تبدیلی کا وقوع علمِ خدا میں پہلے ہی سے ہوتا ہے۔ یہاں مصلحت یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی قوم کا امتحان لے لیا جائے۔

آیت ۵۴:

جب موسیٰؑ توریت لینے کے لئے طور پر چلے گئے اور اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنا خلیفہ اُمّت پر بنا گئے تو ایک منافق جس کا نام مسیح اور جو سامری کے نام سے مشہور تھا زرگر تھا، اس نے بنی اسرائیل کے زیورات اکھٹا کر کے ایک بچھڑا بنایا اور اس کے منہ کو ہوا کے رخ پر رکھا کہ وہ ہوا کے زور سے آواز دیتا تھا اور بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمہارا خدا

ہے۔ چنانچہ ایک کثیر تعداد نے گوٗ سالہ پرستی اختیار کی۔ آخر ان کی توبہ قبول ہونے کی شرط خداوندِ عالم نے یہ رکھی کہ وہ اپنے قرابت دار گوٗسالہ پرستوں کو قتل کر دیں۔ لہٰذا بکثرت قتل ہوئے۔ آخر موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی اور پھر وہ حکمِ قتل منسوخ ہوا۔

جو لوگ شرک سے تو الگ رہے مگر بُرائی کو دیکھتے رہے اُن کو یہ سزا دی گئی کہ جس کا جو عزیز شرک کا مرتکب ہوا ہے اس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرے۔ (تفسیر صافی ص ۳۲۔ بلاغی)

روایت اہل بیت میں، کہ بارہ ہزار آدمیوں نے گوٗ سالہ پرستی نہیں کی تھی اور ۶ چھ لاکھ نے کی تھی۔ ستّر ہزار آدمی جب قتل کر دیئے گئے تو باقی مشرکوں نے محمدؐ وآلِ محمدؐ کا واسطہ دیا۔ اللہ نے بقایا مشرکوں کی دعا قبول کر لی تو وہ قتل سے بچ گئے۔ (تفسیر انوار النجف جلد: ۲ ص ۱۰۹)

آیت ۵۵:

حضرت موسیٰ نے ستر افراد کو ساتھ لیا۔ کوہ طور پر گئے اور حجابِ قدرت میں پوشیدہ ہو گئے۔ خدا نے کلام کیا۔ آپ نے ساتھیوں سے پوچھا کہ تم نے کلامِ خدا سنا۔ تو ساتھی کہنے لگے ہم کو تو یقین نہیں آتا کہ یہ کلامِ خدا ہے۔ ہم تو خدا کو آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی۔ خدا نے ایک نور پیدا کیا کہ موسیٰؑ بے ہوش ہو گئے اور ساتھی مر گئے۔ جب موسیٰؑ کو ہوش آیا تو موسیٰؑ نے دعا کی تو وہ دوبارہ زندہ ہو گئے۔ خد نے یاد دلایا کہ خدا منزہ ہے اس سے کہ اس کو دیکھا جا سکے اور ایسا اعتقاد سببِ عذاب ہے۔ کیونکہ خدا کو مثلِ موجوداتِ عالم اعتقاد کرنا شرک ہے جو سببِ عذابِ آخرت ہے۔

خدا کے جلال وغضب کا مظاہرہ یہ بتا رہا ہے کہ خدا کو دیکھنے کا مطالبہ خدا کی عظمت اور شان کے کس قدر خلاف تھا۔ ثابت ہوا کہ خدا کو دیکھنا محال ہے۔ عظمتِ خدا کے منافی ہے۔ خدا کو نہ تو دنیا میں دیکھا جا سکتا ہے، نہ آخرت میں کیونکہ قیامت کے آنے سے خدا کی عظمت میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اگر آخرت میں خدا کا دیدار ممکن ہوتا تو خدا جواب میں یہ فرماتا کہ: ''ابھی صبر کرو جنّت میں دیدار ہو جائے گا۔''

حقیقت میں کسی چیز کو دیکھنا اُسی وقت ممکن ہے جب وہ کسی سمت میں مقیدّ ہو، زمان و مکان میں مقیدّ ہو۔ جسم رکھتا ہو اور خدا ان تمام باتوں سے بلند اور منزّہ ہے۔

آیت ۵۶:

جب موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ بیت المقدس جاؤ اور عمالقہ سے جنگ کرو تو انہوں نے جواب میں کہا **فاذھب انت وربك فقاتلا انا ھھنا قاعدون** (سورۂ مائدہ آیت: ۲۴)۔ (اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا دونوں

جاؤ لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں)۔ان پر عذاب خدا نازل ہوا اور خدا نے ان کا چالیس سال تک شہر میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔ **فانها محرمة عليهم اربعين سنة يتيهون فى الارض** (سورۂ مائدہ آیت ۲۶)۔ چالیس سال تک صحرائے تیہ میں جو چھ فرسخ مربع تھا اس میں نہ پہاڑ تھا نہ درخت بنی اسرائیل سرگرداں رہے۔صبح تا شام چلتے تھے مگر وادی تیہ سے نہ نکل سکتے تھے۔آخر موسیٰؑ سے التجا کی کہ دھوپ کی گرمی سے بچالے۔خدا یاد دلا رہا ہے کہ **وظللنا عليكم الغمام** (سورۂ بقرہ آیت:۵۷)۔ہم نے ابر کا سائبان تم پر بنایا۔

آیت ۵۷:

من وسلویٰ۔ پھر خدا نے اپنا یہ احسان یاد دلایا کہ وادی تیہ میں تم بھوکے مرتے تھے۔تمہاری خاطر ہمارے نبی موسیٰؑ نے دعا کی تو ہم نے تم کو من وسلویٰ عطا کیا۔خدا نے ابر کو حکم دیا کہ وہ ان پر ترنجبین شیریں برسائے اور بُھنے ہوئے طیور آسمان سے گرتے تھے۔جن کو وہ کھاتے تھے۔من وسلویٰ جمعہ کے دن دوگنا نازل ہوتا تھا اور سنیچر کو بند رہتا تھا۔حکم تھا کہ ایک دن سے زیادہ غذا جمع نہ کریں۔مگر بنی اسرائیل نے اس کو جمع کیا۔ بالآخر خدا نے اسے بند کر دیا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جو صبح سو جاتا اس پر من وسلویٰ نازل نہیں ہوتا۔ بہرحال اس مدت میں موسیٰؑ و ہارونؑ وفات پا گئے۔ بعد میں یوشع بن نونؑ ان کے خلیفہ ہوئے۔

اہلِ لغت نے لکھا ہے کہ ''مَنّ'' ایک میٹھی چیز تھی اور شبنم کی طرح درختوں پر گرتی تھی اور بہت لذیذ تھی اور ''سَلوٰی'' بٹیر کی شکل کا ایک چھوٹا سا پرندہ تھا۔

آیت ۵۸:

بعدِ نبوتِ یوشع بن نونؑ، بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ وہ بیت المقدس کے قریب ایلیا یا ارتھا کے قریہ میں جائیں یہ مسکن جبابرہ کا تھا جو قومِ عاد سے عمالقہ سے تھی۔ ان کا سردار نوح بن عنق تھا۔ بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ وہ باب ششم بیت المقدس سے داخل ہوں اور لفظ ''حطّہ'' زبان پر جاری رکھیں یعنی استغفار کرتے ہوئے داخل ہوں تاکہ خدا ان کے سابقہ گناہوں کو معاف کر دے۔ ان نافرمانوں نے حطہ کے بجائے حنطہ یعنی سرخ گندم کہا اور دوسرے دروازوں سے داخل ہوئے۔ خدا نے پھر عذاب کے طور پر ان پر طاعون نازل کر دیا جس سے ۲۴۰۰۰ لوگ مر گئے۔

''حِطّہ'' کے معنی گرانے کے ہیں۔ ،مطلب یہ تھا کہ ''اے خدا! ہمارے گناہوں کا بوجھ گرادے، معاف کردے۔'' بنی اسائیل نے حِطّہ کہنے کے بجائے ''حنطہ'' یعنی ،گندم، کہا۔(یہ اُن کی فطرت تھی کہ حکم کچھ تھا، کہا کچھ)۔

آیت ۵۹:

معلوم ہوا کہ وہ گناہوں کی معافی کو اہمیت نہ دیتے تھے، پیٹ بھرنا اُن کا اصل مقصد تھا۔ پھر خدا کا یہ فرمانا کہ سزا اِس لئے دی گئی کہ ''وہ برابر نافرمانی کرتے رہتے تھے۔'' ظاہر ہوا کہ اُن کا یہ فعل کوئی وقتی شرارت نہ تھی بلکہ اُن کا طریقہ ہی یہ تھا۔

آیت ۶۰:

بنی اسرائیل پر جب پانی نایاب تھا تو انہوں نے موسیٰؑ سے دعا کی فرمائش کی۔ موسیٰؑ نے دعا کی تو حکمِ خدا ہوا کہ اپنے عصا کو پتھر پر مارو۔ موسیٰؑ نے عصا پتھر پر مارا بارہ چشمے جاری ہو گئے اور سو ہزار آدمیوں کو وہ چشمے سیراب کرتے تھے۔ خدا نے بنی اسرائیل کو یہ احسان بھی یاد دلایا ہے۔

آیت ۶۱:

خدا نے پھر بنی اسرائیل اہل کتاب کو یاد دلایا ہے کہ ہم نے تم کو من وسلویٰ عطا کیا۔ مگر تم نے ناشکری کی اور پھر موسیٰؑ سے فرمائش کی کہ ہم کو ترکاری، لہسن اور پیاز کی ضرورت ہے۔ موسیٰؑ نے تم کو سمجھایا بھی کہ اعلیٰ غذا کو ادنیٰ غذا سے بدلنا چاہتے ہو۔ مگر تم پھر بھی نہ مانے تو ہم نے حکم دیا کہ ان کو شہر فرعون مصر بھیج دو تاکہ اپنی سرکشی کی وجہ سے ذلیل وخوار ہوں اور کیونکہ انہوں نے نعمتِ خدا کی ناشکری کی اس لئے بھی وہ مستحق سزا وعذاب تھے کہ وہ معجزات انبیاءؑ کے منکر تھے۔ انہوں نے فرعون کا غرق ہونا، دریا کا راستہ دینا، من وسلویٰ اترنا، بادلوں کا سایہ ہونا، پتھر سے چشمے جاری ہونا، سب کچھ دیکھا تھا مگر پھر بھی توحیدِ خدا کا انکار کیا تھا۔ اس پر مزید یہ کہ وہ ایک دن میں ستّر انبیاء کو بے وجہ و بے گناہ قتل کر دیتے تھے اور شام کو بازاروں میں حسب معمول اپنا کام کاج کرتے تھے گویا ان کو اپنی غلطی کا احساس ہی نہ تھا۔ ابو ہریرہؓ نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ یہودیوں نے حضرت موسیٰؑ کے بعد پانچ سو سال تک اختلاف کیا اور فرقوں میں بٹ گئے اور ہر فرقہ نے ایک الگ طریقہ اختیار کر لیا تھا اور حضرت یوشعؑ کے بعد دوسو سال تک اختلاف وتفریق میں مبتلا رہے۔ بہر حال بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے مختلف غذا کی فرمائش کی اور خدا نے من وسلویٰ جیسی نعمات کو سلب کر لیا۔ متذکرہ واقعات نے ظاہر کیا کہ سابقہ امتوں کے نافرمانوں پر ان وجوہ کی بنا پر عذاب آیا اور جو عذاب آیا البتہ وہ عذاب دنیوی تھا اور آخرت کا عذاب بھی ان کے لئے قائم ہے۔ اول یہ کہ خدا کی آیات اور معجزات پر یقین نہ کرنا۔ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جن لوگوں نے ان معجزات کو دیکھ کر، (خدا نے جو واقعات قرآن میں بیان کیے ہیں) ان کو پڑھ کر اور رسول خداؐ نے ان کی تصدیق کی ہے اس پر بھی وہ معجزات کے منکر ہوئے تو گویا وہ خدا کو قادرِ مطلق نہیں مانتے تھے۔ لہٰذا کفر و نافرمانی اصل میں یہی سببِ عذاب دارین ہے۔ خدا کی عطا کردہ نعمات پر قناعت نہ کرنا اور شکوہ شکایت کرنا، کفرانِ نعمت ہے۔ لہٰذا یہ بھی سببِ عذاب ہوتا ہے۔

انبیاء پر ظلم کرنا ان کو قتل کرنا یا انبیاء اللہ کو قتل کرنا بھی سببِ عذاب ہے۔

دینِ خدا میں اور اس کے احکام میں اختلاف کرنا اور فرمانِ رسول کے خلاف عمل کرنا بھی باعثِ عذاب ہے۔

دینِ خدا میں فرقے بنانا اور ہر فرقہ کا دین کے معاملہ میں الگ الگ عقیدہ ہونا بھی سببِ گمراہی ہے اور سببِ عذاب ہے۔

یہ نہیں ہے کہ عذاب آخرت میں دیا جائے گا، بلکہ خدا تنبیہ و اصلاح کے لئے دنیا میں بھی عذاب دیتا ہے۔ امراضِ وبائی، طوفانِ آب وہوا، زلزلے، سیلاب، قحط اور غلامی نیز زوالِ حکومت بھی عذاب ہے۔ ان واقعات کی روشنی میں اس عہد کے دعویدارانِ اسلام اپنے چہرہ کو آئینہ تاریخ اسلامی میں بغور دیکھیں اور بمطابقِ دینِ اسلام عمل کرنے کی توفیق حاصل کریں تاکہ فلاحِ دارین مثل اپنے اسلاف کے حاصل کریں۔

اس آیت کے سمجھنے میں بعض مترجمین نے غلطی کی ہے۔ خدا نے اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ ان لا چار قسم کے لوگوں کے لئے خدا کے پاس اجر ہے: اول مومن جو خدا و رسول پر ایمان لا چکے ہیں۔ دوم وہ لوگ جو یہودی یا نصرانی اور ستارہ پرست تھے، مگر وہ حضرت محمدؐ اور قرآن پر بھی ایمان لے آئے ہیں یا آئندہ ایمان لائیں گے۔ چونکہ خدا نیکوکاروں کو اجر دے گا۔

آیت ۶۲:

خداوندِ عالم نے پھر اہلِ کتاب بنی اسرائیل کو تنبیہ اور تہدید یاد دلائی ہے اور ان کا اقرارِ ایمان یاد دلایا ہے، جب حضرت موسیٰؑ توریت لائے تو اُمّت نے کہا کہ اس کے احکام سخت ہیں، ہماری برداشت سے باہر ہیں اور سرکش و نافرمان ہو گئے۔ چونکہ خدا ان کو بار بار تنبیہ کر چکا تھا اور خود ان کی فرمائش پر موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی تھی اور ان کو توریت ملی تھی پھر بھی وہ توریت کے قبول کرنے سے باغی رہے۔ لہٰذا خدا نے کوہِ طور کو ان پر بلند کر دیا کہ وہ اس کے نیچے تھے۔ آگ ان کے سامنے شعلہ زن تھی اور ان کے عقب میں دریائے زخّار لہریں لے رہا تھا۔ حکم کی دیر تھی کہ ان کو فنا کر دیا جائے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ جان نہ بچے گی اور قوم کی قوم فنا ہو جائے گی تو انہوں نے وعدہِ ایمان کر لیا مگر چونکہ وہ دل سے مومن نہیں ہوئے تھے لہٰذا کچھ مدت کے بعد پھر منحرف ہو گئے۔ مگر خدا نے اپنا فضل و کرم کیا کہ ان کی توبہ قبول کر لی اور اب ان کو موقع دیا ہے کہ وہ حضرت محمدؐ آخری نبی و رسولؐ اور قرآن پر ایمان لائیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو نقصان میں رہیں گے۔

خداوندِ عالم نے سارے مذاہب کے لئے ایک ہی معیارِ نجات بتایا ہے۔ آخرت کی نجات کا دار و مدار ایمان باللہ، آخرت پر یقین اور عمل صالح پر ہے۔ ''ایسے لوگوں کا اجر و ثواب اللہ کے نزدیک ثابت ہے، وہ قیامت کے دن خوف و حُزن سے محفوظ رہیں گے۔''

بعض مفسّرین نے کہا ہے کہ یہ آیت صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جو قبلِ بعثتِ پیغمبر آخرالزّ مان حضرت محمدؐ سے پہلے یعنی انبیاءِ ماسبق کے دین پر تھے اور جناب رسالت مآبؐ پر غائبانہ ایمان رکھتے تھے۔ پھر اُن میں سے کچھ لوگوں نے حضورِ اکرمؐ کا زمانہ بھی دیکھا اور ''ایمان'' بھی لائے، جیسے: سلمانؓ اور ابوذرؓ وغیرہ اور کئی آنحضرؐت کی بعثتِ سے پہلے انتقال کر گئے۔ (تفسیر انوار النجف ؒ جلد: ۲ ص ۱۱۹)

آیت ۶۳:

خدا نے توریت عطا کی تھی اس میں حلال وحرام کے احکام تھے اور اس میں حضرت محمدؐ اور قران کی پیشنگوئی اور خبر تھی جس کی تصدیق خود حضرت موسیٰؑ نے کی تھی باوجود اس کے بنی اسرائیل نے نبوتِ حضرت محمدؐ اور قران سے انکار کیا۔ حکم تھا کہ توریت میں جو خبر لکھی ہے اس کو یادرکھیں یعنی جب حضرت محمدؐ کی بعثت ہو تو ان پر ایمان لائیں مگر یہود و نصاریٰ نے انکار کیا اور وہ اب تک منکر ہیں لہٰذا وہ دنیاوی عذاب میں اِسی طرح گرفتار ہیں کہ ان کے درمیان اختلاف ہے۔ وہ ہمیشہ تباہ کن جنگ وجدال میں رہیں گے اور دنیا کی ذلت اور عاقبت کا عذاب ان کے ذمہ رہے گا۔

اگر سابقہ امتیں اور دوسری اقوام حضرت محمدؐ اور قران پر ایمان لاتیں اور وہ صاحبِ تقویٰ ہو جاتیں یعنی دنیا کے برے کاموں سے محفوظ رہتیں تو آخرت میں نجات کی مستحق ہوتیں۔

آیت ۶۵:

یہ خطاب یہودیوں سے ہے ان کو خدا نے یاد دلایا ہے کہ شہر ایلہ میں انہوں نے احکام یوم سبت (ہفتہ کے دن) کی خلاف ورزی کی۔ حکمِ خدا تھا کہ یوم سبت کا احترام کریں اور بحرِ اخضر کے کنارے شہر ایلہ میں مچھلیاں یوم ہفتہ کو نہ پکڑیں۔ مگر انہوں نے روزِ ہفتہ بھی ماہی گیری کی اور ان کے ذخیرے جمع کر کے مالدار ہو گئے۔ یہ ستّر ہزار افراد تھے۔ جب ان کو شکار ماہی سے روکا گیا تو وہ شہر سے باہر آباد ہو گئے اور ایک قلعہ تعمیر کر کے رہنے لگے۔ ایک دن صبح کو اس حصار سے آوازیں نہ آئیں۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ سب بندر ہو گئے تھے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خدا نے ان کو عبرت ونصیحتِ سابقین وآخرین کے لئے بندر بنایا تھا۔ وہ سب تین دن زندہ رہ کر ذلیل وخوار ہو کر مر گئے۔

'سَبت ِ'' یعنی ہفتہ کا دن یہودیوں کے لئے عبات اور ذکر الٰہی کے لئے مخصوص تھا۔ اس دن کسی اور کام کی ممانعت تھی۔ مگر یہودی اس حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے اس لئے ان کو خدا نے بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا تھا۔

تفسیر بُرہان میں حضرت علیؑ ابن الحسینؑ سے روایت ہے، کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم شہر ''ایلۃ'' جو دریا کے کنارے آباد تھا، میں رہتی تھی اور باوجود ممانعت کے ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کرتی تھی۔ وہ لوگ تعداد میں ستّر ہزار تھے شہر کے باقی دس ہزار آدمی اِن کو منع کرتے تھے کہ ایسا نہ کرو ورنہ عذابِ خدا میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ لیکن وہ لوگ نہ

مانے تو اِن دس ہزار ناصح لوگوں نے شہر سے ہجرت کی، اسی رات ستّر ہزار نافرمانوں کو اللہ نے بندر کی شکلوں میں مسخ کر دیا تھا۔''

روایات میں اس مقام کا نام جہاں یہ عذاب آیا ''ایلہ'' ہے جو دریا کے کنارے تھا۔ (طبرسی) اسی جگہ کو تورات میں ''ایلات'' کہا گیا ہے جو فلسطین کے جنوب میں عرب کی شمالی سرحد پر (قدیم علاقۂ روم میں) بحرِ قلزم پر لب ِساحل واقع ہے۔ آجکل اس کو ''عقبہ'' کہتے ہیں۔

انسانوں کے بندر بن جانے کو ''تناسخ'' نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ روح نکل کر کسی دوسرے جسم میں نہیں گئی بلکہ ان کے جسموں کی شکلیں بدل گئیں۔ اسے ''قلبِ ماہیت'' تو کہہ سکتے ہیں لیکن ''تناسخ'' نہیں کہہ سکتے۔

آیت ۶۷:

بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص مسمی عافیل تھا۔ مال کے لالچ کی وجہ سے اس کے چچازاد بھائی نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی لاش مسجدِ بنی اسرائیل میں ڈال دی۔ اس مسجد کے مطابقِ تعدادِ اسباط بارہ دروازے تھے۔ دو اسباط میں نزاع ہوئی اور قاتل نے خون کا دعویٰ کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ گائے کو ذبح کرو تا کہ اُس کے خون کا فیصلہ ہو۔ افرادِ قوم نے گائے کے ذبح میں بہانے کیے۔ سوال پر سوال کرتے رہے اور خدا بھی اس کی شرائط میں اضافہ کرتا رہا۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ گئو سالہ پرستی کر چکے تھے لہٰذا گائے کے ذبیحہ کو ان کی آزمائش بنایا گیا۔ وہ ٹال مٹول کرتے رہے لیکن آخر گائے ذبح کرنی پڑی اور مطابقِ حکمِ خدا اس گائے کے ایک عضو کو اس لاش سے مس کیا گیا۔ عافیل زندہ ہو گیا اور اس نے قاتل کا نام بتایا۔ یوں خدا نے فرمایا کہ عہدِ سابقہ کے لوگ اور عہدِ حضرت محمدؐ کے لوگ اور قیامت تک آنے والے انسان بعدِ موت زندہ ہونے کا یقین رکھیں۔ جبکہ مُردہ گائے کے مردہ جسم کا حصّہ چھونے سے مردہ زندہ ہوسکتا ہے تو خدائے قدیر بعدِ موت تمام اہلِ دنیا کو کیوں زندہ نہیں کرسکتا ہے۔ بیشک وہ قادرِ مطلق ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کے ایک نیک آدمی کو اس کے عزیز نے قتل کر ڈالا اور خود ہی اُس کے خون کا دعویدار بن بیٹھا۔ خدا نے اُس قاتل کا پتہ لگانے کے لئے گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ (طبرسی)

یہ گائے ایک جوانِ صالح کی تھی۔ خدا کو اُسے مالی نفع پہنچانا مقصود تھا۔ (صافی) بظاہر قتل کا پتہ لگانے سے گائے کے ذبح کرنے کا کوئی تعلّق نہ تھا، اس لئے قوم والے خوب ہنسے۔ اس لئے کہا، کونسی گائے؟ کیسی گائے؟ کس رنگ کی؟ کس نسل کی؟ وغیرہ قتل کے مقدمہ کے موقع پر ایسا مذاق جہالت کے سوا کیا تھا۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: ''پناہ بخدا کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔'' یعنی ایسے مذاق کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

آیت ۶۸:

خداوندِ عالم حضرت موسیٰؑ کو بھی حکم دے سکتا تھا کہ وہ دعا کریں کہ مردہ زندہ ہو جائے گا مگر چونکہ یہ معجزہ حضرت

عیسیٰؑ کے لئے مخصوص تھا اس لئے اس معجزہ میں موسیٰؑ کو شریک نہیں کیا۔ اس کے علاوہ خدا نے یہ بھی دکھایا کہ جانور وہ بھی مذبوحہ و مردہ اس کا بھی گوشت کا ٹکڑا جب مردہ سے مس کر دیا جائے تو وہ زندہ ہو جائے تو پھر قیامت اور اس کا انکار خدا کی قدرت کاملہ میں شک کرنا ہے۔ چونکہ تمام ادیانِ سابقہ نیز دینِ اسلام کا بنیادی اعتقاد یومِ آخرت اور حسابِ روزِ قیامت پر ہے۔ تمام عبادات اور ثواب وعذاب اسی اعتقاد پر منحصر ہیں لہٰذا خدا نے جگہ جگہ حیاتِ بعدِ موت کو یاد دلایا ہے اور مختلف قسم کی ایسی مثالیں دی ہیں جو آنکھوں دیکھی ہیں۔ واقعہ گاؤِ مذبوحہ عہد موسیٰؑ کی بات تھی مگر قرآن میں کئی جگہ وہ باتیں بیان کی گئی ہیں جن کو ہر انسان دیکھتا ہے آئندہ اپنے موقع پر لکھی جائیں گی۔ اس واقعہ کو قرآن نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اہل کتاب کو ذرا بھی شک نہ ہو سکے کہ حضرت محمدؐ نے سنی سنائی باتیں کہہ دی ہوں گی۔ قرآن کتابِ خدا ہے اور حضرت محمدؐ رسولِ خداؐ ہیں۔ ان دو باتوں کا اقرار اہلِ کتاب کے لئے ضروری تھا کیونکہ وہ اپنے خیال میں یہ بات طے کر چکے تھے کہ وہ انبیاء کے ماننے والے ہیں اور کتابِ خدا توریت انجیل وزبور ان کے ہاتھوں میں ہے ان کے علماء واحبار موجود ہیں ان کی عبادت گاہیں اور بیت المقدس موجود ہے لہٰذا ان کو یہ زعم رہے گا کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ ان کو کسی دوسرے دین کو قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو خدا نے واقعات امم سابقہ اور انبیاءِ سابقہ کو بہ تفصیل بیان کیا تا کہ منکرانِ اسلام کو یہ معلوم ہو کہ اگر محمدؐ خدا کے رسول نہ ہوتے اور پھر ان پڑھ بھی ہیں تو کیوں کر وہ پرانی تاریخ اور واقعاتِ امم کو بیان کر سکتے اور یہ بتاتے کہ خدا کے احکام فلاں فلاں نبی کے زمانہ میں یہ تھے۔ درحقیقت یہ آیات اور واقعات رسالتِ حضرت محمدؐ اور قرآن کے کتابِ خدا ہونے کا ثبوت ہیں۔ یہود ونصاریٰ نے کم از کم اپنے دین اور اپنی کتابوں کی تصدیق کی ہوتی یا اس زمانہ کے یہود ونصاریٰ تصدیق کریں کہ ان کی مذہبی کتابوں میں حضرت محمدؐ کی رسالت کی خبر موجود ہے یا نہیں۔ اور جب ان کو نبی آخر کہا گیا ہے تو پھر پہلی کتابوں کو منسوخ کیا گیا ہے بعدہٗ دینِ اسلام ہی کو دینِ خدا کہا گیا ہے۔ اب بغیر اقرارِ دینِ اسلام نجات ناممکن ہے وگرنہ عذاب یقینی ہے۔

ان آیات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ افرادِ امت کو نبی سے خواہ مخواہ سوال نہ کرنا چاہئیں۔ یہ شانِ نبوت میں گستاخی کے مترادف ہے۔ بعض لوگ حضرت محمدؐ سے ایسے ہی سوالات کرتے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم گذشتہ امتوں کی مانند سوالات کر کے عذاب کے خواستگار ہو؟

آیت ۷۱:

اس تمام بیان سے واضح ہے کہ جو چیز خدا کو پیش کی جائے وہ ہر عیب سے پاک ہو اور حتی المقدور ساری خوبیاں اس میں موجود ہوں۔ تا کہ معلوم ہو کہ بندہ خلوصِ دل سے ہدیہ پیشِ خالق کرنا چاہتا ہے۔

بنی اسرائیل میں ایک بہت خوبصورت عورت تھی اُسے ایک نیک مالدار آدمی نے شادی کا پیغام دیا اُس آدمی

کے ایک چچازاد بھائی نے بھی اُسی عورت کو اپنی شادی کا پیغام دیا۔لیکن عورت نے اُس نیک آدمی کا پیغام منظور کرلیا اور اُس سے شادی کرلی۔اِس پر اُس نیک آدمی کے چچازاد بھائی نے موقع پا کر اُسے قتل کردیا اور اُس کی لاش محلّے کی مسجد کے دروازے پر ڈال دی اور صبح کو خود ہی اُس کے خون کا دعویدار بن گیا۔خدا نے حکم دیا کہ ایک گائے کو ذبح کر کے اُس کے گوشت کا ٹکڑا مقتول کی لاش پر مارا جائے گا تو مقتول زندہ ہوکر بتادے گا کہ اُس کا قتل کون ہے؟ بنی اسرائیل نے گائے کے سلسلے میں کٹ حجتیاں کیں کیونکہ وہ ایسا کرنا نہ چاہتے تھے۔ بالآخر ایسا ہی کرنا پڑا اور قاتل کا پتہ چل گیا۔(طبرسی،صافی ص ۳۴)

وہ گائے ایک ایسے نوجوان کی تھی جو محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجتا تھا۔جس کی برکت سے اللہ نے اُسے گائے کی قیمت پچاس لاکھ دینار بنی اسرائیل سے دلائے۔تفسیر برُہان میں ہے کہ جب مقتول زندہ ہوگیا تو اُس نے دو قاتلوں کی نشاندھی کی،اُن کو قصاص میں قتل کردیا گیا۔مقتول نے جب دُرود کی برکت دیکھی تو محمدؐ وآل محمدؐ پر درود پڑھ کر اپنی طولِ حیات کی دعا مانگی تو وحی کے ذریعے اس کی اصل حیات میں ۷۰ (ستّر) برس کا اضافہ کردیا گیا۔بنی اسرائیل نے درود پڑھ کر دعا کی تو انہیں گائے کی ادا کردہ قیمت سے دوگنی دولت عطا فرمائی گئی۔(انوار النجف جلد:۲ ص ۱۲۵)

آیت ۷۴:

خداوندِ عالم نے قرآن میں معجزاتِ انبیاء کو بیان کیا ہے اور اپنی قدرتِ کاملہ کے مظاہر پیش کیے ہیں تا کہ اہلِ کتاب نیز منکرینِ رسالتِ حضرت محمدؐ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں اور ان طریقوں پر نہ چلیں کہ مستوجبِ ذلتِ دنیا وعذابِ آخرت ہوں۔تمام روئے زمین کے انسانوں کے لئے ان واقعات میں نصیحت،ہدایت اور عبرت ہے تا کہ وہ اپنی عقلوں کو کام میں لائیں اور خداوندِ عالم جو قادرِ مطلق ہے اس کے سامنے اپنا سرِ نیاز جھکا دیں اور اس طرح فلاحِ دارین حاصل کریں۔

انسان بار بار آیاتِ خدا کو دیکھے اور اقوامِ گذشتہ کے حالات اور ان کی ترقی وتنزلی کے اسباب پر غور کرے اور پھر بھی دل کا اندھا ہوجائے تو وہ پتھر سے بدتر ہے کیونکہ پتھر میں عقل وشعور نہیں ہے اور نہ اس میں انسانی قویٰ میں سے کوئی قوت موجود ہے۔ایمان دل میں نرمی پیدا کرتا ہے۔صلاحیت اور قبولِ ہدایت پیدا کرتا ہے اور یوں انسان خدا کا بندہ اور مخلوقاتِ خدا کا ہمدرد بن جاتا ہے اور معاشرۂ انسانی کا اعلیٰ فرد بن جاتا ہے۔اگر انسان خدا اور رسولؐ کو نہیں مانتا اور ان کے احکام کی پرواہ نہیں کرتا،تو وہ حیوانات سے بدتر ہوجاتا ہے۔کیونکہ حیوانات اپنے مربی ونگران کو پہچانتے ہیں،ان کی اطاعت کرتے ہیں۔بلکہ وہ پتھر سے بھی بدتر ہوجاتا ہے۔یہی حال بنو اسرائیل یہود ونصاریٰ کا ہوگیا تھا اور آج بھی ہے۔

آیت ۷۴:

خدا نے بتایا ہے کہ پتھروں سے چشمے نکلتے ہیں یعنی وہ حکمِ خدا کے تابع ہیں اور اہلِ دنیا کے لئے مفید اور بعض چٹانیں خود بخود پھٹ جاتی ہیں اور ان سے آبشاریں جاری ہو جاتی ہیں جو زمین کو سیراب کر کے انسانوں اور حیوانوں کے لئے غذا فراہم کرتی ہیں اور بعض پتھر اتنے حساس ہیں کہ ان پر خوف خدا طاری ہو جاتا ہے تو پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے گر جاتے ہیں۔

جمادات، کہسار و ذرات، صحر اور حیوانات تمام احکامِ خدا کے پابند ہیں۔ خدا نے ان کے لئے خواص فطری بنا دیئے ہیں، ان سے سرمو فرق سرزد نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کے مقرر کردہ قاعدہ کے مطابق اپنی موت، حیات و بقا کو پورا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر تو انسان کو جو صاحبِ عقل ہے اپنے خالق و رازق کا اقرار کرنا چاہئے اور اگر انسان اس پر صدق دل سے یقین کر لے تو اس کا کوئی عمل رضائے الٰہی کے خلاف نہ ہو اور وہ قوانینِ الٰہیہ کا پابند ہو کر معاشرہ انسانی کا بہترین فرد ہو جائے اور اس وقت دنیا میں جو فساد، بدامنی، بد دیانتی، سرقہ، زنا کاری عام ہے اور جس کی وجہ سے نظامِ امنِ عالم درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے سب درست ہو جائے۔

عہدِ رسولؐ میں یہود آتے تھے اور رسول خداؐ کے سامنے اپنے ایمان بہ خدا کا اقرار کرتے تھے۔ بعد کو اپنے یاروں میں جا کر قرآن کے احکام کو غلط بیان کرتے تھے اور باہم کہتے تھے کہ تم نے یہ کیوں بیان کر دیا کہ محمدؐ کا ذکر ان کتابوں میں ہے۔ اس لئے کہ کل کو مسلمان تم پر حجت و دلیل لائیں گے۔ اس طرح یہ کلامِ خدا کو بدل دیتے تھے اور یا نافرمانی کرتے تھے۔

روایتِ اہلِ بیتؑ میں ہے کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کی نبوتؐ کی تصدیق کے بارے میں عرض کیا کہ اگر آپؐ کی تصدیق پہاڑ کر دے تو ہم مان لیں گے۔ پس حضور اکرمؐ ان کو لیکر ایک پہاڑ کے پاس پہنچے اور اُس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے پہاڑ! بحقِ محمدؐ وآلہ الطّیّبین جن کے نام کی برکت سے حاملانِ عرش کا بوجھ ہلکا ہوا، آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی اور جنکی بدولت ادریسؑ کو جنتؐ میں اُٹھالیا گیا تو محمدؐ کی گواہی دے۔" پس اُس پہاڑ سے پانی جاری ہو گیا اور اُس سے ندا آئی أشهد أنّك رسول ربّ العالمین۔" (بر محمدؐ وآل محمدؐ درود پڑھیں:) اللّٰھم صل علیٰ محمدؐ وآلِ محمد (از تفسیر بُرہان بحوالہ انوار النجف جلد: ۲ ص ۱۲۷)

آیت ۷۶:

یہود کی کتاب توریت میں حضرت محمدؐ کی بعثت کی خبر موجود تھی تو بعض یہود اس کا اقرار کرتے تھے، اس پر دوسرے یہودی ان کو طعنہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم مسلمانوں کو کیوں بتاتے ہو کہ ان کے رسولؐ کا ذکر توریت

میں ہے۔ یہ لوگ بعد کو تم کو قائل کریں گے اور یہی دلیل پیش کریں گے کہ محمدؐ کا دین حق ہے اور محمدؐ خدا کے سچے رسول ہیں اور قیامت کے دن بھی خدا کی یہ حجت ہم پر قائم ہو گی کہ ہم نے محمدؐ کی نبوت کو جانتے ہوئے انکار کیا تھا لہٰذا ہم خدا کے سامنے بھی لائقِ عذاب ہوں گے۔

افلا تعقلون۔ تم کیوں نہیں سمجھتے؟ خدا کا یہ اعلان اور یہ استفہام ان سب لوگوں کے لئے بار ہا ہے جو دینِ یہود و نصاریٰ پر باقی ہیں کہ ان کو اپنی جگہ غور و فکر کرنا چاہئے کہ جب حضرت محمدؐ کی رسالت کا ذکر وہ اپنی کتابوں میں پاتے ہیں تو وہ عقل سے کام لے کر کیوں اقرارِ رسالتِ حضرت محمدؐ نہیں کرتے اور دائرہ اسلام میں آ کر اپنی دنیا و آخرت کو پُرامن کیوں نہیں بنا لیتے؟

آیت ۷۷:

مجاہدؒ سے روایت ہے کہ آیت مذکورہ کا نزول اس وقت ہوا کہ جب رسول خداؐ جنگِ احزاب سے فارغ ہوئے اور آپؐ نے بنی قریظہ کا قصد کیا تو پہلے حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور دعا فرمائی کہ اے علی جس طرح خدا نے تم کو عمرا بن عبدود پر فتح عطا کی اسی طرح تم آج بھی فتح یاب ہو۔ جب علیؑ قلعہ بنوقریظہ کے قریب پہنچے اور یہودیوں نے دیکھا تو ان پر رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے قلعہ کے حصار سے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ حضرت علیؑ نے چاہا کہ رسول اللہؐ کو واپس جا کر مطلع کر دیں کہ خود رسول اللہؐ تشریف لے آئے اور جب آپؐ نے بھی گالیاں دیتے سنا تو فرمایا کہ **اخوۃ القردۃ والخنازیر (فإذا نزل بساحتهم فساء صباح المنذرين)**۔ (سورہ صافات آیت:۱۷۷) ۔ جب یہود نے سنا کہ محمدؐ ہم کو بندر اور سور کا بھائی کہہ کر بُرا کہہ رہے ہیں تو سوچا کہ ان کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہمارے اسلاف بوجہ عذاب بندر ہو گئے تھے اور ہلاک ہو گئے تھے۔ آپس میں کہنے لگے کیا ہم میں سے کسی نے محمدؐ کو یہ واقعہ بتایا ہے۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی اور کہا کہ خدا وہ سب جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو یا چھپاتے ہو۔

آیت ۷۸:

قومِ عرب جاہل تھی اس لئے حدیث ہے کہ **نحن امۃ لا نکتب ولا نحسب**۔ ہم امت عرب نہ لکھنا جانتی ہے اور نہ حساب۔ یہاں مراد جاہل لوگ ہیں۔

علماء کی تقلید: تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ کتاب کے معانی کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے صرف پڑھ لینا کافی نہیں اور علماء پر کتاب کی حجّت قائم ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ''عوامِ یہود کو معلوم تھا کہ اُن کے علماء جھوٹ بولتے ہیں، حرام کھاتے ہیں، رشوت لیتے ہیں اور رشتہ داریوں، سفارشوں کی بناء پر احکامِ خدا کو تبدیل کر دیتے ہیں، لوگوں سے ناراض ہو کر اُن کو حقوق سے محروم کر دیتے ہیں، اور اگر اُن سے راضی ہوں تو اُن کو ناحق اموال دلواتے ہیں وغیرہ۔ لہٰذا اللہ نے

ایسے علماء کی اندھی تقلید کی مذمّت فرمائی ہے۔ اسی طرح ہمارے عوام بھی اگر اپنے علماء کو فاسق، کُنبہ پرور، مالِ دنیا کے طالب اور حرام خور پائیں، کہ جس سے راضی ہوں اُسے ناحق مال دلوائیں اور جس سے ناراض ہوں، اُس کو اُس کے جائز حقوق سے بھی محروم کردیں غرضکہ بددیانت ہوں، تو ایسے علماء کی تقلید کرنے میں ہمارے عوام اور یہود کے عوام میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن ''فقہاء میں سے جو شخص اپنے نفس کو حرام سے بچانے والا، اپنے دین کا محافظ، خواہشِ نفس کا مخالف، مولا کے فرمان کا مطیع اور ہماری احادیث کو بیان کرنے والا ہو، پس عوام کو اُس کی تقلید کرنا چاہیئے۔'' (یہ طویل روایت ہے۔ مختصر نقل کردی گئی ہے۔ انوار النجف جلد اول کے مقدمہ میں مکمل روایت موجود ہے) (از تفسیر امام حسن عسکریؑ)

اگر دیکھا جائے تو آج ہم میں بھی بہت سے اسی قسم کے لوگ ملیں گے جو قرآن کا علم تو کچھ نہیں رکھتے مگر توقّعات کی کوئی حد وانتہا ہی نہیں ہے۔ گویا جنّت کے ٹھیکیدار ہیں اور جہنم سے برأت اُن کے لئے لکھدی گئی ہے۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ فرائض سے فرار اور اخلاقِ حسنہ سے قطعاً مبرّا ہیں۔ آلِ محمدؑ کی محبت کے دعویدار ہیں مگر عملاً ان کی زندگی میں آلِ محمدؑ کے اعمال کی کوئی جھلک تک نظر نہیں آتی۔

آیت ۷۹:

جہنم کی ایک وادی ہے معید، اگر تمام پہاڑوں کو اس میں ڈال دیں تو وہ سب جل کر فنا ہو جائیں۔

کتابِ خدا میں تحریف کرنا آیات کے معنی غلط بیان کرنا یا لکھنا یا ان کو کسی قیمت پر فروخت کرنا سببِ عذاب ہے۔ یہود نے رسول خداؐ کے حلیے کو کتابِ توریت میں بگاڑ کر لکھ دیا تھا۔

خداوندِ عالم نے سابقہ آیات میں ظاہر فرمایا ہے کہ وہ کون کون کام ہیں جو انسان کو جہنمی بناتے ہیں۔ اول خدا کو حاضر و ناظر نہ جاننا۔ دوم قرآن کی آیات کی اپنی دلی آرزو کے تحت تاویل کر لینا اور غلط معنی لکھنا یا بیان کرنا یا سمجھنا۔ سوم قرآن یا اس کی تفسیر کو خود لکھ کر یہ کہنا کہ حکمِ خدا اسی طرح ہے۔ **استغفر اللہ** حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ غلط کہہ رہے ہیں۔ چہارم آیات قرآن کو کسی قیمت پر فروخت کرنا۔ یعنی امراؤ وسلاطین کی خاطر اس کے غلط معنی بیان کرنا یا اپنی جماعت وگروہ کی خوشنودی کی خاطر غلط تاویل کر کے اپنی جماعت کو اسلام کی دوسری جماعتوں کے خلاف کرنے کے لئے اور اپنی جماعت کو مضبوط کرنے کے لئے آیات قرآن کو غلط طور پر بیان کرنا۔ کیونکہ اس طرح ملتِ واحدۂ اسلامیہ میں فرقے پیدا ہوتے ہیں جو احکامِ قرآن کے خلاف ہے۔ پنجم قرآن کی غلط تاویل سے جو دولت ملے گی اور جو ایسا کرے گا وہ عذابِ ویل کا مستحق ہے۔ ششم خدا پر بہتان لگانا اور جو وعدے اس نے نہیں کیے ہیں وہ اس کے ذمہ لگانا۔ ہفتم انسان جو قرآن کے بارے میں اور خدا اور رسولؐ کے بارے میں علم نہ رکھتا ہو پھر بھی اپنے علم کے اظہار کے لئے غلط روایات، احادیث اور تفاسیر بیان کرے۔ ہشتم **مَنْ کَسَبَ سیئۃ واحاطت بہ** (سورہ بقرہ

آیت:۸۱)۔ جو برائیوں کا عادی ہو جائے اور وہ برائیاں کرتا رہے اور احکامِ خدا و رسولؐ کے خلاف رہے اس پر بدی ایسی چھا جاتی ہے کہ احساسِ نیکی اور بدی فنا ہو جاتا ہے۔ مجاہدؒ نے کہا ہے کہ جب بندۂ مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک نقطۂ سیاہ پیدا ہوتا ہے۔ جب زیادہ برائیاں کرتا ہے تو اس کا دل پورا سیاہ ہو جاتا ہے اور پھر بُرے، اچھے اور حلال وحرام کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ مگر جو مومن عملِ نیک اور اطاعتِ خدا اور رسولؐ کرتا ہے خدا نے اس سے دائمی جنت کا وعدہ کیا ہے۔

توریت میں تحریف کا پایا جانا اب کوئی اختلافی یا نزاعی مسئلہ نہیں۔ دوست و دشمن سب ہی کو یہ تسلیم ہو چکا ہے کہ یہ کلامِ الٰہی نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا رسیدہ انسانوں کی تصنیف ہے۔ کسی جاہل سے جاہل یہودی میں اب یہ ہمّت باقی نہیں کہ توارت کو قرآن مجید کی طرح تنزیلِ لفظی قرار دے...... خدا کی جانب اس کا انتساب صرف مجازاً یا بالواسطہ ہے...... اسی لئے بائبل پر تنقید کرنا اب ایک مستقل فن کی صورت میں تسلیم ہو چکا ہے۔ ہر شاخ کے الگ الگ ماہرین پیدا ہو رہے ہیں۔ البتہ عرب کے اُمّی کے لائے ہوئے کلام کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے تیرہ سو سال پہلے ہی بائبل کو محرّف اور ناقابلِ اعتماد قرار دے دیا تھا۔'' (ماجدی)

آیت ۸۱:

''مَن كَسَبَ سَيِّئَةً'':

روایات اہلِ بیتؑ میں ہے کہ سَیِّئَۃً سے ''مراد انکارِ ولایتِ علیؑ بن ابیطالبؑ ہے۔ جناب رسالت مآبؐ سے ''اصحابِ النّار'' کے بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: وہ جو علیؑ سے جنگ کریں'' اور حضرت علیؑ سے فرمایا: ''يَا عَلِيُّ حَرْبُكَ حَرْبِيْ وَ سِلْمُكَ سِلْمِيْ '' اے علیؑ! تیرے ساتھ لڑائی میرے ساتھ لڑائی ہے اور تیرے ساتھ صلح میرے ساتھ صلح کے مترادف ہے۔'' (تفسیر انوار النجف جلد: ۲ ص ۱۲۹۔۱۳۰)

خدا کے ہاں ہمارے گھڑے ہوئے نظریات اور بنائے ہوئے فرقے اسی طرح کھوٹے قرار پائیں گے جیسے کھوٹے سکّے یا ایک ملک کے سکّے جو دوسرے ملک میں کھوٹے ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے ہاں اُسی کے بنائے ہوئے نیکیوں کے سکّے چلیں گے۔ اور خدا و رسولؐ اور آخرت پر ایمان بھی ایک ایسی بنیادی نیکی ہے جس پر نجاتِ آخرت کا انحصار ہے، مگر اعمالِ نیک کے بغیر ایمان کا تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا، نجات کا اصل راز ایمان اور عملِ صالح میں مضمر ہے خواہ وہ کسی نسل و گروہ سے تعلق رکھتا ہو۔ جیسا کہ آیت: ۸۲ میں بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ'' (سورۂ حجرات آیت: ۱۳) (بیشک، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ متقی ہی مکرّم ہے)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام نے فرمایا: ''بُرائی جو کسی شخص کا احاطہ کر لیتی ہے وہ ایسی بُرائی ہے جو انسان کو دین سے خارج کر دے یا محمدؐ و آلِ محمدؑ کی محبت سے ہٹا دے یا خوفِ خدا کو اُس کے دل سے نکال دے

یا محمد مصطفیٰؐ کی نبوّت اور اُن کے جانشینوں کی ولایت سے اِنکار کرادے۔ ایسی بُرائیاں تمام اعمال کو باطل کر دیتی ہیں۔'' (تفسیر صافی ص ۷۳)

آیت ۸۲:

خدا نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ توریت حضرت موسیٰؑ کو دی اور یہودیوں سے وعدہ لیا کہ وہ اس پرعمل کریں گے۔ اس میں احکام تھے گویا قرآن میں جو احکام موجود ہیں توریت میں بھی وہ احکام موجود تھے اور خدا نے انسانوں کو ہمیشہ نیکی کا حکم دیا ہے۔ اول خدائے واحد کی پرستش، دوم والدین کے ساتھ حسن سلوک، سوم قرابت داروں کے ساتھ احسان، چہارم مجبور اور غرباء کے ساتھ حسن سلوک کرنا، پنجم لوگوں سے بخوشی اخلاق سے پیش آنا، ششم نماز ادا کرنا، ہفتم زکوٰۃ ادا کرنا۔ مگر یہودیوں نے ان میں سے کسی بات پرعمل نہیں کیا۔ خدا نے یہودیوں کو دعوتِ فکر و عمل دی ہے کہ تم کو جو قرآن تعلیم دیتا ہے یہ وہی تعلیم ہے جو توریت میں موجود تھی اب تم دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ حدیثِ قدسی میں آیا ہے من رضی عنه والده فانا عنه راض والجنة تحت اقدام الامهات (جس کی ماں اس سے راضی ہو گی میں بھی اس سے راضی ہوں اور جنت ماؤں کے پیروں کے نیچے ہے۔) خدا نے اپنی توحید کے اقرار کے بعد فوراً ہی والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس سے حقوقِ والدین کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ خدا کی توحید کا انکار سببِ عذاب ہے۔ اسی طرح والدین کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنا بھی سببِ عذاب ہوگا۔

آیت ۸۳:

''میثاق'': اہلِ کتاب کی اصطلاح میں آج تک بائبل کو ''عہد نامہ'' توراۃ کو ''عہد قدیم'' اور انجیل کو ''عہدِ جدید'' کہا جاتا ہے۔ آج بھی ایسی باتیں توراۃ میں موجود ہیں۔ مثلاً۔ ''اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔'' مثلاً فرمایا: ''میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہووے۔ تو اپنے لئے کوئی مورت یا چیز کی صورت بت مت بنا۔ تو اُن کے آگے اپنے کو مت جُھکا۔ اور نہ ان کی عبادت کر۔'' (خروج ۲:۲۔۵) اور (استثناء ۵:۷۔۸)

والدین کے بارے میں لکھا ہے: ''تو اپنے ماں باپ کو عزّت دے۔'' (خروج ۲:۱۲) (استثناء ۵:۸)

رشتہ داروں کے بارے میں فرمایا: ''اور اپنے مفلس بھائی کی طرف اپنے ہاتھ مت بند کیجیو، بلکہ تو اُس پر ہاتھ کشادہ رکھیو۔'' (استثناء ۱۵:۸،۹)

نیز فرمایا: ''اور مسافر اور یتیم اور بیوہ جو تیرے پھاٹکوں کے اندر آویں تو کھاویں اور سیر ہوویں۔'' (استثناء ۱۴:۲۹)

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: ''جہنم میں ہمیشہ کے لئے کفّار و مشرکین کو رکھا جائے گا کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ ''وہ مشرک کو کبھی نہیں بخشتا۔ کیونکہ کافر مشرک کی نیّت بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ کافر یا مشرک رہے گا۔ اسی لئے

ان کو ہمیشہ ہمیشہ جہنّم میں رہنا ہوگا۔(تفسیر لوامع القران ص ۱۶)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:''والدین کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ (۱) ان کا ادب کیا جائے (۲) جس چیز کی اُن کو ضرورت ہو اُن کے مانگے بغیر فراہم کی جائے خواہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہوں (۳) اُن کو کچھ مانگنے کی تکلیف بھی نہ دو۔ (۴) اُن کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔(۵) اُن کے آگے نہ چلو(۶) اُن کی طرف تیز نگاہ سے نہ دیکھو(۷) اگر ماریں تو کہو خدا آپ کو بخشدے اور اگر تنگ کریں تو اُف تک نہ کہو۔''

جو شخص اپنے والدین کے حقوق ادا کرلے گا اس کو جنّت میں ایک ہزار درجے عطا ہوں گے(الحدیث) (بخاری جلد ۷:ص ۹۷) (تفسیر بُرہان جلد ۱:ص ۸۷) (تفسیر صافی ص ۷۳)

حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام نے فرمایا: آگاہ ہوکر ہمارے شیعوں میں سے جو شخص ہمارے علوم کا عالم ہو اور ہماری شریعت سے جاہل کو واقف کرے جو ہماری زیارت سے محروم ہے، چونکہ وہ جاہل اُس عالم کی گود میں(ہمارا) یتیم ہے پس وہ عالم جو اُس کو ہدایت کرے اور ہماری شریعت کی اُس کو تعلیم دے،وہ رفیق اعلیٰ میں ہمارے ساتھ ہوگا (رفیق اعلیٰ سے مراد مقامِ جنّت ہے) آپؑ نے فرمایا کہ یہ حدیث میرے آباء طاہرینؑ نے جناب رسول پاکؐ سے بیان فرمائی۔(ملخص انوار النجف)

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السّلام نے فرمایا:''جو شخص ہماری شریعت کا عالم ہو وہ ہمارے کمزور شیعوں کو اُن کی جہالت کی تاریکی سے نکال کر اُس علم کی روشنی تک پہنچائے، جو ہماری طرف سے اُس کو پہنچا ہے،تو جب وہ وارِدِ محشر ہوگا اُس کے سر پر ایک نورانی تاج ہوگا جس سے تمام محشر منوّر ہوجائے گا اور اُس کو حلّہ بہشتی پہنایا جائے گا جس کے ایک ادنیٰ تار کی قیمت ساری دنیا نہیں ہوسکتی۔اور پھر اللہ کی جانب سے منادی ندا کرے گا اے بندگانِ خدا! یہ آلِ محمدؐ کے شاگردوں میں سے ایک ہے پس جس کسی کو دنیا میں اس نے جہالت کی تاریکی سے نکالا تھا وہ اِس نور کے ساتھ تمسّک اختیار کرلیں تاکہ یہ عالم اُس کو عرصۂ محشر کی تاریکی کی حیرت سے نکال کر باغاتِ جنّت میں پہنچا دے۔ پس جن لوگوں نے دنیا میں اُس عالم سے کسبِ فیضِ علم کیا ہوگا وہ سب اُس کے ہمراہ جنّت میں داخل ہوں گے۔(ملخص حدیث از تفسیر انوار النجف ج ۲ ص ۱۳۴)

مساکین سے مراد:

(خلاصۂ حدیث) حضرت امام حسن عسکری علیہ السّلام نے فرمایا:''جو شخص مساکین کی اپنے زائد مال سے خبر گیری کریگا خداوندِ عالم جنّت میں اُس کو وسیع مقام عطا فرمائے گا اور اُس کو رضا مندی و مغفرت سے لذّت اندوز فرمائے گا۔'' پھر آپؑ نے فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت علی مرتضیٰؑ کے محب مسکین ہیں، ان کی ہمدردی عام فقراء و مسکین کی ہمدردی سے افضل ہے......جو شخص دشمنانِ دین (ناصبی اور باطنی دشمن شیطان) کے اعتراضات سے بچا کر

ہمارے مساکین کو ایسی دینی تعلیم دے کہ وہ مخالفوں کو منہ توڑ جواب دے کر لاجواب کردیں اور اپنے دینی اُمور میں قوی ہوجائیں اور اُن کی دینی مسکینی دور ہوجائے تو حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: ''جب وہ عالم قبر میں سوئے گا تو خود خداوندِ عالم اُسکی قبر میں اپنی زبانِ قدرت سے اُس کی تلقین پڑھے گا...... پس فرمائے گا کہ تیرے لئے جنّت کے بلند درجات میں نے واجب کیے ہیں'' اُسی وقت اس کی قبر بہترین گلزار ہوجائے گی۔ (تفسیر انوارالنجف جلد: ۲ ص ۱۳۴)

آیت ۸۴:

مدینہ میں دو قبائل تھے ایک بنی قریظہ جو قبیلہ اوس سے مل گئے تھے اور دوسری بنی نضیر جو خزرج سے ہم عہد ہو گئے تھے اور باہم جنگ وجدال کرتے تھے۔ حضرت محمدؐ سے قریظہ و نضیر نے عہد شکنی کی تھی۔

آیت ۸۵:

خدا نے منع فرمایا تھا کہ اہلِ وطن کو ان کے گھروں سے نہ نکالو۔ ان کو قیدی بنا کر فدیہ لے کر نہ چھوڑو۔ ان کے پریشان کرنے میں ایک دوسرے کے معاون نہ بنو کیونکہ یہ سب ظلم ہے۔ خدا نے اس ظلم سے تم کو منع کیا ہے۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر مال دار اور طاقتور قبائل تھے اور انہوں نے مشرکین مکہ و مدینہ کے دو قبائل اوس وخزرج سے اس معاملہ میں مدد لی تھی خدا نے پہلے ہی توریت میں ان کو مظالم سے روکا تھا مگر عہدِ حضرت محمدؐ میں بھی یہ قبائل یہی ظلم و جور روا رکھے ہوئے تھے تو خدا نے فرمایا کہ تم توریت کے بعض احکام کو مانتے ہو یعنی توریت کو اپنی دینی کتاب تسلیم کرتے اور اس میں جو احکام ہیں ان کی خلاف ورزی کرتے ہو۔ یہ تمہاری سرکشی ہے اس سے باز آجاؤ ورنہ تم کو اس کی سزا ملے گی۔

خدا کا فرمانا سچ ہوا کہ بنی قریظہ کو رسول خداؐ نے قتل کرادیا۔ اور بنی نضیر کو جلا وطن کردیا اور دیگر کفار پر جزیہ لگا دیا۔ یہ دنیا کی ذلت تھی جو ان کو ملی۔ رسولِ خداؐ نے بنی قریظہ کے قلعے کا محاصرہ ۲۵ دن کیا۔ آخر طے ہوا کہ بنی قریظہ کی رائے سے حکم بنایا جائے۔ چنانچہ یہودِ قریظہ نے سعد بن معاذؓ کو حَکَم بنایا تو سعد نے ان کے مردوں کے قتل کا حکم دیا اور عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کا حکم دیا۔ چنانچہ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا تو آپ نے خندق پر جا کر سب کی گردن ماردی اور حی بن اخطب نے کہا: قتل الشریف علیٰ ید الشریف۔ حیّ سردار قوم تھا اس کو علیؑ نے قتل کیا تو اس نے کہا کہ شریفِ قوم شریفِ قوم کے ہاتھ سے قتل ہورہا ہے۔ یہ تو ذلت دنیا میں تھی جس کو خدا نے فرمایا تھا اور آخرت کا عذاب شدید تر ہوگا۔

جب یہ آیت یہودیوں کے بارے میں آئی تو حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ''میں تم کو اپنی اُمت کے یہودیوں کی خبر دوں؟'' سب حاضرین نے عرض کیا: ضرور۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''وہ لوگ میری اُمت میں ہوں گے جو میری طاہر اولاد کو قتل کریں گے، میری شریعت کو بدل ڈالیں گے، میرے فرزندوں حسنؑ وحسینؑ کو قتل کریں گے۔

جس طرح یہودیوں نے زکریاؑ اور یحییٰؑ کو قتل کیا تھا۔ یادرکھو! اللہ نے اُن پر لعنت کی ہے اور اللہ قیامت سے پہلے حسینؑ کی اولاد میں سے ایک ھادی و مہدیؑ کو بھیجے گا، جس کے دوستوں کی تلواریں اُن قاتلوں کو جہنم میں پہنچا دیں گی۔'' (بحارالانوار جلد: ۱۰ ص ۱۹۵)

آیت ۸۶:

یہود نے زندگانیِ دنیا کو دین کے عوض خرید لیا ہے۔ لہٰذا ان کا عذاب دنیا و آخرت میں کم نہ ہوگا اور ان کا کوئی ولی و ناصر نہ ہوگا۔ خدا کا وعدہ سچا ہے کہ آج چودہ سو سال ہو چکے کہ یہود دنیا میں نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور باہمی اختلاف کی وجہ سے دیگر اقوام کے محتاج رہے ہیں۔ یہی دنیوی ذلت ہے اور عاقبت میں تو عذابِ شدید کے مستحق ہیں۔ بظاہر آج امریکہ اسرائیل کا مددگار بنا ہوا ہے مگر صرف اپنی غرض کی وجہ سے اسرائیل کو ہدفِ اقوام بنا لیا ہے اور نتیجہ وہی ہوگا کہ اسرائیل کا یار و مددگار نہ ہوگا اور یہ قوم ہمیشہ ذلیل وخوار اور محکوم رہے گی کیونکہ انہوں نے خدا سے عہد شکنی کی ہے اور انبیاء کو قتل کیا ہے۔ خدا نے ان کو موقع دیا تھا کہ وہ اسلام قبول کر لیں تو بجائے اسلام قبول کرنے کے وہ دشمنِ اسلام ہو گئے ہیں۔ بقولِ رسولؐ: حب الدنیا راُس کل خطیئۃٍ محبتِ دنیا ہر خطا و گناہ کی اصل ہے۔ قومِ یہود اسی حبِّ دنیا میں گرفتار ہے۔

آیت ۸۷:

جب ان کو ہدایت کی گئی تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے، جو علم ہم کو حاصل ہے اس سے زیادہ قبول کرنے کی ہم میں گنجائش نہیں ہے۔ ہمارا دین ہمارے لئے کافی ہے۔

''اَنفُسُکُمُ اسۡتَکۡبَرۡتُمۡ'': حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اِس آیت کی باطنی تفسیر یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ تمہارے پاس وہ چیز لائے جس کو تمہارے دل نہ چاہتے تھے۔ یعنی ولایت علیؑ۔ تم اکڑ گئے اور آلِ محمدؑ میں سے بعض کو جھٹلا دیا اور بعض کو قتل کر ڈالا۔ (تفسیر بُرہان) اور محمد بن یعقوب کلینیؒ سے بھی یہی معنی منقول ہے۔ اس کی ظاہری تفسیر یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کو جھٹلایا گیا اور حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کو قتل کر دیا گیا۔

آیت ۸۸:

خدا نے اپنے رسولؐ کو آگاہ کیا ہے کہ اے رسولؐ یہودیوں کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے دلوں میں مزید علم و ہدایت قبول کرنے کی وسعت نہیں رہی ہے یہ ان کی سرکشی اور نافرمانی اور ضد ہے جو ان کے اسلاف کی بھی عادت تھی لہٰذا خدا کی لعنت ان پر ہمیشہ رہے گی اور خدا نے ان سے ایمان قبول کرنے کی صلاحیت بھی سلب کر لی ہے۔ یہ ایمان نہ لائیں گے البتہ بعض حصہ کتاب توریت پر ایمان لائے ہیں۔ یعنی اگر کامل توریت پر ایمان لاتے تو اس میں حضرت

محمدؐ اور قرآن کا ذکر موجود تھا اس پر بھی ایمان لاتے اور اسلام قبول کر لیتے مگر بعض حصہ کتاب کے منکر ہیں اور بعض حصہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

''**غُلُف**'': (یعنی دلوں پر چڑھے ہوئے) غلاف......اور ''**لَعَنَهُمُ الله**'' یہاں لعنت سے مراد ایمان حاصل کرنے کی صلاحیت کا اور خدا کی توفیقات کا سَلب ہونا ہے۔ (نیشاپوری)

آیت ۸۹:

جب یہود پر کفار کا حملہ ہوتا تھا تو یہود بوقت مصیبت وشکست اس طرح دعا کرتے تھے: **اللّٰھمّ انصرنا بنبی آخر الزماں منعوت فی التوریۃ** (اے خدا ہماری مدد کر بحق نبی آخر الزماں جس کی خبر آمد توریت میں ہے۔) اور جب حضرت محمدؐ اور قرآن آئے تو انہی یہود نے بوجہ تعصب وضد ان کا انکار کر دیا۔ وہ اس خیال میں تھے کہ نبیِ آخر حضرت یعقوبؑ یعنی اسرائیل کی اولاد سے ہوگا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت محمدؐ اولادِ اسماعیلؑ سے ہیں تو کافر ہو گئے۔

یہود نے پہلے تو اپنی کتاب توریت کی خبر کو نہیں مانا اس لئے وہ مستحقِ غضبِ خدا ہوئے اور پھر انہوں نے نبیِ آخر حضرت محمدؐ اور قرآن کا انکار کیا لہٰذا جو یہود اور اہل کتاب رسالتِ حضرت محمدؐ وقرآن کے منکر رہیں گے وہ ہمیشہ غضبِ الٰہی اور لعنتِ خداوندی میں رہیں گے۔

رسول اکرمؐ کی بعثت سے پہلے مدینہ کے اہلِ کتاب مشرکوں سے تو یہ کہتے تھے کہ ابھی تم جو چاہو کر لو مگر جب ہمارے نبی مبعوث ہوں گے تو پھر تمہارا نام ونشان بھی نہ رہیگا۔ مگر جب حضورؐ تشریف لائے تو مدینہ کے باشندے اوسؔ وخزرجؔ جو کافر ومشرک تھے، وہ تو حضورؐ پر ایمان لے آئے، مگر اہلِ کتاب حضورؐ کے دشمن ہو گئے۔ (فصل الخطاب بحوالہ بلاغی)

''**فَلَعنَةُ الله**''، محققین نے یہ نتیجہ نکالا کہ مستحقِ لعنت پر لعنت بھیجنا خدا کی سنّت ہے (از تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی)

آیت ۹۰:

اس سے مراد قرآن کریم کا انکار ہے کہ یہود نے ایسا صرف بغاوت وسرکشی کی وجہ سے کیا۔

خدا مختار و مالکِ کل ہے اگر یہود اس بات کا یقین کرتے تو پھر نبی کے بنانے میں اپنی رائے کو دخل نہیں دیتے کیونکہ یہ عہدۂ نبوت اعظم اور اہم عہدہ ہے۔ یہ خلافتِ الٰہیہ ہے جو تمام کائنات پر خدا کی طرف سے ولی ونگران ہوتی ہے۔ اس خدمتِ عظمیٰ کو خدا جس میں اہلیت و استعداد وصلاحیت پاتا ہے اس کو عطا کرتا ہے۔ چنانچہ خدا نے اولادِ ابراہیمؑ واسماعیلؑ میں نبی آخر الزماںؐ کو پیدا کیا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو نجات کے لئے ایمان اور خدا کی اطاعت کا سامان مہیا کرنا چاہیے مگر علماءِ یہود کفر اور

حق دشمنی کا سامان جمع کر رہے ہیں۔ (امام رازی)

یہود کا یہ کہنا تھا کہ ہم دینِ موسیٰؑ پر ہیں اور خدا کی کتاب توریت پر عامل ہیں۔ ہم قرآن اور محمدؐ کو کیوں مانیں؟ تو خدا نے اپنے رسولؐ سے بطورِ حجت و استدلال کے فرمایا کہ تم ان منکروں سے کہہ دو کہ اچھا اگر تم صاحبِ ایمان تھے اور توریت پر عمل کرتے تھے تو توریت میں حکمِ خدا یہ کب تھا کہ تم بے گناہ انبیاء کو قتل کرتے رہو حالانکہ تم نے ہزاروں نبیّوں کو قتل کر دیا۔ اب رہا قرآن پر ایمان لانا تو تم جانتے ہو کہ قرآن توریت کی تصدیق کرتا ہے، حضرت موسیٰؑ کی نبوت کی تصدیق کرتا ہے اور توریت قرآن کے برحق ہونے اور محمدؐ کے نبی آخر ہونے کی گواہی دیتی ہے تو پھر یہی معقول بات ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔

آیت ۹۲:

خدا نے بطورِ استدلال فرمایا ہے کہ تم غضبِ خدا اور لعنت کے اس لئے مستحق ہو کہ موسیٰؑ کو ہم نے تمہارے اطمینان کے لئے معجزات عطا کیے۔ توریت تمہاری ہدایت کے لئے نازل کی مگر تم وہی تو ہو جب موسیٰؑ طور پر چالیس دن کے لئے گئے تو تم نے سامری کا بنایا ہوا بچھڑا پوجا اور اس کو اپنا معبود بنایا۔ پھر اتنا ہی نہیں کیا بلکہ ہم نے تمہاری سرکشی کی وجہ سے کوہِ طور (جو فلسطین میں ہے) کو تمہارے سروں پر بلند کر دیا اور تم کو جان کا خوف ہوا اور قریب تھا یہ عذاب تم پر وارد ہو جاتا تو تم نے توریت قبول کرنے کا وعدہ کیا مگر تمہارا ارادہِ وعدہ زبانی تھا لہٰذا زبان سے تم نے کہا کہ سن لیا اور دل میں کہا کہ ہم نافرمانی کریں گے۔ چنانچہ تم نے حکمِ توریت پر عمل نہیں کیا۔ اگر اس کے حکم پر عامل ہوتے، حضرت محمدؐ کو نبیِ آخر اور قرآن کو کتابِ خدا مانتے اور دائرہِ اسلام میں آجاتے تو غضبِ الٰہی سے بھی محفوظ ہو جاتے۔

آیت ۹۳:

وَاُشۡرِبُوۡا فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡعِجۡلَ۔ سامری ساحر نے بنی اسرائیل کے دل میں محبت گئو سالہ پیدا کر دی تھی کہ وہ اس سے ہٹنے کے قابل نہیں رہے جس طرح رنگ کپڑے میں جبکہ شراب تمام اعضاء جسم میں نفوذ کر جاتی ہے اور اس قابل نہیں رکھتی ہے کہ انسان ہوش و حواس سے کام لے سکے اسی طرح وہ بچھڑے کی محبت میں سرشار ہو چکے تھے چنانچہ خدا کو بھول گئے تھے اور اپنے عہد کو بھی بھول گئے تھے۔

یہود کا اصرار یہ تھا کہ توریت کے علاوہ قرآن کو تسلیم نہ کریں تو خدا نے اعلان فرمایا کہ توریت منسوخ ہے اور قرآن قیامت تک باقی رہنے والا ہے لہٰذا ہر شخص پر اس کے احکام کی تعمیل فرض ہے ورنہ دوزخ کا سزاوار ہو گا۔

اہلِ کتاب کا یہ عقیدہ کہ وہ حق پر ہیں اس آیت سے باطل ہو گیا کیونکہ خدا نے فرما دیا کہ اگر تم ایسا زعم کرتے ہو کہ تم جنت میں جاؤ گے اور تمہارا عمل توریت پر صحیح ہے تو ہم تمہاری اس طرح آزمائش چاہتے ہیں کہ تم موت کی آرزو

کرو اگر تم موت کو محبوب رکھو گے تو گویا تم جنت میں جانے کا یقین رکھتے ہو کیونکہ جنت جائے نعمات ہے اور دنیا جائے تکالیف و مصائب ہے۔ پھر خدا نے بتایا کہ کافر کبھی موت کو محبوب نہیں رکھے گا کیونکہ وہ عذابِ جہنم کے خوف سے پہلے ہی زندہ درگور ہو جاتا ہے۔ وہ زندگیِ دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے۔ اس آیت سے ایمانِ کامل کی علامت موت سے محبت کو قرار دیا گیا ہے چنانچہ مجاہدینِ اسلام نے یہ نمونہِ محبت بہترین طریقہ پر پیش کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؑ جب جنگ صفین کے موقع پر میدان میں جا رہے تھے تو سر پر صرف عمامہ تھا امام حسنؑ نے کہا: یہ تو لباس جنگ نہیں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یا بنیّ لا یبالی ابوك سقط علی الموت ام علیه سقط الموت۔ (بیٹا تیرے باپ کو پرواہ نہیں ہے کہ وہ موت پر واقع ہو جائے یا موت اس پر آ پڑے) چنانچہ جب حضرتؑ کے سر پر انیس (۱۹) رمضان کو حالتِ نماز میں ابن ملجم مرادی کی تلوار پڑی تو علیؑ کی زبان پر جاری ہوا فزت بربِّ الکعبۃ۔ (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔)

آیت ۹۴:

مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ نجاتِ اُخروی کسی قوم یا نسل میں پیدا ہونے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایمان و عملِ صالح شرط ہیں۔

آیت ۹۵:

ظالم کبھی موت کی تمنّا نہیں کر سکتا۔ مومنِ پاکباز ہی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

نشانِ مردِ مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسّم برلبِ اُوست

یعنی: مومن کی نشانی میں تجھے بتاتا ہوں کہ جب موت آتی ہے تو اُس کے ہونٹوں پر تبسّم ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ علیہ السّلام نے فرمایا: ''مجھے موت سے اتنی ہی رغبت ہے جتنی ایک شیر خوار کو ماں کے پستان سے، مجھے پروا نہیں کہ موت مجھ پر آ پڑے یا میں موت پر جا پڑوں۔

آیت ۹۶:

یہود و نصاریٰ، مجوسی اور مشرک جو بھی روزِ قیامت اور جزا و سزا کے معتقد نہیں ہیں ان سب کی دلی ترجمانی اس آیت نے کر دی ہے کہ یہ لوگ اس بات کے متمنی ہیں کہ وہ ہزار سال کی زندگی پائیں مگر اول تو یہ کہ عمر کے زیادہ اور کم ہونے پر ان کو قابو نہیں ہو سکتا اور نہ وہ اس بات کا اختیار رکھتے ہیں کہ ان کا ہر ایک آدمی ایک ہزار سال کی زندگی پائے۔ اپنی مجبوری کو جانتے ہوئے بھی بدعقلی کی بات سوچتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ خدا قادر ہے۔ اس کے علاوہ

اتنے احمق ہیں اور کفر نے ان کو ایسا بدعقل بنا دیا ہے کہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ جب موت یقینی ہے اور اس پر ان کا کوئی اختیار نہیں تو عذابِ جہنم سے وہ کیوں کر بچ سکتے ہیں؟ اگر وہ ہزار سال کی عمر بھی پائیں گے تو بھی مرنا یقینی ہے اور موت کے بعد ابدی عذابِ جہنم بھی ان کے لئے ضروری ہے۔ وہ اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ وہ آج آیاتِ خدا کا انکار کرلیں مگر خدا ان کے اعمال کو ہر لحظہ دیکھ رہا ہے اور وہ ضرور دوزخ میں جائیں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: بقیة عمر المومن لا قیمة لها یدرك بها مافات ویحیی بها مافات۔ (مومن کی باقی زندگی اس قدر زیادہ قیمتی ہے کہ اس کی قیمت کا اندازہ دشوار ہے کیونکہ وہ اس باقی زندگی میں اپنے کھوئے کو پالیتا ہے اور جو عمل مر چکا تھا اس کو وہ زندہ کر لیتا ہے) یعنی اعمال وعبادات سے اپنے گناہوں کی تلافی کر لیتا ہے۔ قضا ادا کر لیتا ہے۔

اس آیت نے یہودیوں پر ضرب لگائی ہے کہ آخرت کو مانتے ہوئے بھی وہ زندگانی دنیا کے کتنے حریص ہیں مشرک اگر ایسا کریں تو خیر کیونکہ وہ آخرت کو مانتے ہی نہیں۔

آیت ۹۷:

یہودانِ فدک مع عبداللہ ابن صوریا خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم مسلمان ہو جائیں گے اگر آپ یہ بتائیں کہ مولود کبھی ماں کی شکل کا پیدا ہوتا ہے اور کبھی باپ کی شکل کا، اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم اسے کتابوں میں پڑھو کہ مرد کا پانی سفید اور گاڑھا ہے اور عورت کا پانی زرد اور رقیق ہے۔ ان دونوں پانیوں میں سے جس کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے بچہ اس کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ وہ بولے کہ سچ ہے۔ پھر پوچھا: بچہ ماں کا ہے یا باپ کا؟ یعنی اس کی پیدائش وخلقت کی اساس کیا ہے؟ فرمایا کہ ہڈیاں اعصاب وعروق باپ سے ہیں اور گوشت ،خون، بال، ناخن ماں سے ہیں۔ وہ بولے کہ سچ ہے۔ پوچھا کہ تمہارا خدا کون ہے؟ تو آپؐ نے سورہ قل ھو اللہ تلاوت کر دی۔ ابن صوریا نے کہا کہ ایک سوال کا جواب اور دیجئے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے کہ نبی آخر الزماںؐ کو نیند کس طرح آتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تم کو علم ہے کہ تم میرا حال اپنی کتابوں میں پڑھ چکے ہو کہ میں نبی آخر الزماںؐ ہوں۔ نصف چشم پر خواب غالب رہتی ہے اور نصف چشم بیدار ہوتی ہے۔ سب نے اقرار کیا۔ پوچھا کہ تم پر وحی کون فرشتہ لاتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جبرائیلؑ تو کہنے لگے کہ وہ ہمارا دشمن ہے، اس نے ہمارے اسلاف پر عذاب نازل کیے ہیں۔ اگر میکائیلؑ ہوتا تو ہم تم پر ایمان لے آتے ،تب خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قرآن کا اعلان ہے کہ اللہ، رسول، ملائکہ کا جو دشمن ہے، تو اللہ ان کا دشمن ہے۔ کیونکہ ملائکہ اور انبیاء خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ ان کا انکار خدا کا انکار ہے۔ لہٰذا سببِ عذاب ہے۔

بعض مفسرین نے کتاب سے مراد توریت وانجیل کو لیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں کو بھی نہ مانا اور اگر مان لیتے

تو وہ ضرور جانتے کہ ان میں حضرت محمدؐ اور قرآن کا ذکر موجود تھا اور یہ لوگ ضرور ان پر ایمان لاتے۔ بعض مفسرین نے کتاب سے مراد قرآن لیا ہے کہ انہوں نے قرآن کا انکار کیا اور ایسا ظاہر کیا گویا وہ قرآن کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہ تھے۔

یہودیوں کا خیال تھا کہ جبریلؑ ہم پر کئی مرتبہ خدا کا عذاب لا چکے ہیں۔ جب حضورِ اکرمؐ نے فرمایا کہ جبریلؑ قرآن لیکر آئے ہیں تو یہودی بہت ہی بگڑے اور کہنے لگے کہ جبریلؑ تو ہمارا پرانا دشمن ہے، اِس لئے وہ ہمارے خلاف ایسی آیتیں لاتا ہے۔ حالانکہ اُن کو سمجھنا چاہیے تھا کہ جبریلؑ ایک نوری مخلوق (فرشتہ) ہے، وہ حکمِ خدا کا پابند ہے۔ اپنی طرف سے کوئی کام نہیں کرتا۔

جبریلؑ کے معنی عبرانی زبان میں ''خادمِ خدا'' کے ہوتے ہیں اور یہ دو لفظوں سے ملکر بنا ہے'' ''جبر'' بمعنی ''خادم'' اور ''ایل'' کے معنی ''خدا''۔ اس لئے جبریلؑ کے معنی: 'خدا کا خادم'۔

آیت ۹۸:

محقّقین نے نتیجہ نکالا ہے کہ اولیاءِ خدا سے دشمنی، خدا سے دشمنی کے مترادف ہے۔ (طبرسی)

اگر چہ جبریلؑ و میکائیلؑ ملائکہ میں شامل ہیں مگر علیحدہ سے ان کے نام اس لئے لیے گئے تا کہ ان کا اعلیٰ مقام معلوم ہو۔ (مجمع البیان)

آیت ۱۰۰:

روایاتِ اہلِ بیت علیہم السّلام میں کہ اس آیت کا تعلّق بظاہر تو یہود سے ہے لیکن اس کا باطن اور تاویل اطاعتِ اہلِ بیتؑ کا عہد ہے جس کو جنابِ رسالت مآبؐ نے اپنی اُمت کے سامنے بار بار دہرایا اور بالفرض روایات میں نہ بھی ہوتا، تاہم عقلِ سلیم اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ گذشتہ انبیاؑ سے اُن کی اُمّتیوں کی عہد شکنی اگر انسان کو دائرۂ ایمان سے خارج کر سکتی ہے تو سیّد الانبیاءؐ کے عہد ولایتِ علیؑ یومِ غدیر کو اُمّت کا توڑ دینا کیوں نہ انہیں ایمان سے خارج کرے گا؟ نیز قرآن اور اہل بیتؑ سے تمسّک کا فرمانِ نبویؐ تو اتر سے منقول ہے اس کو نظر انداز کرنے والے کس طرح دعوائے ایمان کرنے کا حق رکھتے ہیں؟ پس جس طرح جبریلؑ و میکائیلؑ میں فرق کرنا یہودیوں کے لئے مذمّت کا باعث ہے اِسی طرح قرآن اور اہلِ بیتؑ میں سے ایک کو سینے سے لگانا اور دوسرے کو چھوڑ دینا بھی منافیِ اسلام ہے۔ اور جس طرح جبرئیلؑ سے دشمنی کے ساتھ میکالؑ (میکائیلؑ) سے دوستی فائدہ مند نہیں، اِسی طرح اہلِ بیتِ رسولؐ کے ساتھ دشمنی رکھ کر قرآن کی دوستی کا دعویٰ عبث اور فضول ہے۔ (تفسیر انوار النجف جلد: ۲ ص ۱۴۸)

آیت ۱۰۲:

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ سحر کفر ہے اور ساحر کافر ہے۔ توریت کتابِ خدا تھی مگر اس عہد کے لوگوں نے کتابِ خدا کو چھوڑ دیا اور دیگر غلط باتوں کو سلیمانؑ سے منسوب کر کے شائع کر دیا اور کہہ دیا کہ سلیمانؑ نے تمام چرند پرند، جن اور انسانوں پر حکومت فقط جادو کے علم کی بدولت کی تھی۔ عہدِ سلیمانؑ میں سرکش لوگوں نے شعبدے جمع کیے اور مشہور کیا کہ یہ سب علوم آصف بن برخیا کے ہیں، ان کو جاہلوں میں رواج دے دیا اور حضرت سلیمانؑ کو ساحر مشہور کر دیا۔ عہد حضرت محمدؐ میں خدا نے یہ آیت نازل فرما کر ظاہر کر دیا کہ حضرت سلیمانؑ خدا کے نبی تھے۔ خدا نے ان کو طیور وانس وجن پر حکومت عطا کی تھی۔ وہ ساحر نہ تھے جبکہ شیاطین لوگوں کو سحر سکھاتے تھے جو کفر تھا اور عہدِ حضرت محمدؐ میں جو اِس کا اعتقاد رکھے گا وہ کافر ہو گا۔ قولِ حضرت علیؑ ہے **الکاھن کالساحر والسّاحر کالکافر والکافر فی النار** ۔ (کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر کافر اور کافر جہنمی ہے۔) عہد حاضر کے دعویدارانِ اسلام ان آیات کو غور سے پڑھیں اور اپنے ایمان کو درست کر لیں۔

بعض مفسرین نے ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر جو الزامِ شراب نوشی وزنا وقتل لگائے ہیں وہ یکسر غلط ہیں۔ امام رضاؑ نے فرمایا کہ یہ کیوں کر ہوسکتا ہے خدا تو ملائکہ کو معصوم کہے اور وہ ان افعال کے مرتکب ہوں؟ خدا نے فرشتوں کی شان میں فرمایا ہے **لا یعصون اللہ ما امر ھم و یفعلون ما یو مرون** (سورہ تحریم آیت: ۶) ۔ وہ حکمِ خدا کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ زہرہ و سہیلی دو ستارے مسخ شدہ و زانیہ دو عورتیں ہیں جن سے ان فرشتوں نے زنا کیا تھا۔ نعوذ باللہ خدا نے ان کو رفعت و نور عطا کر کے آسمان پر بلند کر دیا۔ خدا کی ذات ان باتوں سے ارفع ہے۔ اس کے علاوہ خدا نے جس کو مسخ کیا ہے وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رکھا گیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عہدِ سلیمانؑ میں یہ دو فرشتے بصورت انسان اس لئے نازل ہوئے تھے کہ گمراہ جاہلوں کو سحر کی حقیقت سے آگاہ کریں اور حضرت سلیمانؑ کی تائید کرتے ہوئے لوگوں کو اس کے باطل ہونے کا یقین دلائیں نیز معجزہ اور کتابِ خدا پر ایمان لانے کو رضائے خدا ظاہر کریں اور سحر کو باطل اور سببِ عذابِ خدا ظاہر کریں۔ خدا نے دونوں فرشتوں کے لئے فرمایا کہ وہ عوام کے لئے آزمائش بن کر آئے تا کہ حق و باطل کو ظاہر کریں اور یہ بھی کہتے تھے تم کفر نہ کرو کیونکہ جادو کرنا کفر ہے۔

فرشتے تو ان کو سحر اور معجزہ کا فرق بتاتے مگر وہ لوگ سحر کو فرشتوں کا بنایا ہوا علم ظاہر کر کے مشہور کرتے تھے، مردوں اور عورتوں کو جھوٹی باتیں بتا کر باہم لڑا دیتے تھے اور ان کے درمیان برائی ڈال دیتے تھے۔

پھر اس آیت نے بتایا ہے کہ وہ ساحر اور باطل پرست جو کچھ کرتے تھے، وہ سب ان کے لئے نقصان دہ تھا کیونکہ نفع وضرر پر بجز خدا کے کسی کو اختیار نہیں ہے۔

ساحر جانتے تھے کہ ان کا علم جھوٹا ہے، بے اثر ہے مگر صرف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ایسا کرتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے آیاتِ سابقہ میں یہود کے ساحروں کا ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے سحر کو کبھی آصف بن برخیا سے منسوب کرتے تھے، کبھی حضرت سلیمانؑ سے منسوب کرتے تھے اور اس طرح لوگوں کو گمراہ کرتے تھے اور تعلقات زن و شوہر کو خراب کرتے تھے یعنی ان کو بہکا کر ان کے گھر خراب کرتے تھے۔ خداوندِ کریم نے صرف یہ کہانی یا قصہ بیان نہیں کیا ہے بلکہ قرآن ہدایت کے لئے آیا ہے لہٰذا خدا نے بتایا ہے کہ ایسے لوگ جب کسی زمانے میں ہوں وہ جھوٹے ہیں۔ ان کا یقین نہ کیا جائے ورنہ معاشرہِ انسانی میں فساد پیدا ہوگا اور بجائے خدا پرستی کے شیطان پرستی ہونے لگے گی۔ خدا ہر چیز پر قادر ہے اس کے حکم کے بغیر کوئی شئے اثر نہیں کر سکتی ہے۔ علاوہ ازیں امت محمدؐ میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو گئے کہ انہوں نے سحر وغیرہ اور شعبدوں کو رسولؐ یا ائمہؑ ہدیٰ و عالمان دین یا انبیاء کی طرف منسوب کر دیا ہے اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ سحر حق ہے اور رسول حضرت محمد مصطفیؐ پر بھی سحر کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ بوجہ مسحور ہونے کی غلطیاں کر جاتے تھے۔ ایسے الزامات لگانے والوں پر خدا کی لعنت! یہ مسلمان نہیں بلکہ کافروں سے بدتر ہیں۔ رسول خدا حضرت محمد مصطفیؐ کی ذات اس سے کہیں بالاتر ہے کہ ان پر سحر کا اثر ہو اور وہ اس سے متاثر ہو کر غلط بیانی کر دیں۔ یہ سب علماءِ یہود کی کارستانی ہے کہ ان کا ذکر قرآن میں ہے کہ وہ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ان تبتعون الّا رجلا مسحورا (سورہ فرقان آیت ۸) (کہ تم ایک مسحور شخص کی پیروی کرتے ہو) یعنی محمدؐ پر سحر کیا گیا ہے۔ وہ غلط باتیں بوجہ مسحور ہونے کے بیان کرتے ہیں اور تم ان باتوں کی پیروی کرتے ہو۔ تم احمق ہو۔ قرآن نے اس کی تردید کر دی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: ”حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد شیطان نے جادو کا علم ایجاد کر کے اُسے کتاب میں لکھا اور اُس کتاب پر یہ لکھا کہ ”یہ خزائنِ علم کا ذخیرہ ہے“ پھر اُس کتاب کو تختِ سلیمانؑ کے نیچے دفن کر دیا اور پھر لوگوں پر ظاہر بھی کر دیا۔ کفّار اس کتاب کو پڑھتے تو یہ سمجھتے کہ سلیمانؑ بھی اسی جادو کی وجہ حکومت کرتے تھے۔ خدا نے بتا دیا کہ جادو سکھانا شیطان کا کام ہے۔ (تفسیر صافی ص ۴۲، تفسیر عیاشی و تفسیر قمّی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ”جادو کا زور ہو گیا تو اللہ نے ہاروت و ماروت نامی“ دو فرشتوں کو بھیجا تا کہ وہ اُس زمانے کے لوگوں کو جادو کے اثرات ختم کرنے کا طریقہ بتا دیں۔ کیونکہ اس تعلیم سے جادو کا طریقہ بھی آ جاتا ہے اس لئے وہ لوگوں سے پہلے ہی کہہ دیتے کہ جادو کرنا حرام ہے۔“ باقی اس قسم کی روایات کہ وہ دونوں فرشتے ایک زہرہ نامی طوائف پر عاشق ہو گئے اور شراب پی کر زنا کرتے تھے، وغیرہ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ (عیون الاخبار الرضّا ص ۱۴۹)

بائبل میں بھی یہ وضاحت کی گئی ہے کہ شہر کالڈیا (کلدانیہ) کے لوگوں میں بہت ہی خراب عادتیں تھیں جن میں سرفہرست جادوگری تھی۔ بائبل کے الفاظ یہ ہیں۔ ”تیرے سوداگر زمین کے امیر تھے اور تیری جادوگری سے زمین کی

ساری قومیں گمراہ ہوئیں اور نبیوں اور مقدسوں اور زمین کے سب مقتولوں کا خون اس میں بہایا گیا۔'' (مکاشف ۱۸: ۲۳، ۲۴)

''اس آیت سے جادوگری کے بھیانک نتائج معلوم ہوتے ہیں۔'' پُرانے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ''بابل'' کے کلچر میں جادو، کہانت، جنتر منتر، ٹونے ٹوٹکے بڑے زور شور سے رائج تھے۔ بابلی مذہب کا جز واعظم جادو اور کہانت ہیں۔ مذہب کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھیے تو ہر طرف کہانت کے جنتر منتر ہی نظر آئیں گے۔'' (انسا ئیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد: ۲ ص ۱۱۶)

''مذہب بابل و نینوا کا جز واعظم بھوت پریت کا اُتارنا جھاڑنا تھا۔'' (انسا ئیکلو پیڈیا آف ریلیجن آف بابیلونیا اینڈ ایریا ص ۱۴۵)

''بابل کے میل جول سے اسرائیلی متاثر ہوئے۔ خود یہودی اس کے معترف ہیں۔ بابل کا مذہبی احترام ہر خطّے کے یہود میں قائم رہا۔'' (جیوش انسا ئیکلو پیڈیا جلد: ۶ ص ۴۱۲)

خدا وندعالم نے فلسطینیوں کے جادوگری کے قصّوں میں سلیمانؑ پر بہتان کی نفی کی اور بابل کے قصّوں میں ہاروت و ماروت فرشتوں کی شرافت اور عصمت کی وضاحت فرمائی اور جادو کی بُرائی بتائی:

''چنانچہ جادو اور زنا کاری کا ذکر بھی ہمیشہ ساتھ ساتھ آتا ہے'' (جیوش انسا ئیکلو پیڈیا جلد: ۸ ص ۲۵۵)

''جادو کا اثر اس کی حقانیت کی دلیل تھی۔ اثر تو زہر میں بھی ہوتا ہے مگر یہ عمل برا اور ناجائز ہے اس لئے تورات میں بھی اس کی ممانعت ہے،'' تو جادوگری کو لینے مت دے۔'' (خروج ۲۲: ۱۸) ''اور جادو نہ کر اور ساعتوں کا لحاظ مت کر۔'' (احبار ۱۶: ۲۶)

آیت ۱۰۴:

جب یہود کا یہ اعتراض نہیں چلا تو انہوں نے رسول خداؐ کو برا کہنے کا ایک اور طریقہ نکالا کہ مسلمان رسولؐ کو مخاطب کرتے تو کہہ دیتے تھے راعنا یعنی آپ ہم پر نظرِ کرم کیجئے۔ ایک ادب کا طریقہ تھا مگر یہود کی قوم میں یہ لفظ حقارت کے لئے استعمال ہوتا تھا اور گالی کی حیثیت رکھتا تھا تو یہود نے کہا کہ محمدؐ کو اعلانیہ گالیاں دینے کا طریقہ ہمارے ہاتھ آیا چنانچہ راعنا کہنے لگے اور مذاق اڑانے لگے۔ سعد بن معاذؓ صحابی نے جب ان کا انداز دیکھا تو کہا کہ آئندہ اگر رسولؐ کو اس طرح مخاطب کیا تو تلوار سے گردن اڑا دوں گا۔ اس پر خدا نے مومنوں کو حکم دیا کہ راعنا کہہ کر رسولؐ کو مخاطب نہ کرو بلکہ انظرنا کہو یعنی ہماری طرف نظرِ کرم کیجئے۔ یہ آیت یا ایھا الذین اٰمنوا سے شروع ہوئی ہے۔ ''راعنا'' کے معنی، ہمارا لحاظ کیجیے اور اس جملے کو دُہرا دیجیے۔'' جب آنحضرتؐ خطاب فرماتے تو مسلمان تو ادب سے راعنا کا لفظ کہتے تھے تاکہ دوسری مرتبہ بھی خطاب سنیں، لیکن یہودیوں کی زبان میں ''راعنا''

کے معنی یہ تھے کہ ''(سُن تجھے سننا نصیب نہ ہو) اس طرح انہیں ''راعنا'' کے کہنے سے حضورؐ کی تضحیک کا موقع ظاہراً مل گیا۔ اِسی بناء پر اللہ نے اس لفظ کو بدل کر ''اُنظرنا'' فرمایا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اور اس کو مفسرین اور صحیح بخاری نے بھی لکھا ہے کہ جن آیات میں مومنوں کو مخاطب کیا گیا ہے اس میں حضرت علیؑ مرتضیٰ سید و سردار کی حیثیت سے مخاطب ہیں۔

آیت ۱۰۵:

نبوت کا اولادِ اسماعیلؑ میں ہونا یہود کو ناپسند تھا اور مشرکین کو یہ ناپسند تھا کہ ولید بن مغیرہ و نعیم ثقفی کو نبوت کیوں حاصل نہیں ہوئی، تو خدا نے فرمایا کہ نبوت رحمتِ خدا اور خیر و برکت ہے جس کو خدا چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

آیت ۱۰۶:

''کسی آیت کو ہم منسوخ نہیں کرتے اور نہ بُھلاتے ہیں جب تک کہ ویسی ہی یا اس سے بہتر نازل نہ کر دیں۔''

مفسرین یک زبان ہیں کہ خدا مختار ہے جب چاہتا ہے اپنے حکم کو بدل دیتا ہے۔ علاوہ ازایں رسولؐ کو اختیار ہے کہ وہ حکمِ خدا کو خدا کی اجازت سے بدل دیں۔ پہلے دیکھیے آیت کیا ہے؟ آیت قرآن، معجزات انبیاء، عذابِ الٰہی جو نافرمان قوموں پر آیا آفاق و کائنات کی اشیاء اور انبیاء وائمہ ہدیٰ بہرحال جو چیز خدا کی مخلوق ہو اور خدا کی یاد کو دل میں پیدا کرے وہ آیت ہے۔ لہٰذا تمام بحثیں ختم ہو جاتی ہیں کیونکہ خدا قادرِ مطلق ہے۔

اس کا ثبوت بھی موجود ہے کہ خدا نے زبور نازل کی اور داؤدؑ کو نبی بنایا پھر اس شریعت کو منسوخ کیا اور اس سے بہتر شریعت حضرت موسیٰؑ کو عطا کی اور توریت عطا کی پھر اس کو منسوخ کیا اور اس سے بہتر کتاب حضرت عیسیٰؑ کو دی اور ان کو اپنا کلمہ اور آیت قرار دیا۔ پھر اس شریعت کو بھی منسوخ کیا اور اس سے بہتر کتاب قرآن اور بہتر نبی حضرت محمدؐ کو قرار دیا جو قیامت تک کے لئے باقی و دائم ہیں۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ آگے کی آیت میں خدا نے اس معنی کی توضیح کی ہے اور فرمایا ہے **الم تعلم** (تو نہیں جانتا) **ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر**۔ (خدا ہر شئے پر قادر ہے۔) اگر ہر شئے ایک ہی حالت پر رہتی ہے تو لوگ اس کو فطرت قرار دیتے۔ اور اس کی قدامت کے قائل ہو جاتے۔ جیسے کہ آج کل دہریہ قوم اور دیگر فرقے دنیا کو ازلی ابدی جانتے ہیں مگر خدا نے اپنی آیات یعنی آثارِ قدرت کو بار بار بدلا تا کہ انسانوں کو آئندہ پتہ لگتا رہے کہ واقعات اور اشیاء عالم کا مالک و مختار کوئی ہے جس کا اقرار ہم کو کرنا چاہئے۔ قرآن کی اس آیت نے اسی حکمت کو بیان کیا ہے۔ خواہ مخواہ مفسرین نے آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں اختلافات و تاویلات کیں اور مفہوم آیات کو مشتبہ کیا۔

محمد رسول اللہؐ کے منکرین نے کہا کہ خدا آسمان سے کتاب نازل کرے جیسے کہ توریت کو موسیٰؑ پر نازل کیا تھا تو ہم ایمان لائیں گے۔ خدا نے فرمایا: تم یہی سرکشانہ احمقانہ سوالات ہمارے آخری رسولؐ سے کرنے لگے تو کیا تم کو یاد

نہیں کہ تمہارے اسلاف کو ایسے سوالات کرنے کی وجہ کیسے کیسے عذاب کی سزا برداشت کرنی پڑی۔ اب بہتر یہی ہے کہ تم قران اور محمد آخر الزمانؐ پر ایمان لاؤ تا کہ نجات کے مستحق ہو جاؤ۔

حضرت امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ: ''خدا نے حضور اکرمؐ سے ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اسی طرح ''ننسخ'' منسوخ کرنے اور تبدیل کرنے پر بھی قادر ہے۔ حضرت امام محمد تقیؑ سے روایت ہے کہ ''دوسری آیت، جو آیت منسوخ شدہ آیت کے بجائے آتی ہے اُس میں تمہارے لئے زیادہ فائدے اور اصلاحِ حال کا سامان ہوتا ہے اور تم سب کی زیادہ بہتری مقصود ہوتی ہے ان تبدیلیوں میں خدا کی غرض تمہاری ہی مصلحتیں ہیں۔'' اِسی کو اصطلاحِ شرع میں ''بداء'' کہتے ہیں۔ اس کی تشریح میں حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: ''خدا کا کسی مصلحت کے سبب سے کسی حکم کا تبدیل یا منسوخ کر دینا۔'' جیسے یونسؑ کی قوم پر عذاب آنے والا تھا لیکن کیونکہ ان سب کے سب نے سچّے دل سے توبہ کر لی تو خدا نے رحمت فرمائی اور عذاب ہٹا لیا۔ (تفسیر نور الثقلین)

آیت ۱۰۸:

کتنی عجیب بات ہے کہ خدا کے اس انتباہ کے باوجود بھی مسلمانوں کے بہت سے فرقے قیامت کے دن خدا کے دیدار کے قائل ہیں۔

آیت ۱۰۹:

جنگ احد میں رسول اللہؐ کی نافرمانی کی وجہ سے لشکرِ اسلام کو ظاہری شکست ہوئی۔ تو یہود نے جن کا سردار زید بن قیس تھا عمار یاسرؓ صحابی رسولؐ سے کہا کہ اگر محمدؐ رسول تھے تو پھر شکست کیوں ہوئی؟ تو عمار یاسرؓ نے کہا: **رضیت باللہ ربّاً و بالکعبۃ قبلۃً و بالمومنین اخواناً و بالقرُان کتاباً**۔ اس پر خدا نے ان اصحاب کی مدح میں آیت نازل کی اور بتایا کہ یہ مشرک اس قسم کی غلط باتوں سے مومن کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود جانتے ہیں کہ قران خدا کی کتاب اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔

یہود قوم بد تہذیب اور دشمنِ اسلام ہے۔ ایک دن رسولِ خداؐ خانہِ حضرت عائشہؓ میں تھے کہ کچھ یہودی آئے اور رسولؐ کو سلام ان الفاظ میں کیا اور گویا اسلام کے طریقہ سلام کا مذاق اڑایا اور رسولؐ کو بد دعا دی اور کہا: السام علیک (یعنی تم پر موت آئے) رسول اللہؐ خاموش رہے اور آپؐ نے تحمل کیا۔ پھر دوسری جماعت یہود آئی اور اس نے بھی یہی کہا تو حضرت عائشہؓ نے پردے سے کہا: **و اللعنۃ علیکم یا اعداء اللہ**۔ رسول خداؐ نے حضرت عائشہؓ کو خاموش کیا اور فرمایا کہ قومِ یہود حاسد ہے۔

خدا نے رسولؐ اور مومنین کو حکم دیا کہ یہودیوں کی بیہودہ کلامی کی پرواہ نہ کرو کیونکہ عنقریب بدستِ لشکرِ اسلام یہ قتل ہوں گے، جلاوطن ہوں گے اور جزیہ دیں گے۔

ان آیات میں حکم ہے کہ انسان خدا کو قادر مطلق مانے۔ نماز و زکوٰۃ ادا کرے، زندگی میں اعمالِ نیک بجا لائے تو آخرت میں پورا بدلہ ملے گا۔ خدا ہر عمل کو ہمہ وقت دیکھتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کا خیال کہ وہ جنتی ہوں گے غلط ہے۔ جو لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں اور عملِ نیک کرتے ہیں وہ جنتی ہوں گے ان پر دنیا و آخرت میں نہ خوف ہوگا نہ ملال ہوگا۔

یہود نصاریٰ کو اور نصاریٰ یہود کو کافر کہتے ہیں۔ یہ ان کی اختلافی لڑائی ہے جبکہ شرطِ ایمان اعمالِ نیک ہیں۔

جنگ اُحد کے بعد یہودیوں نے حضرت عمارؓ اور خدیفہؓ سے کہا کہ اگر تمہارے نبیؐ سچے ہوتے تو شکست نہ ہوتی، اب تو کہا مانو اور ہمارے دین میں چلے آؤ۔ حضرت عمارؓ نے فرمایا: ''مادّی فتح و شکست کبھی حق کا معیار نہیں ہوتی۔'' جب حضوؐر کو یہ خبر ملی تو آنحضرتؐ نے جناب عمّارؓ کے حق میں دعا فرمائی۔

قرآن کا تجزیہ کتنا فطری اور عمیق ہے کہ اہلِ کتاب کی اسلام دشمنی کا واحد سبب ''حسد'' ہے۔ یہی حال اُن تمام لوگوں کا ہوتا ہے کہ جو اپنی کم عقلی اور بے عملی کی وجہ سے کمال حاصل نہیں کرتے تو دوسرے بلند مرتبہ لوگوں کو کھینچ کر نیچے لانے کی سعی کرتے ہیں۔ نفسیاتی علاج کے طور پر خدا نے مسلمان کو اہلِ کتاب کا حقیقی مرض بتلا کر ان کے غیض و غضب کو روک دیا۔

آیت ۱۱۰:

''وَاَقِيمُوا الصَّلٰوةَ'': تفسیر بُرہان میں جناب رسالت مآبؐ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ''نماز کی کنجی طہارت ہے اور وہ بڑی طہارت جس کے بغیر نماز اور دیگر تمام عبادتیں ناقابلِ قبول ہیں، وہ ولایتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ اور ان کے دوستوں سے دوستی اور اُن کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا ہے۔ (ترجمہ روایت منقول از تفسیر انوار النجف ج ۲ ص ۱۵۵)

محققین نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا، کہ ''خدا نے مسلمان کو اہل کتاب سے انتقام لینے سے روکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواہ مخواہ کی انتقامی جنگیں ''جہاد'' نہیں ہوتیں۔ نیز یہ نتیجہ بھی نکالا کہ اللہ کا ثواب یا اجر صرف جہاد کرنے ہی پر موقوف نہیں ہے، زمانہ صلح یا خاموشی میں عام فرائض الٰہیہ اور حقوق الناس ادا کرتے رہنا بھی جہاد ہے۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام، جب جنگ سے واپس تشریف لاتے اور کوفہ کے در و دیوار دکھائی دیتے تو آپؑ یہ فرمایا کرتے: ''اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آ رہے ہیں۔'' یعنی: شہری زندگی میں نفس سے جہاد کیا جاتا ہے۔ جو تلوار کے جہاد سے بڑا جہاد ہے۔

آیت ۱۱۲:

قرآن نے بتا دیا کہ نجاتِ انسانی کا دار و مدار فرقہ بندی اور گروہی تعصّب پر نہیں ہے بلکہ نجات کا دار و مدار (۱) خدا کے سامنے سرِ اطاعت جھکانے اور (۲) اچھے کام کرنے میں ہے۔ خدا نے اسلام کے بجائے ''اَسْلَمَ'' جو

''فعل'' ہے استعمال فرمایا۔ مطلب یہ نکلا کہ نجات کا دار و مدار مسلمان کہلوانے یا رسمی طور پر کسی جماعت میں شامل ہونے سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ خدا کی عملاً اطاعت کرنے سے پیدا ہوتا ہے اگر کوئی خدا کی اطاعت کرتا ہے تو وہ مسلم ہے۔ (ملخص از فصل الخطاب)

اس آیت سے خاص طور پر مسلمانوں اور متعصّب تنگ نظر پیشہ ور ملّاؤں کو سبق سیکھنا چاہیے جو زندگی بھر کسی ایک فرد کو بھی مسلمان تو نہیں بنا سکے مگر لاکھوں مسلمانوں کو کافر ہونے کے فتوے ضرور صادر کرتے رہتے ہیں اور یہ فتوے بالکل معمولی ''لایعنی''، مہمل، بے کار بحثوں اور فروعی اختلافات پر ہوتے ہیں۔ آج بالکل یہی حال مسلمانوں کا ہے جو خدا نے اِس آیت میں اہل کتاب کا بتایا ہے۔ بقول اقبالؔ:

ے دین مسلم فکر و تدبیر و جہاد

دین ملّا فی سبیل اللہ فساد

آیت ۱۱۳:

یہودی و نصاریٰ توریت و انجیل کو پڑھتے ہیں پھر ایک دوسرے کو کافر کیوں کہتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہ دونوں اپنی کتابوں کے احکام کو بھی بھول گئے ہیں۔ ورنہ ان کی کتابوں میں تو لکھا ہے محمدؐ نبی آخر الزماں ہیں اور قرآن کتابِ خدا ہے اس لحاظ سے ان کو ایمان لانا چاہئے تھا اور نماز، روزہ، زکوٰۃ اور عملِ صالح بجالانا ان کا فریضہ بنتا تھا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ان کا دین حق ہے اور دینِ محمدؐ باطل ہے اور وہ باوجود آیاتِ خدا دیکھنے کے ایمان نہیں لاتے ان کو روزِ قیامت اس اختلاف کی سزا ملے گی کیونکہ مالکِ یوم الدین خدا بصیر و سمیع ہے۔ روزِ قیامت پر ایمان لانا شرطِ ایمان ہے۔ حضرت علیؑ نے خوب فرمایا: عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے قرآن بہترین کلام ہے۔

جب حضرت فاطمہؑ کی وفات ہوئی اور حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کو دفن کر دیا تو دو شعر پڑھے:

لکلّ اجتماع من خلیلین فرقۃ

وکل الذی دون الفراق قلیل

(دوستوں کے اجتماع میں جدائی یقینی ہے۔ جو متفرق نہ ہوں وہ کمیاب ہیں۔)

وان افتقادی فاطمہ بعد احمد

ھذا دلیل ان لا یدوم خلیل

(بعد وفات محمد رسول اللہؐ کے فاطمہؑ کی وفات اور جدائی اس بات کی دلیل ہے کہ دوست زندگانی دنیا میں ہمیشہ ساتھ نہ رہیں گے۔)

اس کے بعد حضرت علیؑ جنت بقیع میں جو مزارِ اقدسِ رسولؐ سے قریب ہے تشریف لے گئے اور فرمایا: السلام

علیکم یا اھل القبور اموالکم قسمت و دیارکم سکنت و نساء کم نکحت۔ (اے اہل قبور تم پر سلام ہو تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے اور تمہارے گھروں میں دوسرے لوگ ساکن ہو گئے۔ تمہاری ازواج نے دوسروں سے نکاح کر لیا)۔ یہ خبر تو ہمارے پاس ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ قبور سے آواز آئی۔ ما اکلنا ربحنا وما قدمنا وجدنا وما خلفنا خسرنا۔ (حضرت علیؑ کا سلام تھا جواب کیسے نہ آتا)۔ اہل قبور نے جواب دیا کہ (جو کچھ ہم نے کھایا فائدہ پایا اور جو کچھ ہم نے آخرت کے لئے بھیجا اس کو یہاں پایا اور جو چھوڑ آئے تھے وہی نقصان ہوا۔)

رسول خداؐ نے فرمایا: الکیس من وان نفسه و عمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه ھوٰھا و تمنی علی اللہ۔ (عاقل وہ ہے جو اپنی موت کے بعد کے لئے عمل بھی کرتا ہے اور عاجز وہ ہے کہ جو اپنی عقل کو اپنی نفس کی بُری خواہشات کی تابع کر دیتا ہے اور خدا سے انعامات کی توقع رکھتا ہے۔)

آیت ۱۱۴:

ابی عبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد مشرکینِ قریش ہیں۔ حدیبیہ کے موقعہ پر انہوں نے رسولِ خداؐ اور مسلمانوں کو عمرہ سے روکا اور مسجد الحرام میں داخل ہونے نہیں دیا۔ مسجد کی آبادی گویا اس میں نماز ادا کرنا ہے۔ نماز سے روکا جائے تو یہی مسجد کی بربادی ہے۔ ہر مسجد کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ جو لوگ مساجد میں جانے سے لوگوں کو روکیں گے وہ سب سے زیادہ ظالم اور مستحقِ عذاب ہوں گے۔

اگر چہ یہ آیت مشرکینِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی تھی مگر حکم عام ہے جیسے اور اسی قسم کی تمام آیتوں کا حال ہے۔ یعنی جو شخص جہاں کہیں خدا کی عبادت سے روکے (یا مساجد تعمیر کرنے میں رکاوٹ پیدا کرے) وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ کیونکہ حدیثِ رسولؐ ہے کہ: ''زمین خدا کی عبادت ہی کے لئے ہے۔'' (بلاغی) علاوہ ازین قرآن میں یہ بھی ہے کہ ''اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ'' (سورہ عنکبوت آیت: ۵۶) ''بیشک میری زمین وسیع ہے پس میری ہی عبادت کرو۔''

آیت ۱۱۵:

مسجد جائے سجدۂ خدا ہے لہٰذا اس کا احترام فرض ہے۔ ورنہ خدا مشرق و مغرب کا مالک ہے۔ (نماز میں قبلہ رُخ ہونا خدا کے حکم کی تعمیل ہے ورنہ اللہ تو ہر سمت میں موجود ہے۔) وہ مکانی زمانی نہیں ہے۔ اس کا علم اور اس کی قدرت لامحدود اور وسیع ہے۔

یہ آیت نوافل (نمازِ نافلہ) کے بارے میں ہے کیونکہ حالتِ سفر میں جس طرف انسان جا رہا ہو اُسی طرف منہ کر کے نافلہ نماز ادا کر سکتا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے خیبر کو جاتے ہوئے اور مکّہ سے واپس مدینہ آتے ہوئے سواری

پر نوافل ادا کیے حالانکہ آپؐ کی پشت قبلہ کی طرف تھی۔ (انوار النجف ج ۲ ص ۱۵۷)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السَّلام نے فرمایا: ''نافلہ نمازوں کو تو جدھر کو سواری جا رہی ہو اُدھر ہی منہ کر کے پڑھ سکتے ہیں لیکن واجب نماز قبلہ کی طرف رُخ کر کے پڑھو۔ سوائے حالتِ خوف کے۔ رہے کشتی، ریل، ہوائی جہاز تو اس میں کوشش کر کے قبلہ رُخ کھڑے ہو کر فرض نماز پڑھو۔ پھر اگر وہ کسی طرف مڑ جائے تو کچھ پرواہ نہیں۔'' ''الفقیہ'' میں ہے کہ یہ آیت اُس وقت کے لئے ہے کہ جب قبلہ کی سمت پہچاننا ممکن نہ ہو۔ (صافی ص ۴۵، بحوالہ تفسیر قمیؒ)

خود قبلہ ہی کو دیکھئے کہ کسی ملک سے مشرق میں ہوگا کسی سے مغرب کی سمت میں ہوگا۔ صف یگانگت کے لئے کعبہ کی سمت مقرر کی گئی ہے۔

آیت ۱۱۶:

یہود نے عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہا۔ خدا نے بتایا کہ وہ میری مخلوق تھے۔ اسی طرح جیسے آسمان اور زمین و تمام کائنات مخلوق ہے۔ اگر مخلوقِ خدا کو خدا کا بیٹا کہا جائے تو حماقت ہے اور کفر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم مسیح کو خدا کا بیٹا اس طرح سمجھتے ہو کہ وہ خدا کا جزو ہیں تو یہ بات خدا کی شان کے خلاف ہے وہ اس قسم کے تعلقات سے بلند اور پاک ہے۔ اسی لئے ''سُبْحٰنَہٗ'' فرمایا۔ اور اگر تم مسیح کو اس لئے خدا کا بیٹا کہتے ہو کہ وہ خدا کے فرمانبردار تھے، تو یہ کوئی صرف اُن کی ہی خصوصیت تو نہیں، زمین و آسمانوں کی ہر چیز خدا کی فرمانبردار ہے۔ (فصل الخطاب)

آیت ۱۱۷:

انسان مخلوقات میں سب سے زیادہ اہم ہے وہ صنعت اور کوئی چیز بنانے میں وقت، مادہ، سامان و آلات کا محتاج ہے مگر جب خدا ارادہِ خلق فرماتا ہے وہ شئے فوراً اسی وقت خلق ہو جاتی ہے۔ تمام کائنات کو بھی اس نے ایک لفظ ''کُن'' سے پیدا کیا۔ وہ خالق بھی ہے اور رازق بھی۔

یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ تمام انبیاء کو معجزات عطا ہوئے ہیں اسی طرح اگر محمدؐ نبی ہیں تو ان پر بھی آیات کا نزول ہو۔ خدا ان سے بھی کلام کرے۔ گویا کافر اس طرح کی باتیں کرنے لگے اس کی سزا ان کو اسی طرح ملے گی جس طرح کہ موسیٰؑ کی امت اور دیگر بعض انبیاء کے منکرین کو ملی تھی۔ یہ خود بھی سوچیں کہ اگر انہوں نے فساد اور ہٹ دھرمی کی تو نتیجہ وہی ہوگا جو گذشتہ نافرمان اقوام کا ہوا۔ اے رسولؐ! پرانے کافروں کے دل اور تمہارے عہد کے کافروں کے دل مشابہ ہیں اور یہ ایمان نہ لائیں گے۔ تم کہہ دو کہ خدا نے تم کو ان کی ہدایت کے لئے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ پیغام پہنچا دینا ہی تمہارا کام ہے۔ باقی ہم خود ان کو سمجھ لیں گے۔ قومِ عرب اور امتِ حضرت محمدؐ

کے منکرین کے لئے خدا کی یہ سخت تہدید وتنبیہ ہے۔

آیت ۱۱۸:

حضرت محمدؐ کے زمانے کے کافر، یہود ونصاریٰ کہتے تھے کہ سابقہ انبیاء پر آیات نازل ہوئی تھیں اور انہیں معجزات عطا ہوئے۔ اسی طرح اگر محمدؐ نبی ہیں تو ان پر آیات کا نزول ہو اور خدا ان سے بھی کلام کرے۔ کافر اسی طرح باتیں کر کے محمدؐ کی نبوت کا انکار کرتے تھے، خداوند عالم نے اپنے رسولؐ سے فرمایا: تم مطمئن رہو، ان کو اس طرح سزا ملے گی جس طرح موسیٰؑ کی اُمت اور دیگر ابنیاء کے منکرین کو ملی تھی۔ یہ خود بھی سوچیں کہ اگر انہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی کی تو نتیجہ وہی ہوگا جو گذشتہ نافرمان اقوام کا ہوا تھا۔ اے رسولؐ ان کافروں کے دل اور تمہارے عہدِ کے کافروں کے دل مشابہ ہیں، یہ ایمان نہ لائیں گے۔

عاقل با ایمان لوگ خدا کی ان ہدایات کو خوب جانتے ہیں اور چونکہ ان میں قبولِ ایمان کی صلاحیتیں ہیں لہٰذا وہ ہمارے بیان کردہ اشاروں کو سمجھتے ہیں کہ خدا بشری اور مخلوق کی صفات سے منزہ اور بلند ہے جبکہ کافر خدا کو اپنے خیال کے مطابق سمجھنا چاہتے ہیں اور خدا میں بشری صفات دیکھنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خالق ہے اور باقی سب اس کی مخلوق ہیں۔

حدیث رسول:۔ طلحہ ابن عبداللہؓ نے رسول خداؐ سے پوچھا کہ سبحان کے کیا معنی ہیں؟ تو فرمایا: **تنزیھاً للہِ من کل شئِِ سوءِِ**۔ (خدا کو منزہ و پاک جاننا ہر بُری شے سے)۔ یعنی تمام مخلوقات کے لوازم سے اس کو بَری جاننا اور ہر نقص سے اس کو پاک سمجھنا۔

کافروں کا کہنا کہ خدا ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ''اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس جگہ قرار دے'' یعنی، ہر انسان میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ خدا سے ہم کلام ہو سکے۔ دوسرا مطالبہ کافروں کا یہ تھا کہ ہمارے پاس کوئی نشانی آئے۔ یہ مطالبہ درست تھا، البتہ حضورِ اکرمؐ کئی معجزات و دلائل پیش کر چکے تھے مگر یہ لوگ مانتے ہی نہ تھے اور خواہ مخواہ کی رٹ لگائے رہتے تھے، غور وفکر کرنے کو تیار ہی نہ تھے۔

آیت ۱۱۹:

خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ سے فرمایا کہ ہم نے تمہیں ڈرانے والا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ پیغام پہنچا دینا ہی تمہارا کام ہے باقی ہم خود ان کو سمجھ لیں گے۔ قومِ عرب اور امتِ حضرت محمدؐ کے منکرین کے لئے خدا کی یہ سخت تہدید وتنبیہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ چاہتے تھے کہ یہود و نصاریٰ اور کافر مسلمان ہو جائیں اور عذابِ جہنم سے بچ جائیں تو آپ نے فرمایا: **لیت شعری ما فعل اللہ بالکفار**۔ (کاش مجھ کو معلوم ہو جاتا کہ

خدا نے گذشتہ کفار کے ساتھ کیا کیا؟) اس پر خدا نے فرمایا کہ اے محمدؐ متفکر نہ ہو کہ گزشتہ کفار کو کیا سزا ملی اور بروزِ قیامت بھی ملے گی یا تمہاری امت کے کافروں اور منکروں کو کیا سزا ملے گی۔ تم صرف تبلیغِ رسالت کرتے رہو۔ تم سے اصحابِ جہنم کے بارے میں باز پرس نہ ہوگی کیونکہ وہ خود اپنے عملِ بد کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہوں گے۔ تم بری الذمہ ہو۔ تم ان سے کہہ دو کہ ہدایتِ خدا یہی ہے کہ قرآن اور محمدؐ پر ایمان لائیں۔

آیت ۱۲۰:

رسول خداؐ کی خدمت میں کچھ یہودی آئے اور کہا کہ اے محمدؐ اگر تم ہمارے دین کا مقابلہ میں کچھ سمجھوتا کرلو تو ہم ایمان لے آئیں۔ رسول اللہؐ نے ان کی خاطر مدارت کی تو خدا نے اپنے رسول کو یہود کی نیت کا پتہ دیا اور فرمایا کہ اے محمدؐ یہ تم پر ہرگز اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم ان کے ہم ملت اور ہم خیال نہ بن جاؤ گے۔ چونکہ یہ ناممکن ہے لہٰذا ان سے ایمان لانے کی امید بھی رکھنا بے کار ہے۔

خدا نے مومنینِ امم سابقہ و امتِ حضرت محمدؐ کی مدح فرمائی ہے کہ یہود و نصاریٰ میں بھی بعض مومنین تھے جو توریت وانجیل پر عمل کرتے تھے اور امتِ محمدؐ میں بھی ایسے مومنین ہیں جو کتابِ خدا قرآن پر عمل کرتے ہیں۔

آیت ۱۲۱:

خدا نے عہدِ حضرت محمدؐ کے یہود و نصاریٰ کو خبردار کیا ہے کہ تم ہمیشہ نافرمانی کرتے رہے ہو اور ہم معاف کرتے رہے ہیں۔ ہمارا رسول محمدؐ تمہاری ہدایت کے لئے آیا ہے۔ اگر تم اس کی پیروی نہ کرو گے تو اُس یومِ حساب سے ڈرو کہ اس دن کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا اور نہ تمہاری دولت عذابِ خدا سے تم کو نجات دلا سکے گی۔ نہ کوئی تمہاری سفارش کرنے والا ہوگا، نہ اس کی کوئی مدد ہوگی۔ ایک بار پھر میں تم کو اپنے احسان یاد دلاتا ہوں کہ میں نے بار بار تمہاری خطائیں معاف کیں، تمہارے وعدوں پر ڈھیل دی، نیز عملِ نیک کرنے کا موقع دیا۔ اس زمانے کے سب لوگوں پر تم کو بوجہ تمہارے ایمان اور تمہارے نبیؑ کے موجود ہونے کی فضیلت دی مگر بعد کو پھر تم منکر ہو گئے اور آخر میں ہمارے نبیِ آخر محمدؐ سے بھی بے خبر ہو اور ان کی اطاعت سے بھی منحرف ہو۔

پڑھنے کا حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف (عربی کے) الفاظ زبان پر جاری نہیں کرتے انہیں (بے سمجھے) رٹ نہیں لیتے، بلکہ ان کے معانی پر غور وفکر کرتے ہیں اور پھر ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (بلاغی۔ فصل الخطاب)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: ''تلاوت بغیر غور وفکر کے نہیں ہوتی۔'' (نہج البلاغہ)

مولوی فلسفہ یہی ہے کہ بغیر سمجھے عربی کے الفاظ کو زبان پر جاری کیے جاؤ، تاکہ دین کا فہم ودرک ہرگز پیدا نہ ہو سکے اس طرح چودھراہٹ بھی خوب چلے گی اور جو چاہیں قوم کو پٹی پڑھا کر مال ودولت، عزّت، نام ونمود بھی حاصل

کرسکیں گے۔

آیت ۱۲۴:

مفسرین کا کلمات کے بارے میں موقف یہ ہے کہ بعض نے سننِ ابراہیمؑ کو ذکر کیا ہے۔ مثلاً مانگ سر میں نکالنا، کلی کرنا، ناک میں تین بار پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مونچھیں کٹوانا، بغل کے بال کٹوانا، زیرناف بال کاٹنا، ختنہ کرنا، پانی سے استنجا کرنا، ناخن کٹوانا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ وہ امتحان ذبحِ اسماعیلؑ تھا۔ بعض نے کہا: وہ تسبیحات اربعہ کا ذکر ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ کو خدا نے اس لئے خلیل بنایا کہ وہ صبح و شام سبحان اللہِ حین تمسون و حین تصبحون (سورۂ روم آیت: ۱۷) بکثرت کہتے تھے۔ بعض مفسرین نے بتایا کہ وہ کلمات (۱) یقینِ خدا (۲) معرفتِ توحید (۳) ستارے و سورج کو دیکھ کر خدا کو تشبیہِ مخلوقات سے منزہ جاننا (۴) شجاعت بہ مقابلہ کفار (۵) حلم (۶) سخاوت (۷) ماسوا سے علیحدگی (۸) امر بالمعروف و نہی عن المنکر (۹) برائی کے بدلے احسان کرنا (۱۰) توکل و محنت وصبر بوقت آگ میں ڈالے جانے کے (۱۱) ذبحِ فرزند پر محنت وصبر (۱۲) محنت وصبر جب سلطان فاجر سے زوجہ یعنی سارہ کو نجات ملی تھی (۱۳) سارہ کی کج خلقی پر صبر (۱۴) عجز وانکساری کے اظہار کے ساتھ اطاعت وعبادت کو جمع کر دینا جبکہ فرمایا: ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین وما انا من المشرکین (سورہ انعام آیت: ۱۶۲) (۱۵) قبولیت دعا جبکہ فرمایا: رب ارنی کیف تحی الموتی (سورہ بقرہ آیت: ۲۶۰)۔ (یارب دکھا دے کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا) (۱۶) دنیا میں ان کا منتخب و مصطفی ہونا (۱۷) خدا کی گواہی: لقد اصطیفناہ فی الدنیا وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین (سورہ بقرہ آیت: ۱۳۰)۔ (۱۸) انبیاء کا ابراہیمؑ کے تابع ہونا۔ خدا نے فرمایا: ثم اوحینا الیك ان اتبع ملّة ابراهیم حنیفا (سورہ نحل آیت: ۱۲۳)۔ (اے رسولؐ تم ملت ابراہیمؑ کی پیروی کرو)۔ (۱۹) خُلّت کا مرتبہ پانا۔ امام جعفر صادقؑ اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ کلمات سے مراد امامت ہے۔ اور تطہیرِ خانہ کعبہ اور تعمیر خانہ کعبہ۔ خدا نے ابراہیمؑ کو امام بنایا اور ان کے بعد تمام انبیاء کو ان کی پیروی کا حکم دیا۔ چنانچہ ہمارے رسولؐ کو حکمِ خدا ہے واتبع ملة ابراهیم حنیفا (سورہ نساء آیت: ۱۲۶)۔ اور امتِ حضرت محمدؐ کو بھی حکم دیا کہ فاتبعوا ملت ابراهیم (سورہ آل عمران آیت: ۹۵)۔

امامت عہدِ جلیلہ ہے۔ خدا نے فرمایا کہ وہ اولادِ ابراہیمؑ میں سے بھی کسی ظالم کو نہیں ملے گا اور شرک بخدا ظلم اعظم بقول قرآن ہے۔ لہٰذا جو مشرک رہ چکا ہے وہ عہدِ امامت نہیں پا سکتا۔ قرآن کا فرمان ہے اِن الشرك لظلم عظیم ۔ (سورۂ لقمان، آیت: ۱۳) (یقیناً شرک بخدا ظلم عظیم ہے)۔ مفسر مغازی نے اپنی کتاب 'مناقب' میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا کہ میں وہ ہوں جس کو ابراہیمؑ نے خدا سے طلب کیا تھا۔

رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو اپنا رسولؐ اور علیؑ کو وصی قرار دیا۔ امام رضاؑ نے فرمایا ہے کہ امام وہ ہے جو نامی العلم کامل الحلم عالم بسیاسة مفروض الطاعة قائم با امر اللہ حافظ دین اللہ ہو۔ (افزائش کرنے والا علم کا، حلم میں کامل، حکومت کا عالم، جس کی اطاعت خدا کی طرف سے فرض کی گئی ہو اور جو احکامِ خدا کی حفاظت کرنے والا ہو۔)

'البیت' خانہ کعبہ کا اسم معرفہ یا علم ہے۔ رسول خداؐ نے یومِ فتحِ مکہ فرمایا: خدا نے مکہ قرار دیا اس دن جبکہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ حرم (محترم) رہے گا روزِ قیامت تک۔ وہ مجھ سے قبل حرم تھا اور میرے بعد بھی حرم رہے گا۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ اس کو حِل قرار دے۔ اور دوسرے موقع پر رسول خداؐ نے فرمایا: انّ ابراھیم حرم مکیة وانی حرمتُ المدینة۔ (حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے اور میں نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے۔) مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ حجِ کعبہ کو پیدل آتے تھے اور طواف میں زبان پر جاری کرتے تھے: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الّا اللہُ واللہُ اکبر۔ حکمِ خدا ہوا کہ اس پر لا حول ولا قوۃ الّا باللہُ اور زیادہ پڑھا کرو۔ چنانچہ آدمؑ یہی کہتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ''خداوندِ عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو نبی بنانے سے پہلے اپنا عبد بنایا، اور رسول بنانے سے پہلے نبوّت عطا فرمائی۔ پھر اُن کو اپنا خلیل یعنی دوست بنانے سے پہلے رسول بنایا۔ اور امام بنانے سے پہلے خلیل بنایا۔ جب خلیل کا عہدہ حاصل کر چکے تو اللہ نے فرمایا ''اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا'' یعنی [اب میں تم کو (تمام) انسانوں کے لئے امام بناتا ہوں] (عطائے عہدہ کی ترتیب سے معلوم ہوا کہ سارے عہدوں میں سب سے افضل عہدہ ''امامت'' کا عہدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سب سے آخر میں عطا ہوا۔)

حضرت ابراہیمؑ کے دل میں عہدۂ امامت کی اتنی عظمت تھی کہ آپؑ نے امامت کے عہدے کی اپنی اولاد کے لئے خدا سے درخواست کی خدا نے ارشاد فرمایا: ''میرا یہ عہدہ ظالموں (غیر معصوموں) کو نہیں ملے گا'' (تفسیر صافی ص ۴۲، بحوالہ کافی)

علمِ کلام کے ماہرین نے اس سے یہ نتائج اخذ کیے کہ: (۱) خدا متقین کو امام بناتا ہے۔ (۲) کوئی غیر معصوم، گناہگار یا ظالم امام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خدا نے فرمایا: ''وَ مَنۡ يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ'' (بقرۃ۔ آیت :۲۲۹) (یعنی ''اور جو لوگ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں توڑتے ہیں، وہ ظالم ہیں۔'') اِس آیت نے ہر اُس شخص کی امامت کو باطل کر دیا جس کے دامن پر ظلم کا ایک چھینٹا بھی ہو۔ (۳) جس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا ہو وہ ہرگز امام نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ خدا نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ'' یعنی: ''یقیناً شرک ظلم عظیم

ہے۔'' (۴) حضرت آدمؑ کے لئے بھی یہ لفظ اگر چہ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے مگر معلوم ہوا کہ امامت کا درجہ ترکِ اولیٰ کو بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ (۵) محققین نے نتیجہ نکالا کہ جب ابراہیمؑ کو نبی، رسول، اور خلیل ہونے کے باوجود ''امامت'' امتحان کے بعد ملی، ثابت ہوا کہ اگر چہ لغوی معنی میں تو ہر نبی امام ہے لیکن منصب کے اعتبار سے امامت ایک خاص عہدہ ہے جو نبوّت اور رسالت کے لئے لازمی نہیں۔ (۶) معلوم ہوا کہ امامت نبی کی اولاد کو ملتی ہے اصحاب کو نہیں۔ اِسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے اولاد کے لئے دعا فرمائی، اصحاب کے لئے نہ فرمائی۔ (تفسیر فصل الخطاب از مولانا علی نقی اعلیٰ اللہ مقامہ)

آیت ۱۲۷:

ابن عباسؓ وعطا سے مروی ہے کہ حضرت آدمؑ نے بنیادِ کعبہ قائم کی اور حضرت ابراہیمؑ نے اس کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ خدا نے تحت العرش بیت المعمور کو بنایا اور ملائکہ کو اس کے طواف کا حکم دیا۔ پھر ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ زمین پر اسی کے تحت بیت المعمور مکان بنائیں۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ حجرِ اسود کو خدا نے آدمؑ کے ساتھ بھیجا ہے۔ مروی ہے کہ جب ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کو تعمیر کر لیا تو طواف کیا اور جبرائیلؑ نے آٹھ ذالحجہ کو ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو مناسک حج تعلیم کیے۔ حج کے بعد ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو مکہ میں اپنا نائب مقرر کیا، خود شام چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا حال بیان کیا گیا ہے ان کی دعاؤں کے قبول ہونے کا ذکر ہے۔ (۱) قبولیتِ محنتِ تعمیرِ کعبہ (۲) ہم کو اپنا مسلم بندہ بنا دے یعنی ہم صرف تیرے ہی بن کر رہیں۔ (۳) ہم کو مناسکِ حج تعلیم فرما کہ تیرے ہی حضور میں رجوع ہونے والے رہیں۔ (توبہ کے معنی گناہوں سے معافی مانگنے کے نہیں ہیں بلکہ توبہ کے معنی ہی رجوع بخدا کے ہیں)۔ (۵) میری اولاد میں سے ایک رسول ایسا پیدا کر جو تیری آیات کو تلاوت کرے، جو کتابِ خدا اور حکمت کی تعلیم دے اور لوگوں کو پاک باطن بنائے۔ (۶) ہماری اولاد میں سے ایک جماعت کو اپنا مطیع قرار دے (۷) تو صاحبِ حکمتِ کاملہ ہے تو خود بہتر جانتا ہے کہ میری اولاد میں سے کون اہل ہیں۔

قابلِ غور یہ امر ہے کہ ابراہیمؑ کی دعائیں سب قبول ہوئیں۔ خدا نے حضرت محمدؐ کو ان کی نسل سے پیدا کیا اور تمام صفات ان میں جمع کر دیں۔ دوسری دعا: من ذریتنا امة مسلمةً لك۔ ہماری اولاد میں سے ایک جماعت ایسی پیدا کر جو صرف تیری ہی مطیع رہے یعنی کبھی بھی غیر خدا کی پرستش نہ کرے، نہ کوئی گناہ اس سے سرزد ہو یعنی وہ جماعت معصوم ہو۔ مگر مفسرین نے یہاں تک لکھ دیا کہ شیخ ابن جریر نے کہا کہ ذریت سے عرب وغیرہ سب کا شمول مراد ہے۔ سدیؒ سے روایت ہے کہ مراد ہر عرب ہے (تفسیر مواہب الرحمٰن ص ۳۲۰) مگر قرآن میں امة مسلمة لك ہے یعنی کہ اے خدا وہ جماعت بس تیری ہی مطیع ہو۔ ظاہر ہے کہ تمام عرب مطیع خدا و رسولؐ نہ کبھی سب تھے اور

نہ آج ہیں۔ ان میں نافرمان، عہد شکن، منافق، کافر و مشرک سب ہی تھے اور آج بھی موجود ہیں۔

لہٰذا یہ لوگ مراد نہیں ہو سکتے البتہ ایک جماعت جو رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ ہے جنہوں نے صفحاتِ تاریخ پر ثابت کر دیا کہ وہی خدا کے مطیع حقیقی تھے۔ **واذقال له ربّه اسلم**۔ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ سے کہا تو اسلام لا اور انہوں نے فرمایا میں نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے بعد تاویلات کی ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اول تو خدا نے یہود و نصاریٰ اہل کتاب کو بتایا ہے کہ تمہارا الزام غلط ہے کہ ابراہیمؑ تمہارے ہم عقیدہ تھے بلکہ وہ خالص مسلم اور مومن تھے اور دینِ اسلام ہی تمام انبیاء کا دین ہے۔ اور دوسرے یہ کہ خدا نے یہ ظاہر فرمایا کہ ابراہیمؑ ہمارا وہ بندہ تھا کہ جب ہم نے اس کو حکمِ اطاعت دیا تو اس نے اس طرح اس کو قبول کیا کہ خدا سے عرض کیا کہ ''میری عبادت، میری زندگی، میری موت اور میری اولاد سب تیرے لئے حاضر ہے'' اور نہ صرف کہا بلکہ عملاً کر دکھایا۔ آگ میں ڈالے گئے بخوشی قبول کیا۔ بیٹے کے ذبح کے حکم پر بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ خدا نے ظاہر فرمایا ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنا سب کچھ ہماری راہ میں قربان کر دینے کا اقرار بخوشی کیا۔

''**مُسلِم**'' کے معنی ''سر اطاعت سے جُھکا دینے والا'' اور ''**مناسِك**'' کے معنی ''تمام عبادت کے طریقے'' اور ''**توبه**'' کے معنی ''خدا کی طرف توجہ کرنا۔'' کیونکہ گناہ بھی خدا ہی کی توجہ سے معاف ہوتا ہے اس لئے گناہ کی معافی مانگنے کو بھی توبہ کہتے ہیں۔ لیکن جب کوئی بے گناہ، توبہ کرتا ہے تو اس کا مطلب خاص توجہ، اخلاصِ عبدیت، رحمتِ خصوصی اور توجہ کی زیادتی کے ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی توبہ کے یہی معنی ہیں۔ (فصل الخطاب)

آیت ۱۲۹:

''**رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا**'': اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں کیونکہ دعا کرنے والے حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے سوائے آنحضرتؐ کے اور کوئی نبی ہوا ہی نہیں اور حضورؐ کا ارشاد بھی ہے کہ میں ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت کا مصداق ہوں۔ (تفسیر انوار النجف جلد: ۲ ص ۱۷۸)

محقّقین نے نتیجہ نکالا ہے کہ (۱) نبیؑ (معاذ اللہ) صرف ڈاکیہ نہیں ہوتا بلکہ مبلّغِ اعظم، معلّمِ اعظم، حکمت و دانائی کی انتہا پر رہنمائے اعظم، مصلحِ اعظم ہوتا ہے۔ (۲) نیز ہدایت کے لئے کتاب کافی نہیں ہوتی، (معلّمِ کتاب کا ہونا ضروری ہے)۔

آیت ۱۳۰:

وَمَن يَّرۡغَبُ: اس آیت میں ملّتِ ابراہیمؑ کی پیروی دعوتِ عامہ ہے کیونکہ اس ملّتِ میں انسان کے لئے ایسا مکمل طریقہ ہے کہ جس سے اعراض کرنا کسی صاحبِ عقلِ سلیم کے لئے جائز نہیں ہے۔ اس مقام پر بنی اسرئیل کو

بالخصوص متوجّہ کیا گیا ہے کہ اپنے باپ کی ملّت کو چھوڑ کر کس طرف جاتے ہو، حالانکہ مصطفٰیؑ (اللہ کے منتخب) اور صالحین میں اُن کا شمار ہے۔ اسی طرح سرکارِ دوعالم جناب رسالت مآبؐ کی طرف خطاب کا رخ موڑ کر اللہ نے تا قیامت مسلمانوں کو بھی پیغامِ ہدایت دیا ہے کہ خبر دار ملّتِ ابراہیمؑ کو نہ چھوڑ دینا۔ ''سَفِهَ نَفْسَه'': یعنی ملّت ابراہیمؑ سے اعراض کرنے والے سوائے بیوقوفوں اور اپنے نفوس کو ہلاک کرنے والوں کے اور کون ہوسکتا ہے۔ جبکہ ابراہیمؑ اور یعقوبؑ اپنے بیٹوں (ذرّیت) کو اس کی وصیّت بھی فرمارہے ہیں کہ اس دین کو موت تک نہ چھوڑنا۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۲ ص ۱۸۱۔ ''ملخص'')

آیت ۱۳۱:

مذکورہ سلسلہ ہی میں خدا فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا الزام غلط ہے کہ ابراہیمؑ اور یعقوبؑ جن کی نسل سے بنی اسرائیل ہیں وہ یہود و نصاریٰ کے باطل عقیدہ پر تھے بلکہ خود اہلِ کتاب کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کر دی تھی کہ تم زندہ رہو تو اسلام پر اور تم مرو تو اسلام پر۔ لہٰذا وہ خود مومن و مسلم تھے۔ پھر خدا نے یہ فرمایا: کہ تم نے جو دین حضرت یعقوبؑ سے منسوب کیا ہے تو کیا تم کو یاد ہے کہ مرتے وقت انہوں نے اپنی اولاد سے اقرار نہیں لے لیا تھا کہ میرے بعد تم ابراہیمؑ و اسحاقؑ کے دین پر قائم رہنا اور انہوں نے اقرار کیا تھا۔ پھر تم کیوں توحید خدا کے منکر ہو اور یہ دینِ اسلام تو تمہارے اجداد کا دین ہے۔ اس لئے قبول کرو اور دنیا کی عزت اور آخرت میں نجات کے مستحق ہو جاؤ۔

آیت ۱۳۳:

''اِلٰهَ اٰبَآئِكَ'': جب حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو جمع کر کے دریافت فرمایا تھا کہ کس کی عبادت کرو گے بعد میرے؟ تو انہوں نے عرض کیا تھا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے ''آباء'' ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ کے معبود کی۔'' یہاں لفظ آباء سے مراد باپ، دادا، اور چچا لیے گئے ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ کے دادا تھے اور حضرت اسماعیلؑ اُن کے چچا تھے اور حضرت اسحٰقؑ اُن کے والد تھے۔ پس قرآن کی اِس اصطلاح سے معلوم ہوا کہ باپ (اَب) کی لفظ دادا، چچا اور باپ، ہر ایک کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا مذہب امامیہ کا اعتقاد ہے کہ نبی و امام کے والدین کافر نہیں ہو سکتے پس جن مقامات پر حضرت ابراہیمؑ کا ''اَب'' آزر'' بتلایا گیا ہے جو ''مشرک'' اور بُت پرست تھا، اُس سے ''چچا'' مراد ہے اور ''آزر'' حضرت ابراہیمؑ کا نسب میں چچا تھا، اُن کے والد کا نام ''تارخ'' تھا۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۲ ص ۱۸۲)

آیت ۱۳۴:

اس آیت سے ثابت ہے کہ انسان اپنے عمل کے مطابق سزا و جزا پائے گا۔ خدا نے ہر انسان کو اس کے افعال و

اعمال میں آزاد کیا ہے اور راہِ راست و راہِ غلط کو بذریعہ انبیاء واضح کر دیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کا کہنا ہے کہ ہمارے اسلاف جو نیکوکار تھے ان کی بدولت ہم بھی بخشے جائیں گے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جو وہ کر گئے اس کا صلہ ان کو ملے گا، جو تم کرو گے اس کا صلہ تم کو ملے گا۔ جو لوگ خدا و رسولؐ و کتابِ خدا کے مطیع رہے وہ جنتی ہیں، مگر تم جب تک قرآن اور محمدؐ پر ایمان نہ لاؤ گے جنت نہیں پا سکتے اور نہ ہی دنیاوی عزت پاؤ گے۔ دنیاوی زندگی میں اختلاف کی وجہ سے تم پر عذابِ جنگ و جدال آتا رہے گا اور آسمانی وارضی مصائب کے تم شکار رہو گے۔

''تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ'': اس آیت میں ان لوگوں کے عقیدے کی تردید ہے جو اپنے باپ، دادا کے کارناموں پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُن کا عمل ہمارے بخشوانے کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہّ دار ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''ایسا نہ ہو کہ بروزِ محشر باقی لوگ اپنے اعمال کو ساتھ لائیں اور تم اپنے انساب کا سہارا لیے آؤ۔'' (بحوالہ انوار الجف ج:۲ ص ۱۸۳)

محققین نے نتائج اخذ کیے ہیں کہ (۱) بزرگانِ دین سے صرف تعلق جو بغیر اتباع کے ہو بیکار ہے۔ (۲) انسان اچھے بُرے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ دونوں عمل انسان انجام دیتا ہے خدا نہیں۔ (۳) انسان کی اصل کمائی اُس کا عمل ہے، مال و دولت اولاد یا نام و نمود نہیں۔

آیت ۱۳۵:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عبداللہ ابن صوریا و کعب بن اشرف و مالک بن حنیف اور دیگر جماعت یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں سے کہا: موسیٰؑ کا مرتبہ بلند ہے، توریت کتابِ خدا ہے۔ اور نصاریٰ نے کہا: حضرت عیسیٰؑ اور انجیل ہمارے لئے کافی ہیں۔ راہِ راست تو ہمارا دین ہے تو تم سب ہمارے دین کو قبول کر لو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم کہہ دو کہ دینِ ابراہیمؑ دینِ خالص ہے اور راہِ مستقیم ہے۔ یہی نجاتِ آخرت کا سبب ہے، اور تم جو ابراہیمؑ پر الزام لگاتے ہو، وہ حقیقی معنوں میں موحد تھے اور تم مشرک ہو کہ عزیرؑ اور عیسیٰؑ کو بھی خدا کا شریک بناتے ہو۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ: ''حنیف'' میں طہارت بھی ہے اور دس باتیں بھی۔ پانچ سر سے متعلّق ہیں۔ (۱) لبیں کتروانا (۲) داڑھی نہ منڈوانا (۳) بال کتروانا (۴) مسواک کرنا (۵) خِلال کرنا۔ اور باقی پانچ جو جسم سے متعلق ہیں یہ ہیں۔ (۱) تمام جسم کے بال صاف کرنا (۲) ختنہ کرانا (۳) ناخن کٹوانا (۴) غسلِ جنابت کرنا (۵) پانی سے استنجاء کرنا۔ (تفسیر عیاشی)

حنیف کے معنی: (۱) جو شخص گمراہی سے منہ پھیر کر ہدایت کی طرف توجّہ کرے۔ (۲) سیدھا راستہ (۳) اسلام کی طرف پوری پوری توجّہ۔ (۴) یکسوئی۔

آیت ۱۳۶:

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ تم ان گمراہ یہود و نصاریٰ و کافرین کو بتا دو کہ عین اسلام اور اصل ایمان یہ ہے کہ (۱) اللہ پر ایمان ہو (۲) ایمان با قرآن ہو (۳) ایمان بہ کتبِ سابقہ جو انبیاء پر نازل ہوئیں (۴) انبیاء کو جو معجزات عطا ہوئے ان پر ایمان ہو (۵) تمام انبیاء میں کوئی فرق نہ کیا جائے اس حقیقت سے کہ وہ مسلمان تھے، مومن تھے۔ ان کی تعلیمات ایک ہی تھیں اور انہوں نے اخلاقِ حسنہ اور توحیدِ خدا کی تعلیم دی تھی اور اس بات کا اقرار کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا سب کچھ خدا کا ہے اور ہم خدا کے ہیں۔

آیت ۱۳۷:

جب رسول خداؐ نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ عیسیٰؑ کا بھی ذکر کیا اور آیت کو بھی تلاوت کیا تو نصاریٰ نے اس کو ناگوار جانا اور کہا کہ عیسیٰؑ کا مرتبہ بلند ہے وہ خدا کا بیٹا ہے لہٰذا ان کا ذکر انبیاء کے ساتھ کیوں کیا؟ خدا نے ان آیات میں معاملہ کو صاف کر دیا کہ اگر یہ یہود و نصاریٰ مثل مسلمانوں کے عقیدہ رکھیں گے کہ انبیاء کو مع عیسیٰؑ کے نبی ہی سمجھیں گے تو وہ بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں گے اور اگر اب بھی وہ عزیزؑ اور عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا جانتے ہیں تو گویا وہ اپنی ضد پر قائم ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو ان کی کثرت و دولت سے مرعوب نہ ہونا چاہئے۔ خدا ان کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور ان پر مسلمانوں کو غلبہ عطا کرے گا۔ لہٰذا تاریخِ عالم گواہ ہے کہ جب تک اہلِ اسلام میں جذبۂ اسلام اور جذبۂ روحانی باقی رہا وہ ہمیشہ یہود و نصاریٰ بلکہ دنیا پر غالب رہے اور حکومتِ عرب و عجم زیر قدم رہی مگر برا ہو ان نام نہاد مسلمان بادشاہوں کا جنہوں نے اپنی عیش پرستی میں مست ہو کر دینِ اسلام اور احکامِ قرآن کو پس پشت ڈال دیا اور دین کو دنیوی حکومت میں بدل ڈالا۔ مگر خدا کا دعویٰ سچا ہے۔ جب کبھی مسلمان رشتۂ اخوت اسلامی اور جذبۂ ایمانی میں منسلک ہو جائیں گے اسی وقت روئے زمین پر انہی کی حکومت ہوگی۔ اسلام کا ڈنکا بجے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آیت ۱۳۸:

یہود و نصاریٰ مختلف رنگوں کے پانی سے اپنے بچہ کو بعدِ ولادت سات دن غسل دیتے تھے۔ یہود کا رنگ نصاریٰ کے رنگ سے جداگانہ تھا اور اس کو قائم مقام ختنہ کے سمجھتے تھے اور کہتے تھے۔ **صبغناہ بالنصرانیۃ** ہم نے مولود کو نصرانی رنگ میں رنگ دیا۔ تو خدا نے اہلِ اسلام کو بتایا کہ تم ان کافروں سے کہہ دو کہ بہترین رنگ تو خدا کی اطاعت کا رنگ ہے کہ خدا نے ہر بچہ کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا ہے حدیث میں ہے کہ **کل مولود یولد علی الفطرۃ الاسلام فابواہ یہودانہ وری ینصرانہ ویمسجانہ**۔ (ہر بچہ اپنے فطرتِ خداداد پر پیدا ہو جاتا ہے مگر اس کے والدین اس کو یہودی و نصرانی اور مجوسی بنا لیتے ہیں) بہر حال خدا نے ظاہر کر دیا ہے رنگ تو وہی رنگ بہتر ہے جس رنگ میں خدا راضی ہے اور وہ دینِ اسلام ہے۔

خدا نے دینِ اسلام کو کئی ناموں سے ظاہر کیا ہے (۱) صبغۃ اللہ (۲) فطرۃ اللہ (۳) کلمۃ اللہ (۴) صراط مستقیم (۵) نور اللہ (۶) حبل اللہ (واعتصمو بحبل اللّٰہ) (۷) سبیل (ادع الی سبیل ربك)۔

عیسائی اپنے بچّے کو بپتسمہ دیتے ہیں۔ غسل ہوتا ہے زرد رنگ کے پانی سے۔ اگر اس غسل کے بغیر بچہ مرجائے تو عیسائیوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرتے کیونکہ وہ عیسائی نہیں سمجھا جاتا۔ مگر اسلام کیونکہ دین فطرت ہے ہر بچہ ہمارے نزدیک مسلمان پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ خدا کا دیا ہوا رنگ ہے جس طرح رنگ کا اثر رنگی ہوئی چیز پر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح محمدؐ وآلِ محمدؐ کی محبت کا رنگ محبت کرنے والوں کے طرزِ عمل سے ظاہر ہوتا۔ (صافی ص ۴۸)

مطلب ہے کہ عیسائیوں کی طرح کسی خاص مصنوعی رنگ میں رنگا جانا دین کی ضرورت نہیں۔ ہمیں ایسے کسی مصنوعی رنگ کی ضرورت نہیں۔ رنگ کے معنی اثرات ہیں۔ یعنی اللہ کے ماننے کے بعد جو اثرات فکر و عمل پر مرتّب ہوتے ہیں وہی اللہ کا رنگ ہے۔ جو مکارمِ اخلاق یعنی کردار کی بلندی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ (صافی و بلاغی)

آیت ۱۳۹:

خدا نے یہود و نصاریٰ کو بہترین ناصحانہ انداز میں اپنے پیغمبر کے ذریعے سمجھا دیا ہے کہ اے محمدؐ تم ان سے کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب تم ہم سے اس بارے میں جھگڑتے ہو کہ ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہے۔ یہ تو کوئی لڑنے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ محبت کی بات ہے۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے اعمال کا بدلہ تم کو ملے گا اور ہمارے اعمال کا ہم کو۔ لہٰذا یہ بات بھی جھگڑنے کی نہیں ہے۔ اب رہا دین کا معاملہ تو ہم خدا کی عبادت میں خلوص رکھتے ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ تم بھی خلوصِ دل سے حکمِ خدا کو مانو اور اسلام قبول کرلو۔

آیت ۱۴۰:

تم جو یہ کہتے ہو کہ ابراہیمؑ و یعقوبؑ اور اسماعیلؑ واسحاقؑ یا اولادِ یعقوبؑ نصرانی یا یہودی تھے تو خدا زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ تم اگر مومن ہو تو خدا کی گواہی کو مانو۔ خدا نے بتایا ہے کہ یہ انبیاء تھے اور مسلمان تھے۔ اب اگر تم خدا کی گواہی سے انکار کرتے ہو تو سب سے بڑے ظالم ہو گے اور تم اپنے ظلم کی وجہ سے جہنم کے سزاوار ہو گے اور یہ کہ ان کے عہد کے مومنین جنت کے مالک ہوں گے اور کوئی کسی کے گناہ کا ذمہ دار نہیں ہے۔

''سِبط'' کی جمع ''اِسباط'' ہے۔ اس کے معنی پھیلاؤ کے ہوتے ہیں۔ لمبے بالوں کو ''سبط'' کہتے ہیں۔ سخی کو ''سبط الکفین'' ''لمبے ہاتھوں والا'' کہتے ہیں۔ پوتے اور نواسے کو بھی ''سبط'' کہتے ہیں۔ کیونکہ بیٹوں کے بیٹے ہونا اولاد کا پھیلاؤ ہے اس لئے ''اسباط'' کے معنی پوتوں اور نواسوں کے ہوتے ہیں (سبط۔ زیادہ تر نواسے کے لئے مخصوص ہے جس طرح ''حَفِیۡد'' پوتوں کے لئے مخصوص ہے۔) (المنجد)

آیت ۱۴۱:

دوبارہ اس حقیقت کو بتایا گیا ہے کہ اسلاف کے کارناموں پر فخر کرنا اور اُن کے کردار کی بلندی کی بیساکھیوں پر خود کو بلند کرنے کی کوشش کرنا بیکار ہے۔ تم کو تمہارے کارناموں کے مطابق اُجر ملے گا۔ بقول اقبالؔ:

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

جناب رسول خداؐ نے اپنے خاندان والوں سے فرمایا ''کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن دوسرے لوگ اپنے نیک اعمال لے کر آئیں اور تم اپنا شجرۂ نسب دکھاتے پھرو۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

الجزء ۲

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

عنقریب آدمیوں میں سے احمق آدمی یہ کہیں گے کہ کس چیز نے اُن کو اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ پہلے تھے۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) آپ کہہ دیں کہ مغرب ومشرق دونوں خدا کے ہیں وہ خدا جس کو چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔(۱۴۲)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾

اور ایسے ہی ہم نے تم کو امتِ وسط قرار دیا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور (ہمارا) رسولؐ تم پر گواہ رہے۔ اور ہم نے اس قبلہ کو جس کی جانب تم نماز پڑھتے تھے نہیں مقرر کیا مگر (صرف) اس لئے کہ ہم جان لیں کہ کون ان میں ہے سے جو اپنے پچھلے پاؤں پلٹ گیا اور کون رسولؐ کی پیروی کرتا ہے؟ اور یہ سب ہی پرشاق ہوا سوائے ان لوگوں کو جن کو خدا نے ہدایت کی اور خدا تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔ خدا یقیناً انسانوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔(۱۴۳)

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ

بے شک ہم نے دیکھا تمہارے چہرہ کو آسمان کی طرف مڑتے ہوئے۔ پس ہم یقیناً تمہارا رخ موڑ دینگے اس قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو۔ پس (اے محمدؐ) آپ اپنا رخ پھیر دیں مسجد حرام کی جانب اور جہاں کہیں تم ہو پس اپنا رخ اسی کی طرف کر لیا کرو اور یقیناً وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے

مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴿۱۴۴﴾

ضرور جانتے ہیں کہ وہ حق ہے جو ان کی رب کی جانب سے ہے اور خدا غافل نہیں ہے اس سے جو وہ کرتے ہیں۔(۱۴۴)

وَ لَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَ مَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴿۱۴۵﴾

وقف لازم

اور جن کو کتاب دی گئی ہے اگر تم ان کو تمام نشانیاں بھی پیش کردو گے تو بھی وہ تمہارے قبلہ کو تسلیم نہیں کریں گے اور تم بھی ان کے قبلہ کے تابع نہ ہو اور نہ اُن میں کا کوئی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے والا ہے اور اگر ان کی خواہشوں کی پیروی تم نے کی اس کے بعد کہ تم کو علم ہو چکا ہے، تو تم بھی ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔(۱۴۵)

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ﴿۱۴۶﴾

وقف منزل

وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے وہ رسولؐ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں سے ایک جماعت حق کو چھپاتی ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں۔(۱۴۶)

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴿۱۴۷﴾ؑ

ع ۱۷

حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پس تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہو۔(۱۴۷)

وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴿۱۴۸﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور ہر ایک کے لئے ایک جہت (سمت) ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے۔ پس سبقت حاصل کرو نیکی حاصل کرنے میں کیونکہ جہاں بھی تم ہو گے تم سب کو خدا جمع کر کے لائے گا بے شک خدا ہر شے پر قادر ہے۔(۱۴۸)

وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

اور جس طرف سے تم نکلو بس اپنا رخ مسجدِ حرام کی جانب موڑ لیا کرو اور یقیناً یہ حکم تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے اور خدا بے خبر نہیں ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔ (۱۴۹)

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۚ وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ﴿۱۵۰﴾

اور جدھر تم نکلو پس پھیر لو اپنا رخ مسجدِ حرام کی طرف اور جہاں کہیں تم ہو پس اپنا رخ کرو اسی طرف تا کہ لوگوں کی حجت تم پر قائم نہ ہو بجز ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہیں۔ پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرتے رہو۔ تا کہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔ (۱۵۰)

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۱۵۱﴾ معانقۃ ۳

(یہ تحویل قبلہ) اسی طرح ہے جیسے ہم نے تم میں سے رسولؐ بھیجا جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تم کو کفر و شرک سے پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور تم کو وہ تعلیم کرتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ (۱۵۱)

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ع ﴿۱۵۲﴾ ع ۱۸ ۲

پس تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔ (۱۵۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا

اے ایمان لانے والو! تم صبر و صلوٰۃ کے ذریعہ

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

مدد طلب کرو بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (۱۵۳)

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اور تم ان لوگوں کو جو راہِ خدا میں قتل کیے جائیں میّت نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو شعور (وفہم) نہیں ہے۔ (۱۵۴)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ۙ

اور ہم ضرور تم کو آزمائیں گے کچھ خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ اموال اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے اور (اے محمدؐ) آپ صابرین کو خوش خبری دے دیں۔ (۱۵۵)

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ؕ

جو بوقت مصیبت کہتے ہیں: یقیناً ہم اللہ کے ہیں اور بے شک ہم پلٹ کر اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ (۱۵۶)

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

وہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلواۃ اور رحمت ہے۔ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (۱۵۷)

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

یقیناً (کوہ) صفاء اور مروہ خدا کے شعائر (علامات) میں سے ہیں۔ پس جو بیت اللہ کا حج بجا لائے پس کوئی گناہ نہیں اس پر کہ ان دونوں کا طواف کرے اور جو بخوشی نیکی کرے پس خدا یقیناً قدر شناس ہے اور عالم ہے۔ (۱۵۸)

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ
الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ
لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ
وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ۙ﴿۱۵۹﴾

جو لوگ چھپاتے ہیں ان روشن دلائل اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں اس کے بعد کہ ہم نے لوگوں کے واسطے کتاب میں بیان کر دی ہیں وہ لوگ وہ ہیں جن پر خدا لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (۱۵۹)

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا
فَأُولٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ
الرَّحِيمُ ﴿۱۶۰﴾

مگر ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف بیان کر دیا پس انہی لوگوں کی میں توبہ قبول کروں گا اور یقیناً میں بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔ (۱۶۰)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ
كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۙ﴿۱۶۱﴾

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور حالتِ کفر میں مر گئے وہی لوگ وہ ہیں کہ ان پر خدا اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ (۱۶۱)

خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۱۶۲﴾

اس لعنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ ان کا عذاب کم کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ (۱۶۲)

وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ
ع ۱۹ ۱۱ ۳ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ ﴿۱۶۳﴾

اور تمہارا معبود خدائے یکتا ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی (خدا جو) رحمٰن و رحیم ہے۔ (۱۶۳)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَ
اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي
تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا

یقیناً پیدائش میں آسمانوں اور زمین کے اور رات دن کے اختلاف میں اور ان کشتیوں کے سمندر میں چلنے میں جن سے انسان فائدہ حاصل کرتے ہیں اور اس پانی میں جسے خدا نے آسمان سے اتارا جس کے

اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ بَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ۖ وَّ تَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾	ذریعے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اور پھیلا دیا اس میں ہر قسم کا زمین پر چلنے والا اور ہواؤں کے چلنے میں اور ان بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہیں (ان سب میں) نشانیاں (دلیلیں ہیں خدا کی) ان لوگوں کے لئے ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔(۱۶۴)
وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوۡ يَرَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡٓا اِذۡ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ ۙ اَنَّ الۡقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾	اور انسانوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو خدا کے علاوہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں اور ان سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی محبت درحقیقت ان کو خدا سے کرنی چاہئے تھی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ خدا کی محبت میں سرشار ہیں اور اگر وہ لوگ جو ظالم (حق ناشناس) ہیں سمجھ لیتے (مگر) وہ جو عذاب دیکھنے پر سمجھیں گے۔ یقیناً قوتِ کامل خدا ہی کے لئے ہے اور خدا شدید عذاب دینے والا ہے۔(۱۶۵)
اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا وَرَاَوُا الۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ ﴿۱۶۶﴾	(اس وقت کو یاد کرو) جب پیر اپنے مریدوں سے تبرأ کریں گے اور سب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کی نجات کے تمام اسباب قطع ہو جائیں گے۔(۱۶۶)
وَقَالَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا لَوۡ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيۡهِمُ اللّٰهُ اَعۡمَالَهُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَيۡهِمۡ ؕ وَ مَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع ۲۰	اور مرید کہیں گے کہ کاش ہم کو لوٹ جانا ملے تو ہم بھی ان سے اسی طرح تبرّا کریں جس طرح انہوں نے ہم سے تبرّا کیا ہے۔ ان کو خدا دکھائے گا ان کے اعمال کو حسرت بنا کر اور وہ جہنم سے نکلنے والے نہ ہوں گے۔(۱۶۷)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

اے لوگو! زمین میں سے حلال و پاک چیزیں کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (۱۶۸)

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

یقیناً وہ تم کو برائی اور فحش (گندے کاموں) کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا (حکم دیتا ہے) کہ جو تم نہیں جانتے ہو وہ بات اللہ کے بارے میں کہہ دو۔ (۱۶۹)

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو کچھ نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے، اگرچہ ان کے آباء و اجداد عقل نہیں رکھتے تھے اور ہدایت یافتہ نہ تھے تو بھی (وہ لوگ ایسا ہی کریں گے)۔ (۱۷۰)

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ان چیزوں کو پکارتا ہو جو سوائے چیخ اور پکار کے کچھ نہ سنیں اور نہ سمجھیں۔ وہ بہرے گونگے اندھے ہیں۔ پس وہ کچھ نہیں سمجھتے ہیں۔ (۱۷۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

اے ایمان لانے والو! کھاؤ پاک چیزیں جو ہم نے تم کو دی ہیں اور خدا کا شکر ادا کرو اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (۱۷۲)

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَ

یقیناً اس (خدا) نے مُردار اور خون اور سور کا

لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ
فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ
عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

گوشت اور جس چیز پر خدا کے علاوہ کسی اور کا نام لیا گیا ہو تم پر حرام کیا ہے۔ پس جو ناچار مجبور ہو اور نافرمان نہ ہو نہ حد سے گزرنے والا ہو تو اس کے ذمہ کچھ گناہ نہیں ہے۔ بالتحقیق اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۱۷۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ
اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ
وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا
يُزَكِّيْهِمْ ۖۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

یقیناً وہ لوگ چھپاتے ہیں اس کو جو خدا نے کتاب میں نازل کیا ہے اور اس کو قلیل قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ وہ وہی لوگ ہیں جو اپنے پیٹ میں بجز آگ کے اور کچھ نہیں بھرتے ہیں اور روزِ قیامت خدا ان سے کلام نہ کرے گا اور نہ ان کو پاک بنائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(۱۷۴)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ
بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ
اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾

وہی لوگ وہ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے عوض خرید لیا اور مغفرت کے بدلہ عذاب کو خریدا ہے۔ پس وہ آتش جہنم پر کیا ہی صبر کرنے والے ہیں۔(۱۷۵)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ
وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِيْ
شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۱ ۹

یہ اس واسطے ہے کہ اللہ نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا۔ اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا یقیناً بہت بڑی نافرمانی میں ہیں۔(۱۷۶)

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ
الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ

یہ نیکی نہیں ہے کہ تم (صرف) اپنے رُخ مشرق اور مغرب کی طرف موڑ لو۔ بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ جو اللہ اور یوم آخر اور ملائکہ اور کتاب اور انبیاء پر ایمان لایا،

وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى
الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ
السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ ۚ وَ
اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ
بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى
الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

اور جس نے خدا کی محبت میں اپنے مال کو رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں اور غلاموں کے آزاد کرنے میں خرچ کیا، اور جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور وہ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں جب معاہدہ کر لیتے ہیں اور وہ مصیبتوں اور بیماری اور جہاد میں صبر کرنے والے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو حقیقی معنوں میں صادق ہیں اور وہی لوگ متقی ہیں۔ (یعنی برائیوں اور گناہوں سے بچنے والے ہیں)۔ (۱۷۷)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ
الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ
فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَىْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ
بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ
ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ
فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾

اے ایمان لانے والو! تم پر واجب کیا گیا قصاص کو ان کے بارے میں جو (ناحق) قتل ہوئے ہوں۔ آزاد کے بدلہ آزاد ہو اور غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ عورت۔ پھر جسے معاف کر دیا جائے اس کے برادرِ مومن ایمانی کی طرف سے تو (مطالبہ دیت میں) نرمی کرنی چاہئے اور قاتل اسے ادا کرے نیکی کے ساتھ۔ یہ تخفیف اور رحمت تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ بس جو شخص زیادتی کرے اس کے بعد تو اس کے لئے عذاب درد ناک ہے۔ (۱۷۸)

وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِى
الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اور تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے۔ اے صاحبانِ عقل شاید کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔ (برے کاموں سے بچنے لگو)۔ (۱۷۹)

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ؕ۱۸۰

تم پر واجب کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت آئے اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو اپنے والدین اور اقرباء کے بارے میں نیکی کے ساتھ وصیت کر دے۔ متقین پر یہ بھی حق ہے۔(۱۸۰)

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؕ۱۸۱

پس جو شخص اس (وصیت) کو سننے کے بعد بدل دے تو اس کا گناہ انہیں لوگوں پر ہوگا جو اس کو بدلیں گے۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۱۸۱)

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۠۱۸۲ ع ۲۲ ۶

پھر جس شخص کو وصیت کرنے والے کی طرف سے حق تلفی یا گناہ کا اندیشہ یا خوف ہو، پس اگر وہ باہم صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور رحیم ہے۔(۱۸۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ۱۸۳

اے ایمان لانے والو! تم پر روزے رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلوں پر فرض کیا گیا تھا۔ شاید کہ تم تقویٰ اختیار کر سکو (برے کاموں سے بچنے رہنے کی صلاحیت پیدا کر سکو)۔(۱۸۳)

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ

(یہ روزے) گنتی کے دن ہیں۔ پس تم میں سے جو مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دِنوں میں تعداد پوری کر دے اور ان لوگوں پر جن پر روزہ شاق ہوتا ہے ان کو چاہئے کہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور

طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۱۸۴

جو شخص بخوشیِ دل زیادہ خیر کرے پس اس کے لئے زیادہ بہتر ہے اور یہ کہ تم روزہ رکھو (کیونکہ یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم علم رکھتے ہو۔ (۱۸۴)

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۱۸۵

ماہ رمضان وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔ یہ قرآن تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کے لئے (اس میں) دلائل روشن ہیں اور (اس میں) حق و باطل کا معیار ہے۔ پس تم میں سے جو بھی اس مہینہ کو پائے پس وہ روزہ رکھے اور جو مریض ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کر دے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تم پر سختی نہیں چاہتا اور البتہ تم تعداد پوری کر دو اور البتہ تم کو جو ہدایت کر دی ہے اس پر خدا کی عظمت کا ضرور اقرار کرو۔ شاید (اسی طرح) تم شکر گزار بن سکو۔ (۱۸۵)

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۱۸۶

اور (اے محمدؐ!) جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں (کہہ دو کہ) میں ان سے قریب ہوں اور جب کوئی دعا کرنے والا مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں قبول کرتا ہوں۔ پس ان کو چاہئے کہ وہ مجھ سے طلبِ قبولیتِ دعا کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تو شاید (ایسا کرنے سے) وہ راہِ راست (سیدھا راستہ) پالیں۔ (۱۸۶)

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى

شبِ صیام میں ازواج کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے۔ وہ ازواج تمہارا لباس ہیں اور

نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ
لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ
اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ
فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ
لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ
الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا
تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي
الْمَسٰجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
تَقْرَبُوْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

تم ان کا لباس ہو۔ خدا واقف تھا کہ (اس سے پہلے) تم اپنے نفوس سے خیانت کرتے تھے۔ پس خدا نے تمہاری توبہ قبول کی اور تم کو معاف کردیا۔ پس تم (شب ہائے صیام میں) ان سے ہم بستری کرو اور طلب کرو اس شے کو جو خدا نے تمہارے لئے معین کی ہے۔ اور کھاؤ پیو حتیٰ کہ تم پر (صبح کا) خطِ سفید خطِ سیاہ سے نمایاں ہو جائے۔ پھر شب کے آغاز پر روزہ ختم کرو اور ازواج سے مباشرت نہ کرو جبکہ تم مساجد میں اعتکاف میں ہو۔ یہ حدودِ خدا ہیں۔ پس ان کے قریب نہ جاؤ (مخالفت نہ کرو) اس طرح اللہ لوگوں کے لئے اپنی نشانیاں ظاہر کرتا ہے شاید کہ وہ تقویٰ اختیار کرلیں۔ (یعنی گناہوں اور برے کاموں سے بچنے لگیں)۔ (۱۸۷)

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ
بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ
لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳ ۷

اورتم باہم ایک دوسرے کا کچھ مال بھی ناحق نہ کھاؤ اور اس کے بارے میں حکّامِ وقت کے پاس اس لئے جھگڑے نہ لے جاؤ کہ لوگوں کا مال گناہ کے ساتھ تم کھا جاؤ اور حالانکہ تم علم رکھتے ہو۔ (۱۸۸)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۗ قُلْ هِيَ
مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ وَلَيْسَ الْبِرُّ
بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ

(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگ تم سے چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ وہ لوگوں اور حج کے واسطے میقات ہیں اور یہ نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں پیچھے کی جانب سے آؤ۔ لیکن نیکی یہ ہے

الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ
اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

کہ خدا سے ڈرو اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو اور خدا سے ڈرو تا کہ تم کو فلاح (مکمل کامیابی) حاصل ہو۔ (۱۸۹)

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾

اور تم جنگ کرو راہِ خدا میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کریں اور (اس میں) زیادتی نہ کرو، خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (۱۹۰)

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ
وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ
وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا
تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی
يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ
كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾

اور ان کو قتل کر دو جہاں پاؤ اور نکال دو ان کو وہاں سے جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا تھا اور فتنہ قتل سے بھی بڑھ کر بُرا ہے اور نہ جنگ کرو ان سے مسجد حرام کے قریب حتیٰ کہ وہ خود تم سے وہاں نہ لڑیں۔ پس اگر وہ (وہاں) جنگ کریں تو تم بھی ان کو قتل کر ڈالو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ (۱۹۱)

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾

پس اگر وہ باز رہیں تو اللہ بڑا بخشنے والا رحیم ہے۔ (۱۹۲)

وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ
وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا
عُدْوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ (شرک و کفر) باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کا ہو جائے۔ پس اگر وہ باز آجائیں تو کسی پر زیادتی نہیں ہے سوائے ظالموں کے۔ (۱۹۳)

اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۱۹۴﴾

محترم مہینہ کا بدلہ محترم مہینہ ہی ہے اور احترام والی چیزوں کا قصاص مقرر ہے پس جو زیادتی کرے تم پر، پس تم بھی زیادتی کرو اس پر، اس کی زیادتی کی مثل (یعنی برابر) اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ خدا متقین کے ساتھ ہے۔ (۱۹۴)

وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛۚ وَاَحۡسِنُوۡا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۹۵﴾ ع

اور راہِ خدا میں خرچ کرو۔ اور اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور نیکی کرو۔ یقیناً خدا نیکی کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (۱۹۵)

وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَكُمۡ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡهَدۡىُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ بِهٖۤ اَذًى مِّنۡ رَّاۡسِهٖ فَفِدۡيَةٌ مِّنۡ صِيَامٍ اَوۡ صَدَقَةٍ اَوۡ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ ۟ فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ

اور حج و عمرہ صرف خدا کے لئے پورا کرو۔ پس اگر محصور ہو جاؤ تو جو میسّر ہو قربانی سے اور اپنے سروں کو نہ منڈواؤ، اس وقت تک کہ قربانی اپنے محل ذبح پر نہ پہنچ جائے۔ پھر اگر کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی اذیت ہو تو فدیہ اس کا روزہ ہیں یا صدقہ یا ذبح ہے۔ پس اگر تم امن میں ہو تو جو عمرہ کو حج سے ملا کر فائدہ اٹھانا چاہے تو قربانی جو میسر ہو کر دے اور جس کو میسر نہ ہو تو ایامِ حج میں تین روزے رکھے اور جب تم واپس آجاؤ تو سات دن کے روزے رکھو۔ یہ سب ملا کر دس روزے ہوئے۔ یہ حکم اس کے لئے ہے کہ جس کے اہل و عیال مکّہ میں موجود نہ ہوں اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً اللہ سخت

لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝١٩٦ ع ٢٤ ٨

عذاب دینے والا ہے۔(۱۹۶)

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭؔ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۝١٩٧

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حج کے مہینے معلوم ہیں پس ان مہینوں میں جن پر حج فرض ہوا تو اس میں نہ وہ مباشرت کریں نہ گناہ کریں اور نہ لڑائی کریں، نہ جھگڑا کریں اور جو تم نیکی کرو گے وہ اللہ کے علم میں ہے اور زادِ راہ مہیا کرو۔ یقیناً بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے صاحبانِ عقل! مجھ سے ڈرتے رہو، (میری خوشی کے لئے بُرے کاموں سے بچتے رہو)۔(۱۹۷)

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۝١٩٨

اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ اپنے رب سے فضل و کرم کے طلب گار رہو۔ پس جب تم عرفات سے چلو تو پھر مشعر الحرام کے قریب اللہ کو یاد کرو اور اللہ کا ذکر اس طرح کرو جیسا کہ تم کو بتایا گیا ہے اور اگر چہ تم پہلے گمراہوں میں سے تھے۔(۱۹۸)

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٩٩

پھر اسی راستے سے چلو جس راستے سے دوسرے لوگ چلیں اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔(۱۹۹)

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

پس جب تم مناسک حج ادا کر چکو تو خدا کا ذکر

كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ
النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَ
مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝٢٠٠

کرتے رہو جس طرح تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے رہتے ہو یا اس سے بھی زیادہ اللہ کو یاد رکھو۔ پس لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے خدا ہم کو دنیا ہی میں دیدے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (۲۰۰)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى
الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا
عَذَابَ النَّارِ ۝٢٠١

النصف

اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو دنیا میں نیکی عطا کر اور آخرت میں بھی نیکی عطا کر اور ہم کو عذابِ جہنم سے بچا۔ (۲۰۱)

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ
اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٢٠٢

یہ وہی لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال کا حصہ ملے گا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (۲۰۲)

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِىْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ
فَمَنْ تَعَجَّلَ فِىْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَ
مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ
تُحْشَرُوْنَ ۝٢٠٣

اور خدا کو یاد رکھو ایام معدودات (یعنی گنتی کے چند دنوں) میں۔ پس جو دو ہی دن میں (منیٰ سے) چل کھڑا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور جو بتاخیر روانہ ہو پس اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے (یہ سہولت اس کے لئے ہے) جو برے کاموں سے بچتا ہے (یا) جو پرہیز گار رہے اور خدا سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم یقیناً اس کے حضور میں حاضر کیے جاؤ گے۔ (۲۰۳)

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ
قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝٢٠٤

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ زندگانیِ دنیا میں اس کی باتیں تم کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ گواہ بناتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ دشمنوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ (۲۰۴)

وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

اور جب وہ واپس جاتا ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور زراعت اور نسل کو برباد کرے اور اللہ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔(۲۰۵)

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرتو اس کو اس کا غرور گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔ پس اس کے لئے جہنم کافی ہے۔ اور وہ بہت ہی بُرا مقام ہے۔(۲۰۶)

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

اور انسانوں میں سے کوئی ایک ایسا بھی ہے جو فروخت کر دیتا ہے اپنے نفس (جان) کو صرف اس لئے کہ رضائے خدا کو حاصل کرے اور اللہ تمام بندوں پر بڑا مہربان ہے۔(۲۰۷)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾

اے ایمان لانے والو! تم پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا ظاہر بہ ظاہر دشمن ہے۔(۲۰۸)

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

پس اگر تم لغزش کرو اس کے بعد کہ تمہارے پاس روشن دلیلیں آچکی ہیں تو پھر جان لو کہ خدا یقیناً غالب حکمت والا ہے۔(۲۰۹)

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِىَ

کیا وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ ان کے پاس بادلوں کے سایہ میں آئے اور فرشتے بھی آئیں اور معاملہ ختم ہو جائے اور تمام معاملات (یا امور) کی

ع ۲۵ ۱۴ ۹ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ ع

بازگشت خدا ہی کی طرف ہے۔ (۲۱۰)

سَلْ بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ
اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ
بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾

تم بنی اسرائیل سے پوچھ لو کہ ہم نے ان کو کتنی روشن دلیلیں دی تھیں اور جو نعمتِ خدا کو اس کے بعد کہ وہ اس کے پاس آچکی ہو، بدل ڈالے تو یقیناً خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۲۱۱)

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ
يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ (وقف لازم)
اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَاللّٰهُ
يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾

جو لوگ کافر ہو گئے ہیں ان کے لئے زندگی دنیا کو زینت دیا گیا ہے (یعنی خوبصورت بنا دیا ہے)۔ اور وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو متقی ہیں یعنی ہر برے کام سے بچتے ہیں، وہ کافروں پر قیامت کے دن فوقیت رکھتے ہوں گے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب رزق عطا کرتا ہے۔ (۲۱۲)

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ
اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَ
اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ
بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ وَمَا
اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ
مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى
اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ
الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ

تمام لوگ پہلے ایک ہی امت تھے۔ پھر خدا نے انبیاء بشارت دینے والے اور ڈرانے والے مبعوث کیے (بھیجے) اور ان کے ساتھ کتاب جو حق ہے نازل کی تا کہ وہ کتاب ان کے درمیان میں جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ کر دے اور نہیں اختلاف کیا اس میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی تھی اور انہوں نے یہ اختلاف روشن دلائل کے آنے کے بعد بوجہ اپنی باہمی بغاوت کے کیا تھا۔ پس خدا نے ایمان لانے والوں کو اپنے حکم سے اس راہِ حق کی جس میں وہ اختلاف کرتے تھے، ہدایت کر دی۔ اور اللہ جس کو

اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾

چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت کر دیتا ہے۔(۲۱۳)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ
لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ
زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ
اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو گے حالانکہ تم پر وہ (مصائب) نہیں گزرے جو ان لوگوں پر گزرے تھے جو تم سے پہلے گزر گئے کہ ان کو اتنی سختی اور تکلیف پہنچی کہ وہ ہلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ رسولؐ کہنے لگا اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، وہ بھی کہنے لگے کہ کب آئے گی اللہ کی مدد؟ خبردار یقیناً مددِ خدا قریب ہے۔(۲۱۴)

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ
اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ
وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ
السَّبِيْلِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ
بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

لوگ تم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ (راہِ خدا میں) کیا خرچ کریں؟ (اے رسولؐ) تم کہہ دو جو بھی تم نیکی کر سکو پس وہ والدین اور اقرباء اور یتیموں اور مساکین اور مسافرین کے لئے ہو اور جو کچھ تم نیکی کرو گے پس یقیناً اللہ اس کا علم رکھتا ہے۔(۲۱۵)

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ
لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ
خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ
شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع ۲۶ ۱۰

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تم کو ناگوار ہے اور شاید جو چیز تم کو ناگوار ہے، وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہو اور شاید کہ تم کو ایک شے محبوب ہو اور وہ تمہارے لئے شر (نقصان) ثابت ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(۲۱۶)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

(اے رسولؐ!) تم سے ماہِ حرام میں جنگ کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ (تم ان سے) کہہ دو کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے۔ اور راہِ خدا سے روکنا اور خدا کا انکار کرنا اور مسجدِ حرام سے روکنا اور اس کے اہل کو اس سے نکال دینا خدا کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فتنہ (فساد) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ تم کو تمہارے دین سے نکال دیں، اگر ان کا بس چلے اور تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا اور وہ حالتِ کفر میں مر جائے گا، پس وہی لوگ وہ ہیں کہ دنیا و آخرت میں ان کے اعمال عبث اور بے فائدہ قرار دیئے جائیں گے۔ وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲۱۷)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور راہِ خدا میں جہاد کیا، وہی لوگ رحمتِ خدا کے امید وار ہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۲۱۸)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

(اے رسولؐ!) لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ (تم) کہہ دو ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور عوام الناس کے لئے فائدے (بھی) ہیں مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے

مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ
تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ۙ

بڑھ کر ہے۔ اور لوگ پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کتنا خرچ کریں تم کہہ دو کہ جو تمہاری جائز ضرورت سے زیادہ ہو۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے آیات کھول کر بیان کرتا ہے کہ شاید تم غور و فکر کرو۔ (۲۱۹)

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ
الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ
تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ
الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

دنیا کے بارے میں اور آخرت کے بارے میں بھی (غور و فکر کرو) اور تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، (تم) کہہ دو کہ ان کی اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ ملا کر کرو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا مفسد کو مصلح سے الگ پہچانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر سختی کرتا۔ بیشک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (۲۲۰)

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ
وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ
اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ
حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ
مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ
اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ
وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ ع ٢٧ ١١

اور مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرو اور مومنہ کنیز مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ تم کو وہ مشرکہ کتنی ہی اچھی معلوم ہو اور مشرکوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں اور مومن غلام (آزاد) مشرک سے بہتر ہے گو وہ مشرک تم کو اچھا معلوم ہو۔ وہی لوگ تم کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ دعوت دیتا ہے جنت اور مغفرت کی بہ اختیار خود اور خدا اپنی آیات کو صاف صاف لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے شاید کہ وہ نصیحت قبول کرلیں۔ (۲۲۱)

وَ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡمَحِيۡضِ ؕ قُلۡ هُوَ اَذًى ۙ فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الۡمَحِيۡضِ ۙ وَلَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰى يَطۡهُرۡنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرۡنَ فَاۡتُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ وَ يُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِيۡنَ ﴿۲۲۲﴾

اور (اے رسولؐ!) لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ وہ اذیت (نجاست) ہے پس تم ایامِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔ اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔ پس جب وہ پاک ہو جائیں پھر تم ان کے پاس جاؤ جدھر سے تم کو خدا نے حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور طاہر رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (۲۲۲)

نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ ۖ فَاۡتُوۡا حَرۡثَكُمۡ اَنّٰى شِئۡتُمۡ ۫ وَ قَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ مُّلٰقُوۡهُ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۲۳﴾

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ پس اپنی کھیتی میں جس طرح دل چاہے آؤ اور اپنے نیک اعمال اپنے لئے بھیجتے رہو اور خدا سے ڈرتے رہو اور تم جان لو کہ تم یقیناً اس کے حضور میں جاؤ گے اور مومنین کو بشارت دیدو۔ (۲۲۳)

وَلَا تَجۡعَلُوا اللّٰهَ عُرۡضَةً لِّاَيۡمَانِكُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡا وَ تَتَّقُوۡا وَتُصۡلِحُوۡا بَيۡنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۲۴﴾

اور اللہ کو اپنی قسموں کا حیلہ نہ بناؤ کہ تم نیکی کرنے اور پرہیزگاری (یعنی) گناہوں سے بچنے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے سے باز رہو اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (۲۲۴)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغۡوِ فِىۡۤ اَيۡمَانِكُمۡ وَلٰكِنۡ يُّؤَاخِذُكُمۡ بِمَا كَسَبَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ﴿۲۲۵﴾

اللہ تم کو تمہاری لغو قسموں پر نہیں پکڑتا بلکہ وہ تم سے مواخذہ کرتا ہے اس پر جو تم (ارادۃً) اختیار کرتے ہو اور اللہ بڑا بخشنے والا ہے اور بردبار ہے۔ (۲۲۵)

لِلَّذِيۡنَ يُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ

ان لوگوں کے لئے جو اپنی ازواج کے پاس نہ

تَرَبُّصُ اَرۡبَعَةِ اَشۡهُرٍ ۚ فَاِنۡ فَآءُوۡ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۲۶﴾

جانے کی قسم کھالیں ان کو چار ماہ کی مہلت ہے۔ پس اگر وہ اس مدت میں رجوع کر لیں تو خدا غفور و رحیم ہے۔ (۲۲۶)

وَاِنۡ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۲۷﴾

اور اگر طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں تو خدا سننے والا علم رکھنے والا ہے۔ (۲۲۷)

وَالۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوۡٓءٍ ؕ وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنۡ یَّکۡتُمۡنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیۡۤ اَرۡحَامِهِنَّ اِنۡ کُنَّ یُؤۡمِنَّ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَبُعُوۡلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ اِنۡ اَرَادُوۡۤا اِصۡلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَیۡهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع ٢٨ ٧ ١٢

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے کو تین طہر تک روکیں اور ان کے لئے ہرگز یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو خدا نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اگر وہ عورتیں ایمان رکھتی ہیں خدا اور روزِ قیامت پر اور ان کے شوہر اگر اصلاح کا ارادہ کریں تو ان کے واپس لینے میں زیادہ حقدار ہیں اور ان (عورتوں) کا حق نیکی کے بارے میں (مردوں کے ذمہ) ایسا ہی ہے جیسا کہ ان (مردوں) کا عورتوں پر اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فوقیت ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (۲۲۸)

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ وَلَا یَحِلُّ لَکُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَیۡتُمُوۡهُنَّ شَیۡـًٔا اِلَّاۤ اَنۡ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ تِلۡکَ حُدُوۡدُ

طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے۔ پس نیکی کے ساتھ روک لینا یا حسنِ سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا چاہئے اور تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ جو کچھ تم ان (ازواج) کو دے چکے ہو، اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ مگر اس حالت میں کہ دونوں کو اس بات کا خوف ہو کہ دونوں حدودِ خدا پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ پس اگر تم کو خوف ہو کہ وہ دونوں حدودِ خدا پر قائم نہ رہیں گے تو پس ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر

اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ
اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

عورت کچھ معاوضہ دیدے۔ یہ خدا کے حدود (معینہ) ہیں۔ پس تم ان سے تجاوز نہ کرو اور جو حدودِ خدا سے تجاوز کرے گا وہی لوگ ظالم ہوں گے۔(۲۲۹)

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ
حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ
اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ
اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

پس اگر مرد عورت کو (تیسری) طلاق دیدے تو وہ اس مرد کے لئے حلال نہ ہوگی بعد طلاق کے، جب تک کہ وہ اس کے علاوہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ پھر اگر وہ مرد اس عورت کو طلاق دیدے تو ان دونوں پر رجوع کر لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے مگر اسی حالت میں کہ وہ دونوں یہ گمان رکھیں کہ وہ دونوں حدودِ خدا پر قائم رہ سکیں گے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ خدا ان کو لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے جو لوگ صاحبانِ علم ہیں۔(۲۳۰)

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ
سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ
ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ
اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ
وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

اور جب تم نے ازواج کو طلاق دے دی پس وہ اپنی عدت کے قریب پہنچیں تو پھر ان کو نیکی کے ساتھ روک لو یا ان کو نیکی کے ساتھ رخصت کر دو اور ان کو نہ روکو اس لئے کہ ضرر پہنچاؤ یا تعدّی (زیادتی) کرو اور جو ایسا کرے گا پس وہ یقیناً اپنے ہی اوپر ظلم کرے گا اور تم خدا کی آیات کو تمسخر نہ بناؤ اور تم یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے اور اسے بھی جو کچھ کتاب و حکمت سے اس نے تم پر نازل کی ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے تم کو نصیحت کرے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ یقیناً ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔(۲۳۱)

الربع ع ۲۹ ۳ ۱۲ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو ان کو دوسرے شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جبکہ وہ دونوں نیکی کے ساتھ باہم راضی ہو جائیں۔ یہ نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو تم میں سے خدا اور یومِ آخر پر ایمان لایا ہے۔ اس میں تمہارے لئے بہت پاکیزگی ہے اور بہت طہارت ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(۲۳۲)

وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا ؕ وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ

اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں اس کے واسطے جو چاہے کہ زمانہ رضاعت کو پورا کرے اور بچہ والے کے ذمہ ان کا کھانا کپڑا نیکی کے مطابق دینا ضروری ہے۔ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے اور نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے اور نہ باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف پہنچائی جائے اور باپ کے قائم مقام کے ذمہ بھی اسی طرح ہے۔ پس اگر دونوں (والدین) بچہ کا دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں رضامندی اور مشورہ سے (دودھ چھڑا سکتے ہیں) ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر تم چاہو کہ کسی سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے مگر جب کہ حوالہ کر دو جو (مال) تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے۔ اور اللہ سے ڈرو

مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾

اور جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کو اللہ دیکھنے والا ہے۔(۲۳۳)

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ
اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ
اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾

اور جو لوگ تم میں سے فوت ہوجائیں اور اپنی ازواج چھوڑ جائیں تو وہ ازواج اپنے نفسوں کو چار مہینے دس دن عدت میں رکھیں۔ پس وہ جب اپنی عدت پوری کرلیں پھر تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس میں جو وہ اپنے نفسوں کے لئے کریں مطابق دستور کے۔ اور اللہ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔(۲۳۴)

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ
مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ
اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ
سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ
سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا
تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ
اَجَلَهٗ ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ
اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
ع ٣٠ ١٤ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٣٥﴾ ع

اورتم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ (ان عدت والی) عورتوں کو کنایۃً (اشارہ سے) تم پیام نکاح دو۔ یا اس کو اپنے دل میں چھپائے رکھو۔ اللہ جانتا ہے کہ تم یقیناً ان کو عنقریب یاد رکھو گے۔ لیکن پوشیدہ طور پر ان سے صریحی وعدہ نہ لو مگر یہ کہ ان سے نیک بات کہو اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے نکاح کا ارادہ نہ کرو اور یہ جان لو کہ یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے پس اس (اللہ) سے ڈرو، اور جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا حلیم ، برداشت کرنے والا ہے۔(۲۳۵)

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ

اگر تم ان عورتوں کو طلاق دے دو جن سے تم نے مباشرت نہیں کی یا تم نے ان کا کوئی مہر مقرر نہیں کیا، تو

مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے البتہ ان کو کچھ نفع پہنچا دو یہ نفع پہنچانا صاحبِ مقدور پر اس کی حیثیت کے مطابق اور مفلس پر اس کی حیثیت کے مطابق ہو۔ وہ نفع مطابقِ دستور معقول ہو۔ یہ حق نیکوکاروں پر ہے۔ (۲۳۶)

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

اور اگر ان کے پاس جانے سے قبل ان کو طلاق دے دو اور جبکہ ان کا مہر مقرر کر چکے ہو تو مقرر کردہ مہر کا نصف ان کو دو۔ مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں یا وہ معاف کر دے جو ان کا ولی ہو اور اگر تم معاف کر دو تو یہ بات تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور تم نہ بھولو احسان کرنا آپس میں (باہم)، یقیناً اللہ تمہارے عمل کو دیکھنے والا ہے۔ (۲۳۷)

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور خاص طور پر نماز وسطیٰ کی اور خدا کے حضور میں باادب اور توجہِ کامل کے ساتھ کھڑے ہو۔ (۲۳۸)

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

پس اگر تم کو خوف ہو تو پیدل چلتے چلتے یا سواری پر نماز ادا کر لو۔ پس جب تم کو اطمینان ہو تو پھر اللہ کا ذکر اس طرح کرو جس طرح تم کو تعلیم دی گئی ہے (جس کو) پہلے تم نہیں جانتے تھے۔ (۲۳۹)

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ

اور وہ لوگ جو تم میں سے وفات پانے کے قریب

اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

ہوں اور جو بیویاں چھوڑ جائیں، تو ان کو ایک سال کے نان ونفقہ کی وصیت کر دیں اور ان کو گھر سے نہ نکالیں۔ پس اگر وہ ازواج خود نکل جائیں، پھر تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بارے میں کہ وہ عورتیں اپنے بارے میں نیکی کے ساتھ جو کچھ کریں، تو بھی تم پر الزام نہیں ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔(۲۴۰)

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾

اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے ان کو بھی نیکی اور دستور کے مطابق نفع پہنچانا چاہئے۔ یہ حق متقین (برائیوں سے بچنے والوں) کے لئے ہے۔(۲۴۱)

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

۳۱ ع ۷ ۱۵ تَعْقِلُوْنَ ع ﴿۲۴۲﴾

ایسے ہی اللہ اپنی آیات کو بیان کرتا ہے شاید کہ تم سمجھ لو۔(۲۴۲)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکل گئے۔ پس اللہ نے ان کے واسطے حکم دیا کہ تم سب مر جاؤ۔ پھر ان کو زندہ کیا۔ بیشک اللہ لوگوں پر فضل و مہربانی کرنے والا ہے لیکن اکثر انسان شکر ادا نہیں کرتے۔(۲۴۳)

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

اور جنگ کرو راہِ خدا میں اور جان لو کہ یقیناً اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔(۲۴۴)

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ

کون ہے وہ جو اللہ کو قرض حسنہ دے پس خدا اس کو اس کے لئے بڑھائے اور زیادہ سے زیادہ بڑھا

وَ اللّٰهُ يَقۡبِضُ وَيَبۡصُۜطُ وَ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۴۵﴾

دے اور اللہ ہی تنگدستی دیتا ہے اور فراخی بھی اور اسی کی طرف تم پلٹ کر جاؤ گے۔ (۲۴۵)

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰىۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِؕ قَالَ هَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡاؕ قَالُوۡا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَ اَبۡنَآٮِٕنَاؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴿۲۴۶﴾

وقف لازم

کیا تم نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر نظر نہیں ڈالی۔ جب کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تا کہ ہم راہِ خدا میں جنگ کریں۔ ان کے نبی نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ جب تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر تم جہاد نہ کرو۔ وہ کہنے لگے اور ہم کو کیا ہو گیا کہ ہم راہِ خدا میں جہاد نہ کریں جبکہ ہم اپنے وطن سے نکالے گئے اور اپنے بیٹوں سے چھڑائے گئے۔ پس جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو سب پھر گئے مگر صرف چند باقی رہے اور اللہ ظالموں سے خوب آگاہ ہے۔ (۲۴۶)

وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَكُمۡ طَالُوۡتَ مَلِكًاؕ قَالُوۡۤا اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡكُ عَلَيۡنَا وَ نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡكِ مِنۡهُ وَلَمۡ يُؤۡتَ سَعَةً مِّنَ الۡمَالِؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰٮهُ عَلَيۡكُمۡ وَزَادَهٗ بَسۡطَةً فِى الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِؕ وَاللّٰهُ يُؤۡتِىۡ مُلۡکَهٗ مَنۡ يَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۴۷﴾

اور ان کے نبی نے ان سے کہا: یقیناً اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے تو کہنے لگے کہ اس کو ہم پر حکومت کیوں کر ہو سکتی ہے؟ جبکہ ہم حکومت کے اس سے زیادہ حقدار ہیں اور اس کو وسعتِ دولت بھی نہیں دی گئی ہے۔ نبی نے فرمایا کہ خدا نے اس کا انتخاب کیا ہے تم پر (حکومت کے لئے) اور اس کو علم اور جسم (طاقت) میں زیادہ کیا ہے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک عطا کرتا ہے اور اللہ صاحبِ وسعت اور جاننے والا ہے۔ (۲۴۷)

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ؏ ﴿۲۴۸﴾

ع ۳۲ ۱۶

اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آئیگا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کے ترکہ کا بقیہ موجود ہے۔ اس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے یقیناً اس میں تمہارے لئے نشانی موجود ہے اگر تم صاحبِ ایمان ہو۔(۲۴۸)

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

پس جب کہ طالوت افواج لیکر چلا تو اس نے کہا کہ خدا ایک دریا سے تمہاری آزمائش کرے گا پس جو اس دریا سے پانی پی لے گا، وہ میرا نہیں ہے اور جو اس کو نہ چکھے گا پس یقیناً وہ میرا ہے۔ مگر یہ کہ اس (پانی) سے ایک چلوّ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ پس پیا اس میں سے بجز چند کے۔ پس جب وہ اور اس کے ایمان دار ساتھی اس (دریا) سے عبور کر گئے تو انہوں نے کہہ دیا کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور لوگوں نے جو گمان رکھتے تھے کہ یقیناً خدا کے حضور میں جائیں گے کہا کہ اکثر (ایسا ہوتا ہے) گروہ قلیل، گروہ کثیر پر بحکمِ خدا غالب ہو جاتا ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(۲۴۹)

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلے کے لئے نکلے تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہم کو کامل صبر عطا فرما اور ہمارے قدموں کو ثبات

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾

عطا کر اور ہم کو قوم کافرین پر فتح عطا فرما۔ (۲۵۰)

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۛ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

پس انہوں نے بحکمِ خدا دشمنوں کو شکست دے دی اور داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اس (داؤدؑ) کو ملک اور حکمت عطا کیے اور اس کو سکھایا جو مناسب سمجھا اور اگر اللہ بعض کے ذریعہ سے بعض لوگوں کو دفع نہ کرتا رہے تو زمین میں فساد پھیل جائے لیکن اللہ تمام عالموں پر فضل و کرم کرنے والا ہے۔ (۲۵۱)

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

یہ اللہ کی آیات ہیں کہ ہم ان کو سناتے ہیں اور یقیناً تم مرسلین میں سے ہو۔ (۲۵۲)

تفسیر سورۃ البقرہ

آیت ۱۴۲:

سجدہ درحقیقت وہ حالت ہے جو کہ انسان پر بوجہ توجہِ کامل طاری ہو۔ قبلہ بظاہر عرفِ شرع میں وہ رُخ ہے جس طرف منہ کر کے نماز ادا کی جائے۔ حضرت محمدؐ نے سترہ ماہ یا دس ماہ تک مدینہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی۔ یہودیوں نے کہنا شروع کیا کہ اگر محمدؐ نبیِ آخر ہے تو ہمارے قبلہ کو اپنا قبلہ کیوں بنایا ہے؟ رسول خداؐ کو اس طنز سے ملال ہوا۔ آپ نافلۂ شب کی عبادت کے لئے اٹھے اور آسمان کی طرف رخ کر کے دعا کی کہ کعبہ کو خدا قبلہ مقرر کر دے۔ لہٰذا یہ آیات نازل ہوئیں۔ آیت میں اول پیشنگوئی ہے کہ یہود و نصاریٰ ایسا کہیں گے تو یہ لوگ احمق ہیں کیونکہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مغرب و مشرق کا مالک اللہ ہے، پھر جدھر وہ حکم دے وہی حق ہے اور جس چیز کو وہ منع کرے وہ منسوخ ہے۔ پھر جو تابعِ حکمِ خدا و رسولؐ ہے وہ راہِ مستقیم پر ہے اور جو روگرداں ہے وہ کافر ہے۔ کعبہ مدینہ سے جانبِ جنوب اور بیت المقدس جانب شمالِ مدینہ ہے۔ رسول خداؐ وقتِ ظہر جب مسجد سالم میں دو رکعت نماز ادا کر چکے تو جبرائیلؑ نے آپؐ کا رخ موڑ دیا اور یہ آیات سنائیں۔

آیت ۱۴۳

یہود کا دعویٰ تھا کہ امتِ عادل ہم لوگ ہیں۔ معاذ بن جبلؓ سے مباحثہ ہوا خدا نے معاذؓ کی تصدیق فرمائی کہ امتِ عادل اہلِ ایمان و مسلمان ہیں۔

رسول اور امتِ وسط کی گواہی پیشِ خدا روزِ حشر ہوگی۔ یہود کا دعویٰ تھا کہ وہ عادل ہیں اس کا جواب خدا نے دیا کہ ہمارا رسول محمدؐ شاہد ہے یعنی عادل ہے اور اس کے ساتھ امتِ وسط ہے جو عادل ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ تمام امتِ مسلمہ عادل نہیں کیونکہ ان میں وہ بھی تھے جو پہلے مشرک یہودی یا نصرانی یا ہندو تھے، بعد کو مسلمان ہوئے یا عام مسلمان اپنے اعمال میں صفتِ عدالت سے محروم ہیں تو روزِ قیامت یہ گواہِ امت نہیں ہو سکتے۔ اس لئے امام باقرؑ نے فرمایا: **نحن امة الوسط و رسول الله شاهد علينا و نحن شهداء الله على خلقه و حججه في ارضه** یعنی ہم آلِ رسولؐ امتِ وسط ہیں اور رسول اللہؐ ہم پر گواہ ہیں اور ہم خدا کی مخلوق پر گواہ ہیں اور زمین پر اس کی حجت و دلیل ہیں۔ (اس سے مراد ائمہ اثناء عشر ہیں یعنی علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ، باقرؑ، کاظمؑ، رضاؑ، تقیؑ، نقیؑ، عسکریؑ، مہدیؑ آخر الزمان۔)

مکہ میں رسول خداؐ کعبہ کی جانب نماز پڑھتے تھے اور مدینہ میں بحکمِ خدا بیت المقدس کی جانب نماز پڑھتے

تھے۔

اہلِ اسلام نے رسول اللہؐ سے پوچھا تھا کہ ہماری پچھلی نمازوں کا کیا ہوگا جو بیتُ المقدس کی طرف رُخ کر کے پڑھی گئیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ تمہاری وہ عبادت اور ایمان ضائع نہ ہوگا بلکہ ثواب ملے گا۔

آیت ۱۴۴:

کعبہ جو مکہ شریف میں ہے قبلہِ رسولؐ واہلِ اسلام تھا۔

واقعہ حسن بصری: حجاج شعبی نے روایت کی ہے کہ ہم بصرہ میں حجاج بن یوسف کے دربار میں تھے۔ مہاجرین وانصار، ان کی اولاد اور قاریوں کا مجمع تھا۔ حجاج کے دربار میں حسن بصری آئے۔ حجاج نے ان کو کرسی دی اور تعظیم کی۔ علمی مباحثہ شروع ہوا تو حجاج نے حضرت علیؑ کی شان میں نامناسب الفاظ کہے۔ پھر حسن بصری سے پوچھا: ابا سعید آپ علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حسن بصریؒ نے **وما جعلنا القبلة التی کنت علیها** سے **علی الذین یهدی الله** تک تلاوت کی اور کہا کہ یہ آیت شانِ علیؑ میں ہے۔ علیؑ رسولؐ کے ابن عم اور داماد ہیں اور محبوب ترین اور قریب ترین ہیں۔ (تفسیر منہج الصادقین ص ۱۲۶)

خدا نے فرمایا ہے کہ بیت المقدس اور کعبہ دونوں اور مشرق ومغرب خدا کے ہیں مگر اتباعِ رسولؐ حقیقی ایمان ہے۔ بس جن کے دلوں میں کفر ہے وہ حجتیں کریں گے اور جو مومن ہیں وہ حکمِ خدا و رسولؐ کی پیروی کریں گے یہ ان کے لئے آزمائش ہے۔ جو آزمائش میں کامیاب ہوگا وہ نعمتِ خداوندی کا حقدار ہوگا۔ رُخ کعبہ کی طرف کرو جہاں ہو۔ مشرق مغرب، بحر و بر، میدان و پہاڑ میں جہاں کہیں ہو۔

علماء یہود کو علم تھا کہ توریت میں ذکر ہے کہ نبی آخر الزمانؐ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھے گا اور آخری قبلہ کعبہ ہوگا۔

آیت ۱۴۵:

یہود کا کعبہ سے انکار و نافرمانی بھی خدا کو معلوم ہے۔ نصاریٰ بھی اس حکم میں داخل ہیں اور ان کو یہ بھی علم ہے کہ اہلِ ایمان حکمِ خدا کے تابع ہیں۔

یہود ونصاریٰ ومشرکین جو بھی اپنا معبد قدیم سے معین کر چکے ہیں وہ ان کو ترک نہ کریں گے کیونکہ کفر وشرک ان میں سرایت کر چکا ہے اور ان کی سرکشی حد سے بڑھ چکی ہے۔ خدا اپنے علم سے اپنے حبیبؐ و رسول کو تسکین دے رہا ہے کہ آپؐ ان کے انکار سے آزردہ خاطر نہ ہوں۔ ہم ان کے کفر وشر سے واقف ہیں آپؐ پر ذمہ داری نہیں ہے۔

یہ آیت بھی حضرت محمدؐ کی بریّت ظاہر کرتی ہے اور منکرین کے لئے حجت ہے کہ محمدؐ نے خود قبلہ نہیں بدلا ہے بلکہ خدا نے تاکیدی حکم دیا تھا کہ جس کی تعمیل محمدؐ پر لازم تھی۔

آیت ۱۴۶:

رسول سے مراد حضرت محمدؐ ہیں کیونکہ توریت وانجیل آپ کی آمد کی خبر دے چکی تھیں یہود ونصاریٰ حضرتؐ کو خوب پہچانتے تھے مگر دانستہ انکار کر رہے تھے تو خدا نے اپنے حبیبؐ کو تسلی دی کہ تم فکر نہ کرو یہ جان بُوجھ کر حق کو چھپا رہے ہیں تم پر اُن کی ذمہ داری نہیں ہے۔

آیت ۱۴۷:

دین کے کسی حکم میں شک کرنا اس آیت کے حکم کے تحت آتا ہے کہ خدا اور رسولؐ پر ایمان لے آؤ تو کبھی شک نہ کرنا تمہارا یہ شک لازمی شرک ہوگا جس کی بدولت تم عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے۔ حق سے مراد یہاں حکمِ تحویلِ قبلہ ہے اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جو بھی احکامِ الٰہی ہیں وہ سب حق ہیں۔

آیت ۱۴۸:

قرآن نے ایک حقیقت بیان کی ہے کہ ہر گروہ جو منکرِ خدا ہے اس نے اپنا معبود علیحدہ بنالیا ہے چونکہ وہ حق سے منحرف ہو گئے اور ان کو اپنی گمراہی نظر نہیں آتی ہے لہٰذا اے رسولؐ ان کی ذمہ داری تم پر نہیں کیونکہ یہ دانستہ گمراہ ہو رہے ہیں۔

عبداللہ ابن سلام جو یہودی عالم تھا اس سے ایک صحابی نے سوال کیا کہ تم ہمارے رسولؐ کو پہچانتے ہو تو اس نے کہا: انا اعلم به من ابنی۔ (میں محمدؐ کو اپنے بیٹے سے زیادہ جانتا ہوں) پوچھا کیونکر؟ اس نے کہا: لانه لاشك فی محمد انه نبی فاما ولدی فلعل والدته خائنة (میں یقیناً محمدؐ کو نبی جانتا ہوں اور رہا میرا بیٹا تو ممکن ہے کہ اس کی ماں نے خیانت کی ہو اور وہ میرا بیٹا نہ ہو)۔

صفیہ بنت حی بن اخطب نے بیان کیا کہ جب محمدؐ مدینہ آئے تو میں نے اپنے چچا، باپ وغیرہ سے سنا تھا کہ چلو دیکھیں کہ یہ وہی محمدؐ ہیں جن کا ذکر توریت میں ہے۔ چنانچہ وہ گئے۔ رسولؐ قبا میں مقیم تھے، یہ لوگ صبح گئے، شام کو غمگین واپس ہوئے اور کہنے لگے یہ وہی محمدؐ ہے، ہم تا آخر اس کے دشمن رہیں گے۔

اہلِ اسلام کو حکمِ خدا ہے کہ وہ نیکی حاصل کرنے میں مصروف رہیں اور ہمیشہ حصولِ نیکی میں آگے بڑھتے رہیں کیونکہ نیکیوں کی وجہ سے درجاتِ عالیہ ان کو میری جانب سے عطا ہونگے وہ لامحدود ہیں۔

قرآن میں یہ آیت تنبیہ ہے منکرین و یہود ونصاریٰ کے واسطے۔ خدا کا فرمان ہے کہ تم جہاں کہیں ہو سمندر، پہاڑ مضبوط قلعوں یا کسی خطۂ ارض میں ہو خدا تمہارے حال کا ناظر ہے اور وہ تم کو یومِ حساب حشر میں ایک جگہ جمع کر دے گا اور تم اپنے اعمالِ نیک و بد کا بدلہ پاؤ گے۔

خدا قادر ہے کہ تم کو جمع کر دے اور تمہارے جسم کے اجزاء کو جو مرنے کے بعد منتشر ہو جائیں گے جمع کر دے گا۔ یہ کام تم کو ناممکن نظر آتا ہے مگر خدا کے لئے آسان ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔

آیت ۱۵۰:

انکارِ قبلہ کرنے والے صرف ظالم ہی ہوں گے۔ خدا کے حکم کے بعد جو کعبہ کو قبلہ نہ جانے گا وہ ظالم ہے اور مستحقِ عذاب ہوگا۔

ڈرنے کا یہ حکم اہلِ اسلام کے واسطے ہے۔ خدا اہلِ ایمان سے وعدہ فرماتا ہے اور ان کو حکم دیتا ہے اور ان کی حفاظت کا وعدہ فرماتا ہے۔ تم قبلہ کی طرف رخ کرو ایسا کرنے میں کسی سے نہ ڈرو۔ اگر تم فرماں بردارر ہوگے تو خدا تمہاری حفاظت کرے گا اور تم کو نعمات عطا فرمائے گا اور وہ نعمات دین و دنیا کی نعمتیں ہوں گی اور تم ہدایت یافتہ بھی ہو جاؤ گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تمام النعمة الموت علی الاسلام ،[اسلام کی حالت میں مرجانا نعمتِ تمام (کامل) ہے۔] آپؑ نے فرمایا: نعمتیں چھ ہیں۔ اسلام ،قران ،محمدؐ ،ستر (لباس)، عافیت اور دوسروں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس سے استغنا۔ خدا کا فرمان ہے کہ میری نعمتیں اتنی ہیں کہ تم شمار نہیں کر سکتے مگر نعماتِ عاقبت صرف مومنین کے واسطے ہیں۔

آیت ۱۵۱:

قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے اور کعبہ کو قبلہ ماننے کو اتنی ہی اہمیت خدا کے نزدیک ہے جتنی اہمیت حضرت محمدؐ کی بعثت کی ہے۔ انکارِ قبلہ انسان کو کافر قرار دیتا ہے اور لائقِ عذاب بناتا ہے۔ اسی طرح حضرتؐ کی رسالت کا انکار منکر کو عذابِ عاقبت کا حقدار بناتا ہے۔

حضرت محمدؐ کی ثنا خود خدا کرتا ہے۔ حضرت محمدؐ آیات خدا کو بیان کرتے ہیں، قران اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ تمام علوم جو تم نہیں جانتے ہو ان کے عالم اور وارث ہیں۔ محمدؐ کی تعلیم میں تم کو اور تمہای نسلوں کو وہ علم حاصل ہو جائیں گے جو طاقتِ بشری سے باہر ہیں۔ قیامت تک جتنے علوم پیدا ہوں گے ان سب کا علم محمدؐ کو ہے اور مشاہدہ ہے کہ علوم حضرت محمدؐ لاتعداد ہیں جس کا پتہ احادیث نبوی سے ملتا ہے اور آپؐ کے بعد علم کے وارث حضرت علیؑ نے علوم کا سمندر بہا دیا۔ اسی لئے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ ''انامدینة العلم و علیؑ بابها'' (میں تمام علوم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے) مگر افسوس مسلمان باہمی جنگوں اور دنیا طلبی میں پھنس گئے اور علوم نبیؐ کی اشاعت سے غافل ہو گئے۔ خدا اہلِ اسلام کو آئندہ توفیق عطا کرے۔ البتہ ائمہ اہلبیتؑ نے علومِ رسولؐ کی حفاظت کی اور اس کی امت کو تعلیم دی۔

آیت ۱۵۲:

خدا کا یہ وعدہ اہلِ ایمان کے لئے عظیم احسان ہے لہٰذا انسان کو ہمیشہ ہر وقت ذکرِ خدا کرنا چاہیے اور کاروبارِ دنیا میں اس کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے تاکہ اصلاحِ معاملات سے دنیوی بہتری اور نجاتِ اخروی حاصل ہو سکے۔ حدیثِ قدسی میں ہے: یابنی آدم اذکرنی بعد صبح ساعة وبعد العصر ساعة الفك ما اهمك (اے فرزند آدمؑ بعد صبح و بعد عصر ایک ساعت مجھ کو یاد کر، میں تیری ہر مہم و مشکل آسان کردونگا۔) بہترین ذکر خدا ہی کا ذکر ہے۔ ربیع نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے: ان اللہ عزو جل ذاکر من ذکرہ وزائد من شکرہ و معذب من کفرہ۔ (اللہ بزرگ و برتر اس کا ذکر کرنے والا ہے جو اس کا ذکر کرے وہ اس کو زیادہ دینے والا ہے جو اس کا شکر کرے اور اس پر عذاب کرنے والا ہے جو انکار کرے۔) حضرت سلمانؓ فارسی صحابی رسولؐ نے فرمایا: جب بندہ درگاہِ الٰہی سے واقف ہوجاتا ہے تو جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو فرشتے درگاہِ خدا میں اس کے شفیع اور دعا کرنے والے ہوتے ہیں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: جس مجمع میں خدا اور رسولؐ کا ذکر نہ ہوگا وہ مجمع وبال (مصیبت) بن جائے گا۔

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ میں حج کو جارہا تھا کہ میں نے راہِ صحرا میں ایک نوجوان کو تنہا سفر کرتے دیکھا۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ نہ سواری، نہ زادِ راہ اور یہ صحرائے خونخوار؟ اس نوجوان نے کہا: میں خدا کو یاد کرتا ہوں، عبداللہ نے بطور آزمائش کہا: میں پیاسا ہوں، جوان نے ہاتھ بلند کیا اور جامِ آب سرد مجھ کو دیا۔ میں حج میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس نوجوان کے گرد مخلوق جمع ہے۔ میں نے پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ یہ وہ ہے کہ اس کو عرب کے سنگ ریزے بھی پہچانتے ہیں، یہ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ امام سے پانی کا واقعہ پوچھا تو آپؑ نے فرمایا کہ اذکرہ فی خلوات یذکرنی فی الفلوات (میں اس خدا کو خلوت میں یاد کرتا ہوں وہ مجھ کو صحرا میں یاد رکھتا ہے۔)

آیت ۱۵۳:

صبر سے مراد روزہ ہے اور صلوۃ نماز ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: صبر کی دو قسم ہے، صبر مصائب اور تکالیف پر اور صبر لذت اور نفس کو محبوب رکھنے پر۔ قرآن کا حکم ہے کہ خدا کی مدد نماز و روزہ کے ذریعہ طلب کرو چنانچہ رسول خداؐ نے حضرت فاطمہؑ کو بسلسلہ علالتِ حسنینؑ مشورہ دیا کہ تین روزے رکھو اور دعا کرو۔ فاطمہؑ نے ایسا ہی کیا چنانچہ سورہ دہر (ھل اتیٰ) نازل ہوا۔

آیت ۱۵۴:

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شہداء اپنی روح و جسم کے ساتھ زندہ ہیں صبح و شام ان کو رزق پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ

خوش رہیں۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: خدا شہید کو چھ خصلتیں عطا کرتا ہے۔(۱) مقتول ہوتے ہی خدا اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (۲) اس کا درجہ بہشت میں اس کو دکھا دیتا ہے۔ (۳) بہتر حور العین اس کو عطا کرتا ہے۔ (۴) عذابِ قبر سے نجات دیتا ہے۔ (۵) تاجِ یاقوتِ سرخ جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے عطا کرتا ہے۔ (۶) اس کے اقرباء کے لئے اس کی شفاعت منظور فرماتا ہے۔

آیت ۱۵۵:

مومن کا امتحان ضرور ہوگا اور وہ امتحان سے پریشان نہیں ہوتا۔ ثمرات سے مراد اولاد ہے۔

آیت ۱۵۶۔۱۵۷:

مصائب پر صبر کرنا اور رضائے خدا کو مد نظر رکھنا اور اپنی جان و مال راہِ خدا میں قربان کرنا خدا کی خاص رحمتوں اور صلوٰۃ کا حقدار بنا دیتا ہے۔

آیت ۱۵۸:

صفا پر ایک عورت کا بت اور مروہ پر ایک مرد کا بت نصب تھا جو عہدِ رسول خداؐ میں توڑ دیئے گئے تو خدا نے اہلِ اسلام کو بتایا کہ اب صفا و مروہ کا طواف گناہ نہیں بلکہ یہ نشانیاں خدا کی ہیں اور طواف مناسکِ حج میں ہے۔

امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے فرمایا: ان النبی قال اسعوا فان اللہ کتب علیکم السعی (رسول خداؐ نے فرمایا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرو خدا نے تم پر فرض کی ہے۔) اور جو بہ خوشی یہ نیکی بجالائے تو خدا قدردان اور عالم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو قیامِ مکہ میں بار بار طوافِ خانہ کعبہ، سعیِ صفا و مروہ و دیگر عبادات کرتا رہے تو خدا اس کا اجر دے گا بشرطیکہ اس کو بخوشی خدا کی اطاعت میں کرے۔ یعنی صرف خدا کو خوش کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کے لئے کرے۔

آیت ۱۵۹:

کتبِ توریت و انجیل و زبور میں تحریف کی گئی، احکام خدا کو مسخ کیا گیا ہے، ذکرِ محمدؐ کو اس سے خارج کیا گیا ہے اور جو ذکر موجود ہے اس سے انکار کیا گیا۔ یہ سب حق کا چھپانا تھا۔ لہٰذا وہ سب منکرین لعنتِ خدا کے مستحق ہو گئے اور ابدی عذاب ان کے لئے مقرر ہوا۔ اسی طرح حضرت محمدؐ کے دورِ نبوت میں جو آپؐ کے منکر ہوئے یا جنہوں نے منافقت کی یا جنہوں نے قرآن کے احکام کو بدلا اور احکامِ رسولؐ سے روگردانی اور نافرمانی کی، وہ سب ان آیات کی رُو سے حق اور خدا کی نشانیوں کے چھپانے والے ہوئے اور لعنت کے مستحق ہو گئے۔ خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی عاقبت کو مقدم رکھیں۔

ان حق کے چھپانے والوں پر خدا ملائکہ و انسان جو مومن ہیں وہ سب لعنت کرتے ہیں۔ضحاک سے روایت ہے کافر کو جب قبر میں رکھتے ہیں تو فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں: من ربك ومن نبيك و ما دينك۔ کافر کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ تو فرشتے آتشیں تازیانہ اس کو مارتے ہیں جس کی آواز ملائک وحیوان تک سنتے ہیں اور کافر پر لعنت کرتے ہیں۔ من سئل عن علمه فكتمه الجم بلجام من النار۔ (ترجمہ) رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس عالم سے اس کے علم کے بارے میں سوال کیا جائے اور وہ اس کو چھپائے تو خدا اس کے منہ میں قیامت کے دن آتشی لگام لگائے گا۔ (الحدیث) ثابت ہوا کہ حق کو چھپانا گناہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ امت کے علماء میں دو گروہ ہیں اول تو وہ علماء جو اشاعتِ علم کرتے ہیں اور طمع نہیں کرتے اور علم کو کسی قیمت پر فروخت نہیں کرتے، ان کے لئے تمام مخلوقات حیوان، ملائکہ و پرندے استغفار کرتے ہیں اور خدا کا تقرب ان کو حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے وہ علماءِ امت ہیں جو علم میں بُخل کرتے ہیں، اس کو فروفت کرتے ہیں۔ ان کے منہ میں آتشی لگام لگائی جائیگی اور عرصہ محشر میں فرشتہ ندا دے گا کہ یہ وہ علماء ہیں جو علم پھیلانے میں بُخل کرتے تھے۔ پس وہ علماء عذاب میں گرفتار رہیں گے۔بعض مفسرین نے کہا کہ ایسے علماء کا حشر یہود کے ساتھ ہوگا۔

نوٹ: خدا کا کرم ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ جب بھی گنہگار توبہ کرے میں قبول کرونگا۔ اس رعایت کے بعد بھی اگر نافرمانی پر قائم رہے تو وہ ابدی عذاب میں رہے گا۔ مسلمانوں کو پھر نصیحت ہے کہ تم سچے دل سے خدائے واحد و رحمٰن و رحیم کے پرستار بن جاؤ اور بجز خدا کسی کو اپنا ولی اور سر پرست نہ بناؤ۔

آیت ۱۶۴:

خدا تعالیٰ نے بہ نظر ترحم اپنے بندوں کو اپنی نعمات یاد دلائی ہیں اور اپنی قدرت اور صناعی کا اظہار کیا ہے۔ آسمان و زمین کے طبقات، ان کی وسعت، ان کے اثرات، ان کے معدنیات، نباتات، حیوانات، حشرات الارض اور تمام مخلوقات کی طرف انسان کی توجہ اس لئے دلائی ہے کہ وہ قدرت کو تسلیم کر کے خلوص دل سے اللہ کا بندہ بنے، اس کے غیر سے انکار کرے اور اپنی عاقبت درست کر کے نعماتِ آخرت کا حقدار بنے۔

رات کے اثرات، سیارگان اور چاندنی کے اثرات انسان حیوان اور نباتات پر پڑتے ہیں۔ رات کے فوائد میں: قوتِ نشوونما کا پیدا ہونا، آفتاب کی شعاعوں سے مخلوقات ارضی میں زندگی و نمو کا پیدا ہونا، رطوبتِ زمین وحرارتِ آفتاب سے لاتعداد حشرات الارض کا پیدا ہونا، انکا زندہ رہنا، ان کا فنا ہونا، نیز آفتاب کی شعاعوں کے اثر سے سینۂ کہسار میں جواہراتِ رنگارنگ کا پیدا ہونا، ان کے مفید اثرات وصفات کا پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ خدا نے انسان کو یاد

دلایا ہے تا کہ وہ شکر گزار بندہ بنے۔

سمندر کی وسعت اس کا تلاطم، تموّج اور اس تلاطم کی ہیبت وخوفِ غرق، اور اس کے باوجود کشتی کا اس پر چلنا منزل پر پہنچنا، تجارتی وسفری فوائد حاصل کرنا، یہ سب خدا کی قدرت ہے۔ سمندر کی موجیں کشتی سے کہیں بلندی پر پہنچتی ہیں اور بجائے کشتی میں پہنچنے کے سمندر کی طرف واپس ہوجاتی ہیں۔ ہر موج مثل کوہ اٹھتی ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ کشتی کو ساتھ لے جائیگی مگر وہ موج کشتی سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی ہے۔ گویا قانونِ قدرت کی تابع ہے۔ خدا نے انسان کو یہ سب کچھ یاد دلایا ہے۔

بظاہر یہ بات کہ زمین مرنے کے بعد کیسے زندہ ہوگی سمجھ میں نہیں آتی مگر جب صحرا و کہسار تپشِ آفتاب سے خشک ہوجاتے ہیں اور لاتعداد زمین پر رینگنے والے اور فضا میں رہنے والے حیوانات اور نباتات ختم ہوجاتے ہیں تو زمین اس طرح مردہ اور بےفیض نظر آتی ہے جس طرح ایک میّت۔ مگر خدا جب بادلوں سے پانی برسادیتا ہے کہ لاتعداد حیوان ونباتات وغیرہ از خود پیدا ہونے لگتے ہیں اور صحرا و کہسار اس طرح نظر آنے لگتے ہیں کہ جس طرح زندہ شئے فائدہ رساں ہوتی ہے۔ اسی طرح زمین بھی فائدہ رساں ہوجاتی ہے۔

ہواؤں کا چلنا، ان کا رخ بدلنا اور ان کا بادلوں کی شکل میں تبدیل ہونا، ان بادلوں کا پانی بن کر برسنا، ان بادلوں کا معین حدود میں رہنا اور برسنا اور مخصوص علاقہ میں ہی بار بار تبدیلِ ماہیت کرنا اور پانی پہنچانا اور مذکورہ آیات کی نشانیاں یہ سب صرف ان لوگوں کے لئے ہدایتیں ہیں جو عقل رکھتے ہیں اور عقل صرف وہی رکھتے ہیں جو خدا کو واحد، قادر اور خالق سمجھ چکے ہیں۔ یہ نشانیاں دیکھ کر ان کے دل ایمان کی دولت سے بھر جاتے ہیں۔

آیت ۱۶۵:

خدائے واحد کی محبت کے علاوہ کسی دوسرے کی محبت اس آیت کی رُو سے شرک ہے۔ رسولؐ اور ائمہ سے محبت درحقیقت خدا کی محبت ہے کیونکہ رسولؐ اور ائمہِ اہلبیتؑ کی محبت خدا کا حکم ہے۔ والدین، اولاد، ازواج، احباب سے محبت تعمیلِ حکمِ خدا ہے۔ اگر اس کے خلاف ہو تو شرک ہے جو بدترین عذاب کا سبب ہے۔

آیت ۱۶۶:

جو بجز حصولِ رضائے خدا کسی دوسری غرض سے کسی کو اپنا محبوب ومقتدا بنائے گا یہ اس کا حال قیامت میں ہوگا۔

خدا کی نشانیاں دیکھے، خدا کی قدرتِ لامحدود پر غور کرے، اس کی نعمت سے بہرہ اندوز ہو، اس کے انبیاء اور رُسل کی ہدایات کو سنے پھر بھی وہ منکرِ خدا رہے اور حکمِ خدا کی نافرمانی کرے تو قیامت میں بھی وہ بے آسرا ہے اور اس کی نجات کے سب اسباب ختم ہوجائیں گے۔

دنیا میں کم علم علماء خود پیشوا بن بیٹھے ہیں اور عوام ان کو صفاتِ خداوندی سے متصف کر کے ان کو اپنا پیرو مرشد بنا کر احکامِ خدا کی پرواہ نہیں کرتے اور حرام وحلالِ شریعت پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ یہ آیت ان کی حالت کو ظاہر کرتی ہے کہ جب ان دنیا طلب پیشواؤں اور مقتداؤں کو جہنم کا حکم ہوگا تو ان کے پیرو کہیں گے کہ کاش دوبارہ ہم کو زندگی مل جائے تو ہم ان سے اسی طرح تبرّا کریں جس طرح آج یہ لوگ ہم سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں اور ہم کو جہنم کا مستحق بنا دیا ہے۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ اب ان کی پشیمانی صرف حسرت ہوگی اور وہ ہمیشہ عذابِ جہنم میں رہیں گے۔ اہلِ اسلام کو چاہیے کہ وہ اپنا راہ نما دنیا میں اسی کو بنائیں جو عالمِ علمِ قران ہو، سنت نبویؐ پر قائم ہو اور احکامِ خدا کی پیروی کا حکم دیتا ہو۔ یہی راہِ نجات ہے اور بس۔

آیت ۱۶۸:

خدا کا حکم ہے کہ حلال کھاؤ اور پاک اشیاء کھاؤ۔ ہر وہ شے جو صحت کو مضر ہے جو جسم یا روح کو اذیت دیتی ہے وہ حرام ہے اور ناپاک ہے۔ خدا اپنے بندوں کو آگاہ کرتا ہے کہ مضر اشیاء ہم نے تمہارے کھانے کے لئے نہیں بنائی ہیں۔ ان سے بچو۔ شیطان تم کو ان اشیاء کی ترغیب دیگا جو تمہارے جسم اور روح کے لئے مضر ہوں گی۔ شراب، سود، زنا کاری، لواطہ اور قمار غرض ہر شے جو خلافِ شریعت ہے وہ مضر ہے خواہ فرد کے لئے مضر ہو یا پوری ملت کے لئے مضر ہو۔ اور جو شئے جسم، دل و دماغ اور روح کے لئے سببِ تقویت ہے وہ حلال و پاک ہے اور وہ صرف تعمیلِ احکامِ قران سے حاصل ہوسکتی ہے اور حلال روزی سے۔

آیت ۱۶۹:

بغیر علم، خدا کے بارے میں رائے زنی کرنا، قران کے حکموں کو بدلنا، معنیِ آیات اپنے دل سے گھڑنا، یہ سب باتیں اس آیت کے تحت شیطان کی پیروی میں آتی ہیں۔

آیت ۱۷۰:

اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ حضرت محمدؐ نے جب یہود و نصاریٰ سے قران کی پیروی کرنے کو کہا تو انہوں نے کہہ دیا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کریں گے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے وہ بار بار ہدایت پانے کے بعد منکرِ خدا ہوجاتے تھے۔ صاحب عقل ہوتے تو حق و باطل کو سمجھ لیتے۔ خدا نے اس موقع پر قیامت تک آنے والی نسلوں کو ہدایت کی ہے کہ خدا نے عقل دی ہے، انسان کا کام ہے کہ وہ عقل سے کام لے کر حق و باطل کو پہچانے۔ صرف لکیر کا فقیر بننا جہالت ہے اور گمراہی ہے۔ یہ آیت ہر انسان کو دعوتِ فکر و عمل دیتی ہے اور بتاتی ہے کہ جو شریعت قران نے پیش کی ہے وہ عند العقل قابلِ تسلیم ہے۔ اہلِ دنیا نے جو اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنایا ہے وہ ان کی نادانی ہے۔

آیت ۱۷۱:

منکرین کے لئے یہ آیت تنبیہ ہے کہ اگر باوجود خدا کی روشن نشانیوں کے دیکھنے اور ہدایاتِ انبیاء کے سننے کے وہ ایمان نہیں لاتے اور ان کی زبان پر کلمہ حق جاری نہیں ہوتا تو گویا ان کے حواس ظاہری و باطنی سب بیکار ہیں۔

آیت ۱۷۲:

قران کے نزدیک کچھ چیزیں نجس ہیں اور کچھ طاہر۔ لہٰذا مسلمان کو حکم ہے کہ وہ طاہر چیزیں کھائے تاکہ وہ خود طاہر ہو اور اس کی روح طاہر ہو اور اس کی عبادت قبول ہو۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی ذبیحہ کیا اور اس کے ذبح کرنے میں اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا تقرب ہے تو وہ شخص مرتد ہوگیا، مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کسبِ حلال کھائے اور طاہر غذائیں کھائے ورنہ حکمِ خدا کی نافرمانی ہوگی۔ قران کا فرمان ہے۔ انما المشرکون نجسٌ (سورہ توبہ آیت: ۲۸) مشرک نجس ہیں لہٰذا مشرکین کی وہ اشیاء نہ کھائے جو تر ہوں، اور اُن کا ہاتھ اس میں لگا ہو۔

شکرِ خدا ہمہ وقت کرنا چاہیے کیونکہ ہمہ وقت نعماتِ خدا بندہ کو ملتی رہتی ہیں۔ ناشکری سے زوالِ نعمت ہوتا ہے۔

آیت ۱۷۳:

مردار، خون، سور کا گوشت مطلق حرام ہیں۔ غیر خدا کے نام کا ذبیحہ بھی مگر حالتِ اضطرار اور انتہائی مجبوری میں جائز ہے۔

آیت ۱۷۴:

کتاب سے مراد توریت، انجیل یا قران ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں تحریف کی، حضرت محمدؐ کے بارے میں جو پیشن گوئی کی تھی اس کو چھپایا اور بوجہ حرصِ مال وطمع دنیا آیاتِ خدا کو بدل دیا۔ وہ اس مالِ دنیا کو ناجائز طریقے سے حاصل کر کے اور حق پوشی کر کے کھاتے ہیں۔ اصل میں وہ آتشِ جہنم کھا رہے ہیں۔ وہ عذابِ الیم کے مستحق ہوں گے۔

خدا کلام نہ کرے گا اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ناراضگی کے اظہار کے لئے بات چیت کرنا بند کردی جاتی ہے اس طرح خدا ان سے ناراض ہونے کی وجہ سے ان کو لائق توجہ نہیں سمجھے گا اور نہ ان کو پاک کریگا۔ وہ ہمیشہ اپنی بداعمالی کی وجہ سے نجاساتِ دنیوی میں مبتلا رہیں گے اور روزِ قیامت ان کو عذاب دیا جائے گا۔

آیت ۱۷۵:

یہ آیت انسانوں کی سرکشی اور گمراہی کو بتاتی ہے کہ وہ باوجود علم و ہدایت پانے کے بداعمال ہیں۔ انہوں نے وہ

فیصلہ کیا ہے جو کوئی صاحبِ عقل اختیار نہیں کرسکتا کیونکہ دائمی مغفرت و راحت کے بدلے عذاب خریدا ہے اور ہدایت کے عوض گمراہی خرید لی ہے۔

اہلِ اسلام کو اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ وہ سابقہ امتوں کے حالات سے آگاہ ہونے کے بعد خود کو نافرمانیِ خدا سے بچائیں۔ نہ تو وہ حق پوشی کریں نہ قرآن کے معنی میں تبدیلی کریں، نہ آیاتِ قرآن کو فروخت کریں۔ یعنی طمع یا حکومت کے دباؤ سے قرآن کے غلط معنی پیش نہ کریں بلکہ ہر حالت میں رضائے خدا کو پیشِ نظر رکھیں تاکہ ثوابِ دائمی کے حقدار ہوسکیں۔

آیت ۱۷۶:

زبور، توریت، انجیل، انبیاء پر نازل ہوئیں مگر یہود و نصاریٰ نے ان کو بدل دیا۔ احکام کی خلاف ورزی کی اور جب قرآن مجید نازل ہوا تو اس کا انکار کیا حالانکہ قرآن کتبِ سابقہ کی تصدیق کرتا ہے۔ گویا وہ حق تھا لیکن انہوں نے حق سے انکار کیا۔ جو حق سے اتنا دور ہوگئے وہ ایسی نافرمانی میں مبتلا ہوگئے کہ اب قبول حق نہیں کرینگے۔

آیت ۱۷۷:

یہود جانبِ مغرب اور نصاریٰ جانبِ مشرق نماز و عبادات ادا کرتے تھے، ایک دوسرے کو گمراہ کہتے اور اپنے قبلہ کو حق سمجھتے تھے اور بوجہ تعصب و جاہلیت اپنی ضد پر قائم تھے۔ جب حضرت محمدؐ نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا تو ان کا اختلاف اور بھی بڑھ گیا۔ خدا نے اس آیت کے ذریعہ بتادیا کہ صرف رخ مشرق و مغرب کی طرف کرلینا عبادتِ خدا نہیں ہے بلکہ مندرجہ اعمال بجالانا خدا پرستی ہے۔ (۱) خدائے واحد و انبیاء پر ایمان۔ (۲) یومِ آخر (فیصلہ کے دن) پر ایمان، (۳) ملائکہ اور کتابِ خدا قرآن پر ایمان۔ (۴) اقربا، ایتام، مساکین، مسافرین اور سائلین پر مال کو صرف کرنا، غلاموں کو آزاد کرانا (۵) نماز ادا کرنا (۶) زکوٰۃ دینا (۷) معاہدہ کو پورا کرنا (۸) جہاد (۹) مصیبت اور (۱۰) بیماری میں صبر کرنا، انسان کو صادق الایمان بناتا ہے۔ اور یہی اعمال تقویٰ پیدا کرکے متقی بناتے ہیں مگر یہ سب اعمال حصولِ رضائے خدا اور محبتِ الٰہی میں ہوں نہ کہ دکھاوٹ اور طلبِ دنیا کے لئے۔

اللہ پر ایمان کے معنی یہ ہیں کہ حضرت محمدؐ نے اور قرآن نے جو صفاتِ الٰہی بیان کی ہیں ان کے مطابق خدا کو مانے۔ اس کی وحدتِ الوہیت پر اسی طرح ایمان لائے جس طرح محمدؐ و آل محمدؑ ایمان لائے تھے۔ کسی خواہش، طاقت، حکومت اور کسی شئے کو اس کا شریک نہ قرار دے۔ اس کو قادرِ مطلق سمجھے۔ یومِ حساب و یومِ قضیہ اعمال پر ایمان لانا اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ ذوی القرباء، افراد خاندان و افراد خاندانِ رسولؐ کا حق تسلیم کرنا کیونکہ رسول خداؐ امتِ مسلمہ کے باپ ہیں۔ آپ کی ازواج امہات المومنین ہیں اور اولادِ رسولؐ اقرباءِ امت محمدی ہیں علاوہ بریں وہ اقرباءِ

حضرت محمدؐ ہیں ان کا حق اول ہے۔ خدا نے رسول اللہؐ کو حکم دیا ہے کہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً اِلّا المودۃ فی القربیٰ (سورہ شوریٰ آیت: ۲۳) [(اے رسولؐ امت سے) کہہ دو کہ میں تم سے اجرِ رسالت کچھ نہیں طلب کرتا مگر یہ کہ تم میرے اقرباء سے مؤدت کرتے رہو۔] صلہ رحم عمر زیادہ کرتا ہے۔ (حدیث)۔ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا: خیر بیوتکم بیت فیہ یتیم یحسن الیہ و شر بیوتکم بیت فیہ یتیم لیئسا الیہ۔ (تمہارا بہترین گھروہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ نیکی کی جائے اور تمہارا بدترین گھروہ ہے کہ جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برائی کی جائے۔) رسول خداؐ نے فرمایا: جو یتیم کو شکم سیر ہو کر کھانا کھلا دے تو جنت اس پر واجب ہو جاتی ہے۔

مساکین و غرباء پر رحم کرنا فریضۂ مسلمان ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اللّٰھم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً و حشرنی فی زمرۃ المساکین۔ (اے خدا مجھ کو مسکینی میں زندہ رکھ۔ مسکین ہی اُٹھا اور میرا حشر بھی مساکین کے گروہ کے ساتھ کر۔) آپ کی زوجہ مکرمہ نے سببِ دعا پوچھا تو فرمایا کہ مساکین، دولتمندوں سے چالیس سال قبل بہشت میں جائیں گے اور دیکھو کبھی مسکین کو نہ جھڑکنا۔

آیت ۱۷۸:

عہدِ اسلام سے قبل عالی خاندان والے ایک آزاد مرد کے بدلے دو مرد اور بہ عوض غلام کے آزاد مرد اور بہ عوض عورت کے مرد قتل کرتے تھے۔ بعد ہجرت لوگوں نے رسول خداؐ سے یہ معاملہ بیان کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں کہ مساوات و عدالت قائم ہو۔ کتب علیکم القصاص مکتوب فی لوحِ محفوظ ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ توریت میں بھی یہی لکھا ہے۔

اسلام شریعتِ سہلہ ہے لہٰذا عدالت باقی رکھتے ہوئے اس کی تین صورتیں ہیں مگر بعدِ رضامندیٔ طرفین۔ اول قتل بہ عوض قتل، دوم دیت یا خون بہا، سوم عفوِ دیت۔ تفسیر منہج الصادقین ص ۱۴۷۔ پر یہ عبارت ہے:
''حق تعالیٰ امت مرحومہ را مخیر ساخت میان قصاص و عفو دیت بجہتہ تیسیرا بریشاں۔'' (خدا نے امت مرحومہ کو اختیار دیا ہے قصاص یا عفوِ یا دیت کا تا کہ ان پر یہ امر سہل ہو جائے۔) (نوٹ: قصاص کے مسائل کے لئے کتبِ فقہ سے رجوع کیا جائے)۔

قاتل بعد قتل بھی اخوتِ اسلامی کی رو سے مقتول کا بھائی ہے۔ وہ بہ عوض قتل ہو جائے تو جنتی ہے اگر وہ دیت ادا کر دے تو بھی مسلمان ہے۔

آیت ۱۷۹:

قصاص حیات اس لئے ہے کہ قبائل ایک قتل کی وجہ سے باہم جنگ کرتے تھے، صدہا انسان مارے جاتے تھے

اور آئندہ نسلوں میں بھی یہ عداوت باقی رہتی تھی جو فساد وقتل کا باعث ہوتی تھی۔ خدا نے آیتِ قصاص سے ایسی عدالت قائم کردی کہ خونریزی بند ہوگئی اس طرح یہ حیاتِ انفرادی وحیاتِ اجتماعی کا موجب ہے۔

آیت ۱۸۰۔۱۸۱:

وصیت کرنا حق دار اقرباء کو حق پہنچانا ہے اور وصیت نہ کرنا مال کو متنازعہ فیہ بنانا ہے جو سببِ فساد ہے۔ لہٰذا خدا نے حکم دیا کہ تم بوقتِ پیری وضعف وبوقتِ موت وصیت کر کے حقداروں کو حق پہنچادو تا کہ فساد بھی نہ ہو اور تم مستحق ثواب بھی ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارا شمار متقین میں ہوگا۔ اسی حکم سے وصیت واجب ہے اور وصیت پر عمل کرنا بھی واجب ہے۔

وصیت سننے کے بعد اگر کوئی اس وصیت کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ نافرمانِ خدا ہے اور اگر وہ پوشیدہ طور پر وصیت کو بدلتا ہے تو بھی خدا علیم وبصیر ہے۔

آیت ۱۸۲:

کسی بھی شئے کے مالک کو یوں تو اختیار ہے کہ وہ اپنے مال کو اپنی زندگی میں خرچ کرتا رہے مگر جب اس کو یقین مرگ ہوجائے تو اس کو کسی کی حق تلفی نہ کرنی چاہیے بلکہ وصیت کی رو سے ہر حقدار کو شرعی حق کا وارث بنائے اور اگر وہ بوجہ مرض یا دانستہ ایسا نہیں کررہا تو دوسرے افرادِ خاندان کو چاہیے کہ وہ اس نیک مشورہ میں شریک ہوجائیں۔ خدا اس نیکی کو پسند کرتا ہے مگر مشورہ نیک ہو اور خوشنودیِ خدا کے لئے ہو نہ کہ اس میں اپنی خودغرضی شامل ہو۔ وصیت میں اول والدین ہیں، بعد کو اقرباء حسبِ قربتِ نسب ہیں۔ وصیت کے معاملہ میں مفسرین میں اختلافِ کثیر ہے کہ آیت وراثت نے اس کو منسوخ کردیا ہے۔ ناسخ ومنسوخ میں تضاد واختلافِ حکم ہوتا ہے مگر آیات وصیت تو وصیت کی تائید میں ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **من مات بغیر وصیته مات میتة الجاھلیة۔** (جو بغیر وصیت کیے مر گیا وہ جاہلیت کے زمانہ کی موت مرا۔) حضرت علیؑ نے فرمایا: **من لم یوصی عند موته لذوی القرابته ممن لا یرث فقد ختم عمله بالمعصیة** (جس نے اپنے مرتے وقت وصیت اپنے ورثا کے بارے میں نہ کی اس نے اپنے زندگی بھر کے اعمال کو گناہ پر ختم کیا) یعنی آخر میں وہ گنہگار مرا۔

آیت ۱۸۳:

روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھا مگر انہوں نے اس کو موسمِ گرما کی وجہ سے بدلا اور تعداد پچاس تک کر لی تھی۔ خدا نے مسلمانوں کی تسلی کے لئے فرمایا کہ روزہ صرف تم پر واجب نہیں کیا گیا ہے بلکہ امِم سابقہ بھی روزہ رکھتی تھیں۔ تم تو امتِ محمدؐ ہو تم کو تو عبادت میں ہمیشہ پیش پیش رہنا چاہئے۔ حدیثِ قدسی میں ہے **کل عمل ابن آدم له الاّ**

الصوم فانہ لی و انا اجزی بہ۔ (اولادِ آدمؑ کا ہر عمل اس کے واسطے ہے مگر روزہ میرے واسطے ہے اس لئے کہ میں خود روزہ کی جزا ہوں۔) حدیث ہے **الصوم جُنَّۃٌ من النار** ۔[روزہ دوزخ سے بچانے کے لئے سپرَ (یا ڈھال) ہے۔]

واقعہ:۔ عبدالملک بن ہارون بن عنترہ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: **ھذا یقرء السلام**۔ (یہ جبرائیلؑ تم کو سلام کہتے ہیں) میں نے کہا: علیک و علیہ السلام یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا کہ قریب آؤ۔ میں قریب ہوگیا فرمایا کہ جبرائیلؑ کہتے ہیں کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھو تو خدا تعالیٰ روزہِ اول کے ثواب میں دس ہزار سال کے روزے لکھے گا اور روزہ دوم کے ثواب میں تیس ہزار سال کے روزے لکھے گا اور روزہ سوم کے ثواب میں سو ہزار سال کے روزے لکھے گا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ روزے کون سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ ایام بیض ہیں۔ یعنی ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ۔ عنترہ نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ ان ایام کو بیض (سفید) کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب آدمؑ زمین پر آئے تو سایہ نہ تھا۔ تمازت آفتاب سے جسم سیاہ ہوگیا تو جبرائیلؑ نے یہ روزے ان تاریخوں میں بتائے تو تین روزوں کے بعد آپ کا جسم پھر مثل سابق سفید ہوگیا۔

تقویٰ خوفِ خدا ہے کہ انسان بداعمالی سے دور رہے، اعمالِ نیک بجالائے، اس کو خوفِ خدا رہے اور رضائے خدا کے لئے نیک عمل کرتا رہے۔ بغیر تقویٰ کے کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

آیت ۱۸۴:

یطیقونہ۔ کا ترجمہ مفسرین نے یہی کیا ہے کہ اگر طاقت ہو اور روزہ نہ رکھے تو فدیہ دے۔ مگر جن مفسرین نے یہ ترجمہ کیا ہے انہوں نے اس آیت کو منسوخ بتایا ہے۔ وہ آیت ناسخ یہ ہے **فمن شھدمن کم الشھر فلیصمہ**۔ (تم میں سے جو بھی ماہِ رمضان کو پائے وہ روزہ رکھے۔) خدا نے مریض و مسافر کو رعایت دی ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھ لیں مگر معذور افراد جیسے حاملہ عورتیں، بوڑھے اور ضعیف اور پیاس کی برداشت نہ کرنے والے وغیرہ کو ابن عباسؓ کے **یطیقونہ** کے ترجمہ کے تحت یہ حکم دیا گیا کہ جس کو ایسی تکلیف ہو وہ فدیہ دیدے۔ (منہاج الصادقین ص ۱۴۱)

آیت ۱۸۵:

اکثر مفسرین کا اتفاق ہے کہ کل قرآن ماہِ رمضان شبِ قدر میں آسمانِ دنیا پر نازل ہوا بعد کو یہ بتدریج حسبِ ضرورت حضرت محمدؐ پر نازل ہوتا رہا۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: **من صیام رمضان ایماناً و احتساباً غفر اللہ بما**

تقدم من ذنبہ۔ (جس نے ماہ رمضان کے روزے بشرط ایمان واحتساب رکھے خدا نے اس کے گذشتہ گناہ سب معاف کر دیئے۔) رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ صحفِ ابراہیمؑ رمضان کی پہلی شب میں اور توریت شبِ ششم میں اور انجیل شبِ سیزدہم میں اور قرآن شبِ چہارم و دہم رمضان میں نازل ہوا۔

فمن شهد منكم الشهر فليصمه۔ کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جو ماہِ رمضان کا چاند دیکھے پس روزہ رکھے اور بقول بعض مفسرین اسی آیت میں و علی الذین یطیقونه کو منسوخ کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اولِ شبِ رمضان خدا فرماتا ہے کہ امتِ محمدؐ کے لئے بہشت کے دروازے کھول دو، دوزخ کے دروازے بند کر دو اور شیاطین کو قید کر کے سمندر میں ڈال دو تاکہ محمدؐ کی امت کے روزوں کو فاسد نہ کریں۔

خدا نے ماہِ صیام کے روزے ہر مسلمان پر فرض کیے ہیں البتہ مسافر، مریض اور معذور افراد کو رعایت دی ہے کہ وہ عذر رفع ہونے کے بعد روزوں کی گنتی پوری کر لیا کریں۔ خدا کی طرف سے یہ آسانی دی گئی ہے۔ اس کا شکریہ مسلمان کو ادا کرنا چاہئے اور خدا کے رحم وکرم کو یاد رکھنا چاہئے اور اس کی بزرگی وعظمت کا ہمہ وقت اقرار کرنا چاہئے۔ یہی اقرار بندہ کو شکر گزار قرار دیتا ہے اور شکر کا اجر نعمات کی زیادتی ہے۔ حدیث میں ہے: دعوۃ الصائم لا ترد۔ (روزہ دار کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہے۔)

آیت ۱۸۶:

بعض صحابہ نے اور بقول کسی اعرابی نے رسول خداؐ سے سوال کیا کہ خدا ہم سے قریب ہے کہ ہم اس سے راز کے طور پر دعا کریں یا وہ ہم سے دور ہے کہ ہم بآواز بلند پکاریں؟ تو جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کچھ یہودی خدمتِ پیغمبرؐ میں آئے کہا کہ اے محمدؐ آپ کہتے ہیں کہ یہاں سے آسمان تک پانچ سو سال کی راہ ہے اور اسی طرح ہر آسمان کے مابین پانچ سو سال کی راہ ہے (یہودیوں کا اعتقاد تھا کہ خدا عرش پر ہے) ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ کہ خدا تم سے بے حد قریب ہے۔

ایک یہودی نے کسی مسلمان سے سوال کیا کہ خدا کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: فی السماء علی العرش۔ آسمان میں عرش پر ہے۔ یہودی نے مذاق اُڑایا۔ اتنے میں حضرت علیؑ آ گئے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے وہی سوال کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ تو نے جو یہ کہا کہ اگر وہ عرش پر ہے تو کیا زمین خدا سے خالی ہے؟ سن کہ یہ عرش وفرش مکان ہے اور اللہ لا مکان ہے۔ اور خدا اس وقت بھی تھا جب کہ مکان نہ تھا این الاین لا این له اور کہا: خدا کے لئے کہاں بولنا درست نہیں کہ وہ سمت کا پابند نہیں ہے۔ حضرت علیؑ نے یہودی سے پوچھا کہ توریت یاد ہے۔ اس نے کہا: ہاں آپؑ نے فرمایا کہ موسیٰؑ ایک دن بیٹھے تھے کہ چار فرشتے آئے۔ آپؑ نے پوچھا

کہ کہاں سے آئے ہو؟ ایک نے کہا: من عند اللہ خدا کے پاس سے ساتویں آسمان سے آیا ہوں۔ ایک نے کہا: من عند اللہ مشرق سے۔ تیسرے نے کہا: مغرب سے، خدا کے پاس سے۔ چوتھے نے کہا: ساتویں آسمان سے خدا کے پاس سے آیا ہوں۔ موسیٰ نے کہا: سبحان اللہ من لا یخلو منہ مکان ولا یکون الی مکان اقرب منہ الی مکان۔ (پاک ہے خدا کہ کوئی مکان اس سے خالی نہیں ہے اور کوئی مکان نہیں ہے جو اس سے دیگر مکان سے قریب تر ہو۔)

حدیث ہے الدعا عبادۃ (دعا کرنا عبادت ہے۔) دیگر من فتح لہ باب فی الدعا فتحت لہ ابواب الاجابت۔ (جس کے لئے دروازۂ دعا کھولا گیا اس کے لئے اجابت کے دروازے کھل گئے۔) رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہیں۔ اگر مجھ پر صلوٰۃ پڑھ کر دعا کی ہے تو درود حجابوں کو ہٹاتا ہوا آگے آگے جاتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے۔ ورنہ رد کر دی جاتی ہے۔ ابراہیم بن ادھم سے پوچھا گیا کہ دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟ انہوں نے کہا کہ خدا تم کو بلاتا ہے اور تم اس کی طرف نہیں جاتے ہو۔ امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ الدعا یرد ما قدر وما لم یقدر۔ (دعا تقدیر میں لکھے ہوئے کو بھی رد کرتی ہے) جیسے مصائب وغیرہ۔

آیت ۱۸۷:

عورت کو لباس اس لئے کہا ہے کہ قریب تر محرم ہے جس طرح لباس محرمِ جسم ہوتا ہے۔

مباشرت سے غرض طلبِ اولاد ہو نہ کہ کوئی اور غرض۔

خطِ سفید سے مراد صبحِ صادق ہے مگر اس وقت کا اندازہ مشکل ہے لہٰذا مقامی علماء سے دریافت کریں۔

چونکہ ختمِ روزہ کا وقت لفظ لیل کے ساتھ ہے لہٰذا جب تک ابتدائے لیل یعنی رات کی تاریکی شروع نہ ہو جائے روزہ افطار نہ کرنا چاہئے اور وہ وقت وہ ہے جب کہ سرخیِ مغرب نصف آسمان تک پہنچے اور اس سے کچھ تجاوز ہو جائے۔ صرف غروبِ آفتاب سے رات مراد نہیں لی جاسکتی بلکہ رات اور شام میں فرق ہے۔ شام کو عربی میں مساء اور رات کو لیل کہتے ہیں اور حکم ہے کہ ختم کرو صوم کو جب رات شروع ہو جائے۔

مسجد خانۂ خدا ہے علاوہ بریں حالتِ اعتکاف شب و روز مسلسل عبادت میں شمار ہے لہٰذا مباشرت ممنوع ہے۔

خداوند عالم نے اوامر و نواہی کی حدود مقرر کر دی ہیں۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان کے قریب نہ جائے یعنی ان سے تجاوز نہ کرے۔

خدا کی پیدا کردہ نشانیاں لاتعداد ہیں جن سے خدا کی قدرت ظاہر ہوتی ہے، لوگوں کو ان پر غور کرنا چاہئے تاکہ وہ اس کے قائل ہوں اور باایمان زندگی بسر کریں۔

آیت ۱۸۸:

علمِ خدا میں تھا کہ حکّام با اغراضِ حکومت و سیاست ظالم ہوں گے اس لئے خدا کے احکام کی پرواہ نہ کریں گے اور ناحق حکم دیں گے لہٰذا خدا کے مطیع بندوں کو حکم دیا گیا کہ تم ان ظالموں کے پاس بہ توقع انصاف نہ جاؤ بلکہ خود تم بحیثیتِ مسلمان انصاف و عدل سے کام لو اور کسی کا حق نہ لو اور نہ کھاؤ۔ صرف خدا اور رسولؐ اور قرآن احکامِ الٰہی کے مقابلے میں کسی دوسرے سے طلبِ مدد نہ کرو تاکہ تم متقی ہو۔

اس کے علاوہ حکّامِ عادل کے پاس بھی ناحق مال کا دعویٰ کرنے نہ جاؤ کہ جھوٹی قسمیں یا جھوٹے گواہ پیش کر کے کسی کا مال کھا جاؤ۔ نزولِ آیت کے بارے میں یہ واقعہ ہے کہ عبدان حضرمی نے ایک قطعہِ زمین کا دعویٰ امراء القیس پر کیا۔ اس کے پاس گواہ نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے قسم کا حکم دیا۔ امراء القیس نے قسم کا ارادہ کیا تو آنحضرتؐ نے آیت: ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ثمناً قلیلا۔ (سورہ آل عمران آیت: ۷۷) تلاوت کی امراء القیس نے قطعہ اراضی عبدان کو دے دی اور قسم سے باز آیا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: سیکون فی ھذہ الامۃ حاکم یحکمون بخلاف الحق فنھی اللہ المومنین ان یحاکموا الیھم۔ (عنقریب اس امت میں سے ایسے حاکم ہوں گے جو خلافِ حق حکم دیں گے لہٰذا خدا نے مومنین کو ان کے سامنے مقدمہ پیش کرنے کو منع کیا ہے۔) تدلوا کے معنی ہے لا تعطوا الحکام ادوالکم لیحکموا الکم۔ (اپنا مال حکّام کو بطور رشوت کے نہ دو کہ وہ تمہاری خواہش کے مطابق فیصلہ دیں۔)

آیت ۱۸۹:

معاذ بن جبلؓ اور ثعلبہ انصاریؓ نے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ کبھی چاند باریک ہو جاتا ہے اور کبھی بڑا تو ان کو اس کا سبب بتایا کہ ان کی فہم علمِ ہیئت کے مسائل کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ چنانچہ ان کو صرف اتنا ہی بتانا ضروری جانا کہ وہ چاند کا طلوع، گھٹنا، بڑھنا تعینِ اوقات عبادات و وقتِ رضاعت و حج وغیرہ کے لئے ہے۔

عہدِ قبلِ اسلام میں دستورِ عرب تھا کہ خانہ کعبہ میں دروازہ سے داخل نہ ہوتے تھے بلکہ چھت سے یا دیوار میں سوراخ کر کے اس سوراخ سے داخل ہوتے تھے۔ مگر اہل حمس کے لئے اجازت تھی کہ دروازے سے داخل ہوں۔ حماسہ بمعنی شجاعت ہے۔ قبائل خزاعہ، بنو عافر، ثقیف و کنانہ و خشم اہل حمس تھے۔ ایک بار رسول خداؐ باحالتِ احرام درِ کعبہ سے داخل ہوئے۔ عقب میں رفاعہ انصاری بھی داخل ہوئے۔ لوگوں نے رفاعہ کو فاجر کہا۔ رسول اللہؐ نے پوچھا کہ تم نے یہ جرأت کیوں کی۔ رفاعہ نے کہا کہ آپ کی پیروی میں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں اہل حمس ہوں۔ رفاعہ نے کہا کہ میں آپ کے دین کا تابع ہوں۔ جبرائیلؑ یہ آیت لائے اور حکم عام ہوگیا کہ تمام مکانات میں ہمیشہ

دروازے سے داخل ہوا کرو یہی تقویٰ ہے۔ یہ آیت تہذیبِ اخلاق کا درس دیتی ہے۔ اور اس کے علاوہ تعلیمِ دینی و روحانی بھی وہی ہے کہ شریعت وعلم دینِ صحیح اسی ذریعہ سے حاصل کرو جو راستہ وذریعہ خدا نے مقرر کیا ہے۔ ابن عباسؓ وقتادہ وعطاء نے ابوجعفرؑ امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ آل محمدؐ ابواب اللہ و سبلہ وادلاء الی الجنۃ والقادۃ الیھا والالاء علیھا الی یوم القیامۃ۔ [آل محمدؐ خدا (تک پہنچنے) کا دروازہ ہیں۔ وہ جنت تک (لے جانے) کی دلیل ہیں اور امیر ہیں اور مہربانیاں ہیں قیامت تک)] اور رسول خداؐ نے فرمایا: انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا۔ (میں شہر علم کا ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے)۔

آیت ۱۹۱:

مشرکینِ مکہ نے رسول خداؐ کو عمرہ نہیں کرنے دیا اور آپ کو بعدِ صلحِ حدیبیہ واپس ہونا پڑا لہٰذا خدا نے حکم دیا ہے کہ اب مکہ میں مشرکین کو نہ رہنے دو۔ یوں تو حکومتِ اسلامی میں غیر مسلم جزیہ ادا کر کے رہ سکتے ہیں مگر مکہ میں ان کا رہنا اس آیت کے تحت قطعاً ممنوع ہو گیا۔

بدترین فتنہ صرف شرک ہے لہٰذا یہی بتایا گیا ہے کہ شرک قتل سے بھی زیادہ مہلک ہے۔

جنگ میں ابتدا نہ کرنے کا حکم اسی آیت کے تحت ہے اور تا قیامت یہی حکم رہے گا کہ جب دشمنانِ اسلام اظہارِ عداوت کریں تو ان سے جنگ کرو اور ان کو قتل کرو۔

آیت ۱۹۲:

اگر مشرکین وکافرین خود متنبہ ہو کر جنگ سے باز آجائیں یا اسلام کو دینِ خدا سمجھنے لگیں تو خدا ان کے سابقہ گناہ وقصور معاف کر دے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

آیت ۱۹۳:

جنگ میں وہی قتل کیے جائیں جو مقابلے پر آئیں۔ کم عمر بچے عورتیں اور بوڑھے قابل معافی ہیں۔

آیت ۱۹۴:

ماہِ ذی قعدہ ماہِ محترم تھا۔ قعدہ کے معنی جنگ سے بیٹھ رہنے کے ہیں۔ چونکہ عرب اس ماہ کا ہمیشہ احترام کرتے تھے اور اس میں جنگ نہ کرتے تھے باوجود اس کے انہوں نے ماہِ ذی قعدہ میں حضرت محمدؐ کو مکہ میں عمرہ کے لئے نہیں داخل ہونے دیا اور جنگ پر آمادہ ہو گئے، مگر رسولِ خداؐ نے احترام ماہِ ذی قعدہ کیا اور بغیر جنگ بعدِ معاہدۂ صلحِ حدیبیہ واپس مدینہ آ گئے۔ تو اب خدا نے حکم عام دے دیا کہ اگر وہ محترم مہینوں کا احترام نہ کریں تو تم بھی احترام نہ کرنا اور ان

کو قتل کر دینا۔
خدا کا ہر حکم حدودِ شریعت کو مقرر کرتا ہے۔ یہ حدود محترم ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے خلاف کرے گا تو اس سے قصاص یعنی بدلہ لیا جائے گا۔ چونکہ اہل مکہ نے ذی قعدہ کی حرمت کا خیال نہ رکھا اور ہتکِ عزت کی لہٰذا اس کا بدلہ و قصاص ضروری تھا جو لیا گیا۔
ظالم سے ظلم کا بدلہ اتنا ہی لیا جائے جتنا اس کا ظلم تھا۔ دشمن کو قتل کر سکتے ہیں مگر اس کی ناک، کان وغیرہ کاٹنا تعدّی (زیادتی اور ظلم) ہے خدا ان انسانیت سوز حرکات سے مسلمانوں کو منع کرتا ہے۔
اگر کفار مسلمانوں پر حملہ کر دیں تو امامِ برحق کی غیبت میں بھی جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ (منہج الصادقین ص ۱۶۰)

آیت ۱۹۵:

اس موقع پر یہ حکم کہ راہِ خدا میں خرچ کرو اور اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو اس کا سلسلہ یہ ہے کہ کافرین سے جہاد کرو اور اپنا مال اپنی جان اللہ کی راہ میں لگا دو اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو دنیا میں کافروں کے ہاتھوں مغلوب ہو گے اور مارے جاؤ گے، ذلیل ہو گے اور عاقبت میں مستحقِ عذاب۔ اس لئے موقعِ جہاد پر جان و مال قربان کرو۔ یہ تمہارے لئے عزت ہے اور زندگی بھی۔
اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حکمِ خدا صاف ہے کہ جہاد تو حیاتِ انسانی ہے کیونکہ انسان دینِ خدا کی حفاظت کی خاطر جان دیتا ہے تو پہلے تو اس کو اور اس کی حکومت کو غلبہ و طاقت حاصل ہوتی ہے۔ یہ قومی وملی زندگی ہے اور بعد شہادت اس کو ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی حیاتِ باقی ہے۔ اس کے علاوہ اگر مسلمان تنہا دشمنوں میں گھر جائے یا دیگر مواقع ایسے آجائیں کہ اس کی جان کا خطرہ ہو تو بہر صورت بحکمِ قرآن اس کو اپنی جان بچانا چاہئے۔ یہ عقل مندی و حکمت ہے۔
جہاد و حج کے احکام کے درمیان نیکی کا حکم اس لئے آیا ہے کہ جہاد میں بغیر امدادِ باہمی اور صرفِ مال کے کامیابی نہیں ہوسکتی ہے۔ اسی طرح حج بحکمِ خدا عبادت ہے اور سفر سخت ہے لہٰذا اس میں بھی امداد باہمی اور صرفِ مال و مدد غرباء، مرضاء، ضُعَفا، ضروری ہے۔ خدا اس آیت میں اسی نیکی کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ ایسی نیکی کرنے والوں کا اجر میرے ذمہ ہے۔ میں ان کے ساتھ ہوں۔

آیت ۱۹۶:

اہلِ عرب عہدِ جاہلیت میں بھی حج کرتے تھے اور مناسکِ حج کو جاہلیت کے انداز میں ادا کرتے تھے۔ تو خدا نے حکم دیا ہے کہ مشرکین تو بت پرستی کرتے تھے مگر اب اہلِ اسلام کو حج اس طرح کرنا چاہیے کہ بجز خدائے وحدہٗ

لاشریک ان کے حج کا مقصد کوئی دوسرا نہ ہو اور وہ رضائے خدا کے لئے حج کریں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ خدا کے بارے میں خوش اعتقادی اور اچھا گمان رکھنا روزِ قیامت قیمتِ جنت ہے۔ بندہ کو جب دوزخ لے جائیں گے تو وہ سر بلند کر کے خدا سے عرض کرے گا کہ خدایا میرا گمان تیرے بارے میں ایسا نہ تھا۔ خدا پوچھے گا کہ تیرا گمان میرے بارے میں کیا تھا؟ بندہ عرض کرے گا کہ میرا گمان تھا کہ تو میری خطاؤں کو معاف فرمائیگا۔ خطاب ہوگا کہ میں نے معاف کیا اور تجھ کو بخشا۔ تب فرشتے اس کو بہشت میں داخل کر دیں گے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ بندہ زیادتیِ گناہ سے مایوس نہ ہو بلکہ جب بھی وہ توبہ کر لے خدائے رحمان رحیم اس کو معاف فرمائے گا۔

مناسکِ حج و اعمالِ عمرہ کو صحیح ادا کرنا فرض ہے۔ اس میں غلطی ہوتی ہے تو پورا حج یا عمرہ باطل ہوجاتا ہے۔ علماء سے مکمل معلومات حاصل کر کے حج کو جانا چاہیئے۔

آیت ۱۹۷:

اشہر جمع شہر بمعنی ماہ۔ ماہائے معلوم شوال، ذوی العقدہ اور ذوی الحجہ ہیں۔ امام مالکؒ کا یہی خیال ہے۔ شافعیؒ کے نزدیک نو دن ذوالحجہ کے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک ذوی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ عبداللہ ابن عباسؓ وعبداللہ ابن عمرؓ و امام محمد بن علی الباقرؑ کے نزدیک ابتدائی دس دن ماہ ذوی الحجہ کے ہیں کہ ان میں وقوفِ عرفات و مشعر و منیٰ و رمی الجمرات کرنا لازم ہے اس سے زیادہ تاخیر نہ ہونا چاہیے۔ مگر مفسرین نے کہا ہے کہ احرام حج ان مہینوں ہی میں باندھنا صحیح ہے۔

مباشرت کی ممانعت حالتِ احرام میں ہے۔

فسق و نافرمانی، جھگڑا، بدکلامی وغیرہ ایامِ حج میں ممنوع ہے ان کے ارتکاب سے حج باطل ہوجاتا ہے۔

قریش حج میں تمام اہلِ عرب سے جھگڑا کرتے تھے اور مخالفت کرتے تھے اور مشعر الحرام میں وقوف کرتے تھے اور عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے۔ قریش کہتے تھے کہ ہمارا حج کامل ہے کیونکہ ہم اس مقام پر وقوف کرتے ہیں جس مقام پر حضرت ابراہیمؑ نے وقوف کیا تھا اور کہتے تھے کہ ہمارا وقوف صحیح ہے تمہارا وقوف غلط ہے۔ اس بارے میں وہ قسمیں کھاتے تھے اور باہم جھگڑتے تھے۔ نیز ہر سال حج کے ایام میں تبدیلی کرتے تھے۔ ایک سال میں تاخیر اور دوسرے میں تعجیل کرتے تھے۔ معین موسم حج کو پس پشت ڈال دیتے تھے اور اس کو نسی کہتے تھے جس کو لوند کا مہینہ بھی کہتے ہیں۔ خدا نے حکم دیا کہ حج کے مہینے، اوقات اور وقوفِ عرفات مقرر کر دیا گیا اور حکم دیا کہ موقعہ حج پر نہ جدال (جھگڑا) ہو نہ گالی گلوچ نہ بداخلاقی اور بدتمیزی ہو۔

حج کرنے والوں کو بتایا کہ حج اور اس کے مناسک خوشنودیِ خدا کے حصول کے لئے کرو اور تقویٰ اختیار کرو یہی بہترین زادِ آخرت ہے۔ بغیر تقویٰ کے روز حشر تم تہی دست رہو گے۔ خدا تمہارے اعمال اور نیت سے باخبر ہے۔ علاوہ بریں اکثر اعراب حج کو جاتے ہوئے اپنے ساتھ سامانِ خورد و نوش وغیرہ نہیں لے جاتے تھے اس بارے میں دوسروں سے جھگڑتے تھے۔ خدا نے حکم دیا کہ حج کو جاؤ تو اپنا زادِ راہ ہمراہ لے کر جاؤ اور کسی دوسرے پر اپنا بار نہ ڈالو۔ لہٰذا حاجی پر فرض ہے کہ وہ حتی المقدور اپنے زادِ راہ کا بار کسی پر نہ ڈالے اور خلوصِ نیت کے ساتھ دربارِ خدا میں حاضر ہو۔ تقویٰ کی تعریف یہ ہے کہ ہر گناہ اور برائی سے پرہیز و اجتناب کرے۔

صاحبانِ عقل سے اس لئے خطاب ہے کہ اقتضائے عقل یہ ہے کہ حیاتِ ابدی کو جس کا وعدہ خدا نے کیا اختیار کرے اور تقویٰ اختیار کرے یعنی احکامِ خدا کی تعمیل کرے۔

واقعہ تقویٰ و متقی۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کہ میں ایک سال حج کو جارہا تھا کہ قافلہ سے بچھڑ گیا، پریشان تھا کہ میں نے صحرا میں ایک چھوٹے بچہ کو دیکھا۔ نہ سواری نہ یار نہ مددگار تھا۔ میں نے دل میں کہا سبحان اللہ یہ طفلی یہ سفر صحرائے خونخوار میں۔ قریب گیا میں نے پوچھا: اے بچّے کہاں سے آتے ہو؟ اس نے کہا: من اللہ (اللہ کی طرف سے) پوچھا: کہاں جاؤ گے؟ کہا: الی اللہ (خدا کی طرف) پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ فرمایا: رضاء اللہ (خدا کی رضا)۔ پوچھا: زادراہ ہے۔ کہا: **زادی تقویٰ اللہ** (میرا سامانِ سفر تقویٰ ہے) **ور جلائی راحلتی**۔ (میرے پاؤں سواری ہیں)۔ پوچھا: غرض کیا ہے؟ کہا: **مرادی مولائی** (میری مراد میرا خدا ہے)۔ پوچھا کہ بے سروسامانی اور لق دق صحرا میں کیا ہوگا؟۔ اس نے کہا: کیا تو نے دیکھا کہ کوئی دوست کے پاس جائے تو دوست اس کو محروم کر دیگا، میں نے سوچا کہ یہ زہد، تقویٰ اور توکل کا نمونہ ہے۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟۔ کہا: ہم مظلوم قوم ہیں۔ زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ ساقیِ حوض کوثر ہیں اور ہمارے حقوق کا غاصب قیامت میں ماخوذ ہوگا۔ جو ہم کو دوست رکھے گا وہ بہرہ مند ہوگا۔ میں متعجب ہوا۔ جب مکہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس بچّے کے گرد مخلوق جمع ہے۔ لوگ مسائل دینی دریافت کررہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا: یہ وہی ہیں کہ مکہ کے سنگ ریزے بھی ان کو پہچانتے ہیں یہ امام زین العابدینؑ ہیں۔ میں سامنے گیا دست بوسی کی اور معذرت چاہی۔

آیت ۲۰۱:

ابن جوزی حنبلی نے شقیق بلخی سے روایت کی ہے کہ میں ۱۴۹ ھ میں حج کو روانہ ہوا۔ جب منزل قادسیہ پہنچا تو میں نے ایک نوجوان پشمینہ پوش کو تنہا بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں نے سوچا کہ شاید کہ یہ کوئی ابدال یا اوتار ہے جب میں منزل زبالہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ چاہ سے پانی نکالنا چاہتا ہے کہ ظرف کنویں میں گر گیا۔ اس نے بدرگاہِ خدا دعا کی میں

پیاسا ہوں۔ میں نے بخداد یکھا کہ پانی اُوپر تک آ گیا، اس نے پیا اور چار رکعت نماز ادا کی۔ بعدازاں وہ ایک ریت کے ٹیلے پر گیا اور پانی کے برتن میں کچھ ریت ڈالی اور کھانے لگا۔ مجھ کو تعجب ہوا تو اس نے کہا کہ خدا کی نعمات ظاہر و باطن نازل ہوتی ہیں۔ اے شفیق اپنا اعتقاد خدا کے بارے میں درست کرو۔ پھر برتن میں سے تھوڑا مجھ کو دیا۔ میں نے کھایا تو وہ شکر تھی میں سیراب ہو گیا اور کئی روز مجھ کو خواہش آب و غذا نہ ہوئی، جب مکہ پہنچا تو میں نے اس جوان کو بہ خضوع نماز میں دیکھا، تا صبح وہ نماز میں مصروف رہا۔ صبح وہ روانہ ہوا۔ میں بھی عقب میں چلا۔ جب گھر پر پہنچا تو ان کے غلام و متعلقین آئے، سلام کیا۔ میں نے نام پوچھا تو بتایا کہ یہ امامِ وقت حضرت موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ ہیں۔ میں نے کہا: اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (خدا ہی جانتا ہے وہ اپنی رسالت کا عہدہ کس کو سپرد کر دے)۔

آیت ۲۰۲:

مالک بن دینار نے روایت کی ہے کہ میں حج کو جا رہا تھا کہ میں نے ایک ضعیف و نحیف عورت کو دیکھا جو لاغر خچر پر سوار حج کو جا رہی تھی۔ لوگوں نے اس کو سمجھایا کہ واپس جا کیوں ہلاکت میں پڑتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے وہ ارادہ نہیں کیا ہے کہ جس کو ترک کردوں۔ آخر لوگ چلے گئے۔ میرے دماغ میں یہ حدیث آئی۔ المومن اخ المومن لا امہ ولا بیہ ان جاع اطعمہ وان مات شیع جنازتہ (خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا بھائی اگر بھوکا ہو کھانا کھلائے۔ اور اگر مر جائے تو تجہیز و تکفین کرے۔) میں اس کے ساتھ رہا۔ راہ میں اس کا خچر تھک کر بیٹھ گیا۔ اس پیرزن نے خدا سے دعا کی: الھی لا فی بیتی ترکتنی ولا الی بیتک حملتنی فوعزتک لا شکتہ إلّا الیک (اے خدا نہ مجھ کو اپنے گھر ہی میں رہنے دیا اور نہ تو نے اپنے گھر پہنچایا۔ تیری عزت و جلال کی قسم اگر کوئی دوسرا میرے ساتھ یہ سلوک کرتا تو میں اس کی شکایت تجھ سے کرتی)۔ اسی اثناء میں ایک نوجوان صحرا سے آیا۔ تیز ناقہ پر اس کو سوار کیا۔ پھر میں نے اس کو نہ دیکھا حتیٰ کہ کعبہ کے طواف میں دیکھا۔ میں نے اس کو قسم دے کر پوچھا کہ تم پر اللہ کی مہربانی کس وجہ سے ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں شھدہ بنت مسکتہ بنت فضہ خادمہ فاطمہ زہرا علیہا السلام ہوں اور یہ سب صدقہ ہے حضرت فاطمہؑ کا۔

آیت ۲۰۳:

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ ایام تشریق ہیں وہ عیدالاضحیٰ کے بعد کے تین دن ہیں ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳ ذوی الحجہ اور تکبیر یہ ہے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدٰانَا وَلَهُ الشُّكْرُ عَلٰى مَا اَوْلَانَا وَرَزَقَنَا مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔

آیت ۲۰۴:

اخنس ثقفی شیریں گفتار، حسین صورت تھا۔ رسول خداؐ اس سے خوش تھے۔ ایک دن خدمت میں حاضر کر بولا کہ

میں خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتا ہوں اور قسم پر خدا کو گواہ کیا۔ جب واپسی میں مدینہ سے دور نکل گیا تو اس نے مسلمانوں کی زراعت اور مویشیوں کو برباد کیا۔ خدا نے یہ آیات نازل کر کے اس کے نفاق سے آگاہ کیا **ومن الناس من یعجبك**۔

آیت ۲۰۵:

ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ تین آیات سریہ رجیع کے واقعہ میں نازل ہوئیں۔قریش نے مکر وحیلہ سے رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک شخص کو بھیجا کہ ظاہر کرے کہ وہ ایمان لایا ہے۔ رسول خداؐ نے اپنے اصحاب کو ان کی تعلیم کی غرض سے روانہ کردیا۔ مکہ کے قریب بطن نخلہ پر جب یہ اصحاب پہنچے تو ستر مسلح افراد نے حملہ کردیا۔ مسلمانوں نے مقابلہ کیا۔ مرشد غنوی و خالد بن بکر و عبداللہ بن طارق و عاصم بن ثابت قتل ہوگئے۔ اور حبیب بن عدی و زید بن رشیہ کو قید کر کے ساتھ لے گئے۔ حبیب کو پھانسی دی گئی۔ ایک مشرک نے سینہ پر برچھا مارا تو حبیب نے کہا: اتق اللہ ۔ (اللہ سے ڈر) تو اس کو غصہ آگیا اور اس نے ایسا نیزہ مارا کہ پشت سے باہر نکل گیا۔ زید بن رشیہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا کہ بعوض اپنے باپ کے جس کو بدر میں صفوان نے قتل کیا تھا قتل کرے۔ ابوسفیان نے صفوان سے کہا کہ اگر تیری جگہ محمدؐ ہم کو مل جاتے تو ان کو قتل کرتے۔صفوان نے کہا کہ میری ہزار جانیں ان پر قربان ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ محمدؐ کے اصحاب سے زیادہ وفادار کوئی نہ ہوگا اور صفوانؓ کو شہید کردیا گیا۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ رسول خداؐ نے زبیر ومقداد کو بھیجا۔ وہ مکہ گئے اور پوشیدہ طور سے حبیب کی لاش چالیس دن کے بعد مدینہ کے قریب لائے۔مشرکین نے تعاقب کیا تو حبیب کی لاش زمین نے اپنے اندر چھپالی اور مشرکین واپس چلے گئے۔

منافقین نے کہا: بے کار ان لوگوں نے اپنی جانیں دیدیں۔ رسول اللہؐ کو غصہ آیا تو منافق چاپلوسی کرنے لگے۔ ان آیات میں یہی واقعہ ہے۔

آیت ۲۰۷:

منافقین نے زمانۂ رسولؐ میں ہر ممکن طریقہ پر اسلام کو برباد کرنا چاہا مگر اللہ اپنے دین کی تکمیل کا ارادہ کر چکا تھا وہ کامیاب نہ ہوئے۔آخر بعدِ وفات رسولؐ انہوں نے قرآن کے معنی وتفسیر خلافِ عقل احکامِ الٰہی من گھڑت کر کے دینِ اسلام کی بیخ کنی کرنی چاہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض مفسرین نے اس آیت کا سببِ نزول صہیب کی مکہ سے روانگی اور ان کے تمام اموال پر مشرکینِ قریش کا قبضہ ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ صہیب بن سنان نے مدینہ پہنچ کر واقعہ بیان کیا تو یہ آیت نازل ہوئی حالانکہ قرآن کی آیت میں صاف صاف جان بیچنے اور رضائے الٰہی کے حاصل کرنے کا

اعلان ہے نہ کہ مال بیچنے کا۔ اب اصل تفسیر ملاحظہ کیجئے۔ امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء العلوم، اور کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ ان ھذہ الایۃ فی فضیلۃ علی ابن ابی طالب حین بات علی فراش رسول اللہ۔ (یہ آیت حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی جبکہ وہ شب ہجرت بستر رسولؐ پر سوئے تھے) ثعلبی نے اپنی تفسیر میں پورا واقعہ ہجرت لکھا ہے اور بتایا کہ یہ آیت شانِ علیؑ میں نازل ہوئی ہے۔ خطیب خوارزمی نے بھی یہ تفصیل اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ اور ثعلبی نے یہ بھی لکھا ہے کہ بحکمِ خدا میکائیلؑ علیؑ کی پائنتیں اور جبرئیلؑ علیؑ کے سرہانے بیٹھے تاکہ حفاظت کریں اور جبرئیلؑ کہہ رہے تھے۔ بخٍ بخٍ لک مَن مثلک یا ابن ابی طالب یباھی اللہ بک الملائکتہ۔ (اے علی ابن ابی طالب آپ کو مبارک ہو کہ کون ہے تمہاری مثل کہ خدا مباہات اور فخر کرتا ہے تم پر بہ مقابلہ اپنے ملائکہ)۔

محمد بن یوسف گنجی وابن شبع مغربی نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ علیؑ نے یہ وہ فضیلت پائی ہے کہ ان کے علاوہ کسی کو نہیں نصیب ہوئی۔ مغربی کا شعر اس بارے میں یہ ہے:

بیت علیؑ بالفراش فضیلۃ

کبدر لہ کل الکواکب نحضح

(علیؑ کا شب ہجرت بستر رسول پر سونا ایسی ہی فضیلت ہے جیسے چودھویں کے چاند کے سامنے تمام تارے مانند ہوجاتے ہیں)۔

جب رسول خداؐ کے گھر کو کفارِ قریش نے بوقتِ شب گھیر لیا اور چاہا کہ آپؐ کو قتل کردیں تو رسول خداؐ نے علیؑ سے کہا کہ تم میرے بستر پر سوجاؤ تاکہ میں شب کو مکہ سے مدینہ روانہ ہوجاؤں۔ علیؑ نے پوچھا کہ آپ کی جان بچ جائے گی؟ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں محفوظ نکل جاؤں گا۔ علیؑ نے فرمایا کہ الآن طاب الموت (اب موت میرے لئے سببِ خوشی ہے)۔ علیؑ بستر رسولؐ پر سوئے۔ کفار کے درمیان سے تاریکیِ شب میں رسول اللہؐ گھر سے نکل گئے۔ صبح کفار نے حملہ کیا، علیؑ نے بیدار ہوکر للکارا۔ وہ سب بھاگ گئے اور تلاشِ رسولؐ میں صحرا کی طرف روانہ ہوگئے۔

آیت ۲۰۸:

ایمان والوں سے خطاب ہے کہ تم اسلام میں داخل ہوجاؤ۔ مفسرین نے یہی ترجمہ کیا ہے کہ مگر قران نے بتایا ہے کہ اسلام سے ایمان کا درجہ زیادہ ہے۔ لہٰذا یہ ترجمہ اس کے برعکس معنی پیدا کرتا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اے مومنو! تم سب سلامتی میں داخل ہوجاؤ۔ یعنی بعد ایمان قبول کرنے کے باہم اختلاف نہ کرو۔ ورنہ تم شیطان کے پیرو بن جاؤ گے اور ایمان باقی نہ رہے گا۔ ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ سِلم سے

مراد طاعتِ خدا ہے۔

آیت ۲۱۰:

باوجود روشن دلائل دیکھنے کے جو لوگ ایمان نہیں لاتے تو کیا وہ اس امر کے انتظار میں ہیں کہ مثلِ سابق ان پر عذاب کی بارش ہو۔

آیت ۲۱۱:

نعمتِ خدا کو بدل دینے والا عذاب کا مستحق ہوجاتا ہے۔ بعثتِ انبیاء، کتبِ سماوی، قرآن۔ ذاتِ حضرت محمدؐ، احکامِ قرآن۔ حلال وحرام کے بارے میں خدا کے احکامات بہترین نعماتِ خدا ہیں۔ ان کا منکر یا ان میں ردو بدل کرنے والا عذاب کا مستحق ہوجاتا ہے۔ شعبی نے جابر سے روایت کی ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہؐ سے پوچھا: یارسول اللہؐ! یہود کی بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اچھی ہیں۔ ہم ان کو لکھ لیا کریں؟ رسول اللہؐ نے فرمایا:۔تم شک اور تردد کرتے ہو۔ جس طرح یہود اور نصاریٰ نے شک کیا تھا۔ میں تمہارے لئے ملتِ نورانی و پاکیزہ لایا ہوں۔ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو بھی کوئی دوسرا راستہ بجز میری پیروی کے نہ ہوتا۔ فان زللتم الخ اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ قریش کے متمول افراد، ابوجہل، ہشام وغیرہ مسلمان غرباء مراد عمارؓ و یاسرؓ وصہیبؓ و بلالؓ وعبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کا مذاق اڑاتے تھے کہ اگر محمدؐ حق پر ہوتے تو اشرافِ عرب ان کے ساتھ ہوتے نہ کہ فقراء ومساکین ساتھ ہوتے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

آیت ۲۱۲:

حضرت امام رضاؑ نے بہ سلسلہ آبائے کرام حضرت رسولِ خداؐ سے یہ روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو بوجہ غربت مومن یا مومنہ کو حقیر سمجھے گا تو خدا روزِ قیامت اس کو رسوا کرے گا۔ یا کوئی مومن پر تہمت لگائے گا یا اس کے مرتبہ کے خلاف کہے گا تو روزِ قیامت اس کو آتش پر بٹھایا جائے گا۔ جب کہ مومن ملکِ مقرب سے بھی خدا کے نزدیک مکرم تر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ غریب مومن نگاہِ خدا میں معزز ومکرم ہے اور نعماتِ ابدی کا مستحق ہے اور کافر چند روزہ زندگی اور مال پر اتراتا ہے مگر اس کا نتیجہ صرف جہنم کا عذاب ہوگا۔

آیت ۲۱۳:

حدیث ہے کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعد کو اس کے والدین اس کو عیسائی یا یہودی بنا لیتے ہیں۔

بہر حال جب انسان نے اپنے خالق اور رب سے مخالفت کی تو خدا نے بہ نظر رحم انبیاء مبعوث کیے، کتبِ سماویہ نازل کیں مگر سرکشوں نے پھر بھی انکار کیا۔

کعب الاحبار سے مروی ہے کہ خدا نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر مخلوق پر مبعوث کیے۔ ان میں سے ۳۱۳ مرسل تھے اور جن کا ذکر قرآن میں ہے ان کی تعداد ۲۸ ہے۔ ان میں پانچ اولوالعزم ہیں۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ۔

اہلِ کتاب کا اختلاف سمتِ قبلہ میں تھا کہ بعض مغرب اور بعض مشرق کو قبلہ بناتے تھے اور جب کعبہ کو قبلہ کیا گیا تو بھی انہوں نے اختلاف کیا اور یہ خیال نہ کیا کہ خدا کا حکم ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنایا جائے۔ ان کا اختلاف ایامِ ہفتہ میں بھی تھا۔ یہود نے ہفتہ کو اور نصاریٰ نے اتوار کو روزِ عبادت قرار دیا۔ جبکہ خدا نے بہترین دن جمعہ قرار دیا۔ صیام (روزہ) کے بارے میں بھی اختلاف کیا کہ بعض رات کو روزہ رکھتے تھے اور بعض دن کو۔ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں اختلاف کیا کہ بعض ان کو یہودی کہتے تھے اور بعض نصرانی۔ خدا نے روزہ کو دن میں مقرر کیا۔ اور ابراہیمؑ کے حق میں فرمایا: ماکان ابراھیم یھودیاً ولا نصرانیاً (سورہ آلِ عمران آیت: ۶۷)۔ رسول خداؐ نے بہ جواب ابوذر غفاریؓ فرمایا کہ اللہ نے آدمؑ کو ایک سو (۱۰۰) صحیفے عطا فرمائے۔ شیثؑ کو پچاس صحیفے دیئے۔ نوحؑ کو تیس صحیفے اور ابراہیمؑ کو دس صحیفے اور موسیٰؑ کو توریت اور عیسیٰؑ کو انجیل اور داؤدؑ کو زبور اور محمدؐ پر فرقان (قرآن) نازل کیا۔ پھر ابوذر غفاریؓ نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ ان میں کیا لکھا تھا؟ فرمایا: امثال اور مواعظ، صحفِ ابراہیمؑ میں لکھے تھے۔ توریت میں احکام و واقعات برائے عبرت تھے اس سے یہ بھی ہے عجباً لِمَن ایقن بالموت کیف یفرح و عجباً لمن ایقن بالنار کیف یضحك و عجباً لمن یریٰ الدنیا و تقلبھا کیف اطمان الیھا۔ ترجمہ: حیرت ہے اس پر جو موت پر یقین رکھتا ہے اور پھر خوش ہوتا ہے اور تعجب ہے کہ وہ ہنستا ہے جبکہ آتشِ جہنم پر یقین رکھتا ہے۔ پس وہ کیونکر ہنستا ہے؟ اور تعجب ہے اس پر جو دنیا کی بدلتی ہوئی حالت دیکھتا ہے پھر اس پر اطمینان کرتا (اور اس کو باقی جانتا) ہے۔

آیت ۲۱۴:

حدیث میں ہے کہ ان لا ھل البلایا فی الدنیا۔ لہ نجات فی الاخرۃ ماتنال بالاعمال حتیٰ ان الرجل یتمنی ان جسدہ فی الدنیا قرض بالمقاریض ممایری من حسن ثواب اللہ لا ھل البلاء من الموحدین۔ یعنی ان کے لئے جنہوں نے رضائے خدا کے لئے سخت مصائب دنیا میں برداشت کیے ایسے بلند درجات آخرت میں ہیں جن کو (روزہ، نماز وغیرہ) عبادات کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ انسان تمنا کرے

گا کہ کاش اس کا جسم قینچی سے پارہ پارہ کردیتے تاکہ وہ خدا کی جانب سے ملنے والے حسنِ ثواب کا مستحق ہوجاتا۔ اس حدیث اور مذکورہ آیت قرآن سے واضح ہوگیا کہ بغیر تکالیف برداشت کیے رضائے خدا اور نعماتِ اخروی حاصل نہیں ہوسکتیں۔ اللہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ یہ آیت بقولے غزوہِ خندق میں اور بقولے غزوہِ احد میں نازل ہوئی کہ اہلِ اسلام کو ثباتِ قدم وصبر مصائب کی تعلیم دی گئی۔ پھر فوراً خدا نے اہلِ اسلام کو اپنی مسرت کی بشارت دے دی۔ چنانچہ اہلِ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور مالِ دنیا بھی بکثرت حاصل ہوا۔

سنتِ الٰہیہ ہے کہ دنیا میں اپنے پرستاروں کو خدا امتحانات میں مبتلا کرتا ہے اور بعدِ کامیابی ان کو نعماتِ لامحدود کا وارث بنادیتا ہے۔ یہ آیات اہلِ اسلام کے لئے سببِ ہدایت ہیں، ان کو صبر وتحمل سے مصائب برداشت کرنے کا درس دیتی ہیں اور اسی کے ساتھ یہ بھی ظاہر کرتی ہیں کہ جب خدا اپنے نیک بندوں کو مصائب میں مبتلا دیکھتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ ان کے صبر کی حدود سے منازل امتحان زیادہ ہیں تو ان کو مصائب سے نجات دیتا ہے اور راحت وسکون عطا فرماتا ہے۔ اس آیت میں جب اہلِ اسلام غزوہِ احد میں مضطرب ہوئے اور خدا سے طلبِ امداد کرنے لگے تو خدا نے فرمایا کہ نہ گھبراؤ۔ خبردار خدا کی مدد آگئی اور اب تم کو فتوحات حاصل ہونگی اور مال دنیا بھی ملے گا اور تمہارے امتحان کے بدلہ میں نعماتِ اخروی بھی تم کو دی جائیں گی۔

آیت ۲۱۵:

ایک مسلمان عمروبن جموح بہت بوڑھا لیکن بہت مالدار تھا۔ اس نے رسول خداؐ سے پوچھا کہ راہِ خدا میں کیا خرچ کروں کہ رضائے خدا حاصل کرسکوں اور کتنا خرچہ کروں؟ خدا نے ان آیات کے ذریعہ بتایا کہ کون لوگ مستحق امداد ہیں۔ اس آیت کا حکم عام ہے اور تاقیامت یہ حکمِ انفاق باقی رہے گا کہ مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا ہے اور خداوندِ عالم ہمہ وقت ناظرِ اعمالِ نیک ہے۔

آیت ۲۱۶:

خدا کا حکم ہے کہ بوقت موجودگیِ شرائط، جہاد مسلمان پر فرض ہے۔ بظاہر انسان خطرۂ جان قبول کرنا نہیں چاہتا ہے اور اس کو مکروہ جانتا ہے مگر درحقیقت جہاد اہلِ اسلام کے لئے زندگی ہے۔ دشمن تباہ کرنا چاہتا ہے تو اگر اس کو دفع کرنے کے لئے جہاد نہ کیا جائے تو گویا بے بسی کی موت مرے یا غلامی کی زندگی بسر کرنی پڑے۔ اگر کافر سرکشوں، غاصبوں، ظالموں کی رسی ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو بھی وہ دنیا کو برباد کردیں گے اور بنی آدمؑ کی تباہی اور ہلاکت کا سبب بنتے رہیں گے۔ لہٰذا ان کی سرکوبی بھی ضروری ہے تاکہ وہ ابنائے زمانہ کے لئے تباہ کن نہ بن سکیں۔ بایں وجہ بھی جہاد ضروری ہے اور خدا نے اس لئے جہاد کو اہلِ اسلام پر فرض کیا ہے کہ وہ خود بھی دشمن سے محفوظ رہ سکیں اور دنیا میں امن

وامان بھی قائم رکھ سکیں۔ اسی بات کو خدا نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

آیت ۲۱۷:

رسول خداؐ نے جنگِ بدر کے دو ماہ کے بعد اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو آٹھ افراد پر امیر بنایا اور ایک ملفوف خط دے کر کہا کہ نامِ خدا لے کر روانہ ہو جاؤ اور یہ بھی فرمایا کہ خط کو مدینہ سے دو منزل دور جا کر مطالعہ کرنا۔ جب عبداللہ نے وہاں پہنچ کر خط پڑھا تو حکم تھا کہ بطن نخلہ پر جا کر قریش کے قافلہ کو گرفتار کریں اور مالِ غنیمت مدینہ لائیں۔ چنانچہ واقد بن عبداللہ نے عمر وخضرمی کو تیر سے ہلاک کیا اور حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ اتفاق سے یہ مہینہ رجب تھا ان کا یہ خیال تھا کہ جمادی الآخر کا آخری دن ہے۔ اس پر قریش نے اعتراض کیا کہ محمدؐ نے حرام مہینوں کا احترام نہ کیا۔ رسول خداؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے عبداللہ کو تنبیہ کی اور مالِ غنیمت اور قیدیوں کو واپس کر دیا۔ امیر سریہ عبداللہ بن جحش وغیرہ نادم ہوئے اور کہا کہ ہماری توبہ جب تک قبول نہ ہوگی، ہم نہ جائیں گے۔ تب خدا نے ان کی توبہ قبول کی اور یہ آیات نازل کیں البتہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا ہے۔

مشرکینِ قریش نے اعتراض کیا تھا کہ محمدؐ نے حرام مہینوں کو حلال کر دیا ہے، اس میں جنگ کی اجازت دیدی ہے۔ اس کے جواب میں خدا نے ان کو سرزنش کی ہے کہ تم نے ہمارے رسولؐ کو عمرہ سے روکا، خدا کا انکار کیا، خانۂ کعبہ کی زیارت سے مانع ہوئے، ہمارے رسولؐ اور مسلمانوں کو مکہ سے نکالا۔ یہ سب بہت بڑے گناہ ہیں۔ تم فتنہ وفساد کرتے رہتے ہو۔ یہ عمر وخضرمی کے قتل سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ واضح رہے کہ یہ آیات ہمیشہ کے لئے احکامِ اسلام ہیں۔

یہ کلمات اہلِ اسلام کی تسلی اور اطمینان کے لئے ہیں۔ خدا نے کافروں کے دل کی بات ظاہر کی ہے کہ وہ مسلمانوں سے کبھی راضی نہ ہوں گے جب تک کہ وہ مسلمانوں کو اپنا ہم مثل اور کافر نہ بنالیں۔ مگر یہ بات کافروں کے بس میں نہیں ہے، کیونکہ پر خلوص مسلمان کبھی خدا اور رسولؐ کے خلاف نہیں ہو سکتے وہ ہمیشہ دیندار رہیں گے۔

یہ آیت خدا کی بے نیازی اور دینِ اسلام کی حقیقت کو واضح کرتی ہے۔ اگر کوئی بعدِ اسلام مرتد ہو جائے تو وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑتا اور نہ رسولؐ کا کچھ بگاڑ سکتا ہے بلکہ وہ خود خسارہ میں رہے گا کیونکہ وہ کافر ہو جائیگا اور اس کے سابقہ اعمال بھی اکارت ہو جائینگے اور اس کے لئے دوزخ یقینی ہے۔

آیت ۲۱۸:

عبداللہ ابن جحش اور ان کے ساتھی نادم تھے کہ ماہ حرام میں جنگ کی اور دیگر مسلمان کہتے تھے کہ انہوں نے گناہ کیا بعد کو توبہ قبول ہوئی۔ اس پر خدا نے یہ آیات نازل فرمائیں، اہل سریہ کی فضیلت بیان کی اور ان کے اوصاف

بتائے۔ اول ان کا ایمان، دوم ہجرت، سوم راہِ خدا میں جہاد، چہام رحمتِ خدا کی ان کو امید ہے۔ خدا غفور و رحیم ہے لہٰذا ان کے درجات بلند ہیں۔ جو مسلمان بھی ان صفات کا حامل ہوگا وہ ان درجات کا حقدار ہوگا۔

آیت ۲۱۹:

قمار، جوا اور شراب گناہ کبیرہ ہیں۔ قرآن میں لفظ منافع للناس آیا ہے۔ ان الفاظ سے بعض نے شراب و قمار کو بقولِ خدا مفید ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اسلوبِ تقریرِ آیاتِ قرآن بہت جامع ہے۔ خدا نے پہلے یہ بتایا کہ قمار و شراب گناہ کبیرہ ہیں۔ بعد کو یہ بتایا کہ عوام الناس اس کو فائدہ مند سمجھتے ہیں کہ قمار سے مال حاصل ہوتا ہے اور شراب سے سرور و کیف حاصل ہوتا ہے مگر یہ عوام جاہل ہیں، کم فہم ہیں۔ ان کا قول ان کی کم علمی کی وجہ سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا نقصان زیادہ ہے۔ بظاہر ان میں منفعت نظر آتی ہے مگر باطنی طور پر قمار مال کو ضائع کرتا ہے۔ انسانی اخوت و ہمدردی کو برباد کرتا ہے، خود غرضی پیدا کرتا ہے، اور شراب جوہرِ انسانیت یعنی عقل کو خراب کرتی ہے، فتنہ و فساد پیدا کرتی ہے، باہمی تعلقات کو بگاڑ دیتی ہے، خدا کو اور اس کے احکام کو بھلاتی ہے۔ لہٰذا خدا حکم دیتا ہے کہ اس کے ظاہری نفع سے اس کا نقصان زیادہ ہے، اسی لئے میں نے اس کو حرام کیا ہے۔

حدیثِ رسولؐ: **کل شراب عاقبة، کعاقبة الخمر فهو حرام**، (ہر شربت جو مثل شراب نشہ آور ہو حرام ہے)۔ حدیثِ رسولؐ: **کل مسکر حرام وانه لعن الخمر و عاصرها و مقصرها و بایعها و مشتریها و ساقیها و اکل ثمنها و حاملها والمحمول الیه وشاربها**۔ (رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور شے حرام ہے۔ خدا نے لعنت کی ہے شراب کے نچوڑنے والے، فروخت کرنے والے، خریدنے والے پر اس کے شیرہ بنانے والے، اس کے پلانے والے پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر، اس پر جس کی طرف خمر لے جائیں اور اس کے پینے والے پر) آپؐ نے فرمایا: **شارب الخمر کعابد الوثن**۔ (شراب پینے والا مثل بت پرست کے ہے)۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میری امت میں کچھ ایسے ہوں گے کہ ایمان کا دعویٰ کریں گے مگر وہ کافر ہوں گے۔ اول تارک الصلوٰۃ۔ دوم مانع زکوٰۃ، سوم سود خور، چہارم زانی، پنجم شرابی، ششم بھنگ پینے والا، ہفتم فتنہ انگیز چغل خور، ہشتم غیبت کنندہ، نہم ہمسایہ کو اذیت دینے والا اور ظالموں کی مدد کرنے والا۔

حضرت علیؑ نے رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے فرمایا: **ایا کم وهاتین الکعبین المشبو متین فانما من میسر العجم** [تم ان منحوس نرد و شطرنج سے بچو کہ یہ دونوں اہل عجم کا قمار (جوا) ہیں]۔

حضرت علیؑ ایک جماعت کی طرف سے گزرے کہ وہ شطرنج کھیل رہے تھے۔ فرمایا: **ماهذه التماثیل التی انتم عاکفون**۔ یہ کیا تصویریں ہیں کہ تم ان کا اعتکاف کر رہے ہو اور یہ کہہ کر بساط پر خاک ڈال دی۔ لہٰذا ہر

بساط شطرنج پر ہمیشہ خاک پائی جاتی ہے۔

آیت ۲۲۰:

حقوق یتیم کی حفاظت کی خاطر لوگ ان کی ہر چیز، کھانا، پینا، چار پائی اور دیگر ضرورت کی چیزیں بالکل علیحدہ رکھتے تھے اور مطلق ان سے علیحدگی رکھتے تھے۔ یہ صورت اختلاط و محبت کی نہ تھی بلکہ اس سے تنفر و بیزاری ظاہر ہوتی تھی۔ اسلام تو انسانی محبت و اسلامی اخوت کا علمبردار ہے لہٰذا اس موقع پر یہ بھی خدا نے حکم دیا کہ یتیموں کو اپنے ہمراہ رکھو، کھانے پینے میں شریک رکھو مگر یہ سب باتیں اس طریقہ پر ہوں کہ یتیم بچوں کی اصلاح اور تہذیب اخلاق ہو سکے۔ مگر ان کو جانی، مالی، اخلاقی نقصان تمہاری ذات سے نہ پہنچے۔ یتیموں میں لڑکے بھی ہوتے ہیں اور لڑکیاں بھی لہٰذا ان سے کسی قسم کی بد اخلاقی نہ برتی جائے یہی حکمِ خدا ہے۔

خدا نے اپنے احکام میں ہمیشہ آسانی پیدا کی ہے۔ مگر یتیموں کے حقوق کی نگہداشت خدا کے نزدیک اتنی اہم ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ میں سخت احکام تم پر عائد کر دیتا مگر میں نے سہل احکام تم کو دیئے ہیں۔ مگر اس کی اہمیت کو کبھی نظر انداز نہ کرنا اور یہی سمجھنا کہ اگر یتیموں کے حقوق کے معاملہ میں تم نے بے پرواہی برتی تو خدا غالب اور سخت گیر ہے۔ اس آخری عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ خدا ایتام کے حقوق ضائع کرنے والوں کو دنیا میں بھی سزا دیتا ہے اور عاقبت میں بھی سزا دیگا۔

آیت ۲۲۱:

آیات مندرجہ میں خدا کے احکام ہیں جو صاف صاف بیان کیے گئے ہیں۔ اسلام اور ایمان انسان کا مرتبہ اعلیٰ کر دیتے ہیں اور شرک و کفر انسان کو حیوان سے بھی بدتر بنا دیتے ہیں۔ ان آیات کا یہی مطلب ہے۔ سببِ نزول آیت یوں ہے کہ رسول خداؐ نے بعدِ ہجرت مرثد غنوی کو مکہ بھیجا کہ وہ باقی مسلمانوں کو وہاں سے ہمراہ لے آئے۔ مرثد بہادر تھا وہ مکہ پہنچا تو ایک مشرکہ عناق اس پر عاشق ہوگئی۔ مرثد نے کہا: بغیر عقد کے مواصلت ناممکن ہے وہ راضی نہ ہوئی۔ مرثد نے کہا کہ میں مشرکہ سے عقد نہیں کر سکتا۔ عناق نے غصہ میں آ کر کفار مکہ کو اس کے بارے میں بتا دیا۔ انہوں نے مرثد کو مارا پیٹا وہ مدینہ بھاگ آیا اور رسول اللہؐ سے واقعہ بیان کیا تو گویا مرثد کے عمل کو صاد کرتے ہوئے یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کے اگلے حصے کا سبب نزول یہ بتایا گیا ہے کہ عبداللہ رواحہ نے اپنی حبشی کنیز کو طمانچہ مارا۔ کنیز نے رسول اللہؐ سے شکایت کی، رسول اللہؐ نے عبداللہ کو بہ نرمی سمجھایا۔ اس نے کنیز کو آزاد کیا اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔ لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ عبداللہ نے سیاہ رو کنیز سے عقد کیا اور حسین و مالدار مشرکہ سے عقد نہیں کیا۔ اس پر یہ آیت

نازل ہوئی۔

انکارِ نبوتِ حضرت محمدؐ کفر ہے۔ نصاریٰ کا عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور خدا ماننا اور یہودیوں کا عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور خدا ماننا شرک ہے۔ لہٰذا مشرک و نصاریٰ و یہود سے عقد مسلمان کو ناجائز وحرام ہے۔ مشہور ہے کہ **المرۃ تاخذ من دین بعلھا** ۔(زوجہ اپنے مرد کا دین لے لیتی ہے۔) لہٰذا مشرکہ مردِ مسلم کو کافر بنا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ خدا کا فرمان ہے وہ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور خدا جنت کی دعوت دیتا ہے۔ لہٰذا مسلمان کو ان عورتوں سے عقد نہ کرنا چاہیے۔ البتہ بحالت مجبوری کتابیہ عورت سے متعہ کرسکتا ہے۔ قرآن میں ہے۔ **استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن** (سورہ نساء آیت: ۲۴)۔ (جب ان سے تم متعہ کرو تو ان کی مہر ادا کردو۔) (صحیح بخاری پ ۱۸)۔ مفسر قرآن عبداللہ ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ ہم جہاد میں تھے ہم نے رسول خداؐ سے پوچھا تو آپ نے اجازت دیدی کہ عورت سے تھوڑے یا زیادہ دن مقرر کر کے جو عورت راضی ہو متعہ کرلو۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ (ترجمہ میرزا حیرت دہلوی) حدیث ۱۶۱۸۔

آیت ۲۲۲:

حیض میں مجامعت سببِ امراض ہے لہٰذا حرام ہے۔ جدھر سے خدا نے حکم دیا ہے صاف ظاہر ہے کہ صرف عورت کی فرج میں مقاربت ہو، دُبر میں حرام ہے۔

آیت ۲۲۳:

نہ معلوم کیوں ان آیات کے معنی میں اختلاف کیا گیا ہے۔ مفسرین نے صاف صاف لکھا ہے کہ خدا نے حکم دیا کہ اپنی ازواج سے مقاربت کرو اس طرف سے جدھر سے خدا نے تم کو حکم دیا ہے۔ پھر فرمایا زوجہ سے مقاربت میں بھی نیکیاں ہیں مثلاً اوقاتِ معینہ میں مجامعت سے پرہیز کرو۔ جیسے زمانہ حیض میں، نفاس میں، حالتِ احرام میں وغیرہ وغیرہ۔ اگر انسان ان پر عمل کرے تو نیکی ہے اور تعمیلِ حکمِ خدا ہے لہٰذا موجبِ ثوابِ آخرت ہے۔ اسی طرح زوجہ سے مقاربت صحیح طریقہ پر سببِ سکون، سببِ تولیدِ اولاد، سببِ کثرتِ تعدادِ مسلمین ہے۔ لہٰذا ثوابِ آخرت ہے۔ بخلاف اس کے زوجہ کی دُبر میں وطی مثل اغلام ہے جو مضر ومفسد ہے۔ لہٰذا حرام ہے اور سبب گناہ ہے۔ آیت کا آخری حصہ ہے کہ خدا سے ڈرو کیونکہ اس کے حضور میں پیشی ہوگی۔ یہ سب تہدید ہے کہ خلافِ فطرت وحکمِ الٰہی عمل نہ کرو اور اس پر یہ آیت کہ مومنین کو بشارت دیدو تاکید مکرر ہے کہ خدا نے جو طریقہ مجامعت مقرر کیا ہے باایمان لوگ اس پر مطمئن ہیں۔ لہٰذا ان کو ثوابِ آخرت کی بشارت پہنچادو۔

تفسیر مواہب الرحمٰن ص ۲۰۴ امام احمدؒ نے سعید بن جبیر کے طریقے سے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ عمر ابن

خطابؓ رسول خداؐ کی خدمت میں آئے اور کہا: **هلكت واهلكت**۔ (میں ہلاک ہوگیا اور میں نے ہلاک کر دیا)۔ رسول اللہؐ نے سبب پوچھا تو کہا کہ **حولت البارحة رحلى** (میں نے شب گذشتہ اپنی کجاوہ سواری کو الٹ دیا)۔ رسول اللہؐ خاموش ہوگئے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی **نساء كم حرث لكم** الخ۔

آیت ۲۲۴:

اہلِ عرب عادی تھے کہ قسم کھانا ان کا تکیہ کلام تھا۔ اسی طرح ہمارے ملک میں اکثر عوام کا تکیہ کلام قسم ہے لہٰذا خدا نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ شانِ خدا میں یہ گستاخی ہے اور نام کے احترام و ایمانِ مومن کے خلاف ہے لہٰذا ممنوع ہے۔ **ولا تجعلوا الله عرضة لايمانكم**۔ عبداللہ رواحہ اپنے بہنوئی بشیر بن نعمان سے ناراض ہوگیا اور خدا کی قسم کھائی کہ بات نہ کرے گا اور اس کی زوجہ یا دشمن سے صلح نہ کرائے گا۔ جب کوئی اس سے کہتا کہ اس کے بارے میں احسان کر تو کہتا کہ میں قسم کھا چکا ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کو قسم کا مانع و حاجز نہ بناؤ۔

آیت ۲۲۵:

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تم جو قسمیں بطریقہ عادت وتکیہ کلام کھاتے ہو وہ لغو فعل ہے۔ مگر یہ فعل اتنا سنگین جرم نہیں ہے جتنا کہ ارادۃً قسم کھانا۔ اس پر مواخذہ ہوگا، سزا ملے گی کیونکہ پہلے تو یہ قسم جھوٹی ہے اس لئے جھوٹ کی سزا دوسرے قسم خدا کی ہے جو جھوٹی ہے اس پر نافرمانی کی سزا ہے اور گستاخی کی سزا ہے۔ جھوٹی قسم دوسرے کے لئے دھوکا دہی ہے لہٰذا منافقت کی سزا ملے گی کہ خلافِ اخلاق فعل ہے۔ لہٰذا وقارِ انسانی کو کم کرنے کی سزا، مگر انسان اگر سابقہ اعمال سے توبہ کرلے تو خدا معاف کرنے والا ہے۔

آیت ۲۲۶:

قبلِ اسلام یہ رواج تھا کہ زوجہ کو چھوڑنا مقصود ہوتا تھا تو اسکے پاس جانے کی قسم کھا لیتے تھے اور اس کو محبوس رکھتے تھے وہ نہ بیوہ ہوتی نہ شوہر والی۔ مدتوں اسی طرح بے کسی میں جیتی۔ خدا کو یہ پسند نہ ہوا۔ حکم ہوا کہ اگر زوجہ سے علیحدگی کرلی جائے تو چار ماہ کی مہلت ہے کہ شوہر پھر غور کرلے۔ نہ یہ مدت طلاق ہے نہ رجوع۔ مگر اس مدت کے بعد میں شوہر کو رجوع کا حق ہے اور یہی فعلِ رجوع حکمِ توبہ ہے۔ اگر چار ماہ کے اندر مجامعت کرے تو کفارہ نہیں ہے۔ حدیث رسولؐ: **تزوجوا ولا تطلقوا فان المطلق يهتزمنه العرش**۔ (ازدواج کرو اور طلاق نہ دو کہ طلاق دہندہ سے عرش متحرک ولرزاں ہوتا ہے۔)

آیت ۲۲۸:

طلاق کے بعد بھی ممکن ہے کہ حمل ہو تو عورت کو حکم ہے کہ وہ اگر صاحبِ ایمان ہے تو اس کو پیٹ کا بچہ نہ چھپانا

چاہیے، نہ ضائع کرنا چاہیے اور یہ بھی مراد ہے کہ عورتیں اپنے حیض کو نہ چھپائیں۔ اسمٰعیل بن عبداللہ مغفاری نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی۔ اس کو علم نہ تھا کہ وہ حاملہ تھی۔ عورت نے بھی چھپایا۔ جب اسمٰعیل کو علم ہوا تو اس نے رجوع کیا خدا نے اس پر یہ آیت نازل کی **ولا یحل لھن الخ**۔

عورتیں جو خدا اور روزِ قیامت سزا و جزا پر ایمان رکھتی ہیں ان کو چاہیے کہ وہ حدودِ معینہ (قوانین) کی پابندی کریں تا کہ سزا و عذاب سے محفوظ رہیں اور نجاتِ آخرت حاصل کرسکیں۔ وہ حدود ان آیات میں بیان کردی گئی ہیں منجملہ ان کے عورت پر شوہر کے حقوق کی ادائیگی ہے اور اسی طرح شوہر پر عورت کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ طرفین میں سے جو حقوق ادا نہیں کرتا وہ نافرمانیِ خدا کرتا ہے۔

طلاقِ رجعی کے لئے یہ حکم ہے کہ جو شوہر اصلاح کا ارادہ کریں تو ان عورتوں کے واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔

قرآن میں زندگانی دنیا کے لئے بہترین دستور العمل ہے اور نجات و فلاحِ آخرت کا بہترین سامان ہے۔ بدبخت ہیں وہ جو باوجود دعوائے اسلام اپنے معاشرہ کو خلافِ احکامِ قرآن بناتے ہیں اور اسی وجہ سے گوناگوں فسادات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حفظِ مراتب اعلیٰ انسانی قدر ہے۔ اگر طبقاتِ انسانی ایک دوسرے کے مراتب کا لحاظ نہ کریں تو نظامِ تمدن و شہریت بلکہ انسانیت درہم برہم ہوجائے۔ خدا نے ان آیات میں بتایا ہے کہ مرد کا درجہ عورت کے مقابلہ میں بلند ہے۔ زوجہ کو مرد کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے: **خیر الرجال من امتی خیر ھم نساء ھم و خیر النساء من امتی خیر ھن لازواجھن**۔ (میری امت میں سب سے بہتر وہ مرد ہے جو اپنی ازواج کے لئے بہتر ہو اور میری امت میں بہتر عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کے لئے بہتر ہو۔) یہ معاملہ حقوق زن و شوہر کا تھا۔ یہ نیک حقوق معین ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے اور حسنِ سلوک سے پیش آتی ہے، اس کے لئے خدا ہزار شہیدوں کا جو راہِ خدا میں شہید ہوئے ہیں ثواب دیتا ہے۔ اسی طرح جو مرد اپنی عورتوں کے ساتھ بہ محبت پیش آتے ہیں ان کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ عورتوں کو ہزار شہداء کا ثواب اور مردوں کو صرف سو شہداء کا ثواب کیوں؟ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ہاں عورت کی اطاعت کا ثواب مردوں سے زیادہ ہے اور فرمایا کہ شرک کے بعد کوئی گناہ نہیں ہے جو عورتوں کی نافرمانیِ شوہر سے زیادہ ہو۔ اس کا وبال خدا کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔

عورت کا حق مرد پر مہر، نان ونفقہ، مکان، لباس، تکلیف و اذیت نہ دینا، علمِ دین کی تعلیم دینا، حسنِ سلوک و مہربانی ہے۔ مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ فرماں برداری کرے۔ عزتِ مرد کو ملحوظ رکھے۔ عفت کے خلاف کام نہ کرے۔

اپنے بستر پر غیر شخص کو نہ بیٹھنے دے۔ نطفہ وحمل کی حفاظت کرے۔ اسقاط نہ کرائے۔ اس کے مال میں سے کوئی شے بغیر اجازت صرف نہ کرے۔ سنتی روزے بغیر اجازتِ مرد کے نہ رکھے۔ مجامعت سے مرد کو نہ روکے اگر چہ سواریِ شتر پر بھی ہو۔ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ جائے ورنہ جب تک وہ گھر واپس نہ آئے گی زمین و آسمان، رحمت و غضب کے فرشتے اس پر لعن کریں گے۔ رسولِ خداؐ سے پوچھا گیا کہ عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ فرمایا: شوہر کا۔

آپؐ نے فرمایا: **لو کنت آمراً احداً ان یسجد لاحد لامرت المرئة ان تسجد لزوجھا**۔ (اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو شوہر کے سجدہ کا حکم دیتا)۔ (سجدہ بجز خدا کے دوسرے کو نہیں ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا)۔

آیت ۲۲۹:

نزول آیت کا قصہ یہ ہے کہ جمیلہ بنت ابی بن سلول خواہر عبداللہ بن ابی کا شوہر ثابت بن قیس بن شماس تھا۔ وہ جمیلہ کو بہت دوست رکھتا۔ مگر جمیلہ اس سے متنفر تھی۔ باپ سے شکایت کی اس نے اعتناء نہ کی۔ آخر رسول اللہؐ کے پاس گئی اور طلاق چاہی۔ رسول خداؐ نے سبب پوچھا اور ثابت سے بھی حقیقت دریافت کی۔ ثابت نے بتایا کہ وہ اس کو بے حد دوست رکھتا ہے مگر جمیلہ نے کہا کہ یہ سیاہ رو، پستہ قد، بدشکل ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ مبادا گناہ میں مبتلا ہو جاؤں۔ ثابت نے کہا کہ میں نے ایک باغ اس کے مہر میں دیا ہے۔ وہ واپس کر دے۔ جمیلہ نے کہا کہ باغ اور کچھ اور دینے کو تیار ہوں۔ تب ثابت نے طلاق دیدی۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا خلع تھا۔ مرد عورت کو مہر وغیرہ جو دے چکا وہ واپس لینے کا حقدار نہیں ہے مگر ایسی صورت میں کہ عورت خلع چاہتی ہو اور اسی کو مبارات کہتے ہیں اور یہ حکم اب عام ہے اور ہر مسلمان پر عائد ہوسکتا ہے۔

آیت ۲۳۰:

تمیمہ بنت عبدالرحمٰن قرظی جو رفاعہ بن وہب کی زوجہ تھی تین طلاق کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر کے عقد میں آ گئی۔ پھر تمیمہ نے چاہا کہ اس سے پہلے کہ شوہر ثانی سے مجامعت کرے پہلے شوہر کے پاس واپس جائے۔ رسول خداؐ نے اس سے فرمایا: **اتریدین ان ترجعی الی رفاعۃ لا حتیٰ تذوقه عسلیتهٗ و یزوقه عسلیتكِ** (کیا تو چاہتی ہے کہ پہلے شوہر کے پاس چلی جائے۔ نہیں اور جب تک تو اس کا لطف نہ اٹھالے جب تک کہ شوہرِ ثانی تیرا ذائقہ نہ لے)۔ حکمِ آیت اس حدیث سے واضح ہوگیا۔ مگر کچھ زمانہ گزرنے کے بعد تمیمہ پھر خدمت رسولؐ میں آئی اور کہا کہ عبدالرحمٰن نے مجھ سے خلوت کی۔ اب میں شوہر اول کے پاس جاسکتی ہوں۔ رسولؐ کو واقعہ یاد آیا۔ فرمایا: نہیں تو

جھوٹ بول رہی ہے۔ پھر عہد خلافت حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئی مگر انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ تو نے میری موجودگی میں رسول اللہؐ سے کہا تھا کہ عبدالرحمٰن کا عضو مثل ریشہ جامہ کے ہے۔ بعد کو وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئی مگر انہوں نے بھی منع کیا اور کہا کہ اگر تو نے اس کے بعد یہ ارادہ کیا تو میں تجھ کو رجم (سنگسار) کا حکم دوں گا۔

آیت ۲۳۱:

ثابت بن یسار نے اپنی زوجہ کو طلاق دی جب چند روز عدت میں باقی رہ گئے تو رجوع کرلیا۔ اسی طرح ۹ ماہ میں تین بار طلاق دی۔ اور اس طرح عورت کو اذیت دی۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا۔

رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ **ملعون من ضاراً مسلماً اوما کراً**۔ (وہ ملعون ہے جو مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس سے مکر کرے۔)

ابتدائے اسلام میں ایک شخص نکاح کرتا پھر طلاق دیدیتا۔ بار بار یہی کرتا تھا۔ پوچھا یہ کیا کرتا ہے۔ کہا: **اللعب** (میں کھیل کرتا ہوں)۔ اسی کو منع کیا گیا ہے۔

انسان عملِ نیک یا فعلِ بد جو بھی کرتا ہے خدا ان سب اعمال سے واقف ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اُس کو ناظر و سمیع جانتے ہوئے ہمیشہ ڈرے۔

آیت ۲۳۲:

جمیلہ بنتِ یسار خواہر معقل بن یسار کا عقد عبداللہ بن عاصم سے ہوا۔ عبداللہ نے جمیلہ کو طلاق دیدی اور بعد ختمِ عدت پھر نکاح کرنا چاہا تو معقل بگڑ گئے کہ میں اپنی بہن کو طلاق کے بعد عبداللہ سے شادی نہ کرنے دوں گا۔ لیکن جمیلہ راضی تھی۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا اور معقل نے بہن کی شادی پھر عبداللہ سے کردی۔ بعض مفسرین نے بتایا ہے کہ یہ آیت جابر ابن عبداللہؓ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے اپنی چچا زاد بہن کو روک رکھا تھا کہ وہ اپنے شوہر سے بارِ دیگر بعد طلاق کے عقد نہ کرسکے۔ مگر یہ سب احکام طلاقِ رجعی کے لئے ہیں۔

آیت ۲۳۳:

سابقہ آیات ازواج کے بارے میں ہیں ان آیات میں عفت وعصمت وطہارت کے اعلیٰ قوانین پیش کیے گئے ہیں۔ مردوں کو طریقۂ نکاح اور حسنِ سلوک بہ ازواج و اولاد کی تعلیم دی گئی ہے۔ افعالِ حرام سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ شوہر و زوجہ و اولاد کی پرورش کے حقوق کی حد بندی کی گئی ہے اور عورتوں کو حقِ عدت اور بہ زمانۂ عدت نان ونفقہ بذمہ شوہر اور رضاعت کا معاوضہ بذمہ شوہر ونیز سہولت رجوع بہ شوہرِ اول کے حقوقِ ازواج شوہروں پر بتائے گئے ہیں اور آخر میں خدا نے فرمایا ہے کہ ان کے فوائد کا علم تم نہیں رکھتے ہو اس لئے بوجہ لاعلمی سرتابی کرتے ہو اور میں

جانتا ہوں کہ یہ قوانین تمہاری دنیا کی عزت و طہارت کے ضامن ہونگے اور بوجہ میری اطاعت کے عاقبت میں درجاتِ عالیہ تم کو حاصل ہوں گے۔مندرجہ بالا آیات میں رضاعتِ اطفال کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ پہلے یہ بتایا ہے کہ ماں کی مامتا شدید ہوتی ہے لہٰذا بچہ کو ودھ پلانے کی وہی حقدار ہے۔مگر اس کے اخراجات کی ذمہ داری باپ پر ہے۔ طرفین کو اجازت ہے کہ بوجہ مجبوری یا عذر کے دوسری عورت سے بھی دودھ پلوایا جاسکتا ہے البتہ شوہر زوجہ پر اور زوجہ شوہر پر تکلیف و اخراجات کا بوجھ اس کی طاقت سے زیادہ نہ ڈالے۔ اگر بچے کا باپ مرجائے تو اس کے وارثوں کے ذمہ ہے کہ وہ ان حقوق کو پورا کریں۔سبحان اللہ خدا کیسا مہربان اور رحیم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو نعماتِ دنیا و دین سے نوازا ہے۔رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ بچہ کے لئے ماں کا دودھ بہترین غذا ہے۔

اس آیت سے واضح ہوگیا کہ اولاد باپ کی ہے۔ بچہ کی ماں کا نان ونفقہ، آرام ومکان بذمہ باپ ہے۔ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ باپ اور ماں دونوں کو یہ آسانی دی گئی ہے کہ وہ حسبِ وسعت و طاقت انتظام کریں۔ اگر دو سال کے اندر دودھ چھڑانا چاہیں تو ان کو حق ہے کہ آپس کی رضا مندی ومشورہ کے بعد ایسا کرسکتے ہیں۔ یہ سہولت اس لئے بھی دی گئی ہے کہ ممکن ہے عورت حاملہ ہوجائے تو اس کا دودھ بچہ کے لئے مضر ہوگا۔ یا وہ کمزور ہوجائے یا اس کا دودھ خشک ہوجائے یا وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو کہ اس کا دودھ بچہ کے لئے وجہِ مضرت ہو وغیرہ وغیرہ۔

دایہ سے دودھ پلوانا جائز ہے مگر اس سے جو کچھ اجرت طے ہوجائے وہ اس کو ادا کرنا واجب ہے۔ اگر اس کی حق تلفی ہوگی تو خلافِ حکمِ خدا ہوگا۔بعض احادیث میں ہے کہ بد خاندان، بداعمال و بےعقل عورت کا دودھ نہ پلوایا جائے کیونکہ بچہ میں دودھ کا اثر عادت بن کر ظاہر ہوتا ہے۔

اسلام کا عقیدہ کہ خدا اعمالِ مخلوق سے ہمہ وقت باخبر ہے اور وہ سمیع وبصیر وعلیم ہے۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ اگر مسلمان سچے دل سے اس عقیدہ کو مانے تو وہ جسمانی و روحانی تمام اعمالِ بد سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اگر تمام اہلِ دنیا اسی ایک عقیدہ کو مان لیں تو پھر دنیا سے سفاکی، خونریزی، مکر، فریب، دغابازی، زنا کاری، رشوت ستانی، قمار بازی، لواطت، ظلم وستم، غرض تمام برائیاں ختم ہوجائیں اور تمام روئے زمین نمونۂ جنت بن جائے۔ اہلِ اسلام پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض تھا اور فرض ہے، اور وہ اسی لئے کہ مسلمان اپنی زندگی کا نصب العین صرف تبلیغِ حق و تنبیہِ باطل ہی کو سمجھ لیں اور تمام اہلِ دنیا کے لئے ہادی و رہنما کا کام کریں۔ جتنا جتنا لوگوں کو توحیدِ خدا کا یقین ہوتا جائے گا اور وہ خدا کو علیم وبصیر وخبیر سمجھتے جائیں گے، دنیا سے فساد غائب ہوتا جائے گا۔ یہ بات مشاہدہ میں آچکی ہے کہ حکومتیں چاہے کتنی بھی سخت ہوں وہ چوری، زنا کاری، لواطہ، قمار بازی، بدمعاملگی، مکرو دغا، فریب وغیرہ کو نہیں روک سکیں۔ بلکہ حکومتیں اب ایسے افراد پر مشتمل ہوچکی ہیں جو خود ان عیوب میں مبتلا ہیں۔لہٰذا دنیا ہر قدم تباہی کی

طرف جاری ہے۔ اہلِ اسلام کا آج بھی فرض ہے کہ وہ خدا کی توحید، حضرت محمدؐ کی رسالت اور صفاتِ خدا جو قرآن میں مذکور ہیں ان کی تبلیغ کریں اور دنیا کو طبقاتی، نسلی وقومی عمیق ومہلک غاروں سے نکال کر انسانیت کے پُر امن وپُرفضاء چمن زار میں پہنچادیں۔

آیت ۲۳۴:

عورتیں ہمیشہ سے مردوں کی ہوس کا شکار رہیں، ان کے حقوق ہمیشہ نظر انداز کیے گئے۔مگر آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل حضرت محمدؐ نے خدا کا پیغام سنایا کہ عورت کے بھی حقوق اسی طرح ہیں جیسے مردوں کے حقوق ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد عورت پر چار ماہ دس دن کی عدت ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ اگر وہ حاملہ ہوں تو اشتباہ کی وجہ سے خاندانی نزاع نہ پیدا ہو اور خاندانی تفرقہ نہ ہو، میراث پدر کا جھگڑا نہ پیدا ہو وغیرہ۔ اور اس لئے بھی کہ اگر کوئی مرد کسی حسین عورت کے شوہر کو کسی بہانہ سے قتل بھی کرانا چاہے تو ۴ ماہ کی مہلت ایسی ہے کہ وہ اپنے مطلوب کو نہیں پہنچ سکتا، اور اس مدت میں وہ خوفِ خدا سے اس فعل سے باز آسکتا ہے۔

اس کے بعد کی آیات میں مردوں کو حکم ہے کہ وہ بیوہ عورتوں سے اگر عقد کا ارادہ کریں تو معروف طریقوں اور دستورِ اسلام سے بات چیت کی بنیاد ڈالیں نہ کہ خفیہ باتیں کریں اور نہ ان پر دباؤ ڈالیں وغیرہ کیونکہ ایسا کرنا خلاف عزت وعفت وناموس ہے۔ اس میں ہر انسان کی ذلت ہے اور رسوائی بھی۔قرآن کی یہ آیات اعلیٰ درسِ اخلاق اور درسِ عفت وپاکدامنی دیتی ہیں۔

طلاق بہ نظرِ اسلام فعلِ مکروہ ہے مرد طلاق دے یا عورت طلاق لے۔ یہ دونوں صورتیں اسلام کی نظر میں قبیح ہیں۔عربوں کی عادت تھی کہ طلاق ونکاح بار بار کرتے یہ عادت آج تک برقرار ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **مابال اقوام یلعبون به حدود الله**۔ [کیا ہوگیا اس قوم کو حدود (قوانین) خدا کے ساتھ کھیلتے ہیں]۔ پھر فرمایا: **لا تطلقوا نساء کم الاّ عن ریبة**۔ (عورتوں کو طلاق نہ دو مگر جب شک بدی وتہمت ہو۔) پھر فرمایا: **ان الله لا یحب الذواقین و الذواقات** (خدا دوست نہیں رکھتا ان مردوں اور عورتوں کو جو مکرر ذائقہ نو جماع سے حاصل کرنا چاہیں)۔ پھر فرمایا: **ان ابغض الحلال عندالله الطلاق**۔ (خدا کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت جو حلال ہے، وہ طلاق ہے)۔ اصحاب نے جب یہ سنا کہ ہر طلاق ان کو ان کلمات کا ہدف بناتی ہے تو خدا نے فرمایا کہ **لاجناح علیکم**۔ اور یہ قاعدے بیان کیے۔ طلاق سے روکنے کے لئے خدا نے اور اس کے رسولؐ نے بہت موانع رکھے ہیں۔مگر چونکہ طلاق بہت سے حالات میں نہایت ضروری ہوجاتی ہے اور معاملاتِ زن وشوہر فسادِ عام کی سبب بن سکتے ہیں۔لہٰذا ان فساداتِ عام کو روکنے کے لئے طلاق کی خدا نے اجازت دی ہے اور اس کے تمام پہلو اور شرائط جو سببِ اصلاحِ معاشرہِ انسانی ہیں بتادیئے ہیں۔

آیت ۲۳۶:

ایک انصاری مرد نے نکاح کیا اور مہر بھی مقرر نہیں کیا اور دخول سے پہلے طلاق دیدی۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اس کو نفع پہنچاؤ چاہے وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔

آیت ۲۳۷:

اس آیت کے تحت نکاح ہوا، مہر طے ہوا مگر قربت نہ ہوئی تو نصف مہر معینہ مرد کے ذمہ ہے۔ ہاں یہ صورت بھی ہوسکتی اور اس کا بھی اختیار خود عورت کو ہے کہ وہ نصف مہر بھی معاف کردے یا اس کا ولی معاف کردے۔ اگر وہ نابالغ تھی تو ولی مجاز تھا۔ اگر بالغ تھی تو خود بااختیار ہے۔ اور اگر مرد معاف کردے یعنی کامل مہر ادا کردے تو یہ صورت بھی ہوسکتی ہے اور حکم یہ ہے کہ باہمی انسانی حسنِ سلوک باقی رہے۔ کیونکہ حسنِ سلوک خدا کو پسند ہے اور وہ حالات کو دیکھنے والا ہے اس پر سزا و جزا دے گا۔

آیت ۲۳۸:

مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ نماز کے پابند ہوں۔ ایک وقت کی نماز بھی قضا نہ کریں اور نمازِ ظہر چونکہ عین دن کے درمیان ہوتی ہے وہی وقت کاروبارِ دنیوی کا ہے لہٰذا اس کے لئے تاکیدِ مزید ہے کہ اپنے دنیوی کاروبار میں نمازِ ظہر کو نہ بھول جانا۔ بعض مفسرین نے اس سے نمازِ صبح کا وقت مراد لیا ہے۔

آیت ۲۳۹:

حالتِ خوف و سواری پر نماز اشاروں سے ادا کرلو۔ یہ اللہ کی طرف سے سہولت دی گئی ہے۔ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ ہم حالتِ نماز میں آپس میں باتیں کرلیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو درمیانِ نماز بات کرنا حرام ہوگئی۔ قنوت یعنی اخلاص ودعاوسکوت اور طاعتِ خالص کے معنی میں آتا ہے۔ زید بن ثابت سے روایت ہے کہ لوگ بوجہ شدتِ تمازتِ آفتاب نمازِ ظہر میں نہیں آتے تھے۔ رسول خداؐ غضبناک ہوئے اور ارادہ فرمایا کہ جو نماز کو نہ آئے اس کا گھر جلا دیا جائے۔ جب مسلمان نماز کو آنے لگے اس پر خدا نے تاکید فرمائی کہ نمازِ ظہر کی حفاظت کرو۔ حدیثِ رسولؐ: **عن ابی جعفرؑ قال رسول اللہؐ اذا زاعت الشمس فتحت ابواب السماء و ابواب الجنان و استجیب الدعا فطوبیٰ فمن دفع له عمل صالح۔** رسول اللہؐ نے فرمایا: جب آفتاب کو زوال شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جنت کے ابواب کھل جاتے ہیں۔ پس خوش نصیب ہیں وہ جو عمل صالح کرتے ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **من فاتته صلوٰة العصر فکانما و تر اهله وماله۔** (جس کی نمازِ عصر فوت ہوگئی گویا کہ اس کی اولاد اور مال برباد ہوگئے۔) صلوٰۃ الوسطیٰ کا تعین صحیح اس لئے نہیں ہے کہ تمام نمازوں کی حفاظت مطلوب ہے جیسے شب قدر بھی معین نہیں ہے۔

حالتِ خوف میں نماز اشاروں سے ادا کرو۔ سواری پر ہو تو بھی اشاروں سے نماز ادا کرو۔ مگر جب سکون و اطمینان حاصل ہو جائے تو نماز کو اسی طرح ادا کرو جس طرح حضرت محمدؐ نے تم کو بتایا ہے یعنی قیام، رکوع، سجود اور ذکر سب کچھ کرو اور اوقاتِ معینہ پر نماز ادا کرو۔ خدا نے اس بارے میں تاکید اس لئے کی ہے کہ وہ علیم و خبیر ہے۔ وہ جانتا تھا کہ ایسا وقت بھی آئے گا جب لوگ نماز کو بغیر اس کے ارکان کے ادا کرنے کے قائل ہو جائیں گے اور حکمِ الٰہی میں ترمیم کر کے اپنے کو نمازی ظاہر کریں گے اور اسی آیت سے جو نمازِ خوف کے لئے اشاروں سے ادا کرنے کے بارے میں آئی ہے سند کے طور پر پیش کریں گے لہٰذا اس پر تاکید مزید ہے کہ اس طرح نماز کو ادا کرو جس طرح تم کو تعلیم دی گئی ہے اور جس کو تم پہلے نہیں جانتے تھے یعنی قیام، رکوع و سجود نہیں کرتے تھے۔ اب بھی بعض ممالکِ اسلامیہ میں ایسے گمراہ نام نہاد مسلمان موجود ہیں جو صرف کرسی پر بیٹھ کر تصورِ نماز کر کے ادائے نماز کر لیتے ہیں۔ خدا مسلمانوں کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔

آیت ۲۴۰:

جب رسول خداؐ مدینہ آئے تو ان کے ہمراہ حکم بن حارث طائفی بھی آیا اور وفات پائی۔ اس نے اپنے پیچھے ایک زوجہ ایک لڑکا اور والدین چھوڑے۔ رسول خداؐ نے اس کا ترکہ لڑکے اور والدین پر تقسیم کر دیا، اور بیوہ کو ترکہ نہ دیا اور یہ حکم دیا کہ ایک سال تک بیوہ کا نان نفقہ ادا کیا جائے اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

بیوہ کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ خود کفیل ہے یا غریب ہے۔ اگر غریب ہے تو اس کو مکان، لباس، خوراک کی ضرورت ہے تو اس کو ایک سال کی مہلت ہے اور اگر وہ جوان العمر ہے، خود کفیل ہے تو وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے چنانچہ عدت کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے۔ اس میں مرد کے وارثوں کو حق نہیں ہے کہ وہ مزاحمت کریں۔

آیت ۲۴۱:

زنِ مطلقہ پر کوئی سختی روا نہیں ہے بلکہ شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کو نفع پہنچائے اور اگر بعد طلاق و بعد ختم مدت عدت وہ نکاح کرنا چاہے تو اس میں مزاحمت نہ کرے ورنہ عذابِ خدا کا حقدار ہوگا۔

آیت ۲۴۳:

ضحاک سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ نے اپنی فوج کو دشمن کے مقابلہ کے لئے حکم دیا۔ جب وہ لشکر کے سامنے پہنچے تو فوج نے بوجہ خوفِ موت جہاد سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے خدا سے دعا کی۔ اللّٰھم رب یعقوب وآلہٗ موسیٰ قد تری معصیۃ عبادك فارئھم آیۃ فی انفسھم حتیٰ یعلموا انھم لا یستطیعون الفرار منك۔ ترجمہ: اے یعقوبؑ اور ان کی اولاد موسیٰؑ کے خدا تو نے قوم کی نافرمانی دیکھی۔ پس

ان کو ان کے نفسوں میں اپنی نشانی دکھا دے تا کہ یہ جان لیں کہ تجھ سے فرار ممکن نہیں ہے۔

خدا نے ان چالیس ہزار (بقول ابن عباسؓ) افراد کو حکمِ موت دیا۔ سب مع چوپایوں کے مر گئے۔ جسم سڑ گئے، ہڈیاں رہ گئیں۔ ایک دن حضرت حزقیلؑ پیغمبر کا اس طرف گزر ہوا کیونکہ یہ قوم حزقیل تھی آپ روئے اور خدا سے دعا کی: یارب کنتُ فی قوم یحمدونك ویقدسونك ویسبحونك فبقیت وحیداً لا قوم لی۔ (اے خدا میں ایک قوم میں تھا جو تیری حمد و تقدیس و تسبیح کرتی تھی۔ میں اب تنہا باقی رہ گیا ہوں۔) خدا نے حزقیلؑ کو حکم دعا دیا۔ دعا کی خدا نے سب کو زندہ کر دیا اور ہڈیوں پر گوشت پوست پیدا ہو گیا۔

آیت ۲۴۴:

خدا نے جہاد کے انکار سے قوم حضرت حزقیلؑ کو موت دی اور دعائے پیغمبر سے زندہ کیا۔ یہ واقعہ اہلِ اسلام کو بتایا گیا تا کہ ان کو عبرت ہو اور جہاد دِر راہِ خدا سے جان نہ چرائیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا ہے: سیکون فی امتی ما کان فی بنی اسرائیل خذوا لنعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ۔ ترجمہ: عنقریب میری امت پر وہی ہوگا جو قوم بنی اسرائیل میں ہوا۔ نعل بہ نعل اور تیر پر تیر (یعنی حرف بہ حرف وہی ہوگا)۔

آیت ۲۴۵:

اللہ کا یہ رحم و فضل و کرم ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے خدا کا ہی دیا ہے اور جب وہ چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے مگر صرف ہم پر رحم کرنے کے لئے وہ اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھ کو جو مال یا جان دو وہ قرضِ حسنہ کے طریقہ پر دو۔ یہ سب تمہارا ہی رہے گا اور میں اس میں لامحدود اضافہ کر دوں گا۔ میری راہ میں مال دو گے تو میں تم کو مالا مال کر دوں گا۔ اور اگر جان میری راہ میں دو گے تو میں ابدی زندگی دے کر تم کو اپنا ہم مثل بنالوں گا کہ میں بھی ابدی ہوں مگر فرق یہ ہوگا کہ میں ازلی ہوں اور خالق و مالک بھی اور تم میرے بندے ہو۔ روایت ہے کہ جب آیت من جاء بالحسنۃ فلہ عشر ۃ امثالھا (سورہ انعام آیت: ۱۶۰) نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے خدا سے دعا کی۔ یارب زدلاُمتی۔ (اے خدا میری امت کے لئے اس سے زیادہ کر دے۔) اس پر یہ آیت نازل ہوئی من ذالذی یقرض اللہ الخ ۔ (سورہ حدید آیت: ۱۱) سب سے پہلے اس آیت پر عمل ابو الدحداح نے کیا جن کا نام عمرو بن الدحداح تھا۔ وہ خدمت رسولؐ میں آئے عرض کیا کہ میرے دو نخلستان ہیں دونوں کو خدا کو قرض حسنہ میں دیتا ہوں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایک اپنے بچوں کے لئے رکھ۔ اس نے کہا کہ وعدہ کیجئے کہ خدا جنت میں میرے اہل و عیال کو بھی میرے ساتھ رکھے گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں ضامن ہوں اور خدا تم کو جنت کے بہترین اشجار و باغ عطا فرمائے گا اس نے ایک نخلستان کو راہِ خدا میں دیدیا اور

شعر پڑھے ایک شعر یہ ہے۔

هداك ربي سبيل الرشاد
الیٰ سبيل الخير و السداد

روایت ہے کہ خدا نے حضرت داوٴدؑ سے خطاب فرمایا کہ اے داوٴدؑ اگر تم مجھ کو اپنے دروازہ پر پاوٴ گے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا کہ خدایا کہ اس کا جواب میری طاقت سے باہر ہے۔ خدا نے فرمایا: ان الفقراء نوابی فاصنع بهم ما تصنع لی۔ (فقراء میرے نائب ہیں۔ ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو مجھ سے سلوک کرتے۔)

آیت ۲۴۶:

حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد یوشع بن نونؑ ان کے خلیفہ ہوئے۔ یوشعؑ نے اپنے وقتِ وفات پر کالب کو خلیفہ بنایا۔ اس کے بعد حزقیلؑ نبی ہوئے۔ ان کے زمانہ میں بنی اسرائیل گمراہ ہوگئے، بدعتیں اور نافرمانیاں شروع کردیں۔ بعد ازاں انبیاء آتے رہے اور دینِ موسیٰؑ کی تبلیغ کرتے رہے۔ الیاسؑ کے بعد الیسعؑ نبی ہوئے۔ قومِ عاد کے بقیہ عمالقہ نے جو قومِ جالوت تھی بنی اسرائیل پر سختی شروع کی، اسیر کیا، قتل کیا۔ ان سے جزیہ لیا، توریت چھین لی۔ اس وقت تک اسباط ہلاک ہوچکے تھے۔ ان میں کی ایک حاملہ عورت زندہ تھی۔ اس نے دعا کی کہ خدایا مجھ کو پسر عطا کر، تو شموئیلؑ پیدا ہوئے۔ پیدا ہوتے ہی تکبیر کہی۔ ماں نے انہیں بیت المقدس میں ایک عالم کی نگرانی میں دے دیا۔ بعد کو یہ نبی ہوئے، اعلانِ نبوت کیا۔ قوم نے انکار کیا اور کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو خدا سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر ایک بادشاہ بنائے جو جالوت کے مقابلہ میں جنگ کر کے ہم کو مصائب سے نجات دلوائے۔ یہی واقعہ ان آیات میں ذکر ہوا ہے۔ اللہ نے طالوت کو بادشاہ بنایا اور یہ طالوت پسران ابن یامین بن یعقوبؑ سے تھا۔ خدا نے یہ واقعات امتِ محمدیہ کی عبرت ونصیحت کے لئے بیان کیے ہیں تاکہ وہ راہِ خدا میں جان، مال، اولاد سے جہاد کریں اور نعماتِ اخروی اور عزتِ دنیوی حاصل کرتے رہیں۔ بنی اسرائیل نے جب خدا اور رسول کی ہدایت پر عمل کیا معزز ہوئے اور جب نافرمان ہوئے تو غلام واسیر بن گئے اور عاقبت بھی خراب ہوگئی۔

آیت ۲۴۷:

بنی اسرائیل کے دل میں یہ تو تھا کہ وہ جالوت اور اس کی ظالم قوم کے ظلم سے نجات پائیں مگر خدا پر ایمان نہ تھا۔ اس لئے کہ وہ سب جہاد فرض ہوتے ہی منحرف ہوگئے۔ صرف ۳۱۳ افراد نے جہاد کیا اور بہ تائید خدا وسببِ دعائے رسولؑ فتح وظفر پائی۔ بنی اسرائیل نے عذر میں یہ کہا کہ طالوت دولت مند شخص نہیں ہے اور حکومت کے لئے دولت کی ضرورت ہے اور ہم میں دولت مند بھی ہیں تو بہتر تو یہی تھا کہ نبی ہم میں سے کسی دولتمند کو ہمارا بادشاہ بنادیتے۔ اس پر حضرت شموئیلؑ نے ان کو جواب دیا کہ حکومت کے لئے دو شرطیں ضروری ہوتی ہیں۔ اول شجاعت، دوسرے علم و

حکمت اور بتایا کہ خدا نے طالوت کو یہ دونوں چیزیں عطا کی ہیں۔
علم اور جسم تو حکومت کے لئے ضروری ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ملک وحکومت خدا کا عطیہ ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے کیونکہ وہ صاحبِ قدرت و اختیار ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا جس کو حکومت دیتا ہے اس سے راضی بھی ہے۔ بلکہ اس آیت میں اپنی لامحدود قوت کو ظاہر کرتا ہے اور حکومت اور دولت دیکر وہ امتحان لیتا ہے کہ سرکشی میں اور زیادہ ہوتا ہے یا ہماری نعمت پر شکر گزاری پیدا ہوتی ہے۔ اگر سرکشی اور نافرمانی بڑھتی ہی جاتی ہے تو خدا کی گرفت بہت سخت ہے وہ دنیا و آخرت میں شدید عذاب میں گرفتار کرتا ہے۔

آیت ۲۴۸:

یہ صندوق یا تابوت وہ تھا جس میں موسیٰؑ کی ماں نے موسیٰؑ کو بند کر کے دریائے نیل میں ڈالا تھا۔ خدا نے موسیٰؑ کو محفوظ بھی رکھا اور آغوشِ فرعون و آسیہ میں پرورش بھی کرایا۔ بوقتِ وفات موسیٰؑ نے اس صندوق میں تبرکات، الواح، عصاء نعلین، اپنا لباس، عمامہ حضرت ہارونؑ اور کچھ ترنجبین (من وسلویٰ والی) رکھیں۔ یہ تابوت جالوت نے بنی اسرائیل سے لے لیا تھا اور بنی اسرائیل خیال کرتے تھے کہ اس کے جانے کے بعد وہ تباہ حال ہیں تو خدا نے بتایا کہ طالوت کے ملک کی نشانی یہ ہے کہ وہ تابوت پھر تم کو واپس ملے گا۔ چنانچہ ملائکہ نے اس تابوت کو طالوت کے پاس پہنچادیا۔ بنی اسرائیل نے جب تابوت کو دیکھا تو یقینِ فتح ہوگیا تب اسّی (۸۰) ہزار افراد عمالقہ کے مقابلہ میں جنگ کے لئے نکلے۔

آیت ۲۴۹:

جب طالوت کی سرکردگی میں لشکر چلا تو بہ فرمانِ شموئیلؑ نبی طالوت نے فوج کی آزمائش کی اور حکم دیا کہ ایک چلو سے زیادہ کوئی دریائے فلسطین سے پانی نہ پیئے۔ پیاس بہت تھی لہٰذا اکثر لوگوں نے خوب پانی پیا البتہ ۳۱۳ افراد نے صرف ایک چلو پانی پیا اور سیراب ہوگئے اور جالوت کے لشکر جس کی تعداد تقریباً ۸ لاکھ تھی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جالوت عملیق بن عاد کی اولاد سے تھا۔ داؤدؑ بن ایشا کو مطابقِ وحی شموئیل نبی نے بلایا اور طالوت سے کہا کہ جالوت کی موت داؤدؑ بن ایشا کے ہاتھ سے ہوگی۔ چنانچہ جنگ میں اور داؤدؑ کے گوپھن کے نشانہ سے جالوت مارا گیا، لشکرِ جرار جالوت کا مارا گیا یا مفرور ہوگیا۔

خدا نے دنیا کو امتحان گاہ بنایا ہے۔ قدم قدم پر آزمائش ہوتی ہے۔ شموئیل نبی مدت معینہ کے لئے نبی تھے لہٰذا ان کے زمانہ کی آزمائش بھی وقتی تھی۔ مگر حضرت محمدؐ خاتم النبیین ہیں۔ لہٰذا ان کی آزمائش کی میعاد بھی دائمی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یا علی ما یبغضك اِلّا منافق و ما یحبُّك اِلّا مومن۔ (اے علیؑ نہیں بغض رکھے گا تم سے مگر منافق اور نہیں محبت کرے گا تم سے مگر مومن)۔ لہٰذا محبت علیؑ تا قیامت آزمائشِ مومنین رہے گی۔

بنی اسرائیل نے پہلے تو خود نبی سے فرمائش کی کہ ان پر کسی کو بادشاہ بنادیں پھر جب آزمائش کا وقت آیا تو

بداعتقادی ظاہر کی اور باوجود منع کرنے کے خوب پانی پیا۔ پھر جب جہاد کا وقت آیا تو باوجود ایمان لاچکنے کے جنگ سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ بھی اہلِ اسلام کے لئے عبرت ہے کہ بہ عہدِ رسولؐ اکثر لوگوں نے دعویٔ نصرت و رفاقت کیا مگر جہاد کے موقع پر یا تو دل چرایا یا بھاگ کھڑے ہوئے اور اب بھی ایسے لوگ ہیں جو دعوائے ایمان کرتے ہیں مگر جب اسلام پر مشکل پڑتی ہے تو بجز چند اور وہ بھی غرباء اپنی جان کی بازی لگاتے ہیں۔ گویا دولت مندوں کو پیش خدا جانا ہی نہیں ہے اور فرائضِ دینی ادا کرنا ان پر فرض ہی نہیں ہے۔ مومنِ صادق وہ ہے جو خلوصِ دل سے خدا اور رسولؐ اور روزِ قیامت پر ایمان لائے۔ چنانچہ طالوت کی فوج میں ۸۰ ہزار میں سے صرف ۳۱۳ افراد ایسے مومن تھے کہ انہوں نے خدا پر بھروسہ کیا۔ انہوں نے فتح کی دعا کی تو خدا نے ان کی دعا کو قبول کیا۔ راہِ خدا میں جہاد کیا، آخر فتح پالی اور خدا کی نظر میں معزز ہوئے۔

آیت ۲۵۱:

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ شموئیلؑ نبی کو وحی ہوئی کہ طالوت کا قتل داؤدؑ کے ہاتھ سے ہوگا۔ وہ ایک چرواہے کا لڑکا ہے اس کے جسم پر موسیٰؑ کی زرہ ٹھیک ہوگی۔

ایشا کے دس فرزند تھے۔ بحکم شموئیلؑ ایشا اپنے لڑکوں کو لایا مگر کسی کے جسم پر زرہ درست نہ آئی۔ آخر پوچھا کہ کوئی دوسرا لڑکا ہے۔ ایشا نے اقرار کیا داؤدؑ کو بلایا گیا تو زرہ ان کے جسم پر درست ہوئی۔ داؤدؑ زبردست نشانہ باز تھے۔ داؤدؑ نے باپ سے بیان کیا کہ میں بکریاں چرا رہا تھا کہ شیر آ گیا۔ میں اس پر سوار ہوا اس نے مجھے آزار نہیں پہنچایا۔ پھر جب کوہستان میں یادِ خدا کرتا ہوں تو ہر شے میرے ساتھ ذکرِ خدا کرتی ہے۔ باپ نے کہا کہ بیٹا یہ خدا کی برکت ہے جو تجھ پر ہے۔ جالوت ہاتھی پر سوار مع افواج میدان میں آیا۔ داؤدؑ کوتاہ قد تھے۔ پیدل مقابلہ کو نکلے۔ جالوت نے دیکھا تو مذاق اڑایا کہ بچہ میرے مقابلہ کو آیا ہے۔ پوچھا سلاح جنگ کہاں ہیں؟ داؤدؑ نے کہا یہ گوپھن ہے اور یہ تین پتھر۔ بہر حال داؤدؑ نے گوپھن چلائی۔ پتھر جالوت کی پیشانی پر لگا اور پار ہوگیا۔ داؤدؑ نے جالوت کو کھینچا اور طالوت کے سامنے لا کر ڈال دیا۔ داؤدؑ نے طالوت کی لڑکی کو پیغامِ نکاح دیا۔ طالوت نے مہر میں دوسو کافروں کے سر مانگے۔ داؤدؑ نے شرط پوری کر دی اور طالوت نے اپنی لڑکی داؤدؑ کو دیدی اور انگشتریِ سلطنت بھی دیدی۔ جالوت کے قتل کے سات سال بعد تمام حکومت داؤدؑ کو مل گئی اور خدا نے اس طرح ملک، حکمت و نبوت داؤدؑ کو دی۔

رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ اگر رکوع کرنے والے بندے اور شیر خوار بچے اور چرنے والے حیوانات نہ ہوتے تو خدا کفار پر عذاب نازل کر دیتا اور حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا کہ نمازیوں کی برکت سے بے نمازیوں سے خدا عذاب دفع کرتا ہے اگر سب بے نمازی ہوجائیں تو ہلاک ہوجائیں اور اسی طرح زکوۃ اور حج کے بارے میں یہی فرمایا کہ مردِ مومن کی بدولت اس کی اولاد اہل وعیال وہمسایہ سے عذاب دفع ہوتا ہے۔

الجزء ٣

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ
بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ
مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ
بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ
مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫
ع ٣٣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝٢٥٣

یہ رُسُل (جن کا ذکر سورۂ بقر میں ہے) ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے وہ بھی ہیں جن سے خدا نے کلام کیا اور بعض کے درجات بلند کیے اور ہم نے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو کھلی نشانیاں دیں اور روحُ القدس کے ذریعے ان کی مدد کی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی دلیلیں آچکی تھیں، اُن پیغمبروں کے بعد نہ لڑتے۔ لیکن انہوں نے اختلاف کیا پس ان میں سے کوئی تو ایمان لایا اور کوئی ان میں سے کافر ہوگیا۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے۔ لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (۲۵۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ
فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٥٤

اے ایمان لانے والو! تم خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے قبل اس کے کہ وہ دن آجائے کہ اس میں نہ بیع (لین دین) ہوگی نہ دوستی اور نہ سفارش اور منکر ہی وہ ہیں جو ظالم ہیں۔ (۲۵۴)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ۬
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا
الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا
بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا

اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ زندہ ہے اور قائم ہے اور قائم رکھنے والا ہے۔ نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند آتی ہے۔ اسی کی ملکیت ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ کون ہے جو بے اجازت اُس کے حضور میں سفارش کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور اس کے علم کا کچھ بھی (تصوّر یا) احاطہ لوگ نہیں کر سکتے البتہ جتنا وہ

يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا
يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

چاہے۔ اس کی کرسی (حکومت اور علم) آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔ اور ان دونوں کی حفاظت اس پر بوجھ نہیں ہے اور وہ بلند مرتبہ اور صاحبِ عظمت ہے۔(۲۵۵)

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ
الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ
بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ
اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ
لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے الگ (واضح) ہوگئی ہے۔ پس جو طاغوت (شیطان اور ظالم حکمران) کا انکار کرے اور خدا پر ایمان لائے ،تو بے شک اس نے (خدا کی) رسی کو مضبوط پکڑ لیا ، جو ٹوٹنے والی نہیں ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔(۲۵۶)

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اَوْلِيٰۗـــُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ
النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ ع ۳۴

جو لوگ ایمان لائے اللہ ان کا ولی (مددگار، حاکم، سرپرست) ہے وہ ان کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور وہ لوگ جو کافر ہو گئے ان کے ولی طاغوت (شیطان اور ظالم حکمران) ہیں جو ان کو نور سے تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، وہی لوگ تو جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔(۲۵۷)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ
رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ وقف لازم
اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ
اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ
يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا

کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیمؑ سے ان کے رب کے بارے میں حجت کی اس پر کہ خدا نے اس کو ملک دیا تھا۔ جس وقت ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ،اس نے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ پھر ابراہیمؑ نے کہا۔ اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے پس تو اس کو

مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ﴿۲۵۸﴾

مغرب سے نکال۔ (یہ سن کر) وہ کافر مبہوت و حیران ہو گیا اور اللہ نہیں ہدایت کرتا ہے قوم ظالمین کی۔(۲۵۸)

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

یا مانند اس شخص کے جو ایک گاؤں کے پاس سے گزرا اور وہ گاؤں اپنی چھتوں پر گرا ہوا پڑا تھا۔ تو اس نے کہا کہ اللہ اس کے مرنے کے بعد کیوں کر اس کو زندہ کرے گا؟ پس اللہ نے اس شخص کو سو سال کے لئے موت دی۔ پھر اس کو زندہ کر دیا اور پوچھا کہ تم کتنے دن یہاں رہے؟ اس نے کہا کہ ایک دن یا اس کا کچھ حصہ۔ فرمایا کہ تم سو برس یہاں رہے ہو۔ اب اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ نہیں سڑیں اور تم دیکھو اپنے گدھے کی طرف اور یہ کہ ہم تم کو انسانوں کے لئے نشانی بنائیں گے اور تم دیکھو (مرے ہوئے گدھے کی) ہڈیوں کی طرف کہ کس طرح ہم ان کو جوڑ دیتے ہیں اور پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ پس جس وقت یہ بات اس پر روشن ہو گئی تو کہنے لگا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۲۵۹)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے عرض کیا تھا کہ اے میرے رب مجھ کو دکھا دے کہ تو مُردوں کو کیوں کر زندہ کرتا ہے؟ خدا نے فرمایا کہ کیا تم کو یقین نہیں ہے؟ (ابراہیمؑ نے) عرض کیا کہ بے شک یقین ہے صرف اس لئے (چاہتا ہوں) کہ

اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع ۳۵ ۳

میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ خدا نے فرمایا کہ چار پرندے لے لو پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا ڈال دو۔ پھر ان کو آواز دو۔ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے اور جان لو کہ خدا غالب حکمت والا ہے۔ (۲۶۰)

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

مثال ان کی جو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی سی ہے جو سات بالیں اُگائے اور ہر بالی میں سو (۱۰۰) دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور جاننے والا ہے۔ (۲۶۱)

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال کو راہِ خدا میں پھر جو کچھ خرچ کر چکے ہیں اس کے بعد احسان نہیں جتاتے اور ایذا نہیں پہنچاتے، ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور نہ ان کو خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۲۶۲)

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

نیک بات اور درگزر کرنا یا معاف کر دینا اُس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا ہو اور اللہ غنی اور بُردبار ہے۔ (۲۶۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ

اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتانے اور ایذا پہنچانے سے باطل (ضائع) نہ کرو مثل

يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾

اس شخص کے جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتا ہے۔ پس اس کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر مٹی ہو پھر اس پر زور سے مینھ پڑے اور اس کو صفا چٹ چھوڑ جائے۔ یہ لوگ اپنی کمائی پر بھی اختیار نہیں رکھتے اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔(۲۶۴)

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال کو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اپنی ثابت قدمی کی وجہ سے صرف کرتے ہیں، اس باغ کی سی ہے جو بلندی پر ہو اور اس پر زور کا مینھ پڑے۔ پھر وہ دوگنا پھل دے۔ پھر اگر زور کا مینہ اس پر نہ پڑے تو ہلکا ہی (سہی) اور اللہ تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔(۲۶۵)

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک باغ کھجوروں کا اور انگوروں کا ہو، جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں جس میں اس کے لئے ہر قسم کے پھل ہوں اور اس شخص کو بڑھاپا آلے اور اس کے بچے ابھی کمزور ہوں۔ پھر اس باغ میں ایک چنگاری آجائے جس میں آگ بھی ہو جس سے وہ باغ جل جائے اللہ اسی طرح تمہارے لئے آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ شاید تم غور وفکر کرو۔(۲۶۶)

ع ۳۶ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

اے ایمان لانے والو! جو کچھ تم نے نیک کمائی کی ہے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیا ہے۔ اس میں سے صَرف کرو اور خراب چیز کو اس نیت سے کہ اس میں سے (خدا کو راضی کرنے کے لئے) خرچ کرو، چھونا بھی نہیں۔ حالانکہ تم خود اس کے لینے کے روادار نہیں ہو۔ سوائے اس کے کہ اس کے بارے میں تم چشم پوشی کرلو اور یہ جان لو کہ اللہ بے نیاز اور قابلِ تعریف ہے۔ (۲۶۷)

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

شیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے اور تم کو بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم کو اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ صاحبِ وسعت و علم ہے۔ (۲۶۸)

يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

جس کو وہ چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی گئی تو اس کو خیر کثیر (بے حد بڑا فائدہ) دیا گیا اور بجز صاحبانِ عقل کے کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ (۲۶۹)

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾

اور جو کچھ بھی تم نے (راہِ خدا میں) خرچ کیا یا جو کچھ تم نے نذر مانی پس یقیناً اللہ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (۲۷۰)

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ

اگر تم صدقات کو ظاہر کردو تو وہ اچھا ہے اور اگر تم

وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ
لَّكُمۡ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۷۱﴾

ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دو تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور تمہارے بدیوں کا کفارہ ہوگا اور اللہ اس سے آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ (۲۷۱)

لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰٮهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ
خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا
ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ
يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۷۲﴾

تم پر ان کی ہدایت (فرض) نہیں ہے لیکن خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور جو کچھ تم نیکی میں خرچ کرو گے اس کا نفع تمہارے لئے ہی ہو گا۔ بشرطیکہ تم سوائے خدا کی رضا جوئی کے اور کسی طرف صرف نہ کرو اور جو کچھ تم نیکی میں خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۲۷۲)

لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِيۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِىۡ
سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِى
الۡاَرۡضِ يَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِيَآءَ
مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعۡرِفُهُمۡ بِسِيۡمٰهُمۡ ۚ لَا
يَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ
خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع ۳۷ ۷

(تمہارے صدقات) ان لوگوں کا حق ہیں جو راہِ خدا میں محصور یا پابند کر لیے گئے اور وہ ملک میں کسی طرف نہیں جا سکتے۔ ناواقف انسان ان کو ان کی خودداری کی وجہ سے غنی (دولتمند) خیال کرتا ہے۔ تم ان کو ان کی پیشانیوں سے پہچان لو گے۔ وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے اور تم نیکی میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے پس یقیناً اللہ اس کا علم رکھنے والا ہے۔ (۲۷۳)

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّيۡلِ
وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ
عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ

جو لوگ اپنے مال کو رات اور دن، پوشیدہ اور ظاہر، راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں، پس ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾ وقف منزل

غمگین ہوں گے۔ (۲۷۴)

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ
اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ
الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ وقف لازم
اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ
مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا
سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ
فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبر سے نکل کر) نہ کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کی مانند جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو یہ اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ بیع یقیناً مثل سود کے ہے، اور خدا نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ پس جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور وہ بچا رہا، پھر جو کچھ پہلے گزر چکا وہ اس کے لئے (معاف) ہے اور اس کا معاملہ خدا کے پاس ہے۔ اور جو پھر ایسا ہی کریں تو وہ جہنمی ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۲۷۵)

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي
الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ
اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی منکر گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا۔ (۲۷۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ
اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٧﴾

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور نماز کو ادا کیا اور زکوٰۃ دی، ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور نہ خوف ان کے لئے ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۲۷۷)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اے ایمان لانے والو! خدا سے ڈرو اور جو سود کسی

وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

کے ذمہ باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔(۲۷۸)

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

پھر اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کر لو تو تم کو تمہارا اصل مال ملنا چاہئے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔(۲۷۹)

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

اور اگر مقروض مفلس ہو تو اس کو فراغت کے زمانہ تک مہلت دو اور اگر تم اصل قرض کو معاف کر دو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے بشرطیکہ تم سمجھو۔(۲۸۰)

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع ۳۸ ۸

اور اس دن سے ڈرو جس دن خدا کے حضور میں واپس کیے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو جو کچھ اس نے کیا ہے اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔(۲۸۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا

اے ایمان لانے والو! تم کسی مقررہ مدت کے لئے باہم قرض کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور ضروری ہے کہ کاتب تمہارے مابین انصاف سے لکھے اور کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے بلکہ جس طرح خدا نے اس کو سکھایا ہے اسی طرح لکھ دے۔ اور جو قرض لینے والا ہو وہ لکھواتا جائے اور وہ خدا سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور قرض لینے والا احمق ہو یا ضعیف ہو یا خود عبارت نہ بتلا سکتا ہو تو اس کا

اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا
شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا
رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ
مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ
الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ
تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ
ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ
وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ
تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ
وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ
كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ
فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ولی (مددگار) انصاف کے ساتھ بتلائے اور اپنوں سے دو مردوں کو گواہ بنا لو پس اگر دو مرد نہ ہوں پس ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم پسند کرو، گواہ بنا لو کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرا دے اور جس وقت گواہ بلائے جائیں تو انکار نہ کریں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا ہو مع اس کی میعاد کے۔ خدا کے نزدیک یہ زیادہ انصاف کی بات ہے۔ اور گواہی کے لئے مضبوط ثبوت ہے اور اس بات کے زیادہ قرین ہے کہ تم شک میں نہ پڑو۔ سوائے اس کے کہ جو نقد سودا ہو جیسا کہ تم باہمی لین دین کیا کرتے ہو۔ پس اگر اس کو نہ لکھو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جس وقت تم باہم خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لو اور کاتب اور گواہ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی اور خدا سے ڈرو اور اللہ تم کو تعلیم دیتا ہے اور خدا ہر شے کا جاننے والا ہے۔ (۲۸۲)

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا
كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ

اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ تو جو چیز تمہارے پاس ہے اس کو رہن کر دو۔ پس اگر تم میں

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ
اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا
الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ
ع ٣٩ ٧ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾

سے کوئی دوسرے کو امین سمجھ لے تو (امین کو) چاہئے کہ وہ امانت کو ادا کر دے اور اپنے رب اللہ سے ڈرے اور تم شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو شہادت کو چھپائے تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے ،اور اللہ اس سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔(۲۸۳)

لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ
وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ
يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ
شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٨٤﴾

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خواہ تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ اس کا حساب خدا تم سے لے گا پس وہ جس کو چاہے بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔(۲۸۴)

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ
رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ
بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا
وَ اَطَعْنَا ٭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ
الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾

رسول اس پر ایمان لائے جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور مومنین بھی سب ایمان لائے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر اور تمام رسولوں پر، (کہتے ہیں) ہم نہیں فرق کرتے رسولوں میں سے کسی میں اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ اے ہمارے رب تیری ہی طرف سے مغفرت ہے اور تیری طرف ہماری بازگشت (واپس لوٹنا) ہے۔(۲۸۵)

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا
لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ۔ اس کے لئے وہ ہے جو کچھ اس نے اچھا کیا اس کا فائدہ اُسی کے لئے ہے اور جو کچھ اس نے

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا
تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ
عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ
ع ۴۰ ۳ ۸ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع

بُرا کیا اس کا نقصان (بھی) اسی کے لئے ہے اے ہمارے رب ہم سے مواخذہ نہ کر اس بارے میں جو ہم سے بھول ہو جائے یا ہم سے خطا ہو جائے۔ اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جیسا کچھ تو نے ہم سے پہلوں پر بوجھ ڈالا تھا۔ اے ہمارے رب ہم سے اتنا بوجھ نہ اٹھوا جس کی طاقت ہم میں نہیں ہے اور ہم کو عفو فرما اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہمارا مولا ہے۔ پس تو ہم کو نصرت دے بمقابل قومِ کافرین کے۔(۲۸۶)

سورة آل عمران

آیتیں ۲۰۰ | ۳ سُورَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مدنی ۸۹ | رکوعاتها ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾

الٓمّٓ۔(۱)

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ ط

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے (مگر) وہی جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے۔(۲)

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ
وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ ۙ

(اس خدا نے) تم پر کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا جو تصدیق کرتی ہے کتبِ سابقہ کی اور اُسی نے توریت اور انجیل نازل کیں۔(۳)

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ

جو پہلے نازل ہوئیں اور لوگوں کے لئے ہدایت تھیں اور اس نے فرقان نازل کیا۔ یقیناً جن لوگوں

الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ④

نے آیاتِ خدا کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب انتقام لینے والا ہے۔ (۴)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝⑤

یقیناً اللہ پر کوئی شے مخفی نہیں ہے جو زمین میں ہو یا آسمان میں ہو۔ (۵)

هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑥

وہی خدا وہ ہے کہ جو رحمِ مادر میں تمہاری صورتیں بناتا ہے جیسی چاہتا ہے، کوئی اللہ نہیں ہے مگر وہی اللہ جو غالب اور محکم کار ہے۔ (۶)

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۗ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑦

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — وقف منزل — وقف لازم

وہی ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی۔ اس کتاب میں بعض آیات تو محکمات (واضح) ہیں وہی آیات کتاب کی اصل ہیں اور بعض متشابہات (غیر واضح) ۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، پیروی کرتے ہیں متشابہات کی فتنہ پھیلانے کی غرض سے اور اس کے معنی اپنے مطلب کے مطابق نکالنے کیلئے۔ اس کا اصلی مطلب یا معنی بجز خدا اور راسخون فی العلم (یعنی: گہری اور پوری سمجھ رکھنے والے)، کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور صاحبانِ علم یہ کہتے ہیں کہ ہم اس (کتاب) پر ایمان لائے۔ یہ سب (محکم متشابہ) ہمارے رب کی جانب سے ہے اور بجز صاحبانِ عقل کے کوئی اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ (۷)

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۸

(وہ صاحبانِ علم کہتے ہیں) اے ہمارے رب! ہدایت کرنے کے بعد ہمارے دلوں میں ٹیڑھ نہ پیدا ہونے دے اور اپنی جانب سے ہم پر رحمت عطا فرما۔ بیشک تو سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہے۔(۸)

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۹

اے ہمارے رب! یقیناً تو ہی تمام انسانوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس دن میں کوئی شک نہیں ہے۔ یقیناً اللہ خلافِ وعدہ نہیں کرتا۔(۹)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝۱۰

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تو ان کے مال اور ان کی اولاد ذرا بھی پیشِ خدا ان کے کام نہ آئیں گی، اور وہی لوگ تو وہ ہیں کہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔(۱۰)

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۱۱

جیسے فرعون والوں اور ان سے پہلے کافرین کا دستور تھا کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، پس اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑا اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔(۱۱)

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۲

(اے رسول!) ان لوگوں سے جو کافر ہو گئے کہہ دو کہ عنقریب تم مغلوب ہو گے اور آئندہ بعدِ موت جہنم میں جمع کیے جاؤ گے اور وہ بُری جگہ ہے (جو انہوں نے اپنے لئے بنائی ہے)۔(۱۲)

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى

بے شک تمہارے لئے دو گروہوں میں جو مقابل ہوئے تھے نشانی تھی۔ ایک گروہ تو راہِ خدا میں لڑتا تھا اور دوسرا گروہ کافرین کا تھا جو بچشم خود اپنے مقابل کو

كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

اپنے سے دو چند دیکھ رہا تھا اور اللہ اپنی نصرت سے مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے بے شک اس واقعہ میں صاحبانِ بصیرت کے لئے عبرت ہے۔(۱۳)

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾

لوگوں کی نگاہوں میں زینت پا گئی ہے خواہشات کی محبت ،عورتوں، اولاد، چاندی اور سونے کے چنے ہوئے توڑوں اور داغدار گھوڑوں اور چوپایوں اور زراعت (کی محبت) ۔ یہ زندگانیِ دنیا کا سرمایہ ہیں اور اللہ کے پاس ہے بہترین ٹھکانا۔(۱۴)

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۚ ﴿۱۵﴾

(اے رسولؐ تم) کہہ دو کیا میں خبر دوں ان دنیا کی دولتوں سے بہتر چیز کی کہ جو لوگ پرہیز گار ہیں، (یعنی) گناہوں سے بچتے ہیں، ان کے رب کے پاس ان کے واسطے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہیں ،اور خدا کی خوشنودی ہے اور اللہ ان بندوں کا نگران ہے۔(۱۵)

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ ﴿۱۶﴾

جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پالنے والے ہم بے شک ایمان لائے ہیں۔تو ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور ہم کو عذابِ جہنم سے بچالے۔(۱۶)

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ

وہ لوگ وہ ہیں جو صبر کرنے والے صادقین اور خدا کی

وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

طرف رجوع کرنے والے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے اور صبح تڑکے استغفار کرنے والے ہیں۔(۱۷)

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

النصف

خدا نے شہادت دی ہے کہ بجز اُس کے کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے اور ملائکہ اور صاحبانِ علم نے بھی گواہی دی کے وہی عدل پر قائم ہے (اور یہ بھی گواہی دی ہے) کہ بجز اُس کے کوئی خدا نہیں ہے، وہی غالب صاحب حکمت (یا محکم کار) ہے۔(۱۸)

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾

یقیناً اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی تھی مگر جب کہ ان کو علم حاصل ہو چکا تھا۔ ان کا یہ اختلاف صرف ان کی باہمی بغاوت کی وجہ سے تھا اور جو آیاتِ خدا کا انکار کرتا ہے، تو یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔(۱۹)

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ ع

ع ۲ / ۱۱

پس اگر وہ تم سے حجت کریں تو تم کہہ دو کہ میں نے اپنا چہرہ جھکا دیا ہے خدا کے سامنے، اور میری پیروی کرنے والوں نے بھی اور تم کہہ دو ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی ہے اور امّیوں سے کہ آیا تم اسلام لائے ہو؟ پس اگر وہ اسلام لائے تو یقیناً ہدایت یافتہ ہو گئے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو پھر سوائے اس کے نہیں ہے کہ تم پر تو صرف تبلیغ ہے اور اللہ خود بندوں کا نگراں ہے۔(۲۰)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

بالتحقیق جو لوگ آیاتِ خدا کا انکار کرتے ہیں،

وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾	اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں لوگوں میں سے، پس تم ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔(۲۱)
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾	یہ وہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت ہو جائیں گے، اور ان لوگوں کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہوگا۔(۲۲)
اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾	کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کچھ حصہ کتاب سے دیا گیا وہ کتاب خدا کی طرف بلائے گئے تاکہ وہ کتاب ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ پھر ان میں سے ایک فریق پھر گیا اور وہ سب پھر جانے والے ہیں۔(۲۳)
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾	یہ اس لئے کہ ان لوگوں نے کہہ دیا کہ آتشِ جہنم ہم کو نہیں چھوئے گی مگر چند روز اور جو جھوٹ وہ بنایا کرتے تھے اسی نے ان کے دین کے بارے میں ان کو دھوکہ دیا۔(۲۴)
فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾	پس کیا ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے اس دن جس میں کوئی شک نہیں ہے اور ہر نفس کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔(۲۵)
قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي	(اے رسولؐ!) کہہ دو کہ اے اللہ! مالکِ مُلک تو

اَلْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

ہے جس کو چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اے اللہ تیرے ہی ہاتھ میں خیر اور ہر فائدہ ہے۔ یقیناً تو ہر شے پر قادر ہے۔(۲۶)

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ۫ وَتُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَىِّ ۫ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور تو میّت سے زندہ نکالتا ہے اور زندہ سے میّت کو نکالتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔(۲۷)

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِىْ شَىْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اُس سے اور خدا سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بجز اس شکل کے کہ تم ان (کافروں) سے خوف رکھتے ہو اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اور اللہ کی طرف بازگشت (واپس لوٹنا) یقینی ہے۔(۲۸)

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِىْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾

(اے رسولؐ!) تم کہہ دو کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے خواہ تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ اس کو جانتا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ ہر ایک شے پر قادر ہے۔(۲۹)

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ

اس دن ہر نفس اس نیکی کو جو وہ کر چکا ہے اور

معانقة

خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ
تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ؕ
وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ
ع ۳ / ۱۱ بِالْعِبَادِ ۳۰

اس بدی کو جو وہ کر چکا ہے، موجود پائے گا اور وہ یہ چاہے گا کہ کاش خود اُس کے اور اُس دن کے درمیان ایک مدتِ طویل حائل ہو جائے اور خدا اپنے سے ہی تم کو ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔ (۳۰)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۳۱

(اے رسولؐ!) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تو اللہ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بڑا معاف کرنیوالا رحیم ہے۔ (۳۱)

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۳۲

کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر وہ اطاعت سے روگردانی کریں تو بے شک خدا کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ (۳۲)

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۳۳

یقیناً اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ و آلِ عمرانؑ کو تمام عالموں پر منتخب کیا۔ (۳۳)

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۳۴

ان میں سے بعض ذریت ہیں بعض کی اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔ (۳۴)

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۳۵

جس وقت عمران کی زوجہ نے یہ عرض کیا: اے میرے رب! میں تجھے نذر دیتی ہوں جو کچھ کہ میرے پیٹ میں ہے اس حالت میں کہ وہ آزاد کیا گیا ہو گا پس تو اس کو مجھ سے قبول کر لے یقیناً تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (۳۵)

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي
وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا
وَضَعَتْ ۖ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ
وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ
وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾

اور پھر جب اُس نے بچہ جنا تو کہا: اے میرے رب! میں نے تو لڑکی جنی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے جو کچھ اُس نے جنا اور لڑکا مثل لڑکی کے نہیں ہوتا اور میں نے اس کا نام مریمؑ رکھا اور میں اس کو تیری پناہ میں دیتی ہوں اور اس کی ذریت کو بھی شرِ شیطانِ مردود سے محفوظ رہنے کے لئے۔(۳۶)

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ
وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ
كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ
وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ
لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ
اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾

اس کے رب نے اس کو حُسنِ قبول کے ساتھ قبول کر لیا اور اس کو نشو ونما دی بہترین نشوونما اور زکریاؑ نے اُس کی کفالت کی اور جس وقت محرابِ عبادت میں زکریاؑ اس (بچّی) کے پاس جاتے تو اس کے پاس رزق پاتے۔ پوچھتے کہ اے مریم یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آیا وہ کہتیں کہ یہ تو خدا کے پاس سے آیا۔ یقیناً اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔(۳۷)

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ
هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ
سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾

اس وقت زکریاؑ نے اپنے رب کو پکارا اور کہا اے میرے رب مجھے بھی اپنے پاس سے ذرّیتِ پاک عطا فرما۔ یقیناً تو دعا کو سننے والا ہے۔(۳۸)

فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي
الْمِحْرَابِ ۙ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ
مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا

پس فرشتوں نے ان کو ندا دی جبکہ وہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ (اے زکریاؑ) اللہ تم کو یحییٰؑ کی بشارت دیتا ہے۔ جو اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے نفس کو خواہشاتِ نفسانی سے روکنے

وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

والا اور نبی ہوگا صالحین میں سے۔(۳۹)

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ
بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ
كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾

(زکریاؑ نے) کہا: اے میرے رب میرے لڑکا کیسے ہوگا؟ جبکہ بڑھاپے میں ہوں اور میری عورت بانجھ ہے۔ فرمانِ خدا ہوا: ایسا ہی ہوگا اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔(۴۰)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ
اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا
رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ
بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ ع ۱۱/۱۲

زکریاؑ نے عرض کیا: اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی قرار دے۔ خدا کا ارشاد ہوا: تمہارے لئے یہ نشانی ہے کہ تم لوگوں سے تین دن تک کلام نہ کرسکو گے مگر صرف اشاروں سے اور تم اپنے رب کو زیادہ یاد کرو اور صبح اور شام تسبیح پڑھا کرو۔(۴۱)

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ
اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریمؑ اللہ نے تم کو منتخب کرلیا ہے اور تم کو پاک قرار دیا ہے اور تم کو عالموں کی عورتوں سے برگزیدہ کرلیا ہے (چن لیا ہے)۔(۴۲)

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ
وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اے مریمؑ تم اپنے رب کی بخلوص عبادت کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔(۴۳)

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ
اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ
اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا
كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

یہ غیب کی خبریں ہم تم کو بذریعہ وحی پہنچاتے ہیں اور تم اُن کے پاس نہ تھے جبکہ وہ اپنے قلموں کے ذریعہ قرعہ ڈال رہے تھے کہ مریمؑ کی کفالت کون کرے؟ اور تم نہ تھے ان کے پاس جبکہ وہ (اس بارے میں) باہم جھگڑ رہے تھے۔(۴۴)

اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنۡہُ ٭ۖ اسۡمُہُ الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ وَجِیۡہًا فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَمِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ﴿۴۵﴾

یاد کرو اس وقت کو جب فرشتوں نے کہا: اے مریمؑ اللہ تم کو اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے۔ اس کا نام مسیحؑ ابن مریمؑ ہوگا۔ وہ دنیا و آخرت میں وجیہ (شان والا) اور خدا کے مقرّبین سے ہوگا۔ (۴۵)

وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَہۡدِ وَکَہۡلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۴۶﴾

اور وہ گہوارہ میں (بچپن میں) کلام کرے گا اور بڑھاپے میں وہ صالحین سے ہوگا۔ (۴۶)

قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ وَلَدٌ وَّلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۴۷﴾

مریمؑ نے کہا: اے میرے رب میرے بچہ کہاں سے ہوگا حالانکہ مجھ کو کسی بشر (مرد) نے چھوا بھی نہیں۔ فرمانِ خدا ہوا کہ ایسا ہی ہوگا اللہ خلق کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب وہ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو یقیناً اس کے لئے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔ (۴۷)

وَیُعَلِّمُہُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَالتَّوۡرٰىۃَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ ﴿ۚ۴۸﴾

اور خدا اس کو کتاب و حکمت اور توریت اور انجیل کی تعلیم دے گا۔ (۴۸)

وَرَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۙ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَاُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ

خدا اس کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا اور وہ کہے گا کہ بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے نشانی لیکر آیا ہوں اور میں گندھی مٹی سے تمہارے لئے ایک طائر کی صورت پیدا کروں گا۔ پس میں پھونک ماروں گا پس بحکمِ خدا وہ پرندہ بن جائے گا اور میں مادرزاد اندھے اور مبروص کو تندرست کروں گا اور

اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴿۴۹﴾

میں بہ اجازت خدا مُردوں کو زندہ کروں گا اور تم کو آگاہ کروں گا اس شے سے جو تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔ پس یقیناً اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم (حقیقت میں) مومن ہو۔(۴۹)

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

اور میں اُس کی جو توریت میں سے کچھ حصہ تمہارے پاس موجود ہے تصدیق کرنے والا ہوں اور میں حلال کروں گا بعض چیزوں کو جو تم پر حرام کی گئی ہیں اور میں تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور (تم سب) میری اطاعت کرو۔(۵۰)

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

یقیناً اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے پس تم اس کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے۔(۵۱)

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

پس جب عیسیٰؑ نے ان کی طرف سے کفر کا احساس کیا تو کہا کہ اللہ کے کام میں میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا کہ ہم خدا کے انصار (یعنی مددگار) ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیئے کہ ہم لوگ مسلمان ہیں۔(۵۲)

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾

اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے نازل کیا اور ہم نے رسول کی پیروی کی۔ پس تو ہم کو شاہدین (یعنی گواہی دینے والوں) کے ساتھ لکھ لے۔(۵۳)

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَ اللّٰهُ خَيْرُ
الْمٰكِرِيْنَ ۵۴ ۧ ع ۱۳ / ۱۳ الثلٰثۃ

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے اس کا توڑ کیا اور اللہ سب سے زیادہ صاحب تدبیر ہے۔(۵۴)

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ
وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ
اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ
فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۵۵

جس وقت خدا نے فرمایا کہ اے عیسیٰؑ میں تمہاری مدت (زندگی ُدنیا) پوری کرنے والا ہوں اور تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تم کو پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں کی نجاست سے جو کافر ہو گئے اور جن لوگوں نے تمہاری پیروی کی اُن کو منکرین پر تا قیامت فوقیت دینے والا ہوں پھر تم سب کی واپسی میری طرف ہوگی۔ پس تمہارے مابین فیصلہ کروں گا اس بارے میں جس میں تم باہم اختلاف کیا کرتے تھے۔(۵۵)

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَھُمْ
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۵۶

پس وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا پس میں عذاب شدید کروں گا ان پر دنیا و آخرت میں اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔(۵۶)

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَھُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا
يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۵۷

اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کیے، ان کو ان کا پورا پورا اجر ملے گا اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔(۵۷)

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ
وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۵۸

(اے رسولؐ!) ہم بیان کرتے ہیں تم پر نشانیوں میں سے بعض نشانیاں اور سناتے ہیں تم کو پُرحکمت واقعات۔(۵۸)

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾

یقیناً عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک مثل آدمؑ کے ہے۔ اس کو مٹی سے پیدا کیا تھا پھر فرمایا اس سے کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔(۵۹)

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾

حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔(۶۰)

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

پس جو عیسیٰؑ کے بارے میں تم سے حجت کرے اُس کے بعد کہ تمہارے پاس علم آ چکا ہے۔ پس تم کہہ دو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تم بلاؤ اپنے بیٹوں کو اور ہم بلائیں اپنی عورتوں کو اور تم بلاؤ اپنی عورتوں کو اور ہم بلائیں اپنے نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو پھر ہم خدا کی طرف رجوع کریں پھر خدا کی لعنت جھوٹوں پر قرار دیں۔(۶۱)

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦٢﴾

یقیناً یہ واقعات سچے ہیں اور کوئی معبود بجز خدا کے نہیں ہے اور یقیناً وہی خدا غالب اور محکم کار (اور حکمت والا) ہے۔(۶۲)

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴿٦٣﴾

پس اگر وہ منہ پھیر لیں پس یقیناً اللہ مفسدوں کو خوب جاننے والا ہے۔(۶۳)

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ اے اہل کتاب تم آ جاؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے مابین

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝٦٤

مساوی ہے کہ بجز خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں گے اور اُس کو شریک کسی کا نہ بنائیں گے اور اللہ کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو رب نہ بنائے پس اگر وہ روگرداں ہوں تو تم کہہ دو کہ اس کے گواہ رہنا کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں۔(٦٤)

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٦٥

اے اہل کتاب !ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں حجت کرتے ہو؟ حالانکہ توریت اور انجیل ان کے بعد ہی نازل کی گئی ہیں۔کیا تم کو اتنی بھی عقل نہیں۔(٦٥)

هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٦٦

(اے لوگو!) تم وہی تو ہو جو اس کے بارے میں جھگڑتے تھے جس کا تمہیں علم ہے۔ پھر اس کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے؟ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔(٦٦)

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝٦٧

ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ نصرانی، بلکہ وہ سچے مسلمان تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔(٦٧)

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٦٨

یقیناً ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت اور قربت اُن لوگوں کو تھی جنہوں نے اُن کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے (محمدؐ و امّت محمدؐ بوجہ موافقتِ ابراہیمؑ) اور اللہ مومنین کا ولی (مددگار) اور سرپرست ہے۔(٦٨)

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ

اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے یہ چاہا تھا کہ

يُضِلُّونَكُمْ ط وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٩﴾

کاش وہ تم کو گمراہ کرلیں اور نہیں گمراہ کیا انہوں نے مگر یہ کہ خود ہی گمراہ ہو گئے اور وہ سمجھتے نہیں۔(۶۹)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٧٠﴾

اے اہل کتاب! تم آیاتِ خدا کا کیوں انکار کرتے ہو؟ حالانکہ تم خود دیکھ رہے ہو (تم خود شاہد ہو)۔(۷۰)

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ع ﴿٧١﴾ ع ۷/۸ ۱۵

اے اہل کتاب! حق کو کیوں باطل کا لباس پہناتے ہو؟ اور حق کو چھپاتے بھی ہو، حالانکہ تم جانتے ہو۔(۷۱)

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ج ﴿٧٢﴾

اور اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ ایمان لاؤ اُس پر جو ایمان لانے والوں پر نازل کیا گیا ہے دن کے اوّل حصّہ میں اور پھر تم انکار کر جاؤ اس سے دن کے آخر حصّہ میں۔ شاید (اس طرح) وہ بھی پھر جائیں۔(۷۲)

وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ ط قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ لا أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ط قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ ج يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ج ﴿٧٣﴾

اور (کہا) تم ایمان نہ لاؤ بجز اس کے جو تمہارے دین کا پیرو ہو۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ یقیناً حقیقی ہدایت خدا کی ہدایت ہے۔ یہ کہ خدا ویسی ہی فضیلت اور نبوت کسی اور کو بھی دیتا ہے جیسی تم کو دی ہے یا تمہارے رب کے پاس کہ وہ تم سے حجت کرسکیں۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ یقیناً فضل خدا کے ہاتھ میں ہے وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ صاحبِ وسعت اور صاحبِ علم ہے۔ (بہت زیادہ علم رکھنے والا ہے)۔(۷۳)

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۷۴

جس کو وہ چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کر دیتا ہے اور اللہ صاحبِ فضلِ عظیم ہے۔ (۷۴)

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۷۵

اور اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس مالِ کثیر کی امانت رکھ دو تو وہ تم کو ادا کر دینگے اور بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ اگر تم ایک دینار امانت رکھو تو بھی تم کو واپس نہ کریں، مگر یہ کہ جب تک تم ان کے سر پر کھڑے رہو یہ اس لئے ہے کہ یقیناً انہوں نے کہا کہ اُمّیوں (تمام لوگوں) کے بارے میں ہم پر کوئی الزام نہیں ہے۔ (۷۵)

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷۶

بے شک جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا پس یقیناً اللہ متقین کو دوست رکھتا ہے۔ (۷۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۷

یقیناً وہ لوگ جو بیچ ڈالتے ہیں عہدِ خدا کو اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر، وہی لوگ ہیں کہ آخرت میں اُن کا کچھ حصّہ نہ ہوگا اور خدا اُن سے کلام نہ کرے گا اور نہ اُن کی طرف بروزِ قیامت نظر کرے گا اور نہ اُن کو پاک کرے گا اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۷۷)

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ

اور بے شک ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے کہ

بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝٧٨

اپنی زبانوں کو موڑتا ہے اس طرح کہ تم ان کی تحریفوں کو اس کتاب کا جزو خیال کر لو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا کے پاس سے نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ (کا بہتان) لگاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔(۷۸)

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ۝٧٩

کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ خدا اس کو کتاب، حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ (وہ یہ کہے گا کہ) تم ربّانی (رب والے) بن جاؤ۔ کیونکہ تم خود کو کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور اس لئے کہ تم خود بھی پڑھتے ہو۔(۷۹)

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝٨٠ ع

اور (اللہ) تم کو یہ حکم نہیں دیتا کہ ملائکہ کو اور انبیاء کو تم رب بنا لو۔ کیا خدا تم کو کفر کا حکم دے گا؟ اس کے بعد کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔(۸۰)

ع ٨ ٩ ١٦

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ نے انبیاء سے عہد لیا تھا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت سے دوں، پھر ایک رسولؐ آئے جو تمہارے پاس والی چیزوں کی تصدیق کرنے والا ہو، تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اُس کی مدد کرنا۔ فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس اقرار پر میرا بوجھ اٹھا لیا؟ سب نے کہا کہ ہم

فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾	نے اقرار کیا۔ (خدا نے) فرمایا کہ تم سب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ (۸۱)
فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾	پس جو اقرار کر کے پھر جائے بس وہی لوگ تو فاسق (بدکار) ہیں۔ (۸۲)
اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾	کیا دین خدا کے علاوہ وہ کسی دوسرے دین کے طالب ہیں؟ اور وہ خدا وہ ہے کہ اس کے فرماں بردار مطیع برغبت یا بہ کراہت وہ سب ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اُن سب کی بازگشت اسی خدا کی طرف ہے۔ (۸۳)
قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾	(اے رسولؐ) کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہم پر نازل کیا گیا ہے اور جو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اسباطؑ پر نازل کیا گیا ہے اور اُس پر جو موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور دیگر انبیاءؑ پر اُن کے رب کی طرف سے عطا ہوا اور ہم ان میں سے (بلحاظ عہدۂ نبوت) کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم سب اُسی (خدا) کے فرماں بردار ہیں۔ (۸۴)
وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾	اور جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کا خواستگار ہو پس وہ اُس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ (۸۵)
كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ	خدا ایسے لوگوں کو کیوں ہدایت کرے جو ایمان

اِيۡمَانِهِمۡ وَشَهِدُوۡۤا اَنَّ الرَّسُوۡلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الۡبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۸۶﴾	لانے کے بعد کافر ہو گئے؟ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ یقیناً رسولؐ حق پر ہے اور اُن کے پاس کھلی نشانیاں آچکی تھیں۔ اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔(۸۶)
اُولٰٓـئِكَ جَزَآؤُهُمۡ اَنَّ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةَ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَۙ ﴿۸۷﴾	وہی وہ لوگ ہیں جن کی جزا یہ ہے کہ یقیناً ان پر اللہ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔(۸۷)
خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَۙ ﴿۸۸﴾	وہ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے اُن کا عذاب کم نہ کیا جائے گا اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی۔(۸۸)
اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا قف فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۸۹﴾	بجز اُن لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح کر لی۔ پس بے شک اللہ بڑا بخشنے والا رحیم ہے۔(۸۹)
اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا لَّنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ ۚ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الضَّآلُّوۡنَ ﴿۹۰﴾	یقیناً جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور پھر کفر میں زیادہ ہو گئے تو اُن کی توبہ کبھی قبول نہ کی جائے گی اور وہی لوگ تو وہ ہیں جو گمراہ ہیں۔(۹۰)
اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افۡتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ وَّ مَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ع ﴿۹۱﴾	یقیناً وہ لوگ جو گمراہ ہوئے اور حالتِ کفر ہی میں مر گئے، اُن میں کوئی ایک اگر اتنا سونا بھی فدیہ میں دینا چاہے کہ پوری زمین کو سونے سے بھر دے، تو بھی اس کا یہ فدیہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔ وہی لوگ تو وہ ہیں کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور اُن کا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے۔(۹۱)

تفسیر سورۃ البقرہ

آیت ۲۵۳:

انبیاءؑ چونکہ منجانبِ خدا عہدۂ نبوت پر فائز ہوئے ہیں لہٰذا اس لحاظ سے مساوی ہے مگر چونکہ خدا نے بعض انبیاء کو اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے اور ان سے اہم ترین خدمات تبلیغِ دین کی لی ہیں لہٰذا ان کا درجہ زیادہ ہے۔ اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے فرمایا کہ ہم نے بلحاظِ حُسنِ کارکردگی بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے اس فضیلت کی تصریح اس طرح کی ہے کہ خدا نے بتایا موسیٰؑ سے درخت کے ذریعہ کلام کیا۔ فرمایا: انا ربك فاخلع نعليك (سورہ طٰہٰ، آیت: ۱۲)۔ عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو بن باپ کے اپنی قدرت سے خلق فرمایا، نبوت دی، کتاب دی، آیاتِ روشن عطا کیں یوں درجہ بلند کیا اور روح القدس سے عیسیٰؑ کی مدد کی کہ وہ روح القدس کے ذریعہ بہرے، گونگے، اندھوں کو شنوا و بینا کر دیتے تھے۔ حضرت محمدؐ کو ان تمام انبیاء پر فضیلت دی اور تمام دیگر انبیاء پر ان کا سردار بنایا۔ بعض ایک قریہ پر بعض ایک شہر پر بعض ایک ملک پر نبی مقرر کیے گئے اور ان کو صرف اتنی محدود تکلیفِ تبلیغ دی گئی مگر حضرت محمدؐ کو تمام عالموں کے لئے قیامت تک کے لئے رسول و نبی بنایا نیز قیامت تک تبلیغِ توحید کی ذمہ داری بھی حضرت محمدؐ پر رکھی گئی، معجزات و آیات عطا فرمائیں۔ قرآن جس میں ہر حکم و ہر شے موجود ہے آپ کو عطا ہوا اور شب معراج عرش سے بالاتر بلا کر درجۂ قاب قوسین پر خود بلا سفیر باتیں کیں۔ قرآن میں ہے: فاوحىٰ الىٰ عبده ما اوحى (سورہ نجم آیت: ۱۰)۔ پس وحی کی خدا نے اپنے بندہ پر جو وحی کرنی چاہی یعنی بلا واسطہ راز و نیاز کی باتیں عبد و معبود میں ہوئیں لہٰذا ان وجوہ کی بنا پر حضرت محمدؐ کا مرتبہ تمام مخلوقات و انبیاء اور رسل سے بالاتر ہے۔

خدا کی طرف سے یہ واقعہ امت محمدی کے لئے تنبیہ و تہدید ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کے احکام سے رُوگردانی کی، بعد میں باہم اختلاف و باہم جنگ کی اور فرمانِ خدا کو پسِ پشت ڈال دیا چنانچہ ان پر ذلتِ دنیا و عذابِ آخرت مسلط ہوا اور وہ خدا کی لعنت میں مبتلا ہوئے۔ لہٰذا امتِ محمدی کو ایسا نہ کرنا چاہئے کیونکہ حضرت محمدؐ کے بعد کوئی نبی بھی نہ آئے گا کہ پھر ہدایت کر دے لہٰذا تمہاری نافرمانی، اختلاف اور باہمی جنگ تم کو ہمیشہ کے لئے گمراہ بنا دے گی۔ مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ وہ یا ان کے سلف کوئی اس اختلاف میں مبتلا ہوا ہے یا نہیں اگر ایسا ہے تو اپنے دامنِ عاقبت کو داغِ نافرمانی سے بچائیں اور اپنے کو ان آیات کا ہدف نہ بنائیں۔

اس آیت سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے چاہنے کے مطابق وہ باہم لڑے ایسا اعتقاد کفر ہے کہ خدا کو ظالم قرار دیا جائے۔ اس آیت میں خدا نے یہ بتایا ہے کہ خدا قادرِ مطلق ہے وہ چاہتا تو ان کے حواس مختل کر دیتا ان کی

عقلوں کو سلب کر دیتا، ان کو اختلاف کی بات سوچنے کے قابل ہی نہ رکھتا مگر خدا نے انسان کو عقل دے کر مختار بنایا ہے لہٰذا خدا اس کا انتقام لینا چاہتا ہے وہ اپنے فعل میں مختار ہے وہ بغیر کامیابیِ امتحان کسی کو کوئی فضیلت نہیں دیتا۔

آیت ۲۵۴:

بعض مفسرین نے یوم سے مراد روزِ حشر ونشر لیا ہے اسی واسطے کہہ دیا کہ شفاعت ہوگی مگر یہاں مراد موت ہے کہ اس میں کسی کا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

آیت ۲۵۵:

اللہ صفاتِ مخلوقات سے مُبّرہ ہے، وہ پاک ہے۔ جو خدا کو صفاتِ مخلوق سے مشابہ کرتے ہیں وہ اس کی وحدانیت کو نہیں سمجھے ہیں۔

خدا ایسا صاحبِ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین، نیز جو ان میں ہے ان سب کا خالق و مالک اور ان پر قادر ہے۔ یہود کہتے تھے کہ خدا نے عالَم کو چھ روز میں پیدا کیا تھا اور یومِ سبت آرام کیا یعنی اس پر تھکن طاری ہوگئی تو خدا نے آگاہ کر دیا کہ وہ صفاتِ بشری سے پاک ہے۔ حضرت موسیٰؑ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ھل ینام ربك (کیا تمہارا رب سوتا ہے) موسیٰؑ نے خدا سے جواب پوچھا۔ بذریعہ جبرائیلؑ موسیٰؑ کو پیغامِ خدا پہنچا کہ دو شبانہ روز نہ سوئیں موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے دن جبرائیلؑ نے کہا کہ ایک شیشہ ہاتھوں پر رکھیں اور نہ سوئیں موسیٰ نے جاگتے رہنے کی کوشش کی مگر آنکھ لگ گئی بیدار ہوئے تو دیکھا شیشہ ٹوٹا پڑا ہے۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ اے موسیٰؑ اگر تمہارا رب سو جائے تو زمین و آسمان اور تمام افلاک و اشیائے عالم درہم و برہم ہو جائیں، وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے سب کا نگران ہے۔

اس آیت سے شفاعتِ روزِ قیامت کا اثبات ہوتا ہے کہ کچھ ایسے مومن ہوں گے کہ باجازتِ خدا گنہگاروں کی سفارش کریں گے مگر یہ بھی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ خدا کو چھوڑ کر دوسرے کسی کے ذریعہ بھی نجات حاصل کر سکتا ہے اگر وہ کسی دوسرے ذریعہ کو سبب نجات بناتا ہے تو وہ گویا اس کو خدا کا شریک بناتا ہے اور یہ شرک ہے۔ انبیاء، اوصیا، اولیا اس لئے سببِ نجات ہیں کہ ان کی بتائی ہوئی ہدایات سببِ نجاتِ عذاب ہیں۔ وہ صرف مومن کی ہی شفاعت کریں گے۔ نجات دہندہ صرف خدا ہے۔

خدا انسان کے اعمالِ گزشتہ و آئندہ کا علم رکھتا ہے اور خدا کے علم کا احاطہ انسان سے ناممکن ہے کہ وہ علومِ لا متناہی ہیں۔ خدا جتنا ضروری جانتا ہے اہل دنیا کو علم دیتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ معرفت حاصل کریں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کرسی کے ہر پایہ کا فاصلہ باہم دیگر اتنا ہے کہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا فاصلہ ہے اور کرسی عرش کے سامنے ہے اور حاملان کرسی چار فرشتے ہیں اور ایک کا چہرہ مثل انسان کے ہے وہ انسانوں کی روزی طلب کرتا ہے۔ دوسرے کا چہرہ مثل گاؤ ہے وہ حیوانوں کی روزی طلب کرتا ہے اور تیسرے کا چہرہ شیر کا ہے کہ وہ درندوں کی روزی طلب کرتا ہے۔ چوتھے کا چہرہ کرگس (گدھ) کا سا ہے وہ پرندوں کی روزی طلب کرتا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ سات آسمان کرسی کے مقابلہ میں مثل ایک حلقہ کے ہیں جو صحرا میں پڑا ہو۔ حدیث میں ہے کہ عرش و کرسی کے درمیان ستر حجابِ نور ہیں اور ستر حجابِ ظلمت ہیں اور ہر حجاب کے درمیان پانچ سو سال کی راہ ہے اگر یہ حجاب نہ ہوتے تو حاملانِ کرسی حاملانِ عرش کے نور سے جل جاتے یہاں خدا نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ میری ذات اور میرا علم تمام عالمین پر محیط ہے اور میری قدرت ہر شئے پر قادر ہے۔

آیت ۲۵۶:

خدا نے فرمایا کہ جب راہِ ہدایت راہ گمراہی سے الگ ہوگئی اور دینِ اسلام آ گیا تو ہر انسان پر لازم ہو گیا کہ وہ نور و ظلمت میں امتیاز کرے۔ کسی کو مجبور نہ کیا جائے کہ وہ زبردستی دینِ اسلام کو قبول کرے وہ خود ذمہ دار ہے۔

طاغوت سے مراد ہر گمراہ کن چیز ہے خدا کے رسولؐ نے فرمایا: **الھواء عند اللہِ ابغض من جمیع الالھۃ مبغوض۔** (بدترین مبغوض معبود خدا کے نزدیک وہ خواہشات ہیں جن کی انسان پرستش کرتا ہے) رسول خداؐ نے فرمایا: **تعس عبد الدرھم و تعس عبد الزوجۃ والاولاد۔** (ہلاکت ہے بندہ زر و زن و اولاد کے لئے)۔

احکامِ قرآن و فرمانِ رسولِ خداؐ مضبوط رسی ہے جس نے اس کو پکڑ لیا وہ نجات پا گیا اور وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

آیت ۲۵۷:

ولی کا معنی ناصر و حاکم و مالک ہے جو خدا پر ایمان لایا وہ ہمیشہ راہِ راست پر رہا اور جنت کا مستحق بنا۔

طاغوت میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو بعدِ رسولؐ دینِ اسلام کو اپنی اغراضِ دنیاوی کا ذریعہ بناتے ہیں اور احکام رسولؐ کو بدل کر مسلمانوں کو پھر گمراہی میں دھکیل دیتے ہیں۔ یہ طریقہ ہمیشہ ہر رسول کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ خدا ہر مسلمان کو ان طاغوتوں سے بچائے۔

آیت ۲۵۸:

نمرود بن کنعان کو خدا نے ملکِ وسیع دیا تو وہ مغرور ہو گیا۔ جب ابراہیمؑ نے بتوں کو توڑا اور لوگوں نے ابراہیمؑ کو انبار آتش میں جلانا چاہا اور آگ ابراہیمؑ کو نہ جلا سکی تو نمرود نے خجل ہو کر ابراہیمؑ سے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ وہ جِلاتا ہے اور مارتا ہے تو نمرود نے ایک بے گناہ کو قتل کر دیا اور ایک قیدی کو آزاد کر دیا اور

کہا: میں جلاتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس پر ابراہیمؑ نے یہ حجت پیش کی کہ میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تُو اس کو مغرب سے نکال دے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے اسی سلسلے میں یہ بھی بیان فرمایا کہ جب نمرود نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ابراہیمؑ نے فوراً فرمایا کہ اس کشتہ کو زندہ کر دے اگر اس کے جواب میں نمرود ابراہیمؑ سے یہی بات کہہ دیتا کہ سورج کو مغرب سے نکال دے تو ابراہیمؑ ایسا کر دیتے کیونکہ ان کو یقین تھا کہ خدا ان کی دعا قبول کر لیتا کیونکہ اسی نے ان پر آگ کو گلزار بنایا تھا اور ابراہیمؑ اس وقت کارِ خدا انجام دے رہے تھے۔

خدا نے یہ واقعات اپنے حبیب رسولؐ کی تسلّی کے لئے بیان فرمائے ہیں کہ اے حبیبؐ اگر تمہاری انتھک کوششوں کے باوجود اور معجزات دیکھنے کے بعد بھی لوگ ایمان نہیں لائے یا ایمان کے بعد منافق ہیں یا تمہارے بعد اغراضِ دنیاوی کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں گے تو تم پر ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ تمہارے جد ابراہیمؑ نے نمرود اور اس کے ماننے والوں کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ کافر ہی رہے اور نمرود نے تو ہماری ہمسری اور خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ یا درکھو ہم ظالموں کو ہدایت نہیں کرتے بلکہ بوجہ ان کے کفر وظلم کے انہیں ہمیشہ دنیا و آخرت میں معتوب کرتے ہیں۔ حسن حجاج نے لکھا ہے کہ نمرود بن کنعان اول شخص تھا جس نے سر پر تاج رکھا اور دعویٰ خدائی کیا۔ چار افراد نے روئے زمین پر بادشاہی کی۔ دو مومن تھے اور دو کافر تھے۔ مومن سلیمانؑ بن داودؑ اور ذوالقرنینؑ، اور کافر نمرود اور بُختِ نَصر۔ ابراہیمؑ نے نمرود کو ہدایت کی مگر وہ نہ مانا آخر ابراہیمؑ نے اس کو آگاہ کیا کہ جنگ پر آمادہ ہو جائے۔ نمرود نے لاتعداد فوج جمع کی ابراہیمؑ نے خدا سے دعا کی مچھر پیدا ہوئے انہوں نے فوج کے گوشت کو کھا لیا چوپایوں کے ڈھانچے رہ گئے۔ ابراہیمؑ نے نمرود سے کہا کہ خدائی سے توبہ کر مگر وہ قصر میں داخل ہو گیا مگر مچھر بھی قصر میں پہنچ گیا اور اس کی ناک کے ذریعے دماغ میں گھس گیا اور نمرود کو وہ اذیت دیتا کہ نمرود اہل دربار سے کہتا تھا کہ سر پر جوتے ماریں مدتوں اسی عذاب میں مبتلا رہا۔ آخر جہنم واصل ہوا۔

آیت ۲۵۹:

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب بنی اسرائیل پر خدا نے بخت نصر کو مسلط کیا تو حضرت عزیرؑ نے ایک کوہ میں پناہ لی اور حضرت ارمیاؑ سو (١٠٠) سال تک مردہ رہے پھر خدا نے ان کو زندہ کیا تو خدا نے سوال کیا۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا جو اس آیت میں درج ہے اور خدا نے فرمایا: فانظر الیٰ طعامك الخ۔ یہ آیت خدا کی قدرتِ کاملہ کا اظہار کرتی ہیں اور منکرین کے لئے حجت ہے کہ سو سال تک بعدِ موت صرف نبی کا جسم ہی محفوظ نہیں رہا بلکہ اشیائے خورد و نوش بھی متعفن وخراب نہیں ہوئیں۔ سبحان اللہ۔

ارمیاؑ نبی کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے حرام کو حلال کیا اور سرکشی و نافرمانی حد سے گزر گئی۔ نبی نے تہدید کی مگر ان پر اثر نہ ہوا آخر بخت نصر کو خدا نے ان پر مسلط کیا۔ وہ ساٹھ ہزار فوج لے کر بیت المقدس پر حملہ آور ہوا اور

بیت المقدس کو برباد و ویران کر دیا۔ بخت نصر بابل کو واپس گیا تو ارمیاؑ نبی خچر پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور خدا سے کہا کہ اس شہر کو موت کے بعد کیوں کر زندہ کرے گا؟ پس ارمیاؑ پر نیند طاری ہو گئی اور اسی حالتِ خواب میں ارمیاؑ کو موت آ گئی اور سو سال تک وہ مردہ رہے۔ اسی اثناء میں بیت القدس کو ایران کے بادشاہ نے تعمیر کرایا، بخت نصر بابلی ہلاک ہو گیا اور خدا نے ارمیاؑ کو زندہ کیا۔ بعض نے عزیرؑ بن شرحیا نبی کا یہ واقعہ بتایا ہے۔ بہرحال ان واقعات کو اللہ نے بیان کیا ہے اور امت محمدیہ کو یہ بتانا مطلوب ہے کہ روزِ حساب و روزِ قیامت پر یقین رکھنا اور ایمان لانا عین ایمان ہے، اور اس کا انکار خدا کی قدرت کا انکار ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بختِ نصر نے توریت کے تمام نسخے جلا دیئے تھے مگر جب عزیرؑ واپس آئے تو خدا نے جبرائیلؑ کے ذریعہ ایک ظرف میں پانی بھیجا وہ پانی عزیرؑ نے پیا تو توریت یاد ہو گئی۔ بنی اسرائیل نے عزیرؑ کو نبیِ خدا ماننے سے انکار کیا اور معجزہ طلب کیا تو عزیرؑ نے کہا کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ تمام توریت مجھ کو حفظ ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے باغ کی زمین میں توریت کو چھپایا ہے اگر اس کے مطابق عزیرؑ کو توریت یاد ہے تو صحیح ہے، لہٰذا وہ توریت نکالی گئی۔ عزیرؑ کو توریت صحیح حفظ تھی۔ اس سے قبل توریت کسی کو حفظ نہ تھی۔ لہٰذا بنی اسرائیل نے عزیرؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا ہے کہ جب عزیرؑ گھر سے گئے تو پچاس سال کی عمر تھی اور ان کی زوجہ حاملہ تھی۔ جب واپس گھر آئے تو ان کا لڑکا سو سال کا تھا اور وہ پچاس سال کے تھے وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ جنت میں کوئی حیوان نہ ہوگا البتہ سگِ اصحاب کہف اور خرِ عزیرؑ جس کو خدا نے نشانیاں قرار دیا ہے۔ اس واقعے میں عزیرؑ کا مر جانا بعد کو زندہ ہونا، بیت المقدس کا تباہ ہونا پھر آباد ہونا، گدھے کا سو سال بعد زندہ ہونا، بعض مردوں کا سڑ جانا پھر ان کی ہڈیوں کا آپس میں مل کر بننا، ان پر گوشت کا آنا وغیرہ مذکور ہے۔ اس سے انکار زیبا نہیں بلکہ یہ قدرتِ خدا کا اظہار ہے۔ اسی واسطے عزیرؑ نبی نے اس کی تصدیق کی اور کہا اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔ مردہ زندہ کرنا بدستِ نبی اگلی آیت میں مذکور ہے۔

آیت ۲۶۰:

ابراہیمؑ نے نمرود کے مقابلہ میں کہا تھا کہ میرا رب مردہ کو زندہ کر دیتا ہے اس وقت سے دل میں یہ خیال تھا کہ میں خود دیکھ لوں۔ چنانچہ ایک دن یہ گھر سے باہر تھے جب واپس آئے تو گھر میں ایک اجنبی کو دیکھا۔ اس پر حملہ کیا۔ اس نے کہا کہ میں ملک الموت ہوں۔ آپ کو بشارت دینے آیا ہوں کہ اللہ آپ کو اپنا خلیل بنائے گا۔ پوچھا: کب؟ کہا: جب تم مردہ زندہ کرو گے۔ ابراہیمؑ اس کے بعد مدتوں انتظار میں رہے۔ آخر ایک دن خدا سے درخواست کر دی رب ارنی کیف تحی الموتی۔ ترجمہ: (پروردگار مجھے دکھا کہ تو کیسے مردہ کو زندہ کرتا ہے؟)

وہ چار پرندے کبوتر، مرغ، کوا اور مور تھے۔ جنہیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

فصرھن الیك سے مطلب ہے کہ ان کو اپنے سے قریب تر کر کے ان کی صورت شکل پہچان لوتا کہ پھر شبہ نہ ہو۔ ابراہیمؑ نے چاروں پرندوں کو ہاون دستہ میں کوٹا۔ ان کے سر اپنے ہاتھ میں لیے اور دس پہاڑوں کی چوٹیوں پر ان کے اجزاء کو رکھ دیا۔ پھر آواز دی تو اجسام کے ذرّات اُڑتے ہوئے آئے اور باہم مل کر زمین پر دوڑنے لگے اور پھر اپنے اپنے سروں کے ساتھ آکر مل گئے اور پھر پرواز کرنے لگے۔

آیت ۲۶۱:

خدا کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے بشرطیکہ بجز رضائے خدا دوسری غرض نہ ہوتو اس کا صلہ دنیا میں دس گنا اور آخرت میں غیر محدود ملتا ہے۔

آیت ۲۶۲:

ان آیات میں اموال کو خوشنودیِ خدا کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب بھی ہے اور حکم ہے اور اس امر کی ممانعت ہے کہ سوال کنندہ کو حقیر سمجھا جائے۔ یا اس پر احسان جتایا جائے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ راہِ خدا میں غرباء، فقراء، مساکین، بیوہ، یتیم، مسافرین اور اسیروں وغیرہ پر صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں، خدا ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا اجر بے حد اور بے انتہا دے گا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ حضرت محمدؐ اور ان کی آل اطہارؑ کا بیان کیا گیا ہے۔ ایک دن حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ کے حجرہ میں بیٹھے تھے اور فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو سلا رہی تھی۔ مگر بچوں کو نیند نہیں آرہی تھی۔ تو فاطمہؑ نے علیؑ سے کہا کہ بچے بھوکے ہیں اور تین روز سے ان کا یہی حال ہے۔ حضرت علیؑ گھر سے باہر گئے اور عبدالرحمٰن بن عوف سے ایک دینار قرض مانگا۔ عبدالرحمٰن نے سو(۱۰۰) دینار کی ایک تھیلی نذر کی اور کہا کہ میں ہبہ کرتا ہوں۔ حضرت علیؑ نے کہا میں نے اپنے بھائی رسول خداؐ سے سنا ہے **الید العلیاء خیر من الید السفلیٰ**۔ (اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے)۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر کسی کا احسان ہو اور رسول خداؐ نے فرمایا ہے: **الصدقة عشرة اضعاف والقرض ثمانیة عشر ضعفا**۔ (صدقہ کا صلہ دس گنا ہے مگر قرض کا صلہ اٹھارہ گنا ہے۔) حضرت علیؑ عبدالرحمٰن سے ایک دینار لے کر چلے کہ بچوں کے لئے کھانا خرید کریں کہ راستہ میں صحابی رسول مقداد اسودؓ کو دیکھا کہ سخت دھوپ میں بیٹھے ہیں۔ سبب پوچھا تو کہا: یا علیؑ آج چار روز ہو گئے کہ کھانا نہیں ملا ہے۔ علیؑ نے وہ دینار مقدادؓ کو دے دیا اور مسجد میں آگئے۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **یوثرن علیٰ انفسھم لو کان بھم خصاصة** (سورہ حشر آیت ۹)۔ (اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ خود سخت ضرورمند ہوں)۔ اس کے بعد رسول خداؐ نے علیؑ سے کہا کہ آج رات ہم تمہارے گھر آئیں گے۔ علیؑ نے کہا: یا رسول اللہؐ بسر و چشم آیئے۔ علیؑ نے گھر آکر فاطمہؑ سے رسول اللہؐ کی خواہش بیان کی۔ فاطمہؑ نے مصلیٰ بچھایا، دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے دعا کی کہ اے خدا تو آج فاطمہؑ کی لاج رکھ لے کہ تیرے حبیبؐ فاطمہؑ کے مہمان ہوں

گے۔ قدرت خدا کی ایک خوان شوربے میں ڈوبے ہوئے روٹی کے ٹکڑے مع گوشت جنت سے آیا۔ رسول اللہؐ آئے اور علیؑ فاطمہؑ وحسنینؑ سب نے شکم سیر ہو کر کھایا تب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جنت کا کھانا بجز عیسیٰؑ اور میرے کسی کے لئے نہیں آیا۔

آیت: ۲۶۴

رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ المنان بما یعطی لا یکلمه الله ولا ینظر الیه ولا یز کیه۔ (جو عطیہ دے کر احسان جتاتا ہے تو خدا اس سے کلام نہیں کرتا اور نہ اس کی طرف دیکھتا ہے اور نہ اس کو گناہوں سے پاک کرے گا) رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب کوئی سائل تم سے سوال کرے تو اس کے کلام کو قطع نہ کرو جب تک کہ وہ بات پوری نہ کرلے۔ پھر اس کو بہ عزت و بہ نرمی کچھ عطا کرو کیونکہ بہ نرمی اس کو تھوڑا دینا اور نیک جواب دینا بہتر ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ سائل نہ آدمی ہوتا ہے اور نہ جن بلکہ خدا فرشتے کو تمہارے پاس بھیج دیتا ہے کہ وہ دیکھے کہ خدا نے اپنے فضل وکرم سے جو تم کو دے رکھا ہے تو تمہارا سلوک بندوں کے ساتھ کیسا ہے۔

ایک بار حضرت علیؑ کی ملاقات حضرت خضرؑ سے ہوئی۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ آپ مجھ کو نصیحت کیجئے۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا: ما احسن عطف الاغنیاء علی الفقراء رغبة فی ثواب الله۔ (بہترین عمل ہے امیروں کا فقراء کے ساتھ حسن سلوک کرنا تاکہ خوشنودیِ خدا حاصل کریں)۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس سے بہتر کو بھی آپ جانتے ہیں؟ خضرؑ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: احسن من ذالك تیه الفقراء علی الاغنیاء ثقة بالله۔ (اس سے بہتر فقراء کا تکبر ہے اغنیاء پر بوجہ اللہ پر بھروسہ واعتماد کرنے کے)۔ حضرت علیؑ نے شانِ مسلم کو ظاہر فرمایا کہ وہ مسلم کبھی سوال کی ذلت کو برداشت نہیں کرتا اور یہی تعلیمِ اسلام ہے۔ تکبر کہیں جائز نہیں ہے مگر اغنیاء کے مقابلے میں ذلتِ سوال سے بچنے کے لئے جائز ہے۔

خدا کا انکار، انبیاء کا انکار، روزِ حساب کا انکار، احکامِ خدا کا انکار، خدا کی نعمات کا انکار، یعنی ان کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنا یہ سب کفر ہے۔ بوجہ کفر کے خدا کافروں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے اور ان کو ہدایت نہیں کرتا۔

آیت ۲۶۵:

تثبیتاً۔ راہِ خدا میں مال صرف کرنے میں ثابت قدمی۔ مراد اس سے یہ ہے کہ جو رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے اپنا مال راہِ خدا میں صرف کرتا ہے وہ تصدیقِ اسلام کرتا ہے وہ اپنے مال سے زیادہ رضائے خدا کو چاہتا ہے، رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے: اذا لم تسعوا الناس باموالکم فسعوهم باخلاقکم۔ (اگر تم اپنے اموال سے

لوگوں کی مدد کی مقدرت نہیں رکھتے ہو تو کم از کم حسنِ اخلاق سے تو پیش آؤ)۔

آیت ۲۶۶:

خدائے رحمٰن و رحیم نے اپنے بندوں کو کس محبت و شفقت سے سمجھایا ہے اور کیسی بہترین تعلیم دی ہے اور دعوت غور وفکر دی ہے۔ کون پسند کرے گا کہ اس کی زندگی بھر کی ریاضت محنت و اولاد ضائع ہو جائے اور اس کی پیرانہ سالی میں وہ اور اس کی اولاد محتاج ہو۔ اگر انسان بغور اس آیت کو پڑھے تو یہ امر واضح ہو گا کہ اموال و حیاتِ دنیا بے ثمر اور بے نتیجہ ہیں اگر ان سے انسان اپنی آخرت کے لئے زادِ راہ مہیا نہیں کرتا۔ وہ جتنا اس میں نام خدا اور راہِ خدا میں صرف کرتا ہے تو دنیا میں بھی خدا اس کو اس سے زیادہ عطا کرتا ہے اور آخرت میں تو لامحدود معاوضہ و صلہ عطا کرے گا اور وہ صلہ دائمی ہو گا لیکن اگر محض مال و محبتِ دنیا نے اس کو اندھا کر دیا ہے تو اس کی مثال ایسی ہی ہو گی جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ وہ دیکھے گا کہ اس کا چمنِ آرزو قیامت کے شعلوں میں جل کر بھسم ہو گیا۔

آیت ۲۶۷:

اس آیت میں صاف صاف حکم ہے کہ انسان جو زراعت کر کے حلال روزی کمائے اور جو وہ تجارت سے حلال کمائی حاصل کرے اس میں سے راہِ خدا میں صرف کرے۔ اگر مال ناجائز کمائی اور حرام ذریعوں سے کمایا ہے اور اس دولت کو راہِ خدا میں صرف کرتا ہے تو گویا وہ نجس چیز راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے چنانچہ بجائے ثواب کے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ رسول خدا ؐ نے فرمایا: ان اللّٰه قسّم بینکم اخلاقکم کما قسّم بینکم ارزاقکم وان اللّٰه طیّب لا یقبل إلاّ الطیّب۔ (خدا نے تم کو اخلاق تقسیم کیے ہیں جس طرح تم کو رزق تقسیم کیا ہے۔ خدا پاک ہے اور وہ پاک چیز کو قبول کرتا ہے)۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اطیب ما اکل الرجل من کسبه۔ (پاک وہ ہے جو انسان اپنی محنت سے کما کے کھائے) اور فرمایا: وان اولاده من کسبه۔ (اور اس کی اولاد اس کے کسب سے ہے)۔ یعنی حلال کمائی کا اثر اولاد تک پہنچتا ہے۔ عقل مند کو اشارہ کافی ہے۔

انسان کا نفس حرام مال پر اس کو ملامت کرتا ہے۔ پھر وہی مال راہِ خدا میں صرف کیا جائے کتنی بڑی گمراہی ہے۔ کسبِ حرام کی قرآن میں سخت ممانعت ہے۔ پھر اس کو راہِ خدا میں صرف کرنا اور اس طرح خدا کو دھوکہ دینا اور پھر دعویٔ اسلام کرنا عجیب ہے۔

تم جان کر حرام مال لیتے ہو پھر چشم پوشی کرتے ہو مگر یاد رکھو کہ خدا عالم ہے اور تمہارے مال سے بے نیاز ہے اور

وہ غنی ہے جو تم کو دیتا ہے۔

آیت ۲۶۸:

اگر راہِ خدا میں کوئی مسلمان کچھ خرچ کرتا ہے تو یہ یاد رکھے کہ خدا ہرگز کسی شئے کا طالب نہیں ہے البتہ اس نے تم کو جو دولتِ کثیر و نعمات دی ہیں ان میں تمہارا امتحان مطلوب ہے تا کہ وہ تم کو اس صحیح خرچ کی بدولت دنیا و آخرت میں لاتعداد نعمات عطا فرمائے۔

تمام شیطانی کام بالآخر نتیجہ میں انسان کو برباد کرتے ہیں۔ شراب نوشی، قمار، سودخوری، ظلم وتشدد سے مال غصب کرنا، ناحق کسی کو قتل کرنا، کسی کا مال لے لینا وغیرہ ایسے کام ہیں کہ بظاہر انسان کہتا ہے کہ ان میں اس کا فائدہ ہے مگر اس کی اپنی زندگی میں اور اس کے بعد اس کی اولاد تباہ و برباد اس لئے ہوتی ہے کہ اس نے گویا خود اپنے افعالِ حرام سے اپنے کو تباہ کیا اور خود ہی اپنی اولاد کو تباہ کرنے کا سبب بنا۔ مثالیں لاتعداد ہیں، ناظرین خود غور کرلیں۔ بخلاف اس کے جو شخص افعالِ حرام سے بچے اور حکمِ خدا کی پابندی کرتے ہوئے کسبِ حلال کرے وہ دنیا و دین میں آباد و شاد رہے گا۔ خدا نے اس آیت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

جو یقین رکھتا ہے کہ خدا دیکھ رہا ہے اور اس کا اعتقاد یہ رہا کہ خدا اس کی دولت اور کسبِ حلال میں وسعتِ دینے والا ہے لہٰذا مددِ خدا اس کو حاصل ہوئی اور وہ ہمیشہ دین و دنیا میں کامیاب رہا۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ دو چیزیں خدا کی طرف سے ہیں اور دو شیطان کی طرف سے ہیں۔ خدا کی طرف سے مغفرتِ عصیان اور وسعتِ رزق ہے اور شیطان کی طرف سے وعدۂ فقر ہے اور حکمِ بے حیائی ہے۔

آیت ۲۶۹:

ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ حکمت سے مراد علمِ قرآن ہے۔ سدی نے کہا: نبوت ہے، عطّار نے کہا: معرفت ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو حکمتِ قرآن عطا کی، جس گھر میں حکمت نہ ہوگی وہ خراب و برباد ہوگا۔ پس تم علمِ دین حاصل کرو اور تعلیم حاصل کرو اور حالتِ جہالت میں نہ مرو۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: رضینا قسمة جبار فینا لنا علم و للاعداء مال۔ فان الامال یفنی عنقریب وان العلم باقی لا یزال۔ (ہم اپنے رب کی طرف سے مقرر کردہ قسمت پر راضی ہیں کہ ہمارے لئے علم قسمت میں لکھ دیا گیا اور ہمارے اعداء کے لئے مال۔ پس مال تو عنقریب فنا ہو جائے گا اور علم ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔)

آیت ۲۷۰:

(ماخوذ از حاشیہ قرآن مترجمہ مولانا محمود الحسن صاحب و حاشیہ موضح القرآن ص ۷۳) اگر مراد کسی حلال اور جائز امر

کی ہو اور اللہ سے مانگی گئی ہو اور اس کے برآنے پر عمل کرنے کا جو عہد کیا گیا ہے وہ اللہ ہی کے لئے ہو تو ایسی نذر اللہ کی اطاعت ہے۔

آیت ۲۷۱:

صدقات کو صرف خوشنودیِ خدا کے لئے دیا جاتا ہے تو اگر خفیہ طور پر خیرات کی جائے تو بھی اللہ کو علم ہے اگر ظاہر بہ ظاہر دی جائے تو بھی اللہ کو علم ہے۔ خیرات دونوں طریقہ پر صحیح ہے اس حالت میں کہ غرباء کی تحقیر نہ ہو۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ خفیہ صدقہ غضبِ خدا کو سرد کرتا ہے، خطا کو دفع کرتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے اور ستر قسم کی بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ سات افراد روزِ قیامت سایہ میں ہوں گے جبکہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔ اول حاکمِ عادل، دوم وہ جوان جس نے اطاعتِ خدا میں عمر گزاری ہو، سوم وہ شخص کہ اس کا دل مسجد سے متعلق رہے جب تک کہ وہ پھر مسجد میں آئے، چہارم وہ افراد جو خدا کے لئے دوستی کریں، پنجم وہ جس کو حسین عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں، ششم وہ صدقہ دینے والا کہ اس کے دوسرے ہاتھ کو صدقہ دینے کی خبر نہ ہو، ہفتم وہ جو خلوت میں خوفِ خدا سے روئے۔ اس آیت کے نزول کے بعد رسول خداؐ نے فرمایا: **تصدقوا علیٰ اھل الایمان**۔ (مومنوں کو خیرات دو۔)

آیت ۲۷۲:

اگر خیرات و صدقات میں ظاہری نمود و نمائش مطلوب ہے یا اپنا تَفَوُّق مقصود ہے یا کسی با اثر شخص کی خوشنودی منظور ہے تو وہ صدقات خدا کی خوشنودی میں شمار نہ ہوں گے اور اگر صرف رضائے خدا کے حاصل کرنے کے لئے غرباء و مساکین و ایتام کو خیرات دی جائے گی تو اس کا بدلہ خدا کے ذمہ ہے۔ یہ آیت یہی حکم دیتی ہے کہ وہ صدقہ صدقہ ہی نہیں ہے جو غیرِ خدا کے لئے دیا جائے۔

آیت ۲۷۳:

یہ آیت مخصوص طور پر بہ زمانہ رسول خداؐ اہلِ صفہ کے لئے تھی۔ یہ تقریباً چار سو افراد تھے بحکمِ رسولؐ ہر دینی خدمت کو ہمہ وقت بجا لاتے تھے اور بحکمِ رسولؐ سریہ (وجہاد) پر جاتے تھے۔ ان کی امداد دیگر افرادِ اُمت پر اس آیت کے تحت واجب تھی۔ علاوہ بریں ہر زمانے میں جب جہادِ اسلام میں لوگ مصروف ہوں اور مدافعانہ جہاد کر رہے ہوں تو افرادِ امّت پر فرض ہے کہ وہ ان کی امداد صدقات سے کریں۔ یہ حکم عام ہے۔

اہل صفہ میں عمار یاسرؓ اور ابن مسعودؓ اور مقداد اسودؓ اور سلمان فارسیؓ بھی تھے یہ بڑے خود دار لوگ تھے ان کے چہروں پر ایمانی نور تھے۔ ظاہری حالت سے خوشحال اور خوش اخلاق نظر آتے تھے کہ بعض گمان کرتے تھے کہ یہ

صدقات کے مستحق نہیں ہیں حالانکہ یہ سب سے زیادہ مستحق تھے اور رسولِ خداؐ کے مخصوص منظورِ نظر صحابی تھے۔ خدا نے ان کی تعریف کی ہے اور حکمِ خدا ہے کہ یہ امداد کے بہت زیادہ مستحق ہیں۔

آیت ۲۷۴:

ابراہیم بن ابی صالحؒ کے سلسلے سے ابن عباسؓ تک سلسلہ روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ یہ آیت شانِ علیؑ ابن ابی طالب میں نازل ہوئی۔ سبب یہ ہوا کہ حضرت علیؑ کے پاس مالِ دنیا سے صرف چار درہم تھے۔ ایک درہم رات کو تصدق کیا، دوسرے کو دوسرے دن، تیسرے کو مخفی طور پر اور چوتھے درہم کو اعلانیہ خیرات کیا۔ رسول خداؐ کو معلوم ہوا تو علیؑ سے سبب پوچھا۔ تو علیؑ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ صدقے کے یہی چار طریقے ہو سکتے تھے میں خوشنودیِ خدا کے لئے ایسا کیا۔ رسول خداؐ نے سنا تو فرمایا: الا ان ذالك لك۔ (اے علیؑ جو تم چاہتے تھے وہ تم کو مل گیا۔) اس آیت کے ذریعے خدا نے قبولیتِ صدقہ کی سند عطا کر دی۔ حضرت علیؑ کی عبادات نگاہِ خدا میں ہمیشہ مقبول ہوئیں۔ علیؑ کا قول تھا: ما عبدتك خوفا من نارك ولا طمعا بجنتك بل وجدتك اهلا للعبادة فعبدتك۔ (اے خدا میں نے تیری عبادت دوزخ کے ڈر سے نہیں کی اور نہ جنت کے لالچ سے کی میں نے تو تجھ کو لائقِ عبادت جانا اس لئے تیری عبادت کی)۔ اس عبادت سے علیؑ کی معرفتِ خدا کے حدود کا پتہ لگتا ہے۔ اس آیت سے یہ امر بھی واضح ہوا کہ نامِ خدا پر راہِ خدا میں ہمہ وقت خیرات کی جا سکتی ہے۔

راہِ خدا میں صرف کرنے والوں پر دنیا میں نہ کسی شخص کے ظلم کا خوف ہوگا اور نہ ان کو غم ہوگا کیونکہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ کارِ خدا کے لئے وقف ہو چکا ہے۔ ہر حالت میں راضی بہ رضائے الٰہی ہوں گے لہٰذا خوف وحزن ان کو نہیں ہوسکتا اور اسی صبر و رضا کی بدولت وہ عاقبت میں خرم و مسرور ہوں گے اور نعماتِ خدا سے محظوظ ہوں گے۔

آیت ۲۷۵:

اسلام میں ہر وہ شئے جو جسم انسانی کے لئے مضر و مہلک ہے حرام ہے اسی طرح جو کام روحانیت کو مجروح کرتا ہے وہ حرام ہے۔ سود رشتۂ محبت وتعاون و ہمدردی کو قطع کرتا ہے اور باہمی حسنِ سلوک کو مٹاتا ہے، خودغرضی دولت پرستی پیدا کرتی ہے، لہٰذا خدا نے اس کو معاشرۂ انسانی کے لئے حرام قرار دیا ہے اور تجارت و بیع چونکہ حقوقِ مالکانہ و اظہار ہمدردی اور ترقی صنعات وزراعاتِ ملکی وقومی کرتی ہے لہٰذا اس کو حلال اور جائز قرار دیا گیا ہے۔

عہدِ جاہلیت (قبلِ اسلام) میں اگر کوئی کسی کو قرض دیتا تھا تو کہتا تھا کہ زدفی الاجل حتی ازیدلك فی المال۔ (ترجمہ: تو مدت کو زیادہ کر دے تو میں مال کو زیادہ کر دوں گا۔) اس طرح ایک درہم کی تعداد کثیر درہم ہو جاتی تھی اور پھر کہتے تھے کہ ہم کو زیادہ منافع بوجہ تاخیر مدت کے یکساں ہے۔ خدا نے اس کو منع کر دیا۔ رباء (سود)

بمعنی زیادتی ہے۔ باقی مسائلِ سود علماء فقہ سے دریافت کرنا ضروری ہیں۔

محرمات کے علاوہ ہر شئے کی خرید وفروخت جائز ہے۔

سابقہ معاملات سود وغیرہ اس آیت سے معاف ہو گئے اور جو اس پر اصرار کرے کہ وہ عہد جاہلیت کے سود کو ہی وصول کرے گا وہ حکمِ خدا کے خلاف ہوگا۔ البتہ اگر وہ باز رہے تو اس کا گناہ اس کے ذمہ نہیں ہے۔ امام باقرؑ نے فرمایا: من ادرك الاسلام و تاب مما كان عمله بالجاهلية وضع الله عنه ما سلف۔ [جس نے اسلام قبول کیا اور پھر اپنے عمل سے توبہ کر لی جو وہ زمانہ جاہلیت (یا کفر) میں کرتا تھا تو خدا اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا] امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: لعن رسول الله فی الربا خمسة ا كله مو كله وشاهده و كاتبه۔ (رسول خداؐ نے معاملہِ سود میں پانچ افراد پر لعنت کی ہے۔ سود خوار پر اُس کے موکل اور دو گواہوں اور اس کے کاتب پر۔)

زمانہِ جاہلیت سے ان آیات کا تعلق ہے مگر ہر زمانے کے لئے بھی یہی حکم عام ہے اگر اس زمانے میں کوئی سود خور قوم کا انسان مسلمان ہو جائے تو اُس کو اسی طرح عمل کرنا ضروری ہے یعنی وہ سابقہ سود کو وصول کرنے کا حقدار نہیں ہے۔

آیت ۲۷۶:

سود خوری کا نتیجہ ہمیشہ مفلسی وتباہی ہے اور صدقات کا نتیجہ ہمیشہ برکتِ مال وخوشحالیِ اولاد اور ثوابِ آخرت ہے اور خدا چاہتا ہے کہ صدقات دے کر تم اپنے اصلاحی معاشرہ کے لئے مفید بنو۔ تم بھی اس کی ایک فرد ہو ممکن ہے کبھی اس فیض سے تم یا تمہاری اولاد مستفید ہو سکیں۔

آیت ۲۷۷:

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ولید ابن مغیرہ عہدِ جاہلیت میں سود لیتا تھا اور قبیلہ ثقیف پر اس کی بقایا رقم رہ گئی تھی وہ ختم ہو گئی۔ اس کے بیٹے خالد بن ولید نے بعد اسلام اس کا مطالبہ کیا۔ یہ آیت اسی کی تہدید وتنبیہ میں آئی ہے۔

واقعہ دیگر۔ بنی عمرو ثقفی و بنی مغیرہ مخزومی سود کا لین دین کرتے تھے۔ رسول خداؐ نے فتحِ مکہ کے دن سود کے حرام ہونے کا حکم دے دیا۔ بنی عمرو نے اس پر فیصلہ کر لیا کہ ان کے ذمہ کسی کا سود ہو تو وہ ہمارے سود سے وضع کر لے۔ پھر بنو عمرو نے بنی مغیرہ پر تقاضا کیا۔ معاملہ رسول خداؐ تک پہنچا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ سابقہ چڑھا ہوا سود طلب نہ کرو۔ اس میں خدا نے یہ شرط لگا دی کہ اگر تم مومن ہو تو ایسا ہی کرو۔ اس کے بعد یہ ہے کہ اگر تم ایسا نہ کرو گے

تو مومن نہ رہو گے۔

آیت ۲۷۹:

خدا نے یاد دلایا ہے کہ ہم اپنے رسولؐ کو کافروں سے جہاد کا حکم دے چکے ہیں۔ لہٰذا تمہارے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو کافرین کے ساتھ ہوتا ہے اور تم قتل کر دیئے جاؤ گے۔ سود خور اگر سود لینے پر اصرار کرے یا توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کر دینے کا حکمِ شرعی ہے۔

اگر سود لینے سے توبہ کر لو تو تمہارا اصلی مال تمہارا ہے ورنہ وہ بھی تم کو نہیں ملے گا۔ یہ آیت بھی بہ سلسلہ سابقہ ہے۔

آیت ۲۸۰:

اس آیت میں بھی یہی حکم ہے کہ ظلم کا پہلو تمہارے کسی معاملے میں پیدا نہ ہونے پائے۔ بلکہ انسانوں کو دوسرے انسانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیئے تاکہ باہمی محبت اور ہمدردی کا جذبہ باقی رہے۔ یہی جذبہ تعاون و ہمدردی معاشرۂ انسانی کے لئے سببِ ترقی وسکون و آرام ہے۔

آیت ۲۸۱:

مسلمان کو ہر کاروبار میں احکامِ خدا کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ زندگی اور اس کا مالی فائدہ چند روز کے لئے ہے جبکہ اس کا وبال دنیا میں بصورتِ تباہی ملتا ہے اور اس کا عذاب آخرت میں تو یقینی ہے۔

آیت ۲۸۲:

باہمی اعتماد بڑی چیز ہے مومن کو چاہیئے کہ مومن پر اعتماد کرے۔ مگر حکمِ خدا یہی ہے کہ باوجود تعلقاتِ عزیز داری و دوستی غلط فہمی سے محفوظ رہنے کے لئے تم کاروباری معاملات کو تحریر کر لیا کرو۔ تاکہ باہمی تعلقات میں غلط فہمی پیدا نہ ہو سکے اور رشتۂ اخوت مضبوط تر ہو سکے۔

اس آیت میں باہم معاملہ کے بارے میں ہدایات ہیں اور اس آیت میں کاتبِ دستاویزات کے لئے احکام ہیں۔ یعنی کاتب کا فریضہ بحکمِ خدا یہ ہے کہ وہ احکامِ خدا کی پابندی کرے اور خوف خدا کو پیش نظر رکھے۔ اگر وہ تحریر میں جان بوجھ کر کسی فریق کا مالی نقصان کرتا ہے تو وہ خدا کے نزدیک نافرمان ہے۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: جو اپنے قرض دینے والے کی رقم اس کے گھر پہنچا دے تو تمام حیواناتِ زمین اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، اس کے ہر قدم کے بدلے خدا جنت میں ایک سو درخت پیدا کرتا ہے اور اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اگر وہ قرض کا کچھ حصہ باقی رکھتا ہے یا اس کی ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے تو وہ ظالمین سے ہوگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: جو اپنے قرض دار کو مہلت دیتا ہے یا اس میں سے کچھ معاف کر دیتا ہے تو خدا روزِ محشر اپنے سایہ

میں اس کو جگہ دے گا کہ اس دن بجز عرش کے دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ ایک قرض دار کے گھر پر گئے، قرضدار پوشیدہ ہو گیا باہر نہیں آیا۔ جابر دوسری جگہ بیٹھ گئے تو وہ سمجھا کہ وہ چلے گئے تو وہ نکلا۔ جابر اُس کے پاس آئے اور پوشیدہ رہنے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ بوجہ شرم کے سامنے نہیں آیا۔ جابر نے اس کی تحریر جیب سے نکالی اور اس کے سپرد کر کے کہا کہ میں نے تمام قرض معاف کر دیا۔ کچھ زمانے کے بعد جب وہ مر گیا تو میت لا کر رسول خداؐ سے نماز میت کی درخواست کی۔ آپؐ نے انکار فرمایا اور حکم دیا کہ اصحاب اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ اصحاب نے پوچھا کہ سبب کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ باوجود قدرت کے اس نے قرض ادا نہ کیا۔ ابوقتادہؓ صحابی نے عرض کیا کہ میں اس کے قرض کی ادائیگی کا ضامن ہوتا ہوں تب رسول خداؐ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ قرضہ کی رقم صرف ۱۸ درہم تھی۔

منقول ہے کہ آیت رباء (سود) کے نازل ہونے کے ۲۱ دن بعد رسول خداؐ نے وفات پائی۔ رسول خداؐ نے فرمایا: تین شخصوں کی دعا خدا قبول نہیں کرتا۔ اول وہ کہ قرض دے اور اس کی تحریر و گواہ مقرر نہ کرے۔ دوم وہ جو کسی بے قوف و سفیہ کو اپنا مال دیدے۔ خدا نے فرمایا کہ **ولا تو تو السفھاء اموالکم** (سورہ نساء، آیت: ۵)۔ سوم وہ کہ جو بری زوجہ رکھتا ہو اور اس کو طلاق نہ دے۔

اگر قرض لین دین والا احمق، نابالغ، مخبوط الحواس یا ان پڑھ ہو تو حکم ہے کہ اُس کا ولی (سرپرست) مقرر کرو اور ان کے معاملات کا ذمہ دار ولی کو ہونا چاہیئے۔

آیت:۔ ۲۸۲:

ممن ترضون کا ترجمہ یہ ہے کہ جو تم کو پسند ہو۔ مراد یہ ہے کہ مشتبہ و متہم و فاسق و بدکردار لوگوں کی گواہی نہ مانی جائے گی۔ کیونکہ ایسے افراد کو تم ہرگز پسند نہ کرو گے۔ اسی طرح مشرک و کافر کی گواہی بھی۔ کیونکہ گواہی کے لئے صداقت ضروری ہے اور وہ صادق نہیں ہے۔ گواہی کے لئے پانچ امر ضروری ہیں (ا) بلوغ (ب) ایمان (ج) عقل (د) عدالت (ر) تہمت سے بری ہونا۔

حضرت علیؑ نے جنگِ بصرہ کے بعد عبداللہ بن افضل تیمی کو زرہ پہنے دیکھا۔ فرمایا: یہ زرہ میری ہے۔ اُس نے انکار کیا علیؑ نے کہا کہ فیصلہ قاضیِ وقت کرے گا۔ دونوں فریق قاضی شُریح کی عدالت میں گئے۔ شُریح نے گواہ طلب کیا۔ حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو پیش کیا۔ شریح نے کہا کہ دو گواہ لائے جائیں۔ حضرت علیؑ نے اپنے غلام قنبر کو پیش کیا۔ شریح نے کہا کہ غلام کی گواہی قبول نہیں کروں گا۔ علیؑ نے فرمایا: **قبحك الله من حاكم لقد جلت فی حكمك ثلاث مرات** (خدا تم پر خیر سے دور کرے کہ تم نے حکم میں تین بار ظلم کیے)۔ امام سے گواہ طلب کیا۔

حالانکہ امام معصوم ہے۔ اور رسول خداؐ نے خزیمہ پر دوسرا گواہ نہ طلب کیا بلکہ فرمایا کہ وہ ذوشہادتین (دو گواہ کے برابر) ہے۔ پھر کہا کہ حسنؑ کی تنہا گواہی نہ لوں گا حالانکہ واقعہ خزیمہ اس پر گواہ ہے۔ پھر کہا کہ غلام کی گواہی قبول نہ کروں گا۔ تم کو نہیں معلوم کہ غلام کی گواہی آقا کے حق میں قبول ہے۔ تم کو نہیں معلوم کہ رسول خداؐ نے میری تنہا گواہی کو قبول کیا تھا۔ پھر حضرت علیؑ نے قاضی شریح کو حکم دیا کہ اس کے بعد دو شخصوں میں جب حکم کرنا تو اس کی اطلاع مجھ کو دینا۔

رسول خداؐ سے پوچھا گیا کہ گواہی کب دیا کریں؟ فرمایا: تم نے سورج دیکھا؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: تم اسی طرح کسی واقعہ کو دیکھو جیسے آفتاب کو دیکھتے ہو تو گواہی دو۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **اکرموا الشهود فان الله يستخرج بهم الحقوق ويدفع بهم الظلم**۔ (تم گواہوں کی عزت کرو کہ خدا ان کے ذریعہ حقوق دلاتا ہے اور ظلم کو دفع کرتا ہے۔)

عہدِ جاہلیت میں بھی گواہوں کو ڈراتے تھے اور اس مہذب اور تعلیمی دور میں بھی گواہوں کو ڈراتے ہیں اور لالچ دیتے ہیں، حکام و کاتبانِ حکومت کو رشوتیں دیتے ہیں، دباؤ ڈالتے ہیں، خوف دلاتے ہیں۔ یہ سب خلافِ حکمِ خدا ہے اور یہ لوگ عذابِ جہنم کے حقدار ہوں گے۔

اس آیت کے تحت خدا حکم دیتا ہے کہ ان احکام پر عمل کرو اور خدا اور عذابِ روزِ قیامت سے ڈرو کیونکہ اللہ تمہارے تمام اعمال سے واقف ہے۔ اُس سے چھپ کر تم کوئی کام نہیں کر سکتے۔ ان آیات میں سلسلہ وار قرض، معاملات، گواہی، خرید و فروخت کے احکام مفصل بیان کیے گئے ہیں۔ ان پر عمل انسان کو باایمان بھی بناتا ہے، ثواب آخرت کا مستحق بھی اور امن و امان کی زندگی کے لئے راہِ راست پیدا کرتا ہے۔ خدا مسلمانوں کو نیک عمل کرنے کی توفیق دے تاکہ اسلامی معاشرہ کی برائیاں دور ہوں اور حقوقِ خدا و بندگانِ خدا ادا ہوتے رہیں۔ آمین۔

آیت ۲۸۳:

آیت مندرجہ میں رہن کے بارے میں احکام ہیں۔ اپنی مقبوضہ چیز کو بالعوض مال کے رہن کر سکتے ہو اور اپنی جائز ضروریات کو پورا کر سکتے ہو۔ اور اگر دونوں افراد ایک دوسرے کی امانت داری کا یقین رکھتے ہیں تو ان کو حسب وعدہ امانات کو واپس کرنا چاہئے اور ہر معاملہ میں خدا کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے اس کا خوف رکھنا چاہئے تاکہ اسلامی معاشرہ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو اور انفرادی تکالیف و مشکلات بھی مددِ باہمی سے دور ہوتی رہیں۔

معاملہ رہن میں گواہی ہوتی ہے۔ اس طرح امانات میں بھی گواہ ہوتے ہیں۔ تو گواہ کا فرض ہے کہ وہ گواہی یا شہادت کو پوشیدہ نہ کرے ورنہ وہ عذاب کا مستحق ہوگا اور اسلامی حکومت بھی اس جھوٹ بولنے کی سزا دے گی۔ گواہی

کے نہ چھپانے کا حکم ہی کافی تھا مگر خدا نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ جو گواہی کو چھپاتے ہیں قلبی گنہگار ہیں یعنی جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں لہٰذا سزا کے حقدار ہیں۔

آیت ۲۸۴:

اس آیت نے ظاہر کیا کہ اشیاء املاک بظاہر انسان کی ہیں اور وہ ان کو رہن بھی کر سکتا ہے فروخت بھی کر سکتا ہے اور دوسرا فریق اس کو غصب بھی کر سکتا ہے، ناجائز قبضہ بھی کر سکتا ہے مگر انسان کے یہ افعال نادانی ہیں کیونکہ ان کا حقیقی مالک خدا ہے۔ جب اس نے چاہا کسی کو مالک بنا دیا اور جب چاہا اس کو ان اشیاء و املاک سے محروم کر دیا۔ یہ جانتے ہوئے بھی اگر انسان معاملات میں بے ایمانی کرے تو اس کی بڑی نادانی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ خدا ان کو پھر اس سے سلب کر لے گا۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خدا جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے بخش دے۔ مگر اس آیت سے بھی اور قران کی دیگر آیات سے ثابت ہے کہ خدا نے یہ کلمات اپنی قدرتِ کاملہ کے اظہار کے لئے کہے ہیں یعنی وہ قادرِ مطلق ہے مگر وہ انسان کے اعمال کے مطابق اس کو مغفرت کا حق دار بناتا ہے اور انسان کی بداعمالی کی وجہ سے اُس کو عذاب دیتا ہے۔

صفحہ نمبر ۴ حاشیہ قران مترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز میں لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ خدا ہر مخفی و ظاہر خطا پر محاسبہ کرے گا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ بہت خوف زدہ ہوئے اور رسول اللہؐ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ دل تو ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ صدہا وسوسے دل میں گزرتے ہیں۔ پھر ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ رسول خداؐ نے فرمایا: تم کہا کرو **سمعنا و اطعنا**۔ (ہم نے سنا اور اطاعت کی) اور اطاعت کے لئے مستعد رہا کرو لہٰذا یہ تینوں ایک دم پکار اُٹھے **سمعنا و اطعنا**۔

صحیح مسلم میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا: جب میں شبِ معراج سدرۃ المنتہٰی پر پہنچا تو خدا نے مجھ کو تین چیزیں عطا کیں۔ اول نمازِ پنجگانہ۔ دوم خواتیم سورہ بقرہ۔ سوم یہ کہ میری امت کے گناہ کبیرہ معاف کرے گا بشرطیکہ خدا کے ساتھ شرک نہ کریں۔ کتاب 'ینابیع' میں لکھا ہے کہ جب رسول خداؐ معراج میں پہنچے تو خدا نے فرمایا: **یامحمد سل تعطّ** (اے محمدؐ سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا)۔ رسول اللہؐ نے عرض کیا: **التحیات للّٰہ والصلوت والطیبات الطاھرات المبارکات**۔ خدا کی طرف سے جواب آیا: **السّلام علیك ایھا النبی و رحمة اللّٰہ و برکاته**۔ رسول اللہؐ نے عرض کیا **السّلام علینا و علیٰ عباد اللّٰہ الصّالحین اشھد ان**

لا الہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ خدا نے آیات نازل فرمائی: اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ الخ۔

آیت ۲۸۵:

جب خدا نے فرمایا کہ امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ تو رسول اللہؐ نے مناجات کی کہ یہ کرامت میری امت کو بھی نصیب ہو۔ تو خدا نے فرمایا: المومنون کل آمن باللہ تا آخر آیت مذکورہ۔

آیت ۲۸۶:

ہر انسان اپنے اچھے اعمال کا بدلہ پائے گا اور ہر نفس اپنی بداعمالی کی سزا پائے گا۔

یہ کلماتِ مومنین کی قلبی ترجمانی ہے۔ مومن بندہ ہمیشہ اسی طرح دعا کرتا ہے کہ اس کے بھول چوک کو خدا رحیم معاف کرے کیونکہ بندہ مومن دانستہ خطا کا مرتکب نہیں ہوتا البتہ نسیان یا خطا سرزد ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے ہر وقت ہی استغفار کرنا چاہئے۔

امتِ موسیٰؑ پر پچاس (۵۰) نمازیں روزانہ مقرر تھیں۔ زکوٰۃ میں چوتھائی مال دینا فرض تھا۔ لباس نجس ہو جاتا تھا تو اس کو پانی سے طاہر کرنے کا حکم نہ تھا بلکہ اس کو کاٹ دیتے تھے۔ ان کو نماز مسجد ہی میں پڑھنا تھی، گھر پر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ پانی نہ ہوتا تھا تو تیمم کی اجازت نہ تھی۔ جب کبھی گناہ کرتے تھے تو ان کی پیشانی پر اس کا اظہار ہو جاتا تھا۔ جب کوئی بدفعلی و بدکاری گھر میں کرتے تھے تو دروازہ پر ظاہر ہو جاتی تھی۔ خدا کا یہ قول تصدیق کرتا ہے کہ ویضع عنھم اصرھم و الاغلال التی کانت علیھم۔ (سورۂ اعراف آیت: ۱۵۷)۔ (ان کے وبال اور ان کے طوق جو اُن کے گلے میں پڑے ہوئے ہیں ان سے دور کرتا ہے) خدا نے بہ طفیلِ حضرت محمدؐ و بوجہ دعائے آنحضرتؐ امتِ محمدیہ کو آسان شریعت عطا فرمائی اور فرمایا کہ خدا وسعت سے زیادہ تکلیف تم کو نہیں دیتا۔ پہلی امتوں پر حجت کا اتمام منظور تھا اور امتِ محمدؐ پر رحم و کرم منظور تھا کہ یہ امت تا قیامت باعمل رہے۔

روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے معراج میں اس دعا کو پڑھا اور ملائکہ آمین کہہ رہے تھے۔ اسی لئے معاذ بن جبلؓ جب اس آیت کو ختم کرتے تو آمین کہتے تھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ان اللہ قال عند کل فصل من ھذا الدّعا فعلت واستجبت۔ (خدا ہر فصل کے بعد فرماتا کہ میں نے ایسا کر دیا اور دعا قبول کر لی۔) رسول خداؐ نے فرمایا: انزل اللہ آیتین من کنوز الجنۃ کتبھما الرحمٰن بیدہ قبل ان یخلق الخلق بالفی سنۃ من قرئتھمّا بعد العشاء الاخرۃ جزاہ اللہ عن قیام اللیل۔ (خدا نے ان دو آیات کو خزانہ جنت سے نازل کیا ہے جو خدائے رحمٰن نے اپنے یدِ قدرت سے دو ہزار سال قبلِ خلقتِ عالم لکھی تھیں۔ جو بعد نماز عشاء اس کو پڑھے تو

قیامِ شب کا ثواب اس کو عطا ہوگا)۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہم خدمت رسولؐ میں بیٹھے تھے کہ فرشتہ آیا اور اس نے کہا: الله یبشرك بنورین لم یعطهما انبیا قبلك فاتحة الکتاب و خواتیم سورة البقره لا یقرهما احداء الّا اعطیته حاجته۔ (اے محمدؐ آپ کو مژدہ ہو کہ خدا نے آپؐ کو دونور عطا کیے ہیں جو۔آپؐ کے قبل کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے۔سورہ فاتحہ الکتاب وسورۂ بقرہ کی آخری آیات، آل عمران کی آیت اول جو کوئی ان کو پڑھے گا خدا اس کی حاجات پوری کرے گا۔)

رسول خداؐ نے فرمایا کہ اللہ کا اسم اعظم تین سورتوں میں ہے۔ا۔سورہ بقرہ۔اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم۔ ۲۔ سورہ آل عمران۔ الٓمٓ۔ الله لا اله الا هو الحی القیوم۔ ۳۔سورہ طٰہٰ میں وعنت الوجوه للحیّ القیوم۔

آصف بن برخیا دربارِ سلیمانؑ میں تختِ بلقیس کو ملک سباء سے اسم اعظم کی بدولت لائے۔ یہ سورہ ان ہی آیات تک وفدِ نجران کے بارے میں نازل ہوا یہ ساٹھ سوار تھے کہ مدینہ آئے اور رسول خداؐ سے مناظرہ کیا۔ ۱۴افراد نمائندہ تھے اور تین سردار اُن کے پیشوا تھے۔جس کا لقب عبدالمسیح تھا وہ حاکم تھا۔ دوسرا ایہم تھا اور تیسرا ابو حارثہ تھا۔ رسول خداؐ سے مناظرہ ہوا۔ان آیات میں اول توحیدِ خدا، دوم حضرت محمدؐ کی رسالت اور قرآن کا آپؐ پر حق کے ساتھ نازل ہونا موجود ہے۔

تفسیر سورۃ آلِ عمران

آیت ۴:

نجران کے وفد کو تہدید ہے۔خدا نے سابقہ آیت میں ذکر فرمایا کہ انجیل وتوریت بھی خدا کی نازل کردہ کتابیں تھیں اور بعد کو قرآن خدا نے ہی نازل کیا اور حضرت محمدؐ کو رسول بنایا۔اے نصاریٰ نجران! تم نے انجیل وتوریت کو مُحَرَّف کر دیا اور ان میں تحریف کی۔اب اگر قرآن اور حضرت محمدؐ کی رسالت پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم سخت عذاب کے مستحق ہو گے۔ خدا نے جا بجا قرآن میں یہود و نصاریٰ کی نافرمانیوں اور کتبِ خدا میں تحریف کا ذکر کیا ہے۔ اہلِ اسلام کے لئے عبرت ونصیحت ہے کہ تم بھی اگر اپنے رسولؐ کی نافرمانی کرو گے اور قرآن کے معنی اپنے اغراض دنیوی کے مطابق غلط بیان کرو گے تو تم بھی عذاب سخت کے سزاوار ہو گے۔عبداللہ بن سنان نے ابی عبداللہ امام جعفرؑ سے روایت کی ہے۔ الفرقان کل آیة محکمة فی الکتاب وهو الذی یصدق فیہ من کان قبله من الانبیاء۔ (فرقان یعنی قرآن کی ہر آیت محکم ہے جو انبیاءِ سابقین کی تصدیق کرتی ہے۔)

آیت ۶:

نجران کو نصاریٰ نے اپنا مرکز بنایا تھا۔ ایک وفد نجران سے مسجد نبوی میں آیا۔ رسول خداؐ نماز عصر سے فارغ ہوئے تو مذکورہ وفد نے مشرق کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی۔ رسول خداؐ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم مذہب عیسیٰؑ پر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں سود خوری، عبادتِ صلیب اور ایک عورت و بچہ کو خدا سمجھنے نے اسلام سے باز رکھا ہے۔ انہوں نے کہا: اگر عیسیٰؑ خدا کا بیٹا نہیں ہے تو پھر ان کا باپ کون ہے؟ رسول خداؐ نے فرمایا: تمہارے مذہب میں خدا کو فنا نہیں ہے مگر عیسیٰؑ کو موت آئے گی۔ تم کو اقرار ہے کہ شکمِ مریمؑ میں عیسیٰؑ کو خدا نے بنایا۔ مگر تمہارا عقیدہ ہے کہ خدا واحد معبود نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ عیسیٰ کھاتے پیتے تھے۔ بچپن سے جوانی تک پہنچے اور چلتے پھرتے تھے۔ سوتے اور بیدار ہوتے تھے۔ خدا ان چیزوں سے پاک ہے۔ تمہارا اعتقاد ہے کہ خدا زندہ ہے وہ فنا نہ ہوگا وہ ہر چیز کو قائم رکھنے والا اور تمام مخلوق کا رازق ہے۔ اس پر کوئی شئے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیا بیٹا باپ کا مشابہ نہیں ہوتا؟ مگر عیسیٰؑ میں یہ کوئی صفت نہیں ہے۔ عیسیٰؑ اور صفاتِ خدا میں بہت بڑا فرق ہے۔ پس عیسیٰؑ کو خدا جاننا تمہاری خطا ہے۔ سب علماءِ نصاریٰ خاموش ہو کے واپس ہو گئے۔ اس آیت میں خدا کا ارشاد ہے کہ جس طرح ماں کے رحم میں تمہاری تصویر بنی ہے اسی طرح عیسیٰ کی تصویر بھی بطنِ مادر میں خدا نے بنائی تھی اس لئے عیسیٰؑ مخلوق ہے نہ کہ خدا۔

آیت ۷:

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محکم آیات حلال وحرام وفرائض احکام کے بارے میں ہیں اور ان کا حکم صاف ہے۔ مواعظ متشابہ امثال ہیں جن کا مفہوم عام نہیں ہے۔ جابر بن عبداللہ نے کہا کہ محکم وہ ہیں جن کی تاویل و معنی معلوم ہوں اور متشابہ وہ ہیں جن کی تاویل و معنی معین اور مقرر نہیں ہیں۔ اسی میں حروفِ مقطعات بھی شامل ہیں۔ یہود ان حروف سے بحسابِ ابجد مدتِ اہلِ اسلام معلوم کرنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ علاوہ بریں متشابہ ہر وہ چیز ہے کہ جس کا علم صرف خدا کو ہی ہے مانند مدتِ بقائے دنیاء وقتِ قیامِ ساعت یعنی وقتِ قیامت وخواصِ اعداد وغیرہ۔ ان اشیاء کا علم راسخون فی العلم ہی رکھتے ہیں۔ وہ حضرت محمدؐ اور ان کی آلِ اطہار ائمہ معصومین ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کو تلاوت کرتے تھے تو فرماتے تھے کہ ہم راسخون العلم میں سے ہیں۔ ہم کو متشابہ کا علم ہے۔

رسولِ خداؐ سے پوچھا گیا کہ راسخون فی العلم کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: من برّ یمینہ وصدق لسانہ واستقام قلبہ وعف بطنہ وفرجہ فذالك الراسخ فی العلم۔ [جس کی قسم سچی ہو۔ اُس کی زبان صادق ہو، اُس کا قلب مستقیم ہو اور اس کا شکم اور فرج (شرمگاہ) باعفت ہو۔ پس وہ راسخ فی العلم ہے] یہ صفات اس شخص میں پائی جاسکتی ہیں جو معصوم ہو اور وہ لوگ باتفاق مفسرین بجز حضرت محمدؐ وائمہ اطہارؑ کے دوسرا نہیں ہے۔ حضرت علیؑ

نے اپنے صحابی کمیلؓ سے منجملہ دیگر فوائدِ علم کے یہ بھی بیان کیا کہ انسان تین قسم کے ہیں۔ اوّل علمِ ربّانی رکھے والے، دوسرے علم سیکھنے والے جو حصول نجات کے لئے علم حاصل کرتے ہیں تیسرے جاہل و احمق کہ ہر آواز کے پیچھے دوڑتے ہیں۔

آیت ۹:

راسخون فی العلم یعنی خدا کی جانب سے علم معرفت و شریعت پانے والے خدا سے ہمہ وقت دعا کرتے ہیں کہ اے رب تو نے ہدایت کی ہے تو اب ہم کو ہمیشہ گناہوں سے تو ہی بچانے والا ہے۔ ہم کو محفوظ رکھ ہم پر رحمت نازل کرتا رہ۔ بیشک تو سب سے زیادہ نعمات عطا کرنے والا ہے۔ بیشک تو ہی روزِ قیامت وحساب کا مالک ہے۔ تو ہی میدانِ حشر میں سب کو جمع کرنے والا ہے۔ بیشک تو وعدہ کا سچا ہے۔ تو نے جو وقت روزِ حساب کے لئے متعین کیا ہے وہ روزِ حساب اسی وقت ہوگا۔ مطلب آیات کا یہ ہے کہ مومن کو ان تمام چیزوں پر بہ صدقِ دل ایمان رکھنا چاہئے۔

آیت ۱۰:

خدا کی نشانیوں، انبیاء، کتب سماویہ وقرآن، احکام شریعت کا انکار انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ پس جو لوگ کافر ہو جاتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں کہ وہ مال و اولاد کو عزیز رکھتے ہیں، خدا کو بھول جاتے ہیں اور اس کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے لہٰذا وہ یہ بات یاد رکھیں کہ بُرے وقت پر دنیا میں کبھی ان کا مال اور اولاد ان کے کام نہ آئیں گے اور روزِ قیامت تو یہی دونوں چیزیں بوجہِ نافرمانی عذابِ آخرت کا سبب ہوں گی کہ ان ہی کی وجہ سے تو انسان خدا کو بھولا تھا۔

آیت ۱۲:

فرعون اور فرعون سے پہلے عاد وثمود کی قومیں گزری ہیں۔ باوجود سلطنت وحکومتِ عظیم اور دعوائے خدائی ان کا غرورِ خدائی وحکومت کچھ کام نہ آیا اور وہ تباہ و برباد ہو گئے، ہمیشہ کی لعنت ان پر باقی رہی اور آخرت کا عذاب ان پر ہمیشہ رہے گا۔ اہلِ اسلام کو تہدید وتنبیہ ہے کہ تم کو یہ دولتِ دنیا کہیں اسلام کے راستے سے نہ ہٹا دے ورنہ دنیا کی غلامی اور ذلت تم کو ملے گی اور آخرت کا دائمی عذاب بھی تم پر آئے گا۔

خدا نے بزبانِ رسولؐ لوگوں کو کہلوایا تھا کہ تم کو اپنی طاقت پر ناز ہے لہٰذا تم یاد رکھو کہ تم سب اسلام کے ہاتھوں مغلوب ہوگے لہٰذا جب بنی قریظہ و بنی نضیر سے جن کے قلعے نواحِ مدینہ میں تھے ابوسفیان نے مخفی معاہدہ کیا اور مدینہ سے اسلام کی بیخ کنی کی ٹھان لی تو خدا نے چند روز کے بعد ہی دکھایا کہ بنی قریظہ کا قتل عام ہوا۔ بنی نضیر کو جلاوطن کیا

گیا، خیبر فتح ہوا اور یہود و نصاریٰ پر جزیہ مقرر ہوا۔

جنگ بدر میں مسلمان ۳۱۳ تھے اور مشرکین ۹۵۰ اور مسلح تھے اور سب سوار تھے اور مسلمان تقریباً نہتے تھے صرف دو گھوڑے تھے۔ حضرت علیؑ علم بردارِ فوجِ اسلامی تھے۔ خدا نے فوجِ دُشمن پر وہ رعب طاری کر دیا کہ کفار باوجود کثرت کے مسلمانوں کی تعداد کو اپنے سے دوگنے سے زیادہ دیکھ رہے تھے۔ یعنی وہ ۹۵۰ تھے اس کی دو چند فوج انیس سو ہوئی۔ اس طرح دشمن مرعوب ہو کر مارے بھی گئے قید بھی ہوئے۔ تو خدا فرماتا ہے کہ ہم اپنے دوستوں کی ہمیشہ نصرت کرتے ہیں۔ معرفت رکھنے والوں کے لئے یہ آیت عبرت و نصیحت ہے۔ خدا اپنے مخلص بندوں کو بتاتا ہے کہ جب تم راہِ خدا میں کفار سے جہاد کرو گے تو تم کو نصرتِ خدا یقینی حاصل ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ وہ جنگ و جہاد برائے دِین ہو نہ کہ بہ اغراضِ دنیوی۔

آیت ۱۴:

خدائے قدیر نے اپنے رحم و کرم سے انسان کو نعماتِ دائمی کی طرف متوجہ کرنا چاہا ہے اور عیش و عشرتِ دنیوی کو چند روزہ اور جلد فنا ہونے والا ظاہر کیا ہے۔ سب سے پہلے انسان کی شہوت رانی کا ذریعہ عورت ہے مگر حسن و جمال عورت کا تا کجا صرف چند سال یا دو وِلادتوں تک۔ اُس کے بعد نہ دلربائی اور نہ دلکشی۔ اسی طرح سلسلہ قائم ہے۔ علاوہ ازیں عورت اور اس کا حسنِ ظاہری اُس کی باطنی خباثت و فطری شرارت کو نہیں بدل سکتا ہے۔ اگر مرد اس کی حرکات کا نگران ہے تو خیر ورنہ اس کی فطری شرارت لامحدود ہے اور عورت اگر مفسدہ ہو تو تمام خاندان و معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: لا یخلّون رجل بامراۃ فان ثالثھما الشیطان۔ (مرد کو عورت کے ساتھ خلوت میں نہ بیٹھنا چاہئے کیونکہ ان کا تیسرا شیطان ہوگا۔) اور فرمایا کہ مرد کے لئے عورت سے زیادہ خطرناک کوئی خرابی نہیں ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: المرۃ شر کلھا و شرّ ما فیھا انہ لابد منھا و ھی عقرب حلوۃ للسعۃ۔ ترجمہ: عورت مجسم شر ہے اور بغیر اس کے چارہ نہیں ہے۔ وہ بچھو ہے کہ اس کا مس کرنا شیریں ہے۔

آج کی مہذب اور تعلیم یافتہ دنیا میں عورت ہی بنیادِ فتنہ و فساد ہے ء اور معاشرہ انسانی کی تمام خرابیاں اسی کی بدولت ہیں۔ مرد بوالہوس ہیں۔ ان کی عیاشی نے شیرازۂ انسانیت کو منتشر کر رکھا ہے۔ خدا اس سے بچنے کے لئے متنبہ و آگاہ کرتا ہے۔ مرد محافظِ ناموس اگر رہے تو مرد و عورت دونوں معزز و باوقار زندگی گزارتے ہیں۔ (البتہ صرف وہی عورت مجسم شر ہے جو بدکردار، بے ایمان اور ظالم ہوتی ہے۔ ہر عورت نہیں)۔

انسان اگر اولاد کو، زر و نُقرہ و حیوانات کو اور زراعت و زمین کی زرخیزی کو منجانب خدا نعمت خدا سمجھتا ہے تو وہ ان نعمات سے فائدہ بھی اُٹھاتا ہے اور خدا کے پاس سے اجر بھی پاتا ہے۔ اور اگر ان میں اُلجھ کر خدا کو بھول جاتا ہے اور

خدا کے احکام کی پرواہ نہیں کرتا تو ان کی تباہی کو وہ دیکھ لے گا۔ اس لئے خدا نے اسی طرف انسان کی توجہ دلائی ہے اور خصوصاً مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی تین قسمیں ہے۔ **فرس الرحمٰن و فرس الشیطان و فرس الانسان**۔ ایک وہ گھوڑا ہے جس پر جہاد کیا جاتا ہے۔ دوسرا شیطان کے لئے وہ ہے جس پر جوا کھیلا جاتا ہے اور وہ گھوڑا انسان کے لئے ہے جو نسل کشی کے فائدہ کے لئے رکھا جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ **ماطلعت الشمس قط والا بجنبیھا ملکان یقولان اللّٰھم اعط کل منفق خلفا و کل ممسك تلفا**۔ ترجمہ: روزانہ سورج نہیں نکلتا مگر یہ کہ اس کے دونوں جانب دو فرشتے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے خدا! راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو فوراً ہی خرچ کے لئے اور عطا فرما اور ہر کنجوس کے مال کو تلف فرما۔

حدیث کے مضمون کے مطابق دیکھا جائے کہ جو لوگ انہی چیزوں کو سرمایہ زندگی بنا لیتے ہیں تو ظاہر ہے یہ چیزیں جلد برباد ہونے والی ہیں اور صرف اس دنیا ہی میں کام آئیں گی مگر خدا نے آئندہ آیات میں جن چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ دائمی نعمات ہوں گی اور زندگی بھی دائمی ملے گی بشرطیکہ حکمِ خدا و رسولؐ کی تعمیل کی جائے۔

آیات ۱۵، ۱۶، ۱۷:

خدا جن اعمال سے راضی ہوتا ہے اور درجات عالیہ عطا فرماتا ہے ان کا ذکر ان آیات میں ہے۔ اور یہ بھی وعدہ کہ اللہ ان کا نگران ہے اور ان سے باخبر رہتا ہے۔ ہر معاملہ میں دنیا و دین میں ان کا محافظ ہے۔ خدا راضی ہوتا ہے کہ اول خدا کو واحد اور خدا ہی کو رب العالمین جانے۔ خدا ہی کو غفار و گناہ معاف کرنے والا جانے۔ عذابِ جہنم سے خدا ہی بچانے والا ہے۔ مصائب پر راہِ خدا میں صبر کرنے والا، صادق القول و فعل ہو۔ خدا ہی کی طرف اپنی واپسی یقینی جانے۔ راہِ خدا میں حلال کمائی خرچ کرے۔ صبح تڑکے ذکرِ خدا میں مصروف رہے۔ ایسے ہی لوگ خدا کی وحدت پر ایمان رکھتے ہیں، خود صاحبانِ علم ہیں اور عادل ہیں۔ دینِ اسلام کو اصل دین جانتے ہیں اور خدا کو صاحبِ قدرت جانتے ہیں۔

آیت ۱۸:

وحدتِ خدا پر خود خدا نے گواہی دی ہے۔ اس کے بعد خدا نے فرشتوں کی گواہی کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اولوالعلم (صاحبان علم) کی گواہی کو خدا نے بیان کیا ہے۔ اولوالعلم سے بعض علماء نے اصحابِ رسولؐ اور بعض نے احبارِ یہود کو مراد لیا ہے۔ نہ معلوم قرآن جیسی کامل اور محترم کتاب کے معنی میں یہ اختلاف کیسا؟ کتاب لاوارث تو کبھی نہ تھی اور نہ آج لاوارث ہے۔ خدا اس کا وارث و حافظ ہے۔ خدا نے خود فرمایا ہے: **وانّا لہٗ لحافظون** (سورہ حجر آیت: ۹)۔ (ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔) حضرت محمدؐ رسول خدا قرآن کے وارث ہیں اور آپ کی اولادِ اطہارؑ اور اصحابؓ باوقار اس

کے وارث اور محافظ ہیں۔ پھر قرآن کے لئے ایسے معنی بیان کرنا اور وہ بھی وحدانیتِ خدا کی گواہی میں عوام اور علماء یہود کا ذکر کرنا کب قرینِ عقل ہو سکتا ہے؟ غور فرمائیے خدا نے اپنی وحدانیت پر گواہی کب دی؟ گواہی بمعنی اظہارِ وحدت کب کیا؟ خدا کی وحدانیت پر سب سے پہلے فرشتوں نے گواہی کب دی؟ ماننا پڑے گا کہ یہ گواہی اس وقت سے پہلے دی گئی جبکہ خدا نے نبوتِ آدمؑ کا اقرار لیا اور سجدۂ تعظیمی ملائکہ سے کرایا۔ یہ وحدتِ خدا پر شہادت عالم ارواح اور ملکوت میں ہوئی۔ تیسرے گواہ اولوالعلم ہیں۔ تو انہوں نے بھی ملائکہ کی گواہی کے بعد فوراً گواہی دی۔ تو یہ بھی سب عالم ملکوت میں موجود تھے۔ اب آپ یہ حدیث رسولؐ ملاحظہ کیجئے۔ کہ آپؐ نے فرمایا: **اوّل ما خلق الله نوری**۔ کہ سب سے پہلے فلک، ارض، عرش و ملائک وغیرہ میں سب سے پہلے خدا نے میرا نور خلق کیا اور بعد خلق ہونے کے سب سے پہلے میں نے وحدت کو ظاہر کیا اور سجدہ خدا بجالایا اور ہزار سال حجابات انوار میں خدا کو سجدے کرتا رہا۔

احادیث و آیاتِ قرآن کی روشنی میں دیکھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا کی وحدانیت کے سب سے پہلے گواہ اولوالعلم یعنی محمدؐ و آل محمدؐ ہیں کیونکہ متفقہ حدیث ہے کہ **انا مدینة العلم و علیؑ بابها**۔ (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔) لہٰذا اولین معنی میں اولوالعلم بجز رسول و اور ائمہ آل رسولؐ اور انبیاء کرامؑ کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا اور خدا نے ملائکہ کی گواہی اور اپنی گواہی کے بعد ان ہی عادل اور معصوم افراد کی گواہی کا ذکر فرمایا ہے اور گواہی بھی خدا کی وحدت اور اس کے عادل ہونے پر ہے۔ کیونکہ عدالت خدا کی گواہی صرف عادل اور معصوم ہی دے سکتے ہیں۔

آیت ۱۹:

یہود و نصاریٰ کو آسمانی کتابیں دی گئیں مگر انہوں نے جان بوجھ کر باہم اختلاف کیا، صرف اپنی ذاتی اغراض کی بناء پر اختلاف کیا اور فرقے بن گئے۔ لہٰذا دنیا و دین کی ذلت ان پر ہمیشہ رہے گی۔ اسی طرح بعدِ رسولؐ مسلمانوں نے خود کو فرقوں میں تقسیم کر لیا اور معنی قرآن میں اختلاف کیا۔ یہ مسلمان بھی مثل یہود و نصاریٰ کے گمراہ ہو گئے۔ خدا ہم کو اختلافِ دین کی گمراہی سے محفوظ رکھے۔

آیت ۲۰:

ان لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ مکہ کو اُمُّ القُریٰ کہتے تھے۔ وہاں کے رہنے والوں کو اُمّی کہا گیا۔ لہٰذا خدا نے فرمایا کہ اہل مکہ جو مشرک ہیں ان سے بھی کہہ دو کہ میں نے اور میرے تابعین نے خدا کے سامنے اپنے چہرے کو جھکا دیا ہے۔ اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو بہتر ہے اسطرح تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

رسولِ خداؐ اپنے نفس پر سخت تکالیف برداشت فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ سب ہی خدا پرست ہو جائیں تو خدا نے اپنے نبی کو تسلی دی ہے کہ تمہارے ذمہ صرف پیغام پہنچانا ہے اور بس۔

آیت ۲۱:

رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے اول روز اتوار کی ایک ساعت میں ۴۳ پیغمبر قتل کیے۔ اسی وجہ سے وہ طرح طرح کی ذلتوں میں مبتلا رہے، عاقبت میں جہنم کی آگ کے مستحق ہوں گے اور غضب خدا اُن پر ہمیشہ رہے گا۔ مگر جو توبہ کر کے مسلمان ہو جائیں وہ غضبِ خدا سے محفوظ رہیں گے۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ بُری قوم ہے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتی۔ اور بُرا گروہ وہ ہے کہ جس میں مسلمان تقیہ کر کے زندگی گزارے۔ انبیاءؑ کا قتل خدا کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے اور ان کے قاتلین کے لئے خدا نے ابدی عذاب مقرر کیا ہے۔ انبیاءؑ کے بعد ان لوگوں کے قتل کی اہمیت ہے جو مومن انصاف و عدل کا حکم دیتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ میں جو صاحبِ ایمان تھے اور وہ عدل کا حکم دیتے تھے۔ ان کا قتل بھی شدید گناہ تھا۔ اسی طرح امت محمدیؐ میں جو لوگ متقی، عابد، عالم اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے اور عدل و انصاف کا حکم دینے والے ہوئے ہیں ان کا قتل خدا کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ان کے قتل کے عوض خدا ان قاتلوں کو ابدی لعنت اور دائمی عذاب میں مبتلا رکھے گا۔ اسلام میں بھی شاہانِ دنیا پرست کے ہاتھوں ایسے بہت قتل ہوئے ہیں۔ خدا ان نام نہاد قاتلین سے جنہوں نے سچے مسلمانوں کا ناحق خون بہایا محفوظ رکھے۔

آیت ۲۲:

یہودیوں یا نصاریٰ یا مسلمان جنہوں نے کبھی اغراضِ دنیا کی وجہ سے کسی مسلمان مومن کو قتل کر دیا تو ان کے اعمال تمام باطل ہو گئے اور وہ جہنم کے سزاوار ہو گئے۔

آیت ۲۳:

رسولِ خداؐ تشریف فرما تھے اور یہود کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے کہ نعمان بن اوفیٰ نے کہا: اے محمدؐ میں اپنے علماءِ دین کی موجودگی میں تم سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم توریت کو جس میں میری تعریف و توصیف ہے لاؤ۔ میں توریت ہی سے فیصلہ کرنے والا ہوں۔ مگر وہ لوگ توریت کو نہ لائے۔ پھر ایک بار رسول اللہؐ یہود کے مدارس میں گئے۔ نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے بڑھ کر پوچھا کہ محمدؐ تمہارا دین کیا ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں دینِ ابراہیمؑ پر ہوں۔ تو کہنے لگے کہ ابراہیمؑ تو یہودی تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ توریت لاؤ وہ فیصلہ کر دے گی مگر وہ توریت نہ لائے۔ اسی بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عہدِ رسولؐ میں ایک خیبری مرد و عورت نے باہم زنا کیا وہ خوش حال و باعزت تھے۔ وہ رسولِ خداؐ کے پاس فیصلے کے

لئے لائے گئے۔ آپؐ نے سنگ ساری کا حکم دیا تو انہوں نے کہا: جرت علینا۔ (اے محمدؐ تم نے ہم پر ظلم و جور کیا) توریت میں حکم رجم نہیں ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم کاذب ہو۔ تم اپنے عالمِ توریت کو لاؤ۔ وہ فدک سے ابن صوریا کو لائے۔ اُس نے توریت کو بحکمِ رسولؐ پڑھا۔ جب رجم پر پہنچا تو آیت ہاتھ سے چھپالی اس پر عبداللہ بن سلام نے اس کا ہاتھ ہٹایا تو آیت رجم موجود تھی۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھ کو علم توریت پہلے سے تھا اور پھر اس یہودی اور یہودیہ کو سنگسار کیا گیا۔

آیت ۲۴:

یہودیوں نے اپنے دل سے یہ بات بنالی کہ ان کو آتشِ جہنم میں صرف چار روز یا سات دن رہنا ہوگا۔ یہ بات انہوں نے اپنے دل سے بنائی تو اس خیال نے دھوکہ دیا حالانکہ بوجہِ نافرمانیِ خدا ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

آیت:۲۶:

جب غزوہِ خندق میں اصحابِ رسولؐ خندق کھود رہے تھے تو اس موقع پر رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ یمن بھی ہمارے قبضہ میں آجائے گا۔ مسلمان خوش ہوئے مگر یہودیوں نے طعنہ دیا کہ قریش کے ڈر سے خندق کھود رہے ہیں اور خواب سلطنتِ یمن کا دیکھ رہے ہیں۔ اس پر خدا نے حکم دیا کہ اے رسولؐ کہہ دو کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے خدا کے سامنے سر رکھ دیا ہے اور جس کو وہ چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے۔

آیت ۲۶:

یہ فرمانِ خدا کا ہے کہ تم منکرین سے اس طرح کہہ دو کہ خدا صاحبِ قدرتِ عظیم ہے جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ کو ایسا ملک دیا کہ جن، پری، شیاطین، چرند، پرند سب ہی پر سلیمانؑ کو حکومت دی۔ مگر خدا کے خوف کا یہ عالم تھا کہ جَو کی روٹی کھاتے تھے، پرانا لباس پہنتے تھے، فقراء کے پاس بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک فقیر فقیر کے پاس بیٹھا ہے۔ مسجد میں بہ خضوع جاتے تھے۔ اسی طرح مولا علیؑ کو خدا نے درجہ ولایت و امامت دیا تھا مگر فرماتے تھے کہ مسکین مسکین کے پاس بیٹھا ہے اور فرماتے تھے ابو العیال احق ان یحمل۔ (بچوں کا باپ پر حق ہے کہ وہ بار اُٹھائے۔) فرماتے تھے: لا ینقص الرجل من کمالہ ما عملہ الی عیالہ۔ (مرد کا کمال اس سے کم نہیں ہوتا کہ وہ خود اپنے بچوں کا بار اٹھائے۔)

بہلول صاحبِ معرفت بظاہر مجنون تھے۔ انہوں نے میدان عرفات میں ہارون کو شتر پر سوار دیکھا۔ ملازمین اس کے لئے لوگوں کو مار مار کر راستہ صاف کر رہے تھے۔ بہلول ایک ٹیلے پر گئے اور ہارون سے بہ آواز بلند کہا کہ حدیث سن لو۔ ابن مسعودؓ نے کہا ہے کہ رایت رسول اللہ ھٰہنا علی حمار لم ضرب ولا طرد۔ ترجمہ: میں نے

رسول خداؐ کو عرفات میں دیکھا کہ ایک خچر پر تھے مگر سوار نے نہ سواری کو مارا نہ لوگوں کو ہنکایا۔ ہارون نے بہلول کو پہچانا۔ پاس بلایا اور کہا کہ مجھ کو نصیحت کرو۔ بہلول نے کہا: ان الذی فی یدك کان فی ید غیرك ثم انتقل الیك وعن قریب ینتقل الی غیرك۔ ترجمہ: (اے ہارون) آج جو تیرے ہاتھ میں ہے وہ پہلے دوسرے کے ہاتھ میں تھی۔ پھر وہ تجھ کو منتقل ہوگئی اور عنقریب پھر وہ دوسرے کے پاس منتقل ہوجائے گی۔

آیت ۲۷:

موسم گرما کے دن بڑے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اسی طرح سرما کے دن چھوٹے اور راتیں بڑی ہوتی ہیں تو یہ خدا کی قدرت ہے۔ علاوہ بریں اوقات بدلنے سے رات اور دن پیدا ہوتے ہیں یہ سب کچھ قدرتِ خدا ہے۔

پرندوں کے انڈے مردہ بے حرکت اور صرف مادّہ بے حس ہے۔ مگر قدرتِ خدا ہے کہ ان سے ذی روح بچے نکلتے ہیں اور بند انڈے جس میں ہوا کا گزر تک نہیں ہے بچہ زندہ رہتا ہے۔ خود انڈے کو چونچ سے دائرہ کی شکل میں تراشتا ہے اور باہر آجاتا ہے۔ اسی طرح تخم مادہَ بے حِس ہے مگر اس سے بارور اور تنومند درخت پیدا ہوتے ہیں۔ نطفہء حیوانات کی بھی یہی مثال ہے اور اب ان کو برعکس کر لیجئے تو زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے۔ یعنی ذی روح سے بے روح و مردہ کو جیسے انڈہ، تخم اور نطفہِ حیوانات یہ سب قدرتِ خدا ہے اس میں کسی کو کوئی چارہ نہیں ہے اور نہ کسی کی قدرت ہے۔ علاوہ بریں اس سے خدا کا یہ مطلوب ہے کہ خدا پرست عالموں سے بے دین پیدا ہوتے ہیں جو مردہ ہیں اور کافرین سے باایمان اور خدا پرست عالم پیدا ہوتے ہیں۔ کافر تو مردہ ہیں کیونکہ نہ خدا کے کام کے نہ معاشرہَ انسانی کے لئے سودمند ہیں۔ یہی صفت مردہ کی ہے کہ وہ کسی کے لئے مفید نہیں ہوتا بلکہ مُضر ہوتا ہے۔ حضرت علیؑ نے ایک مصرع میں فرمایا ہے: الناس موتیٰ واھل العلم احیاء۔ (عوام مردہ ہیں اور صرف اہل علم زندہ ہیں)۔ حضرت ابی جعفر امام باقر علیہ السلام نے اپنے اجداد سے بیان کیا ہے کہ رسولِ خداؐ اپنی کسی زوجہ کے پاس تشریف فرما تھے کہ ایک خوش منظر عورت کو دیکھا۔ آپؐ نے اس کے بارے میں پوچھا تو بتایا کہ خالدہ بنت اسود بن عبد یغوث آپؐ کی خالہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سبحان الذی یخرج الحیّ من المیت۔ یہ عورت مومنہ تھی اور اس کا باپ کافر تھا۔

آیت ۲۸:

خدا کا صاف تاکیدی حکم ہے کہ مسلمان کبھی کافر کو دوست نہ بنائے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ وہ میرا بندہ نہیں ہے یعنی صرف کافر نہیں ہوا بلکہ میری نعمات پانے کا بھی وہ مستحق نہیں رہا۔

مسلمان کو بحالتِ خوفِ جان حکم ہے کہ کافر کو ظاہری طور پر دوست بنالے تاکہ وہ سلامت رہے۔ اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔

مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ بجز خدا کے کسی سے نہ ڈریں۔

آیت ۲۹:

سابقہ آیات میں خدا نے بتایا ہے کہ انسان کے سینہ میں چھپا ہوا راز بھی خدا جانتا ہے اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ خدا زمین اور آسمانوں کی تمام اشیاء سے واقف ہے۔ خدا ہر شئے پر قادر ہے۔ یہ آیت معنی کے لحاظ سے عام ہے مگر اس کا سببِ نزول یہ ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک عورت کو خط لکھ کر دیا کہ وہ مکہ جا کر اس کے احباب کو رسول اللہؐ کی خفیہ مکہ آمد کی خبر دیدے رسول خداؐ کو منجانب اللہ یہ واقعہ معلوم ہو گیا۔ آپؐ نے علیؑ اور زبیرؓ کو اس عورت کے عقب میں بھیجا تو وہ اس عورت کو واپس لے آئے۔

ضحاک کی یہ روایت ہے کہ یہ آیت عبادہ بن صامت صحابی کے لئے نازل ہوئی ہے۔ عبادہ متقی و بدری صحابی تھے۔ جب جنگِ احزاب کے لئے رسول اللہؐ مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو عبادہ نے عرض کیا کہ میرے ساتھ میرے ماننے والوں میں چار سو یہودی ہیں۔ آپ کہیں تو میں ان کو آپ کی مدد کے لئے ساتھ لے چلوں۔ رسول خداؐ نے منع فرمایا۔

آیت ۳۰:

اس دن سے مراد روزِ قیامت ہے کہ ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں اور اس کے اعضاء اس پر گواہ ہوں گے۔ نیز ملائک اور ائمہ علیہم السلام اس پر گواہ ہوں گے اور ان سب پر حضرت محمدؐ خاتم النبیین گواہ ہوں گے۔

مومن کو بجز خدا کے کسی کا خوف نہیں ہونا چاہئے مگر اس موقع پر دوسروں کا بھی خوف کرے جس کے بارے میں خدا کا حکم ہو جیسے خدا نے فرمایا: لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (سورۂ بقرہ آیت ۱۹۵)۔ ترجمہ: خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

رسول خداؐ نے منافقین کے موجود ہوتے ہوئے ان کی سدا دلجوئی فرمائی حالانکہ آپ ان کی اسلام دشمنی جانتے تھے اور ان کو ان کی پیشانیوں سے پہچانتے تھے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے۔ الرّیامع المومن شرک مع المنافق فی دارہ عبادۃ۔ [دکھاوٹی باتیں مومن سے کرنا بھی شرک ہے جبکہ منافق سے اس کے گھر میں بناوٹی باتیں کرنا (مراد تقیہ کرنا) عبادت ہے۔]

آیت ۳۱:

نصاریٰ نجران کہتے تھے کہ اِنّا نعظم المسیح حُبّاً لِلّٰہ۔ ترجمہ: (ہم عیسیٰ کی تعظیم محبت خدا میں کرتے ہیں) اور یہود کہتے تھے نحن ابناء اللہ واحباؤہٗ (سورہ مائدہ آیت: ۱۸) (ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔) مشرکین بت پرستی میں کہتے تھے کہ خدا کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ قل ان کنتم

تحبون اللہ۔ اس آیت نے بتایا کہ معرفتِ خدا تو ممکن ہے مگر اطاعتِ خدا بغیر اتباع حضرت محمدؐ ناممکن ہے۔ کیونکہ خدا نے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھ سے محبت کا دعویٰ عبث ہے۔ بس محمدؐ کی اطاعت ہی وہ شئے ہے جو تم کو میرا محبوب بنا دے گی اور اس کے ہی ذریعہ تمہارے گناہ عفو ہو سکیں گے۔

آیت ۳۲:

حضرت محمدؐ کی پیروی ہی اطاعتِ خدا ہے۔ اگر لوگ یہ جانتے ہوئے بھی رسولؐ کی اطاعت سے جو حقیقت میں اطاعتِ خدا ہے انحراف کریں تو وہ کافر ہیں اور خدا کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ اس کے معنی ہے کہ خدا ان کو دشمن رکھتا ہے کیونکہ وہ کافر ہو گئے۔ علامتِ ایمان یہ ہے **الحُبّ لِلّٰہِ و البُغضُ لِلّٰہِ**۔ (کسی سے محبت ہو تو خدا کے لئے اور کسی سے دشمنی ہو تو خدا کے لئے)۔ اپنی ذات کو اس میں شامل نہ کیا جائے۔

آیت ۳۳:

عمران دو ہیں ایک والدِ موسیٰؑ و ہارونؑ اور وہ عمران بن یصحر بن فاہث بن لاوی بن یعقوبؑ ہیں۔ دوم حضرت مریمؑ کے والد عمران بن ماثان بن یہود بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔

تمام عالموں پر فضیلت اسی زمانہ تک کے لئے محدود تھی۔ ہمیشہ اور قیامت تک کے لئے نہیں البتہ حضرت محمدؐ و آل محمدؐ کو تمام عالموں پر فضیلت تا قیامت ہے کیونکہ حضرت محمدؐ سید الانبیاء ہیں۔

آیت ۳۵:

زوجہ عمران حنّہ بنت قاقوذ بانجھ تھیں۔ انہوں نے ایک طائر کو دیکھا کہ بچہ کو دانہ بھرا رہا تھا۔ اسی وقت تمنائے اولاد میں خدا سے دعا کی کہ مجھ کو اولاد ملے تو میں اُس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ مگر لڑکی پیدا ہوئی تو گھبرائیں کہ عورت کو کیوں کر مُجاورِ خانہِ خدا بناؤں گی۔ مگر خدا نے مریمؑ کو حیض وغیرہ سے پاک قرار دیا اور حضرت عیسیٰؑ کی ماں قرار دیا۔ حنّہ زوجہ عمران کی بہن ایشا حضرت زکریاؑ کی زوجہ تھیں۔

حنّہ زوجہ عمران نے نذر مانی کہ میں اپنے لڑکے کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے آزاد اور وقف کر دوں گی۔ دعا قبول ہوئی اور بچہ پیدا ہوا مگر لڑکی یعنی حضرت مریمؑ تو گھبرا گئیں کہ اب کیوں کر نذر و منت پوری ہو گی؟ کہنے لگیں کہ لڑکا مثل لڑکی کے نہیں ہوتا۔ مطلب یہ تھا کہ لڑکی تو کچھ ایام کے لئے خانہ خدا میں جانے کے بھی قابل نہیں ہوتی۔ اب کیا ہوگا۔ بہرحال دل میں تھا کہ نذر کو پورا ہی کیا جائے لہٰذا پھر خدا سے دعا کی۔ ''اے اللہ میں اس کو اور اس کی ذریت کو تیری پناہ میں دیتی ہوں کہ شر شیطان سے تو اس کو محفوظ رکھ۔''

آیت ۳۷:

خدا نے حنّہ کی دعا قبول کی اور قبولیتِ حسن کے ساتھ قبول کی کہ مریمؑ کو خدا نے جلد جوان کیا۔ حضرت زکریاؑ کو ان کی حفاظت اور کفالت کے لئے مقرر کیا۔

عمرانؑ بیت المقدس کے منتظم تھے لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے لہٰذا ہر ایک نے چاہا کہ مریمؑ کی کفالت اس کے ذمہ ہو۔ حنّہ نے مریمؑ کو پیدا ہونے کے بعد ہی بیت المقدس کی نذر کر دیا اور احبار سے کہا: **دونکم هذه النذیرة۔** (اس نذر کی ہوئی لڑکی کو تم لوگ لے لو۔) چنانچہ احبار میں قرعہ اندازی ہوئی اور زکریاؑ کو مریمؑ کفالت میں ملیں۔

حضرت زکریاؑ مریمؑ کو ایک کمرے میں رکھتے اور قفل لگا دیتے۔ کنجی اپنے پاس رکھتے۔ مگر جب وہاں آتے تو خلافِ موسم پھل مریمؑ کے پاس پاتے۔ پوچھتے کہ یہ کہاں سے آئے ہیں؟ تو مریمؑ فرماتیں کہ خدا نے بھیجے ہیں۔ مریمؑ نیک طینت، عبادت گذار، صاحبِ معرفت خاتون تھیں۔ رسول خداؐ نے بہ روایت ابو ہریرہ فرمایا ہے۔ **حَسْبُ من نساء العالمین اربع مریم بنت عمران وآسیة امراء ةفرعون و خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمدؐ۔** (تمام عالم کی عورتوں سے یہ چار عورتیں افضل ہیں جن کے نام بتائے گئے)۔ معتمد مفسرین نے لکھا ہے نیز انس بن مالک سے روایت ہے کہ بنی کندہ نے یہ دعویٰ کیا کہ محمدؐ کا نصب ان تک پہنچتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلبؑ بن ہاشمؑ بن عبد منافؑ .... تا قیدارؑ بن اسماعیلؑ بن ابراہیمؑ ہوں۔ پھر فرمایا کہ جب انسان دونسلوں میں تقسیم ہوئے تو **جعلنی اللہ فی الخیر منهما خرجت من ایدی من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتی انتهیت ابی الجاواُمّی۔** ترجمہ: مجھ کو اللہ نے بہترین نسل سے پیدا کیا۔ میری ولادت نکاح کے ذریعہ سے ہوئی نہ کہ زنا سے۔ آدمؑ سے اس وقت تک میں اپنی ماں اور باپ سے پیدا ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں موقعِ حج پر لوگوں کو حدیث رسولؐ سنا رہا تھا کہ اسی اثناء میں میں نے عِمامہ پہنے ہوئے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بھی احادیث بیان کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھ کو پہچان لو میں جندب بن جنادہ بدری الغفاری۔ رسولؐ کا صحابی ہوں۔ میں نے اپنے کانوں سے اسی جگہ رسول اللہؐ سے سنا ہے اگر غلط کہوں تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: **ان اللہ اصطفٰی آدم و نوحًا و اٰل ابراهیم و آل عمران علی العالمین** الخ (سورہ عمران آیت: ۳۳) (خدا نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو تمام عالموں پر فضیلت دی اور انتخاب کیا)۔ اس کے بعد جندب نے فرمایا کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ ذریتِ نوحؑ سے، آلِ ابراہیمؑ سے خاندانِ اسماعیلؑ سے ہے۔ اور عترۃ ہدایت کنندہ اور ذرّیتِ طاہرہ محمدؐ اور صدیقِ اکبر علی ابن ابی

طالبؑ سے ہے۔ پس تم لوگ کیوں ہدایت پر ضلالت کو قبول کر رہے ہو۔ جندب نے کہا کہ پھر تم کیوں نہیں مقدم کرتے ہو اس کو جس کو خدا نے مقدم کیا ہے۔

ابوطالبؑ ابن عبدالمطلبؑ والد جناب علیؑ مرتضیٰ کا نام عمرانؑ تھا۔ جو توریت میں موجود ہے۔ آل ابراہیمؑ سے جو سب سے پہلے منتخب ہوا وہ حضرت محمدؐ ہیں اور آل عمران جن کو خدا نے تمام عالموں پر فضیلت دی ہے وہ حضرت علیؑ اور ان کی اولادِ اطہار ہیں اور یہی ذریتِ حضرت محمدؐ ہے۔

آیت ۳۸:

جب زکریاؑ نے حضرت مریمؑ پر خدا کی نعمات اور برکات کو دیکھا تو اپنی پیرانہ سالی اور زوجہ کے بانجھ ہونے کی وجہ سے جو ناامیدی اولاد سے تھی اس میں امید کی روشنی نظر آئی اور خدا سے دعا کی کہ مجھ کو بھی اولاد عطا ہو۔

آیت ۳۹:

حضرت زکریاؑ پیغمبر تھے اور معبد کے کلید بردار تھے جب وقت عبادت ہوتا تو وہ عبادت خانہ کو کھولا کرتے تھے۔ حضرت زکریاؑ محراب عبادت میں تھے کہ ان کو فرزند کی خوشخبری دی گئی اور اس کا نام بھی خدا نے یحییٰ تجویز کیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ کلمہِ خدا یعنی حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق کرے گا۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ سب سے پہلے عیسیٰؑ کی تصدیق یحییٰؑ نے کی۔ یحییٰؑ حضرت عیسیٰؑ سے چھ ماہ بڑے تھے اور عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے سے قبل زکریاؑ کو شہید کر دیا گیا۔ زکریاؑ کی عمر بوقت دعائے پسر ایک سو بیس سال اور ان کی زوجہ کی عمر اٹھانوے سال تھی۔ بقدرتِ خدا بچہ پیدا ہوا اور دعائے زکریاؑ قبول ہوئی۔ وقتِ عروج آسمان حضرت عیسیٰؑ کی عمر ۳۱ سال تھی۔ حضرت زکریاؑ کا بعمر ایک سو بیس سال اولاد کی دعا کرنا اور خدا کا ان کی دعا کو قبول کر لینا اور خلافِ فطرت اولاد دینا ظاہر کرتا ہے کہ اللہ نیک بندوں کی دعا ہمیشہ قبول کرتا ہے۔ کسی کام کرنے کے لئے اُس کو اسباب کی ضرورت نہیں۔ بس اس کا حکم کافی ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا بن باپ کے پیدا ہونا اور گہوارہ میں کلام کرنا، صاحب کتاب اور نبی ہونا ظاہر کرتا ہے کہ خدا ہر شئے پر قادر ہے۔ نبوت کے لئے بلوغ کی شرط نہیں اور خدا کو تخلیق کے لئے مادہ کی ضرورت نہیں۔

زکریاؑ کی دعا بعمر پیرانہ سالی بہ اقتضاء بشریت نہ تھی ورنہ اس سے پہلے دعا کرتے مگر جب دیکھا کہ عمر طبعی جو اولاد ہونے کے لئے مقرر ہے متجاوز ہو چکی تو خیال آیا تبلیغِ توحید کا کرنے والا میرے بعد کون ہوگا؟ دینِ الٰہی کے احکام کون پہنچائے گا؟ تو آپؑ نے خدا سے دعا کی، ذرّیتِ پاک عطا فرما تاکہ وہ دنیا میں مُبلّغِ توحید ہو سکے۔ زکریاؑ کی یہ دعا بھی ان کا ایک کارِ نبوت تھا۔ فوراً دعا قبول ہوئی اور نماز کی حالت میں خود جبرائیلؑ نے آکر بشارت دی اور

منجانبِ خدا ملائکہ نے تائید کی اور خدا نے یہ بھی بتا دیا صرف بیٹا ہی نہیں مل رہا بلکہ جیسا بیٹا تم چاہتے تھے کہ نبی ہو اور تمہارے بعد اشاعتِ دینِ الٰہی کرے وہی ہو گا۔

آیت ۴۰:

زکریاؑ کا یہ تعجب کرنا قدرتِ خدا میں شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنی امت اور عام انسانوں کی ہدایت مطلوب تھی کہ تمہارے دماغ میں یہ اعتراض آ سکتا ہے جو میں خود اپنے خدا سے عرض کیے دیتا ہوں ورنہ میں نبی ہوں اور اس کی قدرتِ کاملہ کا قائل ہوں۔

آیت ۴۱:

زکریاؑ نے بشارتِ فرزند پر نشانی خدا سے کیوں طلب کی؟ اسی لئے کہ امت کے افراد میں قدرتِ خدا کے اعلان کا ذریعہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ خدا نے بھی ایسا ذریعہ پیدا کیا کہ زکریاؑ سے کہا کہ باوجود قدرتِ کلام تین دن تک تم بول نہ سکو گے مگر ہاں میرا ذکر و عبادت کرتے رہنا، خود بخود لوگوں کو میری قدرتِ کاملہ کا علم ہو جائے گا کہ تمہاری عبادت نے تم کو یہ صلہ دیا اور تمہاری زوجہ اسی اثناء میں حاملہ ہو جائے گی یہی نشانی میں تم کو دیتا ہوں۔

آیت ۴۲:

حضرت مریمؑ کی فضیلت اس وقت کی عورتوں پر تھی اور وہ یہ کہ وہ حیض و نفاس سے پاک تھیں۔ وہ طاہرہ، عابدہ اور بیت المقدس میں ہیکل کی نگراں تھیں حالانکہ یہ شرف پہلے مردوں کو حاصل تھا۔ ان کے لئے جنت سے پھل آئے۔ خدا نے ان کو بن باپ کے بیٹا نبی بنا کر دیا۔ مگر تمام عالموں کی عورتوں پر فضیلت حضرت فاطمہؑ بنت حضرت محمدؐ کو ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ازواجِ رسول اللہؐ میرے گھر میں جمع ہوئیں۔ اپنے اپنے خاندان کی تعریف کرنے لگیں۔ حضرت سیدہ فاطمہؑ نے سب سنا اور پھر اپنے خاندانی فضائل کو بیان کیا اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے بنی ہاشم تم میں سیادت جمع ہوگئی ہے امّا انت فسیّدۃ نساء العالمین و امّا ابوك فسیّد ولد آدم و امّا زوجك فسیّد العرب و امّا ابناء ك فسیّد الشباب اهل الجنة و امّا عمك فسیّد الشهداء۔ ترجمہ: اے فاطمہؑ آپ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ کے پدرِ بزرگوار اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ آپ کے شوہر سید العرب ہیں اور آپ کے دونوں فرزند جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور آپ کے چچا (حمزہؓ) سید الشہداء ہیں۔ (منہج ص ۲۷۰)

آیت ۴۳:

سجدہ منتہائے عبادت ہے اس کا ذکر پہلے کیا گیا مگر چونکہ غیر اللہ کو بھی کافر سجدہ کرتے تھے لہٰذا رکوع کا حکم ہوا اور

وہ بھی اس طرح کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع یعنی باجماعت نماز ادا کرو۔ نمازِ جماعت کا حکم اور تاکید اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے۔

آیت ۴۴:

غیب کا علم بجز خدا کے کسی کو نہیں ہے البتہ جس کو وہ غیب داں بنا دے وہ غیب کی خبریں جانتا ہے اس آیت کا اسی طرف اشارہ ہے خدا نے واقعاتِ مریمؑ جو گذشتہ زمانہ میں ہو چکے تھے اور زکریاؑ اور یحییٰؑ کے واقعات بتائے ہیں جن کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا تھا۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ عورت نبی اور امام نہیں ہوسکتی کیونکہ فرمان خدا ہے: ما ارسلنا من قبلك اِلّا رجالاً (سورہ یوسفؑ آیت ۱۰۹)۔ [ترجمہ: ہم نے (اے محمدؐ) آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنایا تھا۔] مگر مریمؑ کو بذریعہ جبرائیلؑ یہ خبر الہام کی گئی تھی۔

یہ خطاب حضرت محمدؐ سے ہے کہ آپ اس وقت وہاں موجود نہ تھے جبکہ مریمؑ کی کفالت کا معاملہ میں احبار قرعہ ڈال رہے تھے اور باہم جھگڑا کر رہے تھے مطلب یہ ہے کہ ہم تم کو ان واقعات کو بتا رہے ہیں۔

قرعہ ڈالنے کے بارے میں بہت اختلاف ہے کہ وہ جائز ہے یا نہیں۔ مناسب ہے کہ اس کے بارے میں مختصراً لکھا جائے۔ اول تو مریمؑ کے معاملہ میں خدا نے قرعہ کا ذکر کیا ہے اس کی مذمت آیت نے نہیں کی۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ما یقارع قوم فوضّوا امورھم الی الله اِلّا خرج بینھم الحق۔ (ترجمہ: جو لوگ قرعہ ڈالتے ہیں اور اپنے امور کو خدا کے سپرد کرتے ہیں تو ان کے درمیان حق واضح ہو جاتا ہے۔) قرآن میں حضرت کے بارے میں ذکر ہے فساھم فکان من المدحضین (سورہ صافات آیت: ۱۴۱)۔ (یعنی قرعہ ڈالا پس وہ قرعہ ڈالنے والوں میں سے تھے۔) حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت مریمؑ بنت عمران کے لئے قرعہ ڈالا گیا۔ حضرت عبدالمطلبؑ نو (۹) پسر رکھتے تھے اُنہوں نے یہ نذر خدا سے کی کہ دسواں پسر ہوگا تو تیری راہ میں قربان کر دوں گا۔ جب حضرت عبداللہ والد حضرت محمدؐ پیدا ہوئے تو عبدالمطلبؑ نے اپنی نذر پوری کرنی چاہی۔ عبداللہ کے ننھیال کے لوگ مانع ہوئے آخر دس اونٹوں اور حضرت عبداللہؑ کے درمیان قرعہ ڈالا گیا مگر قرعہ عبداللہ کے نام پر آیا۔ چنانچہ طرح دس دس اونٹ بڑھائے گئے حتیٰ کہ سو اونٹوں پر قرعہ آیا مگر عبدالمطلبؑ کو اطمینان نہ ہوا اور تین بار قرعہ مزید ڈالا وہ اونٹوں پر ہی آیا تب بجائے عبداللہؑ کے سو اونٹ نحر ہوئے۔ رسول خداؐ فرمایا کرتے تھے: انا ابن ذبیحین۔ (ترجمہ: میں دو ذبیحِ راہِ خدا کا فرزند ہوں۔) (یعنی ایک حضرت اسمٰعیلؑ دوسرے حضرت عبداللہؑ۔)

آیت ۴۵:

کلمہ سے مراد خدا کا فرمان لفظ ''کن'' ہے۔ تمام عالم ابتدا میں لفظ ''کن'' سے وجود میں آیا اور بغیر اسبابِ خلقت کے پیدا ہو گیا۔ عیسیٰؑ بن باپ کے بھی لفظ ''کن'' سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کلمہ کا لقب مسیح ہے۔

آیت ۴۶:

حضرت عیسیٰؑ کو بعدِ ولادت گہوارہ میں ماں کی پاک دامنی کی گواہی دینا تھی لہٰذا خدا نے اپنی قدرت دکھائی کہ عیسیٰؑ نے اس طرح کلام کیا جس طرح پیرانہ سالی میں معقول کلام کرتے ہیں۔ ان آیات کے بیان سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا ماننے والے غلطی پر ہیں کیونکہ آیات نے ان کی صفاتِ بشری بتائی ہیں۔ اول ابن مریمؑ ہونا، دوم مسیح نام ہونا جو ملک مقرب جبرائیلؑ کے مس سے پیدا ہوا۔ سوم عیسیٰؑ مثل دیگر مقرب بندوں کے ہو گا۔ چہارم بقدرتِ خدا گہوارہ میں کلام کرے گا اور عصمتِ مریمؑ پر گواہ ہو گا۔ پنجم منجملہ صالحین کے ہو یعنی جس طرح سابق میں انبیاء اور صالحین گزرے ہیں ان کے ہی مثل وہ بھی ایک بندہِ صالح ہو گا۔ ششم وہ توریت و انجیل کا عالم اور معلّم ہو گا۔

آیت ۴۸:

ان آیات میں حضرت مسیحؑ کا منجانبِ خدا رسول ہونا بیان کیا گیا ہے اور زیادہ اہتمام خدا نے اس لئے کیا ہے کہ اول تو عیسیٰؑ کی ولادت بغیر باپ کے بحکمِ خدا ہوئی تھی اور لوگوں کی عقل اس کو تسلیم نہیں کرتی تھی کیونکہ وہ قدرتِ خدا کا یقین نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے خدا نے حضرت عیسیٰؑ کے اوصاف بیان کیے ہیں تاکہ عیسیٰؑ کی رسالت، حضرت مریمؑ کی عصمت اور خدا کی قدرت پر لوگوں کا ایمان مستحکم ہو جائے۔ لہٰذا خدا نے بتایا میں نے عیسیٰؑ کو بنِ باپ کا پیدا کر کے اپنی قدرتِ کاملہ کو ظاہر کیا ہے جس طرح میں نے آدمؑ کو بن ماں باپ کے پیدا کر کے اور حواؑ کو بغیر والدین کے پیدا کر کے اور تمام عالموں کو صرف لفظ ''کن'' سے پیدا کر کے اپنی قدرت اور وحدانیت کا اظہار کیا تھا، تاکہ تم باایمان بن جاؤ اور شرک کی لعنت سے محفوظ رہو۔ خدا نے بتایا کہ میں نے عیسیٰؑ کو کتابِ انجیل دی۔ حکمتِ علم، معرفتِ حلال وحرام دیا، توریت یعنی علمِ گذشتہ بتایا، انجیل کے حقائق کی تعلیم دی۔

آیت ۴۹:

حضرت عیسیٰؑ صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی یا رسول بن کر آئے تھے، قیامت تک کے لئے وہ نبی نہ تھے یہ فضیلت صرف حضرت محمدؐ کو ہے کہ وہ تمام عالمین کے لئے رحمت یعنی نبی و رسولؐ مبعوث ہوئے ہیں۔

آیت ۵۰:

عیسیٰؑ کی نبوت کے منکر کے لئے خدا نے اپنی صفتِ خالقیت کا مظہر حضرت عیسیٰؑ کو بنایا کیونکہ لوگوں کو یہ شک تھا کہ عیسیٰؑ بن باپ کے کیوں کر پیدا ہو گئے؟ تو خدا نے ان کے اطمینان کے لئے عیسیٰؑ کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ عیسیٰؑ مٹی سے چمگاڈر کا پتلہ بناتے تھے اور ہاتھ پر رکھ کر اس پر نامِ خدا پڑھ کر پھونک دیتے تھے، وہ فضا میں اُڑ جاتا تھا۔ چمگاڈر اس لئے بناتے تھے کہ وہ پرندوں میں حیوانیت کی کامل مخلوق ہے۔ اس کے پستان، دانت، پرواز اور مثل عورت کے حیض ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے عہد میں معالجہ کے ماہرین کمالات کے مالک تھے تو خدا نے عیسیٰؑ کو وہ معجزات عطا کیے جو انسانوں کی قدرت سے باہر ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے باجازتِ خدا بزورِ اسم اعظم چار مردے زندہ کیے۔ اوّل ان کا دوست عاذورا جس کو دفن بھی کر دیا گیا تھا بہ دعائے عیسیٰؑ قبر شگافتہ ہو کر زندہ ہوا اور مدت مدید تک زندہ رہا اور صاحبِ اولاد بھی ہوا۔ دوم ایک ضعیفہ کا نوجوان پسر مر گیا اور عیسیٰؑ نے ماں کو گریہ و زاری کرتے دیکھا تو خدا سے دعا کی اور وہ زندہ ہوا۔ سوم ایک عورت کی میت کو لائے حضرت نے دعا کی تو وہ زندہ ہوگئی۔ چہارم سام بن نوحؑ جس کو مرے تقریباً چار ہزار سال گزر چکے تھے ان کو دعا سے زندہ کیا کیونکہ منکرین نے اثباتِ رسالت کے واسطے یہ معجزہ طلب کیا تھا۔ عیسیٰؑ نے سام بن نوحؑ سے گفتگو کی اور بعد کو کہا: مت باذن اللہ۔ (بحکمِ خدا پھر مر جاؤ) اور وہ مر گئے۔

آیت ۵۱:

حضرت عیسیٰؑ نے کامل توریت کی تصدیق کو نہیں کہا بلکہ توریت میں سے نبی اسرائیل کے پاس جو کچھ باقی تھا۔ اس کا معنیٰ ہے کہ عیسیٰؑ جانتے تھے کہ توریت میں تحریف ہو چکی ہے۔

وَلِاُحِلَّ لَكُمْ آیت نے ظاہر کیا ہے کہ بعد انبیاء افرادِ امت حلال کو خود اپنی رائے سے حرام کر لیتے تھے اور حرام کو حلال کر لیتے تھے مگر یہ اختیار صرف خدا اور رسول کو ہے۔ ہر نبی نے حلال و حرام امت کو بتایا ہے اور آخر میں حضرت محمدؐ نے احکامِ حلال و حرام مطابقِ حکمِ قرآن امت کو دیئے ہیں۔ مگر علماء سوٗ (برے علماء) جو بعد رسولؐ ہوئے نے خوشنودیِ شاہانِ اسلام حاصل کرنے کے لئے حلالِ خدا کو حرام کر دیا اور حرامِ خدا حلال کر دیا اور طرح طرح کی غلط تاویلات کر ڈالیں۔ خدا اہلِ اسلام کو توفیق خیر عطا کرے۔

آیت ۵۲:

حضرت عیسیٰؑ نے منکرین کو جو کچھ بتایا اُس پر ایمان لانا اور خدا و رسول کی اطاعت کرنا صراط مستقیم ہے۔ یہی انبیاء کا راستہ ہے۔

آیت ۵۴:

حضرت عیسیٰؑ نے علاماتِ نبوت کو دکھانے کے بعد بھی دیکھا کہ منکرین ایمان نہیں لاتے تو ان کے ایمان کی پرکھ کے لئے پوچھا کہ خدا کے کام میں میرا مددگار کون ہے؟ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ بقولِ نصاریٰ ابن اللہ نہیں ہیں بلکہ خدا کے بندہ اور رسول ہیں۔ اس سوال کے جواب میں صرف چند حواری بولے کہ ہم آپ کی مدد خدا کے کام میں کریں گے گویا انہوں نے اقرار کیا کہ عیسیٰؑ ابن اللہ نہیں ہے بلکہ خدا کی جانب سے رسول ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور ہم مسلمان ہیں۔ یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا کی وحدت کو مانے اور رسول کی رسالت پر ایمان لائے۔

اس آیت نے بتایا کہ حواریوں نے کہا کہ ہم کتابِ خدا اور اتباعِ رسولؑ کا بھی اقرار کرتے ہیں اور رسولؑ کو اپنا گواہ بھی بنایا۔ یہی طریقہ سچے مسلمان کا ہوتا ہے۔

منکرین خدا و رسولؑ نے باوجود تمام معجزات و آیات عیسیٰؑ دیکھنے کے بعد بھی کفر اختیار کیا اور عیسیٰ نے ان کے کفر کی جھلکی ان کے اقوال و افعال میں پائی تو فوراً مومن و کافر میں فرق پیدا کرنے کے لئے ان سے پوچھ لیا کہ خدا کے کام میں میرا مددگار کون بننا چاہتا ہے؟ تو سب خاموش رہے صرف چند حواری مومن نکلے۔ منکرین نے ہٹ دھرمی کرتے ہوئے مکر سے کام لیا گویا خدا اور رسول کے ساتھ جعل سازی کی مگر خدا نے ان کے جعل وفریب اور چال چلنے کا یہ توڑ کیا کہ عیسیٰؑ کے قتل کی سازش کو بیکار کر دیا اور عیسیٰؑ کو قیدِ یہود سے بذریعہ فرشتہ آسمان کی طرف بلا لیا اور عیسیٰؑ کی مخبری کرنے والے منافق کو عیسیٰؑ کا ہم شکل بنا کر پھانسی دلا دی۔ یہود کی چال الٹی ہوگئی۔ خدا کے نبی اور خدا کے دین کا وقار باقی رہا۔ مکر کے معنی خفیہ حیلہ وتدبیر کرنے کے ہیں مگر اُردو زبان میں مکر کو فریب دہی کے لئے بولتے ہیں خدا کی شان اس سے پاک ہے۔

آیت ۵۵:

حواری مشتق حَوَرَ سے ہے حَوَرَ بمعنی سفید، چونکہ حواری سفید لباس پہنتے تھے اس لئے ان کو حواری کہا گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت مریمؑ نے عیسیٰؑ کو ایک ماہر رنگ ساز کے سپرد کر دیا تھا تا کہ عیسیٰؑ کو صباغت سکھائے۔ ایک دن وہ رنگ ساز کہیں جا رہا تھا عیسیٰؑ سے کہہ گیا کہ ظرف میں ڈال کر فلاں فلاں کپڑے کو زرد، سرخ، سبز و نیلا رنگ دینا۔ عیسیٰؑ نے سب کپڑوں کو نیل میں ڈال دیا، اور دعا کی: اَللّٰھُمَّ آخرَجَھَا علی ما اُرِیں۔ (ترجمہ: اے خدا ان کپڑوں کو اس رنگ پر نکال جیسا میں رنگ چاہتا ہوں۔) جب استاد آیا عیسیٰؑ سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ سب کپڑے ایک ہی ظرف میں ڈال دیئے تو وہ پریشان ہو گیا لوگ جمع ہو گئے۔ عیسیٰؑ نے کہا: گھبراؤ نہیں جو رنگ تمہیں مطلوب ہے وہی ظرف سے نکلے گا۔ چنانچہ ہر لباس مطابقِ خواہشِ رنگ ساز کے نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی اور انہوں نے جانا کہ واقعی یہ خدا کا

خاص مقبول بندہ ہے۔ لہٰذا یہ سب حضرت عیسیٰؑ کی ہدایت و دعوت کی وجہ سے مسلمان ہو گئے اور عیسیٰؑ کے ساتھ رہنے لگے۔ یہی حواری تھے۔

یہود نے دھوکے سے ایک رات کو حضرت عیسیٰؑ کو پکڑ لیا۔ اور گھر میں بند کر دیا۔ رات بھر نگرانی کی صبح سب جمع ہوئے۔ ایک شخص جس کا نام یہودا تھا اُس کو حجرہ میں بھیجا۔ مگر عیسیٰؑ کو خدا آسمان پر لے جا چکا تھا۔ یہودا نے دیکھا کہ حجرہ میں عیسیٰؑ موجود نہیں ہیں۔ وہ باہر نکلا۔ اس کی شکل عیسیٰؑ جیسی ہو چکی تھی یہودیوں نے اس کو پکڑ لیا۔ وہ بہت چلایا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں مگر کسی نے کچھ نہ سنا اور اُس کو دار پر لٹکا دیا۔ سات دن کے بعد عیسیٰؑ آسمان سے زمین پر آئے حواریوں کو تبلیغ کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: لقد ضربتِ فی اللیلۃ التی قبض فیھا یوشع بن نون و قبضت فی اللیلۃ التی عرج بھا عیسی ابن مریم۔ (میرے سر پر ضربتِ شمشیر اس رات کو لگے گی جس رات یوشع بن نون کی وفات ہوئی اور میری شہادت کی وہ رات ہے جس رات عیسیٰؑ آسمان کی طرف گئے تھے یعنی ۲۱ رمضان)۔

یہ آیت بتا رہی ہے کہ اہلِ ایمان کافرین پر ہمیشہ فتحیاب ہوں گے۔

آیت ۵۷:

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا نیکوکاروں کو ان کے نیک اعمال کا بدلہ ضرور پورا پورا دے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بغیر عمل کے کچھ نہیں ملے گا۔ عمل مقدم ہے۔ عمل نیک ہے تو اجر، اگر عمل بد ہے تو سزا ملے گی۔ فرقہ جبریہ کا یہ کہنا کہ انسان مجبورِ محض ہے اور اعمالِ بد و نیک کا فاعلِ مخفی خود خدا ہے۔ اس آیت سے اس کی رد ہوتی ہے۔

آیت ۵۸:

خدا نے اپنے حبیبؐ اور رسولؐ کو واقعاتِ گذشتہ سنائے تا کہ وہ آپؐ کی امت کے لئے عبرت ہوں، آپؐ کے لئے وجہ تسلی ہوں اور یہود و نصاریٰ کے لئے وجہِ ہدایت ہوں۔ واقعات گذشتہ کے بارے میں یہود و نصاریٰ نے آسمانی کتابوں میں غلط چیزیں شامل کر دی تھیں لہٰذا قرآن نے ان کو صحیح صورت میں بیان کر دیا۔

آیت ۵۹:

خدا نے عیسیٰؑ کی پیدائش سے اس لئے مثال دی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں بہت کچھ شکوک تھے اور اتہام تھے۔ خدا نے ان کو دور کیا ہے۔ بتایا ہے کہ آدمؑ کی خلقت بِن والدین کے صرف مٹی سے ہوئی اس پر تم ایمان لائے ہو اور عیسیٰؑ کی خلقت صرف ماں سے ہوئی اس کے تم منکر ہوتے ہو۔ یہ تمہاری کم عقلی کے سوا اور کیا ہے۔ علاوہ بریں خدا تو ایسا صاحبِ قدرت ہے کہ وہ بے سبب اور بے مادہ جو حکم دے دیتا ہے وہ حکم فوراً پورا ہو جاتا ہے۔ یہ

اعتقاد رکھنا اور اقرار کرنا کہ خدا لاشریک ہے یہی اصل ایمان ہے۔

آیت ۶۰:

امتِ موسیٰؑ سے یہود اور عہد سابقہ کے دیگر منکرین نے ولادتِ عیسیٰؑ کے بارے میں شک کیا، اس شک کی وجہ سے وہ کافر ہو گئے اور صرف اقرارِ خدا ان کے حق میں عبث ہوا۔ کیونکہ انہوں نے خدا کے قادرِ مطلق ہونے میں شک کیا۔ اے امتِ محمدیؐ تم ان یہود کی مانند شک میں نہ ہونا بلکہ خدا کے ہر فرمان پر بخلوصِ دل ایمان لانا۔ یہ تہدیدِ خدا ہے اہلِ اسلام کے لئے۔

آیت ۶۱:

اس آیت کو آیت مباہلہ کہتے ہیں۔ عہدِ رسولؐ کا یہ اہم تاریخی واقعہ ہے اور اسلام کی دشمنانِ دین پر روحانی فتح ہے۔ رسولِ خداؐ نے اہلِ نجران کو جو نصرانی تھے دعوتِ اسلام دی اور ان کے علماء کو سمجھایا مگر وہ انکار پر مصر رہے اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کلامِ خدا کی تصدیق سے قاصر رہے۔ یہ نصاریٰ ۷۳ قریوں میں آباد تھے ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ان کا وفد ساٹھ سواروں کا تھا۔ ان میں چودہ علماء تھے۔ عاقب سردار و حاکم تھا۔ دوسرا ایہم ان کا مذہبی پیشوا تھا۔ یہ وفد مدینہ پہنچا۔ مدینہ میں مسجد نبوی میں انہیں اپنی باجماعت نماز ادا کرنے کی رسول اللہؐ نے اجازت دی۔ اس کے بعد وفد نے رسول خداؐ سے بحث و مباحثہ کیا۔ اس کے بعد رسول خداؐ نے عاقب اور ایہم کو دعوتِ اسلام دی۔ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اسلام کی رائے پوچھی۔ رسول خداؐ نے وحی کا انتظار فرمایا۔ پھر دوسرے دن ان کو آیت ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الخ سنائی وہ نہ مانے تو رسول خداؐ نے بحکمِ خدا ان کو مباہلہ کی دعوت دی اور یہ آیت تعالوا ندع ابنائنا الخ نازل ہوئی۔ صبح کو دوسرے دن (بقول حاکم ابن مردویہ و ابونعیم بہ روایتِ جابرؓ) رسول اللہؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لے کر میدانِ مباہلہ کی طرف چلے۔ نصاریٰ کے پیشوا عاقب نے کہا: انی اری وجوھاً لو سئلوا اللہ ان یزیل جبلاً من مکانہ لازالۃ فلا تباھلوا فتھلکوا ولا یبقی نصرانی علی وجہ الارض الی یوم القیامۃ۔ خلاصہ: میں ان چہروں کو دیکھتا ہوں اگر وہ دعا کریں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ تم مباہلہ نہ کرو ورنہ کوئی نصرانی قیامت تک باقی نہ رہے گا۔ پھر نصرانی اسقف نے رسول خداؐ سے یوں خطاب کیا: یا ابو القاسم انّا لا نباھلك ولکن نصالحك۔ (ترجمہ: اے ابو القاسمؐ ہم تم سے مباہلہ نہیں کریں گے بلکہ صلح کرنا چاہتے ہیں۔) رسول خداؐ نے فرمایا کہ اسلام قبول کرو ورنہ جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم صلح چاہتے ہیں ہم کو جزیہ قبول ہے۔ ہم کو ہمارے مذہب پر رہنے دیجئے۔ ہم دو ہزار حلّے، تیس زرہیں، تیس گھوڑے، نصف رجب میں اور نصف صفر میں دیا کریں گے۔

ابن کثیر نے کہا اور سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب **قل تعالوا ندع ابناء نا وابنائکم الخ۔** نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور کہا کہ اللہ پاک یہ میرے اہل ہیں۔ **رواہ مسلم و الترمذی وابن منذر و الحاکم و البیہقی۔** مباہلہ میں طرفین جھوٹے پر لعنت کرتے ہیں۔ نصاریٰ کا مباہلہ سے انکار کر دینا ثابت کرتا ہے کہ ان کو اپنے جھوٹ کا یقین تھا اور پنجتن پاک کی صداقت کا یقین تھا۔ اس واقعہ سے ثابت ہے کہ صادقین یہ افراد ہیں اور خدا نے حکم دیا ہے کہ **اتقوا اللہ و کو نوامع الصادقین** (سورہ توبہ آیت:۱۱۹)۔ (اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔) بہرحال جب نصاریٰ کے اُسقف اور احبار واپس چلے گئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا: **والذی نفسی بیدہ لو تباھلوا لمسخوا قرء ۃ وخنازیر ولا اضطرام علیھم الوادی ناراً ولا استاصل نجران و اھلہ حتی الطیر علی الشجر۔** (ترجمہ: قسم اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر وفد نجران مجھ سے مباہلہ کرتے تو خدا تعالیٰ ان کو بندر اور سور کی صورت میں مسخ کر دیتا اور ان پر آگ برستی کہ تمام اہل نجران اور اُس کے درختوں کے طائر تک ہلاک ہو جاتے۔)

آیت ۶۴:

یہود و نصاریٰ خدا کو مانتے تھے مگر یہود عزیرؑ نبی کو اور نصاریٰ عیسیٰؑ نبی کو خدا کا بیٹا اور شریکِ کار قرار دیتے تھے لہٰذا مشرک تھے۔ خدا نے حضرت محمدؐ کو حکم دیا کہ ان سے کہہ دو کہ ہم خدائے وحدہٗ لاشریک کو مانتے ہیں اب تم بھی خدا کو لاشریک مان لو یہ وہ صورت ہے کہ ہمارا تمہارا اختلاف ختم ہو جائے گا اور تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے۔

یہود و نصاریٰ اپنے احبار، اسقف اور پیشواؤں کو اپنا رب قرار دیتے تھے اور ان میں صفاتِ خدا کو لگاتے تھے۔ یہ ان کا شرک تھا لہٰذا خدا نے منع کیا۔ یہ واقعات بذریعہ حضرت محمدؐ امتِ محمدؐ کو سنائے گئے ہیں تاکہ وہ ایسا نہ کریں کیونکہ وہ بھی مشرک ہو جائیں گے اگر وہ اپنے کسی پیشوا میں صفات خدا کو لگائیں گے۔ خدا مسلمانوں کو اس شرکِ خفی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

آیاتِ سابقہ میں مسلمانوں کی صفات بتائی گئی ہیں کہ خدا ہی کو لاشریک معبود جانیں گے۔ کسی نبی، ولی، پیشوا کو اپنا رب تصور نہ کریں گے اور احکامِ خدا و رسولؐ پر عمل کریں گے۔

آیت ۶۵:

یہود و نصاریٰ کے لئے تہدید ہے کہ تم ابراہیمؑ کو یہودی یا نصرانی کہتے ہو اور ہمارے رسول محمدؐ کی بات ابراہیمؑ کے بارے میں نہیں مانتے ہو۔ تم کتنے بدعقل ہو کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ ابراہیمؑ موسیٰؑ سے ایک ہزار سال قبل تھے اور عیسیٰؑ سے دو ہزار سال قبل تھے۔ توریت و انجیل جن پر تم اعتقاد رکھتے ہو وہ بعد میں نازل ہوئیں۔ پھر تم کیسے کہتے ہو کہ

ابراہیمؑ یہودی ونصرانی تھے۔ خدا نے بتایا کہ یاد رکھو کہ ابراہیمؑ پاک مسلمان تھے وہ ہرگز مشرک نہ تھے۔ (معنی یہ ہے کہ تم بوجہ اپنے اعتقاد کے مشرک ہو)۔

آیت ۶۸:

ابراہیمؑ کے پیرو اور مطیع افراد بوجہ اپنے ایمان واطاعت کے ابراہیمؑ سے زیادہ قریب تھے۔

آیت ۶۹:

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لانے والے ان کو خدا کا نبی ماننے والے اُن سے قریب تر تھے اور اسی طرح حضرت محمدؐ اور آپؐ کی امت بھی بوجہ موافقتِ دین و وحدتِ مقصد وملت ان سے خصوصیت رکھتے ہیں۔ گویا یہ سب ایک ملت مسلمہ ہے اور ان کے منکر کافر ہیں۔ اللہ صرف مومنین کا ولی و ناصر ہے۔ یعنی امورِ دنیا و عاقبت میں ان کے تمام امور کا نگران ومحافظ و مالک ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اِنّ اولی النّاس بالا نبیاء اعلمھم بما جاء بہ۔ (ترجمہ: انبیاءؑ سے قریب تر وہ مومنین ہیں جو زیادہ جاننے والے ہیں اس علم کے جو انبیاء کو خدا کی جانب سے عطا ہوا ہے۔) پھر آپؑ نے فرمایا: ان اولی محمدؐ من اطاع اللہ وان بعدت لحمیۃ و انّ عدوّ محمدؐ من عصی اللہ وان قرابت قرابتہ۔ (ترجمہ: حضرت محمدؐ سے وہ شخص اولیٰ وقریب تر ہے جو خدا کا مطیع ہے اگر چہ وہ قرابت میں دور ہو اور حضرت محمدؐ کا دشمن وہ ہے جس نے خدا کی نافرمانی کی اگر چہ وہ قرابت ونسب میں آپؐ سے قریب ہو۔) رسول خداؐ نے فرمایا کہ ہر نبی کا انبیاءؑ میں کوئی ولی ہوتا ہے۔ میرا اولی میرا جد حضرت ابراہیمؑ ہے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب جعفر بن ابی طالب بحکمِ رسولؐ حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے۔ اور رسول خداؐ نے مدینہ ہجرت کی تھی۔ یہ آیت مدینہ میں اتری تھی۔ ہوا یہ کہ جعفر بن ابی طالبؑ حبشہ میں تھے تو مشرکینِ قریش میں دار الندوہ میں مشورہ ہوا اور بہت سے تحفے دے کر عمرو ابن عاص وعمارہ بن ابی معبد وعبداللہ ابن ربیعہ کو شاہِ نجاشی کے پاس حبشہ روانہ کیا۔ اس وفدِ مشرکینِ قریش نے نجاشی کو سجدہ کیا۔ تحفے دیئے اور وفدِ اسلام کے قتل کا مشورہ دیا اور نجاشی سے کہا کہ وہ جب دربار میں حاضر ہوں گے تو تجھ کو سجدہ نہیں کریں گے، ان کو قتل کر دینا۔ نجاشی نے وفدِ اسلام کو بلایا۔ جعفر بن ابی طالبؑ داخل دربار ہو رہے تھے تو آپؑ نے کہا: یستاذن علیك حزب اللہ۔ (گروہ خدا تم سے اجازت چاہتا ہے)۔ دربار میں گئے اور سجدہ نہیں کیا۔ نجاشی نے سبب پوچھا کہ دستورِ دربار کے خلاف کیوں جرأت کی۔ جعفرؑ نے کہا کہ ہم مسلمان بجز خدا کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ نجاشی نے مختلف سوالات کیے بعد کو حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں سوال کیا۔ جعفرؑ نے سورہ مریمؑ و دیگر سوروں کی تلاوت کی نجاشی نے احبار، رہبان اور تمام اسقف طلب کیے۔ پوچھا کہ عیسیٰؑ اور قیامت کے درمیان نبی کے آنے کی خبر انجیل میں ہے؟ علماء نے اقرار کیا

اور صفاتِ محمدؐ بیان کیں۔ نجاشی نے قولِ جعفرؓ کی تصدیق و تائید کی اور اُن کو بہ آرام رہنے کا حکم دیا اور تحفے دیئے۔ خدا نے یہ آیت اس واقعہ کے تحت مدینہ میں نازل کی۔ روایت ہے کہ یہود، عمارؓ، معاذ بن جبلؓ و حذیفہ یمانیؓ کو یہودی بنانا چاہتے تھے (سورہ بقر میں بھی یہ ذکر آیا ہے) مگر یہ لوگ مومنین کامل تھے اس پر آیت ان کی شان میں اور یہود کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔

آیت ۷۱:

اہلِ کتاب توریت و انجیل میں صفاتِ حضرت محمدؐ کا مطالعہ کر چکے تھے اور دیگر معجزات و آیاتِ نبوتِ محمدؐ کو دیکھ چکے تھے مگر اس کو چھپاتے تھے اور نبوت کے منکر تھے۔ اس پر ان کی ان آیات میں تہدید ہے۔

آیت ۷۲:

اہل خیبر میں بارہ یہودیوں نے باہم طے کیا کہ اولِ دن میں اظہارِ اسلام کرو اور آخر دن میں منکرِ اسلام ہو جاؤ اور مسلمانوں سے کہہ دو کہ ہم نے اپنے علماء سے بحث کی تو معلوم ہوا کہ محمدؐ وہ آخری نبی نہیں جن کا ذکر کتبِ آسمانی میں ہے اس طرح دیگر مسلمان مرتد ہو جائیں گے۔

آیت ۷۳:

تحویلِ کعبہ کے موقع پر بعض نے طے کیا کہ دن کی نماز کعبہ کی طرف ادا کرو اور شام کو بیت المقدس کی طرف اور مسلمانوں سے کہہ دو کہ قبلہ اول ہی بہتر ہے۔ لٰہذا قبلہِ دوم کو ہم نے ترک کر دیا اس طرح مسلمان بھی گمراہ ہو جائیں گے۔ خدا نے اس کی اطلاع مسلمانوں کو دیدی۔

معاملاتِ دنیا ہوں یا عاقبت اس میں وسعت و کشادگی پیدا کرنے والا خدا ہی ہے۔ دولتِ دنیا، علمِ دنیا، معرفتِ عاقبت، معرفتِ خدا و رسولؐ، درجاتِ جنت، نعماتِ اخروی سب کا مالک وہی اللہ ہے لٰہذا جب وہ اپنے بندہِ مومن سے راضی ہوتا ہے تو ایک عملِ نیک کا بدلہ دس گنا کر دیتا ہے۔ اس کے نام اور اس کی راہ میں پاک آمدنی کو خرچ کیا جائے تو وہ اتنی برکت عطا فرماتا ہے جو غیر محدود ہوتی ہے۔ علاوہ بریں وہ ایسا عالم ہے کہ ابتداءِ آفرینش سے تا قیامت اور اس کے بعد ابدالآباد کا علم رکھتا ہے۔ بندہ کبھی خیال نہ کرے کہ وہ قادر مطلق اس کے افعال و اقوال بلکہ نیات سے بےخبر ہے۔ وہ ہر عمل، قول و نیت کا جاننے والا اور اس پر اجر و سزا کا دینے والا ہے۔

آیت ۷۴:

رحمت کے تحت وہ نعمات آتی ہیں جو انسان کو جسمانی حیات اور حیاتِ آخرت کے لئے درکار ہیں۔ خصوصاً

معرفتِ ربانی بغیر اس کی مدد کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ انبیاء، اولیاء، اوصیاء، ائمہ اثنا عشر سب کو خدا نے اپنی رحمت سے مخصوص فرمایا ہے۔

آیت ۷۵:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارہ اوقیہ سونا عبداللہ بن سلام کے پاس امانتاً رکھوادیا۔ عبداللہ نے بوقت مطالبہ سب ادا کر دیا اور ایک شخص نے نجاض بن عاذ کے پاس ایک دینار امانت رکھوایا۔ اس نے خیانت کی اور مکر گیا۔ خدا نے اس آیت میں بتایا کہ نصاریٰ میں امانت ہے کیونکہ عبداللہ بن سلام نے امانت ادا کر دی اور دوسرے نے جو یہودی تھا خیانت کی۔ یہودی کہتے تھے کہ ہماری توریت میں لکھا ہے کہ اہلِ عرب کا مال ہر طریقہء ناجائز سے کھالینا جائز ہے۔ خدا نے فرمایا کہ یہ کاذب ہیں۔ توریت میں امانت داری کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول خداؐ نے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا: **كذب اعداء الله من شے فی الجاهلية الا وهو تحت قدمی اِلّا الامانة فانها موادة الی البر والفاجر** ۔ (رسول اللہؐ نے فرمایا کہ زمانہِ جاہلیت کی ہر رسم میرے قدموں کے نیچے ہے۔ بجز امانت کے کہ وہ نیک و بدکار ہر شخص کو ادا کی جائے)۔

اُمّی، اَن پڑھ جاہل کو کہتے ہیں۔ اہلِ عرب کو بھی اُمّی کہا جاتا ہے کیونکہ اُمُّ القریٰ مکہ شریف کا نام تھا۔ لہٰذا اس کے رہنے والوں کے لئے اُمّی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہود اہل مکہ و نواحی مکہ کو اُمّی کہتے تھے اور ان کے مال پر ناجائز قبضہ کو جائز سمجھتے تھے۔

آیت ۷۶:

اللہ نے بتایا کہ اس کو تقویٰ، امانت داری اور ایفائے عہد پسند ہے اور جس میں یہ صفات ہوں وہ متقی ہے۔ اس آیت سے ایفائے عہد اور امانت داری مسلمانوں پر فرض ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس شخص میں تین صفات ہوں وہ منافق ہے اگر چہ وہ دعویٰ ایمان کرے، خواہ روزہ رکھے اور نماز ادا کرے۔ اول یہ کہ دروغ گوئی کرے۔ دوم: جب وعدہ کرے خلافِ وعدہ کرے۔ سوم: امانت میں خیانت کرے۔ آپؐ نے فرمایا: امانت دار اور راست گو سوداگر روزِ قیامت شہداء و صدیقین کے ساتھ ہوگا۔

آیت ۷۷:

قحط کے زمانہ میں علماءِ یہود کعب بن اشرف کے پاس آئے اس سے گندم مانگی۔ کعب نے پوچھا کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو جس نے دعویِٰ نبوت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ پیغمبرِ خدا ہے۔ کعب نے کہا کہ میں تم کو بہت کچھ دیتا مگر اب نہ دوں گا۔ احبارِ یہود پشیمان ہوئے اور کعب سے مہلت لی کہ غور کر لیں۔ بعد کو توریت

کو پڑھا۔ اوصافِ محمدؐ دیکھا تو اُس کو تحریف کیا، عبارت بدل دی اور کعب کے سامنے عبارت تحریف شدہ کو پڑھا وہ خوش ہوا اُن کو گندم ونقد دیا۔ خدا نے اس آیت میں اُن کے لئے سزا تجویز کی ہے کہ خدا کے نزدیک مردود ہیں۔

آیت ۷۸:

یہ آیات یہود ونصاریٰ کی مذمت میں ہیں کہ وہ باوجود علم کے دانستہ توریت وانجیل کی صحیح عبارت کے لہجہ کو تبدیل کر کے بدل دیتے ہیں اور اس کی غلط قرأت میں ایسے الفاظ ومعنی پیدا کر لیتے ہیں جن سے ان کی اغراض وابستہ ہوتی ہیں اور عوام کے سامنے ظاہر کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ پڑھا اس کے معنی اس طرح ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔ وقتی تقریر سے فائدہ اٹھا کر عوام سے اپنی بات منوا لیتے ہیں۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ جو کچھ وہ غلط بیانی کرتے ہیں گویا وہ دانستہ خدا پر بہتان لگاتے ہیں۔ یہ فعل ان کا اُن کو کافر اور ملعون قرار دیتا ہے۔ یہ واقعہ خدا نے حضرت محمدؐ کو سنایا ہے تاکہ آپؐ کی امت کے لوگ سمجھ لیں کہ کتابِ خدا کا ماننا اور اس کے غلط معنی بیان کرنا ان کو بجائے ثواب کے آخرت کے عذاب کا مستحق بنائے گا۔ آج قرآنِ کریم کے معنی کو جس طرح دعوائے اسلام رکھنے والوں نے مسخ کیا ہے اور اس میں تحریف کی ہے، وہ عہدِ سابق کے یہود ونصاریٰ سے کم نہیں ہیں۔ قریب قریب ہر آیت کے معنی اور الفاظ کو اپنی اغراض کے مطابق ڈھال لیا گیا ہے۔ آئے دن فرقوں پر فرقے بن رہے ہیں۔ اسلام کی جڑ کاٹی جا رہی ہے اور عذابِ آخرت کو حاصل کیا جا رہا ہے۔ خدا نیک دل مسلمانوں کو ان گمراہ کن علماءِ سو کی زد سے محفوظ رکھے کیونکہ وہ سیاسی حکومت کے اقتدار سے مرعوب ومغلوب ہو گئے ہیں۔

آیت ۷۹:

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابی رافع قرظی اور ا سید نجرانی نے کہا: **یا محمدؐ تریدان نعبدك و نتخذك ربّا**۔ (اے محمدؐ آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپ کو اپنا رب مان لیں؟) رسول اللہؐ نے فرمایا: **معاذ الله ان نعبد غیر الله وان نامر بعبادۃ غیر الله**۔ (میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ خدا کے غیر کی عبادت کروں اور یہ کہ غیر خدا کی عبادت کا حکم دوں)۔ **فما ذلك بعثنی ولا بذلك امرنی**۔ (نہ اس لئے میری بعثت ہوئی ہے اور نہ اس کا مجھ کو حکم دیا گیا ہے)۔

واقعہ شتر۔ ایک انصاری کا مدینہ میں ایک اونٹ تھا جب بوڑھا ہو گیا تو مالک نے اس کے نحر کا ارادہ کیا وہ بھاگا اور درِ مسجدِ رسولؐ پر جا کر فریاد کی۔ رسول اللہؐ نے مرد انصاری سے کہا کہ اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ انصاری نے شتر رسول اللہؐ کو نذر کر دیا۔ رسول اللہؐ نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ مدینہ میں گھومتا پھرتا، لوگ اس کو عتیق رسول اللہؐ کہتے تھے۔ یعنی آزاد کردہ رسولؐ۔ اصحاب نے دیکھا کہ جب وہ شتر رسولؐ کو دیکھتا تو اپنا سر زمین پر رکھ لیتا تھا۔ اصحاب نے پوچھا کہ

جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے۔ ہم بھی آپ کو سجدہ کریں؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: لا ینبغی السجود الا للہ (بجز خدا کے سجدہ کسی کے لئے نہ چاہئے)۔ ایک مرتبہ اصحاب نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ ہم باہم ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ کچھ امتیاز آپ کے سلام میں ہو۔ لہٰذا کہا: افلا سجدلك۔ (ہم کیوں نہ آپ کو سجدہ کریں؟) رسول خداؐ نے فرمایا: لا ینبغی ان یسجد لاحد من دون اللہ ولکن اکرموا نبیّکم واعرفوا الحق لاھلہ (سزاوار نہیں ہے کہ سوائے خدا کے کسی اور کو سجدہ کیا جائے لیکن تم اپنے نبی کی عزت و اکرام کرو اور ان کے اہل کا حق پہچانو۔)

عیسیٰؑ ہوں یا موسیٰؑ یا دیگر انبیاءؑ ان کو خدا نے علم و حکمت دے کر افضل بنایا ہے ان کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے کو رب منوائیں بلکہ لوگوں کو چاہئے کہ ان کو اپنا نبی جانیں۔ انبیاءؑ نے تو ایسا کبھی نہیں کیا کیونکہ خدا اس کی شہادت دیتا ہے اور یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کو ممانعت ہے کہ وہ کبھی ایسا نہ کریں ورنہ وہ کافر ہو جائیں گے۔ ملائکہ کو بعض لوگ رب جانتے تھے اس کی بھی ممانعت ہے۔

آیت ۸۱:

سابقہ آیات میں ذکر ہے کہ خدا نے تمام انبیاء سے عہد لیا تھا کہ جب حضرت محمدؐ مبعوث ہوں تو ان کی بعثت پر سب ایمان لائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عہد عالمِ ارواح میں خدا نے لیا اور تمام انبیاءؑ نے نبوت اور رسالتِ حضرت محمدؐ کا اقرار کیا۔ جب جب وہ نبی آتے رہے تو اپنی اپنی امت میں نبوتِ حضرت محمدؐ کا ذکر کرتے رہے اور ان کو حکم دیتے رہے کہ وہ حضرت محمدؐ کی نبوت پر ایمان لائیں۔ یہی وعدہِ نصرتِ محمدؐ تھا جو انبیاءؑ نے پورا کیا۔

آیت ۸۲:

یہ عہدِ نبوتِ حضرت محمدؐ اتنا اہم اور باعظمت تھا کہ تمام انبیاءؑ اور ان کی امتوں کو خدا نے گواہ بنایا اور بعد کو خود بھی گواہی دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ انبیاءِ سابقین کی امت میں سے جس شخص نے انکار کیا یا عہدِ حضرت محمدؐ کا اہلِ کتاب میں سے جس نے بھی انکار کیا وہ فاسق ہے یعنی دائرہ ایمان سے باہر ہے۔

آیت ۸۳:

خدا تعالیٰ نے اس آیت سے ظاہر کیا ہے کہ دینِ خدا جو دینِ اسلام ہے اس کے علاوہ جو بھی دوسرے دین کا تابع ہوگا وہ کافر ہوگا۔

آیت ۸۴:

حضرت محمدؐ کو حکم ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ اور تمام انسانوں سے کہہ دیں کہ ہم خدا و قرآن اور ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اور

اسحاقؑ و یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ ،موسیٰؑ عیسیٰؑ اور جو تمام دیگر انبیاءؑ پر نازل ہوا ہے، اس سب پر ایمان لائے ہیں۔ مطلب یہ کہ مسلمان پر فرض ہے کہ وہ تمام انبیاءؑ کو تسلیم کرے اور بلحاظِ درجہِ نبوت و کارِ نبوت کسی میں فرق نہ کرے اور یہ سمجھے کہ یہ سب خدا کے مقرر کردہ نبی تھے۔ مگر ان کے مراتب و درجات مختلف ہیں اور تمام انبیاءؑ کے سید و سردار حضرت محمدؐ ہیں۔

آیت ۸۵:

بنی اسرائیل کہتے تھے نحن اولیٰ بالنبوۃ من محمدؐ لِاَنّا اھل الکتاب والنبیون منّا۔ (ہم نبوت کے محمدؐ سے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ ہم اہل کتاب ہیں اور انبیاءؑ ہم میں سے ہوئے ہیں)۔حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا نے ہر پیغمبر سے عہد لیا کہ محمدؐ پر ایمان لائے اور اپنی امت کو حکم دے کہ وہ بھی حضرت محمدؐ پر ایمان لائے۔ اب اس تاکید کے بعد بھی جو عہدِ انبیاءِ سابقینؑ میں یا بہ عہدِ حضرت محمدؐ اس سے انکار کرے گا وہ دائرہِ ایمان سے باہر ہوگا اور مطابقِ حکمِ خدا فاسق ہوگا۔ فاسق کے معنیٰ یہ ہے ھم الخارجون عن الاسلام الیٰ فحش مراتب الکفر و تمرّدھم۔ (فاسق اسلام سے خارج ہے بوجہ اپنے بدترین کفر و سرکشی کے)۔انس بن مالکؓ نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو بخوشی ایمان لائے وہ فرشتے ہیں آسمان کے اور زمین پر وہ لوگ انصار ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: لا تسبّوا صحابی فانھم اسلموا طوعا واسلم الناس من خوف سیو فھم۔ترجمہ: میرے اصحاب کو گالیاں نہ دو، برا نہ کہو کیونکہ وہ بخوشی ایمان لائے ہیں اور عوام ان کی تلوار کے خوف سے ایمان لائے ہیں۔

جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگا وہ دنیا میں بہترین معاشرہ سے محروم ہوگا اور آخرت میں عذابِ دردناک کا حقدار ہوگا۔ اکثر تفاسیر میں ہے کہ بارہ مسلمان مرتد ہوکر کافر ہوئے: طعمہ بن ابرق ،حارث بن سوید بن صامت، قیس بن حبابہ وغیرہ۔تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حارث بن سوید مکہ جاکر مشرکین کے ہمراہ ہوگیا۔ بعد کو پشیمان ہوا اور کسی کو مدینہ بھیجا اور اپنے کسی آدمی کے ذریعہ رسول خداؐ سے دریافت کرایا کہ آیا اس کی توبہ قبول ہوگی؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔اِلَّا الذین تابوا الخ مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں۔

آیت ۸۶:

روایت ہے کہ حارث بن سوید کا بھائی آیات سابقہ کو سن کر مدینہ روانہ ہوا اور راہ میں توبہ کرتا تھا۔ اُس نے کہا کہ جو کچھ میں نے سنا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ محمدؐ صادق ہیں۔ خدا صادق ہے۔ اُس کا وعدہ سچا ہے۔ پس کیوں نااُمید ہو جاؤں؟ اس نے یہ آیت دیگر گیارہ مرتدین کو سنائی تو انہوں نے توبہ سے انکار کردیا اور کہا کہ ہم ابھی مکہ میں مقیم ہیں اور محمدؐ کے

مغلوب ہونے کا انتظار کریں گے۔ اگر محمدؐ مغلوب ہو گئے تو **فھو المراد:** یہی ہم چاہتے ہیں ورنہ جب ہم چاہیں گے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیں گے۔ تو خدا نے اپنے رسولؐ کو ان کے ارادہ سے آگاہ کیا اور یہ آیت نازل کی: **ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ا**ا لخ۔ (جنہوں نے بعدِ ایمان کفر اختیار کیا اور بوجہ ضد کے کفر کو زیادہ کیا اُن کی توبہ کبھی قبول نہ ہوگی وہ ضالین یعنی گمراہ ہیں)۔ مفسرین کی رائے ہے کہ مرتد کی توبہ قبول نہ ہوگی اور یہ آیت اس کی تائید کرتی ہے۔

آیت ۸۷:

جو خدا کی نشانیوں اور انبیاءؑ، کتبِ سماویہ اور قرآن کا منکر ہے وہ ظالم ہے اور ظالم کو خدا اس قابل نہیں سمجھتا کہ اس کی ہدایت کی جائے کیونکہ وہ دانستہ با اختیارِ خود باوجود علم رکھنے کے کافر ہوا ہے۔ لہٰذا اس کو ہدایت بار بار کرنا فعلِ عبث ہے۔ اور فعلِ عبث حکیمِ مطلق نہیں کرتا کیونکہ یہ خلافِ فطرت ہے۔ ایسے ظالموں پر خدا و ملائکہ کی لعنت ہمیشہ رہے گی اور مومنین بھی ان پر ہمیشہ لعنت کریں گے اور یہ لعنت منکرین کے لئے اور ظالموں کے واسطے دائمی عذابِ جہنم کا سبب ہوگی۔ آیت یہ بتاتی ہے کہ ظالموں پر لعنت کرنا خدا و ملائکہ اور مومنین کے لئے ضروری ہے کیونکہ خدا کا وعدہ سچا ہے خدا اہلِ اسلام کو محفوظ رکھے کہ وہ نہ ظلم کا ارتکاب کریں اور نہ ظالموں کا ساتھ دیں تاکہ لعنتِ خدا اور ملائکہ و مومنین سے محفوظ رہ سکیں۔

آیت ۹۱:

اگر کوئی کافر انتہائی دولت مند ہو جائے حتٰی کہ روئے زمین سونے سے بھر جائے اور وہ اس کا مالک ہو اور وہ اس کو فدیہ دے کر عاقبت میں اپنی نجات کا طالب ہو تو بھی خدا اس کو معاف نہ کرے گا اور کوئی فدیہ قبول نہ کرے گا۔ اس کے معنی یہ ہے کہ اگر انسان عقل رکھتا ہے اور دولتِ ایمان سے اس کا دامنِ دل بھرا ہوا ہے تو اس کو اس ایمان کی قدر اس سے بھی زیادہ کرنا چاہئے جتنی قدر اس کو اتنے سونے سے ہو جو روئے زمین کو بھر دے۔ کیونکہ نجاتِ آخرت کے لئے رضائے خدا سب سے زیادہ قیمتی ہے کہ وہ ابدی نعماتِ جنت کا مستحق بناتی ہے۔ جو لوگ مالِ دنیا کی خاطر اور مصلحت دنیوی کی وجہ سے ناجائز طریقہ اور ظلم و جور اور خدا فراموشی سے زر و جواہر، حکومت وغیرہ حاصل کرتے ہیں اور خدا کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتے ان کے لئے یہ آیت تہدید شدید ہے۔ موجودہ زمانے کے مسلمانوں کو توبہ کر لینا چاہئے اور معاشرہِ اسلامی میں جو ظلم و جور آج موجود ہے اس کو رضائے خدا کے حاصل کرنے کے لئے ترک کر دینا چاہئے اور سابق میں جو ظالم گزرے ہیں ان کی حمایت سے اپنے دامن کو پاک کر لینا چاہئے۔ خدا ہم کو اپنی ناراضگی سے امان میں رکھے۔

ظالم سے خدا پنی مدد ہٹالیتا ہے لہٰذا ظالم جلد یا بدیر تباہ ہو جاتا ہے۔ بغیر نصرتِ خدا دنیا و دین کا کوئی کام کامیابی سے نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ظالم سے نصرتِ خدا دور ہو جاتی ہے۔

الجزء ٤

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ۬ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ﴿۹۲﴾

تم ہرگز نیکی نہ پاؤ گے جب تک کہ (راہِ خدا) میں اس چیز کو خرچ نہ کرو گے جس سے تم محبت رکھتے ہو اور جو کچھ بھی تم خرچ کرتے ہو پس یقیناً اللہ اس کا علم رکھتا ہے۔(۹۲)

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰٮةُ ‌ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰٮةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۹۳﴾

ہر قسم کا کھانا بنی اسرائیل کے لئے حلال تھا سوائے اس شئے کے کہ جو اسرائیل (یعقوبؑ) نے اپنے لئے حرام کرلی تھی، اس سے قبل کہ توریت نازل کی گئی۔ (اے محمدؐ) تم (یہود سے) کہہ دو کہ توریت لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔(۹۳)

فَمَنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۹۴﴾

وقف جبریل علیہ السلام

پس اس کے بعد جو اللہ پر الزام تراشی کرے (جھوٹ بولے) پس وہی لوگ تو ظالم ہیں۔(۹۴)

قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ‌ ۗ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۵﴾

(اے محمدؐ) کہہ دو اللہ نے سچ کہا۔ پس تم سب پیروی کرو ملتِ ابراہیمؑ کی بخلوصِ دل اور وہ (ابراہیمؑ) مشرکین میں سے نہ تھے۔(۹۵)

اِنَّ اَوَّلَ بَيۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَـلَّذِىۡ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلۡعٰلَمِيۡنَ‌ۚ ﴿۹۶﴾

یقیناً پہلا گھر جو تمام لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ مبارک ہے اور تمام عالمین کے لئے ہدایت ہے۔(۹۶)

فِيۡهِ اٰيٰتٌ ۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِيۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ‌ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ

اس میں روشن نشانیاں ہیں (اور) مقام ابراہیمؑ ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ امان میں ہے اور اس گھر کا حج کرنا خدا کے واسطے انسانوں پر فرض ہے،

حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

جس کسی کو بھی اس حجِ بیت اللہ کرنے کی استطاعت یا طاقت ہے اور جس نے اس سے انکار کیا پس یقیناً اللہ تمام عالموں سے بے نیاز ہے۔(۹۷)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾

کہہ دو اے اہلِ کتاب کہ تم خدا کی نشانیوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ جبکہ اللہ تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔(۹۸)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ
اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾

کہہ دو اے اہل کتاب تم خدا کی راہ سے کیوں روکتے ہو اُس کو جو ایمان لایا اور کیوں اس کی کج روی اور گمراہی کے طالب ہو، حالانکہ تم خود شاہد ہو، اور اللہ غافل نہیں ہے اُس سے جو تم کرتے ہو۔(۹۹)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا
فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ
بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

اے ایمان لانے والو! اگر تم اطاعت کرو گے ان لوگوں میں سے کسی گروہ کی تو وہ ایمان کے بعد تم کو پھر کافر بنا دیں گے۔(۱۰۰)

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ
بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ع ع ۱۰

اور تم کیوں کر کافر ہو جاؤ گے جب کہ تم پر آیات خدا کی تلاوت کی جاتی ہے؟ اور تمہارے درمیان اُس کا رسولؐ موجود ہے؟ اور جو خدا سے مضبوط تعلق جوڑے گا، پس یقیناً اس کی ہدایت کی جائے گی صراطِ مستقیم کی طرف۔(۱۰۱)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ

اے ایمان لانے والو! خدا سے ڈرو اس طرح جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور تم بجز مسلمان ہونے

تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ (١٠٢)

کے کسی حالت پر نہ مرو۔(۱۰۲)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا
تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ
فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى
شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ (١٠٣)

اور تم سب خدا کی رسی سے متمسک ہو جاؤ (جڑے رہو) اور فرقہ فرقہ نہ بنو، اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے، جبکہ تم دشمن تھے، پس خدا نے تمہارے دلوں میں الفت ومحبت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کی بدولت باہم بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پھر خدا نے تم کو اس سے بچایا۔ اس طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے لئے بیان کرتا ہے کہ شاید تم ہدایت پا سکو۔(۱۰۳)

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى
الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (١٠٤)

اور یہ لازم ہے کہ تم میں سے ایک جماعت لوگوں کو دعوتِ خیر دے اور امر بالمعروف کرے اور نہی عن المنکر کرے اور ایسے لوگ وہ ہیں جو فلاح (یعنی مکمل کامیابی) پانے والے ہیں۔(۱۰۴)

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا
وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ
وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ (١٠٥)

اور تم ان لوگوں کی مثل نہ ہو جانا کہ وہ فرقہ فرقہ ہو گئے اور انہوں نے باہم اختلاف کیا، جبکہ اُن کے پاس خدا کی روشن دلیلیں اور نشانیاں آ چکی تھیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے عذاب عظیم ہے۔(۱۰۵)

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ

اُس دن کچھ چہرے نورانی ہوں گے اور کچھ چہرے کالے ہوں گے۔ پس جن لوگوں کے منہ کالے ہوں گے اُن سے کہہ دیا جائے گا کہ کیا تم ایمان

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ پس اب تم وہ سزا چکھو جس کا تم انکار کرتے تھے۔(۱۰۶)

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور وہ لوگ جن کے چہرے نورانی ہوں گے وہ رحمتِ خدا میں ہوں گے اور اسی رحمت میں ہمیشہ رہیں گے۔(۱۰۷)

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

یہ خدا کی آیات اور دلیلیں ہیں جو ہم تلاوت کرتے ہیں تم پر حق کے ساتھ بالکل درست۔ اور خدا ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا عالمین کے لئے۔(۱۰۸)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱/۸

اور خدا ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور خدا ہی کی طرف تمام معاملات لوٹ کر جائیں گے۔(۱۰۹)

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

تم بہترین امّت (یا گروہ) ہو کہ ہدایت کے لئے نکلے ہو کہ لوگوں کو حکم دیتے ہو نیکی کرنے کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے۔ اور تم ایمان لاتے ہو اللہ پر اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کے حق میں اچھا ہوتا۔ ان میں سے کچھ تو مومن ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق (دائرۂ فرمان سے باہر اور نافرمان، گناہ گار) ہیں۔(۱۱۰)

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر صرف اذیت دیں گے اور اگر وہ تم سے جنگ کریں گے تو تم کو پیٹھ دکھائیں گے۔ پھر ان کی مدد بھی نہ کی جائے گی۔(۱۱۱)

ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ اَيۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡمَسۡكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ﴿١١٢﴾

جہاں کہیں پائے جائیں اُن کے لئے ذلت قرار دی گئی ہے، سوائے اس کے کہ خدا کے عہد اور آدمیوں کے عہد کی پناہ میں آجائیں اور وہ غضبِ خدا میں گرفتار ہوئے اور اُن پر تنگدستی اور فقیری کی مار پڑی۔ یہ اس لئے ہوا کہ وہ آیات خدا کا انکار کرتے تھے اور ناحق انبیاء کو قتل کرتے تھے۔ یہ اس لئے ہوتا تھا کہ وہ نافرمانی اور گناہ کرتے تھے اور حد سے متجاوز ہو جاتے تھے۔(۱۱۲)

لَيۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآٮِٕمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ﴿١١٣﴾

وہ سب برابر نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک امّت (گروہ) ثابت قدم ہے، جو راتوں کو آیاتِ خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔(۱۱۳)

يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُسَارِعُوۡنَ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ وَاُولٰٓٮِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿١١٤﴾

وہ اللہ اور روزِ محشر پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم اور بدی کرنے سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں کے کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہی صالحین میں سے ہیں۔(۱۱۴)

وَمَا يَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلَنۡ يُّكۡفَرُوۡهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ﴿١١٥﴾

اور جو نیکی بھی وہ کریں گے پس اس کی ناقدری نہ کی جائے گی اور اللہ پرہیزگاروں یعنی برائیوں سے بچنے والوں کے حال سے باخبر ہے۔(۱۱۵)

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔا ؕ

یقیناً وہ لوگ جو کافر ہو گئے اُن کو اُن کی اولاد اور اموال خدا کے سامنے کچھ کام نہ آئیں گے اور وہی

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾

لوگ ہیں جو جہنم میں رہیں گے بلکہ وہ اس جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔(١١٦)

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٧﴾

مثال اس کی جو وہ زندگانیِ دنیا میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہوا کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو اور وہ اس قوم کی کھیتی پر چلے اور اس کو تباہ کردے۔ جس قوم نے اپنی جانوں پر ظلم توڑا، اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ یعنی گناہ کرکے خود کو نقصان پہنچاتے ہیں۔(١١٧)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾

اے ایمان لانے والو! اپنوں کے سوا کسی کو راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی میں کمی نہ کریں گے۔ جتنی تم کو تکلیف پہنچے گی وہ خوش ہوں گے۔ دشمنی تو ان کی بات بات سے ظاہر ہے۔ اور جو کچھ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی کہیں زیادہ (برا) ہے۔ بیشک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں اور دلیلیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔(١١٨)

ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

اب سن لو کہ تم تو ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے۔ جبکہ تم پوری کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملاقات کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہے کہ ہم ایمان لائے اور جب وہ تنہا ہوتے ہیں تو تم پر غصّہ سے اُنگلیاں اپنے دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ کہہ دو کہ تم اپنے غصّہ سے مر جاؤ۔ یقیناً اللہ دلوں

الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

کے حال سے باخبر ہے۔(۱۱۹)

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ؗ
وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ
شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع ١٢ ١١ ٣

اگر تم کو کوئی نیکی یا فائدہ پہنچتا ہے تو ان کو برا لگتا ہے۔ اور اگر تم کو کوئی بدی پہنچتی ہے تو وہ اُس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے اور برے کاموں سے بچو گے تو اُن کا مکر (یا بدمعاشی) تم کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچائے گا۔ یقیناً خدا جو کچھ وہ کرتے ہیں اُس پر محیط ہے۔(یعنی پوری طرح ان کو گھیرے ہوئے ہے۔)(۱۲۰)

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ
الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ
سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۲۱﴾

اور (اے رسولؐ تم اس وقت کو یاد کرو) جب تم صبح تڑکے اپنے اہل وعیال سے باہر نکلے تاکہ مومنین کو بٹھادو لڑائی کے مورچوں پر، اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔(۱۲۱)

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ
تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ
فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

اُس وقت کو یاد کرو جبکہ تم میں سے دو جماعتوں نے ہمت ہار دینی چاہی حالانکہ اللہ ان کا ولی، سرپرست اور ناصر تھا اور اللہ ہی پر مومنین بھروسہ کیا کرتے ہیں۔(۱۲۲)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ
اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور یقیناً (غزوہ) بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی تھی حالانکہ تم اس وقت بہت (قلیل و) حقیر تھے۔ پس خدا سے ڈرو کہ شاید تم شکر گزار ہو جاؤ۔(۱۲۳)

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ
اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ
الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ ؕ ﴿۱۲۴﴾

اس وقت کو یاد کرو کہ تم مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا یہ بات ہمارے لئے کافی نہیں ہے کہ خدا تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے جو تمہاری مدد کے لئے نازل کیے گئے ہیں۔(۱۲۴)

بَلٰۤی ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ
مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ
بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ۝۱۲۵ الربع

ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو یعنی تمام بُرے کاموں سے بچو اور دشمن تم پر یکایک آپڑیں تو تمہارا خدا پانچ ہزار علامتِ (نشان) جنگ رکھنے والے ملائکہ سے تمہاری مدد کرے گا۔ (۱۲۵)

وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ
وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝۱۲۶ۙ

اور خدا نے یہ مدد نہیں مقرر کی مگر یہ کہ تم کو خوشخبری دیدے اور یہ کہ اس سے تمہارے دلوں کو مطمئن کر دے اور نصرت و مدد نہیں ہے مگر صرف غالب و محکم کارخدا کی طرف سے ہے۔ (۱۲۶)

لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ
یَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآئِبِیْنَ۝۱۲۷

(اور) یہ کہ کافروں کے گروہ میں سے کم کردے یا ان کو ذلیل کردے کہ وہ ناکام پلٹ جائیں۔ (۱۲۷)

لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ
یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ
ظٰلِمُوْنَ۝۱۲۸

(اے رسولؐ) اس امر میں تمہارا کچھ اختیار نہیں ہے یا اُن کی توبہ خدا قبول کر لے یا اُن کو عذاب دے کیونکہ یقیناً وہ ظالم ہیں۔ (۱۲۸)

وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی
الْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ
مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝۱۲۹ع ١٣ ع ٩ ٤

اور وہ سب اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحیم ہے۔ (۱۲۹)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا
اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ۝۱۳۰ۚ

اے ایمان لانے والو! تم سود کو دونے پر دونا نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو شاید کہ تم فلاح پا جاؤ۔ (۱۳۰)

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ﴿١٣١﴾

اور اُس آگ سے ڈرو جو کافروں (نافرمانوں) کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (۱۳۱)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ﴿١٣٢﴾

اور اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۱۳۲)

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿١٣٣﴾

اور جلدی اور سبقت کرو خدا کی بخشش اور جنت کی طرف کہ جنت کی وسعت تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو متقین کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (۱۳۳)

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿١٣٤﴾

وہ لوگ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں فراخی و تنگدستی میں اور اپنے غیظ وغضب کو (خوشنودی خدا کے لئے) پی جاتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں لوگوں (کے قصوروں) کو، اور اللہ محبوب رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو۔ (۱۳۴)

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۣ۠ قف وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾

اور وہ لوگ جو بدی کر بیٹھے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں پھر وہ ذکرِ خدا کرتے ہیں پس اپنے گناہوں سے (بہ درگاہِ خدا) استغفار کرتے ہیں اور کون ہے گناہوں کا بخشنے والا مگر اللہ اور جو کچھ وہ کر چکے اُس پر اصرار نہیں کرتے کیونکہ وہ (اپنی بدی کے انجام کو) جانتے ہیں۔ (۱۳۵)

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

اُن کی جزا اُن کے رب کی طرف سے مغفرت اور معافی ہے اور ایسی جنتیں اور باغات ہیں کہ جن کے

وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

نیچے نہریں جاری ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کیسا اچھا اجر ہے عملِ نیک کرنے والوں کا۔(۱۳۶)

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ
فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۳۷﴾

یقیناً تم سے پہلے بہت سے واقعات گزر گئے۔ پس تم زمین کی سیر کرو۔ پس دیکھو کہ کیوں کر ہوا انجام تکذیب کرنے والوں کا (کتنا برا انجام ہوا خدا کو جھٹلانے والوں کا)۔(۱۳۷)

هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًی وَّ
مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾

یہ تمام انسانوں کے لئے بیانِ ہدایت ہے اور متقین کے لئے نصیحت اور ہدایت ہے۔(۱۳۸)

وَ لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ
الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾

اور تم ہمت نہ ہارو اور رنجیدہ نہ ہو (کیونکہ) تم ہی بلند و غالب رہو گے، اگر تم مومن ہو۔(۱۳۹)

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ
الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ تِلْكَ الْاَیَّامُ
نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَتَّخِذَ مِنْكُمْ
شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۙ﴿۱۴۰﴾

اگر تم کو زخم لگا تو اس قوم کو بھی ایسا ہی زخم لگا ہے اور یہ تو (اچھے بُرے) دن ہیں جو ہم انسانوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں اور وہ اس لئے کہ اللہ جان لے کہ ایمان والے کون ہیں اور تم میں سے بعض کو گواہ بنالے اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔(۱۴۰)

وَلِیُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَیَمْحَقَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۱﴾

اور اس لئے بھی تمہیں نقصان پہنچا تاکہ اللہ الگ کرکے ایمان لانے والوں کو خالص و پاک کر دے اور کافروں کو مٹا دے۔(۱۴۱)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ

کیا تم نے گمان کیا تھا کہ تم جنت میں داخل

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ
يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾

ہوجاؤ گے جبکہ اُس وقت تک اللہ نے نہیں جانا تھا ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں جہاد کیا اور نہ جانا تھا ان لوگوں کو جو صبر کرنے والے رہے۔(۱۴۲)

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ
اَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ
ع ١٤ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾

اور یقیناً تم موت کی آرزو کرتے تھے اس سے قبل کہ تم اس موت کے اسباب کو دیکھو۔ پس یقیناً تم نے اس (موت) کو دیکھ لیا اور تم اب بھی دیکھ رہے ہو۔(۱۴۳)

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ
قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ
يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ
شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾

اور محمدؐ نہیں ہیں مگر خدا کے رسول اور ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ (محمدؐ) مر جائیں گے یا قتل کر دیئے جائیں گے تو تم اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ گے اور جو اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جائے گا پس وہ ہرگز خدا کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عنقریب خدا شکر کرنے والوں کو جزا و صلہ اوراجر دے گا۔(۱۴۴)

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ
ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ
ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى
الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾

اور کوئی جان بغیر اذن خدا کے مر نہیں سکتی۔ یہ امر (موت) وقتِ معیّن کے لئے لکھ دی گئی ہے۔ اور جو شخص اپنے عمل کا بدلہ دنیا میں چاہتا ہے تو ہم اس کو یہیں دینگے اور جو اپنے اعمال کا بدلہ آخرت میں چاہتا ہے، اُس کو ہم وہاں دینگے اور عنقریب شکر گزاروں کو ان کی جزا دیں گے۔(۱۴۵)

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ
رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ

اور نبیوں میں بہت سے ایسے تھے جن کی معیّت میں اکثر اللہ والے لڑے پس اُنہوں نے ہمت نہیں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا ضَعُفُوْا وَ مَا
اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۴۶

ہاری جب کہ راہِ خدا میں ان پر مصائب پڑے اور نہ اظہارِ کمزوری کیا۔ اور نہ وہ (دشمن کے آگے) گڑگڑائے اور اللہ صبر کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (۱۴۶)

وَ مَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَ
ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۴۷

اور ان کا قول اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے معاملات میں ہمارے اسراف (زیادتی) کو بخش دے گا اور ہمارے قدموں کو (اپنی راہ) میں ثابت رکھ اور تو ہماری مدد کر قوم کافرین کے برخلاف۔ (۱۴۷)

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ
ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴۸ ع
ع ۱۵

پس اللہ نے اُن کو دنیا میں بھی صلہ دیا اور ثوابِ آخرت اس سے بہتر ہے اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔ (۱۴۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ
فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۱۴۹

اے ایمان لانے والو! اگر تم کافروں کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو تمہارے پچھلے پاؤں لوٹا دیں گے۔ پس تم پلٹ جاؤ گے (دین سے) خسارہ اُٹھانے والے ہو کر۔ (۱۴۹)

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ
النّٰصِرِيْنَ ۝۱۵۰

بلکہ اللہ تمہارا مولا مالک اور سرپرست ہے اور وہ بہترین نصرت (مدد) کرنے والا ہے۔ (۱۵۰)

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ

عنقریب ہم ڈال دیں گے رعبِ اسلام کافروں کے دلوں میں۔ کیونکہ انہوں نے خدا کا شریک بنایا (بتوں کو) جس کی بابت خدا نے کوئی دلیل نازل نہیں کی تھی اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کے پلٹنے کی

مَثۡوَى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۵۱﴾

جگہ بہت بری ہے۔(۱۵۱)

وَ لَقَدۡ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعۡدَهٗۤ اِذۡ
تَحُسُّوۡنَهُمۡ بِاِذۡنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلۡتُمۡ
وَتَنَازَعۡتُمۡ فِى الۡاَمۡرِ وَعَصَيۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ
مَاۤ اَرٰٮكُمۡ مَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ
الدُّنۡيَا وَ مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ
صَرَفَكُمۡ عَنۡهُمۡ لِيَبۡتَلِيَكُمۡ ۚ وَلَقَدۡ عَفَا
عَنۡكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى
الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۵۲﴾

اور یقیناً خدا نے تم سے اپنا وعدہ سچّا کر دکھایا جبکہ تم اُن کو قتل کر رہے تھے اُس کے حکم سے۔ ہاں جب تم نے ہمت ہار دی اور (مورچہ پر جمے رہنے کے معاملہ میں) رسولؐ کی نافرمانی کی، اس کے بعد کہ تم نے دیکھ لیا تھا جو تم محبوب رکھتے تھے۔ تم میں سے بعض تو طالبِ دنیا ہیں (کہ مالِ غنیمت کی طرف مائل ہو گئے) اور کچھ تم میں سے طالبِ آخرت ہیں۔ پھر (تمہاری بزدلی نے) تمہیں اُن (کفار) کی طرف سے پھیر دیا (تم بھاگ کھڑے ہوئے) اس سے خدا کو تمہارا آزمانا منظور تھا۔ اور (اس پر بھی) خدا نے تم کو معاف کر دیا اور اللہ مومنین پر فضل و کرم کرنے والا ہے۔(۱۵۲)

اِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ
الرَّسُوۡلُ يَدۡعُوۡكُمۡ فِىۡۤ اُخۡرٰٮكُمۡ فَاَثَابَكُمۡ
غَمًّا ۢ بِغَمٍّ لِّكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا
مَاۤ اَصَابَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌ ۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾

جب تم بھاگ کر پہاڑ پر چلے جا رہے تھے اور کسی کو بھی پلٹ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسولؐ تم کو پیچھے سے بُلا رہا تھا۔ پھر خدا نے تم کو غم پر غم دیا تا کہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے جا چکا ہے یا جو مصیبت تم پر پڑی ہے، اُس پر تم حزن و ملال نہ کرو اور اللہ باخبر ہے اُس سے جو تم کرتے ہو۔(۱۵۳)

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ
اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ ۙ وَ
طَآئِفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ يَظُنُّوۡنَ

پھر خدا نے تم پر نازل کی بعد غم کے، امن کی نیند، جو تمہارے ایک گروہ پر غالب آگئی اور ایک گروہ کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے اور خدا کے بارے میں ناحق عہدِ جاہلیت کا گمان کرتے تھے۔ کہتے تھے

بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط
يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط
قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْٓ
اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ
كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا
هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ
الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى
مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ
صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَ
اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾

کہ اس معاملہ میں کیا ہمارا بھی کچھ اختیار ہے؟ تم کہہ دو کہ یقیناً یہ معاملہ پورا خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنے دلوں میں جو کچھ چھپائے ہیں وہ تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر اس معاملہ میں ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو اس جگہ قتل نہ کیے جاتے۔ تم کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو بھی جن کے لئے قتل ہونا لکھا جا چکا تھا تو وہ اپنے مقتل میں ضرور باہر نکل آتے اور اس لئے کہ خدا تمہارے دلوں کی باتوں کو آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کا صاف کر دینا مطلوب تھا اور اللہ اس کا علم رکھتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ (۱۵۴)

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى
الْجَمْعٰنِ لا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ
مَا كَسَبُوْا ج وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ط اِنَّ
ع ۱۶ ۷ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ع ﴿۱۵۵﴾

یقیناً تم میں سے وہ لوگ جو اُس دن بھاگ گئے تھے، جس دن دو گروہوں کا مقابلہ ہوا تھا بجز اس کے نہیں ہے کہ شیطان نے بوجہ ان کے افعال کے ان کے قدم ڈگمگا دیئے تھے۔ اور اللہ نے ان کے قصور کو معاف کر دیا یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور بردبار ہے۔ (۱۵۵)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا
كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا
ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ
كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ج

اے ایمان لانے والو! تم ان کے مانند نہ ہو جو منکر ہو گئے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں جبکہ وہ سفر میں گئے یا مجاہد بن گئے اور یہ کہنے لگے کہ اگر یہ ہمارے پاس رہتے تو نہ وہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے تاکہ اللہ ان کے اس خیال کو ان کے لئے ان کے

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١٥٦﴾	دلوں میں حسرت و افسوس بنا دے۔ حالانکہ اللہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔(۱۵۶)
وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿١٥٧﴾	اور اگر تم راہِ خدا میں قتل کیے گئے یا مر گئے تو اللہ کی مغفرت اور رحمت بہتر ہے اس چیز سے کہ جو وہ جمع کرتے ہیں۔(۱۵۷)
وَ لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾	اور اگر تم مر گئے یا قتل کر دیئے گئے، تو بھی خدا کے حضور محشور کیے جاؤ گے۔(۱۵۸)
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾	پس (اے رسولؐ!) خدا کی رحمت ہی کے سبب سے تم نے ان سے نرمی برتی اور اگر تم تُندخُو اور سخت دل ہوتے تو وہ تمہارے پاس سے متفرق ہو جاتے (بھاگ جاتے)۔ پس تم ان کو معاف کرو اور اُن کے لئے طلبِ مغفرت کرو اور معاملہ جہاد میں ان سے مشورہ لیا کرو۔ پس جب تم پختہ ارادہ کرلو تو خدا ہی پر بھروسہ کرو۔ یقیناً اللہ توکّل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(۱۵۹)
اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٦٠﴾	اگر اللہ تمہاری مدد کرتا ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو پھر وہ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ اور اللہ ہی پر مومنین کو توکّل (یا بھروسہ) کرنا چاہئے۔(۱۶۰)

وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

اور نبی کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ کچھ چھپائے اور جو کوئی کچھ چھپائے گا تو اس کو وہ مخفی شے قیامت کے دن لانا پڑے گی۔ پھر ہر شخص اپنے عمل کا پورا بدلہ پائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(۱۶۱)

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾

کیا وہ جو تابع ہوا رضائے خدا کا مثل اس کے ہے کہ جو غضبِ خدا میں گرفتار ہو اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہو، اور وہ بہت ہی بری پلٹنے (اور ہمیشہ رہنے) کی جگہ ہے۔(۱۶۲)

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

اللہ کے نزدیک لوگوں کے مختلف درجے ہیں اور اللہ دیکھتا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں۔(۱۶۳)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

النصف

یقیناً خدا نے احسان کیا مومنین پر جبکہ ان سے ان میں ایک رسول مبعوث کیا (بھیجا) جو خدا کی آیات ان پر پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور اُن کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت (عقلمندی) سکھاتا ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔(۱۶۴)

اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾

کیا جب آ پڑی تم پر ایسی مصیبت جس کی دوگنی تم خود اُن کو پہنچا چکے تھے تو تم نے یہ کہا کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی؟ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ یہ تمہاری اپنی طرف سے ہے۔ یقیناً اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔(۱۶۵)

وَ مَآ اَصَابَكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ
فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَ لِيَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۙ﴿۱٦٦﴾

اور جو مصیبت تم پر اس دن پڑی جس دن دو گروہوں کا مقابلہ ہوا تو وہ اِذنِ خدا سے تھی اور (اس لئے) تا کہ وہ باایمان لوگوں کو جان لے۔ (١٦٦)

وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا ۖۚ وَقِيۡلَ
لَهُمۡ تَعَالَوۡا قَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَوِ
ادۡفَعُوۡا ؕ قَالُوۡا لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالًا لَّا
اتَّبَعۡنٰكُمۡ ؕ هُمۡ لِلۡكُفۡرِ يَوۡمَئِذٍ اَقۡرَبُ
مِنۡهُمۡ لِلۡاِيۡمَانِ ۚ يَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِهِمۡ مَّا
لَيۡسَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا
يَكۡتُمُوۡنَ ۚ﴿۱٦۷﴾

اور جان لے ان کو جو منافق ہیں اور جب ان سے کہا گیا کہ آؤ خدا کی راہ میں جنگ کرو (دشمن کو) دفاع کرو، تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم کو جنگ کرنے کی خبر ہوتی تو ہم تمہاری پیروی ہی نہ کرتے۔ وہ اس دن کفر سے بہ نسبت ایمان زیادہ قریب تھے، اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے تھے کہ جو ان کے دلوں میں نہ تھا اور اللہ زیادہ جانتا ہے جس چیز کو وہ چھپاتے ہیں۔ (١٦٧)

اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ وَ قَعَدُوۡا لَوۡ
اَطَاعُوۡنَا مَا قُتِلُوۡا ؕ قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ
اَنۡفُسِكُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۱٦۸﴾

وہ لوگ جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا حالانکہ وہ خود جنگ سے بیٹھ رہے تھے کہ اگر وہ ہماری اطاعت کرتے (جنگ کو نہ جاتے) تو وہ قتل نہ ہوتے۔ (اے رسولؐ) تم ان سے کہہ دو کہ تم اپنی ذات سے ہی موت کو ٹال دو اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو۔ (١٦٨)

وَ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ
سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ
رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ ۙ﴿۱٦۹﴾

اور تم نہ گمان کرنا ان لوگوں کو جو راہِ خدا میں قتل ہوئے ہیں کہ وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ان کو اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ (١٦٩)

فَرِحِيۡنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۙ

وہ خوش ہیں اس پر جو اللہ نے ان کو دیا ہے اپنے

وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وقف لازم

فضل و کرم سے، اور وہ خوش خبری پاتے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں جو ابھی تک ان سے نہیں ملے ہیں یعنی جو ان کے پیچھے رہ گئے ہیں۔ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی ان کو حزن و ملال ہے۔(١٧٠)

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٧١﴾ ع ١٧/١٦/٨

وہ بشارت اور خوشخبری پاتے ہیں خدا کی نعمات اور فضل کی اور یقیناً اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(١٧١)

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٢﴾ مع

وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسولؐ کے حکم کو قبول کیا اس کے بعد کہ ان کو زخم لگ چکا تھا۔ ان میں سے جو لوگ متقی اور نیکو کار ہیں ان کے لئے اجرِ عظیم ہے۔(١٧٢)

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿١٧٣﴾

یہ وہی لوگ ہیں کہ جن سے لوگوں نے یہ کہا کہ تمہارے خلاف لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ پس تم اُن سے ڈرو۔ تو اس خبر سے ان کا ایمان اور بھی زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ ہم کو خدا کافی ہے اور وہ کیسا اچھا کارساز (اور کام بنانے والا) ہے۔(١٧٣)

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿١٧٤﴾

پس وہ پلٹ کر آئے اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ۔ ان کو کوئی برائی (خرابی) نہیں پہنچی اور انہوں نے رضائے خدا کی پیروی کی اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔(١٧٤)

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ

یہ تو تمہارا شیطان ہی ہے جو اپنے یاروں کو ڈرایا کرتا ہے۔ پس اگر تم مومن ہو تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ

اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

سے ہی ڈرو۔(۱۷۵)

وَ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

اے رسولؐ تم کو یہ بات رنج نہ پہنچائے کہ وہ لوگ کفر کی طرف تیزی سے چلے جارہے ہیں۔ یقیناً وہ ہرگز خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ خدا نے ارادہ کرلیا ہے کہ آخرت میں ان کا کچھ حصہ ہے (تو وہ یہ ہے کہ) ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔(۱۷۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾

یقیناً جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدلہ خریدا وہ ہرگز خدا کا کوئی نقصان نہ کرسکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(۱۷۷)

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾

اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ کبھی یہ گمان نہ کریں کہ ہم جو ان کو مہلت دیتے ہیں، اس میں ان کے لئے کچھ بہتری ہے۔ بے شک ہم تو ان کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ ان کے گناہوں میں اور اضافہ ہوجائے اور ان کے واسطے ذلت دینے والا عذاب ہے۔(۱۷۸)

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

اللہ کا یہ کام نہیں ہے کہ مومنین کو اسی حالت پر رہنے دے جس حالت پر تم ہو، یہاں تک کہ وہ خبیث کو طیّب اور گناہگار کو اطاعت کرنے والے سے الگ نہ کردے اور نہ خدا پر یہ ضروری ہے کہ وہ تم کو غیب پر مطلع کردے۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں میں

مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ
وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ
عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

سے انتخاب کر لیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے (یعنی خدا کی نافرمانیوں سے بچو گے) تو پھر تمہارے لئے اجرِ عظیم ہے۔ (۱۷۹)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ
اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ
هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع ۱۸ / ۹

اور وہ لوگ جو اس چیز سے بخل کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے یہ گمان نہ کریں کہ یہ ان کے لئے بہتر ہے، بلکہ یہ ان کے لئے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن وہی چیزیں جن کے بارے میں وہ بخل کرتے تھے طوق بنا کر (ان کے گلے) میں پہنا دی جائیں گی۔ آسمانوں اور زمین کی میراث خدا کی ہی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ (۱۸۰)

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ (وقف لازم)
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ
بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ
الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾

بے شک اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ یقیناً فقیر ہے اور ہم دولتمند ہیں۔ عنقریب ہم لکھ لیں گے جو کچھ انہوں نے کہا اور ان کا انبیاءؑ کو ناحق قتل کرنا (بھی لکھ لیں گے) اور ان سے ہم کہیں گے کہ اب آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ (۱۸۱)

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ
لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۚ ﴿۱۸۲﴾

یہ بدلہ اسی کا ہے جو تمہارے ہاتھوں ہو چکا ہے اور یقیناً اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ (۱۸۲)

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ

جن لوگوں نے یہ کہا کہ یقیناً اللہ نے ہم سے عہد لیا کہ کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ایسی

اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾

قربانی ہمارے سامنے نہ لائے جس کو آگ کھا جائے۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس روشن دلیلیں لیکر آئے تھے اور معجزے جو کچھ تم کہتے ہو، یہ بھی لائے تھے۔ پس تم نے ان کو کیوں قتل کیا تھا؟ اگر تم سچے ہو تو جواب دو۔ (۱۸۳)

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

پس اگر پھر بھی تم کو جھٹلائیں تو (فکر نہ کرو) تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے جو روشن دلائل اور صحیفے اور کتابِ روشن لائے تھے۔ (۱۸۴)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

ہر ذی روح کے لئے موت کا ذائقہ ہے اور یقیناً قیامت کے دن تم کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ پس جو شخص آتشِ جہنم سے بچا لیا گیا وہ جنت میں داخل کر لیا گیا اور وہ یقیناً کامیاب رہا اور یہ زندگانی دنیا نہیں ہے مگر صرف فریب دینے والی متاع (یعنی وقتی فائدہ جو تھوڑی دیر کا ہو۔) (۱۸۵)

لَتُبْلَوُنَّ فِىْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

اور تم ضرور آزمائے جاؤ گے اپنے اموال اور جانوں کے ذریعہ اور تم ضرور سنو گے بہت اذیت کی باتیں ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے بھی جو مشرک ہو گئے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو (یعنی گناہوں سے بچو) تو پس یقیناً یہ بہت ہمت کی بات ہے۔ (۱۸۶)

وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا
الۡکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَکۡتُمُوۡنَہٗ ۫
فَنَبَذُوۡہُ وَرَآءَ ظُہُوۡرِہِمۡ وَ اشۡتَرَوۡا بِہٖ
ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ فَبِئۡسَ مَا یَشۡتَرُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب کہ اللہ نے عہد لیا ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تھی کہ اس کو لوگوں پر ضرور کھول کر بیان کرنا اور اس کو پوشیدہ نہ کرنا۔ پس اس (عہد) کو انہوں نے اپنے پسِ پشت ڈال دیا (یعنی بھلا دیا) اور اس کو کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ پس کتنا برا ہے جو وہ بیچتے ہیں۔(١٨٧)

لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡرَحُوۡنَ بِمَاۤ
اَتَوۡا وَّ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ یُّحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ
یَفۡعَلُوۡا فَلَا تَحۡسَبَنَّہُمۡ بِمَفَازَۃٍ مِّنَ
الۡعَذَابِ ۚ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۸۸﴾

تم گمان نہ کرنا ان لوگوں کے لئے جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے ہوئے (برے کاموں) پر، اور اس بات کو دوست رکھتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے اس پر جو انہوں نے کیا ہے۔ پس تم گمان نہ کرنا ان کے بارے میں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔(١٨٨)

وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ
ع ١٩ ٩ ١٠ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۸۹﴾ ع

اور تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہی خدا کے لئے ہی ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔(١٨٩)

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ
وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی
الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ ۚۙ

یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں ان صاحبانِ عقل کے لئے نشانیاں اور دلیلیں موجود ہیں۔(١٩٠)

الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا
وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ
السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ

جو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں کے بل لیٹے لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب اُن کو تو نے بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے۔

هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾

تیری ذات پاک ہے۔ پس ہم کو تو آتشِ جہنم سے بچالے۔(۱۹۱)

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾

اے ہمارے رب! یقیناً جس کو تو جہنم کی آگ میں داخل کردے پس تو اس کو ہی رسوا کرے گا اور ظالموں کے واسطے کوئی حمایتی نہ ہوگا۔(۱۹۲)

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ ﴿١٩٣﴾

اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو ایمان لانے کے لئے آواز دیتا تھا کہ تم اپنے پالنے والے مالک پر ایمان لاؤ۔ پس ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہوں کو معاف کردے اور برائیوں کو ہم سے دور کردے اور ہم کو نیکوکاروں کے ساتھ موت دے۔(۱۹۳)

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾

اے ہمارے رب! ہم کو عطا فرما وہ جو تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ فرمایا ہے اور قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔(۱۹۴)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی (اور کہا) یقیناً میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت کہ تم میں سے ہر ایک، ایک دوسرے سے ہے۔ پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے وطن سے نکالے گئے اور ان کو میری راہ میں اذیت دی گئی اور انہوں نے جنگ کی اور قتل ہوئے، میں ضرور ان کی برائیاں دور کردوں گا اور ضرور

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ
اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

ان کو جنتوں میں داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ خدا کی طرف سے ان کا اجر ہے اور بہترین ثواب خدا کے ہی پاس ہے۔(۱۹۵)

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي
الْبِلَادِ ؕ﴿۱۹۶﴾

(اے رسولؐ) جو لوگ کافر ہو گئے ان کا شہر بہ شہر چلنا پھرنا تم کو دھوکے میں نہ ڈالے۔(۱۹۶)

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ
بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

یہ فائدہ تھوڑا سا ہے۔ پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔(۱۹۷)

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ
لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ الثلثة

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے واسطے ایسی جنتیں یا گھنے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ لوگ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ خدا کی طرف سے ان کی مہمانی ہوگی۔اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیکوکاروں کے لئے بہترین ہے۔(۱۹۸)

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ
اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

اور بے شک اہلِ کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس پر بھی ایمان لائے جو تم پر نازل کیا گیا اور اس پر جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ وہ خدا سے ڈرتے ہیں۔ وہ اللہ کی آیات کو تھوڑی قیمت پر نہیں بیچتے۔ وہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے رب کے پاس ان کے لئے اجر ہے۔ یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔(۱۹۹)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا
وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو! تم صبر کرو اور صبر دلاؤ اور جہاد کے لئے کمر بستہ رہو۔ اور خدا سے ڈرتے رہو کہ شاید

ع ۲۰ ۱۱ تُفْلِحُوْنَ ۝۲۰۰

تم فلاح پاؤ۔(۲۰۰)

سورة النساء

آیتیں ۱۷٦ ٤ سُوْرَةُ النِّسَآءِ مدنی ۹۲ رکوعاتھا ۲٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝۱

اے انسانو! تم اپنے رب سے ڈرو۔ جس نے تم کو نفسِ واحد یعنی ایک جان (انسان) سے پیدا کیا اور اس سے ہی اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ اور اُس خدا سے ڈرو جس کے لئے تم آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور صلہ رحم (رشتہ داری) کو قطع کرنے میں اللہ سے ڈرو (یعنی رشتہ داروں سے برا سلوک کرتے ہو) خدا کی سزاؤں سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تم پر نگراں ہے۔(۱)

وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲

اور یتیموں کو ان کا مال دیدو اور نہ بدلو خبیث (بری) شے کو طیب و پاک شے سے اور تم نہ کھاؤ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر۔ بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔(۲)

وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ

اور اگر تم کو یہ خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو تم نکاح کر لو عورتوں میں جو تم کو پسند ہوں۔ تو دو دو اور تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو۔ پس اگر تم کو خوف ہو کہ ان کے درمیان عدالت قائم نہ رکھ سکو گے تو بس ایک ہی نکاح کرو۔ یا

اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ ﴿٣﴾

وہ لونڈیاں جو تمہاری ملکیت ہوں۔ یہ بات ناانصافی
سے بچنے کے زیادہ قریب ہے۔(۳)

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ
فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا
فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا ﴿٤﴾

اور عورتوں کو دیدو ان کا مہر اچھی طرح سے۔ پس
اگر وہ بخوشی اس میں سے کچھ تم کو دے دیں، تو اُسے
کھالو جو تم کو اچھی طرح سے گوارا ہو۔(۴)

وَ لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ
جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ
اكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٥﴾

اور احمقوں کو اپنا مال جو خدا نے تمہارے لئے
سبب گزاراں بنایا ہے نہ دو۔ البتہ اس میں سے ان کو
کھلاؤ، اور لباس پہناؤ اور ان سے نیکی ونرمی کے ساتھ
کلام کرو۔(۵)

وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا
النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا
فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ
اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ
غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِیْرًا
فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ
اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ
وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ﴿٦﴾

اور یتیموں کا امتحان لے کر جانچو حتیٰ کہ وہ نکاح
کے قابل ہوجائیں۔ پس اگر ان کو تم کافی سمجھدار پاؤ تو
ان کا مال ان کو دیدو۔ اور اس مال کو فضول خرچی کر کے
نہ کھاؤ اور خوب زیادہ خرچہ کر کے نہ کھاجاؤ کہ وہ بڑے
ہوجائیں گے (تو حساب لیں گے) اور جو مال دار ہو تو
اس کو مالِ یتیم کھانے سے بچنا چاہئے اور محتاج ہو تو
کھائے بمطابق دستور کے (واجبی واجبی طور پر۔) پھر
جب تم ان کے مال کو ان کے سپرد کرو تو اُس پر گواہ بنا
لو اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔(۶)

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ
وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا

مَرْدوں کے لئے حصہ ہے اس میں جو والدین
اور اقربا ترکہ چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی حصّہ

تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿٧﴾

اس میں ہے جو والدین یا اقرباء نے چھوڑا ہو۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا بہت ہو۔ یقیناً یہ معین حصّہ فرض کیا گیا ہے۔(۷)

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ
قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٨﴾

اور جب دور کے قرابت والے اور یتیم اور مسکین تقسیم ترکہ کے وقت موجود ہوں تو اس میں کچھ ان کو بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بات کرو۔(۸)

وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ
خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠
فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٩﴾

اور ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور بچے چھوڑ جاتے تو ان کے بارے میں کیسا خوف کھاتے۔ پس اُن کو خدا سے ڈرنا چاہئے اور اُن کو سیدھی بات کہنا چاہئے۔(۹)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى
ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ
وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿١٠﴾ ع ١٢

یقیناً وہ لوگ جو یتیموں کا مال ظلم سے کھا جاتے ہیں بجز اس کے نہیں ہے کہ وہ اپنے شکم میں آگ بھرتے ہیں اور وہ عنقریب دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔(۱۰)

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ
مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً
فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ
اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَ
لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ
مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ

خدا تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں نصیحت کرتا ہے کہ مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصّہ ہے۔ پس اگر فقط بیٹیاں دو (یا دو) سے زیادہ ہوں تو متروکہ کا دو تہائی ان کا ہے اور اگر ایک ہی بیٹی ہو تو اس کا حصّہ نصف ہے اور متوفی کے والدین میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصّہ ہے، اگر اس کے کچھ اولاد بھی ہو۔ پس اگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور صرف والدین ہی اس کے وارث ہوئے ہوں، تو اس کی ماں کے لئے متروکہ کا

يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ
الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ
السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ
اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ
اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ
اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

تہائی حصّہ ہے۔ پس اگر اس کے بھائی بہنیں بھی ہوں (اس حالت میں) اُس کی ماں کا چھٹا حصّہ ہے۔ (یہ تقسیم) متوفی کی وصیت کے تعمیل کے بعد اور اس کے قرض کے ادا کرنے کے بعد ہوگی۔ تمہارے باپ دادا ہوں اور تمہارے بیٹے (پوتے) ہوں، تم نہیں جانتے کہ باعتبارِ نفع رسانی ان میں سے کون تم سے زیادہ قریب ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے تم پر فرض ہو چکا ہے۔ یقیناً اللہ جاننے والا اور صاحبِ حکمت ہے۔ (۱۱)

وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ
وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ
وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ لَهُنَّ
الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ
وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ
مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ
بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ
كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ
وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا
اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ
مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ

اور تمہاری ازواج جو کچھ ترکہ چھوڑ جائیں اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو تو اس میں نصف تمہارا حصّہ ہے۔ پس اگر ان کے کوئی اولاد ہو تو تمہارا حصّہ چوتھائی ہے، بعد اس وصیت کے جو وہ کر گئی ہوں اور بعد ادائے قرض (جو ان کے ذمہ ہو) اور تمہارے ترکہ میں سے ان کے لئے چوتھائی ہے اگر تمہارے کوئی اولاد نہ ہو۔ پس اگر تمہارے اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے اُن کا آٹھواں حصّہ ہے، بعد تعمیلِ وصیت کے جو تم نے کی ہو یا بعد ادائیگی قرض کے۔ اگر کوئی مرد یا عورت ایسی ہو کہ باپ اور بیٹا اس کے کوئی نہیں ہو اور اس کے ایک بھائی ہے یا بہن ہے تو ان دونوں میں ہر ایک کا چھٹا حصّہ ہے۔ پس اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں وہ سب شریک ہیں، بعد تعمیل وصیت کے جو کی گئی ہو یا بعد ادائے قرض کے جس میں وارثوں کا نقصان مدنظر نہ ہو۔ یہ وصیت خدا کا حکم ہے

غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۗ ﴿١٢﴾

اور اللہ جاننے والا اور حلیم ہے۔(۱۲)

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٣﴾

یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود وقوانین ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا تو خدا اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔(۱۳)

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ
حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠
وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٤﴾ ع ٢ ٤ ١٣

اور جو خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کردہ حدود وقوانین سے تجاوز کرے گا اس کو خدا آتشِ جہنم میں داخل کرے گا۔ پھر وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت دینے والا عذاب ہے۔(۱۴)

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ
فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ
حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ
لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿١٥﴾

عورتوں میں سے جو فحش (زنا) کی مرتکب ہوں ان کے خلاف اپنوں میں سے چار آدمیوں کی گواہی طلب کرو۔ پس اگر وہ گواہی دیدیں تو ان کو مکانوں میں قید رکھو جب تک کہ موت ان کا خاتمہ نہ کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی دوسرا راستہ نکالے۔(۱۵)

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ
فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۗ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿١٦﴾

اور جو دو شخص تم میں سے ایسی بدی کریں پس ان دونوں کو ایذا دو۔ پس اگر وہ توبہ کریں اور نیکی اختیار کر لیں تو ان سے درگزر کرو۔ یقیناً اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۱۶)

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾

اللہ کے ذمّہ ان ہی کی توبہ قبول کرنی ہے جو بوجہ نادانی و جہالت بدی کریں، پھر فوراً ہی توبہ کر لیں۔ پس اللہ ان ہی کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ صاحبِ علم وحکمت ہے۔(۱۷)

وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٨﴾

اور ان کے لئے کوئی توبہ نہیں ہے جو مسلسل گناہ پر گناہ کرتے ہیں حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں۔ جو لوگ حالت کفر میں مر جاتے ہیں ان کے لئے تو ہم نے دردناک عذاب مہیا کیا ہے۔(۱۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿١٩﴾

اے ایمان لانے والو! یہ تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کو میراث میں سے لے لو اور ان کو اس غرض سے قید رکھو کہ جو کچھ تم ان کو دے چکے ہو، اس میں سے کچھ ان سے چھین لو، سوائے اس صورت کے کہ انہوں نے کھلی بدکاری کی ہو اور ان کے ساتھ بہ نیکی زندگی بسر کرو۔ پس اگر تم کو ان سے نفرت ہو جائے تو شاید ایک چیز سے تم کراہت رکھتے ہو اور خدا نے اسی میں بہت سی خیر و خوبی رکھی ہو۔(۱۹)

وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا

اور اگر تم ایک زوجہ کے بدلے دوسری زوجہ کر لینی چاہتے ہو اور ان میں سے ایک کو بہت سا مال

فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾

دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ نہ لینا۔ کیا تم بہتان لگا کے یا کھلی نافرمانی کر کے وہ مال واپس لے لو گے؟ (۲۰)

وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

اور تم اسے کیوں کر لے لو گے حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ صحبت کر چکے ہو؟ اور وہ عورتیں تم سے پکا عہد لے چکی ہیں۔ (۲۱)

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ ع ٣ ٨ ١٤

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نکاح کر چکے ہیں تم ان سے نکاح نہ کرنا سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا۔ یقیناً یہ بڑی بے حیائی اور ناپسندیدہ بات ہے اور برا دستور ہے۔ (۲۲)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾ۙ

تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساسیں اور تمہاری پالی ہوئی بیٹیاں جو تمہاری ان ازواج کی گود میں ہوں جن سے تم نے صحبت کی ہو۔ پس اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو کوئی گناہ نہیں ہے اور تمہارے ان بیٹوں کی ازواج جو تمہارے صُلب سے ہوں (تم پر حرام ہیں) اور یہ بھی حرام ہے کہ ایک وقت میں دو بہنوں کو جمع کر لو سوائے اس کے جو پہلے ہو چکا۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۲۳)

تفسیر سورۃ آل عمران

آیت ۹۲:

نیکی کو خدا دوست رکھتا ہے۔ جس میں تمام عبادات، زکوٰۃ، صدقات، امدادِ غرباء و ایتام وغیرہ شامل ہیں۔ مگر اس آیت میں خدا نے نیکیوں کے حصول کو منحصر کر دیا ہے کہ انسان راہِ خدا میں اپنی محبوب ترین چیز کو خرچ کرے یا کسی کو دے مثلاً امدادِ غرباء کے لئے زکوٰۃ، خمس، صدقہ میں مال خرچ کرے۔ اولاد، مال کے بعد محبوب ترین چیز ہے لہٰذا دینِ الٰہی کی حفاظت پر بوقتِ ضرورت اولاد کو راہِ خدا میں قربان کرے۔ آخر میں اپنی جان سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے وہ بھی جہادِ فی سبیل اللہ میں قربان کر دے۔ یہ آیت ایک کلیہ قاعدہ اور حکمِ عام ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان خدا کی راہ میں کسی چیز کے بھی قربان کرنے سے دریغ نہ کرے اور چونکہ خدائے قدیر کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا جائے گا، وہ حیّ و قیوم ہے، وہ عمل و نیت کو دیکھ رہا ہے لہٰذا وہ اس کا بے حساب اجر دنیا و آخرت میں دے گا۔ (احادیث)۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: لا صدقة و ذورحم محتاج۔ (صدقہ نہیں ہے جبکہ اقرباء محتاج ہوں۔) یعنی سب سے مقدم غریب اقرباء کی مدد کرنا لازم ہے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: من اثر غیرہ علی نفسه اثرہ الله یوم القیامة باالجنة۔ (جو دوسرے کو محبوب ترین شئے میں اپنے پر ترجیح دے گا، خدا روزِ قیامت اس کو جنت عطا کرنے میں ترجیح دے گا)۔ اور فرمایا: من احبّ شیئاً فجعل الله تعالیٰ یوم القیامة قد کان العباد یکافون فیما بینهم بالمعروف وانا اکافیك الیوم باالجنّة۔ (جو اپنی محبوب شئے کو راہِ خدا میں خرچ کر دے تو روزِ قیامت خدا کہے گا کہ جو بندے باہم ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک میں تعاون کرتے ہیں، میں قیامت میں ان کو جنت عطا کروں گا)۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا: ان ینفق العبد المال وهو شحیح یامل الدنیا و یخاف الفقر۔ (ترجمہ: یہ کہ بندہ مال راہِ خدا میں صرف کرے جبکہ مال کا وہ خود ضرورت مند ہو، اپنی زندگی کی امید رکھتا ہو اور افلاس سے ڈرتا ہو۔)

آیت ۹۳:

یہود نے رسولِ خداؐ سے کہا کہ تم لوگ اونٹ اور اس کا دودھ پیتے اور اس کا گوشت کھاتے ہو حالانکہ ملتِ ابراہیمؑ میں یہ حرام تھا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو بلکہ یہ حلال تھا۔ اس آیت کے ذریعے خدا نے اپنے رسولؐ کی تائید فرمائی ہے۔

حضرت یعقوبؑ کو مرضِ عرق النساء ہو گیا تو آپؑ نے نذر مانی کہ اگر مجھ کو شفا ہو گی تو اپنی مرغوب غذا اونٹ کا گوشت استعمال نہ کروں گا اور نہ اس کا دودھ پیوں گا۔ چنانچہ شفا ہو گئی تو حضرت یعقوبؑ نے بوجہ نذر و عہد کے اونٹ کا گوشت کھانا بند کر دیا اور اِس کا دودھ بھی نہیں پیتے تھے۔خدا نے اس آیت میں اسی کا ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ نزولِ توریت سے قبل کا ہے۔توریت میں یہ حلال ہے۔ رسول خداؐ نے حکم دیا کہ اگر تم سچے ہو تو توریت لاؤ۔مگر یہودی توریت نہ لائے۔ خدا نے یہ خبرِ غیب اپنے رسولؐ کو بتادی اور یہود کو حکم دیا کہ وہ ملتِ ابراہیمؑ کی پیروی کریں اور حضرت محمدؐ کی تصدیق کریں۔

آیت ۹۶:

یہود کا کہنا تھا کہ بیت المقدس مقامِ ہجرت انبیاءؑ ہے لہٰذا یہ قبلہ بننے کا حقدار ہے تو خدا نے فرمایا کہ پہلا گھر جو تمام انسانوں کے لئے سب سے پہلے بنایا گیا وہ کعبہ مکہ میں ہے اور وہ تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے جو انسان اس سے انحراف کرے گا تو ہدایت نہ پائے گا۔ کعبہ مقامِ امن ہے۔ اس میں مصلیٰ ابراہیمؑ ہے۔ آدمؑ نے اُس گھر کو بنایا بعد میں ابراہیمؑ نے اس کی تعمیر کی اور خدا نے اپنا گھر قرار دیا۔

آیت ۹۷:

احادیث صحیحہ سے پتہ چلتا ہے کہ خدا نے سب سے قبل وہ زمین پیدا کی ہے جس پر خانہ کعبہ ہے۔ یہ زمین سفید جھاگ سے پیدا ہوئی۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ زیرِ عرش خدا نے گھر بنایا جس کو بیت المعمور کہتے ہیں۔ ملائکہ جو طواف عرش کرتے تھے وہ مامور ہوئے کہ اس کا طواف کریں تا کہ ان کو سہولت ہو۔ پھر ملائکہ زمین کو حکم ہوا کہ وہ بیت المعمور کے بالکل نیچے گھر بنائیں۔ اس کا طول وعرض وہی ہو۔ لوگ اس کا طواف کریں جس طرح ملائکہ بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ ابوذر غفاریؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ رسول خداؐ سے پوچھا کہ عبادت کے لئے سب سے پہلے کون سی زمین پیدا کی گئی؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ مسجد الحرام ہے۔ بعدازاں بیت المقدس۔تم سب اس میں نماز پڑھو کہ یہ تمام زمین میری ہے اور میری مسجد ہے۔ عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ ہر نیکی کرنے والے کو اس جگہ ہر نیکی کا صلہ سو ہزار ملتا ہے۔ وہ زمین مکہ ہے کہ ایک رکعت نماز کا صلہ سو ہزار رکعت ملتا ہے اور ایک دینار کی خیرات کا صلہ سو ہزار دینار۔ یہ مقامِ ابرار ہے، زیارت گاہِ اخیار ہے۔ خانہ کعبہ پر نظر ڈالنا عمر بھر کی عبادت وصوم ہے۔ ملائک وہاں دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، گناہ معاف ہو جاتے ہیں روزِ قیامت شہداء، صدیقین، صالحین اسی جگہ سے محشور ہوں گے۔ جو یہاں سے محشور ہو گا وہ امن وامان میں رہے گا۔

حجِ کعبہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور اگر باوجود قدرت وہ حج نہیں کرتا تو خدا نے فرمایا کہ جس نے کفر کیا تو خدا بے

نیاز ہے لہٰذا مسلمان کو کافرِحق اور منکر بننے سے اپنے کو بچانا چاہئے۔

آیت ۹۸:

پرندوں کا خانہ کعبہ سے کے اوپر سے نہ گزرنا، شکار کرنے والے جانوروں سے پرندوں کا محفوظ رہنا، جو خانہ کعبہ کو خراب کرنا چاہے مثلِ اصحابِ فیل اس کا برباد ہونا، مریضوں کا شفا پانا، رزق کا ملنا، افلاس کا دور ہونا، چاہے کتنی کثرتِ حجاج ہو مسجدِ حرام میں وسعت کا ہونا، پرندوں کا بیٹ نہ کرنا، کعبہ پر نظر پڑتے ہی اشکبار ہونا، مومنین کا دل خود بخود مائلِ حج ہونا، حجرِ اسود و رکن و حطیم و زمزم، مقامِ ابراہیمؑ کہ سنگ سخت پر نشان قدم ابراہیمؑ موجود ہیں۔ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیمؑ تعمیرِ خانہ کعبہ کرتے تھے۔ خدا کا فرمان ہے کہ خدا کے گھر کی یہ نشانیاں دیکھ کر بھی یہود ایمان نہیں لاتے۔ یہ ان کی گمراہی ہے۔ خدا اہلِ اسلام کو توفیق عطا فرمائے کہ ان کا ایمان روز بروز زیادہ ہو اور وہ آیاتِ خدا پر بہ خلوص اعتقاد رکھیں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ **حبّب من دنیا کم ثلاث الطیب و النساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ**۔ (تمہاری دنیا سے مجھ کو تین چیزیں محبوب ہیں۔ خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے)۔ فرمایا کہ تمہاری دنیا۔ یعنی اشیاء دنیا سے مجھ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ روحانیات میرے لئے ہیں۔ خوشبو پسند ہے کہ جو وجہِ کشش و انس و محبتِ انسان ہے۔ زوجہ انسان کو افعال بد سے محفوظ رکھتی ہے اور نفسانی خواہشات کو غلط راہ روی سے باز رکھتی ہے۔ خدا نے مرد کے لئے عورت کو سکون، وجہِ تولیدِ نسل و محافظِ اُمور خانہ داری بنایا ہے۔

آیت ۹۹:

یہود عمار یاسرؓ اور ان کے رفقاء کو بہکاتے تھے مگر وہ باایمان رہے نیز اوس و خزرج قدیم قبائل مدینہ کو مثل عہدِ جاہلیت جنگ پر آمادہ کرتے تھے اور اسلام سے منحرف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ وہ محمدؐ نہیں ہے جس کا ذکر توریت میں ہے۔ مگر اسلام قبول کرنے کے بعد وہ بھی ثابت قدم رہے۔

آیت ۱۰۲:

مفسرین نے لکھا ہے کہ اصحاب خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ کس میں طاقت ہے کہ خدا سے اتنا ڈرے جتنا ڈرنے کا حق ہے۔ انسان کی طاقت سے یہ باہر ہے۔ تو فرمایا: **فاتقوا اللہ ما استطعتم**۔ (اپنی قدرت کے مطابق پرہیزگاری کرو)۔ تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ کسی عنوان سے بھی خدا کی نافرمانی نہ ہو۔

خدا نے فرمایا ہے کہ **ان الدّین عند اللہ الاسلام** (سورہ آل عمران، آیت:۱۹)۔ اللہ کے نزدیک دین (صحیح طریقہء زندگی) صرف اسلام ہے۔ اس آیت میں حکم ہے کہ عاقل و مومن انسان کا یہی کام ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو اور اسلام پر قائم رہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مدّتِ حیات میں گوناگوں معاملات و آفاتِ گمراہ

کُن آئیں گی، مسلمان کو بہ صبر وسکون اُن کا مقابلہ کرتے ہوئے اسلام کے دامن کو ہی پکڑے رہنا چاہئے۔ حکومتِ کفار وجبّار ہو، سیاسی معاشی وحکومتی دباؤ پڑیں، مگر مردِ مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ تادمِ مرگ اسلام پر باقی رہے۔

آیت ۱۰۳:

خدا کا حکم تاکیدی ہے کہ مسلمان کو تفریق سے بچنا چاہئے اور وہ ملتِ اسلامیہ کو فرقہ فرقہ بنا کر منتشر ومتفرق نہ کرے مگر آج کل کے مسلمانوں نے اس حکمِ خدا سے انحراف کیا ہے۔ یوں تو نام نہاد مسلمان ہیں مگر نئے نئے فرقے بنانے کو فخر سمجھتے ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر بنانے میں مذہبی عزت محسوس کرتا ہے جبکہ خدا نے منع کیا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے کو ذلتِ دنیا اور عذابِ آخرت کا مستحق بناتا ہے۔

حدیث:۔ حارث بن اعور نے کہا کہ میں مسجدِ رسولؐ میں گیا میں نے دیکھا کہ لوگ اختلاف میں مبتلا تھے اور ہر فرقہ اپنے مطلب کی بات کہہ رہا تھا۔ میں نے حضرت علیؑ کی خدمت میں واقعہ عرض کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خداؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں فتنہ پیدا ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ اس کے روکنے کی کیا تدبیر ہے فرمایا: بکتاب الله فانّ فیه نبأ ما قبلکم و خبر ما بعدکم وحکم ما بینکم هو الفصل لیس بالهزل و حبل الله المتین والنور المبین والشفا النافع وعصمة من تمسّك بهٖ و نجاة من تبعه۔ (فتنہ سے بچاؤ بذریعہ قرآن ہوسکتا ہے کہ اس میں پچھلوں کے واقعات ہیں اور بعد کے زمانہ کی خبریں ہیں اور انسانوں کے مابین حکم وفیصلے ہیں۔ اس میں حق و باطل کا فرق ہے۔ قرآن خدا کی رسی ہے اور ذِکرِ حکیم ہے۔ وہ راہِ راست اور مضبوط رسیّ اور نورِ روشن اور شفا و فائدہ رساں ہے۔ جو اس سے تمسک کرے قرآن اس کا محافظ ہے۔ جو اس کی پیروی کرے اس کے لئے نجات ہے)۔ ابوسعید خدری نے روایت کی ہے کہ میں نے سُنا رسول خداؐ نے فرمایا: قد ترکت فیکم حبلین ان اخذتم بهما لن تضلوا بعدی الا کبر احدهما من الآخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی الا انهما لن یفترقا حتیٰ یردا علیّ الحوض۔ (میں نے تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر تم ان سے جُڑے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ ایک افضل ہے دوسرے سے۔ کتابِ خدا جو رسی ہے اور جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہے۔ دوسرے میری عترت اہلبیت۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آجائیں)۔

قبولِ اسلام کے فائدوں میں ایک عظیم تاریخی واقعہ یہ ہے کہ مدینہ کے دو قبائل اوس وخزرج جو طویل عرصے سے باہم دشمن تھے بوجہ قبولِ اسلام اپنے اختلافات مٹا کر بھائیوں کی طرح رہنے لگے۔

آیت ۱۰۴:

اس آیت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے حالانکہ یہ حکم صرف علماءِ دین و ائمہِ مذہب کے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ قرآن میں ولتکن منکم امۃ۔ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ صاف ظاہر ہے کہ کل امت کو حکم نہیں ہے البتہ افرادِ امت پر لازم ہے کہ وہ ان افراد کے ساتھ تعاون کریں ورنہ وہ خود بھی گنہگار ہوں گے۔ اصل میں یہ حکم ائمہ وعلماء کے لئے مخصوص ہے اور عوام اس لئے اس حکم میں شامل سمجھے جا سکتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو عالم دین بناتے رہیں کہ وہ تبلیغِ دین وامر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے رہیں۔ بعض اصحاب سے مروی ہے کہ جو چاہتا ہے کہ اس امت کا خیر اُمت یعنی سب سے اچھا امتی بن جائے تو وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: احفظونی فی اصحابی فانھم خیار امتی۔ [میرے احترام کی حفاظت میرے اصحاب میں کرو۔ کیونکہ وہ میرے امت کے اخیار (نیک لوگ) ہیں]۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر صرف اصحاب رسولؐ کے دور تک محدود نہیں تھا کیونکہ یہ دین قیامت تک رہے گا لہٰذا حکمِ آیت اور ضرورتِ تبلیغِ احکامِ اسلام بھی قیامت تک رہیں گے۔ چنانچہ خدا نے انسانوں کے ایک مخصوص طبقہ کو انبیاء اور رسولوں کی صورت میں مبعوث کیا کہ وہ حکمِ خدا کو عوام تک پہنچاتے رہیں اور انسان کے ایک طبقہ کو امام بنایا کہ وہ قیامت تک احکامِ دین کی حفاظت بہر حیثیت کرتے رہیں۔ چونکہ دینِ اسلام ونبوتِ حضرت محمدؐ تا قیامت رہے گی لہٰذا خدا کے مقرر کردہ محافظِ دین یعنی ائمہ بھی قیامت تک رہیں گے۔ چنانچہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ میری اولاد سے بارہ امام ہوں گے جن میں کا بارھواں میرا ہمنام ہوگا، اس کا لقب مہدی ہوگا، وہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

یہود ونصاریٰ میں مختلف فرقے ہو گئے تھے۔ عنانیہ، سامریہ، موشکاینہ یہود کے فرقے تھے اور ملکائیہ ونسطوریہ و یعقوبیہ نصاریٰ کے فرقے تھے۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کا دشمن تھا۔ خدا نے اہلِ اسلام کو فرقوں میں تقسیم ہونے کی ممانعت کی ہے مگر افسوس کہ مسلمانوں میں بھی لاتعداد فرقے بن گئے ہیں جو باہم دشمن ہیں۔ کیا یہ فرقے اپنے کو خدا کا فرماں بردار کہتے ہیں جبکہ خدا نے ان کو فرقہ فرقہ بننے سے منع کیا تھا اور عذابِ جہنم کی خبر دی تھی۔

آیت ۱۰٦:

خدا کی نافرمانی دونوں جہاں میں انسان کو روسیاہ بنا دیتی ہے۔ یہ روسیاہی جلد یا بدیر گنہ گار کا مقدر ہے۔ حسن بصری کا کہنا ہے کہ یہ لوگ منافق ہیں کہ اظہارِ ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: انھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ۔ (وہ لوگ دین سے ایسے نکلیں گے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔)

آیت ۱۰۷:

جو حضرت محمدؐ اور ان کے فرمان وسنت پر عمل کرتے ہیں ان کے چہرے تو نورانی ہوں گے اور وہ رحمتِ حق میں دائم مسرور رہیں گے اور جو باوجود علم نافرمان ہونگے ان پر خدا کی لعنت ہوگی لہٰذا اس لعنت کی وجہ سے ان کے چہرے کالے ہوجائیں گے۔

آیت ۱۰۸:

یعنی اے محمدؐ ہم واقعاتِ قبلِ عہدِ تاریخ تم پر بیان کرتے ہیں تاکہ تمہاری امت کے لئے سببِ ہدایت ہو۔

آیت ۱۱۰:

خیر امت وہی افراد ہیں جن کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا خدا نے حکم دیا ہے اور وہ ائمہ ہیں جن کو خدا نے حفاظتِ دین کے لئے مقرر کیا ہے۔ عوامِ امت اس سے مراد نہیں کیونکہ عوام احکامِ خدا کو کامل طور پر سمجھنے اور سمجھانے کی قابلیت نہیں رکھتے۔

آیت ۱۱۱:

آیات عہدِ رسولؐ میں یہود کی حالت کو ظاہر کرتی ہیں اور اس امر کا اظہار مطلوب ہے کہ اگر یہود نے حضرت محمدؐ کی اطاعت قبول نہیں کی اور اسلام نہیں لائے، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر قسم کی امداد سے محروم رہیں گے۔ جہاں کہیں بھی جائیں گے ذلت کا شکار ہوں گے اور قتل کیے جائیں گے۔ قرآن کا یہ ارشاد خبرِ غیب ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بنی قریظہ و بنی نُضَیر و بنی قینقاع اور خیبر کے یہودیوں نے رسول خداؐ سے جنگ کی۔ آخر قتل ہوئے اور جزیہ کی ذلت برداشت کرنی پڑی۔

آیت ۱۱۲:

خدا کا عہد ہی ان کو قتل ہونے اور خواری و ذلت سے بچا سکتا ہے یعنی انہوں نے جزیہ دینے کا اقرار کیا ہے اگر وہ جزیہ ادا کرتے رہیں گے تو محفوظ رہیں گے اور مومنین و مسلمین سے جو عہد کیا ہے اس پر قائم رہیں گے تو ان کی جان و مال محفوظ رہے گی، ورنہ ہر قسم کی ذلت ان کا نصیب ہے۔ اور ان کی اسلام دشمنی اور نافرمانی ان کو ذلت و عذابِ آخرت کا مستحق بنادے گی۔

دنیا میں یہود ہمیشہ ذلیل رہیں گے اور اس فرمانِ خدا کے بعد سے چودہ ۱۴ سو سال ہو رہے ہیں آج تک ذلیل ہیں۔ دولت بھی کام نہ آئی۔ دنیا کی بڑی طاقتوں نے مل کر ایک حکومت اسرائیل قائم بھی کر دی مگر یہود مجموعی حیثیت سے امریکہ اور بڑی حکومتوں کے غلام ہیں۔ ان کی مدد پر عربوں سے لڑ رہے ہیں۔ ذلت آج بھی ان کے نصیب میں

ہے اور وہ کبھی دنیا میں نگاہِ عزت سے دیکھے جانے کے قابل نہ ہوں گے کیونکہ انہوں نے ناحق انبیاءؑ کو قتل کیا اور خدا کی ہمیشہ نافرمانی کرتے رہے۔

آیت ۱۱۳:

خداوند عالم نے حضرت محمدؐ کو بتایا کہ یہود سب ہی ایسے نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو توریت و انجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور انبیاءِ سابقین کو مانتے ہیں۔ مگر نبیِ آخر اور حضرت محمدؐ اور قرآن کو نہیں مانتے ہیں۔ وہ عابد و زاہد ہیں۔ رات دن آیات خدا کی تلاوت کرتے ہیں۔ ان میں چالیس افراد نجران کے تھے۔ بتیس افراد حبشہ کے تھے۔ آٹھ افراد روم کے تھے جو عیسیٰؑ پر بھی ایمان رکھتے تھے اور حضرت محمدؐ پر بھی انجیل پر بھی اور قرآن پر بھی۔ ان میں عبداللہ ابن سلامؓ اور اس کے رفقاء تھے۔ وہ نماز مع ارکان ادا کرتے تھے۔ اس سے مراد نمازِ تہجد ہے۔

رسول خداؐ نے فرمایا: **رکعتان یر کوھما العبد فی جوف اللیل الآخیر لہ من الدنیا وما فیھا ولو لا ھی اشق علی امتی تفرضتھما علیھم**۔ (دو رکعت جو بندہ آخرِ شب بعدِ نصفِ شب ادا کرے وہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہے۔ اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتی تو میں اس کو امت کے لئے فرض کر دیتا)۔

رسول اللہؐ نے علیؑ سے فرمایا: **یا علی علیك الصلٰوۃ اللیل، علیك الصلوۃ اللیل، علیك الصلٰوۃ اللیل**۔ رسول خداؐ نے تین بار حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ اے علیؑ تم کو چاہئے کہ نماز شب کو قائم رکھو۔

آیت ۱۱۴:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید ہے اور اس کو خدا نے دینِ اسلام کا جزو قرار دیا ہے۔

آیت ۱۱۵:

خدا عادل و حاکم ہے وہ نیکی کا بدلہ پورا پورا دے گا اور بندوں کی عبادت کا صلہ بے حد و انتہا دے گا۔

خدا ہر شئے کے حال سے باخبر ہے مگر متقین کے حال سے باخبر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ خدا ہر وقت ان کی حفاظت کرتا ہے، ان کے عزت کو باقی رکھتا ہے، ان کو شیطان کے شر سے بچاتا ہے اور ہمہ وقت ان پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔

آیت ۱۱۶:

کافر خدا کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور چاہے مالِ دنیا اس کے پاس کتنا ہی زیادہ ہو مگر وہ دنیا میں ذلیل اور آخرت میں خوار و مستحقِ دوزخ ہوتا ہے۔

بعض فرقوں کا مثل یہود و نصاریٰ کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ جہنم میں چند روز رہیں گے پھر جنت مل جائے گی۔ اس کی تردید خدا قرآن میں خالدین فیہا سے کرتا ہے۔ اگر ایمان لائے اور عمل نیک کیا تو جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور اگر مستحق جہنم ہو گئے ہیں تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اب رہا ان کا مال یا ان کی اولاد وہ دائمی جہنمی کو مستحق جنت نہیں بنا سکتی ہے۔ یہ تنبیہ ہے۔ انسان اولاد کی محبت اور مال کے لالچ میں احکامِ خدا کے خلاف اعمال کرتا ہے، یہ اس کی انتہائی بدنصیبی ہے۔

آیت ۱۱۷:

جو صرف زندگانیٔ دنیا ہی کو مقصدِ حیات سمجھتے ہیں اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ہری بھری تیار کھیتی کو موسمِ سرما کا پالا جلا دے۔ کیونکہ ان کے کسی عمل کا نتیجہ ان کو عاقبت میں نہ ملے گا۔ اور وہ اس دن پیشِ خدا مفلس اور خالی ہاتھ ہوں گے دولتِ دنیا کا چند روزہ تعیش بالکل اسی طرح ہوگا کہ ہری بھری کھیتی کو دیکھ کر مالک خوش ہوتا ہے مگر صبح کو وہی کھیت پالے، جاڑے سے تباہ نظر آتا ہے تو اس پر ناامیدی و یاس چھا جاتی ہے اور وہ خسارہ میں رہتا ہے۔ حدیث ہے کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) جتنا عمل اچھا ہوگا اس کا ثمر بھی اتنا ہی اچھا ملے گا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان اپنے اعمالِ بد سے خود ہی نقصان اُٹھاتا ہے، خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہ کہنا کہ خدا نے انسان کو مجبور کر دیا ہے وہ خیر و شر کرنے میں مجبور ہے، بالکل غلط ہے کیونکہ خدا ظالم نہیں ہے۔

آیت ۱۱۸:

خدا نے فرمایا ہے کہ کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ تمہارا یہ فعل تمہارے لئے مضر ہوگا کیونکہ نظریہ کا فرق کبھی دوست نہیں بننے دیتا۔ اہلِ اسلام کا نظریہ خدا پرستی ہے اور کافروں کا نظریہ طاغوت و شیطان پرستی ہے۔

دلی بغض باہم کبھی دوست نہیں بننے دیتا لہٰذا کبھی ظاہر دوست نما دشمن سے اپنے راز کی باتیں نہ کہے۔ عہدِ حاضر میں بھی مثلِ عہدِ رسولؐ منافق موجود ہیں۔ یہ منافقین پہلے منافقین کی نسلوں سے ہیں۔ لہٰذا بالباسِ اسلام دینِ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مشرکین و کافرین اسلام کی بیخ کنی کرتے رہتے ہیں۔ مگر حکمِ خدا ہے کہ اہلِ اسلام کو صبر و تقویٰ سے کام لینا چاہئے تا کہ ان کو نقصان نہ پہنچے۔

آیت ۱۱۹:

مشرکینِ قریش اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ ہجرت رسولؐ اسی دشمنی کی وجہ سے ہوئی۔ مدینہ پر انہی مشرکین نے بار بار چڑھائی کی۔ سخت جنگیں انہی سے ہوئیں مگر چونکہ مہاجرین و مشرکین قریشِ اہل مکہ تھے ان کے باہم تعلقات، عزیز داری، لین دین وتجارت تھی لہٰذا ایک دوسرے کو چاہتے بھی تھے۔ پیغمبر اسلام سے چھپ چھپ کر

تعلقات باہمی برقرار رکھتے تھے۔ خدا نے اسی وجہ سے اہلِ اسلام کو آگاہ کیا کہ تم لاکھ کافرین ومشرکین سے محبت کرو مگر وہ کبھی تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ علاوہ بریں کچھ منافقین اب بھی اہلِ اسلام میں موجود ہیں۔ وہ مسلمانوں کو ہمہ وقت گمراہ کرنے کی تدبیر کرتے رہتے ہیں مگر جب ان کا بس نہیں چلتا تو وہ حسرت وافسوس سے اپنے ہی ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا ضروری ہے۔ یہ آیت وقتی نہ تھی بلکہ اس کا حکم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اہلِ اسلام کا وجود اور موجودہ زمانے کے منافقین اور مشرکین اور یہود ونصاریٰ کا وجود باقی ہے۔ لہٰذا ہر زمانے میں مسلمانوں کو باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔

خدا کا فرمان ہے کہ اہلِ اسلام تم اپنے عقیدہ میں پختہ رہو اور یہود ونصاریٰ اور اعدائے دین اور منافقین سے کہہ دو کہ تم اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتے بلکہ اپنے غصہ سے خود ہی تباہ ہو جاؤ گے۔ غصہ میں آکر اہلِ اسلام سے مقابلہ کرتے رہو گے، تو قتل ہو گے، اسیر ہو گے اور ذلیل بھی ہو گے۔

آیت ۱۲۰:

مشرکین وکفار ومنافقین ودشمنانِ اسلام کا یہ طریقہ ہے کہ مسلمانوں کو اگر غم والم ونقصان پہنچتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو خدا کی نصرت اور فتح مندی اور مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے تو ان کو ناگوار ہوتی ہے اور وہ مکروفریب کر کے اہلِ اسلام کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر خدا کا وعدہ ہے کہ اگر مسلمان خدا کا خوف اور اس کے حکم کے مطابق صبر وتحمل سے کام لیں گے تو نصرتِ خدا ان کے شاملِ حال ہوگی اور دشمنوں کی کسی چال اور فریب و مکر سے ان کو نقصان نہ پہنچے گا۔

خدا اپنی قدرتِ علم اور طاقت کی وجہ سے غالب ہے۔ وہ کائنات کا خالق اور رازق ہے۔ خدا نے اہلِ اسلام کو یاد دلایا ہے کہ جب تم اپنے رب کو صاحبِ قدرتِ کاملہ جانتے ہو اور اسی کی خوشنودی کے واسطے اپنی جان و مال کو قربان کرتے ہو تو پھر تم یہ بھی جان لو کہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ وہ تمہارا ناصر و مددگار ہے۔ تم کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے، اس کے معنی ہوئے کہ جب اہلِ اسلام سے یہ اوصاف کم ہو جائیں گے جب ہی دشمن ان پر غالب آ سکتا ہے ورنہ ہمیشہ مسلمان ہی غالب رہیں گے۔

آیت ۱۲۱:

یہ آیات غزوہِ احد کے بارے میں ہیں اور خدا نے ان آیات کے ذریعہ اپنے رسولؐ اور ان کی امت کو بشارتِ فتح دی ہے۔ رسول خداؐ حضرت عائشہؓ کے مکان پر تھے کہ صبح آپ میدان احد کی طرف روانہ ہوئے اور آپ نے صفوفِ اہلِ اسلام کو درست کیا اور ان کے مورچے بنائے۔ سات شوال یا دس شوال تین ہجری تھی۔ جنگ

بدر میں مشرکین کے ستر آدمی مارے گئے تھے اور ستر اسیر ہوئے تھے تو ابوسفیان نے اہلِ عرب سے کہا تھا کہ تم اپنی عورتوں کو رونے نہ دو کیونکہ رونے سے عرب کا جذبہ انتقام کم ہو جائے گا۔ اس بار ابوسفیان کے ہمراہ تین ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ یا بروایت کل تین ہزار مشرکین بدھ کے دن میدان احد میں پہنچے، وہ سب زرہ پوش تھے۔ ادھر راستہ سے عبداللہ ابن ابی تین سو منافقین کو ہمراہ لے کر مدینہ واپس ہو گیا۔ مسلمان ایک ہزار تھے مگر عبداللہ ابن ابی (منافق) کے واپس جانے کے بعد صرف سات سو (۷۰۰) رہ گئے۔ آنحضرتؐ نے عبداللہ ابن جبیر کو پچاس افراد دے کر احد کے ایک راستہ پر مقرر کر دیا اور تاکید کر دی کہ وہ وہاں سے نہ ہٹیں مگر جب لشکرِ اسلام غالب ہوا تو عبداللہ ابن جبیر کے ساتھی احد کی گھاٹی سے ہٹ گئے اسی راستے سے خالد ابن ولید نے دوسو (۲۰۰) سواروں سے اہلِ اسلام پر حملہ کر دیا۔ جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا حالانکہ میسرہ پر مقداد بن اسودؓ اور قلب لشکر پر حمزہؓ اور علمدار فوج حضرت علیؑ تھے۔ خالد ابن ولید نے عبداللہ ابن جبیرؓ کو قتل کیا۔ فوجِ اسلام سب بھاگ گئی۔ رسول اللہؐ تنہا رہ گئے اور آپؐ کے چہرے پر پتھر لگنے کا زخم آیا۔ دو دانت شہید ہو گئے۔ علی المرتضیٰؑ دشمنوں پر بار بار حملہ کرتے تھے اور پروانہ کی طرح شمعِ نبوت پر نثار ہوتے۔ ستر زخم جسمِ علیؑ پر پہنچے تھے۔ اس سخت جنگ میں کئی بار علیؑ کی مدد جبرائیلؑ نے کی اور اسی روز غیب سے ندا آئی لا فتیٰ اِلّا علی لا سیف اِلّا ذوالفقار۔ (علیؑ سے زیادہ بہادر کوئی نہیں اور ذوالفقار سے بہتر کوئی تلوار نہیں ہے)۔ تاریخ نے اس قول کو ثابت کر دیا۔ اسی جنگ میں حضرت حمزہؓ عمِ رسولؐ شہید ہوئے۔ وحشی نے حمزہؓ کا جگر ہندہ کو دیا اور اسے ہندہ زوجہ ابوسفیان نے دانتوں سے چبایا اور وحشی کو اپنا تمام زیور انعام میں دے دیا۔

آیت ۱۲۲:

بنوسُلَیم قبیلہ خزرج سے اور بنو حارثہ قبیلہ اوس سے عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کے جانے کے بعد کم ہمت ہو گئے تھے مگر طاقتِ ایمان نے ثابت قدم رکھا خدا نے فرمایا کہ ان کا ولی خدا تھا کہ ان کو ثابت قدم رکھا۔

آیت ۱۲۵:

یہ خدا کا وعدہ مومنین سے ہے۔ غیبی مدد حاصل کرنے کا طریقہ (۱) کہ اگر تم صبر کرو مصائب اور جنگ کی سختیوں پر اور (۲) رضائے خدا کے طالب رہو اور (۳) اسی سے طلبِ نصرت کرتے رہو تو خدا تمہاری مدد غیب سے کرے گا اور ایسی مدد غیبی ہوگی کہ فرشتے تمہاری امداد کریں گے۔ یہ حکم ہمیشہ کے لئے ہے۔ جب مومن سوا خدا کے کسی دوسرے کا سہارا نہیں لیتا اور اپنا مددگار صرف اور صرف خدا ہی کو سمجھتا ہے تو اس کی ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ انبیاءؑ، اولیاء اور ائمہؑ کے تاریخی حالات اس امر کے شاہد ہیں کہ خدا نے ہمیشہ مدد کی جس کے وہ طالب ہوئے اور ان کا دینی و دنیوی

مقصد ہمیشہ پورا ہوا، تا قیامت وہ کامیاب سمجھے جائیں گے اور آخرت کی نعمات کے وہی وارثِ ہوں گے۔ واقعہ یوں ہے کہ جب رسولِ خداؐ نے غزوۂ بدر کے دن اصحاب سے فرمایا: تسوموا فان الملائکة قد تسوّمت۔ (کہ تم اپنے معاملات جنگ کو درست کرو کہ ملائک نے بھی معاملات جنگ کو درست کرلیا ہے) تو اصحاب نے اپنے دستار پر سفید پارچہ لگا لیا۔ جنگ بدر میں ملائکہ نے مدد کی۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ وہ پانچ ہزار فرشتے جو جنگِ بدر میں نصرت مسلمین کے لئے نازل ہوئے تھے وہ ہمیشہ مومنین اہل زمین کی نصرت کرتے رہیں گے۔ شعبی سے روایت ہے کہ روزِ بدر، جابر نجاری نے نواح و اطراف سے فوجِ کثیر جمع کی۔ رسول اللہؐ کو علم ہوا تو آپؐ کو فکر ہوئی تو خدا کے فرشتے نے رسول اللہؐ کو اطلاع دی کہ اگر جابر نجاری افواج جمع کر رہا ہے تو میں تین ہزار فرشتوں کو تمہاری مدد کے لئے نازل کروں گا اور اے رسولؐ اگر تمہارے اصحاب صبر و تقویٰ سے کام لیں گے تو میں پانچ ہزار فرشتے نازل کردوں گا۔

آیت ۱۲۶:

خدا عالمِ غیب ہے۔ لہٰذا جب مومنین پریشانی میں مدد طلب کرتے ہیں تو خدا ان کے اطمینان وخوشنودی کے لئے ملائکہ کی امداد پہنچا دیتا ہے۔ اس آیت نے انحصار کر دیا کہ حقیقی ناصر اور مددگار خدا ہے دوسرے سے مدد مانگنا خلافِ حکمِ خدا ہے۔ البتہ وہ دوسرے مومنین کو مدد کا واسطہ بنا سکتا ہے۔ یعنی مومنین سے مدد مانگنا جائز ہے کیونکہ خدا ان کے ذریعے مدد فرماتا ہے۔

آیت ۱۲۸:

جنگِ احد میں جب لشکرِ اسلام بھاگ گیا اور رسول اللہؐ کے دو دانت ٹوٹ گئے، زرہ سر اور چہرہ میں پیوست ہوگئی، حمزہؑ شہید ہوگئے اور حضرت علیؑ کفار کو رسولؐ سے دفع کر رہے تھے۔ رسول اللہؐ نے چاہا کہ وہ مفرورین اور مشرکین پر نفرین یا لعنت کریں تو خدا نے یہ آیت نازل کی کہ لیس لك من الامر شیٔ (سورہ آل عمران آیت: ۱۲۸)۔ (اے رسولؐ اس امر میں تم کو اختیار نہیں ہے) کہ بددعا کرو۔ میں خود مختارِ کل ہوں۔ اگر مفرورین توبہ کرلیں تو میں قبول کرنے والا ہوں۔ کیونکہ وہ یا ان کی اولاد جو آئندہ پیدا ہوگی مومن ہوگی۔ (یہ خدا کا علم غیب ہے جس کی اطلاع رسولؐ کو دی جارہی ہے) اور اگر وہ سب کافر ہی رہیں گے تو میں عذاب دوں گا کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ اگر یہ لوگ کفر پر مصر رہیں گے تو وہ ظالم ہیں اور ظالمین کی سزا عذابِ دنیا وآخرت ہے۔ وہ دنیا میں اسیر وقتل وخوار ہوں گے اور آخرت میں مستحقِ جہنم ہوں گے۔

آیت ۱۲۹:

خدا کا فرمان ہے کہ آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر اور باہر جو کچھ ہے اس کا مالک خدا ہے۔ کوئی رسول یا نبی

بھی اس کی ملکیت میں دخل دینے کا مجاز نہیں ہے۔ خدا فاعلِ مختار اور مالکِ کل ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ خدا اگر بندہ کو مطیع وصابر ورضا جُو دیکھتا ہے تو اس کی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے اور درجاتِ عالیہ عطا فرماتا ہے اور انسان کو ظالم نافرمان دیکھتا ہے تو اس کو موقعِ توبہ دیتا ہے مگر بعد کو توبہ نہ کرنے پر بوجہ اصرارِ جرم عذاب دیتا ہے۔ خدا نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ سے یہ خطاب کیا ہے کہ تم کو خدا کی ملکیت ومنشاء ومرضی میں اختیار نہیں ہے تا کہ قیامت تک کے آنے والے کسی انسان کو یا کسی کو بھی خدا کا شریک بنانے کی جرأت و ہمت نہ ہو۔ مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

آیت ۱۳۰:

سورۂ بقرہ میں حرمتِ سود کی تاکید آچکی ہے۔ بار دیگر پھر سود کے حرام ہونے کی تاکید ہے۔ عہدِ جاہلیت میں بھی لوگ مثلِ عہدِ حاضر سود درسود کھاتے تھے۔ آیاتِ سورۂ بقرہ میں سود کو حرام کیا گیا ہے اور اس آیت میں یہ حکم بھی ہے کہ سود لینے کے علاوہ اس کا کھانا بھی حرام ہے۔ یعنی اس سے کمائی ہوئی دولت بھی کھانے میں حرام کا حکم رکھتی ہے۔ سود چونکہ باہمی انسانی ہمدردی اور محبت وجذبۂ تعاون کو فنا کرتا ہے لہٰذا معاشرۂ انسانی کے لئے سخت مضر ہے اور ہر مضر شئے حرام کی گئی ہے۔ اسلام وتعلیماتِ حضرت محمدؐ اُنس ومحبت کی تعلیم دیتی ہیں اور یہی انسانیت ہے۔ آیت کا اگلا حصّہ کہ تم فلاح پاؤ گے بے شک تعاون و ہمدردی باہمی انسانوں کی فلاح وبہبود وترقی کا سبب ہے اور اسی طرف آیت نے اشارہ کیا ہے۔

آیت ۱۳۱:

حکمِ ترکِ سود کے منکر درحقیقت کافر ہیں کہ خدا اور رسول کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں۔

آیت ۱۳۳:

یہ آیت انسان کو اس کی مستعار زندگی کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ جلد از جلد وہ کام کرلو جو تمہاری یقینی موت سے پہلے تم کو ابدی نعماتِ جنت کا مستحق بنا سکیں۔

وسعتِ جنت کا تصور آیت نے بے مثل طریقہ پر پیش کیا ہے۔ ہر انسان اپنے علم وقدرت کے مطابق کسی شئے کا تصور کرسکتا ہے کہ خدا نے وسعت سمٰوات وارض کو بیان کیا ہے تا کہ انسانی محدود عقلیں تصور کرسکیں اور یہ بھی جان لیں کہ جس طرح خدائے قادر اس وسیع عالم کو بنا سکتا ہے اسی طرح جنت کی وسعت بھی اتنی پیدا کرسکتا ہے جس میں اولین وآخرین کے مومنین سما سکیں۔ ایمان تقویٰ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ جنّت خدا کی قدرت اور وسعت کی مظہر ہے۔

جو لوگ احکامِ خدا کے تابع ہیں اور خوفِ خدا دل میں ہمہ وقت رکھتے ہیں وہ متقی ہیں، جنت کا حق صرف متقین ہی

کو ہے۔

شہنشاہ روم نے خط لکھا اور وسعتِ جنت کے بارے میں سوال کیا کہ آپ جس جنت کا وعدہ کرتے ہیں وہ کیوں کر وسعت عالم میں سما سکے گی۔ تو رسول خداؐ نے جواب دیا: سبحان اللہ اذا جاء النھار فاین اللیل۔ (خدا منزہ و پاک ہے جب دن آتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے؟) یہ مثال اس وقت کے مطابق اور شاہِ روم کی فہم و عقل کے موافق دی گئی اور بتایا ہے کہ خدا جس طرح اسی دنیا میں تمہاری نظروں کے سامنے رات اور دن کو پیدا کرتا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وسعتِ جنت اس دنیا کے علاوہ پیدا کر سکے۔ مروی ہے لولا المتقون لما خلقت الجنۃ۔ (اگر متقین نہ ہوتے تو جنت پیدا ہی نہ ہوتی۔)

آیت ۱۳۴:

سخاوت کا اسلام میں بڑا مرتبہ ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: الجنۃ دار الاسخیا۔ (جنت سخی افراد کا گھر ہے)۔ ابو ہریرہ نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے: السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس والجاھل السخی احب عند اللہ من عالم بخیل۔ [سخی اللہ اور جنت اور لوگوں سے (بوجہ احسان) قریب ہے اور بخیل اللہ، جنت اور لوگوں سے دور ہے اور جاہل سخی خدا کے نزدیک زیادہ محبوب ہے بخیل عالم سے۔]

غصہ کو پی جانا اور انتقام سے درگزر کرنا خدا کو پسند ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: ولیس الشدید بالصرعۃ ولکن الشدید الذی یملك نفسہ عن الغضب۔ (وہ شخص صاحب قوت نہیں ہے جو کُشتی میں مقابل کو زمین پر پٹک دے بلکہ قوی وہ ہے کہ بوقت غضب اپنے نفس پر غالب آ جائے)۔

عفوِ تقصیر یعنی معاف کرنے کا اسلام میں بڑا درجہ ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ان ھولاء فی امتی قلیل الا من عصمھم اللہ وقد کانوا کثیراً فی الامم التی مضت۔ [ایسے لوگ (یعنی معاف کرنے والے) میری امت میں کم ہیں۔ ہاں جن کو خدا انتقام لینے سے بچا لے (اور ان کو توفیق عفو دے)۔ گذشتہ امتوں میں ایسے لوگ زیادہ تھے]۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ماعفا رجل عن مظلمۃ الا زاد اللہ بھا عزا۔ (جس پر ظلم ہوا ہے اگر وہ معاف کر دیتا ہے تو خدا اس کی عزت کو زیادہ کر دیتا ہے۔)

آیت ۱۳۵:

عطاءؒ سے روایت ہے کہ یہ آیت واقعہ تیھان تمّار کے بارے میں آئی۔ ایک حسین عورت اس سے کھجوریں خریدنے آئی۔ تیھان بہانہ سے اسے گھر میں لے گیا اور اُس سے بوس و کنار کرنا چاہا۔ عورت نے کہا: خدا سے ڈر۔

تیھان نے عورت سے معذرت کی، توبہ کی اور فعلِ بد سے باز رہا۔ اس آیت نے بتایا کہ اگر بوقتِ فعلِ بد انسان اپنی خطا پر نادم ہو جائے، اور اس خطا سے باز رہے اور خوفِ خدا کرے تو خدا اس کی خطا معاف کر کے اس کو جنت کا مستحق بنا دیتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ اپنے گناہ پر اصرار نہ کرے اور بار بار ارتکابِ جرم کی جرأت نہ کرے ورنہ گناہِ صغیرہ بھی جو قابلِ معافی ہوتا ہے گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔

آیت ۱۳۶:

بندہ اپنے گناہوں پر خدا سے استغفار کرے تو خدا غفور و رحیم ہے وہ بخش دیتا ہے اور مغفرت اور جنت دونوں عطا فرماتا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: خیر الدعا الاستغفار۔ (بہترین دعا خدا سے مغفرت طلب کرنا ہے)۔ نیز فرمایا: من اکثر الاستغفار جعل اللہ لہ من کل ھمّ فرجاً و من کل ضیق مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ (جو بکثرت استغفار کرے تو خدا اس کو ہر غم سے نجات دے گا، ہر مصیبت سے بچائے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اس کو امید نہ ہو)۔

ترغیبِ افعالِ نیک کے لئے کتنا اعلیٰ اسلوب ہے جو اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ نیکوکار مستحقِ مغفرت و جنت ورضائے خدا ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ خدا نے موسیٰؑ پر وحی کی: یا موسیٰ ما اقل حیاء من یطبع جنتی بغیر عمل یا موسیٰ کیف اجود برحمتی علی من یبخل بطاعتی۔ (اے موسیٰ کس قدر کم شرم ہے وہ جو بغیر عمل کے میری جنت کی آرزو کرتا ہے۔ اے موسیٰ کیوں کر اپنی رحمت اس کو عطا کروں جو میری اطاعت میں بخل کرتا ہے)۔ معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں مال نہ صرف کرنے والا اور عملِ نیک نہ کرنے والا دونوں بخیل ہیں۔ کیونکہ مال خرچ کرنے والا خدا کو راضی کرنے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور نیک عمل کرنے والا اپنی محنت اور وقت خرچ کرتا ہے۔ اب اگر انسان نیک عمل نہیں کرتا تو وہ محنت کرنے سے کنجوسی کرتا ہے۔

آیت ۱۳۷:

یہ خطاب جنگِ احد سے بھاگنے والوں سے ہے کہ جو ذلت اور شکست ظاہری تم کو ملی وہ تمہارے اعمال و کمزور ایمان کی وجہ سے ہوئی۔ تم نافرمان قوموں کے واقعات دیکھو۔ اسکے لئے سفر کرو اور ان کے نشاناتِ حکومت دیکھو۔ ان کی نافرمانی کے واقعات پر غور کرو تو تم کو عبرت ہوگی تب طاعتِ خدا دل لگا کر کرو گے تو عذاب خدا سے محفوظ رہو گے۔

آیت ۱۳۸:

بیان سے مراد قرآن سے ہے جو حاملِ واقعاتِ گذشتہ ہے اور نصیحت و ہدایت ہے۔

آیت ۱۳۹:

جنگِ احد میں لشکرِ اسلام مشرکین پر غالب آ گیا تھا تب گھاٹی پر کے پچاس تیرانداز خلافِ حکمِ رسولؐ مالِ غنیمت کے لالچ میں میدان میں واپس آ گئے تو خالد بن ولید نے پہاڑ پر سے مع فوج کے لشکرِ اسلام پر حملہ کر دیا۔ رسول خداؐ نے دعا کی: اللّٰھمّ لا تعلن علینا۔ (اے خدا ہم پر فوج خالد کو غالب نہ کر)۔ پس بھاگی ہوئی اسلامی فوج واپس آ گئی اور پھر مقابلہ ہوا۔ مسلمان شہید بھی ہوئے اور بقیہ مدینہ واپس آئے۔ اس پر خدا نے مسلمانوں کو تسلی دی ہے کہ ہمت نہ ہارو تم ہی غالب ہو گے البتہ یہ حالت تمہاری بداعمالی کی وجہ سے ہوئی۔ تم خدا پر بھروسہ رکھو غالب ہی رہو گے جس طرح احد میں ہوئے۔ بشرطیکہ تم خدا کی اطاعت کرنے پر ڈٹے رہو اور میدان عمل چھوڑ کر نہ بھاگو۔

آیت ۱۴۰:

جب رسول خداؐ مدینہ واپس آئے اور زخمیوں اور شہیدوں کا حال عورتوں کو معلوم ہوا تو مدینہ میں نالہ و بکا ہونے لگا اور لوگ عقیدۂ نبوت میں چہ می گوئیاں اور اعتراض کرنے لگے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارا دشمن بھی تو زخمی ہوا اور شکست خوردہ ہوا۔ جب تک تم خدا و رسولؐ کی اطاعت کرتے رہے تو تم غالب تھے مگر جب تم نے حکمِ رسولؐ پر عمل نہ کیا اور مالِ غنیمت کے لالچ میں گھاٹی کو چھوڑ دیا تو تم کو یہ شکست ہوئی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے یہ شکست و فتح، مصائب و مسرت، ہم اس لئے دیتے ہیں تا کہ دعویدارانِ اسلام کے ایمان کی جانچ عملی صورت میں ہو سکے اور مومنین اس پر گواہ ہو سکیں کہ کون مصائبِ جہاد میں ثابت قدم رہا اور کون بھاگ گیا۔ اے لوگو! جنہوں نے جہاد میں صبر و تحمل پر عمل کیا ان کا ایمان بوجہ تحملِ مصائب اور زیادہ ہوا اور ان کا نفس محبتِ دنیا سے زیادہ پاک و صاف ہو گیا، تمہارے مقابل میں جو کافر آئیں گے وہ فنا ہو جائیں گے، کیونکہ تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اور یومِ آخرت پر بھی۔

آیت ۱۴۲:

اللہ کا علمِ محیط ابدی، ازلی و ذاتی ہے وہ گذشتہ و آئندہ امور کا علم رکھتا ہے۔ ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان فتحِ بدر و نصرتِ خدا کو دیکھ کر دلوں میں یہ تمنا رکھتے تھے کہ ہم پھر جنگ کریں اور مالِ غنیمت حاصل کریں اور اگر شہید ہو جائیں تو جنت حاصل کریں مگر خدا تہدیداً مفرورین (بھاگ جانے والوں) سے فرماتا ہے کہ تم بغیر عمل کے اور بغیر مصائب جنگ کے برداشت کیے ہوئے جنت کے داخلے کے آرزومند تھے۔ اب جب جنگ تم پر مسلط کی گئی تو تم کو معلوم ہوا کہ کس کا ایمان اللہ پر تھا اور کس نے رضائے خدا کے لئے جہاد کیا اور کون جنگ سے رسولؐ کو تنہا چھوڑ

کر بھاگا۔

آیت ۱۴۳:

جنگِ احد میں اول مسلمانوں کو فتح ہوئی بعد کو عبداللہ ابن جبیرؓ کے بیشتر تیر اندازوں کے گھاٹی سے چلے آنے کی وجہ سے خالد بن ولید نے حملہ کیا اور مسلمانوں کو شکست ہوگئی۔ تو خدا نے تہدید اور غصہ فرمایا ہے کہ تم نے جب تک مقتولینِ جنگ و مصائب جنگ کو نہ دیکھا تھا تو آرزوئے جنگ کرتے تھے مگر جب جنگ کی سختی دیکھی، اپنے بھائیوں کو مقتول دیکھا تو جہاد سے جان چراتے ہو۔ یہ سب تمہارے ضعفِ ایمان کی نشانی ہے۔ یعنی تمہارا خدا و رسولؐ پر بھروسہ کرنا بہت کمزور ہے۔ اس لئے جہاد سے بھاگتے ہو۔

آیت ۱۴۴:

خدا نے تصدیق کی ہے کہ محمدؐ میرے رسول کے سوا اور کچھ نہیں ہیں۔ یعنی وہ جو حکمِ جہاد تم کو دیتے ہیں اس حکم میں دنیوی اغراض اور انسانی جذبات مطلق نہیں ہیں، وہ صرف خدا کی توحید اور انسانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے حکمِ جہاد دیتے ہیں۔ اب اگر کوئی ان کی اطاعت سے روگردانی کرتا ہے یا ان کو حالتِ جنگ میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے تو وہ نافرمانِ خدا اور رسولؐ ہے۔

جنگِ احد میں حضرت علیؑ نے متعدد مشرکین کو قتل کیا مگر خالد نے گھاٹی کو تنہا پا کر حملہ کیا تو مسلمان میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگے۔ ابن قمیہ کے پتھر سے رسول اللہؐ کے دو دانت شہید ہوئے اور آپ ایک گڑھے میں گر گئے۔ شور اُٹھا کہ محمدؐ قتل ہو گئے تو منافقین جو ہمراہ تھے بد دل ہوئے اور کہا: **لو کان نبیاً لما قتل ارجعوا الی اخوانکم ودینکم**۔ (محمدؐ اگر نبی ہوتے تو قتل نہ ہوتے۔ اب اپنے برادران اور دین کفر کی طرف واپس چلو)۔ انس بن مالکؓ کے چچا انس بن ابی نصرؓ نے کہا کہ اگر محمدؐ قتل ہو گئے تو کیا ہوا؟ محمدؐ کا خدا تو زندہ ہے۔ یہ کہہ کر حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔ اسی موقع کو یہ آیت یاد دلاتی ہے خدا فرماتا ہے کہ تمہارا ایمان لانا صرف وقتی ہے کہ حیات محمدؐ تک باقی رہے گا؟ حالانکہ مومن کا ایمان تو پختہ و دائمی ہوتا ہے۔ علاوہ بریں تہدید ہے کہ صرف محمدؐ کے گڑھے میں گرنے اور وقتی طور پر غائب ہونے پر تو تم مرتد ہو رہے تھے۔ بعدِ وفات تمہارا کیا حال ہوگا؟ مطلب یہ ہے کہ ایمان کے بعد تا حیات مومن ہی رہنا، مرتد نہ ہو جانا۔

جنگِ احد کے ذکر کے بعد خدا نے ان مسلمان اور مجاہدین کو خوشخبری دی ہے جنہوں نے خدا و رسولؐ کی مدد کی اور قتل ہوئے، یا جنہوں نے جم کر جہاد کیا خدا ان کا صلہ جلد دے گا۔ دنیا میں عزت اور فتح اور آخرت میں درجاتِ عالیہ عطا کرے گا۔

آیت ۱۴۵:

خدا کا فرمان ہے۔ وہ خالقِ حیات وموت ہے اُس نے موت کے لئے ایک وقت معین کر دیا ہے۔ جب ایسا ہے تو تم راہِ خدا میں جہاد کرنے سے کیوں جان چراتے ہو؟ اور جنگِ احد سے رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر کیوں بھاگے تھے؟ یہ جہاد سے بھاگنے والوں کے لئے سرزنش ہے۔

غزواتِ پیغمبرؐ میں شریک ہونے والے دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو وہ جو صرف مالِ غنیمت اور یقینِ فتح کی وجہ سے لشکرِ اسلام میں شامل ہو جاتے تھے اور ایک گروہ تھا جو صرف رضائے خدا و رسولؐ کے حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کو قربان کرنا چاہتا تھا۔ خدا نے یہ معاملہ صاف کر دیا اور بعد کو فرمایا کہ شاکرین کا صلہ ہمارے پاس ہے جو ہم چاہیں گے اور جتنا چاہیں گے ان کو ضرور دیں گے۔

آیت ۱۴۶:

خدا نے یاد دلایا ہے کہ اے مسلمانو! تم ہی فقط نہیں ہو کہ محمدؐ کے ساتھ ہو کر راہِ خدا میں جہاد کر رہے ہو۔ جو اللہ والے اور خدا پرست پہلے تھے وہ بھی انبیاءؑ کے ہمراہ ہو کر راہِ خدا میں جہاد کرتے تھے۔

آیت ۱۴۷:

ان آیات میں ان افراد کا ذکر ہے جو انبیاءؑ کے تابع اور مصائب میں صابر و شاکر رہے۔ خدا نے ان کو اللہ والے کا خطاب دیا ہے۔ ان کی صفات یہ ہیں کہ وقتِ مصیبت کبھی اظہارِ کمزوری نہیں کرتے۔ نہ دشمن کی خوشامد کرتے ہیں۔ وہ اپنے لئے طلبِ مغفرت کرتے ہیں اور اپنے افعال اور اموال کے بے جا اسراف کو برا سمجھتے ہوئے خدا سے معافیوں کے طالب ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ثباتِ قدم کی خدا سے دعا کرتے ہیں وہ کافرین پر غلبہ چاہتے ہیں، توحیدِ خدا کی تبلیغ کرتے ہیں اور خدا سے ہی طالبِ امداد ہوتے ہیں۔

آیت ۱۴۸:

مندرجہ بالا آیات مذکورہ کا تتمہ یہ آیت ہے۔ جو لوگ رضائے خدا حاصل کرنے کے واسطے عمل بجا لاتے ہیں اس کا صلہ ان کو دنیا میں عزت، دولت، ایمان، صحت، توانائی، عبادت، اولاد، مکان، رزق، لباس، غرض ہر نعمت با افراط اور بے مِنَّتِ غیر ملتی ہے اور خدا کی طرف سے ان کو قناعت بھی ملتی ہے کہ وہ ہر حالت میں مسرور و مطمئن رہتے ہیں۔ بخلاف دنیا پرستوں کے کہ ان کو دنیا کی تمام چیزیں حکومت، دولت، اولاد سب مل کر بھی سکون و اطمینان نہیں دیتیں۔ یہ سب احسانِ خدا ہے جو اپنے مخصوص بندوں کو عطا کرتا رہا ہے۔ آخرت کا معاملہ تو خدا فرماتا ہے کہ میں ان کو دنیا کی نعمات سے بہتر نعمات عطا کروں گا جو بہتر بھی ہونگی اور دائمی بھی۔ اللہ مسلمانوں کو

عملِ صادق کی توفیق دے۔

احسان اور نیکی کا صلہ کس قدر اعلیٰ ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ احسان کر کے خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ اس سے بڑی کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آیت ۱۴۹:

اہلِ اسلام کو کافروں کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے کیونکہ کافر ہمیشہ یہی چاہے گا کہ مسلمان اس کے نظریۂ کفر کی تائید کرے اس کے علاوہ وہ کسی بات پر راضی نہ ہوگا۔ لہٰذا خدا نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ دین کے معاملہ میں ان کی اطاعت نہ کرنا، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور تم کو ہی اس کا خسارہ اُٹھانا پڑے گا کہ دنیا میں ذلت غلامی اور آخرت میں عذابِ جہنم ہوگا۔

آیت ۱۵۰:

مسلمان کو اپنا مولا، مالک، مختارِ کل، ناصر، مددگار صرف خدا کو ہی سمجھنا چاہئے اور خدا جن کی اطاعت کا حکم دے ان ہی کی اطاعت کرنا چاہئے۔ یہی راہِ مستقیم ہے۔

آیت ۱۵۱:

کافر و مشرک جب کبھی لشکرِ اسلام کے مقابل آئے شکست کھائی۔ عہدِ رسولؐ اور فتوحاتِ اسلامی اس کی شاہد ہیں۔ مگر جب نام نہاد مسلمان دنیا کے بندے اور احکامِ خدا کو پس پشت ڈالنے والے ہو گئے تو ان کا ولی، سرپرست و مددگار خدا نہیں رہا اور یوں اللہ کی طرف سے ان کی نصرت بند ہو گئی۔ اصل میں ایسے نام نہاد مسلمانوں کو شکست کی ذلت اُٹھانی ہوتی ہے اور مشرک کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

آیت ۱۵۲:

خدا نے وعدہ کیا تھا کہ صبر و تقویٰ اختیار کرو گے تو خدا کی طرف سے فوری نصرت آئے گی۔ چنانچہ میدانِ احد میں اول لشکرِ اسلام کی فتح ہوئی مگر جب عبداللہ ابن جبیرؓ کے منع کرنے پر بھی اور رسولؐ کے حکم کے باوجود بھی کہ گھاٹی کو نہ چھوڑنا، مسلمان مالِ غنیمت کی خاطر لوٹ میں مصروف ہو گئے، نہ صبر کیا، نہ تقویٰ کیا، نہ خدا کی ناراضگی سے ڈرے، تو یکسر شکست ہوئی۔ لہٰذا جب شرطِ خدا کو چھوڑ دیا تو پھر کیوں اعتراض ہے کہ خدا و رسولؐ کا وعدہ پورا نہیں ہوا؟ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ جب مسلمان عہدِ خدا پر قائم رہیں گے تو فتح یقینی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ خدا نے جیسی نصرت رسولِ خداؐ کی غزوۂ احد میں کی ہے ایسی مدد اور کبھی نہ کی۔ لوگوں نے اس قول

سے انکار کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں قرآن سے کہہ رہا ہوں اور یہ آیت پڑھی **ولقد صدقکم اللہ وعدہ**۔ اللہ نے اپنا وعدہ تم سے پورا کیا مگر جب مسلمان جنگِ احد میں عہدِ خدا اور تقویٰ و صبر کو بھول گئے تو خدا نے اپنی نصرت ہٹالی چنانچہ اس کے نتیجہ میں لشکرِ اسلام پسپا ہوا البتہ بعد کو حضرت علیؑ اور بعض اصحاب کی نصرت سے فتح حاصل ہوئی۔

عبداللہ ابن جبیرؓ کو رسولِ خداؐ نے حکم دیا تھا اور پچاس مجاہد ہمراہ کر دیئے تھے کہ کوہ احد کے درّہ کو خالی نہ چھوڑیں۔ یہ درّہ پشتِ لشکرِ اسلام پر تھا۔ مگر جب مشرکین مکہ پسپا ہونے لگے تو مالِ غنیمت کے لالچ میں وہ لوگ مورچہ چھوڑ آئے اور مال لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ اسی کا ذکر آیت میں ہے کہ مسلمانوں نے کم عقلی کی وجہ سے مورچے کو چھوڑ دیا لہٰذا شکست ہوئی اور ستر افراد قتل بھی ہوئے۔ مگر جنگِ احد شکست کے بعد فتح کے صورت میں بدلی تو صرف چند اصحاب کی ثبات قدمی کی وجہ سے فتح ہوئی۔ انس بن مالک نے کہا کہ علیؑ روزِ احد جب رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے تو جسم پر تلوار و تیر و نیزہ کے ساٹھ (۶۰) ساٹھ زخم تھے۔ رسول خداؐ نے علیؑ کو پاس بٹھایا اور زخموں پر دست مبارک رکھا، زخم ٹھیک ہو گئے۔ کعب بن مالک نے کہا کہ میں پہلا شخص تھا کہ رسول اللہؐ کے پاس پہنچا، جب وہ غار سے باہر نکلے تھے اور ایک پتھر پر کھڑے تھے۔ میں نے آپؐ کی آنکھوں کو خود کے نیچے چمکتا ہوا دیکھا اور آپ مسلمانوں کو بلند آواز سے بلا رہے تھے اور ان کو بھاگنے سے منع کر رہے تھے۔ جب میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا تو با آوز کہا: **یاعلی یا معاشر المسلمین ابشروا ھٰذا رسول اللہ**۔ (اے علیؑ! اے مسلمانو! بشارت ہو یہ رسول اللہؐ ہیں)۔ اصحاب جمع ہونے لگے۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب آواز **الا ان محمداً قد قتل**۔ بلند ہوئی تو مجھ کو یقین تھا کہ محمدؐ قتل نہیں ہوئے ہیں۔ چونکہ وعدہِ خدا پر مجھ کو بھروسہ تھا مگر جب حملہ کرتے ہوئے واپس آیا اور رسولِ خداؐ کو میدان جنگ پر نہ پایا تو میں نے گمان کیا کہ شاید فرشتہ رسول اللہؐ کو آسمان پر لے گیا۔ یکا یک میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا تو عرض کیا کہ آپ کہاں تھے؟ آپ کی جدائی میں میری روح تن سے مفارقت کر رہی تھی۔ اتنے میں کفار نے رسول اللہؐ پر حملہ کر دیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ علیؑ ان کو دفع کرو، اتنے میں ابی ابن خلف الجمحی نے رسول اللہؐ کو دیکھا اور کہا کہ تم بچ گئے ہو۔ اب زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ یہ کہہ کر حارث بن اسد کے ہاتھ سے تلوار لی اور اس کی گردن پر ماری اور وہ گھوڑے سے گرا اور چلایا **قتلنی محمدؐ**۔ (محمدؐ نے مجھ کو قتل کر دیا)۔ لوگ اسے اُٹھا کر لے گئے۔ وہ رات کو مر گیا۔ علیؑ ان حملہ آوروں سے تنہا لڑتے رہے اور ہر طرف حملہ کر کے دشمنوں کو بھگاتے رہے۔ رسول اللہؐ کے زندہ ہونے کی خبر پا کر بھاگے ہوئے لوگ واپس ہوئے اور پھر از سرِ نو کفار سے جنگ کی۔

آیت ۱۵۳:

رسول اللہؐ بھاگتے ہوئے مسلمانوں کو پکار رہے تھے اِلَیَّ اِلَیَّ عباداللہ۔ فَاِنِّی رسول اللہ۔ (اے خدا کے بندو میری طرف آؤ میری طرف آؤ میں اللہ کا رسولؐ ہوں)۔

غم پر غم، قتل ہونا، شکست پانا، زخمی ہونا مزید یہ کہ رسولؐ کو تمہارے بھاگنے کا غم ہوا۔ تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ چار صفحہ: ۸۹ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ نبیؐ تنہا رہ گئے تھے۔ صرف نو افراد کے ساتھ جن میں سات انصار تھے۔ دو مہاجر تھے۔ حضرت علیؑ بالاتفاق نہیں بھاگے تھے۔

جنگ کی سختی مسلمان برداشت نہیں کر سکے تو دو گروہ میں ہو گئے۔ ایک گروہ تو مفرور ہو گیا اور صرف کچھ لوگ رسول اللہؐ کے ہمراہ رہ گئے۔ علیؑ کے جسم پر ساٹھ زخم آ چکے تھے مگر علیؑ حفاظتِ رسولؐ کر رہے تھے۔ پھر مسلمان واپس آئے تو ان پر غم پر غم تھا تو خدا نے ان کے دماغوں پر غنودگی پیدا کر دی تا کہ وہ حزن و ملال کو محسوس نہ کر سکیں۔ یہ خدا کا کرم تھا۔ اس غنودگی کی وجہ سے لوگ امن وسکون محسوس کر رہے تھے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ غنودگی اور نیند مخصوص تھی حضرت علیؑ اور حارث بن صمہؓ اور سہل بن حنیفؓ کے لئے اور بعض جان نثار مجاہدین کے لئے جو ان کے ہمراہ تھے۔ لہٰذا خدا نے نیند کے ذریعہ حالتِ امن پیدا کر دی اسی کو اپنا احسان بیان کیا گیا ہے۔

آیت ۱۵۴:

جب رسول اللہؐ نے حملہ ءِ قریش کی خبر سنی تو میدانِ احد میں جا کر ان کے مقابلہ کا ارادہ کیا اس وقت بعض کم فہم نومسلموں اور منافقوں نے رائے دی کہ مدینہ میں رہ کر جنگ کی جائے۔ مگر رسول اللہؐ کو یہ رائے پسند نہ آئی۔ اسی بناء پر لوگ یہ کہتے تھے کہ اگر ہم مدینہ میں رہ کر لڑتے تو قتل نہ ہوتے۔

خدا نے ان آیات کے ذریعہ منافقین اور ضعیف ایمان افراد کے دلوں کا حال رسول اللہؐ کو بتایا ہے تا کہ رسول اللہؐ کو اطمینان ہو اور مومنین کے ایمان میں زیادتی ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ حکم ہوا کہ اے محمدؐ کہہ دو کہ کُلّی اختیار ہر معاملہ میں خدا کا ہے۔ مومن کو رضائے خدا اور منشائے رب میں چون و چرا کا حق نہیں ہے۔ لہٰذا اگر تم مومن ہو تو سمجھ لو کہ مالکِ کُل خدا ہے۔ دوم یہ کہ جو لوگ ایسا نہیں کہتے ہیں وہ منافق ہیں۔ البتہ خدا ان کے دلوں کے بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کو ذلت وخواری ملتی ہے، شکست ملتی ہے اور قتل ہوتے ہیں۔

موت صرف خدا کے حکم سے آتی ہے۔ وہ اسباب پیدا کرتا ہے۔ مگر اس کے بنائے کو کوئی بگاڑ نہیں سکتا لہٰذا جب تک وہ انسان کو زندہ رکھنا چاہتا ہے کوئی مار نہیں سکتا اور جس کو وہ مارنا چاہتا ہے کوئی طاقت قلعہ یا مکان اسے بچا نہیں سکتا۔ اسی اعتقاد کا اعلان اس آیت نے کیا ہے اور مومن کا یہی اعتقاد ہونا چاہئے۔

رسول خداؐ کے ساتھ کچھ لوگ تو صرف خوشنودی خدا حاصل کرنے کے واسطے جہاد میں گئے تھے اور کچھ لوگ جنگِ بدر کی غنیمت کا مال یاد کر کے مالِ غنیمت کے لالچ میں گئے تھے۔ لہٰذا ان کے ارادوں سے خدا نے رسولؐ کو آگاہ کیا ہے۔

آیت ۱۵۵:

جنگِ احد میں جو لوگ رسول اللہؐ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ان کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ ان کی شکست، ان کی بزدلی اور طمعِ مالِ دنیا اور نافرمانیِ حکمِ رسولؐ کی وجہ سے ہوئی۔ ورنہ اگر وہ مطابقِ حکمِ خدا، تقویٰ وصبر اختیار کرتے تو ان کی فتح یقینی تھی۔ جب بھاگے ہوؤں کی اکثریت نے اپنی بد اعمالی سے توبہ کر لی اور رسولؐ کے بلانے پر واپس آگئے اور کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تو پھر فتح نصیب ہوئی۔
احد کی لڑائی سے ساری فوجِ اسلامی بھاگ گئی تھی اور صرف علیؑ، ابودجانہ انصاریؓ اور چند افراد باقی رہ گئے تھے۔ تو خدا نے ان کو معاف کر دیا یہ اس کا رحم و کرم تھا ورنہ جہاد سے بھاگنے والا اور رسول خداؐ کا نافرمان عذابِ جہنم کا مستحق ہے مگر چونکہ رسولؐ کے پکارنے پر بھاگے ہوئے واپس آئے اور پھر جہاد میں شریک ہوئے تو ان کا یہ فعل توبہ کے مترادف تھا۔ خدا نے قبول کیا اور معاف کر دیا۔ یعنی ان کے خدا کی اطاعت کی طرف عملاً پلٹنے کی وجہ سے خدا نے ان کو معاف بھی کیا اور فتح بھی عطا فرمائی۔

آیت ۱۵۶:

اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کافروں کی مانند یہ نہ کہیں کہ ہمارے ہم وطن اگر محمدؐ کے کہنے سے جنگ میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے۔ کیونکہ ایسا اعتقاد خلافِ مرضیٔ خدا ہے۔ جنہوں نے جنگِ احد کے موقع پر رائے دی تھی کہ مشرکین کا مقابلہ مدینہ میں رہ کر کیا جائے ان کا ہی یہ قول تھا کہ جنگِ احد میں شکست اور لوگوں کا قتل ہونا اسی لئے ہوا کہ وہ گھروں سے باہر گئے۔ خدا نے فرمایا: یہ کہنے والے ہمیشہ حسرت و افسوس میں رہیں گے کیونکہ ایک تو وہ حکمِ خدا کے نافرمان ہوئے، دوسرے رسولؐ کے حکم پر اعتراض کیا، تیسرے جہاد میں شرکت نہیں کی اور یہ نہ سمجھے کہ خدا ہی نے ان کو پیدا کیا ہے اور وہی ان کو موت دے گا کیوں کہ موت اور زندگی خدا ہی کے قبضہ میں ہے۔ منافقین میدان جنگِ احد سے واپس چلے گئے تھے۔ ان کی تہدید ہے اور دیگر مسلمانوں کو بھی حکم ہے کہ وہ جہاد سے منہ نہ موڑیں۔ کیونکہ خدا انسانی اعمال کا دیکھنے والا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا ہے: **فان یکن الا بدان للموت انشاءت فقتل المرءُ وفی اللہ بالسیف افضل۔** [اگر اجسام موت کے لئے ہی پیدا کیے گئے ہیں (یعنی موت یقینی ہے)۔ تو پھر انسان کے لئے یہ افضل ہے کہ راہِ خدا میں تلوار سے قتل کیا جائے]۔ امام حسینؑ نے اپنے قول

کو صفحاتِ تاریخ میں ثبت کر دیا اور اس طرح راہِ خدا میں جان و اولاد کی قربانی دی کہ ہمیشہ کے لئے دینِ اسلام کو فنا ہونے سے بچا لیا۔

آیت ۱۵۷:

انسان کو دنیا میں مال و اولاد و مکانات عزیز ہیں۔ اسی لئے وہ جہاد سے جان چراتا ہے۔ تو خدا کا فرمان یہ ہے کہ کوئی چیز موت کے بعد کام نہ آئے گی البتہ اللہ کی رحمت اور مغفرت اور عزت دنیا میں ملے گی اور عاقبت میں نجات ہوگی یوں جنت اور خدا کا قرب ملے گا۔

آیت ۱۵۸:

معترضین سے خطاب ہے کہ موت ہو یا قتل دو ہی صورتیں مرنے کی ہیں۔ اگر جہاد میں راہِ خدا میں جان نہ دو گے تو موت تو بہر حال یقینی ہے اور یہ بھی یقینی ہے کہ تمہاری حاضری روزِ حشر پیشِ خدا ہوگی اور تم بوجہِ کفر دائمی عذاب میں رہو گے۔ مطلب یہ کہ جہاد سے بھاگنا دنیا اور آخرت دونوں کی ناکامی کا سبب ہوگا۔

آیت ۱۵۹:

جنگِ احد سے بھاگنے والے نافرمانِ خدا و رسولؐ تھے مگر اللہ نے اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو رحمت اللعالمین بنایا چنانچہ فرمایا کہ یہ خدا ہی کی طرف سے تھا کہ تم کو رحمتِ عالم بنایا اور تم سے بھاگنے والوں پر رحم کیا اور ہم نے ان کی خطا کو تمہاری بدولت معاف کر دیا۔ حضرت محمدؐ کی سفارش و شفاعت دونوں عالم میں وجہِ مغفرت ہے۔

خدا عرب کے نومسلم افراد کا نقشہ کھینچتا ہے کہ اے رسولؐ ابھی ایمان ان کے دلوں میں اترا نہیں ہے۔ اس لئے تم ان سے نرمی سے پیش آتے رہو، ان کی غلطیوں کو معاف کر دیا کرو، ان کے گناہوں کی مغفرت خدا سے مانگو اور جب جنگ کا موقع آئے تو ان کی تالیفِ قلوب کے لئے مشورہ کر لیا کرو تا کہ مشورہ کرنا تمہاری سنت قرار پائے اور تمہارے اصحاب مشورہ دینے کی وجہ سے ذہنی طور پر آمادہ ہو جائیں۔ قتادہ سے روایت ہے کہ سردارانِ قریش کو ناگوار ہوتا تھا کہ محمدؐ ہم سے مشورہ نہیں کرتے اور حکم جہاد دے رہے ہیں۔ لہٰذا خدا نے فرمایا کہ اصحاب کی تسلیٔ خاطر کے لئے مشورہ ان سے کر لیا کیجئے مگر **فاذا عزمت** (مگر جب پختہ ارادہ کر لو) تو بس خدا پر بھروسہ کرو۔ کسی کے مشورہ پر بھروسہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حکمِ خدا کی تعمیل دوسرے کی شرکت یا مشورہ سے نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ البتہ مشورہ مفید ہے۔ رسول خداؐ نے امت کو مشورہ کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: **اذا کان امراؤ کم وخیارکم واغنیاء کم سمحا کم وامرکم شوریٰ بینکم فظہر الارض خیر لکم من بطنہا واذا کان امراء کم**

شرارکم واغنیاء کم بخلایکم ولم تکن امرکم شوریٰ بینکم فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا۔ ترجمہ: جبکہ تمہارے حکام نیکوکار اور تمہارے اغنیاء سخی و نرم دل اور تمہارے معاملات مشورہ باہمی سے ہوں گے، تو زمین اپنے اندر سے تمہارے لئے خیر وخوبی کو ظاہر کرے گی۔ (یعنی فلاح حاصل کرو گے) اور جب تمہارے حکام شریر افراد اور تمہارے مال دار بخیل ہوں گے اور ان کے معاملات باہمی مشورہ سے نہ ہوں گے، تو زمین اپنی خیر وخوبی کو چھپائے گی۔ (یعنی دنیاوی فائدے حاصل نہ کرسکو گے)۔ آج کل افلاس و امارت کی جنگ اسی وجہ سے دنیا میں جاری ہے نتیجتاً تباہی اور بربادی ہو رہی ہے۔

آیت ۱٦۰:

اس آیت میں اللہ نے اعلان فرما دیا ہے کہ بغیر تائید و نصرتِ خدا کے کوئی کام نہیں ہوسکتا ہے کہ حقیقی ناصر وہی ہے۔

مومن وہ ہے جو صرف خدا کو اپنا ناصر و مددگار جانے اور اپنے تمام کاموں میں اللہ ہی پر توکل کرے، اللہ کے علاوہ کسی سے مصائب میں طلبِ نصرت کرنا خلافِ معنیِ آیت ہے۔ کسی کے وعدہ پر بھروسہ کرنا توکل کے منافی ہے۔ توکل کی تعریف ایک صاحبِ معرفت نے اس طرح کی ہے الاخذ من اللہ۔ (جو بھی ضرورت ہو وہ اللہ سے لے) یعنی اس کا مسبب اور واسطہ پیدا کرنے والا خدا ہی کو سمجھے۔ یہ آیات مسلسل غزوۂ احد کے معاملات کے بارے میں ہیں، جنگ بدر کے غنائم کا ذکر بھی اور مجاہدین کے لئے نصائح بھی ان آیات میں ہیں۔ کیونکہ جنگِ احد میں مسلمان میدان جنگ سے بھاگے تھے لہٰذا اس امر میں تاکید ضروری تھی کہ آئندہ کبھی قومِ مسلم جہاد سے منہ نہ موڑے کیونکہ یہ منافیِ اسلام ہے۔

آیت ۱٦۱:

مذکورہ آیات کا تسلسل ہے کہ جنہوں نے شک کیا کہ رسول اللہؐ مالِ غنیمت میں مساوی حصہ دیں گے، ان کا یہ فعل ضعفِ ایمان کی دلیل ہے اور خلافِ توکّل ہے۔ اگر جنگ پر فتح ہوئی تو نصرتِ خدا سے ہوئی اور جنگ بدر میں غنائم ملے تو حکمِ خدا پر عمل کرنے سے ملے۔ پھر اس پر یہ شک کرنا کہ رسول اللہؐ اس میں بے انصافی کریں گے، کم فہمی اور بے عقلی ہے۔ خدا نے اس طرح سمجھایا ہے کہ جب احد کی گھاٹی پر پچاس افراد کو حفاظت کے لئے لگایا گیا تو ان میں سے بیشتر لوگ مالِ غنیمت کے لالچ میں وہاں سے ہٹ گئے اور یہ خیال کیا کہ اگر لوٹ میں شریک نہ ہوئے تو مال ان کو نہ ملے گا۔ چنانچہ لالچ نے فتح کو شکست میں بدل دیا کہ نہ فتح رہی نہ مالِ غنیمت ملا۔ جانیں بھی مفت میں گئیں۔ معلوم ہوا کہ خدا کی نافرمانی بے نصیب کر دیتی ہے۔ علاوہ بریں مشرکین چاہتے تھے کہ رسولِ خداؐ ان کے معبودوں کو

برسرِ محفل و جلسۂ عام میں برا نہ کہیں بلکہ نرمی برتیں۔ خدا نے فرمایا کہ رسولؐ پر یہ لازم ہے کہ وہ کوئی شئے بھی نہ چھپائے کیونکہ وہ حق کے اظہار کے لئے مبعوث ہوا ہے۔

روزِ محشر کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ یعنی اعمال کے عین مطابق سزا و جزا دی جائے گی۔ یہ آیت اس اعتقاد کو رد کرتی ہے کہ شر خدا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ انسان شر (یعنی فعل بد) کرے تو قیامت میں سزا نہیں ملنی چاہئے کیونکہ وہ مجبور تھا اور اس کی بدی و شر کا فاعل خود خدا تھا نعوذ باللہ۔

آیت ۱۶۲:

یہ آیت مومن اور کافر کے درجات کے بارے میں ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ میرے احکام کا تابع میری نعمات کا دنیا و دین دونوں میں حقدار ہے اور میرا نافرمان منکرِ نعمت ہے اور عذابِ دائمی کا سزاوار ہے۔

آیت ۱۶۴:

حضرت محمدؐ کی تعریف اور فضائل خدا نے بیان فرمائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے فضائل بیان کرنا خداوندِ عالم کی سنت ہے۔

حکمت کا لفظ بہت جامع ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ علم و حکمت انہی دروازوں سے دنیا والوں کو ملے گی۔ قرآن علم و حکمت کا سرچشمہ ہے جو حضرت محمدؐ پر نازل ہوا۔ آپؐ کے قلبِ مبارک کو خدا نے قرآن کا خزانہ بنایا اور آنحضرتؐ نے علیؑ کو اپنے علم و حکمت کا وارث بنایا اور فرمایا: انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ (میں علم و حکمت کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے)۔ ثابت ہوا کہ وہ علم اور حکمت جو خدا نے اپنے رسولؐ کو عطا فرمائی تھی حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے اماموں ہی سے مل سکتی ہے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: جس کو وہ علم چاہئے، جو مجھے خدا نے عطا فرمایا ہے، اس کو چاہئے کہ علیؑ سے وہ علم حاصل کرے (الحدیث)۔

آیت ۱۶۵:

جنگِ احد میں ستّر مسلمان شہید ہوئے، رسول اللہؐ زخمی ہوئے۔ علی المرتضیٰؑ کے جسم پر ساٹھ زخم آئے۔ بجز سات یا نو افراد کے سب بھاگ گئے۔ پھر مدینہ پہنچ کر مسلمانوں اور منافقوں نے طرح طرح کی باتیں کیں۔ اس کا جواب خدا نے دیا کہ تم یہ کیا کہتے ہو کہ یہ مصیبت ناگہانی ہے جبکہ رسولؐ تم میں موجود تھا۔ اے رسولؐ تم کہہ دو کہ یہ سب کچھ تمہاری بزدلی اور نافرمانی کا نتیجہ ہے۔ اور کیا یہ بھول گئے کہ جنگِ بدر میں جبکہ مسلمان تعداد میں کم تھے ۷۰ کفار مارے گئے اور ۷۰ سرداران عرب گرفتار ہوئے۔ اب تو مسلمانوں کے صرف ستّر افراد مارے گئے ہیں اور وہ بھی تمہارے ضعفِ ایمانی کی وجہ سے۔

جنگِ احد میں جب مسلمان خلافِ حکمِ رسولؐ مورچہ سے ہٹے اور مالِ غنیمت کے لالچ میں لوٹ میں مصروف ہو گئے تو خالد بن ولید نے بھرپور حملہ کیا اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔ ستر مسلمان شہید ہوئے تو کم اعتقاد مسلمان اور منافقین کہنے لگے کہ یہ مصیبت کہاں سے آ گئی؟ یعنی انہوں نے خود اپنی غلطی کو نہ سمجھا۔ لہٰذا اے رسولؐ تم کہہ دو کہ جو کچھ ہوا یہ تمہاری بزدلی اور لالچ کا نتیجہ ہے۔ اور اللہ تو قادرِ مطلق ہے۔ اگر اس پر تمہارا ایمان واعتماد ہوتا تو تم پر یہ آفت نہ آتی۔ یہ آیت تو واقعہِ احد کے بارے میں آئی ہے مگر مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ جب خدا کا کوئی کام کریں اور خلوصِ دل سے صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے بجالائیں تو خدا کی نصرت اور ان کی فتح مندی یقینی ہے۔

آیت ۱۶۶:

اذن کے معنی مختلف لیے گئے ہیں۔ کہیں اجازت، کہیں حکم، کہیں علم۔ مگر یہ امر مسلمہ ہے کہ انسان کے عملِ نیک پر جزا اور عمل بد پر سزا جو کچھ بھی ہو وہ بغیر اذن خدا کے محال ہے۔ ملائکہ خدا کی جانب سے کارکن ہیں۔ جب کسی پر کوئی مصیبت بوجہ اس کے بُرے اعمال کے آتی ہے تو ملائکہ اسی وقت مدد کرتے ہیں جب اذنِ خدا پاتے ہیں۔ اسی طرح نعمات بھی خدا کے حکم ہی سے حاصل ہوتی ہیں۔ اس امر کا انحصار اس لفظ اذن نے کیا کہ قادرِ مطلق خدا ہے۔

آیت ۱۶۷:

علمِ خدا ہر چیز پر محیط ہے۔ اس نے دنیا کو آزمائش اور امتحان کی جگہ بنایا ہے۔ لہٰذ جنگِ احد میں مسلمانوں پر جنگ کی سختی ڈالی تا کہ وہ امتحان لے اور مومن اور منافق کی پہچان عوام اور مومنین کو کرادے۔

عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار تھا۔ یہ قول اس کا اور اس کے تابعین کا تھا اور آخر وہ لوگ میدان احد سے پہلے ہی راستہ سے واپس ہو گئے اس طرح بجائے ایک ہزار کے صرف سات سو مسلمان جنگِ احد میں شریک ہوئے۔ اس آیت میں خدا نے منافقت کا پردہ چاک کیا ہے کہ وہ صرف مالِ دنیا حاصل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے تھے ورنہ اپنے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت اور حسد لیے ہوئے تھے۔ بظاہر مسلمان ہونا اور باطن میں خدا اور رسولؐ کے خلاف ہونا منافقت ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ منافقت ایمان سے دوری ہے اور کفر سے زیادہ قریب ہے یعنی منافق کو مومن نہ سمجھا جائے بلکہ کافر سمجھا جائے۔ جس کی زبان اور دل میں فرق ہو۔ کہے کچھ اور اعتقاد کچھ رکھے تو وہ منافق ہے۔

آیت ۱۶۸:

جنگِ احد کے موقع پر بعض لوگوں کی رائے تھی کہ مدینہ میں رہ کر مشرکین کا مقابلہ کیا جائے۔ جب میدان احد کو جنگ کا میدان بنایا گیا تو بہت سے جنگ میں نہ گئے اور ابن ابی تو تین سو افراد کے ساتھ راستہ سے واپس

آ گیا۔ جب شکست کے بعد لوگ مدینہ پہنچے تو ان لوگوں نے طعنہ زنی کی کہ باہر میدان میں جا کر لڑنے کی وجہ سے ستّر جانیں گئیں۔ خدا نے فرمایا کہ اے رسولؐ کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو اور تمہیں موت پر قدرت ہے تو کیا اپنے گھروں میں رہ کر موت سے بچ سکتے ہو؟ کم از کم تم خود ہی موت سے اپنے کو بچا لو۔ اسی دن ۷۰ افراد مدینہ میں مرے تھے اور معترضین ان کی موت کو دیکھ رہے تھے۔ موت امرِ الٰہی ہے، وہ ٹل نہیں سکتی ہے۔ مگر خلافِ احکامِ اسلام فطری موت ہمیشہ کی موت ہے۔ اور خدا کی اطاعت میں جو موت آئے وہ موت نہیں بلکہ حیاتِ دائمی ہے۔ کافر مرتا ہے اور مومن زندہِ جاوید رہتا ہے۔

آیت ۱۷۰:

جنگِ احد کے موقع پر لوگوں نے جہاد سے جی چرایا اور موت سے ڈرے تو خدائے قدیر نے ان کو بتایا کہ جو دینِ خدا پر قائم رہے ہیں، جہادِ نفس یا جہادِ اسلام کرتے ہیں اور مر جاتے ہیں، وہ حقیقت میں نہیں مرتے بلکہ خدائے قادر ان کو نعمات وحیاتِ دائمی عطا فرماتا ہے۔ ان کے حالات وصفات زندہ انسان کے سے ہوتے ہیں کیونکہ وہ (۱) زندہ ہیں مردہ نہیں۔ (۲) خدا ان کی مرضی کے مطابق نعمات عطا فرماتا ہے اس لئے وہ خوش ہیں۔ (۳) وہ بعد کے آنے والے مجاہدین کے درجاتِ عالیہ سے واقف ہوتے ہیں اور اس پر خوش ہوتے ہیں کہ اُن کو اُن کے برادرانِ ایمانی ملیں گے اور ان کے مانند نعماتِ خداوندی سے سرفراز ہوں گے۔ (۴) دنیا کی زندگی خوف وحزن وملال سے بھری ہے مگر ان سچے باعمل مومنین پر نہ خوف ہے نہ ملال۔ (۵) ہمہ وقت ان پر فضلِ خدا ہے، بشارتیں ہیں، مسرتیں ہیں۔

آیت ۱۷۱:

مومن خوشنودی خدا کے لئے جو مصائب برداشت کرتا ہے تو خدا اس کا پورا اجر دیتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسان اپنے عمل میں مختار ہے اور اس کے اعمالِ نیک کا اجر دینے والا خدا ہے۔

آیت ۱۷۲:

آیاتِ مذکورہ فضائل شہداء میں ہیں۔ بعض مفسرین اس کی وجہ نزول شہداء بدر کے بارے میں بتاتے ہیں اور کچھ مفسرین بئر معونہ کے شہیدوں کے بارے میں بتاتے ہیں۔ ہوا یہ کہ رسول خداؐ نے منذر بن عمر کو ستّر مجاہدین کے ہمراہ نجد کی طرف بھیجا۔ وہ بئر معونہ کے پاس ٹھہرے اور رسول خداؐ کا خط عامر بن طفیل رئیس کفار کو دیا۔ خط خرام بن ملتحان نے دیا۔ اس کو نیزہ مار کر شہید کر دیا گیا۔ پھر عامر بن طفیل نے مسلمانوں پر شب خون مارا اور سب کو شہید کر دیا۔ یہ خبر رسول خداؐ کو ملی تو آپ اور دیگر مومنین بہت رنجیدہ وملول ہوئے۔ خدا نے ان کی تسلی کے لئے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور درجاتِ شہداء کو بیان فرمایا ہے حدیث ہے کہ **الجنة تحت ظلال السيوف**۔ (جنت تلواروں

کے سایہ میں ہے) اس کے یہی معنی ہے کہ شہید مرتا نہیں جنت میں رہتا ہے۔ جب جعفر بن ابی طالبؑ برادر حضرت علیؑ جنگ موتہ میں شہید ہوئے تو رسول خداؐ نے فرمایا: رایته له جناحان یطیر بهما مع الملائكة فی الجنة۔ (میں نے دیکھا جعفر کو اللہ نے دو پر دیئے ہیں اور وہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں)۔ اسی وجہ سے آپ کو جعفر طیار کہتے ہیں۔

آیت ۱۷۳:

احد سے واپسی پر ابوسفیان جب مدینہ سے آٹھ میل مقام روحا پر پہنچا تو وہ اور اس کے ساتھی کہنے لگے کہ اس جنگ میں نہ تو ہم نے محمدؐ کو قتل کیا اور نہ غنیمت اور نہ لوٹ کا مال ملا۔ لہٰذا پھر مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ رسول اللہؐ کو جبرائیلؑ نے خبر دی اور حکمِ خدا پہنچایا کہ صرف زخمیوں کو ہمراہ لے کر کفّارِ مکہ کے پیچھے جاؤ۔ چنانچہ ۷۰ افراد روانہ ہوئے۔ ان میں کے بیشتر زخمی تھے۔ مقام حمراء الاسد پر پہنچے۔ بحکمِ رسول اللہؐ بہت بڑی آگ روشن کی گئی۔ معبد بن خزاعی مشرک نے ابوسفیان کو لشکرِ اسلام کے آنے کی خبر دی۔ ان پر رعب چھا گیا اور مکہ واپس بھاگ گئے۔ قران میں ہے: سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب (سورہ آلِ عمران آیت: ۱۵۱) (ہم عنقریب کا فروں کے دلوں پر رعب ڈال دیں گے) کفار کو راستہ میں عبدالقیس کے سوار ملے۔ ابوسفیان نے پوچھا: کہاں جاتے ہو تو بولے: مدینہ سے گندم لانے کو جا رہے ہیں۔ ابوسفیان نے ان سے گندم کا وعدہ کیا اور کہا کہ تم جا کر محمدؐ سے کہہ دو کہ ابوسفیان لشکرِ عظیم جمع کر کے مدینہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ اُس نے خبر دی مگر مسلمان نہ ڈرے۔ ارشاد باری ہے: قال لهم الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم ایماناً وقالوا حسبنا الله و نعم الوکیل (سورہ آلِ عمران: آیت ۱۷۳) [جب ان لوگوں سے کہا گیا کہ تمہارے واسطے (مخالفینِ اسلام) جمع ہوئے ہیں پس ان سے ڈرتے رہو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے: خدا ہمارے لئے کافی ہے اور وہ کیا اچھا کارساز ہے]

آیت ۱۷۵:

کہا گیا کہ ابوسفیان نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو جمع کیا ہے اور پھر حملہ کرنے والا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ ان سے ڈرانا کارِ شیطان ہے۔ تم ہرگز کافروں سے نہ ڈرو کیونکہ وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ البتہ اگر تم ان پر غلبہ چاہتے ہو تو مجھ سے ڈرو کہ میں تمہارا ناصر ہوں اور میرے قبضہ قدرت میں تمام کائنات ہے۔ مومن بجز خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ ایمان کی کمزوری ہوتی ہے تو اہل دنیا کو خوف ہوتا ہے۔ ابوسفیان نے احد کی واپسی کے وقت کہا تھا کہ محمدؐ سے کہہ دو کہ سالِ آئندہ ہماری جنگ مقام بدر پر ہوگی۔ رسول خداؐ نے وعدہ کر لیا تھا۔ ابوسفیان بعد کو پشیمان ہوا کیونکہ لشکر تیار نہ کر سکا تو اس نے نعیم بن مسعود اشجعی کو مقرر کیا کہ وہ مدینہ گیا اور مسلمانوں کو ابوسفیان کی تیاریِ لشکر و

حملہ سے ڈرایا مگر مسلمانوں نے کہا: حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ پھر مشرکین مقابلہ کے لئے بدر میں نہ آئے۔ حسبِ وعدہ رسولِ خداؐ دیگر افراد کو جن کی تعداد پندرہ سو تھی لے کر بدر گئے۔ اٹھارہ روز وہاں قیام کیا۔ یہ واقعہ بدر صغرا کے نام سے مشہور ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ جب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو ان کی زبان پر حسبنا اللہ ونعم الوکیل تھا جس سے آگ گلزار ہوگئی۔

آیت ۱۷۶:

خدا کا ارادہ یہ ہے کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ کُن یعنی ہوجا۔ پس وہ کام فورا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس موقع پر بھی خدا کا ارادہ ہو گیا کہ کافر کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو اور عذابِ جہنم اس کو ملے۔ یہ ارادہ پورا ہو گیا۔ بعض نے اس سے یہ مطلب نکالا ہے کہ کافر و مشرک، فاسق و فاجر اپنے اعمال میں ارادۂ خدا کے تابع ہیں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ انہی آیات میں خدا نے بتایا ہے کہ ابوسفیان نیز رسول خداؐ کے مقابلے میں آ کر جنگ کرنے والے خدا اور رسولؐ کے منکر ہیں لہٰذا کافر ہیں۔ اب ان کا کفر اس حد پر آ چکا ہے کہ ان کا جہنمی ہونا یقینی ہے۔ اب توبہ و معذرت بھی کام نہ آئے گی لہٰذا تاریخِ اسلام بتاتی ہے کہ زندگی بھر ابوسفیان منافق ہی رہا نیز اس کے پیروکار بھی۔ آیت مابعد بتاتی ہے کہ خود انہوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا ہے۔

آیت ۱۷۸:

کافروں کا دولت مند ہونا دنیاوی عیش و آرام میں رہنا بعض کمزور ایمان رکھنے والوں کو شک میں ڈالتا ہے۔ مگر خدا نے اس آیت میں بتا دیا کہ ہم زندگی میں ان کو مہلت دیتے ہیں تا کہ وہ خدا کی نشانیاں دیکھ کر ایمان لاسکیں اور اگر وہ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان کا کفر بوجہ عیش و عشرت و دولت اور بڑھے گا اور وہ بدترین عذابِ آخرت میں گرفتار ہوں گے۔ علاوہ بریں فرد ہو یا قوم جب اصول پر قائم نہیں رہتی ہے تو اس کا زوال ہو جاتا ہے اور یہی عیش و تعیش اس کی دماغی صلاحیتوں کو ختم کر کے اُس کو ذلیل و مفلس بنا دیتا ہے۔ تاریخ کے اوراق اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ایسی معزز ترین اقوام ذلیل ترین ہوتی رہی ہیں۔

آیت ۱۷۹:

مصائبِ عام اور مصائبِ جنگ و جہاد میں خدا یاد رہا تو ایمان ہے۔ اور اگر بزدلی کی اور نصرتِ خدا سے انکار کیا تو کفر ہے۔ لہٰذا اسی سے مومن و کافر مسلم و منافق کی پہچان ہوتی ہے۔ ایمان پاک اور طیب ہے اور کفر و نفاق خبیث ہے۔ اللہ ان دونوں کو آزمائش کر کے ممتاز کر دیتا ہے۔ یعنی الگ الگ کر دیتا ہے۔

خدا عالم غیب ہے، کوئی دوسرا نہیں ہے البتہ وہ اپنے جس رسول کو چاہتا ہے اخبارِ غیب بتا دیتا ہے۔ کسی صحابی نے

رسول خداؐ سے پوچھا کہ کون انسان بہتر ہے؟ فرمایا: من طال عمرہ و حسن عملہ۔ (جس کی عمر دراز ہو اور عمل نیک ہو)۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جب اولادِ آدم کو ان کے سامنے پیش کیا گیا تو میری امت کو صورتاً و عادتاً میرے سامنے پیش کیا گیا۔ مجھ کو الہام ہوا کہ ان میں کون کافر ہوگا اور کون مومن۔ منافقوں نے باہم کہا کہ محمدؐ روز اول اور غیب کی خبر دیتے ہیں اور ہمارے دل کا حال ان کو معلوم نہیں کہ ہم منافق ہیں، بظاہر مسلمان ہیں۔ اگر محمدؐ دعویٰ میں سچے ہیں تو ہمارے دل کا حال بتائیں۔ رسول خداؐ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے منبر پر خطبہ پڑھا اور فرمایا: ما بال قوم جھلوا بی (۔کیا ہو گیا قوم کو کہ میرے مرتبے سے واقف نہیں ہیں)؟ اگر مجھ سے پوچھیں تو میں قیامت کے واقعات بتا دوں کہ کس طرح سے واقع ہوں گے۔ حضرت عمر بن خطاب کھڑے ہو گئے اور کہا: رضیت باللّٰہ رباً و بالاسلام دیناً و بالقرآن اِماماً وبِكَ نبیاً فاعف عنا۔ (حضرت عمرؓ نے فرمایا میں راضی ہوا کہ اللہ کو رب، اسلام کو دین، قرآن کو امام اور آپؐ کو نبی تسلیم کروں پس ہم کو معاف کیجئے)۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ما کان اللّٰہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ (اے منافقین! خدا مومنین کو اس پر باقی نہ رکھے گا جس پر تم ہو بلکہ خبیث کو طیبّ سے جدا کر دے گا)۔ مومنین اور منافقین میں امتیاز ہو جائے گا۔ رسول خداؐ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں ڈرتا ہوں کہ منافق ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تو تنہائی میں نماز پڑھتا ہے؟ عرض کیا جی ہاں پڑھتا ہوں۔ تو فرمایا کہ تو منافق نہیں ہے۔ علمائے اسلام اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: یاعلیؑ لا یُحِبّك اِلّا مومن تقی ولا یبغضك اِلّا منافق شقی۔ [اے علیؑ تم کو دوست نہ رکھے گا مگر وہ جو (مومن اور) متقی ہوگا۔ اور تم سے بغض نہ کرے گا مگر جو (منافق اور) شقی ہوگا۔]

آیت ۱۸۰:

بہترین مکارمِ اخلاق کی تعلیم قرآن میں ہے۔ یہ آیت بُخل کی مذمت اور سخاوت کی تعریف میں ہے اور بتایا کہ بخیل سمجھتا ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے اس کا مال کم ہو جائے گا مگر وہ نہیں جانتا کہ دنیا و آخرت میں خدا اس کا بدلہ دس (۱۰) گنا کر دے گا اور دنیا کی بدنامی اور رسوائی سے بھی محفوظ رہے گا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ما من رجل یمنع زکوٰۃ مالہ شجاع فی عنقہ یوم القیامۃ۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ حدیث۔ کوئی شخص نہیں ہے جو راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتا مگر یہ کہ روزِ قیامت اس کا مال بصورت اژدھا اُس کی گردن میں ڈالا جائے گا اور رسول خداؐ نے فرمایا: مانع الزکوٰۃ فی النّار۔ (زکوٰۃ کا روکنے والا جہنم میں ہے)۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: بخیل کے مال کو بشارت دے دو حادثہ کی یا وارث کی۔ بخیل جلد فقیر ہو جاتا ہے۔ دنیا میں فقیروں کی زندگی بسر کرتا ہے اور اس کو آخرت میں غنی لوگوں والا حساب دینا ہوگا۔

آیت ۱۸۱:

خدا نے زکوٰۃ وصدقات فرض کیے ہیں تو بخیل یہ سمجھتے ہیں کہ خدا فقیر ہے کہ وہ طلب کرتا ہے اور ہم غنی ہیں کہ ہم سے مانگا جاتا ہے۔ لہٰذا خدا نے اغنیاء کو تہدید کی ہے کہ ان کا یہ گمان ان کی سرکشی ہے، ان کا کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام کائنات کا وہی خالق ہے اور مالک ہے۔ جو اس کے خلاف اعتقاد رکھتا ہے وہ عذابِ جہنم کا حقدار ہے۔

آیت ۱۸۳:

کلبیؒ نے روایت کی ہے کہ کعب بن اشرف، مالک بن حنیف، دحی بن اخطب وفخاض بن عاذور اور وہب بن یہودا نے رسول خداؐ سے کہا کہ آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو مثل انبیاءؑ سابق آپ یہ دکھایئے کہ آپ کی قربانی کو آگ کھالے تو آپ پر ہم ایمان لائیں گے۔ تو خدا نے فرمایا کہ اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ سابقہ انبیاءؑ نے تم کو معجزات دکھائے مگر تم اپنے اسلاف کے عقیدہ باطل پر قائم ہو اور آخری نبی کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم اپنی کتابوں میں محمدؐ کی تعریف وصفات پڑھ چکے ہو۔

آیت ۱۸۴:

یہ خطاب حضرت محمدؐ کو ہے۔ خدا نے یہود ونصاریٰ اور امم گزشتہ کے ظلم اور نافرمانی کو یاد دلایا ہے اور منکرِ رسالتِ حضرت محمدؐ کو جواب دیا ہے کہ اگر صرف معجزات دیکھ کر ایمان لانا تھا تو پہلے انبیاءؑ کو ہم نے معجزات عطا کیے تھے مگر تمہارے اسلاف نے ان کو دیکھا پھر بھی کو انبیاءؑ پر ظلم کیا اور ان کو بے خطا قتل کیا۔ آج تم، ان کی اولاد بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر ہو۔ اگر تم سچے ہوتے تو اپنی خطا پر نادم ہوتے اور آج معجزاتِ محمدؐ وآیاتِ خداوندی کے دیکھنے کے بعد محمدؐ کی رسالت کے منکر نہ ہوتے۔ معلوم ہوا کہ تم جھوٹے ہو اور جان بوجھ کہ خدا ورسولؐ کا مذاق اڑاتے ہو۔

اے ہمارے حبیب محمدؐ! تم فکر وغم نہ کرو ہم تم پر یہ بار نہیں ڈالنا چاہتے کہ تم ان نافرمانوں کو بھی مسلمان کرلو۔ یہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہیں۔ یہ اور ان جیسے ان کے اسلاف اسی طرح انبیاءؑ کو جھٹلاتے رہے اور قتل کرتے رہے ہیں۔ تم اطمینان رکھو ہم ان کی نافرمانی کی سزا ان کو ضرور دیں گے۔

آیت ۱۸۵:

ارشاد باری ہے: موت اور حیات ہم نے پیدا کی ہے اور ہر ذی روح کے لئے موت کا آنا ہمارا حکم ہے۔

قیامت یعنی روزِ حساب کا اعتقاد عینِ ایمان ہے۔ اس روز میزانِ عمل میں اعمال کا وزن ہوگا اور ہر ایک کو بھرپور سزا یا جزا ملے گی۔

بعض صورتوں میں قیامت سے پہلے بھی سزا وجزا دنیا میں مل جاتی ہے۔ لہٰذا ذکرِ خدا سے دل خالی نہ رہنا چاہئے۔

حدیث امامؑ میں ہے: القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفرة النیران۔ (قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے جہنم کے گڑھوں سے)۔ یعنی عذابِ قبر دنیا ہی میں شروع ہو جاتا ہے اور عیشِ جنت مومنین کو قبر ہی سے ملنے لگتا ہے۔

متاعِ سرمایہ، دولتِ منافع کی چیز کو کہتے ہیں مگر اس موقع پر متاعِ غرور کہا گیا ہے کہ بظاہر دنیا عیش و آرام کی جگہ نظر آتی ہے مگر چونکہ اس کا عیش عارضی ہے اور مصائب ساتھ ساتھ ہیں لہٰذا یہ دھوکے کی چیز ہے۔ بظاہر خوشنما و مفید اور باطن میں مہلک و بدنما۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: موضع سوط فی الجنة خیر من الدنیا وما فیہا (جنت میں ایک تازیانہ کی جگہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے) حضرت علیؑ نے فرمایا: تو دولت دنیا جمع کرتا ہے تُو تو یقیناً مسافر ہے جبکہ تجھ کو موت یقیناً آنے والی ہے۔

آیت ۱۸۶:

مومنین کا امتحان حسبِ مراتب سخت سے سخت ہوتا ہے۔

کعب اشرف اور دیگر یہودی رسول اللہؐ و مومنین اور مسلم عورتوں کی ہجو میں نظم کہہ کر اذیت دیتے تھے۔ اسی بارے میں خدا نے مسلمانوں کو تحمل کی ہدایت کی ہے۔

آیت ۱۸۷:

یہود و نصاریٰ سے بذریعہ انبیاء سابقہ عہد لیا تھا کہ وہ ان چیزوں کو بیان کریں گے جو توریت و انجیل میں حضرت محمدؐ کی نبوت و بعثت کے بارے میں ہیں۔

یہود و نصاریٰ نے اپنی کتبِ دینی توریت وانجیل و زبور میں تحریف کی۔ حضرت محمدؐ کے بارے میں جو پیش گوئیاں تھیں ان کو چھپایا۔ خدا نے فرمایا کہ انہوں نے حرصِ مالِ دنیا کی وجہ سے اپنے دین کو فروخت کر دیا لہٰذا وہ عذابِ جہنم کے مستحق ہو گئے۔ ان کے جرم یہ تھے (۱) آیاتِ خدا کو صحیح بیان نہ کیا (۲) آیاتِ خدا میں جو حق تھا اس کو چھپایا۔ احکام کی پرواہ نہ کی بلکہ پس پشت ڈالا۔ (۳) متمول افراد اور حکام کے لالچ دینے پر آیاتِ خدا کو غلط بیان کیا۔ (۴) اپنی چالاکی اور بداعمالی پر خوش ہوئے۔ (۵) اپنی جھوٹی مدح و تعریف چاہی۔ یہ تمام باتیں نافرمانی ہی نہیں بلکہ خدا کے ساتھ استہزاء (مذاق) ہے لہٰذا اس کی سزا دردناک عذابِ جہنم ہے۔ خدا نے اِمم سابقہ کے حالات حضرت محمدؐ کی امت کو سنائے ہیں۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ بعدِ عہدِ رسولؐ احکامِ خدا و رسولؐ اور قرآن کے ساتھ نام نہاد مسلمانوں نے کیا کیا؟ علماء کیا اپنا دینی فریضہ پورا کرتے رہے؟ کیا اسلام کو لاتعداد فرقوں میں تقسیم نہیں کیا گیا؟ اولیا اللہ اور ائمہؑ دین اور مخلصین علماء کو ظلم و ستم کا ہدف نہیں بنایا فاعتبروا یا اولی الابصار۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا نے علماء سے

عہد لیا ہے ما اخذ اللہ علی اھل الجھل ان یتعلموا حتٰی اخذ علی اھل العلم ان یعلموا۔ (خدا نے جاہلوں کے ذمہ یہ نہیں رکھا کہ تعلیم حاصل کریں جب تک کہ علماء پر یہ ذمہ داری نہ رکھی کہ وہ علم سکھائیں یعنی جاہل پر علم حاصل کرنا فرض ہے مگر علماء پر تعلیم دینا اس سے بھی زیادہ فرض ہے۔ محمد بن کعب نے کہا کہ عالم کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ خاموش بیٹھے اور جاہل پر حلال نہیں ہے کہ وہ ساکت رہے سعی نہ کرے۔

آیت ۱۸۸:

حضرت ابی جعفرؑ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ یہود مشرک و منافق اور تارکِ صوم وصلوٰۃ تھے مگر اپنے کو کہتے تھے نحن ابناء اللہ و اھل الصلوٰۃ و الصوم۔ (ہم اللہ کے بیٹے ہیں۔ نماز و روزہ رکھنے والے ہیں۔) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ بے عمل کیے اپنے کو محترم بنانا چاہتے ہیں۔

آیت ۱۹۰:

مشرکینِ قریش نے یہود سے پوچھا کہ موسیٰؑ کا معجزہ کیا تھا؟ یہودیوں نے عصائے موسیٰؑ، ید بیضا وغیرہ بیان کیے۔ نصرانیوں سے عیسیٰؑ کے معجزات پوچھے۔ انہوں نے مردہ کا زندہ کرنا، مریضوں کو شفا دینا بتایا۔ پھر وہ خدمت رسولِ اسلام میں آئے اور معجزہ طلب معجزہ کیا اور کہا کہ کوہِ صفا کو سونے کا بنا دیجئے تو ہم خدا پر ایمان لے آئیں گے۔ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ویل لمن قرءھا ولم یتفکر فیھا۔ (وائے ہو اس پر جو یہ آیت پڑھے اور اس پر فکر وغور نہ کرے)۔ خدا نے ان کی حقیقتوں کے سمجھنے کی دعوت دی ہے۔

آیت ۱۹۱:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ تعجب دلانے والا رسول اللہؐ کا کوئی عمل بیان کرو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ رات بھر عبادت کرتے تھے۔ ایک دن جب کہ وہ میرے ساتھ تھے شب کو سوئے ابھی بستر بھی گرم نہ ہوا تھا کہ مجھ سے پوچھا اے عائشہؓ تمہاری اجازت ہے کہ آج کی رات خدا کی عبادت میں بسر کرلوں؟ میں نے اجازت دے دی۔ رسول اللہؐ نے حمد وثناءِ خدا شروع کی اور اتنا روئے کہ زمین تر ہوگئی۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیوں اتنا رو رہے ہیں؟ خدا نے تو مغفرت کی سند آپ کو دے دی ہے فرمایا ہے کہ آج مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

آیت ۱۹۲۔ ۱۹۴:

مومنین مخلصین کے ایمان کی خصوصیات ان آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ آسمان و زمین اور اللہ کی صنعتوں میں غور فکر وکرتے ہیں اور اپنے ایمان ومعرفت کو زیادہ کرتے ہیں۔ دوم اپنے تمام اوقات کو عبادتِ خدا میں

صرف کرتے ہیں۔ وہ کھڑے، بیٹھے، کروٹ کروٹ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ مطابقِ احکامِ الٰہی انسان کا ہر فعل مزدوری کرنا، چلنا پھرنا سونا، عیال داری کرنا سب عبادت ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ان افعال میں خوشنودیِ خدا کا خیال ہمہ وقت رہے۔ سوم یہ کہ مومنین خلقتِ ارض وسما کو باطل نہیں جانتے بلکہ جانتے ہیں کہ خدا نے ان کو اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اور انسان کے اسباب مہیا کرنے کے واسطے پیدا کیا ہے۔ چہارم مومنین خدا ہی سے دعا کرتے ہیں اور آتشِ جہنم سے بچانے والا اسی کو جانتے ہیں۔ پنجم وہ جانتے ہیں کہ اگر وہ ظالم ہو جائیں گے تو خدا کی نصرت ان کو حاصل نہیں رہے گی لہٰذا ظلم سے ہمیشہ بچتے ہیں۔ سب سے بڑا ظلم خدا کے ساتھ شرک ہے۔ وہ بجز خدا کسی کو خالق، رازق، ازلی، ابدی ناصر و مددگار نہیں سمجھتے۔ ششم مومنین اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے دینِ خدا کی دعوت دینے والے کی آواز سنی اور ہم ایمان لائے۔ یہ منادیِ اسلام آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک تمام انبیاءؑ تھے زمانہ سابقہ کے لئے اور عہد اسلام میں وہ منادیِ اسلام حضرت محمدؐ اور قرآن ہیں وہ ان پر ایمان لاتے ہیں۔ ہفتم مومنین خدا سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ یہ شانِ ایمان ہے۔ ہشتم مومنین زندگی میں تابعِ حکمِ خدا اور رسولؐ رہنا چاہتے ہیں اور اپنی موت کے وقت ابرار کی موت اور نیکوں کا ساتھی ہونا چاہتے ہیں۔ نہم۔ مومنین ان نعماتِ خداوندی کا جو دنیا و آخرت میں دی جائیں گی اور جن کا وعدہ خدا نے بذریعہ انبیاءؑ کیا ہے، اس پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ دہم۔ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے اور کسی عمل کرنے والے کے اجر کو وہ ضائع نہ کرے گا۔

آیت ۱۹۵:

روایت ہے کہ جب حضرت علیؑ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد۔ حضرت فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ اور فاطمہ بنت زبیرؓ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ یہ مہاجرین منزل پر سوتے، جاگتے، کھڑے، بیٹھے ذکرِ خدا کرتے رہے۔ خدا کو ان مہاجرین کی ادا ایسی پسند آئی کہ یہ آیت ان کی تعریف وتصویر کشی کے لئے اتاری۔

مذکورہ ہر چہار مہاجرینِ مدینہ ایک خاندان وقبیلہ کے افراد تھے۔ اس کی تخصیص کی گئی ہے۔ علاوہ بریں مرد وعورت ہم جنس، ہم نوع ہیں لہٰذا اجر دونوں کے لئے ہے۔

مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول خداؐ سے پوچھا کہ خدا نے قرآن میں مردِ مجاہد اور مہاجر کی بہت تعریفیں کی ہیں۔ عورتوں کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی اور مرد ہو یا عورت ہر ایک کے عمل کا پھل اُس کو خدا دے گا۔ خدا نے اس کی وجہ بھی بتادی کہ مرد وعورت ہم نوع ہیں کیونکہ دونوں اولاد آدمؑ ہیں۔

تمام مجاہدینِ اسلام خصوصاً حضرت علیؑ تمام غزواتِ رسول میں علمدارِ فوجِ اسلام رہے نیز شہداء جیسے حضرت امیر حمزہؓ ودیگر غازیانِ اسلام جنہوں نے رضائے خدا کے حصول کی غرض سے اپنی جانوں کو قربان کیا۔ خدا کا فرمان ہے

کہ ان کی سیّئات یا کمزوریوں کا کفارہ کردوں گا، ان کو جنت عطا کروں گا۔ مسلمانوں کی یہ برائیاں قبلِ قبولِ اسلام کی برائیاں تھیں جو معاف ہوگئیں۔

آیت ۱۹۶:

خطاب بظاہر رسول خداؐ سے ہے مگر بذریعہ رسول، خدا نے تمام انسانوں کو ہدایت کی گئی ہے اور مومنین کو خصوصاً ہدایت ہے کہ تم کافروں کی دولت، تجارت اور خوشحالی و دنیوی ترقیات سے کہیں دھوکا نہ کھا جانا۔ یاد رکھو کہ ان کا فائدہ حاصل کرنا بہت قلیل ہے۔ اس لئے کہ ان کا نتیجہ آخر فنا ہے اور ان کی بے راہ روی اور گمراہی کی ترقیاں ان کو بظاہر وقتی دولت مند دکھائیں گی۔ وہی دولتِ دنیا ان کی بربادی اور ذلت کا سبب ہوگی اور آخر وہ ابدی ذلت و عذابِ جہنم کے مستحق ہوں گے۔ ان کو نہ زوال دولت کے روکنے کا اختیار ہے نہ اپنے اعمالِ بد کے نتیجہ سے بچنے پر قدرت ہے۔ کیونکہ عذاب دینے والے تو ہم ہیں۔ اور ہم ہر چیز پر قادرِ مطلق ہیں۔

آیت:۱۹۸:

خدا کو حاضر و ناظر جاننا اور اس کے خوف کو دل میں رکھنا برائیوں سے بچاتا ہے اور انسان کو انسانی معاشرہ کا بہترین آدمی بناتا ہے کہ وہ خود بھی مطمئن رہتا ہے اور دوسرے بھی اس کی طرف سے مطمئن رہتے ہیں۔ انس بن مالکؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک دن رسول خداؐ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے جسم پر اس کے نشان پڑ گئے تھے۔ اصحاب خدمت میں پہنچے تو ایک صحابی رونے لگے اور رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیوں کر ہم کو اس بات کا تصور ہو کہ قیصر و کسریٰ تو ریشمی نرم گدّوں پر آرام کریں اور خدا کا نبیؐ ایک چٹائی پر لیٹا ہو۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج یا مضائقہ نہیں ہے۔ لھم الدنیا ولنا الاٰخرۃ۔ (ان کے واسطے صرف دنیا ہے اور ہمارے واسطے آخرت کی نعمات ہیں)۔

آیت ۱۹۹:

حبشہ کا بادشاہ نجاشی جس کا نام اصحمہ تھا۔ وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ اس نے جب وفات پائی تو جبرائیلؑ نے رسول اللہؐ کو خبر دی۔ رسول خداؐ نے اصحاب کو جمع کیا اور فرمایا: آؤ ہم تم اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھیں۔ پھر آپ قبرستان بقیع میں آئے خدا سے رفعِ حجابِ ارض کی دعا کی۔ زمین حبشہ نظر آئی۔ اس کی میت پر رسولؐ اور اصحاب نے نماز پڑھی۔ منافقین کو موقع مل گیا کہا کہ رسولؐ ایک حبشہ کے نصرانی کی میت پر نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں۔ اُن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، اہل کتاب میں سے وہی مومن ہیں جو خدا پر ایمان رکھتے ہوں، اپنے عہد کے رسولؐ کی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں اور جو حضرت پر نازل ہونے والی کتاب قرآن پر ایمان رکھتے ہوں اور ان

کے دلوں میں خوفِ خدا ہو۔

آیاتِ خدا کو قلیل قیمت پر بیچنے کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے۔ البتہ اہلِ کتاب میں کئی علماء ایسے ہیں کہ کتاب کو نہیں بدلتے، سیاسی و دنیوی اغراض سے غلط معنی نہیں پیدا کرتے اور ایسا کرنے میں کوئی معاوضہ نہیں چاہتے۔ علمِ دین کی تعلیم دینا ہر عالم پر فرض ہے۔ اس کی کوتاہی بدترین قسم کا بخل ہے۔ اس کی قیمت و معاوضہ لینا خلافِ رضائے خدا ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر علماء پر لازم ہے۔ پھر اس کا معاوضہ لینا کب صحیح ہوسکتا ہے؟ خدا علمائے عہدِ حاضر کو توفیق نیک عطا کرے۔

آیت ۲۰۰:

ابو ہریرہؒ نے رسول اللہؐ سے پوچھا افضل اعمال کون کون سے ہیں؟ فرمایا: وضو مکمل کرنا، تکالیف میں مسجد کی طرف زیادہ قدم چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پس یہی رباط ہے۔ یہ رابطوا کی تفسیر ہے۔

تفسیر سورۃ النّسآء

آیت ۱:

سورہ نساء کے بارے میں مفسر عیاشی نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص سورہ نسآء کو شبِ جمعہ کو تلاوت کرے تو وہ فشارِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ جو آیتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں ان میں خطاب بہ عوام ہے یا ایھا الناس ہے اور جو آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں وہ یا ایھا الذین امنوا سے شروع ہوتی ہیں۔ بیشتر کلام میں یہی التزام ہے۔ اس سورہ میں احکامِ خدا ہیں۔ تمام انسانوں کو حکمِ عام ہے کہ وہ خدا سے ڈریں، عذابِ آخرت اور عذابِ دنیا سے ڈرتے رہیں اور احکامِ خدا کی پوری پوری تعمیل کرتے رہیں تاکہ نعماتِ آخرت اور حیاتِ ابدی کے مستحق ہوں۔

نفسِ واحد سے مراد حضرت آدمؑ ہیں۔ خدا نے سب سے پہلے آدمؑ کو اپنی قدرتِ کاملہ سے مٹی سے پیدا کیا اور اس مجسمہ خاکی میں روح خلق کر کے داخل کی اور آدمؑ کو اپنی قدرت وصفات کا مظہر بنایا۔

تفاسیر میں عام طور پر لکھا ہے کہ آدمؑ کی پسلی سے حوّا پیدا ہوئی ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ جب آدمؑ تنہائی کی وجہ سے جنت میں پریشان رہے تو خدا نے ان کا ہم جنس پیدا کر دیا۔ حوّا کی پیدائش بھی اسی مٹی سے ہوئی جو مجسمہِ آدمؑ سے بچ رہی تھی اور علمِ خدا میں یہ بات پہلے ہی سے تھی کہ آدمؑ کی زوجہ کا پیدا ہونا خلقتِ بنی آدم کے لئے ضروری ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ خلقت مرأة من ضلع ان اقمتها کسرتها وان ترکتها وفیها عوج

استمتعت بها۔ (عورت کی پیدائش پسلی کی فاضل مٹی سے ہے۔ اسی لئے اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو سیدھی نہ ہوگی بلکہ ٹوٹ جائے گی اور اگر تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو گے اور اس میں کجی موجود ہوگی تو بھی اس سے فائدہ حاصل کرو گے۔) مطلب یہ ہے کہ عورت مثل پسلی کی ہڈی کے کج (ٹیڑھی) ہے۔ پسلی کی ہڈی سیدھی نہیں ہوسکتی ہے اسی طرح عورت کی مزاج کی کجی دور نہیں ہوسکتی ہے۔ تم خود اس کے حالات کے نگران رہو مگر اس کو سیدھا نہ کرو بے فائدہ ہوگا۔

عرب باہمی معاملات میں عادی تھے کہ اپنے مطلب براری کے لئے اپنی بات میں اثر پیدا کرنے کے لئے اللہ کے نام کا ذکر کرتے تھے تو خدا نے عوام کو یاد دلایا ہے کہ اسی خدا سے ڈرو اور خدا کے احکام کی تعمیل کرو۔

اقرباء پر رحم و مہربانی کرنا حکمِ خدا ہے اور صلہ رحم کے منقطع کرنے کی ممانعت ہے۔ خدا نے فرمایا حدیث قدسی میں ہے: انا الرحمٰن خلقت الرحم وشقت لها اسما من اسمی فمن وصلها وصلته الیّ ومن قطعها قطعت عنی۔ (میں تمام مخلوق پر رحم کرنے والا ہوں۔ میں نے صلہ رحم کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام سے میں نے رحم کو مشتق کیا ہے اس لئے جس نے صلہ رحم ادا کیا اس کو میں نے اپنے سے قریب کیا اور جس نے قطع (الگ) رحم کیا تو میں نے اس کو اپنے سے قطع کر دیا۔)

زنا کی سخت ممانعت ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: تخیروا لنطفکم۔ (اپنے نطفہ کو پاکیزہ جگہ رکھو) یعنی زوجہ حلال سے جماع کرو تاکہ حرام اولاد نہ پیدا ہو اور تم صلہ رحم اولاد سے ادا کرنے میں گنہگار نہ ہو۔ کیونکہ حرام کی اولاد پیدا ہوگی اور تم خود اس حرام زادہ کے کفیل ہو گے لہٰذا اگر صلہ رحم قطع کرتے ہو تو برا ہے اور اگر صلہ رحم ادا کرتے ہو تو برا لہٰذا حرام کاری سے ہمیشہ بچو۔

آیت ۲:

یتیم لڑکیوں سے عقد کا حکم نہیں ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نابالغ لڑکی سے خدا نے خود نکاح حرام کیا۔ ہاں یہ حکم ہوا کہ اگر مرد کی ناجائز نظر یتیم لڑکی پر جو اس کی کفالت میں ہے پڑتی ہو تو وہ حلال کام کرے کہ دو یا چار پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرے۔ مملوکہ کنیز رکھ لے مگر حرام نہ کرے۔

آیت ۳:

عورتوں کے حقوق کی ادائیگی خدا کی طرف سے فرض ہے۔ عدالت نہ ہوگی تو خلافِ حکمِ خدا ہوگا۔

آیت ۴:

مہر عورت کا حق ہے۔ مرد اگر بجبر مہر معاف کراتا ہے یا خود واپس لے لیتا ہے تو اس آیت کے حکم کے خلاف کرتا

ہے۔ البتہ مرد وعورت کا باہمی تعلق صرف محبت پر قائم رہتا ہے۔ اگر یہ صورت ہے تو عورت کا مال مرد کے لئے حرام نہیں ہے، وہ اس کو کھا سکتا ہے، خرچ کر سکتا ہے۔ چونکہ وہ دونوں باہم محبوب ہیں۔ اس صورت میں نہ خلافِ حکمِ خدا ہوگا اور نہ باہمی تعلقات خراب ہوں گے۔

آیت ۵:

بعض نے احمقوں سے مراد یتیم لیے ہیں۔ مگر آیت کا اندازِ کلام بتاتا ہے کہ یہ حکم عام ہے کہ خدا نے تمہاری زندگی کی ضروریات پوری کرنے کو جو مال تم کو دیا ہے وہ احمق وکم عقل کے قبضہ میں نہ دو۔ عورت کو مال دے کے اس کے محتاج نہ ہو کہ وہ کم عقل ہوتی ہے۔ بچہ مجنوں وغیرہ سب اس حکم میں داخل ہیں۔

ایتام غرباء، مجنون، بیوہ گان وغیرہ کی ہر ممکن امداد کرو۔ ان سے حسنِ سلوک سے پیش آوَ۔ جن کا کوئی مددگار نہیں ہے وہ یتیم ہیں۔ ان کو کاروبار میں لگا دو۔ اگر وہ عورتیں ہیں تو ان کا نکاح کر دو۔ وہ مرد ہیں تو بلوغ پر ان کا مال ان کو دے دو بشرطیکہ وہ احمق اور کم عقل نہ ہوں۔

آیت ٦:

مالِ یتیم صرف یتیم پر خرچ ہو۔ اگر تم خود بھی فاقہ زدہ ہو تو حسب ضرورت خود بھی کھا سکتے ہو اور اگر تم خود کفیل ہو تو ممنوع ہے۔

قرآن کے احکام اعلیٰ اسلامی معاشرہ پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا عورتوں کے حقوق کی ادائیگی، یتیم کے حقوق کی ادائیگی، نکاح کے احکام، امانت داری، خیانت کی ممانعت، غرباء کو کاروبار میں لگانے کی ہدایت اور ایتام کے مال کی واپسی کے وقت گواہوں کے بنانے اور تحریر کرنے کا حکم اعلیٰ معاشرہ پیدا کرتے ہیں۔ مگر افسوس آج کل کے مسلمان ان احکام کی خلاف ورزی کر کے خود بھی ذلیل و بدنام ہو رہے ہیں اور عوام کو غربت کی طرف دھکیل کر عذاب دائمی کے حقدار بن رہے ہیں۔ خدا بچائے۔

مسلمان کا فرض ہے کہ وہ روزِ حساب پر ایمان رکھے اور یہ جانے کہ خدا اس کے تمام اعمال سے ہمہ وقت باخبر ہے۔

آیت ۷:

لڑکا پندرہ سال پر اور لڑکی نو سال پر بالغ ہوتی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **امروھم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین فان ھذہٖ المدۃ ھی مدۃ یتغیر احوالہ۔** (اولاد کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات سال کے ہوں۔ یہ مدت ان کے احوال میں تغیر پیدا کر دیتی ہے)۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ جنگ بدر واحد میں میری عمر تیرہ اور

چودہ سال تھی رسول اللہؐ نے جہاد سے منع کیا۔ جنگ خندق میں میری عمر پندرہ سال تھی تو مجھ کو شرکت کی اجازت دے دی۔

عرب میں عہدِ جاہلیت میں عورت کو کسی شمار میں نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس کی وقعت اتنی کم تھی کہ وہ انسانی قدر ومنزلت کی بھی مستحق نہ تھی۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے اس کے درجہ کو بلند کیا اور اس کو انسانی حقوق دلائے۔ قرآن کریم نے مثل مردوں کے اس کے حقوق کو متعیّن کیا۔ چنانچہ اس آیت میں بھی یہی حکم ہے کہ والدین اور اقرباء کے ترکہ میں مردوں کی مثل عورتیں بھی مستحقِ ترکہ ہیں۔ خواہ وہ کم عمر ہوں یا بالغ۔ اس آیت میں حکمِ عام میراث کے لئے ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کو منسوخ بتایا ہے مگر درحقیقت منسوخ نہیں ہے۔ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا الناس یقولون ھذہ نسخت واللہ ما نسخت ولکنہ مما یتھاون بہ الناس۔ (لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے مگر منسوخ نہیں ہے۔ بلکہ لوگ اس کے بارے میں سستی کرتے ہیں اور عمل نہیں کرتے خدا کی قسم یہی ہے۔)

میراث کے بارے میں قرآن کریم میں بہ تفصیل احکام دیئے گئے ہیں۔ میراث کم ہو یا زیادہ اس پر تقسیم فرض کی گئی ہے۔ اس حکم سے پوری امت محمدیؐ محکوم ہے۔ انبیاءؑ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ انبیاءؑ کے پاس جو بھی ترکہ ہوتا تھا وہ ان کی اولاد کو ملتا رہا۔ خاتم النبیین بھی اس آیت کے حکم میں شامل ہیں اور آپ کی اولاد اور اقرباء بھی میراث نبوی کے حقدار ہیں۔ کسی آیت قرآن نے رسولؐ کو ان احکام سے مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔

آیت ۹:

یتیموں پر رحم وکرم کا حکم ہے۔ اور ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ دوسروں کے یتیموں کو اپنی یتیموں کے مثل سمجھو اور سوچو کہ اگر تمہاری وفات کے بعد تمہارے معصوم اور کمسن بچے حالت تنگ دستی میں رہ جاتے تو تم کو کس قدر رنج وغم ہوتا۔ اسی طرح تم اپنی زندگی میں دوسروں کے یتیموں پر اظہارِ محبت کرو۔ ان آیات میں مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ یتیموں کے ساتھ میراث کے معاملہ میں ناانصافی نہ کریں۔ خدا باخبر ہے۔ اس سے ڈریں۔ دوسرا حکم ہے کہ ہر موقع پر یتیم کی دلجوئی کریں اور پیار ومحبت سے پیش آئیں۔

آیت ۱۰:

یتیم کا مال کھا لینا اوّل تو خیانت ہے، جو جرم ہے۔ دوسرے حکمِ خدا کی خلاف ورزی ہے جو عذاب ہے۔ تیسرے معاشرہ اسلامی کو برباد کرنے والا ہے کیونکہ جب یتیم بچے والدین کے ترکہ سے محروم کیے جائیں گے تو وہ کس حالت میں پرورش پائیں گے؟ اس کا امکان ہے کہ وہ افعالِ بد کے مرتکب ہوں گے اور برے لوگ بنیں گے جو معاشرہ انسانی کے لئے تباہ کن ہوں گے اور اس کا نقصان عوام تک پہنچے گا۔ چوتھے مال یتیم کھانے کا سخت عذاب ملے گا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: خدا روزِ قیامت ایک قوم کو اُٹھائے گا جن کے دہن سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے۔ لوگ

ان کے بارے میں پوچھیں گےتو جواب ملے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے یتیموں کا مال ظلم سے کھایا تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یتیم کے مال کھانے والے کوعنقریب اس کا وبال ملے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ نزولِ آیت کی وجہ یہ تھی کہ قبیلہ غطفان کا ایک شخص مرشد بن زید تھا اس کا بھائی مرگیا تو اس کے یتیم پر یہ شخص ظلم کرتا تھا اور اس کا مال غصب کرلیا تھا۔

آیت ۱۱:

عطاء سے روایت ہے کہ جب جنگِ احد میں سعد بن ربیعہ شہید ہوئے اور ایک زوجہ اور دولڑکیاں چھوڑیں تو سعد کے بھائی نے سعد کا سب مال لے لیا۔ لواحقین نے رسول خداؐ سے شکایت کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں حکمِ خدا کا منتظر ہوں چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

احکامِ خدا کو بے چون و چرا ماننا ہی ایمان ہے مگر بعض ضعیف الایمان کہتے ہیں کہ عورت کا حصّہ مردوں کے برابر کیوں نہیں رکھا گیا؟ اس میں بہت مصلحتیں ہیں۔ مرد بحیثیت مجموعی عورت سے زیادہ ذمہ دار ہے کیونکہ وہ اپنا، اپنی زوجہ اور اطفال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے عورت نکاح کے بعد شوہر کے مال میں شریک ہوتی ہے اور اس کے نان ونفقہ کا ذمہ دار اس کا شوہر ہوتا ہے۔ گویا اس نے ایک حصّہ باپ سے پایا اور ایک حصّہ شوہر سے پایا اور علاوہ اس کا شوہر تاحیات اس کا کفیل رہا اور مرد کوصرف ترکہ میں بمقابل عورت کے دوحصّے ملے تھے۔ لہٰذا اس صورت میں دونوں دولت میں مساوی ہوئے۔ اسی طرح لڑکیوں، ماں باپ اور دیگر اقرباء کو ترکہ دیئے جانے میں مصلحتیں ہیں۔
رسول خداؐ نے فرمایا: الثلث کثیر لئن تدع ورثتك اغنیاء خیر من ان ترکھم عالۃ یتکففون الناس۔ (وصیت کرنے کے لئے تہائی مال کافی ہے۔ کیونکہ وارثوں کو غربت میں چھوڑنا اچھا نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ وارثوں کو مال دار چھوڑے)۔

اس آیت میں مرنے والے کی دولت کی تقسیم کے احکام کو خدا نے اس انداز اور خوبی سے بیان فرمایا ہے کہ ہر وارث کو پورا حق مل جائے اور دولت کی تقسیم بہترین طریقہ پر عمل میں آئے۔ اول فائدہ تو اس سے یہ ہے کہ زراعت، مکانات، نقد یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کی ضرورت ہر انسان کو ہے۔ اگر ان اشیاء کو تقسیم سے روک دیا جائے تو عوام پر فقر و فاقہ طاری ہو جائے۔ کیونکہ موت یقینی امر ہے۔ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ ورثاء موجود نہ ہوں۔ ایک شخص کے مرتے وقت مختلف نوع کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ لہٰذا متوفی کی دولت بہت سے حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اس طرح دولت جامد نہیں ہوتی اور معاشرۂ اسلامی کے افراد خوش حال ہوتے جاتے ہیں۔ انسان جب جانتا ہے کہ وہ یقیناً مرے گا تو وہ خود اپنی زندگی ہی میں غرباء مساکین ایتام اور اپنے اقرباء کو اپنی دولت تقسیم کرتا رہتا ہے۔ تا کہ وہ خدا سے اس کے وعدہ کے مطابق اس کا اجر دنیا وآخرت میں پاتا رہے۔

خدا فتنہ وفساد اور ظلم کو بُرا جانتا ہے اور امن صلح اور عدل کو دوست رکھتا ہے اور وہ حقوقِ انسانی کی ادائیگی کو اپنے خداوندی حقوق کی ادائیگی پر ترجیح دیتا ہے۔ تاکہ اس کے بندے اچھے اور خوشحال معاشرہ کے ارکان بن سکیں اور دنیا میں خوشحالی اور امن برقرار رہے۔ چنانچہ ان آیات میں مفصل تقسیم دولت کی صورتیں بیان کی گئی ہیں اور حقوقِ انسانی کو واضح کیا گیا ہے۔ اول یہ کہ مورث اپنی زندگی میں ہر کارِ خیر میں صرف کر سکتا ہے، وقتِ وفات وصیت کر سکتا ہے۔ مگر اس وصیت میں کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ اولاد جو سب سے زیادہ قریب ہے اس کو محتاج نہ چھوڑے۔ اس کے قرض خواہ محروم نہ رہیں البتہ ترکہ کی تقسیم سے پہلے اس کی ذات پر جو واجبات ہیں وہ ادا کیے جائیں۔ ان واجبات میں پہلے قرض کی ادائیگی پھر حقوقِ الٰہی جیسے حج، زکوٰۃ اگر اس کے ذمہ ہو پھر تقسیمِ میراث۔ اس میں بھی مساکین اور یتیموں کو حسب ضرورت دیا جائے۔ یہ سب خدا کا رحم و کرم ہے کہ دولت خود دیتا ہے اور بندہ کو اس کے تقسیم کے قاعدے بتاتا ہے اور اس پر تعمیل ہو جائے تو آخرت میں دس گنا ثواب دیتا ہے۔ خدا مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔

آیت ۱۲:

میراث کے قوانین کو خدا نے بہ تفصیل بیان فرمایا ہے اور احادیثِ نبوی میں اس کے بارے میں تاکید ہے اگر صحیح تقسیم میراث نہ ہوگی تو ولیِ خدا کے نزدیک جواب دہ ہوگا اور خائن ٹھہرے گا۔ اس کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا لہٰذا مسائل میراث کو علمائے دین سے بوقت ضرورت دریافت کر لیا جائے۔

کلالہ وہ مرد اور عورت ہے جس کے والدین حیات نہ ہوں اور نہ ہی کوئی اولاد ہو۔ ورثاء کے غیر کے لئے وصیت ایک تہائی مال سے زیادہ کے لئے صحیح نہیں ہے۔

وصیت بمعنی حکم سے مطلب یہ ہے کہ ان احکام کی تعمیل فرض ہے جو خدا کی طرف سے معین کردہ ہیں۔

خدا کا عالم ہونا اور بندوں کے اعمال سے باخبر رہنا صفتِ خداوندی ہے۔ اگر انسان وصیت کے سلسلہ میں کمی و بیشی کرے گا تو خدا کا نافرمان ہوگا اور مستحقِ عذاب ہوگا۔ خدا علیم و بردباد ہے۔ یعنی اگر خدا فوراً بداعمالی کا بدلہ یا سزا نہیں دیتا تو اس کا یہ مطلب نہ لینا چاہئے کہ وہ غافل اور بے خبر ہے۔ بلکہ وہ اس لئے حِلم سے کام لیتا ہے کیونکہ خدا بندوں پر مہربان ہے اور وہ چاہتا ہے کہ بندہ خود اپنی غلطی پر آگاہ ہو کر تائب ہو جائے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرے۔

آیت ۱۳:

خداوندِ عالم نے اعمالِ حسنہ بجالانے کا حکم دیا ہے، یہ وہی اعمال ہیں جن کا حکم قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں ہے۔ خدا نے اعمالِ بد سے منع فرمایا ہے اور ان کی تفصیل بھی قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ پہلے احکام کا نام اوامر

ہے اور دوسرے کا نام نواہی ہے۔ یہی خدا کی مقرر کردہ حدود (قوانین) ہیں۔ قرآن میں جگہ جگہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ حدودِ خداوندی سے تجاوز نہ کیا جائے اور اپنے شبانہ روز کے اعمال اور افعال میں ان حدود کا لحاظ رکھا جائے۔ اگر انسان ایسا کرے گا تو خدا کی دنیوی و اخروی کی نعمات کا مستحق ہوگا اور معزز و محترم زندگی بسر کرے گا۔ گویا اطاعتِ احکامِ خدا و رسول سے دونوں جہاں میں معزز رہے گا۔

آیت ۱۴:

جو لوگ گناہِ صغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ گناہ بوجہ نادانی وسہو کے ہوتے ہیں۔ ایسے گناہوں پر انسان جب نادم ہوتا ہے، یہی ندامت اس کو دربارِ خداوند میں قابل معافی بنا دیتی ہے۔ البتہ گناہِ کبیرہ پر اگر توبہ کرلی تو وہ خداوندِ عالم نے وعدہ فرمایا ہے: **ویغفر ما دون ذالك لمن یشآء** (سورہ نسآء آیت: ۴۸)۔ (خدا شرک کے علاوہ سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے)۔ خدا غفور ورحیم ہے وہ معاف کر دیتا ہے اور اکثر گناہان کبیرہ کی معافی شفاعتِ محمدؐ وآل محمدؐ سے ہوگی اور وہ گناہ ہوں گے جو حیاتِ انسانی میں باوجود توبہ یا کسی اور وجہ سے معاف نہیں ہوئے تھے وہ شفاعتِ رسولؐ سے قیامت میں معاف ہوں گے اور یہ شفاعت بھی ان لوگوں کی طرف سے ہوگی جن کو خدا نے شفاعت کرنے کا مجاز بنایا ہے۔ خدا کا فرمان ہے: **من ذالذی یشفع عندہ اِلّا باذنہ** (سورہ بقرہ آیت: ۲۵۵)۔ (کون ہے وہ جو خدا کے حضور کسی کی شفاعت کرے مگر یہ کہ جس کو خدا نے شفاعت کی اجازت دی ہو)۔

آیت ۱۵:

شوہر والی عورت اگر زنا کرے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایسے وقوعہ کے علم میں آنے پر مرد غصہ میں عورت کو قتل کر دیتے ہیں۔ یہ قتل کر دینا مفسدِ معاشرہ ہے، جس سے خاندان در خاندان فساد و جنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا خدا نے اس کے لئے قانون بنا دیا کہ اول تو اس جرم کے چار چشم دید گواہ طلب کرو۔ اگر پختہ ثبوت مل جائے تو ایسی عورتوں کو گھروں میں قید رکھو، روٹی کپڑا دیتے رہو اور ان کے سخت نگران رہو تا کہ ان کا فحش دوسروں تک نہ پھیلے اور معاشرہ ان کی برائی سے محفوظ رہے۔ مفسرین نے اس آیت کو منسوخ بتایا ہے اور یہ حکم ہے کہ شوہر دار عورت زنا کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے اور اگر بغیر شوہر والی عورت ایسا کرے تو زانی و زانیہ کو سو سو کوڑے لگائے جائیں۔

اپنوں سے مراد ہے کہ وہ گواہی دینے والے مسلمان ہوں۔

خدا نے دوسرا راستہ یہ نکالا ہے کہ زانیہ کو اگر شوہر والی ہو تو اسے سنگسار کیا جائے۔ چنانچہ رسول خداؐ نے اپنی ہی زندگی میں سبیعہ عامریہ کو سنگسار کرایا اور بعد رجم کے فرمایا کہ وہ اب مغفورہ ہے کیونکہ حد شرعی اس پر جاری ہو چکی۔

آیت ۱۶:

ان آیات کے بارے میں مفسرین نے اختلاف مطلب کیا ہے مگر رسول خداؐ کی یہ حدیث اس معاملہ کو صاف کر دیتی ہے آپؐ نے فرمایا: قد جعل الله لهن سبیلا للبکر بالبکر جلدة ماة وتعزیر عام والثیب بالثیب جلد ماة والرجم۔ (خدا نے ان کے واسطے راستہ نکال دیا وہ یہ کہ غیر شادی شدہ مرد وعورت زنا کریں تو سوسو کوڑے لگائے جائیں اور عام سزا اور شوہر دار عورت اور بیوی والا شوہر زنا کریں تو سوسو کوڑے اور بعد کو سنگسار کیا جائے)۔ اگر یہ حکم جاری رہتا تو دنیا سے زنا ختم ہو جاتا کیونکہ زانی اور زانیہ ایک بار بے حجابانہ غیر سے زنا کرنے کے بعد اس فعل پر مصر ہو جاتے ہیں اور ان کو بے حیائی اور بے شرمی گھیر لیتی ہے اور وہ بار بار اس کام کو چاہتے ہیں۔ لہٰذا معاشرہِ انسانی اور اسلامی کو اس برائی سے پاک کر دینا ضروری ہے۔ آج کل کے تعلیم یافتہ اس حکمِ قرآن (یعنی سزا) پر معترض ہوتے ہیں اور کہتے ہیں یہ قانونِ اسلامی غیر انسانی ہے، سخت ظلم ہے۔ مگر وہ معترض اگر موجودہ زمانے کی بدکاریوں پر غور کریں تو شاید قائل ہو جائیں کہ حکومتیں اس بدفعلی کے روکنے سے مجبور نظر آتی ہیں اور دنیا میں حرام کاری کا روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ بعض ممالک میں یہ ہی طے نہیں ہوسکتا ہے کہ اولاد کس مرد سے پیدا ہوئی ہے؟ میراث اور حقوقِ اولاد اور والدین اور اقرباء سب عبث ہو گئے ہیں۔ انسانی ہمدردیاں فنا ہو چکی ہیں۔ اس زمانہ میں مسلمان حکومتوں کا فرض ہے کہ ان احکامِ قرآن پر عمل کریں اور معاشرہِ اسلامی وانسانی کو اس گندگی سے پاک کر دیں۔ گناہِ دانستہ باوجود علمِ عذاب کے کیا جاتا ہے اور بار بار کیا جاتا ہے تو خدا اس کو معاف نہ کرے گا کیونکہ وہ اس کی دانستہ نافرمانی ہے اور اگر بھول چوک سے کوئی فعل حکمِ خدا کے خلاف ہو جائے تو خدا توبہ قبول کر لیتا ہے۔ توبہ قبول کرنے کے لئے کوئی مدت معین نہیں کی ہے مسلمان جب بھی اپنی غلطی پر نادم ہو جائے اور بخلوص دل درگاہِ خدا میں توبہ کر لے تو خدا اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں ہے۔ قال رسول الله فی آخر خطبة خطبها من تاب قبل موته بسنة تاب الله علیه ثم قال وان السنة لکثیرة من تاب قبل موته بشهر تاب الله علیه ثم قال و ان الشهر لکثیرة من تاب قبل موته بیوم تاب الله علیه ثم قال و ان یوم لکثیر من تاب قبل موته بساعة تاب الله علیه ثم قال و ان الساعة لکثیرة من تاب و قد بلغت نفسه هذه واهوی بیده الیٰ حلقه تاب الله علیه۔ (رسول خداؐ نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا کہ جو ایک سال اپنی موت سے قبل توبہ کر لے تو خدا قبول کرتا ہے۔ پھر فرمایا: ایک سال تو زیادہ ہے اگر ایک ماہ پہلے توبہ کر لے تو خدا توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر فرمایا: ایک ماہ تو زیادہ ہے اگر ایک دن پہلے توبہ کر لے تو

خدا قبول کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر ایک ساعت پہلے توبہ کر لے تو خدا قبول کرتا ہے۔ پھر فرمایا ایک ساعت تو زیادہ ہے اگر حلق میں دم ہو اور توبہ کر لے تو بھی خدا قبول کرتا ہے) خدا توّابُ الرحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں پر عذاب نہیں چاہتا ہے لہٰذا اس نے توبہ کا دروازہ کھول دیا ہے بشرطیکہ توبہ خلوصِ دل سے ہو۔

آیت ۱۸:

کافر ومنافق ومشرک کے لئے عذابِ جہنم ہے۔ اگر ان میں سے کوئی اپنی زندگی میں توبہ کر لے اور خلوصِ نیت سے خدا کا فرماں بردار مسلمان ہو جائے تو خدا معاف کرنے والا ہے۔ یہ آیات زنا اور لواطہ وسحق کی ممانعت میں ہیں۔ اگر حاکمِ وقت کو اطلاع ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ شرعی حد جاری کرے۔ حد جاری ہو جانے کے بعد اس گنہگار کی خطا معاف ہوجاتی ہے اور اگر وہ با اصرار ارتکابِ ممنوعہ کرتا ہے تو عذابِ دائمی کا مستحق ہے۔ افسوس کہ انسان نے خدا کے قانون کو خود بدلا اور خدائی نافرمانی کر کے دنیا وآخرت کی ذلت میں مبتلا ہوگیا ہے۔

آیت ۱۹:

اس آیت میں عہدِ جاہلیت کی رسمِ ظلم وستم کو ختم کیا گیا ہے۔ جب ابوالقیس بن الاشلث کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے محصن ابن ابی قیس نے اپنے باپ کی زوجہ کبیشہ بنت معمر بن معد کے سر پر کپڑا ڈالا اور دستور کے مطابق اس کا مالک ہوگیا اور پھر اس کی خبر گیری بھی نہ کرتا تھا۔ کبیشہ خدمتِ رسولؐ میں آئی واقعہ بیان کیا رسول خداؐ نے فرمایا کہ اب تو تو گھر میں جا میں وحی کا انتظار کرتا ہوں پھر بتاؤں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور خدا نے اس رسمِ بد کو گناہ قرار دیا۔ اس واقعہ کے بعد دیگر عورتیں مدینہ کی آئیں اور رسول خداؐ کو بتایا کہ وہ بھی اس ظلم میں گرفتار ہیں۔ اس آیت میں عورتوں کو میراث میں دینے کی ممانعت کر دی گئی البتہ مطابقِ قانونِ اسلام بیوہ عورتوں کو کسی سے نکاح کرنا صحیح قرار دیا۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ عورت کا مہر اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی اس کو دیا جا چکا ہے واپس نہ لیا جائے۔ اگر چہ وہ مال کتنا ہی زیادہ ہو۔ البتہ اگر وہ زنا کی مرتکب ہوں تو ان سے زائد مال کو واپس لیا جا سکتا ہے کیونکہ معاہدہ شکنی عورت کی طرف سے ہوئی ہے۔

ازواج کے ساتھ سختی کرنا ان کے نان ونفقہ کی پرواہ نہ کرنا اس آیت کے ماتحت منع ہے۔ بلکہ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا مسلمان پر فرض ہے۔

مرد کو عورت سے کراہت کئی وجوہ کی بنا پر ہوسکتی ہے۔ مگر مرد کو صبر وتحمل سے ان وجوہِ کراہت کو برداشت کر لینا چاہئے کیونکہ خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس میں تمہارے لئے خیرِ کثیر بھی ہوسکتی ہے اور آئندہ زندگی میں اس عورت سے تم کو سکون اور آرام اور اس کی اولاد سے تقویت حاصل ہوسکتی ہے۔ صرف کراہیت پیدا ہونے سے عورت کو طلاق

دینا مناسب نہیں ہے۔

آیت ۲۰:

مرد کے لئے بہت سے ایسے اسباب ہوتے ہیں کہ وہ صرف ایک عورت پر قناعت نہیں کرسکتا۔ ان اسباب میں عورت کے امراضِ نسوانی بھی ہو سکتے ہیں اور کریہہ صورت ہونا بھی شامل ہے۔ مگر اس بنا پر عورت کو طلاق نہ دینا چاہئے کہ اس کی زندگی برباد ہو جائے، نہ اس سے وہ مال واپس لیا جائے جو اس کو شوہر دے چکا ہے اور نہ مال ضبط کرنے کے لالچ کی وجہ سے اس عورت پر بہتان لگایا جائے۔ البتہ دوسری زوجہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

آیت ۲۱:

عورت کو مجبور سمجھ کر اس پر ظلم روا نہ رکھے۔ کیونکہ خدا اور رسولؐ اس کے طرف دار ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **اخذتہن بامانۃ اللہ واستحلکم فروجھن بکلمۃ اللہ۔** (تم نے ان کو امانت خدا سمجھ کر لیا ہے اور حکمِ خدا سے ان کی شرم گاہ تم پر حلال ہوئی ہے)۔ کلمۃ اللہ سے مراد عقدِ نکاح ہے۔

آیت ۲۲:

ابوقیس جو مردِ صالح انصاری تھا مر گیا تو اس کے بیٹے قیس نے چاہا کہ دستور جاہلیت کے مطابق باپ کی زوجہ کو نکاح میں لائے تو عورت نے کہا کہ میں تجھ کو بیٹا جانتی ہوں۔ تو مجھ سے کیوں کر نکاح کرسکتا ہے؟ یہ واقعہ رسول خدا سے کہا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

مقتاء مبغوض عنداللہ۔ عرب جاہلیت میں باپ کی زوجہ سے اگر کسی کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو اس کو مقیت و مقتی کہتے تھے یعنی دشمن داشتہ شدہ۔ یہ فعل کہ باپ کی زوجہ سے عقد کیا جائے یا اس کو زوجہ بنایا جائے خلافِ ادب و احترامِ پدر ہے۔ اسی حکم میں دادا کی منکوحہ بھی شامل ہے۔

آیت ۲۳:

ربیبہ وہ اولاد ہے جو عورت کے شوہرِ اول سے ہو۔ خواہ گود میں ہو یا جوان ہو موجودہ شوہر پر حرام ہے لیکن اگر زوجہ سے مجامعت کسی وجہ سے نہیں ہوئی ہے تو ربیبہ سے عقد کیا جا سکتا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **محرم من الرضاع ما یحرم بالنسب۔** (جو محرمات بوجہ نسب کے ہیں وہی بوجہ رضاعت کے ہیں)۔ نسب کی وجہ سے بعض رشتے ایسے ہیں جن میں نکاح باہم جائز نہیں ہے جن کا ذکر ان آیات میں موجود ہے۔ اسی طرح رضاعت کی وجہ سے باہم نکاح نہیں کر سکتے بلکہ وہ حرام ہے۔ رسولِ خداؐ سے پوچھا گیا کہ آپ کا کیا ارشاد ہے

اس معاملہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبلِ مجامعت اس کو طلاق دے دی۔ آیا اس کی بیٹی سے عقد ہو سکتا ہے جو پہلے شوہر سے تھی؟ آپؑ نے فرمایا: لا باس ان یتزوج بنتھاولا یحل لہ ان یتزوج امھا۔ (اس عورت کی لڑکی سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کے بعد اس کی ماں سے عقد نہ کیا جائے)۔

انسانی معاشرہ اسی وقت اعلیٰ سمجھا جا سکتا ہے جب اس میں اعلیٰ اخلاق پائے جائیں۔ ہر طبقہ، ہر رشتہ، ہر قرابت کے حقوق معین ہوں۔ ان کا واجبی احترام ہو۔ آج کل کی نام نہاد مہذب اور تعلیم یافتہ دنیا ان پاکیزہ قوانین کی پابند نہیں ہے۔ مثل حیوانوں کے ان کی ہر عورت ہر مرد کے لئے ہے۔ صرف ماں تو ماں سمجھی جاتی ہے باقی خیر صلا ہے۔ خدا ان حیوان نما انسانوں سے مسلمانوں کو بچائے۔ اسلام نے اور رسولِ اسلامؐ نے اپنی احادیث کے ذریعہ ہر شخص کے مراتب اور درجات کا احترام بتایا ہے اور اس کے خلاف کرنے والوں کو عذابِ جہنم کی خبر دی ہے۔ معاشرہ انسانی کے ہر باریک سے باریک رشتہ کو قائم رکھا ہے اور ایک دوسرے کے احترام کا طریقہ بتایا ہے۔ والدین، رضاعت، بھائی، بہن، بیٹی اور بیٹا اور بہو، پھوپھی، خالہ، بھانجی، بھتیجی، دودھ شریک بہنیں اور بھائی، ساس، زوجہ ثانی کے پہلے شوہر سے اولاد وغیرہ کے مراتب بتائے ہیں۔ ان میں حدود و درجات کا فرق بتایا ہے۔ ان میں حلال اور حرام کو ظاہر کیا ہے۔ کاش اہلِ دنیا اس پر عمل کرتے اور کاش اہلِ اسلام ان اعلیٰ احکامِ خدا کی تمام دنیا میں تبلیغ کرتے تو حرام کاری ختم ہو جاتی اور اس کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہوتی رہی ہیں وہ بھی دور ہو جاتیں۔

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ
اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا
بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ
فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ
اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾

اور تم پر حرام ہیں شوہر دار عورتیں، سوائے ان (کنیزوں) کے جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔ (یہ حرام ہونا) خدا نے تمہارے ذمّہ لکھ دیا (یعنی یہ قانون تم پر فرض کردیا ہے) اور اس کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم اپنے مال خرچ کرکے بلحاظ پاک دامنی نہ کہ بغرضِ بدکاری اُن سے تعلق پیدا کرو پھر اُن میں سے جن سے تم متعہ کرلو تو مقرر کیا گیا مہر ان کو دیدو اور مہر مقرر ہوجانے کے بعد آپس میں اگر تم کچھ کمی وبیشی پر راضی ہوجاؤ تو تم پر کوئی الزام نہیں ہے۔ بیشک اللہ صاحبِ علم وحکمت ہے۔ (۲۴)

وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ
يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ
الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ
بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ
اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ
لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ
اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى
الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ

اور تم میں سے جو اتنی طاقت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو وہ مومن لونڈیوں (کنیزوں) سے نکاح کرلے جو تمہارے قبضہ میں ہوں اور اللہ تمہارے ایمان سے واقف ہے۔ تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ پس تم ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور اُن کے مہر نیکی کے ساتھ اُن کو دے دو (مگر) وہ پاک دامن ہوں نہ کہ بدکار اور نہ چوری چھپے دوستی کرنے والیاں ہوں۔ پس جبکہ وہ نکاح میں آجائیں اور بدکاری کریں تو ان کو آزاد عورتوں کی بہ نسبت آدھی سزا دی جائے۔ یہ تجویز اُن کے لئے ہے جو تم میں سے زحمتِ تجرّد سے ڈرتے ہوں (یعنی عورتوں کے بغیر نہ رہ سکتے ہوں)۔ اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بڑا

خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ
لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٥﴾ ع

بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(۲۵)

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦﴾

اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ تمہارے لئے تم سے پہلے والوں کے قاعدے کھول کر بیان کر دے اور بتلا دے اور تمہاری توبہ قبول کر لے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔(۲۶)

وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿٢٧﴾

اور اللہ ارادہ رکھتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کر لے اور جو لوگ شہوات (یعنی اپنی بری خواہشوں) کی پیروی کرتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم پورے طریقہ پر سیدھے راستے سے دور ہو جاؤ۔(۲۷)

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾

اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے بارے میں تخفیف (بوجھ ہلکا) کر دے۔ کیونکہ انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔(۲۸)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾

اے ایمان لانے والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، سوائے اس کے کہ باہمی رضامندی مثلاً تجارت ہو تمہارے درمیان اور خود اپنے کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تم پر رحم کرنے والا ہے۔(۲۹)

وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى

اور جو ظلم و زیادتی سے ایسا کرے گا تو ہم اس کو آتشِ جہنم میں پہنچائیں گے اور یہ بات اللہ پر آسان ہے۔(۳۰)

اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ
عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ
مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾

اگر تم بچتے رہو گناہانِ کبیرہ سے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیاں تم سے دور کر دیں گے اور تم کو باعزت مقام میں داخل کریں گے۔ (٣١)

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ
بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٣٢﴾

اور خدا نے تم سے بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے۔ اس کے بارے میں تمنائیں نہ کرو۔ مردوں کے لئے حصّہ ہے اس میں جو وہ حاصل کریں اور عورتوں کے لئے حصّہ ہے جو وہ حاصل کریں اور تم خدا کے فضل و کرم کے طلب گار رہو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (٣٢)

وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ
الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَ الَّذِيْنَ
عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿٣٣﴾ ع ٥ / ٨

اور جو کچھ ماں باپ اور عزیز و اقرباء چھوڑ جائیں اس کے لئے ہم نے ہر ایک کے وارث قرار دیئے ہیں اور جن سے تم نے عہد کر لیا ہے پس تم ان کا حصّہ ان کو دیدو یقیناً اللہ ہر چیز کا گواہ (دیکھنے والا) ہے۔ (٣٣)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا
فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ
اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ
قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ
الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ

مرد عورتوں پر حاکم ہیں (ایک تو) اس واسطے کہ اللہ نے فضیلت دی ہے ایک کو دوسرے پر اور (دوسرے) اس لئے کہ وہ اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں اطاعت کرنے والیاں ہیں اور پیٹھ پیچھے حفاظت کرنے والی ہیں اُن چیزوں کی جن کی حفاظت کو خدا نے چاہا ہے اور وہ عورتیں

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿٣٤﴾

جن کی نافرمانی کا تم کو خوف ہو تو ان کو نصیحت کرو اور اُن کے بستروں پر ان کو چھوڑ دو اور ان کو مارو۔ پس اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان پر کسی طرح کی زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ اعلیٰ اور برتر ہے۔ (۳۴)

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿٣٥﴾

اور اگر تم کو ان کے مابین جدائی کا خوف ہو تو ایک حَکَم (فیصلہ کرنے والا) مرد کے کنبہ سے بھیج دو اور ایک حَکَم عورت کے خاندان سے۔ اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ کریں گے تو اللہ دونوں میں اتفاق کرا دے گا۔ بے شک اللہ صاحبِ علم اور خبر رکھنے والا ہے۔ (۳۵)

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿٣٦﴾

اور اللہ کی عبادت کرو اس کا شریک کسی کو نہ بناؤ۔ اور اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پہلو میں بیٹھنے والے ساتھی اور مسافر اور لونڈی غلاموں کے ساتھ۔ بیشک اللہ ان کو دوست نہیں رکھتا جو متکبر شیخی مارنے والے ہوں۔ (۳۶)

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ﴿٣٧﴾

جو خود بھی کنجوس ہوں اور دوسروں کو بھی بُخل کا حکم دیتے ہوں اور وہ چھپاتے ہوں اس کو جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دیا ہے اور ہم نے مہیا کیا ہے کافرین (ناشکر گزاروں) کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب۔ (۳۷)

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ

اور جو لوگ اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے

النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا
فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾

خرچ کرتے ہیں اور خدا اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کا قرین (ساتھی) شیطان ہے۔ پس وہ کتنا براساتھی ہے۔(۳۸)

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ
اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿٣٩﴾

اور ان کا کیا نقصان ہوتا اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور جو کچھ اللہ نے ان کو دیا ہے اس میں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرتے کیونکہ اللہ ان (کے اعمال) سے باخبر ہے۔(۳۹)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ
اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ
لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾

یقیناً اللہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور اگر کچھ بھی نیکی ہوتی ہے تو وہ اس کو بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بھی اجرِ عظیم دیتا ہے۔(۴۰)

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ
بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ ۘ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پھر اس وقت کیا حالت ہوگی جب ہم ہر گروہ کو اس کے گواہ کے ساتھ بلائیں گے اور تم کو ان سب پر گواہ بنا کے لائیں گے۔(۴۱)

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا
الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا
يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ ع ٦ ٩

اُس دن وہ لوگ جو کافر ہو گئے تھے اور جنہوں نے رسولؐ کی نافرمانی کی تھی یہ خواہش (یا آرزو) کریں گے کہ کاش وہ زمین کا پیوند ہو جائیں اور وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔(۴۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ
وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ
لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ

اے ایمان لانے والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک کہ تم نہ جانو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور جنابت کی حالت میں نہ جانا سوائے اس کے کہ (مسجد کے اندر) راستہ سے گزر جاؤ، جب

وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡجَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡہِکُمۡ وَاَیۡدِیۡکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۴۳﴾

تک کہ غسل نہ کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلا سے (فارغ ہو کر) آئے یا تم نے عورتوں سے مجامعت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملا ہو تو تم پاک مٹی سے تیمّم کرلو پھر اپنے چہروں کے بعض حصوں کا اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ یقیناً اللہ بڑا عفو کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔(۴۳)

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَۃَ وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِیۡلَ ﴿ؕ۴۴﴾

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے کچھ حصّہ دیا گیا (مگر) وہ خود گمراہی خریدتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ۔(۴۴)

وَ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ٭۫ وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا ﴿۴۵﴾

اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور یہ بات کافی ہے کہ اللہ ولی، سرپرست اور حاکم ہو اور یہ بھی کافی ہے کہ اللہ مددگار رہو۔(۴۵)

مِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا وَاسۡمَعۡ غَیۡرَ مُسۡمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلۡسِنَتِہِمۡ وَ طَعۡنًا فِی الدِّیۡنِ ؕ وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا وَاسۡمَعۡ وَ انۡظُرۡنَا لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ وَ اَقۡوَمَ ۙ وَ لٰکِنۡ لَّعَنَہُمُ اللّٰہُ بِکُفۡرِہِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۴۶﴾

جو لوگ یہودی ہو گئے ہیں وہ خدا کے لفظوں کو ان کے مواقع سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی (اور انہوں نے کہا) ہم نے باتیں سنیں اور نافرمانی کی اور تم بھی سنو مگر تمہاری بات (کبھی) نہیں سنی جائے گی۔ پھر یہ کہتے ہیں سب اپنی زبانوں کو گھما پھرا کر پیچ در پیچ دیکر اور دین میں طعنہ زنی کرنے کے لئے (وہ ایسا کرتے ہیں) اور اگر (بجائے اس کے) وہ یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور آپ سنیے اور ہماری حالت پر نظر کرم کیجئے، تو یہ

بات ان کے لئے بہتر بھی ہوتی اور زیادہ سیدھی بھی ہوتی۔لیکن ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے اُن پر لعنت کی پس ان میں تھوڑے ہی ایمان لائیں گے۔(۴۶)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اٰمِنُوۡا بِمَا
نَزَّلۡنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ
نَّطۡمِسَ وُجُوۡهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدۡبَارِهَاۤ
اَوۡ نَلۡعَنَهُمۡ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصۡحٰبَ السَّبۡتِ ؕ وَ
كَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا ﴿۴۷﴾

اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی اس پر ایمان لاؤ۔ (یعنی سمجھ کر دل سے ایمان لاؤ) جوقرآن ہم نے نازل کیا ہے اور اس کی تصدیق بھی کرنے والا ہے جو پہلے سے تمہارے پاس ہے،قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں اور پھر ان کو پشت کی طرف پھیر دیں، یا ان پر ایسی لعنت کریں جیسے ہم نے اصحاب سبت پر لعنت کی تھی اور امرِ خدا پورا ہو کر رہے گا۔(۴۷)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَ
يَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ
يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدِ افۡتَرٰۤى اِثۡمًا عَظِيۡمًا ﴿۴۸﴾

یقیناً اللہ نہ بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ وہ معاف کر دے گا جس کے لئے وہ چاہے گا اور جس نے اللہ سے شرک کیا پس یقیناً اُس نے گناہِ عظیم بوجہ افتراء کے کیا۔ (یعنی خدا کا شریک گھڑا اور مانا)۔(۴۸)

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُزَكُّوۡنَ
اَنۡفُسَهُمۡ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ وَلَا
يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ﴿۴۹﴾

کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں بلکہ اللہ پاک کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اُن پر ظلم ذرّہ بھر بھی نہ کیا جائے گا۔(۴۹)

اُنۡظُرۡ كَيۡفَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ
ع الۡكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۵۰﴾ ع

تم دیکھو تو سہی یہ لوگ اللہ پر کیسا افتراء (بہتان) باندھتے ہیں اور صریح گناہ کے لئے یہی کافی ہے۔(۵۰)

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب

الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ
اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿٥١﴾

خدا سے کچھ حصّہ دیا گیا ہے۔ وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں ان لوگوں سے جو کافر ہوگئے کہ یہ مشرک لوگ ان لوگوں (مسلمانوں) سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں جو ایمان والوں کا راستہ ہے۔ (۵۱)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ
يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾ۭ

وہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تم اس کا کسی کو ہرگز مددگار نہ پاؤ گے۔ (۵۲)

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا
يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿٥٣﴾ۙ

کیا مُلک (حکومت) میں سے اُن کا کچھ حصّہ ہے؟ پس اگر ہے تو وہ لوگوں کو تِل برابر بھی نہ دیں گے۔ (۵۳)

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا
عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾

کیا وہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس بات پر کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو جو کچھ دیا ہے۔ یقیناً ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت عطا کی ہے اور ہم نے ان کو ملکِ عظیم عطا فرمایا۔ (۵۴)

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ
عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾

پس ان میں کچھ تو اس پر ایمان لائے اور ان میں کچھ اس سے رک گئے۔ ان (رکنے والوں) کے لئے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے۔ (۵۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ
نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ

یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو آتش جہنم میں بھیجیں گے جب ان کی جلدیں جل جائیں گی تو ہم دوسری جلدیں بدل

بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا
الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾

دیں گے، تاکہ وہ عذابِ جہنم کا مزہ چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ غالب اور محکم کار ہے۔(۵۶)

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا
ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے عنقریب ہم ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے واسطے ان جنّتوں میں پاک بیویاں ہیں اور ہم ان کو گھنے سایوں میں رکھیں گے۔(۵۷)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا
الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ
بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

یقیناً اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ ادا کرو امانتوں کو اُن کے مالکوں کو اور جب تم حکم کرو لوگوں کے درمیان تو حکم کرو عدالت کے ساتھ یقیناً اللہ اس بارے میں تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(۵۸)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ
اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ
وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ
تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ع ٩ ٥

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان حکومت کرنے کے اہل اور حقدار لوگوں کی جو تم میں سے ہیں۔ پھر اگر کسی معاملہ میں تم میں باہم جھگڑا ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف پھیر دو اگر تم اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ سب سے بہتر اور عمدہ ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔(۵۹)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾

کیا تم نے ان لوگوں کونہیں دیکھا کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں اس پر جوتم پر نازل کیا گیا ہے اور جوتم سے پہلے نازل کیا گیا تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے جھگڑوں میں اپنا حاکم بنائیں طاغوت (شیطان، ظالم حکمران) کو حالانکہ ان کو حکم دیا جا چکا ہے کہ وہ اس کے منکر ہوں اور شیطان یہ ارادہ کرتا ہے اُن کو گمراہ کر کے ضلالتِ بعید (یعنی بہت بڑی گمراہی) میں پہنچا دے۔ (۶۰)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾

اور جب ان سے یہ کہا گیا کہ اللہ نے جو کچھ نازل کیا اُس کی طرف اور اس کے رسولؐ کی طرف آؤ، تو تم منافقوں کو اپنے سے رُکتا ہوا دیکھو گے۔ (۶۱)

فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾

پس اس وقت کیا حالت ہو گی جب اُن پر اپنے ہاتھوں کے کیے ہوئے کے سبب کوئی مصیبت پڑے گی پھر وہ تمہارے پاس خدا کی قسم کھاتے ہوئے آئیں گے کہ ہمارا ارادہ نیکی اور اتفاق کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ (۶۲)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾

یہ لوگ وہی ہیں کہ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اُسے اللہ جانتا ہے۔ پس تم بھی ان سے منہ پھیر لو اور ان کو نصیحت کرو ان کی ذات کے بارے میں دل پر اثر کرنے والی مناسب باتوں سے۔ (۶۳)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ

اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾

حکمِ خدا کی اطاعت کی جائے اور اگر یہ لوگ اسی وقت جبکہ انہوں نے اپنے جانوں پر ظلم کیا تھا تمہارے پاس آجاتے اور اللہ سے معافیاں مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے معافیاں طلب کرتا تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پاتے۔(۶۴)

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾

پس ایسا نہیں ہے۔ قسم تیرے رب کی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم کو حاکم نہ بنا لیں ان جھگڑوں میں جو ان کے درمیان پڑے ہیں۔ پھر تمہارے فیصلہ میں اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ محسوس کریں اور اس فیصلہ کو اس طرح تسلیم نہ کر لیں جو تسلیم کرنے کا حق ہے۔(۶۵)

وَ لَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۙ﴿٦٦﴾

اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ وہ اپنے نفسوں کو قتل کر دیں یا اپنے گھروں سے نکل جائیں، تو بجز چند کے ان میں سے کوئی حکم کی تعمیل نہ کرتا اور اگر وہ لوگ اس کے مطابق کرتے جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ان کے لئے یہ بہتر تھا اور ان کے ایمان کی مضبوطی کا سبب ہوتا۔(۶۶)

وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ﴿٦٧﴾

اور اس وقت ہم ضرور ان کو اپنے پاس سے اجرِ عظیم دیتے۔(۶۷)

وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾

اور ان کو ہم ہدایت کرتے صراطِ مستقیم کی۔(۶۸)

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ

اور جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہی تو

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ
وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ
الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

ان کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے کہ وہ انبیاء ہیں اور صدیقین (قول وعمل کے سچے) ہیں اور شہداء ہیں اور صالحین ہیں۔ اور وہی لوگ رفاقت (ساتھ رہنے) کے لئے سب سے اچھے ہیں۔(٦٩)

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ ع ١١

اور یہ فضل وکرم خدا کی طرف سے ہے اور یہ بات کافی ہے کہ خدا (ان کے حال کا) علم رکھنے والا ہے۔(٧٠)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ
فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾

اے ایمان لانے والو! اپنی حفاظت کے سامان کرواور دستہ دستہ بن کر نکلو یا اکھٹے نکل پڑو۔(٧١)

وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ
اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ
عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾

اور ضرور تم میں سے کوئی نہ کوئی ایسا بھی ہے کہ وہ یقیناً پیچھے رہ جائے گا۔ پھر اگر تم پر کوئی مصیبت پڑے گی تو وہ یہ کہے گا کہ خدا نے مجھ پر احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔(٧٢)

وَ لَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ
لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهٗ
مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا
عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾

اور اگر تم پر خدا کا فضل ہو گیا تو کہنے لگے گا کہ گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی اور (کہے گا) کہ کاش میں ان کے ساتھ ہوتا اور عظیم کامیابی حاصل کرتا۔(٧٣)

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ
يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ

پس ان لوگوں کو راہِ خدا میں جہاد کرنا چاہئے جو زندگیِ دنیا کو آخرت کے عوض بیچتے ہیں اور جو شخص راہِ خدا میں جہاد کرے گا پھر قتل کیا جائے یا غالب رہے عنقریب اس کو ہم اجرِ عظیم دیں گے۔(٧٤)

فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ
وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا
أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ج
وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ
لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ط ﴿٧٥﴾

اورتم کو کیا ہوگیا ہے کہ تم راہِ خدا میں جہاد نہیں کرتے؟ حالانکہ کچھ کمزور مرد اور عورتیں اور بچّے جو (روک لیے گئے) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنے پاس سے ہمارا کوئی ولی (سرپرست) مقرر کر دے اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی مددگار بنا دے۔(۷۵)

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ ج وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي
سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ
ع الشَّيْطَانِ ج إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ع ﴿٧٦﴾

جولوگ ایمان لائے وہ تو فی سبیل اللہ، اللہ کوخوش کرنے کے لئے جہاد کرتے ہیں اور جولوگ کافر ہو گئے وہ طاغوت (شیطان، ظالم حکمران) کی راہ میں جنگ کریں گے۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو۔ یقیناً شیطان کا مکر کمزور ہے۔(۷۶)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا
أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ج
فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ
مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ
أَشَدَّ خَشْيَةً ج وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ
عَلَيْنَا الْقِتَالَ ج لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ
قَرِيبٍ ط قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ج

(اے رسول!) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روک لو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ آدمیوں سے ایسا ہی ڈرنے لگا جیسا کہ اللہ سے ڈرنا چاہئے یا اس سے بھی زیادہ اور اُنہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب تو نے کیوں ہم پر جہاد واجب کیا؟ کاش ہم کو تھوڑے دن اور مہلت دی ہوتی۔ تم کہہ دو کہ سرمایہ دُنیا قلیل ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو صاحبِ تقویٰ ہو اور تم پر ذرّہ

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۗ وَ لَا
تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾

برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(۷۷)

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَ
لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ
تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ
مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ
فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ
يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تم کو آئیگی اگر چہ تم مضبوط برجوں (قلعوں) میں ہی کیوں نہ ہو اور اگر ان کو کوئی نقصان یا بھلائی پہنچتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ پس کیا ہو گیا اس قوم کو کہ وہ اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے ؟! (۷۸)

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَ
مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ
اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾

جو پہنچتی ہے تجھ کو بھلائی وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھ کو پہنچتی ہے، وہ تیری ذات کی طرف سے پہنچتی ہے۔ (اے رسولؐ) ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور خدا اس کی گواہی کے لئے کافی ہے۔ (۷۹)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ
مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾ؕ

جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے پس یقیناً اُس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جو تم سے پھر جائے، پس ہم نے بھیجا نہیں تم کو ان پر نگہبان (ٹھیکیدار) بنا کر۔ (۸۰)

وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ
عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ
تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ

(ان کی حالت یہ ہے کہ) بظاہر اطاعت کا اقرار کرتے ہیں اور جب تمہارے پاس سے باہر چلے جاتے ہیں تو جو کچھ تم کہہ دیتے ہو اس کے خلاف کام

فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَ تَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ﴿۸۱﴾

کرتے ہیں۔ اس میں سے ایک گروہ راتوں کو مشورہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ راتوں کو مشورہ کرتے ہیں، اُس کو اللہ لکھ لیتا ہے۔ پس (اے رسولؐ) تم ان سے لاپرواہی کرو اور اللہ پر توکل کرو اور کارساز ہونے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ (۸۱)

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَ لَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا ﴿۸۲﴾

کیا وہ قرآن میں غور وخوض نہیں کرتے کہ وہ اگر سوائے خدا کے کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو تم اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔ (۸۲)

وَ اِذَا جَآءَهُمۡ اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَوۡفِ اَذَاعُوۡا بِهٖ ؕ وَ لَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَى الرَّسُوۡلِ وَاِلٰٓى اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ ؕ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّيۡطٰنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۸۳﴾

اور ان کو جس وقت کوئی بات امن یا خوف کی معلوم ہوجاتی ہے تو وہ اس کو عام کردیتے ہیں اور اگر وہ اس کو رسولؐ کی طرف اور اولی الامر (حاکم اسلام) کی طرف پہنچا دیتے تو ان میں سے جو بات کی تہ تک پہنچ جانے والے ہیں وہ اس (کی حقیقت) کو سمجھ لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو سوائے چند لوگوں کے سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔ (۸۳)

فَقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفۡسَكَ وَحَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّكُفَّ بَاۡسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاۡسًا وَّ اَشَدُّ تَنۡكِيۡلًا ﴿۸۴﴾

پس (اے رسولؐ) تم راہِ خدا میں جہاد کرو۔ تم کو تمہاری ذات کے علاوہ کسی دوسرے کا مکلّف (ذمہ دار) نہیں بنایا جاتا۔ البتہ مومنین کو جہاد کی ترغیب دو۔ قریب ہے کہ کافروں کے زور کو اللہ روک دے اور اللہ بہت سخت ہے عذاب دینے میں اور سزا دینے میں۔ (۸۴)

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ
نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً
سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

جو اچھی شفاعت یا سفارش کرے گا تو اس کے لئے بھی اس میں حصّہ ہوگا اور جو بری شفاعت کرے گا تو اس میں سے اس کو بھی حصّہ ملے گا اور اللہ ہر شے پر نگراں ہے۔ (۸۵)

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا
بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
النصف عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

اور جب تم کو سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر طریقہ پر جوابِ سلام دو یا اس کے مثل جواب دو۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ (۸۶)

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ
ع ۱۱/۸ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یقیناً وہ تم سب کو روزِ قیامت جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔ (۸۷)

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ
اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ
تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

تم کو کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے ہو جبکہ اللہ نے ان کے افعال کے بدولت اُن کو الٹ دیا۔ کیا تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ تم اس کو راہ راست کی ہدایت کرو جس کو اللہ نے گمراہی میں چھوڑ دیا؟ اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے پس تم اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔ (۸۸)

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا
فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ
اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہو گئے تم بھی اسی طرح کافر ہو جاؤ تاکہ تم سب ایک جیسے ہو جاؤ۔ پس تم ان میں سے اپنا دوست نہ بناؤ جب

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾

تک کہ وہ راہِ خدا میں ہجرت نہ کریں (اپنے کیے ہوئے معاہدوں سے) اگر وہ منحرف ہوجائیں تو ان کو گرفتار کرلو اور جہاں پاؤ قتل کرڈالو اور ان میں سے نہ کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار۔(۸۹)

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾

سوائے ان کے جو ایسی قوم سے جا ملے ہوں کہ تمہارے اور اس کے درمیان معاہدہ ہو یا تمہارے پاس اس حالت میں آئیں کہ تم سے لڑنے میں یا اپنی قوم سے لڑنے میں تنگ دل ہوتے ہوں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا۔ پس وہ تم سے ضرور لڑتے۔ پس اگر وہ تم سے الگ رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہیں صلح کا پیغام دیں تو (اُن پر زیادتی کرنے کا) خدا نے تمہارے لئے کوئی راستہ نہیں رکھا ہے۔(۹۰)

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَ اُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ ع ١٢ ٩

عنقریب تم کچھ اور لوگوں کو ایسا پاؤ گے کہ وہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی بچے رہیں۔جس وقت فتنہ وفساد کی طرف بلائے جائیں تو اندھا دھند اس میں گر پڑیں۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ کش نہ ہوں اور تم سے صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں ،تو تم ان کو گرفتار کرلو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کرڈالو اور ان ہی پر ہم نے تم کو کھلا تسلّط دیا ہے۔(۹۱)

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا

اور کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی مومن کو قتل کرے سوائے اس کے کہ غلطی ہو جائے اور جو شخص

اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ
اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ
مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ
رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ
بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ
اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ
لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫
تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾

غلطی میں کسی مومن کو قتل کر دے تو اس کے ذمّہ ہے ایک مومن بردہ (غلام) کا آزاد کرنا اور پورا خون بہا اس (مقتول) کے وارثوں کو دینا۔ سوائے اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔ پس اگر وہ مقتول ایسی قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے، لیکن ہو مومن تو (قاتل کے ذمّہ) ایک ایمان دار بردہ (غلام) کا آزاد کرنا ہے اور اگر ایسی قوم سے ہو کہ تمہاری قوم اور اس کے درمیان معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو پورا خون بہا دینا اور ایک ایماندار غلام کا آزاد کرنا (لازم ہے)۔ پس جس کو غلام آزاد کرنا میسر نہ ہو تو دو مہینہ کے مسلسل روزے رکھنا اس کے ذمّہ ہیں۔ اور وہ اس لئے کہ خدا کی طرف سے اس کی توبہ قبول کرنے کے لئے (یہ رعایت دی گئی) ہے اور اللہ صاحبِ علم وحکمت ہے۔ (۹۲)

وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا
فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا
عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾

اور جو شخص کسی مومن کو عمداً (جان بوجھ کر) قتل کر دے تو اس کی جزا یا بدل جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا کا غیض وغضب ہے اور خدا کی لعنت ہے اور اس کے لئے عذاب تیار ہے۔ (۹۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ
اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ
تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ

اے ایمان لانے والو! جب تم راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لئے باہر نکلو تو تحقیق کر لو اور جو شخص تم کو (بقاعدۂ اسلام) سلام کرے تو یہ نہ کہہ دو کہ تو مومن نہیں ہے۔ تم زندگانی دنیا کا اثاثہ (مال) ڈھونڈتے ہو۔ پس خدا کے پاس بکثرت منافع ہیں۔ تم بھی اس

اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿٩٤﴾

سے قبل ایسے ہی (کافر) تھے۔ پس خدا نے تم پر احسان کیا۔ پس تم تحقیق کر لیا کرو یقیناً اللہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔ (۹۴)

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ﴿٩٥﴾

نہیں مساوی (برابر) ہیں مومنین میں سے وہ لوگ جو جہاد سے بیٹھ رہنے والے ہیں سوائے ان کے جو معذور ہوں اور وہ لوگ جو راہِ خدا میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں تو اللہ نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو جہاد سے بیٹھ جانے والوں پر فضیلت دی ہے، البتہ ہر ایک سے اللہ نے ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے مجاہدین (راہِ خدا) کو جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے اجرِ عظیم دینے میں۔ (۹۵)

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَ
ع ۱۳ ۱۰ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾ ع

یہ درجات اس (خدا) کی طرف سے (دیئے گئے) ہیں اور مغفرت اور رحمت (بھی دی گئی ہے) اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۹۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ

یقیناً وہ لوگ جن کا خاتمہ فرشتے اس حال میں کرتے ہیں کہ وہ اپنے جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور کر دیئے گئے تھے تو فرشتے کہتے ہیں کہ آیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ پس انہی کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ (۹۷)

مَصِيْرًا ۙ﴿۹۷﴾

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۙ﴿۹۸﴾

سوائے ان کے جو مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے درحقیقت بے بس ہوں کہ نہ کوئی تدبیر کرسکیں اور نہ کوئی راستہ پاسکیں۔(۹۸)

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

پس وہی لوگ ہیں کہ عنقریب خدا ایسوں کو معاف کردے اور خدا بڑا معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔(۹۹)

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ع

اور جو راہِ خدا میں ہجرت کرے گا تو وہ زمین میں بڑی وسعت اور کشائش پائے گا اور جو نکلتا ہے اپنے گھر سے اس حالت میں کہ وہ راہِ خدا اور رسولؐ میں ہجرت کرنے والا ہے، پھر اسے موت آجائے تو اس کا اجر یقیناً اللہ کے ذمّہ ہے اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۱۰۰)

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾

اور جب تم زمین پر سفر کرتے ہو یا تم کو خوف ہو تو کوئی الزام تم پر نہیں ہے کہ نماز میں قصر کرو (مختصر کرو) (اس حالت میں) کہ تم کو خوف ہو کہ کافر تم سے جنگ یا فساد کر بیٹھیں گے۔ یقیناً کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔(۱۰۱)

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ

اور (اے رسولؐ) جب تم ان میں (حالتِ جنگ

فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا
اَسْلِحَتَهُمْ قف فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ
وَّرَآئِكُمْ ص وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ
يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ لْيَاْخُذُوْا
حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ج وَدَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ
اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً
وَّاحِدَةً ط وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ
بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ
تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ج وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ط
اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ١٠٢

میں) ہو اور تم ان کو نماز پڑھاتے ہو، تو چاہئے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے اور وہ اپنا اسلحہ لیے رہیں۔ پس جب وہ سجدہ کر چکیں تو ان کو لازم ہے کہ وہ تمہارے پیچھے آ جائیں۔ اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے انہیں چاہئے کہ وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ اپنی حفاظت کے ہتھیار لیے رہیں۔ کیونکہ کافر یہ چاہتے ہیں کہ اگر وہ تم کو تمہارے ہتھیاروں اور اسباب سے غافل پائیں تو وہ یکایک ہی تم پر حملہ کر دیں۔ اور اگر تم کو بارش کی تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے ہتھیاروں کو رکھ دو۔ لیکن اپنی حفاظت کرتے رہو۔ یقیناً اللہ نے کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب مہیّا کیا ہے۔ (۱۰۲)

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ
قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج فَاِذَا
اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ج اِنَّ الصَّلٰوةَ
كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ١٠٣

پس جب تم نماز ختم کر چکو تو کھڑے بیٹھے اور لیٹے لیٹے خدا کا ذکر کرو۔ پس جب تم کو اطمینان ہو جائے تو پھر (پوری) نماز پڑھو۔ یقیناً نماز مومنین پر وقت معین کر کے فرض کی گئی ہے۔ (۱۰۳)

وَ لَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ط اِنْ
تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا
تَاْلَمُوْنَ ج وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

اور تم ان لوگوں کا تعاقب کرنے میں سستی نہ کرو۔ اگر تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو اسی طرح ان کو بھی تو تکلیف پہنچتی ہے جس طرح تم کو تکلیف پہنچتی ہے جبکہ تم اللہ سے امید رکھتے ہو اور وہ اللہ سے امید نہیں

ع ۱۵/۴ ۱۲

يَرْجُوْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾	رکھتے اور خدا جاننے والا محکم کار (صاحب حکومت) ہے۔ (۱۰۴)
اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۗ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾	(اے رسولؐ) ہم نے یقیناً تم پر کتاب نازل کی ہے تاکہ تم آدمیوں کے مابین اس کے مطابق فیصلہ کرو (جس طرح) خدا تم کو دکھا چکا ہے اور تم نہ بنو خیانت کرنے والوں کے طرفدار۔ (۱۰۵)
وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾	اور اللہ سے بخشش و مغفرت طلب کرو بیشک اللہ غفور الرحیم (بہت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا) ہے۔ (۱۰۶)
وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾	اور جو لوگ اپنی ذات سے خیانت کرتے ہیں تم اُن کی طرف سے جھگڑا نہ کرو۔ یقیناً اللہ پسند نہیں کرتا ان لوگوں کو جو خیانت کرنے والے گنہگار ہوں۔ (۱۰۷)
يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۗ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾	وہ لوگوں سے چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپاتے حالانکہ وہ (خدا) ان کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ وہ راتوں کو ان باتوں کا مشورہ کرتے ہیں جو خدا کو پسند نہیں ہیں اور جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں اس پر خدا کا علم محیط ہے۔ (۱۰۸)

هٰاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ
وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾

خبردار ہو جاؤ دنیا کی زندگی میں تو تم ان کی طرف سے لڑنے کھڑے ہو گئے۔ (مگر) پھر وہ کون ہے جو اللہ سے لڑے گا روزِ قیامت ان کی طرف سے؟ یا کون ان کا وکیل ہوگا؟ (۱۰۹)

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ
ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾

اور جو شخص کوئی بدی کرے یا اپنی ذات پر ظلم کرے۔ پھر خدا سے معافی مانگ لے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا رحیم پائے گا۔ (۱۱۰)

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ
عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ﴿١١١﴾

اور جو کوئی گناہ کرے تو بجز اس کے نہیں ہے کہ وہ اپنی ہی ذات کے لئے نقصان کرتا ہے اور خدا علم وحکمت والا ہے۔ (۱۱۱)

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ
يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ
اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾ ع ٨/١٦

اور جو شخص سہواً یا عمداً کوئی گناہ کرے، پھر اس کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دے تو یقیناً وہ بہتان اور صریح گناہ کا ملزم ہوگا۔ (۱۱۲)

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ
لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا
يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ
مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ

اور اگر خدا کا فضل وکرم تم پر (اے رسولؐ) نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ ہوتی، تو ان میں سے ایک گروہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ تم کو راہِ راست سے ہٹا دے حالانکہ وہ اپنے ہی کو گمراہ کرتے اور تم کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچاتے اور اللہ نے تم پر کتاب نازل کی ہے اور حکمت عطا کی ہے اور تم کو وہ سکھایا ہے جو پہلے تم

الثلثة

كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر (اے رسولؐ) بہت بڑا فضل وکرم ہے۔ (۱۱۳)

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ
اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ
بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ
مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا
عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

ان کو بہت سی سرگوشیوں (چھپ کر مشوروں) میں کوئی خیر وخوبی نہیں ہے سوائے اس کے کہ خیرات کرنے کا حکم دیں یا نیکی کرنے کا یا انسانوں کے مابین صلح کرانے کا مشورہ دیں اور جو طلبِ رضائے خدا کے لئے ایسا کرتا ہے تو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا کریں گے۔ (۱۱۴)

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا
تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ
الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ
وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع ١٧ ١٤

اور جو رسولؐ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ ہدایت اس پر واضح ہو چکی ہے اور پیروی کرے گا مومنین کے راستہ کے علاوہ کسی دوسرے راستہ کی، تو ہم اسے اسی راہ پر چلائیں گے جس کو اس نے پسند کیا ہے اور اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (۱۱۵)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ
يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

یقیناً اللہ نہیں بخشے گا اس بات کو کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، مگر اس کے علاوہ گناہوں کو بخش دے گا جس کے لئے وہ چاہے گا اور جو اللہ کا شریک قرار دیتا ہے پس یقیناً وہ گمراہی میں بہت دور جا نکلا۔ (۱۱۶)

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَ
اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ ۙ

وہ خدا کے سوا نہیں پکارتے ہیں مگر عورتوں (دیویوں) کو اور حقیقت میں وہ نہیں پکارتے ہیں مگر سرکش شیطان کو۔ (۱۱۷)

وقف لازم

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ

اللہ نے اس پر لعنت کی ہے اور اس نے یہ کہا تھا

عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿١١٨﴾

کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصّہ لے لوں گا۔ (١١٨)

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿١١٩﴾

اور میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا اور میں (تیری نافرمانی کرکے) ان کو ضرور جھوٹی امیدیں دلاؤں گا اور میں ضرور ان کو سمجھا دوں گا۔ پھر وہ چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا، پھر وہ خدا کی مخلوق کی ہیئت کو ضرور بدل ڈالیں گے اور جو اپنا ولی (سرپرست یا حاکم) شیطان کو بناتا ہے خدا کو چھوڑ کر، پس یقیناً وہ صریح نقصان اٹھائے گا۔ (١١٩)

يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢٠﴾

شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور اُن کو امیدیں دلاتا ہے اور شیطان نہیں وعدہ کرتا ہے مگر یہ کہ وہ وعدہ دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ (١٢٠)

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿١٢١﴾

ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جس سے بھاگنے یا بچنے کا امکان نہیں ہے۔ (١٢١)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿١٢٢﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، عنقریب ہم ان کو ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے؟ (١٢٢)

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا

تمہاری امیدوں کو اور اہل کتاب کی امیدوں کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے کہ جو کوئی بدی کرے گا وہ اس کا بدلہ پائے گا اور وہ نہیں پائے گا سوائے خدا کے

نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

کسی کو اپنا حامی اور مددگار۔ (۱۲۳)

وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو، تو وہی تو جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر تِل (ذرّہ) برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (۱۲۴)

وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾

اور کون ہوگا بہترین دین (طریقۂ زندگی) والا اس سے جس نے جھکا دیا اپنا سر اطاعتِ خدا کے لئے جبکہ وہ نیکوکار بھی ہے اور اس نے ملّتِ ابراہیمؑ کی بخلوص پیروی بھی کی ہے، اور اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل (دوست) بنایا تھا۔ (۱۲۵)

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۸/۱۱/۱۵

اور اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ (بوجہ قدرت کے) ہر شے پر محیط ہے۔ (ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔) (۱۲۶)

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

اور (اے رسولؐ!) لوگ تم سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں تم کہہ دو کہ اللہ ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے (یعنی اجازت دیتا ہے تم کو ان سے نکاح کرنے کی) اور وہ حکم جو تم پر ان یتیم عورتوں کے بارے میں پڑھا جاتا ہے جن کو تم ان کا مقررہ حصّہ نہیں دیتے حالانکہ تم ان سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتے ہو۔ اسی طرح کمزور بچوں کے بارے میں حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم یتیموں کے حق میں انصاف کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ

كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾

اور جو نیکی بھی تم کرو گے پس یقیناً اللہ اس سے باخبر ہے۔(۱۲۷)

وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾

اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے ظلم یا بے رغبتی کا خوف رکھے تو اگر وہ آپس میں کسی طرح صلح کر لیں تو ان کے ذمّہ کچھ الزام نہیں اور صلح سب سے بہتر ہے اور کنجوسی تو ہر شخص کے ساتھ ، حاضر اور مسلط رہتی ہے اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگار رہو تو جو کچھ بھی تم اعمال کرتے ہو اللہ اس سے خوب اچھی طرح آگاہ ہے۔(۱۲۸)

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾

اور تم میں یہ سکت نہیں ہے کہ اپنی تمام بیویوں کے درمیان مساوات برت سکو اگرچہ تم یہ بات کتنی بھی چاہو مگر تم ایسا بھی نہ کرو کہ ایک ہی کی طرف ہمہ تن مائل ہو جاؤ، دوسری بیوی کو (لٹکا ہوا) چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو پس یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(۱۲۹)

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو (اپنے خزانہ سے) وسعت و فراوانی دے کر غنی کریگا اور اللہ وسعت والا اور حکمت والا ہے۔(۱۳۰)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کا ہے اور ہم نے حکم دیا ہے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ، نیز تم کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم نے کفر اختیار

اللّٰهَ ؕ وَاِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيۡدًا ﴿۱۳۱﴾

کرلیا تو (یاد رکھو) کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تو اللہ ہی کا ہے اور اللہ غنی اور لائق حمد ہے۔ (یعنی خدا کو تمہارے کفر انکار سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ) خدا بے پناہ دولتمند اور از خود قابل تعریف ہے۔ (۱۳۱)

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ﴿۱۳۲﴾

اور خدا کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور تمام کام بنانے اور سب کی سرپرستی اور وکالت کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ (۱۳۲)

اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاۡتِ بِاٰخَرِيۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيۡرًا ﴿۱۳۳﴾

اے لوگو! اگر وہ (اللہ) چاہے تو تم کو فنا کردے اور بجائے تمہارے دوسرے لوگ پیدا کردے اور اللہ اس پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (۱۳۳)

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡيَا فَعِنۡدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيۡعًۢا بَصِيۡرًا ﴿۱۳۴﴾ ع ۱۹ ۸ ۱۶

جو دنیا کے ثواب کا چاہتا ہے پس خدا کے پاس دنیا کا ثواب (بدلہ) بھی موجود ہے اور آخرت کا بدلہ بھی (موجود ہے) اور اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (۱۳۴)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ ۚ اِنۡ يَّكُنۡ غَنِيًّا اَوۡ فَقِيۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰى بِهِمَا ۚ فَلَا تَتَّبِعُوا الۡهَوٰٓى اَنۡ تَعۡدِلُوۡا ۚ وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ

اے ایمان لانے والو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور خدا کے واسطے گواہ ہو جاؤ اگرچہ تم کو اپنی ذات یا ماں باپ اور اقرباء کے خلاف ہی گواہی دینی پڑے، خواہ مالدار ہو یا محتاج (کیونکہ) خدا تو (تمہاری بہ نسبت) ان پر زیادہ مہربان ہے۔ پس تم انصاف کرنے اور معاف کرنے میں خواہشِ نفسانی کی پیروی نہ کرو۔ اور اگر تم گواہی دینے میں زبان دباؤ گے

خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

یا منہ پھراؤ گے، تو جو کچھ بھی تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہے۔ (۱۳۵)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾

اے ایمان لانے والو! تم اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل کی ہے، ایمان لاؤ اور جو انکار کرتا ہے اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کا اور روزِ قیامت کا پس یقیناً وہ سیدھے راستے سے بہت دور جا پڑا۔ (۱۳۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ؕ ﴿۱۳۷﴾

جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے پھر منکر ہوئے، پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، تو خدا نہ ان کی مغفرت کرے گا اور نہ انہیں سیدھے راستے کی ہدایت کرے گا۔ (۱۳۷)

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ ﴿۱۳۸﴾

(اے رسولؐ!) تم منافقین کو جو مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں یہ خوشخبری دے دو کہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱۳۸)

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ ﴿۱۳۹﴾

وہ لوگ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا کارساز (مددگار) قرار دیتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ پس یقیناً پوری کی پوری عزت تو اللہ ہی کے لئے ہے۔ (۱۳۹)

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ

اور اُس نے کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا ہے

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ﴿۱۴۰﴾

کہ جب تم یہ سنو کہ آیاتِ خدا کا انکار کیا جاتا ہے، اور اس کی ہنسی اڑائی جاتی ہے، توتم ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور معاملہ میں گفتگو نہ شروع کر دیں۔ ورنہ تم بھی اس صورت میں (کفر میں) ان ہی کی مثل ہو جاؤ گے۔ یقیناً اللہ سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرے گا۔ (۱۴۰)

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ؑ﴿۱۴۱﴾ ع ٢٠ / ١٧

جو تمہارے انتظار میں لگے ہوئے ہیں پس اگر فتح خدا کی طرف سے تمہاری ہوجائے گی تو یہ کہہ دیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو جائے تو یہ (ان سے) کہہ دیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آئے تھے؟ کیا ہم نے تم کو مومنین سے نہیں بچایا؟ پس اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور خدا ہرگز مومنوں پر کافروں کا غلبہ نہ ہونے دے گا۔ (۱۴۱)

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۱۴۲﴾

بے شک منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ (اللہ) ان کے دھوکے کا بدلہ دینے والا ہے اور جس وقت وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بے دلی سے سُستاتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت کم۔ (۱۴۲)

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖۗ لَآ اِلٰى

وہ کفر اور ایمان کے درمیان تذبذب میں (حیران) ہیں۔ وہ نہ اُن کے ہی طرف ہیں اور نہ اِن

هٰۤؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾

کی ہی طرف ہیں۔ اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے پھر تم اُس کے لئے ہرگز کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔(۱۴۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾

اے ایمان لانے والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ خدا کے لئے اپنے خلاف واضح دلیل قرار دے لو۔(۱۴۴)

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾

یقیناً منافق جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے اور تم ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔(۱۴۵)

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۤئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾

سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی اور خدا کا سہارا لیا (بخلوص خدا پر ایمان لائے) اور جنہوں نے اپنے دین کو خدا کے واسطے خالص کر لیا تو وہ مومنین کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔(۱۴۶)

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ تو خدا تم کو عذاب کیوں دے گا؟ حالانکہ اللہ تو قدردان و صاحبِ علم ہے۔(۱۴۷)

تفسیر سورۃ النساء

آیت ۲۴:

آیات سابقہ میں بتایا گیا ہے کہ کون کون سی عورتیں حرام ہیں۔ اور ان عورتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے جو بطورِ مالِ غنیمت تقسیم ہوں وہ جس کے حصہ میں آئیں تو حلال ہیں۔ جنگِ حنین میں اوطاس کا مال بہت کچھ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ کافرہ عورتیں بھی قید ہو کر آئیں۔ بعض کے شوہروں کو مسلمان جانتے بھی تھے لہٰذا ان عورتوں سے کراہت کرتے تھے۔ پھر رسولِ خداؐ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی اور رسول خداؐ نے فرمایا: لا توطئو الحبالیٰ حتّٰی یضعن ولا غیر الحبالیٰ حتّٰی یستبرین بہ حضیۃ۔ (حاملہ عورتوں سے مجامعت نہ کرو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے اور غیر حاملہ عورتوں سے بھی جماع نہ کرو جب تک کہ وہ حیض سے پاک نہ ہو جائیں)۔

حرام عورتوں کے علاوہ دوسری پاک دامن عورتوں سے تم خواستگاری کر سکتے ہو۔ اگر تم مال خرچ کرنے کی قدرت رکھتے ہو اور تم ان کا مہر دے سکتے ہو۔ مگر یہ کام بھی طرفین کی رضامندی سے ہو۔ جبر سے یہ کام بھی حرام ہے اور تمہاری نیت بھی اس کام میں بدکاری سے بچنے کے لئے ہو۔ عقدِ نکاحِ دائمی جن کی تعداد بیک وقت چار تک ہے وہ کر سکتے ہو۔ اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ اب اگر تم کو شدید ضرورت پڑ جائے تو پاک دامن عورتوں کو ان کا مہر ادا کر کے ان سے عقدِ متعہ بھی کر سکتے ہو اور اگر تم روپیہ نہیں رکھتے ہو تو ایک آخری صورت یہ بھی ہے کہ مالک کی اجازت سے اس کی کنیز سے بھی نکاح کر سکتے ہو۔ خداوندِ عالم نے انسانی فطری کمزوری کا اندازہ کرتے ہوئے یہ چاہا ہے کہ وہ بہر حال حرام کاری اور زنا سے بچے۔ حلال میں فلاح اور بہبود ہے اور حرام میں تباہی و بربادی اور خدا کی ناراضگی ہے۔ متعہ کے بارے میں مثل دیگر آیات کے تفسیری اختلاف ہے۔ چند سطریں ملاحظہ ہوں:

۱۔ متعہ میں حکم ہے کہ فوراً مہر ادا کر دو۔

۲۔ پھر کہا گیا کہ اگر تم اپنا مال خرچ کر سکتے ہو تو عقدِ متعہ کرو مگر حصولِ پاک دامنی کی خاطر نہ کہ عیاشی کے لئے۔

چونکہ معاملہ اہم ہے اور اس میں اختلاف ہے لہٰذا چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ صحیح بخاری ص ۱۸ مترجمہ مرزا حیرت دہلوی باب ۱ ''ایمان والو تم طیبات کو اپنے لئے حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔'' ہم رسول خداؐ کے ہمراہ جہاد میں تھے اور عورتیں ساتھ نہ تھیں اس لئے حدت اور گرمی سے ہم بے قابو تھے۔ ہم نے رسولِ خداؐ سے عرض کیا کہ آیا ہم لوگ خصی (خصی) ہو جائیں؟ تو آپؐ نے اجازت دی کہ عورت سے تھوڑے یا زیادہ دن مقرر کر کے نکاح کر لو اور یہ آیت پڑھی: یاایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ (سورہ مائدہ آیت: ۸۷)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھا کہ شرع میں متعہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ تو ابن عباسؓ نے فرمایا: کیا تم نے سورۃ النسآء نہیں پڑھی ہے۔ اس نے عرض کیا: پڑھی ہے۔ فرمایا: **فما استمعتم منهن الیٰ اجل مسمی فاتوهن فریضة** اس کے کہنے پر ابن عباس نے تین بار یہ آیت پڑھی۔ صحیح مسلم میں عطاء سے روایت ہے کہ لوگوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے متعہ کے بارے میں پوچھا کہ حلال ہے یا نہیں۔ تو جابرؓ نے کہا کہ حلال ہے۔ رسول خداؐ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اختلاف تفاسیر کی وجہ یہ ہے کہ طبری کے طریقہ سے کتاب مستینر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر فرمایا: **یاایها الناس ثلاث کن علی عهد رسول الله انامحرّمهن معاقب علیهن متعة الحج و متعه النساء و حیّ خیر العمل فی الاذان**۔ (اے لوگو تین چیزیں رسول خداؐ کے عہد میں تھیں۔ میں ان کا حرام کرنے والا ہوں اور اس پر سزا دینے والا ہوں (۱) متعۃ الحج (۲) متعۃ النساء اور (۳) اذان میں حی علیٰ خیر العمل۔ یہ روایت دیگر کتب میں بھی ہے۔ درمنثور جلد: ۲ صفحہ: ۱۴۱۔ تفسیر کبیر ج: ۲ ص: ۲۰۰۔ مصری۔ تفسیر کشاف جلد: ۱ ص: ۶۰۔ معالم التنزیل، مستدرک، تاریخ طبری۔

تمتع حج کے بارے میں ملاحظہ ہو صحیح بخاری پ ۱۸ دفعہ ۱۴۵۴ مترجمہ حیرت دھلوی۔ حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہؐ کے زمانے میں حج میں تمتع کیا ہے اور قرآن میں بھی اس کا حکم نازل ہوا مگر ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

صحیح بخاری پ ۱۸۔ باب مکہ والوں کے لئے تمتع کی اجازت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے مفصل واقعہ تمتع کی تائید کی ہے قرآن میں ہے **ذالك لمن لم لکن اهله حاضری المسجد الحرام** (سورہ بقرہ آیت: ۱۹۶)۔ شوال، ذیقعدہ و ذوالحجہ پس جو شخص ان مہینوں میں تمتع کرے اس پر قربانی یا روزے واجب ہیں۔ صحیح بخاری دفعہ ۱۴۵۲۔ سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ علیؑ اور عثمانؓ میں متعۃ الحج (تمتع) کے بارے میں اختلاف ہوا۔ دونوں مقام عسفان میں تھے۔ تو علیؑ نے کہا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایک ایسے کام سے باز آجاؤں جس کو رسول اللہؐ نے کیا ہے؟ پس عثمانؓ نے کہا کہ تم مجھ کو چھوڑ دو۔ سعید کہتے ہیں کہ پھر علیؑ نے حج و عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا۔

خدا اہلِ اسلام کو توفیق دے کہ وہ دین کو دین کی خاطر محبوب رکھیں، ضد اور فرقہ بندی کو ترک کر دیں۔ خدا اور اس کا رسولؐ نہیں چاہتے کہ لوگ حرام کاری میں مبتلا ہوں اور معاشرہِ اسلامی کے لئے برباد کن اور سببِ رسوائی بنیں اور عذابِ آخرت کے مستحق ہوں۔ خدا نے بندوں کی آسانی کے لئے ہر صورت حال واضح کر دی ہے۔ رسولِ خداؐ نے اس آیت کی تائید میں فرمایا ہے: **من تمتع مرة امن من سخط الجبار و من تمتع مرتین حشر مع الابرار و من تمتع ثلاث زاحمنی فی الجنان**۔ [جس نے ایک بار متعہ کیا تو خدائے جبار کے غضب سے امان پائی اور

جس نے دو بار متعہ کیا اس کا حشر ابرار (نیکو کاروں) کے ساتھ ہوگا اور جس نے تین بار متعہ کیا تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا]۔ (الحدیث)

آیت ۲۵:

اس آیت میں خدا کا حکم صاف ہے کہ بدکار عورتوں سے نکاح یا متعہ نہ کیا جائے کیونکہ نکاح یا متعہ کی غرض تو یہی ہے کہ حرام کاری سے انسان محفوظ رہے۔

کنیزوں سے عقدِ نکاح کی اجازت اس لئے دی جاتی ہے کہ انسان بوجہ تجرّد و غلبۂ شہوات حرام میں مبتلا نہ ہو جائے مگر اگر صبر سے کام لو تو بہتر ہے کیونکہ آزاد عورت سے نکاح کرنا بہتر ہے۔

آیت ۲۶:

اس سے مراد انبیاءِ سابقہ اور مومنین ہیں جو ہمیشہ حرام سے محفوظ رہے اور حلال اور جائز کاموں کو کرتے رہے۔ خدا نے امتِ محمدؐ کو نیکو کاروں کا حال سنایا ہے تاکہ راہ نجات کی طرف رغبت ہو۔ پھر یہ فرمایا کہ تمہاری توبہ قبول کی جائے گی اس لئے کہ اگر تم سے کچھ غلطیاں نادانی میں سرزد ہوگئی ہیں تو وہ معاف کر دی جائیں گی مگر آئندہ تم نیک بن کر رہو۔

آیت ۲۷:

اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کہ وہ محرمات کو بھی حلال جانتے ہیں اور وہ لوگ بھی مراد ہو سکتے ہیں جو بدکاری میں رات دن مشغول ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی طرح بدکار بنانا چاہتے ہیں۔ آج کل ایسے لوگ بہت ہیں۔ خدا ان کے شر سے نیک مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

آیت ۲۸:

اس آیت میں خدا نے اہلِ ایمان کو بشارت دی ہے کہ ان کی فطری خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے اور حرام سے بچنے کے لئے کتنی سہولتیں پیدا کر دیں۔ پھر توبہ کے قبول کرنے کا بھی وعدہ فرمایا۔ اب تو مسلمانوں کو حرام سے محفوظ رہنا چاہئے۔

ان یخفف عنکم۔ یہ کہ تمہاری ذمہ داریاں کم کر دی گئی ہیں اور تم کو ضروریاتِ زندگی کے حصول میں آسانیاں دی گئی ہیں۔ تم کمزور خلقت ہو اس لئے جلد حرام کی طرف مائل ہو جاتے ہو لہٰذا حرام سے بچنے کے لئے شرائطِ نکاح سہل کر دیئے۔

۱۔ نکاحِ دائمی بیک وقت ایک سے چار تک۔

۲۔ پھر وقتِ معینہ کے لئے عقدِ متعہ۔

۳۔ غربت ہوتو بہ اجازتِ مالک کنیزوں سے نکاح۔ جہاد سے ملی ہوئی ازواج۔ زرخرید کنیزیں۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے حضرت علیؑ نے فرمایا: لو کان ان عمر نہی عن المتعۃ ما زنیٰ اِلّا الاشقی۔ (اگر عمرؓ متعہ کو منع نہ کرتے تو بجز شقی کے کوئی زنا نہیں کرتا)۔

آیت ۲۹:

مال کا ناحق کھانا یہ ہے کہ جائز صورت سے نہ کمایا جائے۔ جوا، دغا، غصب، خیانت، چوری وغیرہ طریقوں سے کمایا مال حرام ہوگا۔

تجارت سببِ ترقیِ ملک وملت ہے بشرطیکہ حلال طریقوں اور باہمی رضامندی سے ہو۔ اگر تجارت میں شریک ہوں تو ان کے معاملات برضامندی طے ہوا کریں۔ فریب وعیاری کوئی فریق نہ کرے۔ پھر خریدار اور بائع میں بھی قیمت پر رضامندی رہے۔ جبر و زبردستی نہ کی جائے۔ تجارت حرام افعال واشیاء کی نہ ہو۔ اگر انسان ان احکام کے خلاف کرے گا تو گویا اس نے اپنے نفس کو قتل کر دیا یعنی خود بدمعاملگی کی وجہ سے تباہ ہو جائے گا اور چونکہ مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں لہٰذا دوسروں کا نقصان اس کا ہی نقصان ہوگا لہٰذا اپنا نفس ہی قتل کرنے کے مترادف ہوگا۔

خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے لہٰذا ایسے اصولِ تجارت بتاتا ہے جو معاشرہ و فرد کے لئے سببِ اطمینان و آبادی ہوں۔ حدیث میں ہے: الرزق عشرۃ اجزاء تسعۃ منھا فی التجارۃ و واحدۃ فی غیرھا۔ (روزی دس اجزاء رکھتی ہے ان میں نو اجزاء تجارت میں ہیں اور ایک جز دوسرے کاموں میں ہے۔)

آیت ۳۱:

گناہانِ کبیرہ سے انسان اگر اپنے آپ کو بچاتا رہے تو خدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ باقی برائیوں اور گناہوں کو معاف کردے گا۔ حدیثِ رسولؐ ہے: الکبائر سبع الشراك باللہ و قتل نفس التی حرم اللہ و قذف المحصنۃ و اکل مال الیتیم والربٰو والفراء من الزحف و عقوق والدین۔ [گناہانِ کبیرہ سات ہیں۔ (۱) خدا کا شریک ٹھہرانا۔ (۲) بے گناہ کو قتل کرنا۔ (۳) پاک دامن عورتوں کو بہتانِ زنا لگانا۔ (۴) یتیم کا مال کھانا۔ (۵) سود لینا۔ (۶) جہاد سے بھاگنا۔ (۷) والدین سے عاق ہوجانا]۔ اس کے بعد رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو اِن کبائر سے بچتا رہے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: کبیرہ گناہ سات سے سات سو تک ہیں۔ کبیرہ گناہ استغفار سے معاف ہوجاتا ہے اور گناہِ صغیرہ بار بار کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے اور فرمایا: کلما نہی اللہ تعالیٰ عنہ فھو کبیرۃ (خدا نے جن کاموں کے کرنے کو منع کیا وہ سب کبیرہ ہیں)۔ باعزت مقام سے مراد جنت ہے۔

آیت ۳۲:

مرد کو عورت پر فضیلت دی گئی ہے کہ مرد کو حاکم بنایا تو عورتوں کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ ہم کو کیوں مردوں کا محکوم بنایا؟ اسی طرح خدا نے لوگوں کو دولت وحکومت دی ہے مگر سب کو تو دولت وحکومت نہیں دی جاسکتی کیونکہ پھر کاروبار دنیا کا کرنے والا کوئی نہ ملے گا نہ کوئی آجر ہوگا نہ اجیر نہ حاکم ہوگا نہ محکوم اس طرح نظامِ دنیا درہم برہم ہو جائے گا۔ لہٰذا خدا نے انسان کو حسد سے منع کیا ہے اور حکمِ خدا پر راضی رہنے اور قناعت کا حکم دیا ہے۔

مرد وعورت اپنے اعمال کا بدلہ دنیا و آخرت میں پانے کے حقدار ہیں۔ مرد کے فرائض جداگانہ ہیں اور عورت کے فرائض جداگانہ۔ مرد پر محنت، کسبِ مال، زوجہ و اولاد کی پرورش، تعلیم اور بچوں کو بری عادتوں سے بچانا ہے نیز جہادِ نفس و مال، اور عورت پر اطاعتِ شوہر، اولاد کی پرورش ونگرانی، اپنی عفت کی حفاظت، اعمالِ بد سے بچنا ہے۔ نماز، زکوٰۃ، خیرات، صدقات، حج زیارات دونوں کے لئے ہیں۔

عورت ہو یا مرد دونوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے ہر کام اور محنت میں خدا کے فضل وکرم پر نظر رکھیں اور ایک دوسرے سے حسد نہ کریں کیونکہ خدا ان کے حال سے ہمہ وقت باخبر ہے۔

آیت ۳۳:

والدین، شوہر، زوجہ، اقرباء ترکہ میں خدا نے وارث بنائے ہیں لہٰذا کسی کا حق غصب کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے، اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ رسول خداؐ کی ذات کو خدا نے اہلِ اسلام کے لئے نمونہ حسنہ (بہترین ماڈل) بنایا ہے۔ رسولؐ کی اولاد رسولؐ کی وارث ہے، رسولؐ کے علم کی بھی وارث ہے اور متروکہ کی بھی وارث ہے اور اگر ذاتِ رسولؐ کو حدودِ میراث سے خارج کر دیا جائے تو پھر بقولِ خدا: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (سورہ احزاب آیت:۲۱)۔ (ذاتِ پیغمبرِ اسلام بہترین نمونہ زندگی ہے) ذاتِ رسولؐ نمونہ نہیں بن سکتی ہے اگر آپؐ کی متروکہ اشیاء سے آپ کے ورثاء کو محروم سمجھا جائے۔ کیونکہ جو حق ہر مسلمان کا ہے وہ حق خدا کے رسولؐ سے نہیں چھینا جا سکتا۔

اس آیت کے بارے میں اختلافِ تفاسیر ہے کہ یہ میراث مہاجر وانصار کے بارے میں ہے یا عقدِ مواخات کے ذریعہ جو مسلمان بھائی بھائی ہو گئے تھے ان کی میراث کے بارے میں ہے یا عقدِ نکاح کے مہر کے لئے ہے۔ بہرحال خدا کا فرمان ہے کہ جب کسی نے عہد و اقرار کیا ہو وہ اس عہد کو پورا کرے اور یہ سمجھتا رہے کہ خدا اس کے افعال کا ناظر ہے۔

آیت ۳۴:

حبیبہ زوجہ سعد بن الربیع انصاری یا جمیلہ زوجہ ثابت ابن قیس نے شوہر سے بدزبانی کی۔ شوہر نے اس کے

چہرے پر طمانچہ مار دیا۔ اس نے باپ سے شکایت کی۔ باپ نے رسول اللہؐ سے شکایت کی اور قصاص چاہا اور شوہر کی تلاش میں یہ لوگ باہر چلے گئے۔ تو رسول خداؐ نے ان کو بلایا اور فرمایا: اردنا امراً وارادالله امراً والذی اراد الله خیر مما اردنا۔ [ہم نے ارادہ کیا (قصاص لینے کا) اور اللہ نے دوسرا ارادہ کیا اور اللہ کا ارادہ ہمارے ارادے سے بہتر ہے]۔ ابھی جبرئیلؑ نے خدا کا یہ پیغام پہنچایا ہے: الرجال قوامون علی النسآء۔ (مرد عورتوں پر حاکم ہیں)۔ الخ آیت۔ خدا نے مرد کی فضیلت کی وجوہات بیان کر کے عورتوں کو تسلی دی ہے اور بعد کو بتایا ہے کہ نیک عورتوں کی کیا خصلت ہوتی ہے۔ وہ مرد کی مطیع ہوتی ہیں اور باعفت ہوتی ہیں۔ اس کے بعد سرکش اور نافرمان عورتوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی اصلاح کی تدابیر بتائی ہیں۔

سرکش و نافرمان عورت کو پہلے تو سمجھاؤ۔ نہ مانے تو اس سے مجامعت نہ کرو۔ اس پر عورت بوجہ شرارتِ طبع کے بدکاری سے باز نہ آئے تو اس کو مارو، مگر اس طرح کہ گوشت اور ہڈی پر اثر نہ ہو اگر پھر بھی عورت کی سرکشی کم نہ ہو تو طرفین کے افراد جمع ہو کر معاملات کو طے کر دیں تاکہ فساد پیدا نہ ہو۔

بعض عورتیں ضدی ہوتی ہیں کہ کسی طرح بھی اطاعتِ شوہر کرنا نہیں چاہتیں۔ مگر بعض نصیحت اور تنبیہ سے بات مان لیتی ہیں۔ اگر وہ اطاعت کر لیں تو پھر ان کو طعن وتشنیع نہ کرو۔

آیت ۳۵:

خدا محبت کو دوست رکھتا ہے خواہ وہ محبت والدین و اولاد کی ہو یا کسی قریبی عزیز یا کسی ہمسایہ کی یا احباب وغیرہ کی ہو اور خدا حسد، فساد، غیبت، باہمی دشمنی کو پسند نہیں کرتا۔ زوجہ و شوہر کی محبت معاشرہ کی اہم کڑی ہے۔ لہٰذا خدا فرماتا ہے کہ اگر یہ دونوں بافہم ہیں تو وہ آپس میں پھر صاف دلی سے مل جائیں گے اور ان کا یہ فعل مجھ کو پسند ہوگا۔

آیت ۳۶:

شرک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شرکِ جلی دوسرا شرکِ خفی۔ شرک جلی تو ظاہر ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی دوسری شئے کو معبود بنایا جائے جیسے بت پرستی و آتش پرستی، آفتاب و ماہتاب و کوہ پرستی وغیرہ۔ شرکِ خفی کا معاملہ بہت نازک ہے۔ اس میں مسلمانوں کو باخبر و ہوشیار رہنا چاہیے۔ جب مسلمان نے سورۃ فاتحہ میں دن میں پانچ مرتبہ پڑھا: ایاك نعبد وایاك نستعین۔ (اے خدا ہم صرف تیری ہی غلامی کرتے ہیں اور تجھ سے ہی اعانت اور مدد طلب کرتے ہیں)۔ تو اس اقرار کے بعد اس کو کسی سے بھی نہ مدد طلب کرنا ہے اور نہ کسی کو اپنا معبود و مالک اور ولی و حاکم سمجھنا ہے۔ اگر افلاس و مصائب میں مبتلا ہونے پر اس کا دل غیرِ خدا کے سامنے جھک گیا اور اس کو اس نے اپنا حاجت روا قرار دے لیا تو وہ شرک خفی میں مبتلا ہو گیا۔ خدا نے چونکہ خود حکم دیا ہے کہ فابتغوا الیه الوسیلة (سورہ مائدہ

آیت ۳۵) (تم خدا کی طرف وسیلہ تلاش کرو) تو صرف انبیاء اولیاء اوصیاء صالحین ء صادقین، شہداء وسیلۂ معرفتِ خداوندی ہیں اور وسیلہ رسائیِ بارگاہِ خداوندی ہیں۔ معبود اور ناصر و ولی خدا ہے یا وہ ہو سکتا ہے جس کو وہ ہمارا ناصر و ولی حاکم قرار دیدے۔ مگر ہمہ وقت انسان کا دل خدا کی طرف مائل رہنا چاہئے۔

والدین کے ساتھ نیکی کرنے کو خدا نے اپنی عبادت اور شرک نہ کرنے کی ہدایت کے ساتھ ہی فوراً اس لئے بیان کیا ہے کہ والدین کے حقوق ادا نہ کرنے پر خدا کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی بشرطیکہ والدین کافر نہ ہوں۔ ارتقاء معاشرہ کی بنیاد حفظِ مراتب پر ہے۔ ان مراتب میں خدا و رسولؐ کے بعد پہلا مرتبہ والدین کا ہے اور اس کے بعد قرابت دار وغیرہ ہیں۔

اسلام عالمگیر اور وسیع ترین معاشرہِ انسانی کی تکمیل کرتا ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ ہے کہ انسان کو ہر انسان کے ساتھ حتّٰی کہ کافر کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہئے۔ **والجار الجنب** سے ہمسایہ مراد ہے خواہ وہ کافر ہو۔ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: **لا یدخل الجنۃ ابداً الا یامن جارہ بقوایقہ** (بندہ کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا ہمسایہ اس کے شر سے محفوظ نہ ہوگا۔) رسولِ خداؐ نے فرمایا: **الجیران ثلاثۃ جار لہ ثلاثۃ حقوق حق الجوار وحق القرابۃ وحق الاسلام وجار لہ حقان حق الجوار وحق الاسلام وجارہ حق واحد حق الجوار وھو المشرکین من اھل الکتاب۔** (ہمسایہ کی تین قسم ہیں۔ ایک ہمسایہ تو وہ ہے جس کے تین حقوق ہیں۔ حق ہمسایہ، حق قرابت، اور حق اسلام۔ ایک قسم وہ ہے کہ اس ہمسایہ کے دو حق ہوتے ہیں۔ حق ہمسایہ وحق اسلام اور ایک قسم وہ ہے کہ اس ہمسایہ کا ایک حق ہوتا ہے حق ہمسایہ اور یہ ہمسایہ وہ ہے جو مشرک ہو یا اہل کتاب میں سے ہو)۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: **من اذی جارہ فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ** (جس نے اپنے ہمسایہ کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا اور جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔)

پہلو میں بیٹھنے والے سے مراد رفیق سفر، ہم جماعت، تعلیم، صنعت وحرفت کے شرکائے کار اور دیگر مصاحبین و ہم نشین و احباب وغیرہ۔

وہ لوگ جو دوسروں سے اپنے کو ترجیح دیتے ہیں، وہ مغرور اور شیخی خورے ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ ایسے لوگ اُس کی نظر میں قابلِ محبت نہیں ہیں۔

آیت ۳۷:

بُخل روحانی مرض ہے۔ بخیل اخلاقِ حسنہ سے محروم رہتا ہے۔ ضرورت مند اور محتاج اور اپنے متعلقین پر مال نہ

صرف کرنا اور ان کو تکلیف میں مبتلا رکھنا بدترین کج خلقی ہے، اور حکمِ خدا کی نافرمانی ہے۔ عالم اگر اپنے علم میں بُخل کرے تو وہ اس سے بھی بدتر ہے۔ علم دوسروں تک پہنچانا عالم پر فرض ہے اور اس کا چھپانا گناہ ہے۔

اللہ جو نعماتِ دنیوی اپنے بندہ کو عطا فرمائے اس کا اظہار ضروری ہے۔ کیونکہ خدا کی نعمات کا شکریہ انسان پر واجب ہے۔ مگر اس کے اظہار میں غرور و تکبر نہ ہو، شیخی نہ ہو، کیونکہ اس طریقہ سے غرباء کی دل آزاری ہوگی اور دل آزاری اسلام میں سخت منع ہے جب کہ تکبر و شیخی خود بھی انسان کو حقیر و ذلیل کرتی ہے۔

آیت ۳۸:

انسان جو کچھ بھی راہِ خدا میں صرف کرے وہ رضائے خدا کے حصول کی غرض سے ہونا چاہئے۔ اس میں جب اپنی شان کا اظہار ہو گیا تو اصلی غرض صرف اپنی شان ہی ہوئی، وہ خدا کے لئے نہ ہوا۔ لہٰذا دکھاوٹ کی کوئی عبادت خدا کے نزدیک قبول نہ ہوگی۔ ایسے لوگ قیامت کے منکر سمجھے جائیں گے نہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو خدا قیامت میں اس کی نیکی کا صلہ نہ دے گا۔

آیت ۳۹:

خداوندِ عالم نے کس انداز سے اپنے بندوں کو سمجھایا ہے کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اگر اس میں سے کچھ غرباء کو خیرات کر دو گے تو تمہارا کیا نقصان ہوگا؟ کیونکہ وہ تو ہم نے ہی دیا ہے اور آئندہ ایک کے بدلے دس دینے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ خیرات نہ کرنے والے وہی ہو سکتے ہیں جو اپنا ولی اور حاکم شیطان کو بناتے ہیں اور قیامت کی جزاء و سزا کے قائل نہیں ہیں۔ غالبؔ نے خوب کہا ہے:

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آیاتِ سابقہ میں چیزوں کے بارے میں خدا نے حکم دیا ہے اگر کوئی شخص ان پر عمل نہ کرے گا تو یہ جان لے کہ خداوندِ عالم ان کے اعمال سے ہمہ وقت واقف رہتا ہے۔

آیت ۴۰:

قرآن میں متعدد جگہ خدا نے فرمایا کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرے گا۔ مگر نہ معلوم کیونکر ایک فرقۂ جبابرہ پیدا ہو گیا اور یہ مسئلہ کہ انسان مجبورِ محض ہے کہاں سے پیدا ہو گیا؟ درحقیقت یہ وسوسۂ شیطانی ہے جو بعض مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہو گیا ہے۔ خدا نے اس آیت میں بھی صاف صاف ظاہر کر دیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا بلکہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ وہ اپنے فضل و کرم سے نیکی کا صلہ بڑھا دیتا ہے اور یہاں تک

صلہ کو زیادہ کرتا ہے کہ اس کو اجر عظیم فرماتا ہے۔ ابوسعیدؓ نے رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ جب قیامت کے دن مومنین دوزخ کی طرف گزریں گے اور بہشت میں پہنچیں گے تو نافرمان مومنوں کو دیکھیں گے کہ وہ عذابِ جہنم میں گرفتار ہیں تو وہ کہیں گے کہ یہ تو ہمارے ساتھی تھے، ہمارے برادر ایمانی تھے، پھر کیوں عذابِ جہنم میں گرفتار ہیں، یہ تو ہمارے قبیلہ کے تھے، حج کرتے تھے، اگر ہم کو اجازت ہو تو ہم ان کی شفاعت کریں؟ خدا کی طرف سے آواز آئے گی کہ جن کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو۔ وہ دیکھیں گے کہ ان میں سے بعض پنڈلیوں تک اور بعض ٹخنوں تک آگ میں ہیں۔ وہ مومنین ان کو دوزخ سے باہر لائیں گے پھر ندائے خدا ہوگی جس کے دل میں ایک دینار یا نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہو اس کو باہر نکال لو۔ پھر فرمائے گا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے باہر لے آؤ۔ عبداللہ ابن جبیرؓ نے فرمایا کہ جو اس روایت اور حدیث میں شک کرے تو اس کو یہ آیت تلاوت کرنی چاہئے: ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ (''اللہ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا'') (سورہ نساء آیت: ۴۰) عبداللہ بن جبیر نے فرمایا کہ جب تمام نافرمان مومنین دوزخ سے باہر آجائیں گے تو خدا فرمائے گا کہ انبیاءؑ وائمہ اور ملائکہ نے شفاعت کی اور جن کو تم سب پہچانتے تھے وہ جہنم سے باہر آگئے ہیں۔ میں رحیم و رحمٰن ہوں لہٰذا جو نافرمان مومنین آتشِ دوزخ سے جل کر کوئلہ ہو گئے ہیں، میں نہیں چاہتا کہ اس سے زیادہ وہ عذاب میں مبتلا رہیں۔ لہٰذا بحکمِ خدا ان کو چشمہ حیات الحیوان میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس سے مثلِ مروارید درخشاں برآمد ہوں گے۔ ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: ھم عتقاء اللہ من النار (یہ اللہ کی آگ سے آزاد کیے ہوئے ہیں) جنت پہنچ کر ایک دوسرے کو سرزنش کریں گے اور اس وجہ سے ان کی پیشانی سے یہ عبارت صاف ظاہر ہوگی۔ اب خدا سوال کرے گا کہ اور کیا چاہتے ہو؟ یہ لوگ عرض کریں گے کہ اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوگی کہ تو نے ہم کو معاف کیا اور داخلِ بہشت فرمایا۔ تو خدا کی ندا آئے گی کہ اس سے بڑی نعمت میری رضا اور خوشنودی ہے، وہ میں تم کو عطا کرتا ہوں۔ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ مومنین گناہ گار کے تمام گناہ معاف ہوں گے اور کچھ روز عذابِ جہنم چکھنے کے بعد وہ داخل جنت ہوگا شرط یہ ہے کہ گو وہ عاصی و گناہ گار ہو مگر اس کا ایمان خدا و رسول اور ائمہ اور روز قیامت، ملائکہ اور رسولوں اور کتابوں پر ہو اور شرک سے وہ دور رہا ہو۔

آیت ۴۱:

عبداللہ ابن مسعودؓ سے رسولِ خداؐ نے تلاوتِ قرآن کی فرمائش کی۔ عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں سورہ نساء کی یہ آیت پڑھی تو رسول خداؐ خوفِ آیت سے رونے لگے پھر فرمائش کی۔ پھر پہلے سے زیادہ گریہ فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا: حسبی یعنی بس۔ امام جعفر صادقؑ سے ایک طویل روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن پیشِ خدا

حضرت محمد مصطفیٰؐ کے سامنے تمام انبیاء بلائے جائیں گے۔ سب سے سوال ہوگا کہ انہوں نے احکامِ خدا اپنی اپنی امت تک پہنچا دیئے تھے؟ تو وہ اقرار کریں گے مگر امتیں انکار کریں گی۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ان انبیاء کی رسالت کی گواہی دیں گے اور حضرت کے بعد اہلِ اسلام کی گواہی ائمہ اثنا عشرؑ دیں گے اور رسول خداؐ اس کی تصدیق فرمائیں گے۔ خدا علیم وبصیر وخبیر ہے مگر یہ شہادتیں انبیاءؑ وائمہؑ اور حضرت محمدؐ کی اس لئے ہوں گی کہ خدا عادل ہے۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا لہٰذا اس نے اپنے مقرر کیے ہوئے قانون پر خود بھی عمل کیا ہے۔

آیت ۴۲:

اس آیت میں دو باتوں کا الگ الگ ذکر ہے۔ اول تو کافروں کا اور دوسرے حضرت محمدؐ سے نافرمانی کرنے والوں کا کہ یہ دونوں قیامت کے دن گواہوں کے بعد چاہیں گے کہ ہم زمین کا پیوند بن جائیں کیونکہ وہ عذاب کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی معمولی نافرمانی بھی انسان کو کافروں میں شامل کر دیتی ہے۔ ضرور حیاتِ رسولؐ میں ایسے لوگ گزرے ہوں گے اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

آیت ۴۳:

سُکر مدہوشی کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ کسی نشہ آور شئے سے ہو یا شکم سیری سے ہو یا غفلت و مستی ہو یا ہوس سے ہو۔ بہرحال ان میں سے کوئی حالت بھی ہو اور انسان کے قوائے عقلیہ میں انتشار ہو تو اس کو نمازِ جماعت کے لئے مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے نہ جانا چاہئے۔ خدا نے مسجد اور رسولؐ کے احترام کی وجہ سے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ سکر کے معنی نشہ و نیند و بے ہوشی کے ہیں۔ شراب کے نہیں ہیں۔

منافقین نے زندگی میں ہر ممکن طریقہ سے اسلام سے دشمنی کی ہے اور بعدِ رسولؐ انہی منافقین اور ان کی اولاد نے آج تک تعلیماتِ رسولؐ اور قرآن کو مسخ کر کے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہی منافقین کی چالاکی کا قرآن بھی ہدف بنا۔ خوب خوب نافرمانی کی۔ مختصر یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں شراب مباح تھی۔ اصحابِ کبار اسلام قبول کرنے کے بعد بھی شرابی تھے۔ نماز میں شراب پی کر آجاتے تھے۔ نعوذ باللہ بعض مفسرین نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ صحابہ کبار نے دعوت میں خوب شراب پی۔ بدمست ہو گئے تو اذان کی آواز آئی۔ نماز مغرب پڑھی تو قرآن بھی غلط پڑھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور ایک مفسر نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت علیؑ نے شراب پی کر نماز جماعت پڑھائی اور اصحاب کبار نے بھی نشۂ شراب میں بدمست ہو کر نماز ادا کی نعوذ باللہ! خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو صرف سیاسی اغراض کی وجہ سے دینِ اسلام کے مخلص جانثاروں کو بدنام کرتے ہیں۔ تفسیر عیاشی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کے معنی پوچھے گئے تو آپؑ نے فرمایا کہ سُکاریٰ سے مراد نیند کی غفلت ہے کہ جب تم پر غنودگی طاری ہو اور رکوع و سجود و

ذکر نہ کرسکو تو جماعت کی نماز میں نہ جاؤ اور فرمایا کہ عوام کا خیال وگمان اس سے شراب کا نشہ ہے، یہ غلط ہے۔ علاوہ بریں بعض مفسرین کا یہ کہنا کہ حضرت علیؑ نے شراب پی کر نماز پڑھائی اس لئے غلط ہے کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ حضرت محمدؐ اور آپ کے آباء و اجداد ملتِ ابراہیمؑ پر تھے اور ملتِ ابراہیمؑ میں شراب ہمیشہ سے حرام تھی۔ نہ حضرت عبدالمطلبؑ نے پی نہ حضرت عبداللہؑ نے پی اور نہ ان کی اولاد نے پی۔ بلکہ یہ حضرات متولیانِ خانہ کعبہ تھے اور متقی اور خدائے واحد کے ماننے والے مسلمان تھے۔ کیونکہ قرآن نے بتایا ہے کہ ان کا دین، دینِ ابراہیمؑ ہے: **ملت ابیکم ابراھیم وھو سمّٰکم المسلمین** (سورہ حج آیت ۷۸)۔ (یہ دین ابراہیمؑ تمہارے جد ابراہیمؑ کی ملت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے)۔ پھر علاوہ بریں حضرت علیؑ کی پرورش رسولِ خداؐ نے فرمائی اور سات سال کی عمر میں حضرت علیؑ نے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز ادا کی۔ ان تمام دلائل کی روشنی میں بعض مفسرین کا ایسا لکھنا صرف گھڑی ہوئی روایات میں سے ہے جن کی بنا پر اسلام میں فرقے پیدا ہو گئے اور اسلام برباد ہو گیا۔ علمِ رجال کے جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ اکثر راویانِ احادیث مفتری و کاذب اور منافق تھے۔ یہ سب ان کی کارستانی ہے کہ وہ اصحابِ کبار اور حضرت علیؑ برادرِ رسول اللہؐ پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ خدا مسلمانوں کو اس بداعتقادی سے بچائے۔ امین۔

آیت تیمم غزوہ بنی مصطلق کے موقعہ پر نازل ہوئی۔ بے آب صحرا تھا۔ وقتِ روانگی قریب تھا۔ صبح کا وقت تھا۔ لوگوں نے رسول خداؐ سے پانی نہ ہونے کا ذکر کیا۔ رسول خداؐ نے جانب آسمان نظر ڈالی تو یہ آیت آئی۔ رسول خداؐ نے عمّار یاسرؓ کو بتایا کہ دونوں ہاتھوں کو پاک زمین پر مارو اور ان سے پیشانی و چہرہ کا مسح کرو اور پھر دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارو اور پشتِ دست کا مسح انگلیوں کے سروں تک کرو اور فرمایا کہ اتنا ہی کافی ہے۔ یہ وضو کے بجائے تیمم ہے۔

آیت ۴۴:

اہلِ کتاب حضرت محمدؐ کے آخری رسول ہونے اور قرآن کے کتابِ خدا ہونے کی پیشن گوئیاں اپنی کتابوں میں دیکھتے تھے۔ پھر بھی منکر ہوئے۔ لہٰذا انہوں نے ضلالت و گمراہی کو خرید لیا۔

آیت ۴۵:

اللہ ہی حقیقی معنی میں ولی، حاکم اور مددگار ہے۔

آیت ۴۶:

یہود و نصاریٰ کلامِ رسول خداؐ و آیاتِ قرآن کو سنتے تھے مگر بطورِ مذاق کہتے تھے کہ ہم نے سنا مگر ہم باوجود سننے کے نافرمان ہیں اور الفاظ کو توڑ مروڑ کے بولتے اور دینِ اسلام میں طعنہ زنی کے لئے غلط معنی والفاظ کہتے تھے۔

موجودہ زمانے کے ظاہری کلمہ گو مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے کہ معمولی علم ان کو مغرور بنا دیتا ہے اور وہ اپنی تقریروں میں قرآن کے الفاظ اور معنی کو توڑ موڑ کر بیان کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور عذابِ آخرت کے حقدار ہوتے ہیں۔

اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور نہ لعنت کرتا ہے مگر انسان کی مسلسل نافرمانی اس کو خدا کے نزدیک ملعون بنا دیتی ہے۔ خدا مسلمانوں کو محفوظ رکھے کیونکہ خدا جس پر لعنت کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

آیت ۴۷:

اہلِ کتاب کو حکمِ خدا ہے کہ تم حضرت محمدؐ اور قرآن پر ایمان لاؤ تو تم باایمان اور دین دار ہو گے اور یہ بھی یاد رکھو کہ قرآن وہی کہتا ہے جو تمہاری کتابوں توریت، زبور اور انجیل میں ہے۔ قرآن وحدانیت خدا اور انبیاءؑ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے، حرام وحلال بتاتا ہے مگر چونکہ تم نے اپنی دنیاوی اغراض کی بنا پر اپنی کتابوں میں تحریف اور تبدیلی کر لی لہٰذا قرآن ان تحریفات کی اصلاح بھی کرے گا اور احکامِ خدا کی تعلیم بھی دے گا۔

خدا نے یہود و نصاریٰ کو ڈرایا ہے کہ تم کو یاد ہوگا کہ پہلے انبیاء کی نافرمانی کی وجہ سے امتوں پر خدا کا عذاب آیا اور ان کی صورتیں مسخ کر کے ان کو ہلاک کیا گیا تھا۔ اسی طرح اگر ہمارے رسولؐ حضرت محمدؐ کی تصدیق تم نہ کرو گے تو تم بھی عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے اور تمہاری صورتیں بھی مسخ ہوں گی، تم کو ابدی ہلاکت دی جائے گی۔ خدا کا یہ وعدہ قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔ جب یہ آیت ایک بڑے یہودی عالم کعب الاحبار کے سامنے پڑھی گئی تو اس نے کہا: **یارب اسلمت وآمنت** (اے خدا میں نے اسلام اور ایمان قبول کر لیا)۔

منع کیا گیا تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کھیلا جائے مگر لوگ نہ مانے تو قوم پر عذاب آیا۔ اسی کو خدا نے یاد دلایا ہے اور حضرت داؤدؑ نبی نے ان پر لعنت کی تھی۔ وہ بھی یاد دلائی ہے۔ یعنی اگر تم اب نافرمان رہے تو مستحقِ لعنت بھی ہو گے اور مستحقِ عذاب بھی۔

آیت ۴۸:

حضرت عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول خداؐ منبر پر **لا تقنطوا من رحمة الله** کی تفسیر بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ شرک کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ بھی معاف ہوگا؟ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ شرک معاف نہ ہوگا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: **ما فی القران آیة ارجی عندی من هذه الایة**۔ (قرآن میں میرے نزدیک اس آیت سے زیادہ امید افزاء کوئی آیت نہیں ہے) کہ خدا نے ہر گناہ کو سوا شرک کے معاف کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ سبحان اللہ!

خدا احد یعنی یکتا ہے، بے مثل ہے، یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ جب کوئی خدا کا شریک نہیں ہے پھر

اگر کوئی خدا کا شریک بناتا ہے تو وہ بہتان ہے جو خدا پر لگا رہا ہے لہٰذا اس کی سزا جہنم ہے۔

آیت ۴۹:

یہود و نصاریٰ خود کو خدا کا بیٹا اور دوست قرار دیتے ہیں مگر ان کے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ خدا کا دوست تو وہ ہے جو تابعِ فرمانِ خدا ہو اور وہی پاک ہے۔ نفسِ انسانی کی پاکی واقعی بہت دشوار ہے۔ معنی یہ ہے کہ پاک نفس والے کبھی گناہ کے مرتکب نہیں ہو سکتے نہ نظری نہ عملی اور نہ جسمانی نہ خیالی۔ یہی خدا نے فرمایا کہ جس کو ہم توفیق دیتے ہیں اور جس کے عمل کو ہم جانچ لیتے ہیں اس کو ہم طہارت و پاکی عطا کرتے ہیں۔ قرآن میں صرف آلِ رسولؐ کے لئے پاکی مخصوص کی گئی ہے۔ رسولِ خداؐ نے اپنی آل کو چادر میں لیا اور فرمایا: اللّٰھم ھٰولاءِ اھلبیتی۔ (پروردگار یہ میرے گھر والے ہیں)۔ قرآن کی آیت نازل ہوئی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (سورۂ احزاب آیت ۳۳) (یقیناً اللہ نے ارادہ کرلیا ہے اہلبیت رسولؐ تم سے ہم ہر قسم کی برائی سے دور رکھنے کا اور تم کو ایسا طاہر و پاک رکھا ہے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے)۔ اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرات محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ معصوم من جانبِ خدا ہیں۔

آیت ۵۱:

جبت و طاغوت ہر وہ شئے ہے جو خدا کی توحید کے مقابلہ میں لاکر قابلِ پرستش سمجھی جائے۔ جبت اصنام ہیں اور طاغوت شیطان ہے اور انسانوں میں سے جو ان دونوں کا قائم و مقام ہو کر مخلوقِ خدا کو گمراہ کرے وہ بھی یہی سمجھا جائے گا۔

یہود کافروں کو مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ کہتے تھے اور دینِ اسلام سے زیادہ بہتر اور راہِ راست یہودیت کو کہتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہود کو ان کے نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ملعون ٹھہرایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جس پر خدا لعنت کرتا ہے اس کا دنیا و عاقبت میں کوئی ناصر و مددگار نہ ہوگا۔

آیت ۵۳:

یہود اپنے کو محترم اور باعزت سمجھتے تھے، عرب والوں کو اپنے سے حقیر جانتے تھے، عرب کی سرداری قبول کرنے سے انکار کرتے تھے اور اسلام کی اطاعت میں اپنی سُبکی و حقارت سمجھتے تھے اور کہتے تھے (حضرت) محمدؐ کو رسالت و نبوت و حکومت کیوں مل گئی؟ یہ تو ہمارا حق تھا اور آئندہ بھی ہم ہی حاکم اور صاحبِ سلطنت ہوں گے۔ تو خدا نے بطریقِ استفہام کہا ہے کہ آیا ملک و سلطنت میں یہود کا کچھ حصہ ہے یا وہ اپنے زعمِ باطل میں خود کو حکومت و سلطنت و نبوت کا مستحق جانتے ہیں۔ اگر ان کو حکومت مل جاتی تو وہ اتنے بدبخت اور بخیل ہیں کہ ان کی ذات سے کسی کو فیض نہ

پہنچتا بلکہ وہ ایک کوڑی بھی کسی کو نہ دیتے اور دنیا کا کام ابتر اور خراب ہو جاتا۔ ہم نے نبوت وحکومت (حضرت) محمدؐ کو دی ہے کہ وہ مخلوقِ خدا پر مہربان اور دل کا اتنا سخی ہے کہ اپنے نفس پر عوام اور مخلوقات کو ترجیح دیتا ہے اور ہم کبھی کبھی اُس کو حکومت وسلطنت ونبوت عطا کرتے ہیں جو ہماری مخلوق کے کام آئے، ان کی ہر طرح مدد کرے اور ان کو راہِ راست یعنی دینِ اسلام کی تبلیغ کرے۔

آیت ۵۴:

سابقہ آیات کے مضامین کی توضیح خدا نے اس طرح فرمائی ہے کہ ہم نے اپنے فضل وکرم سے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت اور ملکِ عظیم عطا فرمایا اب یہودی حسد نہ کریں تو کیا کریں؟ ان کے حسد سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ وہ قبولِ دین میں قاصر رہے اور راہِ راست یعنی ملتِ ابراہیمی سے دور رہے لہٰذا ان کے لئے جہنم کا عذاب دائمی ہے۔

آیت ۵۵:

آلِ ابراہیمؑ میں سے دو قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک جو خدا پر ایمان لائے اور دوسرے وہ جو راہِ حق سے دور رہ گئے جب خدا نے ابراہیمؑ کا امتحان لیا تھا اور کامیابی پر بشارتِ امامت دی تھی تو ابراہیمؑ نے درگاہِ خدا میں التماس کی تھی اور خدا نے فرمایا: انی جاعلك للناس اماما (سورۂ بقرہ آیت: ۱۲۴) میں تمام انسانوں کے لئے تم کو امام بنانے والا ہوں۔ ابراہیمؑ نے عرض کیا: ومن ذریتی (اور میرے آل کو بھی یہ عہدہ عطا کرے گا؟) تو خدا نے فرمایا تھا: لا ینال عهدی الظالمین (سورہ بقرۂ آیت ۱۲۴)۔ (میرا یہ عہدہ امامت ظالم نہ پائیں گے)۔ یعنی تمہاری اولاد میں جو عادل اور معصوم ہوں گے وہی درجۂ امامت پائیں گے چنانچہ داؤدؑ، عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ نے درجۂ نبوت اور آل اطہار میں بارہ اماموں نے درجۂ امامت پایا۔ آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۵٦:

آیاتِ خدا بکثرت ہیں مگر مخصوص آیات ذاتِ حضرت محمدؐ اور ان کی آلِ اطہار میں ائمہ معصومینؑ ہیں نیز قرآن کریم ہے۔ ان کے منکر یقیناً جہنمی ہوں گے۔ ان کی اطاعت ہر مسلم پر فرض ہے۔ ملکِ عظیم سے مراد امامتِ ائمہ اہلبیت کے بارہ امام ہیں جو قیامت تک باقی رہے گی۔

ایک دن قریش کی عورتیں ازواج رسولؐ کے ساتھ بیٹھی تھیں اور اپنے خاندانی فخر بیان کر رہی تھیں کہ اتنے میں حضرت فاطمہؑ بنت رسولؐ آگئیں۔ سب خاموش ہوگئیں۔ تو حضرت عائشہؓ نے کھڑے ہو کر کہا: مالكن يا نساء البنی هاشم قد جمعت السادة با سرهافی فاطمه اما ابوها فسید ولد آدم و اما بعلها فسید العرب واما هی فسیدة نساء العالمین و اما ابناها فسید اهل الجنة و اما عم ابیها فسید

الشھداء۔ (اے بنی ہاشم کی عورتو! تم کو کیا ہوگیا ہے کہ فاطمہؑ کے بارے میں تم نہیں جانتیں کہ فاطمہؑ میں سیادت جمع ہوگئی ہے کہ فاطمہؑ کے باپ اولادِ آدمؑ کے سید وسردار ہیں۔ فاطمہؑ کے شوہر سید العرب ہیں اور خود فاطمہؑ تمام عالم کی عورتوں کی سید وسردار ہیں فاطمہؑ کے دونوں بیٹے اہل جنت کے سردار ہیں، فاطمہؑ کے باپ کے چچا سید الشھداء ہیں)۔
جب فاطمہؑ نے یہ سنا تو یہ آیت تلاوت کی: ام یحسدون الناس علیٰ ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ فقد اٰتینا آل ابراھیم الکتاب و الحکمۃ و اٰتینا ھم ملکاً عظیما (سورۂ نساء آیت ۵۴)۔ (کیا لوگ حسد کرتے ہیں اس پر جو کچھ خدا نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔ ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب، حکمت اور ملک عظیم عطا کیا ہے)۔

آیت ۵۷:

ان آیات کے بعد خدا نے پھر بتایا ہے کہ آلِ ابراہیمؑ میں سے جن کو ہم نے کتاب وحکمت ونبوت اور ملکِ عظیم دیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور جنھوں نے ان کا انکار کیا گویا ہماری آیات کا انکار کیا تو ہم ایسے منکروں کو ہمیشہ عذابِ جہنم میں رکھیں گے اور جب ایک کھال جل جائے گی تو اس پر دوسری کھال پیدا کرتے رہیں گے اور سخت جلنے کی تکلیف میں مبتلا کرتے رہیں گے۔ ان کا عذاب کبھی کم نہ ہوگا۔ خدا مسلمانوں کو محمدؐ وآل محمدؐ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو جنت کا مستحق بنائے اور عذابِ جہنم سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

آیت ۵۸:

تفسیر کشّاف میں ہے کہ جب رسولِ خداؐ نے مکہ فتح فرمایا تو عثمان بن طلحہ نے درِ کعبہ بند کرلیا اور کلید کعبہ دینے سے انکار کیا۔ وہ کعبہ کی چھت پر تھا۔ حضرت علیؑ نے اس کو پکڑا اور ہاتھوں کو موڑ کر کلید چھین لی اور در کعبہ کو کھول دیا۔ رسول خداؐ داخلِ کعبہ ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول خداؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ کنجی عثمان بن طلحہ کو دیدو۔ آپؑ نے دے دی تو طلحہ نے علیؑ سے معذرت چاہی اور کلمۂ توحید زبان پر جاری کیا۔ عباسؓ نے سقایت وسرداری خانہ کعبہ کی درخواست کی مگر رسول خداؐ نے عثمان بن طلحہ کو یہ دونوں عہدے تفویض فرمائے اور فرمایا کہ خدا کا حکم ہے کہ اولادِ عثمان بن طلحہ میں یہ دونوں عہدے رہیں۔
ان آیات میں اخلاق کی اعلیٰ تعلیم ہے۔ اول تو امانات کو مالکوں کو ادا کرو اور کبھی خیانت نہ کرو۔ دوسرے جب بھی تم حاکم ہوتو لوگوں کے معاملات میں عدل وانصاف کرو۔ اس حکم میں انسانی معاشرے کی بہتری ہے اور رفع فساد ہے۔ علاوہ بریں مالکِ کُل خدا ہے۔ اس کے احکام اور انبیاء اور قرآن اور ائمہؑ خدا کی امانت ہیں لہٰذا انسانوں کو حقِ خدا کو ادا کرنا چاہئے اور قرآن و نبی وائمہ کی عملاً پیروی کرنی چاہئے تا کہ وہ حقیقی معنی میں امانت دار بنیں۔

آیت۵۹:

اس آیت میں تین قسم کے حکم ہیں۔ اول اطاعتِ خدا کرنے کا۔ چونکہ اطاعتِ خدا جب تک اس کی رضا معلوم نہ ہو ناممکن ہے کیونکہ نہ معلوم کس کس اطاعت کو خدا بندوں سے چاہتا ہے۔ اس لئے حکم ہوا کہ رسولؐ کی اطاعت کرو اور خدا نے قرآن میں رسولؐ کی اطاعت کو یوں بیان فرمایا: **فاتبعونی یحببکم اللہ** (سورہ آل عمران آیت:۳۱)۔ [میری (رسولؐ کی) پیروی کروتو خداتم کو محبوب رکھے گا] لہٰذا رسول کی اطاعت حقیقی معنی میں خدا کی اطاعت ہے۔ اب رہے صاحبانِ حکم تو بعض مفسرین نے صرف حاکم وقت کی اطاعت کو مراد لیا ہے، جو غلط ہے۔ اس لئے کہ جاہل، کافر، منافق اور غیر معصوم کی اطاعت کرنا تو کفر ہے کیونکہ وہ خلافِ حکمِ خدا حکم دے گا۔ پھر قرآن میں **منکم** ہے اس کا معنی ہیں کہ وہ مسلمان ہو، مومن ہو، احکامِ خدا سے واقف ہو، عالم ہو اور معصوم ہو۔ علاوہ بریں وجہِ نزولِ آیت یہ ہے کہ رسول خداؐ نے خالد بن ولید کو ایک سریہ پر روانہ کیا اور عمار یاسرؓ کو بھی ہمراہ کیا۔ جس جنگ کے لئے بھیجا تھا مسلمانوں کے لشکر کی خبر سن کر وہ جماعت بھاگ گئی صرف ایک شخص باقی رہ گیا جو مسلمان ہوگیا۔ وہ عمار یاسرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ سب بھاگ گئے مگر میں باقی ہوں کیا حکم ہے؟ عمارؓ نے اس کو روک لیا اور کہا کہ خدا و رسولؐ کے حکم کی اطاعت ضروری ہے، خالد نے دوسرے دن حملہ کیا تو قبیلہ میں کسی کو نہ پایا۔ یہی شخص ملا جو مسلمان ہو چکا تھا اس کو گرفتار کرلیا گیا۔ عمارؓ نے خالد سے کہا کہ میں نے بوجہ اسلام قبول کرنے کے اس کو پناہ دی ہے۔ اس پر خالد اور عمار کا جھگڑا ہوا اخدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے تو رسول خداؐ نے عمار کے فیصلہ کو باقی رکھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (سورہ نساء آیت: ۵۹) حاکمِ فوج کا حکم ماننا فرض ہے مگر جبکہ وہ مومن ہو اور حکمِ خدا کے مطابق حکم دے رہا ہو۔

خالد اور عمار یاسر میں اس مردِ مسلم کے رہا کرنے اور جان بخشی کرنے میں جھگڑا ہوا تو اس تنازع کو خدمتِ رسولؐ میں پیش کیا گیا تب رسول خداؐ نے مطابقِ حکمِ خدا فیصلہ صادر فرمایا۔ یہی حکم عام مسلمانوں کو ہے کہ وہ اُن علماء دین سے اپنے جھگڑوں کو طے کرائیں جو علمِ رسولؐ وائمہؑ سے واقف ہوں۔

شیخ ابوالفتح مکی رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت امامتِ ائمہ اثنا عشر اہلبیت رسول کے ۱۲ اماموں پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ خدا نے اولوالامر کی اطاعت کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت سے قریب ہی ذکر کیا ہے اور جس طرح رسول معصوم ہیں اور گناہانِ کبیرہ وصغیرہ سے پاک ہیں اسی طرح اولوالامر یعنی حاکمِ اسلام بھی معصوم ہوں البتہ ایسے لوگ بجز ائمہ اثناعشر کے کوئی دوسرا نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے رسولِ خداؐ سے پوچھا کہ ہم لوگ رسول کو تو جانتے ہیں مگر اطاعتِ حاکمِ

اسلام یعنی اولو الامر منکم کو ہم نہیں پہچانتے۔ پھران کی اطاعت کیوں کر کریں گے؟ تو رسول خداؐ نے فرمایا: یاجابر! هم خلفائی و ائمة المسلمین اول هم علی ابن ابی طالب ...... (اے جابر وہ میرے قائم مقام ہیں اور مسلمانوں کے امام ہیں ان کا اول علی ابن ابی طالبؑ ہے ان کے بعد حسنؑ بعدہ حسینؑ، ان کے بعد علی ابن حسینؑ ان کے بعد محمد ابن علیؑ ہیں کہ توریت میں ان کا نام باقرؑ ہے۔ اے جابر! باقرؑ سے تمہاری ملاقات ہوگی۔ جب تم ان کو دیکھو تو میرا اسلام پہنچانا۔ اس کے بعد دوسرے اماموں کے نام بتائے اور جب امامِ آخر کے نام پر پہنچے تو فرمایا کہ وہ ایک شخص ہوگا جس کا نام میرا نام اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی اور وہ خدا کی حجت بندوں پر ہوگا)۔

جابرؓ کا بیان ہے کہ میں ایک دن امام علی ابن حسینؑ امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ میں نے ایک بچہ دیکھا جس کے گیسو تھے، دیکھتے ہی میرے جسم میں لرزہ پیدا ہوگیا۔ میں نے بچہ سے نام پوچھا تو بچہ نے خود فرمایا کہ اے جابر میرے جد رسول اللہؐ کا پیغام مجھے پہنچا دو۔ جابرؓ نے رسولِ خداؐ کا سلام اور پیغام پہنچایا تو بچہ یعنی امام محمد باقرؑ نے فرمایا: علی رسول الله السلام ما دامت السمٰوات والارض وعلیك یا جابر بما بلغت السلام۔ (رسول اللہؐ پر سلام ہو جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور اے جابرؓ تم نے رسول اللہ کا پیغام پہنچایا۔ تم پر بھی سلام ہو)۔ پھر جابرؓ سے امام باقرؑ نے فرمایا کہ کوئی مسئلہ دریافت کرو۔ جابرؓ نے عرض کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ امام بچپن ہی میں عالم اور صاحبِ حکمت ہوتا ہے۔ تو امام نے فرمایا: صدق جدی رسول اللهؐ۔ (میرے جد رسول اللہؐ نے سچ فرمایا ہے) لقد اوتیت الحکم صبیا۔ (مجھ کو طفلی میں حکمت عطا ہوئی ہے) کل ذالك بفضل الله علینا ومن اطاع علیا فقد اطاعنی ومن اطاعنی اطاع الله ومن عصٰی علیا فقد عصانی ومن عصانی فقد عصٰی الله۔ (یہ سب فضلِ خدا ہے۔ پس جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ (الحدیث)

آیت ۶۰:

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک یہودی کا ایک منافق سے ایک معاملہ میں تنازع ہوگیا تو فیصلہ کی ضرورت پڑی۔ یہودی نے کہا کہ محمدؐ کے پاس چلو کیونکہ وہ صحیح فیصلہ دیں گے۔ منافق کہتا تھا کہ کعب بن اشرف سے فیصلہ کراؤ۔ آخر رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے۔ رسول خداؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ سنایا۔ منافق نے باہر آکر یہودی کو پکڑا اور کہا کہ میں محمدؐ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوں۔ پھر وہ دونوں عمرؓ خطاب کے پاس آئے۔ حضرت عمر نے دونوں سے واقعہ پوچھا۔ منافق نے کہا کہ میں محمدؐ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوں۔ میں تم سے فیصلہ چاہتا ہوں۔ حضرت عمر نے

کہا ٹھہرو ابھی گھر سے واپس آتا ہوں وہ اندر گئے اور باہر آ کر منافق کی گردن تلوار سے کاٹ دی اور کہا کہ جو رسول خداؐ کے حکم پر راضی نہ ہو اس کی سزا یہی ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کے لئے واضح تنبیہ موجود ہے۔

اس موقع پر طاغوت سے مراد کعب بن اشرف ہے۔ ورنہ ہر طاغی گمراہ کو طاغوت کہتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ **کل حاکم تغیر قولنا اھل البیت فھو طاغوت**۔ (ہر وہ حاکم جو ہم اہل بیت رسولؐ کے قول کو بدل دے وہی طاغوت ہے)۔

آیت ۶۲:

یہ آیات منافقین کے دلوں کی ترجمانی کرتی ہیں اور خصوصاً عبداللہ ابن ابی سلول سردارِ منافقین کے لئے ہیں۔

آیت ۶۴:

تمام رسولوںؑ کی بعثت من جانبِ خدا ہے اور سب خدا کے مطیع ہیں۔ کبھی بھی کسی حالت میں بھی خدا کی نافرمانی نہیں کرتے یعنی وہ سب معصوم ہیں ان سے گناہ صغیرہ و کبیرہ کبھی سرزد نہیں ہوتا۔

منافقین نے اظہارِ اسلام کیا مگر باطن میں طاغوت کی پیروی کی۔ اگر وہ باوجود نافرمانیوں کے اطاعت خدا و رسولؐ کرتے اور توبہ کر لیتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ کیونکہ حضرت محمدؐ رحم دل ہیں، وہ ان کے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کرتے اور اللہ رحم کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے وہ ضرور اپنے حبیب کی دعا کو قبول کر کے ان منافقین کو بخش دیتا۔

آیت ۶۵:

منافقین کا حال خدا نے رسول اللہؐ کو بتایا ہے اور آپ کو تسلی دی ہے کہ گو آپ چاہتے ہیں کہ سب پختہ مسلمان ہو جائیں لیکن منافقین ایمان کے اس دائرے میں نہیں آئیں گے۔

حضرت حسن بصریؒ نے کہا ہے یہ آیت بارہ منافقین کے لئے نازل ہوئی ہے کہ وہ باہم نفاق پر ایک ہو گئے تھے۔ خدا نے رسول اللہؐ کو اطلاع دی۔ رسول خداؐ نے مجمع میں اعلان فرمایا کہ اس مجمع میں اگر یہ بارہ افراد اقرارِ منافقت کر لیں اور توبہ کر لیں تو میں خدا سے ان کے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ مگر مجمع سے کوئی نہ اٹھا۔ تو رسولِ خداؐ نے مجمع عام میں ان کے نام بتا دیئے اور وہ رسوا ہوئے۔ پھر عرض کرنے لگے کہ ہمارے لئے دعا کیجئے مگر توبہ کا وقت نکل چکا تھا اور آیت **ولو انھم اذظلموا انفسھم** نازل ہوئی حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے بعدِ وفات رسول اللہؐ کو دفن کیا، تین دن گزر چکے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور قبرِ رسولؐ پر بیٹھ گیا وہ اپنے سر پر خاک ڈالتا تھا اور کہتا تھا کہ اے رسولؐ میں نے آپ کے ارشاد کو سنا مگر نافرمانی کی اب آپؐ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں میں توبہ کرتا

ہوں۔ خدا نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ آپ دعائے مغفرت کریں گے تو وہ قبول کرے گا۔ رسولِ خداؐ کی قبر مبارک سے آواز آئی قد غفر لك۔ (یقیناً تجھ کو معاف کیا گیا۔) معلوم ہوا کہ مرتکبِ گناہِ کبیرہ بھی استغفار کرے تو معاف ہو جاتا ہے البتہ استغفار بندہ پر واجب ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت کے نزول کا سبب زبیرؓ اور ان کے دشمن ثعلبہ بن خاطب یا خاطب بن ابی بلتعہ کے جھگڑے کے بارے میں بتایا ہے۔ یہ دونوں اپنی زراعت کو پانی دیتے تھے۔ زبیرؓ کی اراضی بلند مقام پر تھی اور ثعلبہ کی زمین اس سے پست تھی۔ مقدمہ رسول خداؐ کی خدمت میں پہنچا۔ رسول خداؐ نے زبیر سے کہا کہ پہلے تم پانی دو پھر اپنے ہمسایہ کے لئے پانی کو چھوڑ و۔ ثعلبہ کو فیصلہ ناگوار ہوا اور اس نے کہا کہ آپ نے زبیر کی طرف داری کی کیونکہ وہ آپ کا چچا کا لڑکا ہے رسول خداؐ غضب ناک ہو گئے، چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔ رسول خداؐ نے زبیرؓ سے کہا کہ اپنی زراعت کو تا دیوار پانی دو۔ دونوں باہر آئے تو مقداد اسودؓ مل گئے۔ واقعہ پوچھا تو بلتعہ نے کہا کہ رسول خداؐ نے اپنے ابن عم کے حق میں فیصلہ دیا۔ یہ بار بار کہا۔ ایک یہودی نے سن لیا اور کہا کہ یہ قوم عجیب ہے کہ رسول کا کلمہ بھی پڑھتی ہے اور اتہام بھی لگاتی ہے۔ قسم بخدا موسیٰؑ کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے توبہ کرنی چاہی تو موسیٰؑ نے حکم دیا کہ تم اپنے کو قتل کر ڈالو اور ستر ہزار آدمیوں نے خود کو قتل کر دیا۔ مگر کسی نے موسیٰؑ پر ان کے حکم کے بارے میں تہمت نہیں لگائی۔ مگر یہ مسلمان اپنے رسولؐ پر اتہام لگاتے ہیں۔ ثابت بن قیسؓ، عمار یاسرؓ اور ابن مسعودؓ نے کہا کہ ہمارا رسولؐ ہم کو حکم دے تو ہم اپنے کو قتل کر ڈالیں۔ خدا نے آیت فلا وربك لا یومنون اسی سلسلے میں نازل کی۔

مسلمان وہی ہے جو حکمِ رسولؐ کو بے چون و چرا تسلیم کرے۔ اپنے دل میں ذرا بھی شک نہ گزرنے دے کہ رسولؐ نے یہ غلط بات کہی ہے۔ یہ حکم حیاتِ رسولؐ سے قیامت تک کے لئے ہے۔

آیت ۶۹:

جب یہود نے اعتراض کیا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ رسولؐ کا فیصلہ نہیں مانتے ہیں تو ثابت بن قیسؓ و عمار یاسرؓ و ابن مسعودؓ نے کہا کہ ہم کو اگر ہمارے رسولؐ حکم دیں تو ہم اپنے کو قتل کر دیں گے۔ جب یہ خبر رسول خداؐ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: ان من امتی رجالاً الایمان اثبت فی قلوبھم من الجبال الرواسی۔ (میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ ان کا ایمان مضبوط بنیاد والے پہاڑوں سے بھی زیادہ مستحکم ہے)۔ اس آیت میں ذکر ہے کہ جو خدا و رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر خدا نے انعام فرمایا ہے اور وہ انعام پانے والے انبیاء صدیقین وشہداء اور صالحین ہیں گویا ہر مومن بوجہ اپنے کمالِ ایمان کے ان مذکورہ افراد کے درجات میں ہوگا۔ امام باقرؑ نے فرمایا کہ مراد نبیین سے حضرت محمدؐ ہیں اور صدیقین سے مراد علی مرتضیٰؑ ہیں اور صالحین سے

مراد اولادِ حسینؑ زین العابدینؑ سے امام حسن عسکریؑ تک ہے و حسن اولئك رفیقا سے مراد حضرت محمد مہدیؑ امام آخرالزمانؑ ہیں۔

آیت ۷۱:

اس آیت میں یہ حکم دائمی اہلِ اسلام کے لئے ہے کہ جہادِ راہِ خدا کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہو۔ سامانِ جنگ تیار رکھو۔ کبھی صرف ایک دستہ فوج دشمن کے لئے کافی ہو گا اور کبھی لشکرِ اسلام کی ضرورت نہ پڑے گی۔ بہر حال ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ جہاد کو اپنے اوپر لازم سمجھے۔

آیت ۷۴:

تعلیمِ قرآن اور حکمِ خدا یہی ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور حیاتِ آخرت ابدی ہے۔ پس جو مومن پختہ اعتقاد رکھتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اپنی اس حیاتِ مستعار کو راہِ خدا میں صرف کر دیں۔ جہاد میں دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ یا تو فتح ہونا یا جہاد میں قتل ہو جانا۔ یہ دونوں صورتیں بہر حال بہتر ہیں۔ خدا مالکِ نفوس ہے لہٰذا جب خدا کا حکم ہو اس کی راہ میں جان دے دیں اور اگر فتح پائی تو تا زندگی غازی کا لقب ملا اور خدا کے پاس سے وہی اجر ملا جو شہید کو ملتا ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ اپنی دنیوی زندگی میں زندہ رہے اور دنیوی لذت سے بہرہ اندوز رہے اور بعدِ موت بھی بوجہ جہاد کرنے حیاتِ شہداء کے مستحق ہوئے اور اگر راہِ خدا میں شہید ہوئے تو بھی رضائے خدا حاصل ہوئی اور ابدی اور دائمی زندگی پائی اور بقولِ خدا عندربھم یرزقون۔ (سورہ آل عمران، آیت:۱۶۹)۔ (وہ اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں) مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس چندروزہ دنیاوی زندگی پر قانع نہ ہو کیونکہ اس کا نتیجہ تو بڑھاپے میں خللِ حواسِ خمسہ اور موت ہے یا پھر موت سے بدتر زندگی ملتی ہے اور موت بہر حال آنی ہی ہے۔ لہٰذا عقل مندی یہ ہے کہ حکمِ خدا کے مطابق حیاتِ آخرت کو ترجیح دے۔

آیت ۷۴:

یہ آیت ترغیبِ جہاد کے لئے نازل ہوئی ہے۔ ابتداءِ اسلام میں، مسلمان کم تعداد تھے۔ وطن یعنی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے۔ انصارِ مدینہ کی تعداد بھی کم تھی۔ اس وقت خدا کا یہ حکم ہوا کہ اے مسلمانو! مکہ میں جو کچھ مسلمان مرد عورتیں اور بچے رہ گئے ہیں ان کو قدرتِ ہجرت نہیں ہے، ان کے کافر اقرباء ان کو مدینہ نہیں آنے دیتے اور ضعیف مردوں، اور عورتوں اور بچوں کی مدد کرنا حمیّتِ عرب میں داخل ہے، اس کے علاوہ میرا حکم بھی ہے کہ ان بیچاروں کی مدد کرنے سے تم کو میری خوشنودی بھی حاصل ہوگی۔ پھر تم کو کیا ہو گیا ہے کہ ان کی مدد کے لئے جہاد نہیں کرتے۔ وہ مسلمان جو مکہ میں روک لیے گئے تھے سلیمہ بنت ہشام، ولید بن ولید، عباس ابن ابی ربیعہ، ابوجندل بن

سہیل، ام شریک وغیرہ اور بچے بھی تھے۔عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ میں اور میرے ساتھی تھے کہ خدا سے نجات کی دعا کرتے تھے۔ جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے یقولون ربنا اخرجنا الخ (وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو نکال اس قریہ سے کہ یہاں کے رہنے والے ظالم ہیں)۔ اہل مکہ مشرک تھے اور قرآن میں ہے کہ ان الشرك لظلمٍ عظیم۔ (خدا کا شریک قرار دینا سب سے بڑا ظلم ہے)۔ جتنے بھی بت پرست تھے یا ہیں وہ بدترین ظالم ہیں اور ظالم عہدہ نبوت و امامت و ولایت نہیں پا سکتا کیونکہ خدا نے بجواب حضرت ابراہیمؑ فرمایا ہے: لا ینال عهدی الظالمین (سورۂ بقرۃ آیت ۱۲۴)۔ (میرے عہدہ کو یعنی امامت و نبوت و ولایت کے عہدہ کو ظالم نہیں پائیں گے)۔

مکہ کے محبوس مسلمانوں کی دعا تھی کہ اے خدا ہم کو اس شہر سے نکال لے اور اپنا مقرر کردہ ولی اور ناصر ہماری مدد کو بھیج دے۔ چنانچہ خدا نے دعا قبول کی اور رسول خداؐ کو ولی بنا کر بھیجا اور فتحِ مکہ عطا کی۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ بمصداق آیت انما ولیکم الله ورسوله۔ اہلِ ایمان کا ولی (حاکم اور مددگار) اللہ اور رسولؐ ہے اور ولایت (حکومت) صرف بعدِ خدا نبی اور امام ہی کے لئے ہے۔

آیت ٧٦:

قرآن کے احکام قیامت تک باقی رہیں گے لہٰذا یہ کلیہ اصول اور قاعدہ بھی باقی رہے گا کہ جب بھی جنگ ہوگی اگر ایک طرف اہلِ ایمان ہوں گے تو دوسری جانب اہلِ اسلام کے مقابل منافقین و کفار ہوں گے جو طاغوتی ہوں گے۔ اہلِ اسلام میں بعدِ وفاتِ رسولؐ بھی جنگیں ہوئی ہیں تو طرفین میں ایک جانب حق تھا اور دوسری طرف باطل تھا۔حق کے ساتھ با ایمان تھے ان کا جہاد فی سبیل اللہ تھا اور دوسری طرف باطل تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ منافقین و کفار طاغوت کی راہ میں لڑیں گے۔تا قیامت اہلِ ایمان کے مقابل میں جو آئے گا وہ طاغوتی (شیطانی قوت) ہوگا۔

خدا کا حکم ہے کہ طاغوت اور شیطان کے ماننے والوں سے ہمیشہ جہاد کرو کہ فتح اہلِ اسلام کی ہوگی کیونکہ شیطان کا مکر کمزور ہے۔

آیت ٧٧:

مکہ میں کچھ مسلمان باقی رہ گئے تھے۔انہوں نے رسول اللہؐ سے اجازت جنگ چاہی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابھی جہاد کا حکم نہیں ملا ہے، تم صبر کرو۔ پھر جب مدینہ میں بدرصغریٰ کی جنگ کا ارادہ کیا تو مسلمانوں نے اظہارِ کمزوری کیا اسی کا ذکر آیت میں ہے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمان کم تعداد تھے۔ نہ سامانِ جنگ تھا نہ سلاحِ جنگ، نہ سواریاں۔ قریشِ مکہ کی طرف سے حملہ کی خبر ملی تو اہلِ اسلام کو رسول خداؐ نے جہاد کا حکم دیا۔ بعض لوگوں نے رائے دی کہ مدینہ میں رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے مگر یہ حکمتِ رسولؐ کے خلاف تھا کیونکہ اس کے نتائج خراب ہوتے۔ لہٰذا مقامِ بدر کو اس مقابلہ کے لئے رسول اللہؐ نے پسند کیا۔ اس اختلاف رائے کی وجہ سے بہت سے نومسلم ہمت ہار گئے اور انہوں نے وہ باتیں کہیں یا ان باتوں کو دل میں لائے جو ان آیات میں خدا نے بیان کر دی ہیں اور بعض منافقین سے مل گئے اور یہ باتیں کیں تو خدا نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ ان سے کہہ دو کہ تم مہلت کیا طلب کرتے ہو اور کثرت تعداد ہونے کا انتظار کیا کرتے ہو، یاد رکھو حیاتِ دنیا اور سرمایۂ دنیا عارضی ہے اور قلیل ہے کیونکہ مدتِ حیات ہی قلیل ہے اور سرمایہ کا تو کوئی بھروسہ ہی نہیں ہے کہ کب افلاس آجائے۔

جو لوگ خوفِ خدا رکھتے ہیں اور اپنی زندگی کو تقویٰ، خدا کی اطاعت اور پرہیزگاری میں بسر کرتے ہیں ان کو دنیا و آخرت کی لاتعداد ابدی نعمات حاصل ہوتی ہیں۔

جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان مجبورِ محض ہے۔ نیکی و بدی جو کچھ انسان کرتا ہے وہ بوجہ مجبوری کرتا ہے، یہ آیت اس کی تردید کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ انسان کا عمل اس کو نیک و بد بناتا ہے۔ خدا عادل ہے وہ بندوں کے اعمال کے مطابق سزا و جزا دیتا ہے اور فیصلہ میں بال برابر ظلم نہیں کرتا۔

آیت ۷۸:

یہ ایک ظاہر بات ہے کہ صدیوں سے انسان خود دیکھ رہا ہے کہ جو بھی دنیا میں آیا ہے وہ مرے گا ضرور اور کوئی طاقت اس کو موت سے نہیں بچا سکتی۔ اسی بات کو خدا نے یاد دلایا ہے کہ موت میرا حکم ہے۔ وہ کبھی ٹل نہیں سکتا۔ اب انسان کو اختیار ہے کہ وہ موت کے بعد خدا کی رضا کے ساتھ حیاتِ دائمی حاصل کر لے یا خدا کے غضب کے ساتھ جہنم۔ مگر عاقل وہ ہے جو حسبِ وعدۂ خداوندی دائمی حیات و نعمات حاصل کرے۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا ہے:
وان تکن الابدان للموتِ انشاءت فقتل امرءً فی اللہ بالسیف افضل۔ (اگر موت ہی کے لئے جسم پیدا کیے گئے ہیں تو انسان کے لئے راہِ خدا میں شہید ہو جانا افضل و بہتر ہے)۔

منافقین اور یہود یہ کہتے تھے کہ تمام نعمتیں خدا کی طرف سے ہیں مگر مدینہ کا قحط (جو بعدِ ہجرت اسی سال ہوا تھا) احد کی شکست وغیرہ بوجہ محمدؐ کے ہوئی ہیں۔ اگر محمدؐ مدینہ نہ آتے اور جنگ وغیرہ نہ کرتے تو ہم آرام سے رہتے۔ تو حکمِ خدا ہوا کہ اے محمدؐ تم ان سے کہہ دو کہ فتح و شکست قحط اور مصائب اللہ کی طرف سے امتحان لینے کے لئے ہیں۔

آیت ۷۹:

مالک ومختار تو خدائے قدیر ہے مگر اپنے بندوں پر اپنا فضل وکرم کرتا ہے، ظلم نہیں کرتا البتہ آدمی پر جو مصائب پڑتے ہیں وہ اس کے افعالِ بد کا نتیجہ ہوتے ہیں اور اس کی بداعمالی عذابِ جہنم ملنے کا سبب ہے۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ محمد مصطفیٰؐ تمام انسانوں کے لئے قیامت تک کے لئے رسول ہیں۔

آیت ۸۰:

اس آیت سے ثابت ہے کہ اطاعتِ رسولؐ اطاعتِ خدا ہے۔ ایک دن رسول خداؐ نے مجمع اصحاب میں فرمایا: من احبّنی فقد احب اللہ ومن اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ (جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی)۔ منافقوں نے جب یہ سنا تو کہنے لگے کہ محمدؐ شرک کرتے ہیں۔ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دے کر خدا بنالیا اسی طرح محمدؐ اپنے کو خدا کا شریک قرار دیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تاکہ اطاعتِ رسولؐ میں امتیاز وفرق پیدا ہو اور اطاعتِ رسولؐ اطاعتِ خدا قرار پائے۔ اہلِ اسلام خواہ ان کا تعلق کسی فرقہ سے ہو یاد رکھیں کہ بغیر نبوت کے اقرار کے صرف اقرارِ الوہیت ایمان کے لئے کافی نہیں ہے ورنہ شیطان راندہِ درگاہِ خداوندی نہ ہوتا اس نے اقرارِ توحید والوہیت بے مثل طریقے پر کیا ہے مگر اقرارِ نبوتِ آدمؑ نہ کر کے خوار وملعونِ ابدی ہو گیا اسی طرح حضرت محمدؐ کی رسالت ونبوت کا انکار انسان کو کافر بنا دیتا ہے اور اس آیت کا اشارہ بھی اسی طرف ہے۔

خدا نے حضرت محمدؐ کو مخلوقات کے افعال کا ذمہ دار نہیں بنایا ہے، صرف تبلیغِ احکام رسولؐ کا کام ہے اور بس۔ یعنی رسولؐ کا کام صرف خدا کے احکامات اور پیغامات پہنچانا ہے منوانا نہیں ہے۔

آیت ۸۱:

ان آیات میں منافقین کی حالت کو بتایا گیا ہے اور منافقین کے بارے میں رسول خداؐ کو ہدایت کی گئی ہے۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو تسلی دی ہے کہ ان منافقین کی اسلام دشمنی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ بلکہ خدا ان کے کرتوت کو لکھ رہا ہے اور انہیں سخت عذاب دے گا۔

آیت ۸۲:

یہ آیت بتاتی ہے کہ قرآن کے مطالعہ کرنے والوں پر فرض ہے کہ وہ قرآن کے معنی اور مطالب پر غور کریں اور قابلِ استفسار چیزوں کو ایسے لوگوں سے معلوم کریں جو آیاتِ قرآن سے نتائج اخذ کر سکتے ہوں اور وہ صرف وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو معصوم ہوں اور جھوٹ اور غلط بیانی کا ان کے بارے میں گمان بھی نہ ہو سکے وہ صرف حضرت محمدؐ اور ان

کے بعد ان کی آلِ اطہارؑ دوازدہ (بارہ) امام ہیں یا ان کے علوم کے جاننے والے علماءِ اسلام۔

قرآن کتابِ خدا ہے۔ شک کرنے والوں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ خود غور کر لیں کہ قرآن بہر حیثیت مکمل آئین ہے۔ اس کے مضامین، مفہوم، مقصد، موضوع، عبارت ہر شئے مدلل اور مقاصدِ حقیقی کی ترجمان ہے۔ اس کے مضامین میں کہیں اختلاف و تضاد نہیں ہے۔

آیت ۸۳:

یستنبطونہ۔ یعنی قرآن کی عبارت سے نتائج اور احکام کے اخذ کرنے والے۔ خدا نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اس آیت نے واضح کر دیا ہے کہ اولی الامر وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو قرآن کے معنی اور مقاصد کی تہ تک پہنچ سکتے ہوں اور حسبِ منشاءِ الٰہی احکام صادر کر سکتے ہوں۔ عام حاکمِ وقت یا بادشاہ یا لیڈر یا سردارِ فوج اولی الامر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ لوگ قرآن سے استنباط نہیں کر سکتے ان کے احکام خلاف معنی قرآن بھی ہو سکتے ہیں۔ خدا ایسوں کی اطاعت کا حکم نہیں دیتا۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہم آل رسولؐ ہیں جن کی اطاعت کا حکمِ خدا نے دیا ہے۔ یعنی آلِ رسولؐ کے بارہ امام ان کے بعد وہ علماءِ حق جو قرآن اور احادیث محمدؐ وآلِ محمد سے نتائج اخذ کر سکتے ہیں حکم دینے کے اہل ہیں۔

آیت ۸۴:

یہ آیت بدرِ صغریٰ کے موقع پر نازل ہوئی۔ نعیم بن مسعود لشکر ابوسفیان سے اہلِ اسلام کو خوف زدہ کر رہا تھا اور مسلمان ہمت ہار رہے تھے تو خدا نے اپنے رسولؐ کو تنہا میدان جنگ میں جانے کا حکم دیا اور رسول خداؐ بہ نفس نفیس اکیلے جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نصرتِ خدا صرف حضرت محمدؐ کے لئے تھی۔ ہر جنگ میں فتح صرف آپؐ کی ذات سے ہوئی اور جنگ میں بھی نصرتِ خدا اس لئے تھی کہ اہلِ اسلام بحکمِ رسولؐ جہاد کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ جب کبھی مسلمانوں نے اپنی طاقت پر غرور کیا تو نصرتِ خدا رُک ہوگئی، جنگ کا رخ پلٹا اور بجائے فتح کے شکست نصیب ہوئی۔ لہٰذا ہر مسلمان کو ہمہ وقت رسولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے ہر کام کرنا چاہئے تا کہ نصرتِ خدا شامل حال رہے۔ بدرِ صغریٰ میں جب رسول خداؐ جنگ کو نکلے تو صرف ستر آدمی آپ کے ہمراہ نکلے مگر ابوسفیان اور اس کے لشکر پر اتنا رعب طاری ہوا کہ وہ واپس لوٹ گیا اور رسول خداؐ کی یہی غرض تھی کہ رعبِ اسلام کفارِ قریش پر طاری ہو جائے تا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ نہ کریں۔

اللہ اپنے تمام بندوں پر رحم و کرم کرنے والا ہے مگر جب ان کی نافرمانی حد سے بڑھ جاتی ہے تو خدا عادل ہے لہٰذا وہ سخت عذاب دیتا ہے اور وہ عذاب انسان کے اعمالِ بد کا بدلہ ہوتا ہے کیونکہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

آیت ۸۵:

نیک کاموں کی ترغیب دینا، نیکی پر تعاون کرنا، امر بالمعروف کرنا، ہدایات و تبلیغِ دین کرنا، برے کاموں سے بچانا نیک شفاعت (سفارش) ہے اور اس کے خلاف برائی پر آمادہ کرنا وغیرہ بری سفارش ہے۔ بدی کرنے والوں کو عذاب ہوگا اسی طرح بدی کے ترغیب دینے والوں کو بھی عذاب میں شامل کیا جائے گا۔ اسی طرح ہر نیکی پر ثواب ملے گا اور نیکی کی ترغیب دینے والوں کو بھی ثواب ملے گا۔ خدا کا یہ فیصلہ اس کی عدالتِ کاملہ کا مظہر ہے۔

آیت ۸۶:

سلام و جواب۔ اسلامی طریقۂ زندگی ہے جو محبت و احترام اور حفظِ مراتب کا درس دیتا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ سلام کرنے والے اور جواب سلام دینے والے کے لئے سو (۱۰۰) حسنات ہیں۔ ننانوے (۹۹) نیکیاں اس کے لئے ہیں جو سلام کرے اور ایک نیکی اس کے لئے ہے جو جوابِ سلام دے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **افشوا السلام تسلموا**۔ (سلام کا افشاء عام کروتا کہ تم سلامتی سے رہو)۔ پھر فرمایا: **السلام تحیة لملتنا واما ن لذمتنا**۔ (سلام میری ملت کا تحفہ ہے اور ہماری ذمہ داری کی امان ہے)۔ (یعنی) جن غیر مسلموں کی حفاظت کی ہم مسلمانوں نے ذمہ داری لی ہے، سلام کرنا ان کو امان دینے کا اعلان کرنا ہے۔

آیت ۸۷:

توحیدِ خدا کو ماننا عینِ ایمان ہے اور خدا کو یکتا اور قادرِ مطلق ماننا ہی تمام عبادات کی اصل بنیاد ہے۔ اسی طرح روزِ قیامت یعنی روزِ حساب پر یقین رکھنا اصلِ دین ہے۔ اگر کسی کے اس اعتقاد میں فرق ہوگا تو مسلمان نہیں رہے گا۔

یہ سوال کہ اللہ سے زیادہ کون سچا ہے؟ صرف تاکیدِ کلام کے لئے ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ خدا نے جو وعدہ ثواب وعقاب کا کیا ہے وہ یقینی طور پر پورا ہوگا۔ لہٰذا بندگانِ کو غفلت نہ کرنا چاہئے اور اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ صداقت وہ صفت ہے کہ خدا اپنی صداقت پر فخر کر رہا ہے اور انسان کو بھی صداقت پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے۔

آیت ۸۸:

منافقین جنگِ احد کے موقع پر واپس گئے تو اہلِ اسلام میں کچھ تو بوجہ تعلقات ان کو مسلمان جانتے تھے اور کچھ ان کو منافق جانتے تھے۔ خدا نے کہہ دیا کہ منافق کافر ہیں اور مسلمانوں کو باہم ان کے بارے میں اختلاف نہ کرنا چاہئے۔

اسلام نے جوان کو عزت دی تھی بوجہ اعلانِ اسلام دی تھی لیکن وہ اپنی منافقت کی وجہ سے پھر ذلتِ دنیا وعاقبت

میں گرفتار ہو گئے۔

خدا نے اسبابِ ہدایت مہیا کیے ہیں مگر جو خود گمراہ ہو جاتا ہے، پھر خدا ایسے گمراہوں کو ہدایت نہیں کرتا بلکہ وہ عذاب دنیا و آخرت کا حق دار ہوتا ہے۔ خدا کا فیصلہ آخری اور یقینی ہے۔

آیت ۸۹:

ودوا لو تکفرون۔ تفسیر قمی میں اس آیت کا شانِ نزول یہ لکھا ہے کہ جب رسولِ خداؐ بنی اشجع اور بنی حمزہ کی بستی کی طرف سے گزرے جبکہ آپؐ بدر تشریف لے جا رہے تھے اور آپؐ نے بنی نضیر سے جنگ نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اصحاب نے عرض کیا کہ بنی حمزہ مدینہ سے قریب ہیں۔ مبادا وہ مخالفت کریں۔ رسول خداؐ نے حسبِ وعدہ جنگ کرنی پسند نہ کی مگر بنی حمزہ اور بنی اشجع باہم حلیف تھے اور بوجہ قحط کے بنی اشجع قبیلہ بنی حمزہ جو قریب تھا مل گئے۔ اس وقت رسول خداؐ نے بنی اشجع پر حملہ کیا مگر بنی اشجع خوف زدہ ہو کر اپنی بستی کو واپس ہو گئے۔ رسول خداؐ بھی واپس تشریف لائے اور حکمِ خدا یہ آیا کہ ان سے دوستی نہ کرو جب تک کہ وہ راہِ خدا میں ہجرت نہ کریں۔

ہجرت کی تین قسمیں ہیں اول رسولِ خداؐ اور مومنین کی ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف۔ دوم منافقین اور کافروں کی ہجرت کفر سے ایمان کی طرف۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ سوم (۳) مومنین کی ہجرت گناہوں سے خدا کی اطاعت کی طرف۔ جیسا حدیث میں ہے: **المهاجر من هجر عما نهاه الله**۔ (مہاجر وہ ہے جو ہجرت کرے اس چیز سے جس کو خدا نے منع کیا ہے) یعنی گناہوں کو ترک کر دے۔

آیت ۹۰:

وہ لوگ قبیلہِ خزاعیہ سے تھے کہ رسول خداؐ نے ان سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ کے قریب میں رہ سکتے ہیں۔

جنگِ احد کے بعد بنو مدلج نے سراقہ بن مالک مدلجی کو خدمتِ رسولؐ میں بھیجا اور عہد کیا کہ وہ رسول اللہؐ سے جنگ نہ کریں گے نیز انہوں نے قریش سے بھی معاہدہ کیا کہ وہ ان سے بھی جنگ نہ کریں گے۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ لوگ بنی اشجع تھے کہ انہوں نے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا تھا۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ وہ بنی اسد تھے۔ یہ اختلافِ روایات ظاہر کرتا ہے کہ جوار مدینہ کے رہنے والے یہ سب قبائل تھے جن سے معاہدہ ہوا تھا۔

لسلطهم عليكم۔ (اللہ تم پر ان کو مسلط کر دیتا)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا نے اہلِ اسلام کی مدد کی، ان کو ان کافروں کے غلبہ سے محفوظ رکھا، ان کے جنگی حملوں سے بچایا اور ان دشمنوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ وہ صلح کا معاہدہ کرنے آئے اور مسلمانوں سے پناہ کے طالب ہوئے لہٰذا مسلمانوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کی مدد کے بغیر کسی مقصد میں کامیابی نہیں ہوتی۔ خدا سے طلبِ نصرت کرنے سے ہی فتح و کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

اگر مخالفین اور منکرینِ خدا و رسولؐ بھی اہلِ اسلام سے معاہدہ صلح کر لیں تو اہلِ اسلام کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ صلح نامہ کے بعد ان پر کسی قسم کی زیادتی کریں، ان کو قتل کریں یا ان کا مال لے لیں یا ان کو اسیر کریں۔ اسلام نے صلح نامہ اور معاہدہ کے احترام کا حکم دیا ہے اور مخلصین مومنین نے ہمیشہ اس پر عمل کیا ہے۔

آیت ۹۱:

قبیلہ غطفان یا بنی اسد نے مدینہ آ کر اظہار کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں اس طرح اہلِ اسلام کے حملہ سے بے خوف ہو گئے اور جب مدینہ سے واپس ہو کر اپنی قوم میں گئے تو بوجہ رعبِ اسلام ان سے بے خوف ہو گئے۔ مگر یہ ان کی چالاکی تھی خدا نے اپنے رسولؐ کو بتایا کہ وہ منافق ہیں۔ جب بھی اسلام کے خلاف کافر یلغار و حملہ کریں گے تو وہ ان کا ساتھ دیں گے۔ اگر وہ صلح جوئی نہ کریں تو پھر تم بھی ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو، ہم نے تم کو ان پر غلبہ دیا ہے۔ علاوہ بریں عتیبہ بن حصین مع رفقاء کے مدینہ آیا اور بطنِ نخلہ میں قیام کی اجازت چاہی۔ وہ منافق تھا۔ عیاش بن ربیعہ قبلِ ہجرت مسلمان ہوا مگر اس نے اپنے ایمان کو اپنے رشتہ داروں سے چھپائے رکھا۔ ایک رات مدینہ کی طرف بھاگا۔ حارث بن حشام جو عیاش کا ماموں تھا اُس نے عیاش کا تعاقب کیا، اس کو مکہ میں واپس لے آیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا اور کہا کہ اسلام کا منکر ہو جا۔ پھر سو (۱۰۰) تازیانے مارے۔ عیاش کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک عیاش کافر نہ ہو جائے گا اس کو قید سے رہا نہ کرے گی۔ روز اس کو دھوپ کی اذیت دی جاتی تھی۔ حارث نے عیاش کو برا بھلا کہہ کر سمجھایا تو عیاش نے قسم کھائی کہ جب موقع ملے گا وہ حارث کو قتل کر دے گا۔ پھر عیاش مدینہ آ گیا اور حارث نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ایک دن عیاش نے حارث کو محلہ قبا میں دیکھ تو فوراً اس کو قتل کر دیا۔ اصحابِ رسولؐ نے عیاش کو ملامت کی کہ ناحق ایک مسلمان کو قتل کر دیا، قیامت میں کیا جواب دے گا؟ عیاش نادم ہو کر خدمتِ رسولؐ میں آیا واقعہ سنایا اور کہا کہ میں حارث کے مسلمان ہونے سے آگاہ نہ تھا غلطی سے قتل ہو گیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ **وما کان لمومن ان یقتل مومناً۔**

آیت ۹۲:

مقتول کی جتنی بھی حالتیں یا صورتیں ہو سکتی ہے وہ خدا نے بیان کر دیں۔ قتل چونکہ انسانی معاشرہ کا اہم ترین مسئلہ ہے لہٰذا خدا نے انسانی جان کی حفاظت کے بارے میں مفصل احکام دیئے ہیں۔ اگر ان احکام پر عمل کیا جاتا تو آج دنیا بے گناہوں کی قتل گاہ نہ بنتی۔ چونکہ اساس و بنیادِ معاشرہِ انسانی باہم اچھے تعلقات پر ہے لہٰذا خدا نے قاتل اور مقتول اور ان کے وارثوں کو ان کا حق بھی دلایا اور یہ بھی رعایت دی کہ وہ خون بہا معاف بھی کر سکتے ہیں تا کہ تعلقاتِ بنی نوعِ انسان خوشگوار رہیں۔ عہدِ جاہلیت کی رسمِ انتقام کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے اور باہمی دشمنی بھی دور ہو

جائے۔

معاہدہ غیر سے ہو یا اپنے سے اس کی وفا کرنا مسلمان پر فرض ہے۔ معاہدہ پر عمل کرنے سے غیر اقوام بھی معترفِ اسلام ہوتی ہیں اور ان کے دلوں پر فتحِ اسلامی کے نقوش ابھر آتے ہیں اور بعد کو وہ دشمن بھی اسلام کی معاملہ فہمی اور رواداری کا اقرار کرتے ہوئے مسلمان ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی حاکم قاتل کو سزا نہ دے اور قاتل یہ سمجھے کہ اس کے عمل کا کوئی دیکھنے والا نہیں ہے تو وہ یاد رکھے کہ خدائے قدیر اس کے اعمال کا نگران ہے اور وہ ایسا صاحبِ حکمت ہے اور محکم کار ہے کہ اس کی سزا ضرور دے گا اور سزا دینے پر وہ پوری طرح قادر ہے اور وہ سزا دائمی ہے جو عذابِ آخرت ہوگا۔

آیت ۹۳:

مومن وہ ہے جو خدا اور رسولؐ کے احکام کا پابند ہے۔ وہ کبھی کسی کو قتل کرنا تو درکنار مطلق تکلیف بھی نہیں پہنچاتا۔ وہ ظلم نہیں کرتا بلکہ مظلومانہ زندگی خوشنودیِ خدا کے لئے بسر کرتا ہے۔ پھر ایسے بےضرر انسان کا قتل کرنا انسانیت کا خون کرنا ہے۔ لہٰذا خدا نے اس کی سزا صرف جہنم اور دردناک عذابِ آخرت تجویز کیا ہے۔ جن مسلمان نے اس حکمِ خدا سے لاپرواہی یا اس کی خلاف ورزی کی ہے اور بے گناہ مسلمانوں کو حکومت طلبی کی وجہ سے قتل کیا ہے، مسلمانوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ خدا نے ان حکمرانوں کو عبرتناک سزا دی ہے۔

آیت ۹۴:

رسول خداؐ نے کچھ مسلمانوں کو جنگ کے لئے روانہ کیا۔ جب لشکرِ اسلام کافروں کے قریب پہنچا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں صرف مرداس نامی ایک شخص مسلمان تھا۔ باقی سب کافر تھے۔ اس نے حملہ دیکھ کر اپنے مال و متاع کو ایک پہاڑی کے غار میں چھپا دیا۔ جب اس نے نعرہ تکبیر کی آواز سنی تو اس نے بھی کلمہ باآواز بلند پڑھنا شروع کیا اور پہاڑی سے نیچے اتر آیا۔ اسامہ بن زید نے فوراً اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کا سامان لوٹ لیا۔ جب رسول خداؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ کو صدمہ ہوا اور فرمایا کہ اے اسامہ تم نے اس کو قتل کر دیا جس نے شرک سے تبرّا کیا تھا اور وحدتِ خدا کا اقرار کیا تھا۔ اسامہ نادم ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ اس نے کلمہ خوفِ شمشیر سے پڑھا تھا مگر وہ کافر تھا۔ تو رسول خداؐ نے فرمایا: هل اشققت عن قلبه۔ (کیا تم نے اس کے دل کو شگافتہ کیا تھا) کہ اس کے کفر کا پتہ لگا لیا تھا؟ رسول اللہؐ نے اسامہ سے کفارہ ادا کرایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اُس کے پاس سامان بھی تھا اور مویشی بھی تھے جو لشکرِ اسلام کو ملے تھے اس بنا پر خدا نے فرمادیا ہے کہ مسلمان کا کام نہیں ہے کہ وہ دولتِ دنیا کی خاطر عاقبت کو ترک کر دے۔ دنیا و آخرت کی تمام نعمات خدا بندہ کو دیتا ہے۔ وہی کائنات کا مالک ہے اور آخرت میں

سزا و جزا کا دینے والا ہے۔

آیت ۹۵:

مومنین میں بعض تو جہاد راہِ خدا میں جان و مال قربان کر دیتے ہیں اور کچھ صاحبِ ایمان ہونے کے باوجود جہاد سے جان چھڑاتے ہیں اس لئے خداوندِ عالم نے ان کے درجات اور فضائل کو صاف صاف بیان کر دیا ہے اور بتا دیا گو کہ ایمان لانا بھی سببِ ثوابِ آخرت ہے مگر مجاہدین کا درجہ بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ جنگ تبوک کے لئے رسول خداؐ نے حکمِ جہاد دیا۔ بعض صحابہ نے جانے سے انکار کیا۔ کعب بن مالک قبیلہ سلمہ سے، مرارہ بن ربیع قبیلہ ابن عمرو بن عوف سے، ہلال بنی امیہ بنی واقف سے اور عبداللہ ابن ام مکتوم نے اپنی بے بصری کی وجہ سے معذرت کی۔ اس موقع پر یہ آیت **لا یستوی القاعدون الخ**۔ نازل ہوئی عبداللہ ابن مکتوم رسول خداؐ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ میں اندھا ہوں کیوں کر جہاد کروں؟ اس پر رسول خداؐ نے فرمایا کہ **من المومنین غیر اولی الضرر**۔ (سوائے ان کے جو معذور ہوں)۔ حدیث میں ہے کہ **فضّل المجاهدین علی القاعدین سبعین درجة بین کل درجه مسیرة جزیفا للفرس الجواد للمفمر**۔ [مجاہدین کی فضیلت جہاد نہ کرنے والے (جو جہاد میں شریک نہ ہوئے ہوں) پر ستّر درجہ ہے کہ ہر درجہ کا فاصلہ اعلیٰ نسل کے گھوڑے کے ذریعے ستّر سال کی مُسافت ہے۔]

جو مومنین معذور ہیں یا جن کو اجازتِ جہاد نہیں ہے مگر وہ جہادِ نفس کرتے ہیں اور اوامر و نواہی پر عمل کرتے ہیں ان کے لئے بھی بہتر ثواب ہے۔ کیونکہ سب سے افضل جہاد اپنے آپ کو برے کاموں سے بچانا یعنی اپنی بُری ذات سے جنگ کرنا ہے یہی جہاد بالنفس ہے۔

اجرِ عظیم کے ذریعے خدا نے مجاہدین کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ پھر لفظ اجر عظیم سے فضیلت کا اعادہ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ خدائے قدیر نے جہادِ راہِ حق کو اعلیٰ عمل قرار دیا ہے۔ مجاہد کو اس کی زندگی میں مالِ غنیمت عطا فرماتا ہے، عزت و توقیر دیتا ہے، فتح و کامیابی عطا کرتا ہے، قوم و ملت میں سر بلند کرتا ہے اور بعدِ موت دائمی و ابدی نعماتِ جنت عطا کرتا ہے، جنت کے اعلیٰ درجات بخشتا ہے اور بعدِ شہادت اس کو زندہء جاوید بنا دیتا ہے۔ شہید اول روز سے ہی بے حساب و کتاب جنت کا حقدار ہو جاتا ہے اور اسے نعمات کے علاوہ وہ نعمات جن کو خدا نے اجرِ عظیم عطا فرمایا حاصل ہوتی ہیں۔

آیت ۹۶:

مجاہدین کی فضیلت کا بیان مسلسل ہے۔ مجاہد کے لئے مغفرت کا وعدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی پہلی زندگی میں گناہ گار تھا اور مستحق سزا تھا تو خدا اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو اپنی رحمت کا مستحق قرار دیتا ہے اور جس پر خالق و قادرِ مطلق کی رحمت ہو اس کے دنیاوی و اخروی درجات کا اندازہ لگانا

ناممکن ہے۔

آیت ۹۷:

بعض لوگوں نے مکہ میں رہتے ہوئے اسلام قبول کیا، کلمہ پڑھا مگر ہجرت نہ کی۔ جیسے قیس بن فاکہہ اور قیس بن ولید وغیرہ نے باوجود قدرت کے ہجرت نہ کی بلکہ جنگ بدر میں روساء قریش کے ہمراہ ہوکر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کو آئے اور مسلمانوں کی تلواروں سے مارے گئے ان کے بارے میں یہ آیت ہے۔

ان ہجرت نہ کرنے والوں اور بعد کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والوں نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا کہ نہ تو مکہ میں رہ کر تبلیغِ دین کا کام کیا اور نہ ہجرت کر کے رسولؐ کے پاس گئے۔ آیت میں آگے ان کے دلوں کی ترجمانی اور ان کے عذرِ لنگ کا ذکر ہے مگر بہانہ باز لوگ اور خدا کو دھوکہ دینے والوں کی سزا آتشِ جہنم ہے۔

ہجرت کا حکم شریعتِ اسلام میں ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمان کی زندگی بھی بچتی ہے اور کافروں کی اذیت سے نجات بھی ملتی ہے اور کلمہ حق کی تبلیغ کے مواقع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اشاعتِ اسلام کا فائدہ خود انسان کی اپنی ذات کے لئے ہے۔ تاریخ اسلام نے ثابت کر دیا کہ یہ سب فوائد ہجرت سے حاصل ہوئے، رسول خداؐ نے فرمایا: من فر بدینه من ارض الی ارض و ان کان مسبراً من الارض استوجب له الجنة وکان رفیق ابیه ابراهیمؑ و نبیه محمدؐ۔ (یعنی جو اپنے دین کو ساتھ لے کر ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف بھاگ جائے اگرچہ وہ ایک بالشت زمین طے کرے تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے جد ابراہیمؑ کا رفیقِ جنت ہوتا ہے اور اپنے نبی محمدؐ کا رفیق ہوتا ہے)۔

آیت ۹۸:

ہجرت فرض ہے جب انسان کا دین و ایمان خطرے میں ہو۔ مگر خدا نے معذور، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو رعایت دی ہے کہ وہ بوجہ معذوری ہجرت نہ کر سکیں تو ان کا ایمان باقی رہے گا۔ وہ مومن رہیں گے اور بہر حال وہ عفوِ خدا کے مستحق ہوں گے۔

آیت ۱۰۰:

خدا نے اس آیت میں مہاجروں کو یہ خوشخبری دی ہے کہ ہجرت کرتے وقت یہ خیال نہ کریں کہ وطن چھوٹا، جائداد، مکان، اقرباء، احباب چھوٹے۔ ہم مسافرت کی تکالیف اور افلاس کا شکار ہوں گے۔ ایسا نہ ہوگا بلکہ چونکہ مہاجر نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہے لہٰذا نصرتِ خدا اس کے ساتھ رہے گی، وہ جہاں جائے گا فارغ البال اور مطمئن رہے گا اور اس کا دین بھی باقی رہے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ خدا کا یہ وعدہ ہمیشہ مسلمانوں پر پورا اترا ہے۔ اول ہجرت

حبشہ سے تا مدینہ اور ہجرتِ مدینہ سے آج تک ہمیشہ مسلمان ہجرت کے بعد شاد و آباد رہے ہیں۔

مکہ میں بہت سے ایسے افراد تھے جو ہجرت کرنے پر قادر نہ تھے۔ جب ترکِ ہجرت پر سزا کی آیت نازل ہوئی تو جندع بن ضمرا نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اگر چہ میں بوڑھا اور بیمار ہوں مگر میں ان ضعیفوں میں سے نہیں ہوں جن کو خدا نے مستثنٰی کیا ہے۔ لہٰذا مجھے مدینہ لے چلو۔ بیٹوں نے باپ کا حکم مانا اور جندع کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ منزلِ تنعیم میں پہنچ کر جندع پر حالتِ نزع طاری ہوگئی۔ تو جندع نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور کہا: اللّٰھم ھذہٖ لك و ھذہٖ لرسولك و ابایعك علٰی ما بایعك علیه رسولك۔ (اے خدا یہ ہاتھ خاص تیرے لئے ہے اور یہ ہاتھ تیرے رسولؐ کے لئے ہے۔ میں بیعت کرتا ہوں اس پر جس پر تیرے رسولؐ نے بیعت لی ہے) یہ کہہ کر جندع نے وفات پائی۔ یہ خبر مدینہ پہنچی تو اصحاب نے کہا کہ اگر جندع مدینہ آجاتا تو اس کا ایمان و اسلام کامل ہوتا اور اجرِ ہجرت بھی وہ پاتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت ۱۰۱:

نماز قصر کرنے کے بارے میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ مگر یہ واقعہ بتاتا ہے کہ حالتِ سفر میں نماز قصر کرنا حکمِ خدا ہے۔ یعلی بن امیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ ما بالنا نقصر وقد امنا (کیا ہے ہمارے لئے حکم کہ ہم نماز قصر کریں؟ حالانکہ ہم امن میں ہیں؟) حضرت عمر نے کہا: عجبت مما عجبت۔ (مجھ کو خود تعجب ہے جس سے تم کو تعجب ہے)۔ پھر میں نے رسول خداؐ سے دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تلك صدقة تصدق الیه بها علیکم فاقبلوا صدقة (یہ خدا کا عطیہ ہے جو اس نے تم کو عطا کیا ہے۔ پس اس عطیہ کو قبول کرو) قرآن کی آیت اور حدیث رسولؐ سے واضح ہے کہ نمازِ سفر میں قصر کرنا فرض ہے بعض نے جناح کے لفظ کی وجہ سے قصر نماز کو اختیاری بتایا ہے مگر قرآن میں یہ لفظ فرضیت کے لئے ہے حج کے بارے میں ہے فلا جناح علیه ان یطوف بهما (سورہ بقرہ آیت: ۱۵۸)۔ (کوئی گناہ نہیں کی صفا و مروہ کا طواف کیا جائے)۔ یہی لفظ جناح اس موقع پر بھی ہے مگر طواف فرض ہے۔ اسی طرح نمازِ سفر میں قصر واجب ہے۔ بعض نے حالتِ خوف میں نمازِ قصر کا حکم سمجھا ہے مگر سابقہ حدیث رسولؐ سے یہ بھی واضح ہوگیا کیونکہ یعلی بن امیہ نے یہی تو دریافت کیا تھا کہ ہم حالتِ امن میں ہیں، پھر ہم کو نماز قصر کرنا چاہئے یا نہیں؟ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ یہ خدا کا عطیہ ہے اس کو قبول کرو۔ عطیہ خدا کو رد کرنا کفر ہے۔ لہٰذا اس بحث میں زیادہ الجھنا درگاہِ خداوندی میں گستاخی اور نافرمانی ہے۔ اس کے علاوہ روزہ کے بارے میں بھی حکم ہے علٰی سفرٍ۔ مریض اور سفر میں جانے والے کو دوسرے ایام میں روزہ کا حکم ہے۔ ماہ رمضان میں قصر کا حکم ہے۔ فاصلہ سفر جو قصر کے لئے ضروری ہے وہ مختلف بتایا گیا ہے مگر امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: التقصیر حده اربعة و عشرون میلا یکون ثمانیة فراسخ۔ (تقصیر کی حد چوبیس میل یا آٹھ

فرسخ ہے)۔

نمازِ خوف کے احکام ان آیات میں بیان کیے گئے ہیں۔خوف کسی حالت میں بھی ہو مگر حالتِ جہاد میں خصوصی احکام ہیں اور رسول خداؐ کی زندگی میں نمازِ جماعت با حالتِ خوف کو بیان کیا گیا ہے نیز یہ کہ نماز ہر حالت میں ادا ہونی چاہئے۔

آیت ۱۰۲:

اذا کنت فیھم کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ رسولِ خداؐ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔جب عسفان پہنچے دیکھا مشرکینِ عرب نے جنگ کی صفوف درست کر لی ہیں۔ رسول خداؐ نے بھی مقابلہ میں صفوفِ لشکرِ اسلام کو درست فرمایا۔ اسی اثناء میں وقتِ نماز ہو گیا۔ رسول خداؐ نے باجماعت نماز ظہر پڑھی۔ سجود و رکوع کو کافروں نے دیکھا۔ جب نماز ختم ہوگئی تو کافروں نے باہم افسوس کیا کہ کیوں نہ ہم نے ان پر حالتِ نماز میں حملہ کر دیا۔ خیر اب نمازِ عصر کے وقت جب مسلمان نماز میں ہوں یک بارگی حملہ کر دیا جائے۔ خدا نے بذریعہ جبرائیل رسول خداؐ کو خبر دی اور آدابِ جنگ و نماز بتائے۔

ابوحمزہ ثمالی نے اپنی تفسیر میں نیز منہج الصادقین میں درج ہے کہ آیت **ولا جناح علیکم**۔ رسول خداؐ اور عبدالرحمٰن بن عوف جو بیمار تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ رسول خداؐ غزوہ محارب بنی اتمار کو پہنچے۔ صفوفِ کفار اور صفوفِ اہلِ اسلام مقابل تھیں۔ رسول خداؐ قضائے حاجت کے واسطے ایک طرف کو گئے کہ بارش شدید ہوئی۔ رسولؐ اور لشکرِ اسلام کے مابین سیلاب حائل ہوگیا۔ رسولؐ تنہا رہ گئے۔ پہاڑ کے اوپر سے حویرث بن حارث نے دیکھا کہا: **ھذا محمد قد انقطع من اصحابہ قتلنی اللہ ان لم اقتلہ**۔ (یہ محمدؐ ہے اپنے اصحاب سے دور ہے۔ اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو خدا مجھ کو قتل کرے)۔ یہ کہہ کر رسول اللہؐ کے پاس آیا اور تلوار اٹھائی اور کہا: **یا محمد من یمنعك منی**۔ (اے محمد تم کو اب مجھ سے کون بچائے گا)؟ رسول خداؐ نے فرمایا: **یمنعك اللہ**۔ (خدا بچائے گا)۔ پھر آپ نے دعا کی: **اللّٰھم اکفنی شر حویرث بن الحارث بما شئیت**۔ (پروردگار مجھ جویرث بن حارث کے شر سے محفظ رکھ جس طرح تو چاہے) حویرث نے تلوار اُٹھائی تو خدا کے حکم سے ایک فرشتہ نے تلوار اس کے ہاتھ سے گرادی۔ فوراً رسول خداؐ نے اٹھائی اور فرمایا کہ اب تجھ کو میرے وار سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا: کوئی نہیں۔ آپؐ نے اسلام قبول کرنے کی فرمائش کی۔ وہ نہ مانا اور یہ اقرار کیا میں آئندہ آپ سے اور اہلِ اسلام سے نہ لڑوں گا۔ آپؐ نے اس کی تلوار اس کو دے دی وہ بولا: **واللہ لانت خیر منی**۔ (قسم بخدا آپ مجھ سے بہتر ہیں)۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: **انا احق بذالك منك**۔ (میں تجھ سے زیادہ حق پر ہوں) جب حویرث اپنے لشکر میں پہنچا تو اس نے اخلاقِ رسولؐ کی تعریف کی۔ رسول خداؐ اپنے لشکر میں آ گئے۔ اس وقت یہ آیت

نازل ہوئی اور خدا نے فرمایا: ولا جناح علیکم۔

نماز بحالتِ جنگ و نمازِ خوف کا طریقہ علمائے اسلام سے معلوم کیا جائے۔ نماز ظہر ادا کرتے وقت کفار نے اظہارِ پشیمانی کیا اور نماز عصر کے وقت حملہ کا ارادہ کیا مگر خدا نے حملہ سے پہلے اپنے رسولؐ کو ہدایات کر دی تھیں اس لئے مسلمان محفوظ رہے۔

آیت ۱۰۳:

بوقتِ جنگ اور زخمی ہونے پر کسی حالت میں ہو یادِ خدا تمہارے دل میں رہے۔ نماز کے لئے تو فرمایا کہ یہ وقتِ معینہ کے لئے فرض ہے مگر یادِ خدا ہمہ وقت مسلمان کے دل میں باقی رہنی چاہئے تاکہ وہ افعالِ بد سے محفوظ رہے اور اعمالِ نیک بجالاتا رہے۔ حضرت موسیٰؑ سے خدا نے فرمایا: یاموسیٰ اذکرنی فان ذکری حسن علیٰ کل حال۔ (اے موسیٰؑ میرا ذکر کرو کہ میرا ذکر ہر حالت میں سببِ فلاح ہے)۔

آیت ۱۰۵:

طعمہ بن ابیرق بنی ظفر سے تھا۔ اس نے ایک رات کو قتادہ بن نعمان کے گھر میں نقب لگا کر ایک بوری چُرائی جس میں آٹا تھا اور ایک زرہ تھی۔ بوری سے آٹا راہ میں گرتا گیا۔ طعمہ نے بوری کو امانتاً زید بن السمین یہودی کے گھر رکھا۔ صبح کو قتادہ آٹے کے نشان دیکھتا ہوا طعمہ کے گھر گیا۔ طعمہ نے انکار کیا اور قسم کھائی پھر قتادہ آٹے کے نشان پر یہودی کے گھر گیا۔ اس کو پکڑا۔ زید نے کہا کہ طعمہ نے میرے پاس زرہ امانت میں رکھی تھی۔ لوگوں نے گواہی دی کہ زرہ قتادہ کی ہے۔ جھگڑا ہوا اور طعمہ کی بریت کی گواہی لوگوں نے دی۔ قتادہ نے معاملہ رسول خداؐ کے سامنے پیش کر دیا۔ بنی ظفر طعمہ کے خاندان سے تھے وہ سب طعمہ کے گواہ بن گئے اور چاہا کہ چوری کی ذلت اس کو نہ ہو بلکہ زید بن السمین یہودی ذلیل ہو۔ رسول خداؐ نے ثبوت طلب کیا اور آپ چاہتے تھے کہ مسلمان کے دامن پر چوری کا الزام نہ آئے کہ خدا کا فرمان آیا: انا انزلنا الیك الکتاب......۔ (ہم نے تم کو قرآن عطا کیا ہے اس کے مطابق فیصلے کرو اور خیانت کرنے والے خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں ان کی طرف سے دوسرے سے خصومت نہ کرو۔ جنہوں نے خیانت کی ہے اس کا وبال ان کے ہی لئے ہے)۔ یہ خطاب رسول خداؐ سے ہے مگر تنبیہ ان مسلمانوں کو ہے جو خاندانی تعصب کی بناء پر طعمہ کو بری کرنا چاہتے تھے اور زید بن السمین یہودی کو متہم کرنا چاہتے تھے۔ خیانت جرم ہے اور خدا خائن کو دوست نہیں رکھتا کے معنی ہیں کہ وہ غضب الٰہی کا سزاوار ہوگا۔

آیت ۱۰۶:

قرآن میں آیت کا دوسرا حصہ واستغفر الله ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طعمہ بن ابیرق نے چوری کی۔ اس نے گناہ

کیا۔ اس کے اہلِ قبیلہ نے اس کی حمایت میں جھوٹی گواہی دی۔ انہوں نے بھی گناہ کیا۔ اب تم ان کے لئے خدا سے استغفار کرو اور ان کو چاہئے کہ وہ بھی طلب معافی ومغفرت کریں۔ خدا غفور ورحیم ہے مگر آئندہ چوری وخیانت کرنے سے توبہ کریں۔

آیت ۱۰۷:

اپنی بداعمالی کولوگوں سے چھپانا چاہئے کیونکہ لوگوں کے ہاتھوں میں کوئی سزا وجزا نہیں ہے۔ خدا کا خوف چاہئے کہ دنیا میں ذلت اور عقبیٰ میں عذاب دینے پر قادر ہے۔

آیت ۱۰۸:

خدا کے علم سے کائنات کا کوئی ذرّہ پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ سابقہ وآئندہ کا علم رکھتا ہے۔

آیت ۱۰۹:

طعمہ بن ابیرق کے حمایتوں کو تنبیہ ہے کہ تم مسلمان ہوکر خائن کی طرف داری کرتے ہو اور اس کی بریت کے لئے رسول اللہؐ کے سامنے جھوٹی گواہی دیتے ہو۔ غور کرو کہ طعمہ نے جرم وخطا تو خدا کی کی ہے، اس کے حکم کے خلاف چوری کی ہے اور خدا زبردست انتقام لینے والا اور سزا دینے والا ہے، وہ عالم ہے باخبر ہے، وہ روزِ قیامت و روزِ حساب کا مالک ہے۔ جب مجرم قیامت میں حاضر کیا جائے گا تو کس کی طاقت ہے کہ پیش خدا وکالت کرسکے لہٰذا آئندہ کے لئے توبہ کرو۔

آیت ۱۱۰:

اگر کسی سے نادانستہ خطا ہوجائے اور اپنی خطا پر نادم ہوکر توبہ کرلے تو خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے وہ خطا معاف کردے گا۔

آیت ۱۱۲:

انسان جو برا کام کرے اس کا نقصان اس کو ہی پہنچتا ہے۔ چوری اور خیانت یہ دونوں قسم کے کام شریعتِ اسلام میں گناہ ہیں۔ ان پر عمل کرنے والا خدا و رسول کا نافرمان ہے۔ معلوم ہوا کہ احکامِ قرآن پر عمل کرنے سے معاشرۂ انسانی خوشحال ہوتا ہے۔ اگر برائی ایک سے دوسرے تک پہنچتی رہے تو نظامِ معاشرہ درہم وبرہم ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ آج کل کے زمانے میں ہوگیا کہ ایک فرد دوسرے فرد کے کام نہیں آتا۔ ہر ایک نفسانفسی کے عالم میں مبتلا ہے۔ قرآن نے چودہ سو سال قبل کہہ دیا تھا کہ ہر برائی کا نتیجہ تم کو برائی کی صورت میں دنیا میں ملے گا۔ چنانچہ کوئی شخص بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ اس کے بدعمل کا نتیجۂ بد اس کو نہیں مل رہا ہے۔ اس کے علاوہ عاقبت میں عذابِ الیم ملے گا کیونکہ

حکمِ خالق و رازق و مالک کی نافرمانی کی ہے۔ خدا اہلِ اسلام کو تعلیماتِ قرآن پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ان کو دونوں جہاں کے عذاب سے بچائے۔ امین۔

آیت ۱۱۲:

طعمہ بن ابیرق نے چوری کی اور خیانت سے بچنے کے لئے زرہ زید یہودی کے گھر رکھ آیا۔ جب چوری کھلی تو بنی ظفر میں جو مسلمان تھے وہ سب طعمہ کے جھوٹے گواہ بن گئے اور زید یہودی کے سر چوری کا الزام تھوپ دیا۔ اسی کے بارے میں یہ بیان ہے کہ اپنا جرم دوسرے پر لگا دینا گناہ ہے اور بہتان ہے۔ خدا بہتان لگانے سے منع کرتا ہے اگر کوئی ایسا کرے گا تو خدا اور رسولؐ کا نافرمان ہوگا۔

آیت ۱۱۳:

قرآن میں اللہ نے جب کسی حکم میں اہمیت پیدا کی ہے تو اس میں اپنے رسولؐ کو خطاب کیا ہے۔ خدا نے رسولؐ سے فرمایا کہ اگر تم پر میرا فضل نہ ہوتا۔ حضرت محمدؐ ذریعہِ فضل و رحمتِ خدا ہیں، امت کو بغیر ان کے ذریعہ کے نہ رحمتِ خدا پہنچ سکتی ہے اور نہ اس کا فضل۔ یہ معنی نہیں ہے کہ معاذ اللہ رسولِ خداؐ خود بہک جاتے تھے۔ کیونکہ آگے والی آیت نے بات کو صاف کر دیا کہ وہ خود گمراہ ہو گئے اور ہو جاتے مگر اے محمدؐ آپ کو کچھ ضرر نہ ہوتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رسولِ خداؐ کے بارے میں شائبہ بھی نہ تھا کہ وہ خائن کے طرف دار ہو جاتے۔ بعض روایات سے معلوم ہوا ہے کہ جو قصہ چوری کا بیان ہوا وہ حقیقتاً ابوطعمہ منافق کی کارستانی تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اب ہاتھ کٹنے کی تیاری ہے تو وہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ پہنچا اور مرتد ہو گیا۔ چند دن کے بعد اپنی عادت کے مطابق ایک شخص کے گھر میں نقب لگائی مگر دیوار اسی پر گر پڑی اور وہ خود دب گیا۔ صبح کو لوگوں نے جب ملبہ ہٹایا تو زندہ موجود تھا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے مار ڈالیں مگر ایک شخص نے سفارش کی کہ یہ ہم لوگوں سے پناہ لیکر آیا تھا اس کا مارنا مناسب نہیں تب لوگوں نے چھوڑ تو دیا مگر مکہ سے شہر بدر کر دیا۔ آخر اس نے تاجروں کے ساتھ شام کا رخ کیا۔ ایک منزل میں ان لوگوں کو غافل پا کر کچھ مال چرایا اور وہاں سے چل پڑا مگر گرفتار ہوا اور مار ڈالا گیا۔

خدا نے ذکر کیا ہے کہ محمدؐ کو قرآن عطا ہوا ہے اور حکمت یعنی علوم اولین و آخرین و عالمین دیئے گئے ہیں، نبوت و رسالت دی گئی ہے اور وہ علوم عطا فرمائے ہیں جو خدا کی لوحِ محفوظ میں امانت تھے۔ شبِ معراج فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی (سورہ نجم آیت:۱۰)۔ کہ اپنے بندہ پر جو بھی وحی کی یعنی وہ تمام اسرارِ خلقت اور علم ما کان و ما یکون یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے اس کا کل علم عطا ہوا۔

خدائے تعالیٰ اپنے محبوب رسولؐ کے فضائل بیان فرما رہا ہے اور ایک صفت کے بعد دوسری صفت بیان کر کے

بندوں کو بتا رہا ہے کہ ان صفات و فضائل سے جو کچھ بھی تم کو مجھ سے لینا ہو وہ مجھ سے طلب کرنا۔ میں نے محمدؐ کو یہ فضائل کل عطا کر دیئے ہیں۔ اس لئے محمدؐ کے ذریعے ہی نجات تک رسائی پا سکتے ہو۔

آیت ۱۱۴:

جب رسولِ خداؐ کوئی حکم لوگوں کے مرضی کے خلاف صادر فرماتے تھے تو وہ لوگ باہم سرگوشی کرتے تھے۔ خدا نے بتایا کہ یہ سرگوشی کرنا اچھی بات نہیں ہے بلکہ سازشی عمل اور فریب دہی ہے۔ ہاں اگر یہ سرگوشی اور مشورہ مال خیرات کرنے کے لئے یا صلح کرانے کے لئے یا امر بالمعروف یا برے کاموں سے بچانے کے لئے ہو تو لائقِ ثواب ہے۔

طلبِ رضائے خدا کے لئے جو بھی نیکی کی جاتی ہے اس کا اجر خدا پر ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ان: اللہ فرض علیکم زکوٰۃ جاھکم کما فرض علیکم زکوٰۃ ما ملکت ایمانکم۔ (اللہ نے تم پر تمہارے مال میں زکوٰۃ فرض کی ہے اور زکوٰۃِ جاہ یہ ہے کہ لوگوں سے خندہ پیشانی و بہ حسن سلوک پیش آؤ)۔ یہ اخلاق کا بہترین درس ہے۔

آیت ۱۱۵:

رسولِ خداؐ سے مروی ہے کہ کلام بنی آدم کله علیه لا له الا ما کان من امر بمعروف او نھی عن منکرٍ او ذکر اللہ۔ [جو کلام انسان کرتا ہے وہ اس کے لئے مضر ہے۔ فائدہ نہیں پہنچاتا مگر امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) یا نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) یا ذکرِ خدا] کہ یہ فائدہ مند کام ہیں۔

من یشاقق الرسول الخ۔ جو حضرت محمدؐ رسول خدا کی مخالفت کرے گا یا دوسری شق قبول کرے گا یعنی دوسرا راستہ اختیار کرے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔ کیونکہ ہدایت کا راستہ مقرر ہو چکا ہے اور وہ حکمِ قرآن کی تعمیل اور حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کی اطاعت و پیروی اور مومنین و مخلصین کے طریقہ پر چلنا ہے۔ بعض مفسرین نے مومنین کے راستہ سے ہٹنے کی ممانعت کو اجماعِ امت مراد لیا ہے اور بتایا ہے کہ یہی وہ راستہ ہے کہ اس کی ہدایت ہے اور خدا اس راستہ کے علاوہ کسی راستہ کو بھی قبول نہ کرے گا۔ بلکہ اس سے منحرف ہونے والوں کو جہنم واصل کرے گا۔ یہ قول تفسیر اہلبیتؑ کے خلاف ہے کیونکہ اول تو یہ کہ تمام امت میں صرف مومنین ہی مومنین نہیں ہیں، اس میں منافقین، منکرین، شک کرنے والے، فاسق، بداعمال، کاذب، بدمعاملہ وغیرہ لوگ بھی شامل ہیں اور گناہ صغیرہ و کبیرہ کے کرنے والے بھی بکثرت موجود ہیں یہی وجہ تھی کہ اغراضِ سیاسی میں ملتِ اسلامیہ کے فرقہ بنا لیے گئے، شیرازہِ اسلامی کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔ اگر اجماعِ امت میں سب مومن ہی مومن ہوتے تو اسلام ملتِ واحدہ ہوتا اور تمام مما لکِ اسلامیہ میں

امن و امان ہوتا اور اسلام کی ترقی روز بروز افزوں ہوتی اور چودہ سو سال میں ساری روئے زمین کے باشندے اسلامی پرچم کے نیچے جمع ہوتے۔ مگر ایسا نہ تھا اور نہ اب ہے۔ لہٰذا اس سے معصومیتِ اجماع ثابت کرنا غلط ہے۔ بلکہ آیت صاف بتاتی ہے کہ اول اتباعِ رسولؐ کرو اور اتباعِ رسولؐ کرنے والے خالص مومنین کو تلاش کرو۔ حکمِ قرآن ہے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین ۔ (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ)۔ اس آیت میں مومنین سے یہی صادقین مراد ہیں اور وہ ائمہ ھدیٰ اہلبیت نبوی ہیں اور ان کے بعد نیک مومنین مراد ہیں۔

نولہ ما تولی۔ ہم اس کو موڑ دیں گے اسی طرف جدھر وہ مڑ گیا ہے یا جس راستے کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اس آیت سے صاف واضح ہے کہ خدا کسی کو گمراہی کے راستہ پر نہیں ڈالتا۔ مگر خود انسان گمراہ ہوتا ہے اور اس ذلالت کی وجہ سے وہ احکام خدا کو بھول جاتا ہے پھر خدا اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ یہ خدا کا چھوڑنا اس کے اعمالِ بد اور نافرمانی کی سزا ہوتی ہے۔

آیت ۱۱۶:

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت ایک پیرمرد کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو خدمت رسولؐ میں آیا اور عرض کیا کہ میں بوڑھا ہوں۔ دنیا بھر کے گناہ کر چکا ہوں۔ مگر میں خدا سے جرأت نافرمانی نہیں کی اسے لئے کبھی شرک نہیں کیا ہے اور نہ خدا سے راہِ فرار تلاش کی ہے۔ مگر نفس سے مغلوب ہو کر مرتکب گناہ ہوا ہوں۔ اب میں توبہ کرتا ہوں اور آپ کے در پر شرمندہ ہو کر آیا ہوں۔ خدا نے اس کو یہ مژدہ دیا: ان اللہ لا یغفر ان یشرك الخ۔

آیت ۱۱۹:

شیطان انسانوں کو جھوٹی امیدیں دلا کر گمراہ کرتا ہے۔

شیطان کے دعوے کے بموجب کفار حیوانوں کے کان کاٹ کر دیوی و دیوتا کے نام پر آزاد کر دیتے تھے۔

خدا نے مرد و عورت کو مختلف صورت پر بنایا ہے مگر مرد اپنے کو زنانی صورت میں بناتے ہیں اور خنثہ ہو جاتے ہیں۔ عورتیں اپنی شکل کو ایسا ایسا بدلتی ہیں کہ شمار نہیں۔ احکامِ اسلام مرد و عورت کے لباس، وضع قطع، ستر پوشی و عریانی وغیرہ کے لئے موجود ہیں مگر آج کل کے مسلمان مرد و عورت شیطان کے پیرو ہو گئے ہیں اور اسلامی طرزِ زندگی کو بھول چکے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ وہ کسی حالت میں موت کے چنگل سے نہ بچیں گے اور پیشِ خدا نافرمانی کا برا نتیجہ دیکھیں گے۔ خدا سب مسلمانوں کو توفیق نیک عطا فرمائے۔ آمین۔

آیت ۱۲۱:

جہنم بداعمال لوگوں کی سزا کا مقام ہے اور چونکہ خدا کا وعدہ سچا ہے لہٰذا جہنم سے بچنے کی کوئی صورت کافروں اور منافقوں کو نہ ہوگی۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: من بنی آدم تسع وتسعون فی النار وواحد فی الجنة (سو بنی آدم میں ننانوے دوزخی ہوں گے اور ایک جنتی ہو گا)۔ اور فرمایا کہ من کل الف واحد لله وسائر هم للنار وللابلیس۔ (کہ ہر ہزار میں ایک خدا کا ہے اور باقی سب دوزخ اور شیطان کے ہیں)۔

آیت ۱۲۲:

ایمان کا اقرار زبان سے اور تصدیقِ توحید خدا اور رسالتِ محمدؐ دل سے ہو، اور ایمان کے بعد عمل بہ ارکان ہو یعنی اعضاءِ جسم احکامِ خدا کے مطیع ہوں۔ اسی لئے ایمان کے بعد عملِ صالح کی شرط خدا نے رکھی ہے۔

آیت ۱۲۳:

انسان دل میں کچھ بھی سوچے اور کچھ بھی امیدیں باندھے لیکن اگر مطابقِ حکمِ خدا و رسولؐ اسکے کام نہیں ہیں تو سب بے نتیجہ ہے۔ کیونکہ وہ تو عملِ نیک پر جزا اور عملِ بد پر سزا دے گا۔

خدا و رسولؐ کے نافرمان کا حامی و مددگار خدا نہیں ہوتا۔ نہ دنیا میں اس کو عزت حاصل ہوتی ہے اور نہ عاقبت میں اس کا کوئی حامی و شفیع ہو گا۔ خدا کی مدد کے بغیر کوئی کام پورا ہونا ممکن نہیں ہے۔ صرف خدا ہی اپنے بندوں کا ناصر و مددگار ہوتا ہے۔

آیت ۱۲۴:

مرد و عورت دونوں اپنے اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں اور دونوں نیک اعمال کی وجہ سے جنت کے حقدار ہوں گے۔

اس آیت سے یہ بھی امر واضح ہوتا ہے کہ خدا انسان کو اس کے عمل کا بدلہ دیتا ہے۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انسان مجبورِ محض ہے اور جو کچھ کرتا ہے وہ خدا کرتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو پھر سزا و جزا عبث قرار پاتی اور ہدایت وضلالت یکساں ہوتی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ خدا نے انسان کی ہدایت کے لئے انبیاءؑ مبعوث کیے، قرآن نازل کیا، نیک و بد بتایا، راہِ راست و راہِ غلط کو ظاہر کیا۔ لہٰذا اعمال میں انسان اپنا خود ذمہ دار ہے۔

آیت ۱۲۵:

خدا کو سجدہ بہت محبوب ہے۔ یہ ساجدین مومنین کی تعریف ہے۔

علی ابن ابراہیم نے ہارون ابن مسلم سے اور انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے اور انہوں نے حضرت ابی عبداللہ جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ عہدِ ابراہیمؑ میں سخت قحط ہوا۔ آپؑ کا دسترخوان وسیع تھا۔ بوجہ قحط کے اور بھی آدمی آنے لگے۔ غلہ ختم ہوگیا تو حضرت ابراہیمؑ نے متعدد اونٹ مصر اپنے معتمد دوست کے پاس بھیجے اور اس سے غلہ طلب کیا۔ مگر اس دوست نے بوجہ قحط معذرت کر دی۔ شتربان بوجہ شرم کے واپس ہوئے تو انہوں نے خالی بوریاں لے جانے کے بجائے ریگ صحرا بوریوں میں بھر لی اور حضرت ابراہیمؑ کے مکان پر پہنچا دیا۔ سارہؑ بیدار ہوئیں تو انہوں نے بوری سے گندم نکالا اور روٹی تیار کی۔ حضرت ابراہیمؑ مسجد سے واپس آئے تو پوچھا کہ گندم کہاں سے آئے۔ حضرت سارہؑ نے جواب دیا کہ مصری دوست نے گندم بھیجے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا: **لا هذا عند خليلى الا من الله عزوجل**۔ (نہیں بلکہ یہ میرے حقیقی دوست اللہ کی طرف سے آئے ہیں)۔ خدا نے ابراہیمؑ کو خلیل کا لقب دیا۔ خلیل وہ ہے جو رضا پر راضی اور ہر حکمِ دوست پر مطیع ہو۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ نے بجز اپنے خالق کے کسی سے کبھی مدد طلب نہیں کی اور خدا کے ہر حکم پر راضی بہ رضا رہے اس لئے خُلّت ملی۔ جب ابراہیمؑ کو منجنیق میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا تو راہ میں بحکمِ خدا حضرت جبرائیلؑ آئے۔ پوچھا: **هل لك حاجة؟**۔ (کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟) تو فرمایا: **اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا**۔ (اے جبرائیلؑ تم سے حاجت نہیں ہے)۔ جس سے حاجت ہے وہ جانتا ہے۔ **علمه بحالى حسبى من مقامى**۔ (اللہ کا علم میرے حال کے بارے میں میرے لئے کافی ہے)۔ میرے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا: **انى جاعلك للناس اماما**۔ (میں نے تم کو لوگوں کے لئے امام بنایا)۔ یہ مقامِ اطاعت خدا ہے اور اس سے بالاتر مقام محبت ہے۔ خدا نے حضرت محمدؐ کے لئے فرمایا: **قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله** (سورۂ آلِ عمران آیت: ۳۱)۔ (اے رسولؐ امت سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تم خدا کے محبوب ہو جاؤ گے)۔ یعنی صرف حضرت محمدؐ ہی خدا کے محبوب نہ تھے بلکہ ان کی محبت کے صدقے میں رسولؐ کا ہر مطیع محبوبِ خدا بن جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے مقامِ اطاعتِ خدا میں فرمایا: **انى ذاهب الى ربّى**۔ (میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں)۔ یہ مقام معرفتِ خدا ہے۔ حضرت محمدؐ کے لئے خدا نے فرمایا: **سبحان الذى اسرىٰ بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصىٰ** (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱)۔ [پاک ہے وہ خدا جو لے گیا اپنے بندہ (محمدؐ) کو ایک رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ (بالائے عرش)] یہ درجہ بلند تر ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں خدا نے فرمایا: **كذالك نرىٰ ابراهيم ملكوت السمٰوات والارض** (سورہ انعام آیت۔ ۷۵)۔ (اس طرح ہم نے ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی سیر کرائی)۔ خدا نے حضرت محمدؐ کے لئے فرمایا: **دنٰى فتدلّٰى فكان قاب قوسين او ادنٰى** (سورۂ نجم آیت ۹)۔ یہ قربِ الٰہی کی آخری منزل ہے جس پر حضرت محمدؐ فائز تھے کہ خدا نے فرمایا وہ (رسولؐ) قریب ہوا اور دو کمانوں

کی طرح قریب ہوگیا۔جس طرح دو کمانیں مل جاتی ہیں اسقدر مرکزِ جلالِ الٰہی سے قریب ہوگئے۔پھر اس سے بھی زیادہ قریب ہوگئے۔پھر خدا نے نہیں بتایا کہ کتنے قریب ہوئے؟ جب خدا نے قرب کی حد نہیں بتلائی تو ہم کیا بتلا سکتے ہیں؟ بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

آیت ۱۲۶:

حضرت ابراہیمؑ کی خُلّت (خالص دوستی) کا اعلان کرنے کے بعد خدا نے ظاہر کیا ہے کہ سمٰوات و ارض کا مالک میں ہوں اور میری قدرت تمام عالموں پر محیط ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ دنیا والے مرکزِ قدرت اور فیوض وعطیات ابراہیمؑ کو نہ سمجھنے لگیں بلکہ مالکِ کونین خدا ہی کو سمجھیں۔

آیت ۱۲۷:

عینیہ بن حصین نے رسولِ خداؐ پر اعتراض کیا تھا کہ بیٹی اور بہن کو کیوں میراث دی جاتی ہے؟ جبکہ وہ نہ جنگ کر سکتی ہیں اور نہ مالِ غنیمت ان کو مل سکتا ہے۔خدا نے اس کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ ان سے کہہ دو کہ یہ حکمِ خدا کا ہے کہ تم ان کو میراث دو۔

از قبلِ اسلام یہ دستور تھا کہ بیوہ سے نکاح کر لیتے تو اس کی لڑکی کو بھی اپنی ملکیت سمجھتے تھے۔اگر حسین ہوتی تو اپنے پاس رکھتے ورنہ کسی سے اس کا عقد نہ کرتے کہ اس کی میراث غیر کو چلی جائے گی۔خدا نے اس رسم کو منع کر دیا ہے اور منکوحہ کی اس لڑکی سے عقد حرام قرار دیا گیا ہے۔

آیت ۱۲۸:

ازواج کے بارے میں عدل کرنے کا حکم سخت ہے اور تاکید ہے مگر اتنی اجازت ہے کہ اگر پوری توجہ نہ ہو تو دوسری زوجہ کو معلق بنا کر نہ رکھے۔خدا نے مرد کو یہ سہولت اس لئے دی ہے کہ وہ فطرتِ انسانی سے باخبر ہے۔حقوق کی ادائیگی تو مرد پر لازم ہے کیونکہ وہ عدالت کے تحت ہے مگر رغبتِ کامل و میلانِ طبیعت، حسنِ صورت، جوانی اور حسنِ سلوک خدمت گزاری پر منحصر ہے۔زوجہ مطیع بھی ہوسکتی ہے اور سرکش اور سخت مزاج بھی لہٰذا اس حکم میں مصلحت بھی ہے اور اقتضاءِ فطرتِ انسانی بھی ہے۔پھر بھی حکمِ خدا ہے کہ ازواج کے معاملہ میں اپنے دل میں خوف خدا رکھو۔

آیت ۱۲۹:

عورت کا حق مرد پر ہے اور اس کی فطری خواہشات بھی ہیں اگر مرد صرف ایک بیوی سے محبت کرے اور دوسری کی طرف رجوع نہ کرے تو اس نے ظلم کیا۔اول تو یہ کہ ایک آزاد انسان کو قید میں رکھا پھر اس کی ضروریاتِ زندگی میں کفالت نہ کی۔دوم یہ کہ اپنی بے اعتنائی سے اس کے دل کو دکھ دیا۔سوم یہ کہ اس کے فطری رجحانات کو

پامال کیا اور اس کو حرام کاری پر آمادہ کیا۔ گویا اس نے اپنی ایک دلچسپی کے خاطر معاشرہِ انسانی کو تباہ کر دیا۔ لہٰذا خدا نے مرد کو منع کیا ہے کہ وہ عورت کو معلق کر کے نہ رکھے یا تو اس کو طلاق دے کہ وہ دوسرا شوہر کر لے یا اس کی ضروریات کو پورا کرتا رہے۔ اگر کئی ازواج بھی ہوں تو سب اس کی قیدی ہیں۔ سب کی ضروریاتِ زندگی یکساں ہیں لہٰذا سب کے ساتھ عدالت فرض ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: **اللّٰھم ھذہٖ قسمتی فیما املك فلا تاخذ فیما تملك ولا املك**۔ (اے خدا یہ میرا حصہ ہے جس کا میں مالک و مختار ہوں یعنی حق زوجیت ادا کرنا اور نان و نفقہ ادا کرنا اس میں مجھ سے مواخذہ کرنا، مگر جس کا مالک تو ہے کہ وہ محبت اور میل و رجحان طبیعت ہے اسکا حساب نہ لینا)۔

زوجہ و شوہر کی باہمی محبت اور صلح کا حکم خدا نے دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ حقِ زوجہ میں خدا سے ڈرو اور اسی طرح زوجہ حقِ شوہر ادا کرنے میں خدا سے ڈرے۔

آیت ۱۳۰:

طلاق اہم لیکن ناپسندیدہ معاملہ ہے۔ اس لئے خدا نے حتی المقدور صلح کرانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ نے احکامِ صلح بتائے ہیں۔ عورت و مرد دونوں کے کچھ فطری رجحانات اور کچھ امراض یا اختلافِ طبائع کی وجہ سے بھی طرفین میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کشیدگی دونوں کی زندگی کو ناخوش گوار اور بدمزہ بنا دیتی ہے۔ لہٰذا خدا نے اجازت دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ رزق دینے اور غنی کرنے والا تو خدا ہے۔ شوہر کو اس نے ذریعہِ معاش بنایا تھا۔ اللہ تمہارے رزق اور آرام کا ذریعہ دوسرا کر دے گا۔ اس آیت میں ترغیبِ طلاق نہیں ہے بلکہ طلاق کو روکا گیا ہے مگر اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ اپنا رازق و مالکِ حقیقی خدا کو ہی سمجھا جائے۔

آیت ۱۳۱:

اممِ سابقہ کو بھی بذریعہ انبیاءؑ تقویٰ، خوفِ خدا اور پرہیزگاری کا حکم دیا گیا تھا اور امتِ محمدیہ کو بھی تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے کیونکہ تقویٰ یعنی خدا کی نافرمانیوں سے بچنا اصلِ عبودیت ہے، عبادات کے قبول ہونے کا ذریعہ ہے اور اطاعتِ خدا کا واسطہ ہے۔ اس لئے بار بار خدا نے اس کی تاکید کی ہے۔

کفر انکارِ خدا و رسولؐ ہے اور نعمات کی ناشکری بھی کفر ہے۔ لہٰذا خدا نے فرمایا کہ اے میرے بندو میں نے تم کو بکثرت و لاتعداد نعمات عطا کی ہیں اگر تم ناشکری کرو گے تو یاد رکھو یہ نعماتِ دنیا و آخروی سلب کر لی جائیں گی۔ آج کل کے مسلمان اس آیت پر بار بار غور کریں اور اپنے سابقہ دورِ ترقی اور موجودہ دورِ تنزل کو بہ نگاہ عبرت دیکھیں اور توبہ کر کے خلوص دینی حاصل کریں۔

آیت ۱۳۴:

خدا دنیا و دین کی ہر شئے کا مالک ہے اور اس نے مسلمانوں کو یہ دونوں نعمات دی تھیں مگر افسوس انہوں نے اس کی نعمات کی نا قدری کی۔ بہلول نے حج کے موقع پر ہارون رشید کو ایک ہودج میں دیکھا۔ حاجب راستہ سے بزور عوام کو ہٹا رہے تھے۔ بہلول ایک بلندی پر گئے اور حدیث رسول بیان کی: عن فلاں قال رایت رسول اللہ فی هذا المکان علی حمار له ولم یکن له ضرب ولا طرد (فلاں سے روایت ہے کہ میں نے اس جگہ رسول اللہؐ کو گدھے پر سوار دیکھا نہ اسے مارا نہ تازیانہ استعمال کیا)۔ ہارون نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بہلول کا نام لیا۔ ہارون نے ہودج کو روکا۔ بہلول کو طلب کیا۔ حدیث سنی اور پھر کہا: بہلول کوئی مختصر نصیحت کرو۔ بہلول نے کہا: ان الملك الذی فی یدك کان فی ید غیرك ثم انتقل الیك وعنقریب سینتقل منك الیٰ غیرك۔ (یہ ملک جو آج تیرے ہاتھ میں ہے پہلے یہ دوسرے کے ہاتھ میں تھا۔ پھر تیرے ہاتھ میں منتقل ہوا اور عنقریب تیرے ہاتھ سے تیرے غیر کے ہاتھ میں منتقل ہوگا)۔ ہارون رونے لگا اور بہلول کو ایک ہزار اشرفی بخشی۔ بہلول نے لینے سے انکار کیا ہارون نے کہا: فقراء کو تقسیم کر دے۔ تو بہلول نے کہا: یہ مال ان کے اصل مالکوں کو واپس کر دے۔

آیت ۱۳۵:

اس آیت میں خدا نے اہلِ اسلام کو ہدایت کی ہے کہ وہ عدل پر قائم رہیں۔ انصاف کے معاملات میں اپنی ہمسایہ اقرباء یا احباب یا مالدار یا مفلس یا نفسی و ذاتی معاملات میں کبھی خلافِ حق و انصاف بات نہ کریں اور گواہی دینے میں کسی رشتہ و تعلق کا لحاظ و پاس نہ رکھیں بلکہ گواہی سچی دیں اور یہ سمجھ کر گواہی دیں کہ ہم اس کا رِشہادت و گواہی میں خدا کی گواہی دے رہے ہیں۔ خدا نے ہم کو حکم دیا ہے اور خدا ہماری گواہی کا ناظر ہے۔ اگر مسلمان قران کے اس حکم پر عمل کرتے تو ان کے معاشرہ کی تمام برائیاں ختم ہو جاتیں، جرائم اور بداعمالیاں تک سب ختم ہو جائیں، قانونی عدالتیں انصاف کا گھر بن جاتیں، امن و امان اور خوشحالی پیدا ہو جاتی مگر افسوس کہ آج کل مسلمانوں نے جھوٹی شہادت یا گواہی کو ذریعہِ معاش بنالیا ہے، خدا و رسولؐ کی نافرمانی کر کے خود کو دنیا میں ذلیل کر لیا ہے اور آخرت میں عذابِ الٰہی کا حقدار بنالیا ہے۔ خدا مسلمانوں کو نیک توفیق عطا فرمائے۔ حدیث میں ہے: قل الحق و ان کان علیك۔ (سچ کہو اور یہ اگر وہ تمہاری اپنی ہی ذات کے خلاف ہو)۔ یعنی سچ کہنے سے تم کو ہی ضرر پہنچ رہا ہو تو بھی خلافِ عدالت کلمہ نہ کہو۔

عدالتِ قانونی میں بموقعہ گواہی الفاظ اور مضمون کو الٹ پھیر کر بیان کرنا، عبارت کو اس طرح پیش کرنا کہ حاکم کو فیصلہ دینے میں غلط فہمی ہو جائے سب خلافِ حکمِ خدا ہے۔

آیت ۱۳۶:

اہلِ اسلام کو حکمِ خدا ہے کہ پہلے تو وہ خدا پر ایمان لائیں، حضرت محمدؐ پر ایمان لائیں اور قرآنِ کریم کو خدا کی کتاب سمجھ کر اس کے احکام پر ایمان لائیں۔ یہی اسلام و ایمان ہے۔

اس آیت میں اساس و بنیادِ ایمان کو بیان کیا گیا ہے:

۱۔ اقرارِ توحیدِ خدا۔

۲۔ اقرارِ ملائکہ۔

۳۔ اقرارِ کتب سماویہ توریت، انجیل، زبور اور قرآن۔ اور قرآن کو ناسخ کتبِ سابقہ ماننا ہو۔

۴۔ انبیاءؑ اور رسولؐ پر ایمان لانا جن میں سب سے پہلے آدمؑ اور سب سے آخر حضرت محمدؐ ہیں۔

۵۔ اقرارِ روزِ حساب یا روزِ قیامت۔

یہ پانچ ارکان اعتقادِ صحیح و اسلام و ایمان ہیں۔ ان میں بعض نے ایک چھٹی چیز شامل کر دی ہے وہ یہ کہ ہر شر و خیر اللہ کی طرف سے ہے۔

یہ ایجاد بندہ ہے اور اس اعتقاد سے بچنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے ماننے سے خدا ظالم ٹھہرتا ہے نعوذ باللہ! مذکورہ پانچ ارکان کا انکار کرنے والا بقول قرآن بدترین ضلالت اور گمراہی میں ہوگا۔

آیت ۱۳۷:

اس آیت میں کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے بار بار ایمان کے بعد کفر اختیار کیا۔ امتِ موسیٰؑ نے گؤ سالہ پرستی کر کے کفر اختیار کیا۔ پھر توبہ کی اور ایمان لائی پھر حضرت عیسیٰؑ کا انکار کیا اور کافر ہو گئے۔ بعد میں حضرت محمدؐ کا انکار کیا اس طرح ان کے کفر پر مزید کفر کا اضافہ ہو گیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو حضرت محمدؐ کا انکار کرتا ہے وہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ خدا اس کو معاف کرے بلکہ وہ گمراہ کافر ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

آیت ۱۳۸:

مسلمانوں کے خلاف ہو کر کافروں سے یاری کرنا اس حکم کے خلاف ہے ایسا کرنے والے جہنم کے دردناک عذاب کے حقدار ہوں گے۔

آیت ۱۳۹:

خدا نے فرمایا ہے: **وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین** (سورۂ منافقون آیت ۱۸) ۔ (عزت تو صرف اللہ، اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے) ۔ آیت نے عزت کو محصور کر دیا ہے کہ ان افراد کے علاوہ کسی کو عزت نہ ملے گی۔

دولت ،حکومت ، بلند عمارتیں، اعلیٰ ساز وسامانِ عیش وعشرت سے عزت نہیں ملتی ہے۔عزت تو وہ ہے کہ انسانی قلوب پر چھا جائے اور اگر یہ تمام اسباب وسامان بھی نہ ہوں عوام وخواص کے قلوب میں احترام اور عزت ہو۔ چنانچہ انبیاء ورسل ،شہداء، صادقین وصالحین کی عزت ان کی زندگی میں بھی تھی اور تا قیامت ان کے نام کے ساتھ باقی رہے گی۔مگر حقیقی عزت یہی ہے کہ وہ روزِ قیامت پیشِ خالقِ عالَم معزز ومحترم ہوں گے اور ان کی وہ عزتِ دائمی نگاہِ ملائکہ اور خدائے ذوالجلال میں رہے گی۔ خدا نے اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ منافقین اور کافرین سے عزت کے لالچ میں دوستی کرتے ہیں تو ان کی غلطی ہے کیونکہ ان کافرین کے پاس عزت نہیں ہے بلکہ وہ دونوں جہاں میں ذلیل ہی رہیں گے۔

آیت ۱۴۰:

اہلِ اسلام کو خدا کا یہ حکم ہے کہ جب کافر یا منافق یا اسلام نما منافق خلافِ خدا ورسولؐ وقرآن گفتگو کریں تو اگر تم میں قوتِ جواب ہے تو تم جواب سے ان کو قائل کرو اور تبلیغِ حق کرو اور اگر تم میں یہ قدرت نہیں ہے تو وہاں سے اُٹھ کر چلے جاؤ اور اگر وہ لوگ خود موضوعِ کلام کو بدل دیں تو خیر تم وہاں قیام کر سکتے ہو۔

جو لوگ خلافِ خدا و رسولؐ گفتگو کریں اور مسلمان ان کو سنتا رہے اور اس باطل کام پر راضی رہے تو گویا وہ بھی منافق یا کافر ہو گیا۔ آج کل یہ عام طریقہ ہے کہ علمِ دین نہ رکھنے والے دین کے معاملات میں رائے زنی کرتے ہیں۔ خدا اور رسولؐ اور ائمہؑ کے کلام یا اعمال پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور اس کو اپنے لئے تفاخرِ علمی سمجھتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم نہیں کہ آیات کی رو سے وہ مسلمان نہیں رہتے بلکہ ان کا شمار خدا کے نزدیک منافقین اور کافرین میں سے ہوتا ہے اور اس کا وبال ان کے لئے دین ودنیا کی ذلت ہوتی ہے۔ اس آیت میں خدا کی آیات کا انکار سببِ کفر و منافقت بیان کیا گیا ہے۔ آیاتِ خدا کیا ہیں؟ آیاتِ محکماتِ قرآن، تمام آیاتِ قرآن، **ولقد اٰتینا موسیٰ تسع آیات** (سورہ بنی اسرائیل آیت: ۱۰۱) موسیٰ کے نو معجزات، **ومن آیاته اللیل والنهار و الشمس و القمر** (سورہ فصلت آیت: ۳۷)۔ (رات اور دن میں اور سورج اور چاند میں نشانیاں ہیں) **سنریهم آیاتنا فی الافاق وفی انفسهم** (سورہ فصلت آیت: ۵۳)۔ [عنقریب ہم تم کو آفاق اور تمہارے نفوس میں اپنی نشانیاں (آیات) دکھائیں گے۔] **ومن آیاته ان خلقکم من تراب**(سورہ روم آیت:۲۰) (اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا)۔ **ومن آیاته منامکم باللیل و النهار** (سورہ روم آیت: ۲۳) (اور اس کی نشانیوں میں یہ رات اور دن کا ہونا بھی ہے) **ومن آیاته یریکم البرق خوفا** (سورہ روم آیت: ۲۴) (اور اس کی نشانیوں میں یہ بھی ہے کہ تم بجلی کی چمک کو خوف زدہ ہو کر دیکھتے ہو) **ومن آیاته تقوم السماء و الارض بامره** (سورہ روم آیت: ۲۵) (اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان وزمین اس کے حکم سے قائم ہیں) غرض سینکڑوں جگہ خداوندِ عالم نے اپنی آیات (نشانیوں) کا تذکرہ قرآن مجید میں کیا ہے۔ جب کہ خدا

نے اپنی مخلوقات کو بھی اپنی آیت فرمایا ہے تو انبیاء و رسل اور ائمہ ھدیٰ اس کی سب سے بڑی آیات ہیں۔

آیت ۱۴۱:

یہ غلبہ دونوں جہاں کا غلبہ ہے۔ یعنی عاقبت میں مومن نعماتِ خدا کے مستحق ہوں گے اور منافق و کافر عذابِ جہنم کے سزاوار ہوں گے۔ کافر دنیا میں جب بھی مومنین کے مقابلہ میں علمی مباحث یا جنگ کریں گے مغلوب ہوں گے اور عہدِ رسول میں یہ تاریخی ثبوت مل چکا ہے کہ باوجود قلت افراد و سامانِ جنگ، فتح مسلمانوں کی ہوئی۔ موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی مغلوبیت نہیں ہے بلکہ یہ مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان نہیں ہیں بلکہ انہوں نے خدا کے احکام کو مذاق بنا رکھا ہے۔ لہٰذا ان کی ذلت دنیا و دین میں ضروری ہے جو کہ خدا کا وعدہ ہے۔

آیت ۱۴۲:

خدا کے احکام سے لاپرواہی کرنا خدا کو دھوکہ دینا ہے۔ لہٰذا خدا ان کے دھوکے کی سزا ضرور دے گا اور مسلسل یہ ہو رہا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **ثلاثة من كن فيه فهو منافق ان صام و صلى و زعم انه مسلم من اذا حدث كذب و اذا وعد اخلف ولو ائتمن خان۔** [جس میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ منافق ہوگا اگرچہ وہ نماز و روزہ کرتا ہو اور یہ گمان کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور (۳) جب امانت رکھے تو خیانت کرے۔]

منافقین کی علامت بیان کی گئی ہے کہ عہدِ رسول میں بھی اور اب بھی اور قیامت تک جو نماز کو بے دلی سے پڑھتے ہیں اور صرف ریاکاری اور دکھاوے کے لئے پڑھتے ہیں وہ منافق ہیں کیونکہ ان کو حکمِ خدا اور نماز کا ادا کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ وہ صرف اغراضِ دنیا کو اپنا مقصود سمجھے ہوئے ہیں۔

منافق ذکرِ خدا کم کرتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صرف بظاہر ذکرِ خدا کرتے ہیں مگر ان کے دلوں میں یادِ خدا نہیں ہوتی اور نہ ان کے اعمال میں یادِ خدا کا اثر پایا جاتا ہے۔ پس جہاں تک دکھاوٹ کا تعلق ہے اتنا ہی ذکر کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کو مسلمان گمان کریں۔ اسلام ان کے دلوں میں نہیں ہوتا ورنہ وہ خدا کو مثل مومنین کے ہر وقت یاد رکھتے اور اس کا ذکر کرتے رہتے۔ عبدالکریم بن ابی العوجا منافق کو دیکھا گیا کہ وہ نماز بہت اچھی طرح ادا کرتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ نماز میں تو اسقدر وانہماک کیوں کرتا ہے؟ نماز تو تیرے مسلک و طریقے کے خلاف ہے اس نے کہا ورزشِ جسمانی اور اپنی اہل و اولاد کی حمایتِ دینی اور حفاظت اور واپسی وطن کے جذبے کو زندہ رکھنے کے لئے نماز پڑھتا ہوں۔ گویا اس منافق کی غرض خدا کی اطاعت نہ تھی بلکہ اغراضِ دنیاوی تھیں۔ مسلمانوں کو اللہ توفیق دے کہ وہ بخلوص نماز ادا کیا کریں۔

آیت ۱۴۳:

منافق کا دل مسلمان کی طرف بھی ہوتا اور کافر کی طرف بھی۔ کافر منافق کو مسلمان سمجھ کر غیر و بے گانہ گمان کرتے ہیں اور مومن اس کو منافق جان کر مثل کافر کے جانتے ہیں۔ آج کل بھی ایسے منافقین مسلمانوں میں موجود ہیں۔ خالص مسلمان ان کو نظرِ ذلت وحقارت سے دیکھتے ہیں اور خدا کی نظر میں تو وہ ذلیل وخوار ہیں ہی۔

ایمان خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور کوئی نعمت بغیر مددِ خدا و رسولؐ کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا خدا ایسے گمراہوں سے توفیقِ ہدایت سلب کر لیتا ہے اور وہ ایسے اندھے ہوجاتے ہیں کہ ان کو راہ راست نظر ہی نہیں آتی۔ یہی مطلب اس آیت کا ہے۔

آیت ۱۴۴:

خدا نے مومنین کو بوجہ اپنے فضل و کرم کے یہ ہدایت کی ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ وہ کافر کو حقیقی دوست نہ سمجھے کیونکہ ان کا کفر بنیادی وجہِ اختلاف ہے۔ وہ کبھی مسلمان کے دوست نہ ہوں گے۔ شاہانِ اسلام اور عوام کے لئے یہ حکم ہے کہ کفار سے معاہدہ تو ہوسکتا ہے مگر ان پر اعتماد اور دوستی نہیں رکھنا چاہئے۔

جو لوگ منافقین یا کافروں کو دوست بنائیں گے، وہ حکمِ خدا کے خلاف کریں گے۔ لہٰذا ان کا شمار بھی کافرین میں ہوگا۔

آیت ۱۴۵:

منافق صرف عہدِ رسولؐ ہی میں نہ تھے وہ بعدِ وفاتِ رسولؐ بھی تھے اور آج بھی بکثرت موجود ہیں رسول خداؐ نے فرمایا: ان المنافقین مثل شاۃ العابرۃ بین الغنمین تحیر فتنظر الی ھذہٖ و الیٰ ھذہٖ لا تدری ایھما تتبع۔ (منافق کی مثال اس گوسفند کی سی ہے جو حیران و پریشان کبھی ایک گلہ کی طرف اور کبھی دوسرے گلہ کی طرف نظر کرتا ہے۔ یہ نہیں طے کرسکتا وہ کس گلہ میں شامل ہو؟۔)

آیت ۱۴۶:

منافقین اگر توبہ کرلیں اور بخلوصِ دل مومن ہو جائیں تو خدا ان کو مومنین ہی میں شمار کرے گا۔

آیت ۱۴۷:

ایمان لانا گویا نعماتِ خداوندی کا اقرار ہے اور خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ خدا نے فرمایا کہ اگر تم شکریہ ادا کرو گے تو خدا تم کو عذاب سے نجات دے گا کیونکہ وہ اپنے مومن بندوں پر مہربان ہے۔

خدا بے نیاز ہے۔ امام کی دعا ہے: سبحان من لا یزید طاعۃ مطیعین ولا ینقصہ معصیۃ العاصین۔ (خدا پاک ہے ہر نقص سے، اس کے عبادت گزاروں کی اطاعت اس کی خدائی میں اضافہ نہیں کرتی اور نہ گناہ گاروں کی نافرمانی اس کی خدائی میں کمی کرتی ہے۔)

الجزء ٦
لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ۝١٤٨

اللہ پسند نہیں کرتا ہے کسی کو علانیہ برا کہنے کو، مگر یہ کہ مظلوم (ظالم کو علانیہ برا کہہ سکتا ہے) اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (۱۴۸)

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝١٤٩

اگر تم کسی نیکی کو ظاہر کرو گے یا اس کو چھپاؤ گے یا کسی برائی کو معاف کرو گے تو اللہ بھی بڑا درگزر کرنے والا، معاف کرنے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۴۹)

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝١٥٠

یقیناً جو اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق پیدا کر دیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائے ہیں اور بعض کا ہم انکار کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ (کفر و ایمان کے) بین بین ایک راستہ اختیار کریں۔ (۱۵۰)

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝١٥١

وہی لوگ تو ہیں جو حقیقت میں کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے رُسوا کرنے والا عذاب مہیّا کر رکھا ہے۔ (۱۵۱)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝١٥٢ ع

ع ۲۱/۱۱

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوںؑ پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی میں کوئی فرق نہ کیا، انہی لوگوں کو عنقریب ان کا اجر خدا عطا کرے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۱۵۲)

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ

اہلِ کتاب تم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تم ان پر

عَلَيۡهِمۡ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدۡ سَاَلُوۡا مُوۡسٰۤى اَكۡبَرَ مِنۡ ذٰلِكَ فَقَالُوۡۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلۡمِهِمۡ‌ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ الۡبَيِّنٰتُ فَعَفَوۡنَا عَنۡ ذٰلِكَ‌ ۚ وَاٰتَيۡنَا مُوۡسٰى سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا ﴿۱۵۳﴾

آسمان سے کوئی کتاب نازل کردو۔ یقیناً انہوں نے موسیٰؑ سے تو اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا چنانچہ کہا تھا کہ ہم کو ظاہر بہ ظاہر خدا کو دکھا دو۔ پس ان کے اس ظلم کے سبب ان پر بجلی گری تھی۔ پھر انہوں نے بچھڑا پوجا۔ اس کے بعد کہ ان پر روشن دلائل یا نشانیاں آ چکی تھیں۔ پھر ہم نے اس سے بھی درگزر کیا اور ہم نے موسیٰ کو کھلا غلبہ عطا کیا۔(۱۵۳)

وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ وَقُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا وَّقُلۡنَا لَهُمۡ لَا تَعۡدُوۡا فِى السَّبۡتِ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا ﴿۱۵۴﴾

اور ان سے عہد لینے کے لئے کوہِ طور ان کے اوپر بلند کیا اور ان سے ہم نے یہ کہا کہ اس دروازہ سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ان سے یہ کہا کہ سبت (ہفتہ کے دن کے حکم) کے بارے میں زیادتی نہ کرو اور ہم نے ان سے یہ سخت عہد لیا تھا۔(۱۵۴)

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ وَكُفۡرِهِمۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتۡلِهِمُ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ وَّقَوۡلِهِمۡ قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ‌ ؕ بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِيۡلًا ﴿۱۵۵﴾

پھر ان کے اپنے عہد کے توڑ دینے کے سبب اور آیاتِ خدا سے انکار کرنے کے باعث اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کفر کے سبب سے مہر لگا دی ۔ غرض وہ ایمان نہ لائیں گے مگر بہت کم ۔(۱۵۵)

وَّبِكُفۡرِهِمۡ وَقَوۡلِهِمۡ عَلٰى مَرۡيَمَ بُهۡتَانًا عَظِيۡمًا ۙ ﴿۱۵۶﴾

نیز ان کے کفر کے باعث اور ان کے اس قول کے باعث جس سے مریمؑ پر انہوں نے بہتانِ عظیم لگایا۔(۱۵٦)

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۗ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ﴿١٥٧﴾

اور اس قول کے سبب کہ ہم نے مسیحؑ ابن مریمؑ خدا کے رسول کو قتل کر دیا، حالانکہ انہوں نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو صلیب دی بلکہ ان یہودیوں کے لئے ایک شخص کو ان کی شبیہ بنا دیا گیا اور جن لوگوں نے مسیحؑ کے بارے میں اس وقت اختلاف کیا تھا وہ آج تک ان کے بارے میں شک ہی میں ہیں، سوائے گمان کی پیروی کے اس بارے میں ان کو کوئی علم نہیں۔ حالانکہ مسیحؑ کو یقیناً انہوں نے قتل نہیں کیا تھا۔(۱۵۷)

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾

بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا تھا اور اللہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔(۱۵۸)

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ﴿١٥٩﴾

اور اہلِ کتاب میں سے کوئی نہ بچے گا مگر یہ کہ اس کو اپنے مرنے سے پہلے مسیحؑ پر ضرور ایمان لانا پڑے گا اور مسیحؑ قیامت کے دن ان کے خلاف گواہ ہوں گے۔(۱۵۹)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ﴿١٦٠﴾

پس یہودیوں کے ظلم کے باعث ہم نے ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں، حرام کر دیں، راہِ خدا سے (لوگوں کے) بکثرت روکنے کے سبب۔(۱۶۰)

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۗ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا

اور ان کی سود خوری کے باعث جس سے ان کو یقیناً ممانعت کی گئی تھی اور لوگوں کے ناحق مال کھا جانے کے سبب بہت سی پاک چیزیں حرام کر دیں۔ اور کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب مہیّا کیا

اَلِيۡمًا ﴿۱۶۱﴾

ہوا ہے۔(۱۶۱)

لٰكِنِ الرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ مِنۡهُمۡ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَالۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ وَالۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ اُولٰۤئِكَ سَنُؤۡتِيۡهِمۡ
ع ۲۲
اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۱۶۲﴾

لیکن ان میں سے جو علم میں راسخ (مضبوط) ہیں اور وہ مومنین کہ جو تم پر نازل کیا گیا ہے جو تم سے پہلے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے ہیں اور ایمان لانے والے ہیں اللہ پر اور یوم آخر پر انہی کو ہم عنقریب بڑا اجر دیں گے۔(۱۶۲)

اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۚ﴿۱۶۳﴾

یقیناً ہم نے تم پر وحی کی جس طرح نوحؑ پر اور ان کے بعد کے انبیاءؑ پر وحی بھیجی تھی۔ اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اسباط (بنی اسرائیل) اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ پر اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی۔(۱۶۳)

وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا ۚ﴿۱۶۴﴾

اور ہم نے ایسے رسولؑ بھیجے جن کا قصہ ہم نے تم سے پہلے بیان کیا اور ایسے رسولؑ بھی جن کا قصہ ہم نے تم سے بیان نہیں کیا اور خدا نے موسیٰؑ سے کلام کیا اس طرح جو کلام کرنے کا حق تھا۔(۱۶۴)

رُسُلًا مُّبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعۡدَ

(ہم نے بھیجے) بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول تاکہ لوگوں کی کوئی حجت (دلیل) اللہ پر

الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

باقی نہ رہے رسولوں کے آنے کے بعد اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔(۱۶۵)

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے اس پر جو تم پر (اے رسولؐ) نازل ہوا ہے کہ اس کو خدا نے اپنے حکم سے نازل کیا ہے اور اس کے فرشتے بھی (اس بات کی) گواہی دیتے ہیں اور بس اللہ کی گواہی کافی ہے۔(۱۶۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾

یقیناً جو لوگ کافر ہو گئے اور انہوں نے (لوگوں کو) راہِ خدا سے روکا یقیناً وہ گمراہ ہو گئے دور ترین (بہت ہی گہری) گمراہی میں (یعنی وہ سخت گمراہی میں ہیں)۔(۱۶۷)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۙ﴿۱۶۸﴾

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ظلم کیا تو اللہ کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ ان کو بخش دے اور ان کو صحیح طریقہ کی ہدایت کرے۔(۱۶۸)

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾

مگر جہنم کے راستہ کی کہ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کے لئے یہ بات آسان ہے۔(۱۶۹)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

اے لوگو! یقیناً رسول (محمدؐ) تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آیا ہے۔ پس تم ایمان لاؤ تو یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم انکار کرو گے (تو یاد رکھو) یقیناً جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ سب خدا کا ہے اور اللہ صاحبِ علم وحکمت ہے۔(۱۷۰)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ (وقف لازم، ع ۲۳)	اے اہلِ کتاب تم اپنے دین کے بارے میں زیادہ مبالغہ نہ کرو اور اللہ کے بارے میں بجز حق کے کچھ نہ کہو۔ بے شک مسیحؑ ابن مریمؑ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا کلمہ ہے، جس کو اس نے مریمؑ تک پہنچایا تھا اور خدا کی طرف سے وہ ایک روح ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین (خدا) نہ کہو۔ تم اس (اعتقاد) سے باز رہو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ یقیناً اللہ تو یکتا معبود ہے وہ اس سے منزہ اور پاک ہے کہ اس کے کوئی بیٹا ہو۔ اس کا تو وہ سب ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کارسازِ حقیقی تمام کام بنانے والا تو خدا ہی کافی ہے۔(۱۷۱)
لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾	مسیحؑ کو یہ بات ہرگز عار یا ناگوار نہ ہوگی کہ وہ اللہ کا بندہ بنے اور نہ مقرب فرشتوں کو یہ بات عار ہو گی کہ وہ اللہ کے بندے ہوں اور جو اس (اللہ) کی عبادت سے انکار کرے گا اور تکبر و غرور کریگا تو عنقریب وہ (اللہ) سب کو اپنے سامنے جمع کرے گا۔(۱۷۲)
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا	پس جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے عملِ نیک کیا تو ان کو ان کے عمل کی پوری اجرت دے گا اور اپنے فضل سے اس کو اور بڑھا دے گا اور جن لوگوں نے نافرمانی اور تکبر کیا پس ان کو دردناک عذاب دے گا اور اللہ کے سوا وہ کسی کو اپنا ولی اور

نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾

مددگار نہ پائیں گے۔(۱۷۳)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٤﴾

اے لوگو! یقیناً تمہارے رب کے پاس سے تم پر دلیل آچکی ہے اور ہم نے تم پر نورِ مبین (یعنی کھلا ہوا نور ہدایت مراد قرآن) کو نازل کیا ہے۔(۱۷۴)

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّ يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ؕ ﴿١٧٥﴾

پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس (کے نور) سے متمسک ہوئے پس عنقریب ان کو خدا اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور اپنی طرف راہِ راست کی ہدایت کرے گا۔(۱۷۵)

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَ اِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ع ﴿١٧٦﴾

ع ٢٤

لوگ تم سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں۔ اے رسولؐ کہہ دو اللہ تم کو کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کوئی مرد ایسا مر جائے کہ جس کی اولاد (یا ماں باپ) نہ ہوں اور اس کی ایک بہن ہو تو اس بہن کو اس کے ترکے کا نصف ملے گا اور اسی طرح وہ مرد اس بہن کا وارث ہو گا۔ اگر اس کی اولاد (یا ماں باپ) نہ ہوں اور اگر بہنیں دو ہوں تو ان دونوں کو اس کے ترکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر بھائی بہن مرد عورت (ملے جلے) ہوں تو ہر مرد کو دو عورتوں کے برابر حصّہ ملے گا۔ اللہ تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہے اس لئے کہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔(۱۷۶)

سورۃ المائدہ

آیتہا ۱۲۰ ۵ سُوۡرَۃُ الۡمَآىِٕدَۃِ مدنی ۱۱۲ رکوعاتہا ۱٦

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ اُحِلَّتۡ لَكُمۡ بَهِيۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ غَيۡرَ مُحِلِّى الصَّيۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ مَا يُرِيۡدُ ۝١

اے ایمان لانے والو! تم عہد پورے کرو۔ چوپایہ جانور تمہارے لئے حلال کیے گئے ہیں۔ سوائے ان کے جن کی ممانعت تم کو پڑھ کر سنائی جائے گی اور تم بحالتِ احرام شکار کرنے کو حلال نہ جان لینا۔ یقیناً اللہ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔(۱)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهۡرَ الۡحَـرَامَ وَلَا الۡهَدۡىَ وَلَا الۡقَلَۤائِدَ وَلَاۤ آٰمِّيۡنَ الۡبَيۡتَ الۡحَـرَامَ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَـلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا ؕ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡكُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا ۘ وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝٢

اے ایمان لانے والو! خدا کی نشانیوں کی بے توقیری اور بے عزتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینوں کی اور نہ نذر کردہ قربانی کی اور نہ پٹہ دار قربانی کی اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے رب کے فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہوئے محترم مکان کو جاتے ہوں اور جب تم مُحِل ہو جاؤ (یعنی حج سے فارغ ہو جاؤ) تو شکار کھیلو اور کسی قوم کی عداوت اس بناء پر کہ انہوں نے تم کو مسجدِ حرام سے روکا تھا تمہارے لئے اس امر کا باعث نہ ہو کہ تم ان پر ظلم اور زیادتی کر گزرو اور تم ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں اور تم ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں اور تم اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔(۲)

المنزل ۲ وقف لازم ع ۱

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ
لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ
وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ
وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا
ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ
تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط
اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ
فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ط اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ
لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ
رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط فَمَنِ
اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ
لِّاِثْمٍ لا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣﴾

تم پر حرام کیا گیا مردار جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر (وقتِ ذبح) خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اور جو گردن مروڑ کر مارا گیا ہو اور جس کے پاؤں باندھ کر پیٹ پیٹ کر مارا گیا ہو اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو اور جو سینگوں سے مارا گیا ہو اور جس کو درندوں نے پھاڑا ہو، سوائے اس کے جس کا تم نے خدا کا نام لے کر ذبح کر کے تذکیہ کر لیا ہو اور جو بتوں کے تھان پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم اس کو تیروں پر تقسیم کر لو۔ یہ فسق ہے۔ آج کے دن کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے۔ پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا اور میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے دینِ اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا۔ پس جو شخص بھوک میں مضطر (بے چین) ہو نہ کہ گناہ کی طرف راغب ہو (ناجائز چیز کھا لے) تو یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۳)

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ط قُلْ اُحِلَّ
لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ لا وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ
مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ
اللّٰهُ ز فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ
اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط
اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٤﴾

(اے رسولؐ!) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کیا حلال کیا گیا ہے؟ تم کہہ دو کہ تمہارے لئے تمام پاک چیزیں (خوردنی) حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے شکاری جانور اس قاعدے سے سدھایا ہو جیسا کہ اللہ نے تم کو بتایا ہے، پس وہ جانور جو کچھ تمہارے لئے پکڑ لے، اس میں (حلال جانور کو) کھا لو اور اس پر اللہ کا نام پڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (۴)

اَلۡیَوۡمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمۡ ۪ وَ طَعَامُکُمۡ حِلٌّ لَّہُمۡ ۫ وَ الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الۡمُؤۡمِنٰتِ وَ الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ اِذَاۤ اٰتَیۡتُمُوۡہُنَّ اُجُوۡرَہُنَّ مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ وَ لَا مُتَّخِذِیۡۤ اَخۡدَانٍ ؕ وَ مَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالۡاِیۡمَانِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُہٗ ۫ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ٪﴿۵﴾

ع ۵

آج کے دن حلال کی گئیں تم پر سب پاک چیزیں اور ان لوگوں کی خوراک جن کو کتاب دی گئی ہے تمہارے لئے حلال ہے اور تمہاری خوراک ان کے لئے حلال ہے اور مسلمان پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (جائز ہیں) جبکہ تم ان کے مہر کو دیدو اور بہ ارادۂ پاک دامنی نکاح کرو نہ کہ زنا یا خفیہ تعلق قائم کرو اور جو ایمان کا منکر ہوگا تو اس کے سب اعمال اکارت ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں خسارہ اُٹھانے والا ہوگا۔(۵)

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡہَکُمۡ وَ اَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَ امۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ ؕ وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّہَّرُوۡا ؕ وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡہِکُمۡ وَ اَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡہُ ؕ مَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ

اے ایمان لانے والو! جب تم نماز کے لئے آمادہ ہو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو اور تم مسح کرو اپنے سروں کے کچھ حصّہ کا اور پاؤں کا ٹخنہ تک۔ اور اگر تم جنب ہو (یعنی اگر تم نے ہم بستری کی ہو) تو (غسل کر کے) طاہر ہو جاؤ اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آئے یا ازواج سے مباشرت کی ہو، اور پھر تم پانی نہ پاؤ تو پس تیمم کر لو پاک مٹی سے۔ پس تم مسح کرو اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کے بعض حصّہ کا۔ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کرے تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔(٦)

لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٦﴾

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٧﴾

اورتم ذکر کیا کرو اللہ کی نعمت کا جوتم پر ہوئی ہے اور اس عہد کا جو اس نے تم سے پختہ کرلیا ہے، جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ دلوں کی باتوں سے باخبر ہے۔(۷)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾

اے ایمان لانے والو! تم تیار ہو جاؤ اللہ کے گواہ بننے کے لئے انصاف کے ساتھ اور کسی قوم کی شدید عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو۔ تم انصاف کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔(۸)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٩﴾

اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔(۹)

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١٠﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ تو جہنمی ہیں۔(۱۰)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ

اے ایمان لانے والو! تم پر اللہ کی جو نعمت ہے

اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ يَّبۡسُطُوۡۤا
اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ فَكَفَّ اَيۡدِيَهُمۡ عَنۡكُمۡۚ
وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ
ع ٢ ٦ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝١١

اس کو یاد کرو جبکہ ایک قوم نے تم پر دست (ظلم) بڑھانے کا ارادہ کیا، تو خدا نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا، اور اللہ سے ڈرو اور اللہ پر ہی مومنوں کو توکل کرنا چاہئے۔(۱۱)

وَلَقَدۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ بَنِىۡۤ
اِسۡرَآءِيۡلَۚ وَبَعَثۡنَا مِنۡهُمُ اثۡنَىۡ عَشَرَ
نَقِيۡبًاؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىۡ مَعَكُمۡؕ لَٮِٕنۡ
اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيۡتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنۡتُمۡ
بِرُسُلِىۡ وَعَزَّرۡتُمُوۡهُمۡ وَ اَقۡرَضۡتُمُ اللّٰهَ
قَرۡضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَ
لَاُدۡخِلَـنَّكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا
الۡاَنۡهٰرُۚ فَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰ لِكَ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ
ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ۝١٢

اور یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ان میں سے ہم نے اثنا عشر (بارہ) نقیب بھیجے اور اللہ نے کہا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز پڑھو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں پر ایمان رکھو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ کو قرضِ حسنہ دیتے رہو گے تو میں یقیناً تم سے تمہارے گناہوں کو دور کروں گا اور میں تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ پس اس کے بعد بھی جو تم میں سے کافر ہوگا تو یقیناً وہ راہِ راست سے گمراہ ہوگا (یعنی سیدھے راستے پر نہ ہوگا)۔(۱۲)

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا
قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ عَنۡ
مَّوَاضِعِهٖۙ وَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖۚ
وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآٮِٕنَةٍ مِّنۡهُمۡ اِلَّا
قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡؕ اِنَّ

پس بوجہ ان کی عہد شکنی کے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت بنا دیا۔ وہ کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور وہ بھول گئے اس کا ایک حصہ جس کا ذکر ان سے کیا گیا تھا اور تم اے رسولؐ مطلع ہوتے رہتے ہو ان کی خیانت سے بجز چند (لوگوں) کے (کہ وہ خائن نہیں ہیں) پس تم ان کو

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣﴾

معاف کرو اور ان سے درگزر معاف کرو۔ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (۱۳)

وَ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى
اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا
ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ
وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ
يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١٤﴾

اور ان لوگوں میں سے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ (عیسائی) ہیں، ہم نے ان سے عہد لیا تھا پس وہ بھول گئے اس کا ایک، حصہ جو ان کو یاد دلایا گیا تھا۔ (اس لئے) ہم نے ڈال دی ان کے درمیان عداوت (دشمنی) اور بغض قیامت تک کے لئے اور عنقریب خدا ان کو جتلائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔ (۱۴)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ
الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ
مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ ﴿١٥﴾

اے اہلِ کتاب بے شک ہمارا رسولؐ تمہارے پاس آیا جو کھول کر بیان کر دیتا ہے بہت کچھ تمہارے واسطے اس میں سے جو تم چھپایا کرتے ہو کتاب میں سے، اور وہ تمہاری بہت باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ یقیناً تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور کتابِ روشن آئی ہے۔ (۱۵)

يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ
سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾

اللہ اس کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے ان کو جو اللہ کی رضا (مرضی) کے تابع فرمان ہیں سلامتی کی راہوں کی طرف اور ان کو بہ اختیار خود نکالتا ہے ظلمتوں سے نور کی طرف، اور ان کو ہدایت کرتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف۔ (۱۶)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ

یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ یقیناً اللہ وہی مسیحؑ ابن مریمؑ ہے۔ تم کہہ دو کہ کس کی طاقت ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں صاحبِ اختیار ہو؟ اگر وہ

مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

ارادہ کرے کہ ہلاک کر دے مسیحؑ ابن مریمؑ اور ان کی ماں کو، اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو کیونکہ خدا کا ہی ہے آسمانوں اور زمین کا مُلک اور جو کچھ کہ ان دونوں میں ہے۔(وہ سب کا مالک ہے) وہ خدا جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور کیونکہ وہ تو ہر شے پر قادر ہے۔(۱۷)

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۫ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

اور یہود اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ پھر (اللہ) تمہارے گناہوں کے سبب تم کو عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم اس کی مخلوق میں انسان ہو۔ وہ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور خدا ہی کا ہے مُلکِ ارض و سما اور مافیہا۔ اور اسی کی طرف بازگشت (لوٹنا) ہے۔(۱۸)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ع ﴿۱۹﴾ ع ۳ ۸

اے اہلِ کتاب! یقیناً ہمارا رسولؐ تمہارے پاس آیا۔ وہ تمہارے لئے کھول کر (احکامِ خدا) بیان کرتا ہے، ایسے وقت میں جبکہ رسولوںؑ کی آمد رکی ہوئی تھی۔ (اس لئے) کہ کہیں تم یہ نہ کہہ دو کہ ہمارے پاس تو کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ یقیناً (اب تو) بشارت دینے اور ڈرانے والا تمہارے پاس آ گیا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔(۱۹)

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ

اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ اے

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾

میری قوم اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے یاد کرو کہ (خدا نے) تم میں انبیاءؑ مقرر کیے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ سب کچھ دیا جو تمام عالموں میں کسی کو نہ دیا تھا۔(۲۰)

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾

اے میری قوم! زمینِ مقدس میں داخل ہو جاؤ جس کو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور پیچھے کی طرف نہ پلٹو ورنہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔(۲۱)

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

انہوں نے کہا: اے موسیٰؑ ان میں تو یقیناً ایک قومِ جبار (قوی ہیکل طاقتور) ہے اور ہم اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اس (شہر) میں سے نہ نکل جائیں گے پھر یقیناً ہم داخل ہو جائیں گے۔(۲۲)

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

ان لوگوں میں سے جو اللہ سے ڈرتے تھے، دو شخصوں نے، جن کو خدا نے نعمت عطا کی تھی یہ کہا کہ ان کے دروازوں میں گھس جاؤ۔ پس اگر تم ان میں گھس پڑو گے تو تم ہی غالب آؤ گے اور اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔(۲۳)

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾

انہوں نے کہا کہ اے موسیٰؑ جب تک وہ اس میں موجود ہیں ہم تو ہرگز ہرگز نہ جائیں گے۔ پس تم اور تمہارا رب جائے اور تم دونوں جنگ کرو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔(۲۴)

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَ
اَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَ الۡقَوۡمِ
الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾

(موسیٰ نے) کہا: اے میرے پروردگار! میں صرف اپنی ذات اور اپنے بھائی کا اختیار رکھتا ہوں پس تو ہم میں اور ان نافرمانوں میں جدائی کر دے۔(۲۵)

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیۡهِمۡ
اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً ۚ یَتِیۡهُوۡنَ فِی
الۡاَرۡضِ ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ
ع ۸/۷ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۶﴾

(خدا نے) فرمایا کہ یقیناً وہ زمین ان پر چالیس سال کے لئے حرام کر دی گئی ہے۔ وہ اب اسی زمین میں حیران و پریشان پھریں گے۔ پس نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو۔(۲۶)

وقف لازم وَاتۡلُ عَلَیۡهِمۡ نَبَاَ ابۡنَیۡ اٰدَمَ بِالۡحَقِّ ۘ
اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِهِمَا وَ
لَمۡ یُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡاٰخَرِ ؕ قَالَ
لَاَقۡتُلَنَّکَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ
النصف الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲۷﴾

اور ان کو آدمؑ کے دونوں بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ جبکہ ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان دونوں میں سے ایک کی (قربانی) قبول ہوگئی اور دوسرے کی (قربانی) قبول نہ ہوئی۔ تو اس نے کہا کہ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا کہ اللہ یقیناً متقین (یعنی خدا سے ڈرنے والوں) کی (نذر) قبول کرتا ہے۔(۲۷)

لَئِنۡۢ بَسَطۡتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقۡتُلَنِیۡ مَاۤ
اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیۡکَ لِاَقۡتُلَکَ ۚ اِنِّیۡۤ
اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۸﴾

اگر تو اپنے ہاتھ میری طرف اس ارادہ سے بڑھائے گا کہ مجھے قتل کر دے تو میں اپنا ہاتھ تیری طرف اس نیت سے بڑھانے والا نہیں ہوں کہ میں تجھے قتل کروں، کیونکہ میں تو تمام عالموں کے پالنے والے مالک سے ڈرتا ہوں۔(۲۸)

اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِکَ
فَتَکُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِکَ

میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا (دونوں کا) گناہ سمیٹ لے اور پس تو جہنمی ہو جائے اور ظالموں کا

جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

بدلہ یہی ہے۔(۲۹)

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

پس اس کے نفس (خواہش) نے اسے اس کے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا اور اس نے اسے قتل کر دیا پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔(۳۰)

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا کہ وہ زمین کریدتا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیوں کر چھپائے۔ اس نے کہا کہ ہائے افسوس مجھ سے یہ تک نہ ہوسکا کہ میں اس کوّے کی مانند ہو جاؤں، اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپادوں۔ پس وہ ندامت کرنے والوں میں سے ہوگیا (شرمندہ ہوگیا)۔(۳۱)

معانقۃ ۵ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لازم کر دیا کہ جو شخص کسی نفس (جان) کو قتل کرے بلا عوضِ نفس یا بغیر اس کے کہ اس نے زمین میں فساد کیا ہو، اس کو قتل کر ڈالے تو (یہ کام) ایسا ہے کہ گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک نفس کو زندہ کر دیا تو گویا اس نے کل آدمیوں کو زندہ کر دیا اور یقیناً ہمارے رسولؑ ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے۔ پھر یقیناً ان میں سے بہت سے اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والوں میں ہیں۔(۳۲)

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا

سوائے اس کے نہیں ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی دے

اَنۡ يُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ يُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَ اَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ يُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ‌ ؕ ذٰ لِكَ لَهُمۡ خِزۡىٌ فِى الدُّنۡيَا‌ وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۙ‏ ﴿۳۳﴾

دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں، یا وہ اپنے وطن سے جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ تو ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذابِ عظیم (سخت ترین سزا) ہے۔(۳۳)

اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَيۡهِمۡ‌ ۚ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۴﴾ ع ۸/۹

سوائے ان کے جو توبہ کریں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ۔ پس تم جان لو کہ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(۳۴)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَيۡهِ الۡوَسِيۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ‏ ﴿۳۵﴾

اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح (مکمل کامیابی) پالو۔(۳۵)

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لِيَفۡتَدُوۡا بِهٖ مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنۡهُمۡ‌ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ‏ ﴿۳۶﴾

یقیناً جو لوگ کافر ہو چکے ہیں، اگر زمین میں جو کچھ ہے وہ سب ان کا ہی ہو اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ ہو اور عذابِ روزِ قیامت سے بچنے کے لئے وہ سب کو فدیہ میں دینا چاہیں، تو بھی ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(۳۶)

يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ مِنۡهَا‌ ۖ وَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ‏ ﴿۳۷﴾

وہ ارادہ کریں گے کہ آگ سے نکل جائیں مگر وہ اس سے نہ نکل سکیں گے اور ان کے واسطے مستقل عذاب ہوگا۔(۳۷)

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا
اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ
اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸

اور چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹو۔ یہ ان کے کیے کی خدا کی طرف سے (بطورِ عقوبت) سزا ہے اور اللہ غالب اور محکم کار (حکمت والا) ہے۔(۳۸)

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ
فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ۝۳۹

جو اپنے ظلم (گناہوں) کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کر لے پس یقیناً اللہ توبہ قبول کر لے گا۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۳۹)

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۰

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کا ہی آسمانوں اور زمین پر اختیار ہے۔ اس لئے جسے وہ چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔(۴۰)

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ
يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
مع ۳ اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ الوقف علی الاول اجوز ۱۲
وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ
سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ
يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ
يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ
لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ

اے رسولؐ! یہ بات تم کو رنج میں نہ ڈالے کہ لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں۔ بعض تو ان میں سے ایسے ہیں کہ وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے ہیں اور یہودیوں میں سے بعض (بغرض جاسوسی) جھوٹ کے بڑے سننے والے ہیں تاکہ کفار کے دوسرے گروہ کو جو (ابھی تک) تمہارے پاس نہیں آئے ہیں سنادیں۔ یہ لوگ (توریت کے) الفاظ کو ان کے اصلی معنی (معلوم ہونے) کے بعد بھی تحریف کرتے ہیں (بدل دیتے ہیں) اور (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ توریت کا حکم

فِتۡنَتَهٗ فَلَنۡ تَمۡلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيۡــًٔا ؕ
اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ لَمۡ يُرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يُّطَهِّرَ
قُلُوۡبَهُمۡ‌ ؕ لَهُمۡ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ ۖۚ وَّ لَهُمۡ
فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۴۱﴾

ہے۔ اگر (محمدؐ کی طرف سے بھی) تم کو یہی حکم دیا جائے تو اسے مان لینا اور اگر یہ حکم تم کو نہ دیا جائے تو اس سے الگ ہی رہنا اور جس کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دینا چاہے تو تم (اے رسولؐ) ہرگز خدا کے یہاں اس کے بارے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا نہیں چاہا۔ دنیا میں ان کے لئے رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذابِ عظیم (سخت سزا) ہے۔(۴۱)

سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ اَكّٰلُوۡنَ لِلسُّحۡتِ‌ؕ
فَاِنۡ جَآءُوۡكَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ اَوۡ اَعۡرِضۡ
عَنۡهُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ تُعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ فَلَنۡ يَّضُرُّوۡكَ
شَيۡـــًٔا ‌ؕ وَ اِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ
بِالۡقِسۡطِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ﴿۴۲﴾

وہ جھوٹ کے بڑے سننے والے، حرام کے بڑے کھانے والے ہیں۔ پس اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے مابین فیصلہ کر دو یا اُن سے منہ پھیر لو۔ اور اگر تم ان سے روگردانی کرو گے تو وہ ہرگز تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(۴۲)

وَكَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰٮةُ
فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ
ع ۶/۹/۱۰ ذٰلِكَ‌ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓـئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۴۳﴾

اور وہ تم کو کیونکر فیصلہ کرنے والا بنائیں گے جبکہ ان کے پاس توریت ہے۔ اس میں حکمِ خدا موجود ہے، پھر بھی وہ اس سے منہ پھیرتے ہیں اور حقیقت میں یہ لوگ مومن ہی نہیں ہیں۔(۴۳)

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰٮةَ فِيۡهَا هُدًى وَّ
نُوۡرٌ‌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ
اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ

یقیناً ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت ہے اور نور ہے، وہ نبی جو مطیعِ خدا تھے جو یہودیوں کے فیصلے اسی کے مطابق کرتے رہے اور اسی طرح اللہ والے لوگ اور علماء جن کو اللہ کی کتاب کی حفاظت سپرد

وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾

کی گئی تھی اور وہ اس کے گواہ تھے۔ پس تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو کم قیمت پر نہ بیچو اور جو لوگ اس کے مطابق حکم نہ کریں جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے، تو وہی لوگ کافر ہیں۔(۴۴)

وَكَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيۡهَاۤ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ وَالۡعَيۡنَ بِالۡعَيۡنِ وَالۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَالۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾

اور ہم نے ان پر فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلہ جان، آنکھ کے بدلہ آنکھ، اور ناک کے بدلہ ناک، کان کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت اور اسی طرح زخموں کا معاوضہ ہو۔ پس جو معاف کر دے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور جو لوگ اس کے مطابق حکم فیصلہ نہ کریں کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے، تو پس وہی لوگ ظالم ہیں۔(۴۵)

وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ ۖ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰٮةِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ؕ ﴿۴۶﴾

اور انہی انبیاء کے قدم بہ قدم ہم نے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو چلایا جو اپنے سے پہلے کی توریت کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور وہ اپنے سے پہلے کی توریت کی تصدیق کرنے والی ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔(۴۶)

وَلۡيَحۡكُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِيۡلِ بِمَاۤ اَنۡزَلَ

اور لازم ہے کہ اہلِ انجیل اسی کے مطابق حکم

اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

کریں جو کچھ اللہ نے انجیل میں نازل کیا ہے اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کریں، تو وہی لوگ فاسق (نافرمان) ہیں۔(۴۷)

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور (اے رسولؐ!) ہم نے تم پر کتاب برحق نازل کی جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ بھی ہے۔ پس جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کے بموجب ان کے مابین فیصلہ کرو اور جو حق تم تک آچکا ہے اس سے انحراف کر کے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور ایک واضح طریقہ مقرر کر دیا اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت (قوم) بنا دیتا۔ لیکن اس نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس لئے دیا ہے کہ تمہاری آزمائش کرے۔ پس تم نیکی حاصل کرنے میں جلدی کرو۔ تم سب کی بازگشت خدا ہی کی طرف ہے۔ پھر وہ تم کو جتلا دے گا جس جس امر میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔(۴۸)

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور تم فیصلے کرو ان کے مابین اس کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان سے بچتے رہو وہ کہیں تم کو نہ بہکا دیں، اس کے بعض حصہ سے جو خدا نے تم پر نازل کیا ہے۔ پس اگر وہ روگرداں ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ کا یہی ارادہ ہے کہ ان کو پہنچا دے ان کے کچھ گناہوں کی سزا اور یقیناً آدمیوں سے بہت سے نافرمان ہیں۔(۴۹)

اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ؕ وَ مَنۡ
ع ٧ / ١١ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ؑ ﴿۵۰﴾

کیا وہ عہد جاہلیت کا فیصلہ ڈھونڈھتے ہیں اور فیصلہ کرنے والا یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ سے بہتر کون ہے۔(۵۰)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا
الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ ؔ بَعۡضُهُمۡ
اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ
مِنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ
الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۵۱﴾

وقف غفران — وقف لازم — وقف منزل عند البعض

اے ایمان لانے والو! تم یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ ان میں سے ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جوتم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو وہ انہی میں سے ہوجائے گا۔ یقیناً اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔(۵۱)

فَتَرَى الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ
يُّسَارِعُوۡنَ فِيۡهِمۡ يَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰٓى اَنۡ
تُصِيۡبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِىَ
بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَيُصۡبِحُوۡا عَلٰى
مَاۤ اَسَرُّوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ نٰدِمِيۡنَ ؕ ﴿۵۲﴾

پس تم دیکھو گے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے کہ وہ ان کی دوستی میں بہت جلدی کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم کسی مصیبت کے پھیر میں نہ آجائیں۔ پس قریب ہے کہ خدا فتح یا کوئی اور امر اپنی طرف سے ظاہر کرے اور یہ منافق اس پر جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں نادم ہوں۔(۵۲)

وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَهٰٓؤُلَآءِ
الَّذِيۡنَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ ۙ
اِنَّهُمۡ لَمَعَكُمۡ ؕ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَاَصۡبَحُوۡا
خٰسِرِيۡنَ ﴿۵۳﴾ نصف

اور اس وقت ایمان لانے والے کہیں گے کہ کیا وہی ہیں جو سخت سے سخت قسمیں کھاتے تھے کہ ہم ضرور تمہارے ساتھی ہیں۔ ان کے اعمال اکارت ہو گئے اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہو گئے۔(۵۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ

اے ایمان لانے والو! جو تم میں سے اپنے دین

عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ
يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ
يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ
لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾

سے مرتد ہو جائے گا (یعنی پھر جائے) گا، تو عنقریب خدا ایسی قوم کو لائے گا کہ خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتی ہے۔ مومنین کے لئے وہ رحم دل ہیں اور کافروں کے لئے وہ سخت اور غالب ہیں۔ وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور ملامت کرنے والوں (برا بھلا کہنے والوں) کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فضلِ خدا ہے جس کو وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بے حد وسعت سے دینے والا، خوب جاننے والا ہے۔(۵۴)

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ
الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾

سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا ولی (حاکم، مالک، آقا، سرپرست) اللہ ہے اور اس کا رسولؐ ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔(۵۵)

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ ع ٨/١٢

اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو اور مومنوں کو دوست رکھے گا تو وہ گروہِ خدا میں داخل ہے۔ پس یقیناً خدا کا گروہ ہی ہمیشہ غالب رہے گا۔(۵۶)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا
الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ
الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾

اے ایمان لانے والو! جن لوگوں نے تمہارے دین کو ٹھٹھا مذاق اور کھلونا بنایا ہے اور جو ان میں سے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (ان کو) اور کفار کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرو۔(۵۷)

وَ اِذَا نَادَيۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوۡهَا
هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا
يَعۡقِلُوۡنَ ۝۵۸

اور جب تم نماز کے لئے بلاتے ہو تو اس کی بھی
وہ ہنسی مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ یقیناً وہ
ناسمجھ قوم ہے۔(۵۸)

قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ
مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا
وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلُ ۙ وَ اَنَّ اَكۡثَرَكُمۡ
فٰسِقُوۡنَ ۝۵۹

(اے رسولؐ!) تم کہہ دو کہ اہلِ کتاب کیا تم اس
سبب سے ہمارا انکار کرتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان
لائے ہیں اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور
جو کچھ ہم سے پہلے نازل کیا گیا اور یقیناً تم میں سے
اکثر نافرمان ہیں۔(۵۹)

قُلۡ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكَ
مَثُوۡبَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ
غَضِبَ عَلَيۡهِ وَ جَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَ
الۡخَنَازِيۡرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوۡتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ
مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ ۝۶۰

تم کہہ دو کیا میں تم کو ان سے واقف کر دوں جن
کی بری جزا ہے اللہ کے نزدیک اور جن جن پر خدا
نے لعنت کی اور ان پر عذاب نازل کیا۔ ان میں سے
بعض کو بندر بنادیا اور بعض کو سوّر اور وہ طاغوت
(شیطان اور ظالم بادشاہ) کو پوجنے لگے ۔ ان کا
ٹھکانہ بہت ہی برا ہے اور وہ راہِ راست سے بہت ہی
بھٹکے ہوئے ہیں۔(۶۰)

وَ اِذَا جَآءُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَ قَدۡ
دَّخَلُوۡا بِالۡكُفۡرِ وَ هُمۡ قَدۡ خَرَجُوۡا بِهٖ ؕ وَ
اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا كَانُوۡا يَكۡتُمُوۡنَ ۝۶۱

اور جس وقت تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں
کہ ہم تو ایمان لائے اور وہ یقیناً کفر کے ساتھ آتے
ہیں اور کفر کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جو کچھ وہ
چھپاتے ہیں، اللہ اس سے خوب واقف ہے۔(۶۱)

وَ تَرٰى كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ يُسَارِعُوۡنَ فِى
الۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ وَ اَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ ؕ

اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو اس حال
میں پاؤ گے کہ گناہ، زیادتی اور حرام خوری پر دوڑتے
ہیں۔ بے شک بہت ہی بُرا ہے جو کچھ وہ کرتے

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾

ہیں۔(۶۲)

لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾

کیوں نہیں منع کرتے ان کو اللہ والے لوگ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام خوری سے؟ بے شک بہت بری (بات) ہے جو وہ کرتے ہیں۔(۶۳)

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾

وقف لازم

اور یہود نے یہ کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان ہی کے ہاتھ بندھ جائیں اور بوجہ ان کے اس قول کے ان پر لعنت کی گئی ہے۔ بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔جس طرح چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور یقیناً جو کچھ تمہارے مالک کے پاس سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت لوگوں کی سرکشی اور کفر کو بڑھا دے گا اور ہم نے ان کے مابین قیامت تک کے لئے بغض و عداوت ڈال دی ہے۔ جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ ضرور اس کو بجھا دے گا اور یہ لوگ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۶۴)

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾

اور اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے اور متقی ہوجاتے تو ہم ان کی بدیوں سے درگزر کرتے اور ان کو نعمت والی جنتوں میں داخل کرتے۔(۶۵)

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ

اور اگر وہ توریت کو اور انجیل کو اور جو کچھ ان کے

الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ
لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ
اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ
كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۶۶ ع ۹/۱۰/۱۳

رب کی جانب سے ان کے پاس نازل ہو چکا اس کو قائم رکھتے تو وہ آسمان کا بھی رزق کھاتے اور زمین کا بھی۔ ان میں سے ایک گروہ تو میانہ رو ہے اور ان میں سے بہت سے بدعمل ہیں۔(۶۶)

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ
مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ
رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۶۷

اے رسولؐ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا تو تم نے اپنی رسالت ہی کا کام نہ کیا اور اللہ آدمیوں کے شر سے تم کو محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ منکر لوگوں کی رہبری نہیں فرماتا۔(۶۷)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ
حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ
اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ
طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ
الْكٰفِرِيْنَ ۶۸

تم کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب جب تک تم توریت کو اور انجیل کو اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا اس کو قائم نہ رکھو گے، تو تم کسی دین پر قائم نہیں ہو۔(اے رسولؐ) جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا وہ ان لوگوں میں سے بہت سوں کی سرکشی کو اور کفر کو بڑھا دے گا۔ پس (اے رسولؐ) تم کافر قوم کے حال پر افسوس نہ کرو۔(۶۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا
وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۶۹

یقیناً جو ایمان لائے ہیں اور جو یہودی اور لامذہب اور نصرانی ہو گئے (غرض) جو بھی اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا، تو نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ ملول (غمگین) ہوں گے۔(۶۹)

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
وَ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ
رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا
كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾

یقیناً ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف بہت سے رسولؑ بھیجے۔ جب ان کے پاس کوئی رسولؑ ایسا حکم لیکر آیا جس کو ان کا جی نہیں چاہتا تھا، تو انہوں نے کسی گروہ کی تکذیب کی اور کسی گروہ کو قتل کر دیا کرتے تھے۔(۷۰)

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا
وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَ
صَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

اور انہوں نے گمان کیا کہ (ان پر) کوئی مصیبت نہ آئے گی۔ پس وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ پھر ان میں بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ دیکھنے والا تھا جو وہ کیا کرتے تھے۔(۷۱)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ
رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیحؑ ابن مریمؑ ہے۔ اور مسیحؑ نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ یقیناً وہ جو اللہ کے بارے میں شرک کرتا ہے، پس یقیناً اللہ نے جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے۔(۷۲)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ
لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ

وقف لازم

یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ سوائے معبودِ یکتا کے کوئی دوسرا معبود (خدا) نہیں ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اگر اس سے وہ باز نہ رہیں گے تو جو ان میں سے کفر پر رہیں گے تو ان کو دردناک عذاب ضرور پہنچے

اَلِیۡمٌ ﴿۷۳﴾

گا۔(۷۳)

اَفَلَا یَتُوۡبُوۡنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَہٗ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۷۴﴾

کیا وہ اللہ سے توبہ نہیں کرتے اور اس سے مغفرت (معافی) طلب نہیں کرتے جبکہ اللہ تو بڑا بخشنے والا رحیم ہے۔(۷۴)

مَا الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّہٗ صِدِّیۡقَۃٌ ؕ کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُبَیِّنُ لَہُمُ الۡاٰیٰتِ ثُمَّ انۡظُرۡ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۷۵﴾

مسیحؑ ابن مریمؑ بجز اس کے کچھ نہیں ہیں کہ وہ خدا کے رسولؐ ہیں ۔ یقیناً ان سے پہلے بھی بہت سے رسولؑ گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ صدیقہ ہیں۔ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھو ہم کیوں کر ان کے لئے نشانیاں (دلائل) کھول کر بیان کرتے ہیں۔ پھر تم یہ بھی دیکھو کہ وہ کدھر بہکے ہوئے جا رہے ہیں؟(۷۵)

قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا ؕ وَاللّٰہُ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۷۶﴾

(اے رسولؐ!) کہہ دو کیا تم خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرنا چاہتے ہو جو تمہارے نفع و نقصان پر قادر نہیں ہیں اور اللہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۷٦)

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوۡۤا اَہۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَ اَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا وَّ ضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ ﴿۷۷﴾ ع ۲۱/۱۴

(اے رسولؐ!) کہہ دو کہ اہلِ کتاب تم خلافِ حق اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو اور اس قوم کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا اور وہ راہِ راست سے دور جا پڑے۔(۷۷)

لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیۡسَی

بنی اسرائیل میں سے جو کافر ہو گئے ان پر داؤدؑ اور عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی زبانی لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے کہ

ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾

انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرتے تھے۔(۷۸)

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

جو بدی وہ کرتے تھے اس سے وہ دوسروں کو بھی منع نہیں کرتے تھے۔ البتہ جو وہ کرتے تھے وہ بہت بُرا تھا۔(۷۹)

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

(اے رسولؐ!) تم دیکھو گے بہت سے لوگوں کو کہ وہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ یقیناً وہ باتیں جو ان کے نفسوں (دلوں) نے ان کے سامنے پیش کی ہیں، وہ بُری ہیں۔ اس لئے خدا ان سے ناراض ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔(۸۰)

وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾

اور اگر وہ اللہ اور نبی اور جو کچھ اس پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے تو وہ ان (کافروں مشرکوں) کو اپنا یار نہ بناتے۔لیکن ان میں بہت سے بے دین ہیں۔(۸۱)

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

یقیناً بدترین دشمن مومنوں کا یہود اور مشرکین کو پاؤ گے اور یقیناً تم محبت میں زیادہ قریب مومنوں سے ان کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ (عیسائی) ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض علماء ہیں اور بعض درویش ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے ہیں۔(۸۲)

تفسیر سورۃ النساء

آیت ۱۴۸:

آیت اپنے معنی ومقصد کے اعتبار سے بالکل واضح ہے۔ اس کے باوجود اس کے معنی وتفسیر میں اختلاف ہے حتٰی کہ یہ لکھ دیا گیا ہے گیا کہ اگر میزبان مہمان کی خاطر خواہ تواضع نہ کرے تو مہمان کو حق ہے کہ وہ میزبان کو بدنام کرے۔ قرآن کبھی ایسی بد اخلاقی کی تعلیم نہیں دیتا۔ مہمان کا احترام وتواضع عادتِ عرب ہے۔ علاوہ بریں ہر مسلمان اپنا فریضہ سمجھتا ہے کہ مہمان نوازی کرے اور مسلمانوں نے ہمیشہ اس کام میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لی ہے۔ مگر اس آیت کے معنی کو اس طرف موڑ دینے کا مقصد یہی تھا تاکہ حقیقی معنی گم ہو جائیں۔ قرآن میں دوسری جگہ ہے۔ **وانتصروا من بعد ما ظلموا** (سورہ شعرا آیت: ۲۲۷)۔ (اور بدلہ لیا اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا۔) یعنی ظالم کے ظلم کو بیان کر کے مظلوم نے بدلہ لیا اور یہ حقِ مظلوم ہے۔ قرآن اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتا ہے اور عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔ کسی کو برا کہنا بد اخلاقی ہے، ظلم ہے۔ لہٰذا خدا نے اس کی ممانعت کی ہے۔ اس کو غیبت قرار دیا ہے مگر مظلوم کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو بالاعلان برا کہے تاکہ عوام اس کے ظالمانہ رویہ سے باخبر ہو جائیں اور اس مظلوم کی مدد کر کے اس کو ظالم کے چنگل سے بچائیں۔ حق کے ساتھ ہوں اور ناحق اور باطل کے خلاف ہو کر ظلم و جور کو دنیا سے ختم کرنے میں تعاون کریں۔ خدا کا یہ حکم اس کی عدالت پر مبنی ہے اگر وہ مظلوم کو بھی فریاد وفغاں اور ظالم کی بدگوئی سے روک دیتا تو پھر مظلوم کی کوئی مدد نہ کر سکتا کیونکہ کسی کو اس کی مصیبت کا علم ہی نہ ہوتا۔ یہ عدالت ہے اور اعلیٰ اخلاق کا درس ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مظلوم کو حق ہے کہ وہ ظالم کو نفرین کرے۔ قتادہؒ نے کہا کہ با آواز بلند کسی کو برا کہنا برا ہے لیکن مظلوم علانیہ ظالم کو برا کہہ سکتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: **ردالحجر من حیث اتاك فان الشر لا یدفعه الا الشر**۔ (پتھر جدھر سے آیا ہے اسی طرف پھینک دو کیونکہ شر کو شر ہی دفع کر سکتا ہے)۔

آیت ۱۴۹:

عفو کرنا۔ کسی کی خطا وظلم کو معاف کر دینا خوش اخلاقی و جرأت مردانہ ہے۔ **العفو عند القدرۃ افضل عن الکرم**۔ (خطا کو معاف کر دینا، باوجود قدرت انتقام نہ لینا، کرم کرنے سے افضل ہے)۔ رسول خداؐ کی حدیث ہے کہ **قولوا فی الفاسق مافیه یعرفه الناس ولا غیبة للفاسق**۔ (فاسق کے اندر جو برائیاں ہیں ان کو بیان کرو تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں۔ فاسق کو برا کہنے میں غیبت نہیں ہے۔) یعنی جو شخص اعلانیہ بُرے کام کرے اس

کی غیبت کرنا جائز ہے کیونکہ وہ خود اپنی برائی کو چھپانا نہیں چاہتا ہے۔

یہود انبیاءِ سابق کو مانتے تھے لیکن حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ خدا کا فرمان ہے کہ تمام انبیاء آدمؑ تا عیسیٰؑ اور تا محمدؐ سب میرے مقرر کردہ نبی ہیں۔ میرا پیغامِ توحید انہوں نے پہنچایا ہے۔ لہٰذا ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اہلِ اسلام تمام انبیاء کو مانتے ہیں اور حضرت محمدؐ کو آخری رسول اور ناسخِ ادیانِ سابقہ مانتے ہیں۔

آیت ۱۵۱:

خدا کی وحدانیت کا انکار کفر ہے اور تمام انبیاءؑ کی نبوت کا انکار بھی کفر ہے۔ اسی طرح حضرت محمدؐ کے خاتم ہونے کا انکار کفر ہے۔ انبیاء میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا کفر ہے۔ چنانچہ خدا نے فرمایا ہے کہ ان کے منکرین کے لئے عذاب ہے۔ سابقہ امتوں نے انبیاءؑ کے بارے میں اختلاف کیا اور عذاب کے مستحق ہوئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اہلِ اسلام مجموعی حیثیت سے تمام انبیاءؑ کی نبوت اور رسولوںؑ کی رسالت پر ایمان لائے ہیں اور انہوں نے مقصدِ خداوندی کو سمجھ لیا ہے کہ چونکہ تمام انبیاءؑ کا مقصد تبلیغِ توحید تھی اور سب خدا کے مقرر کردہ تھے لہٰذا ان میں سے ہر ایک حق پر تھا۔

آیت ۱۵۳:

یہود کے علماء و احبار حضرت محمدؐ سے مطالبہ کرتے تھے کہ جس طرح موسیٰؑ پر ایک دم توریت نازل ہوئی یا خطِ سماوی میں لکھی ہوئی الواح (تختیاں) موسیٰؑ پر نازل ہوئیں، اے محمدؐ اگر تم نبیِ خدا ہو تو تم بھی خدا سے دعا کرو کہ تم پر بھی ایک دم ایک کتاب نازل کردے۔ یہ مطالبہ کرنے میں کعب بن اشرف اور فخاض بن زورا پیش پیش تھے۔ تو اس آیت کے ذریعہ خدا نے ان کو جواب دیا اور اپنے محبوب رسول کو تشفی اور تسلی دی ہے۔

جو لوگ اے محمدؐ تم سے کتاب یکبارگی نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اب تو صرف کتاب کا ہی مطالبہ کر رہے ہیں تم سے پہلے تو حضرت موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا کہ وہ بچشم خود خدا کو ہی دیکھنا چاہتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے کافران گذشتہ کافروں کی اولاد اور ان کے طریقہ پر ہیں جب ہی تو یہ دانستہ نادان بن کر جاہلانہ سوال کرتے ہیں۔ کیا ان کو یاد نہیں ہے کہ ان کے اسلاف کو اس گناہ نے بجلی سے جلا دیا تھا۔ اس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ دیدارِ خدا کی تمنا بھی سببِ عذاب ہے نہ کہ خدا کے بچشم خود دیکھنے کے بعد ایمان لانا۔

ان آیات میں خدا نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمدؐ کو اس نافرمان قوم کے اطوار اور واقعات بتائے ہیں جن کا ذکر سورہ بقرہ میں آچکا ہے۔

آیت ۱۵۵:

خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔بعض افراد کے خیال میں یہ آتا ہے کہ خدا نے خود جب دلوں پر مہر لگا دی تو گویا خود ہی خدا نے ان کو مجبور کر دیا۔ اب وہ ایمان کیوں کر لا سکتے ہیں؟ اور کفر کو کیوں کر ترک کر سکتے ہیں۔ اس کا جواب اسی آیت میں موجود ہے کہ خدا نے ان کی اور ان کے اسلاف کی صدیوں کی نافرمانیاں بتائی ہیں:

(اول) دیدارِ خدا کا مطالبہ کرنا (دوم) بجلی سے جلنے کے بعد اور خدا کی واضح نشانی کو دیکھ کر بھی خدا کے منکر ہوئے اور بچھڑا پوجا۔ (سوم) موسیٰؑ کو غلبہ و تسلط ملا پھر بھی موسیٰؑ اور توریت کے منکر رہے۔ (چہارم) کوہِ طور کو خدا نے عوام کے سروں پر بلند رکھا اور موسیٰؑ سے عہد کیا مگر پھر بھی عہد کے منکر ہوئے۔ (پنجم) باب حطّہ سے داخل ہونے کا حکم دیا گیا اس کی خلاف ورزی کی۔ (ششم) یوم سبت یعنی روز ہفتہ کے بارے میں حکم دیا گیا اس کو بھی نہ مانا اور عہد کو بار بار توڑا۔ (ہفتم) آیاتِ خدا کا بار بار انکار کیا۔ (ہشتم) انبیاء کو قتل کرتے رہے۔ (نہم) جب ہدایت کی گئی تو کہہ دیا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں، ہم نہ سمجھیں گے۔ یہ تمام نافرمانیاں خدا نے دیکھیں اس کے باوجود بار بار خطاؤں کو معاف کیا۔

آیت ۱۵٦:

پھر بھی سرکشی کو زیادہ دیکھا تو آخر میں فرما دیا کہ اُن کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اے ہمارے حبیبؐ تم مغموم نہ ہو کہ یہ ایمان کیوں قبول نہیں کرتے۔ اب تو ہم نے ان سے توفیقِ ہدایت سلب کر لی ہے اور تم پر ان کے ایمان قبول کرنے یا نہ کرنے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اس موقع پر گذشتہ واقعات کی تکرار خدا نے صرف اس لئے کی ہے کہ حضرت محمدؐ کو تسلی و تشفی ہو جائے۔

قلیلاً یعنی کم کے معنی یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کم یہود ایمان لائیں گے۔ کیونکہ خدا ان سب کے بارے میں کہہ چکا کہ سب کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ یہاں قلیل سے مطلب ہے کہ بعض لوگ کچھ ایمان کی باتوں کو مانیں گے جیسے عزیرؑ کو خدا کا بیٹا نہ ماننا یا خدا کی ناقص وحدت یا بعض انبیاء کا اقرار وغیرہ مگر یہ ایمان کے لئے کافی نہیں ہے۔

خدا نے ان آیات میں یہود کی نافرمانیاں ظاہر کی ہیں۔ یہود نے موسیٰؑ کا انکار، بعد ازاں عیسیٰؑ کا انکار کیا اور بعد اس کے حضرت محمدؐ کا انکار کیا۔ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ اس لئے بار بار نافرمانیوں کی وجہ سے توفیقِ قبولِ ہدایت کو سلب کر لیا۔

یہود کی یہ نافرمانی بھی سببِ سلبِ توفیق ہے کہ انہوں نے حضرت مریمؑ پر حرام بچہ جننے کا الزام لگایا جبکہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا نے اپنی اظہارِ قدرتِ کاملہ کے لئے بن باپ کے پیدا کیا تھا۔ یہود نے اس سے انکار کیا اور عیسیٰؑ کی پاک دامن ماں پر ناجائز الزام لگایا۔ اس آیت سے حضرت مریمؑ کی عصمت وعفّت ظاہر ہوتی ہے اور عیسیٰؑ کا بن باپ کے پیدا ہونا قدرتِ خدا کو ظاہر کرتا ہے اور یہ آیتِ خدا کے انکار کو سببِ عذاب ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ عیسیٰؑ رسول اور نبی تھے اور ان کی ولادت خدا کی قدرت کی ایک نشانی تھی۔ اس آیت نے یہ بھی بتایا کہ کسی بھی پاک دامن پر بہتان لگانا سببِ ناراضگیِ خدا ہے۔

آیت ۱۵۷:

خدا نے اس آیت میں ظاہر کیا ہے کہ اگرچہ بظاہر عیسیٰؑ کی شبیہ کو سولی دی گئی تھی لہٰذا پہلا جرم تو یہود نے یہ کیا کہ قتلِ عیسیٰؑ کا ارادہ کیا۔ دوسرا جرم یہ کیا کہ عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد بھی وہ اس بات پر قائم رہے کہ عیسیٰؑ کو سولی دی گئی ہے۔ اس طرح وہ خدا کی قدرتِ کاملہ کے منکر ہوئے۔ یہ جرم بھی ایسا تھا کہ ان کے دلوں پر کفر کی مہر لگا دی جائے۔

یہ واقعہِ صلیب کا انکار نہیں ہے کہ یہودیوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ تو اپنا کام کر گئے۔ مگر خدا نے ان کو ان کے ارادہ میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ بلکہ عیسیٰؑ کو خدا نے اپنی ایک آیت (قدرت کا ثبوت اور نشانی) بنایا تھا لہٰذا ان کو آسمان پر اُٹھا لیا اور وہ زندہ ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی شبیہ جو قتل کی گئی اس کے بارے میں بہت اختلاف ہے مگر وہب بن منبہ کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے یہودیوں نے مناظرہ کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہود سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ تم نے اور تمہارے اسلاف نے خدا کی نافرمانیاں کیں اس لئے خدا تم کو دشمن رکھتا ہے۔ اس پر یہود غضبناک ہو گئے اور عیسیٰؑ پر حملہ کرنا چاہا۔ عیسیٰؑ ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ یہود تلاش میں رہے۔ آخر ایک جگہ عیسیٰؑ کا پتہ لگا۔ اس وقت عیسیٰؑ کے ساتھ سترہ (۱۷) حواری (اصحاب) تھے جو دعویٰ محبت کرتے تھے۔ عیسیٰؑ نے کہا: تم میں کون ایسا ہے کہ وہ میرے بدلہ قتل ہو اور میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ میرا ہم شکل ہو جائے۔ کوئی راضی نہ ہوا۔ صرف صطیانوش نے رضامندی ظاہر کی تو خدا نے اس کو عیسیٰ کا ہم شکل بنا دیا اور عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اُٹھا لیا۔ یہود جب اس مکان کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے صطیانوش کو قید کر لیا اور سولی دیدی اور مشہور کر دیا کہ ہم نے عیسیٰؑ کو سولی دیدی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ عیسیٰؑ میں عیسائی تو بہت تھے مگر مومنِ خالص صرف صطیانوش تھا۔ یہ واقعہ ہجرتِ حضرت محمدؐ سے مشابہ ہے کہ آپ نے دشمنوں میں گھر جانے کے بعد حضرت علیؑ سے

فرمایا کہ تم میرے بستر پر سو جاؤ، میں دشمنوں کے حملہ سے بچ جاؤں گا۔لہٰذا علیؑ سو گئے۔ اور رسول اللہؐ صحیح سالم مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ علیؑ نے رسول اللہؐ سے پوچھا تھا کہ میرے آپ کے بستر پر سونے سے آپ کی جان بچ جائے گی؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: ہاں۔ تب علیؑ نے کہا: الآن طاب الموت ۔(اب میرے لئے موت سببِ مسرت ہے)۔

آیت ۱۵۹:

خدا نے اس آیت میں زمانۂ رجعت کو بیان کیا ہے۔ مستند و متفق روایت ہے کہ عیسیٰؑ آسمان سے آئیں گے اور دجّال کو قتل کریں گے، تمام اہلِ کتاب عیسیٰ پر ایمان لائیں گے۔ وہ چالیس سال زندہ رہیں گے۔ ان کی وفات ہو گی تو مومنین نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ ان کے عہد میں امن وامان مکمل ہوگا۔ ابو ہریرہؓ نے بھی یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جب عیسیٰؑ کو دیکھنا تو یہ علامتیں ہونگی سرخ وسفید رنگ ہوگا۔ زلفوں میں ایسی چمک ہوگی کہ گویا پانی ٹپک رہا ہے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، کافروں سے جنگ کریں گے۔ بجز اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے گا۔ خدا نے اپنی کتاب میں اس کی خبر دی ہے۔ جب فرمایا: وان من اهل الكتاب إلّا ليومنن به۔ علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے سلیمان بن داؤد منقری نے ابی ثمالی سے اور اس نے شھر بن حوشب سے روایت کی ہے۔ ابن حوشب نے کہا کہ حجاج بن یوسف نے مجھ کو پرانے لباس میں دیکھا۔ سوال وجواب کے بعد مجھ کو خلعت دیا اور کہا کہ قرآن میں ایک مشکل پیش آ گئی ہے۔ سخت پریشان ہوں۔ اور آیت وان من اهل الكتاب الخ پڑھی اور کہا کہ میں یہود اور نصاریٰ کو قتل کرتا ہوں مگر کسی سے بھی ایمان کا کلمہ نہیں سنتا ہوں۔ پھر یہ قرآن میں کیا لکھا ہے؟ شھر بن حوشب نے کہا کہ اے امیر اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے عیسیٰؑ آئیں گے اور ہر اہلِ مذہب ان پر ایمان لائے گا اور عیسیٰ اپنی موت سے پہلے حضرت امام مہدیؑ ابن امام حسن عسکریؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حجاج نے کہا: تجھ پر وائے ہو تو نے یہ کس سے سنا ہے؟ شھر نے کہا محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے سنا ہے۔ حجاج نے کچھ دیر سر جھکایا، خاموش رہا پھر بولا کہ بیشک تو نے چشمۂ علم وحکمت سے سنا ہے۔ کلبی کہتا ہے کہ میں نے شھر سے کہا کہ تو نے کیوں محمد بن علی الباقرؑ کی تفسیر بیان کی؟ حجاج ان کا دشمن ہے۔ شھر نے کہا: اس لئے تا کہ حجاج غضبناک ہو۔ روایات صحیحہ میں ہے کہ وقتِ موت مومنین کے پاس حضرت محمدؐ اور ان کے نائب ائمہؑ آتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے حارث ہمدانی سے کہا:

یاحارث همدان من یمیت یرنی من مومن اومنافق
یعرفنی طرفه واعرفه بعینه واسمه و مافعلے

(اے حارث ہمدانی جو مرتا ہے مجھ کو دیکھتا ہے۔ وہ مومن ہو یا منافق ہو۔ وہ مجھ کو پہچانتا ہے اور میں اس کو پہچانتا ہوں۔ اس کی آنکھوں سے نام سے اور اس کے افعال سے۔) یعنی اس کے تمام افعال کا علم مجھ کو ہوتا ہے۔

آیت ۱۶۱:

معلوم ہوا کہ سودخوری سابقہ ادیان میں بھی ممنوع تھی۔

آیت ۱۶۲:

علماء توریت وانجیل وغیرہ جو صحیح طریقہ پر کتبِ سماویہ کو سمجھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے جیسے عبداللہ بن سلام اور اس کے اصحاب۔

جو تم پر نازل کیا گیا سے مراد قرآن کریم ہے۔

پہلے نازل کیا گیا سے مراد زبور، توریت اور انجیل ہے مگر غیر محرف نہ کہ موجودہ تحریف شدہ۔

معلوم ہوا کہ نماز ادیانِ سابقہ میں بھی فرض تھی اور یہ مراد بھی ہے کہ عہدِ رسول خداؐ میں بھی جو مومنین اہلِ کتاب ہیں وہ اعمالِ دین بجالاتے ہیں وہ اجر عظیم کے حقدار ہیں۔

آیت ۱۶۳:

نوحؑ نے پہلے سینکڑوں برس امت کو ڈرایا اور آخر میں ان کی انتہائی نافرمانی کی وجہ سے بددعا کی۔ چنانچہ امت ہلاک ہوگئی۔ زمین پر نوعِ انسانی کو دوبارہ پھیلانے کی وجہ سے نوحؑ آدم ثانی کہلاتے ہیں۔ آپؑ نو سو پچاس سال اپنی قوم میں رہے۔ ایک دانت نہیں ٹوٹا۔ بال سفید نہیں ہوئے۔ آدمؑ کے بعد نوحؑ صاحبِ شریعت ہوئے۔ وقتِ وفات فرشتۂ موت نے کہا: یا شیخ الانبیاء کیف وجدت الدنیا۔ (اے نبیوں کے شیخ آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟) جواب دیا: کدار له بابان دخلته باحدهما و خرجت من الاخر۔ (دنیا گویا ایک گھر دو دروازوں والا ہے کہ ایک در سے میں داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا)۔ نوحؑ نے امت کے ہاتھوں سینکڑوں برس سخت ظلم برداشت کیے ہیں۔

اسباط یعنی بارہ فرزندان مراد یعقوبؑ کے بارہ بیٹے۔

موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے درمیان والے لوگ توریت کے احکام پر عمل کرتے تھے اور توریت وانجیل کے بعد دوسری جامع کتاب نازل نہیں ہوئی۔ زبور جو حضرت داوٗدؑ پر آئی وہ احکام پر مشتمل نہ تھی بلکہ اس میں نصائح، دعائیں اور مواعظ ہیں۔ اسے داوٗدؑ خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ ایک دن رسول اللہؐ فضیلتِ علیؑ میں حدیث بیان فرما رہے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ روزِ قیامت خدا علیؑ کو وہ قدرت دے گا جو جبرائیلؑ کو دی ہے اور علیؑ کو آدمؑ کے نور سے دو

گنا نور دے گا۔ اتنا حُسن دے گا جو یوسفؑ کو دیا تھا۔ اور ایسی آواز دے گا جو داوٗدؑ کو دی تھی کہ علیؑ خطیب اہلِ جنت ہوں گے۔

آیت ۱۶۴:

حضرت موسیٰؑ سے خدا نے بذریعہِ درخت کلام کیا۔ ان آیات میں انبیاءؑ کی نبوت کا اظہار ہے۔

آیت ۱۶۵:

قرآن سے یہ بات واضح ہوتی ہے اور اس آیت سے بھی یہی امر معلوم ہوتا ہے کہ بعض انبیاءؑ تو عذاب خدا سے ڈرانے والے آئے اور لوگوں کو اللہ کی نافرمانی سے روکا اور جب وہ باز نہ آئے تو خدا سے ان کے لئے عذاب کی بددعا کی۔ اس لئے کہ ان کا کام ہی ڈرانا تھا اور اگر امت نہ مانے تو عذاب کی بددعا کرنا یا خود خدا کے ذمہ ان کی سزا و جزا کا چھوڑ دینا تھا۔ بعض انبیاءؑ بشارت دینے والے تھے۔ وہ خدا کی نعمات کو یاد دلاتے تھے۔ نعماتِ اخروی کو جتاتے تھے اور لوگوں کو اطاعتِ خدا کی ہدایت کرتے تھے۔ مگر امت والے نہ مانتے تھے تو انبیاءؑ ان کو خدا کے حوالے کر دیتے تھے کہ خدا جو چاہے سزا و جزا دے۔ مگر خدا ان کے بعد دوسرے ڈرانے والے انبیاءؑ مبعوث کر دیتا تھا۔ خدا کا رحم وکرم اس بات کا مقتاضی تھا کہ اس کے بندے اس کے اطاعت گزار ہو جائیں اور اس کی نعماتِ دنیا و آخرت کے حقدار بن جائیں۔ آخر میں حضرت محمدؐ کو خدا نے دونوں صفات یعنی ڈرانے والا اور بشارت دینے والا (نذیر و بشیر) بنا کر بھیجا لہٰذا حضرت محمدؐ نے تقویٰ کا حکم بھی دیا اور نعماتِ جنت کی بشارتیں بھی دیں۔

اللہ تعالیٰ اس سے منزہ و پاک ہے اور اس سے بلند ہے کہ وہ مخلوقات کو خود بہ نفسِ نفیس اپنی اطاعت کے راستے بتائے البتہ اس نے اپنی رضا و خوشنودی کے راستے انبیاءؑ کے ذریعہ لوگوں کو بتائے۔ اگر مخلوق ہوتی اور راہِ خدا بتانے والا کوئی نہ ہوتا تو اس زمانے کے لوگ کہہ سکتے تھے کہ اے خدا ہم نے جو بداعمالی کی تو ہم یہ جانتے ہی نہ تھے کہ کون سا فعل وعمل تیرے حکم کے خلاف ہے کیونکہ کوئی راہِ راست کا بتانے والا نہ تھا۔ لہٰذا خدا نے اپنی حکمت سے سب سے پہلے انسان کو نبی بنایا اور وہ آدمؑ تھے اور یہ کہہ دیا کہ اس آدمؑ کو اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں۔ اس کے حکم کی اطاعت بس میری اطاعت ہوگی۔ اسی طرح تمام انبیاءؑ اور آخر میں حضرت محمدؐ کے لئے خدا نے کہہ دیا کہ محمدؐ کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اب انسان کی حجت یا کوئی دلیل خدا پر باقی نہ رہی۔

آیت ۱۶۶:

اس آیت نے رسول اللہؐ کی رسالت، قرآن کے کتابِ خدا اور قرآن کا علمِ خدا ہونا ظاہر کیا ہے اور اس پر دو گواہ بھی دیئے ہیں۔ اوّل خود گواہی دی اور پھر ملائکہ کو گواہی میں پیش کیا۔ اب اگر کوئی قرآن کا انکار کرتا ہے تو وہ خدا اور ملائکہ کو

جھٹلاتا ہے اور مستحقِ عذاب ہو جاتا ہے۔ ایک دن علماءِ یہود خدمتِ رسول اللہؐ میں آئے۔ رسول اللہؐ نے کہا کہ تم لوگ میری نبوت سے اچھی طرح واقف ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ واقف نہیں ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ خدا نے قران میں متعدد جگہ اپنی گواہی دی ہے مثلاً اپنی وحدانیت پر شھد اللہ انّہٗ لا الٰہ الا ھُو (سورہ آل عمران آیت ۱۸)۔ نبوتِ حضرت محمدؐ پر وارسلنٰك للناس رسولاً وکفیٰ باللہ شھیداً (سورہ نساء آیت ۷۹)۔ افعالِ بندگان پر واللہ شھید علیٰ ما تعملون (سورہ آل عمران آیت ۹۸)۔ تمام موجودات پر اولم یکف بربّك انّہٗ علیٰ کُلّ شھید (سورہ حم سجدہ آیت ۵۳)۔ کذبِ منافقین پر واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون (سورہ منافقون آیت ۱)۔ شریعت محمدؐیہ پر قل اللہ شھیدٌ بینی وبینکم (سورہ انعام آیت ۱۹)۔ صحتِ قران پر لکن اللہ یشھد بما انزل الیك (سورہ نساء آیت ۱۶۶) وغیرہ۔

آیت ۱۶۷:

ان لوگوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے بشارتِ بعثتِ حضرت محمدؐ کو کتب سماویہ میں دیکھ کر بھی لوگوں کو اطاعتِ محمدؐ سے روکا۔

آیت ۱۷۰:

اس آیت میں حضرت محمدؐ کی رسالت کا اظہار ہے۔ حق سے مراد قران ہے اور اطاعتِ امام حضرت علی علیہ السلام۔ احادیث میں بکثرت ذکر ہے کہ بغیر معرفتِ امام دین نہ ہوگا۔ حدیث رسول اللہؐ: من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ۔ (جو مر گیا اور اس نے امامِ زمانہ کو نہیں پہچانا تو وہ حالتِ کفر پر مرا۔) خدا مسلمانوں کو اس بارے میں اختلاف سے محفوظ رکھے۔ تمام ادیان ختم ہو جائیں گے مگر دینِ اسلام باقی رہے گا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: یھلك اللہ فی زمانہ الملل کلھا اِلّا الاسلام۔ [(زمانہ رجعت میں جب عیسیٰؑ اور امام مہدیؑ آئیں گے تو) اللہ ایک زمانہ میں تمام ادیان کو فنا کر دے گا اور صرف دینِ اسلام باقی رہے گا]۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

آیت ۱۷۱:

خدا نے اہلِ کتاب کو ہدایت کی ہے کہ تم تین خداؤں اور معبودوں کے قائل نہ ہو۔ نصاریٰ کہتے تھے کہ معبود تین ہیں۔ (ا) اقنوم الاب یعنی ذاتِ خدا (ب) اقنوم الابن یعنی علم (ج) اقنوم روح القدس یعنی حیات۔ اسی کو وہ اقانیم ثلاثہ کہتے تھے تو خدا نے ہدایت کی کہ ان تینوں کو چھوڑو اور خدائے واحد کو معبودِ حقیقی جانو۔ یہ تین تین خدا بنانا تمہارا لغو اور بے کار ہے اور واحد خدا کو تسلیم کرنا حق پرستی ہے۔

(ا) عیسیٰؑ کے لئے کو خدا نے بتایا کہ وہ اللہ کا رسول ہے (ب) اللہ کا کلمہ یعنی ذریعہِ معرفت ہے اور اس کا حکم ہے کہ

خدا نے اسے بغیر باپ کے اپنے حکم سے پیدا کیا ہے (ج) اللہ نے اپنی قدرت سے عیسیٰؑ کو روح بنایا۔ خود عیسیٰؑ کی ولادت بذریعہ روح ہوئی مردوں کو زندہ کرنا بوجہ روح کے تھا۔ جبرئیلؑ نے مریمؑ میں جو روح پھونکی وہ خدا کی خاص طور پر بنائی ہوئی روح تھی لہٰذا اس کو تم خدا نہ کہو؟ روح وکلمہ اور خدا کا رسول کہو تو تم حق پر ہو گے اور کفر سے محفوظ رہو گے۔

بیٹا لوازمِ بشری میں داخل ہے اور بیٹے سے نسل باقی رہتی ہے۔ بیٹا زن وشوہر کے تعلقات سے پیدا ہوتا ہے۔ خدا ان باتوں سے پاک ہے۔ اب رہا ملکیت کا تعلق تو ہر شئے کا خدا خالق ہے اور مالک ہے۔ اس لئے عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہو تو یہ غلط ہے۔

آیت ۱۷۲:

نصاریٰ نجران کے علماء نے کہا کہ اے محمدؐ آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ خدا کا بندہ ہے تو بندگی تو ذلت وعار ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اللہ کی بندگی ذلت وعار نہیں ہے۔ خدا کی بندگی کو کوئی عار وذلت نہیں سمجھتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس کو نہ عیسیٰؑ عار وذلت جانتے تھے بلکہ ملائکہ باوجود اعلیٰ مخلوق ہونے کے خدا کی غلامی اور اطاعت کو ذلت نہیں سمجھتے ہیں بلکہ عزت جانتے ہیں۔

خدا ورسول کا انکار کفر ہے۔ اس آیت نے ظاہر کیا کہ عبادت، نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ، خمس وجہاد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر غرض جو کام بھی عبادتِ خدا میں شامل ہیں، ان کا انکار سببِ ناراضگیِ خدا ہے۔ اسی طرح تکبر وغرور کرنا بھی خدا کو پسند نہیں ہے۔ وہ روزِ حشر اس کی سزا دیگا۔ عبادتوں سے اعراض کرنے والوں اور تکبر کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب تجویز کیا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ کے مسلمان خود غور کر لیں کہ ان میں ترکِ نماز وعبادت کی عادت تو نہیں ہوگئی ہے یا ان کے نفس میں غرور وتکبر کا مرض تو پیدا نہیں ہو گیا ہے۔ بہرحال حقیقت یہی ہے کہ مسلمانوں میں یہ مرض عام ہو گیا ہے۔ خدا ان کو توفیقِ نیک دے اور عذابِ دنیا وآخرت سے بچنے کی ہدایت کرے۔

آیت ۱۷۴:

قرآن میں لفظ ولی بار بار آیا ہے۔ ایک موقع پر خدا نے فرمایا ہے **انما ولیکم اللہ والرسولہٗ** الخ (سورہ مائدہ آیت ۵۵)۔ (سوائے اس کے نہیں ہے کہ اے لوگو تمہارا ولی خدا ہیں اور اس کا رسول ہے اور وہ ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں)۔ خدا نے ولایت (حکومت) کو محدود ومنحصر کر دیا ہے۔ ولایت کائنات اور تمام عالموں کی موجودات کے نظام کی نگرانی وبقا حقیقی معنی میں ولایت ہے۔ اگر خدا کی ولایتِ مطلقہ نہ ہو تو عالمین وکائنات عالمِ لاہوت وملکوت وناسوت فنا ہو جائیں اور اگر ولایت (حکومت) امام زمانہ نہ ہو تو فیوضِ مادی وروحانی فنا ہو جائیں۔ خدا نے قرآن میں جہاں کہیں ولایت یا ولی ہونے کا ذکر کیا ہے اس سے

یہی مراد ہے۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ الذین یومنون ویقیمون الصلوٰۃ و ھم را کعون۔ میں صرف حضرت علیؑ نے حالتِ رکوع میں انگشتری سائل کو مسجد نبوی میں دی تھی اور اس آیت سے ولایت علی مرتضیٰؑ کا اظہار کیا گیا ہے۔

آیت ۱۷۴:

برھان من ربکم۔ خدا کی طرف سے دلیل سے مراد ذاتِ حضرت محمدؐ اورقرآن ہے۔ کیونکہ خدا کی دلیل و حجت ہے اور حضرت محمدؐ اس برہانِ خدا کے وارث اور مُبلّغ ہیں۔

حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ برہان سے مراد حضرت محمدؐ ہیں اور نورِ مبین (یعنی کھلا ہوا، واضح) سے مراد ذاتِ علیؑ ابن ابی طالب امامِ امت ہے کیونکہ حیات نبوی میں مجاہد اعظم وبعد رسولؐ آیاتِ خدا اور احکامِ قرآن کے وارث اور اس کے بیان کرنے والے حضرت علیؑ ہیں۔

آیت ۱۷۵:

خدا پر ایمان اول چیز ہے اور اس کے بعد نورِ مبین سے تمسک لازمی ہے۔ اگر یہ دونوں کسی کے دل میں نہیں ہیں تو نہ ایمان حاصل ہوگا اور نہ نورِ مبین اور نہ فضل و رحمت کا حقدار ہوگا اور نہ صراطِ مستقیم کی طرف اس کی ہدایت ہوگی۔ صراطِ مستقیم وہی ہے جس کا ذکر سورۃ الحمد میں ہے اھدنا الصراط المستقیم (ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت فرما) صراط الذین انعمت علیھم غیرالمغضوب علیھم ولا الضآلین۔ (ان ہی لوگوں کی راہ کی ہدایت فرما جن پر تو نے انعام فرمایا اور ان پر کبھی غضب نہیں کیا گیا اور نہ وہ کبھی گمراہ ہوں گے) اور یہ لوگ صرف اور صرف تمام انبیاءِ کرام، حضرت محمدؐ اور ان کی آل اطہار ائمہ اثنا عشرؑ ہیں۔

آیت ۱۷٦:

کلالہ وہ مرد یا عورت ہے کہ جس کے نہ اولاد ہو نہ والدین حیات ہوں۔

احکامِ میراث پہلے بھی قرآن میں بیان ہو چکے ہیں ان میں دیگر ورثاء کا بھی ذکر تھا۔ قرآن تا قیامت باقی رہنے والا قانون ہے اور ایسا صحیح قانون ہے کہ اس سے بہتر قانونِ اصلاحِ معاشرہ دنیا کی کوئی جماعت نہیں بنا سکتی۔ اگر قرآن کے ان احکام پر بہ صدقِ دل عمل کیا جاتا تو معاشرہ کی لاتعداد برائیاں ختم ہو جاتیں اور خود مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے ان احکام پر عمل کرتے تو تباہ و برباد نہ ہوتے۔ خدا تو یوں خوش ہوتا کہ اس کی اطاعت کی اور اقرباء اس لئے راضی ہوتے کہ ان کے ساتھ انصاف کیا۔ عوام اس لئے مداح ہوتے کہ حقدار کو اس کا حق دیا گیا اور

خود صاحبِ معاملہ حکومت کی عدالتوں کی ظلم وستم کا شکار نہ ہوتا۔ نہ ہی لاتعداد روپیہ اپنی حیثیت سے زیادہ مقدمہ بازی میں صرف کرتا اور اس طرح وہ تباہ کاری سے محفوظ رہتا۔ مگر یہ سب اسی وقت ممکن تھا کہ مسلمان خدا کو حاضر و ناظر سمجھتا اور اپنی غرضِ خلقت اور اپنی آخرت کا اس کو یقین ہوتا۔

تفسیرِ سورۃُ الْمَآئِدَۃ

آیت ا:

اوفوا بالعقود تم اپنے معاہدے پورے کرو۔ یہ خطاب مومنین سے ہے۔ عہد بہت قسم کے ہیں۔ اول خدا سے عہد ہے کہ اس کے احکام کی اطاعت کی جائیگی۔ پھر احکام شریعت کی پابندی ہے۔ پھر باہمی معاملات میں ایفاءِ عہد ہے۔ پھر معاملاتِ رہن وبیع ومناکحت ووصیت ومیراث وامانات یہ سب وفائے عہد میں شامل ہیں۔ اگر اہلِ دنیا عموماً اور اہلِ ایمان خصوصاً اس آیت پر بخلوصِ نیت عمل کرتے رہتے اور آئندہ عمل کرتے رہیں تو معاشرہِ انسانی و اسلامی امن وامان وصلح وامن کا گہوارہ بن جائے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اپنے دامن کو ان جواہر سے خالی کر دیا اور دوسری اقوام و مذاہب کی پیروی میں اپنے لئے زندگیٔ دنیا کو عذابِ جان بنا لیا اور عاقبت میں تو عذابِ الٰہی یقینی ہے کیونکہ خلافِ عہد افعال بجالا کے خدا کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔

شریعتِ اسلامی کا اصل مقصد یہی ہے کہ حلال وحرام کو بتایا جائے۔ حیوانات میں چوپائے حلال ہیں مگر سب نہیں۔ مفسرین اور علماءِ اسلام نے احادیثِ رسولؐ اور ائمہ ہدیٰ، کے اقوال سے استنباط کر کے نتائج نکالے ہیں اور یہ تفصیل حلال وحرام جانوروں کو بتایا ہے۔ چنانچہ حلال چوپاؤں اور حلال پرندوں کی پانچ پانچ نشانیاں ہیں۔ حلال چوپاؤں کی نشانیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) اس کے کُھر پھٹے ہوئے ہیں۔ (۲) مادہ کے کھیری ہوتی ہے یعنی ایک ہی مقام پر دو یا چار نپل۔ (۳) بیٹھتے وقت اگلا پیر نیچے کرتا ہے بعد میں پچھلا دھڑ نیچے کرتا ہے اور اٹھتے وقت پہلے نچلا دھڑ اٹھاتا ہے اور بعد میں اگلا حصہ۔ (۴) جگالی کرتا ہے۔ (۵) دانت انسانوں کی طرح ہوتے ہیں نہ کہ نکیلے۔

حلال پرندوں کی مندرجہ ذیل پانچ نشانیاں ہیں۔

(ا) چونچ سیدھی ہوتی ہے۔ (۲) اڑتے وقت تیزی سے پردوں کو اوپر نیچے کرتا ہے۔ (۳) پیروں پر خار ہوتا ہے۔ (۴) پوٹا رکھتا ہے۔ (۵) اس کے انڈے ایک طرف سے نسبتاً نوکیلے ہوتے ہیں۔ جن جانوروں یا پرندوں میں تمام پانچوں نشانیاں پائی جائیں وہ حلالِ مطلق کہلاتے ہیں۔

موقع حج پر حالتِ احرام میں حلال جانوروں کا شکار کرنا اور کھانا ممنوع ہے۔

یحکم ما یرید۔ خدا حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے ارادہ کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کے ماننے والے اس کے حکم کو بے چون و چرا تسلیم کر لیں اور خدا اپنی حکمت کے مطابق جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

آیت ۲:

شعائر اللہ۔ مناسک اور ارکانِ حج جیسے طوافِ کعبہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا اور قیامِ منیٰ و عرفات وغیرہ حتیٰ کہ رمی الجمرات یہ سب احکامِ خدا ہیں۔ لہٰذا خدا کے شعائر میں ان کا احترام فرض ہے۔ حضرت علیؑ سے اس آیت کا سببِ نزول یہ لکھا گیا ہے کہ حطم بن ہند ایک بد زبان، بد باطن عرب تھا۔ خدمتِ رسول خداؐ میں آیا۔ پوچھا کہ آپ دینِ اسلام میں کیا تعلیم دیتے ہیں؟ رسول خداؐ نے توحیدِ خدا، اپنی نبوت اور نماز و زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ وہ چلا گیا اور مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر ہنکا لے گیا۔ جب دوسرے سال رسولِ خداؐ عمرۂ قضا کے لئے مکہ گئے تو منزل تنعیم پر یمامہ حجاج کی تلبیہ کی آواز آئی۔ حطم ان میں موجود تھا اور غارت کردہ اونٹوں کو ان کی گردنوں میں قلادے ڈال کر کعبہ کی نذر کو لایا تھا۔ اصحابِ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ حکم ہو تو اس کو قتل کر کے اپنے اونٹوں کو واپس لے لیں۔ تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ حرم کعبہ میں جدال ممنوع ہے۔ پھر ماہ حرام میں بھی جنگ کا حکم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ اونٹ شعائر خدا ہیں۔ لہٰذا تم لوگ خاموش رہو۔ اصحاب نے عرض کیا کہ ہم لوگ قبلِ اسلام ایسا کرتے تھے۔ مگر رسول خداؐ نے اصحاب کو روکے رکھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ محترم مہینے رجب، ذی قعدہ، ذالحجہ اور محرم ہیں جن میں قتال ممنوع ہے۔

یہ آیت فتح مکہ پر نازل ہوئی تھی۔ جب رسولِ خداؐ کعبہ میں موجود تھے۔ مشرک عرب حج کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اصحاب نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ ہم لوگ ان کو روک دیں۔ اس پر رسول اللہؐ نے منع کیا اور مشرکین کو بھی آنے کی اجازت دی اور خدا نے رسول اللہؐ کی تائید اس آیت سے کی۔

روزِ فتح مکہ ابوسفیان کے حلیف ایک مسلمان کو لوگوں نے قتل کر دیا۔ رسول خداؐ کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا: **لعن اللہ علی من قتل بدخیل الجاهلیة**۔ (خدا کی لعنت اس پر ہو جو عہد جاہلیت کے کینہ کی وجہ سے کسی کو قتل کرے)۔ بعض مفسرین نے اس آیت کو منسوخ بتایا ہے اور کہا ہے کہ آیت **اقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم**۔ (سورۂ نساء، آیت:۸۹)۔ (مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو) اس کی ناسخ ہے مگر حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ کوئی آیت اس میں کی منسوخ نہیں ہے۔ البتہ ایام حج میں کافروں سے ابتدائے جنگ ممنوع ہے اور رسول خداؐ نے فرمایا کہ **حللوا حلالها و حرموا حرامها**۔ [اس کے (بتائے ہوئے) حلال کو حلال کرتے ہیں اور حرام کو حرام کرتے ہیں]۔

خدا نے سخت عذاب کا وعدہ کیا ہے اُن لوگوں سے جو ظلم و تعدی اور ستم کرتے ہیں اور ظلم کرنے میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔ گویا ظالم کے مددگار بھی ظالم کے شمار میں ہیں خدا کا حکم ہے کہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ نیکی پر مدد کرنے والا بھی چونکہ عملِ نیک کر رہا ہے لہٰذا ثواب کا مستحق ہے اور نیکی کے کاموں میں مدد کرنا اور برے کاموں اور ظلم ستم کے کاموں میں ظالم کی مدد نہ کرنا حکمِ خدا ہے اور اس پر تاکید ہے کہ تم ڈراؤ تا کہ حکم کی خلاف ورزی نہ ہو سکے۔

آیت ۳:

ان آیات میں ذبیحہ جانوروں کے حلال اور حرام ہونے کو بتایا گیا ہے۔ ان آیات میں دیگر حرام و حلال اشیاء خوردنی کا ذکر نہیں ہے۔ مگر اہل ایمان کو ان آیات کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہو جانا چاہئے کہ خدا چاہتا ہے کہ اس کا بندہ حرام اشیاء کو نہ کھائے اور پاک و حلال اشیاء کو اپنی غذا بنائے۔ اول تو یہ کہ جتنے طریقے ان آیات میں حرام ذبیحہ کے لئے ذکر کیے گئے ہیں وہ صحتِ انسان کے لئے مضر ہیں اور سببِ امراض مختلفہ ہیں۔ دوسرے حرام و نجس اشیاء کے کھانے کے بعد انسان کی روح میں نجاست اور گندگی ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ اس سے اطوار و افعالِ بد کا صادر ہونا یقینی ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسی اقوام آج بھی موجود ہیں جو زہریلے جانوروں، سانپ، مینڈک، چوہا وغیرہ کو کھاتی ہیں مگر آپ ان کی زندگی کے حالات معلوم کیجئے تو پتہ چلے گا کہ وہ حیوان نما انسان سے زیادہ کچھ نہیں ہیں اور ان کے افعال بد سے بدتر ہیں۔ تو خدا نے تمام مضرِ صحت و مخربِ اخلاق اشیاءِ کو حرام کر دیا ہے۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں حرام و حلال بتایا گیا ہے۔ علماءِ اسلام نے بہ تفصیل اشیاءِ خوردنی و نوشیدنی اور استعمالی کے بارے میں بتایا ہے کہ کون سی حلال ہے اور کون سی حرام۔ خداوندِ عالم مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی زندگی و معاشرہ کو حرام اشیاء استعمال نہ کر کے پاک و صاف رکھیں اور اطاعتِ حکمِ خدا کر کے دنیا و دین کی فلاح حاصل کر سکیں۔

حیواناتِ شکار کردہ کا تذکیہ حکم اسی لئے ہے کہ ناپاک و حرام شئے مسلمان کے شکم میں نہ جائے۔ شکاری جانور جو سدھایا ہوا ہو جب وہ شکار کرے اور شکار میں جان باقی ہو تو خدا کا نام لے کر اس کو ذبح کیا جائے۔ حضرت علیؑ و ابن عباسؓ و امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ **ان ادنی ما یدریك الزکوٰۃ و ھو یتحرك ذنبہ او رجلہ او یتطرف عینیہ**۔ (سب سے ادنیٰ تذکیہ حیوانِ شکار شدہ یہ ہے کہ اس کی دم ہلتی ہو یا پیروں میں حرکت ہو یا آنکھوں کو گھما سکتا ہو)۔ اور وہ خدا کے نام لے کر ذبح ہو نہ کہ بتوں کے نام پر یا تیروں کے جوئے وغیرہ کے نام پر ذبح ہو جو فسق ہے یعنی حدودِ ایمان سے خارج ہے۔

اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر مسلمان حرام اشیاء کو چھوڑ دیں گے اور حلال اشیاء کو استعمال کریں گے تو ان کا مطلق تعلق کفار سے نہ رہے گا اور مسلمان اور دشمنان اسلام کافر دو جدا قومیں ہوں گی۔ لہٰذا کافروں کو یقین ہو

جائے گا کہ اب مسلمان ہم سے کبھی نہ مل سکیں گے اوراُن پر مایوسی طاری ہو جائے گی۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت رسول اللہؐ کے حجۃ الوداع میں نازل ہوئی۔ رسولِ خداؐ نے حج سے واپسی کے وقت مسلمانوں کے کثیر مجمع کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ ان میں کوئی غیر مسلم نہیں ہے کم از کم تعداد چالیس ہزار لکھی ہے اور زیادہ تعداد ایک لاکھ سے زیادہ بتائی گئی ہے۔ اکملت لکم الخ کی تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ معنی یہ ہیں کہ خدا نے فرمایا کہ آج میں نے کامل کر دیا مسلمانوں کے لئے فرائض، واجبات، حدود شریعت، حلال وحرام اور آج کے بعد یہ منسوخ نہ ہوں گے۔ ابن عباسؓ اور سدیؒ نے یہی کہا ہے۔ بیہقی اور نسائی نے کہا کہ اس کے بعد حلال وحرام کے بارے میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد رسول خداؐ اکیاسی دن زندہ رہے۔ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر مقامِ غدیرِ خم پر رسول اللہؐ نے خطبہ فرمایا اور اس میں حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان کیا اور جب اعلان ہو چکا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس پر رسول خداؐ نے فرمایا: اللہ اکبر الحمد للہ علی اکمال الدین واتمام النعمۃ و رضا الرب برسالتی و بولایۃ علی ابن ابی طالب۔ (اللہ بزرگ و برتر ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ دین کے کامل ہونے پر نعمات کے پورا ہونے پر۔ میری رسالت پر خدا کی رضامندی پر اور علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت پر۔) اس کے بعد فرمایا: من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔ (میں جس کا مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے۔ اے خدا تو ولی یعنی دوست اور سرپرست ہو اس کا جس کا ولی علیؑ ہو اور تو دشمن ہو ان کا جس کا علیؑ دشمن ہو اور تو چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے۔) راویانِ حدیث کا سلسلہ طویل ہے۔ آخر میں ابوسعید خدریؒ راوی ہیں کہ انہوں نے جابر انصاریؓ سے سنا۔ کہ جب رسول اللہؐ ولایتِ علیؑ کا اعلان کر چکے تو یہ آیت نازل ہوئی اور عبارتِ سابقہ کو نقل کیا ہے۔ طارق بن شہاب نے نقل کیا ہے کہ ایک عالمِ یہود حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ تمہارے نبی پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ اگر ہمارے دین میں نازل ہوتی تو ہم اس کے یومِ نزول پر عید منایا کرتے۔ تم بتا سکتے ہو وہ کونسی آیت ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ہے الیوم اکملت لکم الخ۔

آیت ۴:

سدھایا ہوا شکاری جانور جو شکار کرے تو اس کو خدا کا نام لے کر ذبح کرنا ضروری ہے۔ اس کی تاکید کے لئے مکرر حکم دیا گیا ہے۔

آیت ۵:

اہلِ کتاب کے ساتھ خورد ونوش و مناکحت جائز ہے۔ اس بارے میں مفسرین نے حسبِ عادت اختلاف کیا

ہے۔ اگر اہلِ کتاب بھی نام خدا پر ذبح کرتے تھے تو ان کا ذبیحہ حلال تھا۔ وہ بھی خدا کی عبادت کے لئے طہارت کے عادی تھے مگر اب اہلِ کتاب، اہلِ کتاب نہیں ہیں بلکہ کھلے ہوئے مشرک اور کافر ہیں لہٰذا ان کے ساتھ یا ان کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن میں فرمایا ہے انما المشرکین نجس۔ (مشرک یقیناً نجس ہیں)۔ (سورۃ توبہ، آیت: ۲۸)

مسلمان پاک عورتیں صرف مسلمانوں کے لئے حلال ہیں اور اہلِ کتاب عورتیں اہلِ اسلام کے لئے حرام ہیں مگر جب غرض پاک دامنی ہو اور نکاح ہو اور مہر کی ادائیگی ہو اور وہ اہلِ کتاب عورت اپنی شریعت پر ہو نہ کہ مشرک ہو تب اس سے نکاح جائز ہے۔ لا تنکحوا المشرکات۔ (سورۃ بقرہ، آیت: ۲۲۱) (مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو) حکمِ خدا ہے۔

آیت ۶:

امام محمد باقرؑ سے عرض کیا گیا کہ ہم کو رسولِ خداؐ کا طریقہِ وضو سکھا دیجئے۔ تو امامؑ نے ایک ظرف میں پانی لیا اس میں سے ایک چلو پانی لے کر اس کو داہنے ہاتھ سے اپنے چہرہ پر ڈالا اور منہ دھویا۔ پھر بائیں چلو میں پانی لیا اور اس کو داہنی کلائی پر ڈالا اور کہنی سے انگلیوں تک ہاتھ دھو ڈالا۔ اس طرح کہ ہاتھ کو کہنی سے نیچے کی طرف لائے اوپر کو نہیں لے گئے۔ پھر دائیں چلو میں پانی لے کر بائیں ہاتھ کی کلائی پر ڈالا پھر کہنی سے انگلیوں تک دھویا اس طرح جس طرح داہنے ہاتھ کو دھویا تھا۔ پھر اسی پانی کی تری سے سر کے اگلے حصّہ کا مسح کیا۔ اور اسی پانی کی تری سے دونوں پاؤں کا مسح کیا۔

نماز صحیح ادا کرنے کے لئے وضو لازم ہے۔ بغیر وضو کے نماز ہی نہ ہوگی اور وضو کا حکم تو قرآن میں صریحی ہے مگر مفسرین کے اختلاف نے مسلمانوں کی اس بنیادی عبادتِ وضو کو بھی خراب کر دیا۔ میرے پیش نظر جو تفاسیر ہیں کلامِ خدا کی اصل غرض اس بحث میں گم ہو گئی ہے۔ خدارا اہلِ اسلام اپنی عبادت کو اختلاف کا ہدف نہ بنائیں اور اپنے پیشِ نظر صرف خوشنودیِ خدا اور تعمیلِ ارشادِ ربّانی کو رکھیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ھذا وضو لا یقبل اللہ الصلوٰۃ الّا بہ۔ (یہ وضو ہے کہ اللہ نماز کو قبول نہیں کرتا مگر بعد وضو کرنے کے)۔ ترجمہ قرآن سے تو یہ معلوم ہوا کہ چہرہ اور ہاتھوں کا غسل مطلوبِ خدا ہے اور سر اور پیر کے پنجوں کا ٹخنہ تک مسح مقصدِ خدا ہے۔ پیر دھونے کا مطلب نہ معلوم کہاں سے لیا گیا ہے؟ احادیث مختصر ملاحظہ فرمائیں تفسیر مواہب الرحمٰن مولفہ سید امیر علی صاحب صفحہ ۵۷ پارہ ۶۔ بریدہؓ نے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے۔ جس روز فتح مکہ ہوا تو آپؐ نے وضو کیا اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا اور نمازوں کو ایک ہی وضو سے ادا کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ آپ نے ایسی بات کی جو آپ کبھی نہیں کرتے تھے۔ تو فرمایا: اے عمر میں نے اس کو عمداً کیا ہے (رواہ مسلم و احمد و اہل السنن)

اور یہ حدیث متعدد طریق سے مروی ہے۔ صفحہ ۵۹ حافظِ حدیث ابن حجر نے کہا کہ صحابہ میں سے کسی سے پاؤں دھونے میں اختلاف ثابت نہیں سوائے حضرت علیؑ و ابن عباسؓ و انس بن مالک کے۔ ان سے مسح کا قول ملتا ہے۔ ابن کثیر نے کہا: سلفِ صالحین سے بعض ایسی روایات مروی ہیں جن سے وہم ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی پاؤں پر مسح کے قائل تھے۔ واضح رہے کہ تفسیرِ قرآن میں حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ سے زیادہ کوئی بھی معتبر نہیں ہے۔ لہٰذا پاؤں کا مسح ثابت ہے۔ ابن کثیر نے بہ اسناد ابن جریرؒ حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ قرآن میں مسح نازل ہوا۔ یعنی قرآن میں پاؤں کے مسح کا حکم ہے اور سنتِ رسولؐ میں پاؤں کے غسل کا حکم ہے۔ حالانکہ حدیث وہی صحیح ہے جو قرآن کے حکم کے مطابق ہو۔ صفحہ ۵۹ ایوب نے کہا کہ تو یہ نہیں دیکھتا کہ تیمم یہ ہے کہ جو دھویا جاتا ہے، اس پر مسح کیا جائے۔ اور جو مسح کیا جاتا ہے وہ لغو ہوا (راوی ابن جریر) صفحہ نمبر ۶۳ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ وضو کیا اور نعلین (جوتوں) پر مسح کیا۔ پھر نماز کو کھڑے ہوئے (رواہ ابوداؤد)۔ صفحہ ٦۴ ابن عباسؓ و عمار بن یاسرؓ اور ایک جماعتِ صحابہ کے نزدیک ہاتھوں کا فقط پہنچوں تک مسح ہے۔ صفحہ ۵۹ موہب الرحمٰن ابن جریر نے موسیٰ ابن انس سے روایت کی کہ موسیٰ نے انس سے کہا کہ اے ابوحمزہ ہم کو اہواز بن حجاج نے خطبہ سنایا اور کہا کہ اپنے منہ ہاتھ دھو، سروں پر مسح کرو۔ اور پاؤں دھو۔ اور آدمی میں کوئی چیز پاؤں سے زیادہ گندگی کے قریب نہیں ہے تو اس لئے تم پیروں کے تلوے اور ایڑیاں دھویا کرو۔ تو انس نے یہ سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور حجاج جھوٹا ہے۔ اللہ نے فرمایا: **وامسحوا برئوسکم و ارجلکم**۔ مسح کرو اپنے سروں کا اور پیروں کا (ٹخنہ تک) اللہ مسلمانوں کو اختلافِ مذہب کی بلا سے محفوظ رکھے۔ امین۔

آیت ۸:

مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے غیر مسلم اقوام پر ظلم و تعدی نہ کریں۔ عہدِ اول کے مسلمانوں کے اسی طریقہ نے کفار و مشرکین کو بھی اخلاقِ اہلِ اسلام کا معترف بنا دیا تھا اور وہ بخوشی اسلام قبول کر لیتے تھے مگر بعد کو شاہانِ اسلام نے اس حکم سے بے پرواہی برتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر اقوام کے لئے مسلمان ایک خوفناک نام بن گیا حالانکہ اسلام میں جو رواداری غیر مذہب کے ساتھ ہے، وہ کسی قوم و مذہب میں آج بھی موجود نہیں ہے۔

عدالت کا حکم سختی سے اور تاکید سے بار بار دیا گیا ہے اور اس آیت نے بتایا کہ تقویٰ حقیقی معنی میں عدالت ہی ہے۔ (یعنی ہر شخص کو اسکا پورا پورا حق ادا کرنا)۔

آیت ۱۱:

اس آیت کا نزول عسفان میں ہوا جبکہ رسول خداؐ نماز جماعت پڑھا رہے تھے۔ یہ نمازِ ظہر تھی۔ جب لشکرِ اسلام

نماز سے فارغ ہوا تو کفار پشیمان ہو رہے تھے کہ حالتِ نماز میں کیوں نہ حملہ کر دیا؟ پھر جب رسول خداؐ مع اصحاب کے نمازِ عصر میں مشغول ہوئے تو کفار نے حملہ کا ارادہ کیا مگر خدا نے اہلِ اسلام کو محفوظ رکھا۔ یہ واقعہ یاد دلا کر خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی طاقت سے نہ ڈریں۔ صرف اللہ سے ڈریں اور خدا ہی پر توکل کریں تو ان کی ہی فتح اور کامیابی ہوگی۔

آیت ۱۲:

بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ حضرت موسیٰؑ کی موافقت اور اطاعت کریں اور دشمنانِ دین سے جنگ کریں یہ واقعہ اہلِ اسلام کو اس لئے بتایا گیا ہے کہ امتِ موسیٰؑ پر بھی جہاد فرض کیا گیا ہے اور تم پر بھی جہاد فرض ہے۔

پوشیدہ و مخفی چیز کے سراغ لگانے کو نقب کہتے ہیں۔ یہ بارہ نقیب حالاتِ دشمنانِ دین کی تجسس و تلاش کے لئے مقرر کیے گئے تھے۔ جس طرح حضرت یعقوبؑ کے اسباطؑ بارہ قبائل پر منقسم تھے، حضرت موسیٰؑ نے بھی بارہ سردار مقرر کیے تھے۔ خدا کا وعدہ تھا کہ وہ تمام ممالک شام، ایلیا اور اریحا کو جس میں قومِ عمالقہ رہتی تھی بنی اسرائیل کے قبضہ میں دیدے گا۔ یہ عمالقہ جنگجو اور قوی ہیکل تھے۔ یہ قومِ عاد کے باقی ماندہ افراد کی نسل سے تھے۔ جب لشکرِ فرعون غرق ہوا اور ملکِ مصر بنی اسرائیل کو مل گیا تو خدا کا فرمان ہوا کہ ارضِ مقدسہ کی طرف جاؤ کہ اس میں ہزار قریہ اور ہر قریہ میں ہزار باغ ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے لشکر سے بارہ سردار مقرر کیے اور عمالقہ کی جستجو میں روانہ ہوئے۔ بنی اسرائیل یوشع بن نون سبط افرائیم بن یوسف اور دوسرا نقیب کالب بن یوحنا جو سبط یہودا ہ تھا یہ دونوں اپنے عہد پر قائم رہے۔ بنی اسرائیل پر خوف طاری ہو گیا۔ عوج بن عنق آیا۔ موسیٰؑ نے اپنا عصا عوج کے ٹخنے پر مارا، وہ زخمی ہو گیا تب بنی اسرائیل نے جمع ہو کر تلواروں سے اس کو پارہ پارہ کر دیا پھر حضرت موسیٰؑ نے سرکشوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا مگر امتِ موسیٰؑ منحرف ہو گئی اور کہا: فاذهب انت وربك فقاتلا انا هٰهنا قاعدون (سورہ مائدہ، آیت: ۲۴)۔ [(اے موسیٰ) تم اور تمہارا رب دونوں لڑنے کو جائیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں]۔ ہم کو اتنے طاقت ور لوگوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔

واقعہ مذکورہ کے ذکر کرنے کے بعد خدا نے فرمایا کہ اگر تم نماز، زکوٰۃ اور انبیاءؑ پر ایمان اور ان کی مدد اور تعظیم اور راہِ خدا میں جہاد میں مال صرف کرنا جیسے کام کرتے رہو گے تو تمہارے گناہ معاف ہوں گے۔ امتِ حضرت محمدؐ کو خدا نے یہ واقعہ اس لئے سنایا ہے کہ وہ اپنے ایمان اور عزمِ جہاد میں پختہ رہیں تا کہ ثوابِ آخرت اور دولتِ دنیا حاصل کرتے رہیں۔

آیت ۱۳:

خدا و رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد احکامِ خدا سے روگردانی کرنا عہد شکنی ہے اور خدا نے عہد شکنی کی سزا یہ رکھی

ہے کہ ان پر خدا کی لعنت ہمیشہ رہے گی اور ان کے دل سخت ہو جائیں گے کہ وہ حق و باطل کے سمجھنے کے قابل ہی نہ رہیں گے لہٰذا ہمیشہ گمراہی میں رہیں گے اور آخرت میں عذاب کے مستحق ہوں گے۔

توریت و انجیل کے احکام کو بدلنے والے اور کتابِ خدا کو بھول جانے والے لعنتِ خدا کے مستحق ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: قد ینسیٰ المرء بعض العلم بالمعصیة۔ (یقیناً انسان بوجہ گناہ کرنے کے اپنے علم کو فراموش کر جاتا ہے)۔

آیت ۱۴:

نصاریٰ قریہ ناصرہ میں جس میں حضرت عیسیٰؑ کی سکونت تھی رہنے والے تھے۔ اس لئے عیسیٰؑ کے ماننے والے کو نصارا کہتے ہیں۔ نیز ان کا قول تھا کہ ہم انصارِ خدا ہیں۔ یہی وجہ تسمیہ ہے۔

یہود سے بذریعہ توریت اور نصاریٰ سے بذریعہ انجیل عہد لیا گیا تھا کہ آخری نبی حضرت محمدؐ پر ایمان لائیں گے مگر انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کر دی۔ لہٰذا یہود و نصاریٰ میں باہمی عداوت خدا نے ڈال دی۔ تا قیامت یہ باہم بد سے بدتر جنگیں لڑیں گے۔

آیت ۱۵:

اس رسول سے مراد ذات حضرت محمدؐ ہیں۔ خدا نے بتایا ہے کہ یہ رسولؐ تمہاری کتابوں کی اصل باتیں ظاہر کرتا رہتا ہے اور تم نے جو تحریف کتابوں میں کی ہے اس کا اصل مطلب واضح کرتا رہتا ہے لہٰذا تم اس پر ایمان لاؤ کہ خدا تمہاری غلطیوں کو معاف کرتا ہے۔ ہم نے اپنے اس رسولؐ کو قرآن عطا کیا ہے اور نور عطا کیا ہے کہ تم کو کفر کی تاریکی سے نکال کر نورِ ایمان عطا کرے گا۔ یہ تصدیقِ نبوتِ حضرت محمدؐ ہے اور اوصافِ خاتم النبیین خدا نے بیان فرمائی ہیں۔ خدا نے حضرت محمدؐ کو نور فرمایا ہے۔ حدیثِ متواتر ہے کہ اول ما خلق اللہ نوری ۔ (اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا) اور میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔ میری مثال آفتاب کی مانند ہے اور علیؑ مثل ماہتاب کے ہیں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: انا سید ولد آدم وآدم ومن دونه تحت لوائی یوم القیامة۔ (میں اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں اور روزِ قیامت آدمؑ اور ان کے علاوہ سب میرے علَم کے نیچے ہوں گے)۔

آیت ١٦:

سبل السلام ۔ سلامتی کی راہیں۔ دنیا میں کفر و گمراہی سے بچنا اور عاقبت میں دار السلام (مراد جنت) میں پہنچنا۔ دار السلام جنت النعیم کا دوسرا نام ہے۔ سلام خدا کا بھی نام ہے۔ حضرت محمدؐ اس راہ کی رہنمائی کرتے ہیں جو

انسان کوخوشنودی اور رضائے خدا تک پہنچا دیتی ہے۔

صراطِ مستقیم وہی راہِ راست ہے جو سورہ الحمد میں ذکر ہو چکی ہے۔ یعنی انبیاءؑ، ائمہؑ، سابقین اور صالحین اور مومنین کی راہ کہ بغیر وسیلہ حضرات محمدؐ و آلِ محمد صراطِ مستقیم نہیں مل سکتی۔

آیت ۱۷:

نصاریٰ کا اعتقاد ہے کہ عیسیٰؑ مریمؑ کا بیٹا ہے جب کہ عیسیٰؑ کا پیدا ہونا بتاتا ہے کہ وہ حادث ہے اور حادث خدا نہیں ہوسکتا ہے اور یہ اعتقاد کہ عیسیٰ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور نظامِ عالم کا انتظام کرتا ہے اور وہ خود تمام امور کا مختار ہے کفر ہے۔ بلکہ خدا نے انہیں جو قوت بطورِ اعجاز دی تھی عیسیٰ اُس کو بھی باذنِ خدا فرما کر بجالاتے تھے۔ اس طرح کا اعتقاد رکھنا ہی صحیح ہے۔

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ مختارِ کل اور مالکِ کل صرف خدا ہے۔ اس کے ارادہ میں کسی کو مجالِ سرتابی نہیں۔ وہ اپنی قدرت سے صرف اپنے حکم سے ہر شئے کو پیدا کر دیتا ہے اور ہر چیز کی فنا پر قادر ہے۔ عیسیٰؑ کے بارے میں کہ وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے غلط اعتقاد ہے۔ خدا نے ان کو پیدا کیا۔ جب خدا نے پیدا کیا تو وہی ان کو مار بھی سکتا ہے۔ احادیث کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کو بعد رجعت بعہدِ حضرت مہدیؑ وفات ہوگی۔

یخلق ما یشاء خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے جو چاہتا ہے خلق فرماتا ہے۔ مادّہ بھی اسی نے پیدا کیا اور آسمان و زمین کو بغیر مادّے کے خلق کیا اور فضائیں مابین سیارہ گان بغیر مادّہ کے پیدا کیں۔ ارض و سما میں جو کچھ ہے وہ مادّہ سے پیدا کیا۔ آدمؑ کو صرف مٹی سے اور حوا کو بچی ہوئی خاکِ آدمؑ سے اور عیسیٰؑ کو بن باپ کے صرف ماں سے پیدا کیا۔ خدا نے یہ سب اس لئے کیا کہ انسان خدا کی قدرتِ مطلقہ کا قائل ہو اور اس کو خالق، مالک، رازق و سمیع و بصیر و قادر جان کر اس کی معرفت حاصل کرے اور اس کی عبادت کر کے خود کو نعماتِ دنیوی و اخروی کا حقدار بنائے۔

آیت ۱۸:

یہود اپنے کو اللہ کا بیٹا اور محبوب کہتے تھے۔ تو خدا نے ظاہر کیا کہ اگر تمہارا یہ قول صحیح ہوتا تو تم کو گناہوں کی سزا میں عذاب کیوں دیا جاتا؟ اس کے معنی یہ ہے کہ تمہارا یہ قول خدا پر بہتان ہے بلکہ تم گمراہ اور نافرمان ہو۔ تمہاری سرکشی کی وجہ سے تم پر اور تمہارے اسلاف پر بار بار عذاب آیا تا کہ تم راہِ راست اختیار کرلو۔ آخر میں ہم نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور قرآن عطا کیا۔ پھر بھی تم منکر ہو۔ خدا نے یہود کو توریت میں خطاب کیا۔ یا ابنا احباری۔ (اے میرے احبار کے بیٹو)۔ انجیل میں تھا لا ذھب الی ربّی و ربکم۔ (میں البتہ جانے والا

ہوں اپنے رب اور تمہارے رب کی طرف)۔ نصاریٰ نے بنالیا لا ذھب الی ابی و ابیکم۔(میں جانے والا ہوں اپنے باپ اور تمہارے باپ کی طرف)۔ یہود عزیرؑ کو اور نصاریٰ عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا جانتے ہیں اور اسی نسبت سے اپنے کو خدا کا بیٹا اور محبوب کہتے ہیں۔ لہٰذا خدا نے قرآن کے ذریعہ ان کو متنبہ کیا ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے بلکہ کفر و شرک ہے ان کو جاننا چاہئے کہ وہ مثل دیگر مخلوق کے انسان ہیں اور خدا غلط عقائد رکھنے والوں کو بوجہ ان کے عصیان کے مستحقِ عذاب بنائے گا۔ اگر وہ توبہ کر کے حضرت محمدؐ پر ایمان لائیں گے اور قرآن کو مانیں گے تو وہ ان کی خطا کو بخش دے گا۔ بخشش و عذاب کا اختیار خدا کو ہی ہے اور بس۔ مفسر سدّیؒ نے کہا ہے کہ یہود نے دعویٰ کیا کہ خدا نے یعقوبؑ سے وعدہ کیا ہے۔ ان ولدك كانوا اول ولدی۔ (تمہارے بیٹے پہلے میرے بیٹے ہیں) اور ان کو ان کے اعمال کی سزا میں صرف چالیس دن جہنم میں رکھا جائے گا تا کہ گناہوں سے پاک ہو جائیں پھر جنت عطا ہو گی۔ قرآن میں ہے کہ یہود کا قول تھا: لن تمسّنا النارِ الّا ایاماً مّعدودۃ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۸۰) (سورۃ آل عمران آیت ۲۴)۔ (ہم کو آگ نہ چھوئے گی مگر چند روز)۔ خدا نے اس آیت میں ان کے دعوے کو جھٹلایا ہے۔

رسول خداؐ کی خدمت میں کعب بن اشرف و کعب بن اسید وغیرہ آئے۔ رسول خداؐ نے ان کو عذابِ جہنم سے ڈرایا اور تبلیغ دینِ اسلام کی تو انہوں نے کہا کہ اے محمدؐ ہم کو کیوں ڈراتے ہو؟ ہم تو خدا کے فرزند ہیں وہ ہماری خطا عفو کر دے گا۔ اس پر یہ خطاب ہوا کہ عفو اور عذاب جس کو خدا چاہے گا دے گا جو صرف اعتقاد و عمل کے مطابق ہو گا۔

آیت ۱۹:

خدا نے حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ کی درمیانی مدت میں ایک ہزار پیغمبرؑ مبعوث کیے اور عیسیٰ کے بعد ایک سو چونتیس سال کی مدت میں چار نبی آئے۔ اول عرب میں تھے جن کا نام خالد بن سنان تھا اور تین بنی اسرائیل میں سے تھے اور اس کے بعد چھ سو سال تک عیسیٰ کے بعد کوئی نبی نہ آیا۔ یہی فترۃ کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد حضرت محمدؐ مبعوث ہوئے۔ خدا نے یہی جتایا ہے کہ اب تم کو حضرت محمدؐ پر ایمان لا کر دنیا و دین کی فلاح و بہبود کو حاصل کرنا چاہئے۔

آیت ۲۰:

خدا نے یہودیوں پر من وسلویٰ اتارا، غلامی سے آزادی دلائی، فرعون کے مظالم سے بچایا، عظیم سلطنت دی، قبطیوں کی غلامی سے بچایا، اعلیٰ مکانات اور سامان آرام عطا کیے۔ من العالمین سے مراد ہے کہ ان کے عہد میں ان کو خدا نے وہ کچھ دیا جو اس زمانے میں کسی کے پاس نہیں تھا اور اس کے بعد بھی بنی اسرائیل نے یحییٰؑ اور عیسیٰؑ کو قتل

کرنے کی جرأت کی۔

آیت ۲۱:

ارضِ مقدس کے بارے میں اقوال ہیں کہ شام فلسطین دمشق یا طور کے علاقے ہیں مگر صحیح روایت اریحا وایلیا یعنی بیت المقدس ہے۔ خدا نے ارضِ مقدسہ فرمایا تو بعد کو اریحا وایلیا کا نام ہی بیت المقدس ہو گیا۔

جب قومِ موسیٰؑ کو بجز دو کے تمام دس نقباء نے عمالقہ کی قوت وطاقت سے ڈرا دیا تو بنی اسرائیل نے کہا کہ کاش کوئی ہمارا بادشاہ ہوتا جو ہم کو واپس مصر پہنچا دیتا۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم لوگ بوجہ ضعفِ ایمان راستہ سے نہ پلٹ جانا ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گے۔ مطلب یہ تھا کہ تم مرتد نہ ہو جانا کہ نعمتِ دین و دنیا سے محروم ہو جاؤ۔

آیت ۲۳:

قومِ موسیٰؑ نے جہاد سے انکار کر دیا اور جبابرہ عمالقہ سے مرعوب ہو گئے۔ صرف دو شخص جو مومن کامل تھے وہ موسیٰؑ کے ساتھ رہے۔ یوشع بن نون جو ابن یامین برادر یوسفؑ کا نواسہ تھا اور موسیٰؑ کا بھانجہ اور وصی تھا۔ دوسرا کالب بن یوحنا جو یوحنا کا نواسہ تھا۔ خدا نے ان دونوں کو نورِ ایمان عطا فرمایا۔

حکم دیا گیا کہ عمالقہ کے قریہ کے دروازوں سے اندر داخل ہو جاؤ اور ان کو چاروں طرف سے گھیر کر قتل کرو تو خدا تم کو غلبہ دیگا اور ان قوی ہیکل اور دیو پیکروں کو ہلاک کر دیگا مگر شرط ہے کہ تم خدا پر ایمان رکھو اور اس کی مدد کے طالب رہو۔

آیت ۲۴:

قومِ موسیٰؑ نے بزدلی دکھائی اور نبی کے وعدوں پر اعتماد نہیں کیا۔ بلکہ کہا کہ تم اور تمہارا رب یعنی حضرت ہارونؑ دونوں جا کر لڑو ہم دیکھتے رہیں گے کہ کون فتحیاب ہوتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ جبابرہ طاقتور ہیں وہ تم دونوں کو ختم کر دیں گے۔ ہارونؑ عمر میں موسیٰؑ سے بڑے تھے لہٰذا قوم نے ہارونؑ کو رب سے تعبیر کیا ہے۔

واقعہ حدیبیہ۔ جب کفارِ مکہ نے رسول خداؐ کو مکہ میں نہ آنے دیا۔ یا جنگ بدر کا موقع تھا کہ جب کفار نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو مقداد اسود کندیؓ صحابی آگے بڑھے اور کہا: یارسول اللہؐ ہم آپ سے وہ بات نہ کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہی تھی۔ یعنی: **فاذهب انت وربك فقاتلا انا هٰهنا قاعدون ولٰكن نقول قاتل فانا معك مقاتلون**۔ (قومِ موسیٰؑ نے کہا تھا کہ تم اے موسیٰؑ اور تمہارے بھائی ہارونؑ لڑنے کو جائیں اور ہم بیٹھے ہیں۔ مگر اے رسول خداؐ ہم کہتے ہیں کہ آپ جنگ کریں پس ہم بھی آپ کے ہمراہ دشمنوں سے جنگ کرنے والے

ہیں)۔ یعنی ہم مسلمان آپ کے ساتھ رہیں گے اور عرض کیا کہ اگر آپ دریا میں اتریں گے تو ہم بھی دریا میں گھس جائیں گے اور فرض کیا کہ آپ آسمان پر جنگ کریں گے تو ہم وہاں پر بھی آپ کے ساتھ رہیں گے۔ اصحابِ رسولؐ نے سنا تو وہ جوش ایمان پیدا ہوا کہ فتح بدر و مکہ حاصل ہوئی۔

آیت ۲۵:

حضرت موسیٰؑ نے جب قوم کی منافقت دیکھی تو بارگاہِ خدا میں عرض کی کہ میں تعمیلِ حکم کے لئے حاضر ہوں اور میرا بھائی ہارونؑ بھی حاضر ہے۔ امت پر مجھ کو اختیار نہیں ہے۔ چنانچہ خدا نے امتِ موسیٰؑ کو ان کی گمراہی میں چھوڑ دیا اور موسیٰؑ نے ان سے بیزاری چاہی۔

آیت ۲۶:

بنی اسرائیل چالیس سال وادی تیہ میں جو چھ فرسخ ہے سرگرداں اور انتہائی پریشانی و خواری میں رہے۔ چالیس سال کے بعد موسیٰؑ بچے ہوئے بنی اسرائیل کے ساتھ اریحا گئے اس کو فتح کیا۔ مدتوں وہاں رہے اور وہیں وفات پائی۔ بوقتِ وفات وصیت کی کہ یوشع بن نون میرے بعد وصی اور نبی ہوں گے۔

یہ خطاب حضرت محمدؐ سے ہے۔ کہ آپؐ بنی اسرائیل کی سرگردانی پر افسوس نہ کریں کیونکہ نافرمانوں کی یہی سزا تھی تاکہ ان کو نصیحت اور عبرت ہو اور آپ کے زمانہ کے لوگ اس واقعہ سے دل میں خوفِ خدا پیدا کریں۔ تفسیر ابوالفتح میں ہے کہ جو بنی اسرائیل وادی تیہ میں تھے وہ چھ ہزار جنگجو تھے اور جن دس نقیبوں نے راز افشاء کیا تھا وہ بجز یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا کے سب مر گئے۔ جب یہ نافرمان تیہ میں پہنچے تو موسیٰؑ سے کہا: نہ سایہ ہے اور نہ خوراک نہ پانی کیونکر زندگی گزاریں گے؟ تو دعائے موسیٰؑ سے ابر سایہ فگن ہوا۔ من وسلویٰ غذا کے لئے آیا۔ موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ پتھر پر عصا مارو پانی کے چشمے ابل پڑے۔ اور ساری جماعت کے لئے بارہ چشمے پیدا ہو گئے۔ جب چالیس سال گزر گئے تو موسیٰؑ باقی افراد کو ہمراہ لے کر مقابلہِ جبابرہ کے لئے روانہ ہوئے اور اریحا تا شام فتح کیا۔ سپہ سالار یوشع بن نون تھے۔ مدتوں وہاں رہے۔ آخر موسیٰؑ نے وفات پائی۔ موسیٰؑ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ بیس سال ملکِ فریدون میں تھے اور سو سال ملکِ منوچہر میں تھے۔ خدا نے موسیٰؑ کے بعد یوشعؑ کو نبی مقرر کیا۔ یوشعؑ کے پاس تابوتِ سکینہ تھا۔ یوشعؑ نے بھی جہاد کیا۔ جبابرہ یعنی ظالم جابروں نے اپنا قلعہ بند کر دیا تو یوشعؑ نے یکبارگی حملہ کا حکم دیا۔ قلعہ کو توڑا اور سخت حملہ کیا۔ یہ روز جمعہ تھا۔ اسی اثناء میں وقت نماز ہو گیا اور شام ہو گئی تو یوشعؑ نے دعا کی **اللّٰھم اردد الشمس علینا**۔ (اے خدا سورج کو واپس کر دے)۔ سورج واپس ہوا۔ نماز ادا کی۔ کتاب اخبار اسحٰق ابراہیم میں ثعلبی نے معتبر سند سے عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے **لم ترد الشمس الا لسلیمان وصی داؤد ولیوشع وصی**

موسیٰ ولعلیؑ وصی محمدؐ ۔ (سورج صرف ان تین افراد کے واسطے واپس آیا۔ سلیمانؑ وصی داوٗدؑ کے لئے اور یوشعؑ وصی موسیٰؑ کے لئے۔ اور علیؑ وصی محمدؐ کے لئے) ۔ حسانؓ بن ثابت شاعر دربارِ نبوت نے رسول خداؐ کے سامنے ردِ شمس کے موقع پر اشعار پڑھے۔ ایک شعر یہ ہے:

یاقوم من مثل علی وقد ردت له الشمس من المغرب

(اے قوم علیؑ کی مثل کون ہے کہ ان کے واسطے مغرب سے سورج پلٹ کر آیا)۔

آیت ۲۷:

خدا نے اپنے حبیبؐ کو تسلی دی ہے کہ آپ اس بات پر غمزدہ نہ ہوں کہ آپؐ کے زمانہ میں منافق عہد شکنی کر رہے ہیں، موسیٰؑ کی امت نے ایسا ہی کیا تھا اور اس سے پہلے آدمؑ کے بیٹوں نے بھی عہد شکنی کی کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ تفاسیر میں ہے کہ قابیل کی منسوبہ حسین نہ تھی۔ قابیل نے اس حسد میں بھائی کو قتل کر دیا۔ البتہ یہ غلط ہے۔ تفسیر صافی بحوالہ تفسیر عیاشی امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ کسی نے آپ سے بیان کیا کہ ہابیل و قابیل میں اپنی بہن پر جھگڑا تھا اس لئے قتل کر دیا۔ تو امامؑ نے فرمایا کہ تجھ کو آدمؑ کے بارے میں ایسا کہنے میں شرم نہیں آتی۔ بلکہ اللہ نے آدمؑ کو حکم دیا کہ ہابیل کو اپنا وصی مقرر کر۔ قابیل عمر میں بڑا تھا وہ اس پر غضبناک ہوا۔ تو آدمؑ نے حکم دیا کہ دونوں بھائی قربانی پیش کریں۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی۔ اس پر قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ آیاتِ قران بھی اسی قول کی تائید کرتی ہیں۔

آیت ۳۱:

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کر دیا تو سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کیا کروں؟ چالیس دن لاش پشت پر لیے پھرا۔ آخر خدا نے ایک کوّے کو بھیجا اس نے دوسرے کوّے کو مار ڈالا اور زمین کھود کر اس کی لاش کو چھپا دیا۔ قابیل نادم ہوا کہ میری عقل حیوان سے بھی کم تھی کہ میں بھائی کی لاش کو دفن نہ کر سکا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت آدمؑ حج کو جا رہے تھے تو چاہا کہ ہابیل جو حسین اور محبوب ترین بیٹا ہے اور کم سن ہے اس کو کسی کی محافظت میں رکھ دوں۔ مگر کوئی راضی نہ ہوا تو قابیل نے وعدہ کیا کہ وہ بحفاظت ہابیل کو رکھے گا مگر دل میں بغض رکھتا تھا۔ آخر اس نے ہابیل کو قتل کر دیا جب آدمؑ حج سے واپس آئے تو تمام اولاد آئی مگر ہابیل کو نہ دیکھا۔ پوچھا مگر پتہ نہ لگا۔ سات دن تک کوہ و صحرا چھان ڈالا کہ آٹھویں شب کو آدمؑ نے دیکھا کہ ہابیل صحرا میں کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے یا ابتاہ الغیاث الغیاث۔ (اے پدر گرامی فریاد ہے فریاد)۔ آدمؑ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ جبرائیلؑ نے آ کر خدا کی طرف سے صبر کا حکم دیا۔ آدمؑ کی فرمائش پر جبرائیلؑ آدم کو قبرِ ہابیل پر لائے۔ قبر کی مٹی ہٹائی تو دیکھا کہ ہابیل کا سر پتھر سے کچلا گیا ہے۔ آدمؑ تین دن روتے رہے۔ خدا نے فرمایا کہ میں خود صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں، صبر کرو اور میں نے حکم

کیا ہے کہ نصف جہنم عذابِ قابیل کے لئے ہوگی۔ آدمؑ نے قابیل کو اپنے پاس سے نکال دیا۔ آدمؑ اس واقعہ کے بعد ایک سوسال زندہ رہے۔ قابیل اپنے اندھے لڑکے کے تیر سے نادانستگی میں مارا گیا۔ اس کے بھائی نے سرزنش کی اور اس کو بھی قتل کر دیا۔ قابیل کو جب آدمؑ نے جلا وطن کیا تو اس نے آتش کدہ بنایا، آتش پرستی لوگوں کو سکھائی اور بتایا کہ قبولیتِ عبادات کا ذریعہ آگ ہے۔ اس کی اولاد آتش پرستی اور فحش باتوں اور گانے بجانے میں مصروف رہی حتیٰ کہ طوفانِ نوحؑ نے ان کی گندگی سے دنیا کو پاک کیا۔

آیت ۳۲:

لوگوں کو غرق ہونے، آگ سے بچانے، گمراہی سے بچانے کا ثواب بھی ایسا ہی ہے گویا تمام انسانیت کو بچالیا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ **افضل من ذالك ان یخرجها من ضلال الی الهدیٰ**۔ [(قتل سے بچانے کے) سب سے اعلیٰ اور افضل معنیٰ یہ ہیں کہ انسان کو گمراہی سے ہدایت کی طرف لیجائے]۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جس نے امام یا نبی کو قتل کیا گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا۔

آیت ۳۳:

سن چھ ہجری میں ایک جماعت عونیہ کی آئی اور مسلمان ہوگئی۔ وہ لوگ کچھ دن خدمتِ رسولؐ میں رہے۔ پھر بیمار ہوگئے تو رسول خداؐ نے مشورہ دیا کہ جبلِ عیر کی چراگاہ میں جا کر رہو اور اونٹنی کا دودھ پیو، تندرست ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ وہاں رہے تندرست ہو گئے تو رسول خداؐ کے پندرہ اونٹ لے کر مرتد ہو کر بھاگ گئے۔ رسول خداؐ کا غلام یسار چند افراد کے ساتھ پیچھے گیا۔ مقابلہ ہوا تو انہوں نے یسار کو پکڑ کر ہاتھ پاؤں کاٹے۔ آنکھوں میں کانٹے چبھوئے آخر وہ شہید ہوگئے۔ یہ واقعہ معلوم ہونے کے بعد رسولِ خداؐ نے جابرؓ کو ایک سو بیس افراد کے ساتھ بھیجا وہ انہیں گرفتار کر کے لائے۔ اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی تو رسول خداؐ نے حکم دیا اور ان کے بھی ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، آنکھوں میں سلائیاں داخل کی گئیں پھر ان کو سولی پر لٹکایا گیا۔ اس آیت سے علماء اور مفسرین نے قصاص کے احکام متعین کیے ہیں۔

آیت ۳۴:

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے قصاص توبہ کرنے سے معاف نہ ہوگا اور نہ حقوقِ انسانی جیسے قتل، زخم لگانا اور مال غصب کرنا وغیرہ۔ علاوہ بریں توبہ خدا کی نافرمانی پر کی جاتی ہے۔ دوسروں کا مال غصب کر لینا وغیرہ خدا کے احکام کی نافرمانی ہے لہٰذا خدا فرماتا ہے: ان اللہ **غفور رحیم** خدا توبہ قبول کرنے والا بخشنے والا رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں کو غلط کاموں پر دیکھنا نہیں چاہتا۔ رہا قصاص کا معاملہ تو اس کے احکام مفصل کتبِ فقہ میں موجود ہیں اور آیاتِ قرآن میں

بھی یہ تفصیل موجود ہیں وہ معاف نہ ہوں گے۔ بعض مفسرین نے آیت کو منسوخ بتایا ہے۔ مگر دیگر مفسرین کی رائے میں منسوخ نہیں ہے۔ روایت ہے گو کہ جب رسولِ خداؐ نے ان نافرمانوں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے لیکن اس کے بعد آپ جب کبھی خطبہ دیتے تھے تو فرماتے تھے: **لا تمثلوا ولو بالکلب العقور**۔ (ناک، کان، ہاتھ، پاؤں نہ کاٹو اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا بھی ہو)۔

واقعہ۔ حضرت علیؑ کے عہدِ خلافت میں حارثہ بن بدر نے رہزنی کی اور قتل کا مرتکب ہوا۔ اس کے بعد توبہ کر لی اور اقرباء سے التجا کی کہ حضرت علیؑ کے پاس جا کر اس کی سفارش کر دیں مگر کسی نے اقرار نہ کیا۔ آخر میں قیس بن سعد ہمدانی کے پاس آیا۔ قیس نے اس کو گھر میں پناہ دی اور امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ جو خدا و رسول سے جنگ کرے اس سے قبل کہ اس کو گرفتار کیا جائے تو کیا حکم ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ جو حکم قرآن میں ہے **انما الجزٰؤ الذین یحاربون اللّٰہ و رسولہٗ** (سورہ مائدہ آیت: ۳۳) (اس کی جزا کیا ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرے)۔ اس کی توبہ قبول ہے۔ قیس نے عرض کیا کہ میں نے حارثہ کو پناہ دی ہے اس نے توبہ کی ہے۔ آپ اس کے لئے حکم امان لکھ دیں۔ حضرت علیؑ نے حکم امان لکھ دیا (اسے شعبی نے بیان کیا ہے)۔

آیت ۳۵:

خدا کے حضور تک رسائی کے معنی یہ ہیں کہ حضوریِ قلب کے ساتھ انسان قربِ الٰہی کی کوشش کرے۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: وسیلہ طلبِ رضائے خدا، خدا کے حکم پر راضی رہنا اور اس کی آزمائش پر صبر کرنا ہے۔ حدیثِ رسولؐ ہے: **الوسیلۃ منزل فی الجنۃ**۔ (وسیلہ جنت کی ایک منزل ہے)۔ اصبغ بن نباتہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ فرمایا: **فی الجنۃ لُولُوئتان الی بطنان العرش احدیھما بیضاء والا خر صفرا فی کل واحد منھما سبعون الف غرفۃ ابوابھا وا کو ابھا من غرفۃ واحدۃ فالبیضاء الوسیلۃ محمد واھل بیتہ والصفرا لا برھیم واھل بیتہ**۔ (جنت میں دو موتی ہیں جو بطن عرش تک ہیں۔ ان میں ایک سفید اور دوسرا زرد ہے ان میں سے ہر ایک میں ستر ہزار غرفے ہیں۔ سفید غرفوں کے دروازے اور پیالے وسیلۂ محمدؐ، اہلِ بیتؑ ہیں اور زرد غرفوں والے وسیلۂ ابراہیمؑ اور ان کے اہلِ بیتؑ ہیں۔) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ وسیلہ ایک حجاب ہے خدا اور بندہ کے درمیان یعنی ثواب اور رحمتِ خدا میں اور وہ علیؑ ابن ابی طالب ہے جب بندہ ان کا توسل اختیار کرتا ہے خدا اس کو منزل تک پہنچا دیتا ہے۔

واقعہ۔ ابوہریرہؓ نے رسول خداؐ کی حدیث بیان کی ہے کہ اللہ نے جب آدمؑ کو پیدا کیا اور روح ان میں داخل کی تو آدمؑ نے اپنی پانچ انگلیوں میں پانچ نورانی اشکال دیکھیں۔ کسی کو رکوع کی حالت میں اور کسی کو سجدہ کی حالت

میں۔ آدمؑ نے پوچھا خدایا مجھ سے پہلے تو کوئی بشر پیدا نہ ہوا یہ اشکال کیسی ہیں؟ خدا کا فرمان پہنچا کہ اے آدمؑ یہ تمہاری نسل سے ہوں گے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو زمین و آسمان عرش و کرسی، جنت ودوزخ پیدا ہی نہ کرتا۔ فانا المحمود و ھٰذا محمد وانا العالی وھٰذا علی وانا الفاطر وھذا فاطمة وانا ذوالاحسان وھٰذا الحسن وانا المحسن وھٰذا الحسین۔ اے آدمؑ جو بندہ ایک رائی کے برابر ان سے دل میں بغض رکھے گا اس کو دوزخ میں داخل کر دوں گا۔ اے آدمؑ! یہ میرے چنے ہوئے ہیں ان کے ذریعہ نجات دوں گا اور ان کے سبب ہلاک کروں گا۔ اے آدمؑ جب تم کو کوئی حاجت ہو تو ان کو اپنا شفیع و وسیلہ بناؤ۔ ابوسعید خدریؓ نے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ وسیلہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: وہ میرا درجہ ہے کہ تمام انبیاءؑ کے درجوں کے درمیان مثل ماہِ درخشاں روشن ہوگا۔ روزِ قیامت میں حلۂ نور پہنے ہوئے آؤں گا اور تاج کرامت سر پر رکھے ہوئے اور علیؑ میرے سامنے لواءِ حمد ہاتھ میں لیے ہوں گے۔ ملائکہ، انبیاءؑ میرے استقبال میں ہوں اور کہیں گے: طوبیٰ لھٰذین العبدین ما اکرمھما عنداللہ ۔ (خوشا حال ان دونوں بندوں کا کہ اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ محترم کوئی نہیں ہے)۔ آوازِ غیب خدا کی جانب سے آئے گی: ھٰذا حبیبی محمد وھٰذا ولیّ علی طوبیٰ لمن احب ھما وویل لمن ابغض ھما۔ (یہ میرا حبیب محمدؐ ہے یہ میرا ولی علیؑ ہے۔ خوشا بحال اس کے جس نے ان سے محبت کی اور وائے برحال اس کے جس نے ان دونوں سے بغض و کینہ کیا۔ (حدیث طولانی ہے تفسیر منہج سورہ مائدہ صفحہ ۴۴۳ پر ملاحظہ کیجئے)۔

آیت ۴۰:

ظلم غیر پر بھی ہوتا ہے اور اپنی ذات پر بھی ہوتا ہے۔ غیر پر جو ظلم کیا جائے اس میں قصاص و بدلہ کا حکم ہے اور انسان اپنی ذات پر جو ظلم کرتا ہے کہ اپنی قوائے جسمانی و روحانی کو بداعمالی میں ضائع و برباد کرتا ہے یا اپنے مال و اولاد کو برے راستوں پر استعمال کرتا ہے یا بے دینی اختیار کرتا ہے، یہ اپنے نفس پر ظلم ہے۔ اگر انسان اس سے توبہ کرے اور اپنے عمل کی اصلاح کرے تو خدا معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

آیت ۴۱:

یا ایھا الرسول خدا نے تمام انبیاءؑ کو نام سے پکارا ہے مگر اپنے حبیب کو خطاب سے پکارا ہے۔ جیسے یا آدم انبئھم، یانوح اھبط بسلام منا، یا ابرھیم قد صدقت رویاء، یا موسیٰ انی اصطفیتك، یاعیسیٰ ابن مریم ء انت قلت وغیرہ مگر حضرت محمدؐ کو یارسول اللہ، یا نبی، یا طٰہٰ، یا مزمل، یا مدثر، یٰسین، کہہ کر پکارا۔ اس طرح رسول خداؐ کا خاص احترام ہے۔

اس کے بعد مسلمان نما منافقین کا ذکر ہے جن کی تعداد فی زمانہ بہت ہے۔

پھر یہودیوں کا ذکر ہے کہ وہ توریت میں تحریف کرتے ہیں اور جاسوسی کا کام کرتے ہیں۔توریت میں تحریف نہ کرتے تو وہ قرآن کو اس کا تصدیق کرنے والا پاتے۔مگر اے حبیب تم فکر نہ کرو ہم خود ان سے سمجھ لیں گے۔

خدا نے مستقلاً نافرمانیاں دیکھ کر یہودیوں کو گمراہی میں چھوڑ دیا ہے۔ یہ ان کے اعمالِ بد کی سزا ہے کہ خدا نے ان سے نیکی کی توفیق کو سلب کرلیا ہے وہ اب ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ لہٰذا اے رسولؐ تم ان کے کفر سے رنجیدہ نہ ہو۔

اقوام کا طریقۂ زندگی ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے بدل جاتا ہے چنانچہ قومِ یہود کی مسلسل سرکشی اور نعمات کا انکار اس حد پر پہنچ گیا کہ اب ان کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ ان کے اعمالِ بد اب ان کو رسوا، بدنام اور عذابِ جہنم کا مستحق بنا چکے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں، حرام خور ہیں اور منہ لگانے اور بات کرنے کے قابل نہیں رہے ہیں۔

واقعہ ابن صوریا۔ ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت نے زنا محصنہ کیا۔ دونوں دولت مند تھے۔ توریت میں رجم کا حکم تھا مگر یہود متمول لوگوں کو رجم یا سنگسار نہیں کرتے تھے انہوں نے کسی متوقع بچت کے پیشِ نظر اپنے چند افراد اور زانی و زانیہ کو خدمتِ رسولؐ میں بھیجا اور باہم مشورہ کیا کہ محمدؐ اگر رجم کو حکم دیں تو نہ مانو اور اگر تازیانہ کا حکم دیں تو مان لینا۔ جب وہ خدمتِ اقدسِ رسولؐ میں حاضر ہوئے تو آیتِ رجم نازل ہوئی۔ رسولِ خداؐ نے ان کو حکمِ قرآن سنا دیا اور فرمایا کہ یہی حکمِ توریت ہے۔ مگر احبار یہود جیسے کعب بن اشرف و کنانہ بن ابی حقیق و مالک بن حنیف و کعب بن اسید و سعد بن عمر وغیرہ نے کہا توریت میں چالیس تازیانہ مارنے اور منہ کالا کر کے گدھے پر الٹا رخ پھیر کر بٹھا کر تشہیر کا حکم ہے۔ جبرائیلؑ نے آکر حضرت محمدؐ کو بتایا کہ یہ جھوٹے ہیں۔ ابن صوریا عالم توریت ہے اس کو طلب کرو۔ فدک کے علاقہ میں وہ یک چشم جوان رہتا ہے اس کا نام ابن صوریا ہے۔ یہود کے احبار نے اس کی موجودگی کا اقرار کیا اور پوچھا کہ اے محمدؐ اس کا علم آپ کو کیوں کر ہوا ہے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جبرائیلؑ نے مجھ کو بتایا ہے۔ بہرحال اس کو بلایا گیا اور رسول خداؐ نے اس کو حَکَم قرار دے کر حکمِ توریت دریافت کیا اور اس کو موسیٰؑ کی قسم دی۔ ابن صوریا نے پوچھا کہ حکمِ قرآن زنا محصنہ کے بارے میں کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر چار گواہ گواہی دیں کالمیل فی المکحلۃ (جیسے سرمہ کی سلائی سرمہ دانی میں داخل ہوجاتی ہے) تو رجم ان پر واجب ہے۔ ابن صوریا نے کہا: یہی حکم توریت میں ہے۔ مگر ہمارے یہاں غرباء کو رجم کرتے ہیں اور اشراف کو تازیانہ کی سزا دیتے ہیں۔ رسول خداؐ نے یہود سے فرمایا کہ جو حکمِ خدا تم چھپاتے تھے اس کو خدا نے ظاہر کر دیا اور آپ نے درِ مسجد پر دونوں کو رجم کرا دیا۔ آیت یا اھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم الخ (سورہ مائدہ آیت: ۱۵) نازل ہوئی آپ نے ان سب کو سنائی۔ ابن صوریا نے اُٹھ کر دست و پائے رسولؐ کے بوسے لیے اور یہود کی طرف سے معافی کا خواستگار ہوا تو آپؐ نے بہ حکمِ قرآن واعرض عنھم ان سے اعراض کیا۔ پھر ابن صوریا نے چند سوال

رسول اللہؐ سے کہے (ا) آپ کی نیند کا حال کیا ہے؟ آپؐ نے فرما: یا تنام عینا ے ولا ینام قلبی۔ (میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا)۔ پھر مشابہت پسر بہ والدین کا سوال کیا۔ پھر جبرائیلؑ کے بارے میں سوال کیا۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا اس کے بعد بنی نضیر و بنی قریظہ نے اپنے قصاص قتل و رجم کے بارے میں تصفیہ چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں قصاص کا ذکر ہے۔

آیت ۴۲:

اکلون للسحت رشوت لینے والے حرام کے کھانے والے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ سُحت یعنی رشوت ہے حکمِ خدا میں۔ اجرتِ زانیہ وکسبِ حجام، مادہ جانور پر نر جانور کا لگانا کہ اس کی اجرت بھی سُحت ہے۔ شراب، مردار کی قیمت، اُجرت کاہن و نجومی، معصیت کی چیزوں کے لکھنے کی اجرت غرض امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ تمام حرام کاموں کی اُجرت سُحتِ (رشوت) میں داخل ہے۔

آیت ۴۴:

وفاتِ موسیٰؑ کے بعد ایک ہزار پیغمبر آئے اور انہوں نے حکمِ توریت کے مطابق فیصلے کیے۔ انہی کا ذکر اس آیت میں ہے اور اسی حکم میں ہمارے رسولؐ بھی شامل ہیں کہ وہ مطابقِ حکمِ قرآن فیصلے کرتے تھے۔ زنائے محصنہ کے بارے میں حکم توریت اور قرآن میں یکساں ہے۔ ان انبیاءؑ کے لئے خدا نے **الذین اسلموا** صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ مسلمان تھے اور اسلامی طریقہ پر فیصلے طے کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو اس پر فخر کرنا چاہئے اور صفاتِ اسلام سے متصف ہو کر مقدمات کے فیصلے کرنے چاہئیں خدا نے کچھ مسلمانوں کو ربّانی فرمایا ہے۔ جو احکامِ خدا کے مطیع ہیں ان کو خدا اپنے لئے مخصوص کر کے ربّانی کا خطاب دیتا ہے۔

دنیاوی و اخروی تمام امور کا مختارِ کُل خدا ہے اور نعماتِ دنیا و نعماتِ دین صرف خدا کے فضل و کرم سے ملتی ہیں۔ جب مسلمان کا یہ اعتقاد ہے تو پھر اس کو بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرنا چاہئے کیونکہ جس کو خدا دینا چاہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے خدا لینا چاہے اور اس کی ذلت و خواری چاہے اس کو کوئی عزت و دولت نہیں دے سکتا لہٰذا مسلمان کو صرف خدا کا ہی خوف ہونا چاہئے تا کہ وہ نعماتِ زندگی کو پا سکے اور عذابِ آخرت سے محفوظ رہ سکے۔

اصلی توریت و انجیل کے احکام بھی آیاتِ خدا ہیں اور قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے اور وہ کتابیں قرآن کی مصداق ہیں۔ یہ سب کتبِ خداوندی ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے توریت و انجیل کی آیات کے غلط معنی بیان کیے، ان کے الفاظ میں تبدیلی کی، دنیوی و سیاسی اغراض کی وجہ سے معنی بدلے اور عہدہ، درجہ، دولت کے لالچ میں یہ سب کچھ کیا لہٰذا وہ نافرمان اور عذابِ آخرت کے مستحق ہوگئے اور اسی وجہ سے وہ کافر ہوگئے۔ یہ حکم مسلمانوں کے لئے ہے کہ وہ بجز خدا

کسی سے نہ ڈریں نہ حکومت سے نہ جبر و استبداد سے اور نہ کسی اور طاقت سے، صرف خدا سے ڈریں۔قرآن کی آیات میں نہ تو بخوفِ حکومتِ ظالم تحریف کریں، نہ غلط معنی بیان کریں، نہ اپنی خوش تقریری کی خاطر قرآن کی غلط تفسیر کریں اور نہ آیاتِ خدا کو دنیا کے عوض فروخت کریں۔ خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ قرآن کی آیات کا احترام کریں اور اپنی عاقبت کو آیات فروخت کر کے خراب نہ کریں۔

احکامِ قرآن کے مطابق قصاص کے فیصلے نہ کرنے والے کافر ہیں۔مسلمان خود حکومتِ اسلامیہ کے طرزِ عمل کو دیکھیں کہ عدالتوں میں اس حکمِ خدا کی کیسی کیسی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ پناہ بہ خدا۔

آیت ۴۵:

ہر جرم کا قصاص خدا نے مقرر فرمایا ہے اس میں کسی کو ترمیم و تنسیخ کرنے کی مجال نہیں ہے۔ جو خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ بجز شرک کے ہر گناہ معاف کر دے گا لہٰذا وہ اپنے نیک بندوں کو بھی حکم دے رہا ہے کہ اگر تم اپنے بھائی کا جرم معاف کر دو گے تو خدا تمہارے جرموں اور گناہوں کا کفارہ کر دے گا۔ ایک عطیہ تم میرے بندہ کو دو گے اور اس کے عوض تم کو میں عطیات دوں گا۔

آیت ۴۶:

انبیاء سابقین سب مسلمان تھے یہ بات الذین اسلموا۔ سے واضح ہو چکی۔عیسیٰؑ ابن مریمؑ بھی بحکمِ خدا ان کے ہی قدم بقدم چلے۔حضرت عیسیٰؑ نے توریت کی تصدیق کی کہ وہ کتابِ خدا ہے پھر خدا نے خود عیسیٰؑ کو انجیل عطا کی جو توریت کے احکام کی تصدیق کرنے والی ہے۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ از آدمؑ تا عیسیٰؑ اور از عیسیٰؑ تا حضرت محمدؐ صرف ایک ہی دینِ اسلام ہے اور یہ سب خدا کے نبی اور رسول ہیں اور ان کا مقصدِ تبلیغ یکساں ہے۔اور چونکہ قرآن خدا کی آخری کتاب ہے اور تمام سابقہ احکام خدا کی جامع ہے لہٰذا اس کے احکام کی پیروی کرنا یہود و نصاریٰ کو چاہئے اور اپنا نام بھی مسلم رکھنا چاہئے۔ ورنہ وہ کافر ہی رہیں گے۔ کیونکہ وہ آخری اور جامع کتاب یعنی قرآن کے منکر ہیں۔ ان آیات نے واضح کر دیا کہ احکامِ قصاص ہر ایک کتاب میں یکساں ہیں۔

آیت ۴۷:

قضیوں، جھگڑوں، مقدمات اور قصاص کا فیصلہ بعہدِ توریت۔توریت کے مطابق اور بعہدِ انجیل، انجیل کے مطابق اور بعہدِ قرآن، قرآن کے مطابق ہونا چاہئے۔ خدا نے اس آیت میں اسی امر کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے ہر نبی کے عہد میں جو کتابِ خدا تھی اس پر عمل صحیح تھا اور اس کے خلاف عمل کرنے والے کافر تھے۔اسی طرح خدا نے حضرت محمدؐ کو قرآن عطا کیا ہے جس کی تصدیق علاوہ دیگر آیات یہ آیت بھی کر رہی ہے۔ اب تمام فیصلے حکمِ قرآن کے مطابق ہی ہونا

چاہئیں۔ احادیثِ رسولؐ اگر احکامِ قرآن کی موئد ہوں اور مفسّر ہوں تو قابلِ قبول ہیں ورنہ سمجھا جائے کہ وہ سیاسی اغراض کی وجہ سے اسلام کی من پسند ایجادات ہیں اور علماء حریص کی من گھڑت ہیں۔

آیت ۴۸:

قرآن کتابِ خدا ہے۔ اس کے ثبوت میں یہی بات کافی ہے کہ زبور، توریت وانجیل کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے اور احکام میں یکسانیت ہے نیز پیغامِ خدا کے معاملہ میں وحدتِ خیال ونظر ہے۔ علاوہ اس کے قرآن کتبِ سابقہ کا محافظ بھی ہے کہ ان کے اصل حکموں کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ان میں جو ردو بدل وتحریف دنیا والوں نے کی ہے اس کی خبر دیتا ہے۔

چند احبار وعلماءِ یہود خدمت رسولؐ میں آئے اور یہ عرض کیا اگر آپ ہماری منشاء کے مطابق فیصلہ کر دیں گے تو ہم اپنے اثر سے اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دیں گے۔ مگر پہلے آپ ہمارے باہم کے جھگڑوں کا فیصلہ کر دیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا میں حکمِ خدا کا پابند ہوں۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے رسولؐ کو ان کی عیاری کی خبر دی ہے۔

اللہ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا اور اپنی اس حکمت کو بیان کیا ہے جو مخلوق کے پیدا کرنے اور ان کے لئے قانون کے پہنچانے والے کے مقرر کرنے میں مضمر ہے۔ بے شک خدا قادر ہے کہ وہ لوگوں کے ذہنوں اور دماغوں کو ایسا ہی بنا دے کہ نافرمانی ان میں آہی نہ سکے۔ جیسے ملائکہ اور دیگر مطیع مخلوقات، مگر انسان کو خدا نے کل اختیارات دے کر اور مختلف اوقات میں ان کے حسبِ استعداد انبیاءؑ مقرر کر کے ان کے لئے شریعت اور صحیح طریقہ مقرر کر دیا اور حضرت محمدؐ کو انبیاء کا سردار اور آخری نبی قرار دیا۔ صرف اس لئے کہ وہ انسانوں کو آزمائے اور ان کی اختیاری اطاعت پر ان کو لامحدود انعامات عطا کرے اور نافرمانوں کو دوزخ کے عذاب میں ڈالے۔ یہ اس کی مشیت ہے۔ مخلوق کو چون وچرا کا اختیار نہیں ہے۔

آیت ۴۹:

قرآن میں تمام احکامات موجود ہیں جو انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔ مگر یہود اپنے حسبِ منشاء فیصلہ کر کے بعض احکام کی خلاف ورزی کر کے اپنی رائے رسولؐ کو دیتے تھے۔ لہٰذا خدا نے منع کر دیا اور اپنے رسولؐ کو ان کے مکر سے آگاہ کر دیا۔

یہود کی سرکشی، نافرمانی اور بار بار ہدایت سے انکار کی وجہ سے ان کے لئے دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب ہے۔ دنیاوی ذلت بنی نضیر کی جلا وطنی تھی اور بنی قریظہ کا قتل عام تھا اور عاقبت کا عذاب بھی ان کا مقدر ہوگا۔ خدا نے

ان کے بعض گناہوں کی سزا دینے کا اظہار کیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے گناہ بکثرت ہیں مگر ان میں سے بعض گناہوں کی وجہ سے بھی دنیا وآخرت کے عذاب کے مستحق ہو گئے۔

آیت ۵۰:

یہود کہتے تھے کہ لا ترضیٰ بحکمك۔ (ہم تیرے حکم وفیصلہ پر راضی نہیں ہیں)۔ تو خدا نے فرمایا کہ کیا تم عہدِ جاہلیت یعنی قبلِ اسلام کے فیصلوں کو چاہتے ہو؟ تو تم یہ سمجھ لو کہ اگر تمہارا ایمان خدا پر ہوتا اور قرآن کا کتابِ خدا ہونے پر یقین کرتے ہوتے تو ضرور قرآن اور محمدؐ کے فیصلوں اور حکم کو بے چون و چرا مانتے۔ کیونکہ خدا پر یقین رکھنے والے جانتے ہیں کہ خدا سے بہتر کوئی حکم کرنے والا نہیں ہے کہ وہ کائنات کا خالق، رحیم و رحمٰن اور عادل ہے۔ آیت کا خطاب مخصوص طور پر بنی نضیر اور بنی قریظہ کے لئے ہے کہ وہ دونوں قبائل حضرت محمدؐ کے فیصلہ پر راضی نہ تھے۔ لہٰذا ان کی خوشی کے خلاف ان کی جلا وطنی اور قتل کا حکم دیا گیا۔ یہی دنیاوی رسوائی و ذلت ان کے لئے تھی اور عذابِ آخرت بھی ان کے لئے ہے۔

آیت ۵۱:

فتحِ بدر کے بعد مسلمانوں نے واپسی پر مدینہ کے یہودیوں کو آگاہ کیا کہ تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہارا حال بھی یہی ہوگا جو بنی نضیر اور بنی قریظہ کا ہوا۔ مالک بن حنیف نے کہا کہ اہل مکہ آدابِ جنگ سے واقف نہ تھے، ہم سے مقابلہ ہوگا تو مسلمانوں کو معلوم ہوگا۔

عبادہ بن صامتؓ صحابی رسول اور عبداللہ بن ابی سلول رئیس منافقین میں جھگڑا ہو گیا۔ تو عبادہ نے کہا کہ قبائلِ یہود سے میرے دوستانہ تعلقات تھے مگر مطابقِ حکمِ رسولؐ چھوڑ دیا۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھ کو تو یہود سے بغیر ملے چارہ کار ہی نہیں ہے کیونکہ نہ معلوم حالات کیا ہوں؟ میں ان سے کیوں بگاڑوں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں ممانعت بھی ہے اور تفہیم بھی کہ کفار مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے اور آیت نے یہ بھی ظاہر کیا کہ تمام کفار دنیا بھر کے ایک قوم ہیں اور یہ مسلمانوں کے کبھی ہمدرد اور خیرخواہ نہیں ہو سکتے۔ آج چودہ سو سال کے بعد بھی کفار اور منافقین اسلام کے دشمن ہیں۔

آیت ۵۳:

جو لوگ کفار کو دوست بنائیں اور جو منافقوں سے دوستی کریں، جو خدا کے علاوہ کسی دوسرے سے ڈریں، جو حق کو جانتے ہوئے دلوں میں چھپائیں اور باطل پر عمل کریں وہ سب نافرمانِ خدا اور رسولؐ ہیں۔ اور ان کے اعمال جو بھی کچھ

ہوں سب بے کار قرار دیئے جائیں گے اور وہ دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہوں گے، ظاہری اسلام کام نہ آئے گا بلکہ ہر مسلم کو ان احکامِ الٰہی کی پیروی بہ خلوص دل کرنی ہوگی۔ عہدِ حاضر کے مسلمان بغور ان آیات کا مطالعہ کریں اور اپنے عمل کو دیکھیں کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے یا دیگر اغراضِ دنیوی کے لئے؟ پھر کہیں پردۂ اسلام میں وہ اصولِ اسلام کی بیخ کرنے والے تو نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ منافق ہیں اور ان کا حشر منافقین میں ہوگا۔

آیت ۵۴:

قرآن کا یہ حکم تا قیامت جاری رہے گا کہ جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہوگا یعنی احکامِ خدا اور رسولؐ سے روگردانی کرے گا وہ مرتد سمجھا جائے گا اور اس کا شمار کافروں میں ہوگا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ قبائلِ عرب میں سے تیرہ قبیلے مرتد ہو گئے تھے۔ تین قبیلے رسول خداؐ کے آخری عہد میں اور دس (۱۰) قبیلے بعدِ وفاتِ رسولؐ مرتد ہوئے۔ حیات رسولؐ میں جو قبیلے مرتد ہوئے وہ ایک تو بنی مدلج تھے کہ ان کے سردار ذوالحمار اسود عیسیٰ تھا۔ اس نے دعوائے نبوت کیا اور یمن چلا گیا اور رسول اللہؐ کے عاملوں کو یمن سے نکال دیا۔ اس وقت رسولِ خداؐ نے معاذ بن جبل کو لکھا اور اسود عیسیٰ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ آخر فیروز دیلمی نے اسود کو قتل کیا۔ دوسرا قبیلہ جو مرتد ہوا تھا وہ بنو حسفہ حنیفہ تھا جو یمام میں تھا اور مسیلمہ کذّاب کا آدمی تھا۔ اس نے بھی دعوائے نبوت کیا تھا اور مسیلمہ کذّاب کی طرف سے خدمت رسولؐ میں مسیلمہ کا خط لایا۔ عبارت یہ تھی، من مسیلمہ رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ اما بعد فان الارض نصفھا لی ونصفھا لك۔ (مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام یہ خط ہے۔ اما بعد نصف زمین میری ہے اور نصف تمہاری ہے)۔ رسول خداؐ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم مسیلمہ پر ایمان رکھتے ہو؟ سب نے اقرار کیا تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ اگر نامہ بر کا قتل کرنا مناسب ہوتا تو میں تم سب کو قتل کر دیتا پھر خط کا جواب لکھا۔ من محمد رسول اللہ الیٰ مسیلمہ الکذّاب اما بعد فان الارض یورثھا اللہ من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔ (خدا کے رسول محمدؐ کی طرف سے یہ جواب ہے مسیلمہ کذّاب کی طرف کہ زمین خدا کی ہے جس کو وہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں عطا کرتا ہے اور بہتر انجام متقین کے لئے ہے)۔ اس کے بعد رسول خداؐ کی وفات ہوگئی اور حضرت ابوبکر نے خالد بن ولید کو ان کی سرکوبی کو بھیجا اور وحشی قاتلِ حضرت امیر حمزہؓ نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ وحشی کہا کرتا تھا کہ میں نے عہد جاہلیت میں بہترین خلق (حمزہؓ) کو قتل کیا اور اسلام لانے کے بعد بدترین خلق مسیلمہ کو قتل کیا۔ تیسرا قبیلہ جو حیاتِ رسولؐ میں مرتد ہوا بنو اسد قوم طلیحہ بن خویلد سے تھا۔ رسولِ خداؐ نے خالد کو بھیجا، مرتدین مارے گئے پھر طلیحہ شام چلا گیا اور مسلمان ہو گیا۔ عہدِ حضرت ابوبکرؓ میں سات قبائل مرتد ہوئے۔ بنو قرارہ قوم عینیہ بن حصین، دوم عطفان قوم مرہ بن سلمہ سے، سویم بنو سُلیم قوم فجاءۃ بن عبد یالیل، چہارم بنو یربوع قوم مالک بن نویرہ، پنجم قبیلہ بنی تمیم کی قوم سے سجاح بنت منذر جو زوجۂ مسیلمہ تھی، اس نے بھی دعوائے نبوت کیا تھا، ششم

بنو کندہ قوم اشعث بن قیس، ہفتم بنو بکر بن وایل بحرین میں کہ قوم حطیم سے تھے۔ مرتدین مارے گئے۔ خدا نے ان کی ارتداد کی خبر پہلے ہی قرآن میں دے دی تھی۔

ایمان کے بعد مرتد ہونے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ چونکہ مرتدین نے بہترین نعمت یعنی دین کو چھوڑا تھا لہٰذا خدا خالص مومن کی صفات بطور نمونہ بیان فرماتا ہے (۱)۔ خدا کا وہ محبوب ہوگا (۲)۔ خدا اس کا محبوب ہوگا (۳)۔ مومنین کے سامنے عاجزی سے پیش آئے گا (۴)۔ کافروں کے لئے سخت ہوگا (۵)۔ راہِ خدا میں جہاد کرے گا (۶)۔ ایمان کے معاملہ میں اگر اس کو کافر ملامت کریں گے تو ملامت کی پرواہ نہ کرے گا۔ (۷)۔ وہ خدا کے فضل کا حقدار ہوگا۔ (۸)۔ وہ خدا کا ولی ہوگا۔ (۹)۔ وہ نماز پڑھنے والا ہے۔ (۱۰)۔ وہ مومنِ مخلص ہے۔ (۱۱)۔ وہ نماز میں حالتِ رکوع میں بھی طلبِ رضائے خدا کے لئے زکوٰۃ دیتا ہے۔ (۱۲)۔ وہ اور اس کے مثل مومنین کا گروہ ہے وہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ اس طرح خدا نے مومن کی صفاتِ اعلیٰ کی تصویر کشی فرمائی ہے۔ امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ نے حضرت علیؑ کا بیان نقل کیا ہے کہ روزِ فتح بصرہ حضرت علیؑ نے فرمایا: **واللّٰہ ماقوتل اھل ھٰذا الاٰیۃ حتی الیوم**۔ (آج کے دن سے پہلے خدا کی قسم کوئی اس آیت کے حکم کے مطابق نہ لڑا تھا)۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت شانِ علیؑ میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اس آیت میں وہ صفات ہیں جو بجز علیؑ اور اہلبیتؑ کے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ محبت کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے کہ رسولِ خداؐ نے جنگِ خیبر کے موقع پر فرمایا: **واللّٰہ لا عطیّن الرّایۃ غداً رجلا یحب اللّٰہ و رسولہ** الخ۔ (میں کل علم اس کو دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے الخ۔) احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں نقل کیا ہے کہ ایک انصاری عورت ایک بُھنا ہوا پرندہ رسول اللہؐ کے لئے لائی تو رسول خداؐ نے خدا سے دعا کی: **اللّٰھم اتینی باحب خلقك الیك و الی رسولك یا کل معی الطیر**۔ (اے خدا اس وقت میرے پاس اس کو پہنچا دے جو مخلوق میں سب سے زیادہ تیرا محبوب ہو اور تیرے رسول کا محبوب ہو کہ وہ میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے)۔ حضرت علیؑ نے دق الباب کیا رسول اللہؐ نے بلایا اور دونوں نے ساتھ کھایا۔ بہرحال یہ تمام صفات حضرت علیؑ میں موجود ہیں اور ایک تخصیص ایسی ہے کہ اس میں کسی بحث کی گنجائش ہی نہیں ہے وہ یہ کہ حالتِ نماز میں زکوٰۃ صرف علیؑ نے دی ہے۔ یہ واقعہ بالاتفاق تمام مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ مسجدِ نبوی میں سائل آیا اور سوال کر کے واپس ہو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ خدایا تیرے گھر سے خالی ہاتھ جاتا ہوں پس علیؑ نے انگلی کا اشارہ کیا۔ اس نے انگلی سے انگشتری اتار لی اور دعائیں دیتا چلا گیا اس پر یہ آیتِ ولایت نازل ہوئی۔

آیت ۵۷:

ایمان کی تعریف ہی یہ ہے کہ خوفِ خدا دل میں ہمہ وقت رہے اور انسان اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے کہ خلافِ حکمِ خدا تو کام نہیں ہو رہا ہے۔

آیت ۵۸:

ان آیات میں منافقین اور مشرکین کے حالات بیان کیے گئے ہیں تا کہ امتِ حضرت محمدؐ کو عبرت ہو اور وہ کبھی ان افعال کے مرتکب نہ ہوں۔ مگر افسوس کہ موجودہ عہد کے مسلمانوں نے نماز کو ہی ٹھٹھا سمجھ لیا ہے بلکہ کارِ عبث۔ وہ نام کے مسلمان ہیں مگر ان کے دل نورِ ایمان سے خالی ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جس طرح پہلی امتیں بوجہ نافرمانیٔ خدا و رسول ذلیل ہوئیں اسی طرح ہر نافرمان ذلیل ہوگا اور عاقبت میں عذابِ جہنم کا مستحق ہوگا۔ خدا مسلمانوں کو توفیق نیک عطا کرے۔

آیت ۵۹:

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رفاعہ بن زید اور سوید بن حارث اظہار اسلام کرتے تھے حالانکہ وہ یہودی تھے اور بعض اہلِ اسلام ان سے محبت کرتے تھے۔ خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ان سے نہ ملو۔ جب مؤذن کہتا تھا۔ اشھد ان محمد رسول اللہ تو ایک یہودی کہتا تھا احرق اللہ الکاذب۔ (اللہ جھوٹے کو جَلائے)۔ اس کی سزا اس کو دنیا میں خدا نے اس طرح دی کہ وہ مع عیال کے سو رہا تھا کہ ایک چنگاری اس کے ملازم کے ہاتھ سے اس پر جا پڑی اور وہ سب جل کر مر گئے۔

ابتداء میں اذان قبلِ نماز نہیں ہوتی تھی کیونکہ رسول اللہؐ کو تین سال تک مخفی طور پر تبلیغ کا حکم تھا۔ اس کے بعد اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا اس وقت مسلمانوں کو رسول اللہؐ کے ساتھ جماعت میں شریک ہونے کے لئے وقت بے وقت آنے کی دقت ہوتی تھی۔ اصحاب نے اعلانِ نماز کے لئے رسول اللہؐ سے درخواست کی اور مختلف طریقے پیش کیے تو رسول خداؐ نے جواب دیا کہ میں حکمِ خدا کا منتظر ہوں۔ چنانچہ وحی آئی اور اذان کا طریقہ جبرائیلؑ نے بتایا اور رسول اللہؐ نے اصحاب کو یاد کرنے کا حکم دیا۔ اس معاملہ میں بھی مثل دیگر معاملات کے اختلاف بکثرت ہے مگر عباداتِ خدا میں صرف حکمِ خدا قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔ عوام کی رائے عبادت قرار نہیں پاسکتی ہے۔ اذان عبادت ہے اور اعلانِ عبادت ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اللّٰھم عفر للموذنین۔ (اے خدا مؤذنوں کو مغفرت عطا کر)۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم کہ جہاد میں شمشیر زنی کرتے ہیں آپ نے یہ دعا ہمیں نہ دی۔ آپؐ نے فرمایا: اے عمرؓ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اذان کو ضُعَفاء پر چھوڑ دیں گے۔ یاد رکھو کہ موذنوں کا گوشت جہنم پر حرام ہے۔

چند یہود خدمتِ رسولؐ میں آئے اور کہا کہ آپ کس پر ایمان لائے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نومن باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابرٰھیم و اسمٰعیل و اسحاق الخ جب عیسٰیؑ کا نام آیا تو یہود نے آنحضرتؐ کی رسالت سے انکار کیا اور کہا کہ تمہارے دین سے بدتر کوئی دین نہیں ہے۔ یہ اشخاص ابو یاسر اخطب و رافع ابن ابی رافع اور چند یہود

تھے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی یا اھل الکتاب ھل تنقمون منا نقم کے معنی انکار کے ہیں۔

آیت ۶۰:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہود کو سبت کے معاملہ میں خدا نے جوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو سور بنایا تھا۔ وہ عذابِ الٰہی تھا اور تین دن کے اندر وہ سب مر گئے تھے۔

آیت ۶۲:

اَکۡلِھِمُ السُّحۡتَ حرام کھاتے ہیں، گناہ کرتے ہیں، اور ظلم کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔اثم وہ گناہ ہے جس کا ضرر فاعل کو پہنچے۔ عدوان وہ گناہ ہے کہ اس کا ضرر فاعل اور دوسرے کو بھی پہنچے۔سُحت ، رشوت ہر وہ کمائی جو ناجائز ذریعہ سے حاصل کی جائے۔ خدا مسلمانوں کو اس بداعمالی سے محفوظ رکھے جس میں یہود و نصاریٰ مبتلا ہیں اور وہ مستحق عذاب ولعنت ہو گئے ہیں۔

آیت ۶۳:

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے مضمون کے لحاظ سے بہت شدید ہے، ضحاک سے مروی ہے مافی القراٰن اٰیۃ اخوف عندی منھا۔ (قرآن میں اس آیت سے زیادہ خوف دلانی والی کوئی آیت میرے نزدیک نہیں ہے)۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ کوئی مرد نہیں ہے کہ وہ کسی گناہ کرنے والے کے قریب سے گزرے وہ اس کو منع نہ کرے مگر یہ کہ عنقریب وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ خدا نے وحی کی یوشع بن نونؑ پر کہ میں تیری قوم سے سو ہزار افراد کو ہلاک کروں گا ان میں سے چالیس ہزار نیکو کار ہوں گے۔تو یوشعؑ نے نیکو کاروں پر عذاب کے بارے میں خدا سے سوال کیا تو خدا نے جواب دیا کہ وہ نیکو کار بدافعال لوگوں کو منع نہیں کرتے تھے اور ان سے اظہار نفرت و بیزاری نہیں کرتے تھے۔ گویا وہ بھی بد افعال لوگوں کے اعمال پر راضی تھے، ان کے ساتھ نشست و برخاست کرتے تھے، ان کے ہمراہ کھانا کھاتے تھے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر مسلمان پر فرض ہے۔ علماء عہدِ موجودہ اپنے عمل پر خود ہی غور کر لیں۔

آیت ۶۴:

یہود نے کہا کہ خدا کو جو کرنا تھا وہ کر چکا اب وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ یا یہ کہ خدا جو دیتا تھا دے چکا اب آئندہ کچھ دینا اس کے اختیار میں نہیں ہے۔تو خدا نے فرمایا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں یعنی خدا ہمیشہ سے صاحبِ قدرت ہے اور رہے گا۔ وہ مجبور نہیں ہے نہ یہ کہ وہ جو کرتا تھا کر چکا بلکہ وہ جو چاہے گا کرے گا کیونکہ وہ جب اور جو چاہے کرے وہ قادر مطلق ہے۔

یہود پر ان اقوال و افعال کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے وہ ہمیشہ دست بستہ مجبور و ذلیل رہیں گے۔

قرآن ہدایت ہے مگر اے رسولؐ تم غم نہ کرو۔ یہود اس پر ایمان نہیں لاتے بلکہ یہ تو اس قرآن کو دیکھ کر اور بھی گمراہ ہو جائیں گے کیونکہ ان میں قبولیتِ ایمان کی صلاحیت ہی باقی نہیں، ان کو تو کفر اور ضلالت ہی پسند ہے۔

یہود و نصاریٰ باہم دشمن رہیں گے یہ ان پر خدا کا عذاب ہے۔ وہ باہم جنگ کریں گے اور برباد و فنا ہوتے رہیں گے۔ وہ متحد نہ ہوں گے۔ اگر وہ قرآن پر ایمان لے آتے اور مسلمان ہو جاتے تو ان کا باہمی اختلاف ختم ہو جاتا۔

خدا کا یہ وعدہ عہدِ رسول کے لئے ہے کہ یہود جتنی بھی جنگ کریں گے ہمیشہ مغلوب ہوں گے۔ چنانچہ بنی نضیر و بنی قریظہ و بنی قینقاع و اہل خیبر و اہل وادی اور دیگر نے جزیہ قبول کیا۔

یہود نے جب توریت کی مخالفت کی تو بُختِ نصر مسلط ہوا۔ پھر باہم لڑے تو قسطوس مسلط ہوا۔ پھر سرکشی کی تو مجوس مسلط ہوئے۔ بعد کو مسلمانوں نے ان پر غلبہ پایا۔ اسی طرح آئندہ بھی یہ خوار و ذلیل ہی ہوتے رہیں گے اور باہم لڑتے رہیں گے۔ آخر میں خدا نے فرمایا کہ یہ جب جنگ کی آگ بھڑکائیں گے تو خدا اس کو بجھا دے گا۔ یعنی اے محمدؐ یہ ہمیشہ مسلمانوں کے مقابلہ میں مغلوب ہوں گے اور خدا تم کو ان پر ہر جنگ میں غلبہ دے گا۔ مطمئن رہو یہ خدا کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے محبوب رسولؐ سے کیا ہے۔ رسول اللہؐ کی حیاتِ ظاہری تک تو خدا کا یہ وعدہ پورا ہوتا رہا لیکن جب مسلمانوں نے حقیقی تعلیماتِ قرآنی کو پسِ پشت ڈال دیا تو مغلوبیت ان کا مقدر ٹھہری۔ اب صرف حدیثِ رسولؐ کے تحت آپؐ ہی کی اولاد سے ایک شخص ظہور کرے گا اور اسلام کا غلبہ دنیا پر قائم کرے گا۔

خدا نے یہود و نصاریٰ کو بار بار یاد دلایا ہے کہ اگر وہ قرآن پر ایمان لے آئیں اور خدا سے ڈریں تو خدا ان کے سب سابقہ گناہ معاف کر دے گا اور ان کو جنت اور نعمات جنت عطا کرے گا۔ یہ خدا کی دعوتِ اسلام ہے جو اہلِ کتاب کو دی گئی ہے۔

آیت ٦٦:

اگر یہود توریت پر اور نصاریٰ انجیل پر ایمان رکھتے اور اس کے بعد قرآن پر ایمان لاتے اور حضرت محمدؐ کو خدا کا برحق رسول اور آخری نبی سمجھتے، تو ان کے لئے بہتر تھا کہ ان کا قبولِ ایمان ان کی پچھلی برائیوں کا کفارہ ہو جاتا اور وہ مثل مومنین جنت کے حقدار ہو جاتے۔ خدا نے توریت و انجیل پر ایمان کی شرط لگائی ہے کہ ان دونوں کتابوں میں بعثتِ حضرت محمدؐ کی خبر تھی اور توحید خدا پر ایمان لانے کا حکم تھا۔ اگر وہ مومن ہوتے تو آسمان اور زمین میں جو جو نعمات خدا نے پیدا کی ہیں ان سے بہرہ اندوز ہوتے مگر انہوں نے خود اپنے کو آسمانی اور اخروی نعمتوں سے محروم کر لیا۔

البتہ عہدِ رسالت میں کچھ یہود و نصاریٰ ایسے تھے کہ احکامِ توریت و انجیل کو مانتے تھے اور اس میں جو حضرت محمدؐ

کی رسالت کی خبر ہے اس کی تصدیق کرتے تھے۔

آیت ٦٧:

اس آیت میں خدا کا حکم رسولِ خداؐ کو جتنا تہدیدی ہے ایسا حکم کبھی نہیں آیا (ا) حکم تبلیغ برائے کارِ مخصوص جو خدا پہلے بھی ظاہر کر چکا تھا۔ (ب) اگر اس وقت اور اس موقع (حجۃ الوداع سے واپسی) پر یہ حکم نہ پہنچایا، یعنی اس کی تبلیغ عام مسلمانوں پر نہیں کی، تو اے رسولؐ تم نے گویا کوئی کارِ رسالت ہی نہ کیا۔ یعنی یہ حکم خاص اساسِ اسلام ہے۔ (ج) اے رسولؐ اگر لوگوں سے تم کو خطرہ جان کا ہے یا ان کے مرتد ہونے کا خطرہ ہے۔ تو خدا تم کو ان کے ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ (د) لا یھدی القوم الکافرین ۔ خدا کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا ہے یعنی اے رسولؐ جو لوگ میرا یہ حکم سن کر منکر ہوں گے وہ کافر ہیں اور خدا کافروں سے توفیقِ ہدایت سلب کر لیتا ہے۔

اب دیکھئے کہ وہ حکمِ خاص کیا ہے؟ مفسرین نے اس حکم کے بارے میں بہت اختلاف کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ تفسیر و احادیث تقریباً ایک صدی کے بعد جمع کی گئیں، بعہدِ عمر ابن عبدالعزیز اور ان کے جمع کرنے میں شدید قسم کی سیاسی اغراض پیدا ہو چکی تھیں۔ احادیث بنانے کا کارخانہ بحکم شاہانِ اسلام قائم کر دیا گیا تھا۔ ائمہ احادیث بعد کو ہوئے اور انہوں نے لاکھوں حدیثوں میں سے صحیح حدیثوں کا انتخاب کیا چنانچہ ان کی تعداد بجائے لاکھوں کے ہزاروں میں رہ گئی۔ امام بخاری کی وفات ٢٥٦ھ میں ہوئی۔ امام مسلم کا سن وفات ٢٦١ھ ہے۔ ابوداؤد کا سن وفات ٢٧٥ھ ہے۔ امام ترمذی وفات ٢٧٩ھ ہے۔ امام نسائی کی وفات ٣٠٣ھ ہے۔ امام حاکم کی وفات ٤٠٥ھ ہے۔ ان حضرات سے پہلے اسلام میں شاہی قائم ہو چکی تھی لہٰذا حقیقتِ آیات پر خوب خوب پردے ڈال دیئے گئے تھے۔ معاملہ صرف اظہارِ ولایتِ خدا و رسول اور علیؑ کا تھا۔ اس کو بنایا معاملۂ خلافت۔ بس یہی غلطی کی۔ مگر باایمان ہمیشہ حق کے ساتھ ہوتے ہیں لہٰذا ان کی تحریریں باقی رہ گئیں۔ مفسر اعظم ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے البراء عاذب کے حوالے سے کہ جب ہم رسول خداؐ کے ساتھ مقام غدیرِ خم میں پہنچے فنادی الصلوٰۃ جامعۃ۔ جمع کرنے کے لئے اذان دی گئی۔ رسول خداؐ شجر کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے کیونکہ گرمی شدید تھی۔ پھر آپ نے علی ابن علی طالبؑ کا ہاتھ پکڑا فقال الست اولی بالمومنین من انفسھم۔ (کیا میں مومنین کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک نہیں ہوں؟) قالو ابلیٰ۔ انصار و مہاجرین، حجاج جن کی تعداد قریب ایک لاکھ بیس ہزار لکھی ہے سب نے کہا کہ اے خدا کے رسولؐ! بے شک آپ ہم کو ہماری جانوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ پھر رسول خداؐ نے فرمایا۔ الست اولیٰ من کل مومن بنفسہٖ۔ [کیا ہر مومن کے نفس (جان) سے زیادہ مجھ کو اس پر اختیار نہیں ہے؟] سب نے عرض کیا بیشک آپ حاکمِ اعلیٰ ہیں۔ فقال علیؑ مولیٰ من انا مولاہ۔ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من

عاداہ۔ [پھر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا (یا حاکم) ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدا اس کو دوست رکھے جو علیؑ کو دوست رکھے۔ خدا اس کو دشمن رکھے۔ جو علیؑ کو دشمن رکھے] اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: بخٍ بخٍ ھنیئًا لك یا بن ابی طالب اصبحت و امسیت مولائی و مولائی کل مومن و مومنۃ۔ (اے ابو طالب کے بیٹے! آپ کو گوارا ہو اور مبارک ہو کہ آپ نے صبح و شام اس حالت میں کی کہ آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو گئے)۔

روایت ہے حسین بن حکم سے ان سے بیان کیا حیان کلبی نے ان سے ابی صالح نے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابن مردویہ نے اپنی کتاب 'مناقب' میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ اس آیت میں ولایتِ علیؑ کا حکم ہے۔ مفسر ثعلبی نے کہا ہے کہ جب اس آیت کے نزول کا واقعہ عام طور پر پھیل گیا، تو حارث بن نعمان ناقہ پر بیٹھ کر مدینہ گیا، خدمتِ رسولؐ میں پہنچا اور کہا کہ اے محمدؐ تم نے کلمہ شہادت کا حکم دیا ہم نے قبول کر لیا۔ نماز، حج، زکوٰۃ، خمس، صوم و جہاد کا حکم دیا ہم نے قبول کر لیا۔ مگر تم راضی نہ ہوئے اور اب اپنے چچا زاد کو ہم پر حاکم بنا دیا اور حکم دیا کہ اس کے تابع رہو۔ یہ حکم تم نے اپنی جانب سے دیا ہے یا اللہ کے حکم سے؟ رسول خداؐ نے فرمایا: باللہ الّذی لا الٰہ الا ھو انہ من امر اللہ۔ (میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ خدا کے حکم سے میں نے یہ حکم دیا ہے)۔ حارث اُٹھ کر چلا اور کہا: اللّٰھم ان کان ما یقول محمدٌ حقًّا فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم۔ (اے خدا جو کچھ محمدؐ نے کہا اگر وہ حق ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا اور عذابِ دردناک دے)۔ اسی وقت آسمان سے پتھر برسا اور عذاب دردناک نازل ہوا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی: سئل سائل بعذاب واقع ○ للکافرین لیس لہٗ دافع ○ من اللہ ذی المعارج۔ (سورہ معارج آیت: ۱ تا ۳)۔ (ایک سائل نے عذاب واقع ہونے کا سوال کیا کافرین کے لئے اور خدائے برتر کے حکم کا کوئی ٹالنے والا نہیں ہے)۔ اس آیت کی تفسیر میں اختلافِ مفسرین کا کوئی موقع نہیں ہے کیونکہ اسلام کے تمام فرقے تسلیم کرتے ہیں کہ درجہِ ولایت علیؑ و اولادِ علیؑ میں تا قیامت رہے گا۔

آیت ٦٨:

خدا نے اپنے محبوب حضرت محمدؐ کو تسلی دی ہے کہ تم کافروں پر افسوس نہ کرو۔ وہ تو ہمیشہ سے خدا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کرتے آئے ہیں۔

آیت ٦٩:

اس آیت میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ مومن تو خدا اور رسول اور ان کے احکام کے مطیع ہیں مگر یہود و نصاریٰ

اور لامذہب ان میں سے جو اپنے اعمال سے توبہ کرلے اور اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لائے گا اور مطابقِ اعتقادِ اسلام عملِ نیک کرے گا تو وہ دنیا و آخرت کے معاملات میں بے خوف ہوگا۔ دنیا میں بھی وہ آسمانی عذاب سے محفوظ رہے گا اور آخرت میں جنت کا مستحق ہوگا۔ خدا کا یہ انعام عام اور دعوتِ عام ہے۔

آیت ۷۱:

کتبِ سماویہ کے ذریعہ خدا نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اپنی توحید کا، رسول کی رسالت کا اور حضرت محمدؐ کی رسالت کا مگر انہوں نے رسولوںؑ کی تکذیب کی جیسے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کی اور بعض کو قتل کیا جیسے زکریا، یحییٰ، شعیب علیہم السلام کو۔

یہود نے موسیٰؑ کا اقرار کیا اور بعدِ موسیٰؑ توریت میں تحریف کی۔ پھر عیسیٰؑ کی نبوت سے انکار کیا گویا باوجود خدا کی نشانیاں کے دیکھنے کے اندھے اور بہرے بن گئے۔ اپنے رحم و کرم کی وجہ سے خدا نے ان کی توبہ قبول کر کے ان کو موقع دیا لیکن حضرت محمدؐ کی رسالت کا انکار کیا حالانکہ توریت کی تعلیمات کے مطابق وہ حضرت محمدؐ کی رسالت سے آگاہ تھے۔ وہ صحیح عقائد سے اندھے اور بہرے ہو گئے تھے کہ عیسیٰؑ کو خدا کہنے لگے اور مشرک ہو گئے۔

یہود نے عیسیٰؑ کا انکار کیا لہٰذا انکارِ نبوت کی وجہ سے کافر ہو گئے اور نصاریٰ نے عیسیٰؑ کو ہی خدا بنالیا اور تین معبودوں کے معتقد ہو گئے لہٰذا شرک کیا اور مشرک ہو گئے۔

آیت ۷۲:

اس سے پہلے کی آیت میں خدا نے یہود و نصاریٰ کو دوبار اندھا اور بہرہ کہا ہے۔ اس لئے کہ اس سے بدتر اندھا پن کیا ہوگا کہ دیکھ رہے تھے کہ عیسیٰؑ مریمؑ کے بیٹے تھے لیکن مخلوق کو خالق ماننے لگے اور اس سے بدتر بہرہ پن کیا ہوگا کہ عیسیٰؑ نے خود ان سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ میرا بھی معبود ہے اور تمہارا بھی معبود ہے اور یہ بھی کہا کہ مشرک پر جنت حرام ہے اور مشرک دوزخی ہوگا اور یہ کہ ان کا شرک ظلم ہے وہ ظالم ہو جائیں گے لہٰذا ان کا مددگار کوئی نہ ہوگا۔ مگر یہ سب سننے کے بعد بھی نصاریٰ نے شرک کیا۔

آیت ۷۳:

آیت اعلان کرتی ہے کہ نصاریٰ کافر ہیں کیونکہ انہوں نے خدائی کو خدا، بیٹا اور روح القدس پر تقسیم کر دیا اور کہا کہ ان تینوں سے مل کر ایک خدا ہے۔ یہ شرک ہے جب تین میں کا ایک خدا کو کہا گیا تو گویا خدا کو مجبور قرار دیا گیا کہ بغیر دوسروں کی شراکت کے وہ کچھ نہیں کرسکتا۔ معنی یہ ہوئے کہ وہ قادرِ مطلق نہیں ہے۔ یہ کفر ہے۔ پھر یہ کہنا کہ مریمؑ بھی اور عیسیٰؑ بھی کارِ خدائی میں شامل ہیں تو گویا خدا کو مثلِ انسان سمجھا جو مخلوق اور حادث اور مجبور

اور مرزوق ہے اور جب خدا میں مخلوق کی صفات کو تسلیم کر لیا گیا تو وہ قدیم، ازلی، ابدی اور قادرِ مطلق نہیں رہا لہٰذا یہ بھی کفر ہے۔

یہ اعلان منجانب خدا ہے کہ اللہ صرف معبود ہے، دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے احد ہے اور صمد ہے۔

آیت ۷۴:

یہ آیت خدا کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کو ظاہر کرتی ہے۔ یہود و نصاریٰ کے لئے ہدایت ہے اور ہر گنہگار اور عاصی کے لئے پیغامِ مغفرت ہے۔ بطریقِ استفہام خدا کا فرمانا کہ وہ توبہ کیوں نہیں کرتے؟ خدا بڑے بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ وہ ان کی تمام گذشتہ خطاؤں کو معاف کر دے گا۔ اس پیغامِ مغفرت کے بعد کوئی بدنصیب ہی ہوگا کہ وہ درگاہِ خدا میں بہ خلوصِ نیت توبہ نہ کرے اور خدا کی مغفرت و رحم کا مستحق نہ بنے۔

آیت ۷۵:

عیسیٰؑ کو خدا ماننے والوں کو سمجھایا گیا ہے کہ عیسیٰؑ مثل دیگر رسولوں کے انسان ہیں۔ جن انبیاءؑ کو تصدیقِ نبوت کے لئے معجزات اور آیات خدا نے دیئے تھے اسی طرح عیسیٰؑ کو معجزات عطا ہوئے ہیں۔ تاکہ لوگ ان کی نبوت و رسالت کا اقرار کریں اور ان کے احکام کی اطاعت کریں اور اس طرح گمراہی اور شرک سے محفوظ رہیں، خدا کے نیک بندے بن جائیں اور دنیا و آخرت میں باعزت اور مستحقِ جنت ہو سکیں۔

موسیٰؑ کو عصا دیا جو اژدھا بن جاتا تھا، پتھر پر مارنے سے پانی کے چشمے پیدا کرتا تھا۔ اسی طرح دیگر انبیاءؑ کو معجزات دیئے۔ عیسیٰؑ کو اس سے زیادہ قوی معجزات عطا کیے کہ وہ مبروص کو شفا دیتے تھے، مردوں کو زندہ کر دیتے تھے مگر خود اپنے اختیار سے نہیں بلکہ چونکہ خدا نے ان کی پیدائش ہی کو معجزہ بنایا تھا، بن باپ کے صرف ماں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، پیدا ہوتے ہی ماں کی عصمت کی گواہی دی تھی، اپنی کتاب اور نبوت کا اظہار کیا تھا لہٰذا یہ سب اعجاز ان کو خدا کے طرف سے ملے تھے۔ نصاریٰ کا ان کو خدا تصور کرنا نادانی اور اندھا پن نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ان آیات میں خدا نے نصاریٰ کو ایسے محبت بھرے لفظوں میں دعوت حق دی ہے کہ اگر ان میں ذرہ بھی عقل ہوتی یا بصیرت ہوتی تو روئے زمین پر ایک عیسائی بھی نظر نہ آتا سب مسلمان ہوتے اور مطیعِ خدا اور مطیعِ رسولؐ ہوتے۔

آیت ۷۵:

قرآن کریم نے حضرت مریمؑ کو صدیقہ کہہ کر یہود کو اور قیامت تک کے آنے والوں کو بتایا کہ مریمؑ کے بطن

سے بن باپ کے عیسیٰؑ پیدا ہوئے تو ان پر اتہام لگانا غلط ہے۔ کیونکہ صدیقہ وہ ہے جو اپنے قول میں سچی ہو لہٰذا مریمؑ نے ولادتِ عیسیٰؑ کے بارے میں جو بیان دیا ہے وہ صدق ہے اور سچا ہے۔ علاوہ صداقتِ قول اور صداقتِ فعل دونوں صفات صدیقہ میں موجود ہوتے ہیں۔ صدیق نہ زبان سے غلط بات کہتا ہے اور نہ اپنے اعمال میں غلط راہ پر چلتا ہے۔ جب قول وفعل میں یک رنگی اور صداقت پائی جاتی ہے تو صدیق یا صدیقہ کہا جاتا ہے۔ خدا علیم وخبیر ہے لہٰذا وہ گواہی دے رہا ہے کہ مریمؑ صدیقہ ہے اور عیسیٰؑ کی ولادت خدا کی آیت یا نشانی ہے۔ جیسے خدا نے آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر کے اپنی قدرت کا اظہار کیا تھا اسی طرح عیسیٰؑ کو بن باپ کے پیدا کر کے، طفلی میں گویائی دے کر، کتاب انجیل اور نبوت دے کر اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کیا ہے کیونکہ خدا قادرِ مطلق ہے۔

عیسیٰؑ اور مریمؑ دونوں کھانا کھاتے تھے اس کے معنی ہیں کہ وہ دونوں انسان تھے۔ ان کو ہر انسانی ضرورت پیش آتی تھی۔ لوازماتِ بشریت ان میں موجود تھے۔ نصاریٰ یہ دیکھتے ہوئے بھی ان کو خدا مانتے ہیں تو یہ ان کی نادانی ہے۔ اب بھی عقل پیدا کر لیں، توبہ کر کے عیسیٰؑ کو بندۂ خدا اور خدا کو معبود سمجھنے لگیں تو نجات پا سکتے ہیں۔

حضرت محمدؐ سے خطاب ہے کہ اے محمدؐ تم کو تو یہ افسوس ہے کہ ان پر تمہاری تبلیغ کا اثر کیوں نہیں ہوتا۔ دیکھو ہم تو ان کو دلائل دے کر سمجھا رہے ہیں مگر ان کی سرکشی کا یہ حال ہے کہ یہ کفر کی طرف ہی بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

آیت ٧٦:

یہ اعلانِ عام ہے کہ عیسیٰؑ ہوں یا موسیٰؑ یا کوئی بھی ہو وہ خود خدا کا محتاج ہے۔ زندگی اور زندگی کی تمام ضروریات میں اللہ کی طرف اس کو حاجت ہے۔ چنانچہ اسی کو معبود سمجھا جائے جو خالق و رازقِ عالم ہے، دوزخ وجنت کا مالک ہے، دنیوی زندگی اور آخرت میں اسبابِ نجات عطا کرنے والا ہے۔ مزید یہ کہ وہ ہر شئے کا جاننے والا اور ہر بات کا سننے والا ہے۔

آیت ٧٧:

یہ خطاب اہلِ کتاب سے ہے۔ یہود نے عزیرؑ کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ نے عیسیٰؑ کو کا بیٹا خدا بنالیا۔ یہ ان کی گمراہی ہے۔ انہوں نے اور ان کے اسلاف نے ہمیشہ دوسروں کو گمراہ کیا۔ ابھی وقت ہے کہ اے محمدؐ یہ لوگ تم پر ایمان لے آئیں اور اپنے دین میں غلو نہ کریں اور حق کو مان لیں۔

آیت ۷۸:

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ نے ہفتہ کے دن یہود کو مچھلی کے شکار کو منع کیا تھا۔ مگر جب امت نے نہ مانا تو داؤدؑ نے یہ بددعا کی۔ تو پانچ ہزار افراد خنزیر ہو گئے۔ بنی اسرائیل کا خیال تھا کہ ہم اولادِ پیغمبر یعقوبؑ ہیں لہٰذا ہم پر عذاب نہ ہوگا مگر ثواب و عذاب عمل پر منحصر ہے۔ حدیث قدسی میں ہے: **خلقت الجنّة لمن اطاعنی ولو کان عبداً حبشیًّا وخلقت النّار لمن عصانی ولو کان سیداً قرشیاً**۔ خدا نے فرمایا: (میں نے جنت اس کے واسطے پیدا کی ہے جو میری اطاعت کرے اگرچہ وہ غلامِ حبشی ہو اور دوزخ اس کے لئے پیدا کی ہے جو میری نافرمانی کرے اگرچہ وہ سید قریشی ہو)۔ پیغمبر کی لعنت جس پر ہوگی وہ عذاب کا مستحق ہوگا۔

داؤدؑ اور عیسیٰؑ نے جن نافرمانوں پر لعنت کی ان کی پہلی خطا یہ تھی کہ وہ نافرمان تھے۔ دوسرے وہ زیادتی وظلم کرتے تھے۔ تیسرے یہ کہ وہ برے کاموں سے دوسرں کو منع نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا قابلِ لعنت ہو گئے۔ حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے: **لتامرون بالمعروف ولتنهون عن المنکر ولتاخزن علی ید السفیه و التناظرن علی الحق طرّا وإلّا یضربنّ الله قلوب بعضکم و یلعنکم لمّا لعنهم**۔ (تم کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا چاہئے اور احمق کا ہاتھ پکڑ کر حق تک پہنچانا چاہئے ورنہ اللہ تمہارے بعض کو بعض سے لڑا دے گا اور تم پر خدا مثل ان کے لعنت کرے گا)۔

آیت ۸۰:

اس آیت میں منافقوں کو تنبیہ ہے اور رسولؐ کو باخبر رکھنا ہے کہ اے محمدؐ آپ خیال رکھیں کہ بہت سے مسلمان نما منافق کافروں سے مخفی دوستی رکھتے ہیں۔ جیسے کعب بن اشرف جو جنگِ بدر کے بعد مکہ گیا اور مشرکینِ قریش کو اہلِ اسلام کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ عہدِ رسولؐ میں منافق موجود تھے۔ وہ بظاہر مسلمان تھے مگر باطن میں کفار کے دوست تھے اور ان کے غلبہ کے طالب تھے۔ خدا نے اسی کی اطلاع اپنے رسولؐ کی دی ہے۔

امام جعفر صادقؑ و امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہے۔ **یتولّون الملوك الجبارین یؤمنون لهم اهواء هم لیصبوا من دنیا هم**۔ [وہ شاہانِ جابر کو اپنا ولی بناتے ہیں اور ان کی خواہشوں پر ایمان لاتے ہیں۔ (یعنی ان کو حق سمجھتے ہیں) تاکہ ان کے ذریعے دولت دنیا حاصل کرسکیں]۔ امام کا یہ قول اس امر کی خبر دے رہا ہے کہ عہدِ رسولؐ میں بھی ایسے مسلمان موجود تھے کہ مالِ دنیا کی خاطر حاکمانِ جبار کی طرف مائل ہوتے تھے اور ان کی مخفی حمایت بھی کرتے تھے کہ جب وہ کسی جنگ میں گرفتار ہو کر آتے تھے تو ان کے بارے میں رسولؐ سے سفارش کرتے تھے۔ ابن عباسؓ ومجاہد اور حسنؒ نے اپنی تفسیر میں یہی مراد لی ہے کہ وہ لوگ کافروں کی شفاعت

دربارِنبوت میں کرنے والے تھے۔

قرآن کے احکام تا قیامت باقی رہنے والے ہیں اور قرآن قیامت کے واقعات کی خبر دیتا ہے۔ لہٰذا اس آیت نے بتایا کہ کچھ مسلمان ایسے بھی ہوں گے جو حق کے خلاف حاکمانِ وشاہانِ وقت کی مرضی کے مطابق کام کریں گے، ان کے علماء غلط فتوے دیں گے، جھوٹی احادیث بنائیں گے، حقیقی تاریخی واقعات کو غلط رنگ میں پیش کریں گے اور قرآن کے معنی و الفاظ میں تحریف کریں گے۔ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ ان منافقین نے عہدِ رسولؐ میں بھی اور بعد رسولؐ اب تک اسلام کا دوست بن کر اسلام کی جڑیں کاٹی ہیں۔ احادیث، تفاسیر اور اعمال واقوالِ رسولؐ کے بارے میں غلط بیانیاں کی ہیں اور صورتِ اسلام کو بدل دیا ہے۔ مخلص مسلمانوں کو خدا ایسے دوست نما دشمنوں کی شرارت سے محفوظ رکھے۔ البتہ خدا ان منافقوں کو عذاب دے گا کیونکہ انہوں نے دینِ خدا کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔

آیت ۸۱:

یہی منافقین اگر سچے دل سے خدا اور رسولؐ اور قرآن کو مانتے تو وہ کافروں اور حاکمانِ جور کی طرفداری اور دوستی ہرگز نہ کرتے۔ معنی یہ ہیں کہ جو لوگ مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلام وقرآن کے خلاف کام کرتے ہیں وہ دائرۂ ایمان سے باہر ہیں۔ نیز مشرک اور کافر اہلِ اسلام کے بدترین دشمن ہمیشہ رہیں گے۔

آیت ۸۲:

نصاریٰ کی اکثریت اسلام کے خلاف ہے مگر ان میں کچھ لوگ عالمِ ربّانی، درویش اور تارک دنیا ہیں اور ان میں غرور نہیں ہے ایسے لوگ اہلِ اسلام کی دشمنی میں شدید نہیں ہیں کیونکہ ان کے علم نے ان پر حقیقتِ اسلام واضح کر دی ہے۔ چونکہ وہ طالبِ دنیا نہیں ہیں بلکہ فقیر اور تارکِ دنیا ہیں اور خدا کی طرف متوجہ رہتے ہیں لہٰذا یہ امکانِ قوی ہے کہ وہ حق کو جلد یا بدیر قبول کرلیں گے۔

الجزء ٧ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ
تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا
عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝٨٣

اور جس وقت وہ اسے سنتے ہیں جو کچھ رسولؐ کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ پس تو ہم کو بھی گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔(۸۳)

وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا
مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ
الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝٨٤

اور ہم کو کیا ہو گیا کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آچکا ہے؟ جبکہ ہم یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیکو کار قوم میں داخل کر لے۔(۸۴)

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ
جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٨٥

پس اللہ نے ان کو عطا کیں ان کے اس قول کے صلہ میں ایسی جنتیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہی ہے صلہ نیکی کرنے والوں کا۔(۸۵)

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ
ع ١١ ٩ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝٨٦ ع

اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہی لوگ تو جہنمی ہیں۔(۸۶)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا
طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝٨٧

اے ایمان لانے والو! اللہ نے جن پاک چیزوں کو تمہارے واسطے حلال کیا ہے ان کو حرام نہ کر لو اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔(۸۷)

وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪

اور تم کھاؤ جو کچھ تم کو اللہ نے دیا ہے حلال اور

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

پاک چیزوں میں سے۔ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ (۸۸)

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ
وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ
فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ
اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا
حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

خدا تعالیٰ تمہاری مہمل قسموں پر تم سے کوئی مواخذہ نہ کرے گا۔ لیکن ان قسموں پر مواخذہ کرے گا جو تم نے (قصداً) کھائی ہوں۔ پس ایسی قسموں کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، متوسط قسم کے کھانے میں سے جو تم اپنے متعلقین کو کھلاتے ہو۔ یا دس آدمیوں کو کپڑے پہنا دینا ہے۔ یا ایک غلام کا آزاد کر دینا ہے اور جس کو یہ میسر نہ ہو تو تین دن کے لئے متواتر روزے رکھ لینا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ اس وقت ہے جبکہ تم حلف اٹھا چکے ہو اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اس طرح اللہ اپنی آیات (احکام) کو تمہارے لئے بیان کرتا ہے شاید کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔ (۸۹)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ
وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ
مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

اے ایمان لانے والو! یقیناً شراب اور جوا اور جمے ہوئے بت اور پانسہ یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ پس تم ان سے بچو۔ شاید کہ تم فلاح پاؤ۔ (مکمل کامیاب ہو جاؤ)۔ (۹۰)

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

یقیناً شیطان یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت، دشمنی اور بغض ڈال دے، شراب اور جوئے کے ذریعہ، اور تم کو یادِ خدا سے اور نماز سے روک دے۔ پس کیا اب بھی تم باز آؤ گے؟ (۹۱)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور ڈرتے رہو۔ پس اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ ہمارے رسولؐ کے ذمہ صرف ظاہر بہ ظاہر (واضح طور پر) پہنچا دینا ہے۔ (جبراً خدا کی اطاعت کرانا رسولِ خداؐ پر فرض نہیں)۔ (۹۲)

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۲/۷

جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے انہوں نے جو کچھ کھایا ہو اس کے بارے میں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جبکہ وہ ڈرتے رہے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے۔ پھر وہ برے کاموں سے بچتے رہے اور نیکی کرتے رہے۔ اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۹۳)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

اے ایمان والو! ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ذرا سی بات یعنی اس شکار کے بارے میں تمہاری آزمائش کرے گا جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچیں، تاکہ اللہ یہ جان لے کہ خدا سے بے دیکھے بھالے کون ڈرتا ہے؟ پس جو اس کے بعد زیادتی کرے گا اسی کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۹۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا

اے ایمان لانے والو! تم شکار کو قتل نہ کرو جبکہ تم حالتِ احرام میں ہو اور تم میں سے جو جان بوجھ کر شکار کو قتل کرے گا تو اس کا بدلہ چوپایوں میں سے ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے قتل کیا۔ جس کے بارے میں تم

بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَ بَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ۝۹۵

میں سے دو منصف حکم لگا دیں گے اور یہ ہدیہ (قربانی) کعبہ پر پہنچائی جائے گی۔ یا کفارہ ہوگا مسکینوں کا کھانا کھلانا یا اِسی تعداد میں برابر روزے رکھنا تا کہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ جو پہلے ہو چکا اس سے اللہ نے درگزر کی اور جو پھر ایسا کرے گا تو پس اس سے اللہ بدلہ لے گا اور اللہ غالب انتقام لینے والا ہے۔ (۹۵)

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹۶

دریائی شکار کرنا اور اس شکار کا کھانا تمہارے اور تمہارے قافلہ کے فائدے کے لئے حلال کیا گیا اور جب تک کہ تم احرام کی حالت میں ہو خشکی کا شکار تم پر حرام کیا گیا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور میں تم اکھٹے کیے جاؤ گے۔ (۹۶)

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۹۷

اللہ نے محترم مکان کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا ہے اور اسی طرح حرمت والے مہینہ کو اور قربانی کو اور پٹے دار قربانیوں کو۔ یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ یقیناً اس کو جانتا ہے اور یقیناً اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔ (۹۷)

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۸ؕ

یہ جان لو کہ اللہ بہت سخت عذاب دینے والا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۹۸)

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝۹۹

رسولؐ کے ذمہ سوائے پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں ہے اور اللہ جانتا ہے اس کو جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ (۹۹)

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ
اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
ع ۱۳ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۱۰۰ ع

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوتا اور اگرچہ ناپاک کی کثرت تم کو تعجب میں ڈالے۔ خدا سے ڈرو اے عقل والو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (۱۰۰)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ
اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ
تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ
تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ
حَلِيْمٌ ۱۰۱

اے ایمان لانے والو! ان چیزوں کی نسبت سوال نہ کرو جو اگر تمہارے لئے کھول کر بیان کی جائیں تو تم کو بری لگیں اور اگر قرآن نازل ہوتے وقت تم ان کی نسبت سوال کرو گے تو وہ تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ نے ان کو معاف کر دیا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۱۰۱)

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ
اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ۱۰۲

تم سے پہلے لوگوں نے بھی ان باتوں کو دریافت کیا تھا پھر وہ ان کے منکر ہو گئے۔ (۱۰۲)

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا
سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۱۰۳

اللہ نے کنکٹی اونٹنی، اونٹوں کا سانڈ، بکری کا جڑواں بچہ اور بہت بوڑھا اونٹ (یہ چیزیں) نہیں مقرر کی تھیں بلکہ جو لوگ کافر ہو گئے وہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے عقل نہیں رکھتے ہیں۔ (۱۰۳)

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ
اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا
وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ
اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا

اور جس وقت ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ رسولؐ کے پاس آؤ اور اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے (اسے دیکھو) تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے جس طریقہ پر اپنے باپ دادا کو پایا وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اگرچہ ان کے باپ دادا بے علم تھے اور غیر ہدایت

يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

یافتہ تھے (تو بھی ایسا ہی کہیں گے)۔ (۱۰۴)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اے ایمان لانے والو! تم اپنے نفس کی خبر لو کہ جب تم ہدایت یافتہ ہو تو گمراہ لوگ تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ خدا ہی کی طرف تم سب کی بازگشت (لوٹنا) ہے۔ پس وہ تم کو آگاہ کر دے گا اس سے جو تم کیا کرتے تھے۔ (۱۰۵)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

اے ایمان لانے والو! جب تم میں سے کسی کی موت آجائے تو تمہارے آپس کی شہادت وصیت کے وقت دو شخصوں کی ہو، جو تم میں عادل ہوں، اور اگر تم سفر میں ہو اور تم پر موت کی مصیبت آپڑے تو وہ دو غیروں ہی میں ہوں۔ ان دونوں کو نماز کے بعد تک روک رکھو اگر تمہیں شک ہو تو وہ دونوں اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اپنی گواہی کسی معاوضہ پر فروخت نہیں کریں گے چاہے (ہمارا) کوئی قرابت دار رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور ہم سچی گواہی کو نہیں چھپائیں گے کہ اس صورت میں ہم گناہ گاروں میں سے ہو جائیں گے۔ (۱۰۶)

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا

پھر اگر اس بات کا علم ہو جائے کہ وہ دونوں جھوٹی گواہی کے سبب گناہ کے حقدار ہو گئے تو دوسرے دو آدمی ان لوگوں میں سے ہوں جن کا حق مارا جانا ہے اور (جو مرنے والے کے) زیادہ قرابت دار ہیں (ان کی تردید میں) ان کی جگہ کھڑے ہو جائیں۔ پھر وہ

اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

نئے گواہ خدا کی قسم کھائیں کہ پہلے دو گواہوں کی بہ نسبت ہماری گواہیاں زیادہ سچی ہیں اور ہم نے حق سے تجاوز نہیں کریں گے۔ ایسا کیا ہو تو ہم بے شک ظالم ہیں۔(۱۰۷)

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى
وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ
اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ
ع ۱۴ / ۸ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ اس طرح وہ ٹھیک ٹھیک گواہی دیں یا انہیں یہ اندیشہ ہو کہ کہیں ہماری قسمیں دوسرے فریق کی قسموں کے بعد رد نہ کر دی جائیں۔ خدا سے ڈرو اور سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔(۱۰۸)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ
مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۗ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۗ اِنَّكَ
اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

جس دن اللہ رسولوںؑ کو جمع کر کے دریافت کرے گا کہ تم کو کیا جواب دیا گیا تھا؟ تو وہ عرض کریں گے کہ ہم کو علم نہیں ہے۔ تو غیب کی باتوں کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔(۱۰۹)

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ
نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ
وقف لازم اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ قف تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي
الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ
الْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ
تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ
فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِيْ
وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ

(اس وقت کو یاد کرو) جس وقت خدا فرمائے گا کہ عیسیٰؑ، مریمؑ کے بیٹے تم یاد کرو ان نعمتوں کو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر تھیں، جبکہ میں نے روح القدس کے ذریعہ تمہاری تائید کی۔ تم گہوارہ میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور جبکہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل کی تعلیم دی۔ اور جبکہ تم میرے حکم سے گندھی مٹی سے پرندہ کی صورت بناتے تھے۔ پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے

اِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِىۡ ۚ وَ اِذۡ كَفَفۡتُ
بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَنۡكَ اِذۡ جِئۡتَهُمۡ
بِالۡبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ
اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۱۰﴾

تھے اور جب تم مُردوں کو قبروں سے نکال کر زندہ کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تمہاری ایذا دہی سے باز رکھا جبکہ تم ان کے پاس کھلی دلیلیں لیکر آئے تو ان میں سے جو کافر ہو گئے تھے انہوں نے یہ کہہ دیا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر کھلا جادو۔ (۱۱۰)

وَ اِذۡ اَوۡحَيۡتُ اِلَى الۡحَوَارِيّٖنَ اَنۡ
اٰمِنُوۡا بِىۡ وَ بِرَسُوۡلِىۡ ۚ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا
وَاشۡهَدۡ بِاَنَّنَا مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

اور جب میں نے حواریوں (حضرت عیسیٰؑ کے ساتھیوں) کو وحی کی کہ تم مجھ پر اور میرے رسولؑ پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور تو اس کا گواہ رہ کہ ہم مطیع ہیں۔ (۱۱۱)

اِذۡ قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ يٰعِيۡسَى ابۡنَ
مَرۡيَمَ هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ رَبُّكَ اَنۡ يُّنَزِّلَ
عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا
اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾

(اس وقت کو یاد کرو کہ) جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ! کیا تمہارے خدا سے یہ ہوسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان پُر از طعام نازل کر دے۔ عیسیٰؑ نے کہا کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرو۔ (۱۱۲)

قَالُوۡا نُرِيۡدُ اَنۡ نَّاۡكُلَ مِنۡهَا وَ
تَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُنَا وَ نَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ صَدَقۡتَنَا
وَنَكُوۡنَ عَلَيۡهَا مِنَ الشّٰهِدِيۡنَ ﴿۱۱۳﴾ ع

انہوں نے عرض کی کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کچھ کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم یہ جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا اور ہم اس کے گواہ بھی بن جائیں۔ (۱۱۳)

قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ
اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ
لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنۡكَ ۚ

عیسیٰؑ ابن مریمؑ نے کہا: اے خدا! اے ہمارے پالنے والے! ہم پر ایک خوان پُر از طعام آسمان سے نازل کر کہ وہ ہمارے اول اور آخر کے لئے عید قرار پائے اور وہ تیری ایک نشانی رہے اور

وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

ہم کو رزق عطا کر اور تو سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا ہے۔ (۱۱۴)

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع

خدا نے فرمایا کہ میں تم پر اُسے ضرور نازل کرنے والا ہوں۔ پس جو شخص بعد اس کے تم میں سے ناشکری کرے گا تو اس کو میں ایسا عذاب دوں گا کہ عالموں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ دوں گا۔ (۱۱۵)

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

(اور اس وقت کو یاد کرو) جس وقت خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ! کیا تو نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ اللہ کے سوا مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لو۔ تو (عیسیٰؑ) کہیں گے تیری ذات پاک ہے (ہر عیب سے) مجھے کیا ہو گیا تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھ کو کوئی حق نہیں تھا؟ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو ضرور اس سے تو واقف ہوتا کیونکہ تو میرے دل تک کی بات کو جانتا ہے اور میں تیری مشیت کے ارادہ کو نہیں جانتا۔ یقیناً تو سب سے زیادہ غیب جاننے والا ہے۔ (۱۱۶)

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا تھا سوائے اس کے جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ تم میرے اور اپنے رب اللہ کی عبادت کرو۔ جب تک میں ان میں رہا ان کا گواہ رہا۔ پس جب تو نے میری مدتِ قیام پوری کر دی تو پھر تو خود ان کا نگران تھا اور تو ہر شے پر نگران (گواہ) ہے۔ (۱۱۷)

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

اگر تو ان کو عذاب دے پس تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو بے شک تو غالب و حکیم ہے۔ (۱۱۸)

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

خدا فرمائے گا کہ یہ دن تو وہ ہے کہ صادقین کو ان کی صداقت فائدہ پہنچائے گی۔ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔(۱۱۹)

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

اللہ ہی کا ہے ملک سمٰوات وارض اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی اللہ کا ہی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔(۱۲۰)

سورة الانعام

آیاتہا ۱۶۵ — ٦ سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مکی ۵۵ — رکوعاتہا ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو پیدا کیا۔ پھر بھی وہ لوگ جو اپنے رب کے کافر ہو گئے دوسری چیزوں کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔(۱)

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ

وہ خدا وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔

قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝٢

پھر اس نے ایک مدت مقرر کر دی اور مقرر کی ہوئی مدت اسی کے علم میں ہے۔ پھر بھی تم شک کرتے ہو۔(۲)

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝٣

اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے پوشیدہ کو بھی جانتا ہے اور ظاہر کو بھی اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے بھی باخبر ہے۔(۳)

وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝٤

اور خدا کی نشانیوں (دلیلوں) میں سے کوئی نشانی بھی ان پر نہیں آئی مگر وہ اس سے مُنہ موڑتے تھے۔(۴)

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٥

پس جس وقت حق ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو ضرور جھٹلایا۔ پس جس چیز کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے عنقریب اس کی خبریں ان کو ملیں گی۔(۵)

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَاۗءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے زمانہ والوں میں سے کتنے گروہوں کو ہلاک کیا جبکہ ان کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا کہ تم کو ویسا دیا بھی نہیں ہے اور ہم نے آسمانوں سے ان پر موسلا دھار مینہ برسایا اور ان کے نیچے ہم نے نہریں جاری کی تھیں۔ پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا۔(٦)

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ

اور (اے رسول!) اگر ہم تم پر کاغذ پر لکھی ہوئی

فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧

کتاب بھی نازل کر دیتے، پھر وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے، تب بھی جو لوگ کافر ہو گئے ہیں کہتے کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر کھلا جادو۔ (۷)

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ
اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا
يُنْظَرُوْنَ ۝٨

اور انہوں نے کہا کہ اس (نبی) پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور معاملہ ہی طے کر دیا جاتا۔ پھر ان کو مہلت نہیں دی جاتی۔ (۸)

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا
وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝٩

اور اگر ہم رسولؐ کو فرشتہ بناتے تو اس کو مرد ہی بناتے اور ہم اس کو بھی ضرور ایسا ہی لباس پہناتے جیسا کہ یہ لوگ پہنتے ہیں۔ (۹)

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۧ ۝١٠ ع

اور یقیناً تم سے پہلے رسولوںؑ کی بھی ہنسی اڑائی گئی۔ پھر جس عذاب کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے اسی نے ان (پیغمبروں کی ہنسی اڑانے والوں) کو آگھیرا۔ (۱۰)

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١

تم کہہ دو کہ تم زمین میں سیر کرو اور پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟ (۱۱)

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ
لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ
فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ۝١٢

کہہ دو کہ (بتاؤ) جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے، وہ کس کا ہے؟ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ وہ سب خدا کا ہے جس نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ وہ قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں ہے تم سب کو ضرور جمع کرے گا۔ جن لوگوں نے اپنے نفوس (اپنی جانوں) کو نقصان پہنچایا ہے پس وہ

ایمان نہ لائیں گے۔(۱۲)

وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾

اور جو کچھ بھی رات و دن میں سکونت پذیر (مقیم) ہے وہ سب اسی (خدا) کا ہے۔ اور وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۱۳)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾

(اے رسولؐ!) کہہ دو کہ کیا میں خدا کے سوا کسی اور کو اپنا ولی (مالک) بنالوں؟ وہ (خدا) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی کچھ نہیں کھلاتا۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام لانے والا بنوں اور تم ہرگز مشرکین میں سے نہ ہونا۔(۱۴)

قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

کہہ دو کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو (کیونکر؟)، میں تو عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔(۱۵)

مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

جس سے اس دن عذاب ٹل جائے اس پر رحمتِ خدا یقینی ہوئی اور یہی کھلی کامیابی ہے۔(۱۶)

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے۔ اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔(۱۷)

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾

اور وہ اپنے بندوں پر غالب اور صاحبِ حکمت (اور) خبیر ہے۔(۱۸)

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۚ وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۟ (۱۹)

وقف لازم

تم کہہ دو کہ گواہی دینے کے لئے سب سے بڑی چیز کون سی ہے؟ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ میرے اور تمہارے مابین اللہ گواہ ہے۔ اور یہ قرآن مجھ پر وحی کیا گیا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ میں تم کو ڈراؤں اور اس کو بھی ڈراؤں جس تک یہ پہنچے۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی اللہ ہے؟ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ میں تو یہ (جھوٹی) گواہی دیتا نہیں۔ (اے رسولؐ) تم یہ بھی کہہ دو کہ یقیناً وہ تو معبود یکتا ہے اور میں یقیناً اس سے بری الذمہ ہوں جن چیزوں کو تم اس کا شریک قرار دیتے ہو۔ (۱۹)

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۠ (۲۰)

وقف لازم — ع ۲ — ۸

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس (محمدؐ) کو ایسا ہی پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو۔ (مگر) جن لوگوں نے اپنی ذات کو نقصان پہنچایا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ (۲۰)

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۲۱)

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا؟ یا اس کی نشانیوں کو جھٹلایا؟ یقیناً ظالم فلاح نہ پائیں گے۔ (۲۱)

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۲۲)

اور اس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے۔ پھر ہم ان لوگوں سے جنہوں نے (خدا کا) شریک بنایا تھا، کہیں گے کہ تمہارے شرکاء جن کو تم (خدا کا شریک) گمان کرتے تھے کہاں ہیں؟ (۲۲)

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا

پھر ان کا کوئی حیلہ نہ ہوگا سوائے اس کے کہ یہ

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾

کہیں کہ ہم تو اپنے اللہ پالنے والے کی قسم مشرک نہ تھے۔(۲۳)

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

(اے رسولؐ!) تم دیکھنا کہ یہ اپنے ہی خلاف کیسا جھوٹ بولیں گے اور وہ جو افترا پردازیاں کیا کرتے تھے وہ سب گئی گزری ہوجائیں گی۔(۲۴)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾

اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو تمہاری طرف کان لگائے رہتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں، (تاکہ وہ قرآن کو نہ سمجھیں) اور ان کے کانوں میں بہرہ پن پیدا کر دیا ہے اور اگر وہ تمام معجزے اور نشانیاں دیکھ لیں گے، تب بھی اس پر ایمان نہ لائینگے۔ یہاں تک کہ جب وہ تمہارے پاس آئیں گے تو تم سے جھگڑنے لگیں گے اور جو کافر ہو چکے ہیں وہ یہی کہیں گے یہ کچھ نہیں ہے مگر گذشتہ لوگوں کی کہانیاں ہیں۔(۲۵)

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾

اور وہ اس (قرآن) سے لوگوں کو روکتے ہیں اور وہ خود بھی دور رہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی جانوں ہی کو ہلاک کرتے ہیں اور سمجھتے نہیں ہیں۔(۲۶)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾

اور اگر تم اس وقت دیکھو گے جب وہ جہنم میں کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ کاش ہم واپس کر دیئے جاتے اور ہم اپنے رب کی نشانیاں نہ جھٹلاتے اور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہوجاتے۔(۲۷)

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾

بلکہ اب جو کچھ وہ پہلے چھپایا کرتے تھے وہ ان پر ظاہر ہو گیا ہے اور اگر وہ واپس بھی کیے جاتے تو بھی جس چیز سے ان کو باز رکھا گیا تھا وہ اسی کو پھر کرتے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (۲۸)

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہی کی زندگانی ہے اور ہم بعدِ موت نہیں اٹھائے جائیں گے۔ (۲۹)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

ع ۳ ۹

اور اگر (اے محمدؐ) تم اس وقت ان کو دیکھتے جبکہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اور وہ دریافت کرے گا کہ کیا یہ قرآن حق نہیں ہے؟ تو وہ کہیں گے۔ ہاں قسم ہم کو اپنے پالنے والے کی کہ یہ حق ہے۔ پھر خدا فرمائے گا کہ اب تم عذاب کا مزہ چکھو بعوض اس کے جس کا تم انکار کرتے تھے۔ (۳۰)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

یقیناً وہ لوگ نقصان میں ہیں جو حضوریٔ خدا کو جھٹلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب یکا یک قیامت آئیگی، تو اس وقت وہ کہیں گے افسوس ہم نے کیسی کمی کی اس کے بارے میں، اور اپنے گناہوں کا وزن اپنی پشتوں پر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ خبردار ہو جاؤ کتنا برا ہے وہ جسے لادے ہوں گے۔ (۳۱)

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

اور زندگانیٔ دنیا بجز کھیل کود کے کچھ بھی نہیں ہے اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان کے لئے جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ کیا تم اتنا نہیں سمجھتے؟ (۳۲)

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ
يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ
الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۞٣٣

یقیناً ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے تم کو ملال (غم) ہوتا ہے۔ مگر وہ حقیقت میں تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔(۳۳)

وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ
فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰٓى
اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ
وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۞٣٤

اور یقیناً تم سے پہلے رسولوںؑ کی تکذیب کی گئی (جھٹلایا گیا)۔ مگر اُنہوں نے اپنی تکذیب اور اپنی اذیت پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری نصرت آ گئی۔ اللہ کے کلموں (احکامات) کا بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور یقیناً تمہارے پاس بھی بہت سے رسولوں کی خبر آ چکی ہے۔(۳۴)

وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ
فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي
الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ
بِاٰيَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى
الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۞٣٥

اور اگر ان کا مُنہ موڑنا تم کو ایسا ہی ناگوار ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر لو۔ پس ان کو کوئی نشانی (معجزہ) لا دو اور اگر اللہ چاہتا تو (جبراً) ان کو سیدھے راستے پر جمع کر دیتا۔ پس تم نہ جاننے والوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔(۳۵)

النصف

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَ
الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۞٣٦

وقف غفران وقف منزل عند البعض علی یسمعون

سوائے اس کے نہیں کہ وہی لوگ قبول کر لیتے ہیں جو سنتے ہیں اور رہے مُردے تو خدا بعد میں کو ان کو زندہ کرے گا اور وہ خدا کے سامنے واپس کیے جائیں گے۔(۳۶)

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ
رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ

اور انہوں نے یہ کہا کہ اس کے اوپر اس کے رَب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں نازل کی گئی؟ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ یقیناً اللہ قادر ہے کہ کوئی

اٰیَۃً وَّ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۷﴾

نشانی (معجزہ) نازل کر دے۔ لیکن ان میں بیشتر جانتے نہیں ہیں۔(۳۷)

وَ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡہِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُکُمۡ ؕ مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّہِمۡ یُحۡشَرُوۡنَ ﴿۳۸﴾

اور کوئی زمین پر رینگنے والا اور کوئی پرندہ جو اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتا ہے، نہیں ہے مگر یہ کہ وہ تمہاری مثل امتیں (جماعتیں) ہیں۔ ہم نے کتاب میں کسی طرح کی کمی نہیں کی ہے۔ پھر وہ سب اپنے رب کے سامنے جمع کر کے لائے جائیں گے۔(۳۸)

وَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُکۡمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یُضۡلِلۡہُ ؕ وَ مَنۡ یَّشَاۡ یَجۡعَلۡہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۳۹﴾

اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے تاریکیوں میں ہیں۔ اللہ جس کو چاہے گا اس کو گمراہی میں چھوڑ دے گا اور جسے چاہے گا اس کو صراط مستقیم (سیدھا راستے) پر پہنچا دے گا۔(۳۹)

قُلۡ اَرَءَیۡتَکُمۡ اِنۡ اَتٰىکُمۡ عَذَابُ اللّٰہِ اَوۡ اَتَتۡکُمُ السَّاعَۃُ اَغَیۡرَ اللّٰہِ تَدۡعُوۡنَ ۚ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴۰﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ اگر عذابِ خدا آئے یا قیامت تم پر آجائے تو تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔(۴۰)

بَلۡ اِیَّاہُ تَدۡعُوۡنَ فَیَکۡشِفُ مَا تَدۡعُوۡنَ اِلَیۡہِ اِنۡ شَآءَ وَ تَنۡسَوۡنَ مَا
ع ۱۱/۱۰ تُشۡرِکُوۡنَ ﴿۴۱﴾ ع

بلکہ اسی (اللہ) کو تم پکارو گے۔ پھر اگر وہ چاہے گا تو جس بات کے لئے تم اسے پکارو گے اسے وہ دور کر دیگا اور جن کو تم خدا کا شریک کیا کرتے تھے ان سب کو بھول جاؤ گے۔(۴۱)

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰۤی اُمَمٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ فَاَخَذۡنٰہُمۡ بِالۡبَاۡسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّہُمۡ یَتَضَرَّعُوۡنَ ﴿۴۲﴾

اور یقیناً ہم نے تم سے پہلی امتوں کے لئے رسولؐ بھیجے۔ پس ہم نے انہیں (کافروں کو) سخت نقصان اور مصیبت میں گرفتار کیا تا کہ وہ عاجزی و زاری کریں۔(خدا کے سامنے جھک جائیں)۔(۴۲)

فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

پس جس وقت ہمارا عذاب ان پر آیا تھا تو کیوں نہ انہوں نے گریہ وزاری کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے ان کے لئے ان کاموں کو جو وہ کرتے تھے زینت دی تھی۔(۴۳)

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

پھر جب وہ اس کو بھول گئے جو ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان دی ہوئی چیزوں سے خوش ہوئے تو ہم نے یکایک ان کو پکڑا۔ پھر تو وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔(۴۴)

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

پس قطع کر دی گئی نسل اس قوم کی جو ظالم تھی اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔(۴۵)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر خدا تمہاری سماعت اور بصارت لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود (خدا) ہے جو تم کو یہ چیزیں پھر دیدے گا؟ غور تو کرو کہ ہم کس طرح نشانیاں الٹ پلٹ کر دکھاتے ہیں؟ پھر بھی وہ مُنہ موڑ موڑ لیتے ہیں۔(۴۶)

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کیا تمہارا خیال ہے کہ اگر خدا کا عذاب تم پر اچانک یا بظاہر آجائے تو کیا سوائے ظالموں کے کوئی اور بھی ہلاک ہوگا؟(۴۷)

وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ‌ۚ فَمَنۡ اٰمَنَ وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۴۸﴾

اور ہم رسولوںؑ کونہیں بھیجتے ہیں مگر بشارت دینے اور ڈرانے والا بنا کر پس جو ایمان لایا اور جس نے اپنی اصلاح کی اُن پر نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ محزون وغمگین ہوں گے۔(۴۸)

وَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الۡعَذَابُ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۴۹﴾

اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اسی وجہ سے وہ نافرمانی کیا کرتے تھے ان کو عذاب پہنچے گا۔(۴۹)

قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ وَ لَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ اِنِّىۡ مَلَكٌ‌ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ‌ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ‌ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ ع ۹ ۱۱

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب داں ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہے؟ پھرتم کیوں غور وفکر نہیں کرتے؟(۵۰)

وَ اَنۡذِرۡ بِهِ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ اَنۡ يُّحۡشَرُوۡۤا اِلٰى رَبِّهِمۡ‌ لَـيۡسَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ وَلِىٌّ وَّلَا شَفِيۡعٌ لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ﴿۵۱﴾

اور جو لوگ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کیے جائیں گے، ان کو (بذریعہ قرآن) ڈرا دو کہ حشر میں خدا کے علاوہ ان کا نہ کوئی ولی (مددگار) ہوگا اور نہ سفارشی۔ تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔(برے کاموں سے بچنے لگیں)۔(۵۱)

وَ لَا تَطۡرُدِ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَ الۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ‌ ؕ مَا

اور ان کو نہ نکالو جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں، جو اس کی خوشنودی کے طالب ہیں۔ ان کا محاسبہ کرنا تم پر کسی طرح جائز نہیں ہے اور نہیں ہے تمہارا محاسبہ ان

عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ
حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ
فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

کے ذمہ کسی شئے میں۔ پس اگر تم ان کو (اپنے پاس سے) نکال لیتے ہو تو، بے انصافوں سے ہو جاؤ گے۔ (۵۲)

وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ
بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا ہے، تاکہ وہ یہ کہیں کہ کیا یہ وہی لوگ ہم میں سے ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ شکر گزاروں سے (بہ نسبت تمہارے) زیادہ واقف نہیں ہے؟ (۵۳)

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ
عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ
مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ
بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾

اور (اے رسولؐ) جب وہ تمہارے پاس آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو تم ان سے کہہ دو سلامٌ علیکم (تم پر سلامتی ہو) تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت واجب کر لی ہے۔ اب تم میں سے جو شخص بوجہ نادانی کوئی بدی کرے گا پھر اس کے بعد وہ توبہ کر لے گا اور اپنی اصلاح کر لے گا، پھر یقیناً خدا بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۵۴)

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ
ع ٦ ١٢ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ ع

اور اسی طرح ہم آیات کو بہ تفصیل بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا راستہ صاف صاف ظاہر ہو جائے۔ (۵۵)

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ
اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَآ اَنَا
مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾

(اے رسولؐ!) کہہ دو کہ مجھ کو تو اس کی ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو تم خدا کے علاوہ پکارتے ہو۔ تم کہہ دو کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہ کروں گا کیونکہ اس صورت میں ضرور بھٹک جاؤں گا اور میں ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ ہوں گا۔ (۵۶)

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ میں اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں اور تم اس کو جھٹلاتے ہو۔ وہ (عذاب) میرے پاس نہیں ہے جس کی تم جلدی کرتے ہو۔ حکم تو بس خدا ہی کا ہے۔ وہ حق بات کو بیان کرتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۵۷)

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ اگر وہ میرے پاس ہوتا جس کی تم جلدی کرتے ہو تو میرے تمہارے مابین معاملہ طے ہو چکا ہوتا اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (۵۸)

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾

اور غیب کی کنجیاں (یا خزانے) اسی کے پاس ہیں۔ اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا اور وہ (اللہ) جانتا ہے اس کو جو کچھ خشکی اور سمندروں میں ہے اور کوئی پتّا بھی ایسا نہیں گرتا جسے وہ نہ جانتا ہو اور کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں اور کوئی خشک وتر ایسا نہیں ہے جس کا ذکر روشن کتاب میں نہ ہو۔ (۵۹)

وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤی اَجَلٌ مُّسَمًّی ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ
ع ٧ ٥ ١٣ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور وہ خدا وہی ہے جو رات کو تمہیں نیند کی موت دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کر چکے ہو اسے بھی جانتا ہے۔ پھر تم کو وہ دن میں اٹھاتا ہے تاکہ وقتِ معینہ کو پورا کیا جائے۔ پھر تمہاری بازگشت (واپسی) اس کے حضور میں ہوگی۔ پھر وہ تم کو آگاہ کر دے گا، اس سے جو تم کیا کرتے تھے۔ (۶۰)

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ یُرْسِلُ

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے، اور وہ تم پر نگہبان

عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾

بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے نمائندے (فرشتے) اس کو اٹھا لیتے ہیں اور وہ کسی طرح بھی کمی نہیں کرتے۔ (۶۱)

ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾

پھر وہ واپس کیے جائیں گے اللہ کی طرف جو ان کا حقیقی مولا (مالک) ہے۔ خبردار ہو کہ اسی کے لئے حکم (حکومت) ہے اور وہی بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (۶۲)

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾

تم کہہ دو کہ خشکی اور تری کی تاریکیوں سے تم کو نجات کون دیتا ہے؟ تم اس کو رو رو کر اور مخفی طور پر پکارتے ہو (اور کہتے ہو) کہ اگر اس نے ہم کو بچا لیا تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں ہو جائیں گے۔ (۶۳)

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾

کہہ دو کہ اللہ تم کو ان تاریکیوں سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم اس کا شریک قرار دیتے ہو۔ (۶۴)

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ وہ (خدا) قادر ہے اس پر کہ تم پر عذاب اوپر کی طرف سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے بھیجے۔ یا وہ تمہارے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے بھڑا دے اور تم میں سے ایک کو دوسرے کی سختی کا مزہ چکھائے۔ غور کرو کہ ہم آیات (دلیلوں) کو کس طرح پلٹ پلٹ کر بیان کرتے ہیں شاید کہ وہ سمجھ سکیں۔ (۶۵)

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ

اور تمہاری قوم نے اس (قران) کو جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے۔ تم کہہ دو کہ میں تمہارا وکیل (ٹھیکیدار) نہیں

لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ﴿٦٦﴾

ہوں۔(٦٦)

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

ہر ایک چیز کا ایک وقت معین ہے اور عنقریب وہ تم کو معلوم ہو جائے گا۔(٦٧)

وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾

اور جس وقت تم ان لوگوں کو دیکھو کہ وہ ہماری آیات کے بارے میں غلط بحث کر رہے ہیں تو تم وہاں سے ہٹ جاؤ حتیٰ کہ وہ دوسری باتوں میں جھگڑنے لگیں اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔(٦٨)

وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾

اور جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں ان کے ذمہ نہیں ہے جھگڑنے والوں کے حساب میں سے کوئی چیز لیکن اتنا کہ (ان کو اُن کا انجام) یاد دلاتے رہیں تا کہ وہ باز رہیں۔(٦٩)

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖۗ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ ۚ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب (کھیل تماشا) بنا لیا تھا اور ان کو زندگانیِ دنیا نے دھوکہ دیا ہے اور ان کو نصیحت کرو بذریعہ قران کہ کوئی نفس اپنے افعال کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائے۔ خدا کے سوا اس کا نہ کوئی شفیع ہوگا اور نہ ولی ہوگا اور اگر وہ سارے جہاں کا بدلہ بھی (بعوض گناہ کے) دے تو بھی ان میں سے کچھ نہ لیا جائے گا، وہ وہی تو ہیں جو اپنے اعمال کی وجہ سے بلا میں گرفتار ہوئے ہیں۔ ان کے ہی لئے کھولتا ہوا گرم پانی پینے کے واسطے ہے اور

ع ۸ ۱۴ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

دردناک عذاب ہے اس لئے کہ وہ (انکار و) کفر کیا کرتے تھے۔(۷۰)

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

تم کہہ دو کہ کیا ہم خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت کریں جو ہم کو نہ نفع پہنچائیں اور نہ نقصان؟ اور بعد اس کے کہ خدا ہم کو ہدایت کر چکا ہے مثل اس شخص کے پچھلے پاؤں پھر جائیں جس کو شیطانوں نے زمین میں راستہ بھلا کر حیران کر دیا ہو جبکہ اس کے یار دوست سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہی رہیں کہ ادھر آؤ۔ تم کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت تو اصل ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم پروردگارِ عالم کو مان لیں۔(۷۱)

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

اور نماز پڑھیں اور اس (خدا) سے ڈریں اور وہی ہے جس کے سامنے تم محشور (جمع) کیے جاؤ گے۔(۷۲)

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور اس دن جب وہ فرمائے گا ہو جا، تو وہ (قیامت) ہو جائے گی۔ اس کا قول حق ہے اور اسی کی سلطنت و حکومت اس دن (معلوم) ہو گی جس دن صور پھونکا جائے گا۔ وہی غیب (چھپی ہوئی چیزوں) اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی صاحبِ حکمت و باخبر ہے۔(۷۳)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ

اور اس وقت کو یاد کرو کہ جس وقت ابراہیمؑ نے اپنے باپ (چچا) آزر سے کہا کیا تم بتوں کو اپنا خدا

اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿٧٤﴾

بناتے ہو؟ میں تم کو اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔(۷۴)

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ﴿٧٥﴾

اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھانے لگے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔(۷۵)

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿٧٦﴾

پس جب رات ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ پس جب وہ غروب ہو گیا تو کہا کہ میں غروب ہو جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہوں۔(۷۶)

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ﴿٧٧﴾

پس جب چاند کو چمکتے دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، پس جب وہ غروب ہوا تو فرمایا کہ اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ کی ہوتی تو میں بھی ضرور گمراہوں میں سے ہو جاتا۔(۷۷)

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾

پس جب سورج کو چمکتا دیکھا تو کہا: یہ میرا رب ہے۔ یہ تو سب سے بڑا ہے۔ پس جب وہ غروب ہو گیا تو کہا کہ اے قوم میں یقیناً ان سب چیزوں سے جن کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو بری (الگ) ہوں۔(۷۸)

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۚ ﴿٧٩﴾

میں سچے دل سے اپنا رخ اس (خدا) کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا (صرف اسی کا ہو کر) اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔(۷۹)

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّیْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور ان کی قوم نے ان سے جھگڑا کیا تو (ابراہیمؑ نے) کہا: کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ اس نے مجھ کو سیدھا راستہ بتایا ہے اور میں نہیں ڈرتا ہوں ان سے جن کو تم اس (خدا) کا شریک کرتے ہو۔ مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے۔ میرے رب نے ہر شئے کا اپنے علم سے احاطہ کرلیا ہے۔ کیا تم پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ (۸۰)

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وقف لازم

اور کیوں میں ڈروں ان چیزوں سے جن کو تم اس کا شریک قرار دیتے ہو؟ اور تم نہیں ڈرتے اس بات سے کہ تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، باوجود اس کے کہ اس نے اس کی کوئی دلیل تم پر نازل نہیں کی۔ پس دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ مستحق ہے (خدا کی سزاؤں سے) بے خوف رہنے کا؟ (بتاؤ) اگر تم جانتے ہو۔ (۸۱)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۱۲ ۱۵

جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے نہیں ملایا، انہی لوگوں کے لئے امن (اور خدا کی سزاؤں سے بے خوفی) ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (۸۲)

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

اور یہ ہماری حجت و دلیل تھی جو ہم نے ابراہیمؑ کو ان کی قوم پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے بتائی تھی۔ ہم درجات بلند عطا کردیتے ہیں ان کے لئے جن کو چاہتے ہیں۔ یقیناً تیرا رب صاحبِ حکمت وعلم ہے۔ (۸۳)

وَ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ ؕ كُلًّا
هَدَيۡنَا ۚ وَنُوۡحًا هَدَيۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡ
ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيۡمٰنَ وَاَيُّوۡبَ وَ
يُوۡسُفَ وَ مُوۡسٰى وَ هٰرُوۡنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ
نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۙ﴿۸۴﴾

اور ہم نے ان کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ عطا کیے۔ ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور ہم نے نوحؑ کو پہلے ہی ہدایت کی تھی اور ان کی اولاد میں سے داوٗدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت کی اور ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔(۸۴)

وَ زَكَرِيَّا وَ يَحۡيٰى وَعِيۡسٰى وَ اِلۡيَاسَ ؕ
كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۙ﴿۸۵﴾

اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی ہدایت کی تھی یہ سب صالحین سے تھے۔(۸۵)

وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ الۡيَسَعَ وَ يُوۡنُسَ وَلُوۡطًا ؕ
وَ كُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۸۶﴾

اور اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ (کو راہ راست دکھائی) اور ان سب کو سب عالموں پر فضیلت دی۔(۸۶)

وَمِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَذُرِّيّٰتِهِمۡ وَ
اِخۡوَانِهِمۡ ۚ وَ اجۡتَبَيۡنٰهُمۡ وَهَدَيۡنٰهُمۡ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۸۷﴾

اور ان کے آباؤ اجداد میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے (جن کو چاہا) ہم نے منتخب کر لیا اور ان کو صراطِ مستقیم دکھا دی۔(۸۷)

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ
يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوۡ اَشۡرَكُوۡا لَحَبِطَ
عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۸﴾

یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور اگر انہوں نے خدا کا کوئی شریک ٹھہرایا ہوتا تو ان کے تمام اعمال اکارت ہو جاتے۔(۸۸)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ وَ
الۡحُكۡمَ وَ النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنۡ يَّكۡفُرۡ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ

اور وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا کی۔ پس اگر یہ کفار ان چیزوں کا انکار

فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿٨٩﴾

کریں تو (کچھ پرواہ نہیں) پس ہم نے یہ ان لوگوں کے سپردگی میں دیا ہے جو اس کے منکر نہیں۔ (۸۹)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ
اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ
هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٠﴾ ع

وہ وہی لوگ تو ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے پس (اے رسولؐ) تم انہی کی پیروی کرو۔ تم کہہ دو کہ میں اس پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ یہ تو کچھ اور نہیں ہے مگر تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ (۹۰)

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا
مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ
مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى
نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ
قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَ
عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ
قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩١﴾

اور نہیں قدر کی اللہ کی انہوں نے جیسی کہ قدر کرنی چاہئے تھی جبکہ انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی شئے نازل ہی نہیں کی۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے کس نے نازل کی تھی؟ جو تمام انسانوں کے لئے نور اور ہدایت تھی۔ جس کو تم نے ورق ورق کر رکھا ہے۔ اس میں سے کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور بہت حصّہ کو چھپا لیتے ہو اور تم کو وہ کچھ علم دیا گیا ہے کہ تم اور تمہارے آباؤ اجداد جانتے بھی نہ تھے۔ تم کہہ دو کہ وہ اللہ نے اتاری ہے، پھر ان کو چھوڑ دو کہ وہ اپنے بیہودہ خیالات میں کھیلتے رہیں۔ (۹۱)

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ
مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لِتُنْذِرَ
اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ
عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٩٢﴾

اور یہ وہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔ برکت والی ہے اور اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور وہ اس لئے نازل کی گئی ہے کہ تم ساکنانِ ام القریٰ (مکہ والوں) اور اس کے اطراف کے رہنے والوں کو ڈراؤ اور جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (۹۲)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا

كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ
شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ
الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ
اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ
الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ
الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

بہتان لگائے؟ یا یہ کہہ دے کہ مجھ پر بھی وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں کی گئی اور جو یہ کہہ دے کہ میں عنقریب ایسا ہی کلام نازل کروں گا جیسا کہ اللہ نے نازل کیا ہے، تو کاش (اے رسولؐ) تم دیکھتے جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو بڑھائے ہوئے (کہتے) ہوں کہ نکالو اپنی جانوں کو۔ آج تم کو ذِلّت کا عذاب دیا جائے گا، کیونکہ تم خدا کے خلاف ناحق باتیں بنایا کرتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ (۹۳)

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ
ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ
تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ
تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع ۱۱ ۱۷

اور تم ہمارے پاس ایک ایک کر کے آئے جیسا کہ ہم نے پہلی دفعہ تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا وہ تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم کو یہ گمان تھا کہ وہ بھی تمہارے لئے خدا کے شرکاء ہیں۔ تمہارے اور ان کے درمیان یقیناً جدائی ہوگئی اور جس چیز کا تم کو بھروسہ تھا وہی تم سے جاتی رہی۔ (۹۴)

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ
مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾

یقیناً اللہ دانہ اور گٹھلی پھاڑنے والا ہے۔ وہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالنے والا ہے۔ یہ ہے اللہ۔ پھر تم کدھر بہکے جارہے ہو؟ (۹۵)

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا

وہ نورِ سحر (صبح کی روشنی) پھیلانے والا ہے اور اس نے رات کو سکون قرار دیا ہے اور چاند اور سورج

وَّالشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ﴿۹۶﴾

کو حساب کے ساتھ (خلق کیا ہے) ۔ یہ خدائے غالب وعلیم کا اندازہ مقرر کیا ہوا ہے۔(۹۶)

وَ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوۡمَ لِتَهۡتَدُوۡا بِهَا فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَ الۡبَحۡرِ ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۷﴾

اور وہی ہے جس نے ستاروں کو مقرر کیا ہے تا کہ تم خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ یقیناً ہم نے صاحبانِ علم کے لئے آیات (اور دلیلوں) کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔(۹۷)

وَ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسۡتَقَرٌّ وَّ مُسۡتَوۡدَعٌ ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّفۡقَهُوۡنَ ﴿۹۸﴾

اور وہی (خدا) ہے جس نے تم کو ایک ذات سے پیدا کیا۔ پس جائے قرار بنائی اور سپردگی کا مقام بنایا۔ بے شک ہم نے سمجھنے والوں کے لئے آیات (دلیلوں) کو کھول کر بیان کر دیا۔(۹۸)

وَ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِهَا قِنۡوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُشۡتَبِهًا وَّ غَيۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَ يَنۡعِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكُمۡ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۹﴾

اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا جس کے ذریعہ ہم نے ہر قسم کی روئیدگی پیدا کی۔ پھر اس سے ہم نے سبزیاں نکالیں جن میں سے ہم جُڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور درختِ خرما کے گابھے سے لٹکے ہوئے گچھّے (پیدا کیے) اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار کہ جو مِلتے جُلتے بھی ہیں اور بے میل بھی۔ تم دیکھو اس کے پھل کی طرف جبکہ وہ پھل لائے اور پختہ ہو۔ یقیناً ان میں مومنین کے لئے نشانیاں (خدا کی قدرت وحکمت کی دلیلیں) موجود ہیں۔(۹۹)

وَ جَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الۡجِنَّ وَ خَلَقَهُمۡ

اور انہوں نے تو اللہ کا شریک جنوں کو بنا لیا حالانکہ ان (جنوں) کو اللہ نے ہی پیدا کیا ہے اور

وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ١٢/٦ ١٨

اس (خدا) کے لئے ٹھہرادیئے بغیر جانے بوجھے بیٹے اور بیٹیاں۔ وہ ذات پاک ہے اور برتر و بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔(۱۰۰)

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ اس کے بچہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ جبکہ اس کے کوئی رفیقۂ حیات (بیوی) نہیں ہے اور اس نے ہی ہر چیز کو خلق کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔(۱۰۱)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾

ایسا ہی تو تمہارا رب ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ پس تم اس کی عبادت (و اطاعت) کرو اور وہی ہر شئے کا محافظ ہے۔(۱۰۲)

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؗ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

اس کو نظریں دیکھ نہیں پاتیں مگر وہ نظروں یا بصارت کو پالیتا ہے اور وہ لطیف و باخبر ہے۔(۱۰۳)

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾

یقیناً تمہارے رب کے پاس سے تمہارے پاس دلیلیں آچکی ہیں۔ پس اب جو دیکھے یا سمجھے تو اس کا نفع اسی کے لئے ہے اور جو آنکھیں بند کرلے تو یہ اسی کے ذمہ ہے اور میں اس معاملہ میں تمہارا نگراں (ذمہّ دار) نہیں ہوں۔(۱۰۴)

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آیات کو بار بار اس لئے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ تو نے ہمیں تعلیم دیدی، اور اس لئے ہم کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔(۱۰۵)

اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِیۡنَ ﴿١٠٦﴾

(اے رسولؐ) تم پیروی کرو وحی کی جو تمہارے رب کی طرف سے کی گئی ہے۔ نہیں ہے کوئی اللہ مگر وہ، اور مشرکوں سے روگردانی کرلو (مُنہ پھیرلو)۔ (١٠٦)

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا ؕ وَمَا جَعَلۡنٰكَ عَلَیۡهِمۡ حَفِیۡظًا ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِوَكِیۡلٍ ﴿١٠٧﴾

اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو وہ شرک نہیں کرتے۔ اور (اے رسولؐ) ہم نے تم کو ان کا نگہبان نہیں بنایا ہے اور نہ تم ان کے ذمہ دار ہو۔ (١٠٧)

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدۡوًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمۡ ۠ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمۡ مَّرۡجِعُهُمۡ فَیُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿١٠٨﴾

اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارتے ہیں (عبادت کرتے ہیں) ان کو بُرا نہ کہو کہ وہ بوجہ عداوت بغیر سمجھے بوجھے اللہ کو برا بھلا کہیں۔ اسی طرح ہم نے ہر ایک امت کے لئے اس کے عمل کو (ان کی نگاہ میں) زینت دی ہے۔ پھر ان کی بازگشت (واپسی) ان کے رب کی طرف ہوگی۔ پس وہ ان کو آگاہ کردے گا اس عمل سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (١٠٨)

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَیۡمَانِهِمۡ لَىِٕنۡ جَآءَتۡهُمۡ اٰیَةٌ لَّیُؤۡمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَمَا یُشۡعِرُكُمۡ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿١٠٩﴾

اور انہوں نے خدا کی قسم تاکید کے ساتھ کھائی تھی کہ اگر کوئی آیت ان کے پاس آئے گی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ یقیناً آیات (معجزات) تو خدا کے اختیار میں ہیں اور تم کیا جانتے نہیں کہ وہ لوگ یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ (١٠٩)

وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ ۧ ﴿١١٠﴾ ع ١٣ ١٠ ١٩

اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو الٹ دیں گے جس طرح وہ پہلی مرتبہ (ہی) ایمان نہ لائے تھے اور ان کو ان کی سرکشی میں چھوڑ دیں گے کہ وہ سرگرداں (پریشان حال) پھریں۔ (١١٠)

تفسیر سورۃ المائدہ

آیت ۸۳:

مفسرین نے نجاشی بادشاہ حبشہ اوراس کے بعض رفقا جوخفیہ طور پر مسلمان ہو گئے تھے کے بارے میں اس آیت کا نزول بتایا ہے۔ مکہ میں مسلمانوں پر جب کفار نے حد سے زیادہ سختی کی تو حضرت جعفرؑ بن ابی طالبؑ کو رسول خداؐ نے ہجرت حبشہ کا حکم دیا اور ستّر دیگر مسلمان بھی ان کے ساتھ حبشہ گئے۔ تب مشرکینِ قریش کا ایک وفد بہ حکم ابوسفیان حبشہ گیا اور شاہ نجاشی سے مسلمانوں کو حبشہ سے نکال دینے کی درخواست کی۔ نجاشی نے جعفرؑ کو بلایا۔ حضرت جعفرؑ نے اسے قرآن سنایا۔ نجاشی نے اقرار کیا کہ مریمؑ کا واقعہ جو قرآن نے پیش کیا ہے وہی سچا ہے۔ جس وقت حضرت جعفرؑ نے تلاوتِ قرآن کی تو راہبان اور علماءِ نصاریٰ رونے لگے کہ یہ آیتیں حضرت مریمؑ کی شان میں ہیں۔ یہ واقعہ ضرور صحیح ہے۔

حبشہ میں قرآن پڑھا گیا اور وہ لوگ روئے اور قرآن کا دعویٰ ہے کہ اگر یہ قرآن پہاڑوں پر پڑھا جائے تو وہ پارہ پارہ ہو جائے تو اہل حبشہ کے آنکھوں سے آنسو نکل آنا تعجب کی بات نہیں ہے۔ مگر ان آیات میں جو شانِ ایمان بیان کی گئی ہے اور مومن کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ اتنی بلند و ارفع ہیں کہ وہ اہل حبشہ و نجاشی کے واقعہ سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ بلکہ خدا نے مومنِ خالص کے ایمان کی تصویر کشی فرمائی ہے۔ (ا) قرآن کو سن کر وہ خوف خدا سے روتے ہیں۔ (ب) وہ حق کی معرفتِ کامل رکھتے ہیں۔ (ج) وہ درگاہِ خدا میں اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور پھر بوجہِ ایمانِ کامل۔ (د) خدا سے یہ التجا کرتے ہیں کہ وہ خدا ان کو اپنے گواہوں میں داخل کرلے یعنی روزِ قیامت مخلوق کے اعمال کے پیشِ خدا شاہد ہوں۔ (ہ) ایمانِ کامل رکھتے ہیں اور ایمان نہ لانے والوں پر حق ظاہر ہونے کے بعد ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ (ر) وہ قومِ صالحین میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ (س) خدا ان کو ان کے قول و فعل کا صلہ جنت دے گا اور وہ خدا کے نزدیک محسنین ہوں گے۔

آیت ۸٦:

مومنِ کامل کی تصویر کشی آیاتِ سابقہ میں خدا نے کی ہے۔ اس کے خلاف اس آیت میں خدا کافروں کی نافرمانیوں کی تصویر کشی فرما رہا ہے۔ اول انہوں نے خدا اور رسولؐ کا انکار کیا وہ کافر ہو گئے۔ دوم انہوں نے آیاتِ خدا اور معجزاتِ انبیاءؑ دیکھے پھر بھی انکار کیا لہٰذا ان کی سزا جہنم کا دائمی عذاب ہے۔

آیت ۸۷:

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رسولِ خداؐ نے قیامت کے خوف کا ذکر اصحاب میں کیا۔ اس پر ابنِ مسعودؓ، مقدادؓ،

ابوذرؓ، سلمانؓ، سالم غلام ابی حذیفہؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ، عثمانؓ بن مظعون، معقلؓ بن مقرن، ابوبکرؓ بن قحافہ، عثمانؓ بن قحافہ، عثمانؓ بن مظعون کے گھر میں جمع ہوئے اور عہد کیا کہ باقی عمر نماز روزہ میں گزاریں گے۔ بستر پر نہ سوئیں گے، گوشت اور چربی اور عورتوں اور لذات کو ترک کردیں گے۔ رسولِ خداؐ کو خبر ہوئی تو آپ عثمانؓ کے گھر گئے۔ عثمانؓ خدمت میں آئے رسول خداؐ نے اس عہد کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اقرار کیا تو آپؐ نے منع فرمایا۔ اما انی لست اٰمرکم ان تکونوا قسیسین ورھبانا فانہ لیس فی دینی ترك اللحم و النساء ولا اتخاذا تصوا مع۔ (میں نے تم کو حکم نہیں دیا کہ تم رہبانیت اختیار کرو۔ یہ میرے دین میں روا نہیں ہے کہ گوشت اور عورتوں کو ترک کیا جائے اور عبادت گاہ میں دن رات بیٹھا جائے)۔ بلکہ روزہ و نماز ادا کرو۔ حج و عمرہ کرو۔ جہاد کرو۔ پہلی امتوں میں جنہوں نے ترکِ دنیا کیا انہوں نے خود کو ہلاک کرلیا۔

ترکِ دنیا کی روایت میں حضرت علیؑ کا نام بھی ہے مگر یہ صحیح اس لئے نہیں ہے کہ حضرت علیؑ عالمِ کتبِ سماویہ و واقفِ احکامِ ربّانیہ تھے۔ بچوں اور دوستوں سے محبت فرماتے تھے۔ محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔ آغوشِ حضرت محمدؐ میں پرورش و تربیت پائی تھی۔ سب سے پہلے بعمر (۷) سات سال رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر یہ کہ علمِ قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ حدیثِ رسولؐ میں صاف صاف حکم ہے: لا رھبانیۃ فی الاسلام۔ (اسلام میں ترک دنیا جائز نہیں ہے)۔ اور علیؑ کی عبادت تمام زندگی اتنی زیادہ تھی کہ بجز رسول اللہؐ کے دوسرا اتنی عبادت نہ کرسکا۔ مگر پھر بیوی بھی تھی، بچے بھی تھے، غزوات کی علمداری بھی، جہاد بھی تھا اور پھر اہل و عیال کے لئے فکرِ معاش و کسبِ حلال بھی تھا۔ پوری زندگی تو علیؑ نے مطابقِ احکامِ قرآن گزاری پھر ان کو کیا ضرورت تھی کہ نصاریٰ کے درویشوں کی طرح ترکِ دنیا کرکے حکمِ خدا کے خلاف عمل کرتے۔ یہ روایتی غلطی ہے اور بس۔

آیت ۸۸:

اس آیت میں حکم ہے کہ اپنے افعال کے بجالانے میں خدا سے ڈرو اور تم نے جو ترکِ دنیا پر قسمیں کھالی ہیں وہ مہمل قسمیں ہیں جن کا کوئی حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا ان قسموں کو قسمیں ہی نہ جانو۔ خدا بھی ان قسموں پر تم سے کوئی مواخذہ نہ کرے گا۔ یہ آیت خطابت میں کچھ عتابی شان رکھتی ہے لہٰذا اس کے مفہوم اور واقعہ میں حضرت علیؑ کو شامل کرنا خلافِ حقیقت ہے۔ حضرت علیؑ کی زندگی بچپن سے تا آخر لمحۂ زندگی احکامِ خدا کی پابندی تھی اور آپ معصوم عن الخطا تھے۔ واقعہ صرف اتنا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک شخص خدمتِ رسولؐ میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے گوشت کا ٹکڑا رات کھالیا اس نے مجھ کو رات بہت پریشان کیا اس لئے میں نے گوشت اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر منہج الصادقین صفحہ نمبر ۲۷۴)۔

آیت ۸۹:

جھوٹی قسم کھانا خداوندعالم کے حکم کے خلاف ہے۔ جھوٹی قسم کھانا دوسرے کو فریب دینا ہے۔ نیز معاملات میں دھوکا دینا ہے۔ لہٰذا خدا نے سختی سے جھوٹی قسم کھانے کو منع کر دیا ہے کیونکہ مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات بھی اسلام میں جائز نہیں ہے لہٰذا خدا نے اس کا کفارہ مقرر کر دیا ہے تاکہ دامنِ انسانیت بے داغ ہو جائے۔

آیت ۹۰:

(۱) شراب، جوا، بت پرستی، پانسے ڈالنا حرام ہیں کیونکہ یہ کام نجس ہیں۔ (۲) یہ کام شیطانی ہیں۔ (۳) تم ان کاموں سے بچو۔ (۴) یہ باہمی عداوت اور بُغض پیدا کرتے ہیں۔ نماز سے روکتے ہیں اور خدا کو بھلا دیتے ہیں۔ جن کاموں میں خدا کی نافرمانی کے اتنے اسباب جمع ہوں وہ کام حرام بھی ہیں اور جہنم میں جانے کا سبب بھی۔ حدیث میں ہے: انّ اللّٰہ لا یجمع الخمر والا یمان فی جوف المرء ابدا۔ (یقیناً اللہ شراب اور ایمان کو کسی سینہ میں کبھی جمع نہ کرے گا)۔ حدیث میں ہے: الشارب الخمر کعابد الوثن۔ (شراب پینے والا مثلِ بت پرست ہے۔)

حدیث رسولؐ میں ہے کہ شطرنج کا کھیل، جو ایجاد اردشیر کی ہے، کھیلنا ایسا ہے جیسے خنزیر کے گوشت اور خون میں ہاتھ ڈالنا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ان اللاعب بالشطرنج مشرك والسلام علی اللاھی معصیۃ۔ (شطرنج کھیلنے والا مشرک ہے اور اس کے کھیلنے والے پر سلام کرنا گناہ ہے)۔

آیت ۹۱:

خدا نے شراب، جوا، بت پرستی وغیرہ کے معقول نقصانات بتائے ہیں اور بعد کو فرمایا کہ اب تم کب باز آؤ گے؟ کسی قدر محبت بھرے الفاظ ہیں! فرمایا کہ جب عقلی حیثیت سے بھی یہ چیزیں تم کو، تمہارے معاشرہ کو، تمہاری اولاد و مال کو برباد کرتی ہیں اور جب یہ چیزیں تم کو خدا کا نافرمان بناتی ہیں اور تمام نعمات کے دینے والے کو بھلا دیتی ہیں تو پھر سوچ لو کہ ان کا چھوڑ دینا ہی تمہارے لئے مفید ہے اور ان کا کرتے رہنا بربادکن ہے۔ اور آخر فقرہ کہ کیا اب بھی تم باز رہو گے؟ یہ بتاتا ہے کہ خداوندِ عالم قطعی نہیں چاہتا کہ اس کا بندہ ان چیزوں کے قریب بھی جائے۔ مسلمانانِ عہدِ موجودہ غور کریں کہ اسلام عزیز ہے یا شراب، جوا وغیرہ؟ ممنوعاتِ خداوندی زیادہ عزیز ہیں یا خدا کا حکم؟ خدا شرِ شیطان سے ہمیں محفوظ رکھے۔

آیت ۹۳:

انسان کو خدا نے فہم و عقل دے کر تمام حیوانات سے ممتاز کیا ہے۔ لہٰذا اس کا فرض ہے کہ وہ حلال و حرام کو جانے اور معرفتِ خدا و رسولؐ حاصل کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ خود اپنے افعال اور اس کی سزا کا مستحق ہے۔

خداوندِ عالم نے اپنے احکام اور اسبابِ خوشنودی بتانے کے لئے رسولؐ بھیجے۔ مگر رسولوں کے ذمہ صرف تبلیغ احکامِ خدا ہے اور عمل خود انسان کے ذمہ ہے۔ یہ آیت رسول اللہؐ کے لئے تسکین و تسلی ہے اور اہلِ دنیا کے لئے ہدایت عملِ نیک ہے کہ وہ خود اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں۔

اس آیت کے بارے میں مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا کہ جو لوگ عملِ صالح کرتے رہے اور انہوں نے شراب بھی پی تو وہ معاف ہے۔ **فیما اطعموا** (جو کچھ کھایا) میں شراب کو مراد لیا ہے۔ اور اصحابِ کبار کے نام بھی لکھے کہ انہوں نے شراب پی اور جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ تو پھر ان کا کیا ہوگا؟ تو اس پر یہ آیت اتری۔ تعجب ہے کہ آیت میں لفظ **طعموا** (کھایا گیا) ہے اس میں پینے کے بارے میں کوئی لفظ نہیں ہے۔ پھر شراب پینا مراد لینا صرف نافہمی ہے۔ علاوہ بریں خدا نے چند باتیں ذکر کی ہیں۔ اول ایمان لائے۔ دوم نیک عمل کرتے رہے۔ پھر ایمان و خوفِ الٰہی کے ساتھ غیروں کے ساتھ نیکی کرتے رہے۔ صحابہ کرامؓ نیک عمل اور دوسروں سے نیکی کرنے والے تھے۔ لہٰذا خدا کے محبوب تھے۔ خدا کی طرف سے یہ انعامات اور اس پر شراب نوشی؟! تو بہ لوگوں نے قرآن کے معنی کو مسخ کر کے دین کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ کتاب تفسیر منہج الصادقین صفحہ نمبر ۲۷۶ پر یہ واقعہ لکھا ہے **قدامہ بن مطعون** شراب میں مست بازار میں آیا۔ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جواب طلب ہوا تو اس نے اپنی صفائی میں یہی آیت **فیما اطعموا** پیش کی۔ حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے کہ شبہ پیدا ہو گیا چنانچہ سزا دینے میں توقف کیا۔ حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے پوچھا کہ شراب حرام ہونے کے بعد تو نے کیوں شراب پی؟ قدامہ نے کہا: آیت تحریم کی مجھ کو اطلاع نہیں ہوئی۔ آپؑ نے حکم دیا کہ قدامہ کو انصار و مہاجرین میں لے جاؤ اور پوچھو کہ کسی نے آیت تحریم اس کے سامنے پڑھی تھی؟ تو سب نے گواہی دی اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے تو آپ نے حکم دیا کہ اس سے کہو کہ توبہ کرلو آزاد ہے ورنہ اس کی گردن مار دو۔ اور فرمایا: اے قدامہ تو اس آیت کا اہل نہیں ہے۔ تو نہ مومن ہے نہ متقی اور نہ عملِ صالح کرنے والا ہے۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کے بارے میں حد شرعی کے تعین میں اختلاف کیا تو حضرت علیؑ نے اَسّی (۸۰) کوڑوں کا حکم دیا اور فرمایا: شراب پینے والے کو جب نشہ ہوا تو اس نے افترٰی کیا اور افترٰی کی حد شرعی اَسّی کوڑے ہیں۔

خدا نے مومن، متقی و عمل صالح کرنے والوں کو یہ بتایا ہے کہ وہ دل میں تقویٰ و ایمان رکھتے ہوئے جو کچھ کھائیں گے وہ حلال ہی کھائیں گے اور ان پر ایسا کرنے میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نعمات صرف مومنین، متقین اور صالحین کے لئے ہیں اور وہی لوگ اس کے مستحق ہیں اور جن میں یہ صفات نہیں ہیں وہ حرام کھانے والے ہیں کیونکہ جو اطاعتِ خدا و رسولؐ نہیں کرتا ہے اس کے لئے حلال و حرام میں امتیاز نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے سب

افعال کا مواخذہ ہوگا۔صرف نیک اعمال افراد سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔اس آیت میں شراب کا تذکرہ مطلق نہیں ہے اور از آدمؑ تا حضرت محمدؐ شراب ہمیشہ حرام رہی ہے۔نہ انبیاءؑ نے پی اور نہ ان کے خالص متبعین نے پی۔یہی تفسیرِ اہلِ بیت رسولؐ ہے۔

آیت ۹۵:

اس آیت میں حالتِ احرامِ حج میں شکار کھیلنے کی ممانعت ہے کہ اس کا کفارہ اور سزا ہے۔جب حدیبیہ کے موقع پر مسلمان احرامِ حج میں تھے اور حلال جانور بکثرت وہاں چرتے پھرتے تھے تو امکان تھا کہ بوجہ سہولت مسلمان شکار کرتے۔مگر خدا نے اس موقع پر اہلِ اسلام پر امتحانِ ایمان کا اعلان کر دیا اور فرمایا کہ خدا ضرور تم کو شکار کے معاملہ میں آزمائے گا۔یہ آزمائش اس موقع پر وقتی و عارضی اور بے معنی نہ تھی بلکہ رسولؐ کے اصحاب اور لشکرِ اسلام کو آزمانا تھا کہ محبتِ خدا و اطاعتِ خدا میں اگر سب آئے ہیں تو اس حکم کو حقیر نہیں سمجھیں گے اور ممانعت پر کاربند رہیں گے۔گوشت اور خوراک کی تنگی ہوگی تو برداشت کریں گے اور اس طرح سے رضائے خداوندی کو اپنی خواہشِ نفسانی پر ترجیح دیں گے،تب ان کا ایمان کامل ہوگا اور آئندہ یہ جہاد اور جنگ کی سختیوں کو خوشنودیِ خدا اور رسولؐ کے لئے گوارا کریں گے کیونکہ اس سال مسلمانوں کو بغیر حج کے واپس جانا تھا اور یہ مایوسانہ واپسی دین کے معاملہ میں مشکوک بنا سکتی تھی۔اس واقعہ نے ثابت کیا کہ جب رسول اللہؐ نے اس سال عمرہ کو ملتوی کیا اور آئندہ سال کے لئے خبر دی تو بہت سے مسلمانوں کو دین اور نبوتِ حضرت محمدؐ کے بارے میں شک ہوگیا تھا۔لہٰذا خدا نے مسلمانوں کو ابتداء ہی میں آزمایا اور ایک معمولی سی بات پیش کر کے مسلمانوں کے دلوں میں پختگیِ ایمان پیدا کر دی۔اسی طرح روزِ ہفتہ مچھلی کے شکار کو عہد موسیٰؑ میں منع کیا گیا تھا،اسی طرح طالوت کی قوم کو نہر کے پانی کے معاملہ میں آزمایا گیا تھا اور نافرمانوں پر عذاب نازل کیا گیا تھا۔مطلب یہ تھا کہ جو معمولی تکلیف کو بھی راہِ خدا میں برداشت نہیں کر سکتا ہے وہ جان و مال سے خدا کی راہ میں کیا صرف کر سکے گا؟ بہرحال اہلِ اسلام نے حکمِ خدا کو مانا اور شکار نہ کیا۔مگر یہ حکمِ عام قیامت تک کے لئے ہے کہ حالتِ احرام میں شکار ممنوع ہے اور اس کا کفارہ آیت نے بیان کیا ہے۔

آیت ۹۷:

اس آیت میں کعبہ اور حج اور قربانی حج کو قیام للناس یعنی انسانوں کے امور کا قائم رکھنے کا ذریعہ فرمایا ہے۔تفسیرِ اہلبیتؑ میں ہے کہ مادامت الکعبۃ بحج الناس الیھالم یھلکوا۔(جب تک لوگ کعبہ کا حج کرتے رہیں گے وہ ہلاک نہ ہوں گے)۔یعنی دینِ اسلام کے احکام باقی رہیں گے اور قومِ مسلم زندہ و باوقار رہے گی۔اسی آیت

کے بارے میں ایک بہت مفید واقعہ تفسیر میں لکھا ہے جس سے آیت کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ مامون رشید نے بعدِ شہادتِ امام رضاؑ حضرت امام محمد تقیؑ کو جن کی عمر ۹ سال تھی اپنے پاس بلالیا اور چاہا کہ اپنی لڑکی کا عقد ان سے کر دے۔ بنی عباس کے کچھ لوگوں نے مامون رشید کو منع کیا اور بتایا کہ اس سے خلافت بنی عباس سے اولادِ علیؑ میں پہنچ جائے گی۔ مگر مامون نہ مانا اور امام تقیؑ کے علم کی تعریف کی اور بنی عباس کو خاموش کرنے کے لئے ایک علمی مباحثہ منعقد کیا اس وقت کے سب سے بڑے قاضی یحییٰ ابن اکثم کو دربار میں بلایا اور ایک کرسی پر امام محمد تقیؑ کو بٹھایا۔ یحییٰ اکثم نے عرض کیا **جعلت فداك** (میں آپ پر قربان ہو جاؤں) ۔ آپ مجھ کو سوال کی اجازت دیتے ہیں؟ امام تقیؑ جن کی عمر نو (۹) سال تھی فرمایا کہ جو پوچھنا ہو پوچھو۔ یحییٰ ابن اکثم نے عرض کیا کہ اگر کوئی احرام کی حالت میں شکار کرے تو کیا سزا و حدِ شرعی ہے؟ امام تقیؑ نے فرمایا کہ حرم میں شکار کیا یا حل میں؟ وہ عالم تھا یا جاہل؟ وہ غلام تھا یا آزاد؟ معمر تھا یا کمسن۔ مُصر تھا یا پشیمان؟ اس کا یہ جرم احرامِ حج میں تھا یا احرامِ عمرہ میں؟ اور وہ شکار پرند تھا یا وحشی جانور؟ بچہ تھا کہ بڑا؟ شکار دن میں کیا تھا یا رات میں؟ قاضی یحییٰ نے جب یہ سنا تو مبہوت اور حیران ہو گیا اور حاضرینِ دربار متحیر ہو گئے۔ مامون رشید نے کہا کہ یہ اہلبیت نبیؐ ہیں ان کو خدا نے عالم پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد مامون نے مسئلہِ شکار کی وضاحت چاہی تو امامؑ نے فرمایا کہ اگر بحالت احرام حرم سے باہر بڑا پرندہ شکار کرے تو ایک گوسفند فدیہ دے اور اگر حرم میں شکار کرے تو اس کی قیمت ادا کرے اور اگر وہ صحرائی گدھا ہو تو گائے اور اگر شتر مرغ ہو تو اونٹ اور اگر ہرن ہو تو گوسفند فدیہ کرنا لازم ہے۔ اگر حرم میں شکار کرے تو دو فدیہ دے اور اگر احرامِ حج میں ہو تو گائے فدیہ دے اور اگر عمرہ کے دوران مکہ میں شکار کرے اور جاہل ہو یا عالم ہو خواہ رات ہو کہ دن ہو، فدیہ لازم ہے اور اگر عمداً کیا ہو تو جزا اور کفارہ لازم ہے۔ اگر غلام شکار کرے تو اس کے مالک پر کفارہ لازم ہے اور اگر بچہ ہو تو کفارہ لازم نہیں ہے۔ بالغ ہو تو کفارہ لازم ہے۔ اگر پشیمان ہو تو جزا و کفارہ ساقط ہے اور اگر مُصر ہے تو سزائے عاقبت بھی ہوگی۔ مامون رشید نے جب یہ سنا تو کہا۔ **احسنت یا ابا جعفر**۔ پھر مامون نے امام سے عرض کیا کہ قاضی یحییٰ ابن اکثم کو اجازت ہے کہ کوئی مسئلہ دریافت کرنے آپ کے پاس آئے؟ امام نے اجازت دی۔ پھر مامون رشید نے اپنی دختر کا نکاح امام تقیؑ سے کیا۔ اور خطبہ خود امامؑ نے پڑھا۔ دیکھو تفسیر منہج الصادقین صفحہ نمبر ۴۷۶۔

آیت ۹۸:

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ خدا علیم ہے۔ وہی بداعمالی پر سخت عذاب کرنے والا اور عبادت پر اور توبہ کرنے پر عفو اور کرم کرنے والا ہے۔ وہ رحیم ہے۔ انسان خود اپنے عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ رسولؐ کا کام صرف حکمِ خدا کو پہنچانا ہے۔ خدا پوشیدہ اور ظاہری ہر فعل سے واقف ہے لہٰذا انسان کو اپنے اعمال میں محتاط رہنا چاہئے۔

آیت ۱۰۰:

خدا نے بتایا کہ خبیث اور طیّب میں فرق ہے، دونوں یکساں نہیں ہیں۔ اگر خبیث کی کثرت ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کی کثرت کی وجہ سے قلیل جماعت اپنے کو غلط راہ پر سمجھے۔ قلیل بندے خدا کے مطیع وشکر گزار ہیں اور انسانوں کی کثیر جماعت گمراہ ہے۔ اس آیت پر جمہوریت پسند مسلمان غور کریں۔ خداوند عالم نے فرمایا: قلیل من عبادی الشکور۔ (سورہ سبا، آیت ۱۳) ''میرے بندوں میں بہت کم بندے شکر ادا کرتے ہیں۔''

آیت ۱۰۱:

بعض کم اعتقاد مسلمان اور منافق رسولِ خداؐ سے خواہ مخواہ سوال کرتے تھے۔ کوئی پوچھتا کہ میرے باپ کون تھا؟ کوئی پوچھتا کہ میرا اونٹ کہاں ہے؟ وغیرہ تو ایک دن رسول خداؐ بحالتِ غصّہ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ آج تم جو پوچھو گے میں سب بتاؤں گا۔ ایک شخص کو دوسرے کے باپ کی طرف نسبت دی جاتی تھی۔ اس نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوئے اس بات پر کہ اللہ ہمارا رب ہے، اسلام ہمارا دین ہے، اور حضرت محمدؐ ہمارے رسول ہیں۔ ہم لوگ شر وفساد سے پناہ مانگتے ہیں۔ یارسول اللہؐ ہم لوگوں کا زمانہ جاہلیت وشرک تھوڑے دن ہوئے دور ہوا ہے۔ آپ ہم لوگوں کی بے ادبیاں معاف کریں۔ پھر حضرت عمرؓ نے رسول خداؐ کے پاؤں چومے اور رسول خداؐ کا غصّہ فرو ہو۔ اس آیت نے بتایا کہ حضرت محمدؐ کا احترام خدا کی نظر میں کتنا زیادہ ہے کیونکہ بے جا سوالات میں استہزاء اور تمسخر پایا جاتا ہے۔ لہٰذا منع کیا گیا اور یہ بھی بتایا کہ ہمارے رسولؐ کو وہ وہ باتیں معلوم ہیں کہ اگر وہ کہہ دیں تو لوگوں کو بُرا لگے گا۔ لہٰذا جو حکم وہ دیں بے چوں و چرا اس کی پیروی لازم ہے۔ روایتِ مذکورہ کو بخاری ومسلم سے لیا گیا ہے اور راوی انس بن مالک، ابوہریرہ وسدی ہیں۔ (مواہب الرحمٰن)۔ حضرت علیؑ سے ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ جب فریضہِ حج کا حکم ہوا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی لوگوں نے پوچھا یا عکاشہ بن حصین یا سراقہ بن مالک نے پوچھا کہ یارسول اللہ أفی کل عام۔ (کیا ہر سال ہم پر حج فرض ہوگا؟) رسول خداؐ نے جواب نہ دیا۔ پھر پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: ویحك ما تو من ان اقول نعم۔ (وائے ہو تجھ پر کہ کس چیز نے تجھ کو مطمئن کر دیا کہ میں کہہ دوں کہ ہاں ہر سال فرض ہے۔) فاتر کونی ماتر کتم۔ (مجھ کو چھوڑ دو جہاں میں نے تم کو چھوڑا ہے)۔ یعنی جو حکم میں نے دے دیا اس سے آگے سوال نہ کرو۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم ہلاک ہو جاتے یا کافر ہو جاتے جس طرح سابقہ امتیں انبیاءؑ سے ناحق سوال کر کے ہلاک ہوئیں۔

آیت ۱۰۳:

کفارِ عرب نے کچھ جانور جن کا ذکر آیت سابقہ میں ہے اپنے اوپر حرام کر لیے تھے۔ خدا نے بتایا کہ یہ خدا کے حرام کیے ہوئے نہیں ہے بلکہ جو ان جانوروں کو حرام مانتے ہیں وہ کافر ہیں، کیونکہ وہ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں، وہ بے عقل ہیں کہ ایسی رکیک باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

آیت ۱۰۴:

اگر وہ عاقل ہوتے تو ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ جانور حلال ہیں، یا حرام ہیں، اس بارے میں رسولؐ سے دریافت کر لیں۔ مگر یہ ان کی گمراہی ہے کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے اجداد کے طریقہ پر ہیں۔

آیت ۱۰۵:

اہلِ اسلام کو حکم ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کو درست رکھیں۔ وہ ان مشرکین کے باتوں کو نہ مانیں۔ پس وہ مومن رہیں گے اور جنت کے حقدار ہوں گے اور دنیوی عزت و دولت پائیں گے۔ اہلِ ایمان کو زمانہ کفر کی رسوم کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اپنے نفس کی اصلاح کا حکم ہے۔ رسول خداؐ نے منذر بن ساوی کو خط لکھا کہ اہل نجران سے جزیہ لیا جائے اور عرب اسلام قبول کریں۔ اس پر منافقین نے رسول اللہؐ پر اعتراض کیا کہ اہلِ کتاب کو تو کافر چھوڑ دیا اور عرب پر اسلام مسلّط کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

معاشرہ کی اصلاح اس وصیت میں مضمر ہے۔

آیت ۱۰۶:

ان آیات کا تعلق سابقہ آیات سے ہے۔ مفسرین نے واقعہ یہ لکھا ہے کہ تمیم دارمی وعدی بدوی انصاری تجارت کے لئے شام گئے۔ بدیل جو عمرو عاص کا غلام تھا وہ بھی ساتھ ہو گیا۔ اثناء سفر میں بدیل بیمار ہوا تو اس نے اپنے دونوں رفقاء کو وصیت کی کہ اس کا ترکہ اس کے وارثوں کو پہنچا دیں۔ بدیل کے مرنے کے بعد انہوں نے ایک ظرفِ نقروی جس پر طلا کاری ہوئی تھی قیمتی تھا اسے بچا لیا اور باقی سامان مدینہ لا کر بدیل کے ورثہ کو دیدیا۔ ورثاء نے جب بدیل کا خط پڑھا تو اس ظرف نقروی کا بھی پتہ لگا اور انہوں نے واپسی کا تقاضا کیا تو تمیم وعدی نے انکار کیا۔ وہ سب خدمتِ رسولؐ میں اپنا مقدمہ لے کر آئے۔ رسول خداؐ نے نمازِ عصر کے بعد تمیم وعدی کو قسم کے لئے حکم دیا کہ وہ قسم کھائیں کہ انہوں نے بدیل کا مال نہیں لیا ہے۔ تمیم اور عدی نے قسم کھائی۔ رسول خداؐ نے ان کو چھوڑ دیا۔ کچھ دن کے بعد وہ ظرف نقروی بدیل کے ورثہ کو ان کے پاس سے ملا۔ مجادلہ سخت ہوا۔ پھر خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ پس رسولِ خداؐ کے حکم پر عمرو عاص اور مطلب ابن دواعہ نے بعد نماز عصر قسم کھا کر کہا کہ یہ

ظرف بدیل کا تھا اور تمیم اور عدی نے خیانت کی ہے۔ اس وقت رسول خداؐ نے حکم دیا کہ وہ ظرف بدیل کے ورثہ کو دے دیا جائے۔

آیات مخصوص واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ مگر ان کا حکم عام ہے۔ جو قیامت تک باقی رہے گا۔ خدا کی قسم کھانے کی اجازت ہے کیونکہ خدا ہی وہ ہے جس سے انسان کو خوف رکھنا چاہئے۔ یہی تقویٰ ہے اور اسی سے امید مغفرت رکھنا چاہئے۔ کیونکہ وہ کائنات کا مالک ہے۔ (ب) گواہی ہمیشہ سچی دینی چاہئے۔ اس میں رشوت لینا حکمِ خدا کے خلاف ہے۔ (ج) قرابت داری بھی سچی گواہی میں رکاوٹ نہ ہو۔ (د) گواہی کو چھپانا بھی گناہ ہے۔ گواہی چونکہ معاملاتِ باہمی کے تصفیہ کی بہترین صورت ہے اور جرائم کے روکنے کی بہترین صورت ہے لہٰذا خدا نے صاف صاف اس کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ (ر) گواہی غلط دینا انسان کو گنہگار اور ظالم قرار دیتا ہے اور ظالم خدا کا نافرمان اور انسانی معاشرہ کا برباد کرنے والا ہوتا ہے۔

آیت ۱۰۸:

گواہی دینے میں انسان کو پہلے تو خدا سے ڈرنا چاہئے۔ پھر اس کو کم از کم یہ خیال تو کر لینا چاہئے کہ وہ غلط گواہی دے کر جھوٹا بن کر رسوا نہ ہو۔

آیت ۱۰۹:

خداوندِ عالم رحیم و کریم ہے مگر جو دانستہ اس کے احکام کی نافرمانی کرتا ہے تو خدا پھر اس کو ہدایت نہیں کرتا بلکہ اس کو عذابِ آخرت کا مستحق قرار دے دیتا ہے۔

بروزِ قیامت تمام رسولؑ جمع ہوں گے اور ان سے ان کی امتوں کی نافرمانی کے بارے میں سوال ہوگا تو وہ عرض کریں گے کہ آج روزِ حساب ہے اور تو عالم الغیب سب جانتا ہے کہ ہماری امتوں نے کیا کیا نافرمانیاں کی ہیں۔ اس لئے تجھ ہی کو اختیار ہے۔ تمام رسولوں کا قول خدا نے نقل کیا ہے کہ وہ کہیں گے **لا علم لنا**۔ (ہم کو کچھ علم نہیں)۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ خوف و ہولِ قیامت کی وجہ سے انبیاءؑ پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔ اس لئے وہ ایسا کہیں گے۔ مگر قرآن نے بتایا ہے کہ انبیاءؑ کی شان یہ ہے کہ **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون**۔ (ان پر نہ خوف طاری ہوتا ہے نہ حزن و ملال)۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے **انت تعلم ما غاب وما بطن ونحن نعلم ما نشاھد**۔ (اے خدا تو غیب اور مخفی و پوشیدہ اعمال کا جاننے والا ہے اور ہم صرف ظاہر کو جانتے ہیں جو ہم دیکھتے ہیں)۔ یہ بات قرینِ قیاس ہے۔ علاوہ بریں تمام رسولؑ جانتے تھے کہ ان کی امتوں میں بجز چند افراد سب نے نافرمانی کی اور طرح طرح کے عذاب کے مستحق ہوئے اور انبیاء یہ بھی جانتے تھے کہ خدا غفور و رحیم ہے۔ لہٰذا

انھوں نے روزِ قیامت کے فیصلہ کو خدا ہی پر چھوڑ دیا کہ وہ عالمِ غیب ہے، اپنے بندوں پر مہربان ہے، لہٰذا وہ خود ان کے حق میں فیصلہ کر دے۔ اگر انبیاءؑ یہ فرما دیتے کہ ہماری امتوں نے نافرمانیاں کی ہیں تو شہادت عینی کے بعد تمام امتوں کے تمام افراد پر عذاب لازم آتا اور اگر پھر اللہ کسی کو بخشتا تو یہ امر عدالتِ خداوندی کے قطعی خلاف ہوتا۔ لہٰذا انبیاءؑ نے حقیقت حال کو بیان فرمایا کہ اے خدا تو خود عالم الغیب ہے لہٰذا تو خود ان کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اب جس جس نے اپنے انبیاءؑ کی وفات کے بعد توبہ کر لی ہو اس کا علم خدا کو ہی تھا لہٰذا انبیاءؑ کو ایسا فرمانا صحیح تھا۔ اس کے علاوہ انبیاءؑ نے فرمایا کہ اے خدا علمِ غیب تجھ کو ہی ہے ہم علمِ غیب نہیں رکھتے۔ اس اعتبار سے بھی قول انبیاءؑ صادق ہے۔ اس آیت سے واضح ہوگیا کہ روزِ قیامت تمام انبیاء اپنی امتوں کے گواہ ہوں گے اور ان پر حضرت محمدؐ گواہ ہوں گے۔ قرآن میں دوسری جگہ بھی اس کا بیان موجود ہے۔

آیت ۱۱۰:

خدا نے اپنی نعمات کا ذکر کیا ہے اور جو لوگ عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں ان کی تردید بہترین انداز میں کی ہے۔ ارشاد ہوا: اے عیسیٰؑ ہم نے تم کو طفلی میں نبی بنایا، کتاب عطا کی اور معجزات کا اختیار دیا اور تمہاری ماں پر بھی ہم نے احسان کیے ہیں۔

جو لوگ مریمؑ کے بیٹے کو خدا کا بیٹا قرار دیں وہ احمق ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ عیسیٰؑ انسان ہے اور مجبور ہے۔ صرف خدا کے احسانات کی وجہ سے نبی اور صاحبِ معجزہ ہے۔

روح القدس سے مدد کی اور مردوں کو زندہ کرنے کا اختیار دیا۔ یعنی وہ قوتِ روحانی عطا فرمائی جو انبیاءؑ اور رُسل و ائمہؑ کو عطا کی جاتی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے پیدا ہونے کے بعد ماں کی عصمت، اپنی نبوت اور اپنے صاحبِ کتاب ہونے کے بارے میں کلام کیا، اسی طرح طویل مدت گزر جانے کے بعد باتیں کریں گے جب وہ آسمان سے بزمانہ رجعتِ حضرتِ امام مہدیؑ تشریف لائیں گے۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کا ذکر ہے۔ اسی میں یہ بھی ذکر ہے کہ عیسیٰؑ مٹی سے پرندہ بنا کر اس پر نامِ خدا دم کرتے تھے وہ زندہ پرندہ بن جاتا تھا۔ منکرینِ معجزات اور کم اعتقاد مسلمان غور کریں۔

آیت ۱۱۱:

وحی رسولؐ کو آتی ہے، الہام امام کو ہوتا ہے اور باقی مخلوق کو بذریعہ نبی حکمِ وحی سے اطلاع دی جاتی ہے۔ یہاں یہی بیان ہے۔

آیت ۱۱۲:

حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں دعائے موسیٰؑ سے بنی اسرائیل کی فرمائش پر من وسلویٰ اترا کرتا تھا۔مگر جب انہوں نے ناشکری کی تو اس کے بعد عذابِ دنیا و عاقبت کے مستحق ہوئے۔نصاریٰ کو خدا کی طرف سے یہ خبر سنائی گئی ہے کہ تم نے بھی ایسا سوال عیسیٰؑ سے کیا اور تصدیقِ نبوت کے لئے عیسیٰ کے سابقہ معجزات پر ایمان نہ لائے۔ یہ بات خلافِ ایمان ہے چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں سے یہی کہا کہ اگر تم مومن ہو تو ایسی باتیں نہ کرو اور اللہ سے ڈرو کہ مبادا بوجہ ناشکری تم بھی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ۔

آیت ۱۱۳:

حواریوں نے پھر بھی اصرار کیا اور کہا کہ ہم بغیر محنت کے رزق چاہتے ہیں اور آپ کی نبوت کی تصدیق بھی چاہتے ہیں۔ یہ آیت صاف صاف بتاتی ہے کہ حواری جن کی تعداد بارہ تھی مومن تھے مگر اپنے اطمینانِ خاطر اور عوام پر نبوتِ عیسیٰؑ کو ثابت کرنے کے لئے فرمائش کر رہے تھے تاکہ اس معجزہ کو دیکھ کر امت کے افراد کو انکار کی گنجائش نہ رہے، جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے عرض کیا تھا تو خدا نے پرندوں کو بدستِ ابراہیمؑ زندہ کر کے دکھایا تھا۔

آیت ۱۱۴:

بعض مفسرین نے لکھ دیا ہے کہ دسترخوان آسمان سے نہیں اترا بلکہ وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ یہ غلط ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ سراپا اعجازِ خدا اور کلمہِ خدا تھے۔ ان کی دعا کا قبول نہ ہونا ناممکن ہے۔ اس آیت میں عیسیٰؑ کی دعا کے الفاظ موجود ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بحکمِ عیسیٰؑ لوگوں نے تیرہ دن کے روزے رکھے۔ پھر دعا کی تو خوان نازل ہوا۔ یہ دن اتوار کا تھا۔ اسی لئے نصاریٰ اس کو اپنی عید قرار دیتے ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **نزلت مائدۃ خبزٌ ولحمًا**۔ (روٹی اور گوشت نازل ہوا)۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ وہ سات روٹی اور سات مچھلیاں تھیں۔ حضرت شمعون نے جو عیسیٰؑ کے خلیفہ تھے پوچھا کہ یہ طعامِ دنیا ہے یا طعامِ آخرت؟ عیسیٰ نے جواب دیا کہ یہ نہ طعام دنیا ہے نہ طعام آخرت بلکہ خدا نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ وہ کھانا ایک دن بعد آتا تھا۔ چالیس روز تک آیا۔ عیسیٰؑ نے کہا کہ اسے کھاؤ لوگوں نے کہا کہ عیسیٰؑ آپ اس بھنی ہوئی مچھلی کو زندہ کر دیں۔ عیسیٰؑ نے دعا کی وہ مچھلی زندہ ہو گئی۔ وہ سب ڈر گئے پھر کہا کہ اس کو اس کی پُرانی حالت پر کر دیجئے پھر آپ نے دعا کی وہ اپنی سابقہ حالت پر آ گئی۔ عیسیٰؑ نے کہا: کھاؤ۔ وہ ڈر گئے اور کہنے لگے یہ تو جادو ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے بیماروں کو کھلایا سب تندرست ہو گئے مگر منکرین جن کی تعداد بقول صاحب 'معالم' تین سو تین افراد تھی، عذاب میں مبتلا ہوئے، سور ہو گئے، گندگی کھاتے تھے۔ آخر تین دن کے بعد مر گئے۔

آیت ۱۱۵:

جن مفسرین نے دسترخوان کے نازل ہونے سے انکار کیا ہے ان کا یہ اختلاف دیگر آیات میں اختلاف پیدا کرنے کی مانند ہے۔ جب نبی دعا کرے اور خدا فرمائے انی منزلھا۔ (میں ضرور نازل کرنے والا ہوں) تو پھر مائدہ (دسترخوان) اترنے سے انکار کے کیا معنی ہیں؟ ایسے ہی مفسرین نے قرآن میں اور اسلام میں اختلاف پیدا کیا ہے۔

منکرین کے لئے خدا نے عذاب کا ذکر کیا ہے تھا چنانچہ منکرین کو عذاب دیا۔ امام رضاؑ نے فرمایا۔ انھم مسخوا خنازیر۔ (وہ خنزیر یعنی سوّر کی صورت میں مسخ ہو گئے تھے)۔

آیت ۱۱۶:

آیت کا خطاب حضرت محمدؐ سے ہے مگر اتمامِ حجت نصاریٰ کے لئے ہے کہ روزِ قیامت خدا تمام انبیاءؑ کو جمع کرے گا اور عیسیٰؑ سے سوال کرے گا کہ کیا تم نے کہا تھا کہ مریمؑ اور مجھ کو خدا بنالو؟ عیسیٰؑ اس قول سے اپنی بریّت ظاہر کریں گے اس وقت یہ نصاریٰ کیا جواب دے سکیں گے؟ یہی ہوگا کہ عذابِ جہنم کے مستحق ہوں گے۔ خدا تو لاشریک ہے اور مخلوقات کے لوازمات سے منزہ و پاک و بلند ہے۔ عیسیٰ فرمائیں گے: میں تیری مخلوق ہوں، بشر ہوں، مریمؑ کا بیٹا ہوں، تو میرا خالق ہے، رازق ہے اور تو نے مجھ کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ عیسیٰؑ کا یہ قول نصاریٰ کے اعتقاد کی تردید ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے ان آیت میں اپنی بریّت ظاہر کی ہے۔ ۱۔ مخلوق ہونے کی حیثیت سے مجھ کو اور کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ خود کو خالق یا معبود یا اللہ کہے۔ ۲۔ خدا عالم الغیب ہے کہ دلوں کے ارادہ سے واقف ہے۔ ۳۔ خدا کی مشیت میں جو گزرتا ہے اس کو کوئی نہیں جانتا۔ ۴۔ میں تیرا رسول ہوں لہٰذا تو نے جو حکم دیا تھا وہی میں نے ان کو پہنچایا تھا۔ ۵۔ عیسیٰؑ کی تعلیم یہی تھی کہ صرف اللہ کی عبادت کی جائے۔ ۶۔ حضرت عیسیٰؑ کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے امت کے نگران اور گواہ رہیں لہٰذا جب تک آسمان پر نہیں اٹھائے گئے اعمالِ امت کے گواہ رہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ خدا روزِ قیامت ہر نبی سے نیز عیسیٰؑ سے امت کے اعمال کے گواہی دلوائے گا اور حضرت محمدؐ کے عہد اور اس کے بعد قیامت تک کی گواہی کون دے گا؟ زمانہ دراز ہے، مدت طویل ہے۔ کیا خدا نے اس زمانہ کو خالی چھوڑ دیا ہے۔ پھر روزِ قیامت بعدِ حضرت محمدؐ کی گواہی دینے والا اور نگرانِ امت کون ہے؟ اگر مسلمان صرف اس بات پر غور کر لیں تو ان کے باہمی اختلاف ختم ہو جائیں اور فرقہ فرقہ میں تقسیم نہ ہوں۔ احادیثِ رسولؐ موجود ہیں کہ یہ دین جب تک باقی رہے گا اس وقت تک میرے اہلبیتؑ سے اس کا نگران و قائد ہوتا رہے گا۔ ان کی تعداد بارہ ہوگی اور ان کا آخر میرا

ہمنام ہوگا اور زمانۂ رجعت میں وہ عیسیٰؑ کو بھی نمازِ جماعت پڑھائے گا، (تاریخ الخلفاء وسیوطی)۔

آیت ۱۱۸:

خدا نے آیتِ گذشتہ میں عیسیٰؑ کا قول نقل کیا ہے۔ لا علم لنا۔ (ہم کو علم نہیں ہے) میں نے اس کے بارے میں توضیح کر دی ہے۔ یہاں یہ بتا دیا جائے کہ عیسیٰؑ نے پہلے موقع پر اسی لئے فرمایا تھا کہ ہم کو علم نہیں ہے۔ تو بہتر جاننے والا ہے اور اسی قول کا نتیجہ یہ آیت ہے کہ اگر ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو صاحبِ اختیار ہے۔ یہ اظہار اس بات کا ہے کہ خدا مالک یوم الدین ہے۔ اس میں دوسرے کو دخل کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ جس کو خدا چاہے بخشے، جس کو چاہے عذاب کرے۔

آیت ۱۱۹:

حضرت عیسیٰؑ کے جواب میں خدا نے فرمادیا کہ اے عیسیٰؑ تمہاری بات صحیح ہے۔ مگر روزِ قیامت روزِ حساب ہے۔ یہاں وہی لوگ کامیاب ہوں گے جو صادق ہیں۔ نصاریٰ تو بار بار جھوٹ بول رہے ہیں۔ خدا و نبی الزام پر لگا رہے ہیں۔ اور ہمارے انعامات کو ٹھکرا رہے ہیں۔ لہٰذا ان کو عذاب ہی دیا جائے گا۔

صادقین کے درجات بلند ہیں۔ خدا نے قرآن میں حکم دیا ہے کہ اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین الخ۔ (سورہ توبہ، آیت ۱۱۹) اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ انسان دو ہی صورتوں سے دنیا میں معزز اور آخرت میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ اول اس کے دل میں خوفِ خدا ہو اور وہ عملاً خدا کی نافرمانی سے بچتا رہے۔ دوم وہ صادقین کا دامن پکڑے رہے۔ صادقین وہ ہیں جنہوں نے کبھی خدا کے علاوہ کسی کو معبود نہیں جانا، اصنام پرستی نہیں کی، دروغ گوئی نہیں کی اور اپنے فعل وقول کو ہمیشہ احکامِ خدا کے تابع رکھا۔ ایسی ذواتِ مقدسہ انبیاءؑ و رسلؑ اور ائمہؑ ہدیٰ (یعنی اہلبیت رسولؐ کے ۱۲ امام) ہیں ان ہی کی معیّت کا حکم ہے۔

تفسیرِ سُوۡرَۃُ الۡاَنۡعَام

آیت ۱:

ابی بن کعب وعکرمہ وقتادہ نے فرمایا کہ یہ پورا سورہ ایک ہی رات میں مکہ میں نازل ہوا، ستر ہزار فرشتوں نے اس کا وزن اُٹھایا اور تمام عالموں کو اس نے گھیر لیا۔ ملائکہ تسبیح اور حمد کر رہے تھے۔ رسول اللہؐ نے ان کی آواز کو سنا تو فرمایا: سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ اور آپ سجدہ میں گر گئے۔ اس کے بعد سورہ کی تلاوت فرمائی۔ اس کی کتابت ہوئی۔ اس سورہ میں مشرکین اور منکرینِ بعثتِ نبیؐ کا ذکر ہے اور قیامت کے بارے میں دلائل ہیں۔ حضرت جابر بن

عبداللہ انصاریؓ نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو سورۂ انعام کی ابتدائی تین آیات قرأت کرے یعلم ماتکسبون تک تو خدا چالیس ہزار فرشتوں کو اس پر مقرر کرے گا کہ وہ اپنی عبادات کی مثل اس کے لئے لکھیں گے تا روزِ قیامت اور ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوگا جس کے ہاتھ میں آہنی گرز ہوگا کہ جب شیطان قاریِ آیات کو وسوسہ میں ڈالنا چاہے گا تو وہ فرشتہ اس لوہے کے گرز سے اس کو بھگا دے گا اور قاری اور اس کے درمیان ستّر حجاب ہو جائیں گے۔ ابوبصیر نے حضرت ابوعبداللہؑ سے روایت کی ہے کہ جس کو خدا سے کوئی حاجت ہو اور وہ چاہتا ہو کہ پوری ہو جائے تو اس کو چار رکعت نماز ادا کرنا چاہئے اور بعد حمد سورہ انعام پڑھے اور نماز کے بعد کہے: يَا كَرِيْمُ يَا كَرِيْمُ يَا عَظِيْمُ يَا عَظِيْمُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَا سَمِيْعَ الدُّعَا يَامَنْ لَا يُغَيِّرُهُ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ فَارْحَمْ ضَعْفِيْ وَفَقْرِيْ وَفَاقَتِيْ وَمَسْكَنَتِيْ يَامَنْ رَحِمَ الشَّيْخَ يَعْقُوْبَ حِيْنَ رَدَّ عَلَيْهِ يُوْسُفَ قُرَّةَ عَيْنَيْهِ يَامَنْ رَحِمَ اَيُّوْبَ بَعْدَ طُوْلِ بَلَائِهٖ يَامَنْ رَحِمَ مُحَمَّدًا مِنَ الْيَتِيْمِ اٰوَاهُ وَنَصَرَهُ عَلٰى جَبَابِرَةِ قُرَيْشٍ وَطَوَاغِيْتِهَا وَاَمْكَنَهُ مِنْهُمْ يَامُغِيْثُ يَامُغِيْثُ اس دعا کو چند بار پڑھے امام نے فرمایا کہ خدا تمام حاجات پوری کرے گا اور امامؑ نے اپنی جان کے پیدا کرنے والے کی قسم کھائی۔

کفار و مشرکین و یہود و نصاریٰ عہدِ حضرت محمدؐ میں سب ہی موجود تھے لہٰذا خدا نے بتایا ہے کہ انہوں نے جتنے بھی اپنے معبود بنالیے ہیں اور ان کی حمد و ثناء و عبادات کرتے ہیں وہ سب گمراہ ہیں۔ وہ کیوں نہیں سمجھتے کہ آسمانوں اور زمین اور جو ان میں ہے ان سب کا خالق خدا ہے۔ وہ یکتا ہے اور وہی اس لائق ہے کہ اس کی حمد و ثنا کی جائے اور اس کو سجدہ کیا جائے۔ جو معبود انہوں نے بنالیے ہیں وہ مخلوقِ خدا ہیں۔ ظلمت و نور کو بھی لوگوں نے خدا بنالیا ہے حالانکہ وہ بھی خدا نے پیدا کیے ہیں۔

آیت ۲، ۳:

ان آیات میں منکرین و کافرین کو راہِ راست پر لانے کے لئے خداوندِ عالم نے اپنی قدرت جتائی ہے۔ خدا آسمان و زمین کا خالق ہے، ظلمت و نور کا بنانے والا ہے۔ خدا نے آدمؑ کو مٹی سے بنایا۔ نسلِ آدمؑ سب مادی ہے۔ خدا نے ہر ذی روح کے لئے وقتِ موت اور مدتِ زندگی کو معین کیا۔ موت کے وقت کا علم بھی اسی کو ہے۔ خدا کسی جگہ محدود نہیں ہے۔ وہ آسمان و زمین سب جگہ ہے۔ وہ دلوں کے تمام راز اور ظاہری اعمال سے واقف ہے۔

آیت ۴، ۵:

خدا نے اسبابِ ہدایت پیدا کیے مگر پھر بھی انسانوں نے نہ سمجھا اور انہوں نے خدا کی ان تمام نشانیوں کو جھٹلایا۔ اگر وہ مان لیتے تو خدا کو قادرِ مطلق و یکتا جانتے اور اپنے اعمال کو اس کی منشاء کے مطابق بناتے۔ مگر انہوں نے تمام

انبیاء کا انکار کیا، تمام معجزات کا انکار کیا۔ بار بار عذاب آیا مگر معذب قوموں کی اولاد پھر بھی منکر ہی رہی حتیٰ کہ حضرت محمدؐ آخری نبی آئے جن کا ذکر سابقہ کتبِ سماویہ میں موجود تھا ان پر ایمان نہ لائے۔ محمدؐ کے ساتھ حق نازل ہوا یعنی قرآن اس سے بھی انکار کیا۔ ان تمام نافرمانیوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عنقریب عذابِ جہنم میں گرفتار ہوں گے۔ انہوں نے حضرت محمدؐ کی نبوت کا انکار کیا ہے وہ مغلوب ہوں گے، قتل ہوں گے، ذلیل وخوار ہوں گے اور اسلام کی فتح ہوگی۔

آیت ۶:

یہ آیت صاحبانِ فہم کے لئے سبق آموز ہے۔ قوم عاد وثمود وقوم لوط کس قدر بااقتدار اقوام تھیں مگر خدا کی نافرمانی کی وجہ سے ایسی برباد ہوئیں کہ آج نشان بھی باقی نہیں ہے۔ اس آیت میں یہ بھی ذکر ہے کہ ان اقوام کی دولت، حکومت، عمارات، سامانِ عیش وعشرت ان کے کچھ کام نہ آئے۔ نہ دنیا کے عذاب سے ہی بچ سکے اور نہ آخرت کے عذاب سے ہی بچا جاسکے گا۔ بلکہ زیادتیِ عذابِ آخرت کا سبب بن گئے۔ آثارِ قدیمہ کا سراغ اب بھی محکمہ آثارِ قدیمہ لگا تا ہے۔ زمین کی گہرائی سے مکانات، قلعے اور اسلحہ وسامانِ زندگی نکلتا ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ ہزاروں سال قبل یہاں عالیشان مکانات تھے۔ رعب و دبدبہ والے شہنشاہ تھے۔ مگر آج ان کا کوئی نام بھی نہیں جانتا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ لوگ کون تھے؟ جب یہ واقعہ قریب قریب چشم دید سا ہے تو پھر کیوں اہلِ عقل اس سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ خدا نے ان آیات میں انہی اقوام کا ذکر فرمایا ہے جن کو خدا نے اقتدار دیا تھا مگر انہوں نے اپنے خالق ومالک کو بھلا دیا لہٰذا وہ بھی ایسے بھلائے گئے کہ نام ونشان بھی نہ رہا اور چونکہ انہوں نے حکمِ الٰہی کے خلاف کیا تھا لہٰذا عذابِ دائمی میں گرفتار ہیں اور ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ اے صاحبانِ عقل سبق حاصل کرو اور اپنے اعمال کو مرضیِ خالقِ عالم کے مطابق بنا کر ابدی حیات حاصل کرو۔

اس آیت میں اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا کہ ان اقوام کی راحت وآسائش کے لئے خوب خوب بارشیں ہوئیں۔ عالیشان مکانات کے نیچے نہریں بہتی رہیں۔ یہ بارش برسانا کس کا اختیار تھا؟ کیا کوئی انسان اس پر قادر ہے اور اگر قادر نہیں ہے تو پھر اپنے محسن کو کیوں فراموش کرتا ہے؟

قرن بعد قرن، عہد بہ عہد اقوام کا عروج وزوال ہوتا رہتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس قوم میں خوفِ خدا، خوش اخلاقی، معاملہ فہمی، سچائی، ہمدردی رہتی ہے تو وہ قوم روز بروز منازلِ ارتقاء کی طرف بڑھتی ہے اور جب اس قوم میں عیاشی، شراب نوشی، زنا کاری، حق تلفی، بدمعاملگی، بداخلاقی، ظلم وستم پیدا ہو جاتا ہے تو قوم برباد وفنا ہوجاتی ہے۔ اس طرح جب تک امتیں اپنے انبیاءؑ کے حکم پر رہیں، عروج پایا اور اسی طرح جب تک مسلمان عہدِ رسولؐ میں تابعِ حکمِ خدا ونبی رہے ترقی کرتے رہے اور بعدِ رسولؐ بھی جب تک آثارِ دین مسلمانوں میں باقی رہے، ترقی ہوتی رہی۔ دنیوی ترقی حکومت تھی اور دینی ترقی علوم وفنون کی ایجادیں اور ان کا رواج دینا تھا اور ایمان پیدا کرنا تھا۔ مگر افسوس

کہ اب مسلمان نام کا مسلمان ہے اور ہر ذلت کا منہ دیکھ رہا ہے۔ خدا توفیق دے۔

آیت ۷:

نصر بن حارث ونوفل بن خویلد وعبداللہ بن امیہ مخزومی خدمتِ رسولؐ میں آئے اور کہا کہ اے محمدؐ ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہماری یہ فرمائشیں پوری نہ ہوں گی۔ تو خدا نے ان آیات میں اس کا جواب دیا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں، عیار ہیں۔ یہ سب کچھ جانتے ہیں۔ پہلے انبیاءؑ کے حالات سے واقف ہیں مگر جان بوجھ کر انکارِ رسالت کر رہے ہیں۔ ان کے باپ دادا نے بھی رسولوںؑ کی ہنسی اُڑائی تھی۔ اس لئے وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ ایسے ہی یہ بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے اور عذابِ دائمی کے مستحق بھی ہوں گے۔

آیت ۱۱:

خدا نے انسان کو دعوتِ فکر بار بار دی ہے اور اس کو معقول بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کافروں سے کہا ہے کہ اگر تم کو خدا کی قدرتِ کاملہ میں شک ہے تو زمین کی سیر کرو۔ تم خود دیکھو گے کہ یمن و شام، عاد و ثمود کے شہروں کا کیا حال ہوا اور تباہ شدہ اور نافرمان قوموں کے آثارِ قدیمہ تم کو کیا سبق دیتے ہیں۔ جب وہ ظالم و جابر اور نافرمان قومیں مٹ گئیں اور اپنا نام مستحقِ لعنت بنا گئیں تو تمہارا کیا نتیجہ ہوگا؟ لٰہذا تم خدا کی نافرمانی سے بچو اور واقعاتِ گذشتہ سے عبرت حاصل کرو۔

آیت ۱۲:

آسمانوں اور زمین اور تمام ممکنات کا وجود اور ان کے خواص و صفاتِ مختلفہ وجودِ خالقِ عالم کو ظاہر کرتے ہیں اور وہی خالقِ عالم ان کا مالک اور ان پر قادر ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے بھی انسان خدا کا نافرمان ہو تو اس سے زیادہ حماقت کیا ہو سکتی ہے؟

یہ آیت وسعتِ رحمتِ خدا کو ظاہر کرتی ہے۔ آدمؑ سے آج تک خدا نے انسانوں پر بے انتہا مہربانیاں فرمائیں اور لاتعداد نعمات ان کو عطا کیں۔ ان کی نافرمانیوں کو بار بار معاف کیا۔ ان کی ہدایت کے لئے انبیاء، اوصیاء اور ائمہ کو مقرر کیا۔ اپنے برگزیدہ رسولوںؑ اور مقرر کردہ اماموں اور نیکو کاروں پر ظالموں کے ظلم وستم دیکھے مگر پھر بھی ان کی ہدایت کرتا رہا اور ان کی ہدایت کے اسباب بذریعہ نبی بعد نبی، رسول بعد رسول اور امام بعد امام پیدا کرتا رہا۔ یہ سب رحمت خدا تھی۔ بقائے عالم اور انسان کی عالَم پر برتری بھی رحمتِ خدا ہے۔ ورنہ اگر اس کا غضب اس کی رحمت سے زیادہ ہوتا تو سب فنا ہو جاتے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **والذی نفسی بیدہ مامن الناس یدخل الجنة بعملہ**۔ (اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی انسان بھی اپنے عمل کی بدولت جنت میں

نہیں جائے گا)۔ (کیونکہ گناہ زیادہ ہوں گے) اصحاب نے پوچھا کہ اور آپؐ خود؟ تو آپؐ نے فرمایا: **ولا انا الا برحمته منه**۔ (میں بھی خدا کی رحمت کی بدولت جنت کا مختار ہوں گا)۔ سلمان فارسیؓ نے فرمایا کہ خدا کی رحمت کے ایک سو جزو ہیں۔ صرف ایک جزو رحمت کی وجہ سے نعمات دنیوی کا ظہور ہے اور ننانوے رحمت کے اجزاء محفوظ ہیں۔ قیامت کے دن وہ ایک جزو کو بھی ننانوے اجزاء سے ملا دے گا اور اپنے گنہگار بندوں کو بخش دے گا۔ کلبی نے کہا ہے کہ خدا نے امتِ محمدؐ کے لئے اپنے اوپر رحمت کو واجب کرلیا ہے کہ ان پر عذاب نہیں کرے گا۔ یعنی جس طرح بوجہ نافرمانی کے پہلے انبیاءؑ کی امتوں پر عذاب نازل ہوا امتِ محمدؐ عام عذاب سے محفوظ رہے گی۔

جو لوگ جان بُوجھ کے انجان بنتے ہیں اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام نہیں لیتے وہ حق و باطل میں امتیاز نہ کرنے کی وجہ سے ایمان نہ لائیں گے۔

آیت ۱۳:

مشرکین کا ایک وفد خدمتِ رسول اللہؐ میں آیا اور کہا کہ اے محمدؐ تم اپنی غربت کی وجہ سے ایک نیا دین پیدا کر کے دولت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم تم کو اتنی دولت دیں گے کہ تم دولت مند ہو جاؤ گے۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتایا کہ دنیا کی ہر چیز خدا کی ہے اور اس نے حضرت محمدؐ کو اس کا مختار و مالک بنایا ہے۔

آیت ۱۴:

خدا نے رسول اللہؐ کو حکم دیا کہ کہہ دو کہ میرا ولی و مالک و حاکم خدا ہے تو کیا اُس کو چھوڑ کر کسی اور کو ولی بنا لوں؟ میرا ولی تو وہ خدا ہے جو تمام عالم کو روزی دیتا ہے اور خود کسی سے کوئی شے نہیں چاہتا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے بلکہ غنی ہے۔

حضرت محمدؐ پہلے مسلم ہیں اور مسلم اپنا ولی خدا کو جانتا ہے اور کافروں اور منافقوں نے اپنی ولی شیطان کو بنایا ہوا ہے۔

آیت ۱۷:

اس آیت نے خدا کی قدرتِ کاملہ کو ظاہر کیا ہے نیز یہ بات کہ قادرِ مطلق صرف خدا ہی ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے والا نہ مانو۔ جب انسان خوش اعمال و نیکوکار ہوتا ہے تو خدا اس پر اپنی نعمات کی بارش کرتا ہے اور جب انسان بداعمالی میں اور خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ خود اپنے اعمالِ بد کا نتیجہ دیکھتا ہے اور نقصانات اور تکالیف کا نشانہ بن جاتا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **احفظ حدود الله يحفظك الله احفظ الله تجده اقامك تعرف الله فى الرخا يعرفك فى الشدة واذا سئلت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله**

وقدمضی القلم بما ھو کائن۔ (احکام یا حدود خدا پر نگہ رکھ تا کہ وہ تجھ کو نگاہ میں رکھے خدا کو نگاہ میں رکھ تا کہ تو اس کو نزدیک پائے، فراخی اور خوشحالی کے زمانہ میں خدا تجھ سے دوستی کرے اور جب کچھ حاجت ہو تو خدا سے طلب کر اور اس سے ہی مدد مانگ جب تجھ کو مدد مانگنے کی ضرورت ہو۔ جب انسان اِس منزلِ معرفت پر پہنچ جاتا ہے تو اس کو دنیا کی کوئی طاقت تکلیف نہیں پہنچا سکتی اور جو وہ چاہتا ہے اس کو خدا سے ملتا ہے۔)

آیت ۱۸:

کل اختیار صرف خدا کو ہے وہ بندوں کے حالات سے ہر وقت واقف بھی ہے اور صاحبِ حکمت ہونے کے اعتبار سے وہ کرتا ہے جو بندوں کے دنیا و دین کے لئے بہتر ہو۔

آیت ۱۹:

مشرکینِ قریش نے رسول اللہؐ سے کہا کہ ہم نے یہود و نصاریٰ سے پوچھا کہ آیا محمدؐ کی نبوت کی گواہی توریت و انجیل میں ہے؟ سب نے انکار کر دیا پھر ہم کیوں یہ مان لیں کہ تم خدا کے رسول ہو؟ اس پر خدا نے فرمایا کہ اے محمدؐ کہہ دو کہ خدا سے زیادہ صادق اور گواہی دینے میں کون ہے کہ اس نے مجھ کو قرآن عطا کیا ہے اور مجھ پر وحی آتی ہے۔

قرآن قیامت تک باقی رہے گا اور حکمِ خدا ہے کہ قرآن قیامت تک جن تک بھی پہنچے ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ حجتِ خدا ہے اور رسالتِ حضرت محمدؐ کا اقرار بھی لازم ہے کیونکہ وہ غضبِ خدا سے ڈرانے والے ہیں۔ قیامت تک آنے والی نسلیں اور روئے زمین کے کسی خطہ کا آدمی خدا کے سامنے یہ حجت نہیں پیش کر سکتا کہ قرآن عرب میں آیا تھا، ہم کو اس کا علم نہ ہوا۔ حسن بصری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: من بلغه انی ادعوا الی ان لا اله الّا الله فقد بلغه۔ (جس کو یہ خبر پہنچے کہ میں خدائے یکتا و قادرِ مطلق کی طرف بلاتا ہوں، پس اس کو خدا کا پیغام پہنچ گیا اور خدا کی حجت اس پر تمام ہوگئی)۔ سطحِ زمین کے تمام بسنے والے جانتے ہیں کہ حضرت محمدؐ کا پیغام توحیدِ خدا ہے۔ لہٰذا سب پر حجتِ خدا تمام ہوگئی۔ اب وہ روزِ قیامت یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو خدا کا پیام نہیں پہنچا۔ لہٰذا اگر نافرمان رہیں گے تو عذابِ جہنم کے سزاوار ہوں گے۔

آیت ۲۰:

خدا نے خبر دی ہے اور اہل کتاب کے دلوں کی بات بتائی ہے کہ وہ ہمارے رسول محمدؐ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ محمدؐ خدا کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔ پھر بھی وہ انکار کرتے ہیں تو اس طرح وہ اپنے ہی کو نقصان پہنچاتے ہیں ان کا ایمان نہ لانا ان کو جہنمی بنائے گا اور دنیا میں وہ ناحق

شناس اور ذلیل رہیں گے۔ وہ خدا اور رسول کے منکر ہیں۔

جب رسول خداؐ مدینہ تشریف لائے تو ایک روز حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن سلام سے پوچھا کہ تم حضرت محمدؐ کی نبوت کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ عبداللہ نے کہا کہ محمدؐ کی صفات توریت میں مذکور ہیں۔ اس سے ہم نے جانا کہ محمدؐ آخری نبی ہیں اور میں اس پر اتنا یقین رکھتا ہوں جتنا کہ اپنے بیٹے کے بیٹے ہونے پر، بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ مجھ کو نہیں معلوم کہ میری عورت نے اس کو کس طرح جنا ہے مگر محمدؐ کی نبوت کا یقین اس سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا: **فقد اصبت و صدقت**۔ (بیشک تم نے پالیا اور سچ کہا)۔

آیت ۲۲:

روزِ حشر جب مشرکین جہنم کے مستحق ہوں گے اور ان کا شفیع و حامی کوئی نہ ہوگا تو خدا کا خطاب ہوگا کہ آج اپنے ان خداؤں کو کیوں نہیں بلاتے جن کو تم اپنے زعمِ باطل میں معبود سمجھتے تھے؟ آج وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ تو کافرین و مشرکین کو کچھ بن نہ آئے گا اور وہ کہیں گے اور قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ کافرین و مشرکین تو دوزخ کے سزاوار پہلے ہی ہو چکے ہوں گے۔ پھر یہ کون سے مشرک ہیں جن سے خدا سوال کر رہا ہے اور وہ قسمیں کھا کر کہہ رہے ہیں کہ ہم مشرک نہ تھے۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ علاوہ مشرکین کے کچھ ایسے بھی شرک میں مبتلا ہیں جو اس دنیا میں اپنے کو مومن سمجھتے ہیں اور وہ اپنی خواہشوں اور دیگر دنیوی طاقتوں کو اپنا کارساز جانتے ہیں اور بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور جنت کے حقدار بنتے ہیں۔ مگر خدا آگے کی آیت میں ظاہر فرماتا ہے کہ اے رسولؐ تم گواہ ہو کہ یہ لوگ دنیا میں اپنے ہی آپ کو دھوکہ دے رہے تھے کہ خود کو مسلمان کہتے تھے صرف اس لئے کہ اپنی جماعت بندی کریں ورنہ یہ مومن اور مسلم نہ تھے۔ آج ان کا پول کھل گیا کہ تم ان کے گواہ موجود ہو اور میں خبیر و علیم ہوں۔

مسلمانوں کو شرکِ خفی سے بچنا چاہئے اور ذات وصفاتِ خدا میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہئے اور کسی کو بجز خدا کے اپنا ولی (حاکم مطلق) نہ بنانا چاہئے البتہ اس کو ولی بنائے جس کی ولایت وحکومت کو خدا نے فرض کیا ہے۔ جیسے خدا و رسولؐ اور اہلبیتؑ۔

آیت ۲۵:

رسول خداؐ نمازِ شب میں قرآن بآواز پڑھا کرتے تھے تا کہ تنہائیٔ شب میں کافروں کے کانوں تک کلامِ خدا پہنچے اور وہ اس پر غور کریں۔ مگر وہ رسول اللہؐ کو اذیت دیتے تھے، آزار پہنچاتے تھے تو خدا ان پر نیند مسلط کر دیتا تھا اور وہ باز رہتے تھے اور ذکرِ خدا میں رکاوٹ بھی نہیں ہوتی تھی۔ یہ آیت اسی بارے میں ہے۔

آیت ۲۶:

ینھون عنه وینئون عنه الخ۔ (دوسرں کو بھی روکتے ہیں ایمان لانے سے اور خود بھی دور رہتے ہیں)۔ بعض مفسرین نے بعدِ وفاتِ نبیؐ سیاستِ دنیوی کی اغراض کی بناء پر اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو طالبؑ پدرِ حضرت علیؑ کے بارے میں ہے۔ وہ ابو طالبؑ جنھوں نے رسول اللہؐ کو آٹھ سال کی عمر سے پالا، حفاظت کی، بعدِ بعثت بھی حمایت کی اور جب ابو طالبؑ کی وفات ہوگئی تو اہل مکہ نے رسول اللہؐ پر اتنے ظلم کیے کہ آپؐ کو مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔ وہ ابو طالبؑ جن کا شعر مشہور کتابوں میں ہے: الم یعلموا انا وجدنا محمدا۔ نبیا کموسیٰ خط فی اول الکتب۔ (کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے محمدؐ کو مثل موسیٰ کے نبی پایا جن کا ذکر کتب سماویہ میں موجود ہے)۔ مومن اور ناصرِ رسولؐ کو کافر کہنا کہنے والے کو کافر بناتا ہے۔ خدا مسلمانوں کو تعصبِ جاہلیت کی لعنت سے بچائے اور وہ ہر حال میں دین کو دنیا پر مقدم رکھیں۔ ایمانِ ابو طالبؑ کے بارے میں تفسیر منہج الصادقین میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ عبداللہ بن عمر نے بیان کیا ہے کہ روزِ فتحِ مکہ ابو قحافہ پدر حضرت ابو بکرؓ کو خدمت رسولؐ میں لائے کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔ وہ نابینا ہو چکے تھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ پیری و ضعیفی میں ان کو کیوں زحمت دی۔ میں ان کے پاس چلا جاتا۔ اس پر حضرت ابو بکر نے کہا: اردت ان یاجرہ اللہ۔ (میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت میں آنے کی وجہ سے ان کو خدا اجر عطا فرمائے)۔ اس کے بعد فرمایا: رسول اللہ والذی بعثك بالحق لانی کنت بالاسلام ابی طالب اشد فرحا منی باسلام ابی التمس بذالك قرۃ عینك۔ (اے خدا کے رسولؐ! قسم اس خدا کی جس نے آپ کو برحق نبی بنایا ہے کہ میری خوشی اس وقت اس سے زیادہ تھی جبکہ ابو طالبؑ ایمان لے آئے تھے، اس خوشی سے کہ میرے باپ ابو قحافہ نے اسلام قبول کیا ہے کیونکہ ابو طالبؑ کا ایمان لانا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔)

آیت ۲۸:

یہ آیت ان تمام لوگوں کے بارے میں ہیں جو عہدِ رسول میں منکرِ آیاتِ خدا و احکامِ رسولؐ وقرآن تھے نیز ان تمام لوگوں کے لئے ہے جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور انبیاءؑ کی نبوت اور حضرت محمدؐ کی رسالت و معجزاتِ خدا کے منکر ہوں گے۔ اس آیت میں کافروں کی روزِ قیامت شرمندگی اور عذابِ جہنم سے ڈر کر دنیا میں واپسی کی حسرت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ ایسے کافر ہیں کہ اگر دنیا میں واپس کیے جائیں تب بھی منکر و کافر رہیں گے۔ لہٰذا اے رسولؐ تم غم نہ کرو کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ تمہارا کام تو نصیحت ہے اور بس۔ تم ان ضدی دشمنِ حق لوگوں کے ایمان لانے کے ذمہ دار نہیں۔

قیامت میں انسان کے اعضاء بھی گواہی دیں گے اور اعمال مجسم ہو کر سامنے آئیں گے۔

آیت ۲۹:

حیات بعدِ موت اور روزحشر کی حاضری دین کی بنیاد ہے۔ جو لوگ زبانی یا اپنے افعال سے اس کے منکر ہیں وہ سب کافروں میں محسوب ہوں گے۔ ان آیات میں ان وجوہات کو بیان کیا گیا ہے کہ جو خدا کی ناراضگی کا سبب ہیں اور کفر و شرک ہیں مثلاً آیاتِ خدا، معجزاتِ انبیاءؑ، عرش و کرسی، دوزخ و جنت، خلقتِ آدمؑ و عیسیٰؑ کا انکار کرنا۔ ۲۔حق یعنی قرآن اور حضرت محمدؐ اور ان کے احکام کا انکار۔ ۳۔عذابِ دوزخ اور قیامت کا انکار۔

آیت ۳۲:

دنیا میں تمام سامانِ عیش و عشرت موجود ہیں اور عہد بہ عہد ان اسبابِ عیش و عشرت میں ترقی ہو رہی ہے۔ حد یہ ہو گئی ہے کہ بھول کر بھی کفار تو درکنار دعویدارانِ اسلام کی کثیر تعداد کو یہ خیال نہیں آتا کہ ان کا کوئی خالق ہے، رازق ہے، اسبابِ راحت اسی نے پیدا کیے ہیں۔ آسمان، ستارے، بارش و ابر و انوار، برقی توانائیاں، فضاء کی دیدنی و نادیدنی مخلوقات، کائنات کا صحیح نظام، اشیاءِ عالم کے خواص اور ان کا اندازے کے مطابق کام کرنا وغیرہ وغیرہ کس کی مخلوق ہے؟ کون ان کا ناظم و حاکم ہے۔ یہ سب کچھ اس نے انسان کے لئے کیوں بنایا ہے؟ افسوس تو اہلِ اسلام پر ہے کہ وہ بھی سب کچھ بھول رہے ہیں اور یہ جانتے ہوئے کہ موت یقینی ہے۔

آیت ۳۳:

خداوندِ عالم نے اپنے آخری رسول حضرت محمدؐ کو بار بار کفار کی ایذا رسانی پر تسلی دی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی یہی تسلی دی گئی ہے۔ ابی میسرہ نے روایت کی ہے کہ ایک دن ابوجہل نے حضرت رسول اللہؐ کے سامنے یہ کہا کہ اے محمدؐ ہم نے تم سے کبھی جھوٹ نہیں سنا ہے مگر نبوت کے بارے میں ہم تم کو جھٹلاتے ہیں۔ اسی طرح ایک بار ابوجہل و اخنس بن شریق میں بات چیت ہوئی۔ اخنس نے پوچھا کہ اے ابا الحکم تم محمدؐ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں یا کاذب؟ ابوجہل نے کہا کہ محمدؐ صحیح کہتے ہیں اور جو کچھ وہ خبر لائے ہیں وہ آسمانی ہے۔ شیطانی نہیں ہے۔ مگر ان کا اگر اقرار کر لیا جائے تو وہ تمام عزت و شرف جو اہل حرم کو حاصل ہے وہ سب محمدؐ کو حاصل ہو جائے گی۔ لوا (جھنڈا)، سقاية الكعبه (یعنی حاجیوں کو پانی پلانا) ندوہ، عمارہ مسجد، یہ سب خاندان قصی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر نبوت بھی ان کو مل گئی تو تمام عرب محروم رہ جائیں گے۔

خدا نے ان آیات میں اپنے حبیبؐ سے فرمایا ہے کہ یہ لوگ تم کو نہیں جھٹلا رہے ہیں۔ تم غم نہ کرو بلکہ یہ تو میری نشانیوں کا انکار کر رہے ہیں۔ تم سے پہلے جو رسولؐ آئے تھے ان کی بھی تکذیب کی گئی تھی۔

آیت ۳۴:

انبیاءؑ کو کافروں نے اذیت دی۔ ان کی تکذیب کی مگر وہ صبر کرتے رہے۔ اس لئے کہ حجتِ خدا کافروں پر ثابت اور قائم ہو جائے تا کہ روزِ قیامت کافر یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو تو حکمِ خدا پہنچا ہی نہیں اور ہم نے تو کوئی قصور کیا ہی نہیں۔ لہٰذا انبیاءؑ کو اذیتوں پر صبر کرنا حجتِ خدا کو پورا کرنا ہے۔ صابر کے ساتھ نصرتِ خدا ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کو صبر کے بدلہ یہ ملا کہ وہ غالب رہے اور عاقبت میں رضائے خدا کے مالک ہوئے۔ خدا ان سے راضی ہے۔ اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں ہوسکتی۔

خداوندِ عالم نے دنیا کو جائے اسباب بنایا ہے اور ہر شئے کا ایک سبب مقرر کیا ہے۔ اس میں تبدیلی کوئی نہیں کرسکتا ہے خدا کا یہ قانون بھی ہے کہ صبر کرو اور نصرتِ خدا حاصل کرو۔

آیت ۳۵:

حضرت محمدؐ خدا کے آخری رسول تھے۔ آپ کو علم تھا کہ اولِ مخلوق میں ہوں اور آخری نبی میں ہوں۔ لہٰذا آپؐ چاہتے تھے کہ تمام انسان جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں، سب مطیعِ خدا اور مسلمان ہو جائیں۔ کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، لہٰذا جس طرح پہلے انبیاءؑ کی وفات کے بعد کفر و ضلالت بڑھی تھی اس طرح کہیں میرے بعد بھی خدا کے نافرمان پیدا نہ ہو جائیں، بلکہ توحیدِ خدا اور آیتِ خدا کا ڈنکا ہمیشہ بجتا رہے، قیامت تک آنے والی نسلیں مومن ہوں، دنیا امن و امان کا مقام ہو اور آپؐ یہ بھی چاہتے تھے کہ خدا نے مجھ کو آخری نبی بنایا ہے اور میرے ذمہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی رہبری و ہدایت ہے، مبادا اس ہدایت میں کمی نہ ہو جائے۔ بلکہ مشیتِ خدا کے مطابق میری تبلیغ و ہدایت ہو۔ لہٰذا آپؐ خدا سے دعا بھی کرتے تھے اور تبلیغ کے لئے مصائب بھی اُٹھاتے تھے۔ خدا بار بار فرماتا تھا کہ اے رسولؐ تم پر صرف پیغام کا پہنچانا ہے باقی ہم خود ان نافرمانوں کو سمجھ لیں گے۔ مگر رسولؐ کی انسانوں سے محبت آپ کو مجبور کرتی تھی۔ آخر خدا نے اس آیت میں محبت بھرے انداز میں کہہ دیا کہ اے رسولؐ تم تو یہ چاہتے تھے کہ آسمان میں سیڑھی لگا کر چلے جاؤ یا زمین میں سوراخ کر کے۔ غرض ان منکرین کے قائل کرنے کے لئے کوئی نشانی ایسی لے آؤ کہ سب مسلمان ہو جائیں۔ تم دیکھ چکے ہو اور میں تم کو بتا چکا ہوں کہ ان لوگوں نے پہلے انبیاءؑ کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا اور میں نے ان کے لئے عذابِ جہنم تیار رکھا ہے۔ اس لئے تم فکر نہ کرو۔ اگر میں چاہتا تو تمام لوگ صرف ایک ہی عقیدہ کے ہوتے مگر میری حکمت و مصلحت نے ایسا ہی چاہا کہ میں امتحان کے بعد درجات عطا کروں۔ پھر خدا فرماتا ہے کہ اے رسولؐ یہ کافر و مشرک جاہل ہیں، یہ تو مردہ ہیں۔ ان کو میں روزِ قیامت پھر زندہ کر دوں گا۔ یہ مجھ سے بچ کر کہاں جائیں

گے؟ اس وقت تم دیکھنا کہ یہ آتشِ جہنم دیکھ کر کیسے کیسے پچھتائیں گے۔ پھر خدا نے فرمایا کہ تم یہ یاد رکھو کہ جو حقیقتاً زندہ ہیں وہ تمہارا کلام سنتے ہیں اور وہ مومن ہیں۔

آیت ۳۷:

اے رسولؐ کافر تم سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہ شرط ایمان لانے کے لئے لگاتے ہیں۔ تم ان سے کہہ دو کہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو ایمان لے آئیں گے اور اگر نہ مانیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ بے عقل ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ پچھلی امتوں نے معجزات کا مطالبہ کیا اور نبیوںؑ کے ذریعہ معجزات بھی دیکھے مگر جب پھر انہوں نے ایمان قبول کرنے سے انکار کیا تو ان پر شدید عذاب آیا۔ کیا یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان پر عذاب آئے؟ اگر یہ مومن ہوں گے تو ان کا ہی فائدہ ہے کہ دنیا میں باعزت ہوں گے اور آخرت میں جنت کی دائمی زندگی پائیں گے۔

آیت ۳۸:

اس آیت میں مندرجہ ذیل باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ (ا) حیوانات، چوپایہ ہوں یا پرندے، یہ سب مثل انسانوں کے مخلوقِ خدا ہیں۔ ان کی بھی ضروریات زندگی ہیں۔ درد و مرض، تکالیف، جینا، مرنا یکساں ہے لہٰذا انسان کی مثل ہیں۔ (ب) طیور ہوا میں رہ کر اپنی غذا حاصل کرتے ہیں اور چوپائے زمین میں چل پھر کر غذا پاتے ہیں لہٰذا انسان کی مثل طالبِ غذا ہیں۔ (ج) پرندے اور چوپائے تمام اپنے خالق کی منشاء کے مطابق اپنی فطری حرکات و سکنات کرتے ہیں اور اپنے خالق و رازق کو یاد کرتے ہیں۔ معرفتِ خالق کے لئے ان کو کسی کے بتانے اور سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر تم کیسے انسان ہو کہ رسولوںؑ کے بتانے کے بعد بھی نافرمانِ خدا ہو اور اس کی آیات و نعمات سے آنکھیں بند کر کے زندگی بسر کرتے ہو۔ (د) لفظ امت کم فہموں کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ امت سے مراد گروہ ہے اور حیوانات کی مختلف اقسام ہیں۔ لہٰذا مختلف گروہ یا امتیں ہیں۔ مگر اس موقع پر لفظ امت سے وہ مراد نہیں ہے کہ جو انبیاءؑ کی امت یعنی ان کی جماعت جو انسان ہیں۔ انسان کو عقل دی گئی اور اس پر شریعت کی حدود مقرر کی گئی ہیں۔ مگر حیوانات خود ہی پابندِ اصولِ فطرت ہیں۔ البتہ حیوانات پر ظلم کرنے کا حساب ہوگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندا ہوگی کہ مظلوم ظالم سے بدلہ لے لیں۔ پھر حیوانات کے درمیان انصاف کرے گا۔ پھر حکم دے گا کہ سب خاک ہو جائیں۔ کافر جب یہ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یٰلیتنی کنت ترابًا۔ (سورۂ نبأ آیت ۴۰) (اے کاش میں بھی خاک ہو جاتا) اور عذابِ دائمی جہنمی سے بچ جاتا۔

آیت ۳۹:

چونکہ وہ خدا کی قدرت کے آثار دیکھتے ہیں پھر بھی انکار کرتے ہیں لہٰذا وہ اندھے بہرے ہیں اور دنیا میں ان کی زندگی ایسی ہی ہے گویا تاریکی میں اندھا بہرہ بھٹکتا پھرے۔

آیت ۴۰:

عذابِ روزِ آخرت یقینی ہے۔ لہٰذا جب کافر اس کو دیکھیں گے تو ان کو اس وقت معلوم ہوگا کہ اس عذاب سے بچانے والا بجز خدا کوئی نہیں ہے۔ وہی مالکِ روزِ جزاء ہے۔ پس وہ شرمندہ ہوں گے لیکن یہ پشیمانی فائدہ نہ دے گی۔ کافروں نے دنیا میں جن کو خدا کا شریک قرار دیا تھا وہ ان کو بھول جائیں گے۔ کوئی کام نہ آئے گا۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ دنیا ہی میں اللہ کے مومن بن جائیں۔

آیت ۴۳:

انبیاءؑ سابقین کے عہد میں سرکشوں پر طرح طرح کا عذاب آیا اور عذاب آنے سے پہلے ان کو توبہ کا حکم دیا گیا۔ اگر وہ اس وقت بھی شرمندہ ہو کر روتے اور توبہ کر لیتے تو بہتر تھا۔ مگر ان کے دل اتنے سخت ہو گئے تھے کہ ان کو عذاب کے آنے پر یقین ہی نہ آیا تھا لہٰذا عذاب آیا اور وہ ہلاک کر دیئے گئے اور وہ دائمی جہنم میں مبتلا رہیں گے۔ یہ آیت امتِ محمدؐ کے لئے عبرت ہے۔

آیت ۴۴:

خدا کے رسولؐ جو احکام امت کو دیں ان پر عمل کرنا باعثِ نجات ہے۔ مگر سابقہ امتوں کے نافرمانوں نے قولِ نبی کو بھلا دیا اور عیشِ دنیا میں مصروف ہو گئے انہوں نے دنیا ہی کو آغاز و انجام جان لیا تو خدا نے ان کو دولت وعیشِ دنیا خوب دیا تا کہ وہ اور مست و غافل ہو کر زیادہ سے زیادہ نافرمانی کریں اور اللہ کی حجت ان پر قائم ہو جائے کہ اللہ نے ان کو دنیا میں وہ سب کچھ دیا جو وہ چاہتے تھے اور عبادتِ خدا کرنے میں ان کے لئے کوئی رکاوٹ باقی نہیں تھی۔ لیکن وہ عیش وعشرتِ دنیا میں خدا سے غافل ہی رہے اور انہوں نے نعمتِ خدا کو اپنی تدبیر کا ہی معاوضہ تصور کر لیا اور احسانِ خدا کو بھول گئے پھر خدا نے ان کی ناشکری کہ وجہ سے ان کو پکڑا اور وہ ایسے برباد ہوئے کہ خود انہوں نے اور ان کے بعد آنے والی نسلوں نے ان پر حیرت و افسوس کیا۔ تاریخ عالم اس بیانِ خدا کی گواہ ہے۔ مگر تاریخِ شاہانِ اسلام یہی تصویر پیش کرتی ہے چنانچہ جن شاہانِ اسلام نے احکامِ خدا کو فراموش کیا ان کا بھی یہی حشر دنیا میں ہوا۔

آیت ۴۵:

خدا نے صاف صاف بتایا ہے کہ ظالم کا ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو وہ اور اس کے ماننے والے تباہ ہو جاتے

ہیں۔ عہدِ اسلام میں یزید ابن معاویہ نے اولادِ رسولؐ پر ظلم کی حد کر دی مگر شہادتِ حسینؑ کے بعد یزید کے پیروجن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار تھی قتل ہوئے اور نسلِ یزید کو خدا نے قطع کر دیا۔ نیز قاتلانِ حسینؑ کی نسل بھی قطع ہوگئی۔ وقتی حکومت وسلطنت بھی عطیہِ خداوندی ہے جو صرف آزمائش وامتحان کے لئے عطا ہوتی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اذا رایت اللہ یعطی علی العاصی فان ذالك استدراج منه۔ (جب تو دیکھے کہ اللہ عطا کرتا ہے گنہگار کو تو سمجھ لے کہ یقیناً یہ خدا کی طرف سے مہلت دی گئی ہے)۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یابن آدم اذا رایت نعمة ربك فاحذروه۔ (اے آدمؑ کے بیٹے جب تو اپنے رب کی نعمت کو دیکھے تو اس سے ڈر)۔ کاش عہدِ حاضر کے مسلمان خدا اور اس کی حجتوں کے اقوال پر غور کریں اور اپنی اصلاح کر لیں۔

آیت ۴۶:

خدائے رحیم ورحمٰن نے اپنے بندوں کو گمراہی وتباہی سے بچانے کے لئے خوب سمجھایا ہے کہ خدا نے ہی بصارت وسماعت دی ہے لہٰذا خدا کی آیتوں (دلیلوں) کو دیکھو، نعماتِ خدا کا شکر ادا کرو اور توفیقِ خیر کی طلب کرو۔ وہی خدا ہے جس نے تم کو یہ نعمات عطا کی ہے اس کے علاوہ کوئی بصارت، سماعت اور ہدایت دینے والا نہیں ہے اور وہی فلاحِ دنیا وآخرت دینے والا ہے۔

عقل وفہم کی بات یہ ہے کہ یہ نافرمان لوگ سابقہ امتوں پر آنے والے عذاب کو پیشِ نظر رکھتے اور توریت وانجیل وزبور میں جو پیشن گوئیاں قرآن اور حضرت محمدؐ کے بارے میں ہیں ان پر ایمان لاتے۔ خدا نے حضرت محمدؐ کو جو غلبہ و حکومت عطا کر دی اس پر غور کرتے، تو وہ نافرمان اپنی ذلت، قتل ہونا، جلاوطنی، جزیہ قبول کرنے کی خواری کو نہ دیکھتے اور اسلام کی برکات کو حاصل کرتے مگر انہوں نے پھر بھی انکار کیا تو وہ عذابِ آخرت کے لئے تیار رہیں۔

آیت ۴۸:

خدا نے بار بار صاحبانِ ایمان اور اپنی اصلاح کرنے والوں یعنی اعمالِ بد سے توبہ کرنے والوں کو بذریعہ انبیاءؑ خوش خبری دی ہے کہ وہ دنیا میں بھی بے خوف زندگی بسر کریں گے اور عاقبت میں بھی ان کو عذابِ جہنم کا خوف نہ ہوگا، بلکہ وہ جنتی ہوں گے۔

آیت ۵۰:

خدا نے اس آیت میں اپنے رسولؐ کو چند امور کا حکم دیا ہے۔ (ا) کہہ دو کہ خدا کے خزانے میرے پاس نہیں ہیں۔ (ب) کہہ دو کہ میں غیب داں نہیں ہوں بلکہ عالم الغیب خدا ہے۔ (ج) کہہ دو کہ میں فرشتہ نہیں ہوں۔ (د) کہہ دو کہ مجھ پر جو وحی آتی ہے، اس کے مطابق میں عمل کرتا ہوں۔

اول اس بات کا جواب ہے کہ لوگ رسول اللہؐ سے دولتِ دنیا کا مطالبہ کرتے تھے اور صرف دولتِ دنیا اور مال غنیمت کی خاطر رسول اللہؐ کے ساتھ ہونا چاہتے تھے۔ لہٰذا خدا نے کہہ دیا کہ جو مالِ دنیا کی طلب رکھتا ہے تو خدا ایسوں کو نہیں چاہتا بلکہ جو مال کو راہِ خدا میں صرف کرتا ہے اور رضائے خدا کو مقدم رکھتا ہے وہ مومن ہے۔ دوم لوگ رسول اللہؐ سے غیب دانی کی توقع رکھتے تھے اور جا بجا سوال کرتے تھے۔ لہٰذا خدا نے رسولؐ کو حکم دیا کہ کہہ دو کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں۔ تمہارے سوالات عبث ہیں۔ اس زمانے میں کاہن اور نجومی غیب کی جھوٹی خبریں دیا کرتے تھے تو خدا نے رسول اللہؐ کے دامنِ رسالت کو اس داغ سے محفوظ رکھا چنانچہ رسول اللہؐ نے بتا دیا کہ میں تو خدا کا رسول ہوں اور وحیِ الٰہی کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ لوگ کہتے تھے کہ کیسا رسول ہے جو کھاتا ہے پیتا ہے؟ چلتا پھرتا ہے؟ اللہ نے فرشتہ کو رسول کیوں نہ بنایا؟ تو خدا نے رسول اللہ کو حکم دیا کہ کہہ دو کہ میں فرشتہ نہیں ہوں، میں تمہارے مثل انسان ہوں مگر میں خدا کا رسول ہوں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے آخری حصہ سے یہ مطلب نکالا ہے کہ فرشتہ رسول سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے کیونکہ اس آیت میں ہے کہ اے رسولؐ کہہ دو کہ میں فرشتہ نہیں ہوں۔ مگر اس سے فرشتہ کی فضیلت رسولؐ پر ثابت نہیں ہوتی بلکہ صرف اتنا ظاہر کرتا ہے کہ رسولؐ پر اعتراض کھانے پینے کا جو ہے وہ غلط ہے۔ بلکہ خدا کی مصلحت ہے کہ وہ ہدایتِ مخلوق کے لئے انسان کو ہی بھیجتا ہے۔

(ہ) مذکورہ سب باتوں کا جواب آخری حصہ میں ہے کہ میں انسان ہوں اور وحیِ الٰہی کا تابع ہوں اس لئے جو حکم تم کو دیتا ہوں وہ خدا کا حکم ہوتا ہے۔

کوئی معمولی عقل والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ اندھا اور بینا برابر ہیں۔ تو پھر یہ کافر کیوں نہیں جانتے کہ وہ آیاتِ خدا کو دیکھ کر بھی منکر ہیں لہٰذا اندھے ہیں اور رسولؐ وحیِ خدا کا عالم ہے وہ بینا ہے۔ اس طرح رسولؐ کے ماننے والے مومن بینا ہیں کہ وہ آیاتِ خدا کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔

آیت ۵۲:

ابن مسعودؓ وسلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ ہم فقراء مثل بلالؓ وصہیبؓ وخبابؓ ابن ارث وعمارؓ ومقدادؓ خدمت رسول اللہؐ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اقرع بن حابس تمیمی وعینیہ الحرث آگئے اور کہا کہ اے محمدؐ ہم اس وجہ سے تمہارے پاس نہیں آتے کہ یہ خرقہ پوش فقراء آپ کے پاس موجود رہتے ہیں۔ اگر تم ان کو ہٹا دو تو ہم آیا کریں گے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: **ماانابطارد المومنین**۔ (میں مومنین کو اپنے پاس سے ہٹانے والا نہیں ہوں)۔ پھر انہوں نے کہا کہ ان کو ایک دن بلایا جائے اور پیچھے بٹھایا جائے تو ہم آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کیا کریں گے۔ اس موقع پر آیت نے نازل ہو کر رسول اللہؐ کے موقف کی تائید کی۔ خدا نے فرمایا کہ رسولؐ کی

خدمت میں حاضر رہنے کے وہی مستحق ہیں جو رضائے خدا کے طالب ہیں اور خدا کی عبادت کرتے ہیں لہٰذا ان کا معاملہ خدا سے ہے۔ آیت میں مخاطب رسول اللہؐ ہیں مگر سمجھایا ان لوگوں کو ہے جو فقراء کے رسول اللہ کے پاس سے نکال دینے کو کہتے تھے۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا ہے اور اس تاکید کے ساتھ کہ اگر رسولؐ ان کو نکالیں گے تو بے انصافی ہوگی۔ علاوہ بریں اس آیت نے بتایا کہ صحبتِ رسول کا شرف ان مومنین غرباء کو ہے کہ ایمان سے زیادہ کوئی دولت نہیں ہے اور مومن غریب ہو تو بھی خدا و رسولؐ کی نظر میں معزز اور محبوب ہے۔ یہ آیت مذکورہ صحابہ کی مدح میں ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے کفار کی بات کو مان لیا تھا اس پر یہ تہدیدی آیت نازل ہوئی۔ مگر یہ جھوٹی حدیثیں گھڑنے والوں کی کارستانی ہے ورنہ جس کو خدا خود خلقِ عظیم پر فائز ہونے کی سند دے اس سے یہ بداخلاقی ناممکن ہے۔ قرآن میں ہے انك لعلی خلق عظیم۔ (سورہ قلم، آیت ۴)۔ (آپ اے رسول خلق عظیم پر فائز ہیں)۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: من اتی غنیاً فتواضع لغناہ ذهب ثلاثة دینه۔ (جو مالدار سے بوجہ اس کی دولت کے تواضع و انکساری کرے گا تو اس کا تین حصہ دین چلا جائے گا)۔

آیت ۵۳:

اللہ مومنین غرباء کی تعریف اور فضیلت بیان کر رہا ہے اور اپنے رسولؐ کو ان پر سلام کرنے میں سبقت کا حکم دے رہا ہے اور یہ بھی بتا رہا ہے کہ ہم امراء و غرباء کا امتحان اس امر میں لیتے ہیں کہ وہ باہم کیسا برتاؤ کرتے ہیں؟ مومنین پر اللہ کا احسان ہوتا ہے۔ خدا ان کو اپنا شکر ادا کرنے والا قرار دیتا ہے۔ ان کے حال سے باخبر رہتا ہے۔

ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ ہم چند فقراء قرآن پڑھ رہے تھے۔ سردی بہت تھی۔ لباس نہ تھا۔ ہم ایک دوسرے کے کپڑوں میں سردی دور کرنے کے لئے بیٹھے تھے کہ رسولِ خداؐ تشریف لائے۔ پوچھا: کیا ہو رہا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم میں کا ایک آدمی قرآن پڑھ رہا ہے اور ہم سن رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ میری امت میں ایسی جماعت ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ میں ان کے ساتھ بیٹھوں۔ پھر اس طرح بیٹھے کہ زانو پر زانو رکھا تھا۔ اور فرمایا: اے غریب مہاجرین تم کو بشارت ہو کہ قیامت کے دن تم کامل نور پاؤ گے اور جنت میں امراء سے نصف دن پہلے پہنچ جاؤ گے کہ جس کی مقدار پانچ سو سال ہوگی۔

رسول خداؐ اس آیت کے نزول کے بعد ہمیشہ سلام میں سبقت فرماتے تھے اور فرماتے تھے: الحمد لله الذی جعل فی امتی من امرنی ان ابداهم بالسّلام۔ (خدا کا شکر ہے کہ میری امت میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی ہے جن کو میں پہلے سلام کیا کروں)۔

آیت ۵۴:

بعض اصحاب رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: یا رسول اللہؐ! ہم سے گناہ بہت ہوتے ہیں، ان کی معافی خدا سے کیوں کر طلب کریں؟ رسول خداؐ خاموش ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ خدا نے رحمت کو اپنے اوپر فرض کر لیا ہے ہماری درگاہ میں جو نادم آتا ہے ہم اس کی خطائیں معاف کر دیتے ہیں اور اس پر اپنی رحمت کا سایہ کرتے ہیں۔

آیت ۵٦:

خدا نے اپنے رسولؐ کو بتایا ہے کہ کفار سے کہہ دو کہ میں تمہارے فرضی خداؤں کو کسی صورت نہیں مان سکتا اور تم جو ایسا کرتے ہو تو تم گمراہ ہو، خدا کے نافرمان ہو۔ یہ اعلیٰ اندازِ ہدایت ہے جو اس آیت میں پیش کیا گیا ہے۔

آیت ۵۷:

ایک دن روساءِ قریش نے کہا کہ اے محمدؐ ہم کو کب تک عذاب سے ڈراؤ گے۔ تم اس عذاب کو ہم پر نازل کر دو۔ اس کے جواب میں خدا نے بتایا کہ عذاب صرف خدا کے اختیار میں ہے۔ وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ رسول خداؐ کو عذاب کا اختیار نہیں ہے۔

آیت ۵۹:

اس آیت نے ظاہر کیا کہ خدا عالم الغیب ہے۔ غیب کا علم بجز خدا کسی کو نہیں ہے۔ وہ کائنات کی ہر شئے کا علم رکھتا ہے۔ جو بھی کچھ بدلتا ہے حتیٰ کہ اگر درخت سے پتہ گرے یا زمین کی تاریکی میں کوئی دانہ ہو یا کوئی بھی شئے خشک ہو کہ تر ہو، خشکی میں ہو یا سمندروں کی تہہ میں ہو وہ سب علمِ خدا میں ہمہ وقت موجود ہے۔ ان اشیاء کی بقا اور ان کی تبدیلیاں ان کے خواص و اثرات حکمِ خدا کے تابع ہیں۔ جب خدا کے علم کی وسعت لا انتہا ہے تو انسان کو سمجھنا چاہیئے کہ خدا اس کے حالات سے بھی بے خبر نہیں ہے۔ انسان دنیا میں جو بھی کچھ کوئی کرتا ہے خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس کو خدا نے منع کیا ہے بلکہ ہر وہ کام کرے جس کا حکم خدا نے دیا ہے تاکہ وہ دنیا میں معزز و غالب رہے اور آخرت میں نعماتِ اخروی کا مستحق ہو سکے۔

آیتِ سابقہ میں خدا کے عالمِ غیب ہونے کا ذکر ہے اور اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کی کتاب قرآن ایسی جامع کتاب ہے کہ خدا نے تمام علوم اس میں جمع کر دیئے ہیں۔ ہر شئے کا ذکر اس میں ہے۔ اگر زمین کی تاریکی میں کوئی دانہ ہے اور وہ اُگ رہا ہے تو یہ اس کی قدرت کا اثر ہے اور خشکی و تری میں جہاں جو کچھ ہے وہ سب اس کتاب میں موجود ہے ایسی کتاب جس کی صفات یہ ہوں، بجز خدا کی کتاب کے کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ مگر اس کتاب کا علم خدا

نے ہی اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰؐ کو دیا ہے اوران کے بعد صرف ان کو دیا ہے جن کو وہ علم خود رسول اللہؐ نے عطا فرمایا ہے اوربس۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب مجھ کوشبِ معراج آسمان پر لے گئے تو میں نے ایک فرشتہ کو دیکھا کہ اس کے ہزار ہزار ہاتھ تھے اور ہر ہاتھ میں ہزار ہزار انگلیاں تھیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ فرشتۂ بارش ہے کہ ہر قطرۂ آب کا حساب رکھتا ہے۔ میں نے اس فرشتہ سے سوال کیا کہ آیا ابتدا سے آج تک کے قطروں کا حساب معلوم ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کون قطرہ صحرا یا چمن یا پہاڑ پر گرا ہے۔ میں نے اس کی فہم کی تعریف کی تو وہ بولا کہ ایک حساب ایسا ہے کہ میں اس سے عاجز ہوں۔ پوچھا: وہ کون حساب ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ جب آپ کی امت کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور آپ کا نام آتا ہے تو درود پڑھتے ہیں تو اس کے ثواب کے شمار سے میں عاجز ہوں۔

آیت ٦٠:

خدانے اس آیت میں اپنی قدرتِ کاملہ کا ذکر کیا ہے۔ نیند کی غفلت وحواس کا بے حس ہوجانا بھی مثلِ موت ہے۔ پھراس سے جاگنا بھی زندگی بعدِ موت ہے۔ لہٰذا انسان کوموت کے بعد حکمِ خدا سے پھر زندگی ملنے کا اعتقاد رکھنا چاہئے۔

ہر ذی روح کے لئے زمانۂ حیات معین ہے۔

آیت ٦١:

یہ کراماً کاتبین وہ فرشتے ہیں جو اعمالِ انسان کو لکھتے ہیں اور روزِ قیامت پیش کریں گے۔

آیت ٦٢:

مولٰهُمُ الحق۔ وہ انسانوں کا حقیقی مولا اورحاکم ہے۔ اس آیت نے بتایا کہ مولا، مالک، حاکم اورمتولیِ امورِ خلقت صرف خدا ہے یا وہ ہے جس کو خدا اپنی جانب سے عہدۂ ولایت عطا فرمائے۔ چنانچہ وہ بھی تمام مخلوق کے تمام امور کا متولی ونگران ہوگا۔ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ خدا جلد کس طرح حساب کرلے گا؟ تو آپ نے فرمایا: **كما يرزقونهم ولا يرونه**۔ (جس طرح وہ ان کورزق دیتا ہے حالانکہ وہ خدا کونہیں دیکھتے)۔ سوال بھی یہی تھا کہ خدا نظر نہیں آیا تو کیوں کر حساب لے گا؟ اسی کا جواب دیا گیا پھر فرمایا: **جلّت قدرته وعظمته**۔ (بزرگ ہے اس کی قدرت اورعظمت)۔

آیت ٦٤:

انسان خوب جانتا ہے کہ خدا رات کی تاریکی کو دن کی روشنی میں بدلنے والا ہے۔ اسی طرح صحرا و دریا کی تاریکیوں میں طوفان سے وہی بچاتا ہے۔ یہ سمجھتے ہوئے پھر بھی اگر کوئی خدا کا شریک قرار دیتا ہے اس سے زیادہ

کم عقلی کیا ہوگی۔

آیت ٦۵:

اللہ اسی طرح عذاب لانے پر قادر ہے جیسے قومِ نوحؑ پر طوفان آیا قومِ لوط اور اصحابِ فیل پر پتھر برسے یا جس طرح کہ قومِ فرعون دریا میں غرق ہوئی یا قارون زمین میں مع دولت کے دھنس گیا۔

منکرینِ خدا و رسولؐ پر دنیا میں یہ عذاب آتا ہے کہ وہ باہم جنگ وجدل وخون ریزی میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کی دولت، جسمانی محنت ودماغی کاوش سب آپس کی جنگ میں صرف ہوتی ہیں۔ وہ ہمیشہ سکونِ قلبی سے محروم رہتے ہیں اور قیامت میں عذابِ آخرت میں مبتلا ہوں گے۔ خباب بن ارثؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے چند چیزیں طلب کی ہیں۔ اول یہ کہ کافر میری امت پر غالب نہ ہوں۔ خدا نے یہ دعا قبول کر لی۔ دوسری دعا یہ کی کہ میری امت بھوک سے ہلاک نہ ہو۔ یہ دعا بھی قبول ہوگئی وسئا لته ان لا يجمعهم علیٰ الضلالة۔ (میں نے دعا کی کہ وہ تمام گمراہی پر جمع نہ ہوں)۔ یہ دعا بھی قبول ہوگئی وسئالته ان لا يلبسهم شيعافمنعي۔ (میں نے خدا سے چاہا کہ میری امت میں باہمی جنگ وفرقہ بندی نہ ہو) تو خدا نے فرمایا: ذرها عني۔ اس کو مجھ پر چھوڑ دو۔ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ خداؐ نے وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور امت کے لئے دعا کی کہ وہ اس عذاب سے محفوظ رہے۔ جبرئیلؑ آئے اور فرمایا: یا محمدؐ ان الله سمع مقالتك۔ (خدا نے تمہاری دعا کو سنا) اور تمہاری امت کو عذاب سے محفوظ کیا۔ مگر آخری دعا کہ وہ فرقہ فرقہ ہو کر باہم جنگ نہ کریں اس کو منع کر دیا۔ اور یہ سن کر رسول خداؐ نے پھر دعا کی تو یہ آیت نازل ہوئی: احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون۔ (سورہ عنکبوت، آیت: ۲)۔ (کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف اقرارِ ایمان کر کے وہ چھوٹ جائیں گے اور ان کا امتحان نہ ہوگا)۔ اس وقت رسول خداؐ نے فرمایا: اذا وضع السيف في امتي لم يرفع الی يوم القيامة۔ (میری امت کے درمیان تلوار چل جائے گی تو روزِ قیامت تک بند نہ ہوگی)۔

آیت ٦٦:

قرآن وعذابِ آخرت حق ہے جس کی مشرکین مکہ نے تکذیب کی تھی۔

آیت ٦٨:

اس آیت کے مخاطب بظاہر رسولِ خداؐ ہیں مگر حکم بذریعہ رسول امت کو پہنچایا گیا ہے۔ چنانچہ امت کو حکم ہے کہ وہ ایسی جگہ نہ بیٹھیں جہاں آیاتِ خدا کو جھٹلایا جا رہا ہو ورنہ ان کا بیٹھنا اور راضی رہنا ان کو بھی ظالم بنا دے گا۔

بعض مفسرین نے اس آیت کا مخاطب رسول خداؐ کو قرار دیا ہے اور اس پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہؐ سے بھی سہو ونسیان ہوسکتا تھا۔ یہ تاویل سر تا سر غلط ہے۔ کیونکہ قرآن شاہد ہے کہ **ما ینطق عن الھوا ان ھو اِلَّا وحیٌ یُوحیٰ**۔ (سورہ نجم، آیت: ۳) رسول خداؐ تو اپنی طرف سے کوئی بات ہی نہیں کرتے تھے اور وہ جو کچھ فرماتے تھے وہ وحی خدا ہوتی تھی۔ ایسے انسان یا رسولؐ سے سہو ونسیان کا سرزد ہونا محال ہے ورنہ احکام شریعت میں بھی سہو ونسیان کا دخل ہوگا اور ساری تعلیمِ قرآن عبث قرار پائے گی۔ یہ خطاب صرف امتِ محمدؐ سے ہے۔ آیت میں آگے ہے کہ شیطان تجھ کو بہکا دے۔ یہ لفظ ذات رسولؐ کے لئے ہوسکتا ہی نہیں ہے کہ خداوند عالم نے حضرت محمدؐ کو شرِ شیطان سے ہمیشہ بچایا۔ بہر حال یہ خطاب افرادِ امت سے ہے اور یہ حکم تا قیامت باقی رہے گا کہ جہاں کہیں خدا و رسولؐ کے احکام کا مذاق اڑایا جاتا ہو، وہاں سے مسلمان کو ہٹ جانا چاہئے۔

آیت ۷۰:

دنیا کی لذّات انسانوں کو فریب دیتی ہیں۔ انسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ لذات دائمی ہیں۔ مگر درحقیقت یہ عارضی ہوتی ہیں۔ اسی کو خدا نے فرمایا ہے کہ زندگیِ دنیا کافروں کو دھوکا دیتی ہے۔ اے رسولؐ آپ ان فریب خوردہ افراد کو بذریعہ قرآن نصیحت کیجئے تو ان کو معلوم ہوگا کہ اصل لذت و آرام وسکون دائمی زندگی میں ملے گا اور وہ آخرت کی زندگی ہوگی۔ یہ بات ان کافروں کو قرآن کے ذریعہ ہی معلوم ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اے رسولؐ آپ ان کو قرآن کے ذریعہ ہدایت کیجئے۔ ہر شخص جس پر دنیا غالب ہوجائے اس کو چاہئے کہ قرآن کی تلاوت کرتا رہے تاکہ وہ ایمان کی برکات حاصل کر سکے۔

تفسیر منہج الصادقین میں **ان تبسل نفس بما کسبت**۔ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے، تذکیہ کفار کن بہ قرآن بجہتہ ترس آنکہ باز داشتہ نشود، ہیچ نفسے از یشان در ہلاکت تا اورا بخزنہ دوزخ بسیارند۔ (اے رسولؐ کفار کو بذریعہ قرآن نصیحت کرتے رہو)۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی انسان اپنی بداعمالی کی وجہ سے ہلاکت میں چھوڑ دیا جائے اور وہ دوزخ میں چلا جائے۔ (ترجمہ از ترجمان القرآن ابوالکلام آزاد)

ان آیات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے۔ چاہے بدی کرے چاہے نیکی۔ وہ مجبور نہیں ہے۔ خدا نے اس کو مجبور بنا کر سزا و جزا کا مستحق نہیں بنایا ہے بلکہ انسان کے خود اعمال اس کو جنت و دوزخ کا مستحق بناتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ اہلِ دوزخ جب بھوک سے فریاد کریں گے تو ان کو گرم پانی کا پیالہ دیا جائے گا جس سے ان کا دہن اور آنتیں جل کر پارہ پارہ ہو جائیں گی پھر حکم ہوگا **سقوا ماء حمیما فقطع امعائھم**۔ (سورہ محمدؐ، آیت ۱۵)

آیت ۷۱، ۷۲:

مرتد ہونے والے کی مثال ایسے ہی ہے کہ وہ کسی ویرانے میں گم ہو جائے اور صحرا میں موہوم اشکال دیکھ کر ان کے پیچھے بھاگتا رہے اور دور سے اس کے ساتھی اس کو آواز دے رہے ہوں مگر وہ گم کردہ راہ سر پٹک پٹک کر مر جائے۔ مرتد دنیا میں گمراہ اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ یہی مثال سے واضح کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ (۱) ہدایت صرف اللہ کی ہدایت ہے۔ (۲) خدائے یکتا پر ایمان لائیں۔ (۳) نماز ادا کرتے رہیں (۴) خوفِ خدا دل میں رکھیں (۵) ایمان رکھیں کہ روزِ قیامت خدا کی حضوری میں جانا ہوگا (۶) خدا کو خالقِ ارض وسماء اور مالکِ کائنات جانیں۔ چونکہ یہ آیات بزبان حضرت محمدؐ بیان کی گئی ہیں لہٰذا یہ محذوف ہے کہ محمدؐ وانبیاءؑ پر ایمان لائیں۔

آیت ۷۳:

خدا نے اول مرتبہ 'کُن' یعنی ہوجا فرمایا تو عالمِ سمٰوات وارض وعرش وفرش سب پیدا ہو گئے۔ پھر وہ 'کُن' فرمائے گا تو قیامت ہوگی۔ حشر ونشر اور تمام مخلوقات کا زندہ ہونا اور حساب کتاب فی الفور ہوگا۔ خدا نے آیت میں پہلے ذکر فرمایا کہ اس نے آسمانوں اور زمین وغیرہ کو جس طرح اول بار لفظ 'کن' سے پیدا کر دیا تھا جن کو ہر انسان اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے، پھر وہ کیوں نہیں یقین کرتا کہ جو خدا عدم سے وجود پیدا کر سکتا ہے وہ قیامت میں بھی مردوں کو زندہ کر دے گا اور ان کا حساب ہوگا اور جنت ودوزخ مطابقِ عمل ملے گی؟

رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ معراج میں میں نے اسرافیلؑ کو دیکھا کہ وہ صور جس کی شکل ایک شاخ کی سی تھی اور اس میں چار ہزار سوراخ تھے، دہن میں لیے ہے۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کب سے ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جب سے خدا نے تمام عالم کو پیدا کیا ہے یہ منتظرِ حکمِ الٰہی ہے۔ مجمع البیان میں ہے کہ اسرافیلؑ دو بار صور پھونکیں گے۔ اول صور میں تمام مخلوق مر جائے گی۔ دوسرے صور میں تمام مخلوق زندہ ہو جائے گی۔ پہلا صور دنیا کے خاتمہ کے لئے ہوگا اور دوسرا صور ابتدائے آخرت کے لئے ہوگا۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ کیوں کر دنیا میں سکون و راحت سے زندگی گزاری جا سکتی ہے جبکہ اسرفیلؑ صور اپنے دہن میں لئے حکمِ خدا کا منتظر ہے؟

آیت ۷۴:

خدا نے حضرت ابراہیمؑ کا قصہ رسولِ خداؐ کی تسلی کے لئے اور امتِ محمدیؐ کو سبق حاصل کرنے کے لئے سنایا ہے۔ پہلے تو خدا نے یہ یاد دلایا ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنے چچا آزر سے کہا کہ تمہاری قوم بت پرستی کر کے گمراہی میں ہے۔ ابراہیمؑ کمسن تھے اور ان کے چچا آزر ان کی پرورش کر رہا تھا وہ بت تراش اور بت فروش تھا۔ ابراہیمؑ کو فروخت کرنے

کے لئے بت دیتا تھا۔ ابراہیمؑ ان کی ٹانگ میں رسی باندھ کر بازار میں گھسیٹتے پھرتے اور کہتے کہ ان کو خریدو جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ یہ خبر آزر کو ہوئی تو اس نے ابراہیمؑ پر غصہ کیا۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ تمہاری قوم گمراہ ہے کہ بتوں کو خدا بنایا ہے۔ بعض مفسرین نے آزر کو ابراہیمؑ کا باپ لکھا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ انبیاءؑ کے والدین کافر نہیں ہوتے۔ موجودہ شریعت پر ہوتے ہیں۔ اور آدمؑ سے ہی اسلام کی ابتداء ہے۔ ابراہیمؑ کے والد کا نام مفسرین اور مورخین نے تارخ لکھا ہے۔ جو صحیح ہے۔ رسولِ خداؐ کی مشہور حدیث ہے: لا یزال یقلبنی اللہ من اصلاب الطاہرین الی ارحام الطاہرات حتی اخرجنی عامکم ھٰذا لم یدنسنی بدنس الجاھلیۃ۔ (خدا نے ہمیشہ مجھ کو اصلابِ طاہرین سے ارحامِ طاہرات کی طرف منتقل فرمایا اور عہدِ جاہلیت کی نجاست مجھ تک نہیں پہنچی)۔ اس کی تائید قران نے بھی کی ہے: تقلبك فی السّٰجدین۔ (سورہ شعراء، آیت ۲۱۹)۔ (جب تم سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہو رہے تھے)۔

آیت ۷۵ تا ۷۸:

اس آیت میں پہلے خدا نے اسرارِ کائنات حضرت ابراہیمؑ کو بتائے تا کہ یقینِ معرفت کامل ہو جائے۔ اس کے بعد والی آیت میں ذکر ہے کہ ابراہیمؑ نے ستارہ، چاند اور سورج کو دیکھا تو ہر ایک کے لئے استفہامیہ کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ غروب ہوتے گئے تو ان کی ربوبیت سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں متغیر اور زوال ہونے والی چیزوں کو رب نہیں مانتا۔ یہ بھی ایک طریقۂ ہدایت ہے کہ جب ہادی کفار میں گھرا ہوا ہو اور تبلیغِ حق سے اس کو جان کا خطرہ ہو تو پھر مختلف تدابیرِ ہدایت کی جاتی ہیں۔ ابراہیمؑ نے اس ماحول کے اعتبار سے اصنام پرستوں کے مجمع میں مختلف اوقات میں بتایا کہ تم تو پتھر کے بتوں کی پرستش کرتے ہو، میں تو ستارہ، چاند اور سورج جو ساکنانِ ارض کو فائدہ بھی پہنچاتے ہیں ان کو بھی اس قابل نہیں سمجھتا کہ وہ معبود سمجھے جائیں۔ کیونکہ جو طلوع وغروب میں دوسرے کا محکوم ہو وہ کیسے رب ہوسکتا ہے بلکہ رب تو وہی ہے جو ان کو طلوع وغروب کرتا ہے۔ بعض مفسرین نے حضرت ابراہیمؑ کے قول کو سوالیہ لکھا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ انسانوں کو اسی طرح قائل کیا جاسکتا تھا اور بت پرست وستارہ وقمر وخورشید پرستوں پر اسی طرح توحیدِ خدا کی تبلیغ کی جاسکتی تھی۔ مگر جب پھر بھی وہ نہ مانے تو انہی ابراہیمؑ نے ان کے بت خانے کے بتوں کے ناک کان توڑ دیئے اور یہ ثابت کیا کہ وہ مجبورِ محض ہیں کہ اپنی حفاظت بھی نہیں کر سکتے جبکہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ ابراہیمؑ کا طرزِ تخاطب بتاتا ہے کہ ستارہ وقمر وخورشید کی ربوبیت کا انکار مجمعِ عام میں کیا گیا تھا اور مختلف اوقات میں ہوا تھا۔ وعظ ونصیحت کا طریقہ بہترین یہی ہے کہ مسلماتِ غیر سے استدلال کیا جائے۔ مشرکین ستارہ، چاند اور سورج کو معبود جانتے تھے تو پہلے ان کے تسلیم شدہ اعتقاد کو بیان کیا گیا پھر بتایا کہ وہ زوال پذیر ہیں اس لئے حادث اور فانی ہیں لہٰذا پرستش کے قابل نہیں ہیں۔

آیت۷۹:

جب حضرت ابراہیمؑ مشرکین کے معبودوں کو جھٹلا چکے اور ثابت کر دیا کہ ان کے معبود خود زوال پذیر ہیں اور دوسرے کے حکم کے پابند ہیں اس کے بعد آپ نے تبلیغِ توحید کی اور بتایا کہ میں نے اپنا رخ اس طرف کیا ہے جو خالقِ کائنات ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اگر تم بھی صاحب عقل ہوتو تم کوبھی چاہئے کہ خدائے قادر پر ایمان لاؤ اور اس کا شریک کسی کو نہ بناؤ۔

آیت۸۰:

حضرت ابراہیمؑ نے اول تو شرک سے اپنی بیزاری کا اعلان کیا اس کے بعد گفتگو میں استدلال کا دوسرا طریقہ اختیار کیا اور فرمایا کہ میں ان سے جن کو تم معبود جانتے ہو کیوں ڈروں جبکہ وہ مجبور اور محکومِ خدا ہیں؟ کوئی عقل مند بھی بےضرر و بےنفع شئے سے نہیں ڈرتا ہے۔ خدا نے مجھ کو عقل عطا کی ہے۔ مجھ کو ان سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اب تم خود غور کرلو کہ تم تو یہ بےعقلی اور حماقت کر رہے ہو کہ اس خدا سے نہیں ڈرتے جو خالق آسمان وزمین ہے جو دنیا و آخرت کا مالک ہے وسزا و جزا کا اختیار رکھتا ہے اور تمام عالمین کے حالات سے واقف ہے۔

آیت۸۱:

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ خوف صرف خدا کا ہی ہوسکتا ہے کیونکہ حکم اسی کا حکم ہے۔ وہی چاہے تو مجھ کو تکلیف پہنچ سکتی ہے اس لئے میں اس سے ڈرتا ہوں۔

آیت۸۲:

خدا نے فرمایا ہے کہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان میں شرک کو شامل نہیں کیا وہی ہدایت یافتہ اور بےخوف ہوں گے۔ اس سے واضح ہورہا ہے کہ ایمان لانے کے بعد بھی انسان شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ خدا کی صفات میں دوسرے کو داخل کرنا یا شامل کرنا بھی شرک ہے۔ سلمان فارسیؓ وحذیفہ یمانیؓ وابن مسعودؓ نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب پر شاق گزرا اور انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کون ایسا ہے جو ظلم سے پاک ہے؟ تو رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جو کچھ تم سمجھ رہے ہو وہ نہیں ہے بلکہ لیس ما تظنون انما ھو ما قال لقمان لابنه یا بُنَیّ لا شریك بالله ان الشرك لظلم عظیم ۔ (یعنی یہاں ظلم اس معنی میں نہیں ہے جو تم گمان کرتے ہو بلکہ وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اے بیٹا خدا کا شریک نہ بناؤ کہ یہ ظلمِ عظیم ہے) ۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ولیس الایمان به ان یصدق بوجود الصنائع الحکیم و یخلط بهذٰا التصدیق الاشراك۔ (یہ ایمان نہیں ہے کہ صانعِ حکیم کی تصدیق کی جائے اور اس تصدیق میں شرک کو ملا لیا جائے) ۔ اسی کو شرک خفی کہتے ہیں۔

اہلِ اسلام واہل ایمان کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ مبادا ان کی نیات وعمل میں کہیں شرک شامل نہ ہو گیا ہو۔

آیت ۸۴ تا ۸۶:

خدا نے ابراہیمؑ کو اسحاق فرزند دیا جو پیغمبرانِ بنی اسرائیل کے باپ ہیں۔ یعقوبؑ ان کے پوتے ہیں جن کا لقب اسرائیل ہے۔ خدا نے ان کی ہدایت کی اور نبوت عطا کی۔ اس سے پہلے نوحؑ کو پیغمبر بنایا جو آبائے ابراہیمؑ میں سے تھے۔ پھر ان کی نسل سے پیغمبر پیدا کیے۔

ان آیات میں جن انبیاءؑ کے نام بتائے گئے ہیں ان کی صفت محسنین ہے۔ اسی طرح اس کی بعد والی آیت میں جن کا ذکر ہے ان کو خدا نے صالحین فرمایا ہے۔ اس کے بعد والے انبیاءؑ عالمین پر فضلیت رکھنے والے ہیں اور ان کے بعد انبیاء یا ان کی اولاد صراط مستقیم پر ہیں۔ خداوندِ عالم نے بتایا کہ تمام انبیاء اپنے عمل کی وجہ سے درجاتِ عالیہ کے حقدار ہوئے ہیں وہ محسنین ہیں، صالحین ہیں اور صراطِ مستقیم پر ہیں۔ پس انسانوں میں سے جو قربِ خداوندی حاصل کرنا چاہے وہ خود ان کی سیرت پر چلے تو وہ محسنین، صالحین اور ہدایت یافتگان میں ہوگا۔

آیت ۸۷:

انسان آدمؑ کی اولاد تھے ان کی ہدایت کے لئے بعد انبیاءؑ آتے رہے۔ آدمؑ ہی کی اولاد میں خدا نے نیکوکاروں کو عہدۂ نبوت کے لئے منتخب فرمایا۔ ان کو ہدایت خدا کی طرف سے ملی اور نبوت کے درجات عالیہ خدا نے ہی عطا کیے۔ یہود ونصاریٰ جو عزیرؑ یا عیسیٰؑ کو خدا جانتے ہیں یہ ان کی جہالت اور حماقت ہے۔ خدا نے ہی ان کو نبوت کے لئے منتخب کیا تھا اور اسی نے ان کو معجزات عطا کیے تھے لہٰذا اقتضاء عقل یہ ہے کہ خدائے یگانہ پر ایمان لایا جائے۔

آیت ۸۸:

تمام انبیاء موحد تھے۔ اگر خلافِ توحید ان کا ایمان ہوتا تو ان کے اعمال اکارت ہو جاتے اور وہ یہ درجات عالیہ نہ پاتے۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دامنِ انبیاء داغِ شرک سے کبھی ملوث نہیں ہوا۔ یہود ونصاریٰ و دیگر اصنام پرستوں کا یہ خیال غلط ہے کہ انہوں نے شرک کی تعلیم دی تھی اور یہ بات بھی واضح ہے کہ شرک ایسا عمل ہے کہ ایمان واسلام تو درکنار نبوت کو بھی ختم کر دیتا ہے لہٰذا موجودہ زمانے کے اہلِ اسلام اپنے اعمال کو بغور دیکھیں۔

آیت ۸۹:

پیغامِ خدا توحید ہے اور اوامر ونواہی ہیں۔ لہٰذا اگر تمام دنیا کے لوگ کافر ہو جائیں تو بھی پیغامِ خدا باقی رہے گا کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ میں نے ایسے افراد کو امانتِ توحید سپرد کی ہے جو کبھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ خدا نے ان افراد پر اپنا اعتمادِ کلی ظاہر فرمایا ہے۔ چنانچہ ہوا بھی یہی کہ انبیاءؑ کو سخت ترین مصائب اُٹھانا پڑے مگر صراطِ مستقیم پر قائم

رہے۔حتیٰ کہ آخری رسول حضرت محمدؐ مبعوث ہوئے اور آپؐ پر ایسے مصائب پڑے جو کسی رسول یا نبی پر نہیں پڑے تھے مگر آپ نے دین کی تکمیل کر دی جو تا قیامت باقی رہے گی۔ جان، مال، اولاد سب کو راہ حق میں قربان کر دیا۔ (بعدِ رسول ائمہ اثنا عشر یعنی آلِ رسولؐ نے ظالموں کے ہاتھوں سخت ترین مصائب برداشت کیے مگر تبلیغِ توحید برابر کرتے رہے اور امام مہدیؑ آخری زمانہ میں ایسا اعلانِ توحید کریں گے کہ روئے زمین پر اسلام ہی اسلام ہوگا۔)

آیت ۹۰:

خدا نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو ہم نے نبوت حکومت اور کتاب عطا کی ہے اور وہ میرے ایسے ماننے والے ہیں کہ وہ میری رضا کے ہمیشہ طالب ہیں۔ ان سے نافرمانی اور عصیان کا امکان ہی نہیں ہے کیونکہ خدا نے ان کی ہدایت کی ہے۔ اے رسولؐ تم ان کے ہی قدم بہ قدم چلو۔ پچھلے انبیاءؑ کی پیروی ان امور میں ہے کہ جس طرح تبلیغِ دین میں انہوں نے صبر و تحمل، سخاوت، ایثار، شجاعت و زہد و عبادت کی۔ اسی طرح تم بھی ثباتِ قدم کرتے رہو۔ علاوہ بریں آدمؑ تا عیسیٰؑ پیغامِ خدا ایک ہی تھا اور اے محمدؐ آپ کو بھی اسی پیغام پہنچانے کا حکم میں نے دیا ہے۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ خداوندِ قدیر نے اپنے حبیب حضرت محمدؐ میں تمام صفاتِ کمالیہ جو مختلف انبیاءؑ میں فرداً فرداً تھیں وہ تمام صفات ایک جگہ جمع کر دیں۔ صبرِ ایوبؑ، سخاوتِ ابراہیمؑ، شجاعتِ موسیٰؑ، زہدِ عیسیٰؑ تمام کمالات آپؐ کی ذات میں موجود ہیں۔ اگر کوئی یہ معنی اس آیت کے نکالے کہ حضرت محمدؐ کو حکمِ خدا ہے کہ وہ انبیاءؑ سابقین کی شریعتوں پر چلیں تو غلط ہے۔ کیونکہ اصولِ دین میں تقلید نہیں ہے البتہ فروع میں ہے اور فروعِ دین میں شریعتِ محمدؐ تمام ادیان سابقہ کی ناسخ اور قرآن کریم تمام کتبِ سماویہ کا ناسخ ہے۔

ارشاد ہو رہا ہے: اے رسولؐ منکرین سے کہہ دو کہ میں تبلیغِ احکامِ خدا کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کرتا کہ تم اس کے ماننے میں گھبراؤ۔ یہ قرآن تو کتابِ نصیحت ہے تم کو نیک راستہ اور نجات آخروی کا طریقہ بتاتی ہے۔ پھر تم کیوں اس کا انکار کرتے ہو؟

اس آیت میں قرآن کو تمام عالمین کے لئے نصیحت و ہدایت بتایا گیا ہے لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمدؐ اور قرآن تمام عالموں کے لئے ہدایت ہیں اور تا قیامت ان کا حکم باقی رہے گا۔

آیت ۹۱:

مفسرین نے بتایا ہے کہ قدر کرنے سے مراد معرفتِ خدا حاصل کرنا ہے۔ یعنی منکرین اور کافروں نے خدا کو نہیں پہچانا اور باوجود آیات اور معجزات دیکھنے کے خدا پر ایمان نہ لائے۔ اپنی مخلوق سے خدا کی یہ شکایت قرآن مجید میں تین مقامات پر ہے۔ ایک تو موجودہ آیت، دوسرے سورۂ حج کی ۷۴ویں آیت اور تیسرے سورہ زُمر کی ۶۷ویں آیت۔

چنانچہ شدت سے اس بات کی متقاضی ہے کہ انسان خود کو اس کا مصداق ہونے سے بچائے۔ مسلمانانِ عالم کیونکہ قرآن کی ہر آیت پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے ان کی ذمہ داری اس سلسلہ میں کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ جہاں تک اہل کتاب کا تعلق ہے وہ قرآن کے منکر ہیں۔ اپنی کتابوں توریت، انجیل و زبور پر تو ایمان رکھتے ہیں تو انہیں سمجھنا چاہیے کہ جس خدا نے توریت و انجیل و زبور نازل کی تھیں اسی خدا نے قرآن بھی نازل کیا ہے۔

اب یہ کہنا کہ جب توریت و انجیل موجود تھیں تو خدا نے قرآن کیوں نازل کیا؟ تو خدا نے سمجھایا کہ توریت و انجیل کو اہل کتاب نے علیحدہ علیحدہ ورقوں پر لکھا اور جس ورق کو چاہا ظاہر کیا اور جس کا چاہا چھپالیا۔ اس طرح حکمِ خدا کو خراب کیا اسی وجہ سے قرآن نازل کیا گیا کہ حقیقت حال کو واضح کرتا رہے۔

آیت ۹۲:

اس آیت میں قرآن کی تعریف کی گئی ہے کہ خدا کی کتاب ہے، مبارک ہے، کتبِ سماویہ کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اے رسولؐ تم اہلِ مکہ کو حکمِ قرآن پہنچاؤ کہ حوالی مکہ یعنی مشرق و مغرب و شمال و جنوب ہر خطہ ارض کے لئے قرآن ہدایت ہے۔

آیت ۹۳:

مسیلمہ کذاب نے دعوائے نبوت کیا تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ اس پر وحی آتی ہے۔ خدا نے حکم عام دے دیا کہ بعد حضرت محمدؐ جو کوئی بھی کہے گا کہ اس پر وحی آتی ہے وہ کاذب ہے، ظالم ہے، اس کا اعتبار کبھی نہ کیا جائے۔

حضرت ابی جعفر و ابن عباس و عکرمہ و مجاہد سدی نے کہا کہ عبداللہ بن سعد ابی سرح قریشی جو رسول خداؐ کا کاتب تھا وہ بجائے غفور و رحیم کے حلیم و علیم لکھ دیتا تھا اور بجائے سمیع علیم کے غفور و رحیم لکھتا تھا۔ جب آیت لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین۔ (سورہ مومنون، آیت ۱۲) نازل ہوئی تو اس کو تعجب ہوا کہ انسان کو اتنی فضیلت دی گئی ہے تو اس نے کہا: فتبارك الله احسن الخالقین۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اس کو لکھو کہ آیت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ اس نے لکھا اور شک میں پڑ گیا کہ سوچا کہ کیا واقعی محمدؐ پر وحی آتی ہے میں بھی اعلان کر دوں کہ مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔ وہ مرتد ہو گیا۔ مشرکین کے پاس گیا اور کہا کہ محمدؐ خود ہی باتیں بناتا ہے اور اس کا نام وحی رکھتا ہے۔ میں نے بارہا اس میں تغیر و تبدل کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو پہچانتا تھا لہٰذا ان کی نشاندھی کر کے ان کو کفار کے سپرد کر دیتا تھا۔ اور وہ انہیں آزار دیتے تھے۔ ایک بار عمار یاسرؓ کو پکڑ لیا اور خوب مارا اور ان کے کان کاٹ لیے۔ وہ خدمت رسولؐ میں آئے واقعہ بیان کیا کہ کافر مجھ سے مطالبہ کرتے تھے کہ آپ کی شان میں نازیبا الفاظ کہوں۔ میں نے وہ الفاظ کہہ دیئے یا حضرت کیا میری توبہ قبول ہوگی؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی من کفر باللہ من بعد ایمانہ اِلّا من اکرہ وقلبہ مطمئنٌ بالایمان الخ۔ (سورہ نحل، آیت ۱۰۶)۔ (جو بعدِ ایمان خدا سے کفر کرے مگر یہ کہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن

ہو)۔ عمار یاسرؓ کی مدح میں ہے۔ عبداللہ بن سعد فتح مکہ کے بعد آیا حضرت عثمان نے تین بار سفارش کی مگر رسول خداؐ نے منہ پھیر لیا۔ آخر معاف کیا اور اصحاب سے کہا: الم اقل من رأه فیقتله۔ (کیا میں نے نہیں حکم دیا تھا کہ جو اس کو دیکھے قتل کر دے)۔ عباس بن بشر نے کہا کہ میری آنکھیں آپ کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ آپ اشارہ کریں تو میں اس کو قتل کر دوں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: الانبیاء لا یقتلون بالاشارة۔ (پیغمبر کسی کو اشارہ سے قتل نہیں کراتے)۔

اس آیت میں دنیا میں عذابِ الٰہی اور عذابِ موت کو بیان کیا گیا ہے۔ موت کی سختیاں ان لوگوں کے لئے ہوں گی جو خلافِ احکامِ خدا باتیں کرتے ہیں، آیاتِ خدا کے ساتھ غرور و تکبر کرتے ہیں، بوجہ غرورِ دولت احکامِ خدا کی تعمیل نہیں کرتے۔ ان پر پہلے تو موت میں جانکنی کی تکلیف ہوگی، فرشتے بہ آسانی ان کی روح کو قبض نہیں کریں گے بلکہ وہ کہیں گے کہ تم خود اپنی روح کو جسم سے نکالو۔ یعنی اس وقت سخت کرب کی حالت میں ہوں گے۔ اسی طرح ایک ایک کر کے مرتے جائیں گے اور حضوریِ خدا میں پہنچیں گے۔ قیامت میں وہ تنہا ہوں گے کیونکہ ان کے شرکاء کار وہاں خود عذاب میں ہوں گے۔ دولت و حکومت پر بھروسہ تھا وہ بھی کچھ نہ ہوگا۔ یہ آیت سبق ہے تا کہ لوگ ذکرِ خدا سے غافل نہ ہوں اور یہ جان لیں کہ سوائے خدا کے کوئی ان کا دنیا و دین میں مددگار نہیں ہے۔ اور کوئی شئے ان کے کام نہ آئے گی مگر عبادتِ خدا اور اطاعتِ رسولؐ اور بس۔

آیت ۹۵:

'حب' وہ دانہ جس میں گٹھلی نہ ہو اور 'نوی' وہ دانہ جس میں گٹھلی ہو۔ خدا نے فرمایا ہے: یحی الارض بعد موتھا۔ (سورہ روم، آیت:۱۹)۔ (زمین مردہ کو وہ زندہ کرتا ہے)۔ اور پھر اس آیت میں فرمایا کہ بیج، انڈا، نطفہ، زمینِ مردہ سے درخت، انڈے سے پرندوں کے بچے، نطفہ سے انسان کی اولاد، زمین سے سرسبز پودے پیدا کرتا ہے۔ یا کافر سے مومن کہ کافر حقیقی معنی میں مردہ ہیں اور مومن زندہ۔ اسی طرح زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے۔ یہ آیت قدرتِ کاملہ خدا کا اظہار ہے۔ اگر خدا کی ان قدرتوں کو دیکھ کر بھی انسان ایمان نہ لائے تو حیرت ہے۔ بلکہ یہ عمل خدا دشمنی کی انتہا ہے۔

آیت ۹۶:

خدا نے نظامِ عالم کے قائم رکھنے کے لئے مختلف نظام بنائے ہیں۔ نظامِ شمسی و قمر و نجوم بھی اسی میں داخل ہیں۔ خدا انسان کی توجہ اس اعلیٰ نظام کی طرف کرتا ہے کہ خدا نے آفتاب اور ماہتاب سے روئے زمین اور اس کے بسنے والوں کے لئے لاتعداد فوائد مہیا کیے ہیں۔ سورج اور چاند کی وجہ سے دن، رات، اوقات، فصلیں، موسم وغیرہ پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اگر یہ شب و روز کا نظام باقی نہ رہے تو انسانی زندگی تباہ ہو جائے اور اس پر عجیب بات یہ ہے کہ ہر شئے اپنے اوقاتِ معینہ اور مقدارِ معینہ کے مطابق کام کر رہی ہے۔ اس کو کس نے ہدایت کی ہے کہ بس تیری رفتار اور

تیرے اثرات روئے زمین تک صرف اتنے ہی پہنچیں، اس سے زیادہ نہیں اور کم بھی نہیں، اگر آفتاب کی گرمی مقدار معین سے زیادہ ہوجائے تو انسان، حیوان وغیرہ جل کر مرجائیں۔ اتنی کھلی ہوئی دلیل کو دیکھ کر بھی جو لوگ قدرتِ خالق کا اقرار نہیں کرتے وہ درحقیقت آدمی نہیں ہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ تمام حیوانات اوقات کو بھی پہچانتے ہیں اور خدا کی ربوبیت اور قدرت کے بھی قائل ہیں۔

آیت ۹۷:

ستاروں کی رفتار اور ان کی روشنی تاریکیوں میں، سمندروں میں، فضاؤں میں سمت کا پتہ دیتی ہے۔ خدا نے شمس و قمر و سیارہ گان کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ دنیا کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اسی میں یہ بھی رازیا پوشیدہ ہے کہ انسان روح وجسم کا مرکب ہے تو اس کے جسم کے لئے تو یہ سب کچھ بنایا اور قائم رکھا اور اس کی روح کے لئے بھی ایسا ہی انتظام کیا تا کہ وہ جس طرح دنیا کی تاریکیوں میں شمس وقمر سے روشنی پاتا ہے اسی طرح وہ عالمِ روحانیات میں بھی ہدایت کی روشنی پائے اور کفر وضلالت سے محفوظ رہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: انا کالشمس و علی کالقمر۔ (میں مثل سورج کے ہوں اور علی مثل چاند کے ہیں)۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ مثل اھلبیتی کمثل نجوم فانھا امان لا ھل السماء و اھلبیتی امان لا ھل الارض فاذا خلت السماء من النجوم اتی اھل السماء مایوعدون و اذا خلت الارض من اھلبیتی اتی اھل الارض مایوعدون۔ (میرے اہلبیتؑ کی مثال ستاروں کی ہے۔ ستارے امان ہیں اہلِ آسمان کے لئے اور میرے اہلبیتؑ امان ہیں اہلِ ارض کے لئے۔ پس جب آسمان ستاروں سے خالی ہوجائے گا واذالکوا کب انتثرت۔ (سورہ انفطار، آیت: ۲)۔ (جب تارے بکھر جائیں گے) تو قیامت آجائے گی۔ اور جب زمین میرے اہلبیتؑ سے خالی ہوجائے گی تو خدا کے حسبِ وعدہ قیامت آجائے گی۔)

خدا نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت دی ہے اور زمین کو نورِ محمدؐ وآلِ محمدؐ سے نورانی کیا ہے کہ بغیر ان کی پیروی کے نورِ ایمان حاصل نہیں ہوتا۔

آیت ۹۸:

خدا نے اپنی قدرتِ کاملہ کو بیان کیا ہے کہ آدمؑ سے تمام انسانوں کو بنایا۔ بقول حسن بصری 'مستقر' دیر تک رہنے کا ٹھکانہ قبر ہے اور مستودع یعنی کچھ دیر رہنے کا ٹھکانا دنیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں مختصر قرار ہوگا، وہ صلب ورحم وقبر ہے اور جہاں طویل قرار ہوگا وہ دوزخ وجنت ہے۔ اسی وجہ سے آخرت کو دارالقرار کہتے ہیں۔

آیت ۹۹:

انسان اگر صاحبِ بصیرت ہوتو ان آیات پر غور کرتے ہی اس کا دل معرفتِ خدا سے پُر ہوجائے گا۔ آسمان سے

پانی برسنا، نباتات کا صحرا و کہسار و میدانوں میں پیدا ہونا، مختلف رنگوں کے پھول اور پھلوں کا پیدا ہونا، انار کے سفید یا سرخ دانوں کا ہم شکل اور ہم مزہ اور مختلف الذائقہ ہونا، ان کے خواص و اثرات کا معین ہونا، شیرینی اور کھٹاس کا اندازہ یکساں ہونا، کچے پھل کی بدمزگی یا ترشی کا پختہ ہو جانے کے بعد شیریں اور خوش ذائقہ ہو جانا، خدا کی ایسی نشانیاں ہیں کہ اگر انسان غور کرے تو درگاہِ خدا میں سربسجود ہو جائے۔ مگر انسان کی سرکشی تو دیکھو کہ خدا کو چھوڑ کر جن اور شیطانوں کو اپنا خدا بنالیا ہے جو خود خدا کی مخلوق ہیں اور اتنے گمراہ ہوئے کہ کہہ دیا اللہ خالق الخیر و کل نافع والشیطان خالق الشر و کل ضار (یعنی سب کو فائدے پہنچانے والا اللہ ہے اور شیطان خالق ہے شر اور تمام برائیوں کا۔) چنانچہ دو خداؤں کو ماننے لگے۔ اللہ کو خالقِ خیر اور شیطان کو خالقِ شر قرار دے لیا۔ حالانکہ خدا خالقِ کُل ہے اور شر اور نقصان انسان کے افعال سے پیدا ہوتے ہیں۔

آیت ۱۰۰:

خدا پاک ہے کہ اس سے کہ اس کی اولاد ہو یا بیوی ہو یا اس کا کوئی شریک ہو یا اس کی صفات کا مالک ہو۔

آیت ۱۰۱ تا ۱۰۳:

ابداع و اختراع میں فرق ہے۔ ابداع وہ فعل ہے کہ اس شئے سے پہلے اس کا مثل نہ ہوا ہو۔ اور اختراع وہ فعل کہ جس کا سبب مفقود ہو۔ خدا نے ارض و سما کو بنایا اور ان کے بنانے میں اس کو کسی مادہ یا شریک کی ضرورت نہ ہوئی۔ دنیا میں جتنے بھی کوئی چیز بنانے والے ہیں وہ اس کو کسی شئے سے بناتے ہیں جو پہلے سے موجود ہو مگر خدا ہر شئے کو بغیر مادہ کے بناتا ہے۔ صرف اس کی مشیت یا مرضی میں گزرنا ہے اور حکم ہوتا ہے تو وہ چیز فوراً موجود ہو جاتی ہے۔ کافر و مشرک تو گمراہ تھے ہی مگر بعدِ وفاتِ رسولؐ اہلِ اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے۔ کوئی قدریہ، کوئی جبریہ، کوئی ثنویہ، کوئی معتزلہ وغیرہ۔ اگر یہ سب تعلیم قرآن اور تفسیر نبوی اور آل رسولؐ کے ارشادات پر غور کرتے اور اغیار کے اقوال کو قبول نہ کرتے تو ان کو آئینۂ اسلام میں ایک ہی صورت نظر آتی اور وہ وحدتِ ذات وصفاتِ خدا و معرفتِ رسولؐ ہوتی۔ یہی چیز دنیا و دین کی نجات کی ضامن تھی۔

عیاشی نے فضل بن سہل سے روایت کی ہے کہ امام ابی الحسن علی ابن موسیٰ رضاؑ سے عرض کیا گیا۔ اخبرنی عما اختلف الناس من الرویته۔ (مجھے بتایئے جو لوگوں نے دیدارِ خدا کے بارے میں اختلاف کیا ہے)۔ امام نے فرمایا: من وصف اللہ بخلاف ما وصف به فقد اعظم افتریٰ علی اللہ۔ (جس نے خدا کا وصف بیان کیا اس کے خلاف جو اس نے خود اپنا وصف بیان کیا یقیناً اس نے اللہ پر افتراءِ عظیم لگایا)۔

خدا نے خود کو اِن لوازمِ بشری سے پاک بتایا ہے۔ (۱) اس کے اولاد نہیں ہے کیونکہ اس کا ساتھی کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ازلی و ابدی ہے۔ لیس کمثله شئ۔ (اس کی مثل کوئی نہیں ہے)۔ جب ایسا ہے تو اس کی مثل عورت

کیوں کر ہوسکتی ہے؟ پھر اس کی ذات میں لوازمِ بشریت کیوں کر پیدا ہو سکتے ہیں۔ (ب) وہ خالقِ کائنات ہے اس نے تمام کائنات کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ اس کی خلق کرنے میں اس کو پہلے سے کسی چیز کے فراہم کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی جو حکم دیا وہ ہوگیا۔ (د) معبود حقیقی وہی ہے۔ (ر) خدا کا حکم ہے کہ بس میری ہی عبادت کرو۔ خدا قابلِ دید نہیں ہے وہ بصارت سے نہیں دیکھا جا سکتا ہے بلکہ بصیرت سے اس کی قدرت کے جلوے دیکھے جا سکتے ہیں اور وہ لطیف سے لطیف تر چیز کو بھی دیکھتا ہے۔

آیت ۱۰۴:

رسول اللہؐ کو خدا کا حکم ہے کہ تم کچھ فکر نہ کرو۔ ہم نے انسان کے لئے لاتعداد دلائل اور اسباب مہیا کیے ہیں۔ اگر وہ ان کو دیکھ کر خدا پر ایمان لاتا ہے تو اسی کا فائدہ ہے اور اگر انکار کرتا ہے تو اس کا عذاب بھی برداشت کرے گا۔ تم ان کے اعمال کے نگران نہیں ہو بلکہ یہ خود اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں۔ تم تو صرف ان سے کہہ دو کہ خدا کی طرف سے جو وحی مجھ پر آتی ہے اس پر عمل کرتا ہوں اور اسی کے مطابق تم کو نصیحت کرتا ہوں۔

آیت ۱۰۶:

خدا کا جو شریک ٹھہرائے اور باوجود سمجھانے کے انکار کرتا رہے تو حکمِ خدا ہے کہ اس سے منہ پھیر لیا جائے، اس سے نفرت کی جائے اور اس کے معاملہ کو خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ مگر رسول اللہؐ کو یہ بھی حکم ہے کہ ان کو زبانی پیغام پہنچا دو کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔

آیت ۱۰۷:

اس آیت کے معنی سمجھنے میں بعض مفسرین نے غلطی کی ہے۔ چنانچہ بیضاوی نے لکھا ہے **هو دليل على انه تعالیٰ لا يريد ايمان الكافر**۔ (یہ دلیل ہے اس پر کہ خدا کافر کو ایمان نہیں دینا چاہتا)۔ ایسا اعتقاد کفر ہے۔ کیونکہ خدا شرک کا ارادہ کرنے والا قرار پاتا ہے جو خلافِ آیتِ قرآن بھی ہے۔ کافر اور مشرک اپنے فعل کے خود مختار ہیں۔ تفسیر اہل بیتؑ میں لکھا ہے کہ خدا چاہتا تو سب کو معصوم اور مومن بنا دیتا، کوئی گناہ نہ کرتا اور اس صورت میں دوزخ و جنت کی ضرورت بھی نہ ہوتی **ولكنه امرهم و امتحنهم و اعطاهم ماله به عليهم الحجة من الالة والاستطاعة ليستحقوا الثواب و العقاب**۔ (لیکن خدا نے ان کو حکم دیا اور ان کا امتحان لیا اور ان کو اعضاء اور طاقت عبادت عطا کی تاکہ وہ عذاب اور ثواب کے مستحق ہو سکیں)۔ یہ قولِ امام درست ہے، عقل کے مطابق ہے۔ اس لئے خدا نے حضرت محمدؐ کو بار بار تسلی دی ہے کہ تم کیوں ان کافروں کے ایمان لانے کے لئے مضطرب رہتے ہو؟ تم صرف ہمارا پیغام پہنچا دو۔ تم کو ہم نے ان کا نگراں نہیں بنایا ہے۔ یہ خود اپنے اعمال کی سزا و جزا

برداشت کریں گے۔اے رسولؐ تم پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے کہ یہ سب مسلمان ہو جائیں۔

آیت ۱۰۸:

دوسروں کے نام نہاد خداؤں کو برا نہ کہنے کا یہ حکم بذریعہ رسولؐ امت کو دیا گیا ہے۔رسولِ خداؐ نے اپنی تمام زندگی کسی کو برا بھلا نہیں کہا مگر بعض جوشیلے نومسلم ایسا کرتے تھے۔سدیؒ سے روایت ہے کہ ابوطالبؑ رسولؐ کے چچا رسول اللہؐ کی حمایت کرتے تھے۔ابوسفیان و ابوجہل ونضر بن حارث وعمرو بن عاص ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارا بھتیجا محمدؐ ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔ہم تمہاری وجہ سے خاموش رہتے ہیں۔کیونکہ تم ہمارے سید وسردار ہو۔ابوطالبؑ نے حضرت محمدؐ کو بلالیا اور کہا کہ یہ تمہارے بزرگ آئے ہیں۔رسول اللہؐ نے ان کے آنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم ہمارے معبودوں کو برا نہ کہو۔تو رسول اللہؐ نے کہا کہ تم میرا کہنا مانو اور کہو لا الٰہ الّا اللّٰہ۔وہ بولے: ہم یہ نہیں کہیں گے۔ابوطالبؑ نے کہا کہ اے محمدؐ ان کے ساتھ رواداری برتو۔رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں اس سے باز نہ رہوں گا۔کافروں نے کہا کہ ہم اے محمدؐ تم کو اور تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔اس کی تفصیل اس واقعہ سے واضح ہوتی ہے مگر جب کہ امام جعفر صادقؑ سے رسول اللہؐ کی اس حدیث کا مطلب پوچھا: ان الشرك اخفی من دبیب النمل علی صخرة سوداء فی لیلة ظلماً۔(شرک اس سے بھی زیادہ پوشیدہ تر ہے کہ تاریکی شب میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کا چلنا)۔امامؑ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں مسلمان کافروں کے بتوں کو گالیاں دیتے تھے تو کافر خدا کو گالیاں دیتے تھے۔تو خدا نے اس آیت کے ذریعے مسلمانوں کو منع کر دیا۔امام جعفر صادقؑ سے ایک شخص نے کہا کہ مسجد میں بیٹھ کر لوگ آپ کے مخالفین کو گالیاں دیتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: لعنه الله تعرض بنا۔(خدا اس پر لعنت کرے جو ہمارے بارے میں تعرض کرے)۔

اممِ سابقہ انبیاء کی امتیں تھیں، احکامِ خدا و نبی کی پابند تھیں، وہ اپنے عمل کو نیک جانتی تھیں مگر بعد کو وہ گمراہ ہوگئیں اور مطابقِ آیتِ قرآن زین لهم الشیطان اعمالهم۔(سورہ انفال، آیت: ۴۸)۔(شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو ان کی نگاہوں میں زینت دے دی) یعنی پہلے وہ عملِ نیک کرتے تھے تو خدا نے ان کو راہِ نیک بتائی تھی مگر بعد کو وہ اپنی خواہشوں کے تابع ہو گئے۔ان کو خدا کے سامنے جانا ہوگا پھر ان کو خود پتہ لگے گا۔

آیت ۱۰۹:

اکابرینِ قریش نے رسول اللہؐ سے کہا کہ عیسیٰؑ وموسیٰؑ نے معجزات دکھائے تھے تم بھی معجزات دکھاؤ تاکہ ہم ایمان لائیں تو خدا نے جواب دیا کہ تم نے شقِ قمر وغیرہ دیکھا مگر تم پھر بھی ایمان نہیں لائے۔

الجزء ۸

وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور (اے رسولؐ) ہم اگر کبھی واقعی ان پر فرشتوں کو نازل کر دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے، اور سارے محشور (یعنی جمع) کر دیتے ہر چیز کو گروہ گروہ ان کے سامنے، تب بھی وہ ایمان نہ لاتے۔ سوائے اس کے کہ اللہ ہی کو منظور ہوتا لیکن اکثر ان میں جہالت کرتے ہیں۔(۱۱۱)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن انسانوں اور جنوں کے شریروں کو بنایا جو بناوٹی باتیں دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے کانوں میں پھونکتے ہیں اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔تم ان کو اور ان کی افترا پردازیوں (گھڑے ہوئے جھوٹ) کو چھوڑ دو۔(۱۱۲)

وَ لِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور اس لئے کہ ان کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس لئے کہ وہ اس بات کو پسند بھی کر لیں اور اس لئے بھی کہ وہ وہ کام بھی کرنے لگیں جو کچھ وہ کرنے والے ہیں۔(۱۱۳)

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

(اے رسولؐ کہہ دو) کیا میں خدا کے علاوہ کسی دوسرے کو فیصلہ کرنے والا بناؤں حالانکہ خدا تو وہ ہے کہ جس نے تمہاری طرف مفصّل کتاب نازل کی اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ (کتاب) تمہارے خدا کی طرف سے ہے جس میں حق ہے۔ پس تم شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔(۱۱۴)

وَ تَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدۡقًا وَّ عَدۡلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۱۵﴾

اور تمہارے رب کا کلمہ (حکم) ازروئے صدق و عدل پورا ہوگیا۔ اس کے کلموں کا بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (۱۱۵)

وَ اِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾

اور اگر تم ان لوگوں میں سے جو زمین میں ہیں اکثر کا کہنا مانو گے (خطاب بہ رسولؐ مراد اُمت) تو وہ تم کو راہِ خدا سے بھٹکا دیں گے۔ وہ تو اپنے وہم و گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اٹکل پچو بات کہتے ہیں۔ (۱۱۶)

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ مَنۡ يَّضِلُّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۚ وَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۱۱۷﴾

یقیناً تیرا رب ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے بھٹکتے ہیں اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی خوب واقف ہے۔ (۱۱۷)

فَكُلُوۡا مِمَّا ذُكِرَ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ بِاٰيٰتِهٖ مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۸﴾

پس تم کھاؤ اس میں سے جس ذبیحہ پر خدا کا نام لیا گیا ہے اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو۔ (۱۱۸)

وَ مَا لَكُمۡ اَلَّا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا ذُكِرَ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ وَ قَدۡ فَصَّلَ لَكُمۡ مَّا حَرَّمَ عَلَيۡكُمۡ اِلَّا مَا اضۡطُرِرۡتُمۡ اِلَيۡهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيۡرًا لَّيُضِلُّوۡنَ بِاَهۡوَآئِهِمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُعۡتَدِيۡنَ ﴿۱۱۹﴾

اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جن (ذبیحوں) پر اللہ کا نام لیا گیا ہے ان میں سے نہیں کھاتے، حالانکہ جن چیزوں کو اس نے تم پر حرام کیا ہے انہیں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ سوائے اس کے کہ جس چیز کے لئے تم مضطر (مجبور) ہوجاؤ۔ اور یقیناً بہت سے اپنی خواہشوں کی پیروی کر کے بے جانے بوجھے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یقیناً تمہارا رب زیادتی کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ (۱۱۹)

وَ ذَرُوۡا ظَاهِرَ الۡاِثۡمِ وَ بَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ

گناہ کے ظاہر اور باطن کو چھوڑ دو۔ یقیناً جو

الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ﴿۱۲۰﴾

لوگ گناہ کماتے ہیں عنقریب وہ اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔(۱۲۰)

وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ۠﴿۱۲۱﴾ ع۱۴

اور اللہ کا جس (ذبیحہ) پر نام نہیں لیا گیا ہے اس میں سے نہ کھاؤ اور بے شک یہ نافرمانی ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے کانوں میں پھونکتے پھرتے ہیں تاکہ وہ تم سے لڑیں اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بیشک تم (بھی) مشرک ہو جاؤ گے۔(۱۲۱)

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۱۲۲﴾

کیا وہ جو مردہ (گمراہ) تھا پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کو نور دیا کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں چلے پھرے، مثل اس شخص کے ہوسکتا ہے جو تاریکیوں میں ہو اور ان سے نکل نہ سکے؟ اسی طرح زینت دیئے گئے ہیں کافروں کے واسطے وہ اعمال جو وہ کرتے ہیں۔(۱۲۲)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَ مَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ﴿۱۲۳﴾

اور اسی طرح ہم نے ہر قریہ (گاؤں) میں بہت بڑے مجرموں (گناہگاروں) کو سردار بنایا ہے تاکہ وہ اس میں چالیں چلا کریں اور جو مکاریاں وہ کرتے ہیں وہ اپنے ہی نفسوں (اپنے ہی نقصان) کے لئے کرتے ہیں اور یہ سمجھتے نہیں۔(۱۲۳)

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ وقف منزل وقف لازم

اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو ویسا ہی کچھ نہ دیا جائے جیسا کہ اللہ کے رسولوںؑ کو دیا

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

گیا ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس کو عطا کرے۔ عنقریب ان لوگوں کو خدا کے ہاں ذلت پہنچے گی جو گناہ کرتے ہیں اور بوجہ ان کے مکر (مکاریوں) کے ان کو عذابِ شدید دیا جائے گا۔(۱۲۴)

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَ مَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

پس جس کے بارے میں خدا ارادہ کرتا ہے کہ اس کو ہدایت کرے تو اس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے اور جس کے بارے میں وہ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو گمراہی میں چھوڑ دے تو اس کے سینہ کو تنگ اور ٹھوس کر دیتا ہے، گویا کہ وہ چڑھا جارہا ہے آسمان میں۔ اسی طرح اللہ رِجس (خباثت، گندگی) کو ان لوگوں پر سوار کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔(۱۲۵)

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

اور یہ تمہارے رب کی راہِ مستقیم ہے۔ یقیناً ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے آیات (دلائل) کو بہ تفصیل بیان کر دیا ہے۔(۱۲۶)

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ان کے لئے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہ (خدا) ان کا ولی (مالک، سرپرست، مددگار) ہے بہ سبب ان کے اعمال کے۔(۱۲۷)

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَآ اَجَلَنَا

اور جس دن ان سب کو جمع کرے گا تو (کہے گا کہ) اے گروہ جنات تم نے اپنی کثرت حاصل کی تھی آدمیوں سے (ان کو اپنا مطیع بنا کر) اور آدمیوں میں سے جن کے رفقاء ہیں، وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے بعض کے ذریعہ سے فائدہ

الَّذِيٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ
رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

حاصل کیا اور ہم اس مدت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔ خدا فرمائے گا کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔ ہمیشہ اس میں رہو گے سوائے اس کے کہ جو خدا کو منظور ہو۔ یقیناً (اے رسولؐ) تمہارا رب صاحبِ حکمت وعلم ہے۔(۱۲۸)

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا
ع ١٥ ٨ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بوجہ ان کے افعال کے بعض ظالموں کے سپرد کر دیا کرتے ہیں۔(۱۲۹)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ
رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ
وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا
شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا
كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

اے گروہِ جن و انس کیا تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول نہیں آئے جو تم کو میری آیتیں سُناتے اور تم کو ڈراتے تمہارے اس پیش آنے والے دن (قیامت) سے؟ اور وہ گواہی دیں گے اپنے ہی خلاف (کیونکہ) زندگانی دنیا نے انہیں دھوکے میں رکھا اور وہ گواہی دیں گے اپنے ہی خلاف کہ وہ کافر ہو گئے تھے۔(۱۳۰)

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ
الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

یہ اس لئے ہے کہ تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے ان کے ظلم پر جبکہ ان کے باشندے غافل ہوں۔(۱۳۱)

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَ مَا
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

ہر ایک کے لئے درجات ان کے اعمال کے مطابق ہیں، اور تیرا رب ان سے بے خبر نہیں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔(۱۳۲)

وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ

اور (اے رسول!) تیرا رب بے نیاز اور صاحبِ

يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾	رحمت ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو (دنیا سے) لے جائے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہارا قائم مقام کر دے، جیسا کہ دوسرے لوگوں کی اولاد سے تم کو پیدا کیا۔ (۱۳۳)
اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾	یقیناً جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ (موت یا قیامت) آنے والی ہے اور تم نہیں ہو عاجز کرنے والے (خدا کو، یعنی تم خدا کو موت یا قیامت کے لانے سے روک نہیں سکتے)۔ (۱۳۴)
قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾	(اے رسولؐ) کہہ دو کہ اے میری قوم تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو میں بھی اپنی جگہ عمل کرتا رہوں گا۔ پس عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ آخرت کا گھر کس کے ہاتھ رہے گا؟ یقیناً وہ ظالموں کو فلاح نہیں دیتا۔ (۱۳۵)
وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾	اور ان کافروں نے خدا کی پیدا کی ہوئی زراعت اور مویشیوں میں خدا کا حصّہ مقرر کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ یہ تو ہمارے خیال میں خدا کا حصّہ ہے اور یہ ہمارے شرکاء کا ہے اور جو ہمارے شرکاء کا ہے وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا ہے وہ ہمارے شرکاء کو پہنچتا ہے۔ یہ کیسے بیہودہ (احمقانہ) حکم (فیصلے) لگاتے ہیں۔ (۱۳۶)
وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ	اور اسی طرح بہت سے مشرکین کی نظر میں ان کے شرکاء نے ان کی اپنی اولاد کے قتل کرنے کو زینت

لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴿۱۳۷﴾

دے دی ہے تاکہ ان کو ہلاک کر دیں اور ان کے دین کو ان پر خلط ملط کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس (اے رسولؐ) تم ان کو اور ان کی افترا پردازیوں (جھوٹ) کو چھوڑ دو۔ (۱۳۷)

وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴿۱۳۸﴾

اور انہوں نے اپنے گمان کے بموجب کہا کہ یہ مویشی اور کھیتی اچھوتی ہے۔ اس کو کوئی نہیں کھا سکتا، لیکن جس کو ہم چاہیں اور کچھ وہ چوپائے ہیں جنکی سواری یا ان کے پشت پر کچھ لادنا حرام کیا گیا ہے۔ اور کچھ وہ جانور ہیں جن پر ذبح کرنے کے وقت خدا کا نام نہیں لیتے۔ یہ (ساری باتیں) خدا پر بہتان (جھوٹ) ہے۔ عنقریب وہ ان کو اس بہتان باندھنے کی سزا دے گا۔ (۱۳۸)

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴿۱۳۹﴾

اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان مویشیوں کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ خالص ہمارے مَردوں ہی کے لئے ہے اور ہماری ازواج پر حرام ہے اور اگر مردار ہو جائے تو اس میں سب شریک ہیں۔ عنقریب (اللہ) ان کے اس بیان کی ان کو سزا دے گا۔ بے شک وہ صاحبِ حکمت وعلیم ہے۔ (۱۳۹)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴿۱۴۰﴾ ع ۱۶/۱۱/۳

یقیناً ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے حماقت سے بغیر علم کے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور اللہ پر بہتان (جھوٹ) باندھتے ہوئے اللہ نے جو کچھ ان کو رزق دیا تھا اس کو حرام کر دیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہو گئے اور وہ ہدایت یافتہ نہ تھے۔ (۱۴۰)

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۙ﴿۱۴۱﴾

اور وہ خدا وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے ہیں کہ ان میں بیلیں چڑھی ہوئی ہوتی ہیں اور زمین میں پڑی ہوئی ہوتی ہیں اور درختِ خرما اور زراعت جن کے پھل طرح طرح کے ہوتے ہیں اور زیتون اور انار جو ہمشکل بھی ہوتے ہیں اور غیر مشابہ بھی۔ جب ان میں پھل آجائے تو ان کے پھل کھاؤ اور فصل کاٹنے کے دن اس کا مقررہ حصہ اللہ کی راہ میں دیدو اور فضول خرچی نہ کرو کہ خدا یقیناً فضول خرچی کرنے الوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (۱۴۱)

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۴۲﴾

اور چوپایوں میں سے تمہارے لئے لادنے کے قابل بھی پیدا کیے اور زمین سے لگے ہوئے بھی۔ جو کچھ اللہ نے تم کو عنایت کیا ہے اس میں سے کھاؤ پیو اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (۱۴۲)

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ﴿۱۴۳﴾

خدا نے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے بھیڑ کی قسم میں سے دو اور بکری کی قسم میں سے دو۔ (اے رسولؐ) پوچھو کہ آیا دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟ یا یہ مادیوں کے پیٹ میں جو بچے ہیں (وہ حرام ہیں؟) اگر تم سچے ہو تو (اپنے) علم کے ذریعہ سے مجھے خبر دو۔ (۱۴۳)

وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ

اور اونٹ کی قسم سے دو اور گائے کی قسم سے دو۔ دریافت کرو کہ آیا دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں

الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ
وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ
افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ
بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
ع ١٧ ٤ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾

مادہ؟ یا مادنیوں کے پیٹ میں جو بچّے ہیں (وہ حرام ہیں؟) کیا تم اس وقت موجود تھے جس وقت اللہ نے تم کو اس کی بابت حکم دیا تھا؟ پس اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا افتراء کرے کہ اس کے ذریعہ لاعلم لوگوں کو گمراہ کرے۔ یقیناً اللہ ظالموں کی ہدایت نہیں کرتا۔ (۱۴۴)

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ
مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ
يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ
خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ
اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ
فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٥﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ مجھ پر جو وحی آئی ہے میں اس میں کسی کھانے والے پر جو (اشیاء مذکورہ میں سے) کھائے کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ مُردار ہو، یا اچھل کر نکلتا ہوا خون یا سور کا گوشت پس یقیناً یہ سب گندی چیزیں ہیں، یا ناجائز ذبیحہ جس پر غیرِ خدا کا نام لیا گیا ہو۔ پھر جو شخص حالتِ اضطرار میں ہو، نہ وہ بغاوت کرنے والا اور نہ حد سے گزر جانے والا (وہ کچھ کھالے) تو بیشک تیرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۱۴۵)

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ
ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ
شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ
الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ
جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿١٤٦﴾

اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا اور گائے اور بکری کی قسم سے ان پر دونوں کی چربیاں حرام کر دیں، سوائے اس کے جو ان کی پشت سے چمٹی ہوئی ہو یا آنتوں پر لپٹی ہو یا جو ہڈیوں کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ یہ ہم نے ان کو ان کی بغاوت کی سزا دی تھی اور ہم ضرور سچے ہیں۔ (۱۴۶)

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ
وَّاسِعَةٍ ۚ وَ لَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾

پس اگر وہ تجھ کو جھٹلائیں تو کہہ دو کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب نافرمان لوگوں سے واپس نہیں لیا جائے گا۔ (۱۴۷)

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ
مَآ اَشْرَكْنَا وَ لَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ
شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ
عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ
تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا
تَخْرُصُوْنَ ﴿١٤٨﴾

عنقریب مشرک یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے، نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلایا کرتے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اس کو نکال کر ہمیں دکھاؤ؟ تم تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہو اور تم کچھ نہیں ہو مگر اٹکل پچو باتیں بناتے ہو۔ (۱۴۸)

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ
لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ سب سے بڑی (دلیل و) حجت خدا کی ہے۔ پس اگر اس نے چاہا ہوتا تو ضرور تم سب کو ہدایت کرتا۔ (۱۴۹)

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ
شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ
اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ الَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ هُمْ بِرَبِّهِمْ
ع ١٨/٦/٥ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٥٠﴾ ع

تم کہہ دو کہ تم اپنے ان گواہوں کو بلالو جو اس کی گواہی دیں کہ اللہ نے اس چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ پس اگر وہ گواہی دیں تو آپؐ اس کی تصدیق ان کے ساتھ نہ کریں اور نہ ہی چلیں ان لوگوں کی خواہشوں پر جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ اپنے رب کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ (۱۵۰)

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ
عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ
اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا
تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا
بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ
اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ آؤ میں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا کیا حرام کیا ہے؟ یہ کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ، اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو افلاس کے خوف سے۔ ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور تم کو بھی، اور بے حیائی کی باتوں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور کسی نفس کو جس کا قتل خدا نے حرام کیا ہے قتل نہ کرو سوائے اس کے کہ وہ قتل مطابق حق ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کے بارے میں تم کو اس نے حکم دیا ہے شاید کہ تم کو عقل آجائے۔ (۱۵۱)

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا
الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ
نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا
وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ
ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے اس طریقہ کے جو بہتر ہو، جب تک کہ وہ قوتِ تمیز کو نہ پہنچ جائے اور انصاف کے ساتھ ناپ اور تول کرو۔ ہم کسی نفس (انسان) کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم کوئی بات کرو تو بہ انصاف کرو اگرچہ وہ تمہارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ انہی چیزوں کی تم کو وصیت کی گئی ہے۔ شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (۱۵۲)

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا
فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ
بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

اور یقیناً یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ پس اس کا اتباع کرو۔ اور متفرق راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اس کے راستہ سے متفرق کر دیں گے۔ انہی باتوں کا اس نے تم کو حکم دیا ہے شاید کہ تم پرہیزگار بنو۔ (۱۵۳)

ثُمَّ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى
الَّذِىۡۤ اَحۡسَنَ وَتَفۡصِيۡلًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّ
هُدًى وَّ رَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ
ع ۱۹/۴ يُؤۡمِنُوۡنَ ۝١٥٤ ع

پھر ہم نے موسیٰؑ کو وہ کتاب عطا کی جو نیکو کاروں پر نعمتوں کو پورا کرتی ہے اور اس میں ہر شے کا بہ تفصیل بیان ہے اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ شاید وہ اپنے رب کی حضوری میں جانے پر ایمان لے آئیں۔ (خدا کے سامنے پیش ہونے کو مان لیں)۔(۱۵۴)

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ
فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۝١٥٥ۙ

اور یہ کتاب (قرآن) جس کو ہم نے نازل کیا ہے برکت والی ہے۔ پس تم اس کی پیروی کرو اور (خدا) سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(۱۵۵)

اَنۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى
طَآٮِٕفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا ۖ وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ
دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ۝١٥٦ۙ

(مبادا) یہ کہہ دو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اور ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے۔(۱۵۶)

اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا
الۡكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ ۚ فَقَدۡ
جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّ
رَحۡمَةٌ ۚ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ
اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنۡهَا ؕ سَنَجۡزِى الَّذِيۡنَ
يَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰيٰتِنَا سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا
كَانُوۡا يَصۡدِفُوۡنَ ۝١٥٧

یا یہ کہہ دو کہ کاش ہم پر کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے کہیں زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ پس یقیناً (اب تو) تمہارے رب کے پاس سے کھلی دلیل اور ہدایت و رحمت آگئی۔ پس اس سے زیادہ کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے یا ان سے روگرداں ہو؟ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں سے روگردانی کرتے ہیں برا عذاب دیں گے بوجہ اس کے کہ روگردانی کرتے ہیں۔(۱۵۷)

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمُ

کیا وہ اس کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں؟ یا (اے رسولؐ) تیرا پروردگار آئے یا تیرے

الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ
اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ
رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ
اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا
خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

رب کی کچھ نشانیاں آئیں (اے رسولؐ) جس دن تیرے رب کی بعض آیات آئیں گی تو (اس دن) کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہ دیگا جب تک وہ پہلے سے ایمان نہ لا چکا ہو۔ یا بحالتِ ایمان وہ نیکی نہ کر چکا ہو۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ تم انتظار کرتے رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ (۱۵۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا
شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ
اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں فرقے بنا ڈالے اور وہ گروہ گروہ ہو گئے (تو اے رسولؐ) تم کو ان کے کسی معاملہ سے کچھ تعلق نہیں۔ یقیناً ان کا معاملہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ پھر وہ ان کو آگاہ کر دے گا اس سے کہ جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ (۱۵۹)

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ
اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا
يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

جو ایک نیکی (بحضورِ خدا) لائے گا تو اس کے لئے دس گنا (اجر) ہے۔ اور جو ایک بدی لائے گا تو بس نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر بقدر اس بدی کے اور ان پر کوئی یا زیادتی نہ کی جائے گی۔ (۱۶۰)

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ۚ۬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ یقیناً میرے رب نے مجھ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کی ہے (یعنی) اس دین کی جو قائم رہنے والا ہے (وہ) پاک باطن ابراہیمؑ کی ملت ہے اور وہ مشرکین سے نہیں تھے۔ (۱۶۱)

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ
مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱۶۲﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ میری نماز اور عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب تمام عالموں کے پالنے والے اللہ کے لئے ہے۔ (۱۶۲)

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾	جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلم (اطاعت کرنے والا) ہوں۔(۱۶۳)
قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾	(اے رسولؐ) کہہ دو کیا میں خدا کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہ تمام موجودات کا پالنے والا مالک ہے؟ اور کوئی نفس کوئی عمل نہ کرے گا مگر اپنی ہی ذات کے لئے اور کوئی اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ پھر قیامت کے دن تم سب کی بازگشت (واپسی) اپنے رب کے حضور میں ہوگی۔ پس وہ خدا وہی ہے جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔(۱۶۴)
وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾ ع ۲۰	اور وہ خدا وہی ہے جس نے تم کو زمین پر حاکم بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر بلحاظِ درجات فوقیت دی تا کہ وہ تمہاری آزمائش کرے اس میں جو تم کو دیا گیا ہے۔ یقیناً تیرا رب جلد عذاب دینے والا ہے۔ اور یقیناً وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا بھی ہے۔(۱۶۵)

النصف

سورۃ الاعراف

آیتیں ۲۰۶ — ۷ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مکی ۳۹ — رکوعاتھا ۲٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔
الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ ۚ	الٓمّٓصٓ۔(۱)
كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ	(اے رسولؐ) تم پر یہ کتاب (قران) نازل کی گئی ہے۔ پس تم اپنے سینہ میں اس سے تنگی محسوس نہ

صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲

کرو (یہ کتاب اس لئے نازل کی گئی ہے) تا کہ تم اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈراؤ اور یہ کتاب نصیحت ہو مومنین کے لئے۔ (۲)

اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ
لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا
تَذَكَّرُوْنَ ۝۳

تم سب پیروی کرو اس کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ دوسروں کو ولی (حاکم) بنا کر ان کی پیروی نہ کرو۔ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ (۳)

وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا
بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝۴

اور ہم بہت بستیوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ پس ان میں ہمارا عذاب راتوں کو آیا جبکہ وہ سو رہے تھے یا وہ قیلولہ (دوپہر کے وقت سونے) کی حالت میں تھے۔ (۴)

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ
اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۵

پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو ان کی فریاد اور واویلا اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ وہ کہہ رہے تھے کہ بے شک ہم ظالم تھے۔ (۵)

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ
لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ۝۶

پس ہم ضرور ان سے بھی باز پرس (سوال) کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے اور ہم رسولوں سے بھی باز پرس کریں گے۔ (۶)

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا
غَآئِبِيْنَ ۝۷

پس ہم ضرور بیان کر دیں گے ان پر (ان کے اعمال) بوجہ اپنے علم کے، کیونکہ ہم غائب نہ تھے۔ (۷)

وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸

اور اس دن اعمال کا وزن حق کے ساتھ بالکل ٹھیک ہوگا۔ پس جس کی نیکیوں کا وزن زیادہ ہوگا وہی لوگ تو فلاح پانے والے ہوں گے۔ (۸)

وَ مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡٓا اَنۡفُسَهُمۡ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۹﴾	اور جس کے عمل کا پلہ ہلکا ہوگا، پس یہ وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے نفسوں (خود) کو نقصان پہنچایا بوجہ ہماری آیات پر ظلم کرنے کے۔(۹)
وَ لَقَدۡ مَكَّنّٰكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَ جَعَلۡنَا لَكُمۡ فِيۡهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۰﴾ ع	اور یقیناً ہم نے تم کو زمین میں اقتدار دیا اور اس میں تمہارے واسطے سامانِ زندگی مہیا کیا، تم بہت کم شکر کرتے ہو۔(۱۰)
وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوۡٓا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ لَمۡ يَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿۱۱﴾	اور یقیناً ہم نے تم کو پیدا کیا۔ پھر ہم نے تمہاری صورت بنا دی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ پس سب نے سجدہ کیا۔ مگر صرف ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا۔(۱۱)
قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ ۚ خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ ﴿۱۲﴾	(خدا نے) کہا کہ تجھ کو کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا تھا؟ (شیطان نے) کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے۔(۱۲)
قَالَ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُوۡنُ لَكَ اَنۡ تَتَكَبَّرَ فِيۡهَا فَاخۡرُجۡ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيۡنَ ﴿۱۳﴾	(خدا نے) حکم دیا کہ یہاں سے اُتر جا پس تیری یہ مجال نہیں ہے کہ تو یہاں (جنت میں) تکبر کرے۔ پس تو نکل جا۔ یقیناً تو ذلیلوں میں سے ہے۔(۱۳)
قَالَ اَنۡظِرۡنِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۴﴾	(اس نے) کہا کہ مجھ کو مہلت دے اس دن تک کہ جب لوگ محشور (جمع) کیے جائیں گے۔(۱۴)

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

(خدا نے) فرمایا کہ بیشک تو مہلت پانے والوں میں سے ہے۔ (۱۵)

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾

(اس نے) کہا کہ جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا، میں بھی ضرور ان کے لئے (بہکانے کے واسطے) تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ (۱۶)

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

پھر ان کے سامنے سے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے ضرور آؤں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکرگزار نہ پائے گا۔ (۱۷)

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾

(خدا نے) حکم دیا کہ تو جنت سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جا اور ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تو میں بھی تم سب سے ضرور جہنم بھر دوں گا۔ (۱۸)

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

اور اے آدمؑ تم اور تمہاری زوجہ جنت میں بسو اور جہاں جہاں سے تمہارا دل چاہے کھاؤ اور اس درخت کے پاس نہ جانا، ورنہ تم ظالموں (گناہگاروں) میں سے ہو جاؤ گے۔ (۱۹)

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ

پس ان دونوں کے دلوں میں شیطان نے وسوسہ (برا خیال) پیدا کیا تا کہ ان کے ستر (چھپے ہوے جنسی اعضا) جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھے وہ ظاہر کر دے اور کہا کہ تمہارے رب نے تم کو اس درخت سے روکا نہیں ہے مگر صرف اس لئے

الْخٰلِدِيْنَ۝۲۰

کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ کے رہنے والے نہ بن جاؤ۔ (۲۰)

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ۝۲۱

اور ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائی کہ میں ضرور تمہاری بھلائی چاہنے والوں میں سے ہوں۔(۲۱)

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝۲۲

پس ان کو دھوکہ کی طرف مائل کیا۔ پس جبکہ ان دونوں نے اس پھل کے درخت کو چکھا تو ان کے سَتر کھل گئے اور وہ جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر اپنے اپنے ستر چھپانے لگے اور ان کے رب نے ان کو آواز دیکر کہا کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا ؟ اور کیا تم کو یہ بتا دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (۲۲)

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۲۳

دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو بخش نہ دے گا اور رحم نہ فرمائے گا تو ہم ضرور نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (۲۳)

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ۝۲۴

خدا نے حکم دیا کہ تم سب جنت سے اُتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور وقتِ معینہ تک زمین میں تمہارے لئے جائے قرار ہے اور وہیں زندگی کا سامان ہے۔ (۲۴)

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۧ۝۲۵ ع ۲ ۱۵ ۹

(اور) فرمایا کہ اسی زمین میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی زمین سے تم باہر نکالے جاؤ گے۔ (۲۵)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾

اے بنی آدم ہم نے لباس تم پر نازل کیا کہ تمہاری ستر پوشی کرے اور زینت ہو اور تقویٰ کا لباس تو سب سے بہتر ہے۔ یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (۲۶)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾

اے اولادِ آدم! شیطان تم کو فتنہ (گناہوں) میں نہ مبتلا کر دے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکالا اور ان کا لباس اتروادیا کہ ان کے ستر ظاہر کر دیئے اور یقیناً وہ تم کو دیکھتا ہے اور اس کا قبیلہ بھی دیکھتا ہے وہاں سے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا ولی (حاکم) مقرر کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (۲۷)

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾

اور جب وہ کوئی فحش (گندے کام) کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو یہی کرتے ہوئے پایا تھا اور اللہ نے بھی ہم کو اسی کا حکم دیا ہے۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ یقیناً اللہ گندے کاموں کا حکم نہیں دیتا ہے۔ کیا تم اللہ کے خلاف وہ کچھ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ (۲۸)

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۟ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ۬ كَمَا بَدَاَكُمْ

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ میرے رب نے تو عدالت کا حکم دیا ہے اور یہ کہ ہر نماز کے وقت اپنے چہروں کو قبلہ کی طرف کرو اور اس کو بخلوصِ دل پکارو اور (یہ سمجھو کہ) دین خدا ہی کا ہے۔ جیسا کہ تم کو پیدا

تَعُوۡدُوۡنَ ؕ﴿۲۹﴾

کیا تھا اسی طرح تم پلٹ کر جاؤ گے۔ (۲۹)

فَرِيۡقًا هَدٰى وَ فَرِيۡقًا حَقَّ عَلَيۡهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾

ایک فریق (گروہ) تو ہدایت یافتہ ہوا اور ایک گروہ پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ یقیناً انہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا ولی بنالیا ہے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ (۳۰)

يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ وَّكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ ﴿۳۱﴾ ع ۳ / ۱۰

اے اولاد آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت کرو اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔ یقیناً خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ (۳۱)

قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِيۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ ؕ قُلۡ هِىَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا خَالِصَةً يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۲﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ کس نے حرام کیا ہے خدا کی زینت کو جو اپنے بندوں کے لئے اس نے پیدا کی ہے؟ اور کھانے کی پاک چیزوں کو؟ تم کہہ دو کہ وہ سب چیزیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو زندگانیِ دنیا میں ایمان لائے ہیں اور قیامت کے دن یہ (سب چیزیں) مخصوص انہی کے لئے ہوں گی۔ اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ (۳۲)

قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡىَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ وَاَنۡ تُشۡرِكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ میرے رب نے حرام کیا ہے فحش گندی باتوں کو ان میں سے جو ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ ہوں اور گناہ اور بغاوت کو جو حق کے ساتھ نہ ہو اور خدا کے ساتھ شرک کرنے کو جس کے متعلق خدا نے

يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝۳۳

کوئی سند نہیں اتاری اور اس بات کو کہ خدا کے خلاف وہ کچھ کہہ دو جس کا تم کو علم نہیں ہے۔ (۳۳)

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۝۳۴

اور ہر امت کے لئے ایک وقت معین ہے۔ پس جب ان کا وہ وقتِ معین آجائے گا تو وہ نہ ایک ساعت پیچھے رہیں گے اور نہ آگے بڑھیں گے۔ (۳۴)

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝۳۵

اے اولادِ آدم! تمہارے پاس اگر تم میں ہی سے رسول آئیں جو میری آیات تم کو سنائیں تو (جو ان کی اطاعت کریں گے) جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اپنی اصلاح کر لی، ان پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے۔ (۳۵)

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝۳۶

اور جو ہماری نشانیوں (دلیلوں) کو جھٹلائیں گے اور ان سے تکبر کریں گے پس وہی جہنمی ہوں گے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ (۳۶)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر (جھوٹا) بہتان باندھے یا اس کی نشانیوں کو جھٹلائے؟ یہی وہ ہیں جن کو ان کی قسمت کا لکھا پہنچتا رہے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے پہنچیں گے اور ان کی روح قبض کریں گے تو پوچھیں گے کہ اللہ کے سوا تم جن کو پکارتے تھے وہ اب کہاں ہیں؟ تو وہ کہیں گے کہ وہ ہم کو چھوڑ کر چلے گئے اور وہ

كٰفِرِيْنَ ۝۳۷

اپنی ذات پر (اپنے خلاف) گواہی دیں گے کہ وہ بے شک کافر تھے۔ (۳۷)

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ
كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى
اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ
لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ
عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ
ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۸

(خدا) فرمائے گا کہ تم بھی انہی امتوں (لوگوں) میں داخل ہو جاؤ جو انسانوں اور جنوں میں سے تم سے پہلے آتشِ جہنم میں داخل ہو چکی ہیں۔ جب کوئی امت داخل جہنم ہو گی تو وہ اپنے ہم جیسوں پر لعنت کریگی۔ یہاں تک کہ سب اس میں داخل ہو جائیں گے۔ تو ان میں کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے واسطے کہے گی، اے میرے رب انہی لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا پس ان کو آتشِ جہنم کا دوگنا عذاب دے۔ حکم (خدا) ہو گا کہ ہر ایک کے لئے دوگنا ہی (عذاب) ہو گا لیکن تم علم نہیں رکھتے۔ (۳۸)

وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ
لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۳۹ ع ۴/۱۱

اور پہلے پچھلوں سے کہیں گے کہ اب تم کو ہم پر کیا فضیلت رہی؟ اب تم بھی اپنے کیے کا عذاب چکھو۔ (۳۹)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ
السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ
الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝۴۰

یقیناً جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ازروئے تکبر ان سے مُنہ موڑا، نہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں گھس جائے اور ہم مجرموں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (۴۰)

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ

جہنم میں ان کے لئے بچھونا بھی ہے اور اوپر سے

غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

اوڑھنے کی چیزیں بھی اور ہم ظالموں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (۴۱)

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۫ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیےتو ہم کسی نفس (انسان) کو تکلیفِ عمل نہیں دیتے مگر اتنی کہ جتنی اس کی وسعت (طاقت) میں ہو۔ وہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۴۲)

وَ نَزَعْنَا مَا فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ
تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَ قَالُوا
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا
لِنَهْتَدِىَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ
جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ نُوْدُوْٓا
اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ الثلث

اور ان کے سینوں کو ہم کینہ (دلی نفرتوں) سے پاک کر دیں گے۔ (ان جنتوں میں) نہریں ان کے نیچے بہتی ہونگی اور وہ یہ کہتے ہوں گے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو منزلِ مقصود تک پہنچنے کی ہدایت کی اور اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ہم راہ پانے والے نہ تھے۔ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لیکر آئے اور ان کو آواز دی جائے گی کہ تمہارے لئے یہ جنت ہے جس کے تم وارث (اور مالک) ہو گئے بوجہ اپنی نیک اعمالی کے۔ (۴۳)

وَ نَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ
النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا
حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ
قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ
اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ۙ

اور اہل جنت دوزخیوں سے باآواز بلند پوچھیں گے کہ ہمارے رب نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا وہ صحیح ہوا، پس کیا تم نے بھی وہ وعدہ سچا پایا جو تمہارے رب نے کیا تھا؟ وہ جواب دیں گے ہاں۔ پس ایک آواز دینے والا ان کے درمیان آواز دے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔ (۴۴)

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ سے روکتے تھے اور

يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ
كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وقف لازم باختلاف

اس کو ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور وہ آخرت سے انکار کرنے والے تھے۔ (۴۵)

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ
رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَ نَادَوْا
اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۗ لَمْ
يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾

اور ان دونوں گروہوں کے درمیان حجاب ہوگا اور اعراف (بلندیوں) پر کچھ ایسے مرد ہوں گے جو سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانتے ہوں گے اور اہل جنت کو ندا دینگے کہ سلامٌ علیکم (تم پر سلامتی ہو) وہ خود بھی اس میں نہ پہنچے ہوں گے حالانکہ وہ چاہتے ہوں گے (کہ جنت میں داخل ہوں)۔ (۴۶)

وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ
اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ
الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ ع ۵ ۸ ۱۲

اور جس وقت ان کی نظر جہنم والوں کی طرف پھرے گی تو عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم کو تو ظالموں کے ساتھ نہ رکھیو۔ (۴۷)

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا
يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى
عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور اعراف والے کچھ لوگوں کو آواز دیں گے جو ان سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانتے ہوں گے اور کہیں گے کہ نہ تو تمہارا جتھا ہی تمہارے کام آیا اور نہ تمہاری وہ چیزیں (مال دولت) ہی کام آئیں جن پر تم تکبر کیا کرتے تھے۔ (۴۸)

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ
اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ
عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان پر خدا اپنی رحمت نہ کرے گا (آج یہ وہی ہیں) جن سے خدا نے کہا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ آج نہ تم پر کچھ خوف ہے اور نہ اب تم آزردہ خاطر (غمگین) ہوگے۔ (۴۹)

وَ نَادٰۤى اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ اَنۡ اَفِيۡضُوۡا عَلَيۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۙ﴿۵۰﴾

اور دوزخ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہم پر تھوڑا سا پانی ہی انڈیل دو۔ جو نعمتیں خدا نے تم کو دی ہیں اس میں سے کچھ تو دے ڈالو۔ جنت والے کہیں گے یقیناً اللہ نے یہ دونوں چیزیں (کھانا پینا) کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ (۵۰)

الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَهُمۡ لَهۡوًا وَّ لَعِبًا وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ۚ فَالۡيَوۡمَ نَنۡسٰٮهُمۡ كَمَا نَسُوۡا لِقَآءَ يَوۡمِهِمۡ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۵۱﴾

جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنالیا تھا اور دنیا کی زندگی نے ان کو مغرور کر دیا تھا، پس آج ہم بھی ان کو ایسا ہی بھلا دیں گے جیسا کہ وہ آج کے دن کے آنے کو بھولے ہوئے تھے اور جیسا کہ وہ ہماری نشانیوں (دلیلوں) کا انکار کرتے تھے۔ (۵۱)

وَلَقَدۡ جِئۡنٰهُمۡ بِكِتٰبٍ فَصَّلۡنٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾

اور بے شک ہم نے ان کو ایک ایسی کتاب دی ہے جس کی تفصیل ہم نے اپنے علم سے کی ہے۔ وہ ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں۔ (۵۲)

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا تَاۡوِيۡلَهٗ ؕ يَوۡمَ يَاۡتِىۡ تَاۡوِيۡلُهٗ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ نَسُوۡهُ مِنۡ قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَـقِّ ۚ فَهَلۡ لَّنَا مِنۡ شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُوۡا لَنَاۤ اَوۡ نُرَدُّ فَنَعۡمَلَ غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ قَدۡ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۳﴾ ع ۶ ۱۳

کیا وہ منتظر ہیں کہ اس کا مضمون ومطلب ظاہر ہو جائے۔ جس دن اس کا مضمون ومعنی ظاہر ہو جائیں گے تو جو اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے وہ کہیں گے کہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لیکر آئے تھے۔ پس کیا ہمارے بھی شفاعت کرنے والے ہیں جو ہماری شفاعت کر دیں؟ یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں کہ جیسے عمل (بد) ہم کیا کرتے تھے ان کے بر خلاف (نیک) عمل کریں۔ بیشک انہوں نے اپنے آپ کو بڑا نقصان پہنچایا اور جو افترا پردازیاں (جھوٹی

من گھڑت باتیں) وہ کیا کرتے تھے وہ سب ان کے ہاتھ سے نکل گئیں۔ (۵۳)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

یقیناً تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر وہ متوجہ ہوا عرش کے بنانے پر۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے جو تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں۔ آگاہ رہو کہ خلق کرنا اور حکم دینا اسی (خدا) کا کام ہے۔ اللہ صاحبِ برکت اور تمام عالموں کا پالنے والا مالک ہے۔ (۵۴)

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ۚ

تم اپنے رب کو بہ تضرع (انکساری کے ساتھ) اور چپکے چپکے پکارو۔ یقیناً وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (۵۵)

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد (خرابی) نہ کرو اور خدا سے امید و خوف کے ساتھ دعا کرو۔ یقیناً رحمت خدا نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔ (۵۶)

وَ هُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ

اور وہ وہی خدا ہے جو ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لئے بارش سے پہلے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھرے ہوئے بادلوں کو لیکر آتی ہیں تو ہم ان کو مردہ (زمین والے) شہروں کی طرف ہنکا دیتے ہیں۔ پھر ان میں پانی اتارتے ہیں۔ پھر اس کے ذریعہ سے ہم ہر قسم

كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

کے پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کردیں گے۔ شاید کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ (۵۷)

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع

ع ۷ ۵ ۱۴

اور پاک شہر (کی زمین) سے اس کا سبزہ بحکم خدا خوب نکلتا ہے اور جو زمین ناکارہ ہوتی ہے اس میں سے کچھ نہیں اُگتا مگر ناقص (کانٹے اور بے کار جھاڑیاں)۔ اسی طرح ہم شکر گزاروں کے لئے نشانیوں کو الٹ پھیر کر (بار بار) بیان کرتے ہیں۔ (۵۸)

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

یقیناً ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ پس (انہوں نے) کہا کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ میں ضرور تمہارے لئے بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (۵۹)

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾

ان کی قوم کے سرداروں نے یہ کہہ دیا کہ ہم تو تم کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ (۶۰)

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾

(نوحؑ نے) کہا کہ اے قوم مجھ میں گمراہی مطلق نہیں ہے، بلکہ میں تو تمام عالموں کے پالنے والے کی طرف سے رسول ہوں۔ (۶۱)

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

میں تم کو پہنچاتا ہوں اپنے رب (مالک) کے پیغام کو اور تم کو نصیحت کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (۶۲)

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ

کیا تم کو اس سے تعجب ہوا کہ تمہارے رب کی

رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ
وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾

طرف سے نصیحت تم میں سے ایک شخص پر آ پہنچے، تا کہ وہ تم کو ڈرائے اور تم کو تقویٰ (اللہ کی اطاعت) سکھائے اور شاید کہ تم قابلِ رحم ہو جاؤ۔ (۶۳)

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي
الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع ۸ ۶ ۱۵

پس انہوں نے اس (بات) کو جھٹلایا۔ پس ہم نے اس کو اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ہم نے غرق کر دیا ان لوگوں کو جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے۔ یقیناً وہ لوگ کور باطن (دل کے اندھے) تھے۔ (۶۴)

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ
اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾

اور عاد کی طرف ہم نے انہی کے ہم قوم ہودؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کیا تم عذاب سے نہیں ڈرتے۔ (۶۵)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ
اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾

(ہودؑ کی) قوم میں سے جو کافر تھے ان میں سے بڑے بڑوں نے کہا کہ ہم تو تم کو یقینی نادانی (اور حماقت) میں دیکھتے ہیں اور ہم تم کو یقیناً جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔ (۶۶)

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ
رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾

(ہودؑ نے) کہا اے میری قوم مجھ میں تو نادانی کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ میں تو تمام عالموں کے پالنے والے کا رسول ہوں۔ (۶۷)

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ
نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾

میں تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے واسطے امانت دار نصیحت کرنے والا ہوں۔ (۶۸)

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ
اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ
قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ
فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے رب کی طرف سے نصیحت تم ہی میں سے ایک شخص پر نازل ہوئی ہے، تا کہ وہ تم کو ڈرائے اور تم یاد کرو جبکہ خدا نے قومِ نوحؑ کے بعد تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور مخلوق میں تم کو قوت اور قدوقامت میں زیادہ کیا، پس تم خدا کی نعمتوں کو یاد کرو شاید کہ تم فلاح پاؤ۔ (۶۹)

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ
نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا
تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾

انہوں نے کہا کیا تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم ایک خدا کی عبادت کریں اور جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں؟ پس اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اسے لے آؤ۔ (۷۰)

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ
رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِىْ فِىْۤ
اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا
نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّىْ
مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

(ہودؑ نے) کہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے عذاب اور غضب آ چکا ہے۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو کہ جو تم اور تمہارے باپ دادا نے (فرضی) رکھ لیے ہیں؟ خدا نے ان کے بارے میں کوئی سند (دلیل) نازل نہیں کی۔ پس تم منتظر رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ (۷۱)

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا
كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع ۹ / ۱۶ / ۸

پس ہم نے ہودؑ کو اور جو لوگ ہودؑ کے ساتھ تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ہم نے ان کی نسل قطع کر دی جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے اور وہ مومن نہ تھے۔ (۷۲)

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ وقف لازم

اور قومِ ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالحؑ

يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمۡ اٰيَةً فَذَرُوۡهَا تَاۡكُلۡ فِيۡۤ اَرۡضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۷۳﴾

کو بھیجا۔ (صالحؑ نے) کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ یقیناً تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس کھلا معجزہ آیا ہے۔ یہ اللہ کا ناقہ تمہارے لئے نشانی (معجزہ) ہے پس اسے چھوڑ دو کہ وہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اس کو بری طرح نہ چھونا ورنہ تم کو دردناک عذاب آ پکڑے گا۔ (۷۳)

وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَكُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡ سُهُوۡلِهَا قُصُوۡرًا وَّتَنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُيُوۡتًا ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿۷۴﴾

(اور اس کو یاد کرو کہ) قومِ عاد کے بعد خدا نے تم کو خلیفہ بنایا اور تم کو زمین میں آباد کیا کہ اب تم نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر مکان بناتے ہو۔ پس تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔ (۷۴)

قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِمَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ اَتَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرۡسَلٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلَ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷۵﴾

ان کی قوم کے سرداروں نے جو متکبر تھے ان لوگوں سے جو کمزور تھے (اور) ان میں سے ایمان لا چکے تھے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ صالحؑ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہے؟ (انہوں نے) کہا کہ ہم یقیناً اس پر جو کچھ وہ لے کر آئے ہیں، ایمان لائے ہیں۔ (۷۵)

قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا بِالَّذِىۡۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۷۶﴾

متکبرین نے کہا کہ تم جس پر ایمان رکھتے ہو، ہم اس کے بالیقین منکر ہیں۔ (۷۶)

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوۡا عَنۡ اَمۡرِ رَبِّهِمۡ

پس انہوں نے اونٹنی کو پَے کر دیا (پیر کاٹ دیئے) اور اپنے رب کے حکم سے نافرمانی کی اور انہوں نے کہا کہ

وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٧٧

اے صالحؑ اگر تم رسولوں میں سے ہو تو جس (عذاب) کا تم ہم سے وعدہ کرتے تھے اسے لے آؤ۔ (۷۷)

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝٧٨

آخر زلزلہ نے ان کو آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (۷۸)

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝٧٩

پس (صالحؑ) ان سے مُنہ پھیر لیا اور کہا اے قوم یقیناً میں نے اپنے رب کا پیغام تم کو پہنچا دیا تھا اور تم کو نصیحت کر دی تھی۔ لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتے ہو۔ (۷۹)

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝٨٠

اور لوطؑ نے جب اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کرتے ہو کہ ویسی بے حیائی تم سے پہلے کسی نے جہانوں میں نہیں کی۔ (۸۰)

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝٨١

بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو۔ تم ضرور حد سے گزر جانے والے لوگوں میں سے ہو۔ (۸۱)

وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝٨٢

اور اُن کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ یہ کہنے لگے کہ ان کو اپنی قریہ (شہر) سے نکال دو۔ اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں۔ (۸۲)

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٨٣

پس ہم نے لوطؑ اور ان کے بال بچوں کو نجات دی سوائے ان کی زوجہ کے، کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ (۸۳)

ع ١٢/١٧
وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۸۴﴾ ع

اور ان پر ہم نے (پتھروں کا) مینہ برسایا۔ پس تو دیکھ کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟ (٨٤)

وَ اِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا ؕ قَالَ
يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ
غَيۡرُهٗ ؕ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ
فَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَ الۡمِيۡزَانَ وَ لَا تَبۡخَسُوا
النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى
الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ
لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۵﴾ ج

اور مدین میں ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور بے شک تمہارے رب کے پاس سے تمہارے پاس کھلی دلیل آچکی ہے۔ پس تم تول اور ناپ پوری کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور اصلاح ہو جانے کے بعد زمین میں فساد (خرابی) نہ پھیلاؤ۔ یہ بات تمہارے لئے بہت ہی اچھی ہے اگر تم مومن ہو۔ (٨٥)

وَ لَا تَقۡعُدُوۡا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوۡعِدُوۡنَ
وَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِهٖ
وَتَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذۡكُرُوۡۤا اِذۡ كُنۡتُمۡ
قَلِيۡلًا فَكَثَّرَكُمۡ ۖ وَ انۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۸۶﴾

اور ہر راستہ میں اس غرض سے نہ بیٹھو کہ لوگوں کو ڈراؤ اور جو اللہ پر ایمان لائے ہیں ان کو راہِ خدا سے روکو اور اس میں کجی کو ڈھونڈو اور تم یاد رکھو کہ ایک وقت تم کم تعداد تھے پھر خدا نے تم کو کثرت عطا کی اور غور کرو کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا رہا ہے۔ (٨٦)

وَ اِنۡ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنۡكُمۡ اٰمَنُوۡا
بِالَّذِىۡۤ اُرۡسِلۡتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمۡ
يُؤۡمِنُوۡا فَاصۡبِرُوۡا حَتّٰى يَحۡكُمَ اللّٰهُ بَيۡنَنَا ۚ
وَهُوَ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴿۸۷﴾

اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس حکم پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان لے آیا اور ایک گروہ ایمان نہ لایا تو صبر کرو، جب تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ نہ کردے اور وہ (خدا) سب سے اچھا حکم دینے والا ہے۔ (٨٧)

تفسیر سورۃ الانعام

آیت ۱۱۱:

کافروں کا کہنا تھا کہ رسول کو فرشتہ بنا کر کیوں نہیں بھیجا؟ انسان کو کیوں بنایا کہ وہ بازاروں میں چلتا اور کھاتا پیتا ہے۔تو خدا نے اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو اطمینان دلایا ہے کہ یہ کافر اتنے سرکش اور نافرمان ہیں کہ اگر ہم ان کی ہدایت کے لئے ان کے بقول فرشتہ کو بھی بھیج دیتے، یا ہم ایسا کرتے کہ مردے ان سے اپنا حال بیان کر کے ان کو ڈراتے اور نصیحت کرتے، یا ہم تمام سابقہ امم کو زندہ کر کے جمع کر دیتے اور وہ سب بھی ان کو سمجھاتے اور نصیحت کرتے، تب بھی یہ سرکش کافر اور نافرمان قوم ایمان نہ لاتی۔تم اپنا کام یعنی تبلیغ اور تعلیمِ قرآن کرتے رہو۔ باقی ہم خود ان سے سمجھ لیں گے۔

اگر صرف آیت یہ بیان کرتی وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے اور کبھی اطاعت نہ کریں گے اس لئے اگر خدا بہ جبر وسختی ایمان لانے پر مجبور کر دیتا تو ان کی عقل وعمل کا امتحان نہ ہوتا، کیونکہ خدا ان کو تمام نعماتِ جسمانی وعقلی وضروریاتِ زندگی دے کر ان کا امتحان لینا چاہتا ہے اور انہی کے لئے دوزخ وجنت بنائی ہے۔اس آیت سے ثابت ہے کہ انسان اپنے افعال میں خودمختار ہے۔آگے کی آیت اس کو واضح کر رہی ہے کہ ان میں سے اکثر جہالت سے کام لیتے ہیں اور حق کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے یعنی بااختیار ہیں اور جان بوجھ کر اپنے اختیار کی حقیقتوں کو سمجھنے کی کوششیں نہیں کرتے اور خالق ومالک کی جان بوجھ کر پرواہ نہیں کرتے۔

آیت ۱۱۲:

حضرت محمدؐ کے دشمن اصنام پرست ویہود ونصاریٰ ومشرکین بوجہ تبلیغِ توحید کے بکثرت تھے۔کتبِ تاریخ سے ظاہر ہے کہ آپ کو سخت ایذائیں دی گئیں۔ اس پر خدا نے ان آیات کے ذریعہ اپنے حبیب کو تسلی دی ہے اور ایذا دینے والوں کو شیطان کہا ہے کیونکہ وہ باوجود اس کے کہ انسان یا جن ہیں مگر کام شیطان کا کرتے ہیں۔ وہ باہم مشورے کرتے ہیں اور تمؐ کو ستاتے ہیں۔مگر یہ بات صرف تمہارے لئے ہی نہیں ہوئی ہے، پہلے انبیاءؑ کے ساتھ بھی ایسی ہی عداوت کی گئی تھی اور ان کے بھی ایسے ہی دشمن تھے، اس لئے تم فکر نہ کرو بلکہ صبر سے کام لو۔تفسیر قمی میں امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ اللہ نے ایک بھی نبی ایسا مبعوث نہیں کیا کہ جس کی امت میں دو شیطان نہ ہوں۔نوحؑ کے زمانہ میں قنطیفوس اور خرام دو منافق تھے اور حضرت ابراہیمؑ کی امت میں مکتل اور خرام تھے۔اور موسیٰؑ کے زمانہ میں سامری اور مرعقیبا تھے اور عیسیٰؑ کے زمانہ میں یولیس اور میرے نون تھے اور حضرت محمدؐ کی امت میں جتز اور

زریق دو شخص تھے جو زندگی میں رسولؐ کو آزار دیتے رہے اور بعدِ وفات تخریبِ دین کرتے رہے۔

آیت ۱۱۳:

اے رسولؐ تم ایسے نافرمانوں بے ایمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ تمہاری بے رخی سے شاید وہ اپنی جگہ غور کریں کہ وہ حق پر نہیں ہیں اور وہ آخرت پر ایمان لے آئیں اور شاید وہ قرآن کے احکام کو پسند کرنے لگیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کے دلوں میں جو ہے وہ کریں گے یعنی کفر کی باتیں۔ تو یہ خود ان کا فعل ہوگا۔ اس کی سزا ان کو ملے گی کیونکہ ہم نے ان کو اطاعت پر بہ جبر مجبور نہیں کیا ہے۔ بلکہ مختار بنایا ہے۔ چاہیں راہِ راست اختیار کر لیں یا راہِ غلط۔

آیت ۱۱۴:

بظاہر یہ خطاب رسولؐ سے ہے کہ وہ کفار سے کہہ دیں کہ میں کیا خدا کو چھوڑ کر کسی اور کو حاکم تصور کروں؟ مگر یہ فرمانِ خدا تا قیامت رہے گا کہ انسان بجز خدا کے کسی کو اپنا حکم یا حاکم نہ بنائے۔ صرف حکمِ خدا کی پیروی کرے۔ خواہ خدا کا حکم اس کو نبی، رسولؐ یا امامِ معصومؑ سے بھی ملے اور اگر حاکمِ وقت یا جج خلافِ حکمِ خدا، حکم صادر کرے تو اس کی اطاعت نہ کرے۔

مفصّل کتاب قرآنِ کریم ہے جس میں تمام احکام حلال وحرام اور عبادات موجود ہیں۔ خدا نے قرآن کے کلامِ خدا ہونے کی تصدیق کی ہے۔ اس کتاب کو اہلِ اسلام ہی نہیں مانتے ہیں بلکہ اہلِ کتاب بھی جانتے ہیں کہ قرآن کتابِ خدا ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں اور ان کے انبیاء کی زبانوں سے حضرت محمدؐ کی نبوت اور قرآن کی بشارت کی خبریں پہلے آچکی ہیں۔

امتِ حضرت محمدؐ کو بذریعہ حضرت محمدؐ خدا نے یہ پیغام دیا ہے کہ تم کبھی یہ شک نہ کرنا کہ قرآن خدا کی کتاب نہیں ہے۔

آیت ۱۱۵:

اس آیت نے بھی ظاہر کر دیا کہ قرآن خدا کی جامع اور آخری کتاب ہے، اس کے لانے والے حضرت محمدؐ آخری نبی ہیں اور خدا کی مشیت کے ترجمان ہیں۔ روزِ اول جس کلمہ کی تکمیل گزر چکی تھی اور جس کی تکمیل کی خاطر خدا نے آدمؑ سے تا عیسیٰؑ انبیاءؑ مقرر کیے تھے وہ کلمہ دینِ اسلام تھا۔ کتابِ خدا قرآن تھی اور ذات رسول حضرت محمدؐ تھی۔ اسی آیت میں ہے کہ وہ کلمہ پورا ہو اور صدق وعدل کے ساتھ پورا ہوا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت محمدؐ نے تبلیغِ دین اس طریقہ پر کی جو مشیتِ ایزدی میں گزر چکی تھی اور اسلام کے تمام احکام صداقت اور عدالت پر مبنی ہیں۔ یعنی رسول خداؐ

نے خدا کے دین کی تبلیغِ خدا کی مرضی کے عین مطابق کی۔ نہ پیغامِ خدا کو بدلا نہ طریقۂ تبلیغ کو بدلا۔

اس آیت سے خدا کی قدرت وعظمت وقوت وغلبہ کا اظہار ہوتا ہے کہ خدا نے اپنی توحید و ربوبیت والٰہیت کو ظاہر کرنا چاہا اور اپنے مخصوص بندوں انبیاءؑ، اوصیاء، وائمہؑ کے ذریعہ اپنا پیغام اہل ارض کو پہنچانا چاہا گو اہل ارض نے ہر ممکن کوشش اور مخالفت کی، انبیاءؑ کو قتل کیا اور ائمہؑ کو شہید کیا۔ آخری رسول حضرت محمدؐ کو حتی المقدور تکالیف دیں۔ ان کو قتل کرنا چاہا اور شمع توحید کو اپنی کمزور پھونکوں سے بجھانا چاہا۔ مگر قادر مطلق خدا کے سامنے کسی کی کچھ نہ چلی اور آخر بذریعہ حضرت محمد مصطفیٰؐ دینِ اسلام کی تکمیل ہوگئی اور کلمہ خدا کو کوئی بدل نہ سکا۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا نے جو چاہا وہ ہوا۔

آیت ۱۱۶:

بذریعہ حضرت محمدؐ خدا نے امتِ حضرت محمدؐ کو حکم دیا ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد کبھی کفار کے کہنے پر عمل نہ کرنا ورنہ ان کی مثل تم بھی گمراہ ہو جاؤ گے۔

آیت ۱۱۷:

خدا عالم الغیب ہے۔ وہ ہر انسان کے ہر فعل سے واقف ہے۔ اس کا علم عالمین پر محیط ہے۔ وہ گمراہوں کے اعمالِ بد سے واقف رہتا ہے اور جو ہدایت یافتہ ہیں ان کو دنیا وآخرت میں اجر دیتا ہے۔

آیت ۱۱۹:

اگر جان جانے کا اندیشہ ہو، فاقہ پر فاقہ ہو، تو بحکمِ خدا حالتِ مجبوری میں حرام غذا بھی حلال ہو جاتی ہے۔ خدا کا حکم اس کی رحمت ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حرام اور حلال غذاؤں کے بارے میں ہمیشہ احتیاط سے کام لیں۔ کیونکہ حرام غذا کھانا حکمِ خدا کی خلاف ورزی ہے جو گناہ عظیم ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کو حرام چیزیں نہ کھانا چاہئیں مگر بقولے ؎ مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے۔ جب موقع مل جاتا ہے تو حرام اشیاء کو بھی کھا لیتے ہیں اور طرح طرح کی تاویلات کر کے اپنے کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں تو اس کو دوا کا نام دے لیتے ہیں۔ اسی طرح حرام چیزیں کھاتے ہیں تو ان کو اپنے لئے حلال بنا لیتے ہیں۔ مثلاً مشرک کو خدا نے نجس قرار دیا ہے مگر اس کی پکائی ہوئی غذاؤں کو خرید کر کھاتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا پیسہ تو پاک تھا جب ہم نے نجس شئے کو خرید لیا تو وہ پاک ہوگئی لہٰذا وہ ہمارے لئے حلال ہے۔ کافر ومشرک کی گیلی غذائیں یقیناً نجس ہیں۔ ان کا بدل پیسہ کیوں کر ہوسکتا ہے۔ پیسہ دینے سے نجس شئے کی ماہیت تو نہیں بدل جاتی۔ مسائلِ فقہ میں اسی طرح خواہ مخواہ طرح طرح کی تاویلیں کی گئی ہیں۔ خدا نے فرمایا کہ ہم نے بہ تفصیل حرام وحلال بتا دیا ہے۔ اب جو مسلمان حرام کھاتے ہیں وہ اپنے نفس یعنی بری خواہشوں کی پیروی کرتے

ہیں اور وہ گمراہ ہیں۔ اگلی آیت میں خدا فرماتا ہے کہ گناہ کے ظاہر و باطن کو چھوڑ دو۔ یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

آیاتِ سابقہ سے یہ آیات مسلسل ہیں۔ ذبیحہ کے احکام ہیں۔ حلال جانور کو خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے، وہ حلال ہے اور جس جانور کو کسی اور کا نام لے کر یا بتوں کے نام پر یا بغیر خدا کا نام لئے ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔ اس آیت کے صاف صاف حکم میں بھی مفسرین نے اپنی جدتِ طبع کا مظاہرہ کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کافر و مشرک و اہلِ کتاب کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اگر کافر بسم اللہ کہہ کر حلال کر دے تو بھی حلال ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ قرآن کے اندازِ بیان پر غور فرمائیں (ا) اول حکم ہے کہ **فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ**۔ (جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اس کو کھاؤ) ۔ (ب) آیت کا دوسرا حصّہ ہے **ان کنتم مومنین** (اگر تم مومن ہو تو ایسا کرو)۔ یہ تاکید ہے اور شرطِ ایمان ہے۔ (ج) آیت کا تیسرا حصّہ ہے **مالکم ان لاتاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ**۔ (یہ تم کو کیا ہو گیا کہ تم اس ذبیحہ کو نہیں کھاتے جس پر خدا کا نام لیا گیا ہے) ۔ یعنی کھاؤ۔ (د) آیت کا چوتھا حصّہ ہے کہ ہم نے احکامِ ذبح کو تمہارے لئے صاف صاف بہ تفصیل بیان کر دیا ہے۔ (ر) پھر حالتِ اضطرار اور مجبوری میں معافی کا ذکر ہے۔ (ہ) آیت کا چھٹا حصّہ ہے کہ اکثر لوگ دوسروں کو وسوسہِ شیطانی سے گمراہ کرتے ہیں اور اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ (ے) آخری حصّہ یہ ہے کہ **ھو اعلم بالمعتدین**۔ (اللہ زیادتی کرنے والوں کو خوب جانتا ہے) ۔ آیت صاف صاف ظاہر کرتی ہے کہ جس ذبیحہ پر خدا کا نام نہ لیا جائے وہ حرام ہے۔ اور جو لوگ اپنی رائے اور اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں وہ گمراہ معتدین میں ہیں اور اس کا یہ فعل خلافِ شرطِ ایمان ہے اور فسق ہے اور کارِ شیطانی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس حکم کی تعمیل اس لئے کریں کہ ان کا ایمان سلامت رہے۔ غیر مسلم کبھی ذبیحہ پر خدا کا نام نہیں لے سکتا کیونکہ وہ خدا پر ایمان ہی نہیں رکھتا لہٰذا اس کا ذبیحہ حرام ہے اور اگر کافر مشرک خدا کا نام لے کر ذبح کرے تو اس کا صرف خدا کا نام لینا کافی نہیں جب تک کے وہ دل سے خدا کو نہ مانے یعنی مسلمان نہ ہو جائے۔

آیت ۱۲۲:

امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے **میتاً** (میّت) سے مراد جاہل ہے جو معرفت نہ رکھتا ہو۔ اور **نوراً یّمشی بہ فی الناس** سے مراد امامِ زمان کی معرفت ہے۔ یا روشنی سے مراد ہدایت ہے جو ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ **کمن مثلہ فی الظلمٰت** اندھیرے سے مراد گمراہی یعنی وہ شخص ہے جو امامِ زمانہ کو نہ مانے۔

خداوندِ قدیر نے اس آیت میں ایسے اعلیٰ انداز پر نصیحت کی ہے کہ انسان کا دل اس کو قبول کر لے اور وہ دولتِ ایمان حاصل کر لے۔ انسان کی پہلی حالت یہ تھی کہ وہ مردہ تھا، حالتِ عدم میں تھا، یا دنیا میں تھا مگر جاہل تھا اور بوجہ

جاہل ہونے کے وہ فوائدِ دنیا و آخرت سے مثل مردہ کے بےنصیب تھا۔ پھر خدا نے اس کو بذریعہ رسولؐ علم دیا۔ دولتِ ایمان عطا کی اسطرح وہ گویا زندہ ہوگیا کہ وہ دنیا و دین میں اپنے لئے مفید ہوگیا جیسے زندہ آدمی مفید ہوتا ہے۔ مگر پھر وہ بعدِ وفاتِ نبیؐ مرتد ہوگیا یا اس کی اولاد کافر ہوگئی تو اس کی مثال ایسی ہے کہ جو تاریکیوں میں سرگردان ہو اور ان تاریکیوں سے نکل نہ سکے۔ یہ حالت ان کافروں کی ہے جو کسی طرح بھی ایمان لانا نہیں چاہتے۔ حضرت علیؑ کا ایک شعر ہے جس کا مصرعہ ہے۔ **الناس موتی واهل العلم احیاء**۔ عوام جاہل یعنی مردہ ہیں اور صاحبان علم زندہ ہیں۔ مشہور ہے۔ **المومن حیّ فی الدّارین**۔ مومن دونوں جہان میں زندہ ہے۔

آیت ۱۲۳:

مکہ میں سرداران قریش لوگوں کو رسول اللہؐ کے خلاف اُکساتے تھے، چنانچہ ابوجہل نے شانِ رسولؐ میں گستاخی کی۔ حضرت حمزہؓ کو اطلاع ہوئی وہ آئے اور ابوجہل کے سر پر کمانِ آہنی مار کر اس کا سر پھاڑ دیا اور خود اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

علاوہ بریں کفارِ مکہ کہتے تھے کہ محمدؐ (نعوذ باللہ) جادوگر ہیں۔ اگر نبی ہوتے تو مثل دیگر انبیاءؑ کے معجزات دکھاتے یہ آیت اس بارے میں ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ خدا عہدۂ رسالت جس کو چاہتا ہے اس کو عطا کرتا ہے۔ اب جو نجاتِ اُخروی وعزتِ دنیوی چاہتے ہیں وہ اس کی اطاعت کریں اور جو نافرمان ہوں گے ان کے لئے جہنم ہے۔

آیت ۱۲۴:

ولید بن مغیرہ نے رسولِ خداؐ سے کہا کہ اگر نبوت حق ہے تو میں تم سے زیادہ مستحق ہوں کیونکہ عمر میں بڑا ہوں، دولت و افراد میں زیادہ ہوں، تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی کہ دولت و طاقت، افراد و زیادتیِ عمر سب بےکار ہے کیونکہ رسالتِ خدا کے لئے پاک دل اور پاک ذات اور پاک اعمال ہونا ضروری ہے۔ خدا خود جانتا ہے کہ اس کے پیغام پہنچانے اور رسالت کے لئے کون شخص زیادہ موزوں ہے۔ لہٰذا اس نے رسالت و نبوت کے لئے محمدؐ کا انتخاب تمام عالمین سے کیا ہے۔ تم اس پر ایمان لاؤ گے تو فلاح پاؤ گے۔ ایمان نہ لاؤ گے تو عذابِ جہنم کے حقدار ہوگے۔

آیت ۱۲۵:

درحقیقت اسلام و ایمان خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اگر ایمان مل گیا تو دونوں جہاں کی عزت، دولت، حکومت و عشرت مل گئی اور اگر انسان کو دولتِ ایمان نصیب نہ ہوئی تو وہ دنیا میں بغیر مقصد کے زندہ رہا اور عاقبت میں نعماتِ اخروی سے محروم رہا اور عذابِ الیم و دائمی کا مستحق بھی ہوا۔ اس آیت میں خدا نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ دولتِ ایمان اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ بندہ خود اپنے دل میں معرفتِ خدا کے حاصل

کرنے کا ارادہ نہیں کرتا، اور جب وہ تلاش کرتا ہے تو خدا اس کی مدد کرتا ہے اور اس کو راہِ راست کی ہدایت کرتا ہے اور وہ ابدی حیات کا مستحق ہو جاتا ہے۔ رسول خداؐ سے پوچھا گیا کہ شرحِ صدر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ خدا ایک نور عطا فرماتا ہے۔ اصحاب نے پوچھا اس کی علامت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **الانابة الیٰ دار الخلود و التجافی عن دار الغرور و الاستعداد للموت قبل نزوله**۔ (خدا کی طرف توجہ کامل ہونا۔ دائمی مکان کے لئے توجہ کرنا اور غرور کے گھر یعنی دنیا سے علیحدگی اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا)۔ مطلب واضح ہے کہ جب کسی شخص میں یہ استعداد پیدا ہو جائے گی تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل جائے گا۔

اس آیت سے بعض کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ خدا خود گمراہ کرتا ہے اور دل کو نا قابلِ قبولِ اسلام بنا دیتا ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ مسلسل آیات نے بتایا ہے کہ جب انسان انتہائی سرکش و نافرمان ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ اس کی اصلاح ہو سکے۔ تو چاہیئے تو یہ تھا کہ اس کی زندگی ہی کو ختم کر دیا جائے یا اس کے اعضاء جسم کو ہی بیکار کر دیا جائے تا کہ وہ افعال بد نہ کر سکے مگر خدا ایسا نہیں کرتا ہے بلکہ اس کو مہلت پر مہلت دیتا ہے اگر خدا چاہتا تو اس کے جسم و اعضاء کی قوت سلب کر لیتا اور وہ نافرمانی کے قابل ہی نہ رہتا۔ مگر خدا نے انسان کو مدتِ معینہ کے لئے زندگی دی ہے۔ اس کی اسی زندگی کو اس کی امتحان گاہ بنایا ہے۔ لہٰذا قبل از وقت کیوں وہ اس کو بے حس اور میت بنائے؟ شاید وہ کسی وقت ایمان قبول کرے اور نہ بھی کرے تو خدا کیوں اس کو عطا کیے وقت میں سے جبریہ زندگی کو واپس لے لے۔

آیت ۱۲۶:

صراطِ مستقیم ایک تو وہ ہے جس پر چلنے کا خدا حکم دیتا ہے اور ایک صراط مستقیم یہ ہے کہ خدا کے معین کردہ قوانینِ حکومت و فطرت میں تبدیلی نہیں ہوتی اس جگہ یہی ذکر ہے کہ خدا نے جو مقدر کر دیا ہے وہ اس کے خلاف نہیں کرے گا مقدر کے معنی فرضی تقدیر نہیں ہے بلکہ خدا کے مقرر کردہ قوانینِ عدالت ہیں۔

شیطانی افعال کرنے والوں اور دوسروں کو اپنی جماعت میں شریک کرنے والوں سے خطابِ خدا ہے۔

آیت ۱۲۸:

خدا کے احکام عینِ حکمت ہیں، اس کے فیصلے عینِ عدالت ہیں اور وہ اعمال انس و جن سے ہمہ وقت باخبر رہتا ہے۔

آیت ۱۲۹:

اس آیت کو پڑھنے کے بعد تا دیر غور کرنے کی ضرورت ہے، اس سے عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

تاریخِ قدیم وجدید اور حالاتِ اقوام موجودہ اس پر گواہ ہیں کہ نافرمان اقوام اور بداعمال عوام ظالموں کے ہاتھوں مصائب اٹھا رہے ہیں اور اٹھاتے رہے ہیں کہ ان کا تصور بھی دل کو مغموم کر دیتا ہے۔ اس عہد میں خدا کی نافرمانی جس حد پر ہے وہ ظاہر ہے مگر جو طرزِ حکومت ان پر حکمران ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ بیشک خدا کا قول سچا ہے۔ خدا مسلمانوں کو ہدایتِ نیک کرے کہ وہ اپنی دنیا و دین کی عزت کو پھر حاصل کر سکیں۔

آیت ۱۳۰:

قرآن میں انسان اور جن دونوں کا نام بار بار آیا ہے اور ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون۔ (سورۂ ذاریات آیت ۵۶) قرآن میں صاف صاف ہے کہ ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان دونوں کا سببِ خلقت اور مقصدِ حیات عبادتِ خدا ہونی چاہئے۔ اسی لئے خدا نے بندوں کو اپنی مرضی بتانے کے لئے رسولؐ اور انبیاءؑ مبعوث فرمائے اور انسانوں اور جنوں پر اپنی حجت کو پورا کیا کہ وہ روزِ قیامت یہ نہ کہہ سکیں کہ اے خدا ہم تک تو تیرے احکام بتانے والا کوئی آیا نہیں۔ اس آیت میں خدا کا خطاب یا معشر الجن و الانس الم یاتکم رسل منکم۔ (اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس میرے پیغام دینے والے نہیں آئے؟) حالانکہ آئے پھر تم نے کیوں ان کی اطاعت نہ کی؟ انسانوں کے لئے تو پیغمبر آتے رہے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے مگر جنوں کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ تو یہ یاد رکھیے کہ اہلِ اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہمارے رسولؐ جن وانس پر رسول تھے اور جس طرح آپ انسانوں کی ہدایت فرماتے تھے اور ان کے لئے جہاد کرتے تھے اور ظالموں کو ان سے دفع کرتے تھے۔ اسی طرح آپ جنات کو بھی ہدایت وتبلیغ توحید کرتے تھے اور ان کے اشرار یعنی بدکاروں سے جہاد کرتے تھے۔ روایت میں یہ واقعات موجود ہیں اور جنات کی جنگ کے لئے آپ نے کئی بار حضرت علیؑ کو بھیجا ہے۔ جنات آپ کے خدمت میں آئے ہیں اور ہدایت طلب کی ہے۔ یہ بات قرآن میں سورۂ جن سے ثابت ہے۔ روزِ قیامت انسان کے اعضاء بھی گواہی دیں گے لہٰذا کفار کا کفر چھپ نہیں سکتا تو اس وقت کا فر پشیمان ہوں گے مگر عبث۔

آیت ۱۳۲:

خدا عادل ہے وہ یکا یک بوجہ نافرمانی وظلم وشرک عذاب نازل نہیں کرتا بلکہ پہلے انبیاءؑ کے ذریعہ ہدایت کرتا ہے پھر وہ آمدِ عذاب سے بھی خبردار کر دیتا ہے تاکہ مجرم توبہ کر سکیں۔

آیت ۱۳۳:

و لکل درجات مما عملوا۔ (ا) خدا کا وعدہ ہے کہ ہر انسان کو اس عمل کے مطابق درجہ ملے گا۔ یعنی خدا کے علم میں درجات لاتعداد ہیں جو مطابقِ عمل دیئے جائیں گے (ب) خدا ہر شخص کے ہر فعل سے ہمہ وقت واقف ہے

(ج) خداغنی ہے یعنی اس کو کسی کی اطاعت وعبادت کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ وہ اپنی حکومت میں کسی مادۂ خلقت وغیرہ کا محتاج ہے (د) خدا رحیم ہے اس کی صفت مخصوص ذات ہے (ر) خدا مختار ہے کہ وہ اگر چاہے تو تمام مخلوقات ارض وسماء وغیرہ کو فنا کر دے اور کچھ باقی نہ رہے کیونکہ وہ خدا غنی ہے اس لئے اگر چاہے تو دوسری مخلوق، دوسرے زمین وآسمان پیدا کر دے (س) قیامت کے روزِ حساب کا کرنے والا خدا ہے۔ قیامت کا معینہ وقت ٹل نہیں سکتا ہے۔ روزِ حساب کا عقیدہ بنیادِ اسلام ہے۔ اگر کوئی سب احکام، قرآن کو مانتا ہے اور روزِ قیامت کو نہیں مانتا تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

آیت ۱۳۴:

خدا کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ اس کے ارادہ میں کوئی دخل دے سکے اور اس کو کسی کام کے کرنے میں عاجز کر سکے۔ وہ صاحب قدرت ہے۔ عالمین اس کے سامنے عاجز ہیں۔ آیتِ سابقہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم ظالموں پر ظالموں کو مسلط کر دیتے ہیں تا کہ دنیا میں وہ اپنے کیے کی سزا پائیں یا ہم چاہیں تو موجودہ اہلِ دنیا کو فنا کر کے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو پیدا کر دیں۔ ہم نے انسانوں کے اعمال کے مطابق درجے مقرر کر دیئے ہیں۔ آخر میں خدا فرماتا ہے کہ ان کاموں کے کرنے میں ہم کو کوئی عاجز کرنے والا یا روکنے والا نہیں ہے۔ یعنی قادرِ مطلق خدا کی ہی ذات ہے۔ یہ آیت ان مجوسی کافروں کی تردید کرتی ہے جو دو خدا مانتے ہیں۔ ایک خدا نیکی کا اور ایک برائی کا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ خدا واحد و یگانہ ہے۔ اس کی ذات رحمت وخیر ہی خیر ہے البتہ وہ عادل ہے لہٰذا افعال کے مطابق سزا و جزا دیتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر خدا کسی قوم سے راضی ہوتا ہے تو ان میں کے نیک بندوں کو ان کا حاکم بناتا ہے اور اگر خدا کسی قوم پر غضبناک ہوتا ہے تو ان کے اشرار کو ان پر حاکم بناتا ہے تا کہ وہ اپنے افعالِ بد کی سزا دنیا میں بھی دیکھ لیں۔ خدا کا فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ (سورہ رعد، آیت: ۱۱)۔ (خدا خود کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہیں بدلتے)۔ اس مضمون کی یہ حدیث موید ہے: کلبی نے مالک بن دینار سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے کسی کتاب آسمانی میں پڑھا ہے۔ انی انا الله مالك الملوك بيدی قلوب الملوك فمن اطاعنی جعلتهم عليه رحمة ومن عصانی جعلتهم عليه نقمة۔ (میں اللہ ہوں تمام ملوک کا شہنشاہ ہوں۔ بس حکمرانوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو میرا مطیع ہے اس پر میں بادشاہ کو رحم دل بنا دیتا ہوں اور جو میری نافرمانی کرتا ہے اس پر بادشاہ کو ظالم بنا دیتا ہوں)۔ تم اپنے کو بادشاہوں کا تابع نہ بناؤ بلکہ توبہ کرو اور میرے احکام کی پیروی کرو تا کہ میں تم پر رحم دل بادشاہ مقرر کر دوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: لاتتركوا الامر بالمعروف والنهی عن المنكر فتولّی عليكم

اشرارکم ثم تدعون فلا یستجاب لکم۔ (تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک نہ کرو تاکہ تم پر شریر لوگ مسلط نہ ہوں۔ پھر تم دعا کرو گے۔ مگر قبول نہ ہوگی)۔

آیت ۱۳۵:

اس آیت میں رسول اللہؐ کو حکم ہے کہ تم اپنی قوم سے کہہ دو کہ وہ جو چاہیں عمل کریں اور میں اپنی جگہ مطابقِ حکمِ خدا عمل کرتا ہوں۔ مگر یاد رکھو کہ تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ خدا پرستی میں کیا فائدہ تھا اور خدا کے انکار کی وجہ سے تم کس عذابِ دائمی میں مبتلا ہو گے کیونکہ خدا ظالم کو فلاح نہیں دیتا۔ اگر تم ظالم ہو فلاح ہرگز نہ پاؤ گے۔

آیت ۱۳۶:

ظاہر ہے کہ زراعت بحکمِ خدا پیدا ہوتی ہے مگر مشرکین مکہ زراعت اور مویشی میں دو حصے کرتے تھے۔ ایک حصّہ بتوں کا اور ایک حصّہ خدا کا۔ پھر خدا کے حصہ کو بھی بتوں کا حصہ کر لیتے تھے۔ نیز اولاد کو بتوں کی بھینٹ چڑھاتے تھے۔ ان کے یہ فعل سب شیطان کے بنائے ہوئے تھے۔ خدا نے ان کو ایسے کاموں سے منع کیا ہے۔

آیت ۱۳۷:

دین کو مشتبہ بنادیں۔ معنی یہ ہیں کہ دینِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ پر وہ لوگ تھے مگر کام شیطانی کرنے لگے تھے۔ اسی کا ذکر خدا نے کیا ہے۔

آیت ۱۳۸، ۱۳۹:

ان آیات میں عہدِ جاہلیت میں کفار کی رسومِ بد کا ذکر ہے۔ اس قسم کی باتوں سے خدا نے منع فرمایا ہے۔ اول یہ کہ دین کے احکام کو دنیوی رسومِ بد سے بدلنا اور یہ جاننا کہ یہ افعال بھی خدا کے مقرر کیے ہوئے ہیں یہ خدا پر الزام لگانا ہے، بہتان باندھنا ہے۔ مسلمان کو چاہیئے کہ جن کاموں کے کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو بجالائے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان کو ترک کردے۔ دوم خدا کا شریک قرار دینا اور اس شریک کے نام پر قربانی یا خیرات دینا یہ سب شرک و کفر ہے۔ سوم زراعت یا مویشی کو غیر خدا کے لئے نذر مقرر کرنا اور اس کے پورا کرنے میں خدا کی خوشنودی کے طالب ہونا، دین کو خلط ملط کرنا ہے۔ انسان کے تمام اعمال صرف خوشنودیِ خدا کے لئے ہی ہونا چاہئیں۔ چہارم بتوں کے نام پر جانوروں کو پالنا اور اس کو اپنے زعم میں مقدس جان کر ان پر سواری نہ کرنا، یا ان کو اگر وہ حلال ہیں ذبح نہ کرنا۔ یہ سب ممنوع ہے۔ خدا نے ان آیات میں ان کو منع فرمایا ہے۔ پنجم مردار کو کھانا اور یہ کہہ کر کھانا کہ جس کو خدا نے مارا ہے وہ زیادہ مقدس ہے، اس کو ضرور کھایا جائے اور یہ کہ آدمی کے جانور کو ذبح کر کے مارنے سے خدا کا مارا ہوا بہتر ہے۔ یہ شیطانی اعتقاد ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ خدا کا حکم ہے یا اس میں خدا

کی خوشنودی ہوگی، خدا پر بہتان لگانا ہے اور کفر ہے۔ ششم حاملہ مادیوں کے پیٹ کے بچوں کو مَردوں کے لئے حلال جاننا اور عورتوں کے لئے حرام کہنا بھی غلط ہے اور یہ کہنا کہ اگر وہ بچہ مرجائے تو مرد وعورت دونوں کے لئے حلال ہے یہ بھی غلط ہے۔ یہ سب جاہلانہ اور مشرکانہ افعال ہیں۔ ان کو خدا کی طرف نسبت دینا اور ان کو خدا کا حکم قرار دینا کفر وشرک ہے۔

خدا نے انسان کو جتنے حکم دیئے ہیں وہ سب مطابقِ اصولِ حکمت ہیں۔ خدا کو علم ہے کہ کون سی شئے انسان کے جسم کے لئے مضر ہے۔ لہٰذا مضر کو اس نے حرام قرار دیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کونسی چیز جسم انسانی اور روح انسانی کے لئے مفید ہوگی لہٰذا اس کو حلال قرار دیا ہے۔ کفار نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے وہ سب انسانی جسم اور روح کے لئے مضرت رساں ہیں۔

آیت ۱۴۰:

نعمان بن منذر نے ایک جماعت پر حملہ کیا اور ان کی عورتوں کو قید کیا۔ ان میں ایک عورت دختر قیس بن عاصم بھی تھی بعد کو صلح ہوگئی تو عورتیں اپنے قبائل کو چلی گئیں مگر قیس بن عاصم کی لڑکی باپ کے پاس نہ گئی۔ اس پر قیس نے قسم کھائی کہ جو لڑکی اس کے یہاں پیدا ہوگی وہ اسے قتل کر دے گا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد بطور طرہ امتیاز ہر شخص نے اپنی لڑکیوں کے قتل کو رسم بنالیا اور اس کو اپنی عزت کا سبب سمجھا۔ یہ رسمِ بد عرب میں عام ہو گئی۔ فرقہ اشاعرہ نے کہا کہ عرب کی نگاہوں میں لڑکی کا قتل جو زینت پا گیا تھا، وہ خدا نے کہا تھا وہ بندوں کا کام نہ تھا۔ مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ قرآن نے صاف صاف بتادیا ہے کہ یہ خدا پر بہتان باندھا ہوا ہے اور کفر ہے کہ خدا قتلِ اولاد کا حکم دیتا ہے بلکہ انسان اپنے فعل میں مختار ہے۔ چاہے شیطان کے راستہ پر چلے یا خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے۔ ''تفسیرِ معالم'' میں لکھا ہے کہ قبائلِ ربیعہ ومضر اور بعض دیگر عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے کیونکہ ان میں جنگ وجدل ہمیشہ رہتی تھی لہٰذا وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی لڑکیاں غیروں کے قبضہ میں جائیں یا وہ دوسرے مردوں کی زوجہ بنیں۔ لہٰذا ان کو زندہ دفن کرتے تھے۔ خدا نے فرمایا کہ یہ ان کی جہالت تھی، حماقت تھی۔ ان کا یہ فعل حکمِ خدا کے خلاف تھا اور ہمیشہ خلاف رہے گا نیز خدا کا یہ حکم فرقہ مجبّرہ کے خلاف بھی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ انسان اپنے افعال میں خدا کا مجبور ہے حالانکہ خدا نے بتادیا کہ ایسا کہنا خدا پر بہتان باندھنا ہے اور کفر ہے۔

آیت ۱۴۱:

کافر بعض اشیاء کو بتوں سے منسوب کرتے ہیں اور ان کو حلال وحرام کہتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ خدا نے اپنی

قدرت سے ہر قسم کے پھل، پھول اور پودے پیدا کیے ہیں۔

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ حکم زکوٰۃ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ باغات، زراعت وغیرہ سے متعلق ہے۔ جب غلہ اور پھل حاصل ہوں تو اس کو خدا کی عطا سمجھے اور راہِ خدا میں غرباء فقراء کو اس میں سے حسبِ استعداد دیتا رہے۔ ثابت بن قیس نے پانچ سو درختوں کو صدقہ میں دے دیا اور اولاد کے لئے کچھ نہ رکھا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **ابتدء بمن تعوله**۔ (اپنے اہل وعیال سے ابتداء کرو)۔ آیت کا دوسرا حصہ ہے کہ فضول خرچی نہ کرو۔ انسان جو کچھ اپنے حظِ نفس کے لئے یا اپنی شہرت کے لئے خرچ کرتا ہے اور اس میں خوشنودیِ خدا مدنظر نہیں ہوتی وہ سب اسراف یا فضول خرچی ہے۔ خدا اس کو منع فرماتا ہے اور راہِ خدا میں غرباء، فقراء کو جتنا بھی دیا جائے وہ فضول خرچی نہیں ہے۔ تفسیر اہلِ بیتؑ نبوی میں ہے کہ اگر کوئی شخص کوہِ ابوقبیس کے برابر سونا بھی راہِ خدا میں صرف کردے تو وہ اسراف نہیں ہے۔ واقعہ مشہور ہے کہ کسی نے حاتم طائی سے کہا کہ **لاخیر فی السرف**۔ (فضول خرچی میں خیر نہیں ہے)۔ تو حاتم نے جواب دیا کہ **لاسرف فی الخیر**۔ (خیرات اور صدقہ میں اسراف نہیں ہے)۔

آیت ۱۴۲:

خدا نے جو جانور حلال کیے ہیں ان کو کھاؤ اور جن کو حرام کیا ہے ان کو نہ کھاؤ۔ اگر تم اس کے خلاف اپنی رائے سے کچھ اپنے اوپر حلال وحرام کرتے ہو تو یہ شیطانی فعل ہے۔ اس سے بچو۔ کیونکہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ وہ تم کو دنیا میں مضرت رساں اشیاء کے کھانے کا حکم دیتا ہے اور خدا تم کو مفید اشیاء کے کھانے کا حکم دیتا ہے۔ صرف حکمِ خدا کے ماننے میں تمہاری نجات ہے۔

آیت ۱۴۳:

کفار نے یہ قاعدہ بنایا تھا کہ ایک بار مادہ جانوروں کو حلال سمجھتے تھے اور دوسری بار نر جانوروں کو، اور کبھی ان کے بچوں کو حلال یا حرام قرار دیتے تھے۔ یہ سب ان کا خود بنایا ہوا طریقہ تھا۔ خدا نے ظاہر کردیا کہ خدا نے جو حلال کیا ہے وہ حلال اور جو حرام کیا ہے وہ حرام ہے۔ عمرو بن لحی اس قاعدہ کا بنانے والا تھا۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں نے اس کو آتشِ دوزخ میں جلتے دیکھا۔ عوف بن مالک نے رسول خداؐ سے کہا: اے محمدؐ ہمارے اسلاف نے جو حرام کیا تھا اس کو تم نے حلال کردیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ تم کبھی نر جانوروں کو اور کبھی مادہ جانوروں کو حلال یا حرام کرتے ہو۔ اچھا پیٹ میں جو بچے ہوتے ہیں ان کے بارے میں کیا کروگے بتاؤ؟ وہ نر ہیں یا مادہ؟ وہ خاموش ہوگیا۔ تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے ان آٹھ قسم کے جانوروں کو حلال کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ **فمن اظلم** الخ۔

آیت ۱۴۴:

حلال وحرام کے احکام بذریعہ انبیاءؑ افرادِ امت کو پہنچے تھے۔ اگر یہ کافر قولِ انبیاءؑ کو بیان کرتے تو سچے تھے مگر انہوں نے اپنی رائے سے کسی شئے کو حلال اور کسی شئے کو حرام کرلیا۔ تو یہ ان کی نافرمانی ہوئی۔ کیونکہ وہ تو اس حکم کے نازل ہونے کے وقت موجود نہ تھے اور نہ ان کو خدا نے براہِ راست بتایا تھا جو وحی ہوئی تھی۔ جو کچھ وحی کے ذریعہ حضرت محمدؐ کو بتایا جا رہا ہے وہ سب کو ماننا چاہئے جو نہیں مانے گا وہ ظالموں میں شمار ہوگا اور ظالم کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو بغور ان آیات کا مطالعہ کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے انہوں نے خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو کہیں اپنے لئے حلال تو نہیں سمجھ لیا ہے۔ یا حلال اشیاء کو اپنے لئے حرام تو نہیں کرلیا ہے۔ رات دن کی زندگی میں وہ سب کام جو مطابقِ حکمِ خدا ہیں حلال و جائز ہیں۔ اور جو چیزیں اور افعال خدا نے حرام قرار دی ہیں وہ سببِ ناراضگیِ خدا ہیں۔ خداوندِ عالم بہ تصدقِ محمدؐ و آلِ محمدؐ مسلمانوں کو بُرے افعال و اشیاءِ حرام سے بچائے۔ آمین۔

اس آیت میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ (۱) ظالم کی ہدایت نہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ جو انسان ظلم کرتا ہے اور ظلم میں شرک بھی داخل ہے، تو وہ خود ہی خدا کا نافرمان بنتا ہے اور باوجود انبیاء کی ہدایت کے بھی نافرمان رہتا ہے تو ایسے کو خدا اس کی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ کا یہی مطلب ہے۔

(۲) خدا نے ہر نبی کی زبانی لوگوں کو آگاہ کیا کہ حرام اشیاء کیا ہیں؟ اور حلال کیا ہیں؟ خدا چاہتا ہے کہ اس کے بندے پاک جسم و پاک روح اور پاک باطن ہوں۔ حرام اور گندی غذائیں ناپاک بنا دیتی ہیں۔ گندی اور حرام اشیاء کھانے والی قومیں بدکردار، بے شرم اور مثل حیوانات کے حرام و حلال میں امتیاز نہ کرنے والی ہیں۔ ایسی بدافعال و بدکردار اقوام سے کسی فردِ معاشرہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہے۔ حرام و حلال کا معلوم ہونا دین کی اہم بات ہے۔ اسی آیت میں ذکر ہے کہ خدا نے وحی کے ذریعہ حضرت محمدؐ کو بتایا ہے کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے۔ اب اگر کوئی اس بارے میں لاپرواہی کرتا ہے تو وہ نافرمانِ خدا و رسولؐ ہے۔ عہدِ موجودہ کے نام نہاد مسلمان اس معاملہ میں بہت لاپرواہ ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوسکتی، پرند، چرند اور جانورانِ صحرا و دریا کے بارے میں احکام موجود ہیں۔ ان کو معلوم کرلینا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

آیت ۱۴۵:

مردار میں وہ جانور بھی شامل ہیں جن کا ذکر سورہ مائدہ میں آچکا ہے کہ وہ حرام ہیں۔

حالتِ اضطرار یا مجبوری میں جب فاقہ کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو تو مردار بھی حلال ہوجاتا ہے تاکہ

انسانی جان بچ سکے یعنی جب مجبوری میں ایسا کیا گیا ہو اور اگر کوئی حکمِ خدا کی بغاوت یا حکم عدولی کرتے ہوئے کوئی ایسا کرے تو اس کو وہی سزا ملے گی جو باغی اور نافرمان کی ہے البتہ جو مجبوری میں مردار کھالے گا تو ہے تو یہ برا اور حرام اور اس کا کھانا بھی ناجائز مگر خدا اس کو معاف کر دے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ اس حکم نے بتایا کہ غیر مسلم کے ہاتھ کا ذبیحہ یا ان کے ہوٹلوں میں کھانا یا ان کی دعوتوں میں جانا یہ سب بغاوتِ حکمِ خدا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو صاف صاف حکم ہے کہ وہ اس ذبیحہ کو نہ کھائے جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اور غیر مسلموں کے ہوٹلوں، گھروں اور دعوتوں میں اس کی توقع ہوسکتی ہی نہیں ہے کہ حلال گوشت پکایا گیا ہو لہٰذا انسان حرام گوشت کھالینے سے نافرمان بنے گا اور حرام خور ہوگا۔

آیت ۱۴۶:

بنی اسرائیل کے بادشاہ گوشت اور چربی کو فقراء و غرباء کو نہیں کھانے دیتے تھے، ان کے لئے ممنوع کر دی تھی، وہ لوگ طرح طرح کی نافرمانیاں کرتے تھے اور باوجود انبیاءؑ کی ہدایت کے باز نہیں آتے تھے۔ خدا نے ان کو دنیوی عذاب یہ دیا تھا کہ حلال اشیاء کو ان پر حرام کر دیا تھا۔ چنانچہ اسی خیال سے یہود عہدِ رسالت میں بھی اپنی رائے سے حرام و حلال کا فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔ خدا نے حکم دیا کہ یہ اشیاء حلال ہیں ان کو تمہارے لئے سزا کے طور پر حرام کیا گیا تھا۔ اس آیت نے مسلمانوں کے فرقہ مجبرہ کے اعتقاد کی تردید کر دی ہے۔ خدا نے یہود کو دنیا ہی میں یہ سزا دی کہ حلال اشیاء کو ان پر حرام کر دیا۔ یہ سزا یہود کی نافرمانی کی تھی پھر اگر مسلمان یہ اعتقاد رکھیں کہ ہر فعل کا مختار اور فاعل خود خدا ہے، اور انسان کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے، تو پھر ان کو کہنا پڑے گا کہ خدا نے یہود کو غلط سزا دی تھی۔ کیونکہ وہ بے خطا تھے۔ انہوں نے جو غلط کام کیے تھے وہ بہ مجبوری کیے تھے۔ گویا خدا (نعوذ باللہ) ظالم قرار پایا کہ خود ہی خطائیں کرائے اور خود ہی بندوں کو عذاب بھی دے۔ مسلمان کو اس عقیدہ سے توبہ کرنی چاہئے۔

آیت ۱۴۸:

خدا نے مشرکین و کافرین کا قول نقل کیا ہے کہ جب حقائق قرآن کو سمجھیں گے یا عذابِ آخرت کو دیکھیں گے تو اپنی بچت کے لئے کہیں گے کہ خدا مختار و قادر مطلق ہے اور ہم مجبور تھے۔ جو اس نے ہم سے افعال سرزد کرائے وہ ہم نے کیے لہٰذا یہ شرک بھی ہم نے بہ مجبوری کیا اور اسی طرح ہمارے باپ دادا جو مشرک تھے انہوں نے بھی اسی لئے شرک کیا کہ وہ بھی حکمِ خدا سے مجبور تھے۔ خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو مطلع کر دیا کہ مشرکوں کا یہ قول ان کے پچھلے اقوال کی مانند غلط اور جھوٹ ہے۔ وہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنی خطاؤں پر نادم نہیں

ہیں بلکہ اپنے افعالِ بد کا ذمہ دار خدا ہی کو بنانا چاہتے ہیں اور اپنے کو مجبورِ محض قرار دے کر جرمِ شرک سے بچنا چاہتے ہیں۔ تو اے ہمارے رسولؐ ان کی یہی عادت ہے کہ وہ اس طرح احکامِ خدا کو جھٹلاتے ہیں اور ان کے باپ دادا بھی یہی کرتے تھے۔ آخر انہوں نے سخت عذاب کو دیکھا مگر اس کے بعد بھی ان کی اصلاح نہ ہوئی اور جس طرح ان کے اسلاف نے عذابِ خدا کو چکھا تھا یہ بھی دنیا و دین میں عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اس آیت نے اچھی طرح واضح کر دیا کہ جو مسلمان یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں اور اپنے افعال کی ذمہ داری خدا پر عائد کرتے ہیں وہ عقیدہ میں ان مشرکوں کی مانند ہیں جن کا ذکر ان آیات میں آیا ہے۔ اس فرقہ کا نام اہلِ اسلام میں مجبّرہ ہے کہ وہ انسان کو مجبورِ محض تصور کرتے ہیں اور خدا کو اپنے افعالِ بد کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ اس عقیدہ سے اہلِ اسلام کو توبہ کر لینی چاہئے کیونکہ یہ شرک ہے۔ دوسری چیز اس آیت سے واضح ہوتی ہے کہ حلال اور حرام کا اختیار خدا کو ہے۔ اگر انسان کسی شئے کو عقلی منطق سے حلال یا حرام کر لیتا ہے تو یہ آیت اور حکمِ خدا کی تکذیب ہے۔

خداوندِ عالم نے اہلِ کتاب اور یہود و نصاریٰ کو تحدی (چیلنج) کیا ہے کہ حکمِ قرآن کے خلاف اگر ان کی مذہبی کتابوں میں احکام ہیں جن جن کو تم حق سمجھتے ہو تو وہ دکھاؤ۔ اس کے معنی یہ ہے کہ سابقہ شریعتوں میں بھی حلال وحرام کے وہی قاعدے تھے جن کا قرآن نے حکم دیا ہے۔ یہ علیٰحدہ بات رہی کہ خدا نے سرکشوں کے لئے بطور عذابِ دنیوی حلال اشیاء کو ان کے لئے حرام کر دیا تھا تاکہ نافرمانوں پر حجت خدا قائم ہو جائے اور فرمان بردار اور نافرمانوں کا امتحان ہو جائے۔

آیت ۱۴۹:

اس آیت میں خدا کا جبر مراد نہیں ہے کہ خدا نے ہی ہدایت نہیں کی، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ خدا قادرِ مطلق ہے، اس کو کُلّی اختیار ہے کہ وہ انسان کو مجبور کر دیتا یا ان کی ان قوتوں کو سلب کر لیتا جن کی وجہ سے وہ نافرمانی کرتے ہیں۔ مگر خدا مہربان ہے اور اس کو صرف انسان کا امتحان مطلوب ہے تاکہ نیکوکاروں کو نعماتِ ابدی کا حقدار بنائے اور نافرمانوں کو عذابِ جہنم میں مبتلا کرے تاکہ وہ اپنی بداعمالی کی سزا پائیں۔

آیت ۱۵۰، ۱۵۱:

کفّار کی گواہی کی تصدیق نہیں کرنی چاہئے، یہ حکم بذریعہ حضرت محمدؐ اہلِ اسلام کو دیا گیا ہے۔

احکامِ خدا، یومِ آخرت سے انکار اور خدا کا ہمسر وشریک بنانا ایسے جرم ہیں جو سببِ عذابِ جہنم ہیں۔ شرک کرنا بدترین گناہ ہے اسی طرح والدین سے بہ نیکی پیش نہ آنا اور اولاد کو قتل کرنا۔

بے حیائی کا کام پوشیدہ یا ظاہر طور پر کرنا، کسی کو ناحق قتل کر دینا، مالِ یتیم کو ناحق کھانا، صحیح طور پر ناپ تول کر کے اشیاء کو فروخت نہ کرنا، ہر بات انصاف سے نہ کرنا، عدالت و انصاف کے معاملے میں قرابت داری کی رعایت کرنا، یہ سب کام خدا نے حرام کیے ہیں اور زبانِ رسولؐ سے ان کے حرام ہونے کا اعلان کرایا ہے۔ یہ خیال رہے کہ خدا نے ان احکام کو شرک کے بعد ذکر کیا ہے اور شرک نا قابل معافی جرم ہے۔ لہٰذا یہ باقی احکام جو شرک کے تحت بیان کیے گئے ہیں اور جن کو حرام کیا گیا ہے ان کو کھانا پینا اہم ترین جرم اور گناہ ہیں، اگر ان امور اور افعال پر انسان مُصِر و بضد رہے تو معافی کا امکان ہی نہیں ہے۔ مشرک کی معافی کا بھی امکان نہیں ہے کیونکہ شرک کو خدا نے ظلمِ عظیم فرمایا ہے اور باقی مذکورہ افعال بھی ظلم میں داخل ہیں۔ خدا مسلمانوں کو عذاب دائمی سے محفوظ رکھے اور ان کو توفیقِ عملِ نیک دے۔ آمین۔

یہ سن ۱۳۹۳ھ ہے۔ ممالکِ اسلامیہ میں اس حکم کی دل کھول کر مخالفت کی جارہی ہے۔ خدا نے تو اعلان فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو بوجہ غربت و افلاس کے قتل نہ کرو ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی رزق دیں گے۔ مگر دنیا کے ناخدا شور مچا رہے ہیں کہ اگر مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ ہو جائے گا تو فاقہ سے سب ہی مر جائیں گے۔ لہٰذا نسل کشی کے لئے کروڑوں روپے خرچ کیا جا رہا ہے اور مرد اور عورت کو خصی کیا جا رہا ہے اور قحطِ آئندہ کا خوف دلوں میں چھایا ہوا ہے بات اصل یہ ہے کہ دنیا پر کافر طاقتوں کا غلبہ ہے ان کو صرف اہلِ اسلام سے خطرہ ہے۔ لہٰذا اہلِ اسلام کی نسل کشی ان کا اولین کام ہے۔ خدا شرِ شیطان سے اہلِ اسلام کو محفوظ رکھے۔ یاد رہے کہ اسقاطِ حمل نسل کشی ہے۔ لیکن حمل قرار پالینے سے پہلے ہی نطفہ کو ضائع کر دینا نسل کشی نہیں ہے۔ فقہ جعفری میں نطفہ کو قرار پانے سے روک دینا شرعاً جائز ہے۔

جوا، شراب نوشی وغیرہ ظاہری کام ہیں اور زنا، معاشقہ وغیرہ پوشیدہ ہیں اور اس میں بدنیتی بھی ہے۔

رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ **لا یحل دم امرء مسلم الّا باحد خصال اربع کفر بعد الایمان۔ وزنا بعد احصان ورجل عمل عمل قومِ لوط و رجل قتل نفساً بغیر نفس۔** [مردِ مسلمان کا قتل جائز نہیں ہے مگر ان چار جرائم میں سے کسی جرم کا ارتکاب کرنے پر۔ اول ایمان کے بعد مرتد ہو جائے۔ زناءِ محصنہ (شادی شدہ عورت سے زنا کرنا) کا مرتکب ہو اور وہ عمل کرے جو قومِ لوط نے کیا (اور عذاب کی مستحق ہوئی) یعنی لواطہ۔ اور وہ مرد جس نے بغیر کسی جان کے بدلے کے کسی کو قتل کر دیا یعنی ناحق کسی کو قتل کرنا۔]

آیت ۱۵۲:

یتیم بے ناصر و مددگار ہوتا ہے۔ اس کی مدد مسلمان پر فرض ہے نہ کہ اس کے مال کو کھالینا۔ یہ سخت گناہ ہے۔

جب تک یتیم بالغ نہ ہوجائے اس کے مال کی نگرانی ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کے قربت داروں پر مقدم ہے۔

جب ناپ تول میں انصاف کا حکم نازل ہوا تو اصحاب نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ حضور اس طرح ناپ تول کرنا کہ مطلق فرق نہ ہو دشوار ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ لا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ لہٰذا رسول خداؐ نے فرمایا کہ حتی المقدور کوشش کرو عمداً کم نہ تولو۔

مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ جب کوئی بات کریں تو انصاف کے ساتھ کریں۔ گواہی یا وصیت یا تبلیغِ احکام الٰہی یا دیگر کلام یہ سب کام انصاف پر مبنی ہوں۔ انہیں قرابت کا بھی لحاظ نہ ہو بلکہ حق کا لحاظ رہے۔

ہر مسلمان نے خدا سے عہد کیا ہے کہ وہ قرآن اور حضرت محمدؐ کی اطاعت کرے گا لہٰذا اس کو ہر حالت میں اس عہد کا پابند رہنا چاہئے۔

آیت ۱۵۳:

احکامِ خدا پر عمل کرنا وہ راستہ ہے جو انسان کو اپنے خالق کے قریب کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری قوموں کے تمام راستے گمراہی ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے ایک خط ہمارے واسطے کھینچا اور فرمایا: ھذا صراط اللہ۔ (یہ خدا کا راستہ ہے)۔ اس کے بعد اس خط کے چپ و راست اور خط کھینچے اور فرمایا: علی کلّ سبیل منھا شیطان۔ (اس خط مستقیم کے علاوہ ہر راستہ پر شیطان ہے)۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: وان ھٰذا صراطی مستقیما۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا: ھٰذہ الایات محکمات لم ینسخ ھن شی جمیع الکتب وھی محرمات علی بنی آدم کلھم وھن ام الکتاب من عمل بہ ھن دخل الجنۃ ومن ترکتھن دخل النار۔ (یہ آیات محکمات ہیں۔ تمام کتب سماویہ میں سے کوئی ان کو منسوخ نہیں کرسکتا۔ یہ بنی آدم کے لئے محرمات ہیں۔ اور یہ ام الکتاب ہیں۔ جس نے ان پر عمل کرلیا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے ان کو چھوڑا وہ جہنم میں پہنچ گیا)۔ کعب الاحبار سے روایت ہے کہ وَالذی نفس کعب بیدہ انّ اول شئ من التوریت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ توریت کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھی۔

آیت ۱۵۴:

اگر یہود اپنی کتاب توریت پر عمل کرتے تو وہ کتاب خدا ہے۔ دین و دنیا کے ہر مفید حکم کو اس میں پاتے ہیں، ہدایت پاتے ہیں، بوجہ ہدایت نعماتِ اخروی و رحمت پاتے ہیں اور اپنے رب کی لقا یعنی جزائے اعمال پر ایمان لاتے ہیں مگر انہوں نے توریت میں تحریف کی احکامِ خدا کو مسخ کیا اور اس سے غافل ہو گئے۔

آیت ۱۵۵:

یہود ونصاریٰ و دیگر تمام انسانوں کو حکم ہے کہ وہ حضرت محمدؐ کی نبوت اور قرآن پر ایمان لائیں اور ان کے احکام کے مطابق عمل کریں تا کہ مستحق برکت و رحمت ہوں۔ یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ کتبِ سابقہ کے احکام منسوخ ہو گئے ہیں اور سابقہ انبیاء پر ایمان کافی نہیں ہے بلکہ حضرت محمدؐ اور قرآن تا قیامت باقی رہنے والی ہدایتِ خداوندی ہیں۔

اس آیت میں تہدید (چیلنج) ہے کہ اگر نزولِ قرآن کے بعد بھی اہلِ کتاب نے اپنی سابقہ کتب پر عمل کیا تو وہ باطل ہوگا اور وہ قرآن پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

آیت ۱۵۶، ۱۵۷:

دوگروہوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ ہم اپنی کتابوں سے لاعلم ہو گئے ہیں اور یہ کہیں کہ ہم پر یعنی ہمارے زمانہ میں خدا کی کتاب نازل ہوتی تو ہم ہدایت یافتہ ہو جاتے۔ خدا نے فرمایا کہ میں نے اب تمہاری ہدایت کے لئے قرآن نازل کر دیا ہے۔ تم کو اس کی پیروی کر کے رحمتِ خدا کو حاصل کرنا چاہئے۔

بعثت حضرت محمدؐ اور نزول قرآن کے بعد جو لوگ ان کے منکر ہیں اور قیامت تک جو منکر پیدا ہوتے رہیں گے، وہ سب خدا کے نافرمان منکرینِ آیات خدا اور مستحقِ عذابِ دنیا و آخرت ہوں گے۔ اہلِ اسلام کو اپنے اعمال میں خلوص پیدا کرنا چاہئے تا کہ وہ نافرمانوں اور آیاتِ خدا یا احکامِ خدا سے روگردانی کرنے والوں میں شمار نہ ہوں۔

آیت ۱۵۸:

یہ آیت خدا کی قہاریت کو پیش کرتی ہے۔ کافروں کو تنبیہ ہے کہ وہ اتنی ہٹ دھرمی کر رہے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ہماری ہدایت کے لئے فرشتہ آئے۔ پھر یہ بھی کہہ دیں گے کہ ہماری ہدایت کو خود خدا آئے۔ یہ تمام باتیں ان کی سرکشی و نافرمانی کو ظاہر کرتی ہیں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جب خدا نے اپنی کوئی ظاہری آیت (مراد معجزہ) بھیجی ہے اور قوم نے انکار کیا ہے تو اس قوم پر عذاب آیا ہے اور وہ فنا ہوگئی ہے۔

اویاتی بعض اٰیات ربّك سے مراد آثارِ قیامت ہیں۔ حضرت حذیفہ یمانیؓ اور براء بن عاذبؓ ایک دن قیامت کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ اتفاقاً رسول خداؐ تشریف لائے۔ پوچھا: کیا باتیں ہورہی ہیں؟ عرض کیا گیا کہ قیامت کے بارے میں ہم لوگ کچھ باتیں کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: انها لا تقوم حتی تروا قبلها عشر اٰیات۔ الدخان و دابة الارض و خسفاً بالمشرق واموااتاً بجزیرة العرب

والدجال وطلوع الشمس من مغربها ویاجوج وماجوج ونزل عیسیٰ ونارًا تخرج من عدن۔
(اس وقت تک قیامت نہ آئے گی جب تک کہ یہ دس نشانیاں پوری نہ ہو جائیں گی: دھواں، دابتہ الارض، سورج و چاند گرہن، جزیرۂ عرب میں عام ہلاکت، دجال کا آنا، سورج کا مغرب سے نکلنا اور یاجوج و ماجوج کا آنا۔ حضرت عیسیٰؑ کا نزول آسمان سے اور عدن سے آگ نکلنا)۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اعمالِ نیک بجالانے کی جلدی کرو اس سے پہلے کہ یہ نشانیاں پیدا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آفتاب جب مغرب سے طلوع ہوگا تو پھر توبہ قبول نہ ہوگی۔ اور وہ وقت وہ ہوگا کہ زمین پر گناہوں کی کثرت ہوگی۔ نیکی برائی میں تبدیل ہو جائے گی اور کوئی نیکی کا حکم نہیں دے گا اور برائی سے منع نہیں کرے گا۔ لہٰذا برائیاں عام ہو جائیں گی اور احکامِ خدا برطرف ہو جائیں گے۔ جب ایسا ہوگا تو آفتاب عرش کے نیچے چلا جائے گا۔ پھر اذن طلوع چاہے گا تو جواب نہ ملے گا اور چاند کو آفتاب کے قریب ہونے کا حکم ہوگا۔ جب کچھ شب گزر جائے گی تو شب کو عبادت کرنے والے اور صبح کو نماز پڑھنے والے نمازیں پڑھیں گے۔ وہ بہت کم لوگ ہوں گے مگر جب آفتاب طلوع نہ ہوگا اور وہ جزع وفزع کریں گے جبرائیل کو حکم ہوگا کہ وہ آفتاب اور چاند کو حکم دے کہ وہ مغرب سے طلوع کریں تین راتوں کے بعد دونوں طلوع ہوں گے۔ خدا ان کے نور کو سلب کرلے گا۔ آفتاب سیاہ ہو کر طلوع ہوگا۔ اس وقت ملائکہ میں گریہ و بکا ہوگی۔ خدا کا فرمان ہے: **وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ**۔ (سورہ قیامت، آیت:۹)۔ (اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے) اس کے بعد زمین سے مردے اُٹھیں گے۔ اہل دنیا نالہ و بکا کریں گے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب مغرب سے سورج نکلے گا تو کوئی بندہ نہ ہوگا کہ جو توبہ نصوح کرے۔ معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا کہ توبہ نصوح کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ ندامت و عذر خواہی ہے۔ پھر سورج اور چاند مل جائیں گے۔ اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ رسول خداؐ سے مدت درمیانِ طلوع آفتاب مغرب سے اور نفخ صور کو پوچھا تو فرمایا کہ اسپ مادہ کی مدتِ حمل ہے۔ جب کہ اس کا بچہ سواری کے قابل نہ ہو اور ایک صور سے دوسرے صور پھونکنے تک کی مدت چالیس روز ہوگی۔

کافروں کو سخت تہدید کی گئی ہے کہ تم عذاب طلب کرتے ہو، رسولؐ سے معجزات طلب کرتے ہو، تم کو قیامت کا یقین نہیں آتا۔ تم انتظار کرو اور ہم تو انتظار کر ہی رہے ہیں ہم کو اعتقاد و ایمان ہے اور تم کو انکار ہے۔ تم عذاب کے لئے تیار رہو۔

آیت ۱۵۹:

موجودہ زمانہ کے نام نہاد مسلمان اس قرآنی حکم کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ وہ اسلام میں فرقہ

بنا کے اور اپنے کو کسی فرقہ میں شامل کر کے رضائے خدا حاصل کر رہے ہیں یا اپنے کو عذابِ جہنم کا مستحق بنا رہے ہیں۔

آیت ۱۶۱، ۱۶۲:

صراطِ مستقیم دینِ اسلام ہے اور بندہ کا یہ اعتقاد کہ اس کا جینا مرنا، عبادت اور نماز صرف اور صرف خدائے یکتا و یگانہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہے۔

آیت ۱۶۳، ۱۶۴:

اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے کہ مسلمان توحیدِ خدا میں کسی شئے کو بھی شریک نہ کرے اور خالص خدائے یگانہ کی عبادت کرے۔ ایّاك نعبد ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور ایّاك نستعین۔ ہم تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ مسلمان کے عمل سے یہی دونوں باتیں ظاہر ہوں کہ وہ اپنی کسی مصیبت و تکلیف میں بجز خدا کے کسی سے مدد نہ مانگے اور صرف خدا کو ہی اپنا حاجت روا، ناصر اور مالک تصور کرے۔ اگر اس میں ذرہ بھی فرق آئے گا تو وہ شرک ہوگا۔ چنانچہ ان آیات میں بہ تفصیل اسی کا ذکر ہے۔ رسول اللہؐ کو حکمِ خدا ہے کہ کہہ دو (ا) کہ صراطِ مستقیم خدا نے بتائی ہے۔ (ب) دین جو ملتِ ابراہیمؑ اور اسلام ہے کی ہدایت کی ہے۔ (ج) نماز، عبادت حتیٰ کہ موت و زندگی سب خدا کی حصولِ رضا کے لئے ہونا چاہئے۔ (د) خدا تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔ (ر) خدا کا کوئی شریک نہیں ہے وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ (ہ) سب سے پہلے مسلم حضرت محمدؐ ہیں۔ خدا نے اس آیت میں تصدیق کی ہے۔ (ع) حضرت محمدؐ صرف خدا کو تمام عالموں کا پالنے والا جانتے تھے یہی اعتقاد تمام مسلمانوں کا ہونا چاہئے تب نجات یقینی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: افترقت الیهود علی احدیٰ و سبعین فرقة کلها فی الهاویة الّا واحده وافترقت النصاریٰ اثنین و سبعین فرقة کلها فی الهاویة الّا واحده ویفرق امتی علی ثلاث و سبعین فرقة کلها فی الهاویة اِلّا واحده۔ (یہود کے ۷۱ فرقے ہوگئے۔ جن میں سب دوزخی تھے صرف ایک جنتی تھا۔ نصاریٰ کے ۷۲ فرقے ہوئے۔ سب دوزخی تھے صرف ایک جنتی تھا اور میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے کل دوزخی ہوں گے صرف ایک جنتی ہوگا)۔

جو فرقہ مذکورہ اعتقاد رکھتا ہے وہ جنتی ہے اور جو اس اعتقاد سے، بھٹک گیا وہ فرقوں میں بٹ گیا، وہ جہنمی ہو گا۔ (مترجم)

واقعہ۔ فُضَیل بن عبدالملک نے زادان سے روایت کی ہے۔ زادان نے کہا کہ میں حضرت علیؑ کے سامنے بیٹھا تھا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ مسجد کے دروازہ پر راس الجالوت اور جاثلیق کو بہ سختی لا رہے تھے۔ حضرت علیؑ نے حکم دیا

کہ ان پر سختی نہ کرو۔ دونوں کو آپؑ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپؑ نے راس الجالوت سے پوچھا کہ امتِ موسیٰؑ کتنے فرقوں میں ہوگئی تھی؟ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے جاثلیق سے پوچھا کہ امت عیسیٰ کتنے فرقوں میں ہوگئی تھی؟ اس نے کہا: ۴۴ فرقے ہو گئے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں توریت وانجیل کا زیادہ جاننے والا ہوں۔ تم جھوٹے ہو۔ امت موسیٰ ۷۱ فرقہ ہوئی تھی ان میں ایک فرقہ جنتی تھا اور امت عیسیٰ ۷۲ فرقہ ہوگئی تھی اور امت حضرت محمدؐ ۷۳ فرقے ہوگی اس میں سے ایک جنتی ہوگا باقی ہلاک ہوں گے اور آپ نے فرمایا کہ میرے بارے میں بارہ فرقے ہوں گے۔ ایک جنتی ہوگا باقی ہلاک ہوں گے۔

آیت ۱۶۵:

اقتدار اور درجات خدا ہی کی طرف سے ملتے ہیں تاکہ وہ آزمائش کرے۔ ہمیشہ ایک کے بعد دوسرا حاکم ہوتا آیا ہے یہی قانونِ الٰہی ہے البتہ ظالم کو عذاب ہوگا اور عادل کو ثواب ملے گا۔ خداوندِ عالم نے جب حضرت محمدؐ پر قرآن نازل کیا اور حکم دیا کہ اس کی تبلیغ کرو تو آپ نے درگاہِ خدا میں عرض کیا: انّی اخشی ان یکذبنی الناس۔ (اے خدا میں ڈرتا ہوں کہ لوگ میری تکذیب کریں گے اور اس پر عمل نہ کریں گے۔) رسول اللہؐ کا یہ کہنا خوفِ جان سے نہ تھا بلکہ حقیقت حال خدا سے عرض کر کے اس سے نصرت اور مدد لینی تھی اور اپنی ذمہ داریوں کی وسعت و حدود کا تعین مقصود تھا۔ آپؐ دیکھ چکے تھے کہ امم سابقہ پر طرح طرح کے عذاب آچکے ہیں اور انبیاءؑ سے بھی باز پرس ہو چکی ہے اور قیامت میں مزید باز پرس ہوگی۔ لہٰذا آپ نے ارادہِ الٰہی کو معلوم کیا۔ خدا نے فرمایا کہ اے محمدؐ تم ذرا بھی دل میں تنگی محسوس نہ کرو اور کوئی فکر نہ کرو۔ ہم نے قرآن تم پر نازل کیا ہے، اس کے ذریعہ لوگوں کو جنت کی بشارت دو اور اسی کے ذریعہ جہنم کے عذاب کا خوف دلاؤ۔ اسی قرآن کے ذریعہ ہم ان کی آزمائش کریں گے۔ تم پر صرف اس کا پہنچانا فرض ہے، اس کو منوانا تم پر فرض نہیں ہے۔

تفسیرِ سُورَۃ الاَعرَافِ

آیت ۳:

یہ حکمِ عام ہے تمام انسانوں کے لئے کہ وہ قرآن کے احکام پر عمل کریں اور کسی کو اپنا حاکم، ولی، مختار اور معبود نہ بنائیں۔ جو خدا کے احکام کے خلاف کرے گا وہ دنیا میں ہلاکت و تباہی کے عذاب میں گرفتار ہوگا اور آخرت میں دائمی عذابِ جہنم کا مستحق ہوگا۔

آیت ۴:

حکمِ اتباعِ قرآن دینے کے بعد خدا نے نافرمانانِ امت کو بتایا کہ تم سے پہلے جو امتیں نافرمان تھیں ان پر عذاب دنیا میں بھی آیا۔ جیسے قومِ لوط کو بوقت شب جب سب سو رہے تھے عذاب سے ہلاک کیا اور قوم شعیب کو جب وہ دوپہر کو سو رہے تھے عذاب میں مبتلا کیا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ خدا اوقات کا پابند نہیں ہے اور نہ یہ عذاب اتفاقی بات تھی، بلکہ اس نے جب چاہا اور یہ دیکھ لیا کہ نافرمان قوم کا ظلم و نافرمانی حد سے متجاوز ہوگئی تب اس پر عذاب نازل کر دیا لہٰذا عہدِ حضرت محمدؐ کے لوگ بھی یہ سمجھ لیں کہ اگر انہوں نے نافرمانی کی تو وہ بھی خدا کے طرف سے عذاب، ہلاکت، ذلت، تباہی اور جہنم کے مستحق ہوں گے۔

آیت ۵:

قرآن نے معذّب قوم کی حالت کی تصویر کشی کی ہے کہ عذاب میں مبتلا ہو کر وہ واویلا کر رہے تھے مگر عذاب آنے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی ہے۔ وہ خود اپنی تباہی و ہلاکت کی تکالیف کو دیکھ کر پشیمان تھے اور کہہ رہے تھے کہ بے شک ہم ظالم ہیں۔ مجرم خود اقرار جرم کرے تو پھر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا کہ خدا عادلِ مطلق ہے اور اس آیت نے عدالتِ خدا کا اظہار کیا ہے۔

آیت ۶ تا ۹:

یہ آیات حسابِ روزِ قیامت کے تذکرہ میں ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے کہ اول وہ خود انسان سے اس کے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا کہ میرے بھیجے ہوئے رسولوںؑ نے صراط مستقیم کی رہنمائی کی تھی پھر تم نے اس پر کتنا عمل کیا؟ اس کے بعد خدا انبیاءؑ اور رسولوںؑ سے جو اس عہد میں اس امت پر مبعوث کیے گئے تھے سوال کرے گا کہ تم نے میرے پیغام کو انہیں پہنچا دیا تھا؟ انبیاء اقرار کریں گے اور افرادِ امت بھی گواہی دیں گے بلکہ ہر شخص کے جسم کے اعضاء بھی زبان بن کر گواہی دیں گے۔ اب ہر انسان سزا و جزا کے فیصلہ کا مستحق ہو جائے گا اور خدا کی عدالت ظاہر ہو جائے گی۔ خدا خود عالمِ غیب ہے وہ فرماتا ہے کہ میں موجود ہوں گا لہٰذا غلط بیانی کا امکان ہی نہ ہوگا۔ نیکی اور بدی ہر شخص کے سامنے آجائے گی۔ ہر نیکی کا وزن اور ہر بدی کا وزن معیّن ہوگا۔ خدا عدالت کے لئے میزانِ اعمال نصب کرے گا۔ اس کے دو پلّے ہوں گے۔ وہ بہت وسیع ہوگی۔ میدان حشر میں ہر شخص اپنی نیکی و بدی کا وزن دیکھ لے گا۔ اور اس کے مطابق سزا و جزا پائے گا۔ بعض نیکیاں اتنی وزنی ہوں گی کہ وہ معمولی گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائیں گی۔ اس آیت سے صاف واضح ہے کہ انسان اپنے افعال و اعمال میں خود مختار ہے۔ اور انبیاءؑ کے ذمہ صرف تبلیغِ احکامِ خدا ہے اور وہ بھی اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ اسی لئے ان سے بھی باز پرس ہوگی۔ مسلمانوں میں ایک فرقہ

جبریہ ہے جو انسان کو مجبور محض جانتا ہے۔ گویا وہ خدا کو نعوذ باللہ ظالم قرار دیتا ہے جو کفر ہے۔

رسول خداؐ نے فرمایا۔ ان اللہ یسئال کل احد بکلامہ لیس بینہ و بینۂ ترجمان۔ (خدا ہر فرد سے اس کی زبان میں سوال کرے گا اور درمیان میں کوئی ترجمان نہ ہوگا)۔

آیت ۱۱:

خدائے قدیر نے اس آیت میں اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کیا ہے اور ان آیات سے دیگر علمی مسائل بھی حل ہوتے ہیں۔ اول خدا نے انسان کو بتایا کہ تم میرے احکام کی نافرمانی کرتے ہو، میری نعمتوں کی ناشکری کرتے ہو۔ غور تو کرو کہ میں نے تم کو کیا کیا دیا ہے۔ (۱) اول تم کو نطفہ سے رحم مادر میں پیدا کیا۔ جو صرف رقیق رطوبت کا ایک قطرہ تھا جو رحم مادر میں آیا۔ ہم نے اس میں زندگی پیدا کی اور پھر اس قطرہ کو انسانی شکل وصورت عطا کی۔ انسانی صورت ایسی ہے جو اپنے کمالاتِ جسم کے اعتبار سے ہر مخلوق سے اعلیٰ ہے۔ اور قویٰ کے لحاظ سے ایسی طاقتور ہے کہ دنیا کہ ہر چیز پر غالب وحاوی ہے۔ بڑے سے بڑا جسم والا ذی روح یا غیر ذی روح انسانی جسم وصورت کے مقابلہ میں ہیچ رہے گا۔ جب ہم نے انسانی صورت میں یہ کمالات ودیعت کر دیئے تو وہ تمام مخلوقات سے اعلیٰ و برتر ہوگئی۔ لہٰذا ہم نے اپنی اعلیٰ ترین مخلوق کو حکم دیا کہ وہ آدمؑ کو سجدۂ تعظیم کریں تاکہ فرشتوں کے اعترض کا جواب ہو سکے کہ ان سے بہتر کوئی مخلوق ہی نہیں ہے۔ ہم قادر ہیں کہ ان سے بہتر مخلوق بلحاظ صورت اور خواص کے پیدا کر دیں۔ لہٰذا انسان چونکہ اپنی صفات میں ملائکہ سے اعلیٰ تھا لہٰذا فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا۔ اور رہے جناّت جن کی خلقت آگ سے ہے، لہٰذا شیطان کو غرور ہوا کہ وہ آدمِ خاکی سے افضل ہے اور اس نے حکمِ خدا سے سرتابی کی اور کمالات وصفاتِ انسانی کا قائل نہ ہوا لہٰذا خدا نے اس کو مردود قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ جو خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو نہ مانے وہ جہنمی ہے۔

آیت ۱۲:

شیطان نے دو (۲) جرم کیے۔ اوّل تو یہ کہ حکم خالق ورب العالمین سے سرتابی کی۔ دوسرے کمالاتِ انسانی سے انکار کیا۔ انسانی صورت اور سیرت کے کمالات جب نورانی مخلوق ملائکہ سے زیادہ تھے اور انہوں نے سجدہ کر کے اس کا اقرار کر لیا تھا تو شیطان کو بھی اقرار کرنا ہی چاہیئے تھا مگر اس نے قیاس سے کام لیا اور منشاءِ خداوندی کو نہ سمجھا اور تا قیامت ملعون ہوگیا۔

آیت ۱۳:

آیت بتارہی ہے کہ شیطان نے تکبر کیا۔ اپنے کو آدمؑ سے افضل جانا لہٰذا مردودِ جنت ہوا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ تکبر کرنے والے جنت میں نہیں رہ سکتے۔ اہلِ اسلام کو غور کر لینا چاہیئے۔ رسول خداؐ نے فرمایا ہے: من تواضع

رفعه اللہ ومن تکبّر وضعه اللہ۔ (جو انکسار کرتا ہے خدا اس کو بلند مرتبہ کر دیتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے خدا اس کو پست کر دیتا ہے)۔

آیت ۱۶:

فبما اغویتنی اس کا ترجمہ عام طور پر کیا گیا ہے کہ اے خدا چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا (شیخ الہند مولانا محمود الحسن) مولانا موصوف نے حاشیہ نمبر۴ پر لکھا ہے۔ چونکہ خدا ہر چیز کا خالق ہے اس لئے گمراہی وضلالت کو بھی وہی پیدا کرتا ہے۔اس لئے یہ نسبت صحیح ہے۔نعوذ باللہ! جب خدا ہی گمراہ کرتا ہے تو پھر معاملہ ہی ختم ہو گیا۔ نہ انبیاءؑ اور رسولوںؑ کے آنے کی ضرورت رہی اور نہ ان بے چاروں کو سخت مصائب برداشت کرنے کی ضرورت تھی، نہ خدا کو دوزخ، جنت بنانی تھی نہ قرآن میں حلال وحرام بتانا تھا۔ بلکہ شیطان نے یہ عرض کیا کہ اے خدا آدمؑ کے سجدہ کا حکم دے کر تو نے میرا امتحان لینا چاہا۔شیطان کے نزدیک اس کی عقل میں آدمؑ کو سجدہ کرنا گمراہی تھی۔اس لئے اس نے کہا ہے کہ تو نے مجھ کو غیر خدا کے سامنے سجدہ پر مجبور کیا۔مگر وہ نہ سمجھ سکا کہ حکم خدا کی تعمیل ہی راہِ راست تھی۔آدمؑ کو سجدہ کرنا اصل میں خدا ہی کو سجدہ کرنا تھا کیونکہ خدا ہی نے آدمؑ کے سامنے سجدہِ تعظیمی کرنے کا حکم دیا تھا معلوم ہوا کہ خدا جس کی اطاعت کا حکم دے اس کو نہ ماننے والا جہنمی ہے۔

آیت ۱۸:

مدحورا۔رحمتِ خدا سے دور ہو کر نکل جا۔ چونکہ آدمؑ کو سجدہ تعظیم نہ کر کے شیطان نے صریحاً حکمِ خدا کی نافرمانی کی اور نافرمان کی سزا جہنم ہے، لہٰذا اس کی سزا اور اس کی پیروی کرنے والوں کی سزا تجویز کر دی اور جنت سے نکال دیا اور آئندہ مطابقِ اعمال جزا وسزا دینے کا وعدہ کیا۔

آیت ۱۹:

جنت میں رہتے ہوئے آدمؑ وحواؑ پر کیا گزری اس کے بارے میں سورہ بقرہ میں حاشیہ لکھا جا چکا ہے۔

آیت ۲۰:

آدمؑ کے سامنے ابلیس نے آکر قسم کھائی کہ یہ وہ درخت ہے کہ جس کا پھل کھا کر تم دونوں ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ یا دو فرشتے بن جاؤ گے اور یہ بھی کہا کہ میں تو تم کو اچھی نصیحت کر رہا ہوں۔آدمؑ وحواؑ نے جب یہ سنا کہ درخت ایسا ہے کہ اس کے پھل میں خدا نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ انسان ابدی اور فرشتہ بن جائے گا اس لئے یہ نافرمانی خدا نہ ہوگی بلکہ حیاتِ ابدی اور فرشتہ بن جانے کی تمنا ہوگی۔ چنانچہ آدمؑ تو درخت کے پاس نہ گئے کیونکہ خدا نے اس کے پاس جانے کو منع کیا تھا مگر شیطان نے اس کا پھل لا کر دیا۔آدمؑ وحواؑ نے کھایا جس سے وہ لباسِ نور جو جنت میں ان

کے جسم کو چھپائے تھا دور ہوگیا کہ وہ دونوں برہنہ ہو گئے۔ علماء نے اسی لئے کہا ہے کہ مرد کو عورت کی اندام نہانی اور عورت کو مرد کے عضو تناسل پر نظر نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ بے حیائی ہے جو خدا نے آدمؑ وحواؑ کے لئے بطور سزا تجویز کی تھی کہ لباس دور کر دیا تھا۔

آیت ۲۲:

فدلهما بغرور۔ شیطان نے آدمؑ وحوا کو گندم کھانے پر فریب دے کر مائل کیا۔ اس سے ثابت ہے کہ انہوں نے بہ ارادہ و رغبت خود گندم ممنوعہ کو نہ کھایا بلکہ ان کو فریب دیا گیا۔

جب آدمؑ وحواؑ کو احساس ہوا کہ لباسِ نور ان سے دور ہوگیا تو آدمؑ گھبرائے۔ ہر طرف دوڑنا شروع کیا۔ خدا کی طرف سے ندا آئی **أفرار مني يا آدم**۔ (اے آدم مجھ سے بھاگتے ہو؟) آدمؑ نے عرض کیا: **بل حياء منك**۔ (بلکہ مجھ کو تجھ سے شرم آتی ہے) اور آدمؑ نے درختوں کے پتوں سے اپنا جسم چھپایا۔ ان آیات نے چند امور واضح کر دیئے ہیں۔ اول یہ کہ نافرمان خدا و رسول جنتی نہیں ہوسکتا۔ دوم یہ کہ انسان یا ابلیس کوئی بھی ہو اور چاہے جتنی بھی عبادت کرے مگر کسی بھی وقت خدا کا نافرمان ہو جائے تو وہ جنتی نہیں ہوسکتا جبکہ یہ نافرمانی دانستہ اور بضد ہو۔ سوم یہ کہ جو شیطان کے پیرو ہیں وہ ہی نیکوکاروں کے دشمن ہیں۔ ایسوں کی اطاعت کرنا، ان کی باتوں میں آجانا، ان کے دھوکے دینے سے حکمِ خدا کی خلاف ورزی کرنا بھی انسان کو جہنمی بنا دیتا ہے۔ چہارم۔ یہ کہ انسان اپنے فعل کا مختار ہے۔ خدا نے آدمؑ کو جنت میں سب کچھ کھانے کی اجازت دی تھی مگر آدمؑ کا دھوکے سے گندم کھا لینا بھی ان کا اپنا فعل تھا جس کے وہ خود ذمہ دار تھے۔ اسی لئے جنت سے چلے جانے کا حکم ہوا۔ ثابت ہوا کہ خدا خالقِ شر نہیں ہے بلکہ وہ خالقِ خیر ہے۔ انسان خیر کو شر اپنے اعمال سے بنا لیتا ہے جس کی سزا اس کو جہنم کی صورت میں ملے گی۔ پنجم یہ کہ برہنگی اور عریانی بے حیائی ہے، خدا کے حکم کے خلاف ہے۔ انبیاءؑ اس سے حیاء کرتے ہیں اور اس سے نفرت کرتے ہیں۔ ششم۔ دشمن کی جھوٹی قسموں کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ ظاہری دشمن سے زیادہ دشمن وہ ہوتا ہے جو بظاہر دوستی کا دعویٰ کرے۔ ہفتم۔ انسان کو چاہئے کہ وہ تمام اعمال کو رضائے خدا کے حصول کے لئے بجا لائے۔ انسان کے تمام دنیوی کام بھی دینی کام ہیں اگر وہ حکمِ خدا اور رضائے خدا کے حاصل کرنے کو ہر کام میں پیش نظر رکھے۔ خدا نے دنیا کی تمام نعمتیں انسان کے لئے ہی پیدا کی ہیں مگر نافرمانوں کے لئے یہ نعمات حرام ہیں۔

خطاب بظاہر آدمؑ سے ہے مگر تمام بنی آدم کو خدا نے اطلاع دی ہے کہ ابلیس اور اس کی اولاد آدمؑ اور اس کی اولاد کی ہمیشہ دشمن رہے گی۔ لہٰذا ہر خدا پرست کو چاہئے کہ وہ وسوسہِ شیطانی سے خدا کی پناہ مانگے اور اپنے اعمال میں شیطانی طریقے دخل نہ ہونے دے۔ موجودہ عہد کے مسلمان اپنے روزانہ کے حالات پر غور کریں کہ وہ اپنے روزانہ

کے کاموں میں حکمِ خدا کی پیروی کرتے ہیں یا وہ شیطان کی راہ پر چلتے ہیں اور اپنے کو عذابِ دائمی کا مستحق بناتے ہیں۔ خدا توفیقِ نیک دے۔

آیت ۲۳:

تفسیرِ اہلبیتؑ میں یہ امر مسلمہ ہے کہ تمام انبیاءؑ اور ائمۂ اہلبیتؑ معصوم ہیں۔ آدمؑ نے خدا سے عرض کیا ہے کہ ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ ظاہر ہے کہ ظلم شانِ انبیاءؑ کے خلاف ہے مگر دوسروں کے حقوق غصب کر لینا دوسروں کو اذیت پہنچانا بھی ظلم ہے۔ انبیاءؑ نے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا مگر آدمؑ نے اس موقع پر یہ اظہار کیا ہے کہ میں نے اپنے نفس، اپنی ذات پر ظلم کیا کہ شیطان کے وسوسہ دلانے سے ممنوعہ گندم کھا لیا۔ یہ انسانی غلطی سہواً بھول کر ہوئی ہے اس لئے یہ ظلم نہیں ہے بلکہ اقرارِ غلطی ہے جو سہواً ہو گئی تھی اور اس کی معذرت یا معافی ہے جو آدمؑ خدا سے کر رہے ہیں۔ انسان نادانستہ اگر کوئی غلطی کر جائے تو وہ خدا معاف کر دیتا ہے جس طرح خدا نے آدمؑ کے اس ترکِ اولیٰ کو معاف کر دیا اور ان کو اور ان کی لاتعداد اولاد کو جنت کی بشارت دی ہے۔

آیت ۲۴:

محمد بن قیس نے کہا ہے کہ ابلیس نے سانپ کو وسوسہ کیا اور سانپ نے حوّا کو وسوسہ کیا۔ حوّا نے آدمؑ کو وسوسہ کیا۔ چنانچہ خدا نے سانپ سے کہا کہ تُو نے کیوں آدمؑ کو بہکایا؟ اس نے کہا کہ ابلیس نے کہا تھا۔ خدا نے ان تینوں کو حکم دیا کہ جنت سے زمین پر اتر جائیں اور تم میں ہمیشہ دشمنی رہے گی۔ چنانچہ یہ آدمی اور شیاطین آپس میں قیامت تک دشمن رہیں گے۔

آیت ۲۵:

خدا نے اس آیت میں اعلان کر دیا ہے کہ زمین پر انسان کی زندگی مدتِ معینہ تک ہوا کرے گی۔ اس زمین سے ہی انسانی لباس و غذا و سامانِ زندگی پیدا ہوگا۔ اسی زمین پر موت آئے گی اور اسی زمین سے روزِ قیامت سب اٹھائے جائیں گے۔ آج دنیا کا سرکش انسان مثل پہلی سرکش امتوں کے ان چیزوں کا قائل نہیں رہا مگر کرے تو کیا کرے کہ موت یقینی ہے۔ زمین ہی انسان کو ضروریاتِ زندگی فراہم کر رہی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ موت کے بعد پھر انسان کو زندہ کیا جانا تو اس کا اعتقاد دنیا والوں کو نہیں۔ لیکن اگر وہ عقل سے کام لیتے تو سمجھ میں آجاتا کہ جب خدا کے معین کردہ قاعدوں کا انسان پابند ہے، نہ موت پر اس کو قابو ہے نہ مختلف اوقات میں تباہ کن طوفانوں پر قابو ہے اور جو کچھ وہ حاصل کرتا ہے یا جن چیزوں پر اس کی زندگی کا دارومدار ہے وہ فرمان خدا کے مطابق ہی ہو رہی ہیں پھر اس امر کا یقین کیوں نہیں آتا کہ خدا کا یہ وعدہ بھی سچا ہے کہ اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور اس کو پھر زندہ کر کے اس کا حساب لیا جائے گا۔ اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہے۔

آیت ۲۶:

قد انزلنا علیکم لباساً۔ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے آسمان سے لوگوں کے لئے لباس اتارا بلکہ یہ ہے کہ لباس کی اہمیت ظاہر ہو اور برہنگی مذموم قرار پائے۔ کفار اسلام سے پہلے خانہ کعبہ کا حج برہنہ کرتے تھے۔ جب ان کو منع کیا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا کا طریقہ یہی تھا۔ علاوہ ازیں ابتدائے خلقت میں لوگ برہنہ رہتے تھے۔ خدا نے فرمایا ہے برہنگی بے حیائی ہے اور لباس بنانے کا سامان روئی، ریشم، اون یہ سب خدا نے پیدا کیا ہے۔ تا کہ تم برہنگی سے بچو اور لباس تمہاری زینتِ جسم ہو اور سردی اور گرمی سے محفوظ رہو۔ جب آدمؑ کو خدا نے زمین پر اتارا تو جبرائیلؑ نے آدمؑ کو گندم دیا اور کاشت کا طریقہ بتایا اور آگ پر پکانے کا طریقہ تعلیم دیا۔

آیت ۲۷:

اولیاء کا ترجمہ عام طور پر دوست سے کیا گیا ہے۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کا ولی شیطان کو مقرر کیا ہے۔ آیت صاف بتاتی ہے کہ مومن کا ولی کوئی دوسرا ہے جو اس پر کُلّی اختیار رکھتا ہے۔ اس کے دنیا و دین کے کام بناتا ہے۔ صاحبِ اختیار ہے۔ قران میں کئی جگہ ہے کہ مومنین کا ولی خدا اور رسول ہے۔ انما ولیکم اللہ الخ۔ خدا اور رسول کے اختیارات کیا ہیں؟ ان کی وسعت بے حد اور بے اندازہ ہے۔ وہ اختیارات امور دنیا و دینی پر حاوی ہیں۔ اس آیت میں خدا نے یہی بات ظاہر کی ہے کہ کافر کا ولی ہم شیطان کو مقرر کر دیتے ہیں اور کافر کے تمام کام شیطان ہی بگاڑتا ہے اور حتی کہ اس کو جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اس صورت میں اولیا یا ولی کا ترجمہ صرف دوست غلط ہے بلکہ صاحب اختیار حاکم ہونا چاہئے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ خدا نے فرمایا: انا جعلنا۔ (ہم نے بنایا ہے) شیاطین کو کافروں کا ولی، تو وہ اس معنی میں نہیں ہے کہ خدا نے شیطان کو انسان پر مسلط کر دیا ہے اور انسان بوجہ شیطان کے تسلط کے گناہ پر مجبور ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور ہٹ دھرمی کرتے رہتے ہیں تو وہ اپنا حاکم یا ولی خود شیطان کو بنا لیتے ہیں اور ہم ان سے ان کی بداعمالی کی وجہ سے شیطان کو دفع نہیں کرتے۔ جیسا کہ ہم صاحبانِ ایمان کو شیطان کے شر اور وسوسہ سے بچاتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو شیطان کو فنا کر دیتے مگر خود انسان اپنی بداعمالی کی وجہ سے شیطان کو اپنے اوپر مسلط کر لیتا ہے۔

آیت ۲۸:

حدیث میں ہے کہ بنی عامر کی ایک عورت برہنہ طواف کر رہی تھی اور نامناسب الفاظ اس کی زبان پر تھے۔ عہدِ اسلام میں مسلمانوں نے اس کو برا بھلا کہا تو اس کے قبیلہ والوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسی ہی کرتے دیکھا ہے اور خدا نے ہم کو ایسے ہی طواف کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں باتوں کا جواب خدا نے دیا ہے۔ اول یہ

کہ خدا فحش باتوں کا حکم نہیں دیتا ہے۔ دوم وہ جو کہہ رہے ہیں وہ غلط کہہ رہے ہیں۔ خدا نے ان کے اسلاف کو ایسا حکم نہیں دیا تھا۔ بہر حال خدا برہنگی اور فحش کلامی کو منع کرتا ہے۔ یہ بداخلاقی ہے۔ قران درسِ اخلاق حسنہ دیتا ہے۔ حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھی: اذا فعلوا فاحشۃ الخ۔ (جب وہ کوئی فحش کام کرتے ہیں الخ) اور فرمایا: فرقہ قدریہ و مجبرہ انسان کو مجبور محض جانتے ہیں اور ہر خیر وشر کا فاعل و خالق خدا کو قرار دے کر خود کو بے قصور ٹھہراتے ہیں۔ آج کل کے مسلمانوں میں بھی اس اعتقاد کے لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو خدا کے سر تھوپتے ہیں اور بقول حسن بصری ان کا یہ فعل کفر و شرک ہے۔

آیت ۲۹:

یہ آیت بھی فرقہ مجبرہ کی رد میں ہے کہ خدا عدالت وقسط وانصاف کا حکم دیتا ہے۔ اقتضاء عدالت تو یہ ہے کہ اگر انسان کو خدا گناہوں پر مجبور کر دے تو پھر اس کی سزا نہ دے لیکن خدا نے چونکہ انسان کو اپنے اعمال کا اختیار دیا ہے اور راہِ راست بذریعہ انبیاءؑ بتادی ہے لہٰذا ایسی صورت میں جو خلافِ حکمِ خدا عمل کریں گے وہ گنہگار لائق عذاب ہوں گے۔

یہ حکم عام ہے کہ خدا کو یگانہ و واحد جانو۔ خدا نے کعبہ کو قبلہ بنایا ہے اسی طرف سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔ اس کے خلاف جو راستہ اختیار کرو گے وہ گمراہی ہوگا۔

آیت ۳۱:

زینت کے حقیقی معنی سترِ عورتین کے ہیں۔ قبیلہ ثقیف اور دیگر قبائل عرب مرد و زن خانہ کعبہ کا طواف برہنہ کرتے تھے۔ نومسلموں نے بھی اپنے قدیم طریقہ کو اپنانا چاہا تو خدا نے اس سے ان کو اس انداز سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ جب حالتِ عبادت میں ہو تو اپنی شرم گاہوں کو چھپاؤ اور نعمتِ خداوندی کا اظہار لباسِ نماز میں کرو۔ امام حسنؑ بوقتِ نماز عمدہ لباس پہنتے تھے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: انّ اللہ جمیل یحب الجمال فاتجمل لربی وھو یقول خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ (خدا جمیل ہے۔ جمال کو دوست رکھتا ہے۔ میں اپنے رب کے واسطے زینت کرتا ہوں کہ خدا نے فرمایا ہے کہ ہر نماز کے وقت زینت کرو۔) مفسرین نے لکھا ہے کہ بنو عامر دوران ایامِ حج کھانا نہیں کھاتے تھے صرف سد رمق کھا لیتے تھے۔ تو خدا نے حکم دیا کہ کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔ اس حکم میں طِب کا اعلیٰ اصول ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: المعدۃ بیت الداء والحمیۃ راس کل دواء واعط کل نفس ما عودتہ۔ (معدہ بیماری کا گھر ہے اور پرہیز تمام دواؤں کا سرتاج ہے۔ اپنے نفس کو اتنا دو جتنے کا وہ عادی ہے)۔

آیت ۳۲:

عرب جب حج وعمرہ کو جاتے تھے تو گوشت، دودھ، چربی کو اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے۔تو خدا نے فرمایا: من حرّم زینة اللّٰه۔ (کس نے اللہ کی پیدا کی ہوئی پاک اشیاء زینت وخوراک پاک کو حرام کیا ہے؟) یعنی یہ چیزیں حلال ہیں اور جو چیزیں خدا نے حلال کر دی ہیں ان کو کوئی حرام نہیں کر سکتا ہے۔

مومنین کے لئے خدا نے تمام اشیاء، لباسِ زینت، خوراک، غذا پیدا کی ہیں تا کہ وہ آرام حاصل کریں اور ان کی زندگی باقی رہے۔ ان کے طفیل کافر بھی ان نعمات سے مستفیض ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ وہ اپنے منکرین کو بھی دنیوی نعمات دیتا ہے مگر قیامت میں یہ نعمات اور اس کے اعلیٰ نعمات صرف مومنین کے لئے ہوں گی وہاں کافروں کے لئے عذابِ جہنم ہوگا۔

آیت ۳۳:

اس آیت میں خدا نے ان چیزوں کو صاف صاف بیان کیا ہے جو حرام ہیں اور جن کو خدا نے منع کیا ہے اور ان کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ ان سب کو شرک کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فحش، گندے کام، شراب نوشی اور دیگر حرام کام کو بغاوت اس لئے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کے حلال کو حرام یا خدا کے حرام کیے ہوئے کو حلال کرتا ہے تو یہ حکمِ خدا سے بغاوت ہے۔ یہ بھی اسی گناہ میں داخل ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حرام شئے بحالتِ اضطرار حلال ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس موقع پر بھی خدا نے ایک لفظِ رعایت **بغیر الحق** رکھ دیا ہے یعنی خلاف ورزی کرنی پڑے مگر یہ مجبوری و خوفِ ہلاکتِ جان ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

آیت ۳۴:

اس آیت نے ظاہر کیا کہ ہر شخص کی موت کا وقت معین ہے۔ نہ کوئی موت کا وقت میں تاخیر وتقدیم کر سکتا ہے اور نہ اس کو زیادہ یا کم کر سکتا ہے۔ موت سے مفر نہیں ہے۔ دوسری چیز آیت سے یہ ظاہر ہوئی کہ اقوام کی دنیوی ترقی اور اس کے تنزل کا وقت بھی معین ہے۔ ان کے حسبِ اعمال ان کو مہلت دی جاتی ہے۔ لیکن جب ان کی نافرمانیاں اور گمراہی اور ظلم وستم حد سے بڑھ جاتا ہے تو اس قوم پر دنیوی تہدیدی عذاب آتا ہے۔ اول اس کا زوال آتا ہے بعد کو وہ ہلاک و برباد کر دی جاتی ہے۔ تاریخِ عالم گواہ ہے کہ ہزارہا اقوام فنا ہو گئیں جن کے آثارِ حکومت بھی ناپید ہو گئے۔ کہیں کہیں طبقات ارض کو کھودا جاتا ہے تو ان کے آثار زمین کی گہرائیوں سے نکل آتے ہیں۔ ان کی ترقی کے آثار اور ان کی حکومت کی نشانیاں ملتی ہیں مگر ان کا نام ونشان بھی پتہ نہیں لگتا۔ اب رہا عذابِ آخرت وہ ان کو الگ ملے گا۔ البتہ خدا نے جن کو ان کے اعمال نیک کی وجہ سے قائم و باقی رکھنا چاہا وہ ظالموں اور جابروں کی مٹانے کی کوششوں کے

باوجود آج باقی ہیں۔ ظاہری موت نے ان کو اذہانِ عالم سے فراموش نہیں ہونے دیا۔ وہ ہمیشہ باقی رہیں گے اور آخرت میں ان کے درجات بلند ہوں گے گویا وہ دنیا و دین میں زندہ ہیں۔

آیت ۳۵:

یہ حکم عام ہے اور قیامت تک پیدا ہونے والوں کو خدا کا حکم ہے کہ زمین پر جو بھی میری طرف سے انبیاءؑ آتے رہے ان کو حق مانو اور آئندہ جو رسول آئیں ان کے احکام کی پیروی کرتے رہو۔ اور آخر میں میں نے محمدؐ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور اپنی محترم کتاب قرآن ان کے ذریعہ تم کو بھیجی ہے۔ یہ قرآن تمہاری دنیا و دین کی زندگی کے لئے کافی ہے۔ اس میں ہر شئے کا علم موجود ہے۔ اس کتاب کے بعد تم کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس پر عمل کرنے سے تم میری خوشنودی حاصل کر سکتے ہو اور ابدی جنت کی نعمات حاصل کر سکتے ہو۔

خدا نے خاص طور پر دو باتوں کا حکم اس آیت میں دیا ہے۔ اول یہ کہ تقویٰ اختیار کیا جائے یعنی ہر وہ چیز ترک کر دی جائے جو جسم انسانی یا روح انسانی کے لئے مضرت رساں ہے۔ احکامِ خدا کی تعمیل کی جائے اور اس کا خوف ہمہ وقت دل میں رہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر پہلے زندگی میں خطائیں کی ہیں یا کفر و شرک کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان کو ترک کر کے خدائے یکتا کو معبود سمجھیں اور حرام سے بچتے رہیں۔

آیت ۳۶:

آیات کا لفظ قرآن میں بار بار آیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ آیات کیا ہیں۔ قدرتِ الٰہی سے جو چیزیں پیدا ہوئی ہیں: آسمان، زمین، ستارے، چاند، سورج، نباتات، زراعت، اقوامِ سابقہ پر عذاب، انسان کا سونا، جاگنا، قانونِ قدرت کے تحت مسلسل مخلوقات کا پیدا ہونا ان کو وقتِ معین پر مرنا وغیرہ اور نیز آیاتِ قرآن، انبیاء کا وجود، رسولوںؑ کی بعثت، ہادیانِ دین اور ائمہ کا وجود، ذاتِ حضرت محمدؐ، معجزاتِ انبیاءؑ، احکامِ خدا یہ سب آیاتِ خدا ہیں اور اسی قسم کی دیگر چیزیں بھی ان میں داخل ہیں۔ انسان جب ان کو دیکھے تو دل میں قدرتِ خدا کا اقرار کرے۔ ان تمام چیزوں کا فاعلِ حقیقی خدا ہی کو جانے اور اس طرح سے اپنے لئے ہدایت کا سبب اور نجات کا ذریعہ تلاش کرے تو وہ عاقل ہے اور مومن ہے اور اگر انسان نے ان تمام چیزوں کو لیل و نہار کی گردشوں اور زمانہ کی پیداوار قرار دیا تو یہ اس کا جہل ہے، بدعقلی ہے اور وہ کافر ہے، مشرک ہے۔ اس آیت میں ذکر ہے کہ اگر انسان آیات خدا کے ماننے میں تکبر سے کام لیتا ہے یعنی اپنی عقلِ ناقص کو ان اشیاء کے وجود پر حاوی کر لیتا ہے اور خود رائے سے آیاتِ خدا کو حقیر جانتا ہے، تو ایسوں کی سزا دائمی عذابِ جہنم ہوگا۔

آیت ۳۷:

خدا پر بہتان باندھنا یہ ہے کہ اس کے احکام کو غلط بیان کرے اور کہے کہ یہ خدا نے کہا ہے یا خدا کے بیٹا یا بیوی

تجویز کرے۔ یا اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے جو ایسا کرتا ہے وہ سب سے زیادہ ظالم ہے کیونکہ وہ اپنی اقوال و افعال سے خدا پر ظلم کر رہا ہے۔ ان کے بارے میں خدا کا فرمان ہے کہ زندگی میں ان کو وہ سب کچھ ملتا رہے گا جو ہم ان کے مقسوم میں لکھ چکے ہیں۔ یعنی ہم چاہیں تو ان سے اپنی نعمات کو ابھی ابھی سلب کر لیں۔ نہ وہ رہیں اور نہ ان کے سامانِ عیش و راحت۔ مگر ہم نے جو قانون بنا دیا ہے اس کے خلاف نہ ہوگا۔ ہم نے جائے سزا و جزا قیامت کو بنایا ہے اور جب ایسے نافرمانوں کا وقتِ موت آئے گا اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روحوں کو ان کے جسموں سے قبض کریں گے تو وہ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کہو اب تمہارے وہ خدا جن کی تم پرستش کرتے تھے وہ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے؟ تو وہ کہیں گے انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا ہے اور بے شک ہم کافر ہیں۔ ان کے اقرار کے بعد ان کو سزا اور عذابِ جہنم دیا جائے گا۔ آیت میں کنتم تدعون یعنی جن کو تم پکارتے تھے آیا ہے۔ مسلمان خود اپنی جگہ غور کر لیں کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں اپنی خود ساختہ دینی باتوں میں خدا کے علاوہ کسی اور کو تو نہیں پکارنے لگے ہیں؟ کیا وہ ایسے کو پیر و مرشد نہیں بنا بیٹھے ہیں جنہوں نے نماز و روزہ اور احکامِ خدا سے بھی بے نیاز کر دیا ہے۔ یا وہ اپنی مدد کے لئے بجز خدا کے کسی اور کو تو نہیں پکارنے لگے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو وہ اپنے اقرار ایاك نستعین۔ (تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں) کے خلاف کرتے ہیں اور اس آیت کے عذاب کی زد میں آتے ہیں۔

آیت ۳۸:

گمراہ لوگ باہم ایک دوسرے پر الزام لگاتے ہیں اپنی غلطی پر نادم نہیں ہوتے اور دنیا میں مذہب کی آڑ لے کر لوگ رہنما پیشوا اور پیر بن جاتے ہیں، لوگوں کو جنت کی بہاریں دکھاتے ہیں، کم فہم لوگ ان کے مکر میں پھنس جاتے ہیں اور بحکمِ مجذوب نماز روزہ اور احکامِ دین کو ترک کر دیتے ہیں۔ سخت قسم کی ریاضت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم دینی کام کر رہے ہیں اور خدا کو خوش کر رہے ہیں۔ مگر یہ لوگ گمراہ ہیں اور ان کے گمراہ کرنے والے بھی ان سے بدتر گمراہ ہیں۔ جب یہ عذابِ جہنم کو دیکھیں گے تو ایسے جھوٹے مذہبی رہنما اپنے پیروؤں کو اور نام نہاد پیر اپنے پیروؤں کو لعنت کریں گے اور پیش خدا اپنے کفر و گمراہی کا اقرار کریں گے۔ مگر اس وقت ان کا حقیقت کا اظہار کرنا اور توبہ کرنا کام نہ آئے گا۔

انسان خود گمراہ ہو لیکن دوسروں کو گمراہ نہ کرے تو اس کو عذاب ہوگا مگر جس نے دوسرے کو بھی گمراہ کیا ہے اس کے لئے دوگنا عذاب ہے۔ ان آیات میں یہی ذکر ہے کہ کچھ لوگ تو گمراہ کرنے والے ہوں گے اور کچھ وہ کہ ان کو گمراہ کیا گیا تھا لہٰذا گمراہ ہونے والے گمراہ کرنے والوں کے لئے خدا سے کہیں گے کہ ان کو دوگنا عذاب دے۔ خدا نے اس آیت میں اعلان کر دیا کہ ان کو دوگنا عذاب ہی دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے جو جھوٹا دعویٰ خدائی کیا جیسے نمرود و فرعون اور بعض نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا جیسے مسیلمہ کذّاب وغیرہ اور بعض نے بعدِ عہدِ حضرت محمدؐ شریعتِ

اسلامی کو بدلا اور اس کو شاہی اور استبداد میں تبدیل کر کے اپنے ظالمانہ احکام رائج کیے۔ یا وہ جھوٹے پیرومرشد جو کرامتوں کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ان سب پر دوگنا عذاب ہو گا۔ اس وقت بہکانے والوں کو اپنے گناہوں کی شدت کا اندازہ ہوگا۔

آیت ۴۰:

آیاتِ خدا کا انکار کرنے والوں کی کیفیت بتائی جارہی ہے کہ انہوں نے احکامِ خدا پر عمل نہیں کیا اور دولت، ثروت، حکومت، افواج کی کثرت نیز جسمانی قوت اور عیش وعشرت کی مصروفیت نے انہیں اس بات پر آمادہ کردیا کہ نفس میں غرور وتکبر پیدا ہوگیا۔ تو عبادت اور احکامِ الٰہی کے ماننے سے انکار کیا یا لاپرواہی برتی ایسے تمام لوگ اس آیت میں بتائے گئے عذاب کی زد میں ہیں۔

موجودہ عہد کے لوگ اس آیت کو قرینِ عقل تصور نہ کریں گے اور کہیں گے کہ چاند تک پہنچنے والوں نے تو آسمان میں کوئی راستہ نہیں دیکھا۔ مگر یہ ان کی کم فہمی اور کم علمی کی وجہ ہے۔ ورنہ کہیں سے بھی جس راستہ سے داخل ہوا جاتا ہے وہی اس کا دروازہ کہلاتا ہے۔ آسمان تہ بہ تہ ہیں، ان کی دوری ایک دوسرے سے بہت وسعت رکھتی ہے۔ یہ آسمان معینہ بلندیاں ہیں اور ان مختلف بلندیوں میں ستاروں کے کرۂ ہائے سماوی ہے جو ایک دوسرے سے معین فاصلے پر ہیں اور وہ مختلف راستوں سے گزرتے ہیں۔ ان کی گردش پیہم ہے اور وہ اپنی گردش میں کچھ راستوں سے بروجِ معینہ میں داخل ہوتے ہیں اور کچھ راستوں سے وہ فضائیہ بروج سے خارج ہوتے ہیں۔ ان کا یہ طریقہ معین ہے اگر ان کی رفتار میں فرق آجائے تو تمام کرہ ہائے ارضی وسماوی باہم ٹکرا کر تباہ ہوجائیں۔ ان کے داخلہ اور خارجہ کے راستے ہی ابواب اور دروازے ہیں۔ بہرحال کہنا تو یہ ہے کہ خدا اعلیٰ ترین جگہ عرش وکرسی پر تصور کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے دعا میں ہاتھ بلندی کی طرف بلند کیے گئے ہیں۔ یوں تو خدا کائنات میں ہر جگہ ہے مگر خدا سے پست کو نسبت نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہ بے ادبی ہے۔ البتہ اعلیٰ وارفع سے نسبت دی جاسکتی ہے۔ تو کہنا یہ ہے کہ بداعمال لوگوں کے اعمال وتوبہ و دعا آسمان تک نہیں پہنچ سکتی ہے اور قبول نہ ہوگی۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: **انما المومنون یرفع اعمالھم وارواحھم الی السماء فتفتح لھم ابوابھا واما الکافر فیصعد بہ عملہ روحہ حتٰی اذا بلغ السماء نادیٰ منادی اھبطوا الی سجین وھو اذا بحضر موت یقال لہ برھوت۔** (مومنین کے اعمال اور روحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لیکن کافر اپنے عمل اور روح کے ساتھ جب آسمان تک پہنچتا ہے تو ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اسے لے جاؤ سجین کی طرف اور وہ حضر موت میں ایک جگہ برہوت ہے)۔

خدا نے اس مثال سے ظاہر فرمایا ہے کہ ایسے بداعمالوں کا جنت میں جانا اسی طرح محال و ناممکن ہے جس طرح

سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا۔

آیت ۴۱:

دوزخیوں کا بچھونا اور چادر آتش جہنم ہوگی۔ نیچے بھی آگ اور اوپر بھی آگ ہوگی۔

آیت ۴۲:

خدا نے سابقہ آیات میں نافرمانوں کا ذکر اور ان کی سزا بتائی۔ اس آیت میں نیک عمل کی ترغیب دی اور پھر فرمایا کہ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ہیں۔ اس کے دو فائدے ہوئے ایک تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا نے ہم پر ناقابلِ برداشت تکلیفِ عبادت ومعرفت ڈال دی تھی۔ ہم اس کو پورا نہ کرسکے۔ اس حالت میں خدا پر ظلم کا الزام آتا تھا وہ اس آیت نے صاف کر دیا۔ دوسرے عملِ نیک میں بھی لوگ کہہ سکتے تھے کہ حصولِ رضائے خدا کے لئے عبادت کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ لٰہذا خدا نے فرمایا کہ نیک نیتی سے جتنی بھی عبادت کرو گے ہم اس کا بہت زیادہ اجر دیں گے کیونکہ تم نے حکم کو مان لیا۔

آیت ۴۳:

جنتیوں کی صفت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں کسی کی طرف سے بغض کینہ وحسد نہ ہوگا۔ وہ مجسم اخلاقِ خداوندی ہوں گے۔

دنیا میں شیطانی وسوسے اور سامانِ تعیش اس قدر ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس طوفانِ گناہ سے محفوظ رہنا بغیر خدا کی مدد کے ناممکن ہے۔

مومنین جنت کے وارث (مالک) ہوں گے اور خدا ان کو ان کے عملِ نیک کے بدلے جنت عطا کردے گا۔ یہ قبضہ وقتی وعارضی نہ ہوگا بلکہ مالکانہ ہوگا۔

آیت ۴۴:

رسول خداؐ نے فرمایا کہ مومن جب جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ میں دوزخی پہنچ جائیں گے تو خدا ان کے درمیان سے حجاب اُٹھالے گا تاکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔ ہر مومن وکافر کے درجات مقرر ہوں گے۔ دوزخیوں کو وہ قصر اور منازل اور دکھائے جائیں گے اور ندا آئے گی کہ اگر تم عمل نیک کرتے تو یہ درجات تمہارے لئے بنائے گئے تھے اور جنتیوں کو دوزخیوں کے درکات دکھائے جائیں گے اور پھر ندا آئے گی کہ اگر تم ایمان نہ لاتے تو یہ درکات وعذاب تمہارے لئے ہوتا۔ پھر ندا آئے گی کہ دوزخیوں سے وہ درجات لے کر تم جنتیوں کو دیئے جاتے ہیں اور ان کو درکاتِ عذاب میں رکھا جائے گا اور ان جہنمیوں کے اعلیٰ درجات کے تم مالک و وارث بنائے جاتے ہو پھر ندا ہوگی کہ

اے جنتیو! تم کو وہ جنت دی گئی جس میں مرض نہ ہوگا، وہ جوانی عطا ہوگی جس میں پیری نہ ہوگی، وہ زندگی دی گئی جس میں موت نہ ہوگی اور وہ جنت دی گئی کہ جس کو فنا نہ ہوگی اور وہ نعمات عطا ہوئیں جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گی۔ جب اہلِ جنت یہ سب سنیں گے تو عرض کریں گے: جآءت رسل ربنا بالحق الخ۔ (سورۂ اعراف، آیت: ۴۳)۔ (واقعاً ہمارے رب کے بھیجے ہوئے رسول حق پر تھے)۔

دنیا میں جن لوگوں نے لوگوں کو دینِ اسلام سے گمراہ کیا اور دینی پیشوا بن کر لوگوں سے طرح طرح کے وعدے کیے اور جنت و دوزخ کے ٹھیکیدار بن گئے تھے ان آیات میں ان کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ ان پر روزِ قیامت لعنت ہوگی۔

آیت ۴۶:

جنتی اور دوزخی لوگوں کے درمیان میں حجاب ڈال دیا جائے گا اور اعراف پر کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ان کو ان کے چہروں سے پہچانتے ہوں گے۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا: الاعراف موضع عال من الصراط علیه حمزة و العباس وعلی و جعفر یعرفون محبهم ببیاض الوجوه و مبغضهم بسواد الوجوه۔ (اعراف پل صراط پر ایک بلند مقام ہے۔ جہاں حمزہؓ، عباسؓ، علیؑ اور جعفرؓ ہوں گے۔ جو اپنے دوستوں کو ان کے نورانی سفید چہروں سے اور دشمنوں کو ان کے سیاہ چہروں سے پہچانیں گے۔)

عمرو بن شبیہ کی روایت ہے کہ ایک دن رسول خداؐ نے علیؑ سے فرمایا: یاعلی کانی انظریك یوم القیامة و بیدك عصاعوسج تسوق قوما الی الجنّة واُخرین الی النار۔ (اے علیؑ گویا میں دیکھ رہا ہوں تم کو روزِ قیامت میں کہ تمہارے ہاتھ میں عوسج کا عصا ہے اور تم کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لے جا رہے ہو اور دوسروں کو جہنم کی طرف۔) اور تم کہہ رہے ہو کہ خذینه فانهٔ من اعدائی وذربه فانه من اولیائی۔ [اے جہنم اس کو لے لے کہ یہ میرا عدو (دشمن) ہے اور اس کو چھوڑ دے کہ یہ میرا دوست ہے۔]

علی الاعراف رجال۔ اعراف پر کچھ مرد ہوں گے ان کی دو صفتیں قران نے بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ وہ لوگوں کو ان کے چہروں سے پہچانتے ہوں گے کہ کون جہنمی ہے اور کون جنتی ہے۔ مفسرین نے بتایا ہے کہ انبیاءؑ رسولؐ و شہداء اور افاضلِ مومنین ہوں گے۔ محمد بن جعفر بن راشد معتبر راوی نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا، انہوں نے حسین بن علوان سے اور انہوں نے سعید بن طرق سے سنا کہ اصبغ بن نباتہ نے کہا کہ میں ایک دن حضرت علیؑ کے پاس موجود تھا کہ عبداللہ بن کواء آیا اور اس نے سوال کیا کہ علی الاعراف رجال کی تفسیر کیجئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے ابن الکواء ہم اہل بیت نبوت ہیں۔ ہم کو خدا کی طرف سے روزِ قیامت یہ اختیار ہوگا کہ جنت اور

دوزخ ہمارے اختیار میں ہوگی۔ فمن ینصرنا عرفناہ بسیماہ وادخلنہ الجنّة ومن ابغضنا عرفناہ بسیماہ فادخل النار۔ (یعنی پس جس نے ہماری نصرت کی ہے اس کو ہم اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے اور اس کو جنت میں داخل کریں گے اور جس نے ہم سے بغض و دشمنی کی ہے اس کو بھی اس کی پیشانی سے پہچانیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔) تفسیر مجمع البیان میں روایت ہے۔ قال ابو جعفر هم اٰل محمد لایدخل الجنّة اِلّا من یعرفهم وعرفوه لا یدخل النار الّا من انکرهم۔ (حضرت ابوجعفر امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اعراف پر جو مرد ہوں گے وہ ائمہ آل محمدؐ ہوں گے۔ جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا مگر جس کو وہ پہچان لیں گے اور اگر وہ آل محمدؐ کی صحیح معرفت رکھتا ہو اور دوزخ میں داخل نہ ہوگا مگر وہ جو آل محمدؐ کا انکار کرے اور ان کو اپنا امام نہ مانے وہ جہنمی ہوگا)۔

اعراف والے جن لوگوں کو ندا دے کر ان کے افعال بد کو یاد دلائیں گے۔ ان سے مراد کافر ومشرک اور منافقین ہیں مثلاً ولید بن مغیرہ و ابوجہل وعاص بن وائل اور ان کے ہم خیال و ہم اعتقاد لوگ۔ یہی مذکورہ بالا لوگ بلالؓ، عمار یاسرؓ وصہیبؓ کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ لوگ جنت میں نہ جائیں گے اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ ہم دوزخ میں نہ جائیں گے۔ اس وقت اعراف والے کہیں گے کہ اے کافرو! آج نہ تمہاری دولت کام آئے گی جس پر تم گھمنڈ کرتے تھے اور نہ تمہارے ساتھی جن کا تم نے جتھا بنایا کیونکہ تم نے خدا و رسول کی نافرمانی پر کمر باندھ لی تھی۔ آج تمہارے ساتھی کام نہ آئیں گے تم جہنم میں جاؤ اور اعراف والے مومنین سے کہیں گے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

آیت ۵۰:

خداوندِ عالم نے اہل دنیا کی عبرت کے لئے اہل جہنم کی حالت کی تصویر کشی کی ہے کہ آگ ان کو جلا رہی ہوگی اور وہ پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہوں گے۔ اس وقت وہ اہل جنت سے پانی کی درخواست کریں گے مگر جواب صاف ملے گا کہ خدا کی نعمات کافروں پر حرام ہیں۔ کافر دنیا میں خدا کی نعمات سے فائدے اٹھاتے ہیں پھر خدا کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے یہ نعمات حرام ہیں کیونکہ خدا کی پیدا کردہ اشیاء خدا والوں ہی کے لئے ہیں۔ ناحق شناسوں اور نافرمانوں کے لئے نہیں ہیں۔

آیت ۵۱:

خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ تم مجھ کو یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا۔ چونکہ کافر دنیا میں کھیل میں مبتلا رہے اور خدا کے احکام بھلا دیئے، لہٰذا خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا کہ قیامت کے دن وہ ان کو اپنی رحمت سے یاد نہیں کرے گا اور

دوزخ میں جائیں گے کیونکہ وہ روزِ قیامت کو بھولے ہوئے تھے اور ان کو قیامت کے حساب کتاب اور دوبارہ زندگی پانے کا اعتقاد نہ تھا۔

خدا کی نشانیوں کا انکار ہی کفر ہے۔ انسان تمام زندگی خدا کی قدرت کی نشانیاں دیکھتا ہے پھر بھی وہ منکر رہتا ہے۔ اسی کی سزا ابدی عذاب ہوگا۔

آیت ۵۲:

بکتاب فصلناہ علیٰ علم ۔ ایسی کتاب جس میں ہر شئے کا مفصّل حال ہم نے اپنے علم سے جمع کیا ہے۔ خدا کے علم کی وسعت لامحدود ہے۔ وہ اشیاء کی اہمیت، ضرورت، افادیت اور انسانوں کی طبائع اور مزاج فطرت سے واقف ہے۔ وہ سمٰوات اور ارض اور اس میں جو کچھ ہے اس کی ہر شئے کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ اسی عالمِ مطلق خدا نے فرمایا ہے کہ میں نے قرآن میں سب کچھ جمع کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب اہل دنیا کے لئے ہدایت ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے والوں کے لئے رحمت ہے کیونکہ ان کو نعماتِ دنیا و آخرت سے مالا مال کردے گی۔

آیت ۵۳:

قرآن کا مضمون ہے کہ روزِ آخرت پر ایمان لایا جائے۔ دوزخ وجہنم کے عذاب پر ایمان لایا جائے اور جنت کے ثواب کو تسلیم کیا جائے۔ یہ کافر جو کسی طرح بھی راہِ ہدایت کو اختیار نہیں کرتے ہمیشہ انبیاءؑ کو جھٹلاتے رہتے ہیں کیا اس امر کے منتظر ہیں کہ قیامت آجائے؟ وہ یاد رکھیں کہ وہ جب قیامت کے دن کے عذاب کو دیکھیں گے خود پکار اٹھیں گے کہ اے کاش ہم خدا کے رسولؐ کا حکم مانتے۔ بے شک وہ رسول سچے تھے۔ بیشک وہ روزِ قیامت شفاعت کرنے والے تھے۔ مگر ہم نے ان کی اطاعت نہ کی۔ اب کاش کہ ایسا ہو کہ ہم پھر دنیا میں واپس کر دیئے جائیں تا کہ ہم احکامِ انبیاء یعنی خدا کی اطاعت کریں اور عاقبت کے عذاب سے محفوظ ہو جائیں۔ مگر ان کا اب یہ کہنا اور پشیمانی بیکار ہوگی کیونکہ عمل کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

آیت ۵۴:

فی ستة ایام ۔ چھ دن کی مدت میں آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ خدا نے مخلوق کے پیدا ہونے کی ابتداء اتوار کو کی اور جمعہ تک تمام مخلوقات خلق ہو چکی تھیں۔ اس موقع پر سوال یہ ہوتا ہے کہ خدا تو فرماتا ہے کہ جب وہ کسی شئے کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے 'کن' ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ پھر یہ چھ ۶ دن کی مدت کیوں مقرر کی گئی؟ صرف اس لئے کہ وہ قادر ہے کہ صرف ایک لفظ سے عالمین کو پیدا کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا ہے۔ مگر زمین و آسمان کی خلقت چھ روز میں اس لئے کی گئی کہ ان کے باشندے اجنّہ و انسان مادی مخلوقات

ہیں۔ مادی مخلوقات کو احساس دلانا ہے کہ وہ ہر کام بتدریج کریں اور ان کی فطرت بھی اس کی مقتضی ہے کہ وہ ہر کام کو آہستگی سے بعدِ غور وفکر کریں۔ علاوہ بریں عقولِ انسانی برداشت نہیں کرسکتیں کہ اتنا وسیع آسمان، ستارے، چاند، سورج وغیرہ اجرام فلکی یکا یک پیدا ہو سکتے ہیں۔ صرف انسانوں کے دماغ اور قوتِ فکر کا اندازہ کرنے کے لئے خدا نے یہ صورتِ تخلیق قائم کی اور نظامِ فطرتِ اشیاء دنیا کو اسی اصول پر قائم کیا ہے تا کہ انسان اپنی فطری قوتوں سے ارتقاء کا کام لے سکے۔

ثم استویٰ علی العرش۔ کے ترجمہ اور تفسیر میں شانِ خداوندی کے خلاف باتیں لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ من جملہ ان کے یہ بھی لکھدیا کہ مالک ابن انس سے روایت ہے کہ **الاستواء عین مجھولة و کیفیة غیر معلومة و السوال عنه بدعة**۔ (لفظ استویٰ کے معنی غیر معلوم ہیں۔ اس کی کیفیت بھی معلوم نہیں ہے۔ اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔) اسی لفظ سے دھوکہ کھا کر بعض نے خدا کو مجسم مان لیا ہے کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے اور عرش سے بھی باہر اس کا جسم چلا گیا ہے۔ نعوذ باللہ خدا جسم ولوازماتِ جسم سے پاک ومنزہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ جبرئیلؑ نے درگاہِ خدا میں عرض کی اے خدا مجھ کو عرش کی وسعت دکھا دے۔ خدا نے جبرئیلؑ کو زیادہ سے زیادہ قوتِ پرواز دی۔ ہر مرتبہ وہ عاجز رہے اور اپنے ضعف کا اظہار کیا۔ پھر زیادہ قوت پرواز عطا ہوئی پھر مجبور رہے تو خدا سے سوال کیا کہ اتنا ہی بتا دے کہ اس کی وسعت کیا ہے؟ تو ندا آئی اے جبرئیلؑ تو ہزاروں سال سے عرش کے گرد پرواز کرے، مگر ہزاروں سال میں تو عرش کے ایک ستون تک بھی نہیں پہنچے گا۔ تو جبرائیلؑ نے عرض کیا: **سبحان من لایعلم کیفیة خلقه الّا هو**۔ (پاک ہے وہ خدا کہ اس کی مخلوق کی کیفیت کو کوئی نہیں جانتا ہے۔) بجز اس کے۔ وسعتِ عرش کا اندازہ ناظرین کو ہوگیا ہوگا اس پر اللہ کو بٹھانا شانِ خدا میں گستاخی ہے۔ تفسیر اہل بیتؑ میں ہے کہ خدا نے یہ ذکر فرمایا کہ میں نے زمین وآسمان کو چھ روز میں پیدا کیا اور اس کے بعد عرش کی خلقت کی طرف متوجہ ہوا۔ عرش کی خلقت زمین وآسمان کی خلقت سے زیادہ وسیع تھی۔ اس کے خلق کرنے کا ذکر بعد کو کیا ہے اور انسان کو دعوتِ فکر دی گئی ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین اور اس کی مخلوقات پر غور کرے تا کہ اس کو خدا کے قدرت کی وسعت کا احساس ہو اور وہ دل دماغ سے سمجھ کر اپنے خالق کا مطیع بندہ بن سکے۔ پھر وہ علم حاصل کرنے کے بعد عالمِ ملکوت، لاہوت اور عرش کے بارے میں غور کرے کہ خدا نے کتنا وسیع عالم بنایا ہے کہ ایک عالَم میں صد عالَم پیدا کیے تا کہ اس کا ایمان قدرتِ خدا پر قوی ہو جائے اور وہ مومن بن کر لا انتہا خدا کی پیدا کردہ نعمات کا مستحق بن جائے۔

آیت ۵۵:

اس آیت کا سلسلہ ماسبق آیت سے ہے۔ خدا کو پکارو یا اس سے دعا کرو بہ تضرع وزاری اور بہ خلوصِ دل اور اس

دعا کرنے میں حد سے نہ بڑھو کہ ناحق کسی کے لئے بددعا کرو یا وہ چیز خدا سے مانگو جو تمہارے لائق نہ ہو۔ رسول خدا نے فرمایا: سیکون قوما یعتدون فی الدعا وحسب المرء ان یقول اللّٰھم انی اسئلك الجنة وما قرب الیھا من قول او عمل۔ (عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دعا کرنے میں حد سے بڑھ جائیں گے۔ انسان کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ یہ دعا کرے کہ اے خدا میں جنت چاہتا ہوں اور وہ چیز کہ جو مجھ کو جنت سے قریب کر دے۔) حدیث ہے کہ رسولِ خداؐ ایک وادی میں وارد ہوئے جو ہولناک تھی تو اصحاب نے با آواز بلند تکبیریں کہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ارجعوا الیٰ انفسکم۔ (تم لوگ اپنے ہوش میں آؤ۔) تم اس کو پکار رہے ہو جو سمیع، بصیر، حاضر اور قریب ہے۔

آیت ۵۶:

میسرہ نے حضرت امام ابوجعفر محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے اس آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا: ان الارض کانت فاسدة فاصلح حال اللہ بہ نبیّہ۔ (بیشک زمین فساد سے بھری ہوئی تھی۔ خدا نے اس کی اصلاح اپنے نبی سے کی ہے۔) اس کا مطلب یہ ہے کہ احکامِ خدا اور رسول کی اطاعت سے اصلاحِ اہل ارض ہے۔ اس کے علاوہ اہلِ ارض کسی صورت سے سکون و ترقی نہیں پا سکتے۔

خدا کا وعدہ ہے کہ محسنین، نیک اور اچھے کام کرنے والوں سے خدا قریب ہے اور جس کے قریب خدا ہو اس کے مراتب کے کیا کہنے ہیں۔ انبیاءؑ، اوصیاء، اولیاء کا وہی درجہ ہے۔

آیت ۵۷:

خدا نے اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کیا ہے اور وہ آثارِ قدرت بیان کیے ہیں جن پر کبھی کوئی قادر نہ ہوگا۔ چاہے انسان بحکمِ خدا ترقی کی کسی حد پر پہنچ جائے۔ اول بادل لانے والی ہواؤں کا چلانا، بارش کے اثرات سے نباتات کا اُگنا، درختوں میں پھلوں، پھولوں کا پیدا ہونا، ان کے رنگ، صورت، مزہ اور ہیئت میں فرق ہونا۔ ایک جیسے پھلوں کا ہم رنگ اور ہم مزاج ہونا وغیرہ۔

ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پہلے صور پھونکنے پر لوگ مر جائیں گے تو خدا چالیس سال تک پانی برسائے گا، وہ پانی زیر عرش سے بہے گا۔ اس کو ماء الحیوان کہتے ہیں۔ پس مردے قبروں میں سے اس طرح پیدا ہوں گے جیسے ماں کی شکم میں بچہ پرورش پاتا اور بڑھتا ہے۔ جب ان کے جسم کامل ہو جائیں گے تو خدا ان میں روح داخل کرے گا۔ ان پر نیند طاری ہوگی۔ پھر دوسرے صور پر وہ بیدار ہوں گے تو کہیں گے: یاویلینا من بعثنا من مرقدنا۔ (سورۂ یٰس، آیت ۵۲)۔ (ہائے افسوس ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اُٹھایا ہے؟)

آیت ۵۸:

اس آیت کی تفسیر میں ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ امام حسنؑ ایک دن معاویہ بن ابوسفیان کے دربار میں گئے۔ معاویہ نے امام حسنؑ سے پوچھا کہ قرآن میں ہے کہ **ولا رطب ولا یابس اِلّا فی کتاب مّبین**۔ (سورۂ انعام، آیت ۵۹)۔ (ہر خشک و تر قرآن میں موجود ہے) تو بتائیے کہ میری داڑھی اور آپ کی داڑھی کا ذکر قرآن میں کہاں ہے؟ امام حسنؑ کی داڑھی گھنی تھی اور معاویہ کی داڑھی میں بال کم تھے۔ امام حسنؑ نے یہ آیت پڑھی: **والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربّہ الخ**۔ (آیت کا ترجمہ صفحہ مذکور پر پڑھ لیجئے)۔

آیت ۵۹:

حضرت نوحؑ کی نبوت کا اظہار ہے۔ ان کا پیغام خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانا اور اسی کی عبادت کرنا ہے اور روزِ قیامت اور عذابِ آخرت پر ایمان لانا ہے۔ اسلام تمام انبیاءؑ کا پیغام ہے۔ نوحؑ کے بعد ادریسؑ مبعوث ہوئے اور اولاد قابیل کی ہدایت کے لئے معین ہوئے تھے۔

عذاب یوم عظیم سے مراد عذابِ قیامت اور بعض کے نزدیک عذابِ طوفان ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ آدمؑ نے وصیت کی تھی کہ شیثؑ کی اولاد قابیل کی اولاد سے مناکحت نہ کرے۔ اولاد شیثؑ نے آدمؑ کو ایک غار میں دفن کیا تھا اور اس پر نگہبان مقرر کر دیئے تھے تا کہ اولادِ قابیل قبرِ آدمؑ پر نہ جائے۔ اولاد شیثؑ اپنے چچا قابیل کی اولاد سے ملنے گئی۔ یہ سو مرد اور عورت تھے۔ اولاد قابیل نے ان سب کو روک لیا ان کے بعد اولاد شیث کے دیگر افراد خبر لینے کو آئے اور ان کو بھی روک لیا اور چونکہ زنانِ اولادِ شیث خوبصوت تھیں، ان کے ساتھ زنا کے مرتکب ہوئے۔ حتیٰ کہ اولاد قابیل وشیث میں زنا کاری پھیل گئی۔ خدا نے نوحؑ کو ان پر معین کیا۔ اس وقت نوحؑ کی عمر پچاس سال تھی۔ نوحؑ نے قوم کو سمجھایا مگر جب نافرمانی بڑھتی گئی تو نوحؑ نے خدا سے عرض کیا: **فلم یزدھم دعای اِلّا فِراراً**۔ (سورہ نوحؑ، آیت ۴)۔ (میری دعوت دین سے وہ بھاگتے ہیں۔) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نوحؑ کو اتنا مارتے تھے اور اتنے پتھر برساتے تھے کہ نوحؑ بے ہوش ہو جاتے تھے مگر پھر نوحؑ ہدایت کرتے تھے: **قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا**۔ (کہو لا الہ الا اللہ تا کہ فلاح پاؤ۔) ایک شخص بچہ کو ساتھ لایا اور اس بچہ کو نوحؑ کو دکھایا اور کہا کہ یہ نوحؑ ساحر ہے۔ جب تو بڑا ہو جائے اور میں مر جاؤں تو اس کے کہنے میں نہ آنا۔ بچہ نے کہا کہ باپ مجھ کو پتھر دے کہ اس کو ماروں۔ اس نے پتھر مارا نوحؑ کا سر زخمی ہوا اور چہرہ پر خون بہنے لگا۔ تو آپؑ نے خدا سے بددعا کی: **رَبّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیّاراً**۔ (سورہ نوحؑ، آیت: ۲۶)۔ (پروردگار زمین پر ایک بھی بسنے والا نہ چھوڑ۔) ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ نوحؑ کی قوم میں سے صرف اسّی آدمی ایمان لائے۔ خدا نے چالیس سال ان کی عورتوں کو بانجھ کر دیا کہ

کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ اس کے بعد وہ امراض اور قحط میں مبتلا ہوئے۔ نوحؑ نے پھر بھی ہدایت کی اور استغفار کا حکم دیا مگر وہ نہ مانے اس پر طوفان آیا۔ نوحؑ کی عمر ڈھائی ہزار سال ہوئی۔ (حدیث علی بن محمد) دوسو سال کشتی بنانے میں صرف ہوئے تھے اور نوسو پچاس سال تبلیغ کی۔ ایک دن دھوپ میں بیٹھے تھے کہ ملک الموت آیا۔ پوچھا: کون؟ اس نے بتایا تو آپؑ نے اس سے کہا کہ اتنی اجازت دو کہ دھوپ سے سایہ میں آجاؤں۔ سایہ میں آئے تو کہا: یاملك الموت كان مامربی من الدنیا مثل تحولی من الشمس الی الظل فامض لما امرت به۔ (اے موت کے فرشتہ میرا دنیا میں قیام اور اس کی مدت گویا اتنی تھی کہ میں دھوپ سے سایہ میں آگیا۔) نبیِ خدا نے بتایا ہے کہ ہر فانی چیز چاہے اس کی مدت حیات کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو قلیل اور فانی ہے۔ اس لئے دل لگانے کے قابل نہیں ہے۔

آیت ۶۴:

مفسرین نے بتایا ہے کہ کشتی میں سوار ہونے والے یعنی نجات پانے والے اسّی مرد وعورت تھے۔ باقی تمام لوگ ہلاک ہوگئے۔

آیت ۶۵:

ہودؑ پسر عبداللہ بن رباح بن خلوث بن عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوحؑ ہیں۔ بقولے ہودؑ بن شاخ بن رخشد بن سام بن نوحؑ۔

حضرت محمدؐ کا پیغام مثل دیگر انبیاءؑ کے پیغامِ اسلام ہے۔ وحدانیتِ خدا، عبادتِ خدا کا حکم، عذابِ یومِ آخرت کا خوف اور رسولؐ کی رسالت کا اقرار ہی اسلام ہے یہی دین خدا اور دین انبیاء علیہم السلام ہے۔

آیت ۶۶:

ہودؑ کی قوم میں مسلمان بھی تھے۔ جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا ان کے سرداروں نے کہا کہ اے ہودؑ تم نادان ہو اور پھر ہودؑ کی تکذیب کی اور گستاخانہ کلام کیا۔

آیت ۶۷:

حضرت ہودؑ نبی تھے، معلمِ اخلاقِ حَسنہ تھے۔ لہٰذا آپ نے قوم کی گستاخی کا جواب مصالحانہ اور نرم لہجہ میں دیا اور ہدایت مدنظر رکھی۔ پہلے ان کو یاد دلایا کہ میں نے آج تک تم سے نادانی کی بات نہیں کہی (کیونکہ نبیِ خدا نادان نہیں ہوتا بلکہ تمام انسانوں سے عقل وفہم میں زیادہ ہوتا ہے) اور اشارہ یہ بھی تھا کہ تم بھی اس کو جانتے ہو۔

ہودؑ نے خدا کی وحدانیت اور ربوبیت کا اعلان کیا اور بتایا کہ تمام عالموں کا خالق اور پالنے والا خدا ہے اور اسی عظیم ہستی نے مجھ کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ جو کچھ کہتا ہوں وہ اپنی اغراض سے نہیں کہتا بلکہ صرف خدا کا

پیغام تم کو پہنچاتا ہوں جس کے ماننے میں تمہارا ہی فائدہ ہوگا۔

آیت ۶۹:

شداد بن عاد ان بادشاہوں میں تھا۔ روایت ہے کہ اس عہد میں قوی ہیکل انسان ہوتے تھے۔

اذجعلکم خلفأ یعنی تم میں سے یکے بعد دیگرے بڑے بڑے بادشاہ ہوئے۔ یہ خدا ہی کا انعام تھا کہ ایسے نافرمانوں کو اتمامِ حجّت کے لئے بادشاہ بنایا تا کہ وہ خدا کی عظمت ونعمت کا اقرار کریں۔ اس موقع پر خدا کا لفظ 'خلفاء' استعمال کرنا ظاہر کرتا ہے کہ صرف زمین کا بادشاہ ہونا بھی اس لفظ کے دائرہ میں آتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ خلیفہ کوئی نبی ہو۔ جب سلسلے وار ایک کے بعد دوسرا شخص کسی قوم سے بادشاہ ہوتا رہے تو وہ بھی خلیفہ کہا جاسکتا ہے اور زمین پر اس کو شاہی بحکمِ خدا امتحاناً ملتی ہے۔ اگر خدا نہ چاہتا تو ایسے نافرمانوں کو ہلاک کر دیتا مگر اس نے حکومتِ ارضی دے کر بھی انسان کو آزمانا چاہا ہے۔ نبی حاکمِ شریعت ہوتا ہے اور احکامِ خدا کا پہنچانے والا اور امام دینِ خدا کا بعدِ نبی محافظ اور نبی کی تعلیمات کو پھیلانے والا ہوتا ہے۔

آیت ۷۰:

آیاتِ خدا کا اقرار اور نعماتِ خدا کا ذکر وشکر انسان کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے اور وہ دونوں جہاں میں فلاح ونجات کا حق دار ہوتا ہے۔

آیت ۷۱:

کافروں کا یہ کہنا ہی بتاتا ہے کہ وہ پہلے انبیاءؑ کے پیغام سے واقف تھے اور توحیدِ خدا وعبادتِ خدائے یگانہ کو سُن چکے تھے۔ مگر بوجہ اپنی سرکشی اور حق دشمنی کے وہ نبئ خدا کو جھٹلا رہے تھے اور حق بات کا مذاق بنا رہے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا کا دین درست تھا، وہ بہت سے خداؤں یعنی بتوں کو پوجتے تھے وہ طریقہ صحیح تھا۔ اے ہودؑ تم جو ایک خدا کی عبادت کا حکم دیتے ہو یہ صحیح نہیں ہے۔ ان کی سرکشی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ آخر انہوں نے عذابِ خدا آنے کی بھی خواہش ظاہر کردی۔ اب اس صورت میں اگر ان پر خدا کا عذاب آیا تو اس کے ذمہ دار خود ان کے اعمال تھے کیونکہ خدا کا رحم وکرم تو یہ تھا کہ ان کو انبیاءؑ کے ذریعے ہدایت کر کے ان کو جنت دینا چاہتا تھا۔ عہدِ حاضر کے مسلمان غور کریں کہ مثلِ امم سابق کہیں ان میں تو احکامِ دین سے لاپرواہی پیدا نہیں ہوگئی ہے اور وہ اپنے عمل سے دین سے مذاق تو نہیں کر رہے ہیں۔

کافروں نے اپنے معبودوں کے نام رکھ لیے تھے۔ کسی کو ساسیہ کہتے تھے اور اعتقاد تھا کہ وہ بارش کرتا ہے۔ کسی بت کو حافظہ کہتے تھے خیال تھا کہ وہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور بعض کو رازقہ اور بعض کو سالمہ غرض فرضی نام رکھ لیے

تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کے ذہنوں میں خدا کی وحدانیت اور خالقیت و رزاقیت کا تصور ہی نہ تھا۔ یہ ان کی گمراہی تھی کہ اتنے انبیاء کی ہدایت کے بعد بھی وہ مشرک و کافر رہے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جن کو اپنا معبود گردانتے ہیں ان کی دینی کتابوں میں خدا نے ان معبودوں کی پرستش کا کہیں حکم نہیں دیا۔ بلکہ تمام انبیاءؑ نے وحدانیتِ خدا کا درس دیا ہے۔ چنانچہ بُرے عقائد و اعمال کے نتائج روزِ قیامت ظاہر ہو جائیں گے جب وہ عذابِ دردناک میں دائمی طور پر گرفتار کیے جائیں گے۔ یہ واقعہ اہلِ اسلام کے لئے باعث عبرت ہونا چاہئے اور ان کو اپنے اعتقادات کا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ کہیں غیر اللہ کو اپنا حاجت روا تو نہیں مانتے ہیں؟ اہلِ اسلام کا ولی یعنی حاکمِ اعلیٰ خدا ہے۔ پھر رسولؐ ہے جو خدا کی طرف سے ولی (حاکم) بنایا گیا ہے اور ائمہِ اہلبیتؑ ہیں جو خدا اور رسولؐ کی طرف سے ولیِ امت و حافظِ دین ہیں۔

آیت ۷۲:

مفسرین کی اتفاق رائے ہے کہ قومِ عاد یمن میں موضع احقاف میں تھی۔ اس میں ریت کے ٹیلے تھے۔ ان کے نام رکھ لیے تھے۔ اسی سرزمین میں قوم عمالقہ بھی تھی اور حضرموت تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ سب بت پرست تھے۔ ہر قبیلہ کا الگ ایک بت تھا یہ لوگ قوی ہیکل تھے اور ظالم ومفسد تھے۔ خدا نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہودؑ کو بھیجا مگر حضرت کی کسی نے نہیں سنی آخر سو (۱۰۰) سال تک قحط میں مبتلا رہے اور بارش نہ ہوئی۔ قوم عالقہ کا مورث عملیق بن لاوٗ بن سام تھا۔ ان کا سردار معاویہ بکر تھا جو قبیلہ عاد سے تھا۔ قحط کی سختی سے عاجز ہو کر ستر آدمی دعا کے لئے مکہ آئے۔ ان کا سردار قیل بن غبر بن عاد تھا اور مرثد بن سعد مسلمان تھا مگر اسلام چھپائے ہوئے تھا۔ معاویہ بکر نے ان کو ٹھہرایا۔ اس کی دو کنیزیں موسوم جراتان تھیں۔ ان کا رقص اور شراب نوشی کا دور چلتا رہا۔ ایک ماہ گزر گیا۔ آخر معاویہ نے اپنی کنیزوں سے ایسے اشعار پڑھنے کی فرمائش کی کہ جن سے وفد کو واپسی اور دعا و استغفار کا خیال آجائے۔ جب ان کو دعا کا خیال آیا تو مرثد نے کہا کہ تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔ تم ہودؑ کے پاس جا کر مسلمان ہو جاؤ۔ معاویہ نے انکار کیا اور مرثد کو مکہ جانے سے روک دیا اور سب لوگ چلے گئے۔ مرثد اور لقمان بن عاد دونوں مسلمان مکہ آئے اور بد دعا کی کہ خدایا یہ سب کافر اور ہودؑ کے دشمن اور مخالف ہیں ان کی دعا قبول نہ کر۔ ان کے ساتھیوں نے دعا کی، اے خدا اگر ہودؑ پیغمبر ہے تو ہم پر ایسی بارش بھیج کہ ہم ہلاک ہو جائیں۔ سیاہ بادل اُٹھا اور ہوا تیز چلی کہ وہ سب فنا ہو گئے اور بدھ سے بدھ تک یہ ہوائے عذاب چلتی رہی۔ صرف وہ بچے جو مکہ میں تھے۔ قیل بن غبر نے مکہ میں دعا کی اور کہا کہ قوم کی ہلاکت کے بعد میں جینا نہیں چاہتا۔ بس ہوا کا جھونکا آیا اس کو اُٹھا کر زمین پر پٹخا کہ واصلِ جہنم ہو گیا۔ ہودؑ کی عمر ڈیڑھ سو سال ہوئی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ حضرموت میں ایک ٹیلہ سرخ ریت کا ہے، وہی ہودؑ کی قبر ہے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ ۹۹ پیغمبر رکن ومقام و زمزم میں دفن ہیں اور یہیں قبرِ شعیبؑ و

صالحؑ و اسمٰعیلؑ بھی ہے۔ جس نبی کی امت پر عذاب آتا تھا وہ اپنے رفقاء کو لے کر مکہ آجاتا تھا اور عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ فاعتبروا یا الی الابصار۔

نوٹ: حضرت ہود اور صالح علیہما السلام کی قبور دارالسلام نجف (عراق) کے ایک روضے میں بھی ہیں (اللہی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے)

آیت ۷۳:

ثمود عرب کا قبیلہ تھا۔ ثمود بن ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد تھا۔ حجاز اور شام کے درمیانی علاقہ میں رہتا تھا۔ یہ سب بت پرست تھے۔ صالحؑ پانچویں پشت میں ثمودؑ تک پہنچتے ہیں۔ خدا نے صالحؑ کو قومِ ثمودؑ کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تھا مگر انہوں نے تکذیب کی اور کہا کہ اپنی نبوت کی نشانی پیش کرو اور کہا کہ کل ہماری عید ہے ہم اپنے بتوں کو سجا کر صحرا میں لائیں گے۔ ہم ان سے دعا کریں گے وہ قبول ہوگی۔ اگر تم نبی ہو تو تم خدا سے دعا کرنا۔ دوسرے روز انہوں نے دعا کی قبول نہ ہوئی۔ پھر صالحؑ سے جندع بن عمر نے کہا یہ دعا کرو کہ اس پہاڑ سے ایک اونٹنی پیدا ہو جائے۔ صالحؑ نے نماز ادا کی اور پہاڑ سے ناقہِ عظیم الجثہ پیدا ہوگیا۔ وہ میدانوں میں چرتا تھا۔ حکم دیا گیا کہ ایک دن شہر کا سارا پانی یہ اونٹی پیا کرے گی اور دوسرے دن پورا شہر۔ گو پانی پینے والے روز وہ اونٹی اتنا دودھ دیتی تھی جس سے پورا شہر سیراب ہو جاتا تھا لیکن ان لوگوں کو یہ پابندی پسند نہ آئی اور قدار نامی ایک شخص کو کچھ مال کا لالچ دے کر اونٹی کے قتل پر آمادہ کیا اور اس نے ناقہ کو قتل کر دیا۔ اس کا بچہ چلّایا تو صالحؑ کو خبر ہوئی۔ بچہ پہاڑ میں سما گیا اور صالحؑ نے قوم کو عذاب کی خبر دی۔ بس ایک خوفناک آواز آئی کہ سب مر گئے۔ بعد کو آگ برسی کہ سب کو جلا دیا۔

آیت ۷۴:

خدا نے بار بار اپنی نعمات کا ذکر کیا ہے تاکہ انسان میں شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہو اور یہ بھی واضح ہو کہ خدا کی لاتعداد نعمتیں پانے کے بعد بھی امتوں نے سرکشی کی اور خلافِ احکامِ خدا و رسول افعال کیے اور گستاخانہ کلام کیا۔ اس ناشکری اور سرتابی کی سزا بے شک جہنم کا عذاب ہی ہونا چاہئے تھا۔ تاریخی واقعہ یہ ہے کہ حضرت محمدؐ جب غزوہِ تبوک سے مقامِ حجر پر پہنچے تو اصحاب کو حکم دیا کہ کوئی شخص حجر کے علاقہ میں داخل نہ ہو اور اس جگہ کا پانی نہ پیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو پھر وہی عذاب پہنچے جو قومِ صالحؑ کو پہنچا تھا۔ کیونکہ ان کی قوم نے سخت قسم کا معجزہ اپنے نبی سے طلب کیا اور جب خدا کی نشانی آ گئی تو انہوں نے جھٹلایا اور عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ تم مسلمان کبھی اپنے رسولؐ سے ایسے معجزات طلب نہ کرو کہ بعد کو اگر انکار کرو گے تو عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد آپ نے ناقہِ صالحؑ کے چرنے کی جگہ اور بچہِ ناقہ کے کوہ میں غائب ہونے کی جگہ دکھائی اور فرمایا کہ خدا نے معجزہِ ناقہ کو جھٹلانے والوں میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا، سب ہلاک ہو گئے مگر ایک شخص کہ اس کو ابورغال کہتے تھے وہ حرمِ مکہ میں تھا۔ جب حرم سے باہر آیا تو

عذاب کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔ اس کی قبر کا نشان بھی صحابہ کو دکھایا اور فرمایا کہ جلد اس جگہ سے گزر جاؤ۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں باسناد لکھا ہے کہ ایک دن رسولِ خداؐ نے علیؑ سے کہا: یا علیؑ اتدری من اشقی الاخرین۔ (اے علیؑ تم جانتے ہو کہ عہد آخر میں سب سے زیادہ شقی کون ہوگا؟) حضرت علیؑ نے فرمایا کہ خدا و خدا کا رسولؐ جانتا ہے؟ رسول خداؐ نے فرمایا: اشقی الاٰخرین من خضب هذه من هذه۔ (بدبخت ترین شخص وہ ہوگا جو تیری سر کے خون سے تیری داڑھی رنگین کر دے گا۔) حضرت علیؑ کا قاتل عبدالرحمٰن ابن ملجم تھا جب یہ حضرت علیؑ کی بیعت کے لئے آیا تو آپ نے تین بار واپس بلا کر ہر بار بیعت کا حکم دیا۔ اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ تو اپنی بیعت پر وفا نہ کرے گا۔ قدار بن سالف نے ناقہ صالحؑ کو قتل کیا تھا اور تو مجھے قتل کرے گا۔

آیت ۷۵:

تکبر علامتِ کفر ہے۔ دولت سببِ تکبر ہے۔ خدا کے نزدیک امارت اور دولتِ دنیا معزز و محترم نہیں بناتی بلکہ اس کی نگاہ میں وہ زیادہ معزز اور محترم ہے جو مومن ہو چاہے غریب ہو۔ حقیقی عزت ایمان لانا اور خدا کی عملاً اطاعت کرنا ہے۔

اس آیت نے بتایا کہ کافروں کے سرداروں نے مومنین سے گواہی بھی لی۔ پھر بھی نبوتِ صالحؑ سے انکار کیا اور صاف صاف کہہ دیا ہم تو صالحؑ کی نبوت پر ایمان نہ لائیں گے۔ ان متکبرین نے کئی جرم کیے: نعماتِ خدا کا انکار، نبوتِ صالحؑ کا انکار، شہادتِ مومنین کا انکار، اس پر خود عذابِ خدا کی فرمائش لہٰذا عذاب آیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اس آیت نے اچھی طرح واضح کر دیا کہ اہلِ اسلام میں سے بعض فرقوں کا یہ اعتقاد کہ خدا خیر و شر کا فاعل اور خالق ہے غلط ہے بلکہ انسان خود اپنے افعال کا مختار ہے۔ خدا خالقِ خیر ہے مگر انسان خیر کو اپنے فعل سے شر بنالیتا ہے۔ اور سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ مثلاً خدا نے ہاتھ دیئے ہیں جو فائدہ ہی فائدہ ہیں۔ مگر انسان انہی ہاتھوں سے دوسروں کو قتل کرتے ہیں، مال چھینتے ہیں۔ اسطرح خیر کو شر بناتے رہتے ہیں۔

آیت ۷۸:

ناقہِ صالحؑ کو بدھ کے دن پے کیا گیا۔ صالحؑ نے کہا کہ تین دن کے بعد عذاب آئے گا۔ علامت یہ ہے کہ کل جمعرات ہے تم جب صبح اٹھو گے تو چہرے زرد ہوں گے، روزِ جمعہ چہرے سرخ ہوں گے اور روزِ ہفتہ چہرے سیاہ ہوں گے۔ جب قوم نے ایسا ہی دیکھا تو صالحؑ کے قتل کا ارادہ کیا۔ صالحؑ بھاگ کر ایک جماعت میں آئے کہ ان کا سردار فضیل تھا۔ قوم نے فضیل سے صالحؑ کو طلب کیا مگر جواب نہ ملنے پر واپس چلے گئے۔ صالحؑ نے کفن پہنا۔ حنوط لگایا اور آسمان کو دیکھ رہے تھے کہ آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی کہ قومِ ثمود کے دل اس کی ہیبت سے پھٹ گئے اور وہیں وہ سب مر گئے۔ اس کے بعد آسمان سے آگ برسی اور سب کو جلا دیا۔

آیت ۷۹:

صالح نے ہلاکتِ قوم کے بعد یہ خطاب کیا ہے جس طرح حضرت محمدؐ نے مقتولینِ بدر کو خطاب کیا تھا: اِنّا وجدنا ما وعدنا ربّنا حقّا فهل وجدتم ما وعد ربکم حقّا۔ (ہمارے خدا نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچّا پا لیا۔ اے مقتولین تمہارے معبودوں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ بھی تم نے سچ پایا؟) یعنی تمہارے معبود جھوٹے تھے۔

آیت ۸۰:

لوطؑ نبی ہاران بن تارخ بن تاماخو، برادر زادہ حضرت ابراہیمؑ تھے۔ بعض نے کہا کہ لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کے لڑکے تھے اور حضرت سارہ کے بھائی تھے۔ جب ابراہیمؑ بابل سے متوجہِ شام ہوئے اور اردن شہر میں پہنچے اس وقت حضرت لوطؑ ساتھ تھے۔ خدا نے لوطؑ کو نبوت عطا کی اور موتفکات بھیجا۔ یہ پانچ شہر تھے سدوم۔ ماوان، اعظم مدائن اور عامور جسے صابورہ وصعورا بھی کہتے تھے۔ ان کی آبادی چار لاکھ کے قریب تھی۔ لوطؑ سدوم آئے۔ ہدایت شروع کی۔ اس قومِ بے حیا میں لواطہ عام تھا تیس سال تک لوگوں کو اس کارِ بد سے منع کرتے رہے۔ وہ غسلِ جنابت نہیں کرتے تھے، انتہائی بخیل تھے، لواطہ واغلام کے شوقین تھے۔ ابتداء میں مسافر مہمانوں سے لواطہ کرتے تھے بعد کو آپس میں منہ کالا کرنے لگے اور جو یہ کارِ بد نہیں کرتا تھا اس کو عیب لگاتے تھے۔ خدا نے جبرئیلؑ اور چند فرشتوں کو ابراہیمؑ کے پاس بھیجا۔ ابراہیمؑ مہمان نواز تھے آپؑ نے گوشت پکوایا۔ مہمانوں سے کھانے کی فرمائش کی مگر انہوں نے انکار کیا اور بتایا ہم خدا کے فرستادہ فرشتے ہیں قومِ لوط پر عذاب کے لئے آئے ہیں۔ پھر وہ حضرت لوطؑ کے پاس گئے۔ لوطؑ زراعت کو پانی دے رہے تھے۔ جب انہوں نے حَسین نوجوانوں کو دیکھا تو ڈرے اور پوچھا کہ کیسے آئے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں۔ لوطؑ نے کہا کہ یہاں کے لوگ بدافعال اور فاسق ہیں۔ اس کے بعد لوطؑ نے اپنی زوجہ راہلہ سے کہا کہ آمدِ مہمانان کی خبر کسی کو نہ ہو۔ مگر اس کافرہ نے قوم کو اطلاع کر دی۔ بدمعاشوں نے لوطؑ کا گھر گھیر لیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ تم اور تمہارے ساتھی شہر سے چلے جاؤ۔ لوطؑ نے کہا میں کیونکر گھر سے باہر جا سکتا ہوں کہ ہر طرف سے مجھ کو گھیر لیا گیا ہے جبرئیلؑ نے عمودِ نور ساتھ کیا اور لوطؑ مع مومنین کے شہر سے نکل گئے۔ اس کے بعد عذاب بصورت سنگ باری آیا۔ آسمان سے پتھر برسے کہ سب ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد جبرئیلؑ نے اس خطۂ زمین کو پروں پر اٹھا کر اتنا بلند کیا کہ فرشتوں نے مرغوں کی بانگوں کو سنا۔ اس کے بعد تختۂ زمین پلٹ دیا تاکہ اغلام کی گندگی سے زمین پاک ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اغلام کرنے والے فاعل اور مفعول کی سزا ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا بالا خانہ سے نیچے گرا کر قتل کر دیا جائے۔

تاریخی واقعہ۔ حضرت علیؑ کی خدمت میں ایک غلام کو لائے اور بتایا کہ اس نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے۔ آپؑ نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس کے آقا نے اس کو پکڑ کر لواطہ واغلام کیا۔ چنانچہ میں نے اس کو قتل کر دیا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ مقتول کی قبر کو کھودو تا کہ حقیقت حال معلوم ہو۔ اگر مقتول کی لاش قبر میں ہے۔ تو اس نے توبہ کی تھی اور قبر میں نہیں ہے تو اغلام کا مرتکب ہے اور توبہ نہیں کی ہے۔ چنانچہ قبر کو کھودا تو دیکھا کہ میت قبر میں نہیں ہے۔ لوگوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ آپ نے کیسے یہ حقیقت بتائی؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ سے میں نے سنا ہے کہ اغلام کے فاعل ومفعول کو قومِ لوط کے ساتھ رکھتے ہیں اور ان پر عذاب کیا جاتا ہے۔

بد اعمالی انسان کو اندھا کر دیتی ہے اور گمراہ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ ان بدکاروں نے لوطؑ پر یہ الزام لگایا کہ وہ طہارت پسند ہیں، پاک بنتے ہیں، ان کو شہر سے نکال دو۔

آیت ۸۳:

اِلّا امراتہ۔ لوطؑ اور مومنین کو خدا نے عذاب سے بچا لیا مگر زوجہِ لوط راہلہ کو مُعَذّب کیا۔ کیونکہ وہ نبی کے خلاف تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کی اولاد ہو یا ازواج ہوں اپنے افعال کی خود ذمہ دار ہیں۔ پسرِ نوحؑ کا واقعہ بھی قرآن میں موجود ہے کہ باوجود دعائے نوحؑ بیٹا عذاب سے نہ بچا اور غرق ہو گیا۔ اسی طرح لوطؑ نبی کی زوجہ عذاب میں مبتلا ہوئی۔

آیت ۸۵:

حضرت شعیبؑ نبی تھے ان کا لقب خطیب الانبیاءؑ تھا۔ بہت خوش تقریر تھے۔ بقولِ عطاء شعیبؑ بن بوتہ مدین بن ابراہیمؑ تھے۔ قتادہ نے کہا کہ شعیبؑ دو بار مبعوث ہوئے۔ پہلی بار اہل ایکہ پر۔ حضرت شعیب نے اپنا عصائے معجزہ حضرت موسیٰؑ کو دیا تھا۔ شعیبؑ جب کسی پہاڑ پر جانا چاہتے تھے تو ان کے سامنے بلندیاں پست ہو جاتی تھیں۔ شعیبؑ نے بحکم قوم کو بتایا کہ خدا وحدہ لاشریک ہے، وہی عبادت کے مستحق ہے۔ معجزات خدا کے اختیار میں ہیں۔ حکمِ خدا ہے کہ تول اور ناپ پوری کرو یعنی کسی کا حق نہ مارو۔ وزن پورا کرو۔ یہی احکامِ خدا آدمؑ سے تا عیسیٰ تھے اور حضرت محمدؐ نے بھی انہی کا حکم دیا لہٰذا دینِ اسلام خدا کا دین ہے۔ اسی کی تبلیغ کے لئے تمام انبیاءؑ مبعوث ہوئے۔

پورا تولنے کے حکم میں تمام حقوقِ انسانی کی حفاظت منظور ہے۔ کوئی کسی کا حصّہ غصب نہ کرے۔ کوئی حق کم نہ کرے۔ حقوقِ والدین، حقوقِ اقرباء، حقوقِ ہمسایہ، حقوقِ ملازمین، حقوقِ اولاد، حقوقِ مسافرین وغرباء ومساکین پورے پورے ادا کرنے کا حکم عام ہے۔

حضرت محمدؐ آخری نبی ہیں ان کے ذریعہ خدا کے احکام نازل ہو چکے ہیں۔ مخربِ اخلاق افعال ممنوع قرار پا چکے ہیں۔ نیکی اور بدی کے راستے معین ہو چکے ہیں۔ اصولِ معاشرہِ انسانی اور قوانینِ حکمت وعدالت وشجاعت وعفت اور دیگر مکارمِ اخلاق کو بہترین طریقہ پر رسولِ آخرؐ نے پیش کر دیا ہے۔ اگر تم سب ان پر عمل کرتے رہو گے تو دنیا میں مطلق فساد نہ ہوگا۔ ہر شخص بہ امن وامان زندگی بسر کرے گا۔ اب مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دل سے ان احکام کو تسلیم

کریں اور ان پر عمل کریں تا کہ دنیا و دین کی نعمات کو پا سکیں۔ ان کو روئے زمین پر فساد کر کے مفسد نہ بننا چاہئے کہ وہ علاوہ دنیا کے عذاب کے، آخرت کے عذاب کے بھی مستحق ہو جائیں۔

آیت ۸۶:

حضرت شعیبؑ کے مخالفین راستوں پر بیٹھ جاتے تھے اور کہتے تھے کہ شعیب کذّاب ہے اس طرح لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے مانع ہوتے۔ نیز راہ زنی کرتے تھے۔ مسافروں کو لوٹ لیتے تھے۔ اس آیت میں حکم عام ہے کہ مومن کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ کارِخیر سے کسی کو روکے، نیک اعمال کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے، کسی کا مال چھین لے یا راہزنی کرے۔ یہ سب کام بحکمِ خدا ممنوع ہیں اور سببِ عذابِ آخرت ہیں۔

خدا نے ترغیبِ ہدایت کے لئے اپنے احسان جتائے ہیں اور بتایا ہے کہ میں نے تمہارے اموال میں اضافہ کیا، دولت عطا کی، تمہاری اولاد بکثرت پیدا کی مگر تم بجائے احسان مندی کے کافر ہو۔ خود غور کرو کہ تم کو کیا کرنا مناسب تھا؟

مدین بن ابراہیمؑ نے دخترِ لوطؑ سے عقد کیا۔ خدا نے ان کو بہت اولاد عطا کی اور دولت بھی دی۔ شعیبؑ ان نعمات کو یاد دلا رہے ہیں۔ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو بغور ان آیات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ خدا نے اہلِ اسلام کی سرزمین کو خزانوں سے مالا مال کیا ہے اور چودھویں صدی میں بہت بڑی مملکت پاکستان عطا کر دی مگر اہلِ اسلام بجائے شکرِ خدا کے کفرانِ نعمت کر رہے ہیں۔ احکامِ خدا سے تمسخر ہو رہا ہے۔ باہم فرقوں میں مثلِ مغربی قوموں کے بٹ گئے ہیں۔ ان کو توبہ کرنی چاہئے تا کہ نعماتِ خدا باقی رہیں اور خدا زیادہ سے زیادہ نعماتِ دنیا و دین عطا کرتا رہے۔

شعیبؑ نے امت کو سمجھایا اور یاد دلایا کہ قومِ نوح و عاد و ثمود اور قومِ لوط بوجہ بداعمالی کے برباد ہو گئیں۔ دنیا میں ان پر سخت عذاب آیا تا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو اور عاقبت کا عذاب تا قیامت اور بعدِ قیامت دائمی ہوگا۔ ان کی بداعمالی اور تعیش نے ان کو نہ دنیا ہی میں فائدہ پہنچایا اور نہ آخرت میں ان کو کچھ ملے گا۔

آیت ۸۷

حضرت شعیبؑ پر کچھ لوگ ایمان لائے تھے باقی منکر رہے تو شعیبؑ کو حکم ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ حاکمِ حقیقی خدا ہے۔ اس کے حضور میں جانا لازمی ہے وہ خود ہمارے درمیان فیصلہ کر دے گا۔

الجزء ۹

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَاؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ۟ۚ ﴿۸۸﴾

(شعیبؑ کی قوم میں) جن لوگوں کو تکبر تھا ان کے سرداروں نے کہا یقیناً ہم تم کو اے شعیب، اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، تمہارے ساتھ ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم پلٹ کر آجاؤ ہماری ملت (دین) میں۔ شعیبؑ نے کہا اگرچہ ہم اس سے نفرت کرتے ہوں (تو بھی ایسا کریں؟)۔(۸۸)

قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَاؕ وَ مَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَاؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَاؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ﴿۸۹﴾

(تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ) بے شک ہم نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا، اگر ہم لوٹ آئیں تمہاری ملت میں بعد اس کے کہ نجات دے چکا ہم کو اللہ اس (کفر و شرک) سے اور ہمارا کام نہیں کہ ہم اس میں پلٹ آئیں مگر یہ کہ ہمارا رب اللہ ایسا چاہے اور ہمارے رب کا علم ہر شئے پر محیط ہے۔ ہم نے اللہ پر ہی بھروسہ کیا ہے۔ اے ہمارے رب تو ہمارے اور ہماری قوم کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو ہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔(۸۹)

وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

اور کافروں کے سرداروں نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو اس صورت میں تم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔(۹۰)

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَۚۖۛ ﴿۹۱﴾ ع

پھر ان کو زلزلہ نے آلیا پس وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔(۹۱)

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا شُعَیْبًا كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا

جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی، وہ ایسے

فِيهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾	برباد ہوئے کہ گویا کبھی آباد ہی نہیں تھے جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہی نقصان اٹھانے والے ہوئے۔(۹۲)
فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع	پس (شعیبؑ) ان سے مُنہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام یقیناً پہنچا دیئے اور تم کو نصیحت کر دی۔ پس اب میں کیا (اور کیوں) افسوس کروں کافروں کے حال پر۔(۹۳)
وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾	اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ (جب اس کا انکار کیا گیا) تو وہاں کے باشندوں کو سختی اور مصائب میں مبتلا کیا تاکہ وہ بہ تضرع (گڑگڑا کر) اور رو کر دعا کریں۔(۹۴)
ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾	پھر ہم نے فقر و فاقے کی برائی کو خوشحالی کی اچھائی سے بدل دیا۔ یہاں تک کہ وہ خوب بڑھے اور پھر کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا پر بھی مصیبتیں اور راحتیں گزر چکی ہیں۔ پھر ہم نے ان کو یکا یک ایسے حالات میں کہ وہ لاعلم تھے دھر پکڑا۔(۹۵)
وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾	اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور (ہم سے) ڈرتے رہتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے جھٹلایا، تو ہم نے بھی ان کے عمل کے مطابق ان سے مواخذہ کیا (پکڑ لیا)۔(۹۶)
اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ	کیا شہر والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ

بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾

ہمارا عذاب ان کو راتوں رات آلے اور وہ سوتے کے سوتے رہیں۔ (۹۷)

اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾

یا اہل مکہ اس سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر وقتِ چاشت (صبح) آجائے اور وہ لہو لعب (کھیل تماشوں) میں مصروف ہوں۔ (۹۸)

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع ۱۲

کیا وہ خدا کے یکا یک پکڑنے سے مطمئن ہو گئے ہیں؟ پس خدا کے عذاب سے سوائے نقصان اٹھانے والوں کے کوئی مطمئن نہیں ہوتا۔ (۹۹)

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کیا اس نے ان لوگوں کو جو پہلے مالکوں کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں اس امر کی ہدایت نہیں کی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کے بدلہ میں ان پر مصیبت نازل کر دیں، اور ان کے دلوں پر ایسی مہر لگا دیں کہ وہ کچھ سمجھ یا سن نہ سکیں۔ (۱۰۰)

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

یہی وہ بستیاں ہیں جن کے واقعات ہم تم کو سنا رہے ہیں اور یقیناً ان کے رسولؑ ان کے پاس روشن دلائل لیکر آئے تھے۔ پس جن کو وہ پہلے سے جھٹلا چکے تھے ان پر کسی طرح ایمان نہ لائے۔ اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیا کرتا ہے۔ (۱۰۱)

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اور ہم نے ان میں سے بہت سوں کو دائرۂ ایمان سے باہر اور عہد شکن پایا۔ (۱۰۲)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾	پھر ان کے بعد موسیٰؑ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے اراکینِ دولت کے پاس بھیجا۔ پس انہوں نے ان نشانیوں پر ظلم کیا۔ غور کرو کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ (۱۰۳)
وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱۰۴﴾	اور موسیٰؑ نے کہا کہ اے فرعون! میں تمام عالموں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ (۱۰۴)
حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ؕ﴿۱۰۵﴾	مجھ پر لازم ہے کہ میں اللہ کے بارے میں بجز حق کے کوئی بات نہ کہوں۔ میں تیرے رب کے پاس سے روشن دلیل لے کر آیا ہوں۔ پس تو بنی اسرائیل کو میرے ہمراہ کر دے۔ (۱۰۵)
قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾	فرعون نے کہا کہ اگر تم کوئی نشانی (دلیل) لیکر آئے ہو اور اگر تم سچے بھی ہو تو اس کو پیش کردو۔ (۱۰۶)
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۚۖ﴿۱۰۷﴾	پس (موسیٰؑ نے) اپنا عصا ڈال دیا وہ یکا یک ظاہر بظاہر اژدھا بن گیا۔ (۱۰۷)
وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ࣖ﴿۱۰۸﴾ ع ۱۳/۹/۴	اور جب اپنا ہاتھ نکالا تو وہ تمام ناظرین کے لئے روشن ہو گیا۔ (۱۰۸)
قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۱۰۹﴾	قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ یقیناً یہ جادوگر ہے جس کی بنیاد علم پر ہے۔ (۱۰۹)
يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ	یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری زمین سے نکال دے

فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾

پس اب تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ (۱۱۰)

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي
الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾

انہوں نے کہا کہ موسیٰؑ کو اور ان کے بھائی کو تم مہلت دو۔ اور شہروں میں (تمام جادوگروں کو) جمع کرنے والوں کو بھیج دو۔ (۱۱۱)

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾

کہ وہ ہر پڑھے ہوئے (جادو کا بے حد علم رکھنے والے) جادوگروں کو لائیں۔ (۱۱۲)

وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ
لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾

اور وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اور دریافت کرنے لگے کہ اگر ہم غالب آ گئے تو ہم کو کوئی اجر (و انعام) ملے گا؟ (۱۱۳)

قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾

(فرعون نے) کہا کہ (اجر و بدلہ) ہاں ملے گا اور تم میرے مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔ (۱۱۴)

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ
اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾

ساحر بولے کہ اے موسیٰؑ اب تم (عصا) ڈالتے ہو کہ ہم ہی ڈالنے والے بنیں۔ (۱۱۵)

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا
اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ
بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾

(موسیٰؑ نے) کہا کہ تم ہی ڈالو۔ پس جب انہوں نے ڈالا تو انہوں نے لوگوں کی نظر بندی کر دی۔ اور ان کو ڈرایا اور بہت بڑا جادو پیش کر دیا۔ (۱۱۶)

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ
عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ ۚ

اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ تم بھی اپنا عصا ڈال دو۔ پس دیکھتے کیا ہیں کہ جو کچھ ڈھکوسلہ انہوں نے بنا رکھا تھا وہ عصا سب کو نگلے چلا جاتا ہے۔ (۱۱۷)

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا

پس حق تو ثابت ہو گیا اور وہ جو کچھ کر رہے تھے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ج

وہ سب باطل ہو گیا۔ (۱۱۸)

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ج

پس جادوگر مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر پلٹے۔ (۱۱۹)

وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ صلے

پھر سب کے سب ساحر سجدہ میں گر پڑے۔ (۱۲۰)

قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ لا

اور کہنے لگے کہ ہم تمام عالموں کے رب پر (۱۲۱)

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا بھی رب ہے ایمان لائے۔ (۱۲۲)

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ
اٰذَنَ لَكُمْ ج اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي
الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ج فَسَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

فرعون نے کہا کہ تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں؟ یقیناً یہ کوئی چال ہے جو تم اس شہر میں چلے ہو کہ تم اس شہر کے باشندوں کو اس شہر سے نکال دو۔ پس تم اب اس کا مزہ بھی چکھ لو۔ (۱۲۳)

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ
خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

میں یقیناً تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا ڈالوں گا۔ پھر تم سب کو سولی دیدوں گا۔ (۱۲۴)

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ ج

ان ساحروں نے کہا کہ یقیناً ہم تو اپنے رب کے سامنے پلٹ کر جانے والے ہیں۔ (۱۲۵)

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ
رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ط رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا
صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۴ / ۱۸ / ۴

اور تو ہم سے اسی بات کا تو انتقام لیتا ہے کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے ہیں، جبکہ وہ ہمارے پاس آئیں۔ (پھر ساحروں نے خدا سے دعا کی) اے ہمارے رب ہم پر صبر کے دہانے کھول

دے اور ہم کو دینِ اسلام پر موت دے۔(۱۲۶)

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

اور قومِ فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا تو نے موسیٰؑ اور اس کی قوم کو اس لئے چھوڑ رکھا ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں؟ اور تجھ کو اور تیرے (بنائے ہوئے) معبودوں کو چھوڑ دیں؟ اس نے کہا کہ ہم عنقریب ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھیں گے اور یقیناً ہم ان پر غالب رہیں گے۔(۱۲۷)

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ قف يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو۔ یقیناً تمام روئے زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث (مالک) بنا دیتا ہے۔ اور متقین کا ہی انجام بہتر ہوگا۔(۱۲۸)

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

ع ۱۵ ۵

(بنی اسرائیل نے) کہا (اے موسیٰؑ) ہم نے تمہارے آنے سے پہلے بھی ایذا پائی اور تمہارے آنے کے بعد بھی۔ (موسیٰؑ نے) کہا کہ عنقریب خدا تمہارے دشمنوں کو ہلاک کر دے گا اور تم کو زمین میں ان کا جانشین بنا دے گا۔ پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیا عمل کرتے ہو؟ (۱۲۹)

وَ لَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور یقیناً ہم نے فرعون کی قوم کو برسوں قحط اور پھلوں کی کمی کی سزا دی تا کہ شاید وہ عبرت آموز ہوں (سبق سیکھیں)۔(۱۳۰)

فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوۡا بِمُوۡسٰى وَمَنۡ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰۤـئِرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۱﴾

پس جبکہ ان کو فراغت (کامیابی) حاصل ہوگئی تو کہنے لگے یہ تو ہمارے ہی سبب سے ہوئی ہے اور اگر ان کو کچھ تکلیف پہنچتی تو اس کو موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کے سر تھوپتے۔ آگاہ ہو کہ ان کی بدحالی تو خدا ہی کے اختیار میں ہے لیکن بیشتر اس کو سمجھتے نہیں ہیں۔(۱۳۱)

وَقَالُوۡا مَهۡمَا تَاۡتِنَا بِهٖ مِنۡ اٰيَةٍ لِّتَسۡحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۲﴾

اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب کبھی بھی ہمارے پاس کوئی نشانی (معجزہ) لاؤ کہ جس کے ذریعہ ہم پر جادو کر دو، مگر پھر بھی ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔(۱۳۲)

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوۡفَانَ وَالۡجَـرَادَ وَالۡقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۚ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا مُّجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۳۳﴾

پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون۔ یہ روشن آیات تھیں۔ پس پھر بھی انہوں نے تکبر کیا۔ اور وہ لوگ مجرم قوم تھے۔(۱۳۳)

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيۡهِمُ الرِّجۡزُ قَالُوۡا يٰمُوۡسَى ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنۡدَكَ ۚ لَـئِنۡ كَشَفۡتَ عَنَّا الرِّجۡزَ لَنُؤۡمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرۡسِلَنَّ مَعَكَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۚ ﴿۱۳۴﴾

اور جب ان پر عذاب آیا تو انہوں نے کہا اے موسیٰؑ ہمارے واسطے اپنے رب سے بموجب اس عہد کے جو اس نے تم سے کیا ہے دعا کرو۔ اگر تم نے یہ عذاب ہم سے دور کر دیا تو ضرور ہم تم پر ایمان لے آئیں گے اور ہم ضرور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ بھیج دیں گے۔(۱۳۴)

فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُمُ الرِّجۡزَ اِلٰٓى اَجَلٍ

پس ہم جب ان سے عذاب کو ایک مدت کے

هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

لئے ہٹا لیتے تو وہ اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے ہی پھر بدعہدی کرتے۔ (۱۳۵)

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

آخر ہم نے ان سے بدلہ لیا اور اس بات کے عوض میں کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے ان کو پانی میں غرق کر دیا۔ حالانکہ وہ اس عذاب سے غافل تھے۔ (۱۳۶)

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ ع

اور ہم نے اس قوم کو جو کمزور کردی گئی تھی وارث (مالک) بنا دیا مشارق اور مغاربِ ارض کا جس کو ہم نے برکت دی تھی اور بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدہ پورا ہوگیا بوجہ ان کے صبر کرنے کے اور فرعون اور اس کی قوم نے جو کچھ بنایا اور بلند کیا، وہ سب کچھ ہم نے برباد کر دیا۔ (۱۳۷)

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور ہم بنی اسرائیل کو سمندر پار لے گئے اور وہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کی عبادت پر اڑے ہوئے تھے۔ تو اس وقت وہ بولے کہ اے موسیٰؑ ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود بنا دیجئے جیسے کہ ان کے لئے کئی کئی معبود ہیں۔ (موسیٰؑ نے) کہا یقیناً تم لوگ جہالت کرتے ہو۔ (۱۳۸)

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ

یقیناً یہ لوگ ہلاک ہوئے ہیں اس میں جن میں کہ یہ ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں، وہ باطل ہونے والا

بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

ہے۔(۱۳۹)

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

(موسیٰؑ نے) کہا کیا میں تمہارے لئے اللہ کے علاوہ کوئی اور معبود تلاش کردوں؟ حالانکہ اس نے تم کو تمام عالموں پر فضیلت دی ہے۔(۱۴۰)

وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶

اور یاد کرو جب ہم نے تم کو قوم فرعون سے نجات دی تھی جو تم کو برے عذاب (سزائیں) دیتے تھے۔ وہ تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا کرتے تھے اور اس میں تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔(امتحان تھا)۔(۱۴۱)

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

اور ہم نے موسیٰؑ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا تھا اور ایک عشرہ (۱۰ دن) اور ملا کر اس کو پورا کر دیا۔ پس ان کے رب کی معینہ مدت چالیس شب میں پوری ہوئی اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے خلیفہ بنو اور ان کی اصلاح کرتے رہو اور مفسدوں کی راہ کی پیروی نہ کرنا۔(۱۴۲)

وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ

اور جب موسیٰؑ ہمارے مقررہ وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو (موسیٰؑ نے) کہا اے میرے رب مجھ کو دکھا دے کہ میں تجھ کو دیکھ لوں (خدا کا فرمان ہوا) تو مجھ کو ہرگز کبھی نہ دیکھے گا۔ البتہ تو پہاڑ کی طرف نظر کر۔ اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب کا

خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ
سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

جلوہ پہاڑ پر پڑا تو اس کو پارہ پارہ کر دیا اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑے۔ پس جب (موسیٰؑ کو) ہوش آیا تو کہا کہ (اے خدا) تیری ذات منزہ و پاک ہے اور میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں اور میں ایمان لانے والوں میں سے پہلا ہوں (اِس پر کہ تو ظاہری آنکھوں دیکھا نہیں جا سکتا)۔ (۱۴۳)

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى
النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ
اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

(خدا کا) ارشاد ہوا کہ میں نے یقیناً تم کو انتخاب کر لیا اپنی رسالت کے لئے اور اپنے کلام کے لئے تمام لوگوں پر۔ پس جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے اسے لو اور شکر ادا کرنے والوں میں رہو۔ (۱۴۴)

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ
مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا
بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۗ
سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اور ہم نے لوحوں (تختیوں) میں ان کے واسطے ہر شئے لکھ دی تھی جو نصیحت تھی اور جو ہر شئے کا مفصل بیان تھا۔ پس اس کو قوت کے ساتھ پکڑو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ اس کی اچھی باتوں کو اختیار کریں اور عنقریب میں تم کو نافرمانوں کا مقام دکھا دوں گا۔ (۱۴۵)

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ
يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ وَ
اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ
يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ
سَبِيْلًا ۚ وَ اِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ
يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا

عنقریب میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو دور کر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ہر آیت کو دیکھ بھی لیں گے تو بھی اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اگر وہ نیکی کا راستہ دیکھ لیں گے تو اس کو اپنا راستہ نہ بنائیں گے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ پائیں گے تو اسے اپنا راستہ بنائیں گے۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں (دلیلوں) کو جھٹلایا اور ان

بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

سے غافل رہے۔(۱۴۶)

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع ۱۷

اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں اور آخرت کی (ہم سے) ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔ ان کو کیا بدلہ دیا جائیگا سوائے اس کے جو وہ کیا کرتے تھے؟ (۱۴۷)

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وقف لازم

اور موسیٰؑ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے بچھڑا بنا لیا۔ وہ ایک مورت تھی جس میں آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ وہ نہ ان سے کلام کرتی تھی اور نہ وہ ان کو راہِ راست کی ہدایت کرتی تھی۔ انہوں نے اس کو پوجا اور وہ ظالم (گناہ گار) تھے۔(۱۴۸)

وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

اور جب وہ حد سے زیادہ نادم ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ وہ گمراہ ہو چکے تو انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے گا اور ہم کو نہ بخشدے گا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔(۱۴۹)

وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ

اور جب موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف غضبناک اور غمزدہ واپس ہوئے (اور) کہا کہ تم نے میرے بعد بری نیابت کی؟ کیا تم نے اپنے رب کے حکم میں جلدی کی؟ اور الواح کو ڈال دیا اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ (ہارونؑ نے) کہا اے میرے ماں جائے یقیناً قوم نے مجھ کو ضعیف کر دیا تھا

اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَ كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

اور قریب تھا کہ وہ مجھ کو قتل کر دیں۔ پس تم مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسواؤ اور میرا شمار قومِ ظالمین کے ساتھ نہ کرو۔(۱۵۰)

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع ۱۸ ۸

(موسیٰؑ نے) کہا کہ اے میرے رب تو مجھے اور میرے بھائی کو اپنی رحمتوں سے ڈھانک لے اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل کر لے اور تو ہی سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(۱۵۱)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

یقیناً جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود (خدا) بنا لیا، عنقریب ان کے رب کی طرف سے ان پر عذاب آئے گا اور زندگانیِ دنیا میں ان کو ذلت ملے گی اور ہم افترا پردازوں (جھوٹی من گھڑت باتیں بنانے والوں) کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔(۱۵۲)

وَ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

اور جن لوگوں نے برے کام کیے پھر انہوں نے توبہ کر لی، اس کے بعد ایمان لے آئے، تو یقیناً تیرا رب اس (توبہ) کے بعد بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۱۵۳)

وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَ فِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اور جب موسیٰؑ کا غضب (وغصہ) ختم ہوا، تو انہوں نے لوحیں تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریروں میں ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں۔(۱۵۴)

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ

اور موسیٰؑ نے اپنی قوم میں سے ستّر افراد کو

رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ
وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ
مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا
مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَ
لِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ
الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

چھانٹ لیا، ہمارے وقت معینہ کے لئے۔ پھر جب ان کو عذاب نے پکڑا تو (موسیٰؑ نے) کہا اے رب اگر تو چاہتا تو ان کو پہلے ہی ہلاک کر دیتا اور مجھ کو بھی، کیا تو ہمیں ان کے کاموں کے عوض ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے بے وقوف لوگوں نے کیے ہیں؟ یہ تو تیری جانب سے ایک آزمائش تھی۔ اس کے ذریعہ جس کو تو چاہے گمراہی میں چھوڑ دے اور جس کو تو چاہے ہدایت کر دے۔ تو ہمارا ولی اور مالک ہے۔ تو ہم کو معاف کر دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ (۱۵۵)

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ
عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ
وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ
يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ
بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ ۚ

اور تو لکھ دے ہمارے لئے نیکی اس دنیا میں اور آخرت میں۔ یقیناً ہم نے تیری ہی طرف رجوع کیا۔ (اللہ نے) فرمایا: میں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت محیط ہے ہر شے پر۔ پس عنقریب میں ان لوگوں کے لئے جو (میری ناراضگی اور سزاؤں سے) ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو لوگ ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، اپنی رحمت لکھ دوں گا۔ (۱۵۶)

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ
الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ
فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ
بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

وہ لوگ جو اُس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی اُمّی (مکیّ) ہے جس کا ذکر وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور بدی سے روکتا ہے اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال قرار دیتا ہے اور ناپاک چیزوں کو

يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ
الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ
وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا
النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ
ع ۱۹ ۶ ۹ الْمُفْلِحُوْنَ ؑ (١٥٧)

ان پر حرام ٹھہراتا ہے، اور ان کے وبال اور ان (جاہلیت کی رسومات کے) طوقوں کو جو ان کے گلے میں پڑے تھے، ان سے دور کرتا ہے۔ پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کو قوت پہنچائی اور اس کی نصرت کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل ہوا ہے، وہی لوگ تو فلاح پانے والے ہیں۔ (۱۵۷)

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاِۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ
وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ
النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ
وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (١٥٨)

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ میں تمام انسانوں میں تم سب پر خدا کا رسول ہوں۔ خدا وہ ہے کہ ملک سمٰوات اور ارض اسی کا ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پس تم سب اللہ اور اس کے رسول نبیِ امی پر ایمان لاؤ۔ وہ خود بھی اللہ اور اس کے کلموں (باتوں) پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اسی کی پیروی کرو تا کہ شاید تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔ (۱۵۸)

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ
بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (١٥٩)

اور قومِ موسیٰؑ میں سے ایک جماعت ایسی بھی تھی جو حق کی ہدایت کرتی تھی اور اسی کے مطابق فیصلے کرتی تھی۔ (۱۵۹)

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا
اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ
اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ

اور ہم نے ان کو بارہ اسباط (اولادوں) کی امتوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ہم نے موسیٰؑ کو وحی کی جبکہ ان کی قوم نے پانی طلب کیا کہ (اے موسیٰؑ) پتھر پر اپنا عصا مارو۔ پس اس سے بارہ چشمے بہہ

الْحَجَرَ ۚ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا
عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ
مَّشْرَبَهُمْ ۚ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ
أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا
مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۚ وَمَا ظَلَمُونَا وَ
لَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۶۰﴾

نکلے۔ یقیناً پہچان لیا ہر شخص نے اپنے پینے کی جگہ کو اور ہم نے اُن پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے اُن پر من و سلویٰ نازل کیا (اور یہ کہہ دیا) کہ جو پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ پیو۔ انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (۱۶۰)

وَ إِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا هَٰذِهِ
الْقَرْيَةَ وَ كُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ
وَقُولُوا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيٓـَٔاتِكُمْ ۚ سَنَزِيدُ
الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۶۱﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ان سے کہا گیا کہ اس گاؤں میں رہو اور کھاؤ اس میں سے جو چاہو اور تم لفظ حطّہ (خدا سے معافی) کہو اور اس دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو تو ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ ہی دیں گے۔ (۱۶۱)

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ قَوْلًا
غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
۲۰ع۵ ۱۰ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ﴿۱۶۲﴾ ع

تو ان لوگوں نے جو ان میں سے ظالم تھے اس بات کو بدل کر جو ان سے کہی گئی تھی، دوسری بات کہہ دی۔ پس ہم نے بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا۔ (۱۶۲)

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ
وقف لازم حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ
إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا
معانقة ٦ وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ ۙ لَا تَأْتِيهِمْ ۛ كَذَٰلِكَ ۛ

اور (اے رسولؐ) تم ان سے گاؤں کا حال دریافت کرو جو سمندر کے کنارے تھا۔ جب ان کے سبت کے دن (روز ہفتہ) مچھلیاں کنارے پر آجایا کرتی تھیں اور جس دن ان کا سبت، نہ ہوتا تھا تو اس طرح نہ آیا کرتی تھیں۔ اسی طرح ہم ان کی آزمائش

النصف

نَبۡلُوۡهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ۝۱۶۳

کیا کرتے تھے بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ (۱۶۳)

وَاِذۡ قَالَتۡ اُمَّةٌ مِّنۡهُمۡ لِمَ تَعِظُوۡنَ قَوۡمَا ۙ اللّٰهُ مُهۡلِكُهُمۡ اَوۡ مُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ قَالُوۡا مَعۡذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ۝۱۶۴

اور اس وقت کو یاد کرو جب ان میں سے ایک گروہ نے یہ کہا تھا کہ تم ان لوگوں کو نصیحت ہی کیوں کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے؟ یا ان کو سخت عذاب دینے والا ہے؟ تو انہوں نے (جواب میں) کہا تھا کہ ہم تو تمہارے رب کے حضور میں اپنے اوپر سے الزام اتارنے کی غرض سے (نصیحت کرتے ہیں) اور اس لئے کہ شاید یہ لوگ باز آجائیں (گناہوں سے رک جائیں)۔ (۱۶۴)

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖۤ اَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَاَخَذۡنَا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۢ بَـِٔيۡسٍۢ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ۝۱۶۵

پھر جس وقت انہوں نے اس کو بھلا دیا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی، جو بدی سے باز رہا کرتے تھے اور ان کو جو نافرمانی کیا کرتے تھے بوجہ ان کی نافرمانیوں کے بڑے عذاب میں گرفتار کیا۔ (۱۶۵)

فَلَمَّا عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُهُوۡا عَنۡهُ قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕيۡنَ۝۱۶۶

پس جب انہوں نے اس سے سرکشی کی جس سے ان کو منع کیا تھا تو ہم نے ان کے واسطے کہہ دیا کہ تم سب ذلیل بندر بن جاؤ۔ (۱۶۶)

وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبۡعَثَنَّ عَلَيۡهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَنۡ يَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيۡعُ الۡعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۝۱۶۷

اس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ قیامت تک ان (بنی اسرائیل) پر ایسے حاکم کو مقرر کرتا رہے گا جو ان کو بڑی سے بڑی تکلیفیں دیتا رہے گا۔ یقیناً تیرا رب بہت جلد عذاب کرنے والا ہے۔ اور یقیناً وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے

والا بھی ہے۔ (۱۶۷)

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۱۶۸

اور ہم نے ان کو زمین میں گروہ گروہ تتر بتر کر دیا۔ ان میں سے کچھ تو نیکوکار ہیں اور کچھ اس کے برخلاف (بدکار ہیں) اور ہم نے ان کی آزمائش کی نیکیوں اور بدیوں سے تاکہ شاید وہ باز آئیں۔ (۱۶۸)

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۶۹

پس ان کے بعد ان کے قائم مقام ایسے ناخلف (بدکار) ہوئے جو کتاب کے تو وارث بنے (مگر آیتوں کو بدلنے پر) اس حقیر دنیا کی پونجی کو لیتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ عنقریب ہم بخش دیئے جائیں گے اور اگر ویسی ہی پونجی ان کو (پھر) ملے تو پھر لے لیں۔ کیا ان سے کتاب میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ خدا کے حق میں بجز سچ کے کوئی بات نہ کہیں اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے، اس کو وہ پڑھ بھی چکے ہیں اور دارِ آخرت انہی کے لئے بہتر ہے جو لوگ اللہ سے ڈرتے (اور خدا کی نافرمانیوں سے بچتے) ہیں۔ پس کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے؟ (۱۶۹)

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝۱۷۰

اور جو لوگ کتاب سے تمسک رکھتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں، تو یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں۔ (۱۷۰)

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر ان کے اوپر اس طرح چھا دیا گویا کہ وہ ایک

وَظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ؏ ۝۱۷۱

ع ۲۱ ۹ ۱۱

سائبان تھا اور انہوں نے یقین بھی کر لیا تھا کہ ان پر گرنے والا ہے، تو اس وقت ہم نے حکم دیا کہ جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں اس کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد رکھو (تاکہ) شاید تم تقویٰ (خدا کی اطاعت) اختیار کر لو۔ (۱۷۱)

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚۛ شَهِدْنَا ۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝۱۷۲

معانقة ۷

اور (اے رسولؐ اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے رب نے اولادِ آدمؑ کو ان کی پشتوں سے ان کی ذریت کو نکالا اور ان کو ان کے اپنے نفسوں پر گواہ بنایا۔ (پھر سوال کیا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے کہا بیشک تو ہمارا رب ہے۔ ہم گواہ ہیں (یہ اس لئے ہم نے کیا تھا) کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ کہہ دو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔ (۱۷۲)

اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۱۷۳

یا یہ کہہ دو کہ پہلے ہی سے ہمارے باپ دادا شرک کیا کرتے تھے اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد میں سے تھے۔ تو کیا (اے خدا تُو) باطل پر چلنے والوں کے کام پر ہم کو ہلاک کرتا ہے؟ (۱۷۳)

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۱۷۴

اور اسی طرح ہم بہ تفصیل بیان کرتے ہیں آیات کو اور اس لئے کہ شاید وہ (حق کی طرف) واپس آجائیں۔ (۱۷۴)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝۱۷۵

(اے رسولؐ) تم پڑھ کر سنادو اس شخص کا حال جس کو ہم نے اپنی آیات (معجزات) عطا کیے تھے۔ پھر وہ ان سے الگ ہو گیا۔ پھر اس کے پیچھے شیطان لگ گیا۔ پس وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ (۱۷۵)

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

اور اگر ہم چاہتے تو انہی آیتوں (دلیلوں) کے سبب اس کو بلند مرتبہ دیتے۔ لیکن وہ خود زمین کی طرف جھک پڑا اور اپنی خواہشوں کا پیرو ہو گیا۔ اس کی مثل کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تم اس پر حملہ کرو تو بھی زبان نکالے اور اسے چھوڑے رکھو تب بھی زبان نکالے۔ یہ ان لوگوں کی سی مثل ہوئی جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے ہیں۔ پس تم وہ قصے بیان کرتے رہو۔ شاید کہ وہ خود غور و فکر کریں۔ (۱۷۶)

سَآءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ان لوگوں کی مثل بہت ہی بری ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے رہے۔ (۱۷۷)

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

جس کو خدا ہدایت دے پس وہی ہدایت یافتہ ہے۔ اور جس کو وہ (خدا) گمراہی میں چھوڑ دے پس وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (۱۷۸)

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اور ہم نے منتشر کر دیا ہے جنوں اور آدمیوں میں سے بکثرت لوگوں کو جہنم کے لئے (یہ وہ لوگ ہیں) کہ ان کے دل موجود ہیں مگر ان سے وہ غور و فکر نہیں کرتے اور ان کی آنکھیں موجود ہیں مگر ان سے وہ نہیں دیکھتے اور ان کے کان بھی موجود ہیں مگر وہ ان سے نہیں سنتے۔ وہی لوگ ہیں جو چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ تر۔ وہی لوگ (تو درحقیقت) غافل ہیں۔ (۱۷۹)

وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ
بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ
اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

اور تمام اچھے نام خدا کے ہی ہیں۔ تم ان ناموں سے اسے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کجی و گمراہی اختیار کرتے ہیں۔ عنقریب وہ اپنے کیے کا بدلہ پائیں گے۔ (۱۸۰)

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ
ع ۲۲ / ۱۲ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ ع

اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ایک امت (جماعت) ایسی بھی ہے جو حق کی ہدایت کرتی ہے اور حق ہی کے مطابق فیصلے کرتی ہے۔ (۱۸۱)

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ ۚۖ

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا عنقریب ان کو بتدریج (اپنی سزا میں) گرفتار کریں گے، اس طرح کہ ان کو علم بھی نہ ہوگا (اچانک پکڑ لیں گے)۔ (۱۸۲)

وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ قف اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

(مگر پہلے) میں ان کو مہلت دوں گا۔ یقیناً میری تدبیر مضبوط ہے۔ (۱۸۳)

اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ سکتة مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ
جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾

کیا انہوں نے یہ نہ سوچا کہ ان کے صاحب (حضرت محمدؐ) کو جنون نہیں ہے۔ وہ تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہے۔ (۱۸۴)

اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّ
اَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ
اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ

کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں جو جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں ان میں غور نہیں کیا؟ اور اس بات میں کہ شاید ان کی اجل (موت) قریب ہی آ گئی ہو۔ پس اس (قرآن) کے بعد وہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے؟ (۱۸۵)

يُؤْمِنُوْنَ۝۱۸۵

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۝۱۸۶

جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے پس اس کا کوئی ہادی نہیں ہے اور وہ ان کو ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ خود سرگرداں (حیران و پریشان) رہیں۔(۱۸۶)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۱۸۷

وقف لازم / وقف منزل

(اے رسولؐ) لوگ تم سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقتِ معین کونسا ہے؟ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے رب کے ہی پاس ہے۔ وہی اس کے وقت معین پر اس کو ظاہر کر دے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بہت سخت وقت ہوگا۔ وہ تم کو یکا یک آ پکڑے گا۔ تم سے وہ اس طرح دریافت کرتے ہیں گویا کہ تم (اے رسولؐ) اس سے واقف ہو۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اس (موت کے آنے اور قیامت کے آنے) کا علم تو بس خدا ہی کے پاس ہے۔ لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔(۱۸۷)

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝۱۸۸ ع

معانقة ۸

ع ۲۳ / ۱۳

کہہ دو کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی نہ کسی نفع کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی نقصان کا، سوائے اس کہ جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کو جاننے والا ہوتا تو ضرور میں بہت سی خیر حاصل کر لیتا۔ اور مجھ کو کوئی برائی بھی نہ پہنچتی، مگر میں تو ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں فقط ڈرانے والا اور خوشخبری پہنچانے والا ہوں۔(۱۸۸)

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾	وہ وہی (خدا) تو ہے جس نے تم سب کو ایک ذات سے پیدا کیا ہے اور اس سے اس کا ایک جوڑا بنا دیا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔ پس جب مرد اس سے ہم صحبت ہوا تو عورت کو ہلکا سا حمل ٹھہر گیا اس سمیت وہ چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب اس حمل کا وزن بڑھا تو دونوں نے اپنے پروردگار (اللہ) سے دعا کی کہ اگر تو ہم کو صحیح و سالم (بچہ) عنایت کرے گا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار ہوں گے۔(۱۸۹)
فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾	پھر جس وقت اس نے ان کو صحیح و سالم بچہ دیا تو جو کچھ دیا تھا اس میں انہوں نے اسی خدا کا شریک ٹھہرایا۔ پس جو کچھ وہ شرک کرتے تھے اللہ اس سے پاک ہے۔(۱۹۰)
اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾	کیا وہ ان کو شریک قرار دیتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے؟ اور وہ خود ہی پیدا کیے جاتے ہیں۔(۱۹۱)
وَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾	اور نہ وہ ان کی مدد کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ وہ اپنی ہی مدد کرتے ہیں۔(۱۹۲)
وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾	اگر تم ان کو سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں گے۔ تمہارے لئے یکساں ہے خواہ تم ان کو بلاؤ یا خاموش رہو۔(۱۹۳)

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا
لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾

یقیناً خدا کے سوا، تم جن کو پکارتے ہو وہ تم ہی جیسے
بندے ہیں۔ پس ان کو پکارو تو ان کو چاہئے کہ وہ تم کو
جواب دیں، اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔ (۱۹۴)

أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ
أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ
يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ
بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ
فَلَا تُنْظِرُونِ ﴿١٩٥﴾

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں؟ یا
ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں؟ یا ان کی
آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں؟ کیا ان کے کان
ہیں جن سے وہ سنتے ہیں۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ
تم اپنے شُرکاء (مددگار) کو بلا لو پھر مجھ سے چالیں
چلو پھر تم مجھ کو مہلت نہ دو۔ (۱۹۵)

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ
وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾

یقیناً میرا ولی (مددگار) وہ اللہ ہے جس نے
کتاب نازل کی اور وہ صالحین کا متولی (مددگار و
مالک) ہے۔ (۱۹۶)

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا
يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُونَ ﴿١٩٧﴾

اور اس کے سوا تم جن کو پکارتے ہو وہ نہ تمہاری
ہی مدد کریں گے اور نہ وہ اپنی ہی جانوں کو بچائیں
گے۔ (۱۹۷)

وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا
يَسْمَعُوا ۖ وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَ
هُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾

اور اگر تم ان کو راہ راست کی طرف بلاؤ گے تو وہ
کچھ نہ سنیں گے۔ اور تم سمجھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف
دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھتے۔ (۱۹۸)

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ

(اے رسولؐ) تم عفو (معاف کرنا) اختیار کرو

عَنِ الْجٰهِلِیْنَ﴿۱۹۹﴾

اور نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے علیحدگی کر لو۔ (۱۹۹)

وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴿۲۰۰﴾

اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی شک (یا دغدغہ) پیدا ہو تو پس خدا کی پناہ مانگو۔ یقیناً وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (۲۰۰)

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ﴿۲۰۱﴾

یقیناً جو لوگ صاحبِ تقویٰ (برائیوں سے بچنے والے) ہیں، جس وقت شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ ان کو محسوس ہوتا ہے تو وہ (خدا کو) یاد کر لیا کرتے ہیں پس یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (۲۰۱)

وَ اِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ﴿۲۰۲﴾

اور ان (کافروں) کے بھائی بند ان کو گمراہی میں ڈالے رکھتے ہیں۔ پھر وہ کوئی کمی نہیں اٹھا رکھتے۔ (۲۰۲)

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴿۲۰۳﴾

اور جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہ لاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ تم کوئی آیت چن کر کیوں نہیں لائے؟ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو کچھ میرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہ بصیرت آموز (عقلمندی کی) باتیں تمہارے رب کی طرف سے ہیں، جو ہدایت اور رحمت ہیں مومنین کے لئے۔ (۲۰۳)

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴿۲۰۴﴾

اور جس وقت قرآن پڑھا جائے پس تم اس کو سنو اور خاموش رہو شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (۲۰۴)

وَ اذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِیۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیۡفَةً وَّ دُوۡنَ الۡجَهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ وَ لَا تَكُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِیۡنَ ﴿۲۰۵﴾

اور یاد کر اپنے رب کو اپنے دل ہی دل میں بہ گریہ و زاری اور بہ خوف، نہ کہ بہ بلند آواز، صبح و شام۔ اور (اس طرح) تم غافلین میں سے نہ ہوجاؤ۔ (۲۰۵)

اِنَّ الَّذِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّكَ لَا یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوۡنَهٗ وَ لَهٗ یَسۡجُدُوۡنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة ع ۲۴ ۱۸ ۱۴

یقیناً وہ لوگ جو تیرے رب کے مقرب ہیں، اور اس کی عبادت کرنے میں تکبر نہیں کرتے ہیں، وہ اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں (تسبیح اسماء حسنی پڑھتے رہتے ہیں) اور اسی کو سجدہ کیا کرتے ہیں۔ (۲۰۶)

سورۃ الانفال

آیتہا ۷۵ | ۸ سُوۡرَةُ الۡاَنۡفَالِ مدنی ۸۸ | رکوعاتہا ۱۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

یَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِكُمۡ ۪ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱﴾

(اے رسولؐ) لوگ تم سے مالِ غنیمت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ مالِ غنیمت خدا اور رسول کا ہے۔ پس تم خدا سے ڈرو۔ اور اپنے درمیان اصلاح کرتے رہو اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔ (۱)

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُهٗ زَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمۡ

یقیناً مومن تو وہی ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل (ڈر) جاتے ہیں۔ اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں۔ اور وہ اپنے پروردگار پر توکل کرتے

يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲

ہیں۔(۲)

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳

جو نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔(۳)

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴

وہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔ انہی کے لئے ان کے پروردگار کے پاس بلند درجات ہیں اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔(۴)

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵

جیسا کہ تیرے رب نے تجھ کو تیرے گھر سے کارِ حق کے لئے نکالا تھا۔ حالانکہ مومنوں کا ایک گروہ اس کو پسند کرنے والا نہ تھا۔(۵)

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶

لوگ تم سے حق کے بارے میں جھگڑتے ہیں بعد اس کے کہ حق ظاہر ہو چکا ہے۔ گویا کہ وہ آنکھوں دیکھتے موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔(۶)

وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب خدا نے تم سے وعدہ کیا تھا دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارے ہاتھ لگے گا۔ اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح گروہ تمہارے لئے ہو مگر اللہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو حق ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔(۷)

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ ﴿۸﴾

تا کہ حق کو حق ثابت کر دے اور باطل کو باطل، خواہ مجرموں کو برا ہی لگے۔(۸)

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾

(اس وقت کو یاد کرو) جب تم اپنے پروردگار سے فریاد کیا کرتے تھے اور اس نے جواب میں تم سے کہہ دیا تھا کہ میں تمہاری مدد کروں گا ہزار فرشتوں سے جو تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔(۹)

وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا

ع ۱۵ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۠ ﴿۱۰﴾

اور اس مدد کو خدا نے نہیں مقرر کیا تھا مگر اس لئے کہ تم کو بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے اور حقیقی مدد سوائے اللہ کی طرف کے ہوتی ہی نہیں۔ یقیناً اللہ غالب حکمت والا ہے۔(۱۰)

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ؕ ﴿۱۱﴾

(اس وقت کو یاد کرو) جب تم کو امن وسکون دینے کے لئے (خدا نے) تم پر نیند کو مسلط کر دی اور آسمان سے تم پر پانی اُتارا تا کہ وہ تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی کو دور کر دے اور تمہارے قدموں کو جما دے۔(۱۱)

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ؕ ﴿۱۲﴾

(اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارا پروردگار فرشتوں کو وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس تم ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے ہیں ثابت قدم رکھو۔ عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جو کافر ہو گئے ہیں رعب ڈال دوں گا۔ پس تم ان کی گردنوں پر اور پوری پوری ضربیں لگاؤ۔(۱۲)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾

یہ اس لئے کہ انہوں نے یقیناً اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرے گا تو یقیناً اللہ بھی شدید عذاب دینے والا ہے۔ (۱۳)

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

یہ تمہاری سزا ہے۔ بس اس کو تم چکھو اور یقیناً کافروں کے لئے عذابِ جہنم بھی ہے۔ (۱۴)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۚ﴿۱۵﴾

اے ایمان لانے والو! جس وقت تم کافروں سے جنگ میں مقابلہ کرو تو ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔ (۱۵)

وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

اور اس دن جو پیٹھ دکھائے گا سوائے اس کے کہ قتل کرنے کے لئے کترا کے جاتا ہو، یا دوسرے گروہ کے پاس جگہ پکڑنا مقصود ہو، وہ یقیناً غضبِ خدا میں گرفتار ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے لوٹنے کی۔ (۱۶)

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور (اے رسولؐ) جس وقت تم نے مٹی پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور یہ اس لئے کہ اللہ اس کے ذریعہ مومنین کی اچھی طرح آزمائش کرے۔ یقیناً اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (۱۷)

ذٰلِكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

یہ تو ہو چکا اور اللہ کافروں کی چال کو کمزور بنانے والا ہے۔ (۱۸)

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ ع ۲ ۹ ۱۶

اگر تم فتح کے طالب ہو تو فتح تو تم کو حاصل ہو چکی۔ اب اگر تم باز رہو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر ایسا کرو گے تو پھر ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور تمہارا گروہ خواہ کتنا ہی کثیر ہو تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اور یقیناً اللہ مومنین کے ساتھ ہے۔ (۱۹)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۚۖ ﴿۲۰﴾

اے ایمان لانے والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اس سے منہ نہ پھیرو، جبکہ تم سن رہے ہو۔ (۲۰)

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور ان لوگوں کی مانند نہ بنو جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا، حالانکہ وہ کچھ نہیں سنتے تھے۔ (۲۱)

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

یقیناً بدترین جاندار خدا کے نزدیک وہ ہیں جو ایسے بہرے گونگے ہیں کہ کچھ نہیں سمجھتے۔ (۲۲)

وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

اور اگر ان میں کسی خیر کا علم اللہ کو ہوتا تو اللہ ان کو ضرور سنواتا اور اگر ان کو سنوائے بھی تو وہ اس سے مُنہ پھیر کے الٹے بھاگیں گے۔ (۲۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

اے ایمان لانے والو! تم دعوتِ خدا اور رسول کو قبول کرو جبکہ تم کو بلایا جائے ایسے کام کے لئے جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ یقیناً اللہ آدمی اور اس کے دل کے مابین حائل ہے اور یہ کہ تم سب اس کے حضور میں جمع کیے جاؤ گے۔(۲۴)

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر نہ پڑے گا جو تم میں سے ظالم ہیں، اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔(۲۵)

وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم اس زمین میں کم تعداد اور کمزور کر دیئے گئے تھے اور اس بات سے ڈرتے تھے کہ تم کو کہیں لوگ اُچک (پکڑ) کر نہ لے جائیں اور خدا نے تم کو ٹھکانہ دیا اور اپنی نصرت کے ذریعہ تمہاری مدد کی، اور تم کو پاک چیزوں سے رزق عطا کیا شاید تم شکرگزار رہو۔(۲۶)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

اے ایمان لانے والو! نہ تم اللہ اور رسولؐ کی خیانت کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔(۲۷)

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ
ع ۳ ۹ ۱۷ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اور جان لو کہ یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ (امتحان) ہیں اور یقیناً اللہ کے پاس اجرِ عظیم ہے۔(۲۸)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

اے ایمان لانے والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے واسطے فرقان (حق و باطل کی جانچ) مقرر کر دیگا۔ اور تمہاری بدی کو دور کر دیگا اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ (۲۹)

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٣٠﴾

اور (اے رسولؐ اس وقت کو یاد کرو) جب کفار تم سے چال چل رہے تھے کہ تم کو قید کر دیں یا تم کو قتل کر دیں یا نکال دیں اور وہ مکر وفریب کر رہے تھے اور اللہ ان کے مکر (مکاریوں) کا توڑ کر رہا تھا اور اللہ مکر کا بہترین دفع کرنے والا ہے۔ (۳۰)

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا ۙ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾

اور جس وقت ہماری آیتیں ان پر پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو سن چکے۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس کے مثل کہہ لیں۔ یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ (۳۱)

وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾

اور (اس وقت کو یاد کرو) جبکہ انہوں نے کہہ دیا کہ اے خدا اگر یہ حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم کو دردناک عذاب دے۔ (۳۲)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾

اور اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ ان پر عذاب کرے جبکہ تم ان میں موجود ہو اور نہ اللہ کا یہ کام ہے کہ وہ ان پر عذاب کرنے والا ہو، جبکہ وہ استغفار کرتے ہوں۔ (۳۳)

وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور کیا بات ہے ان میں کہ اللہ عذاب ان پر نہ کرے جبکہ وہ مسجد الحرام سے روکتے ہیں اور وہ اس کے (خانہ کعبہ) کے متولی بنے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ متولی (منتظم) تو صرف متقی لوگ ہوتے ہیں لیکن ان میں کے اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔ (۳۴)

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور خانہ کعبہ کے پاس بجز سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے ان کی نماز ہی کیا تھی۔ پس تم عذاب چکھو اس کی سزا میں کہ تم کفر کرتے تھے۔ (۳۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۬ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۙ﴿۳۶﴾

یقیناً جو لوگ کافر ہو گئے وہ اپنے مال اس غرض سے صرف کرتے ہیں کہ وہ راہ خدا سے روکیں۔ پس وہ عنقریب اس کو خرچ کریں گے پھر وہی ان کے لئے باعثِ حسرت (افسوس) ہو گا۔ پھر وہ مغلوب ہوجائیں گے اور وہ لوگ جو کافر ہو گئے جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ (۳۶)

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ ع ع ۹ ۱۸

تاکہ اللہ خبیث (گندے) کو طیب (پاک) سے علیٰحدہ کر دے اور ناپاک کو اوپر تلے رکھ دے۔ پھر ان سب کا ڈھیر لگا دے۔ پھر اس سارے ڈھیر کو جہنم میں جھونک دے۔ وہی تو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (۳۷)

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

(اے رسولؐ) تم کافروں سے کہہ دو کہ اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا ہے وہ ان کو معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہ ایسا ہی کریں گے تو پہلوں کا قائدہ مقرر ہو ہی چکا ہے۔ (۳۸)

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اور ان کو قتل کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب کا سب خالص اللہ کا ہو جائے۔ پس اگر وہ کفر سے باز آئیں تو اللہ ان کے اعمال کا نگران ہے۔ (۳۹)

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

اور اگر وہ نہ باز آئیں تو یہ جان لو کہ اللہ تمہارا حامی ہے اور وہ سب سے بہتر حامی اور سب سے بہتر مددگار ہے۔ (۴۰)

تفسیر سورۃ الاعراف

آیت ۸۸:

خدا نے مسلسل انبیاءؑ سابقین کی تبلیغ کا ذکر کیا ہے اور ان کی امتوں کی سرکشی اور نافرمانی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قرآن خدا کی آخری کتاب نازل ہو رہی تھی اور حضرت محمدؐ خدا کے آخری رسول مبعوث ہو چکے تھے۔ اس کے بعد قیامت تک کوئی شریعت آنے والی نہ تھی۔ لہٰذا خدا نے چاہا کہ امت محمد یہ کو آگاہ و باخبر کر دے کہ خدا و رسولؐ کی نافرمانی کا کیا نتیجہ ملتا ہے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ صرف عاقبت ہی میں سزا یا عذاب ہوگا بلکہ بعض نافرمانیاں ایسی ہے کہ دنیا میں بھی سخت عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہ واقعات عذاب عبرت کے لئے بیان کیے گئے ہیں۔ دیگر ان واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کیا کیا افعال خدا کو ناپسند ہیں جن کی وجہ سے عذاب آیا اور کون کون سے کام خدا کو پسند ہیں جن کی وجہ سے اس نے انبیاءؑ کے تابعین کو عذاب سے نجات دی گئی۔ اور وہ کون سا موقع یا وہ کون سی نافرمانی ہوتی ہے کہ فوری عذاب دنیا میں آتا ہے؟ اہلِ اسلام ان واقعات کو بغور پڑھیں گے تو یہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ خدا مسلمانوں کو توفیقِ عملِ نیک دے تا کہ وہ خدا کی نافرمانی سے بچتے رہیں۔

کفّار کبھی مسلمانوں سے راضی نہ ہوں گے۔ وہ تو یہی چاہیں گے کہ مسلمان بھی ان کے مثل کافر ہو جائیں۔ اسی بات کو اس جگہ بیان کیا گیا ہے کہ شعیبؑ کی قوم نے بجائے ہدایت قبول کرنے کے اپنے نبی سے کہہ دیا کہ تم ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔ یہ ان کی کھلی گستاخی و سرکشی تھی۔

حضرت شعیبؑ نے قوم کو بتایا کہ تمہارا مذہب کفر ہے، یہ قابل نفرت ہے، ہم اس سے نفرت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت شعیبؑ نے ظاہر کر دیا کہ دینِ اسلام کے بعد اگر کوئی مرتد یا کافر ہو جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا آبائی دین بجائے گمراہی کے درست ہے تو یہ خدا پر بہتان و افتراء کرنا ہے۔ کیونکہ جو احکام اس نے نہیں دیئے ہیں ان کو خدا کے ذمہ لگایا جائے اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان پر عمل کیا جائے۔ یہ خدا پر افتراء کرنا بھی کفر و گمراہی ہے۔ حضرت شعیبؑ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

آیت ۸۹:

کفر کھلی گمراہی ہے اور جو کفر سے نکل گیا اور مسلمان ہو گیا وہ نجات پا گیا۔ یعنی عذابِ خدا سے محفوظ ہو گیا اور نعماتِ جنت کا مستحق ہو گیا۔

بعض نے اس آیت سے یہ مراد لیا ہے کہ انسان مجبور ہے۔ اگر وہ کوئی فعلِ بد کرتا ہے تو بھی خدا کے ہی مجبور

کرنے سے کرتا ہے (نعوذ باللہ)۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ راہ راست وصراط مستقیم دکھاتا ہے، وہ اسلام کو پسند کرتا ہے، وہ کبھی گمراہی کو پسند نہیں کرتا اور نہ اس سے کوئی قبیح فعل سرزد ہوتا ہے۔ وہ مطلق خیر ہے۔ لہٰذا وہ کبھی پسند نہیں کرسکتا کہ ہدایت ونجات کے بعد ہم گمراہ اور کافر ہو جائیں۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ اسی طرح کا کلام ہے جیسے خدا نے ایک جگہ فرمایا: لایدخلون الجنۃ حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط۔ (سورہ اعراف، آیت: ۴۰)۔ (وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے حتیٰ کہ سوئی کے ناکے سے اونٹ نکل جائے)۔ یعنی ان کا جنت میں داخل ہونا اسی طرح ناممکن ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے نکلنا ناممکن ہے۔

آیت ۹۱:

ابن عباسؓ نے کہا کہ قومِ شعیبؑ پر عذاب اس طرح آیا کہ پہلے بادل آیا اور ٹھنڈی ہوا چلی۔ سب قوم اس بادل کے نیچے جمع ہوگئی۔ تمام ابر برابر چھا گیا۔ پھر آگ برسی اور زمین کو زلزلہ آیا۔ سب کے سب اپنی جگہ پر ہی رکے رہ گئے۔ بلخیؒ نے کہا کہ حضرت شعیبؑ کے وقت میں قوم میں یہ بادشاہ ہوئے تھے ابجد وہوز وحطی وکلمن وسعفص وقرشت۔ حضرت شعیبؑ کے وقت میں کلمن بادشاہ تھا۔ یہ عذاب نبی کی تکذیب کی وجہ سے آیا کہ اس جرم کی وجہ سے دنیوی عذاب بھی آتا ہے اور آخرت کا عذاب بھی۔

آیت ۹۲:

قومِ شعیبؑ کے نافرمان لوگ عذابِ الٰہی سے نابود ہو گئے۔ آیت میں آگے ہے کہ الذین کذبوا شعیباً جنہوں نے حضرت شعیبؑ کی نبوت سے انکار کیا اور ان کے احکام کو نہ مانا وہ نقصان میں رہے یعنی ہلاک ہو گئے اور عذابِ جہنم میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ اس آیت نے بتایا کہ نبوت کی تکذیب خدا کے نزدیک اہم گناہ ہے اور سببِ عذابِ دارین ہے۔ جو مسلمان صرف خدا کی پرستش کو کافی سمجھتے ہیں اور قرآن ہی کو کافی سمجھتے ہیں اور حضرت محمدؐ کو اتنا ہی جانتے ہیں کہ بس انہوں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اس کے بعد ان کا شریعت کے احکام سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ غور کرلیں کہ واقعاتِ انبیاءؑ سے ظاہر ہے کہ جن امتوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور ان کے احترام میں کمی کی ان پر عذاب نازل ہوا۔ یہ خدا کی سنت ہے۔ شیطان نے آدمؑ کا جو نبی تھے احترام نہیں کیا گو خدا کی وحدانیت کا قائل رہا لیکن مردود وملعون اور کافر اور مستحقِ عذاب ہوگیا۔ اسی طرح جو لوگ حضرت محمدؐ کے احترام میں کمی کرتے ہیں اور ان کی ذلت کرنے کو خدا کی نافرنی نہیں مانتے ہیں وہ ہرگز مسلمان نہیں ہیں۔

آیت ۹۳:

جب حضرت شعیبؑ نے آثارِ عذاب کو دیکھا تو اپنی قوم سے یہ خطاب کیا۔

اس آیت سے واضح ہے کافر خواہ کتنی ہی مصیبت میں ہو اس پر افسوس نہ کیا جائے۔ جن اقوام پر بوجہِ نافرمانی عذابِ خدا آیا ان کے حال پر افسوس نہ کیا جائے۔ ورنہ ان کے غم و مصیبت میں ان کا شریک سمجھا جائے گا اور بحکمِ خدا جو عذاب ان پر ہوا ہے اس میں خدا کو ظالم سمجھنے والا قرار پائے گا۔ لہٰذا حضرت شعیبؑ نے جب قوم کے نابود ہونے کو دیکھا تو یہی کہا تم اس قابل نہ تھے کہ تم پر افسوس کیا جائے بلکہ تم اس عذاب کے مستحق تھے۔

آیت ۹۴:

خدا کا رحم و کرم اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی امت اپنے نبی کی منکر ہوتی ہے اور احکامِ خدا سے لاپرواہی کرتی ہے تو خدا پہلے اس کی تنبیہ کے لئے اس پر سختی اور مصائب ڈالتا ہے تاکہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر خدا سے معافی کے طلب گار ہوں اور توبہ کریں۔ پھر خدا ان کی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے اور ان کو فراخی اور خوشحالی عطا کر دیتا ہے۔ مگر یہ ستم ظریفی دیکھئے کہ وہی قوم جب خوشحال اور دولت مند ہوجاتی ہے تو پھر پہلے سے بھی زیادہ نافرمان ہوجاتی ہے اور اپنے پچھلے مصائب کو اتفاق یا اپنی محنت کا نتیجہ یا گردشِ زمانہ کی بدولت سمجھتی ہے اور کہتی ہے کہ ایسے مصائب اور گردشیں تو ہمارے باپ دادا کو بھی پہنچتی تھیں۔ یہ خدا کی طرف سے نہیں تھیں۔ لہٰذا وہ خدا کے منکر ہو جاتے ہیں اور اعمالِ بد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت خدا ان کو ایسے عذاب میں گرفتار کرتا ہے کہ وہ نابود ہو جاتے ہیں۔

آیت ۹۶:

خدا نے اس آیت میں اہل مکہ اور اطرافِ مکہ میں رہنے والے لوگوں کے بارے میں کہا کہ اگر سب ایمان لاتے اور ہمارے رسولِ حضرت محمدؐ کے تابع ہوتے تو ہم زمین و آسمان کی برکتیں کھول دیتے۔ اسی طرح اگر اہلِ اسلام پوری طرح خدا اور رسولؐ کے مطیع ہوتے اور ان کے ساتھ دیگر ساکنانِ ارض بھی ایمان لے آتے تو انسانوں کا اختیار آسمانوں اور زمین کی ہر چیز پر ہوتا اور وہ ان کی برکات سے خوب فائدے اٹھاتے۔

آیت ۹۷:

اھل القریٰ مکہ و اور اطراف مکہ کے تمام رہنے والے کیوں بھول گئے ہیں کہ خدا کا عذاب حق ہے؟ اور جب بھی خدا چاہے عذاب آ سکتا ہے۔ ان کو حضرت محمدؐ کی پیروی کرنی چاہیے۔

آیت ۹۸:

اَوَ امن اھل القریٰ۔ قریٰ قریہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی ہوئے تمام قریوں یا شہروں یا دیہاتوں کے رہنے

والے۔بعض مفسرین نے اس کوصرف اہل مکہ کے لئے تنبیہ لکھا ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی تنبیہ سب اہلِ ارض کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ کیونکہ دینِ اسلام اور حضرت محمدؐ اور قرآن قیامت تک باقی رہیں گے۔ تمام انسانوں کو یہ یادرکھنا چاہئے کہ وہ خدا کی گرفت سے کبھی باہر نہ ہوں گے۔ ان کے اعمال کی سزا انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر مختلف شکلوں اور عذابوں میں ملتی رہے گی تا کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ خدا کی نعمات کا شکر ادا کریں اور روزِ آخرت کے لئے اپنے اعمال کو درست رکھیں۔ سابقہ امتوں پر عذاب یا رات کو آیا تھا یا دن کو خدا نے اسی کو یاد دلایا ہے کہ اے عہدِ محمدؐ کے انسانوں یادرکھو کہ تم رات کو بے خبر سو رہے ہو تو بھی عذاب آ سکتا ہے اور جب تم دن کے اوقات میں خدا سے غافل ہو کر دنیاوی کاروبار اور کھیل کود میں مصروف ہو تو بھی عذاب آ سکتا ہے۔ وہ قادر ہے جس طرح پہلے زمانے کے نافرمانوں پر عذاب کرسکتا تھا وہ آج کے زمانہ کے نافرمان ظالم لوگوں پر بھی عذاب کرسکتا ہے۔

آیت ۹۹:

فلا یامن مکر اللہ اِلّا القوم الخسرون۔ یہاں مکر کے معنی ہیں خدا کا یکا یک عذاب کرنا یا ناگاہ پکڑنا۔ خدا کے عذاب سے وہی لوگ بے پرواہ ہوتے ہیں جو اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے دنیا و دین میں خسارہ اٹھانے والے ہوتے ہیں۔یعنی جولوگ خدا کے عذابوں سے غافل ہوتے ہیں وہی عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔

آیت ۱۰۰:

خدا نے اس آیت میں سبق سکھانے کے واسطے لوگوں کو یاد دلایا ہے کہ کیا ہم نے اس سے پہلے تمہارے آباء و اجداد کو روئے زمین میں سلطنت اور طاقت وقوت نہیں دی تھی؟ اسی زمین کے وہ شہنشاہ و مالک تھے۔ آج وہ نہیں ہیں۔ عذاب نے ان کو فنا کر دیا۔تو اسی زمین کا وارث ہم نے تم کو بنا دیا اگر تم بھی اپنے اسلاف کی مانند بداعمالی کرو گے تو تمہارا بھی وہی حشر ہوسکتا ہے جو ان کا ہوا۔ آیت صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ مسلمانوں کو حکومت اور طاقت ملی اور ان کی بداعمالی کی وجہ سے بطور تنبیہ ان پر عذاب بھی وقتاً فوقتاً آتے رہے۔ وفاتِ رسول اللہؐ کے بعد سے امت محمدیہ کا اختلاف، فرقہ بازی، شہنشاہیت کا غرور اور تعیش کے سامان، احکام اسلام سے لاپرواہی، فحش و بد اعمالی کا ارتکاب یہ بھی عذاب الٰہی تھا اور مسلمانوں کی باہم جنگیں، لاکھوں انسانوں کا قتل ہونا، شہروں کا ویران ہونا اور دینِ اسلام جیسے پرامن اور صلح کل دین میں شاہانِ جابر و قاتل وسفاک اور خدا فراموشوں کا پیدا ہو کر عام مسلمانوں کا خون بہانا بھی عذابِ الٰہی ہے۔ اب بھی کہ آج ۱۳۹۳ھ ہے ممالک اسلامیہ پر اسرائیل کے حملے ہو رہے ہیں، اسی عذابِ الٰہی کا اثر ہے کیونکہ اہلِ عرب نے اور عام مسلمانوں نے بجز چند لوگوں کے احکام اسلامی کو فراموش کر دیا

ہے۔ پہلے عذاب اور موجودہ عذاب میں فرق یہ ہے کہ بوجہ انتہائی نافرمانیوں کے اس وقت کا نبی بد دعا کرتا تھا تو پوری قوم فنا ہو جاتی تھی۔ مگر حضرت محمدؐ نے کبھی بد دعا نہیں کی بلکہ دعا کرتے تھے اور آج بھی دعائے امت کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ عذاب بطور ڈرانے کے آتے رہتے ہیں البتہ قیامت کو روز جزا و سزا مقرر کیا گیا ہے۔

انسان باوجود ہدایت پانے کے بھی جب بار بار خدا سے سرکشی کرتا ہے تو پھر سزا کے طور پر خدا اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے پھر وہ ہدایت قبول کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

آیت ۱۰۱:

خدا نے پہلی اقوام کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کے پاس رسول آئے مگر انہوں نے ان کو جھٹلایا۔ انہوں نے اپنے عہد کو کہ وہ شکر گزار رہیں گے توڑا تو خدا نے بھی دنیا میں یہ سزا دی کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ وہ پھر بدی اور نیکی میں امتیاز کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔

آیت ۱۰۳:

خدا نے امتِ حضرت محمدؐ کو انبیاءؑ سابق کی امتوں کی نافرمانیاں بار بار بتائی ہیں تا کہ وہ گمراہی میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ خدا کی حجت اور دلیل ہے تا کہ مجرم بعد کو بہانے نہ کر سکیں اور خدا کا حکم عدل وانصاف پر مبنی رہے۔ حضرت موسیٰؑ کا ذکر کیا گیا اور قوم کے سردار فرعون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا کہ فرعون اور اس کے ماننے والوں نے آیاتِ خدا یعنی حضرت موسیٰؑ کے ید بیضا اور عصا کے معجزات کا انکار کیا اور حضرت موسیٰؑ پر ظلم کیا، مومنین پر ظلم کیا۔ اس کا نتیجہ ان کو عذاب کی صورت میں ملا۔

آیت ۱۰۴:

ملکِ مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ اس وقت مصر کا بادشاہ قابوس بن ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ قابوس فرعون کی عمر چار سو سال تھی۔ اس مدت میں وہ کبھی بیمار نہ ہوا۔ اس کی غذا مویز (منقیٰ) تھی تا کہ اس کو گرانی نہ ہو۔ خفیہ طور پر چار دن کے بعد بیت الخلا جاتا تھا۔ اس نے انتہائی عیاشی کی۔ بدکاری اور بداعمالی عام تھی۔ اس نے دعوائے خدائی کیا تھا۔ خدا نے حضرت موسیٰؑ کو اس کی ہدایت پر مامور کیا۔ موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی کہ ان کے بھائی ہارونؑ کو ان کا وزیر و معاون بنا دے چنانچہ یہ دونوں فرعون کے پاس گئے۔ بہت دنوں تک وہاں رہے۔ لباس فقیرانہ اون کا تھا اس لئے دربانوں نے فرعون تک نہ جانے دیا۔ ایک روز فرعون کے دربار کے مسخرہ نے فرعون سے کہہ دیا کہ دو فقیر بوسیدہ لباس یہاں رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نبی ہیں۔ فرعون نے کہا کہ بلاؤ۔ جب موسیٰؑ آئے تو فرعون نے پوچھا تم کون ہو؟ موسیٰؑ نے جواب دیا، جو آیات میں مندرج ہے۔ موسیٰؑ نے فرعون کو وحدانیتِ خدا اور اپنی نبوت

بتائی اور کہا کہ بنی اسرائیل یعنی اولادِ یعقوبؑ کو غلامی سے آزاد کردے اور ان کو ان کے قدیم وطن جانے دے۔تو فرعون نے موسیٰؑ سے معجزہ طلب کیا۔حضرت موسیٰؑ نے حضرت شعیبؑ کا دیا ہوا عصا زمین پر ڈالا۔ وہ مہیب اژدھا بن گیا۔فرعون کے خوف کے مارے دست جاری ہو گئے اور سب لوگ بھاگے اور اس طرح بھاگے کہ ہزار آدمی مر گئے ۔ چالیس دن تک یہی حال رہا اور فرعون کے دست جاری رہے۔آخر فرعون نے موسیٰؑ کو خدا کی قسم دی اور ایمان لانے کا وعدہ کیا کہ عصا اُٹھا لو آخر موسیٰؑ نے عصا اُٹھایا تو وہ پھر اژدھا نہ تھا۔موسیٰؑ کو اطمینان ہو گیا کہ فرعون اسلام قبول کرلے گا مگر ہوا یہ کہ فرعون تختِ سلطنت پر بیٹھا اور عوام جمع ہو گئے تو فرعون نے موسیٰؑ سے کہا کوئی اور معجزہ ہے؟ موسیٰؑ نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو اس سے نور نکلا جو شعاع آفتاب سے بھی زیادہ تیز تھا۔فرعون نے چاہا کہ اسلام قبول کرلے کہ اس کے وزیر ہامان نے منع کیا۔فرعون نے کہا کہ موسیٰؑ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ملک مجھ کو ہی دیں گے اور مجھ کو جوان کردیں گے۔ ہامان نے کہا کہ میں آپ کو جوان کردوں گا اور یہ کہہ کر خضاب لگایا۔فرعون کے سفید بال سیاہ ہو گئے۔ متعجب ہوا۔موسیٰؑ و ہارونؑ فرعون کے پاس سے واپس آرہے تھے کہ شدید بارش ہونے لگی۔ ان دونوں نے ایک بوڑھی عورت کے گھر میں پناہ لی۔ ہامان اور قومِ فرعون نے کہا کہ موسیٰؑ کو قید کردیا جائے۔ سپاہی آئے تو دیکھا کہ بوڑھی عورت کے گھر میں موسیٰؑ اور ہارونؑ سو رہے ہیں اور عصاء نے اژدھا بن کر ان پر حملہ کیا۔ سپاہیوں نے فرعون سے یہ واقعہ بیان کیا۔تو سرداروں نے کہا:

آیت ۱۰۹:

موسیٰؑ جادوگر ہے۔ پھر فرعون نے مصر و اطراف مدائن سے ساحر بلائے۔ پچاس یا ستر ہزار تھے۔ یہ سب سامری کے شاگرد تھے۔ انہوں نے فرعون سے اپنے کام کی اجرت چاہی۔معلوم ہو گیا کہ وہ ساحر تھے اور مال دنیا ان کی غرض تھی۔ انہوں نے رسیاں ڈالیں سب سانپ بن گئیں۔ یہ شعبدہ تھا کہ زمین کے نیچے تیز آگ روشن کردی تھی اور رسیوں میں کچھ مصالحہ لگایا تھا کہ گرمی سے وہ رسیاں پیچ و تاب کھاتی تھیں۔موسیٰؑ نے عصا ڈالا وہ سب سانپوں کو کھا گیا،لوگ خوف سے بھاگے،فرعون بے ہوش ہو گیا اور اس کو تخت پر دست جاری ہوئے۔فرعون کی خدائی ختم ہو گئی اور ساحر حقیقتِ معجزہ کو دیکھ کر سربسجود ہوئے اور خدائے موسیٰؑ و ہارونؑ پر ایمان لائے۔

آیت ۱۱۴:

ساحروں کا فرعون سے کہنا کہ ہمارے فن کا موسیٰؑ پر غلبہ ہو گیا تو ہم کو انعام ملے گا؟ فرعون نے انعام کا بھی وعدہ کیا اور سب سے بڑا انعام یہ مقرر کیا کہ وہ ساحروں کو اپنا مقرب درباری بنالے گا۔ ساحروں کا فرعون سے اجرت طلب کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ سب شعبدہ باز تھے۔ اگر وہ سحر یا کسی علمی وفنی قدرت کے مالک ہوتے خود پتھروں کو سونا

بنا لیتے اور اجرت طلب نہ کرتے۔ ان ساحروں کے سردار چار اشخاص تھے۔ دو بھائی تھے الور اور عادود اور دوسرے حططہ اور مصفّی۔ ان چار ساحروں کا بھی ایک سردار تھا۔ اس کا نام شمعون تھا۔ جب یہ مصر آئے اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ موسیٰؑ جب سوتے ہیں تو بھی عصا اژدھا بن کر ان کی حفاظت کرتا ہے تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ سحر نہیں ہے۔ جب مجمع عام میں مقابلہ ہوا اور موسیٰؑ کے عصا نے اژدھا بن کر ساحروں کے سانپوں کو کھا لیا تو ساحر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کے خدا پر ایمان لائے ہیں۔ یعنی یہ کہ فرعون جھوٹا ہے۔ اس کا خدائی کا دعویٰ باطل ہے۔ فرعون کو مجمعِ عام میں ذلت ہوئی، اس کی خدائی کا ڈھونگ ختم ہوا تو اس کو غصہ آیا۔ اس نے کہا کہ اے ساحرو تم نے میری بغیر اجازت کے دینِ موسیٰؑ کو کیوں قبول کیا؟ میں تم کو سخت سزا دوں گا۔

آیت ۱۱۶:

سَحَرُوۡۤا اَعۡیُنَ النَّاسِ۔ (جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا۔) یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ شعبدہ بازی اور نظر بندی بہت قدیم چیز ہے۔ اِس زمانہ میں بھی شعبدہ باز محیر العقول تماشے دکھاتے ہیں اور صدہا پیر بن کر کرامات دکھا کر زمین و آسمان پر اپنا قبضہ و تصرف ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ وہ ہر کام پر قادر ہیں۔ یہ سب گمراہی ہے۔ قادرِ مطلق خدا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ سحر باطل ہے اور بے حقیقت ہے۔

آیت ۱۱۷:

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰۤى اَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ الخ۔ ہم نے موسیٰؑ پر وحی کی کہ تم اپنے عصا کو ڈال دو۔ پس فوراً وہ عصا اژدھا بن گیا۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ عصائے موسیٰؑ اور خود موسیٰؑ اس پر قادر نہیں تھے کہ ماہیت شئے کو بدل سکیں اور لکڑی کو اژدھا بنا دیں یا اپنے ہاتھ کو ید بیضا کر دیں۔ بلکہ حکمِ خدا جب ہوا تو شئے کی ماہیت بدلی۔ وہ قادرِ مطلق ہے اور انبیاءؑ کے معجزات حکمِ خدا کے تابع ہیں۔

آیت ۱۱۸:

حق ثابت ہو گیا یعنی جو حکمِ خدا تھا وہ ہو کر رہا اور انسانوں کی کارستانیاں باطل ہو گئیں۔ دنیوی تمام کاموں میں جب انسان اپنی قدرت و طاقت پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کا وقتی نتیجہ تو خوش کن ہوتا ہے مگر حقیقتاً بے نتیجہ اور سببِ بربادی ہوتا ہے۔ جیسے آج کل کی مادی ترقی کا نتیجہ تباہ کن ہو رہا ہے اور جب انسان کوششیں کرتا ہے اور خدا سے مدد طلب کرتا ہے تو اس کا ہر کام نتیجہ خیز، دیرپا اور بنی نوع انسان کے لئے مفید ہوتا ہے جیسا کہ انبیاء کے کارنامے کہ وہ ہمیشہ سبق سکھانے والے ہیں اور باقی رہیں گے اور ان کے احکام پر عمل کرنے والے دنیا میں عزت والے اور عاقبت میں نجات کے مستحق ہوں گے۔

آیت ۱۲۳:

بنی اسرائیل کو فرعون نے غلام بنا رکھا تھا اور اپنے لوگوں کو اقتدار دے رکھا تھا۔ فرعونیوں کو قبطی کہا جاتا تھا۔ اس نے کہا کہ موسیٰ یہ چاہتے ہیں کہ قبطیوں کو ان کے وطن سے نکال دیں اور بنی اسرائیل کو غالب اور قابض کر دیں۔ فرعون نے ساحروں پر الزام بھی لگایا کہ بھرے مجمع میں تمہارا خدائے موسیٰ پر ایمان لانا تمہاری سازش تھی۔ تم پہلے سے موسیٰ کے ساتھی تھے اور تم نے یہ چاہا تھا کہ اپنے ملک میں بنی اسرائیل کو قابض کردو۔ میں تم کو اس کی سخت سزا دوں گا۔ ساحروں نے سزا قبول کر لی مگر خدا پر ایمان کو نہیں چھوڑا۔

آیت ۱۲۴:

مروی ہے کہ ساحروں میں سب سے پہلے سابور وعا دُودو حططہ اور مصتفی جو سردار تھے ایمان لائے۔ بعد کو دوسروں نے ان کی پیروی کی۔ فرعون کے حکم پر ان مومن ساحروں کے ہاتھ اور پیر کاٹے گئے جس طرح کہ قرآن میں لکھا ہے۔ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ صبح کو یہ ساحر کافر تھے، دوپہر کو فرعون کی عزت کی قسم کھائی اور شام کو مسلمان ہو گئے اور شہید ہو گئے اور رات سے قبل جنت میں پہنچ گئے۔ (سبحان اللہ!)

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب ساحر ایمان لائے تو بنی اسرائیل میں سے بھی ۶ لاکھ افراد مسلمان ہوئے۔

آیت ۱۲۵:

جب فرعون نے ساحروں کو قتل کی دھمکی دی تو انہوں نے کہا کہ تو ہم کو موت سے کیا ڈراتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ہر شخص کو موت آئے گی۔ موت حق ہے اور بحکمِ خدا آتی ہے۔ ہم بھی آخر مرنے والے ہیں۔ موت سے کسی کو مفر نہیں ہے اور ہم تو ایمان لا چکے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ ہم اپنے رب و خالق کے حضور میں جانے والے ہیں۔ خدا کی طرف بندہ کا پلٹ جانا بہترین نعمت وعزت ہے۔

آیت ۱۲۶:

ساحر تھے تو نو مسلم مگر ان کا ایمان اس درجہ پر پہنچ چکا تھا کہ انہوں نے فرعون سے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم نے کوئی قصور تیرا نہیں کیا ہے۔ تو ہم کو ناحق قتل کر رہا ہے۔ تیرے نزدیک ہماری اتنی ہی خطا ہے کہ ہم اپنے پالنے والے خدا کی نشانی (معجزہ) پر ایمان لائے ہیں۔ ہم اپنے اس فعل پر مطمئن ہیں۔ تو ظالم ہے کہ بے خطا ہم کو قتل کرتا ہے اور ہم مظلوم ہیں کہ دینِ خدا کے لئے جان دیتے ہیں۔

آیت ۱۲۷:

شانِ مسلم یہی ہے کہ جب سخت سے سخت تکلیف پڑے تو خدا ہی سے امداد طلب کرے۔ مومنین ساحروں پر

موت کا خوف طاری نہ تھا۔ممکن تھا کہ وہ موسیٰؑ و ہارونؑ کی پناہ چاہتے یا فرعون سے رحم کی درخواست کرتے مگر انہوں نے صرف خدا کے حضور میں اپنا سر جھکایا۔ خدا سے ہی مدد مانگی اور خدا ہی سے صبر طلب کیا اور اپنی جان بچنے کی دعا بھی نہیں کی بلکہ خدا سے درخواست کی کہ ہم کو مسلمان رکھتے ہوئے ہی موت دے۔ یعنی اسلام پر موت آنا دنیوی زندگی سے بہتر ہے۔موجودہ عہد کے مسلمانِ ان مومنینِ کاملین کی سیرت پر غور کریں اور نصیحت حاصل کریں۔

دولت وحکومت مغرور بنا دیتی ہے۔ لہٰذا فرعون کے دولت مند حکام نے اس کو مشورہ دیا کہ اگر تو موسیٰؑ اور اہلِ اسلام کو باقی رکھے گا تو تیری خدائی ختم ہو جائے گی۔ فرعون موسیٰؑ سے خائف ہو گیا تھا لہٰذا اس کو یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ وہ کہتا کہ موسیٰؑ کو قتل کر دوں گا البتہ یہ کہنے لگا کہ میں ان کی آئندہ نسل کو قتل کر دوں گا۔ یعنی میں ان کی طاقت ختم کروں گا کہ یہ غلبہ نہ پا سکیں۔ موجودہ زمانہ کے فرعون مسلمانوں کی قطعِ نسل کا زبردست پروگرام بنا چکے ہیں اور لاتعداد روپیہ اہلِ اسلام کی نسل کشی پر صرف کر رہے ہیں۔ صرف صورت بدلی ہوئی ہے۔ مقصد یہی ہے کہ اہلِ اسلام کی تعداد کم ہو جائے اور ہمیشہ غیر اقوام کے مغلوب اور غلام رہیں۔

آیت ۱۲۸:

موسیٰؑ نے قوم کو ہدایت کی مگر ان نافرمانوں پر اثر نہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ تم سے پہلے بھی ہم یا ہمارے اسلاف انبیاءؑ سابق کے عہد میں مصائب کا شکار رہے۔ اب تمہاری موجودگی و اطاعت سے کیا فائدہ ہوا؟

آیت ۱۲۹:

موسیٰؑ نے کہا کہ فرعون کا یہ کہنا کہ تمہاری اولاد کو قتل کرے گا غلط ہوگا بلکہ اگر تم خدا کے مطیع ہو جاؤ گے تو تم بھی آباد رہو گے، تمہاری اولاد بھی باعزت رہے گی، تمہارے دشمن ہلاک ہوتے رہیں گے اور فرعون بھی ہلاک ہوگا۔ مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے لئے مصر زمانۂ داؤدؑ میں فتح ہوا اور دوسرے شہروں پر بھی ان کا قبضہ ہوا۔ اور عہدِ سلیمانؑ میں تو یہ لوگ وسیع زمین کے مالک ہو گئے تھے۔

آیت ۱۳۰:

دنیا میں بداعمالی اور ناشکری کی سزا ملتی ہے تاکہ سبب عبرت ہو اور دنیا والے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی سے بچیں، مصائب میں خدا کو یاد کریں اور اپنی غلطیوں پر آگاہ ہوں۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو خدا نے حکومت، دولت اور دنیوی ہر سامان دیا تھا مگر بجائے خدا کے شکر گزار ہونے کے وہ خدا کے مقابلہ میں خود خدا بن بیٹھا۔ آخر موسیٰؑ کے سامنے ذلیل وخوار ہوا اور ہلاک ہوا۔ اس کی قوم کو موسیٰؑ نے ہدایت کی اور خدا نے ان کو پھر خوشحالی دی تو پھر وہ خدا و رسول اور اس کی قدرت کے منکر ہو گئے اور اپنے اعمال کی نحوست کو اور اپنی

پریشانیوں اور قحط کو موسیٰؑ اور مومنین کے سر تھوپ دیا کہ یہ سب ان کے اعمال کی وجہ سے ہوا تھا۔ یہ سرکشی پہلے سے بھی زیادہ تھی۔

موجودہ عہد کے مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ ان کے روساء اور متمول لوگ غریب اور مومن اور عبادت گزاروں کو بہ نظر حقارت تو نہیں دیکھتے ہیں۔ ان کو اپنی دنیوی ترقی اور ذرائع تعیش میں حارج و مانع تو نہیں سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اس کی سزا ان کو دنیا میں بھی ملے گی اور عاقبت میں بھی۔ صرف زبانی دعویٰ اسلام کام نہ آئے گا۔

آیت ۱۳۱:

الا انما طآئرھم عند اللہ۔ عرب صبح کو جب اپنے گھروں سے نکلتے تھے تو پرندوں سے فال لیتے تھے اور دن بھر کی تکلیف یا راحت کو اسی کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ خدا نے ایسے شگون ماننے سے منع کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کے شگون لینے سے ان کی خوشحالی و بدحالی کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ان کے اعمالِ بد اس کا سبب ہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ انسان مجبورِ محض ہے کیونکہ خدا خوشحالی و بدحالی کا مالک و مختار ہے۔ یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ مختار کل تو خدا ہے اس میں شک ہی نہیں ہے۔ مگر انسان اپنے بداعتقادی اور بداعمالی کا خود ذمہ دار ہے کیونکہ اکثرھم لایعلمون۔ (ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔) یعنی اپنی بداعمالی اور مصیبت کو موسیٰؑ کے ذمہ لگاتے ہیں حالانکہ ان کا یہ الزام نیز ان کے مصائب ان کے اعمالِ بد کی وجہ سے ہیں۔

آیت ۱۳۲:

قبطیوں کی نافرمانی یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے معجزات کو سحر کہا ہے اور کہا ہے کہ تم اپنے سحر سے اگر ہم پر مصیبت یا قحط یا مرض پیدا کرو گے تو بھی ہم ایمان نہ لائیں گے۔ یعنی موسیٰؑ کے معجزات کو وہ سحر سے تعبیر کرتے تھے اور ان کا کہنا تھا کہ ہم پھر بھی تم کو خدا کا نبی نہیں مانیں گے۔ جب خدا نے ان کی ایسی نافرمانی دیکھی تو ان کو سخت عذاب دیا۔

فرعون نے اپنے وزیر ہامان کے کہنے پر موسیٰؑ کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور موسیٰؑ نے سفارش کی تو بھی نہ مانا۔ آخر موسیٰؑ شہر سے باہر چلے گئے اور قبطیوں پر طوفان آیا کہ مکانات منہدم ہو گئے۔ پھر فرعون نے موسیٰؑ سے دعا کرنے کی درخواست کی۔ جب طوفان سے نجات مل گئی تو پھر نافرمان ہو گیا۔ پھر ٹڈیاں آئیں، لباسوں میں جوئیں پیدا ہو گئیں، بکثرت مینڈک پیدا ہو گئے، دریائے نیل کا پانی خون ہو گیا۔ یہ مصائب آتے رہے اس طرح چالیس سال گزر گئے۔ جب موسیٰؑ فرعون سے مومنین کی رہائی کا مطالبہ کرتے وہ عذاب ہٹا دینے کی درخواست کرتا اور بعد میں مومنین کو پھر گرفتار کر لیتا اور اذیتیں دیتا۔ آخر موسیٰؑ اپنی قوم کو یکجا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہو

گئے۔فرعون نے تعاقب کیا تو مع اپنے ساتھیوں کے دریائے نیل میں ڈوب مرا۔

آیت ۱۳۴:

فرعون اور ان کے ماننے والے قبطی جب عذاب سے تنگ آجاتے اور قریب بہ ہلاکت پہنچتے تو موسیٰؑ سے عرض کرتے کہ آپ سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم ایمان لے آئیں گے تو عذاب ٹل جائے گا لہٰذا اگر ہم سے یہ عذاب دور ہو جائے گا تو ہم ضرور ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر کے تمہارے ساتھ بھیج دیں گے۔روایت ہے کہ جب سے کہ موسیٰؑ ساحروں پر غالب آئے تھے اس کے بعد بیس ۲۰ سال تک فرعون کی قوم کو ہدایت کرتے رہے مگر ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔

آیت ۱۳۶:

فانتقمنا۔ پس ہم نے انتقام کا ارادہ کیا۔ انتقام برائی کا بدلہ لینا ہے۔قبطیوں نے خدا کی نافرمانی کی، اس کے رسول اور مومنین اور بنی اسرائیل کو آزار دیئے، قتل کیا تو خدا نے ان مظلوموں کے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ یہ آیت بھی ثابت کرتی ہے کہ خدا اعمالِ بد کی سزا دیتا ہے اور اعمال نیک کی جزائے نیک دیتا ہے کیونکہ اس نے انسان کو مختار اور اپنے افعال کا ذمہ دار بنایا ہے وہ کسی کو مجبور نہیں کرتا۔

فرعون اور قبطیوں کو خدا نے بحرِ قلزم میں جو مصر کے قریب تھا غرق کر دیا اور آیت نے ظاہر کر دیا کہ ان کو اس لئے یہ سزا دی گئی کہ وہ خدا کی آیات اور معجزات کو جھٹلاتے تھے۔

آیت ۱۳۷:

بنی اسرائیل فرعون کے غلام رہے، محکوم رہے اور سخت ایذائیں برداشت کرتے رہے۔ خدا نے فرعون اور قبطیوں کو ہلاک کر دیا، ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا اور ملک شام کے مشرقی و مغربی حصہ ان کے قبضہ میں آ گیا۔ برکت کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ خدا نے بیت المقدس اور مقامِ انبیاء کو مقدس اور سببِ برکت بنایا ہے آج بھی وہ مقام یعنی بیت المقدس بابرکت اور سببِ ہدایت ہے۔

خدا نے بذریعہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ خدا و رسول پر ایمان لائیں گے اور افعالِ بد سے باز آئیں گے تو وہ ان کو قبطیوں اور کافروں کی غلامی سے نجات دے گا۔ لہٰذا جب انہوں نے مصائب پر صبر کیا اور رضائے خدا کو حاصل کرنے کے لئے سعی کرتے رہے تو خدا نے ان کو ملک شام اور اس کے نواح کی سلطنت عطا کر دی اور فرعون کی عالیشان شاہی عمارات ان کی سلطنت و حشمت سب فنا کر دی۔ آثارِ قدیمہ میں ان کے آثار اب بھی زمین سے نکالے جاتے ہیں۔ خدا نے یہ قصہ بیان نہیں کیا ہے بلکہ امتِ حضرت محمدؐ کے لئے درسِ عبرت ہے اور بتایا

ہے کہ وہ کون کون چیزیں ہیں جن کی وجہ سے قوموں پر زوال آتا ہے؟ اور اہلِ اسلام کی ترقی اور ان کا تنزل کن کاموں میں مضمر ہے؟ وہ کب دنیا و دین کی عزت پائیں گے اور کن افعال کی بدولت دنیا میں غلام اور عاقبت میں عذابِ ابدی کے مستحق ہوں گے۔

آیت ۱۳۸:

یہ قومِ یمن میں آباد تھی۔ رِقّہ میں سلاطین تھے یا عمالقہ تھے۔ موسیٰؑ کو ان سے جہاد کا حکم ہوا تھا۔ یہ لوگ گائے کے بچے کے پتلے کی عبادت کرتے تھے۔

جب موسیٰؑ کے ذریعہ بنی اسرائیل کو نجات مل گئی تو وہ پھر کافر ہو گئے۔ اور موسیٰؑ سے ہی کہنے لگے کہ ہمارے لئے معبود مقرر کر دیجئے تا کہ ہم ان کی عبادت کریں اور وہ لوگ اپنے وعدہِ ایمان کو بھول گئے۔ تفسیر کشاف میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک یہودی نے حضرت علیؑ سے کہا: مادفنتم نبیّکم حتی اختلفتم۔ (تم نے اپنے نبی کو دفن بھی نہ کیا تھا کہ تم نے اختلاف کیا۔) حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اختلفنا عنه لافیه۔ (ہم نے رسول کے بارے میں اختلاف نہیں کیا) (یعنی تمام مسلمانوں کے رسولؐ حضرت محمدؐ ہیں) البتہ ان کے احکام سے اختلاف کیا۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: ولکن ماجفت اقدامکم من البحر حتی قلتم لنبیکم اجعل لنا اِلٰهًا کما لهم اٰلهة۔ (یعنی تمہارے پاؤں بحرِ قلزم کے پانی سے خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ تم نے اپنے نبی سے کہہ دیا کہ ہمارے لئے خدا بنا کر دو جیسا کہ بت پرستوں نے اپنے خدا بنائے ہیں)۔ حضرت علیؑ نے جواب میں فرمایا کہ خدا نے بواسطہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دی۔ اس کو غرق کر کے فنا کر دیا اور بنی اسرائیل کو بحر قلزم سے بہ سلامتی پار اتار دیا اس احسان کا جواب تم نے اپنے نبی کو یہ دیا کہ خدا کو چھوڑ کر دوسرے خداؤں کو بنانے کی فرمائش اپنے نبی سے ہی کر دی۔ تم کتنے ناحق شناس ہو۔

آیت ۱۳۹:

جو مذہب ان نافرمانوں نے اپنایا وہ کفر و شرک ہے۔ لہٰذا خدا اس کو باطل کر دے گا اور اس کا عذاب ان پر باقی رہے گا اور ان کا عمل اور ان کی عبادت بھی باطل ہو جائے گی۔

آیت ۱۴۰:

موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو خدا کے احسانات جتائے اور یاد دلائے اور بتایا کہ خدا نے تم کو ہدایت کی۔ تمہارے اقرارِ ایمان کے لئے انبیاءؑ کو معجزات دیئے۔ پھر یہ کہ تم کو انسان جیسی اعلیٰ نوع میں پیدا کیا اور اس طرح تم کو کائنات پر فضیلت عطا کی۔ اس کا بدلہ تم یہ دے رہے کہ خدا کے علاوہ دوسروں کو خدا اور معبود بنانا چاہ رہے ہو۔

آیت ۱۴۱:

فرعون اور اس کے پیرو قبطی بنی اسرائیل کو غلام بنائے ہوئے تھے اور سخت ایذائیں دیتے تھے، ان کے بیٹوں کو قتل کر دیتے تھے تاکہ ان کی نسل قطع ہو جائے اور ان کی لڑکیوں کو اپنی خدمت وعیاشی کے لئے باقی رکھتے تھے۔ یہ کس قدر سخت ذلت تھی مگر خدا نے احسان کیا کہ ان کو اس بلا سے نجات دی۔ عہد حاضر ۱۹۷۳ء کے فرعون بھی اہلِ اسلام کی نسل کشی کر رہے ہیں اور اس کے نئے نئے طریقے ایجاد کر رہے ہیں۔ اہلِ اسلام کو باخبر رہنے کی ضرورت ہے۔

آیت ۱۴۲:

فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل نے کتابِ خدا کی درخواست کی۔ موسیٰؑ نے دعا کی تو خدا نے تیس روزوں کا حکم دیا۔ موسیٰؑ نے ماہِ ذیقعدہ میں کوہ طور پر جانے کے لئے روزے رکھے۔ اور روزہ کی بو کو منہ سے دور کرنے کے لئے مسواک کی۔ فرشتہ نے کہا کہ اے موسیٰؑ بوئے صوم تو مشک سے زیادہ محبوبِ خدا ہے۔ پھر خدا نے حکم دیا کہ دس روزے اور رکھو، پھر ہمارے پاس آؤ۔ ہم کلام بھی کریں گے اور کتاب بھی عطا کریں گے۔

(حدیث) **خلوق فم الصائم اطیب من طیب المسك۔** (روزے دار کے منہ کی بو، مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے)۔

موسیٰؑ جب چالیس دن کے لئے حصول کتاب کے لئے عبادت کی خاطر کوہِ طور پر گئے، تو امت کی ہدایت کے لئے اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے۔ یہی سنت انبیاءؑ ہے کہ حضرت محمدؐ نے اپنے وقتِ وفات سے قبل حضرت علیؑ کو اپنے علومِ نبوت کا وارث اور امت کا حاکم اور محافظ بنایا اور فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔** (میں جس کا حاکم ہوں علیؑ اس کا حاکم ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنا خلیفہ امت پر بنایا اور فرمایا: **واخلفنی فی قومی۔** (میری قوم میں میرا خلیفہ ہو۔) حضرت موسیٰؑ چالیس روز کے لئے بحکمِ خدا کتاب توریت لینے کے لئے گئے۔ اس مختصر مدت کے لئے بھی امت کو بغیر ہادی کے نہیں چھوڑا تاکہ بندوں کی حجت خدا پر نہ ہو اور خدا موسیٰؑ سے قوم کی گمراہی کا جواب طلب نہ کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اپنے بعد کے لئے محافظِ شریعت کسی معتبر اور خدا ترس کو بناتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: **واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین۔** (اے ہارونؑ تم میری قوم کی اصلاح کرتے رہنا اور فساد کرنے والوں کے راستہ پر نہ چلنا۔) اس سے واضح ہوا کہ نبی اپنا خلیفہ اپنے بعد ایسے کو بناتا ہے جو اصلاحِ امت کی قابلیت رکھتا ہو اور احکامِ خدا کی پوری واقفیت وعلم رکھتا ہو اور اس میں مفسدین کے مقابلہ کی طاقت بھی ہو۔ چنانچہ ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ بھی ہوئے اور نبی بھی کیونکہ اصلاحِ امت کی قابلیت ان میں موجود پائی گئی مگر پھر بھی امتِ موسیٰؑ گمراہ ہوگئی اور اس نے موسیٰؑ کے پیچھے گؤ سالہ پرستی شروع کر دی۔ موسیٰؑ

نے واپسی پر ہارونؑ سے باز پرس کی تو ہارونؑ نے بتایا کہ مجھ کو قوم نے ضعیف اور کمزور کر دیا تھا، انہوں نے مجھ کو اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ ہر چند میں نے ہدایت کی مگر انہوں نے نہ مانا۔ اہلِ اسلام اپنی تاریخ پر غور کریں کہ ان کے رسولؐ کے بعد قوم نے احکامِ رسولؐ وخدا کے ساتھ تو ایسی بے انصافی نہیں کی ہے۔ حضرت علیؑ کو اکیلا تو نہیں چھوڑا؟ ان کو ان کے حق سے محروم تو نہیں کیا؟

آیت ۱۴۳:

ان آیات میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ ایک یہ کہ خدا نے موسیٰؑ سے کلام کیا۔ دوسرا یہ کہ موسیٰؑ نے دیدارِ خدا کی دعا کی جسے خدا نے مسترد کر دیا۔ قومِ موسیٰؑ نے باوجود تمام معجزات دیکھنے کے بھی ایمان قبول نہ کیا اور یہ فرمائش کر دی کہ خدا کو ہمیں دکھادو تو ایمان لائیں گے۔ موسیٰؑ کے منع کرنے کے بعد بھی ان کا اصرار رہا۔ تو موسیٰؑ نے صرف اپنی بریت ذمہ داری کے لئے قوم کے ستّر (۷۰) افراد کا انتخاب کیا۔ موسیٰؑ نے کوہِ طور پر جا کر خدا سے دعا کی جیسے ابراہیمؑ نے دعا کی تھی: رب ارنی کیف تحی الموتی۔ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۶۰)۔ (اے رب مجھ کو دکھا دے۔ کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرتا ہے؟) اس آیت کے دو جز ہیں۔ اول مجھ کو دکھا دے اسی طرح موسیٰؑ کے فرمائش کے دو جز و ہیں رب ارنی۔ (مجھ کو دکھا دے) کہ انظر الیك (میں تیری طرف نظر کرسکوں) ان دونوں درخواستوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں نبیوں کو یقین تھا کہ خدا مردہ زندہ کر سکتا ہے اور خدا دیدنی نہیں ہے۔ مگر باصرار امت وبرائے اتمامِ حُجّت ایسا کہا تھا۔ اگر موسیٰؑ خود دیدارِ خدا کے طالب ہوتے تو یہ کافی تھا کہ کہتے رب ارنی۔ (اے خدا مجھ کو اپنے کو دکھادے) پھر انظر الیك لفظ عبث تھا۔ مگر اس معاملے میں امت کو بتانا تھا کہ خدا نظر سے دیکھا نہیں جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس انداز سے فرمائشِ دید کی۔ موسیٰؑ کو جواب ملا: لن ترانی۔ (تو مجھ کو ہرگز اور کبھی نہیں دیکھ سکتا) لہٰذا خدا کا دیدار دنیا میں اور قیامت میں ناممکن ہے۔ [صرف ایمان اور روح کی آنکھوں سے خدا کو دیکھا جا سکتا ہے (قول حضرت علیؑ)]

رسول خداؐ نے اس آیت کو پڑھا اور اپنی انگلی اپنی چھوٹی انگلی کے پورے پر رکھی اور فرمایا کہ اتنا سا نورِ خدا کا طور پر چمکا اور پہاڑ کے ٹکڑے کر دیئے۔ روایت میں ہے کہ اس پہاڑ کو ریت کی شکل میں ریزہ ریزہ کر دیا۔ مفسرین نے کہا ہے کہ وہ ریت ہمیشہ رواں ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے اور قیامت تک وہ ریگ رواں ہی رہے گی۔ کلبی نے کہا ہے کہ موسیٰؑ نے جمعرات کے دن سوال کیا تھا اور وہ روز عرفہ تھا اور موسیٰؑ کو جمعہ کے روز توریت عطا کی گئی۔

موسیٰؑ کا فرمانا کہ میں اولِ مومن ہوں ظاہر کرتا ہے کہ موسیٰؑ جانتے تھے کہ خدا دیدنی نہیں ہے کیونکہ خدا کو قابل دید تصور کرنا شرک ہے اور نبی کامل الایمان ہوتا ہے۔

آیت ۱۴۵:

حضرت موسیٰؑ کو بارہ الواح عطا ہوئی تھیں۔ ہر ایک لوح (تختی) حضرت موسیٰؑ کے قد کے برابر تھی۔

حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ جب موسیٰؑ کو الواح عطا ہوئیں تو خدا نے موسیٰؑ سے خطاب کیا۔ کہ اے موسیٰؑ تم محمدؐ کے طریقہ پر چلو۔ موسیٰؑ نے پوچھا خدا یا محمدؐ کون ہیں؟ خدا نے فرمایا کہ وہ احمد ہے جس کا نام عرش پر کندہ ہے۔ وہ میرا رسول ہے۔ زمین وآسمان کی خلقت سے پہلے اس کو پیدا کیا ہے۔ آدمؑ و ملائکہ پر اس کو میں نے فضیلت دی ہے۔ اس کی امت کی فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمام مخلوق پر ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی کہ مجھ کو بھی امتِ محمدؐ میں قرار دے۔ پھر عرض کیا کہ میں امتِ محمدؐ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ خدا نے ارواح امت محمدؐ کو پیش کیا تو ان ارواح کی زبان پر یہ تسبیح تھی لبیك اللّٰھم لبیك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك لبیك۔ اس کے بعد خدا نے فرمایا: یا امة محمد ان رحمتی سبقت غضبی۔ (اے امت محمدؐ یقیناً میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔) میرا عفو میرے غضب پر سبقت لے گیا ہے۔ پھر خدا نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ فخذھا بقوة۔ (ان الواح اور ان کے احکام کو پوری قوت سے پکڑو۔)

آیت ۱۴۶:

خدا نے بتایا ہے کہ وہ لوگ ایسے نافرمان اور سرکش ہیں کہ ان کی اصلاح ناممکن ہے۔ لہٰذا اے رسولؐ تم ان کے ایمان نہ لانے پر متفکر نہ ہو۔ ہم خود ان کو عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے بار بار معجزات کی فرمائش کی مگر پھر منکر رہے۔ اور دیکھا کہ ان کے ستّر (۷۰) نمائندے جل کر مر گئے اور موسیٰؑ تجلی دیکھ کر بیہوش ہو گئے اور کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا پھر بھی وہ منکر ہی رہے۔ تو خدا نے فرمایا کہ وہ عذابِ آخرت کے مستحق ہوں گے۔

آیت ۱۴۷:

آیت صاف بتا رہی ہے کہ کافروں کو وہی بدلہ ملے گا جو انہوں نے کیا ہے۔ یعنی کفر کا بدلہ عذاب ہوگا۔ اس سے ثابت ہے کہ انسان اپنے فعل کا مختار ہے۔ چاہے ثواب کے کام کرے یا عذاب کا مستحق ہو جائے۔

آیت ۱۴۸:

سامری ساحر نے موسیٰؑ کے طور جانے کے بعد قوم کو گمراہ کیا اور سونے کا ایک گائے کا بچّہ بنایا۔ اس کو بلندی پر اس طرح نصب کیا کہ ہوا اس میں داخل ہو تو اس کے کھلے ہوئے منہ سے بچھڑے کی آواز نکلے۔ یہ آواز جب پیدا ہوئی تو قومِ موسیٰؑ سجدہ میں گر گئی اور بیشتر گوسالہ پرست ہو گئے۔

خدا نے اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ہم نے انسان کو عقل دی ہے۔ اس کا کام ہے کہ غور وفکر کرے۔ گئوسالہ کی مورت نہ کلام پر قادر تھی اور نہ ہدایت کرنے پر لہٰذا اس کو معبود بنا لینا خلافِ عقل تھا۔ معبود قادرِ مطلق ہے اور اس کی طرف سے آئے ہوئے ہادی صاحبِ عقل ہیں اور ہدایت کر سکتے ہیں۔ اب جو ہدایت نہ کر سکے اور خود ہی گمراہ ہو یا مجبورِ محض ہو اس کو ہادی بنا لینا سراسر حماقت ہے۔

آیت ۱۴۹:

انسان پر ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اس کے افعالِ بد پر اس کا ضمیر ملامت کرتا ہے اور اپنی خطا کو خود سمجھتا ہے۔ اگر اس وقت انسان توبہ کر لے تو گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر پھر بھی آوازِ ضمیر پر دھیان نہ کرے تو وہ گمراہ ہی رہتا ہے۔ یہی چیز اس آیت میں ظاہر کی گئی ہے۔

آیت ۱۵۰:

حضرت موسیٰؑ میقات میں جب تیس (۳۰) دن رہے اور تیس دن کا وعدہ واپسی تھا مگر خدا نے موسیٰؑ کو مزید دس روزہ رکھنے کا حکم دیا تو موسیٰؑ ٹھہر گئے۔ یہاں ہارونؑ امت کی نگرانی کر رہے تھے کہ سامری نے خبر اُڑا دی کہ موسیٰؑ کی وفات ہو گئی اور بچھڑا بنا کر اس میں آواز پیدا کر دی۔ لہٰذا قومِ موسیٰؑ اس کو معبود سمجھنے لگی۔ ہارونؑ نے سمجھایا مگر کسی نے نہ مانا۔ جب موسیٰؑ واپس آئے تو قوم کی نافرمانی پر غضبناک تھے۔ اسی غصہ میں آپ نے کہا کہ اے قوم تم نے وعدہ کیا تھا کہ معجزات دیکھنے کے بعد تم ایمان لاؤ گے اور پھر تم نے اپنے لئے کتاب کی فرمائش کی تھی اور صرف میرے چالیس (۴۰) روز غیر حاضر رہنے پر تم نے میرا قائم مقام سامری کو بنا لیا اور خدا کی خلافت سامری کو بخش دی۔ تم نے کتنا برا فیصلہ کیا کہ خلافتِ الٰہیہ کو ایک برے آدمی کے سپرد کر دیا۔ تم کو معلوم تھا کہ خدا نے توریت عطا کرنے کے لئے تمہارے نبی کو میقات میں بلایا ہے۔ پھر تم کو انتظار کرنا چاہئے تھا۔ مگر تم نے اپنی رائے کو دخل دیا اور جلد بازی کر کے گئوسالہ کو خدا بنا لیا اور سامری کو خلیفہ بنا لیا۔ یہ کیسی بری خلافت تھی جو تم نے اختیار کی۔ موسیٰؑ نے کہا: **بِئْسَمَا خلفتمونی من بعدی**۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف نبی ہی کو اختیار ہے کہ اپنے بعد کے لئے خود ہی حافظِ شریعت اپنا خلیفہ مقرر کرے، وہی ذمہ دار ہے۔

والقی الالواح ترجمہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ موسیٰؑ نے غصہ میں الواح (تختیاں) پھینک دیں، یا ڈال دیں۔ نبی کبھی مغلوب الغضب نہیں ہوتا بلکہ نبی کا ہر فعل ہدایت امت کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے قوم کی نافرمانی پر اظہارِ غصہ کیا اور ان کے افعال سے اظہارِ نفرت کیا۔ پہلے تو الواح کو رکھ دیا اور یہ بتایا کہ یہ الواح خدا نے قوم کی ہدایت کے لئے عطا کی تھیں۔ ان کو قوم نے خود ہی مسترد کر دیا اور ہدایت قبول کرنے سے انحراف کیا۔ لہٰذا

وہ مستحقِ سزا ہو گئے۔ دوسرے موسیٰؑ نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہِ امت پر عتاب کیا کیونکہ نبی کی غیبت اور غیر حاضری میں نائبِ رسول پر قوم کو راہِ راست پر رکھنے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ موسیٰؑ نے ہارونؑ پر ناراضگی کا اظہار کر کے اس امر کا موقع ہارونؑ کو دیا کہ وہ اپنی صفائی پیش کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا کہ قوم نے مجھ کو کمزور کر دیا تھا یعنی میرے خلاف سب کفر پر جمع ہو گئے تھے اور مجھ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ تو پھر اس حالت میں میری کیا خطا تھی؟ جب موسیٰؑ کو ہارونؑ کی معذرت معقول لگی تو موسیٰؑ نے خدا سے عرض کیا کہ **رب اغفرلی والاخی**۔ [مجھ کو معاف کر دے اور میرے بھائی (ہارونؑ) کو بخش دے۔] یہ طلبِ مغفرت بوجہ قصور نہ تھی بلکہ بطور اظہار عبدیت تھی، اہم کارِ نبوت کے فرائض کے ادا کرنے کے لئے تھی اور قوم کو بتانا تھا کہ ان کا یہ فعل ان کو سخت عذاب کا مستحق بنائے گا ورنہ مغفرت طلب کریں اور توبہ کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قومِ موسیٰؑ نے موسیٰؑ کے سامنے آ کر توبہ کی اور حکمِ خدا ہوا کہ وہ اپنے کو قتل کریں۔ یہی ان کی توبہ ہے۔ لہٰذا ایک تاریکی پیدا ہو گئی اور قوم نے ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کیا۔ جب روشنی ہوئی تو ستر ہزار افراد قتل ہو چکے تھے۔

آیت ۱۵۲:

افتراء یعنی خدا اور رسول کے احکام میں تبدیلی کرنا اور کہنا کہ یہی حکمِ خدا ہے، یہ خدا پر بہتان ہے۔ ایسا کرنے والوں پر دنیا و آخرت میں عذاب ہوگا۔ دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذابِ جہنم۔ خدا موجودہ زمانہ کے علماءِ اسلام کو توفیق نیک دے۔

آیت ۱۵۴:

جب قوم نے خدا کی مقرر کردہ سزا قبول کر لی اور یہی ان کی توبہ تھی تو باقی افرادِ قوم کو موسیٰؑ نے انہی الواح کے ذریعہ ہدایت کی۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے گناہوں پر نادم تھے اور جو قتل ہونے سے باقی رہ گئے تھے۔

آیت ۱۵۵:

بنی اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور سرکشی اس حد پر تھی کہ گو اپنے اسلاف پر عذاب دیکھ چکے تھے، خود معجزات دیکھ رہے تھے مگر بار بار اپنی جہالت کی وجہ سے منکر ہو جاتے تھے اور کسی دوسرے معجزہ کے طالب ہوتے۔ آخر میں کہنے لگے کہ اے موسیٰؑ آپ سے خدا کلام کرتا ہے اس لئے ہم تو جب ایمان لائیں گے جب خدا کو اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ **لن نومن لك حتی نری اللّٰه جهرة**۔ (ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر بہ ظاہر نہ دیکھ لیں گے۔) آخر موسیٰؑ نے ستّر (۷۰) افراد کو ساتھ لیا۔ مگر یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا نے موسیٰؑ کے ساتھ جانے کو مناسب نہ جانا۔ جب موسیٰؑ نے قوم کی درخواست کو خدا کے سامنے پیش کیا کہ یہ

لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان اس وقت لائیں گے کہ تجھ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ آخر تجلی پیدا ہوئی اور ستر (۷۰) افراد ہلاک ہو گئے اور موسیٰؑ بے ہوش ہو گئے۔

موسیٰؑ کے اس کلام میں استدلال اور حقائق ہیں۔ اول یہ کہ خدا قادر ہے۔ جب چاہے انسان کو موت اور جس چیز کو چاہے فنا کر دے۔ دوسرے یہ کہ اپنی بریت ہے کیونکہ موسیٰؑ نبی تھے وہ باخبر تھے بلکہ ان کا ایمان تھا کہ خدا جسمانیت سے منزہ ہے مگر قوم کے اصرار پر انہوں نے کہہ دیا تھا ربّ ارنی۔ (اے خدا میں تجھ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔) لہٰذا موسیٰؑ نے اس آیت میں ظاہر کر دیا کہ یہ درخواست میں نے نہیں کی تھی بلکہ قوم کے بعض احمقوں نے ایسا چاہا تھا۔ تو اے خدا ان احمقوں کے فعل پر ہم سے مواخذہ نہ کر کیونکہ یہ تیری عدالت کے خلاف ہوگا چنانچہ خدا نے موسیٰؑ کی دعا قبول کی اور موسیٰؑ کے ہمراہیوں کو بارِ دیگر زندہ کر دیا۔

ان ھی الا فتنتك۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس جگہ فتنہ سے مراد عذاب ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ جب معجزہ دیکھنے کے بعد بھی قوم منکر ہوتی ہے تو وہ لوگ ابدی و دائمی گمراہی میں رہتے ہیں اور جہنم کی آگ کے مستحق ہوتے ہیں۔ اور جو معجزہ دیکھ کر ایمان لے آتے ہیں وہ عذاب سے بچ جاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ نیکوکار رہتے ہیں۔ وہی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں حضرت موسیٰؑ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

لفظ ولی قرآن میں بار بار آیا ہے۔ اس موقع پر بھی ولی کے معنی حاکمِ حقیقی اور متولیِ امورِ دنیا و آخرت ہے۔

آیت ۱۵۶:

وَاکتب لَنَا موسیٰؑ نے دعا کی کہ اے خدا تو ہم سب پر دنیا و آخرت کی نیکی لکھ دے۔ مومن کو ہدایت ہے کہ وہ خدا سے ان الفاظ میں دعا کرے: **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ**۔ (اے خدا تو دنیا میں بھی ہم کو نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور عذابِ جہنم سے محفوظ رکھ۔) **قال عذابی اُصیب بہ مَن اشآء**۔ (ارشاد خدا ہوا کہ میں جس کو چاہتا ہوں اپنا عذاب پہنچاتا ہوں۔) اس کے یہ معنی نہیں کہ نعوذ باللہ خدا ظالم ہے۔ بلکہ وہ مطابقِ اعمال سزا و جزا دیتا ہے۔ جزا و سزا کا دینے والا ہی قادر مطلق ہے اس میں کسی کا اختیار نہیں ہے۔

ورحمتی وسعت کل شیءٍ۔ (میری رحمت ہر شئے پر محیط ہے۔) یعنی خدا سزا و جزا تو اعمال کے مطابق دیتا ہے مگر پھر بھی وہ رحیم و رحمٰن ہے۔ منکرین و کافرین اور تمام ذرات کائنات کی بقا صرف اس کی رحمت کی بدولت ہے۔ اس کا رحم و کرم نہ ہو تو اسبابِ حیات منقطع ہو جائیں اور کائنات متفرق و منتشر ہو کر فنا ہو جائے۔

خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کی رحمتِ مطلقہ کے حقدار صرف وہ ہیں جو حرام و حلال کے معاملہ میں خوفِ خدا

رکھتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آیاتِ خدا پر ایمان لائے ہیں۔

آیت ۱۵۷:

سابقہ آیات میں خدا نے اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے مخصوص کیا ہے جو خوف رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور آیات خدا پر ایمان لائے ہیں۔ قومِ موسیٰ اور معجزات موسیٰ کا ذکر خدا نے کیا ہے اور ہر وہ شخص جو سابقہ انبیاءؑ کی امت میں ہے اور زبور، توریت، انجیل پر ایمان رکھتا ہو اور ان کتابوں کے احکام پر عمل بھی کرتا ہو، وہ ان آیات کا مخاطب ہے۔ مگر حضرت محمدؐ کی بعثت کے بعد اس کو جائز نہیں ہے کہ وہ سابقہ ادیان پر رہ کر دعوائے ایمان کر سکے کیونکہ اس آیت میں صاف صاف اعلان ہے کہ ان کو حضرت محمدؐ کا اقرار کرنا ہے اور ان پر اور قرآن پر ایمان لانا ہے اور خدا نے بتایا ہے کہ حضرت محمدؐ کی نبوت کا اقرار کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ان کے انبیاءؑ نے اپنی امتوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ آخر میں حضرت محمدؐ خاتم النبیین بن کر آئیں گے۔ علاوہ بریں حضرت محمدؐ کو وہ علم حاصل ہے کہ جو کتبِ عہدِ قدیم یعنی توریت وانجیل میں موجود ہے۔ اس کے بعد خدا نے بتایا کہ حضرت محمدؐ کا حلال کیا ہوا حلال ہے اور ان کا حرام کیا ہوا حرام ہے۔

بعض مفسرین نے اُمّی کے معنی ان پڑھ لکھ کر اپنے قلم کی روانی دکھائی ہے۔ مگر یہ غور نہیں کیا کہ خدا اقوامِ انبیاءؑ کو حضرت محمدؐ کا تعارف کرا رہا ہے تو اس میں یہ تعارف کرانا کہ وہ ان پڑھ یا نعوذ باللہ جاہل ہیں تعارف ہوا یا متکلم کی غلط راہ روی اور غلط اندازِ بیاں ہوا؟ تعارف تو اس طرح ممکن تھا کہ بتایا جائے کہ وہ آخری نبی کس مقام پر ہوگا؟ اور اس کی ذاتی صفات کیا ہوں گی؟ چنانچہ خدا نے پہلے یہ بتایا کہ محمدؐ ام القریٰ (مکہ کا نام ہے کیونکہ وہ دیگر قریوں کا مرکز تھا) کے رہنے والے ہوں گے۔ اس کا ذکر توریت وانجیل میں موجود ہے۔ چنانچہ انجیل میں موجود ہے کہ عیسیٰؑ نے حواریوں سے کہا اناذاهب وسیٰاتیکم الفارقلیط هوروح الحق الذی لا یتکلم من قبل نفسه انه نذیر کم بجمیع الحق الحاق ویخبر کم بالامور المزمعه ویمدحنی ویشهد انی رسول الله۔ (میں جانے والا ہوں۔ عنقریب فارقلیط آئے گا اور وہ روح ہے حق کی جو اپنی طرف سے کوئی کلام نہ کرے گا۔ وہ تمہارا ڈرانے والا ہوگا۔ تمام سچائیوں کے ساتھ وہ تم کو آئندہ کی خبر دے گا۔ وہ میری مدح کرے گا اور وہ گواہی دے گا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔) حضرت کی یہ پیشنگوئی بحکمِ خدا تھی۔ لہٰذا یہ تمام اوصاف حضرت محمدؐ میں موجود ہیں۔

واتبعوا النور الّذی انزل معه۔ جن لوگوں نے حضرت محمدؐ کو اپنا رسول مانا ان کی عزت کی اور ان کی نصرت کی اور انہوں نے اس نور کی پیروی کی جو نور رسولؐ کے ساتھ نازل ہوا تھا وہی فلاح ونجات پانے والے ہیں۔ عام طور پر نور سے مراد قرآن کو لیا گیا ہے قرآن پر ایمان لانے کا حکم تو درست ہے مگر قرآن عمل پیش نہیں

کرسکتا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ نور رسولؐ کا کوئی فریق ہے اور وہ انسان ہے کہ اس کے قدم بقدم چلنے کو خدا سببِ فلاح ونجات بتارہا ہے۔ چنانچہ جب رسولِ خداؐ کا وقت وفات آیا تو آپؐ نے تین بار فرمایا کہ ادعوا الی قرینی۔ (میرے ہمنشین کو بلاؤ) جب علیؑ آگئے تو رسول خداؐ نے فرمایا: ھٰذا قرینی فی الدنیا و الاٰخرۃ۔ (یہ دنیا و آخرت میں میرا قرین ہے۔) وکان قرینی فی ظھر اٰدم فی الجنۃ وکان قرینی فی ظھر نوح و نوح فی السفینۃ وکان قرینی فی ظھر ابرٰھیمؑ حین القی فی النار وھٰذا قرینی فی ظھر اسمٰعیل حین اضجع للذبح ثم لم یزل ینتقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات الی ان صرنا الی ظھر عبد المطلب فقسم اللہ ذٰلك النور والنطفۃ فجعل نصفہ فی ظھر ابی فجئت منہ ونصفہ فی ظھر ابی طالب فجاء منہ علی۔ ترجمہ: (علیؑ میرا قرین تھا پشت آدمؑ میں جب آدمؑ جنت میں تھے اور یہ پشتِ نوحؑ میں میرا قرین تھا اور نوحؑ کشتی میں تھے اور یہ میرا قرین تھا پشتِ ابراہیمؑ میں جب ان کو آگ میں پھینکا جارہا تھا اور یہ میرا قرین تھا پشت اسمٰعیلؑ میں جب ان کو ذبح کے لئے لٹایا گیا تھا۔ پھر یہ نور ہمیشہ طاہرین کی پشت سے طاہرات کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ ہم دونوں عبدالمطلبؑ کی صلب میں آگئے۔ پس اللہ نے اس نور کے دو حصے کردیئے۔ نصف نور میرے باپ (حضرت عبداللہؑ) کی صلب میں آیا۔ میں اس نور سے ہوں اور نصف نور ابوطالبؑ کی پشت میں آیا علیؑ اس نور سے ہیں۔)

آیت ۱۵۸:

آیت یہ ثابت کرتی ہے کہ حضرت محمدؐ تمام مخلوقات اور انسانوں پر رسول ہیں۔ کیونکہ آگے کی آیت میں اعلان ہے کہ وہ خدا جس کا میں رسول ہوں تمام ارض وسما کا مالک ہے۔ لہٰذا جہاں جہاں اس کی خدائی ہے وہاں وہاں حضرت محمدؐ کی رسالت ہے۔

یہود و نصاریٰ اور دیگر تمام مشرکین و کافرین کو حکمِ خدا ہے کہ وہ سب حضرت محمدؐ کی اطاعت کریں۔ بغیر ان کی اتباع کے ہدایت نہیں پاسکتے ہیں۔

آیت ۱۵۹:

حضرت موسیٰؑ اور ان کے خلیفہ حضرت یوشع بن نونؑ کی وفات کے بعد قومِ موسیٰؑ میں گمراہی عام ہوگئی تو مومنین کی جماعت نے خدا سے دعا کی کہ ہم کو اس زمین سے دور کردے۔ چنانچہ خدا نے ان پر سفر سہل کردیا اور وہ لوگ ملک چین کے اطراف میں پہنچ گئے۔ رسول خداؐ نے شب معراج ان مومنین کی اولاد سے ملاقات کی اور قرآن کے دو سورے سنائے۔ وہ لوگ ایمان لائے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ کی تعلیم دی اور حکمِ نمازِ جمعہ دیا۔ آج

تک وہ لوگ چین میں ان احکام پر عمل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے بمطابق حکم آیت: قلنا من بعدہ لبنی اسرائیل اسکنوا الارض فاذا جاء وعد الاٰخرۃ جئنا بکم لفیفا۔ (سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۱۰۴)۔ (اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ تم اس زمین میں آباد ہو جاؤ پس جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔) یہ لوگ رجعتِ عیسیٰؑ کے وقت خروج کریں گے۔

آیت ۱۶۰، ۱۶۱:

اللہ نے حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو بارہ قبائل میں تقسیم کر دیا کیونکہ یعقوبؑ کے بارہ فرزند تھے تا کہ مطابقِ نسل صالح و بد میں تمیز ہو سکے۔

خدا نے پھر اپنے احسانات ونعمات کا ذکر کیا ہے کہ نافرمانوں پر بار بار احسانات کیے گئے۔ جب بنی اسرائیل وادی تیہ میں سرگرداں تھے پانی کمیاب تھا تو خدا نے موسیٰؑ کو حکم دیا کہ پتھر پر عصا مارو۔ اس سے بارہ (۱۲) چشمے نکلے اور ہر سبط یا قبیلہ نے ایک ایک چشمہ اپنا لیا۔ تمازت آفتاب سے ریگستان میں چلے جا رہے تھے۔ تو خدا نے ان پر ابر کا سایہ کیا۔ پھر مزید کرم یہ کیا کہ من وسلویٰ نازل کیا، پھر جباروں پر فتح دی، پھر ان کو ملک کا حاکم بنایا، پھر ان کے امتحانِ ایمانی کی غرض حکم دیا کہ مغفرت طلب کرتے ہوئے لفظ حطہ یعنی معافی زبان پر جاری کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو، تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس پر بھی انہوں نے نافرمانی کی اور لفظ حطّہ کی بجائے لفظ حنطہ (گیہوں) کہا، نعماتِ خدا کی ناشکری کی اور خدا کے فرمان کو بدلا۔ آخر اس فعل کی وجہ سے وہ مستحقِ عذاب ہو گئے، بلائے طاعون میں مبتلا ہوئے اور ہلاک ہوئے۔ ان آیات سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا منکرین و کافرین کو بھی موقع دیتا ہے اور نعمات عطا کرتا ہے کہ وہ مومن ہو جائیں لیکن جب ان کی سرکشی حد سے متجاوز ہو جاتی ہے تو پھر دنیا میں بھی عذاب دیتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب دیتا ہے۔ موجودہ عہد کے اہلِ اسلام کے لئے یہ واقعاتِ عبرت ہیں۔ ان کو اپنے اعمال واعتقادات کا جائزہ لینا چاہئے۔

آیت ۱۶۲:

بقولے۔ رحمت حق بہانہ می جوید۔ خدا رحیم و رحمٰن ہے اور اس کے انعامات عام ہیں۔ بنی اسرائیل کی طرف سے بار بار نافرمانیاں اور خدا کی طرف سے بار بار مہربانیاں ہوتی رہیں۔ آخر خدا نے ان کو جبارین کے ملک کا وارث کر دیا اور ہر قسم کی نعمات عطا کیں اور یہ حکم دیا کہ جب شہر میں داخل ہوں تو سجدہ کرتے ہوئے اور حطہ کہتے جاؤ۔ تا کہ تمہاری یہ سزا تمہاری توبہ بن سکے مگر وہ سرکش پھر بھی نہ مانے آخر عذاب کے مستحق ہوئے۔

کلامِ خدا میں تحریف کرنا، احکامِ خدا کو بدلنا، حکمِ نبی سے انکار کرنا سببِ عذاب ہے۔ لہٰذا مردِ عاقل کا کام ہے کہ وہ ہر دنیوی لالچ، خوف، غرض کو دینی کاموں پر فوقیت نہ دے اور رضائے خدا کے حاصل کرنے کو سب پر ترجیح دے۔ خدا موجودہ عہد کے اہلِ اسلام کو حصولِ عبرت کی توفیق دے۔ کیونکہ خدا نے واقعات کو اسی لئے بیان کیا ہے کہ امتِ محمدیؐ کے کان کھل جائیں اور یہ کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیں جو غضبِ الٰہی کا سبب ہو جائے۔

آیت ۱۶۳:

ابن عباسؓ کے نزدیک یہ قریہ ایلہ ہے جو مدین اور طور کے درمیان میں تھا اور طبریہ سمندر کے ساحل پر تھا۔ اس کے باشندے شریعت موسیٰؑ پر تھے۔ بحکمِ نبی یوم ہفتہ یعنی شنبہ کی تعظیم ان کے ذمہ فرض تھی۔ اس روز ان پر حرام تھا کہ وہ شکارِ ماہی یا کوئی دنیوی کام کریں۔ مگر انہوں نے نافرمانی کی اور حضرت داؤدؑ کی بددعا سے ان کو مسخ کر دیا گیا۔

آیت ۱۶۴:

صرف امتحان کی غرض سے ان نافرمانوں یعنی بنی اسرائیل پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار ممنوع تھا۔ اسی دن بکثرت مچھلیاں ساحل دریا پر آجاتی تھیں اور دوسرے دن غائب ہو جاتی تھیں تو انہوں نے یوم سبت یعنی ہفتہ کے دن یہ حیلہ کیا کہ کنارے پر گڑھے بنالیے اور ان کا سلسلہ نالیوں کے ذریعے دریا سے جوڑ دیا۔ جب مچھلیاں نالیوں کے ذریعے ان کے بنائے ہوئے گڑھوں میں آگئیں تو انہوں نے نالیوں کو بند کر دیا۔ اور اگلے روز ان گڑھوں سے مچھلیوں کو نکال لیا۔ اس طرح اپنی چالبازی سے انہوں نے یہ تاثر دینا چاہا کہ انہوں نے ہفتہ کے روز مچھلیوں کا شکار نہیں کیا اور حکمِ خدا سے بے پرواہ ہو گئے۔ ان میں کے صالح افراد نے ان کو سمجھایا بھی مگر وہ نہ مانے تو مومنین نے اس شہر میں رہنا مناسب نہ جانا اور وہاں سے علیٰحدہ ہو کر درمیان میں ایک دیوار بنالی تاکہ وہ عذاب سے محفوظ رہیں کیونکہ ان کو علم تھا کہ خدا بوجہ نافرمانی کے عذاب نازل کرے گا لہٰذا شب کو سوئے صبح کو اُٹھے تو دیوار کے اس طرف آبادی میں سناٹا پایا۔ دیوار سے چڑھ کر دیکھا تو وہ سب بندر اور سور ہو گئے تھے۔ اس کیفیت میں روتے تھے، تین دن زندہ رہ کر سب مر گئے۔ جن لوگوں نے یوم ہفتہ کا احترام کیا تھا اور مچھلیاں دریا سے نہیں نکالی تھیں وہ نجات پا گئے۔ عکرمہ نے کہا کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس تھا کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا: خدا نے مچھلی پکڑنے والوں کو ہلاک کیا اور مچھلیوں کو نجات دی اور نہ معلوم ان کا کیا ہوا جن کو منع نہیں کیا گیا تھا اور وہ اس کام سے باز بھی رہے تھے۔ انہی کی مثل ہمارا حال بھی ہے۔ نہ معلوم ہمارا کیا ہوگا؟ قرآن میں یہ تمام واقعات عذاب و نجات اہلِ اسلام کی عبرت و نصیحت کے لئے بیان کیے گئے ہیں۔

آیت ۱۶۵:

اس آیت نے دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو نافرمانی کرنے والوں کا اور دوسرے نافرمانی سے روکنے والوں کا۔ خدا نے فرمایا ہے کہ نصیحت کرنے والوں اور گمراہی سے روکنے والوں کو خدا نے نجات دی اور نافرمانوں کو پہلے مسخ کر کے بندر اور سورِ بنایا تا کہ ان کی ذلت ہو کہ خدا نے بنایا تو انسان اور انہوں نے انسان بن کر بھی وہ کام کیے جو حیوانوں کے کاموں سے بھی بدتر تھے اور ان کو حیوانوں میں بھی وہ حیوان بنایا جو بے حیائی کے لئے مشہور ہیں۔ وہ لوگ تین دن زندہ رہے اور اس کے بعد مر گئے اور دنیوی عذاب کے بعد آخرت کا دائمی عذاب بھی ان پر باقی رہا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا فرمانا: قد علمت ان الله اهلك الذين اخذوا الحيتان۔ (میں جانتا ہوں کہ اللہ نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جنہوں نے مچھلیوں کو یوم ہفتہ میں پکڑا تھا۔) ونجى الذين نهوهم۔ (اور خدا نے ان لوگوں کو نجات دی جنہوں نے نہی عن المنکر کرتے ہوئے ان کو نافرمانی سے روکا تھا) وما ادرى ما صنع بالذين لم ينهوهم لم يواقعوا المعصية وهذا اجالنا۔ (مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان کے ساتھ کیا کیا جن کو منع بھی نہیں کیا گیا اور جنہوں نے گناہ بھی نہ کیا اور ہمارے لئے مہلت ہے۔) یعنی اہلِ اسلام میں ایسے لوگ ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو نہیں معلوم کہ ایسے لوگوں کے ساتھ خدا کیا کرے گا؟ اس قول میں اہلِ اسلام کے لئے عبرت اور تنبیہ ہے۔

آیت ۱۶۷:

بنی اسرائیل کو بار بار خدا نے خبردار کیا رسول مبعوث کیے۔ ان کی خطائیں معاف کیں لیکن انہوں نے نافرمانیاں کیں۔ آخر خدا کا دوہرا عذاب ان کے لئے مقرر ہوا۔ دنیا میں غلامی ومحکومیت کی سزا اور آخرت میں عذابِ جہنم۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد ان پر حاکمانِ جابر معیّن ہوئے۔ بُخت نصر نے ان کو قتل بھی کیا اور غلام بھی بنایا، ان کے شہروں کو برباد بھی کیا اس کے بعد فارس کی حکومت میں ان پر جزیہ لگا دیا گیا، خراج لیا گیا اور طرح طرح ان کو اذیت دی گئی۔ اس کے بعد مجوس کو جزیہ دیتے رہے حتیٰ کہ رسالت مآب حضرت محمدؐ مبعوث ہوئے۔ خدا نے پھر اپنے اس آخری رسولؐ کے ذریعہ دعوتِ اسلام دی۔ مگر وہ اپنی سرکشی پر آج تک قائم ہیں۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ یہود کو تا قیامت عزت نہ ملے گی۔ چنانچہ آج ۱۹۷۳ء ہے جابر اور قوی اقوام ان کو حکومت دینا چاہ رہی ہیں مگر کامیاب نہیں ہیں اور ان پر تباہی ہے اور پھر بھی اسرائیل امریکہ کا غلام ہے اور دیگر اقوام کا ہدفِ لعنت ہے۔

آیت ۱۶۸:

دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں یہودی نہ ہوں۔ اس طرح ان کو متفرق کیا گیا۔ یہ بھی عذابِ الٰہی ہے۔

امریکہ نے ان کو بیت المقدس میں مجتمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ خود امریکہ اس سعی وکوشش کی بدولت دنیا میں ہدفِ ملامت بن گیا ہے۔ خدا کا وعدہ سچا ہے۔

بالحسنات سے مراد عیش وآرام صحت وقوت وغیرہ ہے اور سیئات سے مراد تکالیفِ مصائب اور ذلت خواری ہے۔ بار بار یہود کو آسائش دے کر اور پھر عذاب دے کر خدا نے چاہا کہ وہ فکر وغور کر کے اپنے رب کے بندے ہو جائیں اور اہلِ دنیا کے لئے سببِ ہدایت ہوں مگر وہ باز نہ آئے۔

آیت ۱۶۹:

خداوند عالم نے کافروں کو یاد دلایا ہے کہ ان کی نافرمانیوں نے ہمیشہ ان کو مغلوب کیا۔ فرعون، نمرود وغیرہ جبابرہ تھے مگر وہ سب برباد وفنا کر دیئے گئے۔ لہٰذا ہر عہد کے کافروں کو سوچنا چاہیے کہ ان کا انجام بھی یہی ہوگا کہ وہ عذابِ الٰہی میں گرفتار رہیں گے۔ دنیا میں وہ باہم جنگ وجدال کر کے برباد رہیں گے اور عاقبت میں دائمی عذابِ جہنم کے سزا وار ہوں گے۔ نیز دنیا میں وقتاً فوقتاً زلزلوں، طوفانوں کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

یہ آیت اہلِ اسلام کے بعض دنیا طلب انسانوں کے لئے سخت تنبیہ ہے۔ یہود کے علماء نے دعویٰ کیا کہ وہ توریت کے عالم ہیں مگر باوجود اس کے حرام خوری، رشوت ستانی اور غصبِ اموال اور ہر ناجائز طریقہ سے مال کمانا اپنا وطیرہ بنالیا اور حد درجہ لالچی اور حریص ہو گئے کہ توریت کی آیات کو اپنے مطلب کے مطابق بنانے لگے۔ بعدِ وفاتِ رسول اہلِ اسلام بھی کئی فرقوں میں بٹ گئے، قران کی آیت کے مفہوم کو اپنے مطابق بنالینا عام ہو گیا تھا اور آج بھی عام ہے۔ خدا رحم کرے۔

یہود سے توریت میں یہ عہد لیا گیا تھا کہ احکامِ خدا کو نہ بدلیں گے۔ پھر جبکہ توریت میں لکھا ہے مغفرت صرف نیکوکاروں کے لئے ہے اور ان کے لئے جو توبہ کریں اور یہ کہ یومِ آخرت پر ایمان لائیں مگر ان نافرمانوں نے احکامِ خدا کو تو چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ ہم مغفرت کے حقدار ہیں اور ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ یہ صریحاً خدا پر بہتان تھا۔ اس آیت میں ذکر تو یہود ونصاریٰ کا ہے مگر بزبانی حضرت محمدؐ ہم کو سنایا گیا کہ ہم ایسا نہ کریں کہ کام تو شیطانی کریں اور خود کو مغفرتِ خدا کے حقدار سمجھتے رہیں۔ اگر مسلمان ایسا کریں گے تو ان کو بھی دنیوی ذلت اور عذاب آخرت ضرور ہوگا۔ **افلا تعقلون**۔ (کیا وہ اتنی بات کے سمجھنے کی عقل نہیں رکھتے) کہ بدی کا بدلہ نیکی اور مغفرت کیوں کر ہوسکتا ہے؟

آیت ۱۷۰:

اس آیت نے منشاء ربانی کو ظاہر کیا ہے۔ وہ یہ کہ مومن وہ ہے جو کتابِ خدا کے احکام سے متمسک رہے، خداو

رسولؐ کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہے اور نماز ادا کرتا رہے۔ کتابِ خدا سے تمسک کرنا صحیح اعتقاد ہے۔ اس کا تعلق عقل سے اور نماز ادا کرنے کا تعلق عمل بالارکان سے ہے۔ انسان ذہنی طور پر بھی محکوم الٰہی رہے اور اپنے اعضاء سے بھی مطیع رہے۔ اس کا صلہ خدا یہ دیتا ہے کہ وہ کسی نیکی کرنے والے کی نیک سعی کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔ یعنی دنیوی عزت اور آخرت کی نجات اُس کو حاصل ہوگی۔

آیت ۱۷۱:

بنی اسرائیل نے کتابِ خدا توریت کے ماننے سے انکار کر دیا اور اس پر عمل کرنے سے بھی انکار کر دیا تو خدا نے جبرائیلؑ فرشتہ کو حکم دیا کہ پہاڑ کے ٹکڑے کو بقدر ان کی آبادی ان کے سروں پر بلند کر دیا جائے۔ جب جبرائیلؑ نے ایسا کیا تو سب نے خوفِ جان سے توریت کا اقرار کیا اور سجدہ میں گر پڑے۔ ایک رخ چہرہ تو زمین پر رکھ دیا اور دوسری طرف سے پہاڑ کو دیکھتے رہے کہ مبادا پہاڑ ان پر گر جائے۔ اسی لئے اب تک یہودی بائیں چہرہ پر سجدہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو یہ رخ مبارک ہے کہ ہم عذاب سے بچ گئے تھے۔

آیت ۱۷۲:

خدا نے حکم دیا تھا کہ کتابِ خدا یعنی توریت کو بنی اسرائیل مضبوطی سے پکڑ لیں اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد رکھیں۔ خدا نے یہ سب اس لئے کیا تھا کہ وہ بداعمال اور بدکار ہو گئے تھے۔ کتابِ خدا پر عمل کرنے سے وہ متقی و اعلیٰ کردار انسان بن جائیں گے۔ مسلمان غور کریں کہ خدا نے یہ واقعہ قرآن میں کیوں بیان کیا ہے؟ صرف قصہ نہیں ہے راہِ ہدایت ہے۔ خدا نے اپنے آخری نبی حضرت محمدؐ کے ذریعہ اپنی آخری کتاب نازل کی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ عہدِ حضرت محمدؐ کے تمام انسان اور اس کے بعد قیامت تک آنے والی نسلیں قرآن کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور اس کے احکام کو یاد کر لیں تاکہ وہ متقی بن جائیں اور خدا کی دنیوی اور اخروی نعمات کی صحیح حقدار ہو سکیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے بہت اختلافات کیے ہیں۔ ان روایات میں ایسی باتیں درج کر دی ہیں جو غیر معقول ہیں اور یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ آدمؑ کے داہنے پہلو سے جو ذریت پیدا ہوئی وہ خوبصورت تھی اور جو بائیں پہلو سے اولاد پیدا ہوئی وہ سیاہ رنگ اور بدصورت تھی۔ ان میں کچھ متمول تھے اور کچھ فقیر تھے۔ تو آدمؑ نے پوچھا کہ اے خدا یہ کیا تو خدا نے فرمایا کہ سفید چہروں والے جنتی اور سیاہ چہرے والے دوزخ میں جائیں گے اور غریب بوجہ غربت کے میرا شکر کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ روایات دشمنانِ اسلام نے تفسیرِ قرآن میں داخل کی ہیں۔ اسی وجہ سے ہر آیت کے معنی میں اختلاف ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں صدہا فرقے بن گئے ہیں۔ خدا یا تو حق کی تلاش کرنے والوں کی مدد فرما تاکہ وہ تیرے سامنے سرخرو ہو کر حاضر ہو سکیں۔ آمین۔ اس آیت میں چند

امور خدا نے پیش کیے ہیں۔ اول وجودِ آدمؑ۔ دوم اولادِ آدمؑ کی ارواح۔ سوم ارواحِ اولادِ آدمؑ سے اپنی ربوبیت کا اقرار لینا۔ چہارم ارواح کا اقرارِ ربوبیت کرنا۔ پنجم خدا نے ان ارواح کو خود اپنے پر گواہ بنایا اور سب نے مل کر گواہی دی کہ خدا ہمارا رب ہے۔ پہلے بلیٰ کہہ کر اقرار کیا اور بعد کو بحکمِ خدا شھدنا کہہ کر ربوبیت کی شہادت دی کہ ہم سب ایک دوسرے پر گواہ ہیں۔ ششم خدا نے شہادت لینے کو کیوں ضروری سمجھا؟ اس لئے کہ قیامت کے دن اولادِ آدمؑ یہ نہ کہہ سکے کہ اس کو پیغامِ ربوبیت نہیں پہنچا تھا، یا یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے اسلاف بت پرست تھے لہٰذا ہم بھی ان کے نقشِ قدم پر چل کر مشرک ہو گئے، کسی نے ہم کو خدا کی ربوبیت سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ ہفتم لاعلمی میں گناہ کی سزا کے ہم مستحق نہیں ہیں۔ آپ غور سے پڑھ جائیں اس میں قدرتِ کاملہ خدا نظر آئے گی۔ آدمؑ پہلا انسان نظر آئے گا۔ آدمؑ کے پیدا ہونے کے بعد ہی آدمؑ کی تمام اولاد کی ارواح کا خلق ہو جانا معلوم ہو گا۔ تمام ارواح نے عالمِ ارواح میں خدا کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا۔ یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ انسانی ارواح ذی عقول ہوتی ہیں اور وہ معقولات کو فہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ہر بچہ فطرتِ اول یعنی اقرار ربوبیت و اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور وہ علم رکھتا ہے کہ اس کا رب ہی پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے۔ اس آیت نے بتایا کہ خدا عادل ہے، رحیم و کریم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ارواح کے عالم میں صراطِ مستقیم دکھا چکا ہے۔ انسان نافرمانی کر کے عہدِ اول کو بھولتا ہے اور انبیاءؑ کی یاد دہانی پر بھی اپنا عہد یاد نہیں کرتا ہے تو آخر میں اپنے عمل کے مطابق سزا پاتا ہے۔

آیت ۱۷۳:

اس آیت میں خدا کا جو قول ہے وہ علم مطلقہ ہے۔ خدا نے ہر شخص کو فعل و عمل میں مختار کیا ہے مگر وہ اپنے علم و قدرت سے جانتا ہے کہ کون کون موحد و مومن ہوں گے اور کون کون کافر؟ لہٰذا بطور پیشن گوئی کے خدا نے نافرمان بندوں کا عذرِ لنگ بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن مشرک یا کافر یہ نہ کہہ سکیں گے کہ ہم کو تو علم نہ تھا کہ تو ہمارا خالق و رب ہے۔ ہم تو اپنے باپ دادا کے دین پر رہے۔ مگر خدا نے عالمِ ارواح میں اقرار ربوبیت لیا اور بعد کو انبیاءؑ اور رسول بھیجے تاکہ وہ وعدہ اول کی یاد دہانی کراتے رہیں۔ لہٰذا اب قیامت کے دن مشرکوں اور کافروں کو جو سزا ملے گی وہ مطابقِ عدالت ہوگی۔ یہ آیت کافروں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ اپنے گمراہ اسلاف کے پیرو نہ بنیں بلکہ حضرت محمدؐ اور قرآن کی پیروی کریں۔ مقصد یہ ہے کہ خدا نے ہر انسان کی فطرت میں رکھ دیا ہے کہ وہ اپنے خالق مالک کو جاننا ماننا چاہتا ہے اور اس کے اندر تلاشِ حق کی جستجو ہے۔

آیت ۱۷۴:

خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ باوجود انتہائی نافرمانی کے اسبابِ ہدایت مہیا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ

ضلالت و گمراہی سے راہ راست کی طرف واپس آجائیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے لا انتہا رحمت خدا کے مستحق ہو جائیں۔

آیت ۱۷۵، ۱۷۶

خدا نے حضرت محمدؐ کو حکم دیا ہے کہ اپنی امت کو اس شخص کا حال سنا دو۔ مفسرین نے اس شخص کے نام میں اختلاف کیا ہے مگر حضرت محمد باقرؑ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ شخص بلعم بن باعور تھا جو شہر بلغا کا تھا۔ جب حضرت موسیٰؑ نے جباروں سے جنگ کا ارادہ کیا اور کنعان کی طرف جو شام کے شہروں میں سے ایک شہر تھا لشکر بھیجا تو جباروں نے بلعم بن باعور سے کہا کہ موسیٰؑ لشکرِ جرّار لے کر آئے ہیں کہ ہم کو قتل کریں۔ تم خدا پرست ہو اور مستجاب الدعوۃ ہو، دعا کرو کہ وہ مغلوب ہوں۔ بلعم باعور نے کہا کہ موسیٰؑ خدا کے نبی ہیں میں کیونکر ان کے لئے بد دعا کر سکتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ تم خدا سے مشورہ کر لو۔ بلعم باعور نے بطریقہ مناجات خدا سے مشورہ کیا جواب نہ آیا تو بلعم باعور نے قوم سے کہہ دیا۔ مگر پھر لوگوں نے کہا کہ خدا نے تم کو منع بھی نہیں کیا ہے۔ بلعم باعور گدھے پر سوار ہو کر پہاڑ پر آیا اس کی قوم اس کے ساتھ تھی۔ اس نے لشکرِ موسیٰؑ کو دیکھا تو اس کے لئے بد دعا کی۔ لوگوں نے دیکھا کہ اس کی زبان دہن سے نکل کر سینہ میں لٹک گئی۔ تو اس نے لوگوں سے کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا اب میری دنیا و دین دونوں برباد ہو گئے۔ خیر اب میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ تم اپنی حسین عورتوں کو موسیٰؑ کے لشکر میں بھیجو۔ جباروں نے عورتوں کو بنا سنوار کر لشکرِ موسیٰؑ میں بھیجا۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص زمری بن سلام رئیس قوم اور سبط شمعون بن یعقوب تھا۔ وہ ایک حسینہ کو دیکھ کر عاشق ہو گیا۔ اس کو موسیٰؑ کے پاس لایا کہ ایسی حسین عورت کو تم ہم پر حرام کرتے ہو۔ میں تمہارا حکم نہ مانوں گا۔ آخر اس کو خیمہ میں لے گیا اور خلوت میں تھا لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ سب بھی زنا کاری میں مشغول ہو گئے۔ موسیٰؑ کے لشکریوں میں ایک شخص فخاص تھا۔ وہ جب لشکر میں واپس آیا اور اس نے یہ سب کچھ دیکھا تو وہ زمری کے خیمہ میں گیا اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر اس کو لشکر موسیٰؑ میں تشہیر کیا اور کہتا تھا **اللّٰھم ھذا جزاء من معصیك**۔ (اے خدا یہ اس کی سزا ہے جو تیری نافرمانی کرے۔) روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں اب تک یہ رواج ہے کہ اپنے ذبیحہ کا کچھ حصہ فخاص کو نذر کرتے ہیں۔ لشکرِ موسیٰؑ میں زنا کاری عام ہو گئی تو عذاب خدا آیا اور ستر ہزار آدمی ایک دن میں وبائے طاعون سے ہلاک ہو گئے۔ ان آیات سے مندرجہ ذیل واقعات واضح ہوئے:

اول یہ کہ خدا نے بلعم باعور کو علم عطا فرمایا تھا اور اس کی ہر دعا کو خدا قبول کرتا تھا۔ ۲۔ اگر وہ نبی خدا کا مخالف نہ ہوتا تو خدا دنیا و دین میں اس کے درجات بلند کرتا۔ ۳۔ بلعم باعور نبی خدا کے مقابلہ میں آیا لہٰذا اس کے اعمال اکارت ہو گئے اور وہ مستحقِ عذاب ہوا۔ قومِ موسیٰؑ نے خلافِ حکمِ نبی، بد اعمالی اور زنا کاری اختیار کی۔ لہٰذا عذابِ ہلاکت میں

مبتلا ہوئی۔ ۴۔بلعم باعور باوجود انسان نیکوکار ہونے کے گمراہ ہوا اور وہ کتے سے بھی بدتر ہوگیا اور یہ سب عذاب اس لئے ہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں مراد نبیؑ کے معجزات کو جھٹلایا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کتا اپنی عادت وفطرت پر رہتا ہے۔ اسی طرح نافرمانِ خدا بھی برائیوں کا ایسا ہی عادی ہو جاتا ہے کہ پھر اس کی اصلاح ناممکن ہے۔ مجاہد نے فرمایا ہے کہ جو قرآن کی تلاوت کرے اور اس پر عمل نہ کرے اس کی مثال کتے کی سی ہے۔

لعلھم یتفکرون۔ (شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔) اس کا مطلب یہ ہے کہ ان قصوں سے امت محمدی عبرت حاصل کرے اور اپنے اعمال کو منشائے خدا کے مطابق بنائے اور یہود ونصاریٰ بھی اپنی اصلاح کرلیں تاکہ عذاب سے محفوظ رہیں۔

آیت ۱۷۷، ۱۷۸:

ومن یضلل۔ (جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے۔) وہی وہ ہے جو نقصان اٹھانے والا ہے۔ وہ کون ہے؟ اس کا ذکر یہ ہے: **الذین کذبوا بآیٰتنا وانفسھم کانوا یظلمون**۔ (جنھوں نے احکامِ خدا کو نہ مانا۔ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔) اس سے واضح ہوگیا کہ انسان خود اپنے عمل کا مختار ہے۔ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا اور نہ کسی پر ظلم کرتا ہے بلکہ وہ حد درجہ کے منکر کو اس کی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ وہ چاہتا تو اس کو ہلاک کر دیتا مگر اس کو مہلت دیتا ہے۔

آیت ۱۷۹:

لقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس۔ اس آیت میں ذرانا کا عام طور پر ترجمہ کیا گیا ہے: ہم نے پیدا کیا ہے جہنم کے واسطے جن وانس کی کثیر تعداد کو۔ اگر یہ مان لیا جائے تو ایک دوسری آیت کا مطلب اس کے خلاف ہوتا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے: **ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (سورہ ذاریات، آیت: ۵۶)۔ (ہم نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ عبادت کریں۔) یعنی ہماری غلامی یا اطاعت کریں۔ اس آیت میں خدا نے انسان اور جن کی غرضِ خلقت عبادت کو قرار دیا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی اطاعت کریں۔ اسی لئے اس نے بار بار نبی اور رسول مبعوث کیے، کتابیں نازل کیں۔ پھر یہ کہنا کہ ہم نے جن وانس کی بڑی تعداد کو صرف جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ زیرِ بحث آیت کے متضاد ومخالف ہے۔ حقیقت یہ ہے **ذرانا** کا ترجمہ غلط ہوا ہے، ذر کے معنی منتشر کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ خدا نے اظہار فرمایا ہے کہ روئے زمین پر کافروں کی تعداد زیادہ ہے اور تمام دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ ہر ملک اور ہر خطۂ زمین میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو ہم نے مہلت دے رکھی ہے کہ دنیا میں پھیل کر ہماری نشانیوں اور نعمتوں کو سمجھیں مگر وہ نہیں سمجھتے۔ اگر ہم چاہتے تو ان سب کو ہلاک کر دیتے مگر ہم نے یہ

نظر رحم و کرم ان کو مہلت دی ہے تا کہ وہ توبہ کرلیں۔

لقد ذرانا (بالتحقیق ہم نے پیدا کیا ہے) (عام ترجمہ) بعض مفسرین نے یہ تفسیر بھی کی ہے کہ خدا نے آیت میں یہ بھی ظاہر فرمایا ہے لھم قلوب لا یفقھون بھا۔ (ان کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں غور وفکر نہیں کرتے) لھم اعین لا یبصرون بھا۔ (ان کے آنکھیں ہیں مگر وہ دیکھتے نہیں) لھم اذان لا یسمعون بھا (ان کے کان ہیں مگر وہ سنتے نہیں ہیں۔) اولئِكَ کالانعام۔ (وہ مثل حیوانات کے ہیں) بل ھم اضل۔ (بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔) اولئِكَ ھم الغفلون۔ (وہی لوگ غافل ہیں) یعنی جن انسانوں نے اللہ کی دی ہوئی تمام قوتوں کو عبث قرار دیا ہے اور ان سے کام نہیں لیتے تو گویا ہم نے ان کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ حالانکہ ہم ان کی ہدایت کے لئے سب اسبابِ ہدایت فراہم کر چکے ہیں۔ اب وہ خود اپنے افعالِ بد کے ذمہ دار ہیں اور وہ خود کو جہنم کا مستحق بنا رہے ہیں۔

آیت ۱۸۱:

خدا نے ایک گروہ کو ایسا پیدا کیا ہے کہ حق کی ہدایت کرتا ہے اور مطابقِ حق عدالت کرتا ہے۔ ابن جریح نے کہا کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ یہ آیت میری امت کے حق میں ہے کہ جو حق کے ساتھ لین دین کرتے ہیں اور مطابقِ حق حکم کرتے ہیں۔ ربیع بن انس سے بھی روایت ہے کہ میری امت میں ایک گروہ ہوگا جو حق پر قائم رہے گا حتیٰ کہ عیسیٰؑ نازل ہوں۔ عیاشی نے باسناد حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ امت تہتر فرقے ہوجائے گی، تمام فرقے جہنم میں جائیں گے مگر صرف وہ فرقہ جس کی تعریف خدا نے اس آیت میں کی ہے۔ آیت بتاتی ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ اور ہر حالت میں حق پر رہیں گے اور حق کے مطابق حکم کریں گے۔ یعنی خدا کی نافرمانی کا ان سے امکان ہی نہ ہوگا۔ ایسے افراد بعدِ حضرت محمدؐ اہلبیت رسولؐ ہی ہیں۔ جن کی تمام زندگیاں اس آیت کے مطلب کی ترجمان اور مظہر ہیں کیونکہ انہوں نے تمام فیصلے اور احکام قرآن کے مطابق دیئے اور قرآن حق ہے۔

آیت ۱۸۴:

کفارِ مکہ حضرت محمدؐ کو کبھی دیوانہ، کبھی ساحر، کبھی شاعر، کبھی کاہن کہتے تھے حالانکہ یہ تمام صفات دیوانگی کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں لہٰذا وہ خود دیوانے تھے کہ اتنی فکر اور غور نہیں کرسکتے تھے۔ خدا نے بتایا کہ حضرت محمدؐ خدا کی طرف سے ڈرانے والے ہیں۔

آیت ۱۸۵:

خدا نے اس آیت میں اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کیا کہ زمین اور آسمانوں پر اس کی حکومت ہے۔ انسان کی مجبوری

کا ذکر بھی کیا ہے کہ اس کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ وہ کب مرے گا۔ اس کے بعد بھی وہ خدا سے غافل ہے یہ اس کی انتہائی حماقت اور جہالت ہے۔

اس آیت کا اندازِ بیاں بتاتا ہے کہ قرآن خدا کی آخری کتاب اور نشانی ہے۔ اس میں سب علوم و ہر شئے موجود ہے۔ یہ سابقہ کتب سماویہ پر فضیلت رکھتی ہے اگر اس پر بھی ایمان کوئی نہ لائے تو اس کے لئے بجز جہنم کے کوئی جگہ نہیں ہے۔

آیت ۱۸۷:

قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہے۔ قیامت یکا یک آئے گی تب زمین و آسمان پر تباہی ہوگی۔ انسانوں کی بقا آسمان، شمس وقمر، فضاء اور زمین پر منحصر ہے۔ جب یہی فنا ہو جائیں گے تو پھر انسان کا وجود کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ خدا نے بتایا ہے کہ انسان ہماری تھوڑی سے دی ہوئی طاقت وعلم پر مغرور ہے۔ اس کو معلوم نہیں کہ اس کے علوم کی حد افلاک اور زمین سے آگے نہیں ہے۔ جب ہم ان کو ہی فنا کر دیں گے تو پھر انسانی غرورِ علم و اختراعات وایجادات کہاں باقی رہے گا؟

آیت ۱۸۸:

نفع ،ضرر ،صحت و مرض ،غربت و امارت یہ سب خدا کی طرف سے ہیں اور اس کے لئے وہ قادر یکتا ہے اس کی قدرت میں کوئی شریک نہیں ہے۔

موجودہ عہد کے مسلمانوں میں عام طور پر مشہور ہے کہ فلاں پیر، فلاں بزرگ، فلاں مجذوب غیب داں ہیں۔ یا فلاں زمانہ میں فلاں بزرگ غیب دان تھے۔ اسی طرح قبلِ اسلام بھی عوام کچھ لوگوں (ساحروں) کے بارے میں ایسا ہی اعتقاد رکھتے تھے۔ خدا نے کس اچھے انداز سے اس عقیدہ کی تردید کی ہے کہ اپنے آخری رسول کی زبانی کہلوادیا کہ اگر کوئی دوسرا دنیا میں غیب دان ہوتا تو ان سب سے افضل تو میں ہوں لہٰذا میں بھی عالم الغیب ہوتا۔ مگر میں عالم الغیب نہیں بلکہ یہ صفت تو خدا کے لئے ہی خاص ہے۔ دوسری چیز آیت نے یہ بیان کی ہے کہ لوگ یہ کیوں غور نہیں کرتے کہ اگر کوئی غیب دان ہو جائے تو وہ خود مصائب اور تکالیف اور امراض کو اپنے سے دور کر سکتا ہے اور تمام خوبیوں کو خود حاصل کر سکتا ہے۔ مگر رسولِ کریمؐ فرماتے ہیں کہ میں اگر غیب دان ہوتا تو مجھ کو دنیا میں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔ چالیس سال کی عمر تک سفرِ تجارت اور دیگر مشقت کے کام کیے، بعدِ بعثت ۱۳ سال تک اہل وطن کے ظلم برداشت کیے اور دس سال تک بعدِ ہجرت کثیر دشمنوں سے مدافعانہ جنگیں کیں۔ فاقے بھی کیے، پیٹ پر پتھر بھی باندھے، مگر رضائے خدا پر راضی رہے۔ خدا نے اس کا صلہ دیا کہ اب قیامت تک جو میرے واسطے سے کوئی دعا

کرے گا تو اس کی تمام مصیبتیں دور ہو جائیں گی اور خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ رفعنالك ذكرك۔ [(اے محمدؐ) میں تمہارے ذکر کو بلند رکھوں گا۔]

آیت ۱۸۹، ۱۹۰:

نفسِ واحد سے مراد حضرت آدمؑ ہیں یعنی تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں، دنیا کی زمین کے کیڑے مکوڑوں کی طرح پیدا نہیں ہوئے ہیں۔

خدا نے مرد کو عورت اس لئے عطا کی ہے کہ مرد کو بغیر زوجہ کے راحت نہیں مل سکتی اور مرد کے غم غلط عورت کے ہی ذریعہ ہوتے ہیں اور جہاں زوجہ مرد کے لئے وجہ سکون نہ ہو وہاں گویا عورت کی غرض خلقت ہی پوری نہ ہوئی۔ یعنی عورت اپنی زندگی کے اہم مقصد کو حاصل نہ کر سکی۔

بعض مفسرین اس واقعہ کو حضرت آدمؑ وحواؑ سے منسوب کیا ہے کہ حواؑ جب حاملہ ہوئیں تو شیطان نے مختلف طریقہ پر ڈرایا اور آخر وعدہ لیا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عبدالحارث رکھا جائے کیونکہ شیطان کا نام حارث ہے۔ بوجہ خوف حواؑ و آدمؑ نے مولود کا نام عبدالحارث رکھا۔ مگر یہ سب غلط ہے اور شانِ نبی کے خلاف ہے۔ انبیاءؑ کو خطا وار گردانے والوں اور بدکردار بادشاہوں کے ایجنٹوں کی یہ سب من گھڑت ہے۔ تفسیر اہل بیتؑ اور بیضاوی اور زمخشری نے ''انوار' اور 'کشاف' میں لکھا ہے کہ ایسا کہنا شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حواؑ کے بطن سے ایک بار میں دو (۲) بچے ہوتے تھے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ پس آیت کا ترجمہ اسی طرح ہونا چاہئے جعل اولادهما شركاء فيما اتى اولادهما کہ آدمؑ کی اولاد نے جو آدمؑ کی صالح اولاد سے پیدا ہوئی اس نے شرک اختیار کیا۔ اور اپنے بیٹوں کا نام عبدالشّمس اور عبدالعزیٰ رکھا۔ علاوہ بریں خدا کا فرمان فتعلى الله عمّا يشركون میں یشرکون صیغہ جمع ہے جو دلالت کرتا ہے کہ آدمؑ وحواؑ نے نہیں بلکہ ان کے پوتوں پڑ پوتوں نے ایسا کیا اور عہدِ حضرت محمدؐ تک ایسا کرتے رہے۔ اسی کو خدا نے منع کیا ہے اور بتایا ہے کہ دعا قبول کرنے والا، اولاد دینے والا خدا ہے جو یکتا و یگانہ ہے۔ اولاد کو بتوں کا عطیہ جاننا کفر و شرک ہے۔

صاحبِ تفسیر 'کشاف' و 'انوار' نے بتایا ہے کہ نفسِ واحدہ قصی جد حضرت محمدؐ کے پردادا ہیں۔ قصی اور ان کی زوجہ نے خدا سے دعا کی تھی کہ فرزندِ صالح ہو گا تو شکر گزار ہوں گا۔ جب خدا نے فرزند دیا تو انہوں نے عبدالمناف و عبد قصی اور عبددار نام رکھے۔ مترجم کی رائے میں ان دونوں سے مراد آدمؑ وحواؑ نہیں ہیں کیونکہ آدمؑ نبی تھے اور معصوم ان کی طرف شرک کی نسبت دینا بجائے خود کفر ہے۔ خدا نے تو عرب کی عام حالت بھی بیان کی ہے کہ مرد و عورت کے بچہ نہ ہو تو خدا سے دعائیں کرتے ہیں اور جب خدا بچہ دیتا ہے تو اس کے نام میں شرک کرتے ہیں اور اس کو بتوں کا عطیہ سمجھتے ہیں۔ یہ کفر و شرک ہے۔ غلط نام بھی رکھنا شرک کا سبب ہے۔

آیت ۱۹۳:

یہ خطاب مسلمانوں سے ہے کہ تم اگر دشمنانِ خدا کو دعوتِ اسلام دو یا خاموش رہو تو یہ دونوں باتیں یکساں ہیں کیونکہ وہ دعوت حق قبول نہیں کریں گے۔ جیسے ابولہب و ابوجہل وغیرہ پر دعوتِ اسلام کا کوئی اثر نہ ہوا۔

آیت ۱۹۴:

کفار و مشرکین سے خطاب ہے کہ انہوں نے بتوں کو اپنا معبود تصور کر لیا ہے تو وہ کس قدر بے عقل ہیں کہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ وہ بت بھی خدا کی مخلوق ہیں۔ خدا نے پتھر بنائے اور ان کو تراش کر ان احمقوں نے بت بنا لیے۔ اب ان بتوں کو اپنا معبود و خالق و مالک قرار دیتے ہیں۔ یہ بھی تو نہیں سمجھتے کہ وہ خود ان بتوں سے اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں کیونکہ خود کلام کرنے پر قادر ہیں اور بت بات بھی نہیں کر سکتے۔ اگر کافروں کو اپنی خود ساختہ خداؤں پر بھروسہ ہے تو جب جانیں کہ وہ ان سے کلام کریں اور وہ ان کی بات کا جواب دیں۔ ان کی دعاؤں کو سنیں اور ان کو قبول کریں۔ مگر ایسا نہیں ہے اور خدائے حقیقی تو انسان کو زندگی کے سامان عطا کرتا ہے۔ مشکلات میں ان کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ پھر یہ کیسے بدعقل ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو خدا جانتے ہیں۔ خداوندِ عالم نے ان آیات میں دلائل پیش فرمائے ہیں اور اپنے بندوں کو بت پرستی اور انسان پرستی سے روکا ہے۔

آیت ۱۹۵:

اس آیت میں خدا نے بتایا ہے کہ عقل کی بات تو یہ تھی کہ ان کے خود ساختہ معبود ان سے بہتر اور افضل ہوتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ انسان کے ہاتھ ہیں، پیر ہیں، آنکھیں ہیں، کان ہیں اور حواسِ خمسہ ظاہری اور باطنی ہیں جبکہ پتھروں کے بتوں میں تو ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا انسان خود بذاتہٖ ان بتوں سے بہتر ہے۔ پھر یہ اس کی کیسی سمجھ ہے کہ یہ اپنے سے بدتر کو اپنا خدا بناتا ہے اور اس کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور اس سے دعائیں کرتا ہے۔ دنیا میں اب بھی لاتعداد انسان بت پرستی میں مشغول ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمانوں نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر جو خدا کی طرف سے ان پر فرض تھا اس کو چھوڑ دیا۔ اہلِ اسلام کو اسلام کا پیغام روئے زمین کے ہر خطہ میں پہنچانا چاہئے تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوتا کہ ان قرآنی دلائل کے پیش کرنے کے بعد کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہوتی اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی اور خدا کا پیغام عام ہو جاتا۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان اس پیغامِ خدا کو دنیا کے ہر حصہ میں پہنچائیں اور فلاحِ دنیا و دین حاصل کریں۔

خدا کا حکم رسولؐ کو ہے کہ وہ کافروں کو چیلنج کر دیں کہ وہ پوری طاقت سے اپنی دنیوی قوت اور شرکاء کی شرکت

سے خلافِ اسلام کارروائیاں کریں۔ مگر وہ پھر بھی اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ خدا کا کلمہ بلند ہو کر رہے گا اور کافر مع اپنے مددگاروں کے ہمیشہ ذلیل و خوار ہوں گے۔ کیونکہ اسلام کا نگران اور متولی خدائے یگانہ ہے۔ تاریخِ عہدِ رسالت گواہ ہے کہ کفارِ مکہ اور یہودانِ مدینہ نیز دیگر ممالک روم و فارس نے ہر اختیاری صورت سے چالیں چلیں، مکاریاں کیں، جنگیں کیں، دھوکے دیئے، فوج کشی کی مگر فتح اسلام کی ہوئی اور پیغمبرِ اسلام کو مطلق زک نہ پہنچا سکے۔ اگر بعدِ رسول یہی سلسلہ تبلیغ جاری رہتا تو آج تمام دنیا نعرہ اللہ اکبر سے گونجتی ہوتی۔ مگر کچھ مدت کے بعد پیغامِ اسلام شاہی استبداد کا ہدف بن گیا۔ خداوندِ عالم موجودہ عہد کے مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس کارِ تبلیغ کو پھر شروع کر دیں۔

آیت ۱۹۶:

وھو یتولّی الصّٰلحین۔ خدا نیکوکاروں کا متولی و مالکِ امور ہے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے۔ عہدِ رسالت اس بات کا شاہد ہے کہ خدا پیغمبرِ اسلام کا متولیِ امور یعنی نگران تھا لہٰذا حضرت محمدؐ کو دنیا و دین کی حکومت ملی ہے اور بعدِ رسالت جو صالحین ہوئے وہ ہمیشہ کامیاب رہے اور آئندہ جو صالحین قیامت تک ہوں گے ان کے دنیا و دین کے کام بنتے رہیں گے۔ وہ جس میدان میں قدم رکھیں گے کامیابی اور فتح ان کے قدم چومے گی۔ کیونکہ خدا کا وعدہ سچا ہے کہ وہ صالحین کا ولی، سرپرست نگران اور حاکم ہے۔

آیت ۱۹۸:

حیات حضرت محمدؐ میں جو لوگ بھی اردگرد تھے وہ رسولؐ کو دیکھتے تھے مگر ان کی چشم بصیرت اندھی تھی۔ لہٰذا انہوں نے رسولؐ کو حقیقی معنی میں نہیں دیکھا۔ اور جنہوں نے ذاتِ حضرت محمدؐ میں کمالات و جمالاتِ خداوندی کا نظارہ کیا وہ دنیا و دین میں فلاح پانے والے ہوئے۔ اب بھی جو حقیقتِ محمدیؐ کو دیکھتے ہیں یعنی ان کا مقام اور مرتبہ جانتے ہیں ان کا ایمان کامل ہے اور وہ دنیا و دین میں کامیاب ہوتے ہیں۔

آیت ۱۹۹:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے جبرائیلؑ سے اس کے بارے میں سوال کیا۔ تو جبرائیلؑ نے جواب دیا: **لا ادری حتّٰی اَسْئَالُ العالم**۔ [میں نہیں جانتا جب تک کہ میں عالمِ کُل (خدا) سے نہ پوچھ لوں۔] اس کے بعد جبرائیلؑ آسمان کی طرف گئے پھر واپس آئے اور عرض کیا کہ خدا فرماتا ہے: **یا محمد ان اللہ یامرك ان تعفو عمن ظلمك و تعطی من حرمك و تصل من قطعك**۔ (اے محمدؐ تم کو خدا کا یہ حکم ہے کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو اور جو شخص تم کو محروم رکھے اس کو عطا کرو اور جو شخص تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے صلہ رحم کرو۔)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو اس آیت کے ذریعے تمام مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی

ہے۔قرآن میں اس سے جامع ترین آیت اخلاق حسنہ کے بارے میں نہیں ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **بعثت لا تمّم مکارم الاخلاق**۔ (میری بعثت اس لئے ہوئی ہے کہ میں اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں۔) خدا نے بذریعہ جبرائیلؑ اس آیت کے بارے میں جو حکم رسولؐ کو دیا ہے درحقیقت تمام اخلاقِ حسنہ اس میں موجود ہیں۔ پیغمبرِ اسلام نے اپنی زندگی کو اس کا نمونہ بنا دیا تھا۔ بدترین دشمنوں کو معاف کیا اور ان کو عطائیں کیں، جن اقرباء اور ہم وطنوں نے سخت ایذائیں دیں ان کو روزِ فتح مکہ معاف کر دیا۔ اگر اہلِ اسلام پیغمبر اسلامؐ کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے رہتے تو مسلمان کی ہر فرد اہلِ دنیا کے لئے نمونۂ اخلاق ہوتی اور آج بھی اگر مسلمان اس خُلقِ رسولؐ پر عمل کرنے لگیں تو تمام اقوام کے معتمد اور محترم ہو جائیں اور ان کے قول و فعل کو لوگ اپنے لئے بہترین نمونۂ زندگی تصور کریں۔

آیت ۲۰۰:

واِمّا ینزغنك من الشیطٰن نزغ۔ ''اگر تجھ کو شیطان کا وسوسہ ابھارا کرے'' یعنی عفو کرنے کے بعد اور جاہلوں کی کنارہ کشی کے بعد بھی اگر جاہل تم سے کوئی گستاخی کریں اور تم کو غصہ آئے تو بھی تم عفو و صبر سے کام لو۔ خطاب رسولِ خداؐ سے ہے۔ خدا اپنے رسولؐ کو حدودِ عفو بتا رہا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ خدا کا ہر فرمان امتِ محمدی کے لئے ہے۔ کیونکہ خدا کا حکم ہے کہ حضرت محمدؐ کی پیروی مسلمان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔ **فاتبعونی یحببکم اللّٰہ**۔ (سورہ آلِ عمران، آیت: ۳۱) تم میری پیروی کرو خدا تم کو دوست رکھے گا۔ یہ فرمان خدا ہے جو بزبان حضرت محمدؐ امت کو پہنچایا گیا ہے۔ لہٰذا ہر آیت کے ہر حکم میں امت مراد ہوگی۔ امت کو حکم ہے کہ جب شیطان کا وسوسہ دل میں پیدا ہو **فاستعذ باللّٰہ**۔ (تو خدا کی پناہ مانگو) اور کہو **اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم**۔ تا کہ شرِّ شیطان دور ہو۔

آیت ۲۰۱:

اس آیت نے ظاہر کر دیا کہ جو لوگ متقی ہیں، خوفِ خدا دل میں رکھتے ہیں، ان کو بھی شیطان بہکانا چاہتا ہے۔ مگر وہ فوراً خدا کو یاد کر لیتے ہیں۔ پھر ان کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹ جاتا ہے اور ان کو حق و باطل صاف نظر آنے لگتا ہے چنانچہ گناہ نہیں کرتے۔ ائمہؑ و اوصیا و اولیا اس صفت سے موصوف ہوتے ہیں اسی لئے ان سے کبھی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔

آیت ۲۰۳:

اس آیت سے ثابت ہے کہ حضرت محمدؐ کا ہر فعل اور قول ہمیشہ مطابقِ وحی ہوتا تھا۔ اس میں بشریت کا کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔

آیت ۲۰۴:

بعض مفسرین نے اس آیت کو نماز کی قرأت سننے کے لئے مخصوص کیا ہے اور بعض نے نماز باجماعت و جمعہ کے لئے بتایا ہے۔ بہرحال جس حالت میں بھی قرآن پڑھا جائے تو مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اس کو دل سے سماعت کریں۔ خاموش رہ کر اس کے معنی پر غور کریں کیونکہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اس دوران گفتگو کرنا گستاخی اور بے ادبی ہے اور کلامِ خدا کے احترام کے خلاف ہے۔ اسی آیت نے یہ بھی بتایا کہ قرآن کا صرف سننا بھی سببِ رحمتِ خداوندی ہے۔

آیت ۲۰۵:

خدا کا حکم بزبانِ رسولؐ امت کو ہے کہ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے دل میں خدا کو یاد رکھے اور اس کا خوف دل میں پیدا کرے، اور صبح و شام خدا کا شکر کرنا اس لئے ہے کہ مسلمان کا دل کسی وقت بھی یادِ خدا سے غافل نہ رہے تا کہ وہ غافلین میں شمار نہ کیا جائے۔

آیت ۲۰۶:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یادِ خدا، ذکرِ خدا، نماز، عبادات انسان کو خدا کا مقرب بندہ بنا دیتی ہیں اور جس کو تقرّب بہ خدا حاصل ہو جائے اس کا کیا کہنا ہے۔ پھر تو اس کو دین و دنیا کی عزت اور فلاح حاصل ہوگئی۔

مقربِ خدا بندوں کی صفات یہ ہیں کہ وہ خدا کے احکام ماننے اور عبادت کرنے میں اپنے نفس کا دخل پسند نہیں کرتے اور جیسا حکم ہے وہی عمل کرتے ہیں۔ وہ لوگ خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں اور وہ خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ بجز خدا کے کسی کو سجدہ جائز نہیں ہے۔ خدا نے اس صفت کو متقیوں کی صفت قرار دیا ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اذا قراء ابن اٰدم السجدہ فسجد اعتزال الشیطان یبکی فیقول یاویلہ امر ھذا باالسجود فسجد فلہ الجنۃ وامرت بالسجود فعصیت فعلی النار۔ (جب ابن آدمؑ آیت سجدہ کو تلاوت کرتا ہے پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا ایک جانب ہو جاتا ہے۔ پس کہتا ہے کہ ہائے افسوس کہ اس شخص کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور اس نے سجدہ کیا۔ اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور مجھ کو سجدے کے لئے حکمِ خدا ہوا اور میں نے نافرمانی کی تو میرے لئے دوزخ ہوگی۔) پس سجدہ مسلمان کو خدا کے قریب کر دیتا ہے اور بہترین عبادت ہے۔

قرآن میں چار جگہ سجدہ کرنا واجب ہے۔ پڑھنے والے کے لئے بھی اور سننے والے کے لئے بھی۔ سورہ الم سجدہ (آیت:۱۵)، حٰمٓ سجدہ (آیت:۳۸)، النجم (آیت: ۶۲)، سورہ علق (آیت:۱۹) باقی سجدے مستحب ہیں۔ ان الذین عند ربك۔ (وہ لوگ جو تیرے رب کے پاس ہیں) ان کی صفات کو قرآن کی آیات نے بتایا ہے کہ خدا نے

کچھ افراد کو یہ شرف دیا ہے کہ وہ ہم سے قریب ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے کبھی خدا کی نافرمانی نہ کی ہوگی۔ وہی انبیاءؑ، رسولؐ اور اوصیاءِ انبیاءؑ ہو سکتے ہیں۔

تفسیر سُوْرَۃ الْاَنْفَال

آیت ۱:

ابی بن کعب نے رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو سورہ انفال اور سورہ برأۃ تلاوت کرے گا میں روزِ قیامت اس کا شفیع ہوں گا اور میں گواہی دوں گا کہ وہ نفاق سے بری ہے۔ اس کے لئے حسنات لکھے جائیں گے اور اس پر عرش اور ان کے اُٹھانے والے ملائکہ درود پڑھتے رہیں گے۔

جنگِ بدر میں مسلمان کم تعداد تھے، اسلحہ کی کمی سے دوچار تھے اور کفار قریش کی تعداد زیادہ تھی۔ مسلمانوں پر جنگ کا خوف طاری تھا۔ خدا نے ان کی مدد ملائکہ سے کی تھی مگر فتح تائیدِ الٰہی سے حاصل ہوئی تھی۔ مجاہدین فتح پر ملنے والے مالِ غنیمت کو اپنا حق سمجھتے تھے اس سلسلے میں تنازعہ ہوا۔ تو خدا نے حکم دیا کہ خدا سے ڈرو اور باہم صلح سے رہو۔ رہا مالِ غنیمت کا معاملہ تو وہ صرف خدا اور اس کے رسولؐ کا ہے۔ اگر تم کو دعوائے ایمان ہے تو تم پر خدا اور رسولؐ کی اطاعت فرض ہے۔ تب رسول خداؐ نے خود مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا اور سب کو مساوی عطا کیا۔ اس مال سے خمس نہیں نکالا گیا کیونکہ ابھی خمس کا حکم نہیں آیا تھا۔

آیت ۲:

خدا نے مومن کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ مومن وہ ہے کہ جب اس کے سامنے ذکرِ خدا ہوتا ہے تو اس کے دل میں رعب و جلالِ خداوندی پیدا ہوتا ہے اور اس کے جبروت وعظمت کے سامنے اپنے کو حقیر و مجبور سمجھنے لگتا ہے نیز اس سے توقعات دین و دنیا کرتا ہے کیونکہ تمام کائنات کی ہر چیز کو اس کے مقابلہ میں ہیچ اور حقیر جانتا ہے۔ صرف خدا کی عظمت کا تصور ہی اس کے دل میں باقی رہتا ہے اور یہ کہ مومن وہ ہیں کہ جب قرآن کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کو کلامِ خدا جانتے ہیں اور ان کی نافرمانی کو سببِ عذاب سمجھتے ہیں۔ خدا کی معرفت ان کے قلوب میں جاگزیں ہو جاتی ہے اور ان کا ایمان بڑھتا ہے۔ ان کو کبھی کسی امر میں شک نہیں ہوتا ہے۔ مومن وہ ہیں جو اپنے تمام دنیوی و دینی کاموں کی کامیابی منجانب خدا جانتے ہیں اور ہر معاملہ میں خدا پر توکّل کرتے ہیں۔ مومن وہ ہیں جو بلاناغہ نماز ادا کرتے ہیں اور وہ مومن ہیں جو مذکورہ اعمال کے ساتھ ہی ساتھ اللہ کے نام پر خیرات کرتے ہیں۔ خدا کے معین کردہ حقوق کو ادا کرتے ہیں یعنی صدقات، زکوٰۃ، خمس ادا کرتے ہیں۔

آیت ۳:

خداوندِ عالم نے پھر بہ تاکید فرمایا ہے کہ جس میں صفات مذکورہ پائی جاتی ہیں وہی مومن ہیں۔ خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو اپنا مقرب بندہ بنائے گا، ان کو جنت میں درجات عالیہ عطا فرمائے گا، ان کی معمولی غلطیوں پر ان سے پوچھ گچھ نہیں کرے گا بلکہ ان کو اپنی طرف سے مغفرت عطا کرے گا۔ یہی نہیں کہ ان کو آخرت میں سب کچھ دیا جائے بلکہ زندگانی دنیا میں بھی ان کو ایسے ذرائع سے روزی مہیا کرے گا جو عزت کے ذرائع ہوں گے۔ ان کی روزی حلال ذریعہ سے ان کو ملے گی اور اس حلال روزی کی وجہ سے وہ حسابِ آخرت سے نجات پائیں گے اور میدانِ حشر میں ان کو عزت وتوقیر حاصل ہوگی۔

آیت مذکورہ کے بعد خداوندِ عالم حضرت محمدؐ سے واقعہ جنگِ بدر کا ذکر فرماتا ہے اور یہ ظاہر فرماتا ہے کہ تمہارے ساتھ بھی دوطرح کے لوگ میدانِ جنگ میں موجود تھے۔ ایک مومن خالص جس کو تمہارے حکم کی تعمیل میں مطلق عذر نہ تھا اور دوسرے وہ لوگ تھے جو تعمیلِ حکم میں حجتیں کرتے تھے، جان چراتے تھے اور تم نے ان کو جب جنگ کا حکم دیا تھا تو ان کے چہروں سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا وہ موت کے منہ میں ڈالے جارہے ہیں۔

آیت ۹:

مفسرین اور مورخین نے جنگ بدر کے معاملہ میں بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض مورخینِ اسلامی اور غیر اسلامی نے لکھ دیا ہے کہ اہل مکہ کا ایک قافلہ تجارت شام سے واپس آرہا تھا۔ تو رسول خداؐ کو اطلاع ملی۔ آپؐ نے اصحاب سے کہا کہ چلو خدا تم کو مالِ غنیمت دے گا اور یہ کہہ کر آپؐ مکہ سے باہر نکلے۔ مگر یہ واقعہ غلط ہے اور مغربی مورخین اور سادہ لوح منافقین کی من گھڑت ہے۔ نہ تاریخ اس کی گواہی دیتی ہے اور نہ قرآن اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ دو گروہ میں سے ایک گروہ پر تم کو فتح ہوگی۔ یعنی یہ دو گروہ تھے ایک قافلہ تجارت جو شام سے واپس آرہا تھا۔ اس کے ساتھ صرف چالیس سوار تھے اور قافلہ کا سردار ابوسفیان تھا۔ اور دوسرا لشکرِ قریش کا تھا جسکا سردار ابوجہل تھا اور ان کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ ابوجہل کی سرکردگی میں جو لشکر آیا تھا وہ مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے آیا تھا اور قافلے تجارت کے لئے تو آیا جایا کرتے تھے۔ اتفاق سے اس وقت دونوں یکبارگی راستہ میں تھے۔ رسول خداؐ نے سوچا کہ اگر انہوں نے مدینہ پر حملہ کیا تو اہل مدینہ کو ہماری وجہ سے نقصان پہنچے گا۔ لہٰذا آپ نے مشورہ کیا تو بعض اصحاب نے تو جنگ کرنے سے ناپسندگی کا اظہار کیا اور بعض اصحاب نے جانثاری کا وعدہ کیا۔ رسول خداؐ نے اصحاب سے پوچھا: **ام العیر احب الیکم ام النفیر**۔ (کیا تم قافلہ پر حملہ کرنا پسند کرتے ہو یا لشکرِ قریش سے جنگ کرنا پسند کرتے ہو۔) مشورہ کے بعد رسول خداؐ نے حکم دیا۔ **سیروا علی اسم اللہ و**

برکتہ وابشر۔ (اللہ کا نام لے کر بڑھو اور اس کی برکت ہوگی تم کو بشارت ہو۔) اصحاب کی رائے تھی قافلہ پر حملہ کیا جائے تاکہ مالِ غنیمت زیادہ ہاتھ آئے مگر رسول خداؐ نے قافلہ پر حملہ کو پسند نہیں کیا بلکہ لشکرِ قریش سے مقابلہ کو ترجیح دی۔ قرآن نے اسی کا ذکر کیا ہے کہ اس وقت مسلمان غیر مسلح قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے مگر خدا چاہتا تھا کہ لشکرِ کفار سے مسلمان مقابلہ کر کے فتح پا کر حق کا اعلان کریں نیز خدا چاہتا تھا کہ وہ کفار قریش کو ایسی شکست دیں کہ ان کا غرور ختم ہو جائے اور ایسا ہی ہوا۔

لشکرِ اسلام جن کی تعداد تین سو تیرہ تھی جب لشکرِ کفار کے مقابلہ میں آیا تو گھبرا گیا۔ ان کی کثرت اور اپنی قلت سببِ پریشانی بن گئی۔ رسولِ خداؐ نے خدا سے دعا فرمائی اور مومنین مخلصین نے بھی دعا کی تو خدا نے ان کی دعا کو قبول کیا اور ملائکہ کے ذریعے لشکرِ اسلام کی مدد کی۔ ملائکہ کا جہاد کے لئے آنا پہلی بار تھا بوجہ شان و احترامِ حضرت محمدؐ و بوجہ دعائے آنحضرتؐ پانچ ہزار ملائکہ مدد کو آئے تھے مگر ہزار ہزار کر کے آئے تھے۔ اسی آیت میں خدا نے فرمایا ہے کہ ہم نے ملائکہ کو اس لئے بھیجا تھا کہ مسلمانوں کو بشارتِ فتح ہو اور ان کے دلوں کو تقویت و اطمینان ہو۔ فرشتوں نے جنگ نہیں کی بلکہ تائیدِ غیبی بن کر آئے اور آخر جنگ بدر مسلمانوں کے حق میں فتح ہوئی اور خدا کا وعدہ سچا ہوا۔

آیت ۱۰، ۱۱:

اس آیت سے ظاہر ہے کہ حقیقی ناصر و مددگار خدا ہے اور بغیر اس کی مدد کے انسان کا کوئی کام نہیں بنتا۔ وہ مومنین کی مدد اس طرح کرتا ہے کہ ان کو دنیا میں عزت و اطمینان حاصل ہو اور آخرت میں نجات و فلاح پائیں۔ دیگر انسانوں کی مدد ان کے کاموں میں اس لئے کرتا ہے کہ وہ اپنی دنیوی کامیابیوں سے متاثر ہو کر وجودِ خدا کے معترف ہوں اور حقائقِ اشیاء کو معلوم کر کے ان کے خالق کا تصور ان کے دلوں میں پیدا ہو اور اگر وہ پھر بھی معترفِ قدرتِ خدا نہ ہوں تو بوجہ اپنی بداعمالی کے مستحقِ عذابِ آخرت ہوں نیز ان کی دنیوی ترقیاں ان کے لئے عذابِ دنیا ثابت ہوں اور وہ خود اپنے کیے کے بدلے ہلاک ہوں۔

ان اللہ عزیز حکیم۔ یقیناً اللہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔ خداوند عالم کائنات و عرش و کرسی و عالمِ قدس تمام پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اس سے بالاتر و بلندتر اور صاحب قدرت کوئی نہیں ہے۔ سب اس کی مخلوق ہیں اور وہ خالق ہے جب وہ کسی کی نصرت کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی لہٰذا جنگِ بدر میں مسلمان کم تعداد اور تقریباً نہتے تھے مگر ایک ہزار جنگجویانِ عرب پر غالب آئے۔ یہ صرف نصرتِ خدا کی بدولت ہوا اور اس میں خدا کی حکمت شامل رہی وہ یہ کہ حق حق ثابت ہوا اور باطل باطل ثابت ہوا۔ وحدانیتِ خدا حق ہے اور باوجود بکثرت انبیاء مبعوث ہونے کے عہدِ حضرت محمدؐ تک جہالت و ضلالت کا دور دورہ تھا۔ اسلام کی پہلی جنگ یعنی جنگِ بدر حق کے

ثابت کرنے کا پہلا زینہ تھی۔ لہٰذا خدا نے اپنی حکمتِ کاملہ کا اظہار فرمایا اور یہ پہلی فتح وحدانیتِ خدا کی لافانی رہے گی جو قیامت تک دینِ اسلام کو باقی رکھے گی۔ یہی وجہ تھی کہ یومِ بدر رسول خداؐ نے دعا میں فرمایا تھا کہ اے خدا اگر آج مسلمان قتل ہو گئے تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی انسان دنیا میں نہ ہوگا۔

ان آیات میں خدا نے مسلمانوں کو جتایا ہے کہ جنگ بدر میں ہم نے کس کس طرح تمہاری مدد کی تھی۔ جب تم پر لشکرِ ابوسفیان کا خوف طاری ہو گیا اور سفر کی تکان سے تم بددل ہو گئے تھے تو ہم نے تم پر نیند غالب کر دی پھر جب تم ریگستان میں پہنچے تو ریت میں تمہارے پیر دھنس جاتے تھے۔ تم کو چلنا دشوار تھا تو جنگ کیا کرتے تو ہم نے بارش کر کے زمین کو چلنے کے قابل بنا دیا۔ تمہارے دلوں میں شیطان نے شکست کا وسوسہ پیدا کر دیا تھا ہم نے اپنی آیات دکھا کر تم کو قوی دل بنا دیا۔ اور جب تم پر پھر بھی خوف طاری ہوا تو ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو قوی دل بناؤ اور ان کو ثابت قدم رکھو۔ میں نے یہ بھی وعدہ کیا کہ میں کافروں کے دلوں میں رعبِ اسلام ڈال دوں گا۔ وہ مقابلہ کی طاقت ہی نہ رکھیں گے۔

خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اگر وہ اس طرح مدد نہ کرتا تو جنگِ بدر کی فتح نہ ہوتی اور مطابقِ قولِ حضرت محمدؐ شکستِ بدر کے بعد دنیا میں خدا کی عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ جنگِ بدر کی فتح ہی مدارِ تبلیغ احکامِ اسلام ہوئی۔

آیت ۱۲:

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ خدا نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ کافروں کی گردنوں پر ضرب لگاؤ۔ اگر یہ حکم فرشتوں کے لئے ہوتا تو ایک ہی فرشتہ لشکرِ کفار کو ختم کر دیتا نہ کہ پانچ ہزار فرشتے صرف ستر کفار کو مارتے۔ مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ حکم اہلِ اسلام کو ہے کہ تم کافروں کی گردنیں مارو۔ ان کا عضو عضو کاٹو اور ایسا ہی ہوا بھی کہ صرف حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے ہاتھ سے چھتیس (۳۶) جنگجویانِ کفار قریش قتل ہوئے تھے اور دیگر مسلمانوں نے چونتیس (۳۴) کفار کو قتل کیا تھا۔

آیت ۱۳:

یہ حکم عام نہیں ہے کہ خدا اور رسولؐ کے منکر کی سزا اس کا قتل ہے۔ مگر اس کے لئے اجازتِ رسولؐ یا اجازتِ امامؑ زمانہ کی ضرورت ہے۔ یہ حکم کافر حربی یعنی ان کافروں کے لئے ہے جو مسلمانوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تمام کافروں کے لئے یہ حکم نہیں ہے جو سنتِ رسولؐ اور احادیثِ رسولؐ سے واضح طور پر ثابت ہے۔

آیت ۱۴:

خدا اور رسول کے مخالفین کو دنیا میں بھی سزا ملتی ہے کہ وہ جہاد میں قتل کیے جاتے ہیں، اسیر کیے جاتے ہیں اور جو خدا اور رسولؐ کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے جہنم کی سزا بھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیت ۱۵،۱۶:

خداوندِ عالم نے ان آیات میں آدابِ جنگ تعلیم کیے ہیں۔ (ا) یہ کہ جب گھمسان کی لڑائی ہو اور دشمن حملہ کر رہا ہو تو مسلمان کا فرض ہے کہ جم کر مقابلہ کرے اور کسی حالت میں بھی پشت دکھا کر نہ بھاگے، قتل ہو جائے تو شہید ہوگا اور لڑتا رہے گا تو غازی ہوگا۔ دونوں حالتوں میں دین و دنیا میں سرخ رو ہوگا۔ (ب) البتہ اگر وہ تنہا دشمنوں میں گھر گیا ہو اور اس کو اندیشہ ہو کہ وہ قتل ہو جائے گا اور اس کے قریب اس کا لشکر موجود ہو تو وہ اس لشکر میں شامل ہونے کے لئے فرار اختیار کر سکتا ہے۔ اس کا یہ فرار فرار نہ ہوگا بلکہ حفاظتِ جان اور نصرت لشکرِ اسلام ہوگی۔ (ج) دشمن کے مقابلہ میں اس کو دھوکا دے کر قتل کرنا مقصود ہو اور اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو وہ اس کے مقابلہ سے کترا کر پینترا بدل کر اس کو قتل کر دے۔ (د) ان مذکورہ صورتوں کے علاوہ اگر مسلمان میدانِ جہاد کو چھوڑ کر بھاگتا ہے تو وہ غضبِ خدا کا مستحق ہوتا ہے۔ (ر) مفرور کی سزا یہ ہے کہ وہ جہنم کا مستحق ہو اور جہنم عذابِ خدا کا بدترین ٹھکانہ ہے۔ (ھ) مسلمان کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ میدانِ جہاد میں اس کی نصرت (مدد) کرنے والا خدا موجود ہے۔ اس کی مدد ملائکہ کریں گے، وہ فتح پائے گا تو خدا کی مدد سے فتح پائے گا اور اگر شہید ہوگا تو رحمتِ خدا میں ہمیشہ رہے گا۔ مردِ مجاہد اس بات پر ناز نہ کرے کہ اس نے دشمنوں کو قتل کیا بلکہ دشمنوں کو مارنے والا خدا ہے، وہی موت دیتا ہے۔

آیت ۱۷:

مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہئے کہ نصرت خدا کی طرف سے ہے۔ چنانچہ جنگ بدر میں جب کفار نے مٹھی بھر مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا تو رسولِ خداؐ نے خدا سے دعا کی: **اللّٰھم انجزنی بما وعدتنی**۔ (اے خدا اپنے وعدہِ نصرت کو پورا کر۔) اس کے بعد آپؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ وہ چند سنگ ریزے اُٹھا کر دیں۔ پھر آپؐ نے **شاھت الوجوہ** کہہ کر وہ سنگ ریزے لشکرِ کفار کی جانب پھینکے۔ ایک میمنہ دوسرا میسرہ اور تیسرا قلب لشکرِ کفار پر گرا۔ ان پر رعب و دہشت طاری ہوگئی۔ مسلمانوں نے حملہ کیا آخر ستّر (۷۰) کافر قتل ہوئے اور ستر کفار قید ہوئے۔ مزید یہ کہ مالِ غنیمت مسلمانوں کو ملا۔ فتح حاصل ہوئی۔ خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ اے محمدؐ وہ سنگ ریزے تم نے نہیں پھینکے تھے بلکہ ہم نے پھینکے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ تمہارا فعل ہمارا فعل ہے اور ہم نے ان پتھروں میں یہ تاثیر دی تھی کہ لشکرِ کفار کے دل دہل گئے۔ بعض مفسرین نے **وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمیت ولٰکنّ اللّٰہ رَمٰی**۔ کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ جنگ احد میں ابی بن خلف جمحی شہسوار نے رسول اللہؐ پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے اس کو دور کرنا چاہا مگر رسولِ خداؐ نے فرمایا تم ہٹ جاؤ میں اس کو قتل کر دوں گا۔ یہ کہہ کر آپ نے ابی بن خلف پر وار کیا۔

لوگوں نے سمجھا کہ وار خالی گیا مگر جب ابی بن خلف سے پوچھا تو اس نے کہا کہ محمدؐ نے مجھ پر ایسا وار کیا ہے کہ اگر وہ تمام اہل زمین پر پڑتا تو سب ہلاک ہو جاتے۔ تم نے یوم بدر محمدؐ سے نہیں سنا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ میں تجھ کو قتل کر دوں گا چنانچہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

آیت ۱۹:

جنگ بدر میں کفارِ مکہ کو شکست ہوئی۔ جس وقت ابوجہل وغیرہ مدینہ پر حملہ کرنے کو چلے تھے تو کعبہ میں آ کر دعا کی تھی: اللّٰھم انصر احبّ الفئتین۔ (اے خدا ان دونوں گروہوں میں سے جس کو تو زیادہ دوست رکھتا ہے اس کی مدد کر۔) چنانچہ خدا نے بطریق طنز فرمایا کہ تم نے دعا کی تھی کہ جو گروہ تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اس کی مدد کر۔ میں نے مسلمانوں کی مدد کی۔ اب اگر تم عقل رکھتے ہو تو تم مسلمانوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہی تمہاری فتح ہوگی کہ دین و دنیا ملے گی۔ اور اگر اب بھی تم باز نہ آؤ گے تو یاد رکھو جس طرح اب ذلیل و اسیر ہوئے ہو اسی طرح ہم تم کو پھر ذلیل اور قتل کریں گے اور تمہارے لشکر کی کثرت اور دولت اور اسلحہ تمہارے کام نہ آئے گا کیونکہ اہلِ اسلام کو ہماری نصرت حاصل ہوگی۔

یہ آیت تہدید ہے کفار کے لئے کہ وہ اپنی چالوں سے باز آئیں اور یہ جان لیں کہ خدا اہل ایمان کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اہلِ ایمان پر کفار کو فتح حاصل نہیں ہو سکتی اور یہی آیت بشارت ہے اہل ایمان کے لئے کہ وہ ہمیشہ مطمئن رہیں کہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ ان کا ناصر و مددگار ہے۔ لہٰذا ان کو دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات ملے گی۔ بشرطیکہ وہ خدا کی اطاعت کریں۔

آیت ۲۰:

اہل ایمان کو حکم ہے کہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمدؐ کی اطاعت کریں۔ یہ حکمِ قرآن دوامی ہے۔ جب تک قرآن کی کتاب باقی ہے اس وقت تک یہ حکمِ اطاعتِ رسولؐ بھی باقی ہے۔ حیاتِ رسولؐ میں اہلِ اسلام کو حکم تھا کہ وہ خدا اور رسولؐ کی اطاعت کریں۔ اسی طرح قیامت تک کے آنے والوں کی نسلوں کے لئے یہ حکم عام ہے۔ بغیر اطاعتِ رسول اللہؐ اطاعت خدا ناممکن ہے۔ اس پر تاکید ہے کہ رسولؐ سے منہ نہ پھیرو۔ جبکہ تم سن رہے ہو کہ قرآن میں ہم نے کہہ دیا ہے کہ محمدؐ ہمارا رسولؐ ہے۔ اگر تم نے اطاعتِ رسولؐ میں سستی کی تو تمہارا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو سن کر ان سنی کر دیتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ خداوندِ عالم قیامت تک آنے والے لوگوں کو ہدایت دے رہا ہے کہ کبھی قولِ محمدؐ سے انحراف نہ کرنا اور فعلِ محمدؐ کی پیروی کرتے رہنا۔ اگر اس کے خلاف کرو گے تو یاد رکھو تمہارا شمار ایسے جانوروں میں ہوگا جو بدترین ہیں۔

آیت ۲۲:

یہ خطاب عہدِ رسولؐ کے تمام انسانوں خصوصاً ان مسلمانوں سے ہے جو بظاہر مسلمان بہ باطن منافق تھے کہ رسول خداؐ کے کلام کو سن کر اس کا اثر نہیں لیتے تھے تو خدا نے بتایا ہے کہ جو انسان معقول بات کو نہیں سمجھتا اور جان بوجھ کر انجان بنتا ہے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ جانور بھی فطری شعور کے مطابق سمجھتے ہیں۔ پھر خدا نے فرمایا کہ بدترین جانور تو وہ انسان ہیں جو باوجود قدرتِ ادراک بہرے ہیں اور گونگے ہیں اور نہ کچھ سننے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ کچھ حق کے مطابق بولنے ہی کو پسند کرتے ہیں۔ وہ ایسے گمراہ ہیں کہ ان کو حق بات سناؤ تو وہ اس سے بھاگتے ہیں۔ اگر ان میں نیک بات قبول کرنے کی صلاحیت باقی ہوتی تو ضرور اللہ کے کلام کا اثر ان پر ہوتا۔ دنیا میں لاتعداد انسان اب بھی ایسے ہیں جو باوجود عقل و دانش کے جانوروں سے بدتر ہیں۔ وہ کبھی غور نہیں کرتے کہ ان کا خالق کون ہے؟ کائنات کا خالق کون ہے؟ اس کو کس غرض سے بنایا گیا ہے؟ خود ان کی غرضِ خلقت کیا ہے؟ کیا صرف حیوانات کی طرح کھانا پینا اور توالدوتناسل ہی ان کی غرضِ خلقت ہے یا وہ اس سے بالاتر خصوصیت کے مستحق ہیں؟

آیت ۲۴:

مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ احکامِ خدا اور رسولؐ کو بہ دل قبول کرے اور ان کو اپنی زندگی کے ہر کام سے زیادہ ترجیح دے۔ کیونکہ اول وہ مسلمان ہے بعد کو کچھ اور۔ یہ حکم حیاتِ رسولؐ کے ہی لئے خاص نہیں ہے بلکہ جب تک قرآن اور احکامِ رسولؐ وسیرتِ رسولؐ موجود ہے ہر مسلمان پر اس کی پیروی سب کاموں سے زیادہ ضروری ہے۔

ایک روز رسولِ خداؐ کا گزر ابن اعرابی کی طرف ہوا۔ وہ نماز میں تھے۔ رسول خداؐ نے آواز دی۔ ابن اعرابی نے جلدی جلدی نماز ختم کی اور حاضر ہوئے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: **مامنعك عن اجابتي**۔ (کس چیز نے تم کو میرے پاس آنے سے روکا۔) اس نے عرض کیا نماز نے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تجھ کو خبر نہیں ہے کہ خدا کی طرف سے یہ وحی ہو چکی ہے **استجیبو الله وللرسول**۔ (خدا اور رسولؐ کے بلانے کا فوراً جواب دو۔) ابن اعرابی نے معذرت کی۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں آج تم کو وہ سورہ بتاتا ہوں جو توریت، انجیل، زبور میں بھی نہیں ہے، یہ سبع مثانی سورہ حمد ہے۔

احکامِ خدا اور رسولؐ کا ماننا ان پر عمل کرنا حقیقی زندگی ہے۔ اسی سے دنیا میں عزت اور عاقبت میں حیاتِ ابدی ملتی ہے۔

خدا نے قرآن میں فرمایا ہے: **نحن اقرب الیه من حبل الورید**۔ (سورہ قٓ، آیت:۱۶)۔ (ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔) اسی طرح خدا نے فرمایا ہے کہ قلبِ انسان منزلِ خدا ہے۔ انسان ہر بدی پر مطلع ہوتا ہے اور اس کو بدی کا کرنا برا معلوم ہوتا ہے اور ہر نیک فعل پر مطمئن ہوتا ہے اور مومن کا قلب تو بیت اللہ، (اللہ کا

گھر) ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب تم کسی کو غلط کام کرتے دیکھو تو خاموش نہ رہو۔ اس کی اصلاح کرو۔ کیونکہ عذابِ خدا جب آتا ہے تو خاص و عام اس میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ ظالم کو بعوض ظلم اور دوسروں کو بوجہ منع نہ کرنے کے عذاب پہنچتا ہے۔

آیت ۲۵:

واتقوا فتنة کی تفسیر میں حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ **نزلت فی علی وعمار وطلحة وزبیر**۔ (یہ آیت علیؑ وعمار وطلحہ وزبیر کے بارے میں نازل ہوئی) زبیر نے کہا کہ مدتوں ہم نہیں سمجھے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ سدیؒ نے روایت کی ہے کہ یہ آیت روزِ جنگِ بدر نازل ہوئی اور جنگ جمل میں اس فتنہ کا اظہار ہوا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے فرمایا: **من ظلم علیًا مقعدی هذا بعد وفاتی فکانما جحد نبوّتی و نبوة الانبیاء قبلی**۔ (جس نے میری جانشینی پر علیؑ پر ظلم کیا میری وفات کے بعد پس گویا اس نے میری نبوت اور تمام انبیاءؑ جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی نبوت سے انکار کیا۔) ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسولِ خداؐ سے اصحاب نے پوچھا کہ اے خدا کے رسولؐ اگر ہماری زندگی میں وہ فتنہ آجائے تو کیا کریں؟ تو فرمایا کہ اپنی جگہ بیٹھ جاؤ انہوں نے پوچھا: اگر ہم بیٹھے ہوں؟ تو فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو روک لو۔ مظلوموں میں سے ہو، نہ کہ ظالم ہو۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: **یاعمار انه سیکون بعدی هنات حتی یختلف السیف بینهم وحتیٰ تقتل بعضهم بعضا وحتی یبرء بعضهم من بعض فاذا رایت ذٰلك فعلیك بهٰذا الاصلع عن یمینی علی ابن ابیطالب فان سلك الناس کلهم وادیا وسلك علی وادیا فاسلك وادی علی دخل عن الناس۔ یا عمار ان علیا لایردك عن هدی ولایدلك علی ردی۔ یاعمار طاعته طاعتی وطاعتی طاعة الله**۔ (اے عمار میرے بعد فتنہ ہوگا اور مسلمانوں کے درمیان تلواریں چلیں گی۔ بعض بعض کو قتل کریں گے اور بعض سے بعض بیزار ہوں گے۔ اس وقت اے عمار تو اس مردِ صالح جو میرے داہنے جانب ہے جو علیؑ ابن ابی طالب ہے سے متمسک رہنا۔ اگر تمام لوگ ایک وادی میں ہوں تو تم علیؑ کی وادی میں رہنا۔ لوگوں کو چھوڑ دینا۔ علیؑ تم کو راہِ راست سے نہ ہٹائے گا اور ہلاکت کی طرف رہنمائی نہ کرے گا۔ اے عمار علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے)۔ (شواہد التنزیل مولفہ حاکم ابوالقاسم حسکانی۔ عن قتادہ عن سعید بن المسیب عن ابن عباس تفسیر **اتقوا فتنة** الخ۔)

آیت ۲۶:

خطاب مہاجرین سے ہے کہ وہ قبولِ اسلام سے پہلے کمزور تھے، دوسری اقوام کے زیردست تھے اور ہمہ وقت ڈرتے رہتے تھے مگر قبولِ اسلام کے بعد مدینہ شہر ملا، فتوحات خدا نے عطا کیں اور مالِ غنیمت دلا کر مال دار کر دیا۔

آیت ۲۷:

ابوسفیان نے جب مدینہ پر حملہ کرنا چاہا تو اس کی اطلاع رسولِ خداؐ کو جرائیلؑ نے دی تھی اور یہ مشورہ دیا کہ ان پر یکایک حملہ کردیا جائے۔ اس کی اطلاع ایک منافق نے ابوسفیان کو کردی۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ یہ فعل خدا اور رسولؐ سے خیانت کرنا ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ آیت ابولبابہ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ رسول خداؐ نے یہودان بنی قریظہ کا اکیس (۲۱) دن محاصرہ کیا۔ اور پیغامِ صلح پر رسول خداؐ نے سعد بن معاذؓ کے حکم (پنچ) بنانے پر رضامندی ظاہر کی۔ بنی قریظہ نے ابولبابہ کو بلا کر اس بارے میں پوچھا تو ابولبابہ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔ مطلب تھا کہ وہ یہ حکم دیں گے کہ تم کو قتل کردیا جائے۔ ابولبابہ نے یہ خیانت کی تھی۔ لہٰذا اپنے کو ستونِ مسجد سے باندھ کر کھانا پینا چھوڑ دیا۔ کئی روز فاقہ کیا آخر بے ہوش ہوگیا۔ تو یہ معافی کی آیت نازل ہوئی تو ستون سے اس کو کھولا گیا پھر ابولبابہ نے اپنی تمام جائداد خیرات کرنی چاہی تو حکمِ رسولؐ سے ایک تہائی خیرات کردی تاکہ توبہ قبول ہوجائے۔

آیت ۲۹:

بندہ جب دل میں خوفِ خدا جاگزیں کرتا ہے تو اس کے ضمیر میں روشنی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ حق و باطل میں تمیز کرلیتا ہے اس طرح برائیوں سے بچتا ہے۔

آیت ۳۰:

خدا نے حضرت محمدؐ کو واقعۂ ہجرت یاددلایا ہے کہ قبائل عرب نے مل کر اپنے نمائندے منتخب کیے تھے اور چاہا تھا کہ رسولِ خداؐ کو قتل کردیں، رات کو گھر گھیر لیا تھا تو رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلایا، اپنی چادر اڑھائی اور خود مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

آیت ۳۱:

قرآن خدا کی کتاب ہے اس لئے وہ تمام علوم ظاہر و باطن کی جامع ہے۔ اس کی مثل کوئی کتاب نہیں۔ مگر کفارِ مکہ اتنے سرکش تھے کہ وہ قرآن کو کتابِ خدا ماننے پر تیار نہ تھے اور کہتے تھے کہ قرآن میں صرف قصے اور کہانیاں ہیں اور بس۔ نضر بن حارث بغرض تجارت ایران گیا اور رستم اور اسفندیار ملوکِ عجم کے قصے خرید لایا۔ ان کو عربی میں ترجمہ کیا اور کہا کہ محمدؐ کے قرآن سے زیادہ شیریں اور دلچسپ قصے میرے پاس ہیں۔

جب عثمان بن مظعونؓ نے یہ سنا تو نضر سے کہا: خدا سے ڈر اور ایسی بات نہ کہہ کیونکہ محمدؐ حق پر ہیں اور جو وہ کہتے ہیں وہ بھی سچ ہے۔ سعید بن جبیرؓ کی روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے روزِ جنگِ بدر تین قیدیوں کو ہلاک کیا۔ مطعم بن عدی

وعقبہ بن ابی معیط ونضر بن حارث۔ نضر مقدادؓ کا اسیر تھا۔ مقدادؓ نے سفارش کی تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ نضر نے کتابِ خدا کے بارے میں کیا کہا ہے؟ بہر حال نضر کو ہلاک کیا گیا، عقبہ بن ابی معیط کو بھی ہلاک کیا گیا۔ گوکہ اس نے رسول خداؐ سے درخواست کی: یامحمد اسئلك بالرحم بيني وبينك۔ (اے محمدؐ میں اپنے اور آپ کے درمیان میں جو رشتہ ہے اس کے واسطے سے صلہ رحم کی درخواست کرتا ہوں۔) رسول خداؐ نے فرمایا: لارحم بيني وبينك، قطع الله بالاسلام الرحم۔ (میرے تیرے درمیان کوئی قرابت داری نہیں ہے۔ خدا نے اسلام کے ذریعہ کافروں کی قرابت کو ختم کر دیا ہے۔) حدیثِ رسولؐ سے واضح ہو گیا کہ دینِ اسلام کافروں کے ساتھ صلہ رحم کو منع کرتا ہے اور اگر رسول خداؐ نے اپنی حیات میں اگر کسی اپنے قرابت دار کے ساتھ صلۂ رحم کیا ہے تو وہ یقیناً کافر نہ تھا۔

آیت ۳۳:

اہلِ نظر جانتے ہیں کہ پچھلی امتوں پر عذاب آئے اور ان کو فنا کر دیا گیا مگر زہے عظمتِ محمدؐ کو خدا نے وعدہ فرمایا کہ اے محمدؐ جب تک تم ہو ہم امت کو عذاب نہ کریں گے اور تاریخ شاہد ہے کہ حیاتِ رسولؐ اور بعد وفاتِ رسولؐ آج تک امت محمدؐ پر عام عذاب نہیں ہوا حالانکہ ان کے اکثر دین سے غافل اور گناہانِ کبیرہ کے مرتکب ہیں مگر قران ان کو قیامت تک ہدایت کرتا رہے گا۔ علاوہ بریں استغفار کرنے والے مومن اور خالص اللہ کے بندے بھی موجود ہیں اور ہر زمانہ میں موجود رہیں گے لہٰذا ان کی وجہ سے بھی عذاب نہیں آئے گا۔ خدا کے یہ دونوں وعدے قران میں موجود ہیں۔ خدا مسلمانوں کو توفیقِ ہدایت فرما دے۔ آمین۔

آیت ۳۴:

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر کفارِ مکہ نے رسول اللہؐ اور مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت نہ دی اور واپس کر دیا۔ یہ بڑا جرم تھا کہ خدا کے گھر سے خدا کے بندوں کو واپس کیا گیا لہٰذا خدا نے کفارِ مکہ کو دنیوی عذاب دیا کہ وہ قتل ہوئے، اسیر ہوئے اور آخر خانہ کعبہ کی تولیت رسول اللہؐ و مومنین کے قبضہ میں آ گئی۔

خدا نے اس آیت میں ظاہر فرمایا کہ کعبہ خانۂ خدا ہے اس کی حفاظت ونگرانی و خدمت صرف متقین اور مومنینِ صالحین کر سکتے ہیں دوسروں کو یہ حق نہیں ہے۔ چنانچہ ابتدائے تعمیر کعبہ سے اس کے متولی موحد، خدا پرست اور متقی ہی رہے۔ یہ شرفِ تولیت معمارِ کعبہ حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ اور ان کی اولاد میں رہا لہٰذا کفارِ مکہ کو یہ حق نہ تھا کہ وہ جس گھر کے متولی نہیں ہیں اس کی زیارت سے نیکوکاروں کو روکیں چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ان کا رسول اللہؐ کو روکنا غلط تھا اسی لئے وہ مستحقِ عذاب ہوئے۔

آیت ۳۵:

عہدِ اسلام سے پہلے کفارِ مکہ نے خانہ کعبہ میں بت رکھ رکھے تھے۔ طواف برہنہ ہوکر کرتے تھے۔ سیٹیاں بجانا، تالیاں بجانا ہی ان کی عبادت تھی۔ خدا نے اس طریقہ کوممنوع قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ خانہِ خدا میں لہو ولعب اور دنیوی کام کرنا احترامِ خانہِ خدا کے خلاف ہے اس لئے ممنوع ہے۔

آیت ۳۶:

مساجد میں جانے سے نمازیوں کو روکنا فعلِ قبیح ہے اور سببِ عذاب ہے۔ جب جنگ بدر میں کفار کے ستّر (۷۰) افراد قتل ہوگئے اور ستّر (۷۰) قید ہوگئے تو اہل مکہ نے باہم مشورے کیے اور کہا کہ محمدؐ نے ہمارے ساتھ براسلوک کیا۔ لہٰذا اس کا انتقام لیا جائے چنانچہ اشراف مکہ ابوجہل بن ہشام و عتبہ وشیبہ پسران عبدالشّمس و بنیہ و منبہ پسران حجاج وابوالبختر ی و ہشام ونضر بن حارث وحکیم بن خرام و ابی بن خلف و ذمعہ بن اسود نے باہم طے کیا کہ ہم باری باری لشکرِ کفار کو کھانا دیں گے نیز جنگ بدر میں جو کافر مارے گئے تھے ان کے ورثا نے بھی مالی مدد کی اور لشکر کثیر جمع کرنے لگے۔ سعید بن جبیرؓ نے کہا ہے کہ صرف ابوسفیان نے دو ہزار حبشی غلام دیئے تھے اور کفار قریش نے پچاس ہزار مثقال سونا فراہمی لشکر میں خرچ کیا۔ مگر خدا کا وعدہ سچا نکلا کہ ان کا وہ سارا مال ان کے لئے حسرت بن گیا کیونکہ وہ مغلوب ہوئے اور خدا نے اپنے رسولؐ کو ہر غزوہ میں فتحیاب کیا اور فتحِ مکہ بھی عطا کی۔

آیت ۳۷:

انسان دو (۲) طرح کے ہیں۔ یا تو وہ خدا پرست، خداشناس ہیں۔ وہ طیب و پاک ہیں۔ جنت پاک لوگوں کا مقام ہے لہٰذا نیکوکار جنت میں جائیں گے۔ دوسری قسم کے لوگ کافر، منافق اور مشرک ہیں۔ یہ سب خبیث اور نجس ہیں لہٰذا ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

آیت ۳۸:

اللہ تعالیٰ رحیم رحمٰن ہے لہٰذا اس نے دشمنانِ اسلام کو بار بار دعوت دی ہے کہ وہ توبہ کرلیں اور خدا ورسولؐ کی نافرمانی سے باز آئیں تو خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی پچھلی خطائیں معاف کردے گا۔ خدا کا یہ پیغام اور وعدہ قیامت تک کے آنے والوں کے لئے ہے۔

خداوندِ عالم نے کافروں کو یاد دلایا ہے کہ ان کی نافرمانیوں نے ہمیشہ ان کو مغلوب کیا۔ فرعون، نمرود وغیرہ جبار تھے مگر وہ سب برباد وفنا کردیئے گئے۔ لہٰذا ہر عہد کے کافروں کو سوچنا چاہئے کہ ان کا انجام بھی یہی ہوگا کہ وہ عذابِ

الٰہی میں گرفتار رہیں گے۔ دنیا میں وہ باہم جنگ وجدال کر کے برباد رہیں گے اور عاقبت میں دائمی عذابِ جہنم کے سزاوار ہوں گے۔ نیز دنیا میں وقتاً فوقتاً زلزلوں اور طوفان کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

آیت ۳۹:

خدا کا یہ حکم اہلِ اسلام کے لئے ہے کہ وہ کافروں اور مشرکوں سے جنگ کریں اور یہاں تک جنگ کریں کہ روئے زمین پر کوئی کافر باقی نہ رہے۔ رسول خداؐ نے تیرہ (۱۳) سال مکہ کے لوگوں کی ہدایت میں گزارے اور دس (۱۰) سال بعدِ ہجرت مدینہ میں مسلسل کافروں سے جہاد کیا ساتھ ہی دس (۱۰) سال کی اس قلیل مدت میں حلقۂ اسلام کو دور تک پھیلا دیا، لاکھوں مسلمان بنا دیئے اور کفار کو قتل کیا۔ مگر بعد کے آنے والے مسلمانوں نے اس حکمِ خدا کو پس پشت ڈال دیا اور خلافت کو شاہی میں تبدیل کر دیا۔ اگر مسلمان اس حکمِ خدا کی تعمیل کرتے رہتے تو روئے زمین پر مسلمان ہی مسلمان نظر آتے۔ مگر رسول اللہؐ کی وفات کے چند ہی سال کے بعد کارِ تبلیغ بند ہو گیا اور آج چودہ سو سال گزر چکے کہ اس آیت کے حکم پر عمل نہیں ہے۔ زرارہ وغیرہ نے ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے: لم یجئ تاویل ھٰذہ الایۃ بل یکون فی زمان قد قام قائمنا فیہ۔ (یعنی اس آیت کی تاویل اب تک واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ اس زمانہ میں ہوگی جب قائم آل محمدؐ حضرت مہدیؑ تشریف لائیں گے) اور ان کے عہد میں شرک وکفر کا نام نہ رہے گا۔

آیت ۴۰:

اس آیت میں خدا نے ظاہر فرمایا ہے کہ اگر کافر اپنے کفر سے باز آجائیں تو خدا جو ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے مطابقِ عمل سزا وجزا دے گا۔ نیز مسلمانوں سے خدا کا وعدہ ہے کہ اگر کافر کفر سے باز نہیں آتے تو تم جہاد کرو۔ خدا تمہاری مدد کرے گا اور اس سے بہتر مددگار کوئی نہیں ہے۔ معنی یہ ہیں کہ تم امداد ونصرتِ خدا پر ہمیشہ اعتماد رکھو۔ کبھی بددل نہ ہو تم کبھی مغلوب نہ ہوگے بلکہ فاتح ہی رہوگے۔

الجزء ۱۰

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ
لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَ
الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ
كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى
عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى
الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾

اورتم جان لوکہ جوتم نے مالی فائدہ یامال غنیمت حاصل کیا یقیناً اس کا پانچواں حصّہ خدا اور رسولؐ کا اور (رسولؐ کے) قرابتداروں کا اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔ بشرطیکہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس مدد پر (ایمان لائے ہو) جو ہم نے اپنے بندے پر حق و باطل کو علیٰحدہ کرنے کے دن (یومِ جنگِ بدر) نازل کی تھی، جس دن دو جماعتوں میں مڈبھیڑ ہوگئی تھی اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔(۴۱)

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ
بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ
مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي
الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ
مَفْعُوْلًا ۬ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ
وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ
لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۴۲﴾

اس وقت کو یاد کرو جب تم نزدیک کی گھاٹی میں تھے اور انتہائی سرے پر، اور سوار جماعت تم سے نیچے کی طرف تھی اور اگر تم ایک دوسرے سے وعدہ کر لیتے تو تم وعدہ کے وقت نہ پہنچتے۔ لیکن (ایسا اس لئے کیا گیا) کہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو (مشیتِ الٰہیہ میں) طے کیا جا چکا ہے اور تا کہ ہلاک ہو وہ جو دلیل و حجت سے ہلاک ہو چکا ہے اور تا کہ زندہ رہے وہ جو دلیل سے زندہ ہو چکا ہے اور یقیناً اللہ ضرور سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۴۲)

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَ
لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ
فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے تمہارے خواب میں ان کو کم کر کے دکھایا تھا اور اگر وہ ان کو زیادہ کر کے دکھاتا تو تم ضرور ہمت ہار دیتے اور تم ضرور اس معاملہ میں باہم جھگڑا کرتے۔ لیکن اللہ نے بچا لیا۔ یقیناً وہ لوگوں کی حالت سے خوب واقف ہے۔(۴۳)

وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ تمہاری ایک دوسرے

اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع

سے مڈبھیڑ ہوئی تھی تو ان کو تمہاری نگاہوں میں کم دکھایا تھا اور تم کو ان کی نگاہوں میں کم کر کے دکھایا تھا تاکہ اللہ پورا کر دے اس کام اور فیصلے کو جو ہو چکا ہے اور تمام معاملات کی بازگشت اللہ کی طرف ہے۔(۴۴)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ ج

اے ایمان والو! جب کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ (جنگ) ہو جائے تو ثابت قدم رہا کرو اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو تاکہ شاید تم فلاح حاصل کر سکو۔(۴۵)

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ ج

اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم ہمت ہار جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور تم صبر کیا کرو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(۴۶)

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾

اور تم ان لوگوں کی مانند نہ ہو جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو راہِ خدا سے روکتے تھے اور جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں اللہ ان کو گھیرے ہوئے ہے۔(۴۷)

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ

اور جب شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں خوبصورت بنا دیا اور کہا کہ آج آدمیوں میں سے تم پر کوئی غالب نہ آئے گا، اور میں تمہارا حمایتی ہوں۔ پس جب دونوں گروہ مقابل ہوئے تو شیطان اپنے پچھلے پاؤں پلٹ گیا اور اس نے کہا کہ میں تم سے الگ ہوں۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ میں اللہ

ع اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴۸

سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔(۴۸)

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۹

(اور اس وقت کو یاد کرو) جب کہ منافق اور جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری تھی کہنے لگے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکہ دیا ہے اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ غالب حکمت والا ہے۔(۴۹)

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۵۰

اور اگر تم اس وقت دیکھتے جب فرشتے ان کافروں کی روح قبض کرتے تھے اور ان کے چہروں اور پشت پر مارتے جاتے تھے اور (کہتے تھے) کہ جلنے کی سزا کا مزہ چکھو۔(۵۰)

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۙ ۝۵۱

یہ اس کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھ پہلے کر چکے ہیں اور یقیناً اللہ بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے۔(۵۱)

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲

جیسے فرعون والوں کی اور ان سے پہلے والوں کی حالت ہوئی کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کا انکار کیا اور اللہ نے ان کے گناہوں کے بدلے میں ان کو گرفتار کیا۔ یقیناً اللہ سخت عذاب دینے میں قوی ہے۔(۵۲)

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ ۝۵۳

یہ اس لئے کہ اللہ کسی نعمت کا جو کسی قوم کو عطا کی ہو بدلنے والا نہیں ہے۔ جب تک وہ اپنے نفسوں کی حالت کو خود نہ بدل ڈالیں اور یقیناً اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔(۵۳)

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ

جیسے کہ فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کی

قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

حالت ہوئی کہ انہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا اور ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے بدلے میں ہلاک کر دیا اور ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا اور (کیونکہ) سب کے سب ظالم تھے۔ (۵۴)

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾

یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین حیوانات (جاندار) وہ لوگ ہیں جو کافر ہوگئے اور وہ ایمان نہیں لائے۔ (۵۵)

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾

وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر وہ اپنے عہد کو ہر ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور وہ ذرا نہیں ڈرتے۔ (۵۶)

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

پس اگر تم ان پر لڑائی میں قابو پا جاؤ تو ان کے ذریعہ سے ان کو جو ان کی پُشت پر ہیں تتر بتر کر دینا کہ پھر شاید ان کو سبق مل جائے۔ (۵۷)

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ ع

اور اگر تم کو کسی قوم سے خیانت (عہد شکنی) کا خوف ہو تو تم بھی مساوی حیثیت سے ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو۔ یقیناً خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (۵۸)

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾

اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ وہ بازی لے گئے ہیں۔ یقیناً وہ (ہم کو) عاجز نہ کر سکیں گے۔ (۵۹)

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ

اور جو قوت تم فراہم کر سکتے ہو اور جتنے پالتو گھوڑے تم رکھ سکتے ہو (جنگ کے لئے) ان کو تیار

اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا
تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَ مَا
تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ
اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾

رکھو کہ ان کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن اور ان کے علاوہ دوسروں کو جو ان کے علاوہ ہیں ڈراتے رہو گے۔ تم ان کو نہیں جانتے ہو اللہ ان کو (خوب) جانتا ہے۔ اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے، وہ تم کو پورا ملے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا (تمہارا حق کم نہ ہوگا)۔(۶۰)

وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ
تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾

اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو بے شک وہ بڑا سننے والا جاننے والا ہے۔(۶۱)

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ
حَسْبَكَ اللّٰهُ ۗ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ
وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

اور اگر وہ تم کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو یقیناً اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔ وہ وہی ہے کہ جس نے تمہاری مدد اپنی نصرت سے اور مومنین کے ذریعے کی ہے۔(۶۲)

وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۗ لَوْ اَنْفَقْتَ
مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ
قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۗ اِنَّهٗ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

اور (اللہ نے) ان کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اگر زمین میں جو کچھ بھی ہے تم وہ سب بھی خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے تھے۔ لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا کر دی۔ وہ یقیناً غالب حکمت والا ہے۔(۶۳)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع ۸

اے نبی (محمدؐ) تیرے لئے اللہ کافی ہے اور وہ (کافی ہے) جو مومنین میں سے تیری پیروی کرے۔(۶۴)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۝۶۵

اے نبی مومنین کو جنگ پر آمادہ کرو۔ اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے، تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے۔ اور اگر تم میں سے سو ہوں گے تو وہ کافروں میں سے ہزار پر غالب رہیں گے۔ اس لئے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ (۶۵)

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝۶۶

اب اللہ نے تمہارے بارے میں تخفیف (کمی، آسانی) کر دی اور یہ جان لیا کہ تم میں ضعف (کمزوری) ہے۔ پس اگر تم میں سے صبر کرنے والے سو ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ہزار ہوں گے تو وہ حکمِ خدا سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (۶۶)

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝۶۷

نبیؐ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے پاس قیدی رکھے جب تک کہ زمین میں (جہاں کی مشکلیں برداشت کر کے ظالموں کا) خون نہ بہا لے۔ تم لوگ دنیا کے ساز و سامان کے طالب ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (۶۷)

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝۶۸

اگر خدا نے پہلے ہی سے نہ لکھ دیا ہوتا تو تم نے جو کچھ لیا ہے اس پر تمہارے لئے بڑا عذاب ہوتا۔ (۶۸)

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّ

پس تم کھاؤ جو کچھ تم نے مالِ غنیمت میں لیا ہے

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۶۹﴾ ع

اور وہ تمہارے لئے حلال اور پاک ہے اور خدا سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔(۶۹)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّمَنْ فِىۡۤ اَيۡدِيۡكُمۡ مِّنَ الۡاَسۡرٰٓى ۙ اِنۡ يَّعۡلَمِ اللّٰهُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ خَيۡرًا يُّؤۡتِكُمۡ خَيۡرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنۡكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۷۰﴾

اے نبی ان قیدیوں سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں کہہ دو کہ اگر خدا تمہارے دلوں میں نیکی پائے گا تو وہ تم کو اس سے بہتر عطا کرے گا جو کچھ بھی تم سے لیا گیا ہے اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔(۷۰)

وَاِنۡ يُّرِيۡدُوۡا خِيَانَـتَكَ فَقَدۡ خَانُوا اللّٰهَ مِنۡ قَبۡلُ فَاَمۡكَنَ مِنۡهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۷۱﴾

اور اگر وہ تجھ سے خیانت کریں گے تو وہ اللہ سے پہلے ہی خیانت کر چکے ہیں اور اسی لئے ان پر قابو دے دیا گیا ہے اور اللہ صاحبِ علم و حکمت ہے۔(۷۱)

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِيۡنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوۡۤا اُولٰۤـئِكَ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يُهَاجِرُوۡا مَا لَـكُمۡ مِّنۡ وَّلَايَتِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا ۚ وَاِنِ اسۡتَـنۡصَرُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ فَعَلَيۡكُمُ النَّصۡرُ اِلَّا عَلٰى قَوۡمٍ ۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور راہِ خدا میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد (سخت کوششیں) کیا اور جنہوں نے جگہ دی اور نصرت کی، وہی لوگ باہم ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو لوگ ایمان تو لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تو تم کو ان کی سرپرستی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اگر وہ تم سے دین میں مدد مانگیں تو تم کو مدد دینا لازم ہے۔ مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو

تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۷۲﴾

اللہ اس کا دیکھنے والا ہے۔ (۷۲)

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ اِلَّا تَفۡعَلُوۡہُ تَکُنۡ فِتۡنَۃٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ فَسَادٌ کَبِیۡرٌ ﴿ؕ۷۳﴾

اور جو لوگ کافر ہو چکے وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین پر فساد اور بڑی خرابی ہوگی۔ (۷۳)

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ الَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّ نَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ ﴿۷۴﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی اور جہاد کیے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی تو وہی لوگ حقیقی مومن ہیں ان کے لئے ہی مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔ (۷۴)

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا مَعَکُمۡ فَاُولٰٓئِکَ مِنۡکُمۡ ؕ وَ اُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلٰی بِبَعۡضٍ فِیۡ کِتٰبِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۷۵﴾ ع

اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیے پس وہ بھی تم ہی میں شامل ہیں اور قرابتدار (رشتہ دار) ایک دوسرے کے وراثت میں زیادہ حقدار ہیں، احکام کتابِ خدا کے مطابق۔ یقیناً اللہ ہر شئے کا جاننے والا ہے۔ (۷۵)

سورۃ التوبہ

آیتہا ۱۲۹ | ۹ سُوۡرَۃُ التَّوۡبَۃِ مدنی ۱۱۳ | رکوعاتھا ۱۶

بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖۤ اِلَی الَّذِیۡنَ عٰہَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ؕ﴿۱﴾

(اے مسلمانو!) تم نے جن مشرکین سے معاہدہ کیا تھا اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے بیزار ہے۔ (۱)

فَسِیۡحُوۡا فِی الۡاَرۡضِ اَرۡبَعَۃَ اَشۡہُرٍ

پس اے مشرکو! تم چار مہینہ ملک میں چلو پھرو اور

وَّاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ‌ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخۡزِى الۡـكٰفِرِيۡنَ ﴿۲﴾	یہ جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو سکتے اور یقیناً اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔(۲)
وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوۡمَ الۡحَجِّ الۡاَكۡبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ وَرَسُوۡلُهٗ‌ ؕ فَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِى اللّٰهِ‌ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍۙ ﴿۳﴾	اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام آدمیوں کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسولؐ مشرکوں سے الگ اور بیزار ہیں۔ پس اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے منہ پھیر لیا تو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو سکتے اور (اے رسولؐ) تم کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔(۳)
اِلَّا الَّذِيۡنَ عٰهَدتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ثُمَّ لَمۡ يَنۡقُصُوۡكُمۡ شَيۡـًٔـا وَّلَمۡ يُظَاهِرُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَحَدًا فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ اِلٰى مُدَّتِهِمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴﴾	مگر مشرکین میں سے وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے خلاف کسی کو مدد دی، تو ان کے عہد کو ان کی مدت تک پورا کرو۔ یقیناً اللہ متقین (برے کاموں سے بچنے والوں) کو دوست رکھتا ہے۔(۴)
فَاِذَا انْسَلَخَ الۡاَشۡهُرُ الۡحُـرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدْتُّمُوۡهُمۡ وَخُذُوۡهُمۡ وَاحۡصُرُوۡهُمۡ وَاقۡعُدُوۡا لَهُمۡ كُلَّ مَرۡصَدٍ‌ ۚ فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ‌ ؕ	پھر جب حرمت والے مہینے پورے ہو جائیں تو مشرکین کو جہاں جہاں تم پاؤ قتل کر ڈالو اور ان کو گرفتار کر لینا اور ان کا محاصرہ کرنا اور ہر راستہ میں ان کے لئے گھات میں بیٹھ جانا۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دینا۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۵

والا ہے۔(۵)

وَ اِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ اسۡتَجَارَكَ فَاَجِرۡهُ حَتّٰى يَسۡمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبۡلِغۡهُ مَاۡمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۶ ع

اور اگر مشرکوں میں سے کوئی شخص تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ کلامِ خدا کو سنے۔ پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔ یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔(۶)

ع ۲

كَيۡفَ يَكُوۡنُ لِلۡمُشۡرِكِيۡنَ عَهۡدٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَ عِنۡدَ رَسُوۡلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ۚ فَمَا اسۡتَقَامُوۡا لَكُمۡ فَاسۡتَقِيۡمُوۡا لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ ۝۷

(جب مشرکین نے عہد شکنی خود کی ہے) تو کیونکر مشرکین کا عہد باقی رہ سکتا ہے، خدا کے اور اس کے رسول کے نزدیک۔ مگر جن لوگوں سے تم نے خانہ کعبہ کے پاس معاہدہ کیا تھا۔ پس اگر وہ تمہارے ساتھ عہد قائم رکھنا چاہیں تو تم بھی ان سے اپنا عہد قائم رکھو۔ یقیناً اللہ متقین (بدعہدی کرنے میں خدا سے ڈرنے والوں) کو دوست رکھتا ہے۔(۷)

كَيۡفَ وَاِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ لَا يَرۡقُبُوۡا فِيۡكُمۡ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرۡضُوۡنَكُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَ تَاۡبٰى قُلُوۡبُهُمۡ ۚ وَاَكۡثَرُهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ۝۸ ج

یہ عہد کیوں کر رہ سکتا ہے حالانکہ اگر وہ تم پر غلبہ پا لیں تو نہ وہ تمہارے بارے میں قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ عہد و پیمان کا۔ وہ زبانی باتوں سے تم کو راضی کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان کے دل تمہارے طرف مائل نہیں ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر لوگ بدعہد ہیں۔(۸)

اِشۡتَرَوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا

انہوں نے خدا کی آیتوں کے معاوضہ میں تھوڑی سی قیمت لے لی۔ پھر انہوں نے لوگوں کو اس کی راہ سے روکا۔ یقیناً وہ لوگ جو کام کر رہے

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٩﴾

ہیں بہت ہی برا ہے۔(۹)

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ﴿١٠﴾

وہ کسی مومن کے بارے میں نہ قرابت (رشتہ داری) کا لحاظ رکھتے ہیں اور نہ عہد و پیمان کا۔ اور وہ لوگ ظلم اور زیادتی کرنے والے ہیں۔(۱۰)

فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١١﴾

پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، تو وہ تمہارے دین میں تمہارے بھائی ہیں اور علم رکھنے والوں کے لئے ہم آیات (دلیلوں) کو بہ تفصیل بیان کر دیتے ہیں۔(۱۱)

وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ﴿١٢﴾

اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین کے بارے میں طعن کریں تو تم بھی سرداران کفر کو قتل کرو۔ یقیناً ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے تاکہ شاید وہ (اپنی اسلام دشمنی سے) باز آئیں۔(۱۲)

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾

کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسولؐ کے نکالنے کا ارادہ کیا اور تمہارے ساتھ جنگ کی ابتداء انہوں نے کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ پس اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔(۱۳)

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾

ان سے لڑو اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب دے گا اور ان کو رسوا کرے گا۔ اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنین کے دل ٹھنڈے کرے گا۔(۱۴)

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۚ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾	اور مومنین کے دلوں کا غصہ دور کر دے گا اور جس کی چاہے گا توبہ قبول کرے گا اور اللہ صاحبِ علم وحکمت ہے۔ (۱۵)
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۚ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ع ۸	آیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی ان لوگوں کو جنہوں نے تم میں سے جہاد کیے ہیں، جانچا نہیں ہے اور سوائے اللہ اور اس کے رسولؐ کے اور ایمان والوں کے اور کسی کو رازدار نہیں بنایا ہے اور اللہ اس سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ (۱۶)
مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾	مشرکین کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ خدا کی مساجد کو آباد رکھیں جبکہ وہ اپنی ذات کے لئے کفر کے گواہ ہوں۔ ان کے سب اعمال اکارت ہو چکے اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۱۷)
اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ قف فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾	اللہ کی مسجدوں کو تو وہی آباد رکھ سکتا ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لایا ہے، اور جو نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے، اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ پس عنقریب یہی لوگ وہ ہیں جو ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ (۱۸)
اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ	کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور خانۂ کعبہ کا

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

آباد رکھنا اس شخص کے برابر کر دیا جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لایا ہے اور جس نے راہِ خدا میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک یہ سب برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (۱۹)

وقف لازم

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا، وہ اللہ کے نزدیک درجہ میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (۲۰)

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۙ ﴿۲۱﴾

ان کو ان کا رب بشارت دیتا ہے اپنی رحمت کی اور اپنی رضامندی کی اور جنتوں کی۔ ان (جنتوں) میں ان کے لئے دائمی نعمات ہوں گی۔ (۲۱)

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے یقیناً اللہ کے پاس بہت بڑا اجر موجود ہے۔ (۲۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

اے ایمان والو! تم اپنا دوست نہ بناؤ اپنے باپ دادا کو، اور اپنے بھائیوں کو اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ دوست رکھتے ہوں اور جو تم میں سے ان کو دوست بنا لے گا، پس وہی لوگ تو ظالم ہیں۔ (۲۳)

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ

(اے رسولؐ) کہہ دو اگر تمہارے باپ دادا اور

وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ
اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ
اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ
سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ
بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ ؑ ﴿۲۴﴾ ع ۳ ۸ ۹

تمہارے بیٹے پوتے اور تمہارے بھائی بند اور تمہاری ازواج اور تمہارا قبیلہ اور وہ مال جو تم نے جمع کیا ہے، اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری (نقصان) سے تم کو خوف ہے اور وہ مکانات جو تم کو پسند ہیں تم کو زیادہ محبوب ہیں خدا اور اس کے رسولؐ اور جہادِ راہِ خدا سے، تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ خدا اپنے امر (فیصلہ) کو ظاہر کر دے اور اللہ نہیں ہدایت کرتا ہے نافرمان لوگوں کی۔ (۲۴)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ
وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ
مُّدْبِرِيْنَ ۚ ﴿۲۵﴾

یقیناً اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی اور (خصوصاً) حنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا۔ پس وہ (کثرت) تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پیٹھ دکھا کر بھاگے۔ (۲۵)

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ
جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾

پھر اللہ نے سکون نازل کیا اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اور نازل کیا ایسے لشکروں کو کہ تم نے ان کو نہ دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا اور یہی تھی کافروں کی سزا۔ (۲۶)

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى
مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾

پھر اس کے بعد خدا توبہ قبول کرے جس کی چاہے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۲۷)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا
الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ
الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ
عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ
اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اے ایمان لانے والو! سوائے اس کے نہیں ہے کہ مشرکین نجس ہیں (اس لئے) وہ اس سال کے بعد مسجد الحرام کے قریب بھی نہ آئیں اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو عنقریب خدا تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اگر اس نے چاہا۔ یقیناً اللہ صاحب علم و حکمت ہے۔(۲۸)

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا
بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ
اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ
مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا
الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۵ ۴ ۱۰

تم لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ یومِ آخرت پر اور حرام نہیں جانتے ہیں اس کو جس کو اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے حرام کیا ہے اور نہ وہ قبول کرتے ہیں سچا دین، ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے حتٰی کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔(۲۹)

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ
قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ
ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ
اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور یہودیوں نے یہ کہہ دیا کہ عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں اور نصرانیوں نے یہ کہا کہ مسیحؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے اپنے منہ کا قول ہے۔ (اور) جو لوگ ان سے پہلے کافر ہو گئے تھے ان کی سی یہ بھی باتیں بناتے ہیں۔ خدا ان کو ہلاک کرے یہ کدھر بہکے جا رہے ہیں۔(۳۰)

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ
مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اور مسیحؑ ابن مریمؑ کو اپنا رب بنالیا ہے اور ان کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ

وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۱﴾

خدائے یگانہ کی عبادت کرو جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ پاک و منزہ ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ (۳۱)

يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰهِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَ يَاۡبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنۡ يُّتِمَّ نُوۡرَهٗ وَلَوۡ كَرِهَ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۳۲﴾

وہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ وہ اپنے نور کو کامل کر دے، چاہے کافروں کو بُرا لگے۔ (۳۲)

هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ﴿۳۳﴾

وہ خدا وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے چاہے مشرکوں کو بُرا لگے۔ (۳۳)

النصف

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡاَحۡبَارِ وَالرُّهۡبَانِ لَيَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَيَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۙ﴿۳۴﴾

اے ایمان لانے والو! یقیناً بہت سے علماء اور درویش اہل کتاب کے لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور راہِ خدا سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے تم ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ (۳۴)

يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ

جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر اس کے ذریعہ سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پشتیں داغی جائیں گی اور ان سے یہ کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جو تم اپنی ذات

فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ ﴿۳۵﴾	کے لئے جمع کرتے تھے۔ پس جسے تم جمع کرتے تھے، اب اس کا مزہ چکھو۔ (۳۵)
اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰ لِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظۡلِمُوۡا فِيۡهِنَّ اَنۡفُسَكُمۡ وَقَاتِلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوۡنَكُمۡ كَآفَّةً ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۳۶﴾	یقیناً خدا کے نزدیک مہینوں کی گنتی، جس دن سے خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے خدا کی کتاب میں بارہ (۱۲) مہینے ہیں جن میں چار (۴) محترم ہیں۔ یہی دین سیدھا ہے۔ پس تم ان مہینوں کے بارے میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے اکٹھے ہو کر لڑو جیسے کہ وہ اکٹھے ہو کر تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ یقیناً اللہ متقین (برے کاموں سے بچنے والوں) کے ساتھ ہے۔ (۳۶)
اِنَّمَا النَّسِىۡٓءُ زِيَادَةٌ فِى الۡكُفۡرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُحِلُّوۡنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوۡنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِئُوۡا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوۡا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمۡ سُوۡۤءُ اَعۡمَالِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۷﴾ ع ۸/۱۱	سوائے اس کے نہیں کہ لوند کا مہینہ کفر کا اور بڑھانا ہے۔ جو لوگ کافر ہو گئے ہیں اس کے ذریعہ سے اور گمراہ کیے جاتے ہیں کہ کسی سال کو تو وہ حلال سمجھ لیتے ہیں اور کسی سال اسی کو حرام قرار دیتے ہیں تا کہ خدا کے محترم کیے ہوئے مہینوں کی تعداد سے مطابقت کر کے اللہ نے جو کچھ حرام قرار دیا ہے اس کو حلال کر دیں۔ ان کے اعمال کی بدی ان کو زینت کر کے (خوبصوت بنا کر) دکھائی گئی ہے اور اللہ قومِ کافر کو ہدایت نہیں کرتا۔ (۳۷)
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَكُمۡ اِذَا قِيۡلَ لَكُمُ انۡفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ	اے ایمان لانے والو! تم کو ہو کیا گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ راہِ خدا میں (جہاد کی نیت سے) نکلو تو تم زمین پر بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم

اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ
بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

آخرت کے مقابلہ میں زندگانیِ دنیا پر راضی ہو گئے ہو؟ پس زندگانی دنیا کا سرمایہ آخرت کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے مگر قلیل۔(۳۸)

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ
وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ
شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اگر تم (جہاد کے لئے) نہیں نکلو گے تو خدائے تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہارے بدلے تمہارے علاوہ دوسری قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔(۳۹)

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ
اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ
هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا
تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا
وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ
وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اگر تم رسولؐ کی مدد نہ کرو گے تو (کچھ پرواہ نہیں) اللہ نے تو اس کی مدد ایسے وقت کی تھی جب کہ ان لوگوں نے جو کافر ہو گئے تھے، اسے ایسی حالت میں نکالا تھا کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا، جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ اس وقت ہمارا رسولؐ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ تو غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اپنے رسولؐ پر سکون (سکینہ) نازل کیا۔ اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی کہ جن کو تم نے نہیں دیکھا اور خدا نے کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا حکم ہی بلند ہوا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔(۴۰)

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

کم ہتھیار لگا کر اور زیادہ ہتھیار لگا کر نکل کھڑے ہو اور راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

ہو۔(۴۱)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا
قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ
عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ
اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ
اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۶ ۱۲

اگر فوری فائدہ اور متوسط درجہ کا سفر ہوتا تو (اے رسولؐ) یہ (چپ چاپ) تمہارے ساتھ ہو لیتے۔ لیکن مشقت کا سفر ان کو بھاری لگتا ہے اور عنقریب یہ لوگ تم سے خدا کی قسم کھا کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم سے ہوسکتا تو ہم آپ کے ساتھ ہی چلے چلتے۔ یہ اپنے ہی کو ہلاک و برباد کرتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔(۴۲)

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى
يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

خدا تمہارا بھلا کرے، تم نے ان کو کیوں اجازت دے دی اس سے پہلے کہ تم پر روشن ہو جاتا کہ کون سچے ہیں اور تم جھوٹوں کو بھی جان لیتے؟(۴۳)

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾

وہ لوگ جو اللہ اور یومِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے جہاد چھوڑ کر گھر جانے کی اجازت نہیں مانگتے تاکہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور اللہ متقین سے واقف ہے (یعنی اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو خدا اور رسولؐ کا دل سے احترام کرتے ہیں)۔(۴۴)

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ
فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

سوائے اس کے نہیں ہے کہ تم سے وہ لوگ (جہاد چھوڑ کر گھر بھاگ جانے کی) اجازت مانگتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک کرتے رہتے ہیں۔ پس وہ اپنے شک ہی میں بھٹکتے رہیں گے۔(۴۵)

وَ لَوۡ اَرَادُوا الۡخُرُوۡجَ لَاَعَدُّوۡا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰـكِنۡ كَرِهَ اللّٰهُ انۢبِعَاثَهُمۡ فَثَبَّطَهُمۡ وَقِيۡلَ اقۡعُدُوۡا مَعَ الۡقٰعِدِيۡنَ﴿۴۶﴾

اور اگر وہ (جہاد کے لئے) نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کی کوئی تیاری تو کرتے۔ لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا ہی ناپسند ہوا۔ پس ان کو سُست بنا دیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ "بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو"۔ (۴۶)

لَوۡ خَرَجُوۡا فِيۡكُمۡ مَّا زَادُوۡكُمۡ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوۡضَعُوۡا خِلٰلَـكُمۡ يَبۡغُوۡنَكُمُ الۡفِتۡنَةَ‌ ۚ وَ فِيۡكُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ‌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ﴿۴۷﴾

اگر یہ تمہارے ساتھ ہو کر نکلے ہوتے تو سوائے خرابی کے کچھ اور نہ بڑھاتے اور تم میں فتنہ (خرابی) پھیلانے کے لئے گھوڑے دوڑاتے پھرتے اور تم میں اب بھی ان کے جاسوس موجود ہیں اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔ (۴۷)

لَقَدِ ابۡتَغَوُا الۡفِتۡنَةَ مِنۡ قَبۡلُ وَقَلَّبُوۡا لَكَ الۡاُمُوۡرَ حَتّٰى جَآءَ الۡحَـقُّ وَظَهَرَ اَمۡرُ اللّٰهِ وَهُمۡ كٰرِهُوۡنَ﴿۴۸﴾

انہوں نے تو پہلے ہی فتنہ ڈالنا چاہا تھا اور تمہارے معاملات کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا حتیٰ کہ حق آ پہنچا اور حکمِ خدا غالب ہوا حالانکہ ان کو ناگوار ہی ہوتا رہا۔ (۴۸)

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّىۡ وَلَا تَفۡتِنِّىۡ‌ ؕ اَلَا فِى الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوۡا‌ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌ ۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ﴿۴۹﴾

اور ان میں سے کوئی ایک ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجئے اور مجھ کو فتنہ (امتحان) میں نہ ڈالیے۔ خبردار جان لو کہ وہ فتنہ (امتحان) میں تو پڑ ہی گئے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں پر محیط (گھیرے ہوئے) ہے۔ (۴۹)

اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ يَّقُوۡلُوۡا قَدۡ اَخَذۡنَاۤ اَمۡرَنَا مِنۡ قَبۡلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ﴿۵۰﴾

اگر تجھ کو کوئی خیر و خوبی یا فائدہ ملتا ہے تو وہ ان کو بُرا لگتا ہے اور اگر تجھ کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم نے تو اپنا انتظام پہلے ہی کر لیا تھا اور خوش خوش وہاں سے چل دیتے ہیں۔ (۵۰)

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ ہم کو ہرگز نہیں پہنچے گا مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے حق میں (کیونکہ) وہی خدا ہمارا کام بنانے والا ہے اور اللہ ہی پر مومنوں کو توکل کرنا چاہیئے۔(۵۱)

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖؗ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ تم ہمارے بارے میں اور کس چیز کا انتظار کر رہے ہو مگر یہ کہ دو خوبیوں میں سے ایک حاصل ہو (یعنی فتح یا شہادت) اور ہم تمہارے بارے میں یہ انتظار کر رہے ہیں کہ تم کو اللہ اپنی طرف سے کوئی عذاب دے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے) پس تم انتظار کیے جاؤ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔(۵۲)

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾

(اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ تم بخوشی یا بہ ناراضگی خرچ کرو، مگر وہ ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائے گا (کیونکہ) یقیناً تم نافرمان قوم ہو۔(۵۳)

وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

اور ان کی خیرات کے قبول کیے جانے میں اور کوئی وجہ مانع نہیں مگر یہی کہ ان لوگوں نے خدا اور اس کے رسولؐ کا یقیناً انکار کیا اور نماز کو نہیں آتے ہیں وہ مگر سستی و بددلی سے اور وہ کچھ خرچ نہیں کرتے مگر بہ مجبوری۔(۵۴)

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ

پس تم کو ان کے مال تعجب میں نہ ڈالیں اور نہ ان

اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۵۵

کی اولاد۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ ان کو زندگانی دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔ (۵۵)

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝۵۶

اور وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم تم ہی میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بزدل ہیں۔ (۵۶)

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝۵۷

اگر وہ کوئی جائے پناہ یا غار یا کوئی گھسنے کی جگہ پالیں تو رسیاں تڑا کر اسی طرف الٹے بھاگیں۔ (۵۷)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝۵۸

اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو صدقات کے بارے میں تم پر الزام لگاتا ہے۔ پس اگر ان کو عطا کیا جائے اس میں سے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں، اور اگر ان کو اس میں سے نہ دیا جائے تو وہ اسی وقت برا مان جاتے ہیں۔ (۵۸)

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝۵۹ ع ۷ ۱۳

اور اگر وہ راضی ہو جاتے اس پر جو ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے دیا ہے اور وہ کہتے کہ ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ عنقریب خدا اور اس کا رسولؐ ہم کو اپنے فضل سے اور دے گا۔ یقیناً ہم تو اللہ ہی کی طرف مائل ہونے والے ہیں۔ (۵۹)

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ

یقیناً صدقات تو محتاجوں اور مسکینوں کا حق ہے اور صدقات وصول کرنے والوں کا اور ان کا جن کی تالیف

قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً
مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞۶۰

قلوب منظور ہے اور گردنیں چھڑانے (غلام آزاد
کرانے) میں اور قرضداروں کے لئے، اور راہِ خدا میں
اور مسافروں کی امداد میں، یہ خدا کی طرف سے فرض کیا
گیا ہے اور اللہ صاحبِ علم وحکمت ہے۔(۶۰)

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ
وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ
يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ
رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ
يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۞۶۱

اور ان میں سے ایسے بھی لوگ ہیں جو نبی کو ایذا
(تکلیف) دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ (محمدؐ) تو
کان ہے۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ وہ کان تمہارے
لئے بہتر ہے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور یقین کر
لیتا ہے مومنین کی بات کا کیونکہ وہ رحمت ہے ان
لوگوں کے لئے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور وہ
لوگ جو خدا کے رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں ان کے
لئے دردناک عذاب ہے۔(۶۱)

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ
وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ
كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۞۶۲

وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم کو
راضی کرلیں اور اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ حقدار ہے
کہ وہ ان کو راضی رکھیں، اگر وہ مومن ہیں۔(۶۲)

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا
فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۞۶۳

کیا انہوں نے اتنا نہ سمجھا کہ جو اللہ اور اس کے
رسولؐ کی مخالفت کرتا ہے تو یقیناً دوزخ کی آگ اسی
کے لئے ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ سب سے
بڑی رسوائی ہے۔(۶۳)

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ
عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ

منافق اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان
کے برخلاف کوئی ایسی سورۃ اتر جائے کہ مسلمانوں کو
اس سے آگاہ کر دے جو ان کے دلوں میں ہے۔

قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا
تَحْذَرُوْنَ ﴿٦٤﴾

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ تم ہنسی اڑاتے رہو (مگر) یقیناً اللہ ضرور ظاہر کردے گا اس کو جس چیز سے تم ڈرتے رہتے ہو۔ (۶۴)

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا
نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ
رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾

اور اگر تم ان سے دریافت کرو گے تو وہ ضرور یہ کہہ دیں گے کہ ہم تو بات چیت اور ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ (تم) کہہ دو کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسولؐ کا مذاق کر رہے تھے؟ (۶۵)

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ
اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ
نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ ع ٨ ١٤

حیلے بہانے نہ کرو (کیونکہ) تم یقیناً ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں گے تو ایک گروہ کو عذاب بھی کریں گے۔ کیونکہ یقیناً وہ جرم کرنے والے ہیں۔ (۶۶)

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ
بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ وقف لازم
عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ
نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کی مثل ہیں۔ وہ برائی کا حکم دیتے رہتے ہیں اور نیکی کرنے سے خود کو دور رکھتے ہیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے پس اللہ نے بھی (گویا) ان کو بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ دائرہ ایمان سے باہر ہیں۔ (۶۷)

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ
الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ
حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتشِ جہنم کا وعدہ کرلیا ہے، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ وہی ان کے لئے کافی ہوگی اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے قائم رہنے

مُّقِيْمٌ ۝٦٨

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ
مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۭ
فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ
بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ
اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٦٩

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ
نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ
اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٧٠

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ
اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ (وقف لازم)
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ
يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ

والا عذاب مقرر ہے۔ (٦٨)

مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے کہ وہ قوت میں تم سے زیادہ تھے اور مال اور اولاد میں تم سے زیادہ تھے۔ پس انہوں نے اپنے حصّہ سے نفع اٹھایا۔ پھر تم نے اپنے حصّہ سے ویسا ہی نفع اٹھایا جیسا کہ تم سے پہلے والوں نے اپنے حصّہ سے نفع اٹھایا تھا اور تم نے ویسی ہی باتیں بنائیں جیسی باتیں انہوں نے بنائی تھیں۔ انہی کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت ہو گئے اور وہی لوگ نقصان اٹھانے والوں میں رہے۔ (٦٩)

کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوحؑ کی قوم کی اور عاد کی قوم کی اور ثمود کی قوم کی اور ابراہیمؑ کی قوم کی اور مدین والوں کی، اور الٹی ہوئی بستیوں میں رہنے والوں کی۔ ان کے رسولؑ ان کے پاس کھلی دلیلیں لیکر آئے تھے۔ اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (٧٠)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے حامی ہوا کرتے ہیں۔ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ ان پر رحمت کرے گا۔ یقیناً اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (٧١)

اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿٧١﴾

وَعَدَ اللّٰہُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ
جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ
خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا وَ مَسٰکِنَ طَیِّبَۃً فِیۡ جَنّٰتِ
عَدۡنٍ ؕ وَ رِضۡوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکۡبَرُ ؕ ذٰلِکَ
ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿٧٢﴾ ع ١٥

اللہ نے مومن مرد اور مومن عورتوں سے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور (اللہ نے) جنتِ عدن میں پاکیزہ کھانوں کا (وعدہ کیا ہے) اور اللہ کی رضا (خوشنودی) سب سے بڑھ کر ہے۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔(٧٢)

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ جَاہِدِ الۡکُفَّارَ
وَالۡمُنٰفِقِیۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ مَاۡوٰىہُمۡ
جَہَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿٧٣﴾

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔(٧٣)

یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوۡا ؕ وَ لَقَدۡ
قَالُوۡا کَلِمَۃَ الۡکُفۡرِ وَکَفَرُوۡا بَعۡدَ
اِسۡلَامِہِمۡ وَ ہَمُّوۡا بِمَا لَمۡ یَنَالُوۡا ۚ وَمَا
نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰہُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ
مِنۡ فَضۡلِہٖ ۚ فَاِنۡ یَّتُوۡبُوۡا یَکُ خَیۡرًا لَّہُمۡ ۚ
وَ اِنۡ یَّتَوَلَّوۡا یُعَذِّبۡہُمُ اللّٰہُ عَذَابًا
اَلِیۡمًا ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۚ وَ مَا لَہُمۡ
فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿٧٤﴾

وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا نہیں کہا۔ حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ ضرور کہا اور وہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا جو ان کو نہ ملی اور یہ سب کچھ اسی کا تو بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو اللہ نے، اور اس کے رسولؐ نے اپنے فضل سے۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر یہ روگردان ہو کر مُنہ کو موڑیں گے تو اللہ ان کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کی سزا دے گا اور روئے زمین پر ان کا نہ کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔(٧٤)

وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ عٰہَدَ اللّٰہَ لَئِنۡ اٰتٰىنَا

اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ

مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾

سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہم کو عطا کرے گا تو ہم ضرور صدقات بھی دیتے رہیں گے اور ہم نیکوکاروں میں ہو جائیں گے۔ (۷۵)

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾

پھر جب اس نے اپنے فضل سے ان کو دیا تو اس میں انہوں نے بُخل کیا اور روگردان ہو کر اپنے عہد سے پھر گئے۔ (۷۶)

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾

پس اللہ نے بطور خمیازہ ان کے دلوں میں نفاق پیدا کر دیا اس دن تک کے لئے جس دن وہ اس سے ملاقات کریں گے۔ یہ اس لئے کیا کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس لئے کیا کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ (۷۷)

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾ ج

انہوں نے اتنا نہ جانا کہ یقیناً اللہ ان کے راز کو بھی جانتا ہے اور ان کی سرگوشیوں کو بھی اور اللہ بڑا غیب جاننے والا ہے۔ (۷۸)

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾

جو لوگ مومنین میں سے دل کھول کر خیرات کرنے والوں پر صدقات کے معاملہ میں الزام لگاتے ہیں اور جن کو اپنی محنت کے سوا کچھ میسر نہیں ہے (ان پر بھی الزام لگاتے ہیں) پھر ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں تو اللہ بھی ان کی ہنسی اڑائے گا اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ (۷۹)

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ

تم ان کے لئے دعائے مغفرت کرو یا ان کے لئے دعائے مغفرت نہ کرو۔ اگر تم ان کے لئے ستر مرتبہ بھی دعائے مغفرت کرو گے، تو بھی اللہ ان کو ہرگز

لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۠﴿۸۰﴾ ع ۸ ۱۶

ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے خدا اور اس کے رسولؐ سے کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔ (۸۰)

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ
قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ
جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾

پیچھے رہ جانے والے رسولِ خداؐ کے خلاف اپنے بیٹھ رہنے سے خوش ہوئے اور انہوں نے ناپسند کیا کہ راہِ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے اور لوگوں سے کہا کہ موسم گرما میں نہ نکلو۔ (تم یہ) کہہ دو کہ آتشِ دوزخ کی گرمی تو اس سے شدید تر ہوگی، کاش یہ لوگ کچھ سمجھتے۔ (۸۱)

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

پس ان کو چاہئے کہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ جو کچھ یہ کماتے تھے اس کا یہی بدلہ ہے۔ (۸۲)

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ
مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ
تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ
عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ
مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

پس اگر تم کو خدا ان میں سے کسی گروہ کے پاس واپس لائے پس وہ تم سے نکلنے کی اجازت مانگیں، تو (اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ تم ہرگز ہرگز میرے ہمراہ ہو کر نہ نکلو گے اور تم میرے ساتھ ہو کر کبھی کسی دشمن سے نہ لڑو گے۔ تم تو پہلی ہی دفعہ جنگ سے بیٹھ رہنے سے راضی ہوئے، اب جنگ سے پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ (۸۳)

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ
اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور (اے رسولؐ!) جب ان میں سے کوئی مر جائے تو تم کبھی اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ یقیناً انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ نافرمانی کی

حالت میں مر گئے ہیں۔ (٨٤)

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا
وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾

اور (اے رسولؐ!) ان کے اموال اور ان کی اولاد تم کو تعجب میں نہ ڈالے۔ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ سے ان کو عذاب دے اور ان کی جانیں اس حالت میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔ (٨٥)

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا
الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ
الْقٰعِدِيْنَ ﴿٨٦﴾

اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے جو صاحبانِ مقدرت ہیں وہ تم سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دیجئے کہ ہم جنگ سے بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہیں۔ (٨٦)

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ
وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾

اور وہ اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ پس (اس لئے) وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ (٨٧)

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ
لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨٨﴾

لیکن رسولؐ نے اور ان لوگوں نے جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں، اپنی مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ ان کے ہی لئے تمام خوبیاں ہیں اور وہی لوگ مراد کے پانے والے ہیں۔ (٨٨)

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٨٩﴾ ع ١١ ٩ ١٧

اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔ (٨٩)

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

اور بدوؤں میں سے عذر کرنے والے آئے کہ ان کو بھی اجازت دے دی جائے (کہ جنگ سے بیٹھ رہیں) اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا (اور بیٹھ رہے) ان میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔(۹۰)

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى
الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا
يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا
لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ
سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۹۱﴾

نہ کمزوروں کے ذمہ کوئی الزام ہے اور نہ بیماروں کے ذمہ، اور نہ ان کے ذمہ جن کو خرچ کرنے کے لئے کچھ میسر ہی نہیں آتا جس حال میں کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ صاف دل ہوں۔ نیکی کرنے والوں پر کوئی الزام ہی نہیں ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(۹۱)

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ
لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ
عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ
الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ﴿۹۲﴾

اور نہ ان کے ذمہ کوئی الزام ہے کہ جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم ان کو سوار کر دو اور تم نے یہ کہہ دیا کہ میرے پاس تو کوئی سواری نہیں ہے کہ میں تم کو اس پر سوار کر دوں، تو وہ اس حالت میں لوٹ کر گئے کہ ان کی آنکھوں سے اس رنج کے مارے آنسو جاری تھے کہ انہیں خود خرچ کرنے کو کچھ میسر ہی نہ تھا۔(۹۲)

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ
يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا
بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

الزام تو صرف انہی لوگوں پر ہے جو باوجود مالدار ہونے کے آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے پس وہ کچھ نہیں جانتے۔(۹۳)

تفسیر سورۃ الانفال

آیت ۴۱:

خدا نے اہل ایمان کو تاکیداً خطاب کیا ہے تاکہ مسلمان خمس کے معاملہ میں کوتاہی نہ کریں مگر افسوس کہ اہلِ اسلام نے خمس کے معاملہ میں انتہائی غفلت برتی کہ آج تک خمس کو بھولے ہوئے ہیں اور خود کو دنیوی اور دینی لحاظ سے خسارہ میں ڈالے ہوئے ہیں۔ مزید افسوس یہ کہ وہ اس مسئلہ کو فرقہ وارانہ نظر سے دیکھتے ہیں۔

عہدِ رسول اللہؐ میں غزوات کا سلسلہ برابر قائم رہا اور تمام مسلمان دن رات کوشش وفکر و جہاد میں مصروف رہے اور ان کی آمدنی کا ایک ذریعہ مالِ غنیمت بھی تھا۔ لہٰذا خدا نے اس کی تقسیم کا قائدہ مقرر کر دیا۔ یہ آیت عام ہے اور اس کا حکم تا قیامت باقی رہنے والا ہے۔ کیونکہ یہ آیت کسی مفسر کے نزدیک منسوخ نہیں ہے۔ خمس ہر نفع میں واجب ہے۔ تجارت و زراعت وصنعت کے فائدہ میں سے جب کہ ذاتی خرچ سے سال بھر کے بعد جو رقم بچے اس میں سے پانچواں حصہ خمس ہے۔ اسی طرح خزانہ و دفینہ، معدن، غوطہ خوری اور اگر مالِ حلال مالِ حرام میں شامل ہو جائے۔ ان سب حالتوں میں خمس دیا جائے۔ امام شافعیؒ خمس ادا کرنے کو واجب جانتے ہیں۔ تفسیر اہلبیتؑ میں ائمہ اہلِ بیتؑ نے فرمایا کہ قرآن میں لفظ من شیء سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شئے کے منافع سے خمس ادا کیا جائے۔

مستحق خمس کون ہے؟ رسول خداؐ نے فرمایا: تم لوگ بنی مُطَّلِب اور ہم میں تفریق نہ کرنا اور اولاد ہاشم اور اولاد مطلب واحد ہیں۔ حیاتِ رسولِ خداؐ میں ذی القربیٰ (رشتہ) سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب تھے۔ بنی عبد الدار اور بنی عبد الشمس شامل نہ تھے۔ زمخشری نے تفسیر کشّاف میں عبداللہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حیاتِ رسول اللہؐ میں خمس کی چھ قسمیں تھیں۔ خدا اور رسول اللہؐ کے دو (۲) حصے اور اقرباء کے لئے ایک حصہ۔ (**ذی القربیٰ و الیتمیٰ والمساکین و ابن السبیل**) وفاتِ رسولؐ کے بعد اس کو تین قسم کر دیا گیا اور بنی ہاشم کو اس سے محروم کر دیا گیا۔

حضرت علیؑ سے **والیتمیٰ و المساکین** کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: **ایتامنا و مساکیننا**۔ (ہم اہلبیتؑ کے یتیم اور مسکین مراد ہیں۔) اگر خمس فقراء و ایتام ومساکین اولادِ ہاشم ومطلب کو دیا جائے تو مسلمان بری الذِّمہ ہو جائے گا۔ نیز اولادِ امام زین العابدینؑ وامام محمد باقرؑ وامام جعفر صادقؑ کو خمس دیا جائے یہ سب مستحق خمس ہیں۔ امام ابی عبداللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا: **ان اللہ لما حرم علینا الصدقۃ انزل الخمس فالصدقۃ علینا حرام و الخمس لنا حلال**۔ [خدا نے ہم (اولادِ رسول اللہؐ) پر صدقہ کو حرام کر دیا تو اس نے خمس نازل کیا۔ بس صدقہ ہم پر حرام ہے اور خمس ہمارے لئے حلال ہے۔]

ان کنتم امنتم باللہ۔ اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو تو خمس ادا کرتے رہو۔ یہ خدا کی تاکیدی حکم ہے اور ادائیگی خمس شرطِ ایمان ہے۔ خدا اہلِ اسلام کو توفیق دے کہ وہ خدا کے اس حکم کو فرقہ بندی کے تعصب سے بلند ہو کر دیکھیں اور اس پر عمل کریں۔

ان آیات میں خداوندِ عالم نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ جنگِ بدر میں کن کن مشکلات میں ہم نے تمہاری مدد کی اور تم کو فتح دی۔ اول یہ کہ جس زمین پر تم تھے وہ ریتلی تھی، چلنا دشوار تھا۔ پانی موجود نہ تھا۔ تمہارے پاس بہت تھوڑے ہتھیار تھے اور دشمن کے پاس سب آسانیاں تھیں۔ دوسرے یہ کہ تم خوفزدہ تھے۔ تم سے وعدہ خلافی کا امکان تھا مگر ہم نے تمہاری مدد فرشتوں کے ذریعہ کی۔ تمہاری خاطر بارش کر کے زمین کو سخت بنا دیا۔ سیراب ہونے کو پانی دیا۔ یہ سب اس لئے کیا گیا کہ خدا حق کو ثابت کر دے اور باطل کو فنا کر دے۔ یہ اسلام کی پہلی فتح حق اور حجت و دلیل کی فتح تھی جس کا سلسلہ تا قیامت رہے گا اور اسلامی جہاد ہمیشہ حق کے لئے ہوں گے اور باطل کو فنا کرنے کے لئے۔

آیت ۴۳:

رسول اللہؐ کو خواب میں جو احکامِ خدا ملتے ہیں وہ الہام ہوتے ہیں۔ خدا نے بتایا ہے کہ اے رسولؐ ہم نے تم کو بذریعہ خواب الہام کیا تھا کہ کفار باوجود کثرتِ تعداد کے شکست پائیں گے۔ اور اے رسول تم نے اپنے کم تعداد لشکر کو اطمینانِ فتح دلایا جس سے ان کے قدم جمے اور وہ قوی دل ہو کر لڑے اور فتح پائی اور اگر خدا دشمن کی کثرت تعداد کو ہی دکھا دیتا تو یقیناً یہ کم تعداد مسلم ہمت ہار جاتے اور مثل بزدلوں کے باہم جھگڑے کرتے۔ بعض رسول اللہؐ کا ساتھ دیتے اور کچھ فرار اختیار کرتے نتیجتاً جنگِ بدر میں مسلمانوں کو شکست ہوتی۔ پھر خدا فرماتا ہے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اس لئے کہ ہم دلوں کے حال سے واقف ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ ہماری مدد اگر مسلمانوں کے شامل حال نہ ہوتی تو بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی شکست یقینی تھی۔ مگر اے محمدؐ تم نے دعا کی تھی کہ اے خدا اگر جنگ میں اہلِ اسلام کو شکست ہوگئی اور یہ قتل ہو گئے تو پھر تیرا نام لینے والا زمین پر کوئی نہ رہے گا۔ یعنی سب اہل ارض کافر ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ہم نے تمہاری دعا قبول کی اور تمہارے ساتھیوں کے دل میں قوت پیدا کرنے کے اسباب پیدا کیے۔

آیت ۴۴:

خداوندِ عالم نے جنگِ بدر کے بارے ہی میں فرمایا ہے کہ جب ابوجہل کا لشکر جس کی تعداد ایک ہزار تھی اور ابوسفیان کا قافلہ جس میں علاوہ اہل قافلہ کے پچاس جنگجویانِ عرب تھے مسلمانوں کے مقابلے میں آیا اور مسلمانوں

کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی اور یہ تقریباً غیر مسلح تھے مگر خدا کو دینِ اسلام کی اشاعت منظور تھی، اس کی مرضی میں روزِ ازل یہ گزر چکا تھا کہ دینِ اسلام خدا کا دین اور حضرت محمدؐ خدا کے رسول ہوں گے۔ لہٰذا خدا نے جنگِ بدر میں ہر طرح سے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور کس کس طرح مدد فرمائی اس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔ اس میں سے یہ تذکرہ بھی ہے کہ خدا نے مسلمانوں کے دلوں میں شجاعت پیدا کر دی جس کی وجہ سے وہ کفار کی بڑی تعداد کو کم سمجھتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوئے اور فتح پائی۔ اس طرح کفار جو تعداد میں مسلمانوں سے تین گُنا تھے وہ مسلمانوں کی شجاعانہ حملوں سے بھاگ گئے۔ جبکہ مسلمان میدان میں جمے رہے۔ آخر کار مشرکین مسلمانوں کے ہاتھوں قتل بھی ہوئے اور قیدی بھی بنے اور فتح مسلمانوں کی ہوئی۔

خدا نے اہلِ اسلام کو بتایا ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات کا یقین رکھیں کہ تمام معاملات کا مختار و مالک خدا ہے۔ انسان اس کی مدد کے بغیر کسی دنیوی و دینی کام پر قادر نہیں ہے۔ انہوں نے جنگِ بدر میں دیکھ لیا کہ ان پر بزدلی طاری تھی مگر خدا کو اپنے دین کی فتح منظور تھی اس لئے ان کو فتح نصیب ہوئی۔

آیت ۴۵، ۴۶

خدا نے اس آیت میں اہلِ اسلام کو آدابِ جنگ بتائے ہیں۔ اول یہ کہ جب میدان جنگ میں آؤ تو کبھی پیچھے نہ ہٹو اور ثابت قدم رہ کر جنگ کرو۔ دوم یہ کہ اپنی کامیابی کے لئے خدا کو یاد کرتے رہو۔ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا کرو۔ سوم حکمِ رسولؐ کی مکمل اطاعت کرو۔ کبھی حکم سے سرتابی نہ کرو۔ لشکر اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب اس کا ہر سپاہی سپہ سالار کا مطیع ہو۔ چہارم یہ کہ باہم کسی معاملہ میں بھی نہ جھگڑو کیونکہ باہمی پھوٹ اجتماعی طاقت کو کمزور کر دیتی ہے۔ پنجم باہمی اختلاف لشکر کے رعب و داب کو ختم کر دیتا ہے اور دشمن قوی دل ہو کر حملہ آور ہوتا ہے۔ ششم۔ جنگ میں صبر کرو یعنی زخمی ہو، بھوکے پیاسے ہو، سخت تکالیف میں مبتلا ہو تو بھی خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر کرتے رہو۔

آیت ۴۷:

ابوسفیان نے ابوجہل سے کہا تھا کہ ہمارا قافلہ محفوظ ہو گیا ہے چلو مکہ واپس چلیں تو ابوجہل نے کہا کہ ہم میدان جنگ میں شراب و رقص کی محفل منعقد کریں گے تا کہ ہمارا رعب مسلمانوں پر پڑے۔ پھر خوب شراب پی کر رقاصہ کا ناچ دیکھا۔ لیکن آخر میں شکست پائی۔ خدا نے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ تم کفار کی مانند میدانِ جنگ کو عیاشی اور غرور کا اڈہ نہ بناؤ ورنہ تم اسی طرح ذلیل ہو گے جس طرح تمہارے مقابلہ میں آنے والے کفارِ مکہ ذلیل ہوئے۔ قبیح اعمال کے نتائج میں یہ بھی ہے کہ جو لشکر شراب، زنا و عیاشی میں مبتلا ہوتا ہے وہ کبھی فاتح نہیں ہوتا۔ جب تک مسلمان ان افعال سے دور رہے ہمیشہ فاتح ہی رہے مگر جب سے ان کی خلافت شہنشاہی بن گئی تو حاکم و محکوم نے خوب داد

تعیش دی۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

آیت ۴۸:

شیطان نے کفارِ قریش کے دل میں غرور پیدا کر دیا کہ وہ بوجہ اپنی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کے فتح پائیں گے۔ شیطان نے اپنی حمایت اور رفاقت کا بھی وعدہ کیا اور ان کو پوری طرح مغرور بنا دیا۔ آخر وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔

خدا نے روزِ جنگِ بدر مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے اور رسولِ خداؐ کی دعا کی وجہ سے فرشتوں کو مدد کے لئے بھیجا۔ شیطان نے فرشتوں کے آگے جبرائیلؑ کو دیکھا تو گھبرا گیا اور وہاں سے بھاگا اور کہنے لگا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ کو اس نے جو مہلتِ حیات دے رکھی وہ واپس لے لے اور مجھ کو ہلاک کر دے۔

طلحہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ شیطان روزِ جنگِ بدر ایسا ذلیل ہوا کہ اس سے پہلے نہ ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جبرائیلؑ و ملائکہ اہلِ اسلام کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ شیطان روزِ عرفہ بھی ذلیل ہوتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ میری امت پر بے انتہا رحمت نازل ہو رہی ہے۔

آیت ۴۹:

مدینہ کے منافقوں نے اور منافقینِ مکہ نے ایسا کہا تھا۔ قریش کے کچھ لوگ قیس بن ولید و مغیرہ و ابنِ امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج و حرب بن ذمعہ و ابوقیس بن فاکھہ نے اظہارِ اسلام کیا اور ہجرت نہ کی اور کفارِ قریش کے ساتھ میدانِ بدر میں آئے۔ ان کا خیال تھا کہ جس فریق کو قوی پائیں گے اس کے ساتھ شریک ہو جائیں گے۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی قلت دیکھی تو کہا کہ مسلمانوں کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے کہ مٹھی بھر لوگ لڑنے کو آئے ہیں خدا نے ان کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ جو خدا پر توکل کرتا ہے تو اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ وہ توکّل کرنے والوں کو ہی غلبہ و فتح دیتا ہے۔

آیت ۵۰:

کفارِ قریش کا غرورِ کثرت و طاقت سب ختم ہو گیا۔ جب فرشتوں نے آہنی گرزوں سے ان کو مار لگائی اور ان کی روح قبض کی اور یہ بھی کہا کہ دوزخ سے پہلے دنیا ہی میں گرزِ آہنی کے شعلوں سے تم کو جلایا جا رہا ہے۔ یہ تمہاری نافرمانی اور غرور کی تم کو سزا دی جا رہی ہے، اس کا مزہ چکھو۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب مشرکین مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو فرشتے ان کے چہروں اور پشت پر کوڑے مارتے تھے۔ ایک شخص نے رسولِ خداؐ سے

عرض کیا کہ میں نے ابوجہل کو دیکھا وہ مثل شراک (جوتے کے تسمے کی مانند) ہوگیا تھا۔تو رسول خداؐ نے فرمایا: ذاك ضرب الملئكة۔ (یہ فرشتوں کی ضرب کی وجہ سے تھا۔) ایک شخص نے رسولِ خداؐ سے کہا کہ میری تلوار ایک کافر تک پہنچی بھی نہ تھی کہ میں نے اس کا سر قلم دیکھا۔تو آپؐ نے فرمایا: سبقتك ملئكة۔ (فرشتوں نے آگے بڑھ کر اس کو قتل کر دیا۔)

آیت ۵۱:

اہلِ اسلام میں بہت سے فرقے ہیں۔ ان میں ایک فرقہ کہتا ہے کہ انسان کو خدا نے مجبور کر دیا کہ وہ گناہ اور نیکی کرنے پر قادر نہیں ہے بلکہ وہ مجبور ہو کر ایسا کرتا ہے۔ یہ فرقہ مجبّرہ کہلاتا ہے۔ اس فرقہ میں بہت بڑی تعداد اہلِ اسلام کی شامل ہے۔ حالانکہ قرآن میں جگہ جگہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو اس کو اس کے عمل کے مطابقِ سزا و جزا ملے گی۔ چنانچہ اس آیت میں یہی کہا گیا ہے۔ کافروں اور مشرکوں نے جنگِ بدر میں جو ذلت اُٹھائی اور جو قتل ہوئے وہ ان کے عملِ بد کی سزا تھی۔

آیت ۵۲:

کفارِ مکہ نے روزِ بدر جو ذلت اٹھائی اور جس طرح وہ قتل کیے گئے وہ ان ہی کے عمل کا نتیجہ تھا۔ ان کفار کی مثال فرعون والوں کی سی ہے۔ جس طرح وہ مستحقِ عذاب ہوئے اور غرق کیے گئے اسی طرح کفارِ مکہ بھی مستحقِ عذاب ہوئے۔

خدا ایسا صاحبِ قوت ہے کہ جو وہ چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس کو روکنے والا کوئی نہیں۔ وہ تمام کائنات پر پورا پورا اختیار رکھتا ہے عرش و فرش کی مخلوق اس سے سرتابی نہیں کر سکتی اور وہ صاحبِ اختیار اور سخت عذاب دینے والا ہے۔ اس کے عذاب سے بچانے والا کوئی بھی نہیں ہے۔

آیت ۵۳:

اس آیت نے کئی امور واضح کر دیئے۔ اول یہ کہ ہر فرد یا ہر قوم کو جو نعمت ملے خواہ کسی صورت میں ہو خدا ہی دیتا ہے۔ اور اسے کبھی واپس نہیں لیتا بلکہ وہ لوگ اپنے عمل کے خود ذمہ دار ہیں کہ خداداد نعمات کو خود ضائع کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ انسان اپنے پر خود اختیار رکھتا ہے۔ چاہے وہ اپنے اعمال کو درست رکھے اور دنیا و دین کی مکمل کامیابی حاصل کرے یا اپنے اعمالِ بد کی وجہ سے عذابِ دنیا و آخرت کا مستحق بن جائے۔ فرقہ مجبرّہ کا یہ اعتقاد کہ خدا نے انسان کو مجبورِ محض بنایا ہے اس آیت سے باطل ہو جاتا ہے۔ سوم یہ کہ انسان خود قادر ہے اس بات پر کہ وہ اپنے حال کو بدل دے قرآن کا فرمان حتی یغیرو ا ما بانفسھم ظاہر کرتا ہے کہ انسان اپنے نفس کی حالت کے بدلنے کا خود اختیار

رکھتا ہے خدا نے اس کو مجبور نہیں کیا ہے۔

خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔ یہ اساسی و بنیادی اعتقادِ اسلام ہے کہ خدا کائنات کی ہر شئے کا علم رکھتا ہے اور وہ ہر آواز سنتا ہے وہ اپنے علم سے کائنات پر محیط ہے۔ اس کا علم کسی کو عمل پر مجبور نہیں کرتا بلکہ ہر انسان اپنے عمل کا مختار ہے۔ گو وہ یہ جانتا ہو کہ خدا اس کے عمل کو دیکھ رہا ہے اور اسی کے مطابق سزا و جزا دے گا۔

آیت ۵۴:

قومِ فرعون اور ان سے سابقہ نافرمان اقوام کو خدا نے دنیا ہی میں عذاب دیا۔ اس عذاب کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں اور دلیلوں کو جھٹلایا، ظلم اختیار کیا اور خدا کے احکام کی نافرمانی کی، انبیاءؑ پر ظلم کیے اور ان کی بات کو نہ مانا۔ خدا نے حضرت محمدؐ کی امت کو یہ واقعات سنائے ہیں تا کہ ان سے یہ گناہ سرزد نہ ہوں اور وہ ان گناہوں کی وجہ سے دنیوی عذاب اور آخرت کے عذاب کے مستحق نہ ہوں۔ مگر افسوس کہ موجودہ عہد کا مسلمان اب برائے نام مسلمان ہے۔ اس نے آیاتِ خدا کو بھی اپنے عمل سے جھٹلایا ہے اور باہم قرآن کے احکام میں اختلاف بھی کیا ہے اور ظلم بھی اختیار کیا ہے اور نہ ہی واقعاتِ قومِ فرعون سے کوئی سبق حاصل کیا ہے۔ صرف چند مسلمان ہیں جو دامنِ اسلام کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور ابنائے زمانہ کے مظالم کا شکار ہیں۔ خدا ان کی توفیقات میں اضافہ کرے۔

آیت ۵۵:

خدا نے انسان اور حیوان کا موازنہ کیا اور بتایا ہے کہ جو انسان کافر ہو گئے، خدا کی لاتعداد نشانیوں اور دلیلوں کو دیکھتے ہوئے بھی اندھے ہیں، کلام الٰہی کو سن کر بھی بہرے ہیں، عقل رکھتے ہوئے بھی غور و فکر نہیں کرتے وہ بدترین حیوان ہیں اور شریر ترین چوپائے یا حشرات الارض ہیں۔ جس طرح سانپ، شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ درندے اور زہریلے جانور نقصان پہنچاتے ہیں ان سے بدتر یہ کافر لوگ ہیں کہ وہ خود اپنے جیسے انسانوں کے دشمن اور قاتل ہیں۔ اپنے رب کو نہیں پہچانتے حالانکہ جانور اور تمام دیگر ذی روح مخلوق اپنی فطرت کی پابند ہے اور اپنے رب کو جاننے والی ہے مگر انسان کہ خود فراموش بھی ہے اور خدا فراموش بھی ہے۔

آیت ۵۸:

بنی قریظہ نے رسول خداؐ سے عہد کیا تھا کہ وہ دشمنانِ اسلام کی مدد نہیں کریں گے۔ لیکن انہوں نے بار بار عہد شکنی کی، جنگِ بدر میں کفارِ قریش کی مدد اسلحہ سے کی اور جنگِ خندق میں ابوسفیان کے ساتھ ہو گئے۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت بنی قینقاع کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ رسول خداؐ نے پہلے ان کو آگاہ کر دیا کہ انہوں نے عہد کی

خلاف ورزی کی ہے، اس کے بعد جنگ کی۔

فانبذ الیھم سے مراد ہے کہ ان کو مطلع کر دو کہ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ بغیر اطلاع دیئے اگر مسلمان حملہ کریں گے تو مشہور ہو جائے گا کہ مسلمانوں نے معاہدہ صلح کر کے اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ لہٰذا دشمن کو اس کی عہد شکنی کی اطلاع دینے کے بعد اس سے جنگ کرو اور اس کو متفرق کر دو تا کہ پھر وہ اس قابل نہ رہیں کہ اجتماعی طور پر اسلام پر حملہ کر سکیں۔ علیٰ سوآ کا مطلب یہ ہے کہ اس معاملہ میں بھی عدل و انصاف کا لحاظ رہے۔ یعنی ان کی سزا ان کے عمل کے مطابق ہو۔ چونکہ عہد شکنی میں ابتداء ان کی طرف سے ہے لہٰذا وہ خود اپنے فعل کے ذمہ دار ہیں۔ اہلِ اسلام کی طرف سے زیادتی اور ظلم نہ ہونے پائے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ۔ (اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔) بد معاملگی خواہ کسی معاملہ میں ہو خیانت ہے۔ اس طرح عہد شکنی بھی خیانت ہے۔ لہٰذا خدا نے مسلمانوں کو منع کیا ہے وہ کسی بات اور کسی معاملہ میں خیانت کے مرتکب نہ ہوں ورنہ مددِ خدا سے محروم ہو جائیں گے کیونکہ خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا لہٰذا وہ ان کی مدد بھی نہ کرے گا۔ جس طرح کفار نے خیانت کی اور عہد شکنی کی اور آخر اس کی سزا بھگتنی پڑی، جلاوطن بھی ہوئے اور قتل بھی کیے گئے۔ اس حکمِ خدا میں اعلیٰ اخلاق کا درس اہلِ اسلام کو دیا گیا ہے۔

آیات ۵۹ تا ۶۲:

خداوندِ عالم نے ان آیات میں اہلِ اسلام کو چند باتیں ایسی بتائی ہیں جو ان کی تقویتِ قلب کا سبب بھی ہیں اور ان کو آدابِ جنگ بھی سکھاتی ہیں۔ اول یہ کہ کافر کبھی مسلمانوں پر غلبہ نہ پائیں گے کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ وہ ہم کو عاجز و مجبور نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ ہم قادرِ مطلق ہیں اور جب مسلمان ہمارے مطیع بن کر کفار کے مقابلہ میں آئیں گے تو ان کی فتح خدا کی فتح ہوگی۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کو چاہیئے وہ اپنی عسکری قوت کو ہر ممکن طریقہ سے زیادہ سے زیادہ آمادہ کریں۔ سوم یہ کہ وہ دشمن کی طاقت اور اس کے حملہ سے غافل نہ رہیں کیونکہ غفلت معاملہ جنگ میں بدترین شئے ہے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ کافروں کے بد ارادہ کو تم نہیں جانتے، ہو مگر خدا جانتا ہے۔ یعنی کافر اسلام کی عداوت سے کبھی باز نہ آئیں گے لہٰذا تم کبھی اور کسی زمانہ میں بھی دشمنوں سے غافل نہ رہنا۔ چہارم یہ کہ اگر تم اپنی عسکری قوت بڑھا لو گے تو دشمنوں پر تمہارا رعب رہے گا اور وہ بوجہ خوف تمہارے مقابلہ میں نہ آئیں گے، عہدِ رسالت میں ایسا ہی ہوا۔ پنجم یہ کہ مسلمان سامانِ جہاد کے فراہم کرنے میں جتنا بھی اپنا ذاتی مال خرچ کریں گے خدا ان کو وہ مال بھی دے گا اور اس کا معاوضہ بھی دے گا۔ ظاہر ہے کہ بعدِ فتح مسلمانوں کو دولت و مالِ غنیمت بھی ملے گا اور اس کا اجر آخرت میں ملے گا۔ ششم اگر دشمن صلح کرنا چاہے تو اہلِ اسلام کو چاہیئے کہ وہ صلح سے انکار نہ کریں اور خدا پر بھروسہ کر کے صلح

کرلیں۔ ہفتم خدا اہلِ اسلام کو اطمینان دلاتا ہے کہ اگر کافر اُن کو دھوکہ دیں گے تو خدا ان کو بچائے گا اور ان کی مدد کرے گا۔ مگر یہ صلح باجازت رسولؐ یا باجازت ائمہِ اہلبیتؑ ہو کیونکہ مسلمانوں کو حکم عام و تاکیدی ہے کہ وہ اتباع رسول اللہؐ کریں۔

آیت ۶۳:

اوس وخزرج مدینہ کے دو (۲) بڑے قبیلے تھے اور ان میں ایک سوبیس سال سے مخالفت اور جنگ جاری تھی۔ مگر جب رسولِ خداؐ مدینہ پہنچے تو ان دونوں قبائل میں باہم الفت ومحبت پیدا کرا دی چنانچہ ان کا اتحاد تبلیغِ دینِ اسلام میں معاون ثابت ہوا۔ اس بات کو خدا نے فرمایا ہے کہ ان قدیم دشمنوں کے دلوں میں ہم نے محبت پیدا کردی تھی اور یہ الفت ان میں ہرگز نہیں ہوسکتی تھی اگر کوئی دنیا کی تمام دولت بھی اس کام میں صرف کرتا۔ کیونکہ ان کی نسلوں میں باہمی عداوت جڑ پکڑ چکی تھی مگر خدا نے ان کو باہم دوست بنا دیا تو وہ باہمی خون ریزی، غارتگری اور بے اطمینانی سے محفوظ ہو گئے۔ لہٰذا اُن کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ ارشادِ باری ہے کہ ہم نے یہ اس لئے کیا کہ ہم اہلِ مدینہ کے ذریعے اپنے رسولؐ کی مدد کرانا چاہتے تھے۔

آیت ۶۴:

اس سے پہلی آیت فَاِنَّ حَسبَكَ اللهُ۔ هُوَ الَّذِيٓ اَيَّدَكَ بِنَصۡرِهٖ وَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔ اور موجودہ آیت يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسۡبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔ ان دونوں آیتوں میں خدا نے اپنے رسولؐ سے کہا ہے کہ تم مطمئن رہو۔ دشمن بکثرت اور طاقت ور ہیں اور تمہاری جماعت کم ہے مگر تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ خدا تمہارے ساتھ ہے اس نے تمہاری مدد کی ہے نیز مومنین کے ذریعہ کی ہے۔ دوسری آیت میں بھی یہی مضمون ہے مگر بیان مخصوص انداز میں ہے کہ اے رسولؐ، خدا تمہارے لئے کافی ہے اور وہ کافی ہے جو مومنین میں سے تمہارے احکام پر عمل کرنے والا ہے۔ تمہارے چشم وابرو کے اشارہ پر جان ومال واولاد کی بازی لگا دیتا ہے۔

ابن عساکر نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: مكتوب على العرش لا اله الّا الله انا واحدى لا شريك لى محمد عبدى ورسولى ايدته بعلى و ذالك قوله هوالذى ايدك بنصره و بالمومنين۔ (عرش پر لکھا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے۔ محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسولؐ ہے میں نے اس کی علیؑ سے مدد کی ہے۔ اور یہی مطلب آیت هُوَ الَّذِيٓ اَيَّدَكَ بِنَصۡرِهٖ وَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ کا ہے)۔ (درمنثور ملا جلال الدین سیوطی جلد سوم ص ۱۹۹ مطبوعہ مصر) بعض مفسرین نے کل مومنین مراد لیے ہیں مگر خدا نے فرمایا ہے کہ مومنین سے ایک مومن ایسا ہے جس کے ذریعہ مدد کی گئی ہے اور وہی تمہارے لئے کافی ہے۔

آیت ۶۵،۶۶:

خدا نے مومنین کو اپنی نصرت کا یقین دلایا ہے اور آداب جنگ بتائے ہیں۔ اول یہ کہ رسول اللہؐ کو حکم ہے کہ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیں۔ اگر پرخلوص بیس مومن ہوں گے تو وہ دوسو (۲۰۰) کفار پر غالب رہیں گے اور اگر سو (۱۰۰) مومن ہوں گے تو ہزار (۱۰۰۰) پر غالب رہیں گے۔ کیونکہ خدا ان کے خلوص کے مطابق ان کی نصرت و مدد کرے گا۔ ان میں جوش ایمان ہوگا اور جوش ایمان عین شجاعت ہے۔ علاوہ بریں یہ آیت مومنین کو یہ بھی حکم دیتی ہے کہ وہ سو (۱۰۰) بھی ہوں تو ہزار (۱۰۰۰) کفار کے مقابلہ کو میدان میں آجائیں، خدا مدد کرے گا۔ بعد کو خدا نے فرمایا کہ ہم نے اپنے اس حکم میں تخفیف اور رعایت کر دی۔ وہ یہ کہ دوسو (۲۰۰) کے مقابلہ میں سو (۱۰۰) جاؤ اور دوہزار کے مقابلہ میں ایک ہزار (۱۰۰۰) جاؤ اگر اس تخفیف و رعایت کے بعد بھی تم میدان جنگ سے فرار کرو گے تو مفرور کی سزا قتل اور عذابِ جہنم ہے اور کفار کا مغلوب ہونا یقینی ہے کیونکہ ان کا مقصدِ جنگ کچھ نہیں ہوتا صرف دولتِ دنیا کے لئے لڑتے ہیں لیکن جب جان کو خطرہ دیکھتے ہیں تو بھاگ جاتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں تمہاری فتح یقینی ہے۔

آیات ۶۷ تا ۶۹:

اس آیت کے بارے میں مفسرین نے بہت اختلافات کیے ہیں حتیٰ کہ یہ لکھ دیا کہ رسولِ خداؐ نے خود اجتہاد کیا اور اس میں غلطی ہوگئی۔ نعوذ باللہ فعلِ رسول اللہؐ میں غلطی کا امکان خلاف شرطِ ایمان ہے۔ خدا نے فرمایا ہے: **وما کان لنبی ان یکون له اسریٰ** اور کسی نبی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ قیدی رکھے۔ چونکہ غزوۂ بدر پہلی جنگ تھی اور مسلمانوں میں پختہ ایمان والوں کے ساتھ ضعیف الایمان افراد بھی موجود تھے، جن کی غرض جہاد سے مالِ دنیا حاصل کرنا تھی چنانچہ انہوں نے رسول اللہؐ سے کہا کہ قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے تاکہ ہماری مالی حالت بہتر ہو۔ رسولِ خداؐ نے منع کیا اور سعد بن معاذؓ نے رسول اللہؐ کی ناپسندیدگی فدیہ کے بارے میں دیکھی تو عرض کیا کہ آپ قیدیوں کو قتل کر دیں تاکہ مخالف جماعت کی طاقت کم ہو جائے۔ مگر رسولِ خداؐ نے سعد کے جواب میں فرمایا: **رائت ماصنع القوم**۔ (تم نے دیکھا کہ قوم نے کیا کیا۔) یعنی قوم مجبور کر رہی ہے کہ فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کر دیا جائے یعنی اگر میں ایسا نہ کروں گا تو میری مختصر جماعت میں ابھی سے پھوٹ پڑ جائے گی اور اختلاف شدید پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا میں فدیہ لے کر چھوڑنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ مگر چونکہ رسول اللہؐ راضی نہ تھے لہٰذا خدا نے اپنے رسولؐ کی ذمہ داری کو ظاہر کر دیا اور قوم کو بتا دیا کہ رسول اللہؐ کو خدا کی طرف سے یہ حکم نہیں ہے اور کسی رسول کو بھی یہ حکم نہیں ہے کہ فدیہ لے کر قیدی چھوڑ دے۔ محمدؐ میرا نبی ہے اس کو بھی اختیار نہیں ہے، حکم میرا حکم ہے۔ نبی کو اس کی پیروی لازم ہے لہٰذا کبھی تم لوگ اس کے حکم سے سرتابی نہ کرنا۔ اگر یہ معاملہ پہلے قرآن میں نہ آچکا ہوتا کہ امتِ محمدؐ

کو مالِ غنیمت جائز ہوگا تو تمہاری سرتابی پر تم کو عذاب کیا جاتا کیونکہ تم نے حکمِ رسولؐ کی خلاف ورزی کی تھی۔ مگر اب تم کو یہ رقم فدیہ اور مالِ غنیمت حلال ہے اور آئندہ رسول اللہؐ کی نافرمانی میں خدا سے ڈرتے رہو۔ فی الحال تمہاری یہ خطا معاف کی جاتی ہے کیونکہ خدا غفور الرحیم ہے۔ آیت میں مخاطب کے لئے خدا نے جمع کے صیغے کو استعمال کیا ہے۔

آیت ۷۰:

خداوندِ عالم نے رسول اللہؐ کی زبانی اسیران بدر کو پیغام دیا ہے کہ اگر ان کے دلوں میں خوفِ خدا ہے اور وہ مسلمان ہونے پر مائل ہیں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو وہ مال دیں گے جو بطور فدیہ لیا گیا ہے اور ان کے پچھلے گناہوں کو معاف کر کے نعماتِ جنت کا حقدار بنا دیں گے کیونکہ ہم کو عفو و مغفرت پسند ہے، ہم اپنے بندوں پر عذاب کرنے کو پسند نہیں کرتے۔

آیت ۷۱:

اس آیت میں خدا نے پھر رسول اللہؐ کو تسلی دی ہے کہ اگر یہ کفار پھر بھی تمہارا مقابلہ کریں تو اے محمدؐ تم کیوں غم کرتے ہو یہ لوگ تو پہلے بھی اپنے رب سے خیانت و بدعہدی کر چکے ہیں کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور جنگ کے لئے تمہارے مقابلے میں آ گئے۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ستر (۷۰) قتل ہوئے اور ستر (۷۰) قید ہوئے۔ آئندہ بھی یہی مغلوب رہیں گے اور خدا تم کو فتح و نصرت دے گا۔ خدا کے کام حکیمانہ ہیں وہ چاہتا تو سب کو مسلمان بنا دیتا مگر اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ انسان کا امتحان لے اور سزا و جزا دے اور نیکو کاروں کو بدکاروں سے الگ کر دے اور اپنے مطیع بندوں کو جنت کی ابدی نعمات عطا کرے۔

آیت ۷۲:

یہ آیت سابقہ آیت سے مسلسل ہے۔ خدا نے اس میں ان مومنین کی تعریف کی ہے جنہوں نے ایمان قبول کیا۔ اول صفت ان کی یہ ہے کہ وہ خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے۔ دوسری صفت یہ کہ انہوں نے اپنے وطن مکہ کو نصرتِ دینِ خدا کی خاطر چھوڑا اور ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ تیسری صفت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اموال کو راہِ خدا میں صرف کیا۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ اپنی جانوں کو راہِ خدا میں قربان کیا اور جہاد پر آمادہ ہوئے۔ یہ تمام صفات مہاجرین کے لئے ہیں۔ اب مخصوص انصار کی تعریف خدا فرماتا ہے کہ انہوں نے ہمارے رسولؐ کو مدینہ میں بلایا اور ان کو جگہ دے کر ٹھہرایا اور پھر ہمارے رسولؐ کی نصرت کی۔ اب مہاجرین اور انصار گویا ایک ہی ہیں اور ایک دوسرے کے رفیق سرپرست اور دوست ہیں اور میراث و ترکہ میں ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: مہاجر و انصار جن میں یہ رشتہ اخوت رسول اللہؐ نے قائم کر دیا تھا وہ میراث کے بھی حقدار

ہو گئے تھے۔

کچھ مسلمان ایسے بھی تھے جنہوں نے ہجرت نہیں کی اور رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔جن لوگوں نے ہجرت نہیں کی تو وہ میراثِ انصار کے حقدار نہ ہوں گے مگر چونکہ وہ مومن ہیں لہٰذا اگر ان پر کفار حملہ کریں تو ان کی مدد مسلمانوں پر واجب ہے۔

مسلمانوں کو خدا کا حکم ہے کہ وہ ہر حالت میں معاہدہ کا لحاظ رکھیں۔اگر وہ باہم مسلمانوں کی مدد کریں گے اور ان کی طرف سے جنگ کریں گے تو بھی وہ یہ لحاظ رکھیں کہ دشمن قوم سے ان کا معاہدہ تو نہیں ہو چکا۔اگر معاہدہ ہو چکا ہے تو اس حالت میں مسلمانوں کی بھی مدد نہیں کر سکتے۔

آیت ۷۳:

خدا نے ظاہر فرما دیا ہے کہ کافر کبھی مسلمان کے دوست نہ ہوں گے بلکہ کافر ہمیشہ آپس میں دوست ہوں گے اور خلافِ اسلام کاروائیوں میں مصروف رہیں گے۔لہٰذا مسلمانوں کو ان پر ہرگز اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

مسلمانوں کو خدا کا حکم ہے کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کریں۔وہ کسی بھی علاقہ میں ہوں مگر جب مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہو تو ہر ملک کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں اور کافروں کو دشمن سمجھیں۔اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو بڑا فتنہ و فساد زمین میں پھیل جائے گا۔کیونکہ کفار غالب ہوتے جائیں گے اور مسلمان کمزور ہوتے جائیں گے چنانچہ مفسد اور تباہ کار لوگ دنیا میں بڑھتے جائیں گے۔نتیجہ ظاہر ہے کہ زمین فساد سے پُر ہو جائے گی، امن و امان کا نام و نشان نہ رہے گا اور کوئی خدا کا ماننے والا نہ رہے گا۔ہر طرف کفر چھا جائے گا،عبادت خانے بے کار ہو جائیں گے۔لہٰذا اہلِ اسلام کو باہم متحد ہو کر ہمیشہ دفعِ فساد اور دفعِ فتنہ میں مشغول رہنا چاہئے۔

آیت ۷۵:

جنہوں نے بعد کو ہجرت کی جیسے ابوبصیرؓ اور ابوجندلؓ وغیرہ کہ انہوں نے ہجرت کی اور جہاد میں اہلِ اسلام کے ساتھ رہے اس لئے وہ بھی اس حکم میراث میں شریک ہیں اور ان کو بھی وہی درجات عطا ہوں گے جیسے ان مہاجرین کو عطا ہوئے جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

اس آیات کے بارے میں بھی تفسیروں میں بہت اختلاف ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس آیت نے مہاجر و انصار کی میراث کے معاملہ کو ختم کر دیا ہے۔بہر حال اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ نسب و حسب میں جتنی قریبی قربت ہو گی وہ قربت میراث میں نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔میراث کے احکام جو خدا نے اقرباء کے بارے میں دیئے ہیں وہ باقی رہیں گے یہ نہ ہو گا کہ قریبی رشتہ داروں کو میراث سے محروم کر دیا جائے اور مہاجر اور انصار اس میراث کے حق دار

بنادیئے جائیں۔ چونکہ یہ آیات مسلسل ہیں اور قریب قریب ہیں اور ان میں میراث کا حکم ہے۔ لہٰذا خدا نے پہلے رشتۂ اخوت کے حقوق کو بیان کیا تاکہ مہاجر وانصار یک جان ہو جائیں۔ اور اسی کے فوراً بعد ظاہر فرما دیا کہ رشتۂ اخوت قرابتِ خاندانی کے حقوق کو ضائع نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اپنی جگہ اسی طرح باقی ہیں اور کتاب اللہ کا اشارہ اسی طرف ہے کہ قرآن کریم نے جو قرابت داروں کے حقوقِ میراث مقرر کیے ہیں وہ بھی باقی رہیں گے۔

تفسیرِ سورۃ التوبہ

آیت ۱:

اس سورہ کو برأت یا توبہ کہا جاتا ہے۔ مفسرین نے بتایا ہے کہ سورہ انفال اور سورۃ توبہ ایک ہی سورۃ ہے۔ سورۃ انفال میں معاہدہ کے بارے میں حکم ہے اور سورۃ برأت یا سورہ توبہ میں معاہدوں کے ختم کرنے کا حکم اور معاہدہ کے قوانین کا ذکر ہے۔ چونکہ سورہ برأت میں کفار کے لئے خبرِ عذاب ہے اور خدا و رسول اللہؐ کی بیزاری کا ذکر ہے اور بسم اللہ آیت رحمت و برکت ہے لہٰذا سورہ برأت کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں ہے چونکہ خبر عذاب کے ساتھ ابتداءِ کلام الفاظِ رحمت سے کرنا غلط فہمی پیدا کرتا ہے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان سے پوچھا گیا کہ تم نے قرآن کو ترتیب دیا تو سورہ برأت میں بسم اللہ کیوں نہیں لکھی گئی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اے ابن عباس جب چند آیات نازل ہوتی تھیں تو رسولِ خداؐ کاتبِ وحی کو حکم دیتے کہ اِن آیات کو فلاں سورہ میں لکھو اور اِن آیات کو فلاں سورہ میں لکھو۔ سورہ انفال اور سورہ توبہ دونوں مدنی ہیں۔ رسول اللہؐ نے اپنی وفات کے وقت تک اس سورہ کا نام تجویز نہیں فرمایا تو مجھ کو شبہ ہوا کہ سورہ انفال کا آخر اور سورہ برأت کی ابتداء کہاں سے ہے؟ لہٰذا میں نے اس کا نام نہیں لکھا (تفسیر منہج الصادقین جلد ۳) اس روایت میں ابن عباسؓ کی روایت سے واضح ہوگیا کہ قرآن کو رسول خداؐ نے حسبِ منشاءِ الٰہی ترتیب دیدیا تھا اور مدنی اور مکی آیات کا باہم مل جانا سورں کا اتفاقاً نہیں ہے۔ بلکہ رسول خداؐ نے خود موزوں آیات کو موزوں سوروں میں درج کرایا ہے۔ لہٰذا ترتیب وجمع قرآن عہدِ رسول اللہؐ میں ہو چکی تھی۔

آیت ۲:

۸ھ میں فتح مکہ ہوئی، ۹ھ میں سورہ برأت نازل ہوئی اور ۱۰ھ میں رسول خداؐ نے حجۃ الوداع فرمایا اور حج کرنے سے پہلے چاہا کہ خانہ کعبہ رسوم جاہلیت سے پاک ہو جائے۔ لہٰذا آپؐ نے سورہ برأت کی ابتدائی آیات حضرت ابوبکر کو دے کر ان کو امیر حج بنا کر روانہ کیا لیکن کچھ ہی بعد جبرئیلؑ نے آکر رسول خداؐ کو حکمِ خدا پہنچایا کہ احکامِ قرآن کی تبلیغ تم خود کرو یا وہ کرے جو تم سے ہو۔ چنانچہ رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا ناقہ عضباء عطا کیا اور

بہ عجلت روانگی کا حکم دیا اور کہا کہ ابوبکر سے تم آیات لے لو اور ان کی تبلیغ موقعِ حج پر کرو۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے ان آیات کو حضرت ابوبکرؓ سے لے لیا اور روز قربانی جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور عوام سے کہا کہ میں رسول اللہؐ کا پیغامبر ہوں۔ اور آیات سورہ کو سنایا اور ان کو بتایا کہ اب کفار سے اللہ اور رسولؐ کا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ خانہ کعبہ خدا کا گھر ہے۔ اس کی زیارت مطابقِ احکامِ خدا ہوگی۔ زمانہِ جاہلیت کا ننگا طواف نہ ہوگا اور نہ کوئی دوسری جاہلیت کی رسم ادا ہوگی۔ یہ روایت متفق ہے جسے تمام مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہ حکم ذی الحجہ میں آیا اور کافروں کو چار ماہ کی مہلت دی گئی یہ چار ماہ ذی الحجہ، محرم، صفر، ربیع الاول ہوئے۔

آیت ۳:

قرآن کے یہ احکام کفار کے لئے انتہائی ذلیل وخوار کرنے والے تھے اور موقعہ حج پر جب کہ اطرافِ ملک کے لوگ بکثرت جمع تھے ان آیات کا پہنچانا بہت دشوار کام تھا۔ خدا کا حکم تھا کہ کفار کو دردناک عذاب کی خبر دیدو اور کعبہ میں ان کا آنا ممنوع قرار دے دو اور کہدو کہ جب تک وہ خدا و رسولؐ پر ایمان نہ لائیں گے زیارتِ کعبہ نہیں کر سکتے ہیں۔ خدا کا وعدہ سچا ہوا اور حضرت علیؑ نے جمرہ عقبہ پر کثیر مجمع میں با آواز بلند ان آیات کی تلاوت کی اور بتایا کہ کفار سے جو معاہدہ کیا گیا تھا وہ ختم کر دیا گیا۔ اب ان کو چار ماہ کی مہلت غور کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ نیز جنہوں نے معاہدہ کے بعد معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کی ہے تو ان کی مدت معاہدہ پوری کی جائے گی۔

آیت ۵:

صرف یہی اعلان نہ تھا کہ معاہدہ ختم کیا جاتا ہے بلکہ یہ بھی اعلان تھا کہ چار ماہ کی جو مہلت دی گئی ہے اگر اس کے بعد کافروں نے اسلام کے خلاف جنگ کی تو مسلمان ان کو قتل کریں گے یا قید کریں گے، ان کا محاصرہ کریں گے اور ان کے تجارتی آمد ورفت کے راستوں میں ان پر حملہ آور ہوں گے۔ بہر حال کافروں کو ان کے اعمالِ بد کا بدلہ دیں گے کہ انہوں نے خدا اور رسولؐ کے احکام کی اطاعت نہیں کی۔

اللہ کا بڑا رحم وکرم ہے کہ وہ کفار کو بھی موقع دے رہا ہے کہ وہ توبہ کرلیں اور احکامِ خدا پر عمل کریں۔ خدا بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے لہٰذا وہ اپنے رحم وکرم سے ان کے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ خدا نے کفار کی جان بخشی کے لئے دو شرطیں معین کی ہیں۔ اول نماز پڑھیں دوسری یہ کہ زکوٰۃ ادا کریں۔ علماء نے اسی آیت کے حکم کے مطابق حکم دیا ہے اور حدیث نے اسی حکم کی تائید کی ہے کہ من ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر۔ (جس نے نماز کو جان بوجھ کر ترک کیا، وہ کافر ہو گیا۔) لہٰذا تارک الصلوٰہ کا قتل فرض ہے مگر یہ احکام باجازتِ رسول و ائمہ ہدیٰ عمل میں لائے جائیں گے۔

ان اللہ یحب المتقین۔ (اللہ متقین کو دوست رکھتا ہے۔) متقی کی علامات چار (۴) ہیں۔ ان میں سے ایک عہد کا وفا کرنا ہے **حفظ الحدود و بذل المجهود الوفاء المعهود و القناعة بالموجود**۔ (حدود و احکامِ خدا کی حفاظت کرنا۔ حرام کاموں کا ترک کرنا۔ وفائے عہد کرنا اور موجود پر قناعت کرنا۔)

آیت ٦:

خداوندِ عالم نے مسلمانوں کو آدابِ جنگ و آدابِ صلح و آدابِ معاشرہ تعلیم دیئے ہیں۔ پہلے تو عام حکم دیا کہ کفار کو چار ماہ کی مہلت اس لئے دی کہ وہ اسلام کے بارے میں غور و فکر کر لیں۔ پھر اگر کوئی کافر مسلمانوں سے جان کی امان یا پناہ چاہے تو اس کو پناہ ملنی چاہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو اس کے وطن بھی بہ سلامتی پہنچانا چاہئے کیونکہ وہ حقیقت سے آشنا نہیں ہیں اور جاہل ہیں۔ ان کو جبر یہ مسلمان نہ بنایا جائے اور نہ ان کو قتل کیا جائے بلکہ پناہ مانگنے والے کو پناہ دینا اعلیٰ اخلاق ہے اور نیک شہرت کا سبب ہے لہٰذا اس کو پناہ دی جائے، اس کو ایذا نہ دی جائے بلکہ اس کے وطن پہنچا دیا جائے تاکہ وہ اخلاقِ اسلام کا معترف ہو اور اس کی قوم بھی مسلمانوں کے خوش اخلاقی کی معترف ہو اور یہ خوش اخلاقی اشاعتِ اسلام کا سبب بن جائے۔

آیت ۷:

مفسرین نے مختلف قبائل کی عہد شکنی کے ذکر میں بنی کنانہ کی بدعہدی کو لکھا ہے۔ ابن عباسؓ نے کفار قریش کی بدعہدی کو بتایا ہے اور مجاہد نے بنی خزاعہ کی بدعہدی کو ظاہر کیا ہے۔ بہرحال ان سب نے بدعہدی کی تھی۔ خدا کا فرمان ہے کہ بدعہدی کرنے والوں پر کیوں کر بار بار اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ ان کا بار بار خلافِ معاہدہ کرنا لازم کرتا ہے کہ ان کے معاہدہ کو ختم کر دیا جائے تاکہ وہ آئندہ دھوکہ نہ دے سکیں۔ اس حکم میں سب لوگ شامل رہیں گے جو اسلام سے معاہدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کریں گے۔

اس معاہدہ سے مراد صلحِ حدیبیہ ہے جو کہ رسول خداؐ نے کفار قریش سے کیا تھا۔ حدیبیہ مکہ سے قریب ایک مقام ہے لہٰذا وہ حدودِ حرم کعبہ میں ہے۔ اس کی میعاد معاہدہ پوری گئی۔ لہٰذا رسول خداؐ نے اس سال عمرہ نہ کیا اور پورے ایک سال کے بعد پھر مدینہ سے تشریف لا کر خانہ کعبہ کا عمرہ بجا لائے۔

آیت ۸:

خداوندِ عالم نے اس آیت کے ذریعہ اپنے رسول اللہؐ کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً بتایا ہے کہ ان کفار کی حالت یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے ایسے دشمن ہیں، ہمیشہ مسلمانوں پر غلبہ کی تدابیر کرتے رہیں گے، جب کبھی غالب ہو جائیں گے تو نہ قرابت کا لحاظ رکھیں گے نہ ہم وطن ہونے کا لحاظ کریں گے اور نہ وہ اپنے معاہدہ ہی پر قائم رہیں

گے۔ اہلِ اسلام کو کفار پر مطلق اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ وہ اپنی باتوں سے مسلمانوں کو بہکانا چاہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر کا دل مسلمانوں سے نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں کفر کی عادت میں بدعہدی ہے۔ وہ ہمیشہ معاہدہ کے خلاف ہی کریں گے۔

آیات ۹، ۱۰:

خدا نے اس آیت میں کفار کی اسلام دشمنی کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ابوسفیان نے کفار کو روپیہ و دولت دے کر مسلمانوں کے خلاف پروگرام بنایا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور خانہ کعبہ کے عمرہ سے رسول خداؐ اور مسلمانوں کو روکا۔ ابوسفیان اور دیگر کفار قریش مکہ نے کبھی رسول خداؐ کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی اور نہ مسلمانوں کے ساتھ کچھ ہمدردی کی۔ حالانکہ وہ سب آپس میں قرابت دار تھے۔ علاوہ بریں جب معاہدہ کیا تو اس پر بھی قائم نہ رہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو جاننا چاہئے کہ کفّار ہمیشہ مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کرتے رہیں گے وہ کبھی حدود وقوانینِ اخلاق پر عمل نہ کریں گے۔ لہٰذا ان کی باتوں پر کبھی مسلمانوں کو اعتماد نہ کرنا چاہئے۔

آیت ۱۱:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کیسا مہربان ہے کہ وہ ان ظالم کافروں کو بھی دعوت اسلام دے کر نجات کا وعدہ کر رہا ہے۔ فرمایا ہے اگر یہ ظالم کافر توبہ کرلیں۔ نماز، زکوٰۃ ادا کرتے رہیں تو وہ بھی مثل دیگر مسلمانوں کے ہو جائیں گے بلکہ مسلمانوں کے بھائی بن جائیں گے اور ہر مسلمان کی ہمدردی کے مستحق ہوں گے۔ ان کو امن و امان حاصل ہوگا، مثل مسلمانوں کے وہ اللہ کی نعمات کے مستحق ہوں گے، آخرت میں دائمی نعمات پائیں گے اور ہمیشہ مسلمانوں کے ہم درجہ و ہم مرتبہ رہیں گے۔ اسلام کا یہ وہ پیام ہے کہ جو دنیا کے کسی مذہب میں موجود نہیں ہے۔ ہر کافر کو ہمہ وقت دعوتِ قبولِ اسلام ہے۔ ان کے پچھلے گناہوں کی معافی کی ضمانت ہے، ان کی دنیوی زندگی کے لئے پیامِ امن ہے، باعزت زندگی کا وعدہ ہے۔ یہی وہ چیزیں تھیں جن کی وجہ سے صاحبانِ فہم غیر مسلم اسلام کی حقیقت کے معترف ہو کر اسلام کے دائرہ میں آتے تھے۔ مگر افسوس کہ رسول اللہؐ کی وفات کے چند ہی سال بعد اہلِ اسلام نے اس اعلان کا پرچار روک دیا اور خداداد دولت وحکومت کو صرف اغراضِ دنیوی کے لئے مخصوص کر دیا اور تبلیغِ احکامِ قرآن کو بالائے طاق رکھ دیا۔ خدا موجودہ عہد کے مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ بین الاقوامی طریقہ پر تبلیغِ دین کا انتظام کریں۔

آیت ۱۲:

فقاتلوا ائمة الکفر ۔ اے مسلمانو! تم سردارانِ کفّار سے جنگ کرو۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ائمہ کفر سے مراد ابوسفیان بن حرب و حارث بن ہشام و سہیل بن عمرو عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ ہیں جنہوں نے رسول خداؐ کے عہد کو

توڑا۔ مجاہد نے کہا کہ ائمہ کفار سے مراد اہل فارس اور روم بھی ہیں، اور حذیفہ یمانی نے کہا کہ اس آیت کے مصداق عہدِ رسولؐ میں موجود تھے اور بعد کو بھی ظاہر ہوں گے اور خدا کے اولیاء میں سے ایک ولیِ خدا ان سے جنگ کرے گا۔

حضرت علیؑ نے روزِ جنگِ جمل اس آیت کو تلاوت کیا اور فرمایا کہ **اما واللہ لقد عاھد علیٰ رسول اللہ وقال یا علی لتقاتلن الفئۃ النّاکثۃ و القاسطۃ و المارقۃ**۔ (خدا کی قسم رسول خداؐ سے عہد لیا گیا ہے اور رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا: اے علیؑ تم ضرور قتال کرو گے فرقۂ عہد شکن سے اور گروہ باغی اسلام سے اور گروہ مارقین سے۔) ظاہر ہے کہ فتح مکہ ۸ ہجری میں ہوا اور سورۃ برأت ۹ ہجری میں نازل ہو۔ لہٰذا ابوسفیان وغیرہ جن کا نام روایات سابقہ میں دیا گیا ہے وہ مراد نہیں ہو سکتے اور اہل فارس و روم نے رسول اللہؐ سے کوئی عہد و اقرار نہیں کیا تھا لہٰذا وہ بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ اب رہی روایت حضرت علیؑ کی تو بے شک جمل کی لڑائی میں جو علیؑ کے مقابل آئے وہ عہد شکن اور قسم کے توڑنے والے تھے لہٰذا آیت کا مفہوم یہاں صحیح قرار دیا جا سکتا ہے اور عہد شکن میں بنو قریظہ بھی تھے کہ انہوں نے رسولِ خداؐ سے معاہدہ کرنے کے بعد کفارِ قریش کی مدد کی اور ان یہودان مدینہ نے باہم مل کر چاہا تھا کہ رسولِ خداؐ کو مدینہ سے بھی نکال دیں۔ بہرحال عہدِ رسول اللہؐ میں یا بعدِ عہد رسول اللہؐ جو بھی اہلِ اسلام کے ساتھ معاہدہ کرے اور معاہدہ سے پھر جائے وہ اس آیت کے حکم میں آئے گا۔

آیت ۱۳:

بنو خزاعہ یمن سے آئے اور ایمان لائے اور انہوں نے مشرکوں کے ہاتھوں ظلم اُٹھائے آخر انہوں نے رسولِ خداؐ سے آ کر شکایت کی تو رسولِ خداؐ نے فرمایا: **ابشروا ان الفرج قریب**۔ (بشارت ہو تم کو کہ سکون اور آسودگی اب قریب ہے۔)

خداوندِ عالم نے اہلِ اسلام کو بتایا ہے کہ شرطِ اسلام یہ ہے کہ بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرے، کیونکہ مالک و مختار اور قادرِ مطلق صرف خدا ہی ہے، خدا ہی ناصر ہے تو جب وہ کسی کی مدد کرتا ہے تو وہ کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اہلِ ایمان سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرا کرتے۔

آیت ۱۴:

خدا نے اہلِ اسلام سے مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب تم صاحب ایمان ہو گے، بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرو گے تو یاد رکھو کہ کفار کو تمہارے ذریعہ سے خدا عذاب میں مبتلا کرے گا۔ یعنی وہ قتل ہوں گے، ان کا مال لٹے گا، وہ قید ہوں گے، وہ دنیا و دین میں رسوا ہوں گے اور خدا مومنین کی مدد کرتا رہے گا۔ ان کے دلوں کو مطمئن کرے گا اور ان کو جو کوفت و صدمہ پہنچا ہے وہ خدا دور کر دے گا۔ خدا کے تمام کام اس کے علم اور حکمت کے ماتحت ہیں۔ اس کے

ہر کام میں مصلحتیں چھپی رہتی ہیں۔

آیت ۱۶:

خدا نے دنیا کو دارِ امتحان بنایا ہے اور آخرت کو نعمات کے عطا کرنے اور درجاتِ عالیہ کا مقام بنایا ہے۔ وہ نیکوکاروں کو ان کے عمل کی جزا عطا کرے گا اور نافرمانوں کو سزا و عذابِ جہنم دے گا۔ اسی لئے اس آیت میں خدا نے فرمایا ہے کہ اے اہلِ اسلام تم یہ نہ سمجھنا کہ تمہارا زبانی دعوائے اسلام کافی ہے بلکہ تم کو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے عمل بھی کرنا ہے اور عملِ نیک میں جہاد بالنفس بھی شامل ہے۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ خدا کی راہ میں کون کون ہیں جو اپنی جانوں کو قربان کر سکتے ہیں۔

اس آیت میں شرائطِ ایمان کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ امتحان کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے اور یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ صرف زبانی دعوائے اسلام کافی ہوگا بلکہ خدا جس وقت بھی جس مصیبت میں امتحان لے اس کو صبر و تحمل کے ساتھ بجالانا چاہئے۔ دوم خدا کے دِین کی مدد کرنے میں اپنی جان کو قربان کر دینا اپنے لئے آسان جانے۔ خدا جانتا ہے کہ کون غازی ہے اور کون مجاہد اور کون شہید ہے مگر وہ ان کا امتحان لے کر ان کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے اور اہلِ دنیا کو دکھانا چاہتا ہے کہ اس کے نام کے جان نثار کتنے باہمت ہیں۔ سوم یہ کہ شرطِ ایمان یہ ہے کہ وہ اپنا راز دارِ دلی، جگری دوست بجز مسلمان کے کسی کو نہ بنائے اور اسلام کا راز کسی سے نہ کہے۔ جن لوگوں کے دل میں منافقت ہے وہ اِدھر رسول خداؐ کو راضی رکھنے کے لئے ان کے ہم خیال رہتے ہیں اور اُدھر جب کافروں سے ملتے ہیں تو اسلام کے رازوں کو ان سے کہہ دیتے ہیں۔ ان کی منافقت خدا کو معلوم ہے۔ چہارم یہ کہ مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ مومن کو اپنا راز دار بناتا ہے، کافر اور مشرک کو اپنا راز دار نہیں بناتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کو کافر اور مشرک کو مخلص دوست نہیں بنانا چاہئے اور نہ اس کو اپنا راز دار بنانا چاہئے کیونکہ خدا نے منحصر کر دیا ہے کہ مومن اپنا راز دار دوست خدا کو بنائے۔ یعنی اس سے طلبِ حاجات پُرخلوص طریقہ پر کرے اور رسول اللہؐ کو راز دار بنائے اور صرف مومنین کو راز دار بنائے۔ اگر مومن ہو کر وہ کافر کو اپنا راز دار بناتا ہے تو گویا وہ منافق ہے۔

آیت ۱۷:

آیت کا انداز بیان بتاتا ہے کہ یہ حکم دوامی ہے کہ کوئی مشرک و کافر مساجد خدا میں نہ جائے اور نہ عبادت کرے کیونکہ مسجد خدا صرف ذکر خدائے یکتا و یگانہ کے لئے ہے۔ اس میں کافر ذکر غیر خدا کریں ان کو یہ حق نہیں ہے اور اہلِ اسلام کو مساجد کی حفاظت کرنی فرض ہے۔ خدا نے دلیل بھی بیان کی ہے کہ جب مشرک خود کو کافر جانتے ہیں اور غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں تو ان کو مسجدِ خدا سے کیا واسطہ ہے؟ وہ جو عملِ شرک و کفر کرتے

ہیں ان کے یہ اعمال سب ضائع ہوں گے۔ ان کے ان اعمالِ شرک وکفر نے ان کو جہنم کا مستحق بنا دیا ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا نزول عباس ابن عبدالمطلب رسول خداؐ کے چچا کے بارے میں لکھا ہے اور بتایا ہے کہ عباسؓ جب جنگِ بدر میں قید ہو کر آئے تو انہوں نے کہا کہ مسلمان مجھ کو سرزنش تو کر رہے ہیں کہ قرابت کا لحاظ بھی نہ کیا اور اپنے بھتیجے محمدؐ سے جنگ کرنے مکہ سے مدینہ آئے اور حملہ آور ہوئے مگر میری نیکیاں بھی تو شمار کرو کہ میں خانۂ کعبہ کی حفاظت کرتا ہوں، حاجیوں کو شربت پلاتا ہوں، اور قیدیوں کو رہا کرتا ہوں۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ اعمال کفر کی حالت کے سبب اکارت ہوں گے۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل کی کہ کفار کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مسجد خدا کو آباد رکھیں یا اس کی خدمت کریں یا اس میں عبادت کریں کیونکہ ان کے یہ اعمال خدا کے نزدیک عبث اور باطل ہیں۔ یہ سورہ بعدِ فتحِ مکہ ۹ھ میں نازل ہوا ہے۔ خدا کا عام اعلان ہے کہ مساجدِ خدا میں مشرکوں اور کافروں کو جانے کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ صرف اللہ پر ایمان رکھنے والا اور یومِ آخرت پر ایمان لانے والا ہی مساجد خدا کو آباد رکھ سکتا ہے (رسول اللہؐ نے مسجد نبوی میں سب کے دروازے بند کر دیئے تھے مگر حضرت علیؑ کے گھر کا دروازہ کھلا رکھا اور فرمایا کہ علیؑ کو ہر حالت میں مسجد خدا میں رہنے اور آنے جانے کی اجازت ہے۔)

آیت ۱۸:

متفقہ علیہ روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: یاتی اٰخر الزمان ناس من امتی یاتون المساجد فیقعدوا فیھا خلقا ذکرھم الدنیا وحب الدنیا لا یجا سوھم لیس لھم اللہ حاجۃ۔ (میری امت کے لوگ ایک زمانہ میں مسجد میں آئیں گے اور حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور امورِ دنیا کے ذکر کریں گے اور محبتِ دنیا کا اظہار کریں گے۔ اے مسلمانو! تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا کہ خدا کو ان کی کوئی حاجت نہیں ہے۔) اور رسول خداؐ نے فرمایا: فی المسجد یاکل الحسنات کما تاکل البھیمہ الخیش۔ (یعنی ذکرِ دنیا مسجد میں نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے کہ چوپایہ گھاس اور چارہ کھالیتا ہے۔) نعمان ابن بشیر سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے کہا کہ میرے لئے یہی عمل کافی ہے کہ حجاج کو پانی پلاتا ہوں دوسرے صحابی نے کہا کہ میں خانہ کعبہ کو آباد رکھتا ہوں، مجھ کو دیگر اعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ تیسرے صحابی نے کہا کہ راہِ خدا میں جہاد سب سے افضل ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم سب خاموش رہو کہ رسول خداؐ گھر سے تشریف لا رہے ہیں۔ جب رسول خداؐ باہر تشریف لائے تو سب سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ سب نے اپنا اپنا بیان دہرایا تو خدا نے یہ آیت نازل کی: انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ۔ (مسجدِ خدا کو آباد رکھنے کا حق اس کو ہے

جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لایا ہے۔ نماز پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ دیتا ہے اور بجز خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا۔) بس جن میں یہ صفات پائی جائیں گی وہی مسجدِ خدا کو آباد رکھنے کے مستحق ہیں۔

آیت ۱۹:

یہ آیت سابقہ آیات کے تسلسل میں ہے۔ مفسرین نے بالاتفاق ان آیات کی وجہ نزول یہ لکھی ہے کہ ایک دن طلحہ نے کہا: انا صاحب البیت و بیدی مفتاحه فانا افضلکم۔ (میں محافظ خانۂ کعبہ ہوں میری پاس اس کی کنجی ہے میں تم سے افضل ہوں۔) اور عباس ابن عبدالمطلب نے کہا: انا اسقی الحاج فانا صاحب السقایه والقائم علیها۔ (میں حاجیوں کو پانی پلانے کا ذمہ دار ہوں اور اس کا منتظم ہوں۔) حضرت علیؑ نے جب یہ کلام سنا تو فرمایا: ما ادری ما تقولون فقد صلیت ستة اشهر الی القبله قبل الناس وانا صاحب الجهاد (نہیں سمجھتا تم کیا کہہ رہے ہو میں نے تمام لوگوں سے پہلے قبلہ کی طرف ۶ ماہ نماز پڑھی ہے میں نے راہِ خدا میں جہاد کیے ہیں) اور رسولِ خداؐ کی نصرت کی ہے جبکہ تم لوگ لات وعزیٰ اصنام کی پرستش کرتے تھے۔ خدا نے حضرت علیؑ کی تائید اور تعریف میں یہ آیات نازل فرمائی ہیں اور خدا نے کلامِ حضرت علیؑ کی پوری پوری تائید کی ہے لا یستون عند الله۔ (یہ سب اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے۔) معنی یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی صفات اتنی بلند اور ارفع ہیں کہ ان کے برابر دوسرے نہیں ہو سکتے اگرچہ وہ خانہ کعبہ کے خادم ونگران ہی کیوں نہ ہوں۔

والله لا یهدی القوم الظالمین۔ (خدا ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔) خدا نے یہ آیت مضمونِ سابق کی تائید میں نازل کی ہے اور بتایا ہے کہ جو کعبہ کی خدمت کرنے پر فخر ومباہات کرتے ہوں اور جو سابق الایمان ہو تو جو ان میں مساوات کے قائل ہوں گے یا پست کو اعلیٰ سے برتر سمجھیں گے وہ ظالم ہیں۔ خدا ان کو ہدایت نہیں کرے گا یعنی وہ مستحقِ عذابِ آخرت ہوں گے۔

آیت ۲۰:

وهم الفائزون۔ (وہی لوگ ظفر وفتح وکامیابی پانے والے ہیں۔) وہ کون لوگ ہیں؟ آیت نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ اول وہ ایمان لائے، دوم راہِ خدا میں ہجرت کی اور اپنے مال اور جانوں سے راہِ خدا میں جہاد کیا۔ وہی لوگ خدا کے نزدیک درجات میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ خدا کی طرف سے ان کے لئے بشارت ہے کہ رحمت خدا اور رضائے خدا ان کو حاصل رہے گی اور جنتوں کے وہی مالک ہوں گے۔ دائمی نعماتِ جنت پائیں گے ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ متفق علیہ حدیث ہے کہ علی وشیعته هم الفائزون۔ (حضرت علیؑ اور ان کے پیروکار ہی وہ لوگ ہیں جن کو کامیاب کیا گیا ہے)۔

آیت ۲۳:

جو افراد مرتد ہو گئے تھے انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ خدا کا صریح حکم ہے کہ مومن کافر کو دوست نہ بنائے۔ بعض نے خیال کیا تھا کہ ہمارے کاروبار تجارت کافروں سے ہیں اس مقاطعہ سے ہم کو نقصان ہوگا اگلی آیت میں اس بارے میں تنبیہ کی گئی ہے۔

آیت ۲۴:

خدا نے مسلمانوں کو اطمینان دلایا ہے کہ وہ کافروں سے دوستی قطع کر لیں گے تو خدا ان کا مددگار ہے اور اگر پھر بھی دل میں خدشہ ہے کہ تجارت کے معاملات خراب ہو جائیں گے یا مکہ کے مکانات چھوٹ جائیں گے اور جہاد کریں گے تو مال وجان کا نقصان ہوگا یا اقرباء واحباب ووالدین چھوٹ جائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو خدا کے مقابلہ میں یہ چیزیں زیادہ محبوب ہیں ؟ اگر ایسا ہے تو پھر یاد رکھو کہ خدا تم کو نافرمانوں میں شمار کریگا اور تمہاری ہدایت نہیں کریگا اور آخر تم دائمی عذابِ جہنم کے مستحق ہو جاؤ گے۔ لہٰذا اس آیت نے صاف صاف بتا دیا کہ بمقابلہ محبتِ ایمان، انسان کو کوئی دوسری چیز عزیز نہ ہونی چاہیے۔ اول خدا ورسول اللہؐ کی محبت ہے اور بعد کوئی اور چیز۔ خدا نے جس کام سے منع کر دیا ہے وہ چھوڑ دے اور جس کو اس نے عطا کیا ہے وہ قبول کرے۔ یہی صفت مومنِ کامل کی ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: لایجد احد کم طعم الایمان حتی یحب فی اللہ ابعد الناس اللہ و یبغض فی اللہ اقرب الناس۔ (اے مسلمانو تم میں سے کوئی ایمان کی لذت نہ پائے گا جب تک کہ وہ دور ترین شخص کو یعنی غیر کو خدا کی محبت کی وجہ سے محبوب رکھے اور وہ دشمن رکھے اپنے قریبی عزیز کو خدا کی محبت کی وجہ سے۔) یعنی شرط ایمان یہ ہے کہ اپنے یا پرائے جس کو بھی محبوب رکھے تو خدا کی محبت کی وجہ سے محبوب رکھے۔ کافر قریبی عزیز بھی ہو تو اس کو دشمن رکھے اور مومن بیگانہ وغیرہ بھی ہو تو اس کو اپنا برادر ایمانی سمجھے۔ شعر فارسی

آنکس کہ ترا شناخت جا نراچہ کند فرزند و عیال خانماں راچہ کند

یعنی جس نے خدا کو پہچان لیا وہ اپنی جان کی فکر کیوں کرے؟ وہ اپنی بیوی بچوں کی فکر میں کیوں گُھلے؟

آیت ۲۵:

خداوندِ عالم نے سابقہ امتوں پر اپنے کیے ہوئے احسانات بار بار جتائے ہیں ساتھ ہی ان کی بار بار کی نافرمانیاں یاد دلائی ہیں۔ تا کہ اللہ کی حُجّت روزِ قیامت ان پر قائم ہو۔ اسی طرح امتِ حضرت محمدؐ کو خطاب کیا گیا ہے اور باحسن طریق ان کو گمراہی سے بچنے کی صورت بتائی ہے اور ان کی بار بار کی غلطیوں سے ان کو آگاہ کیا ہے۔ بات یہ تھی کہ رسول خداؐ کے ساتھ کچھ تو مومنین مخلصین تھے لیکن ان کے علاوہ مالِ دنیا کے حریص منافق بھی تھے۔ چنانچہ

اس موقع پر خدا نے امتِ حضرت محمدؐ کو مخاطب کیا ہے۔ لقد نصر کم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ (اے مسلمانو اللہ نے تمہاری مدد بہت سے موقعوں پر کی ہے۔) جیسے روز جنگِ بدر ملائکہ سے مدد کی گئی۔ جنگِ احزاب اور موقعِ حدیبیہ و جنگِ خیبر اور فتحِ مکہ میں خدا نے مدد کی۔ صادقین علیہما السلام نے فرمایا ہے کہ کثیر سے مراد اسّی (۸۰) مواقع ہیں۔ حنین طائف اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ ہوازان اور ثقیف کا لشکر بڑی تعداد میں جمع ہوا اور انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کا ارادہ کیا۔ رسول خداؐ کو حملہ کا علم ہوا تو ماہ شوال ۸ ہجری کو آپ بارہ ہزار کا لشکر ہمراہ لے کر روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ کی زبان پر یہ کلمہ آیا لن یغلب الیوم۔ (ہم ہرگز آج مغلوب نہ ہوں گے۔) مسلمانوں کو اپنی تعداد اور قوت پر ناز تھا وہ سمجھتے تھے کہ فتح ہماری طاقت میں پوشیدہ ہے۔ یہ ناز خدا کو ناپسند ہوا آخر مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ خدا نے فرمایا ہے: ثم ولّیتم مدبرین۔ (اے مسلمانو! تم پیٹھ پھیر کے بھاگے تھے۔) اور تم پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگئی تھی۔ رسول اللہؐ کے ساتھ صرف انیس افراد رہ گئے تھے۔ علیؑ علمدار فوج تھے، عباس بن عبدالمطلب وفضل بن عباس و ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ونوفل بن حارث و ربیعہ بن حرث و عبداللہ بن زبیر وعتبہ ومعتب پسران ابولہب۔ رسول خداؐ خچر پر سوار تھے اور بار بار حملہ کرتے تھے اور عباسؓ آپؐ کو روکتے تھے۔ بحکمِ رسول عباسؓ نے مسلمانوں کو آواز دی۔ پھر وہ واپس آئے اور خدا نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔

آیت ۲۶:

امامؑ نے فرمایا ہے کہ سکینہ ایک خوشبودار جنت کی ہوا ہے جس کی صورت مثل انسان کے ہے اور وہ انبیاءؑ کے ساتھ رہتی ہے۔

آیت ۲۷:

جنگِ حنین میں مسلمان بھاگے اور رسول اللہؐ کے بار بار بلانے پر جمع ہوئے۔ پھر جنگ ہوئی اور فتح اسلام کی ہوئی تو خدا نے اس آیت میں ذکر فرمایا کہ ان میں سے جنہوں نے صدق دل سے توبہ کی تو خدا کو ان کی توبہ قبول کرنے کا اختیار ہے۔ نیز جنگِ حنین کے بعد کفار خدمت رسولؐ میں آئے اور اسلام قبول کیا تو خداوندعالم اسی آیت سے ان کی توبہ قبول کرنے کا اظہار فرماتا ہے۔

آیت ۲۸:

نہ معلوم مفسرین کو یہ کیا ہوگیا ہے کہ صریح حکم قران میں بھی تاویلات کر کے اس کی عظمت و اہمیت کو کم کر دیتے ہیں۔ یہ آیت بھی اختلافِ مفسرین کا ہدف ہے اور خواہ مخواہ اس کی تاویل میں معنی آفرینی کی گئی ہے۔ کسی نے کہا کہ رسول اللہؐ نے مسجدِ نبوی میں فلاں کو باندھ دیا تھا۔ فلاں کو بلایا تھا۔ فلاں کے گھر کا کھانا کھایا تھا۔ لہٰذا مشرک کا ظاہر

نجس نہیں ہے باطن نجس ہے وغیرہ وغیرہ۔ تاویل کرنے والوں کو یہ یادنہیں ہے کہ یہ سورہ ۹ ہجری میں نازل ہوا ہے اور طولانی سورہ ہے۔ اس میں مشرکوں کے معاملات کو زیادہ تر بیان کیا گیا ہے۔ اسی سلسلہ میں خدا نے بتایا ہے کہ اس سال کے بعد اب مشرک مسجد الحرام یعنی حدودِ حرمِ کعبہ میں داخل نہ ہوں کیونکہ وہ نجس ہیں۔ کعبہ میں آئیں گے تو ان کی نجاست ارض پاک کعبہ پر پہنچے گی اور چونکہ وہ بت پرست ہیں ان کا باطن بھی نجس ہے کہ وہ خانہ کعبہ میں آ کر ممکن ہے کہ اپنے پہلے معبودوں کا خیالِ عبادت دل میں لائیں۔ لہٰذا ان کا ظاہر اور باطن دونوں نجس ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی رائے میں مشرک نجس العین مثل کتے کے ہیں اور تفسیر اہلبیتؑ نبوی بھی یہی ہے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے: لا تصافحوا المشركين فمن صافحه فليتوضا۔ (مشرک سے مصافہ نہ کرو جو مصافحہ کرے تو اس کو ہاتھوں کو دھولینا چاہئے اور وضو کرنا چاہئے۔) بہرحال مشرک نجس ہیں اور رسول اللہؐ کے ان واقعات کو جو اس آیت کے نزول سے پہلے کے ہیں سند میں اس لئے پیش نہ کرنا چاہئے کہ نزولِ حکمِ قران سے پہلے مصلحتاً بھی ایسا ہوسکتا ہے کہ ابتدائے تبلیغ تھی مگر نزولِ حکم کے بعد تو یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ آپ کسی مشرک کو مسجد الحرام میں داخل ہونے دیتے۔ لہٰذا مشرکین سے مصافحہ جائز نہیں تو ان کے ساتھ کھانا پینا اور ان کی تر چیزوں کا ان سے لینا اور خریدنا سب ناجائز ہے۔ علاوہ بریں کفار سے خرید وفروخت کرنا کفار کی مالی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانا ہے اور مسلمانوں کی مالی اور اقتصادی حالت کو کمزور کرنا ہے۔ یہ دنیوی فائدہ اہلِ اسلام کے لئے ہے۔ بہرحال مشرکین کا ذبیحہ اور ہر وہ چیز جس میں ان کی نجاست کا اثر ہوسکتا ہے وہ اشیائے خوردنی ہوں یا جس کو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہو وہ سب نجس ہیں۔

جب یہ حکم آیا کہ مسجد الحرام میں مشرکین نہ ہوں تو مسلموں کے دلوں میں خیال آیا کہ پھر ہمارے کاروبارِ تجارت کیسے چلیں گے؟ لہٰذا خدا نے اطمینان دلایا کہ اگر تم مخلص مسلمان ہو تو خدا پر بھروسہ رکھو کہ وہ تم کو عنقریب ہی غنی کر دے گا اور ایسا ہی ہوا کہ خدا نے مسلمانوں کو حکومت، دولت، عزت اور اقتدار اتنا دیا کہ دیگر اقوامِ زمانہ ان کے مقابلہ میں پست نظر آنے لگیں۔

آیت ۲۹:

یہ حکمِ جہاد اہلِ کتاب کے خلاف ہے۔ خدا نے بتایا ہے کہ اہلِ کتاب میں سے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول (حضرت محمدؐ) نے جس کو حرام کیا ہے اس کو حرام نہیں جانتے اور دینِ اسلام کو قبول نہیں کرتے ان سے جہاد کرو حتیٰ کہ وہ جزیہ ادا کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ مشرکین حربی (جو جنگ کریں) کے لئے تو یہ حکم ہے کہ جب تک وہ اسلام قبول نہ کرلیں ان سے جنگ کرتے رہو اور اہلِ کتاب کے لئے خدا کا یہ رعایتی

حکم ہے کہ ان سے جزیہ لے کر ان کی جان بخشی کر دی جائے۔

عزیرؑ بن شرجنا نسل حضرت یعقوبؑ سے سبط لاوی سے ہیں ان کا سلسلہ چودھویں پشت میں ہارونؑ بن عمران تک پہنچتا ہے۔ بنی اسرائیل کی سرکشی کی وجہ سے خدا نے ان پر ظالم بادشاہ بُختِ نصر کو مسلط کر دیا تو بنی اسرائیل قتل ہوئے۔ عزیرؑ بچے تھے ان کو قید کیا گیا۔ بیت المقدس کو برباد کر کے توریت کے تمام نسخے جمع کر کے جلا دیئے گئے۔ عزیرؑ نے قید سے رہائی کے بعد صحراہ وکوہ میں سکونت اختیار کر لی۔ جب بنی اسرائیل میں عزیرؑ پہنچے تو توریت زبانی یاد تھی۔ قوم کو سنائی۔ جب شگافِ کوہ سے توریت کا نسخہ نکالکر پڑھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ عزیز کو توریت یاد تھی۔ لوگوں نے اعتقاد کر لیا کہ عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ خدا نے عزیرؑ کو خود توریت الہام کر کے سکھائی ہے۔

آیت ۳۱:

اس آیت کا اسلوب بیان ہی بتاتا ہے کہ خدائے یکتا کے علاوہ کسی کو اپنا ولی ومختار، اصل حاکم اور اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ماننا یا بنانا قطعی غلط ہے اور کفر وشرک ہے۔ یہود اور نصاریٰ نے یہی کیا تھا کہ اپنے علماء درویشوں، خانقاہ نشینوں کو اور عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو اپنا معبود (خدا) بنا لیا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ نصرانیوں نے عیسیٰؑ کو تو اپنا معبود بنا لیا تھا مگر علماء اور زاہدین کو وہ حضرت عیسیٰؑ کا مقام نہیں دیتے تھے البتہ اپنے تمام دنیاوی واخروی کاموں کا ان کو حاجت روا مانتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے کہ خدا کی خدائی میں ان کے درویش اور علماء بھی شریک ہیں۔ یہ اعتقاد ان کا شرک تھا۔ کیونکہ **وما امروا الا لیعبدوا الھاً واحداً**۔ (اور ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ خدائے واحد کے علاوہ کسی دوسرے کی عبادت کریں۔) خدا نے یہود ونصاریٰ کے اس اعتقاد کو شرک وکفر بتایا ہے مگر افسوس کہ اہلِ اسلام کے بعض فرقوں نے دل کھول کر خدا کی اس منشاء اور حکم کی نافرمانی کی ہے۔ اور خدا کی خدائی میں نہ معلوم کس کس کو شریک قرار دیا ہے اور ان کو کمالاتِ خداوندی کا مالک قرار دیا ہے۔ خدا ایسے مسلمانوں کو اس گمراہی سے بچائے۔

آیت ۳۲:

خدا کا نور یعنی اس کی ذات تمام کائنات پر اپنے علم سے محیط ہے۔ خدا کا نور وہ نور ہے جو خالقِ انوارِ عالم ہے۔ اس کی وسعت اور نورانیت کا اندازہ کرنا فہم انسانی سے بالاتر ہے مگر کم عقل کافر یہ جانتے ہیں کہ گویا یہ نورِ خدا بھی کوئی چراغ خانہ ہے جس کو آدمی منہ کی پھونکوں سے بجھا سکتا ہے۔ یہ بد بخت ناممکن کو ممکن بنانا چاہتے ہیں۔ علاوہ بریں خدا جو صاحب قدرتِ کاملہ ہے وہ یہ ارادہ کر چکا ہے کہ وہ اپنے اس نور کو تمام عالم پر محیط رکھے گا۔ جب خدا نے یہ ارادہ کر لیا ہے تو کون اس کے مقابلہ میں اس نور کو بجھا سکتا ہے؟ اس موقع پر نور سے مراد قرآن اور ذات محمدؐ وآل محمدؐ ہیں۔ یہود ونصاریٰ چاہتے ہیں کہ قرآن اور محمدؐ واسلام کو مٹا دیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود ذلیل وخوار ہوں گے اور دینِ

اسلام روئے زمین کے ہر خطّہ پر پہنچ جائے گا۔ تاریخِ عالم شاہد ہے کہ خدا کا یہ وعدہ سچا ہوا اور آج دنیا کا انسان تعلیمِ اسلام یعنی توحیدِ خدا کی تعلیم سے آگاہ ہے۔ اگر بعدِ حضرت محمدؐ دینِ اسلام کو لوگوں نے دنیوی شاہی میں تبدیل نہ کر لیا ہوتا تو آج تمام دنیا کے لوگ مسلمان ہوتے اور اب بھی اگر مسلمان اللہ کے پیغام کے پہنچانے والے بن جائیں تو یہی ہوگا اور اسی طرح ظالم حکمرانوں نے آلِ محمدؐ یعنی ائمہ اہلبیتؑ کو صفحہ ہستی سے ختم کرنے کی بھرپور کوشش کیں مگر ان تمام کوششوں کے باوجود خدا کے نور کو یعنی آلِ محمدؐ اور ان کی تعلیمات کو ختم نہ کیا جا سکا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہَوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

آیت ۳۳:

خدا کا وعدہ ہے کہ لیظھر ہٗ علی الدین کلہ۔ (تا کہ خدا اپنے دینِ حق کو تمام ادیان و مذاہب پر غالب کر دے۔) اس اعلان کی ابتداء عہدِ رسول اللہؐ میں ہو چکی ہے۔ کلبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابھی اس آیت کی تاویلِ کامل نہیں ہوئی ہے اور قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک دینِ اسلام کا غلبہ نہ ہو جائے۔ 'مجمع البیان' میں امام ابوجعفر سے روایت ہے ان ذالك یکون عند خروج المهدی من اٰل محمد فلا یبقٰی احدا الا اقر به محمد۔ (یہ غلبہ اسلام حضرت امام مہدیؑ کے ظہور کے وقت ہوگا۔ یہ مہدیؑ آلِ محمدؐ سے ہوں گے۔ کوئی انسان ایسا باقی نہ رہے گا جو حضرت محمدؐ کی نبوت کا اقرار نہ کرے۔) یعنی وحدتِ خداوندی کا اقرار تو تمام زمین والے کرتے ہی ہیں، مگر نبوت محمدؐ کے بغیر دین کامل نہیں ہوتا لہٰذا ظہور امام مہدیؑ پر یہ غلبہِ دینِ اسلام ہوگا۔

آیت ۳۴:

اہلِ کتاب کے علماء اکثر لوگوں کو گمراہ بھی کرتے ہیں اور ان کا مال بھی کھاتے ہیں لہٰذا وہ عذاب کے مستحق ہوں گے موجودہ عہد کے علماءِ اسلام بھی اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔

مال کا جمع کرنا اور حقداروں کو نہ دینا سببِ عذاب ہے۔ دنیا میں ایسا مال ضائع ہو جاتا ہے اور آخرت میں سببِ عذاب بن جاتا ہے۔ مال کی سب سے بہتر صورت خرچ کی یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد، اقرباء، غرباء، مساکین، یتیموں، بیوہ عورتوں، بیماروں، اندھوں اور مجبوروں کے کام آئے۔ مالِ دنیا خدا کی دنیوی نعمت ہے وہ اس لئے عطا کرتا ہے کہ انسان کا امتحان لے اور اس کے معاوضہ میں جنت کی لافانی نعمتیں عطا کرے۔ مگر انسان میں جب بخل پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں رحم نہیں رہتا۔ خدا نے ایسے جمع کیے ہوئے مال کو سببِ عذابِ جہنم بنایا ہے۔ زکوٰۃ اور خمس اور ضروریاتِ جہاد میں صرف کرنا خدا کا صریحی حکم ہے جو یہ ادا نہیں کرتے وہ لوگوں کے حقوق اور خدا کے حقوق دونوں غصب کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے ما ادی زکوٰۃ فلیس بکنز۔ (جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی وہ خزانہ نہیں

ہے۔) حضرت علیؑ نے فرمایا: ماز ادعلی اربعة الاف فھو کنزادی زکوٰۃاولم توذھا مادونھا فھی نفقة۔ (جو چار ہزار سے زیادہ ہو وہ خزانہ ہے۔ اگر اس پر زکوٰۃ نہ دی گئی تو سببِ عذاب ہے۔ جو اس کے علاوہ ہے وہ نفقہ یعنی ضروریات زندگی ہے۔) رسول خداؐ نے فرمایا: من ادی زکوٰۃماله فقدادی الحق للذی علیه ومن زادفھو خیر له۔ (جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو جو حق اس پر تھا وہ اُس نے ادا کر دیا اور اس سے زیادہ دیا تو اس کے لئے سبب خیر و برکت ہے۔)

آیت ۳۶:

خداوندِ عالم نے انسان کی زندگی کے لئے اعلیٰ قوانین بنائے ہیں منجملہ ان کے یہ بھی بتایا ہے کہ سال کی تقسیم اللہ نے بارہ (۱۲) مہینوں میں کی ہے۔ چاند ۲۹۔۳۰ تاریخ کو ہمیشہ نکلتا ہے۔ لہٰذا اس حساب سے سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں۔ خدا نے انہی کے حساب کے مطابق اپنی خاص عبادات کو مقرر کیا ہے۔ اوقاتِ نماز واعمالِ مخصوصہ ہر ماہ، صیامِ ماہ رمضان المبارک، ایام حج ومناسک وعبادات مخصوصہ بہ تاریخہائے مختلفہ، نیز جنگ کی ممانعت تاکہ وقفہ جنگ میں دیگر کاروبار جاری رکھتے ہوئے اپنی روزی اور اپنی اولاد وعیال کی پرورش کا انتظام کر سکیں۔ تو خدا نے فرمایا کہ سال کے بارہ مہینے خدا کے مقرر کردہ ہیں۔ ان میں سے چار ماہ ایسے ہیں کہ ان میں جنگ نہ کی جائے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کو منسوخ بتایا ہے مگر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فیھن کی ضمیر بارہ مہینوں کی طرف ہے۔ یعنی ان مہینوں میں ظلم وتعدّی نہ کرو۔ قتادہ اور عطائی خراسانی نے کہا ہے کہ ان مہینوں میں جنگ کرنا گناہِ عظیم ہے کیونکہ خدا نے فرمایا ہے قل قتال فیه کبیر۔ [(اے رسولؐ) کہہ دو کہ ان مہینوں میں جنگ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔] ابن جریح نے کہا کہ میں نے عطاء ابن ریاح سے پوچھا کہ کیا محترم مہینوں میں قتال کا حکم منسوخ ہو گیا ہے یا نہیں؟ عطاء نے کہا کہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ منسوخ نہیں ہوا ہے۔ تفسیرِ اہلبیتؑ میں بھی یہ حکم منسوخ نہیں ہے بلکہ ان مہینوں میں جنگ کرنا حرام ہے۔ عہدِ جاہلیت میں جنادہ بن عوف سردارِ کفار حرام مہینوں کو بدل دیتا تھا۔ کبھی محرم کو حلال کر دیا، کبھی صفر کو حلال کر دیا۔ رسول خداؐ نے حدیث حجتہ الوداع میں فرمایا تھا کہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب جنگ کے لئے حرام مہینے ہیں اور شمسی حساب سے جو ایک ماہ زیادہ کر لیا تھا اس کو آپؐ نے باطل قرار دیا۔

سال میں بارہ مہینوں کی جگہ اگر شمسی اعتبار سے ۱۳ مہینے کر لیے جائیں گے تو احکامِ عبادت اور اوقاتِ عباداتِ مخصوصہ سب باطل ہو جائیں گے اور یہی کفر کا بڑھانا ہے۔ لہٰذا قرآن کا حکم ہے کہ مطابقِ حکمِ خدا حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا جائے تاکہ بندہ مطیعِ خدا رہے۔

جب خدا نے نسی یعنی لوند کا مہینہ ممنوع قرار دیا تو رسول اللہؐ خدا نے حجتہ الوداع کے خطبہ میں فرمایا: الاانّ

الزما ن قد استدار کھیئته یوم یوم خلق السمٰوٰت والارض السنة اثنی عشر شھراً منھا اربعة حرم ثلاث متوالیات ذوالقعدہ وذوالحجة والمحرم و واحد فرداً وھو رجب صفر الذی بین جمادی وشعبان۔ (یادرکھو کہ زمانہ نے گردش کی۔ وہ ایسا ہی ہو گیا جیسے کہ خدا نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا تھا اور حرام مہینے اپنی جگہ پر مقرر ہوئے۔ حج ذوالحجہ میں واقع ہوا اور لوند باطل ہو گیا۔ سال میں بارہ مہینے ہوتے ہیں چار مہینہ اس میں سے جنگ وجدل کے لئے حرام ہیں۔ تین مہینے تو مسلسل ہیں کہ ذوالقعدہ و ذوالحجہ اور محرم ہے اور ایک مہینہ منفرد ہے کہ وہ رجب ہے جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان)۔ ابن عباسؓ وضحاک نے کہا ہے کہ سب سے پہلے نسی کو مالک بن کنانہ نے جاری کیا اس کے بعد ابو یمامہ جنادہ بن امیمہ بن عوف کنانی کا کہنا تھا کہ اناحرمنا صفرا واخرنا المحرم۔ (ہم نے صفر کو حرام کیا اور محرم کو موخر کر دیا۔) بہر حال (مہینوں کو بدلنے کی) خداوندِ عالم نے اس آیت میں تہدید کی ہے کہ نسی کرنا کافروں کا فعل ہے اور شیطان نے ان کے عمل کو ان کی نگاہ میں زینت دے دی ہے چنانچہ وہ باز نہیں آتے۔

آیات ۳۸ تا ۴۰:

ہجرت کے نویں سال رسولِ خداؐ کو خبر ہوئی کہ لشکرِ روم بڑی تعداد میں مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور مقام حمص تک اس کی فوج آ گئی ہے۔ تو آپ نے بھی تمام اہلِ اسلام کو حکم جہاد دے دیا مگر لشکرِ اسلام میں دو خیال کے لوگ تھے۔ ایک تو مومنین کامل اور دیگر منافقین لہٰذا باہم طرح طرح کے عذر کرنے لگے۔ اس پر ان آیات کا نزول ہوا اور خدائے قدیر نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم کو اور ہمارے رسولؐ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ ان آیات میں خدا نے خطاب ان الزامات کے ساتھ کیا ہے۔ اول یہ کہ تم دعوائے اسلام وایمان کرتے ہو پھر بھی حکمِ خدا اور رسول اللہؐ کی اطاعت میں پس وپیش کرتے ہو؟ یہ تمہارا فعل ایمان کے خلاف ہے۔ دوم یہ کہ جب تم کو جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو بوجھل ہو کر زمین پکڑ لیتے ہو اور جہاد پر جانا نہیں چاہتے۔ سوم کیا تم باوجود دعوائے اسلام قرآن کے حکمِ آخرت پر زندگانیِ دنیا کو ترجیح دیتے ہو؟ چہارم دنیاوی حیات چند روزہ ہے کیا تم میں اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ وقتی و عارضی چیز کو دائمی زندگی اور ابدی نعمات پر ترجیح دیتے ہو۔ ششم یہ کہ اگر جنگِ تبوک میں مطابقِ حکمِ رسول اللہؐ شرکت نہ کرو گے تو تم کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ یعنی دنیا میں مغلوب ہونا، ہلاک ہونا اور قحط میں مبتلا ہونا اور آخرت میں عذابِ جہنم ملنا۔ ہفتم یہ کہ تم نے اگر اس وقت بزدلی دکھائی تو تم پر دوسری قوم کو مسلط کر دیا جائے گا اور وہ اللہ کے مطیع بندے ہوں گے جیسے اہلِ یمن واہلِ فارس۔ ہشتم یہ کہ تمہارے جہاد میں جانے، نہ جانے کا اثر ہمارے رسولؐ پر مطلق نہ ہو گا کیونکہ ہم اس کے ناصر و مددگار رہیں اور ہم قادرِ مطلق ہیں۔ نہم یہ کہ ہمارا رسولؐ تمہاری مدد کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ ہم

نے رسولؐ کی مدد اس وقت بھی کی تھی جب وہ اپنے وطن سے نکلا تھا اور غارِ ثور میں (جو مکہ سے ۳ میل پر ہے) تھا۔ دشمن ہر طرف تلاش میں تھے۔ دہم جب ہمارا رسولؐ غارِ ثور میں اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے کہہ رہا تھا کہ تم غم اور حزن وملال نہ کرو اللہ ہماری مدد پر ہے۔ یازدہم ہمارا رسولؐ غار میں اپنے ساتھی کو بھی تسلی دے رہا تھا اور پوری طرح مطمئن تھا اور اس حالت میں کہ دنیوی تمام اسباب حفاظتِ زندگی ختم ہو چکے تھے، ہم نے اپنے رسولؐ کی حفاظت کی اور اس پر اپنی رحمت سے سکینہ یعنی سکونِ قلب نازل کیا اور اپنے رسولؐ کی ایسے لشکروں سے مدد کی کہ اے اہلِ اسلام تم نے ان لشکروں کو نہیں دیکھا۔ بالآخر کافر مغلوب وذلیل ہوئے اور اللہ کا حکم بلند رہا۔

ان آیات میں خدا نے اپنی حکمت اور قدرت کا اظہار فرمایا ہے۔ لہٰذا ہر مومن کو اعتقاد رکھنا چاہئے کہ دینِ اسلام کے کاموں میں ہمیشہ اس کی فتح ہوگی۔

آیت ۴۱:

خدا نے اہلِ اسلام کو آمادہ بہ جنگ کیا ہے اور حکمِ جہاد دیا ہے اور اطمینان دلایا ہے اگر ہتھیار اور سامانِ جنگ کم ہو یا زیادہ ہو تو ہر حالت میں مسلمان کو حکمِ خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرنی چاہئے۔ واقعہِ ہجرت یوں پیش آیا کہ کفارِ قریش نے باہم طے کیا تھا کہ رسولِ خداؐ کو بوقتِ شب بحالتِ خواب قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے عرب کے مختلف قبائل سے منتخب جنگجو جمع کیے اور مکہ میں خانہِ رسول اللہؐ کو بوقتِ شب گھیر لیا۔ رسولِ خداؐ نے جبرائیلؑ سے خبر پا کر علیؑ کو اپنے بستر پر اپنی چادر میں سونے کا حکم دیا۔ علیؑ سو گئے۔ حضرت رسول خداؐ خود جانبِ غارِ ثور روانہ ہو گئے اور اس میں تین دن پوشیدہ رہے۔ جب رسول اللہؐ اپنے گھر سے نکل گئے تو کفار نے حسبِ مشورہ رسول اللہؐ پر حملہ کیا۔ جب چادر کو ہٹایا تو بستر رسول پر علیؑ کو پایا۔ پوچھا رسول کہاں ہیں؟ علیؑ نے فرمایا کیا تم میرے سپرد کر گئے تھے کہ اب دریافت کرتے ہو؟ بہرحال وہ لوگ واپس چلے گئے اور رسول اللہؐ کا تعاقب کیا۔ سراقہ بن مالک قیافہ شناس اور پیروں کے نشان جاننے والا شخص تھا۔ وہ غار تک لوگوں کو لایا مگر کہنے لگا کہ محمدؐ اور ابوبکرؓ یہاں تک تو آئے ہیں۔ بعد کو نہ معلوم آسمان پر چلے گئے یا کیا ہوئے؟

آیت ۴۲:

خدا نے اپنے رسول کو جنگِ تبوک میں شریک نہ ہونے والوں اور بہانہ کرنے والوں کا حال بتایا ہے کہ اے رسولؐ اگر ان کو فوری مالِ غنیمت کی امید ہوتی یا سفر مختصر ہوتا تو یہ تمہارے ساتھ ہو جاتے مگر جنگِ تبوک میں سفر طولانی ہے اور موسمِ گرما کی مشقت زیادہ ہے۔ اب یہ بہانے کر رہے ہیں۔ جب تم بعدِ فتحِ تبوک واپس آؤ گے تو تم سے طرح طرح کی معذرت کریں گے۔ یہ سب جھوٹے ہیں اور یہ لوگ خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کر کے اپنی ذلت و ہلاکت کا

خود ہی سامان کرتے ہیں۔

رسولِ خداؐ نے جب جنگِ تبوک کا حکم دیا تو مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے۔ اول وہ گروہ جو مطیع فرمانِ نبوی تھا دوسرا گروہ وہ تھا جو حکمِ خدا پر اپنی جان کی حفاظت کو ترجیح دیتا تھا، وہ ضعیف الایمان تھے اور تیسرا گروہ وہ تھا جو حکمِ خدا اور رسول اللہؐ کی مخالفت کر رہا تھا اور جنگِ تبوک میں جانے ہی کو منع کرتا تھا وہ منافقین تھے۔ جب رسول اللہؐ نے ارادہِ سفر کر لیا تو آپ کو خطرہ ہوا کہ کہیں منافقین و یہود وغیرہ مدینہ کو نہ لوٹ لیں کیونکہ آپؐ نے ایسی خبریں سنی تھیں۔ لہٰذا حضرت علیؑ کو مدینہ پر اپنا خلیفہ و نائب بنا دیا اور خود لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ منافقین و دشمنانِ اسلام نے دیکھا کہ علیؑ کی موجودگی میں وہ مدینہ پر حملہ نہیں کر سکیں گے تو کہنا شروع کر دیا کہ رسولِ خداؐ علیؑ کو دشمن رکھتے ہیں۔

اس لئے مدینہ میں چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت علیؑ نے سنا تو آپ مسلح ہو کر رسول اللہؐ کے عقب میں گئے اور رسولِ اللہؐ سے کہا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں تو رسول خداؐ نے فرمایا: (یہ حدیث متفق علیہ ہے) یا علی اَمّا ترضی بانك وزیری ووصیبی و خلیفتی و قاضی دینی و منجز وعدی لحمك لحمی و دمك دمی و انت منی بمنزلة ھارون من موسٰی اِلّا اَنّہٗ لا نبّی بعدی۔ علیؑ نے کہا: رضیتُ رضیتُ۔ اور واپس مدینہ آ گئے تا کہ اہل مدینہ کی حفاظت کر سکیں۔ خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ اے علیؑ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے وزیر، وصی، خلیفہ، میرے دین کے قاضی، میرے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو؟ تمہارا گوشت میرا گوشت ہے، تمہارا خون میرا خون ہے، تمہاری نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ نبی کی تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ حضرت علیؑ نے یہ سن کر کہا: میں راضی ہوں، میں راضی ہوں اور واپس مدینہ آ گئے۔

آیت ۴۳:

عفا اللہ عنك مفسرین نے اس کے ترجمہ و تاویل میں عجیب عجیب گل کھلائے ہیں اور رسول اللہؐ کو اپنی مرضی اور خیال کے مطابق جانچا ہے حتیٰ کہ یہ کہہ دیا کہ خدا نے رسول اللہؐ پر عتاب کیا ہے۔ خدا نے حضرت محمدؐ کو ان کی غلطی پر تنبیہ کی ہے اور بعض نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ جب رسول اللہؐ اس موقع پر اجتہاد میں غلطی کر سکتے تھے تو دوسرے احکام میں بھی ان کا حکم ساقط ہے۔ (نعوذ باللہ) اور بعض مفسرین کی ستم ظریفی دیکھو کہ کہہ دیا کہ یہ گناہ کیا۔ خوب تھا کہ خدا نے اس کو پہلے سے معاف کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا نے جہاں اپنے رسولؐ کو محبت بھرے لفظوں اور خطابوں سے یاد کیا ہے اسی طرح کا محبت بھرا لفظ یہ بھی ہے جیسے کہیں یٰسین فرمایا تو کہیں طٰہٰ اور کہیں مزمل تو کہیں مدثر اور کہیں رحمت اللعالمین فرمایا اور کہیں کہہ دیا کہ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الّا وحی یوحیٰ۔ (محمدؐ اپنی جانب سے کوئی کلام ہی نہیں کرتے بس ہماری وحی جو ہوتی ہے وہی ان کا کلام ہے۔) نہ معلوم وہ کیسے مسلمان ہیں جو ایسے رسولؐ پر گناہ و غلطی و عتابِ خدا کو روا جانتے ہیں؟ عربوں کی عادت ہے کہ جب وہ کسی کو خطاب کرتے

ہیں تو الفاظِ دعا سے ابتداء کرتے ہیں مثلاً جب کسی پیاسے کو پانی پلاتے ہیں تو وہ کہتا ہے غفر اللہ لك۔ جب کسی کو چھینک آتی ہے تو سننے والا کہتا ہے یر حمك اللہ، سبحك اللہ و اصبحك اللہ بالخیر۔ وغیرہ وغیرہ خدا نے اس آیت میں اپنے رسولؐ کو محبت سے مخاطب فرمایا ہے کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو عفو کے معنی رحمت کے بھی ہیں اور غفر کے معنی گناہ معاف کرنے کے ہیں۔ جو لوگ عرب کے زبان سے واقف ہیں وہ ان دونوں لفظوں کا فرق جانتے ہیں۔ چنانچہ قاضی عیاض نے 'شفا' میں لکھا ہے کہ منافقوں کی مخالفت کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اللہ کا کوئی حکم نہیں ہوا تھا۔ نہ خدا نے ان کی معصیت شمار کیا ہے اور آیت میں عفیٰ بمعنی غفر نہیں ہے۔ جو کہتا ہے کہ عفیٰ کا لفظ سوائے گناہ کے معاف کرنے کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا ہے، وہ اصل میں زبانِ عرب سے واقف نہیں ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن پ ۱۰ سورہ توبہ)

لم اذنت لھم۔ اے رسولؐ تم نے منافقین کو کیوں اجازت دے دی کہ جنگ تبوک میں منافق شریک نہ ہوں۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو آگاہ کیا ہے کہ تم نے منافقین کے عذر اور بہانے سنے کہ وہ جنگ میں نہیں جانا چاہتے تھے۔ تم نے ان پر رحم کھایا اور ان کے بہانہ بازیوں پر اعتماد کر لیا۔ یہ تمہارا اعلیٰ اخلاق تھا اور رحم دلی تھی۔ بہتر تو یہ ہوتا کہ اس موقع پر تم ان پر رحم نہ کرتے اور تبوک میں جانے کا حکم ان کو بھی دیتے تو ان کے ایمان کی قلعی کھل جاتی۔ دراصل یہ آیات منافقین کے لئے عذاب اور تہدید ہیں۔ ان منافقین کے سرگروہ جند بن قیس و معتب بن قشر تھے۔ جو انصار تھے۔

آیات ۴۴ تا ۴۸:

خداوندِ عالم نے پھر ان آیات میں جنگِ تبوک سے رہ جانے والے منافقین کی مذمت کی ہے اور اپنے رسولؐ کو ان کی حرکات سے آگاہ کیا ہے۔ اول یہ کہ اگر وہ مومن ہوتے تو ٹھہرنے کی اجازت نہ لیتے اور بہانے نہ کرتے۔ دوم یہ کہ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں لائے ہیں بلکہ مشکوک ہیں۔ سوم یہ کہ اگر وہ جہاد کے لئے جاتے تو کچھ سامان تو کرتے۔ چہارم یہ کہ خدا نے نہیں چاہا کہ وہ جہادِ تبوک میں شریک ہوں تا کہ اپنی نافرمانی کی وجہ سے محروم رہیں۔ پنجم یہ کہ وہ جہاد میں جاتے تو فتنہ کا سبب ہوتے۔ ششم یہ کہ منافقین کے جاسوس بھی اب تمہارے ساتھ ہیں ہوشیار رہو۔ ہفتم یہ کہ منافقین نے لشکرِ اسلام کو تبوک میں جانے سے روکنے کی کوشش کی تھی مگر خدا نے ان کے مکر کو نہ چلنے دیا اور جنگِ تبوک بغیر جنگ کے مسلمانوں کے حق میں فتح ہوئی۔ یعنی صلح ہوگئی۔

آیت ۴۹:

جند بن قیس منافق اور اس کے رفقاء نے رسول اللہؐ سے کہا کہ اگر ہم آپ کا حکم مانیں گے تو فتنہ و عذاب میں پڑیں گے اور ہماری اولاد بے سہارا ہو جائے گی۔ یہ آیت مذمت میں اس منافق کے ہے کہ وہ مستحق عذاب تو ہو ہی

گئے۔

منافقین جنہوں نے جنگ تبوک میں جانے سے کے لئے بہانے کیے نیز تمام کافر جو قیامت تک ہوتے رہیں گے اور جن کی تعداد روز بروز زیادہ ہو رہی ہے ان سب کی جگہ جہنم میں ہے۔ کوئی ایک بھی نہ بچے گا۔ لفظ محیط نے ظاہر کیا ہے کہ دوزخ کی وسعت اتنی ہے کہ تمام کافرین کو گھیر لے گی۔ دوسرے اس آیت نے بتایا کہ جند بن قیس انصاری اور اس کے ساتھی کافر ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی رسولِ خداؐ نے بنی سُلَیم سے کہا: تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے کہا: جند بن قیس ہمارا سردار ہے البتہ وہ بخیل اور بزدل ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا: آیّ داءٍ اردی من البخل بل سید کم الفتی الا بیضو الجعدبشر بن البراء ابن معروف۔ (بخل سے زیادہ بدتر کون بیماری ہوسکتی ہے؟ بلکہ تمہارا سردار بشر بن براء ہے جس کا رنگ گورا ہے اور بال گھنے ہیں۔) حسان بن ثابت شاعر دربارِ نبوی میں حاضر تھا اس نے جند کی مذمت اور بشر کی تعریف میں اشعار کہے۔

آیت ۵۰:

منافقین کے دل کا حال خدا نے اپنے رسولؐ کو بتایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ کبھی تمہارا ساتھ نہ دیں گے اس لئے ان پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔

آیت ۵۱:

یہ آیت اسلامی تعلیم کا بڑا جز ہے۔ حسن بصری نے کہا ہے کہ اس سے غرض اور مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام کاموں کا نگران اور تمام معاملات میں خدا مددگار ہے۔ اہلِ اسلام خدا پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا کی جو مصلحت ہوتی ہے اس پر صابر رہتے ہیں۔ شکست اور مصیبت خدا کی طرف سے ہے اور فتح وحکومت دینے والا بھی وہی خدا ہے۔ وہ جب اپنے بندہ کے خلوص کی آزمائش کر لیتا ہے تو اس کے دلی مرادوں کو پورا کر دیتا ہے۔ خدا نے رسول اللہؐ کو حکم دیا ہے کہ تم ان منافقین سے کہہ دو کہ ہمارے بارے میں جو برائی چاہو، مگر وہ برائی دو حال سے خالی نہ ہوگی۔ یا یہ چاہو گے کہ ہم جنگ و جہاد میں قتل ہو جائیں تو یہ قتل ہونا ہمارے لئے شہادت اور حیاتِ ابدی ہے اور اگر جنگ میں ہم شہید نہ ہوئے تو ہم مجاہد اور غازی ہیں۔ ان دونوں حالتوں میں ہم اللہ کے مطیع بندے ہیں اور وہ ہمارا کارساز، تمام کام بنانے والا مالک ہے۔ لہٰذا دنیا و دین کے نعمات کے ہم مالک ہیں۔ مگر اے کافرو اور اے منافقو تم سوچو کہ تمہارا کیا حشر ہوگا؟؟

آیات ۵۲، ۵۳:

خدا نے اپنے رسولؐ سے کہا کہ تم منافقین سے کہہ دو کہ تم کو خدا عذاب دے گا اور ہمارے ہاتھوں بھی تم کو عذاب

دلوائے گا۔ ہم اس کے منتظر ہیں کہ تم کو ہمارے ہاتھوں بھی عذاب دلوائے۔ کلامِ خدا کا یہ معجزہ ہے کہ اس نے یہ پیشن گوئی کر دی تھی کہ منافقین کو مسلمانوں کے ہاتھوں سزا و عذاب ملے گا۔ چنانچہ عہدِ رسول اللہؐ میں تو یہ عذاب منافقین کو مسلمانوں کے ہاتھوں ملا نہیں۔ البتہ بہ عہد حضرت علیؑ منافقین سے جنگیں ہوئیں۔ اور علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ حق پر تھے اور ان کے مخالف لڑنے والے عہد شکن تھے۔ رسول اللہؐ کو اللہ کا حکم تھا: **جاھد الکفار والمنافقین الخ**۔ (سورہ توبہ، آیت: ۷۳)۔ اے رسولؐ کفار اور منافقین سے جہاد کرو۔ تاریخ شاہد ہے کہ رسول اللہؐ نے منافقین سے جہاد نہیں کیا بلکہ منافقین سے جہاد کرنے کے لئے علیؑ کو معین کیا تھا چنانچہ حکمِ خدا کی تعمیل اس طرح ہو کر رہی۔

جند بن قیس نے رسول خداؐ سے کہا کہ مجھ کو جنگ تبوک میں نہ بھیجا جائے۔ البتہ میں لشکرِ اسلام کے اخراجات کے لئے خرچ دوں گا۔ تو خدا نے منع فرما دیا اور بتایا کہ کافر منافق اور دل سے نیکی نہ کرنے والوں اور منافقین کا راہِ خدا میں خرچ کرنا بے کار ہے۔ ان کو اس کا کوئی اجر نہ ملے گا۔ راہِ خدا میں صرف کسب حلال سے ہی خرچ کرنے پر ثواب ملے گا اور بس۔

آیت ۵۴:

منافق بظاہر اپنے کو مسلمان کہتا ہے اور اندر سے دشمنِ اسلام ہوتا ہے۔ عہدِ رسول خداؐ میں یہ لوگ موجود تھے اور آج بھی چہرہ پر نقابِ اسلام ڈال کر تعلیمات اسلام کے خلاف کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ ان کی ظاہری عبادات، خیرات، صدقات وغیرہ سب اکارت ہیں۔ خدا نے اس آیت میں ظاہر کر دیا ہے کہ عہدِ رسول اللہؐ میں انہوں نے لشکرِ اسلام کی مدد کے لئے روپیہ دینا چاہا مگر خدا نے رسول اللہؐ کو اس کے لینے سے منع کر دیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اول تو وہ خدا و رسولؐ کے منکر ہیں لہٰذا کافر ہیں۔ دوم گو بظاہر مسلمان ہیں مگر جب نمازِ جماعت کے لئے رسول اللہؐ ان کو بلاتے تو سستی اور بد دلی سے آتے تھے کیونکہ ان کو آخرت کا یقین نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں صرف دکھاوے اور نمائش کے لئے تاکہ مسلمان ان کو اپنا ہمدرد اور ان کو مسلمان سمجھیں۔ یہ آیات بظاہر عہدِ رسول اللہؐ کے منافقین کے اعمال کو ظاہر کر رہی ہے مگر درحقیقت یہ ہر مسلمان کو بتا رہی ہے کہ اگر اُس کے اعمال میں منافقانہ رنگ ہے تو وہ اعمال سب اکارت ہوں گے اور اس کا ظاہری اسلام ان کو نہ دنیا میں فائدہ پہنچائے گا اور نہ آخرت میں۔

آیت ۵۵:

آج اہلِ دنیا عام طور پر اس امر کے قائل ہیں کہ اصل زندگی اور اس کی ترقی عیاری، مکاری اور دغابازی پر منحصر

ہے اور ان کی دیکھا دیکھی موجودہ زمانہ کا مسلمان بھی اسی خیال وعقیدہ پر کاربند ہے۔ جب وہ کفار و مشرکین کی دولت اور عیش و آرام کو دیکھتے ہیں تو حرصِ دنیا ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے اور وہ یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ وہ ایک محکم ملت ہیں۔ اور قوانینِ الٰہی کے ماننے والے ہیں۔ وہ دنیا کو عارضی جاننے والے اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ ان کا اسلام اور ان کا ایمان دنیاوی اور اُخروی نعمات کا ضامن ہے۔ ان کے اسلاف نے جب کہ وہ دینِ اسلام کے سچے پیرو تھے روئے زمین کو زیرِ قدم کر لیا تھا اور روم و کسریٰ کی حکومتیں فنا کر کے رایتِ اسلام کو سربلند کر دیا تھا۔ یہ سب کچھ ان کو اس لئے حاصل تھا کہ وہ ایمان دار، وفادار، صادق القول، امانت دار اور خدا کے سچے بندے اور آخرت پر واقعاً ایمان رکھنے والے تھے۔ اس لئے وہ ترقیِ دنیا اور ترقیِ علوم میں سب سے آگے تھے۔ مگر جب سے انہوں نے دنیا کو مقصدِ حیات بنایا اور آخرت کو بھول گئے، تو پھر وہ خدا کی مدد اور تائید سے محروم ہو گئے۔ خداوندِ عالم نے عہدِ رسول اللہؐ ہی میں مسلمانوں کو خبردار کر دیا تھا کہ دیکھو تم کافروں کی دولت اور کثرتِ اولاد اور سامانِ عیش و عشرت پر تعجب نہ کرنا اور نہ اس کے حریص ہونا۔ ہم کافروں کو ان کی دولت اور اولاد کے ذریعہ ہی عذاب دیں گے۔ اولاد کو وہ بہترین دنیاوی چیز سمجھتے ہیں، مگر وہ ان سے فیض نہ پائیں گے بلکہ ان ہی کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہوں گے۔ دولت کو وہ بڑی چیز جانتے ہیں، یہی دولت ان کو تباہ و برباد کرے گی اور اسی کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ وہ اس دولت کو بنی نوع انسان اور اپنی تباہی و بربادی کے لئے خرچ کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھیں گے لہٰذا آج دنیا کی دولت ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی شکل میں ملک الموت بن کر اقوام عالم کے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ انسان نے خدا اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھا۔ لہٰذا خدا کا کلام سچا ہو کر رہے گا۔

اہلِ دنیا اور کافر دنیا میں جتنی بھی ترقیاں کر لیں مگر ان کی موت یقینی ہے اور چونکہ وہ کافر تھے لہٰذا دنیاوی زندگی ختم ہوگی مگر عذابِ آخرت ان پر ہمیشہ رہے گا۔

آیت ۵۸:

بحوالہ تفسیر مواہب الرحمٰن سببِ نزول کو بخاری، نسائی، ابن جریر وابن المنذر وابو شیخ وابن مردویہ نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے کہ رسول خداؐ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے تھے کہ اتنے میں حرقوص ابن ذوالخویصرہ آیا اور کہا کہ رسول اللہؐ انصاف سے تقسیم کرو۔ آپؐ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو۔ پھر کون عدل کریگا اگر میں ہی عدل نہیں کرتا ہوں؟ عمر ابن خطابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھ کو اجازت دیجیے کہ میں اس بے ادب کی گردن اڑا دوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو کہ اس سے ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کے روزہ و نماز کے سامنے تم میں کا ہر آدمی اپنے روزہ نماز کو حقیر جانے گا۔ حالانکہ یہ لوگ دینِ اسلام سے ایسے باہر نکلیں گے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔ سو ان کو جہاں کہیں تم پانا قتل کر ڈالنا کہ آسمان کے نیچے یہ مقتول سب سے بدتر ہوں گے۔ (الیٰ آخر الحدیث) اور اس

حدیث میں ہے کہ ان کے قاتل کے واسطے اجرِ عظیم ہے اور ان کے سردار کی پہچان بتائی کہ اس کی ایک چھاتی مانند عورتوں کی ابھری ہوگی اور ہاتھ چھوٹے اور بے ہڈی کا ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ قاتل ان لوگوں کا دوفریقِ اسلام میں سے وہ فریق ہوگا جوحق پر ہوگا۔ واضح ہو کہ ان خارجیوں کو حضرت علیؑ نے قتل فرمایا ہے اور یہ آنحضرتؐ کا معجزہ اور حضرت علیؑ کی خلافتِ رسول اللہؐ پر دلیل اور موجبِ کرامتِ کبیر ہے (عبارت مواہب الرحمٰن مولانا سید امیر علی صاحب مصنف فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ وعین الہدایہ) تفسیر منہج الصادقین ص ۲۳۔ پ ۱۰۔ سورہ توبہ میں ہے مفسر ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ میں جنگ نہروان میں موجود تھا کہ حضرت علیؑ نے ان لوگوں سے قتال کیا۔ اور 'ینابیع' میں لکھا ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا تھا کہ اے علیؑ تم ان لوگوں سے قتال کروگے۔ لہٰذا قولِ رسول اللہؐ صحیح ہوا اور حضرت علیؑ نے لاشوں میں تلاش کیا تو حرقوص کی لاش ملی۔ اس کو ایسا ہی پایا جیسا کہ رسولِ خداؐ نے بیان فرمایا تھا۔

آیت ۵۹:

سابقہ آیات میں خدا نے منافقین کے قول اور فعل کو بیان کیا اور بعد کو بتایا کہ وہ لوگ اگر خدا پرست ہوتے تو رسول اللہؐ پر الزام نہ لگاتے اور خدا کے فضل وکرم کے امیدوار ہوتے تو خدا ان کو دولتِ دنیا اور دولتِ ایمان سب کچھ عطا کر دیتا کیونکہ الرضا بقضاء اللہ باب اللہ الاعظم۔ (خدا کے احکام اور خدا کی مرضی پر راضی رہنا خدا کا عظیم دروازہ ہے۔) یعنی خدا تک اسی دروازہ سے رسائی ممکن ہے اور انسان فیوضِ ربّانیہ کو حاصل کر سکتا ہے۔

آیت ۶۰:

چونکہ منافقین اور ان کے سردار حرقوص نے عدالتِ رسول اللہؐ پر اعتراض کیا تھا لہٰذا خدا نے بتایا کہ ایسے لوگ کافر ہیں۔ ان کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔ علاوہ ازیں خدا نے ظاہر کر دیا کہ صدقات کے مقرر کرنے والے خدا و رسولؐ ہیں۔ لہٰذا خدا نے مقرر کیا ہے کہ صدقہ صرف محتاجوں، مسکینوں، صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے والوں اور غلام آزاد کرنے اور مجبور قرض دار کے قرض ادا کرنے میں اور خدا کے نام اور کام میں خرچ کرنے میں اور مسافرینِ مجبور کی مدد کرنے میں ہی خرچ کیا جاسکتا ہے۔ یہ حکم رسولؐ کے لئے بھی ہے اور بعدِ رسولؐ کے لئے بھی ہے۔ بعدِ رسول خلفاء اور ائمہ کے لئے بھی اور امت کے افراد کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ خدا نے اس کو فرض کیا ہے۔ عہدِ رسول اللہؐ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جن کے دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے بھی صدقات کو دیا جاتا تھا۔ وہ بھی خدا کی طرف سے فرض تھا۔ بعض مفسرین نے بتایا ہے کہ ہر زمانہ میں یہ فرض ادا کیا جائے تاکہ لوگ اسلام کی طرف راغب ہوں اور اشاعتِ اسلام زیادہ سے زیادہ ہو۔

آیت ۶۱:

منافقین بہ ظاہر مسلمان تھے مگر اندر سے وہ دشمنِ اسلام تھے۔ لہٰذا وہ ہر موقعہ پر رسول خداؐ کو لوگوں کی نگاہ میں کم کرنے کے لئے الزام لگاتے تھے۔ لہٰذا کچھ نہ بنا تو یہی کہنے لگے کہ محمدؐ تو کان کے کچے ہیں۔ جو جس نے کہہ دیا مان لیا۔ منافقین نے پیغمبرِ اسلامؐ کے اعلیٰ اخلاق اور تحمل سے غلط خیال قائم کر لیا تھا تو خدا نے کہہ دیا کہ محمدؐ کو تم صرف کان کہتے ہو بیشک وہ سرتا پا کان ہے کہ وہ ہمہ تن اطاعتِ خدا میں مصروف ہے۔ وہ مومنین کے نیک مشوروں کو مان لیتا ہے۔ وہ کانِ رحمتِ خدا ہے کہ احکامِ خدا کو سنتا ہے اور تم کو راہِ مستقیم دکھا کر جنت کا مستحق بناتا ہے اور وہ کان نافرمانوں کو خبرِ عذابِ آخرت سناتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسولؐ کا ہر عضو اور ہر فعل احکامِ خدا کا مطیع اور اہل دنیا کے لئے رحمت و برکت ہے۔

سدی نے بیان کیا ہے کہ منافقین ایک دن کہہ رہے تھے کہ اگر محمدؐ جو کہہ رہے ہیں اور ہم نہیں سمجھتے تو ہم گدھے سے بدتر ہیں۔ ایک انصاری لڑکا عامر بن قیس سن رہا تھا۔ اس نے کہا کہ بیشک تم گدھے ہو اور محمدؐ راست گو ہے۔ رسول خداؐ نے بلا کر منافقین سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے انکار کیا۔ اس پر لڑکے نے خدا سے دعا کی اللھم صدق الصادق و کذب الکاذب۔ (اے خدا سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دے۔) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت ۶۲:

خداوندِ عالم نے ظاہر کر دیا ہے کہ مومن وہ ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ کی بات دل سے سنتا اور عمل سے مانتا ہے۔ منافق جب باہم مل بیٹھتے تھے تو رسولِ خداؐ کے بارے میں نامناسب گفتگو کیا کرتے تھے اور پھر اس بات سے بھی ڈرتے تھے کہیں کوئی آیت اتر کر ان کے نام نہ بتادے کہ ان کا اصل پول کھل جائے۔ خدا نے فرمایا کہ وہ اس بات سے ڈرتے ہیں حالانکہ ان کو یہ چاہئے تھا کہ وہ عذابِ آخرت سے ڈریں اور خدا و رسول اللہؐ کو راضی رکھیں۔

آیت ۶۴:

غزوہ تبوک میں منافقین لشکرِ اسلام کے ساتھ جا رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ محمدؐ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ملک شام و روم کے قلعوں کو فتح کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ کہتے تھے اور مذاق اڑاتے جاتے تھے کہ رسول اللہؐ کے دل پر یہ بات ظاہر ہو گئی۔ آپ نے عمار یاسرؓ کو ان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ عمار یاسرؓ کے دریافت کرنے پر وہ خدمت رسول اللہؐ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم تو آپس میں مذاق کر رہے تھے۔ وہ رسول اللہؐ کے سامنے یہ عذر اس لئے کرتے تھے کہ ان کو خوف تھا کہ خدا کوئی سورہ ان کے نفاق کے بارے میں اتار کر ان کو اہلِ اسلام کی نظروں میں رسوا نہ کر دے۔

آیت ۶۵:

یہ آیت واقعہ عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (عبارت حاشیہ قرآن مترجم شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس سرہ ص ۲۲۳۔۳ سورہ توبہ) جب لشکرِ اسلام تبوک سے واپس آرہا تھا تو بارہ منافقوں نے باہم مشورہ کیا کہ آج رات فلاں گھاٹی میں جب آنحضرتؐ کی سواری گزرے گی سب مل کر آپؐ کو گھاٹی میں دھکیل دیں اور پھر آناً فاناً آپ کو قتل کردیں گے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر منہ سر لپیٹ کر اس موقع پر آپہنچے۔ اس وقت حذیفہ بن یمانؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ رسول اللہؐ ساتھ تھے۔ جب منافق آپؐ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے ان کو ڈانٹا۔ دونوں جان نثاروں نے بڑی ہمت سے ان کو ہٹا دیا اور آپؐ کے پاس نہ پہنچنے دیا۔ چونکہ اندھیری رات تھی اور منافقوں نے منہ لپیٹ رکھے تھے اس لئے پہچانے نہ جاسکے۔ وحی کے ذریعہ خدا نے ان کے بارے میں مطلع کیا۔ دیگر مفسرین نے بھی یہ واقعہ لکھا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ رسولِ خداؐ کو خدا نے پہلے ہی اس واقعہ کی اطلاع دے دی تھی۔

آیت ۶۶:

خدا نے اعلان کردیا کہ جن منافقین نے گھاٹی میں رسول اللہؐ کو ہلاک کرنا چاہا تھا وہ بہانے اور عذر کر رہے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں بلکہ وہ کافر ہوگئے ہیں۔

ان منافقین میں ایک شخص مخشی بن حمیر تھا جو اسلام اور رسول اللہؐ کا مذاق اڑاتا تھا مگر بعد کو وہ منافقین کے خلاف ہوگیا۔ ایک دن خدمتِ رسول اللہؐ میں آیا اور توبہ کی اور خدا سے دعا کی کہ خدایا اگر تو جانتا ہے کہ میں سچے دل سے توبہ کر رہا ہوں تو مجھ کو شہادت عطا کر۔ چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوا۔ اس موقع پر لفظ طائفہ صرف ایک شخص کے لئے استعمال کیا گیا ہے ائمہ ہدیٰؑ نے بھی فرمایا ہے کہ طائفہ فرد واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

آیت ۶۷۔۶۸:

ان آیات میں منافقین کی بداعمالیاں اور ان کی سزا بتائی گئی ہے۔ منافقین میں مرد اور عورت دونوں ہوتے ہیں۔ ان سب کا حال یہ ہے کہ لوگوں کو خلافِ حکمِ خدا و رسولؐ حکم دیتے ہیں، لوگوں کو نیکی اور راہِ راست سے روکتے ہیں، وہ بخیل ہوتے ہیں، ان کے ہاتھوں سے کسی کے ساتھ کوئی نیکی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بھول گئے ہیں کہ ان کا خالق اور رازق اور ان کو زندگی عطا کرنے والا خدا موجود ہے۔ پس وہ باوجود اقرارِ اسلام دائرۂ ایمان سے باہر ہیں، وہ کافر ہیں اور جہنمی ہیں۔ وہ جہنم میں ہمیشہ خدا کی لعنت میں گرفتار رہیں گے اور مستقل دنیا و آخرت میں عذاب ان پر رہے گا۔ دنیا میں ذلت اور رسوائی ہوگی کیونکہ مسلمان ان کو بہ نظرِ حقارت و ذلت دیکھیں گے۔ ان کا کوئی اعتبار نہ رہے گا۔ یاد رہے کہ عہدِ رسول اللہؐ ہی میں ایسے منافق موجود تھے جنھوں نے دینِ اسلام کی آڑ لے کر دنیوی فائدے حاصل

کیے اور وہ قوانین و تعلیماتِ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے تھے۔ دینِ اسلام میں فرقے بنانا، ایک فرقہ کا دوسرے فرقہ کو کافر قرار دینا، آیات قرآن اور احادیثِ نبوی کے غلط معنی بیان کرنا اور عوام کو بہکانا ان کا کام ہے۔ خدا ایسے شریروں سے مومنین کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

آیت ۶۹:

رسول خداؐ نے فرمایا ہے: لتا خذن کما اخذت الامم من قبلکم ذرا عاً بذراع وشبراً بشبرٍ وباعاً بباع حتے لو ان احداً من اولٰئك دخل فی جحر النصب لدخلتموہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا طریقہ بھی وہی ہوگا جو تم سے پہلوں کا طریقہ تھا، حتیٰ کہ اگر کوئی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا تھا تو تم بھی اس میں داخل ہو گے۔ خدا مومنین کو منافقین کی سازشوں سے محفوظ رکھے، درحقیقت واقعہ عقبہ پر منافقین کا رسول اللہؐ پر چھپ کر حملہ کر کے رسول اللہؐ کو ہلاک کر دینے کا ارادہ ایسا جرم تھا کہ خدا نے ان آیات میں تہدید و تنبیہ کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کے آنے والے مسلمان آگاہ و خبردار ہو جائیں اور وہ کبھی ایسے مسلمان نما منافقوں سے دوستی نہ کریں، ان کی باتوں کو نہ مانیں جیسے منافق عہدِ رسولؐ میں موجود تھے۔ خدا نے ان آیات میں نافرمان امتوں کی مثال امتِ حضرت محمدؐ کو دی ہے اور اس وقت کے منافقین کو ڈرایا ہے کہ اے منافقو! تمہاری مثال پہلے امتوں کے منافقین کی سی ہے۔ تم اپنی تھوڑی سی دولت پر اترا رہے ہو۔ حالانکہ تم سے پہلے جو تھے وہ تم سے قوت، حکومت، دولت میں زیادہ تھے۔ ان کی کثرت تعداد تھی۔ انہوں نے اپنی دولت، حکومت اور کثرت سے جو حاصل کیا تھا وہی تم نے بھی حاصل کرنا چاہا یعنی خدا اور رسولؐ کی نافرمانی اور ذلتِ دنیا اور عذابِ آخرت و جہنم۔ اسی طرح تم نے ہماری نعمات کا انکار کیا۔ ہمارے رسول محمدؐ کو جو رحمت بن کر تمہارے لئے آیا تھا ستایا، اس کا مذاق اڑایا، اس کو ہلاک کرنا چاہا اور بعد کو بہانے کر کے احکامِ قرآن کی نافرمانی کی۔ یہ حصہ تم نے حاصل کیا اور اس حصہ کا نتیجہ تم کو بھی مثل سابقہ نافرمانوں کے دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب ملے گا اور خدا کا فرمانا سچ ہوا کہ منافقین عہدِ اسلام میں ہمیشہ ذلیل رہے اور تا قیامت ذلیل رہیں گے۔ مومنین ان کو ذلیل ہی سمجھتے رہیں گے اور آخرت میں عذابِ آتش جہنم میں ان کا حصہ ہوگا۔

آیت ۷۰:

خدا نے سابقہ امتوں کے واقعات ان لوگوں کو یاد دلائے ہیں جو حضرت محمدؐ کے زمانہ میں تھے، بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے تھے لیکن باطن میں وہ دشمنانِ اسلام تھے۔ وہ منافق تھے۔ خدا نے ان کو ڈرایا ہے اور فرمایا کہ کیا ان نافرمانوں کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ ان سے پہلے جو مختلف انبیاءؑ کے عہد میں منافق تھے ان کا کیا حال ہوا؟ کہ ہم نے قومِ

نوحؑ کو طوفان سے ہلاک کر دیا اور قومِ عاد کو تند و تیز ہواؤں سے برباد کر دیا۔ اور قومِ ثمود کو رجفہ یعنی ہولناک آواز سے فنا کر دیا اور قومِ ابراہیمؑ کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا اور نمرود اور اس کے رفقا کو مچھروں کے ذریعہ ہلاک کر دیا اور قوم شعیبؑ اور اصحاب مدین کو آگ بھرے بادلوں سے ہلاک کر دیا اور بہت سی دیگر بستیوں کو اور لوطؑ کی قوم کو اس طرح عذاب کیا کہ زمینوں کو ان پر پلٹ دیا اور پتھروں کی بارش ہوئی۔ خدا کے اس سخت ڈرانے کے بعد تو اہلِ اسلام کو خلوصِ دل سے مسلمان ہونا چاہیے تھا مگر افسوس کہ مسلمانوں نے خدا اور رسول اللہؐ کی اس طرح نافرمانیاں کیں کہ بعد وفاتِ رسولؐ فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ احادیثِ رسولؐ کو مسخ کر ڈالا اور جھوٹی حدیثیں بنا کر خدا کے رسولؐ پر بہتان لگایا۔ قرآن کی آیات کو اپنی دنیوی و سیاسی اغراض کی بنا پر غلط معنی پہنائے اور اس طرح بہت سے فرقے اسلام میں بنا کر مسلمانوں کو منتشر کر دیا اور خدا اور رسولؐ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا۔

یہ آیت صاف صاف بتاتی ہے کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یعنی وہ عادل ہے۔ انسان اپنے افعال کا بدلہ پاتا ہے اور انسان اپنے کو دنیا میں ذلیل کر کے اور آخرت کے عذاب کا مستحق بن کر خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔

آیت ۷۱:

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ شرطِ ایمان ہے کہ مومن مومن کا ہمدرد اور مددگار ہو اور نیکی کے کاموں میں شریکِ کار ہو۔ کیا موجودہ زمانہ کے دعویدارانِ اسلام اس آیت کے معنی کے مصداق ہیں؟ غور کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔

شرائطِ ایمان میں یہ تمام چیزیں داخل ہیں کہ مومن مومن کا حامی و ناصر ہو۔ دوم وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے دوسروں کو منع کرے۔ نماز ادا کرتا رہے۔ سوم زکوٰۃ و صدقات ادا کرتا رہے۔ چہارم خدا اور رسول اللہؐ کے ہر حکم کے تابع رہے۔ پنجم جو ایسے مومن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت کے مستحق ہوں گے اور جس پر اللہ کی رحمت ہو وہ دنیا و آخرت کی عزت کا مالک ہوگا۔ اس آیت کی رُو سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر مسلم پر واجب ہے کسی کی تخصیص نہیں ہے۔ کیا عہدِ موجودہ کے مسلمان اس حکم کے پابند ہیں؟ غور کریں۔

آیت ۷۲:

جنت عدنٍ۔ رسول خداؐ نے فرمایا ہے: ھی دار اللہ التی لم ترھا عین ولا تخطر علٰے قلب بشر و لا تسکنھا غیر ثلث النبیون والصدیقون و الشھداء یقول اللہ تعالیٰ طوبیٰ لمن دخلك۔ (ترجمہ) جنتِ عدنٍ اللہ کا گھر ہے کہ کسی نظر نے اس کو دیکھا نہیں ہے یعنی انسان کے دل میں اس کا تصور نہیں ہوسکتا اور اس میں تین گروہوں یعنی انبیاءؑ، صدیقین اور شہدا کے علاوہ کوئی نہیں رہے گا۔

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ خدا اہل جنت سے پوچھے گا تم میری نعمات پر خوش ہو؟ تو سب اقرار کریں گے۔ اس

کے بعد خدا فرمائے گا کہ انا اعطیکم افضل من ذالك۔ (میں اس سے بہتر عطا کردوں گا۔) احل علیکم رضوانی فلا سخط علیکم ابداً۔ (میں تم کو اپنی رضا عطا کردوں گا۔ اور تا ابد تم کو کسی قسم کی کوئی ناگواری یا تکلیف نہ ہوگی۔)

آیت ۷۳:

خداوندِ عالم نے اس آیت میں اپنے رسولؐ حضرت محمدؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔ عہدِ رسولؐ میں منافقین موجود تھے۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو ان کے بارے میں ہمیشہ آگاہ کیا۔ رسول خداؐ جب غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے تو بارہ (۱۲) منافقین نے ایک تنگ گھاٹی پر پہنچ کر چاہا تھا کہ رسولؐ کے ناقہ کو پہاڑ سے نیچے دھکیل دیں اور رسول خداؐ کو ہلاک کردیں۔ اس موقع پر بھی خدا نے ان بارہ (۱۲) منافقین سے مطلع کیا تھا۔ تو یہ امر تو طے ہوگیا کہ رسولؐ کو منافقین کا علم تھا۔ آپ ان کے ناموں کو جانتے تھے۔ مگر آپؐ نے ان منافقین پر کبھی نہ سختی کی اور نہ ان سے جنگ وجہاد کیا۔ کئی مرتبہ حضرت عمرؓ نے رسول خداؐ سے درخواست کی کہ فلاں منافق کی گردن ماردوں۔ تو رسول خداؐ نے جواب میں فرمایا کہ اے عمرؓ لوگ یہ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو ہی قتل کرتے ہیں اور آپ نے اس منافق کو قتل کرنے سے عمرؓ کو روک دیا۔ بات یہ تھی کہ حضرت محمدؐ کو خدا نے رحمتِ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ لہٰذا آپؐ نے اپنے دست مبارک سے منافقین کو نہیں قتل کیا بلکہ آپ کا علمدار فوج اور اصحاب کبار کافروں کو قتل کرتے تھے اور اس طرح جاهد الکفار اے محمدؐ کافروں سے جہاد کرو، اس حکم کی تعمیل ہوتی تھی۔ البتہ بعد وفاتِ رسول اللہؐ علمدارِ فوجِ اسلام حضرت علیؑ نے منافقین سے جہاد کیا اور ان پر سختی کی اور جاهد الکفار والمنافقین۔ [(اے رسولؐ) جہاد کرو کفار سے اور منافقین سے اور ان پر سختی کرو] اس حکمِ خدا کی تعمیل حرف بہ حرف حضرت علیؑ کے ہاتھوں پوری کی گئی مگر چونکہ رسولؐ کی وفات کے تیس چالیس سال بعد ہی منافقین کا زور بہت بڑھ گیا تھا اور وہ اسلام کے بھیس میں تھے لہٰذا اس آیت کی تفسیر میں غلط تاویلات کی گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکالا کہ نعوذ باللہ رسول خداؐ نے منافقین سے جہاد کرنے کی تعمیل نہیں کی۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ کا منافقین سے جنگ کرنا رسول خداؐ کا جنگ کرنا تھا لہٰذا اس حکمِ خدا کی تعمیل پوری کردی گئی، اسلام میں مسلم اور منافقین علیحدہ علیحدہ ہوگئے اور ان کے کردار پوری طرح ظاہر ہوگئے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں جاهد الکفار والمنافقین۔ میں جہاد سے مراد صرف زبانی تنبیہ ہے۔ اگر صرف زبانی تنبیہ مراد ہوتی تو رسول خداؐ کفار کو زبانی تنبیہ فرماتے۔ ان کے قتل کو روانہ کرتے۔ حقیقت وہی ہے جو مذکور ہوئی۔

آیت ۷۴:

اس آیت میں منافقین کی حالت کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ منافقت کرتے ہیں اور جب رسول اللہؐ کا سامنا ہوتا ہے تو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی صفائی پیش کرتے ہیں۔ حلاس بن سویدا نے غزوہ تبوک کی روانگی کے وقت شانِ رسول اللہؐ میں گستاخی کی تھی۔ مصعبؓ نے رسول اللہؐ کو بتایا تھا۔ جب رسول اللہؐ نے اس کو بلا کر پوچھا تو قسمیں کھا کر انکار کیا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ منافقین نے رسول اللہؐ کو مدینہ سے خارج کرنا چاہا تھا مگر خارج نہ کر سکے۔ سورہ توبہ ۹ھ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سال میں سخت واقعہ یہ ہوا تھا کہ واپسی تبوک پر منافقین نے خفیہ طور پر تدبیر کی تھی کہ رسول خداؐ کے ناقہ کو پہاڑی سے گھاٹی میں دھکیل دیا جائے۔ مگر خدا نے ان کو ظاہر کر دیا اور اپنے رسول کو بچا لیا۔ لہٰذا وہ منافق اپنی مراد کو نہ پا سکے۔

خدا نے مسلمانوں کو برکتِ ذاتِ رسول اللہؐ کی وجہ سے فقیر سے غنی کر دیا تھا اور جب ان کے پاس دولت زیادہ ہوگئی تو ان میں سے بعض نے منافقت اختیار کر کے رسول اللہؐ کو ہلاک کرنا چاہا تو کیا یہی انصاف تھا؟

خدا نے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رکھا ہے۔ وہ توّاب اور رحیم ہے۔

آیت ۷۵:

ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہؐ سے دعا کی فرمائش کی تھی۔ بوجہ دعائے رسولؐ وہ مالدار ہوگیا تو اس نے زکوٰۃ وصدقہ نہیں دیا یہ اسی کے بارے میں ہے۔

آیت ۷۷:

جب مسلمان نما کافروں یعنی منافقوں نے خدا اور رسول اللہؐ سے عہد شکنی کی تو خدا نے بھی نفاق کو ان کے دلوں میں جما دیا اور اب وہ اس وقت تک منافق ہی رہیں گے جب تک خدا کے حضور میں پیش نہ ہو جائیں۔ یعنی ان کی صلاحیتِ توبہ بھی سلب کر لی گئی ہے اور خدا نے ان کو یہ سزا اس لئے بھی دی ہے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ خدا ان کے مخفی بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ اس آیت میں لفظ **الیٰ یوم یلقونہ** آیا ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے: **من احبّ لقاء اللہ حب اللہ لقائہ و من کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقائہ۔** [جو اللہ کی لقاء (جو قرب خدا) چاہتا ہے تو خدا بھی اس کے قریب ہو جاتا ہے اور جو قربِ خدا سے دوری چاہتا ہے تو خدا بھی اس سے دوری چاہتا ہے۔] اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا سے ملاقات ہوتی ہے یا اس کی صورت نظر آتی ہے۔ خدا ان جسمانی صفات سے بالاتر ہے کہ **لیس کمثلہٖ شئ۔** (اس کی مثل کوئی شئے نہیں ہے۔) مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کا پسندیدہ بن جاتا ہے۔ خدا کی خاص رحمتوں اور جلوؤں میں اور اس کی خاص خاص نعمتوں میں رہتا ہے۔ اس کو خدا کے قرب کا احساس ہوتا، اور اس کے خاص جلوؤں کو دیکھتا ہے۔

آیت ۷۸:

مذکورہ آیت جب نازل ہوئی تو بعض نے ثعلبہ کو اطلاع دی کہ خدا نے تیرے انکارِ زکوٰۃ پر یہ غصہ فرمایا ہے۔ وہ خدمتِ رسول اللہؐ میں آیا۔ معذرت کی مگر رسول خداؐ نے اس کی زکوٰۃ وصدقہ کو قبول نہ کیا۔ پھر عہدِ حضرت ابوبکرؓ میں ثعلبہ حاضر ہوا۔ زکوٰۃ دینی چاہی مگر قبول نہ ہوئی۔ پھر عہدِ حضرت عمرؓ وعثمانؓ میں حاضر ہوا مگر کسی نے اس کے صدقہ کو قبول نہ کیا۔ آخر وہ مر گیا اور بعض مفسرین نے ثعلبہ کے ساتھ محتب بن قیشر وھمام بن عمر بن عوف کو شامل کیا ہے۔ حسن بصریؒ نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اربع من کن فیه فهو منافق وان صلی وصام و زعم انه مومن اذا حدث کذب واذا خصم فجر واذا عاهد عذر واذ انتمن خان۔ [جس میں یہ چار (۴) باتیں ہونگی وہ منافق ہے۔ اگرچہ روزہ ونماز کرتا ہو اور یہ گمان رکھتا ہو کہ وہ مومن ہے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب جھگڑا کرے تو گالی بکے اور جب عہد کرے تو بدعہدی کرے اور جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے۔]

آیت ۷۹:

غزوہ تبوک میں لشکرِ اسلام کی تعداد بہت کثیر تھی۔ سفر دراز تھا۔ موسم سخت گرمی کا تھا۔ نو (۹) اصحابِ رسولؐ نے امدادِ لشکر کے لئے چندہ دیا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوف نے چار ہزار درہم دیئے۔ اور اسی طرح دیگر افراد نے بھی۔ اور ابوعقیل انصاری نے رات بھر مزدوری کر کے ایک صاع خرمے حاصل کیے تھے وہی لا کر رسول اللہؐ کو پیش کر دیئے۔ اس پر منافقین نے مذاق اڑایا اور طنز کیا کہ یہ بھی کوئی امداد ہے۔ اس پر خدا نے اس آیت کو نازل کیا ہے اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کا درجہ عالیہ اور ان پر طعن کرنے والوں کی سزا بیان کی ہے۔

آیت ۸۰:

عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار تھا اس کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا۔ اس کا بیٹا مومنِ کامل تھا۔ جب اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تو اس نے رسول اللہؐ سے باپ کے نماز جنازہ کی درخواست کی۔ تو آپؐ نے اس کے مومن فرزند کی خاطر نماز جنازہ پڑھائی۔ مگر خدا نے فوراً منع کر دیا اس کا بیٹا چونکہ مومن تھا لہٰذا حکمِ خدا کے بعد اس نے رسول اللہؐ کے عذر کو اپنے لئے قابل تسلی تصور کیا۔ خدا نے فرمایا ہے کہ ما کان لنبیّ والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ۔ (سورہ توبہ، آیت: ۱۱۳)۔ (نبی اور مومنین کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔) اس حکم کے تحت رسولِ خداؐ نے عبداللہ بن ابی کے لئے استغفار نہیں کیا اور خدا نے رسول اللہؐ کو بتا بھی دیا کہ خدا اور رسول اللہؐ کے منکر کے لئے بجز جہنم کے دوسری جگہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے لئے مغفرت طلب کرنا بے فائدہ

ہے۔

آیت ۸۱:

جنگِ تبوک میں نہ جانے والوں کوخوف دلایا جارہا ہے۔ نیز خدا نے اپنے رسولؐ کو بتایا ہے کہ جو اپنی جان اور مال کو خدا سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، ہرگز دعوتِ حق نہ دو، اور نہ لشکرِ اسلام میں داخل ہونے دو۔ خدا خود تمہارا ناصر و مددگار ہے، اُن کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔

غزوۂ تبوک رسول خداؐ کی زندگی کا آخری غزوہ تھا اور اس میں رومیوں سے جنگ کی نوبت بھی نہ آئی۔ مگر خداوندِ عالم نے اس میں شریک نہ ہونے والوں کی سخت مذمت فرمائی ہے اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ اے رسولؐ غزوہ تبوک میں شرکت کرنے سے لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ گرمی شدید ہے۔ یہ ان کا عذر لنگ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خدا اور رسولؐ کے احکام سے منحرف ہیں لہٰذا ان سے کہہ دو کہ اس دنیا کی گرمی سے زیادہ تو جہنم میں ہوگی۔ تبوک میں شریک نہ ہوکر تم اس گرمی سے تو بچ گئے مگر دوزخ کی آگ تمہارے نصیب میں لکھ دی گئی ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا اب ناممکن ہو گیا ہے اس آیت سے ثابت ہوا کہ دانستہ جہاد سے رک جانا عذابِ جہنم کا مستحق بناتا ہے۔

آیت ۸۲:

منافقین نے غزوہ تبوک میں جو بزدلی دکھائی ہے اور حکمِ خدا اور رسول اللہؐ سے لاپرواہی کی ہے اس کی وجہ سے وہ آتش جہنم کے مستحق ہو گئے ہیں۔ یہ ان کے خود کردہ عمل کا نتیجہ ہے۔ اب ان کو ہنسنا نہ چاہئے بلکہ اپنی حالت پر رونا چاہئے کیونکہ ان کو دنیوی ذلت اور عذابِ جہنم سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ان کو ہمیشہ رونا ہی ہوگا۔

آیت ۸۳:

خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو ہدایت فرمائی ہے کہ جن لوگوں نے غزوہ تبوک میں شرکت کرنے میں بہانے کیے اور جن بارہ افراد نے گھاٹی میں تم پر حملہ کر کے ہلاک کرنا چاہا اب آئندہ وہ کہیں گے کہ وہ آپ کے ساتھ جہاد کو جانے کے لئے آمادہ ہیں۔ لیکن ان کو ساتھ نہ لینا۔ کیونکہ وہ باطن میں تمہارے دشمن ہیں۔ وہ دشمنِ اسلام ہیں۔ ان کا ہمراہ لینا پہلے کی طرح خطرناک ہے۔ یہ سب منافق ہیں۔ یہ ہرگز دشمن کی فوج سے نہیں لڑیں گے۔ خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو منافقین کی دلی حالت سے آگاہ کیا ہے۔ اور اسی آیت میں مسلمین و مومنین کے

لئے ہدایت بھی ہے کہ ان کو چاہئے کہ وہ حکمِ خدا اور رسولؐ کو اپنی زندگی کے ہر کام پر ترجیح دیں تا کہ دنیا و آخرت کی عزت حاصل کر سکیں۔

آیت ۸۴:

یہ حکم یوں تو عام ہے کہ رسول اللہؐ منافقین کی میت پر نماز نہ پڑھیں اور یہی حکم اہلِ اسلام کو بھی ہونا چاہئے کیونکہ رسول اللہؐ کی پیروی امت پر فرض ہے۔ اسلام میں منافقین ہمیشہ رہے اور بڑی تعداد میں آج بھی موجود ہیں مگر چونکہ ان کا نفاق ظاہر نہیں ہوتا لہٰذا مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں۔ یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اس کے بیٹے کے کہنے سے جو مومن تھا رسول اللہؐ نے چاہا تھا کہ اس کی نماز میت پڑھا دیں تا کہ اپنے صحابی کی دلجوئی ہو سکے۔ مگر خدا نے اپنے رسولؐ کو منع کر دیا اور عوام کو بتا دیا کہ رسولؐ اپنے فعل کے مختار نہیں ہیں بلکہ اپنے خدا کے محکوم ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھ دیا ہے کہ رسول اللہؐ نے نماز پڑھائی اور حضرت عمرؓ نے ٹوکا کہ آپ منافق کی نماز کیوں پڑھاتے ہیں تو رسول اللہؐ نے جواب میں کہا کہ میں نے اس کے لئے بجائے دعا کے بد دعا کی تھی۔ یہ سب روایات من گھڑت ہیں کیونکہ اس سے اخلاق وصداقتِ رسول اللہؐ پر الزام آتا ہے۔ البتہ رسول اللہؐ نے عبداللہ پسر ابن ابی کے کہنے سے اپنا کرتا کفن کے لئے دیا تھا وہ صرف اس لئے کہ جب رسول اللہؐ کے چچا ابن عباس ابن عبدالمطلب قید ہو کر آئے تو عریاں تھے۔ ابن ابی نے اپنا کرتا ان کو پہنایا تھا۔ لہٰذا رسول اللہؐ نے اس کے عوض اپنا کرتا دے کر کافر ومنافق کا احسان ایک مومن کی گردن سے اتار دیا تھا۔

اس آیت نے ثابت کیا ہے کہ نماز میت ہر مسلم پر پڑھنا ضروری ہے۔ خدا کا فرمانا: **ولا تقم علی قبرہٖ**۔ (اور اس کے قبر پر کھڑے نہ ہو۔) یعنی منافقین کی قبر پر کھڑے ہو کر فاتحہ اور دعا نہ کرو۔ اس سے صاف واضح ہے کہ مومنین کی قبور پر دعائے مغفرت کے لئے جانا اور اس کے قریب کھڑے ہو کر دعا کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ اس بارے میں احادیث ہیں۔ چنانچہ امام رضاؑ نے فرمایا: **من اتی قبرا خیہ المومن و قرا عندہٗ سورۃ انا انزلنا سبع مرات و دعا لہ امن من فزع الاکبر**۔ (جو اپنے برادر مومن کی قبر پر آئے اور سات مرتبہ سورہ انا انزلنا پڑھے اور اس کے لئے دعا کرے تو صاحبِ قبر اور پڑھنے والا روزِ قیامت کے ہول سے محفوظ رہے گا۔)

آیت ۸۵:

خدا نے بذریعہ رسول اللہؐ امت کو آگاہ کیا ہے کہ کافروں کی دولت اور اولاد مومنین کو دھوکے میں نہ ڈالیں بلکہ خدا چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ بھی ان پر عذاب کرے۔

آیت ۸۶:

جنگِ تبوک سے رہ جانے والوں کے ہی بارے میں ہے کہ ان میں تین (۳) قسم کے لوگ تھے۔ اول مالدار لوگ جو بہانہ باز اور بزدل تھے۔ جب انہوں نے باوجودِ قدرت جہاد میں جانے سے انکار کیا تو خدا نے بھی ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ وہ اس قابل ہی نہ رہیں کہ جہاد میں شریک ہوسکیں تاکہ وہ لشکرِ اسلام میں فساد کا سبب نہ بن سکیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ تھے جو رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے راہِ خدا میں اپنے مالوں کو خرچ کیا اور جانوں کو قربان کرنے کے لئے رسول اللہؐ کے ساتھ جہاد میں گئے۔ ان کے لئے تمام خوبیاں دنیا و آخرت کی ہوں گی اور یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے لئے فتح و فیروزی اور عزت و توقیر مخصوص کی گئی ہے۔ خدا نے ایسوں ہی کے لئے جنت بنائی ہے۔ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور جنت میں ان کو رضائے خدا حاصل ہوگی جو سب سے بڑی نعمت ہے۔

تیسری قسم کے لوگ وہ تھے جو واقعی معذور اور مجبور تھے۔ تو خدا نے ان کو معذور قرار دیا ہے۔ تفسیر میں ہے کہ وہ سات افراد تھے۔ یہ خدمتِ رسول اللہؐ میں حاضر ہوئے اور سواری نہ ہونے کا عذر کیا تو ابن عمیرؓ و عباسؓ و عثمانؓ نے ان کو سواریاں دیں۔ اور وہ جہاد میں شریک ہوئے۔ ابوحمزہ ثمالی نے کہا ہے کہ وہ سات افراد عبداللہ ابن کعب و علیۃ بن زید و عمر بن عتمہ جو بنی نجار سے تھے اور سالم بن عمیر و حرم بن عبداللہ و عبداللہ بن عمر جو بنی عمر سے تھے و ابن عوف و عبداللہ بن معقل جو مزنی تھے۔ جنگ تبوک میں شریک ہونے والے مسلمان تیس ہزار تھے۔ دس ہزار سوار تھے اور بیس ہزار پیدل تھے۔

آیت ۹۰:

بنی اسد و بنی غطفان نے کمی مال کا بہانہ کیا اور عامر بن طفیل نے عذر کیا کہ اگر ہم جنگ کو جائیں گے تو بنی طے ہمارے مویشیوں اور اولاد کو لوٹ لیں گے۔ ان سب کے یہ عذر صرف جنگ میں شرکت نہ کرنے کے لئے تھے تو خدا نے ظاہر فرما دیا کہ وہ جھوٹے ہیں اور چونکہ انہوں نے خدا اور رسول اللہؐ سے جھوٹ بولا اور جھوٹے بہانے کیے اور جہاد سے کترائے لہٰذا وہ کافر ہوگئے۔ ان کا ظاہری اسلام ان کے کام نہ آئے گا، ان کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ دنیا میں ان کو ذلت و خواری نصیب ہوگی، وہ مغلوب ہوں گے اور بوجہ منافقت کے آخرت میں عذابِ دردناک پائیں گے۔ اگر مسلمان باوجود دعوائے اسلام احکامِ خدا اور رسول اللہؐ سے لاپرواہی کرتا ہے اور تبلیغِ دینِ اسلام میں کوتاہی کرتا ہے اور وہ امر و نواہی یعنی خدا کے احکام کی پابندی نہیں کرتا تو وہ بھی منافقین میں شامل ہے اور اس کا حشر بھی ان

ہی منافقین کے ساتھ ہوگا۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ منافقین باوجود دعوائے اسلام ہمیشہ ذلیل وخوار ہوئے ہیں۔ بظاہر ان کو حکومت ملی، دولت ملی، مگر یہی چیزیں ان کی تباہی و بربادی اور قتل و ہلاکت کا سبب ہوئیں چونکہ ان کے دلوں میں محبتِ ایمان نہ تھی ان کے ارادوں میں کمزوری اور ان کے دلوں میں بزدلی تھی۔ لہٰذا وہ اپنے دنیوی مقاصد میں بھی کامیاب نہ ہوئے اور آخرت کا عذاب تو ان کے لئے یقینی ہے۔ خداوندِ عالم ہر مسلمان کو منافقت سے محفوظ رکھے اور اپنا مخلص بندہ قرار دے۔

آیت ۹۱:

خداوندِ عالم نے ان آیات میں مجاہدین کے لئے قواعد مقرر کیے ہیں۔ اگر مسلمان احکامِ خدا اور رسولؐ کو سمجھ کر دل سے واقعاً مانتا ہے تو خدا اس کو معاف کر دیتا ہے۔ اول وہ لوگ جو کمزور ہیں اور عاجز و مجبور ہیں مگر دل سے خدا اور رسول اللہؐ کو چاہتے ہیں وہ جہاد سے محفوظ ہیں۔ دوسرے جو لوگ مریض ہیں یا ان کے اعضاء جسم ناقص ہیں، وہ بھی جہاد سے معذور (معاف) سمجھے جائیں گے۔ سوم وہ لوگ جو سامانِ جہاد نہیں رکھتے یا نفقہ اولاد سے قاصر ہیں اور محنت مزدوری کر کے اولاد کا نان نفقہ حاصل کرنے پر مجبور ہیں جیسے کہ قوم جھنیہ و مزینہ تھی۔ وہ بھی معاف کیے جائیں گے۔

جو لوگ نیکوکار اور ناصح ہیں اور دل سے جہاد کے لئے تیار ہیں ان سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو رسول خداؐ بضرورتِ دینی چھوڑ جائیں۔ جیسے آنحضرتؐ نے مدینہ کی حفاظت کے واسطے بعض اصحاب کو مدینہ میں رہنے کی ہی ہدایت کر دی تھی اور حضرت علیؑ کو ان پر نگران بنا دیا تھا۔ مدینہ میں مومنین کے جو اہل وعیال رہ گئے تھے یا مدینہ جو اس وقت اسلام کا دارالحکومت تھا اس کی حفاظت ضروری تھی، اس کی حفاظت حضرت علیؑ کے سپرد کر دی تھی۔ جب منافقین نے حضرت علیؑ پر اعتراض کیا تھا تو حضرت علیؑ نے جا کر رسول اللہؐ سے واقعہ بیان کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے علیؑ کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو حضرت ہارونؑ کی نسبت حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ رسول خداؐ کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح جب موسیٰؑ توریت کے لئے طور پر گئے اور چالیس دن وہاں رہے تو انہوں نے اپنا قائم مقام قوم پر ہارونؑ کو بنایا تھا۔ اسی طرح میں نے اہلِ مدینہ پر تم کو اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ چنانچہ علیؑ واپس مدینہ آئے۔ **وما علی المحسنین**۔ (اور نیکوکاروں پر بھی کوئی الزام نہیں ہے۔) اسی آیت کی رُو سے حضرت علیؑ کا جنگِ تبوک میں شریک نہ ہونا مطابقِ حکمِ خدا اور رسولؐ تھا۔ نیز دیگر اصحاب کا بھی جو حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیئے گئے تھے۔

آیت ۹۲:

ان سے مراد وہی سات (۷) افراد ہیں جن کا ذکر صفحہ سابقہ پر نام بنام ہوا کہ وہ شوقِ جہاد میں رسول اللہؐ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے اور اپنے پاس سواری نہ ہونے کا عذر کیا۔ خدا کو ان کا یہ خلوص پسند آیا۔ لہٰذا اس کا ذکر اپنے رسولؐ سے کر دیا۔

آیت ۹۳:

اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو باوجود دولت، قوت و مقدرت جہاد میں جانے سے کترائے۔ انہوں نے نہ اپنے مالوں سے جہاد کرنا چاہا اور نہ جانوں سے۔ لہٰذا خدا نے ان لوگوں کو ظاہر کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ صاحبانِ دولت و قوت آئندہ بھی دین کے کسی کام نہ آئیں گے۔ اے رسولؐ تم ان سے امید نہ رکھنا۔ یہ تو بزدل، منافق اور عیش پرست لوگ ہیں۔ اس وجہ سے خدا نے ان سے توفیقِ ہدایت سلب کر لی ہے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے کہ آئندہ بھی یہ اس قابل نہ رہیں کہ یہ کوئی دینی خدمت کر سکیں۔ ان کے لئے یہ دنیا میں ہمارا پہلا عذاب ہے۔ موجودہ زمانہ میں بھی جو لوگ باوجود دعوئِ اسلام دین کی باتوں سے منحرف ہیں وہ سب ان میں شامل ہیں۔

الجزء ۱۱

یَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَیۡکُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ ؕ قُلۡ لَّا تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکُمۡ قَدۡ نَبَّاَنَا اللّٰہُ مِنۡ اَخۡبَارِکُمۡ ؕ وَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمۡ وَ رَسُوۡلُہٗ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَ الشَّہَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۴﴾

جب تم ان کے پاس پلٹ کر آؤ گے تو وہ بہانے بنا کر تمہارے پاس لائیں گے۔ (اے رسولؐ) تم ان سے کہہ دو کہ بہانے نہ بناؤ۔ ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ یقیناً خدا نے ہم کو تمہاری خبر سے پہلے ہی آگاہ کر دیا ہے اور عنقریب اللہ اور اس کا رسولؐ تمہارے اعمال کو دیکھ لیں گے۔ پھر تم غائب اور حاضر کے جاننے والے کے حضور لوٹائے جاؤ گے۔ پس وہ تم کو آگاہ کر دے گا تمہارے اعمال سے۔ (۹۴)

سَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ لَکُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ ؕ اِنَّہُمۡ رِجۡسٌ ۫ وَّمَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۹۵﴾

عنقریب وہ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھائیں گے، جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے، تاکہ تم ان سے درگزر کرو۔ پس تم ان سے درگزر کرنا۔ یقیناً وہ گندے ہیں اور ان کا مقام جہنم ہے۔ یہ ان کے اعمال کی سزا ہے۔ (۹۵)

یَحۡلِفُوۡنَ لَکُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرۡضٰی عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۹۶﴾

وہ تمہارے سامنے اس لئے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو بھی یقیناً اللہ فاسق قوم سے راضی نہ ہوگا۔ (۹۶)

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ کُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّ اَجۡدَرُ اَلَّا یَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۹۷﴾

عرب کے بدو کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں اور وہ اسی لائق ہیں کہ وہ نہ جان سکیں ان حدود شریعت کو جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل کی ہیں۔ اور اللہ علم رکھنے والا صاحبِ حکمت ہے۔ (۹۷)

وَ مِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مَا یُنۡفِقُ

اور عرب کے بدوؤں میں کوئی ایسا بھی ہے جو

مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ
عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے تو اس کو تاوان (جرمانہ) سمجھتا ہے اور تم پر گردشیں پڑنے (مصیبتیں آنے) کا منتظر رہتا ہے۔ انہی پر پڑے گی بڑی گردش اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۹۸)

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ
عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا
قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

اور اعراب (دیہاتی عرب) میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کچھ راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے اسے قربتِ خدا اور دعائے رسولؐ کا وسیلہ جانتا ہے۔ آگاہ (ہو کہ خدا کی راہ میں) خرچ کرنا ضرور ان کے لئے قربِ خدا کا باعث ہوگا۔ عنقریب خدا ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۹۹)

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ
وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ
رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت حاصل کرنے والے اور اول رہنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی، تو خدا ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی گئی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔(۱۰۰)

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ
مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ
مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ

اور اعراب میں سے جو تمہارے گرد رہتے ہیں بعض منافق ہیں اور اہلِ مدینہ میں سے بھی بعض نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ آپؐ ان کو نہیں جانتے مگر ہم ان کو جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دوہرا

نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾

عذاب دیں گے۔ پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔(۱۰۱)

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

اور دوسرے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار بھی کر لیا۔ انہوں نے عملِ نیک کو بد کے ساتھ مخلوط کر دیا (ملا دیا)۔ قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لے۔ (کیونکہ) یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا رحیم ہے۔(۱۰۲)

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لو اس طرح ان کو پاک کر دو اور اس کے ذریعہ سے ان کے مال کو بھی پاک کر دو اور ان کے لئے دعائے رحمت کرو۔ یقیناً تمہاری دعا ان کے لئے سببِ تسکین ہو گی اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(۱۰۳)

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

کیا انہوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ یقیناً اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور زکوٰۃ لے لیتا ہے اور یقیناً اللہ سب سے بڑا توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔(۱۰۴)

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ﴿۱۰۵﴾

اور (اے رسولؐ) تم ان سے کہہ دو کہ تم عمل کیے جاؤ پس عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھے گا اور اس کا رسولؐ اور مومنین اور عنقریب تم عالمِ غیب اور حاضر (چھپی اور کھلی تمام باتوں) کے جاننے والے کے حضور میں واپس کیے جاؤ گے۔ پس وہ تم کو آگاہ کر دے گا اس سے جو تم عمل کیا کرتے تھے۔(۱۰۵)

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو فیصلۂ خدا کے امید وار ہیں کہ یا تو وہ ان کو عذاب دے اور یا ان کی توبہ قبول کرلے اور اللہ جاننے والا صاحب حکمت ہے۔(١٠٦)

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مومنین کے مابین پھوٹ ڈالنے اور اس شخص کو گھات کا موقع دینے کے واسطے بنائی ہے جو پہلے سے خدا اور اس کے رسولؐ سے لڑا کرتا تھا۔ وہ ضرور حلف اٹھا کر یہ کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو اس سے سوائے نیکی کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ حالانکہ اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔(١٠٧)

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

اس مسجد میں (اے رسولؐ) تم ہرگز نماز نہ پڑھنا البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ کی پر رکھی گئی ہے، زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں نماز پڑھو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ بھی پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(١٠٨)

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

پس آیا وہ شخص جس نے خدا کے خوف اور خوشنودیٔ خدا کے لئے اپنی عمارت کی بنیاد ڈالی، وہ زیادہ اچھا ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گرتی ہوئی کھائی کے کنارہ پر رکھی جو گرا ہی چاہتی ہے پس وہ مع اس کے آتشِ جہنم میں گر پڑا اور اللہ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔ (١٠٩)

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع ٣ ٢١

ان کی بنیاد جنہوں نے یہ بنائی تھی ہمیشہ ان کے دلوں میں شک کا باعث رہے گی جب تک کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں اور اللہ صاحبِ علم و حکمت ہے۔ (١١٠)

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾

یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس معاوضہ میں خرید لیے ہیں کہ یقیناً ان کے لئے جنت ہے۔ وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ یہ وعدہ سچا خدا کا ہے توارت اور انجیل اور قران میں اور اللہ سے زیادہ اپنا عہد پورا کرنے والا کون ہوگا؟ پس یہ سودا جو تم نے اللہ سے کیا ہے اس سے خوش ہو جاؤ اور یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ (١١١)

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾

وہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمدِ خدا کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا سیاحت کرنے والے) رکوع کرنے والے (نمازِ جماعت ادا کرنے والے) سجدہ کرنے والے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے اور خدا کی معین کردہ حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ایمان والوں کو بشارت دے دو۔ (١١٢)

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ

نبی کا اور ان لوگوں کا جو ایمان لائے ہیں یہ کام

يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾

نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ یہ ظاہر ہو چکا ہو کہ وہ دوزخی ہیں۔ (۱۱۳)

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

اور ابراہیمؑ کا اپنے چچا کے لئے دعا کرنا تو ایک وعدہ کے سبب تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا۔ پس جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو انہوں نے اس سے تبرّا کیا (جدائی اختیار کی)۔ یقیناً ابراہیمؑ بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔ (۱۱۴)

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اور خدا کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت کرنے کے بعد اس کو گمراہی میں چھوڑ دے جب تک کہ اس پر ظاہر نہ کر دے کہ ان کو کس چیز سے بچنا چاہئے۔ یقیناً اللہ ہر شے سے باخبر ہے۔ (۱۱۵)

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

یقیناً اللہ وہ ہے کہ اسی کے لئے ہے مُلک آسمانوں اور زمین کا۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی ولی (سرپرست) ہے اور نہ مددگار۔ (۱۱۶)

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ

بے شک اللہ نبی اور ان مہاجرین اور انصار کی جانب بہ نظرِ رحمت متوجہ ہوا جنہوں نے حالتِ غربت میں نبی کا ساتھ دیا۔ بعد اس کے کہ ان میں سے ایک فریق کا دل حق سے ہٹ چلا تھا۔ پھر اس نے ان کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہ ان پر بڑا

إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۱۷﴾

مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ (۱۱۷)

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰىٓ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّآ إِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

اور ان تینوں کی بھی توبہ قبول کی جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ زمین ان پر باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہوگئی تھی اور ان کو اپنی جانیں بھی دوبھر معلوم ہونے لگی تھیں اور ان کو یقین ہوگیا تھا کہ خدا سے بھاگ کر کہیں اور پناہ نہیں ہے۔ پھر خدا نے ان کو توفیقِ توبہ دی تا کہ وہ (خدا کی طرف) رجوع ہوں۔ یقیناً اللہ وہ ہے جو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۱۱۸)

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین (سچوں) کے ساتھ ہوجاؤ۔ (۱۱۹)

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

مدینہ کے رہنے والوں اور ان کے نواح میں جو اعراب رہتے ہیں ان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ رسولؐ کی مخالفت کریں اور نہ اپنی جانوں کی پروا رسولؐ کی جان سے زیادہ کریں۔ یہ اس لئے کہ ان کو راہِ خدا میں پیاس کی تکلیف پہنچتی ہے یا کوئی رنج پہنچتا ہے یا اور بھوک کی تکلیف ہوتی ہے یا اور کوئی ایسا راستہ چلتے ہیں جس سے کفار کو غصّہ دلائیں، یا دشمنوں سے کوئی چیز چھین لیتے ہیں تو بہرصورت ان کے لئے اس صورت میں عملِ صالح لکھ لیا جاتا ہے یقیناً اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (۱۲۰)

وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا
كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ
لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢١﴾

اور وہ کوئی چھوٹا خرچ کرتے ہیں یا بڑا خرچ کرتے ہیں یا اگر کوئی وادی طے کرتے ہیں تو وہ بھی لکھ لی جاتی ہے تاکہ جو جو عمل وہ کرتے ہیں اس سے بہتر بدلہ اللہ ان کو دیدے۔(١٢١)

وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا
كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ
طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ
وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ
لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ ع ١٥ ٤

اور مومنوں کے لئے یہ کچھ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب کے سب گھر سے نکل پڑیں۔ پس ان کے لئے ہر بڑے گروہ میں سے ایک چھوٹا گروہ اس غرض سے کیوں نہیں نکلتا کہ وہ دین کا علم حاصل کرے اور جب اپنی قوم میں پلٹ کر آئے تو ان کو ڈرائے تاکہ شاید وہ لوگ بھی دل میں خوفِ خدا پیدا کریں۔(١٢٢)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ
يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ
غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٣﴾ ربع

اے ایمان لانے والو! کفار میں سے جو تمہارے آس پاس ہیں ان سے لڑتے رہو اور ضرور ہے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔(١٢٣)

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ
يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾

اور جس وقت کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو کوئی ان میں ایسا بھی ہے جو یہ کہہ دیتا ہے کہ تم میں سے ایسا کون ہے جس کا اس سورۃ نے ایمان بڑھا دیا ہو؟ پس جو لوگ ایمان لائے ہیں تو اس سورۃ نے ان کا ایمان بڑھا ہی دیا اور وہ خوش بھی ہو رہے ہیں۔(١٢٤)

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے

فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾	ان کے شک پر اسی سورۃ نے کچھ اور شک بڑھا دیا ہے اور وہ کفر کی حالت میں مر جائیں گے۔ (۱۲۵)
اَوَ لَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾	کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہر سال ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ان کی آزمائش کی جاتی ہے۔ پھر نہ تو وہ توبہ ہی کرتے ہیں اور نہ نصیحت ہی حاصل کرتے ہیں۔ (۱۲۶)
وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾	اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو وہ بہ اشارہ چشم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے؟ پھر وہ پلٹ جاتے ہیں۔ خدا نے بھی ان کے دل پھیر دیئے ہیں اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ (۱۲۷)
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾	بیشک تمہارے پاس ایک رسولؐ تم میں سے ہی آیا ہے۔ اس پر گراں ہے کہ تم کو تکلیف پہنچے۔ وہ تمہاری بھلائی پر حریص ہے اور وہ مومنوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ (۱۲۸)
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۖٞ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ ع	پس اگر پھر بھی وہ روگردان ہوں تو تم (اے رسولؐ) کہہ دو کہ میرے لئے وہ اللہ کافی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اس پر ہی توکّل کیا اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ (یعنی حکومت پورے عالم پر اُسی کی ہے)۔ (۱۲۹)

ع ۱۶/۵

سورۃ یونس

آیتہا ۱۰۹ ۔ ۱۰ سُوْرَۃُ یُوْنُسَ مکی ۵۱ ۔ رکوعاتہا ۱۱

المنزل ۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۱﴾

الٓرٰ یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ (۱)

اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنۡہُمۡ اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَہُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ قَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ اِنَّ ہٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کیا لوگوں کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص کی طرف یہ وحی بھیجی کہ تم لوگوں کو ڈراؤ اور ان میں سے جو ایمان لائے ہیں ان کو خوشخبری سنا دو کہ یقیناً ان کے لئے ان کے رب کے پاس مرتبہِ عالی ہے۔ کافروں نے کہہ دیا کہ یہ تو کھلا جادوگر ہے۔ (۲)

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ مَا مِنۡ شَفِیۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۳﴾

یقیناً تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔ پھر عرش کی جانب متوجہ ہوا اور امور (تمام کاموں) کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی سفارشی نہیں ہوسکتا مگر بعد اس کی اجازت کے۔ یہی اللہ تو تمہارا پروردگار ہے۔ پس تم سب اس کی ہی عبادت کرو۔ کیا تم اب بھی غور وفکر نہیں کرتے؟ (۳)

اِلَیۡہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا ؕ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا ؕ اِنَّہٗ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا

تم سب کی بازگشت (لوٹنا) اسی کی طرف ہے، خدا کا یہ وعدہ سچا ہے۔ یقیناً وہی مخلوق کو پیدا کرتا ہے۔ پھر وہ ان کو پلٹا کر لائے گا تاکہ وہ بدلہ دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعمالِ نیک

الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا
كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۝٤

انصاف کے ساتھ کیے۔ اور ان لوگوں کو جو کافر ہو گئے ان کے لئے کھولتا ہوا پانی ہے اور دردناک عذاب ہے بوجہ اس کے کہ وہ انکار کیا کرتے تھے۔ (۴)

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ
الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا
عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ
یَّعْلَمُوْنَ ۝٥

وہ خدا وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن بنایا۔ اور چاند کو نور عطا کیا اور اس کی منازل قرار دیں تا کہ تم سالوں کی تعداد اور حساب جان لو۔ نہیں پیدا کیا اللہ نے یہ سب مگر حق (مقصد) کے ساتھ۔ وہ خدا صاحبانِ علم کے لئے آیات کو بہ تفصیل بیان کرتا ہے۔ (۵)

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا
خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ
لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝٦

یقیناً رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان میں صاحبانِ تقویٰ کے لئے نشانیاں (دلیلیں) ہیں۔ (۶)

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ
رَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ
الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝٧

یقیناً جو لوگ ہمارے حضور میں آنے کی امید نہیں رکھتے اور وہ زندگانیِ دنیا پر راضی ہوئے ہیں اور وہ اسی پر مطمئن ہیں۔ وہی لوگ تو ہماری آیات سے بے خبر ہیں۔ (۷)

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا
یَكْسِبُوْنَ ۝٨

وہی لوگ تو ایسے ہیں کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے بوجہ ان اعمال کے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۸)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل

الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۞۹

نیک کیے ان کو ان کا رب ان کے اعمال کی بدولت ہدایت کرے گا (اور) ان کو جنتوں میں پہنچا دے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ (اور تمام) نعمتیں موجود ہوں گی۔ (۹)

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞۱۰ ع

ان کی دعا ان جنتوں میں یہ ہوگی کہ اے خدا تو پاک ہے اور ان کی باہمی ملاقات کی دعا سلام سلام ہوگی اور ان کی آخری دعا یہ ہوگی کہ ہر قسم کی تعریف تمام عالموں کے پروردگار کے لئے زیبا ہے۔ (۱۰)

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۞۱۱

اور اگر خدا آدمیوں کے لئے برائی میں بھی جلدی اتنی ہی کرے جتنی جلدی کہ ان کے لئے نیکی میں کرتا ہے تو ان کی مدت بہت ہی جلدی پوری کر دی جائے پس ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اُسی میں سرگردان رہیں۔ (گھومتے پھرتے پریشان رہیں) (۱۱)

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞۱۲

جب کوئی مصیبت انسان پر آ پڑتی ہے تو ہم کو لیٹے لیٹے بیٹھے بیٹھے کھڑے کھڑے پکارنے لگتا ہے۔ پھر جب ہم اس کی مصیبت دور کر دیتے ہیں تو اپنی چال چلنے لگتا ہے۔ گویا اس نے مصیبت دور کرنے کے لئے جو اس پر پڑی تھی ہم سے دعا ہی نہ کی تھی۔ اسی طرح زیادتی کرنے والوں کے لئے جو جو عمل وہ کیا کرتے ہیں زینت بنا دیئے گئے ہیں۔ (۱۲)

وَ لَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا ۙ وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَ مَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۳﴾	اور بے شک ہم نے تم سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا جب کہ انہوں نے ظلم اختیار کیا حالانکہ ان کے رسول ان کے پاس روشن دلیلیں لیکر آئے تھے۔ مگر وہ ایمان نہ لائے اور مجرم لوگوں کو ہم ایسے ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (۱۳)
ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لِنَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾	پھر ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں ان کا جانشین بنا دیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ (۱۴)
وَ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ ؕ قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِىۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۵﴾	اور جس وقت ان لوگوں کے سامنے ہماری روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جن کو ہمارے حضور میں حاضر ہونے کی امید نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک قرآن اس کے علاوہ دوسرا لے آؤ یا پھر اس کو بدل ڈالو۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اسے خود اپنی طرف سے بدل دوں؟ میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو کچھ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں عذابِ یومِ عظیم سے ڈرتا ہوں۔ (۱۵)
قُلۡ لَّوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوۡتُهٗ عَلَيۡكُمۡ وَ لَاۤ اَدۡرٰٮكُمۡ بِهٖ ۖ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶﴾	(اے رسولؐ) تم یہ کہہ دو اگر اللہ (نہ) چاہتا تو میں یہ پڑھ کر تم کو نہ سناتا اور نہ خدا تم کو اس سے آگاہ کرتا۔ پس یقیناً میں نے تم میں پہلے بھی تو اپنی عمر گزاری ہے۔ کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے؟ (۱۶)
فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ	پس اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹا

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۷

بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے؟ یقیناً مجرموں کو نجات حاصل نہیں ہوتی ہے۔ (۱۷)

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱۸

اور وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کو پوجتے ہیں جو ان کو نہ کوئی ضرر پہنچائیں اور نہ کوئی نفع بخش سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ تم خدا کو اس چیز سے آگاہ کرتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ منزّہ و پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔ (۱۸)

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۹

اور پہلے تو سب آدمی ایک امت تھے پھر بعد کو انہوں نے اختلاف کیا اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ گزر چکی ہوتی تو جس بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں اس میں ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (۱۹)

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝۲۰ ع

وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی آیت کیوں نہ اتاری گئی؟ (اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ غیب کا مالک تو خدا ہی ہے۔ پس تم بھی انتظار کرو۔ یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں گا۔ (۲۰)

وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْۤ اٰيَاتِنَا ؕ

اور جب ہم نے لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر تکلیف گزر چکی تھی، اپنی رحمت کا مزہ چکھایا تو وہ

قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾

ہماری آیات میں چالیں چلنے لگے۔ (اے رسول تم) کہہ دو کہ اللہ بہت جلدی مکر (مکاری) کا بدلہ دینے والا ہے۔ یقیناً ہمارے فرستادہ فرشتے لکھ لیتے ہیں وہ سب جو چالیں تم چلتے ہو۔ (۲۱)

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۲۲﴾

وہ خدا وہی تو ہے کہ تم کو خشکی و تری کی سیر کراتا ہے۔ حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو، اور وہ لوگوں کو لیکر خوشگوار ہواؤں میں چلتی ہیں اور لوگ بھی اس سے خوش ہوتے ہیں، تو یکا یک اس کو آندھی آ لیتی ہے اور ہر طرف سے ان کو موجیں گھیر لیتی ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ان میں گھر گئے تو بخلوصِ بندگی اللہ سے دعا کرنے لگتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو اس سے بچا لیا تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (۲۲)

فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؗ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

پس جب کہ اس نے ان کو بچا لیا تو وہ زمین میں ناحق فساد و بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ اے انسانو! یقیناً تمہاری بغاوت تمہارے ہی لئے نقصان دہ ہے۔ یہ چند روزہ زندگانی دنیا صرف وقتی سرمایہ ہے۔ پھر تمہاری بازگشت (لوٹنا) ہماری طرف ہوگی۔ پس ہم تم کو تمہارے عمل سے باخبر کر دیں گے۔ (۲۳)

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

یقیناً زندگانی دنیا کی مثال اس پانی کی سی ہے جس کو ہم نے آسمان سے اتارا۔ پھر اس سے زمین کو

الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۴

روئیدگی مل گئی جس کو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی رونق حاصل کر لی اور آراستہ ہو گئی اور اس کے مالکوں نے گمان کر لیا کہ یقیناً وہ اس پر قادر ہو گئے ہیں، تو ہمارا حکم رات یا دن کو آپہنچا۔ پس ہم نے اس کو ایسا کٹا ہوا کر دیا کہ گویا وہ کل کچھ بھی نہ تھی۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں آیات (اپنی دلیلیں) کو کھول کر بیان کرتے ہیں۔(۲۴)

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵

اور خدا سلامتی کے گھر کی طرف بُلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے۔(۲۵)

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۶

اور جنہوں نے بھلائی کی ان کے لئے بھلائی ہے اور زیادہ بھی ہے۔ اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی چھائے گی اور نہ ذِلّت ہو گی۔ وہی لوگ تو جنت والے ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔(۲۶)

وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ

اور وہ لوگ جنہوں نے بدی کمائی تو ہر بدی کا بدلہ اسی بدی کے برابر ہے اور ان پر ذلت بھی چھائے گی اور اللہ کی طرف سے ان کا بچانے والا کوئی نہ ہو گا گویا کہ ان کے چہروں پر اندھیری رات کا ایک ٹکڑا چھا گیا ہے۔ وہی لوگ جہنمی ہیں۔ وہ اس

اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷﴾

میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔(۲۷)

وَ يَوۡمَ نَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ نَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا مَكَانَكُمۡ اَنۡتُمۡ وَ شُرَكَآؤُكُمۡ ۚ فَزَيَّلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ اِيَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۸﴾

اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جو شرک کیا کرتے تھے یہ کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکاء اپنی اپنی جگہ ٹھہرو۔ پھر ہم ان کے باہمی تعلق قطع کر دیں گے اور ان کے شرکاء یہ کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔(۲۸)

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا بَيۡنَنَا وَ بَيۡنَكُمۡ اِنۡ كُنَّا عَنۡ عِبَادَتِكُمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ﴿۲۹﴾

پس ہمارے اور تمہارے مابین گواہی دینے کو اللہ کافی ہے۔ ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر ہیں۔(۲۹)

هُنَالِكَ تَبۡلُوۡا كُلُّ نَفۡسٍ مَّاۤ اَسۡلَفَتۡ وَ رُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۳۰﴾ ع

النصف ع ۸/۳

اس وقت ہر نفس (یعنی انسان) اس بات کو جانچ لے گا کہ وہ پہلے کیا کیا کر چکا ہے؟ اور وہ سب اپنے حقیقی مالک اللہ کی طرف پھیرے جائیں گے۔ اور جو کچھ بہتان (جھوٹ) وہ باندھا کرتے تھے وہ سب ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔(۳۰)

قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اَمَّنۡ يَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَ مَنۡ يُّخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَ يُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَىِّ وَمَنۡ يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلۡ

تم یہ کہہ دو کہ آسمان سے اور زمین سے تم کو رزق کون دیتا ہے؟ یا سماعت اور بصارت کا اختیار کون رکھتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے پیدا کرتا ہے اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو تمام امور کا مدبر ہے؟ عنقریب وہ کہیں گے کہ اللہ ہے۔ پس تم یہ کہہ دو کہ پھر کیوں تم اس سے نہیں

اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۳۱﴾

ڈرتے ہو؟ (۳۱)

فَذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمُ الۡحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰی تُصۡرَفُوۡنَ ﴿۳۲﴾

پس وہی اللہ تو تمہارا حقیقی پروردگار ہے۔ پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے؟ پھر تم لوگ کہاں پلٹے جا رہے ہو؟ (۳۲)

کَذٰلِکَ حَقَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ عَلَی الَّذِیۡنَ فَسَقُوۡۤا اَنَّہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۳﴾

اسی طرح تیرے رب کا کلمہ سچ ثابت ہو گیا ان لوگوں پر جنہوں نے نافرمانی کی تھی کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ (۳۳)

قُلۡ ہَلۡ مِنۡ شُرَکَآئِکُمۡ مَّنۡ یَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ ؕ قُلِ اللّٰہُ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۳۴﴾

(اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو ایسی مخلوق ازسرنو پیدا کر دے؟ پھر اس کو لوٹا بھی دے؟ (اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ اللہ ہی مخلوق کو ازسرِنو پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کو وہی لوٹاتا ہے۔ پس تم کدھر جا رہے ہو؟ (۳۴)

قُلۡ ہَلۡ مِنۡ شُرَکَآئِکُمۡ مَّنۡ یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الۡحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰہُ یَہۡدِیۡ لِلۡحَقِّ ؕ اَفَمَنۡ یَّہۡدِیۡۤ اِلَی الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ یُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا یَہِدِّیۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ یُّہۡدٰی ۚ فَمَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴿۳۵﴾

(اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ تمہارے بنائے ہوئے خدا کے شرکاء میں کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی طرف ہدایت کرے؟ تم کہہ دو کہ اللہ حق کی ہدایت کرتا ہے پس کیا وہ شخص جو حق کی ہدایت کرے اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جس کو خود راستہ نہیں ملتا جب تک کہ کوئی اور اس کو راستہ نہ بتائے؟ پس تم کو کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ (۳۵)

وَ مَا یَتَّبِعُ اَکۡثَرُہُمۡ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ

اور نہیں پیروی کرتے ان میں سے اکثر مگر اپنے

الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۳۶

خیال و گمان کی۔ یقیناً گمان حق سے مستغنی نہیں کرتا ہے۔ یقیناً اللہ جانتا ہے اس کو جو وہ کرتے ہیں۔ (۳۶)

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۳۷

اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے جھوٹ موٹ بنا لیا جائے۔ بلکہ یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور مفصل بیان ہے اس کتاب کا جو پروردگار عالم کی طرف سے نازل ہوئی ہے (اور) اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ (۳۷)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۳۸

کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو جھوٹ موٹ بنا لیا ہے؟ (اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ تم مثل اس کے ایک سورۃ ہی لے آؤ۔ اور خدا کے علاوہ جس کو تم بلا سکتے ہو (مدد کے لئے) بلا لو، اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔ (۳۸)

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۳۹

بلکہ انہوں نے جھٹلایا اس کو جس کے علم کا وہ احاطہ نہ کر سکے اور جبکہ اس کی تاویل (مطلب) پر ان کا قابو نہ چلا۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ پس دیکھ لو کہ ظالموں کا انجام کیا ہوا؟ (۳۹)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۴۰ ع ۹

اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اس پر ایمان رکھتا ہے اور کوئی ایسا ہے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور تیرا رب مفسدوں (خرابی پیدا کرنے والوں) کو بہتر جانتا ہے۔ (۴۰)

وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

اور اگر وہ تجھ کو جھٹلائیں تو (اے رسول تم) کہہ دو کہ میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے تم اس سے بری الذمہ ہو جو میں عمل کرتا ہوں اور جو کچھ تم کرتے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ (میں تمہارے عمل کا ذمہّ دار نہیں ہوں اور نہ تم میرے عمل کے) (۴۱)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور ان میں کچھ ایسے ہیں جو تمہاری باتیں سنتے۔ کیا تم ان بہروں کو سنا سکتے ہو جبکہ وہ سمجھتے ہی نہ ہوں۔ (۴۲)

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو تمہاری طرف دیکھتا ہے۔ پس کیا تم اندھوں کو ہدایت کر سکتے ہو اور اگر چہ وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے ہیں؟ (۴۳)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

یقیناً اللہ آدمیوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنے نفسوں (جانوں) پر خود ظلم کرتے ہیں۔ (ثابت ہوا کہ خدا عادلِ مطلق ہے)۔ (۴۴)

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

اور جس دن ہم ان کو جمع کریں گے تو ایسا معلوم ہو گا گویا وہ دن کے ایک گھنٹہ بھر سے زیادہ نہیں (دنیا میں) ٹھہرے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔ یقیناً ان لوگوں نے نقصان اٹھایا جنہوں نے ہمارے حضور میں حاضر ہونے کو جھٹلایا اور وہ ہدایت یافتہ نہ تھے۔ (۴۵)

وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴿۴۶﴾

اور اگر ہم تم کو دکھا دیں اس چیز کا ایک حصّہ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ یا تم کو اے رسولؐ ہم وفات دے دیں، پس تو بھی ان کی بازگشت (لوٹنا) ہماری طرف ہوگی۔ پھر اللہ گواہ ہوگا اس پر جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۴۶)

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴿۴۷﴾

اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے۔ پس جب ان کا رسول آئے گا تو ان کے درمیان (قیامت کے دن) عدالت کے ساتھ فیصلہ ہوگا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا؟ (۴۷)

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴿۴۸﴾

اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ (۴۸)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴿۴۹﴾

(اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ میں خود اپنے واسطے نہ ضرر پر قادر ہوں اور نہ نفع پر مگر جو خدا چاہے۔ ہر امت کے لئے وقت معین ہے جب ان کا وقت معین آجاتا ہے تو نہ ایک ساعت (سیکنڈ) پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ (۴۹)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ﴿۵۰﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کا عذاب تم پر رات کو یا دن کو آجائے تو (تم کیا کرو گے؟) پھر مجرم لوگ آخر کیوں جلدی (عذاب طلب) کر رہے ہیں؟ (۵۰)

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَ

پھر کیا جب وہ عذاب واقع ہو جائے گا تب اس

قَدۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۵۱﴾

پر ایمان لاؤ گے؟ کیا اب تمہاری سمجھ میں آیا اور یقیناً تم ہی تو اس کی جلدی کرتے تھے۔ (۵۱)

ثُمَّ قِيۡلَ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡخُلۡدِ ۚ هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ﴿۵۲﴾

پھر اس وقت ظالموں سے کہا جائے گا کہ تم دائمی عذاب کو چکھو۔ تم کو اس کا بدلہ دیا گیا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ (۵۲)

وقف النبی علیہ السلام

وَيَسۡتَنۡۢبِــُٔوۡنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلۡ اِىۡ وَرَبِّىۡۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ﴿۵۳﴾ ع

ع ۵ ۱۳ ۱۰ وقف النبی علیہ السلام

اور وہ تم سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا وہ (قیامت) حق ہے؟۔ تم کہہ دو کہ ہاں قسم بخدا وہ ضرور حق ہے اور تم خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہو سکتے۔ (یعنی تم قیامت کے آنے کو روک نہیں سکتے)۔ (۵۳)

وَلَوۡ اَنَّ لِكُلِّ نَفۡسٍ ظَلَمَتۡ مَا فِى الۡاَرۡضِ لَافۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۵۴﴾

اور اگر کسی ظالم شخص کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ بھی اُس کا ہو گا تو بھی وہ اسے فدیہ میں دے ڈالے گا۔ اور جس وقت وہ عذاب کو دیکھیں گے تو وہ ندامت کو چھپائیں گے اور ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ (۵۴)

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۵﴾

خبردار رہو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہے۔ آگاہ ہو کہ یقیناً اللہ کا وعدہ حق (سچا) ہے لیکن ان میں کے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ (۵۵)

هُوَ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۵۶﴾

وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور اسی کے حضور میں سب کو لوٹنا ہو گا۔ (۵۶)

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوۡرِ ۙ وَ هُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۵۷﴾

اے انسانو! یقیناً تم سب کے پاس نصیحت تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے جو کچھ سینوں میں ہے اس کے لئے شفا اور مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ (۵۷)

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَ بِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿۵۸﴾

(اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ خدا کے فضل و کرم اور اس کی رحمت سے ان کو خوش ہونا چاہئے (کیونکہ) وہ اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں کہیں بہتر ہے۔ (۵۸)

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلۡ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمۡ اَمۡ عَلَى اللّٰهِ تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۹﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ تم لوگ ذرا غور تو کرو کہ جو رزق اللہ نے تمہارے لئے نازل کیا ہے اس میں سے تم نے کسی کو حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیا۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اللہ نے تم کو اس کا حکم دیا ہے یا تم خود خدا پر جھوٹا بہتان باندھتے ہو؟ (۵۹)

وَ مَا ظَنُّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۶۰﴾ ع

اور ان لوگوں کا گمان کیا ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا کیا حشر ہوگا؟ یقیناً اللہ تو انسانوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔ (۶۰)

ع ۶ / ۱۱

وَمَا تَكُوۡنُ فِىۡ شَاۡنٍ وَّ مَا تَتۡلُوۡا مِنۡهُ مِنۡ قُرۡاٰنٍ وَّ لَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيۡكُمۡ شُهُوۡدًا اِذۡ تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ وَمَا يَعۡزُبُ عَنۡ رَّبِّكَ مِنۡ مِّثۡقَالِ ذَرَّةٍ

اور (اے رسولؐ) تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور جو حصۂ قرآن بھی تم پڑھتے ہو اور (اے لوگو!) جو عمل بھی تم کرتے ہو، ہم ہر حال میں تمہارے دیکھنے والے ہیں۔ خواہ تم کسی وقت بھی اس میں مصروف ہو اور تمہارے رب سے زمین و آسمان کی

فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٦١﴾

ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں ہوتی۔ نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی۔ مگر یہ کہ روشن کتاب میں سب کچھ موجود ہے۔ (۶۱)

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

آگاہ ہو کہ یقیناً اللہ کے ولیوں (خاص دوستوں) پر (موت کے بعد) نہ خوف طاری ہوگا اور نہ کبھی وہ مغموم ہوں گے۔ (۶۲)

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾

یہ وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ (برائیوں سے بچتے رہے)۔ (۶۳)

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾

ان کے لئے حیاتِ دنیا میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کے کلمات (باتوں اور وعدوں) میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہ ہی تو بڑی کامیابی ہے۔ (۶۴)

وقف لازم

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾

اور (اے رسولؐ) تم کو ان لوگوں کی باتیں رنج نہ دیں۔ یقیناً کامل غلبہ خدا کے لئے ہے۔ وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ (۶۵)

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾

آگاہ ہو کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب خدا کا ہے۔ اور جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہیں وہ بھی ان خدا کے بتائے ہوئے شریکوں کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور وہ خیالی باتیں کیا کرتے ہیں۔ (۶۶)

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا

وہ (خدا) وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾

اس لئے بنائی کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو دکھانے والا بنایا۔ یقیناً اس میں سننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (٦٧)

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ
الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي
الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ
بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾

انہوں نے کہہ دیا کہ خدا نے بیٹا بنا لیا۔ اس کی ذات اس سے منزّہ و پاک ہے۔ وہ تو سب سے بے نیاز ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟ یا تم اللہ کے برخلاف وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ (٦٨)

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ ﴿٦٩﴾

(تم) کہہ دو کہ بے شک وہ لوگ جو خدا پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ فلاح (کامیابی) نہیں پائیں گے۔ (٦٩)

مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ
ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا
كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ؑ ﴿٧٠﴾ ع ۱۰ الثلثة

دنیا میں تھوڑے دن کا نفع ہے پھر ان کی کالوٹنا ہماری طرف ہوگا۔ پھر جن باتوں کا وہ انکار کرتے تھے اس کے بدلہ میں ان کو سخت عذاب چکھائیں گے۔ (٧٠)

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ
لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ
مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ
تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ
لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا

اور ان کو نوحؑ کی خبر پڑھ کر سناؤ۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا اور خدا کی آیات سمجھانا ناگوار ہے تو بس میرا توکّل (بھروسہ) خدا پر ہے۔ پس تم لوگ اپنے معاملہ کو درست کر لو اور اپنے (بنائے ہوئے خدا کے) شرکاء کو جمع کر لو۔ پھر تمہارا معاملہ تم پر پوشیدہ نہ

اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾

رہے (علانیہ مقابلہ کرو) پھر جو کچھ کرنا ہے میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ (۷۱)

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾

پھر اگر تم اپنا منہ موڑتے ہو (تو موڑلو کیونکہ) تو میں نے تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کی۔ میری اجرت یا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے میں (خدا کی اطاعت کرکے) مسلمانوں میں سے ہو جاؤں۔ (۷۲)

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

پس ان لوگوں نے نوحؑ کو جھٹلایا۔ پس ہم نے نوحؑ کو نجات دی اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو ان کے پچھلوں کا جانشین بنایا اور ہم نے ان سب کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ اب دیکھ لو کہ جن کو ڈرایا سمجھایا گیا تھا، ان کا انجام کیا ہوا۔ (نہ ماننے کی وجہ سے)۔ (۷۳)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

پھر ہم نے ان کے بعد اور رسول ان کی اپنی قوموں میں سے بھیجے۔ پس وہ کھلی دلیلیں لیکر آئے مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے۔ ان باتوں پر جن کی وہ پہلے تکذیب کر چکے تھے۔ اسی طرح ہم زیادتی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ (عقلوں کو بے کار کر دیتے ہیں)۔ (۷۴)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ مگر انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔ (۷۵)

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا
اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷۶

پھر جب ہمارے پاس سے ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے کہ بیشک یہ تو کھلا جادو ہے۔ (۷۶)

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا
جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا يُفْلِحُ
السّٰحِرُوْنَ ۝۷۷

موسیٰؑ نے فرمایا کہ کیا تم حق کی نسبت جب وہ تمہارے پاس آیا یہ کہتے ہو کہ یہ جادو ہے۔ حالانکہ جادوگر فلاح (مکمل کامیابی) نہیں پاتے۔ (۷۷)

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا
عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي
الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۸

انہوں نے کہا کہ کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہٹا دو اس (عقیدے) سے جن پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ تا کہ تم دونوں کو اس زمین میں بزرگی و سرداری مل جائے اور ہم تو تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ (۷۸)

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ
عَلِيْمٍ ۝۷۹

اور فرعون نے حکم دیا کہ ہمارے پاس ہر ماہر جادوگر کو لے آؤ۔ (۷۹)

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى
اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝۸۰

پس جب جادوگر آ گئے تو موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہے ڈالو۔ (۸۰)

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ
بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۸۱

پس جب وہ ڈال چکے تو موسیٰؑ نے کہا کہ جو تم نے کیا وہ جادو ہے۔ یقیناً اللہ اسے باطل کر دے گا۔ یقیناً اللہ مفسدوں، خرابیاں پیدا کرنے والوں کے کسی کام کی اصلاح نہیں کرتا۔ (۸۱)

وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ

اور اللہ اپنے کلمات (بیانات) کے ذریعہ حق کو

ع ۸ ۱۲/۱۴

الْمُجْرِمُوْنَ۝۸۲

حق کر دکھاتا ہے اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ (۸۲)

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰىٓ اِلَّا ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىِٕهِمْ اَنْ یَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ۝۸۳

پس فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف کی وجہ سے کہ کہیں وہ فتنہ (مصیبت) میں مبتلا نہ کردیں، موسیٰؑ پر ان کی قوم کے تھوڑے سے آدمیوں کے سوا اور کوئی ایمان نہ لایا۔ اور بے شک فرعون اس ملک میں غالب تھا۔ اور یقیناً وہ زیادتی کرنے والوں (ظالموں) میں سے تھا۔ (۸۳)

وَ قَالَ مُوْسٰى یٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ۝۸۴

اور موسیٰؑ نے کہا کہ اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو خدا پر توکل کرو، اگر تم اطاعت کرنے والے ہو۔ (۸۴)

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ۙ۸۵

انہوں نے کہا کہ ہم نے خدا پر توکل کیا۔ اے ہمارے رب ہم کو محلِ آزمائش نہ بنا ظالم قوم کے لئے۔ (ہمیں ظالموں کے ہاتھوں ظلم کا شکار نہ بنا)۔ (۸۵)

وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۝۸۶

اور ہم کو اپنی رحمت سے کافروں کی قوم سے نجات دے۔ (۸۶)

وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۝۸۷

اور ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں کچھ مکان بناؤ۔ اور اپنے مکانوں کو نماز کی جگہ قرار دو اور نماز کو قائم کرو۔ اور مومنین کو بشارت دو۔ (۸۷)

وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ
فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ
سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَ
اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى
يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾

اور موسیٰؑ نے کہا کہ اے ہمارے رب یقیناً تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو زندگانی دنیامیں سامان آرائش اور بہت مال دیا ہے کہ وہ تیری راہ سے گمراہ کریں۔اے ہمارے رب ان کے مال غارت کردے اور ان کے دلوں پر سختی کر۔ پس وہ ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ وہ عذاب کو نہ دیکھ لیں۔(۸۸)

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا
وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

(خدا نے) فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوگئی پس تم دونوں ثابت قدم رہو اور ہرگز تم ان لوگوں کی راہ نہ چلو جو علم نہیں رکھتے۔(۸۹)

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ
عَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ
اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ
بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا پس فرعون اور اس کے لشکر نے ازروئے بغاوت اور ظلم ان کا پیچھا کیا۔مگر جب وہ ڈوبنے لگا تو اس نے کہا کہ میں ایمان لایا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔(۹۰)

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾

اس سے کہا گیا کہ کیا اب تو ایمان لاتا ہے؟ حالانکہ پہلے تو نے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔(۹۱)

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ
لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ

پس آج کے دن ہم صرف تیرے بدن کو نجات دیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے (ہماری

ع ۱۴ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

طاقت کی) نشانی اور ثبوت بنا رہے اور یقیناً بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔ (۹۲)

وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو بہت ہی اچھے مقام پر آباد کیا اور پاکیزہ چیزیں ان کو کھانے کو دیں۔ پس انہوں نے اختلاف نہیں کیا جب تک کہ ان کے پاس علم (توریت) نہ آ گیا۔ یقیناً تیرا رب قیامت کے دن ان کے مابین ان سب باتوں کا فیصلہ کر دے گا، جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ (۹۳)

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔـلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾

پس اگر تجھ کو اس میں جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے شک ہو تو پوچھو ان لوگوں سے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے رہے ہیں۔ یقیناً تیرے رب کے پاس سے حق آیا ہے۔ پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ (۹۴)

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾

اور نہ تم ان لوگوں میں سے ہونا جنہوں نے آیاتِ خدا (خدا کی دلیلوں) کو جھٹلایا، ورنہ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ (۹۵)

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾

یقیناً وہ لوگ جن پر تیرے رب کا کلمہ سچ ثابت ہو چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ (۹۶)

وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

اور اگر ان کے پاس کل نشانیاں بھی آ جائیں حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب کو بھی دیکھ لیں۔ (تب بھی نہ مانیں گے)۔ (۹۷)

فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾	پس کوئی بستی ایسی نہیں ہے کہ وہ (عذاب کو دیکھ کر) ایمان لائی ہو تو اس کو اس کے ایمان نے کوئی نفع دیا ہو سوائے قومِ یونسؑ کے کہ وہ جس وقت ایمان لائے تو ہم نے زندگانی دنیا میں رسوائی کا عذاب ان سے دور کر دیا۔ پھر ان کو ایک مدت تک ہم نے فائدہ پہنچایا۔ (۹۸)
وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾	اور اگر تیرا رب چاہتا تو زمین میں جتنے بھی ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ پھر کیا تم لوگوں کو اس بات پر مجبور کرو گے کہ وہ مومن ہو جائیں؟ (۹۹)
وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾	اور کوئی نفس (انسان) بغیر اذنِ (اجازتِ) خدا کے ایمان نہیں لاسکتا اور خدا کفر کی نجاست انہی لوگوں پر ڈال دیتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (۱۰۰)
قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾	(اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس میں غور وفکر کیا کرو۔ حالانکہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں ان کو نہ نشانیاں (دلیلیں، معجزات) کچھ کام دیتی ہیں اور نہ ڈرانے والے۔ (۱۰۱)
فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾	پھر کیا وہ ایسے زمانہ کے منتظر ہیں جیسا کہ ان سے پہلے گزر گیا۔ (اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ (۱۰۲)
ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	پھر ہم اپنے رسولوں اور ان لوگوں کو جو ایمان

ع ۱۱ / ۱۵

كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

لائے ہیں نجات دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنین کو نجات دیں۔ (۱۰۳)

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚۖ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۱۰۴﴾

(اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ اے آدمیو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو، تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت خدا کو چھوڑ کر تم کرتے ہو۔ میں تو اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تم کو موت دیتا ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مومنین میں سے ہو جاؤں۔ (۱۰۴)

وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور یہ کہ اپنا رخ کرو دینِ خدا کی طرف یکسو ہو کر۔ اور ہرگز تم نہ ہو مشرکوں میں سے۔ (۱۰۵)

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

اور اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو، جو نہ تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ تجھ کو ضرر پہنچا سکتا ہے۔ پس اگر تو نے ایسا کیا تو پھر تو گمراہوں میں سے ہوگا۔ (۱۰۶)

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

اور اگر اللہ تجھ کو کوئی ضرر (نقصان) پہنچا دے تو اس کا دور کرنے والا سوائے خود اس کے کوئی اور نہ ہوگا اور اگر کسی خیر (فائدہ پہنچانے) کا تیرے لئے ارادہ کرے تو اس کے فضل کا دور کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں خیر پہنچاتا ہے (کیونکہ) وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (۱۰۷)

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ

(اے رسولؐ تم) کہہ دو کہ اے آدمیو! یقیناً کہ

مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ مَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ﴿۱۰۸﴾

تمہارے رب کے پاس سے حق تمہارے پاس آیا پس جس نے راہِ راست (سیدھا راستہ) اختیار کیا، تو اس نے اپنی ذات کے لئے ہدایت حاصل کی اور جو گمراہ ہوا پس یقیناً وہ خود راہ راست سے گمراہ ہوا اور میں تم پر ٹھیکیدار نگران یا تمہارا وکیل نہیں ہوں۔(۱۰۸)

وَ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ع﴿۱۰۹﴾

ع ۱۱ ۱۲

(اے رسولؐ) تم پیروی کرو اس کی جو تم پر وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ خدا خود فیصلہ کردے اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔(۱۰۹)

سورۃ ھود

آیتیں ۱۲۳ ۱۱ سُورَۃُ ھُوْدٍ مکی ۵۲ رکوعاتھا ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

الٓرٰ ۚ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿۱﴾

الٓرٰ یہ وہ کتاب ہے کہ اس کی آیات کو محکم (واضح) کیا گیا ہے۔ پھر صاحب حکمت باخبر (خدا) کی طرف سے اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔(۱)

اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ ۙ﴿۲﴾

کہ تم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرو (اے رسولؐ کہہ دو) کہ میں یقیناً خدا کی طرف سے تمہارے لئے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔(۲)

وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ

اور تم اپنے پروردگار سے گناہوں کی مغفرت طلب کرو۔ پھر اس کی طرف رجوع ہو جاؤ کہ ایسا کرنا وقت مقررہ تک تم کو بہتر فائدہ پہنچائے اور ہر صاحبِ فضل کو اس کے فضل کا ثمرہ عطا کرے اور

وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ ۝۳

اگر تم روگرداں ہوگے (نہ مانوگے) تو پس میں یقیناً تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (۳)

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۴

تمہاری بازگشت (لوٹنا) خدا ہی کی طرف ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ (۴)

اَلَاۤ اِنَّهُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

آگاہ ہو کہ وہ لوگ اپنے سینوں کو دُھرا کر لیتے ہیں کہ اللہ سے اپنے راز کو چھپائیں۔ خبردار ہو جس وقت وہ اپنے اپنے کپڑے اوڑھ لیتے ہیں تو اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا چھپاتے ہیں اور کیا ظاہر کرتے ہیں؟ یقیناً وہ دلوں کے بھیدوں سے باخبر ہے۔ (۵)

تفسیر سورۃ التوبہ

آیات ۹۴، ۹۵:

جنگ تبوک میں رسول خداؐ نے تمام مسلمانوں کو حکم جہاد اور روانگی دیا تھا اور بحکم خدا سخت تاکید تھی مگر قبیلہ اسد اور قبیلہ غطفان نے مفلسی وغربت کا بہانہ کیا اور قبیلہ عامر بن طفیل نے بہانہ کیا کہ اگر ہم جائیں گے تو بنی طے ہمارے مویشیوں کو لوٹ لیں گے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کچھ لوگوں کا عذر صحیح تھا وہ بنی غفار تھے۔ بہرحال خدا نے ضعیف وکمزور اور مریضوں اور انتہائی مفلسوں جو نان ونفقہ پر قدرت نہ رکھتے تھے مثلاً عبداللہ ابن مکتوم نابینا تھے کو جہاد پر جانے سے معاف کر دیا تھا کیونکہ ان کا عذر صحیح تھا۔ضحاک نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن مکتوم خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ انّی شیخ ضریر خفیف الجسم ولیس لی قائد فھل لی رخصۃ فی التخلف عن الجھاد۔ [اے رسولِ خداؐ میں بوڑھا کمزور جسم والا اور بغیر رہبر کے ہوں (بوجہ نابینا ہونے کے) کیا مجھ کو جہاد میں نہ جانے کی اجازت ہے؟] اس پر خدا نے کمزوروں اور بیماروں کو معاف فرمادیا۔بعض بوجہ غربت نہ جانے کے صدمے سے رونے لگے تو بعض اصحاب نے ان کو سواری دی۔ خدا نے ان کا ذکر کیا ہے واعینھم تفیض من الدمع حزناً۔ (سورۂ توبہ آیت ۹۲)(بوجہ غم کے ان کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔) یہ سات افراد تھے۔عبداللہ ابن کعب وعلیۃ بن زید۔عمر بن عتمہ وسالم بن عمیر وحزم بن عبداللہ وعبداللہ بن عمرو ابن عوف وعبداللہ بن معقل (زہے قسمت کہ قرآن مدح کر رہا ہے۔) بہت سے لوگوں نے جھوٹے بہانے بنائے اور جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے۔تو خدا نے اپنے رسولؐ کو ان کی قلبی منافقت سے سے آگاہ کیا اور فرمایا: جب تم تبوک سے واپس آؤ گے تو یہ لوگ قسمیں کھا کر بہانے بنائیں گے مگر یہ جھوٹے ہیں اور یہ سب نافرمان خدا و رسولؐ ہیں اور لائقِ ذلت دنیا وعذاب آخرت ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہؐ واپس مدینہ تشریف لائے تو اسّی ۸۰ افراد آئے۔ جند بن قیس ومعتب بن قیشر اور بقول صاحبِ مقاتل عبداللہ بن ابی خلف اور اس کے رفقا۔ بہرحال خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ فاعرضوا عنھم۔ (ان کو چھوڑو۔ جانے دو) مگر جان لو کہ انھم رجس یہ لوگ سب نجس و پلید ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

عنقریب خدا اور رسولؐ تمہارے عمل کو دیکھ لیں گے کہ آئندہ تم میں سے کون توبہ کرتا ہے اور کون نہیں۔ یہ خدا کی مہربانی ہے کہ پھر بھی اس نے ان کو موقع توبہ دیا ہے۔اس جگہ مفسرین نے بہت کچھ بحث کی ہے کہ خدا آئندہ دیکھے

گا یا قیامت میں اعمال کو دیکھے گا؟ یاد رکھیے کہ تعلیمِ قرآن وحدیث ہے کہ خدا ہمہ وقت سمیع ہے بصیر ہے اور علیم ہے۔ ذاتِ خدا اور صفات خدا دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، جیسے مخلوق کی ذات وصفت الگ ہوتی ہیں۔ بلکہ خدا اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے لہٰذا خدا اپنے بندوں کے اعمال اور نیتوں کو ہمہ وقت دیکھتا ہے۔ مگر یہ بڑی فضیلت ہے رسولؐ کے لئے کہ وہ بھی اعمال بندگان کو دیکھتے ہیں اور ہمہ وقت نگرانِ اعمال ہیں۔ درود پڑھ لیجئے۔

اعمال کو تو خدا و رسولؐ جانتے ہی ہیں لہٰذا یاد رکھو تمہارے عمل کے مطابق روزِ قیامت سزا و جزا ملے گی۔

آیت ۹۶:

اہلِ اسلام سے خطاب ہے کہ اگر بوجہ تعلقاتِ قدیم تم جہاد میں شریک ہونے والوں سے خوش بھی رہو تو خدا فاسقوں سے رَاضی نہ ہوگا۔ یہ تنبیہ ہے۔

آیت ۹۷:

الاعراب مراد بنی تمیم و بنو اسد و غطفان اور اعرابِ اطرافِ مدینہ ہیں۔ مفسرین نے بتایا ہے کہ عرب کے صحرا نشین لوگوں سے مراد ہے۔ مگر یہ طے ہے کہ خدا نے جنگ تبوک سے باز رہنے والوں کی مذمت کی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ لوگ لشکرِ اسلام میں شامل نہ ہوں گے اور جنگ میں شرکت نہ کرنے کے بہانے انہوں نے ہی کیے ہوں گے۔ ورنہ آیاتِ عذاب نہ آتیں۔

آیت ۹۸:

خداوند عالم نے جہاد تبوک سے منحرف ہونے والوں کے بارے میں بتایا ہے کہ ان لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ بظاہر مسلمان ہیں مگر راہِ خدا میں مال خرچ کرتے ہیں تو اس کو تاوان، ہرجانہ یا جرمانہ تصور کرتے ہیں اور مسلمانوں پر مصیبت آنے کے منتظر رہتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ خود گردشِ افلاک اور مصیبتوں کی زد میں رہیں گے اور ان کا حال بد سے بدتر ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے خدا و رسولؐ کی نافرمانی کی ہے۔

موجودہ زمانہ میں بھی جو مسلمان اللہ کے نام پر بہ خلوص نیت خرچ نہیں کرتے بلکہ نام و نمود کے لئے یا بااثر افراد کے کہنے سننے سے یا کسی دیگر دباؤ سے خدا کے نام پر خرچ کرتے ہیں وہ سب اس آیت کی زد میں آتے ہیں۔ مسلمانوں کو صرف رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنے کا حکم ہے اور اس کا اجر دنیا و آخرت میں ان کو حسبِ وعدہِ خدا ضرور ملے گا۔

آیت ۹۹:

اعراب خواہ دیہاتی ہوں یا تمام عرب کے لوگ ہوں یا کسی ملک کے مسلمان ہوں، ان سب کے لئے خدا کا یہ

اعلان ہے کہ جو اللہ اور رسول اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور پھر وہ خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے لئے راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے اور وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ جو اللہ کے نام پر خرچ کر رہا ہے اس کے ذریعہ وہ خدا اور رسولؐ سے قریب ہو جائے گا یعنی اس کی رضا حاصل کر سکے گا، تو وہ اس آیت کے حکم کے مطابق یقین رکھے گا کہ یقیناً خدا اور رسولؐ کا وہ پیارا ہو جائے گا اور وہ درجاتِ عالیہ پا کر رحمتِ خدا کا مستحق ہو جائے گا۔ مفسرین نے بتایا ہے کہ عبداللہ بن اوفیؓ نے کہا کہ میرا باپ خدمتِ رسول میں صدقات لایا اور رسول اللہؐ سے التماسِ دعا کی تو آپ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ علی محمد و اٰل ابی اوفی۔ (اے خدا رحمت نازل فرما محمد پر، مغفرت کر آل ابی اوفی کی)۔

آیت ۱۰۰:

مفسر شعبی نے فرمایا ہے کہ مہاجرین بیعتِ حدیبیہ تک مہاجرین تھے کیونکہ رسول خداؐ نے فرمایا: من اسلم بعد ذٰلك وھاجر فلیس من المھاجرین الاولین۔ (جو اسلام لایا اور اس کے بعد جو ہجرت کرے گا پس وہ اولین مہاجرین میں سے نہیں ہوگا۔) خدا نے مدح فرمائی ہے ان کی جو قبولِ ایمان میں اول اور سابق تھے۔ یعنی انہوں نے قبولِ ایمان میں سبقت کی اور اول رہے۔ مہاجر وہ ہے جو مکہ سے مدینہ آیا اور انصار وہ ہیں جنہوں نے مدینہ میں اسلام قبول کیا اور رسول خداؐ کی مدد کا عہد کیا۔ ابن عباسؓ و جابر بن عبداللہؓ و اسحاقؓ و زید بن مجاہدؓ و قتادہ و ابن اسحاقؓ متفق ہیں کہ اول من اٰمن خدیجۃ بنت خویلد ثم علی ابن ابی طالب۔ (اول مومنہ خدیجہؑ اور ان کے بعد اول مومن علیؑ ہیں)۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں واقعہ لکھا ہے جن میں اسماعیل بن ایاس بن عفیف نے اپنے جد عفیف سے روایت کی ہے کہ وہ سفر تجارت میں مکہ گئے تو عباس ابن عبدالمطلبؓ کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے مقامِ منٰی میں حضرت محمدؐ و علیؑ و خدیجہؑ کو نماز میں دیکھا۔ بہرحال مفسرین کا اتفاق ہے کہ اول مومن مہاجرین سے حضرت علیؑ مرتضٰی اور خدیجہؑ ہیں۔ غور طلب امر اس آیت میں یہ ہے کہ جن لوگوں کی مدح کی گئی ہے تو بعض مفسرین نے ان سب کو شامل کر لیا ہے جو بیعت رضوان تک مہاجر ہوئے یا مسلمان ہوئے۔ حالانکہ قرآن نے من المھاجرین والانصار۔ (مہاجروں و انصار میں سے کچھ) ظاہر کیا ہے۔ اور یہ شرف خدا نے ان کو دیا ہے کہ وہ خدا سے راضی تھے اور ان کو خدا نے اپنی رضامندی دینے کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ جو خدا چاہے گا وہ کریں گے اور جو وہ چاہیں گے خدا قبول کرے گا۔ وہ فوزِ عظیم یعنی بے حد بڑی کامیابی کے مالک ہوں گے (اے زہے شان ایمان)۔

آیت ۱۰۱:

خدا نے رسول اللہؐ کو بتایا ہے کہ اطراف مدینہ میں جو منافق آباد ہیں اور جو مدینہ میں موجود ہیں تم ان سے ہوشیار رہ کر تبلیغِ اسلام کرو۔

خدا نے اپنے رسول اللہؐ کو اطلاع دی کہ اطراف مدینہ کے رہنے والے اعراب اور نیز مدینہ میں رہنے والے کافر و منافق دشمنِ اسلام ہیں۔تم ان سے ہوشیار رہو اور ہم تو ان کو دنیا میں ذلت کا عذاب دیں گے کہ وہ قتل ہوں گے اسیر ہوں گے یا جزیہ دیں گے اور محکوم رہیں گے اور آخرت میں ان کے لئے عذابِ جہنم ہوگا۔ یہ دوہرا عذاب ان کے عملِ منافقت کی وجہ سے ہے کہ ظاہر میں وہ مسلمان بنتے تھے اور باطن میں کافر تھے۔

آیت ۱۰۲:

غزوہ تبوک میں جانے سے جن لوگوں نے بہانے کیے تھے اُن کے لئے خبر عذاب آ چکی تھی مگر کچھ افراد ایسے بھی تھے کہ بعد کو وہ اپنی خطا پر نادم ہوئے اور دل سے عہد کیا کہ آئندہ ایسے موقع سے انحراف نہیں کریں گے اور انہوں نے اپنے کو مسجدِ نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا۔ انہی اصحاب میں ابولبابہ بھی تھے۔ اس ستون کو ستون ابولبابہ آج تک کہا جاتا ہے جب رسولِ خداؐ غزوہ تبوک سے واپس ہوئے تو آپ نے مسجد میں ان کو بندھا ہوا دیکھا۔ سبب پوچھا تو آپؐ نے بھی قسم کھائی کہ میں اس کو ستون سے نہیں کھولوں گا جب تک حکمِ خدا نازل نہ ہوگا۔ اس پر یہ آیت و اٰخرون اعترفوا بذنوبھم الخ۔ نازل ہوئی۔ رسول خداؐ نے ابولبابہ اور دیگر افراد کو کھول دیا۔ مگر سات روز کے فاقہ اور تکلیف سے یہ حالت ہوگئی تھی کہ بیہوش ہو گئے تھے۔ امام باقرؑ نے فرمایا یہ صرف ابولبابہ کے حق میں نازل ہوئی کہ اسی نے اپنے کو ستون سے باندھا تھا اور اس کی توبہ قبول ہوئی۔

آیت ۱۰۳:

جب ابولبابہ اور ۷ سات افراد کو رسول خداؐ نے ستون سے کھول دیا تو وہ خدمتِ رسولؐ میں اپنے اموال کو لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اسی مال کی وجہ سے ہم غزوہ میں شریک نہیں ہوئے تھے لہٰذا اس کو ہم آپ کو دیتے ہیں کہ اس کو غرباء میں خیرات کر دیجئے۔ رسول اللہؐ نے ان کا مال لینے سے انکار کیا اور حکمِ خدا کا انتظار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جب انسان راہِ خدا میں صدقہ، زکوٰۃ، خمس دیتا ہے تو اس کے نفس میں طہارت اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اور خلوص پیدا ہوتا ہے اور جس مال میں سے زکوٰۃ و خمس نکالا جاتا ہے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ پاک ہونے کے بعد اس کا صرف کرنا حلال ہے ورنہ بغیر زکوٰۃ و خمس نکالے مال حرام ہے۔ اس کا ہر مصرف سبب گناہ ہے۔ پھر جب انسان اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے تو دعائے رسولؐ کا مستحق ہو جاتا ہے جس طرح کہ خدا نے رسول کو حکم دیا کہ ابولبابہ کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ان الصدقۃ تقع فی ید تعالیٰ قبل ان تصلی الی السائل۔ (صدقہ سائل کے ہاتھ سے پہلے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچتا ہے)۔

آیت ۱۰۵:

فسیری اللہ۔ ''پس عنقریب دیکھے گا اللہ'' کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آئندہ دیکھے گا بلکہ خدا حاضر، ناظر سمیع ہمہ وقت ہے وہ اعمال بندگان کو ہمہ وقت دیکھتا ہے اور اسی طرح حضرت محمدؐ اور مومنین دیکھتے ہیں۔ یہ مومنین ائمہ اثنا عشر ہیں جو اہل بیت رسولؐ ہیں، جو معصوم ہیں۔ خود گناہگار کسی گناہگار کا کیا گواہ ہوگا اور اس کا دیکھا کب مفید ہوگا؟ تفسیر جرجانی میں ہے کہ اعمالِ امت شبِ پیر اور جمعرات رسول خداؐ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور وہ مومنین روزِ قیامت امت کے اعمال کے گواہ ہوں گے۔

آیت ۱۰۶:

کعب بن مالک و بلال بن امیہ و مرارہ بن ربیع جو اوس وخزرج سے تھے وہ بھی شریک غزوہ تبوک نہیں ہوئے تھے۔ بعد کو انہوں نے معذرت کی۔ رسول خداؐ نے مسلمانوں کو ان سے گفتگو کرنے کو منع کر دیا اور ان کے بارے میں حکمِ خدا انتظار کیا بعد میں یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو خدا نے امید وخوف کی حالت میں چھوڑا تا کہ وہ اپنے عمل میں خلوص پیدا کر سکیں۔ روایت ہے کہ پچاس دن تک مومنین نے ان سے کلام نہ کیا اور ان کی ازواج بھی الگ رہیں۔ وہ توبہ کرتے رہے آخر یہ آیت آئی۔

جب لوگوں نے مسجدِ قبا تعمیر کی اور رسول خداؐ کو وہاں نماز پڑھانے کے لئے بلایا۔ ان مسجد قبا بنانے والوں کے رشتہ دار بنو عمر تھے اور بنو اغتم بن عوف منافق تھے۔ انہوں نے مقابل میں ایک مسجد بنالی اور کہا کہ ہم اپنی مسجد میں نماز پڑھیں گے۔ یہ پندرہ افراد تھے ثعلبہ بن خاطب و معتب بن بشیر و تنبل بن حارث و دویعت بن ثابت اور ان کے رفقا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ ابو عامر راہب جب ملک شام سے واپس ہوگا تو اس کو امامِ مسجد بنائیں گے۔ ابو عامر حنظلہ کا باپ تھا جس کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔ جب وہ جنگ احد میں شہید ہوا تھا تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ اس کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔ ابو عامر قبیلہ خزرج سے تھا۔ توریت و انجیل کا عالم تھا۔ رسول خداؐ کا ذکر توریت و انجیل میں سناتا تھا۔ مگر جب رسول خداؐ مدینہ آئے تو اس نے حسد کیا اور خدمتِ رسولؐ میں آکر کہا: اماتَ اللہ من کاذب مِنّا طریداً ۔(اللہ ہم میں سے جھوٹے مردود کو موت دے۔) اور قسم کھائی کہ اے محمد میں تمہارے خلاف جنگ میں شرکت کروں گا۔ رسول خداؐ نے اس کی قسم پر آمین کہی۔ جنگ بدر کے موقع پر وہ مکہ بھاگ گیا۔ جنگ احد میں سب سے پہلے اس نے مسلمانوں پر تیر چلایا۔ رسول خداؐ نے اس کا لقب فاسق رکھا تھا۔ جنگ حنین میں موجود تھا۔ وہاں سے فرار ہو کے ہرقل شہنشاہ روم کے پاس گیا کہ رومی لشکر کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ کرے۔ جب رسول خداؐ جنگِ تبوک کے لئے جا

رہے تھے تو منافقین آئے اور رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ ایک بار ہماری مسجد میں نماز پڑھ لیجئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ واپسی پر دیکھا جائے گا۔ غرض منافقین کی یہ تھی کہ یہ مسجد رسولؐ سے منسوب ہو جائے اور ابو عامر کو بلا کر خلافِ اسلام تبلیغِ منافقت کی جائے۔ تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ رسول خداؐ نے واپسی پر مالک بن الاخشم ومعن بن عدی کو حکم دیا کہ مسجد کو جلا دیا جائے۔ بعض لوگ جو مسجد سے نہیں نکلنا چاہتے تھے وہ بھی جل مرے۔ ابو عامر شام میں مرگیا۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر مسجد کو بھی اس لئے بنایا جائے کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالی جائے اور ضرر پہنچایا جائے تو وہ مسجد بھی مسجدِ ضرار کے حکم میں آتی ہے۔ خدا مسلمانوں کو اختلاف اور فرقہ بندی کی بلا سے بچائے۔

آیت ۱۰۸:

بعض مفسرین نے اس مسجد سے مسجدِ نبوی مراد لی ہے مگر واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ مسجد قبا ہے جس کی تعریف خدا نے کی ہے۔ اور اس کی بنیاد خود رسول اللہؐ نے رکھی تھی۔

طہارت کو خدا پسند کرتا ہے۔ خدا نے اس آیت میں بتایا ہے کہ مسلمان طاہر ہے۔ کیونکہ اس کا دل کفر کی نجاست سے پاک ہے۔ اور اس لئے بھی کہ وہ غسل و وضو کرتا ہے۔ اس کی غذا حرام سے پاک ہے کہ وہ حلال روزی کھاتا ہے۔ اس کی عادات بداخلاقی سے پاک ہیں کہ وہ حکمِ خدا کے مطابق خوش اخلاق ہوتا ہے۔ اس کے دن رات کے افعال حرام سے پاک ہیں کہ وہ احکام خدا، بدکاری، زنا، فحش سے پاک رہتا ہے۔ اس کے برخلاف کافر پاک ونجس کا تصور ہی نہیں رکھتا ہے۔

آیت ۱۰۹:

مسجد ضرار کی مذمت ہے اور بتایا گیا ہے کہ کفر، منافقت، اختلاف وتفرقہ کے غرض سے جو بھی کام کیا جائے گا حتیٰ کہ مسجد ہی کیوں نہ بنالی جائے اس کا نتیجہ کچھ نہ ملے گا۔ تفرقہ پیدا کرنے والے اور خدا اور رسولؐ کے خلاف رہنے والے ہمیشہ خوار، ذلیل اور برباد رہیں گے اور آخر ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جو بدترین عذاب کی جگہ ہے۔

آیت ۱۱۱:

خدا نے مومنینِ مخلصین کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ یہ صفات اور فضائل اتنے بلند ہیں کہ خدا نے خود اسی آیت میں ان کی عظمت کا اعلان فرمایا ہے: **ومن اوفٰی بعهده من الله فاستبشروا**۔ خدا سے زیادہ ایفائے عہد کرنے والا اور کون ہوگا پس تم اس وعدہِ خدا پر مسرت وخوشی حاصل کرو۔ کون نہیں جانتا ہے کہ دنیا فانی ہے۔ حیاتِ انسان چند روزہ ہے۔ موت یقینی ہے۔ اس صورت میں خالقِ کائنات اگر ایسا وعدہ فرمائے اور مومن کی جان کا

خریدار بنے اور اس کے معاوضہ میں اس کو ابدی حیات اور دائمی نعمات عطا فرمائے گا تو وہ انسان بد بخت ہے کہ خدا کے اس وعدہِ صادق سے فائدہ نہ اٹھائے اور دنیائے فانی کی خباثتوں اور گندگیوں میں اپنی چند روزہ زندگی کو مثل زمین کے کیڑے مکوڑوں کے ضائع کر دے۔ خدا مسلمانوں کو توفیقِ غور وفکر دے۔ خدا نے صفاتِ مومن اس طرح بیان فرمائی ہیں۔ (۱) بعض مومن ایسے ہیں کہ خدائے بے نیاز نے ان کے مالوں اور ان کی جانوں کو خرید لیا ہے۔ خدا بے نیاز ہے مگر یہ خریداری بہترین شرفِ مال و جانِ مومن ہے۔ (۲) مومن کی جان کے عوض قیمت میں جنت خدا نے ادا کر دی ہے۔ وہ جنت کے مالک ہیں اور خدا ان کی جانوں اور مالوں کا مالک ہے۔ (۳) ان مومنین کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی جانوں اور مالوں کو راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں۔ وہ نہ اپنی جان کو اپنی جان جانتے ہیں اور نہ اپنے مال کو اپنا مال بلکہ خدا کا سب کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ دشمنانِ خدا و رسولؐ یعنی منکرینِ خدا و رسولؐ کو قتل کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں۔ (۴) وہ جہادِ راہِ خدا میں قتل ہو جاتے ہیں اور اس شہادت کو فوزِ عظیم یعنی بے حد بڑی کامیابی جانتے ہیں۔ یہ اعلانِ خدا قیامت تک کے آنے والے مومنین کے لئے ہے اور اس میں تمام شہداء سابقین و لاحقین بھی شامل ہیں۔ عہدِ انبیاءؑ سابقین اور عہدِ رسولِ خداؐ میں مومنین نے ایسے ہی جہاد کیے۔ مگر وہ سب جنگوں میں قتل نہیں ہوئے بلکہ کچھ قتل ہوئے اور کچھ واپس آئے اور مجاہد اور غازی کہلائے۔ اس لئے آیت کا مصداقِ حقیقی امامِ حسینؑ اور رفقائے امام حسینؑ ہیں۔ تاریخ نے پیش کیا ہے کہ امام حسینؑ اور ان کے بہتر (۷۲) رفقاء نے جہادِ نفس و جان کیا۔ دشمنوں کو قتل بھی کیا اور خود کُل کے کُل شہید ہو گئے اور اس طرح اس آیت کا مرقع اور تفسیر صحیح اہلِ اسلام کے سامنے ہمیشہ کے لئے پیش کر دی۔

خدا نے اظہار فرمایا ہے کہ انبیاءؑ سابقین کے مجاہدین اور مومنین کے لئے بھی خدا کا یہ وعدہ تھا اور یہ وعدۂ امتِ حضرت محمدؐ کے لئے بھی ہے کیونکہ توریت و انجیل میں بھی یہی وعدہ کیا گیا تھا۔

اہلِ دنیا دولت دنیا وعیش و آرامِ چند روزہ کو زندگی کی کامیابی جانتے ہیں۔ مگر یہ ان کی نادانی ہے کہ فانی چیز کو باقی سمجھتے ہیں۔ حقیقی کامیابی یہ ہے کہ اپنے خالق، مالک اور رازق کو اپنے اعمال سے راضی کر کے ابدی عیش و آرام و دائمی زندگی حاصل کریں۔

آیت ۱۱۲:

خدا نے سابقہ آیت کی توضیح فرمائی ہے کہ اے رسولؐ تم ان لوگوں کو بشارت دے دو کہ جو مومن ہیں، اگر ان سے نادانستہ قصور ہو جائے، تو توبہ کریں۔ عبادت خدا کریں۔ حمد وثنائے خدا میں مصروف رہیں۔ وہ روزہ رکھتے ہیں یا سفرِ حج وسفر جہاد وغیرہ کرتے ہیں، نماز با جماعت ادا کرتے ہیں، رکوع و سجود کرتے ہیں، لوگوں کو برے کاموں سے

روکتے ہیں اور ان کو نیک عمل کی ہدایت کرتے ہیں اور خدا نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے ان کو حلال جانتے ہیں اور جن چیزوں کو خدا نے حرام کیا ہے ان سے بچتے ہیں۔ درحقیقت خدا نے یہ ایمانِ کامل کا معیار بیان فرمایا ہے اور مومنِ حقیقی کو پیش کیا ہے۔ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ ان صفات کا مرقعِ کامل خود رسولؐ وآلِ رسولؐ ہیں یا دوسرے نمبر پر ان کے متبعین، مومنین ہیں۔

آیت ۱۱۳:

بعض مفسرین نے سببِ نزولِ آیت کو حضرت ابو طالب بن عبدالمطلبؑ، پدر حضرت علیؑ کے ایمان نہ لانے اور رسولؐ کے دعائے مغفرت کی ممانعت کے بارے میں لکھا ہے۔ مگر یہ ان کی کم نگاہی ہے۔ کیونکہ سورۃ توبہ مدینہ میں ۹ ہجری میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابو طالبؑ کی وفات مکہ میں قبل ہجرت ہو چکی تھی۔ اور رسول خداؐ نے بعدِ وفاتِ ابو طالبؑ تین دن مسلسل ان کے لئے مغفرت کی دعا کی تھی۔ اگر یہ دعا حکمِ خدا کے خلاف ہوتی تو رسولؐ ہرگز ایسا نہ کرتے۔ تفسیر مواہب الرحمٰن (پ ۱۱) (ص ۴۰) پر ملاحظہ فرمالیں۔

تفسیر جلالین وغیرہ میں یہاں اشکال پیش کیا کہ وفات ابو طالبؑ قبل ہجرت واقع ہوئی۔ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ اصحاب نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ وہ اپنے اقرباء کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے ہیں تو کیا حکم ہے؟ تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی اور منع کر دیا کہ کفار کے لئے دعائے مغفرت نہ کرو۔

آیت ۱۱۴:

حضرت ابراہیمؑ کے والد ماجد کا نام باتفاق مورخین تارخ تھا۔ وہ مومن تھے۔ کیونکہ انبیاءؑ کے آبا و اجداد سب مسلمان تھے۔ اپنے عہد کے انبیاءؑ کی شریعت کے پابند تھے۔ آزر حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا مگر چونکہ اس نے حضرت ابراہیمؑ کو پرورش کیا تھا لہٰذا اس کو اب یعنی پرورش کنندہ کہا گیا۔ حضرت محمدؐ کے اجداد میں حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسماعیلؑ بھی ہیں اور ان سب کے آباء واجداد مومن تھے۔ احادیثِ رسولؐ سے یہ امر ثابت ہے۔ اس آیت نے چند امور واضح کر دیئے ہیں۔ اول مومنین اپنے کافر اقرباء کے لئے استغفار نہ کریں۔ دوم وعدہ اگر کافر سے ہو تو اس کو پورا کیا جائے۔ سوم دشمنِ خدا و رسول سے تبرّا یعنی بیزاری اور علیحدگی اختیار کی جائے۔ چہارم حلم و بردباری بہت اچھی قابلِ تعریف صفت ہے۔ یہی انبیاءؑ کی عادت تھی۔ پنجم حضرت ابراہیمؑ کی مدح ہے کہ وہ نرم دل و متحمل مزاج تھے۔

فلمّا تبیّن انّہ عدوٌّ لِلّٰہِ۔ (جب ابراہیمؑ پر ظاہر ہو گیا کہ وہ یعنی آزر خدا کا دشمن ہے)۔ یہ بات ظاہر نہیں کرتی کہ ابراہیمؑ نے لاعلمی میں دعائے مغفرت کر لی تھی۔ بعد کو تبرّا کیا، بلکہ ابراہیمؑ بچپن سے ہی جانتے تھے کہ آزر بت تراش اور بت پرست ہے کیونکہ وہ بت بنا کر ابراہیمؑ سے کہتا تھا کہ ان کو فروخت کرو۔ تو ابراہیمؑ ان کی

ٹانگوں میں رسی باندھ کر بازاروں میں تشہیر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کیا تم ان کو اپنا معبود بتاتے ہو؟ اس پر آزر ناراض ہوتا تھا۔ اس آیت نے تو یہ بتایا ہے کہ ابراہیمؑ کو بچپن سے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ آزر دشمن خدا ہے۔ اسی وقت سے وہ آزر پر تبرّا کرتے تھے۔ اس پر لعنت کرتے تھے مگر بوجہ وعدہ کے انہوں نے آزر کے لئے دعائے مغفرت کی تھی۔ اور یہ صرف ایفائے عہد تھا۔ اور خدا نے فرمایا کہ ہم اس بات کو جانتے تھے کہ یہ دعائے ابراہیمؑ صرف ایفائے عہد کی بنا پر ہے۔ پھر خدا نے ابراہیمؑ پر آنے والے الزام کو خود دور کر دیا ہے کہ فرمایا کہ ابراہیمؑ بہت رقیق القلب اور حلیم تھے۔ روایت میں ہے کہ آزر کہتا تھا: یاابراھیم لَاَرْجُمَنَّكَ۔ (اے ابراہیم میں تجھ کو سنگسار کر دوں گا۔) تو ابراہیمؑ اس کے جواب میں کہتے تھے: ساستغفرلك میں تیرے لئے استغفار کروں گا یہی وعدہ تھا جو ابراہیمؑ نے پورا کیا۔ انسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے شانِ رسولؐ میں گستاخانہ کلام کیا حضرت عمرؓ نے اس کو ڈانٹا اور رسول خداؐ نے فرمایا۔ دعوھافانھا اواھة۔ لوگوں نے پوچھا کہ اواہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ خوفزدہ وسہمی ہوئی۔

آیت ۱۱۶:

خدا نے قرآن میں بار بار یاد دلایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ولی، حاکم اور سرپرست اعلیٰ نہیں ہے۔ یعنی انسان کے امورِ حیات، آخرت اور زندگی دنیا کا متولی اور نگران اور حاکم صرف خدا ہے۔ لوگ گمراہی سے دوسروں کو اپنا ولی ونگران اور حاکم تصور کرتے ہیں اور ذلتِ دنیا وعذاب آخرت کے مستحق بن جاتے ہیں اور ہر کام میں ناکامیابی دیکھتے ہیں۔

آیت ۱۱۷:

مفسرین نے تاب اللہ علی النّبی۔ خدا نے نبی کی توبہ قبول کر لی۔ ترجمہ لکھا ہے اور تاویلات کی ہیں۔ مگر خدا نے آیت میں آگے رسولؐ اور مومنین کی مدح کی ہے کہ وہ مہاجرین اور انصار ہیں اور جنہوں نے جنگ تبوک میں باوجود سخت گرمی اور سامان کی کمی کے رسولؐ کا ساتھ دیا۔ تو کیا رسولؐ کا ساتھ دینا بھی کوئی گناہ تھا جو خدا نے ذکر کیا ہے کہ ہم نے نبی ومہاجرین وانصار کی توبہ قبول کر لی۔ گناہ کیا تھا جو توبہ قبول ہوئی؟ حقیقت میں تاب کے معنی یہاں پر رحمت کے ساتھ متوجہ ہوا، خدا رسولؐ مہاجرین وانصار پر مہربان ہوا کیونکہ انہوں نے سخت حالت میں اطاعتِ خدا کی اور خدا کی نظرِ رحمت یہ تھی کہ افواجِ روم پر رعبِ اسلام طاری کر دیا کہ وہ صلح پر آمادہ ہوئے اور بغیر جنگ کے اہلِ اسلام کی فتح ہوئی۔

یہ امرِ واقعی کا اظہار ہے کہ کچھ لوگ جنگِ تبوک سے جان چرا کر مدینہ میں رہ گئے تھے۔ خدا نے ان پر اس طرح رحم فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا تو خدا نے معاف کر دیا۔

آیت ۱۱۸:

سابق میں ذکر ہو چکا ہے کہ یہ لوگ کعب و بلال و مرارہ تھے کہ ایک سو پچاس دن کے بعد ان کی توبہ اس آیت کے ذریعے قبول ہوئی۔ رسولِ خداؐ نے اصحاب کو منع کر دیا تھا کہ ان سے ہم کلام نہ ہوں۔ کعب کا بیان تھا کہ میں بازار میں بیٹھا تھا کہ بادشاہ عسفان کا قاصد آیا۔ اس نے مجھ کو خط دیا کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے، تم ہمارے پاس آجاؤ۔ کعب نے وہ خط پھاڑ ڈالا اور توبہ کی۔ آخر یہ آیت نازل ہوئی اور خدا نے معاف فرمایا۔

کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میں ہر غزوہ میں رسول اللہؐ کے ساتھ رہا مگر غزوہ تبوک میں نہ جا سکا کیونکہ اس زمانہ میں سخت گرمی تھی۔ میں نے سامانِ سفر تیار کیا مگر اس روز نہ جا سکا۔ دوسرے دن ارادہ کیا اور مدینہ میں بجز عورتوں بچوں اور ہم تین افراد کے کوئی باقی نہیں رہا تھا (حضرت علیؑ بحکم رسول اللہؐ والیِ مدینہ تھے) جب رسول خداؐ تبوک پہنچ گئے تو پوچھا کہ کعب کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہؐ وہ بوجہ آرام طلبی کے نہیں آئے۔ معاذؓ نے کہا کہ میں نے کعب میں اچھائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا ہے۔ جب رسول اللہؐ تبوک سے واپس آئے تو لوگ معذرت اور بہانے کرنے لگے مگر میں نے سچ سچ واقعہ بتا دیا اور عرض کیا کہ خدا گواہ ہے میں سچ کہہ رہا ہوں۔ خدا اس سچ کی وجہ سے میری خطا معاف کر دے گا۔ ہلال اور مرارہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ رسول اللہؐ نے اصحاب سے کہا کہ سچ کہتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ خدا ان کے بارے میں کیا حکم دیتا ہے؟ ان سے کلام نہ کرو۔ میں نماز میں جاتا تھا مگر رسول خداؐ مجھ سے کلام نہیں کرتے تھے۔ ہماری زندگی تلخ تھی۔ رسول خداؐ نے مجھے حکم دیا کہ تم اپنی زوجہ سے الگ رہو۔ تو میں نے عرض کی کہ اس کو طلاق دے دوں۔ فرمایا: نہیں۔ میں نے زوجہ کو اس کے میکہ بھیج دیا۔ دوسرے دونوں کو بھی یہی حکم دیا گیا۔ ہلال کی زوجہ نے عرض کیا کہ ہلال بوڑھا ہے اس کو زوجہ کی ضرورت نہیں ہے مگر خدمت گار کی ضرورت ہے، اجازت ہو تو اس کی خدمت کرتی رہوں۔ رسول خداؐ نے اجازت دے دی۔ ایک سو پچاس دن گزر گئے کہ ایک دن میں اپنے مکان پر نماز پڑھ رہا تھا کہ آواز آئی: اے کعب مبارک ہو۔ میں نے سمجھا کہ خطا معاف ہو گئی۔ میں نے سجدۂ شکر کیا۔ اتنے میں ایک سوار آیا اس نے خبر سنائی۔ میں نے اپنا لباس اس کو دے دیا اور مسجد میں آیا۔ رسول اللہؐ کو سلام کیا تو رسول خداؐ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ مجھ کو مبارک باد دی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ امر من عندك امر من عند اللہ۔ (یہ معافی آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے؟) رسول اللہؐ نے فرمایا خدا نے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: لقد تاب اللہ۔

آیت ۱۱۹:

مفسرین نے اس آیت میں بھی اختلاف کیا ہے۔ صادقین سے مختلف لوگ مراد لیے ہیں اور بعض نے شرکاء

جنگ تبوک کو مراد لیا ہے۔ مگر آیت کا مفہوم واضح ہے کہ خدا نے مومنوں کو حکم دیا ہے۔ دوم صادقین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ سوم خدا سے ڈرنے کا حکم دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اجماعِ امت ہوتو وہ مومن ہیں ان کو تو حکم ہی دیا گیا ہے کہ وہ صادقین کے مطیع رہیں۔ اگر اس سے مراد عہدِ رسولؐ کے مومنین لیے جائیں تو وہ بھی بوجہ مومن ہونے کے آیت کے حکم میں آتے ہیں۔ اس معاملہ میں خدا کا تاکیدی حکم ہے کہ اس معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ ورنہ تم نے اگر غلط لوگوں کو صادقین مان لیا اور ان کی اطاعت کی تو غضبِ خدا کے مستحق ہو جاؤ گے۔ آیت عہدِ رسول اللہ ؐ میں نازل ہوئی۔ اس وقت دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک تو خدا و رسولؐ پر ایمان لانے والے مومن اور دوسرے وہ صادقین جن کی اطاعت کا حکم قرآن دے رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ ذاتِ رسولِ خدا ؐ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی تھی جو صادقین میں سے تھے اور جن کی اطاعت کا حکم تھا۔ اب باقی مفسرین کی زبانی سنیے:۔ حافظ ابونعیم نے ابن عباسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کلبی نے ابوصالح سے اور ابوصالح نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ صادقین سے مراد علیؑ ہیں۔ مالک بن انس نے نافع سے اور نافع نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے اصحاب سے کہا: امر اللّٰہ اصحاب محمد بالجمعھم ان یخافوا اللّٰہ ثم قال لھم و کونوا مع الصادقین۔ یعنی محمد ؐ و اھلبیتؑ۔ (حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے اصحاب سے کہا کہ خدا نے اصحاب حضرت محمدؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور پھر کہا کہ تم صادقین کے ساتھ ہو جاؤ یعنی محمدؐ و اہلبیتؑ کے ساتھ ہو جاؤ۔) ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے اور ابن عساکر نے امام محمد باقر ؑ سے روایت کی ہے کہ صادقین سے مراد علیؑ و اہلبیت رسولؐ ہیں۔ (درمنثور ج ۳ ص ۳۹۰۔)

آیت ۱۲۰:

اہلِ مدینہ اور اطرافِ مدینہ کے تمام لوگوں کو حکمِ عام ہے کہ وہ حضرت محمدؐ کی پیروی کریں۔ ان کو جان و مال سے زیادہ عزیز رکھیں۔ خدا ان کو یقین دلاتا ہے کہ وہ جو بھی تکلیف راہِ خدا میں برداشت کریں گے اس کا اجر ان کو ضرور ملے گا۔

صدق اور سچائی کے بارے میں رسولِ خدا ؐ نے فرمایا: علیکم بالصدق فانہ یھدی الی البرّ و البرّ یھدی الی الجنۃ۔ (تم ہمیشہ سچ بولو کہ وہ نیکی کی ہدایت کرتا ہے۔ اور نیک عمل جنت کا راستہ دکھاتا ہے۔) حدیث میں ہے کہ ابوذر غفاریؓ نے رسولِ خدا ؐ کی کوئی حدیث بیان کی لوگوں کو یقین نہیں آیا۔ جب رسولِ خدا ؐ تشریف لائے تو ابوذرؓ نے اس بارے میں عرض کیا۔ تو رسولِ خدا ؐ نے اہل مسجد کو مخاطب فرما کر کہا: ما اظلّت

الخفرا ولا اقلت الغبرا علی صدق لهجه من ابی ذر ۔ آپؐ یہ فرما رہے تھے کہ حضرت علیؑ مسجد میں تشریف لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا: اِلاّ هٰذا الرجل فانه الصدیق الا کبر و الفاروق الا عظم ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابوذرؓ سے زیادہ سچا زیر آسمان کوئی آدمی نہیں ہے اور جب حضرت علیؑ مسجد میں داخل ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا یہ شخص (علیؑ) یقیناً صدّیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم ہے۔

رسولِ خداؐ نے فرمایا: لو وزن ایمان علی بایمان اهل الارض لرجح ایمان علی۔ (اگر ایمانِ علیؑ کو روئے زمین کے تمام رہنے والے مومنین کے ایمان سے وزن کیا جائے تو علیؑ کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا۔)

حضرت علیؑ نے فرمایا: الایمان یبدأ نقطة بیضاء فی القلب فکلما ازدادالایمان عظماً ازدادالبیاض حتی تبیض القلب کله وان النفاق یبداء نقطة سوداء فکلماازداد النفاق ازدادذلك السوداها حتی یسود القلب کله۔ (حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ایمان ایک نقطۂ نور ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جب ایمان بڑھتا ہے تو یہ نقطہ سفید بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ پورا دل نورِ ایمان سے روشن ہو جاتا ہے اور نفاق ایک نقطۂ سیاہ ہے۔ جب نفاق بڑھتا جاتا ہے تو یہ نقطہ سیاہ بڑھتا ہے حتیٰ کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے)۔ (اس منزل پر حق و باطل میں امتیاز نہیں رہتا)۔

آیت ۱۲۲:

سبکی نے روایت کی ہے کہ یہ آیت بنی اسد کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ قحط میں گرفتار ہوئے تو مع اہل و عیال مدینہ آ گئے اور عرض کیا کہ ہم تعلیمِ قران حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ان کی آمد کی وجہ سے اشیائے خورد و نوش کا نرخ بڑھ گیا اور مدینہ کی گلیاں نجاست سے بھر گئیں۔ خدا نے حکم دیا کہ اہلِ اسلام کا یہ کام ہے کہ ان کی ایک جماعت احکامِ خدا کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آیا کرے اور بعد کو وہ واپس ہو کر اپنے ہم وطنوں کو فقہ کی تعلیم دیا کرے۔ یہ حکم عام ہے اور مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ علمائے دین سے علمِ دین حاصل کر کے اطراف و جوانب میں اشاعت علم دین کریں اور اسی طرح مقامی لوگ مراکز علم پر جائیں اور علماء سے حصولِ علم کر کے اپنے وطن میں اشاعتِ علم کریں۔ درحقیقت اہلِ اسلام کے لئے یہ حکم اہم ہے۔ جب سے مسلمانوں نے اس سے غفلت کی ہے دینی لاعلمی بڑھ گئی ہے اور قوم رو بہ تنزل ہے۔

آیت ۱۲۳:

خدا کا یہ حکم استمراری یعنی جاری و ساری ہے۔ چنانچہ رسولِ خداؐ نے اپنے زمانہ میں اپنے قریب کے بسنے والے کفار سے جہاد کیا۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر سے جنگ کی اور مکہ فتح کیا۔ اہل فارس سے جنگ نہ کی کہ وہ دور تھے مگر

بوقت وفات لشکرِ اسلام اسامہ بن زید کی سرداری میں روانہ کیا تا کہ تبلیغ وفتوحاتِ اسلام کا سلسلہ جاری رہے۔

آیت ۱۲۵:

قرآن ہدایت ہے۔قرآن کی ہر سورۃ ہدایت ہے اور قرآن کی ہر آیت ہدایت ہے۔ان لوگوں کے لئے جو دل میں صلاحیتِ قبول واستعدادِ فہم وادراکِ معنی قرآن رکھتے ہوں۔مگر جو اپنی ضد پر قائم ہیں اور کفر ومنافقت جن کے دلوں میں پیوست ہو چکی ہے ان کے لئے ہدایت اثر انداز نہیں ہو سکتی۔لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ غور وفکر کرے اور خالقِ کائنات کو پہچانے تا کہ آیاتِ خدا اس کے دل میں نور ایمان پیدا کر سکیں۔

آیات ۱۲۶ تا ۱۲۹:

خداوند عالم نے ان آیات میں کافروں، منافقوں اور منکروں کے دل کی حالت کو ظاہر کیا ہے اور اپنے رسولؐ کو ان کی علامتیں بتائی ہیں اور یہ کہ ان کے دلوں میں مرضِ حسد وکینہ وبغض اور نفاق ہے۔دوم یہ منافق یا کافر کسی آیت یا حکمِ خدا کو نازل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو بجائے شکر واظہارِ مسرت کے ناشکری کرتے ہیں اور اس کے نزول پر اہلِ ایمان کا مذاق بناتے ہیں۔طعنہ وطنز کرتے ہیں۔سوم یہ کہ آیت قرآن ہدایت ہے مگر ایسے ہٹ دھرم اور سرکش کافروں کے لئے ہدایت نہیں ہے۔جو جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں۔چہارم یہ کہ اے رسولؐ تم ان کی اصلاح چاہتے ہو، ان کو عذابِ جہنم سے بچانا چاہتے ہو۔مگر یاد رکھو کہ یہ ایسے سرکش ہیں اور ایسے سرکشوں کی اولاد ہیں کہ یہ تمہاری بات نہ مانیں گے اور یقین جانو کہ ایسوں کے ہی لئے ہم نے جہنم بنائی ہے وہ ان کا ٹھکانہ ہے۔یہ حالت کفر ہی میں مریں گے مگر تم پر ان کے عمل کا کوئی الزام نہیں ہے۔پنجم یہ کہ اگر ان کو عقل ہوتی اور اگر یہ ایمان قبول کرنا چاہتے تھے اور اگر ان میں صلاحیتِ قبولِ ایمان ہوتی تو یہ کیا یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ ہر سال ایک دو بار خدا ان کو مصائب و تکالیف میں مبتلا کرتا ہے۔یعنی تمہارے جہاد میں ان میں سے اکثر قتل ہوتے ہیں یا مہلک امراض میں مبتلا ہوتے ہیں یا قحط کی وجہ سے فاقوں کی مصیبت اٹھاتے ہیں۔مگر یہ اس مصیبت کو کافی نہیں سمجھتے اور اُتنی ہی خدا کی نافرمانی کرتے ہیں۔ششم یہ کہ اگر یہ ایمان لانا چاہتے تو ان کو چاہئے تھا کہ اپنے پچھلے اعمال سے توبہ کر لیتے اور اپنے کو دائرہ اسلام میں لے آتے۔ہم ان کی خطائیں معاف کر دیتے مگر یہ تو یہ بھی نہیں کرتے۔اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ خدا اور رسولؐ کے نافرمان ہیں۔بار بار تنبیہ کے بعد بھی اگر انسان راہ راست پر نہ آئے تو اس کو سخت نافرمان ہی کہا جائے گا۔لہٰذا یہ سب لوگ جن پر تمہاری ہدایت کا اثر نہیں ہوتا ایسے سرکش ہیں کہ واقعات سے سبق بھی حاصل نہیں کرتے۔خدا نے بتایا کہ انسانوں کو تاریخی واقعات سے سبق حاصل کر کے اپنے دین کو مضبوط کر لینا چاہئے۔ ہفتم یہ منافق ایسے بدخلق اور عیار ہیں کہ اے رسولؐ تمہاری صحبت میں آتے ہیں مگر جب آیت قرآنی نازل ہوتی ہے تو

باہم اشارے کرتے ہیں۔ احکامِ خدا کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ سب باہم ملے ہوئے ہیں اور چپکے سے تمہاری صحبت سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ ہشتم یہ کہ اے رسولؐ ان کی یہ عیاریاں، مکاریاں خدا کو معلوم ہیں۔تم کو ان کے دلوں کا حال بتایا جارہا ہے تا کہ تم کو سکون واطمینان ہو۔تم خوب سمجھ لو کہ ان کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ یہ تو اپنے اعمال بد کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے کیونکہ اب ہم نے بھی ان سے توفیق سلب کر لی ہے اس لئے اب یہ منحرف ہی رہیں گے۔

ان آیات میں خدا نے منافقین کی نافرمانی کے ذکر کے بعد رسول خداؐ حضرت محمد مصطفی کی مدح کی ہے اور ان کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ خدا کا احسان ہے کہ خدا نے محمدؐ کو اہلِ عرب کی نسل سے پیدا کیا ہے کہ زبان، معانی اور تہذب میں یگانگت ہو۔ دوم یہ کہ وہ محمدؐ اتنا رحم دل ہے کہ وہ نہیں چاہتا کی اس کی قوم اور اس کی امت کے افراد کو ذرہ برابر بھی تکلیف پہنچے۔ وہ دن رات اپنی قوم و امت کی بھلائی چاہتا ہے۔ دنیا میں غلبہ وعزت اور آخرت میں نجات چاہتا ہے۔ سوم یہ ہے کہ وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے اور رحم کرنے والا ہے، خدا نے یہاں حضرت محمدؐ کی صفت رؤف ورحیم بیان فرمائی ہے۔ اللہ رے عظمت حضرت محمدؐ کہ خدا نے اپنے لئے فرمایا تھا ان الله بالناس لرئوف الرحیم ۔ (سورہ حج ، آیت: ۶۵)۔ اور رسولؐ کے لئے فرمایا: بالمومنین رؤف رحیم ۔ درود پڑھیے۔

تفسیر سورۃ یونس

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سورہ کی کچھ آیات مدنی ہیں اور کچھ آیات مکی ہیں۔ میں پہلے حضرت عثمان کی روایت لکھ چکا ہوں کہ رسول خداؐ خود آیاتِ قرانی سوروں میں مناسب جگہ لکھوا دیا کرتے تھے۔ اسی لئے مکی مدنی آیات ایک سورہ میں موجود پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ قران کی ترتیب وہی ہے جو حضرت محمدؐ نے اپنے عہد میں خود کی ہے۔آپ اوقاتِ نزولِ آیات کے محتاج نہ تھے بلکہ قران کو لوح محفوظ سے مطالعہ فرما چکے تھے اور ہمہ وقت مطالعہ فرماتے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے قران کو اسی طرح ترتیب دیا ہے۔ اس سورہ کی تلاوت کے ثواب بہت ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والے کو حسنات یا نیکیاں بے شمار عطا ہوتی ہیں۔

آیت ۱:

قران کریم کی پہلی تعریف سورہ بقرہ میں ہوئی تھی کہ ذالك الكتاب لا ريب فيه۔ یہی وہ کتاب ہے

جس کی بشارت انبیاءؑ سابق نے اپنی امتوں کو دی تھی۔ اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ اور یہی وہ کتاب ہے جو متقین کے لئے ہدایت ہے۔ اب خدا قران کی یہ تعریف کر رہا ہے کہ یہ کتاب، حکمت کی کتاب ہے اور یہ آیات اسی حکمت کی آیات ہیں۔ یعنی ہر آیت حکمت ہے۔ حکمت بایں معنی کہ خدائے حکیم کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں احکام حلال وحرام ہیں کہ جو انسان کو مستحقِ جنت بناتے ہیں۔ سوم اس لئے کہ حکمت تمام علوم کے اشیاء کائنات کی حقیقت سے آگاہی کا نام ہے۔ حکمت کے ماتحت تمام علوم وفنون آتے ہیں جن کی ضرورت انسان کو تا قیامت ہوتی رہے گی۔ خصوصیات وصفات قران کے بارے میں خطبات حضرت علی علیہ السلام کا مطالعہ کیجئے۔

آیت ۲:

یہ آیت رسول خداؐ حضرت محمد مصطفیؐ کے مراتبِ عالیہ اور عہدہِ نبوت کو ظاہر کرتی ہے۔ اول یہ کہ رجل منھم۔ (ان میں سے ایک مرد پر ہم نے وحی کی) حضرت محمدؐ اہلِ عرب کے ایک فرد ہیں جو ان ہی میں رہ کر پرورش پاتے رہے۔ ان کے ہی ماحول میں رہے مگر خدا نے ان کو نبوت کے لئے منتخب کر لیا۔ اب اہلِ عرب کو حضرت محمدؐ کی دو مناسبتوں سے حمایت وعزت کرنی چاہے۔ ایک تو وہ عرب ہیں۔ دوم یہ کہ وہ خدا کے نبی ہیں۔ اہلِ عرب کتبِ سماویہ سابقہ کے ماننے والے ہیں اور اہلِ کتاب ہیں تو ان کو اپنی کتابوں کی پیشنگوئیوں کے مطابق حضرت محمدؐ کو آخری نبی ماننا چاہئے اور ان کی اطاعت کرنی چاہئے۔ دوم یہ کہ خدا نے حضرت محمدؐ پر وحی فرمائی ہے لہٰذا ہر شخص کو مان لینا چاہیے کہ حضرت محمدؐ خدا کے رسول ہیں سوم یہ کہ حضرت خدا کی طرف سے مقرر ہیں کہ کافروں کو عذابِ جہنم سے ڈرائیں اور مومنین کو جنت کی خوشخبری پہنچائیں۔ حضرت محمدؐ خود اپنی طرف سے جنت و دوزخ کی خبر نہیں دیتے بلکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ پیغامِ خدا ہوتا ہے۔ لہٰذا سب کو اطاعت کرنی چاہے اور جو ان کا منکر ہوگا یا نافرمان ہوگا وہ خدا کا نافرمان ہوگا۔

آیت ۳:

'عین المعانی' میں لکھا ہے کہ رسولِ خداؐ سے قدم صدق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ھی شفاعتی توسلون الی ربکم۔ فرمایا: قدم صدق سے میری شفاعت مراد ہے۔ تم مجھ کو وسیلہ و ذریعہ قرار دو اپنے رب تک رسائی کے لئے۔ ابی سعید حذری نے اور حضرت ابی عبداللہ نے یہی نقل کیا ہے۔

سابقہ آیت میں خدا نے کافروں کا قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت محمدؐ کے معجزات دیکھ کر ان کو جادوگر کہہ دیا۔ اگر وہ صاحبانِ عقل ہوتے اور ان کے دلوں میں قبولیتِ ایمان کی صلاحیت ہوتی تو سمجھتے کہ محمدؐ خدا کا نبی

ہے، صاحبِ معجزات ہے اور صاحب قرآن ہے۔ یہ جادوگر یا ساحر نہیں ہے۔

خدا کا خطاب تمام انسانوں سے ہے کہ ان سب کا پالنے والا اور خالق اللہ ہے۔ اسی نے زمین وآسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ وہی مدبرِ عالم ہے۔ کافر اپنے معبودوں کو سفارشی اور سببِ نجات جانتے ہیں۔ مگر ان کا خیال غلط ہے کیونکہ خدا کی بغیر اجازت کے کوئی سفارشی نہیں ہوسکتا۔

خدا تعالیٰ رب العالمین ہے۔ لہٰذا وہ اپنے تمام بندوں پر مہربان ہے۔ ان آیات میں مسلسل دلیلوں کے ذریعہ خدا نے سمجھایا ہے کہ خدا صرف واحد و یگانہ ہے۔ اس نے حضرت محمدؐ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور قرآن اس کے احکام کی کتاب ہے۔ لہٰذا ہر انسان کو ان کو حق جانتے ہوئے خدائے واحد کی ہی پرستش کرنی چاہئے تاکہ دنیا میں وہ امن وامان وعزت کی زندگی بسر کرسکے اور آخرت میں نعماتِ جنت کا حقدار ہوسکے۔

آیت ۴:

آیت ۲ میں خداوندِ عالم نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کی نبوت کی تصدیق فرمائی تھی اور آیت ۳ میں اپنی وحدانیت کا اظہار فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ انسان دنیا کے کسی خطہ میں بھی ہو وہ خدا کی مخلوق ہے اور آخرکار اس کا لوٹنا خدا ہی کے حضور میں ہوگا۔ وہ کہیں بچ کر چھپ نہیں سکتا ہے۔ اس کو اپنے اعمال کی سزا و جزاء ضرور بھگتنی پڑے گی۔

خدا کا وعدہ سچا ہے یہ اس لئے خدا نے فرمایا ہے کہ سب انسان اس بات کو یقین سے جان لیں کہ یہ فرمانِ خدا ہے اور حقیقت ہے۔ جیسا اس نے فرمایا ہے اسی طرح ہوگا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے اور اس بات پر غور نہیں کرتے کہ تمام کائناتَ کا وہی خالق ہے۔ جب وہ سب کو پیدا کرسکتا ہے تو وہ سب کو مرنے کے بعد پھر بھی پیدا کرسکتا ہے تاکہ وہ مطابقِ اعمال سزا و جزا دے۔

اعمالِ صالح کی تعریف یہ ہے کہ حق و انصاف سے ہر کام کیا جائے۔ یعنی ہر فعل میں عدالت ہو۔ درحقیقت شرک ظلمِ عظیم ہے۔ ہر عمل میں ایمان کی شرط ہے۔ اگر انسان بظاہر ایسے کام کرتا رہے جو دوسروں کی نگاہ میں اس کو نیکوکار ثابت کرتے رہیں مگر باطن میں وہ خدا کے وعدوں کا یقین نہ کرتا ہو، آخرت کی سزا و جزا کا قائل نہ ہوتو اور اس کے اعمال عدل پر مبنی نہیں ہوں گے۔ یعنی ان میں خلوص اور ایمان موجود نہیں ہوگا۔ لہٰذا وہ باطل قرار دیئے جائیں گے اور ان پر کوئی اجر نہیں ملے گا۔

اس آیت نے بھی صاف صاف بتا دیا کہ انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ کافر چونکہ آیاتِ خدا کے منکر ہیں لہٰذا اپنے عمل کی سزا میں جہنم کا کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

آیات ۵ تا ۸:

خدا نے اپنے لطف وکرم سے پھر کفار اور مشرکین کو سمجھایا ہے کہ وہ کیوں غور نہیں کرتے کہ سورج کو مجسم نور کس نے بنایا؟ اور چاند کو سورج سے نور کیسے عطا کیا؟ پھر چاند کی منزلیں قرار دیں تا کہ تم سال، مہینہ، دن رات موسم کی برکات حاصل کرسکو اور اپنے روزانہ کے کاموں کے اوقات معین کرسکو۔ جب تم خدا کی ان روشن آیات کو دیکھتے ہو اور پھر بھی خدا کا انکار کرتے ہو تو تم کو اپنے کفر وشرک کی سزا بھی برداشت کرنا پڑے گی۔ علمِ ہیئت ونجوم کے جاننے والے جانتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے سیارگان وثوابت، شمس وقمر اور زمین کی گردش کو ایک دوسرے سے ایسا منطبق اور مسلسل کیا ہے کہ اس میں ایک لمحہ کا بھی فرق ممکن نہیں ہے۔ ان کے راستے معین ہیں۔ ان کے اثرات مقرر ہیں۔ ان کی منزلیں اور فاصلے متعین ہیں۔ ان کی رفتار ومقدار میں ذرہ بھی فرق آجائے تو کائنات دگرگوں ہو جائے مگر وہ سب اپنے خالق اور رب کے مطیع ہیں کہ اطاعت سے سرِمو فرق نہیں کرتے۔ انسان جن افلاک وزمین کو ابدی جانتا ہے اور اسی لئے کافر بنا ہوا ہے۔ وہ غور نہیں کرتا کہ اتنی بڑی اور عظیم کائنات خدا کی مطیع ہے۔ عقل مندی تو یہ تھی کہ انسان جو اس میں بسنے والا اور اس سے فائدہ حاصل کرنے والا ہے وہ بھی خدا کا مطیع ہوتا۔ نتیجتاً ابدی ودائمی زندگی اور نعماتِ جنت کا مستحق ہوتا۔ درحقیقت کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے کمالِ ذاتی کی وجہ سے اپنے خالق کا پتہ دیتا ہے۔ صاحبانِ عقل وایمان ان تمام اشیاء کو خدا کی آیات جانتے ہیں اور ان پر یقین کرتے ہیں کہ یہ سب خدا کی مخلوق ہیں اور اس کی مطیع ہیں اور ہمارے لئے سببِ ہدایت ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کفار ومشرکین خدمتِ رسولؐ میں آئے اور کہا کہ ہم کو تم خدا کی کوئی آیت دکھاؤ تو ہم ایمان لائیں گے۔ اس پر خدا نے ان آیات کا نزول فرمایا۔ ان آیات میں خدا کی الوہیت، وحدانیت اور اور قدرت کا بیان ہے اور خدا نے بتایا ہے کہ اس کی آیات ونشانیاں کیا کیا ہیں؟ اور ان آیات سے صرف صاحبانِ ایمان کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے اس لئے وہ ہر برے کام سے بچتے ہیں اور اعمال بد کے نتائج سے باخبر رہتے ہیں اور رہے کافر یہ تو دنیا کے بندے ہو چکے ہیں اور جہنم کے مستحق بن چکے۔ اب ان میں یہ صلاحیت ہی باقی نہیں ہے کہ وہ آیات خدا کو سمجھیں اور دیکھیں اور ان میں ایمان پیدا ہو۔ آیات صرف عہدِ رسولؐ کے منکرین کے لئے ہی تنبیہ وتہدید نہیں ہیں بلکہ یہ قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے درسِ فکر وعمل ہیں۔ کافر تو کافر نام نہاد مسلمان بھی اب ایسے بدعقیدہ ہو گئے ہیں کہ وہ یہ سب آیات خدا دیکھتے ہیں مگر ان کو خوفِ خدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ ہر منافیِ اسلام عمل کو کھلم کھلا انجام دیتے ہیں۔ اگر ان کو خوف خدا ہوتا یا فرمان رسولؐ کا پاس ہوتا یا احکامِ قرآن کا لحاظ ہوتا یا آخرت کے حساب کتاب وعذاب وثواب کا اعتقاد ہوتا تو وہ مسلم نما

کافر نہ بنتے۔ خدا ان کو توفیقِ ایمان دے۔

آیت ۹:

یھدیھم ربھم بایمانھم۔ (ان کا خدا کو ان کے ایمان کی بدولت راہ راست دکھائے گا۔) ایمان پر ہونا ہی عینِ ہدایت ہے پھر خدا کا فرمانا کہ ان کے ایمان کی وجہ سے وہ ہدایت کرے گا، معلوم ہوا کہ یہ وہ ہدایت ہے جو درجۂ ایمان پر فائز ہونے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ مجاہد نے تفسیر کی ہے کہ یھدیھم بالنور علی الصراط۔ کہ خدا یہ ہدایت پلِ صراط پر ایک نور کے ذریعہ کریگا کہ پل صراط سے بآسانی گزر سکیں۔ حدیث میں ہے کہ رسول خداؐ نے جبریلؑ سے پوچھا کہ کیف یجوز امتی علی الصراط۔ (یعنی میری امت پل صراط سے کیونکر گزرے گی؟) جبرئیل واپس آسمان گئے پھر آکر کہا کہ آپ کو خدا سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے: اعلم انك تجوز الصراط بنوری وعلی بن ابی طالب یجوز الصراط بنورك وامتك یجوز الصرط بنور علی ونور امتك من نور علی ونور علی من نورك ونورك من نور الله۔ [(اے محمدؐ) جان لو کہ تم صراط پر سے میرے نور کے دریا میں سے ہوکر گزرو گے اور علیؑ ابن ابی طالب تمہارے نور کے ذریعہ گزریں گے اور تمہای امت علیؑ کے نور کے ذریعہ پل صراط سے گزرے گی اور تمہاری امت کا نور علیؑ کے نور کی وجہ سے ہے اور علیؑ کا نور تمہارے نور سے ہے۔ اور تمہارا نور میرے نور سے ہے۔]

آیت ۱۰:

خدا نے ان آیات میں مومنینِ مخلصین کے درجاتِ عالیہ کو بیان کیا ہے۔ اول یہ کہ ان کے ایمان کی بدولت ان کو مزید ہدایت بجانب مراتبِ عالیہ کرے گا۔ دوم ان کو جنت عطا کرے گا۔ سوم وہ مومنین جنت میں بھی تسبیح و تقدیس خدا کرتے رہیں گے۔ چہارم وہ باہم ملیں گے تو سلامٌ علیکم کہیں گے۔ پنجم ان کی آخری دعا یہ ہوگی الحمد لله رب العالمین۔ خدا ان آیات کے ذریعہ بتایا ہے کہ دنیا میں مومنوں کو یہی عمل بجالانا چاہئے جو عمل جنتیوں کا ہے۔

آیت ۱۱:

اس آیت نے ظاہر کیا کہ خدا رحیم و کریم ہے۔ وہ انسانوں کی خطاؤں پر فوری عذاب نہیں کرتا بلکہ ان کو مہلت دیتا ہے کہ اپنی اصلاح کرلیں اور یہ خدا کا احسان ہے کہ ان کی نیکی کی دعا کو فوراً قبول کر لیتا ہے تاکہ وہ نیکوکار بن جائیں۔ اگر خدا خطا پر مواخذہ کرتا تو تمام خطا کاروں کا خاتمہ ہوجاتا اور خدا کا نافرمان ایک بھی نظر نہ آتا۔ خدا کا رحم انسان کو فوری گرفت میں آنے سے روکتا ہے۔

آیت ۱۲:

انسان کی یہ تین حالتیں ہیں یا کھڑا ہوتا ہے، یا لیٹتا ہے یا بیٹھتا ہے۔ بحالتِ اضطرار اور پریشانی انسان پر یہی حالات طاری ہوتے ہیں اور اس کو کسی پہلو چین نہیں ہوتا۔ یہ حالت مرض میں بھی ہوتی ہے، کثیر مالی نقصان میں بھی ہوتی ہے اور خوف و ہراس میں بھی ہوتی ہے۔ ایسی حالتوں میں انسان کے حواس جاتے رہتے ہیں لیکن اس وقت اس کے دل کی آواز خدائے واحد کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ وہ باوجود کفر و انکار کے یہ جانتا ہے کہ کوئی طاقت بالاتر ایسی ہے کہ جو اس کو اس مصیبت سے نجات دے سکتی ہے۔ یہی دل کی پکار جس کے لئے پیدا ہوتی ہے وہی اس کا خالق، رب اور خدا ہے۔ جب کسی انسان پر ایسی مصیبت آپڑتی ہے تو وہ خدا کی طرف خلوصِ نیت سے متوجہ ہو جاتا ہے تو خدا اس کی فریاد کو سن لیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ انسان کیسا ہی نافرمان اور خودغرض ہو مگر وہ باوجود خدا کی دشمنی کے خلوت میں اقرارِ خدائے واحد کرتا ہے اور اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ بہر حال وہ خدا کا بندہ ہے اور خدا بندوں کی آزمائش کے لئے ان کو دنیا کی ہر شئے عطا کرتا ہے۔ لہٰذا اس کو بھی اس کی مطلوبہ شئے مل جاتی ہے۔ اب وہ خدا کی نعمت پا کر شکر گزار بندہ بن جائے یا منکر و کافر یا اس سے بڑھ کر خود دعویدارِ خدائی بن جائے۔ مصیبت تو صرف آزمائش ہوتی ہے۔ لیکن خدا نے اس آیت میں ہر انسان کی حالت و فطری کیفیت کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ کافر بھی خدا سے ہی بوقتِ مصائب مدد مانگتے ہیں مگر ان کی حالت پر افسوس ہے کہ جانتے ہوئے کہ خدا ہمارا کارساز و مددگار ہے، خدا کے احکام سے روگردانی کرتے ہیں اور دائمی عذابِ جہنم کے مستحق بنتے ہیں ساتھ ہی دنیا میں بھی ان کی نعمات کا زوال ہو جاتا ہے۔

آیت ۱۳:

ناشکرے انسان کو خدا نے یاد دلایا ہے کہ سابقہ قوموں پر عذاب اسی لئے نازل ہوا کہ انھوں نے ظلم اختیار کیا تھا کہ خدا کی جگہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور ان کو خدا کا شریک قرار دیتے تھے۔ لہٰذا اے عہدِ حضرت محمدؐ کے انسانو! تم کو چاہئے کہ عبرت حاصل کرو۔

آیت ۱۴:

ثم جعلنا کم خلٰئف۔ ہم نے تم کو ان کا خلیفہ بنا دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ خطابِ خدا عہدِ رسول کے تمام لوگوں سے ہے خواہ مومن ہوں یا کافر و منافق ہوں۔ زمین پر اقتدار حاصل ہونا یعنی روئے زمین کا بادشاہ و حاکم بن جانے کے لئے اسلام و ایمان کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ وہ آزمائش کے لئے بعض انسان کو سلطان و حاکمِ ارض بنا دیتا ہے۔ علاوہ بریں اس کے آگے کی آیات بھی تنبیہ اور ڈرانے کے لئے ہیں۔ لہٰذا ان کے مخاطب صرف مومنین نہیں ہیں۔

آیت ۱۵:

مفسر کلبی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن ابی مخزومی وولید بن مغیرہ ومکرز بن خفص وعمر بن عبداللہ بن ابی قیس عامری وعاص بن عامر بن ہاشم وغیرہ خدمتِ رسولؐ میں آئے کہ آپ قرآن میں سے وہ خاص آیات نکال دیں یا دوسرا قرآن لائیں جس میں بت پرستی کو منع نہ کیا جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس آیت نے ظاہر وثابت کیا ہے کہ قرآن خدا کی نازل کردہ کتاب ہے۔ اس میں تبدیلی وتحریف کا اختیار رسولؐ کو بھی نہیں، وہ مطابقِ وحیِ خدا ہے۔ عہدِ موجودہ کے علمائے اسلام غور فرمائیں کہ ان کا فریضہ ہے کہ وہ ان تحریفات اور تغیرات کو جو تفاسیرِ آیات میں موجود ہیں اور جو اختلاف وافتراق کی وجہ ہیں اور جن کی وجہ سے ملتِ واحدہ متفرق و منتشر ہوگئی ہے، ان کو مطابق قولِ خدا اور رسولؐ سمجھنے کی کوشش کریں اور دین کو فرقہ فرقہ بننے کی بلا سے نجات دلائیں۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ کلام خدا قرآن میں تحریفِ لفظی ومعنوی کرنے والا عذابِ یوم عظیم کا سزاوار ہے۔ حد یہ ہے کہ خدا نے اپنے رسولؐ کے قول کو اعادہ کیا ہے اور صاف صاف بتایا ہے کہ کلامِ خدا کے معنی یا الفاظ بدلنے والا وہ کوئی بھی ہو عذابِ یومِ عظیم کا مستحق ہوگا۔ افسوس ہے کہ اہلِ اسلام میں صدہا اصولی وغیر اصولی فرقے بن گئے ہیں۔ ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو گمراہ کہہ رہا ہے۔ اگر قرآن ایک ہے اور اگر قرآن کے معنی مطابقِ احکامِ خدا ہیں تو فرقہ پیدا ہی نہیں ہوسکتا بلکہ تمام اہلِ اسلام کا معاشرہِ دنیوی وعقیدہِ آخرت ایک ہی ہوگا۔ علماء اسلام اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سابقہ امتوں پر اسی لئے عذاب آیا ہے کہ انھوں نے کلام خدا میں تحریف وتبدیلی کی تھی اور وہ فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ کیا وہ سنتِ الٰہی اب بدل گئی ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ جو لوگ جان بوجھ کر اسلام میں فرقے پیدا کرتے ہیں وہ بقولِ قرآن عذابِ عظیم کے مستحق ہیں۔ خدا توفیق عطا فرمائے۔

آیت ۱۶:

یہ آیت استدلالی ہے۔ خدا نے بوجہ اپنے رحم وکرم کے اپنے نافرمان بندوں کو سمجھایا ہے اور ان کی عقلوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ غور کرلیں کہ اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا اور خود محمدؐ نے بنا لیا ہوتا تو دیکھو کہ محمدؐ نے چالیس سال تم میں رہ کر زندگی بسر کی ہے۔ یہ کم مدت نہیں ہے۔ اگر وہ قرآن بنا لیتے تو اس سے پہلے بھی تو یہ کام ممکن تھا۔ اس کے علاوہ تم خوب جانتے ہو کہ محمدؐ امین وصادق ہے، کبھی زندگی میں کوئی غلط بات نہ کہی اور کبھی کسی کو نقصان نہ پہنچایا اور کبھی دولتِ دنیا کی پروا نہ کی۔ بلکہ اپنی دولت، اپنے بزرگوں کی دولت اور خدیجہؑ کی کل دولت عرب کے غریبوں میں تقسیم کردی۔ حتیٰ کہ اپنے پاس پیسہ بھی نہ رکھا۔ خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ تم قرآن ان منکروں کو سناؤ اس لئے میں (یعنی رسول اللہؐ) نے تم کو سنایا ہے اور خدا کا یہ رحم وکرم ہے کہ اس نے تمہاری ہدایت کے لئے قرآن

نازل کر دیا۔ اس پر ایمان لاؤ ورنہ خدا تو بے نیاز ہے۔ اتنی دلیلیں دیکھنے کے بعد بھی تم غور نہیں کرتے کہ قران کتابِ خدا ہے اور اس میں ایسے احکام ہیں جو تمہاری دنیا و آخرت کی بھلائی کا وسیلہ ہیں۔

آیت ۱۷:

خدا نے خدا پر بہتان لگانے والے شخص کو ظالم قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ جو قرآن کی آیت کا غلط ترجمہ وتفسیر کرتے ہیں وہ خدا پر بہتان لگاتے ہیں وہ مجرم ہیں۔ وہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔

آیت ۱۸:

خدا نے پھر یہ دلائلِ عقلی منکروں کو سمجھایا ہے کہ وہ کیسے بدعقل ہیں کہ خدائے قادر کے مقابلہ میں پتھر کے بتوں کو پوجتے ہیں۔ جو نہ ضَرر پر قادر ہیں اور نہ نفع پر۔ پھر وہ مخلوق ہیں اور مخلوقات میں سب سے پست درجہ جمادات میں داخل ہیں۔ لیکن یہ اعلیٰ اور خدائے قادر وعظیم کو چھوڑ کر اپنا معبود بتوں کو بناتے ہیں۔ یہ ان کی حماقت یا سرکشی ہے۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم بتوں کے ذریعہ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور بتوں کو اپنا سفارشی قرار دیتے ہیں تو یہ بھی حماقت ہے کہ وہ اس کو سفارشی قرار دیتے ہیں جو نفع وضرر پر ہی قادر نہیں ہیں۔ (سفارش کرنے والے بول بھی نہیں سکتے۔)

خدا **علیم** ہے۔ وہ عرش وفرش کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اس کا شریک کوئی نہیں ہے۔ وہ **وحدہٗ لا شریك** ہے۔ بھلا خدا سے بڑی گواہی کس کی ہوگی؟

آیت ۱۹:

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ مفسرین نے بتایا ہے کہ پہلے سب ایک امت تھے۔ یعنی فلاں زمانہ میں تھے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں زمانہ کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ یہ بتایا ہے کہ **کل مولود یولد علی الفطرۃ الاسلام**۔ (ہر پیدا ہونے والا فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔) یہ رسولؐ کی حدیث ہے۔ گویا اس آیت کی تفسیر زبان رسولؐ ہے کہ ہر بچہ اپنی اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے جو خدا کی معین کردہ ہے۔ مگر اس کے والدین اس کو یہودی نصرانی اور مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ آیت نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ دینِ فطرت اطاعتِ خدا ہے۔ جیسے بچہ جب تک اس میں عقل وشعور نہ آئے قوانینِ فطرت کے تحت کھاتا، روتا، ہنستا ہے۔ جب عقل وشعور آجاتا ہے تو والدین کی اطاعت کرتا ہے۔ لہٰذا والدین کا فریضہ ہے کہ اس کو گمراہ نہ کریں بلکہ اس کو خالق اور رب کی طرف متوجہ کر دیں اگر اس کے والدین ایسا نہیں کرتے تو وہ روزِ قیامت اولاد کے حقوق نہ ادا کرنے کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔

آیت ۲۰:

کفار مکہ کا یہ اعتراض تھا کہ اگر محمدؐ خدا کے رسولؐ ہیں تو ان کو بھی معجزات دکھانے چاہیئے تھے جس طرح سابقہ انبیاءؑ نے معجزات دکھائے، تو ہم ایمان لائیں گے۔ خدا نے اس کا جواب دیا کہ سابقہ امتوں نے معجزات طلب کیے اور جب پھر بھی خدا کا انکار کیا تو ان پر عذاب آیا۔ اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ غیب کا جاننے والا تو صرف خدا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کے بعد بھی تم انکار معجزات کرو گے۔ پھر تم پر بھی عذاب آئے گا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ تم قیامت کے دن کا انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ اس دن خدا منکروں اور کافروں کو ان کی بداعمالی اور انکارِ خدا کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور وہ دائمی عذابِ جہنم کے سزاوار ہوں گے اور جو حضرات محمدؐ کے ساتھ ہوں اور خدا کی اطاعت کریں گے اور روزِ جزا کے انتظار میں رہیں گے ان کو جنتِ نعیم عطا ہوگی۔

آیت ۲۱:

اہل مکہ سخت تکالیف میں مبتلا تھے۔ باہمی جنگ وجدال تھی۔ قحط و وبا میں بار بار مبتلا ہوتے تھے۔ ذرائع معاش ان پر تنگ تھے۔ خدا نے ان پر رحم فرمایا اور حضرت محمدؐ کو رحمتِ کُل بنا کر مبعوث فرمایا۔ ان کی وجہ سے افلاس سے نجات پائی، غلامی ومحکومی سے نجات ملی، باہمی قتل و غارت سے محفوظ ہو گئے اور بہترین علم کے وارث بنائے گئے۔ مگر ان کی ضد اور نافرمانی نہ گئی کہ رسولؐ کا انکار کیا قرآن کا انکار کیا اور اگر بظاہر بخوف جان مسلمان بھی ہوئے تو منافق بن گئے۔ خدا ان کے افعال سے واقف ہے کہ ان کی شرارتوں کو جانتا ہے اور جلد ہی ان کو سزا دے گا کہ وہ بوجہ اختلافِ اسلام دنیا میں ذلیل رہیں گے اور عاقبت میں عذابِ جہنم کے سزاوار ہوں گے۔

قرآن کا صاف صاف اعلان ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ خدا کے معین کردہ فرشتے ہیں جو انسان کے تمام اعمال کو لکھ لیتے ہیں روزِ قیامت یہ خدا کے دو گواہ ہوں گے۔

آیت ۲۲:

جب کفار مکہ نے حضرت محمدؐ وقرآن کا انکار کیا اور کفر اور منافقت پر اڑے رہے تو خدا نے پھر ان کو ایک اور مثال اور دلیل سے سمجھایا کہ خدا وہ ہے جو زمین و ہوا اور پانی اور سمندروں پر اختیار رکھتا ہے۔ اس نے سمندروں کو یہ طاقت دی ہے کہ ان کی لہریں کشتی کے وزن کو اُٹھا سکیں اور ان کو چلائیں مگر وہ کشتیاں باوجود تمام انسانی حفاظتی تدبیروں کے بھی ایک لہر میں ڈوب جاتی ہیں۔ آج کل کے جدید آلات سے مزیّن سمندری جہاز بھی غرق ہو جاتے ہیں۔ جہاز کے سوار جب ڈوبنے لگتے ہیں تو خدا کو پکارتے ہیں اور خدا ان میں سے بعض

یا سب کو بچا لیتا ہے، تو وہ اپنے وعدۂ شکر کو بھول جاتے ہیں، دنیوی لذات کی وجہ سے احکامِ خدا کو فراموش کر جاتے ہیں اور زمین میں فساد و بغاوت کرتے ہیں۔ خدا نے انسان کی بار بار سرکشی و نافرمانی اور احسان فراموشی کو بیان کیا ہے اور اپنے رسولؐ کو یہ واقعات بیان کر کے اطمینان دلایا ہے کہ ان کی حرکتوں سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

آیت ۲۳:

انما بغیکم ۔سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہاری بغاوت یا ظلم تمہارے اپنے نفسوں کے لئے سخت نقصان ہے۔ اس آیت کے مخاطب اوّل تو وہ اہلِ مکہ ہیں جو منکرِ رسالتِ محمدؐ وقرآن رہے۔ مگر یہ فرمانِ خدا تمام انسانوں کے لئے ہے کہ اگر انسان خدا اور رسولؐ کا نافرمان بن جاتا ہے تو وہ اپنی دنیا و آخرت کو خود برباد کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن سے بہتر انسانی زندگی کے لئے کوئی دستورِ عمل اور قانون نہیں ہے۔ انسان از خود نہ حرام کو جان سکتا ہے اور نہ حلال کو۔ یہی وجہ تھی کہ عہدِ جاہلیت میں نہ کوئی کسی کا باپ نہ کسی کی ماں نہ کسی کی بہن تھی بلکہ صرف مرد تھے یا عورتیں اور بس ان کی من مانی نفسانی خواہشات تھیں اور اسی وقت پر یہ منحصر نہیں تھا بلکہ آج بھی حلال و حرام کو نہ پہچاننے والے ایسے افعال کے مرتکب ہیں کہ وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ خدا نے اس آیت میں یہی احساس دلایا ہے کہ حدودِ شریعت و احکامِ خدا سے بغاوت کرنے سے خدا اور اس کے رسولؐ کا کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ انسان خود بدتر از حیوانات زندگی بسر کرتا ہے اور دنیا و آخرت کی ذلت و عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

احکام و حدودِ خدا کی خلاف ورزی چند روزہ تعیش کے لئے کی جاتی ہے۔ ہر انسان جانتا ہے کہ اس کو آخر موت ضرور آنی ہے لیکن اس پر یقین نہیں کہ موت کے بعد وہ خدا کے حضور میں ضرور جائے گا جس نے اس کو پیدا کیا اور موت دی اور اس حیات و موت پر خدا ہی قادر ہے۔ روزِ قیامت اس کو ضرور معلوم ہوگا کہ اس کے اعمال بد کی سزا اس کو کیا ملی۔

آیت ۲۴:

خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔ وہ بار بار اپنے نافرمان بندوں کو ہدایت کرتا ہے۔ ایک ظاہری مثال سے خدا نے سمجھایا ہے کہ دیکھو آسمان سے پانی برسانے پر ہمارے سوا کوئی قادر نہیں ہے۔ پھر جب وہ پانی زمین سے مل جاتا ہے تو اس سے مختلف قسم کے اشجار و اثمار پیدا ہوتے ہیں جو حیوانوں اور انسانوں کی زندگی کا سبب ہیں۔ لوگ اس کو سرسبز دیکھ کر خوش بھی ہوتے ہیں اور شکم سیر بھی ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو موسم کی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔ مگر جب خدا کا حکم نازل ہوتا ہے تو وہ سرسبز باغ اور کھیتیاں بادِ گرم یا طوفانِ ہوا و بارش و سیلاب سے آناً فاناً فنا ہو جاتی ہیں۔

لیکن یہ نافرمان لوگ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی قدرتِ خدائے یگانہ کے قائل نہیں ہوتے۔ کیا انسان بارش، نباتات کے پیدا کرنے اور آفاتِ ارضی و سماوی کے روکنے پر قدرت رکھتا ہے؟ نہیں، تو پھر وہ کیوں نہیں خدائے قادر پر ایمان لاتا؟ مکہ کے کفار سات سال تک قحط میں مبتلا رہے، بارش نہ ہوئی۔ رسول خداؐ سے دعا کی فرمائش کی۔ جب بارش ہوئی اور فراغت سے گزرنے لگی تو کہنے لگے یہ بارش و پیداوار ہمارے معبودوں اور ستاروں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ تو خدا نے فرمایا کہ اے محمدؐ ان سے کہہ دو کہ یہ تمہارے مکر ہیں۔ خدا تم کو جلد اس کی سزا دے گا۔ اس زمانہ میں بھی بکثرت ایسے ملحد لوگ ہیں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ایاکم و فضول المطعم فانّه تسیم القلب بالقسوة۔ (زیادہ کھانے سے بچو کہ زیادہ کھانا دل کو سخت دلی کے زہر سے برباد کر دیتا ہے۔) حضرت علیؑ نے فرمایا اسبابِ عیشِ دنیا سے دور رہو، تا کہ اولیاءِ خدا سے ملحق ہوسکو۔

آیت ۲۵:

دارالسلام۔ جنت ہے۔ جس میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔

آیت ۲۶:

نیکی کرنے والوں کے لئے نیکی ہے اور نیکی کا بدلہ خدا اپنی جانب سے بہت زیادہ کر کے دے گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب رسول خداؐ سے حدیث بیان فرمائی: مامن عین ذرقت بماءِها الا حرّم الله ذٰلك الجسد علی النار فان فاضت من خشیة الله لم یرهق ذٰلك الوجه قتر ولا ذِلّة۔ (جس آنکھ سے آنسو بہا تو خدا اس جسم کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے اور اگر خوفِ خدا سے وہ آنسو بہہ گیا تو خدا اس چہرہ پر غبار و تاریکی نہ ڈالے گا۔) (وہ چہرہ روشن ہوگا)۔

خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ دے گا۔ دوسرا وعدہ یہ ہے کہ ان کے چہرے پر سیاہی نہ ہوگی بلکہ خدا ان کے چہروں کو نورانی اور روشن کر دے گا کہ وہ میدان حشر میں نمایاں اور ممتاز ہوں گے۔ تیسرا وعدہ ہے کہ ان پر ذلت نہ ہوگی۔ چوتھا وعدہ یہ ہے کہ وہ جنت کے وارث ہوں گے اور نعماتِ جنت ان کو حاصل ہوں گی۔ پانچواں وعدہ یہ ہے کہ وہ جنت عارضی نہ ہوگی بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے دی جائے گی۔ صاحبانِ عقل کو غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ اللہ یعنی خالقِ عالم، رب العالمین پر ایمان لائے ہیں تو ان کا خالق ان سے وعدہ کر رہا ہے کہ وہ اس دنیوی عارضی زندگی کے بعد وہ ان کو ابدی زندگی عطا کرے گا۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ انسان چاہے کتنی ہی عمر پائے یا کتنے ہی عیش و آرام میں رہتا ہو مگر ایک وقت معین پر اس کو مرنا ہے۔ تو وہ یہ کیوں پسند نہیں کرتا کہ اس کو ابدی حیات مل جائے اور پھر دائمی عیش و عشرت حاصل ہو جائے اور صرف اتنے سے عمل کی بدولت کہ وہ دنیا میں بہ نیکی زندگی بسر

کرے یعنی وہ اپنے خالق کے حقوق کو ادا کرے، خدا کے بھیجے ہوئے انبیاءؑ کے احکام پر عمل کرے تاکہ وہ صحیح طور پر احکامِ خدا اور خوشنودی خدا کو حاصل کر سکے اور اپنی زندگی اور دوسرے انسانوں کی زندگی کے لئے مفید کام انجام دے اور ہر اس کام سے بچتا رہے کہ جو اس کو اور دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہو۔ غور کیجئے کہ انسان جو ذرا بھی عقل رکھتا ہو ایسے مفیدِ معاشرہ کاموں سے کیوں جی چرائے گا جن کے سبب اس کی دنیا و دین دونوں عزت سے گزر سکتی ہیں۔ مگر افسوس کہ آج دنیا خدا کے انکار کی وجہ سے اخلاقِ انسانی کی دولت و برکت سے محروم ہے اور تمام دنیا جہنم کا صحیح نمونہ بننے والی ہے۔

آیت ۲۷:

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو مطیع خدا اور رسولؐ ہیں اور دوسرے وہ جو نافرمان اور کافر ہیں۔ اس آیت میں خدا نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو دنیا میں رہ کر بُرے کام کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں آیت نے بتایا ہے کہ ان کی برائی اور بدی کا بدلہ ان کو اتنا ہی ملے گا جتنی بدی انہوں نے اپنے افعال سے کمائی ہے۔ یعنی پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کو اس کے اپنے عمل کی جزا و سزا ملتی ہے اور وہ اپنے عمل میں مختار ہے۔ خدا نے انسان کو مجبور نہیں کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی بدی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کو دنیا میں اور آخرت میں روسیاہی اور ذِلّت ملے گی۔ آخرت کا عذاب تو یقینی ہے کہ خدا اطلاع دے چکا ہے اور دنیوی روسیاہی اور ذلت ظاہر ہے کہ بد اعمال انسان جو اپنے اور اپنے اہل وعیال اور دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے وہ کبھی دنیا میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور اس کے چہرے پر ایسی سیاہی چھا جاتی ہے کہ ہر شخص اس کے بداعمالی کی وجہ سے اس سے نفرت کرتا ہے۔ اور اسی بات کو آیت نے ظاہر کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ انسان کم از کم اپنی برائی اور بھلائی کو تو سوچ لیتا تاکہ اعمالِ بد سے محفوظ رہتا۔

آیت ۲۸:

بعض مفسرین نے شرکاء سے مراد بتوں کو لیا ہے اور کہا ہے کہ خدا بتوں کو گویائی دے گا۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ آیت میں آگے ہے کہ وہ شرکاء کہیں گے ہم تو مشرکوں کی عبادت سے بے خبر ہیں۔ حالانکہ بت یہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ بتوں کو تو یقیناً پوجا گیا تھا، ان کی عبادت تو ضرور کی گئی تھی تو وہ پیش خدا غلط نہیں کہہ سکتے۔ مگر مشرک جن افراد کے بتوں کو پوجتے تھے جیسے حضرات عیسیٰؑ، عزیرؑ، سلیمانؑ اور دیگر انبیاءؑ پیش خدا کہیں گے کہ ہم ان کی عبادت سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ ہماری وفات کے بعد یا ہمارے ہٹ جانے کے بعد قوم نے ہمارے مجسمے بنائے اور ان کو پوجا اور چونکہ یہ افراد انبیاءؑ تھے لہٰذا ان کا یہ کہنا بھی درست ہے۔

آیت ۲۹:

فکفیٰ باللہ شہیداً الخ - خدا ہمارے اور تمہارے مابین گواہی دینے کے لئے کافی ہے۔ یعنی خدا گواہ ہے کہ ہم نے ان مشرکوں کو شرک سے منع کیا تھا اور ان کی عبادت و شرک کا ہم کو کوئی علم نہیں ہے۔ مشرک ہر وہ ایک شخص ہے جو خدا کو کسی کا بھی شریک بنائے۔ حتٰی کہ انسانی خواہشاتِ نفسانی بھی اس میں شامل ہیں۔ شرک ایسا گناہ ہے کہ اس کی معافی نہ ہوگی۔ اہلِ اسلام کو بغور اپنے اعمال کو دیکھنا چاہئے کہ مبادا ان کے اعمال میں غیرِ خدا کی عبادت تو شامل نہیں ہے؟

آیات ۳۰،۳۱:

خدا نے انسان کی عقل وفہم کو دعوتِ فکر دی ہے تا کہ وہ غور کرے اور اپنے کو شرک و کفر کی بلا سے محفوظ کر سکے۔ اول یہ کہ خدا قدیر ہے جو آسمانوں سے بارش نازل کرتا ہے۔ آفتاب و ماہتاب و سیارگان وثوابت کرہِ ارضی کے باہمی تاثرات سے نباتات وحیوانات و دیگر مخلوقات میں زندگی پیدا کرتا ہے اور اسبابِ زندگی مہیا کرتا ہے۔ پھر ان کے حالات میں تغیرات پیدا کرتا ہے تا کہ معلوم رہے کہ یہ سب ادوارِ کائنات کسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ از خود نہ یہ متحرک ہیں اور نہ بذاتہٖ ان کے اثرات ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد تو انسان کو اپنے رب اور خالق و مدبر کائنات یعنی خدائے واحد پر ایمان لانا چاہئے۔ اس کے بعد انسان اپنی ذات میں غور کرے کہ خدا نے اس کے جسم و روح میں کیا کیا قوتیں پیدا کی ہیں جن کی بدولت وہ کائنات کی ہر قوی سے قوی اور ضعیف سے ضعیف تر شے پر قدرت رکھتا ہے اور انسان کی قوتوں میں اس کی بصارت و سماعت اتنی اہم ہے کہ اگر یہ دونوں قوتیں اس میں نہ ہوں تو وہ عضوِ معطل ہو کر رہ جائے۔ خدا نے اس آیت کے ذریعہ انسان کو یاد دلایا ہے کہ وہ ان چیزوں اور قوتوں پر غور کرے اور ان کے خالق و ناظم خدا کا ایمان دل میں پیدا کرے تا کہ وہ دنیا وآخرت کی فلاح یعنی عظیم کامیابی کا مستحق ہو۔

کافر یقین نہیں کرتے کہ انسان مرنے کے بعد پھر زندہ ہوگا اور روزِ قیامت اس کا حساب و کتاب ہوگا۔ وہ سمجھتا ہے کہ زندگانیِ دنیا ہی بس اس کی زندگی ہے اور وہ کسی قانونِ الٰہی کا پابند نہیں ہے۔ نہ کوئی شے حلال ہے اور نہ حرام ہے نہ اس کے اعمال پر سزا و جزا ہوگی۔ تو قرآن میں کئی جگہ مثالوں کے ذریعہ اس عمل کو واضح کیا گیا ہے۔ یہاں بھی خدا نے بتایا ہے کہ انسان خود دیکھتا ہے کہ حیوانی نطفہ سے حیوان اور انسانی نطفہ سے انسان پیدا ہوتے ہیں۔ انڈے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ نطفہ اور انڈے میں بھی حیات ہے تو وہ غور کریں کہ نطفہ کی پیدائش دوران خون اور اس کی کیفیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ کیفیت اور مخصوص حالات پیدا نہ ہو تو نطفہ پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اس کیفیتِ خاص میں روح و زندگی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو جذبہ فطری ہے جو وقتی طور پر پیدا ہوتا ہے یا اس کا اثر ہے۔ البتہ

وہ قوی خدا ہے جو اس طرح میت یا بے جان کیفیت سے ایک مجسم زندہ مخلوق پیدا کرتا ہے جس کو متعدد قوتوں کا مالک بنا دیتا ہے۔ پھر وہ اس کی حیات کو موت سے بدل دیتا ہے۔ اس طرح وہ قادر ہے کہ روزِ قیامت ان اجسام مردہ کو زندہ کر کے مقامِ جزا میں جمع کر دے۔

اس آیت میں ظاہر کیا گیا ہے کہ کافر حیاتِ بعد موت پر تو ایمان نہیں رکھتے، وہ لاکھ ہٹ دھرمی کریں مگر وہ حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ مدبر کائنات صرف ایک خدا ہے اور اس کی قدرت دنیا کی ہر شے سے ظاہر ہے۔ جب ایسا ہے تو اے رسولؐ تم ان سے کہہ دو کہ تم اس قادرِ مطلق کا خوف دل میں پیدا کرو اور اس کے احکام کی اطاعت کرو تاکہ نجات پاؤ۔

آیت ۳۳:

خدا نے ظاہر فرما دیا کہ کافر بھی خدا کی قدرت کے قائل ہیں مگر پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ لہٰذا حجت خدا ان پر پوری ہوگئی اور وہ مستحق عذاب آخرت ہیں۔

آیات ۳۴، ۳۵:

اس آیت میں استدلال ہے کہ اگر کافر خدا کا شریک قرار دیتے ہیں، اور اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ثابت کریں کہ کیا ان کے شرکاء میں یہ طاقت ہے کہ وہ مخلوق کو پیدا کر سکیں۔ پھر اس کو بعدِ موت دوبارہ زندگی دے کر روزِ حساب پیش کریں یا ان کے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو راہِ راست اور زندگی کے اعلیٰ طریقے بتائے اور انسانوں کو غلط راستوں سے بچائے؟ مشرک و کافر کتنی ہی ہٹ دھرمی کریں مگر وہ آخر یہی کہیں گے کہ ان کے شرکاء بالکل مجبور و معذور بلکہ پتھر ہیں، یا وہ انسان ہیں جو خود گمراہ ہیں۔ جو خود گمراہ ہوگا یا مجبور ہوگا وہ کسی کی مدد کب کر سکتا ہے۔ لہٰذا عقل مجبور کرتی ہے کہ صاحبِ اختیار اور مالکِ کل اور خالقِ عالم اور قادرِ مطلق کی اطاعت کی جائے اور وہ صرف خدائے یگانہ ہے۔

آیت ۳۶:

انسان اپنے محدود علم کی بدولت اپنے دل میں طرح طرح کی گمراہی کی باتیں مقرر کر لیتا ہے۔ مگر یہ سب اس کا گمان و خیالِ باطن ہوتا ہے اور حقیقت اس سے پوشیدہ رہتی ہے۔ اگر وہ خدا کے رسولؐ اور قرآن کی ہدایت کو قبول کر لے تو خود ساختہ خداؤں کی عبادت سے محفوظ رہے اور گمراہی سے بچ کر دنیا و آخرت کی نجات حاصل کرے۔ یاد رہے کہ شریعت میں گمان کی پیروی باطل ہے۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ انسان خدا کو سمیع و بصیر جانے اور یہ اعتقاد رکھے کہ خدا اس کے ہر فعل و عمل سے ہمہ وقت آگاہ ہے۔ یہ اعتقاد اس کو تمام برائیوں سے بچائے گا اور نعماتِ دنیا و آخرت کا مستحق بنائے گا۔

آیت ۳۸:

خطیب نے لکھا ہے کہ خدا نے قرآن کے مثل لانے پر پانچ مرتبہ چیلنج کیا۔ اول: **قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً۔** (سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۸۸)۔ (یعنی جن و انس مل کر بھی قرآن کی مثل نہیں لا سکتے۔) دوم: دس سورتوں کی مثل لانے کا چیلنج دیا گیا: **فاتوا بعشر سورٍ مثلہ مفتریات۔** (سورہ ھود، آیت: ۱۳)۔ (یعنی دس ہی سورتیں بنا لاؤ۔) سوم۔ فرمایا: **فاتوا بسورۃ من مثلہ۔** (سورہ بقرہ، آیت: ۲۳)۔ (یعنی ایک سورۃ مثل قرآن بنا لاؤ۔) چہارم صرف ایک آیت پر تحدی کی گئی ہے **فلیاتوا بحدیث مثلہ۔** (سورہ طور، آیت: ۳۴)۔ (ایک ہی بات مثل قرآن کے بنا لاؤ۔) پنجم۔ یہ فرمایا کہ ہمارے رسولؐ جیسے انسان سے بنوا لاؤ۔ **فاتوا بسورۃ مثلہ۔** (سورہ یونسؑ، آیت: ۳۸)۔ قرآن کے بار بار اعلان کے باوجود تمام اہلِ عرب نے طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں، جنگیں کیں، قید ہوئے، مارے گئے، اسلام پر حملے کیے اور پھر خود ذلیل و خوار ہوتے رہے اور باوجود دعویٔ زبان دانی ایک آیت بھی مثل قرآن نہ بنا سکے۔ اس طرح ان پر حجت قائم ہو چکی۔ یہ واقعات ظاہر و ثابت کرتے ہیں کہ قرآن خدا کی کتاب ہے اور تا قیامت باقی رہے گی۔

آیت ۳۹:

اس آیت سے قرآن کے علوم کی ہمہ گیری معلوم ہوتی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ضدی، احمق اور جاہل لوگ قرآن کے مطالب کو نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لئے وہ انکار کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ رسول حضرت محمدؐ پر ایمان لاتے تو وہ ان کو سمجھاتے۔ لہٰذا حضرت محمدؐ پر ایمان لانا عینِ ایمان ہے۔

آیت ۴۱:

اس آیت سے بھی ثابت کیا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور مختار ہے۔ خدا نے کسی کو مجبور نہیں کیا ہے اور نہ خدا ظالم ہے۔

خدا کا حکم اپنے رسولؐ کو ہے کہ منکرین، کافرین، مشرکین، منافقین جو بھی نافرمانِ خدا و رسولؐ ہوں ان سب سے کہہ دو کہ اگر وہ اطاعت نہیں کرتے ہیں اور احکامِ خدا کی پابندی نہیں کرتے ہیں، تو وہ اپنے گناہوں کی سزا کے خود مستحق ہیں اور خدا کا رسولؐ ان سے بیزار ہے۔ ظاہر ہے کہ جس سے خدا کا رسولؐ بیزار ہو گا وہ جہنمی ہے، اس کا کوئی

عمل قبول نہ ہوگا۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو لوگ بہ بظاہر مسلمان ہیں، مگر وہ خدا و رسولؐ کے احکام کی پروانہیں کرتے یا احکام قرآن کو غلط سمجھتے ہیں، یا غلط بیان کرتے ہیں، وہ اپنے اس فعل کے خود ذمہ دار ہوں گے اور خدا کے رسولؐ پر اس کے کوئی ذمہ داری نہ ہوگی بلکہ وہ مطابقِ حکمِ خدا ایسے نافرمان لوگوں سے بروز قیامت بیزار ہوں گے۔

آیات ۴۲، ۴۳:

ان دونوں آیات سے ثابت ہے کہ باوجود آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے احکامِ خدا سننے کے جو لوگ غور وفکر نہیں کرتے اور اپنے خالق و مالک کو نہیں پہچانتے، وہ بہرے اور اندھے ہیں۔ لہٰذا خدا نے اپنے رسولؐ کو اطمینان دلایا ہے اور تسلی دی ہے کہ جو لوگ تمہاری بات کو سن کر ٹال دیتے ہیں اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں وہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہیں۔ تم پر ان کے افعال کے کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں اور اپنے کو آخرت میں عذابِ جہنم کا مستحق بناتے ہیں۔ یہ سب صرف کافروں کے ہی لئے نہیں ہے بلکہ جو مسلمان ہونے کے بعد منافقت اختیار کرتے ہیں اور اپنی دنیاوی اغراض کو احکامِ خدا میں شامل کرتے ہیں وہ بھی خدا کے اس خطاب میں داخل ہیں اور اس زمانہ میں ایسے مسلمان نما منافق بکثرت ہیں کہ انہوں نے قرآن کو اپنی دنیاوی اغراض کی بنا پر صد ہا قرأتوں اور مطلبوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور اسلام میں لاتعداد فرقے اور مذہب بنا دیئے۔ خدا مومنینِ مخلصین کو ان شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھے۔

آیت ۴۴:

خدا عادل ہے اس نے انسان کو اپنی رضا اور منشاء کے بتانے کے لئے انبیاءؑ اور رسولؐ بھیجے۔ توریت، زبور اور انجیل کے بعد قرآن نازل کیا۔ انسان کو اعضاء و جوارح اور عقل عطا کی۔ اس پر بھی وہ اگر خدا کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور اس طرح اپنے کو ذلتِ دنیا اور عذابِ آخرت کا مستحق بناتا ہے۔ بعض اسلامی فرقوں کا یہ کہنا کہ خدا خود انسان کو مجبور بنا کر جو چاہتا ہے کراتا ہے وہ ظلم کی نسبت خدا کی طرف دیتے ہیں، جو کفر ہے۔ خدا نے اس آیت میں صاف صاف ظاہر کر دیا ہے کہ خدا عادل ہے اور انسان خود اپنے لئے ظالم ہے۔ یعنی انسان گناہ کر کے خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور خود کو نقصان پہنچاتا ہے۔

آیت ۴۵:

خدائے تعالیٰ جب روزِ قیامت لوگوں کو جمع کرے گا تو ان کو محسوس ہوگا کہ وہ دنیا میں ایک ساعت سے زیادہ

نہیں ٹھہرے تھے۔ بعض مفسرین نے قیامِ قبر کو بتایا ہے کہ ان لوگوں کا عذابِ قبر ایسا معلوم ہوگا جیسے ایک ساعت کے لئے تھا کیونکہ عذابِ آخرت دائمی اور طولانی ہوگا۔ دوسری بات خدا نے بتائی ہے کہ روزِ محشر لوگ ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے اور اپنے افعال کی وجہ سے معروف ہوں گے۔

آیات ۴۶، ۴۷:

خدا نے منکرینِ روزِ حساب کے لئے بتایا ہے کہ وہ گمراہ ہیں جو روزِ حساب کا یقین نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ وہ کافر جو کہتے ہیں کہ وہ عذاب کیوں نہیں آجاتا؟ تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ عذاب جس کا وعدہ خدا نے کیا ہے وہ ضرور آئے گا اور اے محمدؐ چونکہ ابھی تبلیغِ اسلام کر رہے ہو اس لئے مہلت دی گئی ہے۔ اگر ہم تم کو وفات دے دیں اور تم کارِ تبلیغ کو تمام کر دو تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ عذاب ان پر ضرور آئے گا اور خود اللہ ان کے اعمال کا گواہ ہو گا۔ خدا نے ہر زمانہ میں ہر امت کے لئے ایک رسول بھیجا ہے تاکہ وہ لوگوں کو احکامِ خدا بتائے۔ لہٰذا خدا نے اپنی حجّت پوری ہے اور اب کسی کو عذر و بہانہ کا موقع ہی نہ ہوگا اور وہ خود اپنے اعمال کی بدولت عذاب کے مستحق ہوں گے اور خدا عادلانہ فیصلہ کرے گا۔

آیت ۴۸:

عہدِ رسولؐ میں ایسے کافر موجود تھے جو سابقہ معجزات انبیاءؑ کا علم رکھتے تھے، اپنے کافر اسلاف پر عذابِ خدا کے بارے میں جانتے تھے۔ مگر پھر بھی عذابِ جہنم جس کا ذکر بار بار کیا گیا ہے اس کا انکار کرتے تھے اور یہ کہہ دیتے تھے کہ اے رسولؐ ہم کو بھی دکھاؤ کہ وہ عذاب کب آئے گا؟ یعنی وہ ابھی کیوں نہیں آتا؟ جبکہ ہم نافرمان و کافر ہیں۔ اچھا اگر یہ ابھی نہیں ہوگا تو یہی بتادو کہ اس عذاب کے آنے میں کتنی مدّت باقی ہے؟ اور وقت اور مدّت کا تعین کر دو تو ہم تم کو صادق جانیں گے ورنہ ہم خدا و رسولؐ اور قرآن کے منکر ہی رہیں گے اور ہرگز ایمان نہ لائیں گے تو خدا نے ان کے جواب میں فرمادیا کہ اول یہ کہ عذاب کا لانا خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہ جب مناسب جانے گا عذاب نازل کرے گا۔ اس کا وقت اسی کو معلوم ہے۔ وہ ایسا قادرِ مطلق ہے کہ اس کی مصلحتوں میں کسی کا دخل نہیں ہے۔

آیت ۴۹:

رسول اللہؐ سے ارشادِ باری ہے کہ کہہ دو کہ میں اس کا رسولؐ ہوں مگر میں بھی اس کے حکم کا تابع ہوں، میری تکلیف اور راحت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، اسی نے مجھ کو عظمت نبوت عطا کی ہے۔ روزِ قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے۔ آیت میں الا ما شا اللہ کا اشارہ اسی طرف ہے کہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ اس کی قدرت میں رسول اللہؐ کا بھی دخل نہیں کیونکہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ لاشریک ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ کوئی بھی اس کے کاموں میں دخل دے سکے حتیٰ کہ محمدؐ باوجود خاتم الانبیاءؑ ہونے کے بھی اس کے کاموں میں دخل نہیں دے سکتے۔ یہ آیت توحیدِ

خداوندی کو ثابت کرتی ہے اور یہ کہ اس کا کوئی شریک کسی کام میں نہیں ہے۔

خدا نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ اعلان فرما دیا ہے کہ خدا نے ہر قوم اور امت کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے اس لئے کہ خدا ان کو نعمات اور طاقتیں اور حکومتیں دے کر ان کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ انہوں نے اپنے دل و دماغ سے کام لے کر خدا کا اقرار کیا یا نہیں۔ مگر جب وہ ان کو کامل فراغت دے کر آزما لیتا ہے کہ وہ روئے زمین میں بجائے اصلاح کے فساد کا سبب ہیں، اور ان کی سرکشی قابل اصلاح نہیں ہے، تو وہ ان کو ذلت میں مبتلا کرتا ہے۔ ان کی طاقتوں اور حکومتوں کو سلب کر لیتا ہے۔ وہ غلامی کی ذلت اور فاقوں کی مصیبت اور امراض کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان ہی حالات میں وہ ہلاک ہوتے ہیں۔ خدا کا یہ وعدہ سچا ہے اور تاریخِ عالم از آدمؑ تا ایندم اس کی گواہ ہے کہ عروج اور انتہائی قوت رکھنے والی اقوام فنا ہو گئیں۔ اور یہی سلسلہ جاری ہے کہ قومیں مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا ہوتی ہیں۔ پھر وہی صاحبِ اقتدار قومیں لاکھ کوششیں کریں مگر ان کا زوال یقینی ہوتا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**۔ (اے عقل والوں عبرت حاصل کرو۔)

آیت ۵۰:

خدا نے انسانوں کو دلائل سے سمجھایا ہے کہ دیکھو رات اور دن پر تمہارا اختیار نہیں ہے بلکہ خدا کا اختیار ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے بھی یہ یقین نہیں کرتے کہ جو خدا ایسا صاحب قدرت ہے وہ رات یا دن میں جب چاہے تم پر عذاب نازل کر سکتا ہے۔ تم خود جانتے ہو کہ تم خدا کے نافرمان ہو اور مجرم ہو، اور پھر عذاب کی جلدی بھی کرتے ہو تو واقعی تم احمق ہو۔

آیت ۵۱:

حکمِ عذاب آنے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی جس طرح کہ پہلی امتوں پر عذاب آیا تو وہ سب ہلاک ہو گئے۔

آیت ۵۲:

عذاب بوجہ ظلم اور انکار خدا و انکار روزِ قیامت کی وجہ سے آئے گا اور انسانی عمل بد کا بدلہ و سزا ہو گا جو دائمی ہو گا۔

آیت ۵۳:

قرآن اور نبوتِ حضرت محمدؐ حق ہیں۔ خدا جس کو چاہتا ہے اپنا نبی بناتا ہے اس کو عاجز کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

آیت ۵۴:

دولتِ دنیا انسانوں کے اعمال بد کا معاوضہ نہیں ہو سکتی اس کے ذریعہ نجات ناممکن ہے۔ اگر انسان خدا و رسولؐ اور قرآن کا منکر ہو پھر چاہے جتنا بھی کسی کام پر خرچ کرے تو وہ قبول نہ ہو گا۔

اس آیت میں قرآن نے بتایا کہ انسان کے ہر فعل وعملِ نیک و بد کا بدلہ ملے گا کیونکہ خدا عادل ہے۔ ہر فیصلہ عدالت کے مطابق ہوگا۔ ظالم ومظلوم، رعایا اور حاکم، نبی و امت ومعاملات دنیا واعمال آخرت ان سب کا بدلہ ملے گا۔ انسان نے جیسا عمل کیا ہے وہ خود اس کا ذمہ دار ہے اور اس کی سزا وجزا مطابق عمل ملے گی۔ کسی پر مطلق ظلم نہ ہوگا۔ اس آیت نے اس عقیدہ کا بھی رد کر دیا ہے کہ جو کہتے ہیں کہ شر وخیر سب خدا کی طرف سے ہیں اور انسان اپنے اعمال میں مجبورِ محض ہے۔

آیت ۵۵:

خدا نے منکرِ خدا و رسول اور یومِ حساب کو یہ دلیل بتایا ہے کہ زمین اور آسمانوں کا مالک و خالق خدا ہے اور ان میں یا ان کے درمیان جو بھی کچھ ہے وہ سب خدا کی مخلوق ہے اور اسی کے احکام کی پابند ہے۔ سورج، چاند، ستارے، افلاک، ملائکہ، عرش، کرسی، زمین کے اندر یا اوپر کی مخلوقات یا سمندر یا سمندروں کے اندر کی مخلوقات سب خدا کی مخلوق ہے اور اس کے احکام کے مطابق حرکت وگردش میں ہے اور اسی کے حکم کے مطابق ان کی ماہیت اور تاثرات کام کرتی ہیں۔ ہر شے اندازے پر پیدا کی گئی ہے اور وہ اس اندازہ ومقدارِ قدرت سے سرمو متجاوز نہیں ہوتی ہے۔ ہر شے اپنی پیدائش اور موت کے معاملات میں قانونِ فطرت کی پابند ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر تو انسانوں کو خدا کی وحدت پر ایمان لے آنا چاہئے۔

آیت ۵۶:

انسان یا دیگر ذی روح اشیاء مادی ہیں اور مادہ میں قبولیت اثر کی استعداد ہے۔ خدا قادر بذاتہٖ ہے لہٰذا وہ اپنی قدرتِ ذاتی سے ہر مادہ کو پیدا کرتا ہے، اس میں مخصوص صلاحیتیں ودیعت کرتا ہے، ان صلاحیتوں کے باقی رہنے کا وقت اور مدّت مقرر کر دیتا ہے۔ بقائے صلاحیت کا نام حیات ہے اور فنائے صلاحیت کا نام موت ہے۔ یہ قدرت خدا کی ہے کہ وہ بے جان مادہ میں زندگی پیدا کرتا ہے اور اس کو وقت معینہ ومقررہ کے بعد موت دیتا ہے۔ یہ خدا کی وہ قدرت ہے جس پر کبھی دوسرا قادر نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی کسی شے کی ماہیت وصلاحیت واثر وحدود تاثرات کو پیدا کرسکتا ہے اور نہ فنا کرسکتا ہے۔ البتہ انسان کو خدا نے جو علم دیا ہے اس کے ذریعہ وہ ان صلاحیتوں سے کام لے سکتا ہے اور ان مادی اشیاء کو اپنے لئے مفید ومضر بنا سکتا ہے۔ اشیاءِ عالم خدا نے انسان کے استعمال کے لئے خلق فرمائی ہے اور انسان کو یہ قدرت بھی دی ہے کہ وہ ان ماہیتوں اور صلاحیتوں کو جانے اور ان سے کام لے۔ اگر لوگ عقل سے کام لیں تو اپنی مجبوری اور خدا کی قدرت کے قائل ہوکر ایمان لے آئیں اور یہ جان لیں کہ اس خدا کے سامنے انسان مرنے کے بعد پھر زندہ ہوکر جائے گا وہی روزِ قیامت ہوگا۔

آیت ۵۷:

موعظۃ قرآن کریم خدا کی کتاب ہے اور نصیحت ہے۔ امراضِ قلب، شرک و کفر وغیرہ کے لئے شفاء ہے۔ قرآن ہدایت ہے اور قرآن مومنین کے لئے رحمت ہے وہ تمام دنیاوی مال و دولت سے بہتر ہے کیونکہ نجات کا سبب ہے۔

آیت ۵۹:

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا نے جس چیز کو حلال کیا ہے تو وہ ہمیشہ کے لئے حلال ہے اور جس چیز کو حرام کیا وہ حرام ہے۔ اگر لوگ اپنی طرف سے قرآن کے معنی میں تاویل کر کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کریں تو وہ اس آیت کے رو سے نافرمانِ خدا ہیں اور وہ روزِ قیامت اس کی سزا پائیں گے۔ اہلِ اسلام میں بوجہ جہالت ایسی باتیں پیدا ہوگئی ہیں خدارا ان سے بچیے۔

آیت ۶۱:

وما تکون ۔ (اے محمدؐ تم نہیں ہوتے۔) **فی شانٍ** کسی حالت میں بھی الخ۔ اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے رسولؐ کو مخاطب فرمایا ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ اے رسول تمہاری ہر حالت کے ہم نگران ہیں۔ ہمہ وقت تمہارے حالات کی خبر رکھتے ہیں علاوہ بریں تم جو قرآن تلاوت کرتے ہو یا دوسروں کو سناتے ہو اور احکام قرآن کی تبلیغ کرتے ہو، ہم اس کی لمحہ لمحہ کی خبر رکھتے ہیں۔ اس آیت نے ظاہر کیا کہ خداوند عالم حضرت محمدؐ کے تمام اعمال کا نگران اور ان کی ذات کا نگہبان تھا اور اس نے حضرت محمدؐ کو تبلیغِ احکام قرآن کی تعریف اس آیت میں کی ہے اور ظاہر فرمایا کہ اے محمدؐ تم ہماری منشاء کے مطابق لوگوں پر ہماری آیت کی تلاوت کرتے ہو اور اس کے احکام کی تبلیغ اس طرح کرتے ہو جیسا ہم چاہتے تھے۔ اس آیت میں دوسرا خطاب عام لوگوں کو ہے **ولا تعلمون من عمل الّا کنا علیکم شهوداً** ۔ (اے لوگو جو عمل بھی تم کرتے ہو اس پر ہم گواہ ہیں۔) آیت کا انداز کلام بتا رہا ہے کہ خدا اپنے رسولؐ کے کارِ تبلیغ پر مطمئن ہے۔ آیت کے پہلے حصہ کا خطاب رسول خداؐ سے ہے اور دوسرے حصے کے مخاطب تمام انسان ہیں اور ان پر ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ جو بھی عمل کریں گے اس پر اللہ خود گواہ ہے۔ یعنی رسول اللہؐ نے تم کو جو ہمارے احکام پہنچائے ہیں ان پر تم نے عمل کیا تو ہم حسبِ وعدہ نعماتِ جنت عطا کریں گے اور اگر ان احکام پر عمل نہ کیا تو تم خود عذاب دائمی کے مستحق بنو گے۔

اس آیت میں چند امور کو واضح کیا گیا ہے۔ اول یہ کہ انسان کے ہر عمل کا نگران ہر حالت میں اور ہر وقت خدا ہے۔ دوم یہ کہ زمین کے کسی حصہ میں انسان کوئی عمل کرے یا جو واقعہ بھی ہو اس سے خدا باخبر رہتا ہے۔ آسمان میں اور ثوابت و سیارہ گان میں جو واقعات و اثرات پیدا ہوتے ہیں وہ خدا کے علم میں ہیں۔ وہ زمین و آسمان کے حالات سے ہمہ وقت باخبر ہے۔ سوم۔ یہ کہ خدا نے لوحِ محفوظ میں تمام یہ واقعات پہلے سے اپنے علم کی بدولت لکھ دیئے ہیں۔ اول

تو انسان کے اعمال پر خود خدا گواہ ہے۔ دوم اس کے فرشتے گواہ ہیں، تیسرے ان کا رسولؐ گواہ ہے۔ چوتھے کتاب مبین یعنی لوحِ محفوظ گواہ ہے۔ اگر کہا جائے کہ لوحِ محفوظ میں خدا نے روزِ ازل ہی سب اعمال انسانی کو لکھ دیا تھا تو اس کے معنی یہ ہے کہ وہ عمل بد و نیک پر مجبور کر دیا گیا تھا تو ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ انبیاءؑ کی تبلیغ نیز قرآن کی آیات ثابت کرتی ہیں کہ انسان اپنے اعمال نیک و بد میں مختار ہے۔ خدا ظالم نہیں ہے وہ مطابقِ عمل سزا و جزا دے گا۔ انسان کو علم اس وقت ہوتا ہے جب وہ کام ہو چکا ہو مگر خدا کا علم اتنا وسیع اور محیط ہے کہ وہ قبل واقعہ بھی پیش آمدہ واقعہ کا علم رکھتا ہے۔ البتہ علم رکھنا اور چیز ہے اور کسی کو عمل پر مجبور کرنا علیحدہ چیز ہے۔ خدا کے علم کی وسعت کا اندازہ انسان نہیں کر سکتا کیونکہ انسان کا علم محدود ہے جبکہ خدا کی صفت اور اس کی ذات الگ الگ نہیں ہے بلکہ وہ بذاتہٖ علیم ہے۔

آیت ۶۲:

اولیاء اللہ۔ خدا نے اپنے مخصوص بندوں کو اولیاء کہا ہے اور ان کی صفات بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ ان پر خوف طاری نہ ہوگا اور دوم یہ کہ وہ کبھی مغموم و رنجیدہ نہ ہوں گے، نہ معاملات دنیا میں اور نہ معاملات آخرت میں۔ وہ امورِ بندگانِ خدا کے متولی ہوں گے۔ ابوسعید خدری نے رسول خداؐ سے پوچھا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب لوگ ان کو دیکھیں تو خدا کو یاد کریں۔ اور ایک طولانی حدیث میں فرمایا کہ روزِ قیامت انبیاءؑ و شہداء ان پر غبطہ (رشک) کریں گے۔ وہ نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید، مگر ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ اصحاب نے ایک دن رسولِ خداؐ سے سوال کیا کہ ولی اللہ کون ہے۔ آپؐ نے اپنا دست مبارک حضرت علیؑ کے کندھے پر رکھ کر فرمایا: **ھٰذا ولی اللہ**۔ (یہ خدا کا ولی ہے۔) اہلِ اسلام اور مفسرین قرآن کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ کو خدا کی جانب سے عہدۂ ولایت عطا ہوا ہے۔

آیت ۶۴:

لھم البشرٰی فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاخرۃِ۔ عقبہ بن خالد نے ابی عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے روایت کیا ہے اور اسی مضمون کو قتادہ وضحاک و زہری و جبائی نے بیان کیا ہے کہ مومن موت سے پہلے اپنے درجاتِ جنت کو دیکھیں گے اور وقت نزع ان سے فرشتے کہیں گے: **اَلا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون**۔ (سورہ حم سجدہ، آیت: ۳۰)۔ (نہ تو خوف کرو نہ غم کرو بلکہ خوش ہو بشارت جنت سے، جس کا تم سے خدا نے وعدہ فرمایا تھا۔)

آیت ٦٦:

اس آیت نے ظاہر کیا ہے جو مشرک اصنام کو خدا کا شریک قرار دیتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔ ان کی عقل ان کو

مجبور کرتی ہے کہ وہ بے اختیار اور بے جان چیز کو صاحب قدرت خدا کا شریک قرار نہ دیں۔ مگر وہ صرف اپنے گمان اور ہوس اور خیال اور اپنے دادا پردادا کی اندھی پیروی کرتے ہیں اور اپنے دنیوی فوائد کے لئے اپنی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے بتوں کو اپنا معبود قرار دیتے ہیں۔ حقیقت میں ان کا معبود ان کی خواہشاتِ نفسانی ہے۔ جو ان کے گمانوں کی پیداوار ہے۔

آیت ۶۷:

خداوندِ عالم نے اپنی قدرت کی نشانیوں کو یاد دلایا ہے۔ اول یہ کہ اس نے رات کو اس لئے بنایا کہ انسان پر خواب طاری ہو، تمازتِ آفتاب نہ رہے، جسمِ انسانی کو سکون حاصل ہو اور وہ اگلے روز کی محنتوں اور کسبِ معاش کی تکالیف کے برداشت کرنے کے لئے تازہ دم ہو جائے۔ رات کا پیدا کرنا اور اس میں سکون کی تاثیر کا پیدا کرنا خدا کا ہی کام ہے۔ لہٰذا خدا کا شریک کسی کو قرار دینا حماقت و جہالت ہے۔ اسی طرح خدا نے دن کو روشن بنایا۔ آفتاب سے روشنی و حرارت عطا کی۔ اگر آفتاب میں یہ دونوں قوتیں نہ ہوتیں تو زمین کی تمام مخلوق فنا ہو جاتی، زمین پر کوئی سبزہ نظر نہ آتا اور نہ انسان کی ضروریات زندگی پیدا ہوسکتیں۔ جب انسان ان تمام چیزوں کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ خدائے قادر نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے تو وہ پھر انکارِ خدا کیوں کرتا ہے؟ اور وہ مجبور اور بے جان چیزوں کو اس کا شریک کیوں بناتا ہے؟ عقل کی بات تو یہ ہے کہ وہ ایسے قادرِ مطلق خدا پر ایمان لائے۔ اس خدا کی بڑائی اور احسانات کو مان کر اس کی عملاً اطاعت کرے۔

بظاہر تو خدا نے دن و رات کو اپنے قدرت کی نشانیاں کہا ہے اور انسان ان کو دیکھتا ہے مگر اس آیت میں فرمایا ہے کہ سننے والوں کے لئے ان رات و دن میں نشانیاں یعنی دلیلیں ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو ہمارے کلام یعنی قرآن کی آیات کو سنتے ہیں اور ہمارے رسولؐ کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور دل سے ان کی باتوں کو سنتے ہیں، وہ صاحبان ایمان ہیں۔ وہی ان آیاتِ قدرت پر ایمان لاتے ہیں۔

آیت ۶۸:

بنو مدیحہ کی ایک جماعت کا عقیدہ تھا کہ خدا نے فرشتوں کو بیٹے بنایا ہے۔ یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ خدا نے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ لوازمِ بشریت و مخلوق سے پاک ہے اور وہ ان سب کا خالق ہے۔

آیات ۶۹۔۷۰:

ان آیات کا خطاب مشرکین مکہ و کافرین عہدِ رسولؐ سے ہے۔ ان کے لئے حکم ہے کہ اگر وہ رسول حضرت محمدؐ پر

ایمان نہ لائیں گے تو یاد رکھیں کہ چند روزہ زندگی کے بعد جو ہم نے مہلت کے طور پر دی ہے وہ ہمارے سامنے حاضر ہوں گے اور مستحقِ عذاب ہوں گے۔

آیات ۷۱۔۷۲:

خداوند عالم نے حضرت محمدؐ کو حکم دیا ہے کہ جو تمہارے منکر ہیں ان کو نوحؑ کا واقعہ سنا دو شاید ان میں سے بعض ہدایت پائیں۔ یہ حکم کفارِ مکہ کے لئے ہے۔ حضرت نوحؑ نو سو پچاس سال کارِ تبلیغِ توحید کرتے رہے مگر قوم نے مان کے نہ دیا تو نوحؑ کو خدا نے حکم دیا کہ تم قوم سے کہہ دو کہ اگر میرا اتنا طولانی قیام اور وعظ تم کو ناگوار ہے اور تم میرے قتل پر ہی آمادہ ہو تو میرا توکّل تو خدا پر ہے۔ یعنی جو اس کی رضا ہوگی اس پر راضی ہوں۔ میں آیاتِ خدا تم کو ضرور یاد دلاتا رہونگا۔ تم مجھ کو میرے کارِ تبلیغِ توحید سے روک نہیں سکتے۔ تم چاہو تو اپنے ان شرکاء کو بھی اپنی مدد کے لئے بلالو جن کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو اور تم سب جمع ہو کر مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لئے مجھ کو قتل کر دو اور اس امر کو پوشیدہ نہ رکھو بلکہ علانیہ یہ کام کرو پھر بھی میرا توکّل خدا پر ہے۔ اگر پھر بھی تم میری نصیحت کو نہیں مانتے ہو تو اتنا تو سمجھ لو کہ میں نے تم سے کوئی اجرت بھی طلب نہیں کی ہے۔ میں تو تم کو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نصیحت کرتا ہوں۔ تا کہ تم برائی سے بچو۔ یاد رکھو کہ جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے اور جو اس کے دین کے لئے مشقّت اٹھاتا ہے تو خدا اس کا اجر خود عطا کرتا ہے۔ یہ بھی جان لو کہ میرے خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ مسلمان رہوں، یعنی اسی کی اطاعت کروں۔

حضرت نوحؑ کا توکل خدا پر تھا اور نوحؑ جانتے تھے کہ پوری قوم مل کر بھی ان کو قتل نہیں کر سکتی ہے۔

آیت ۷۳:

کشتی نوحؑ میں اسّی مومن مرد اور عورتیں تھیں جن کو خدا نے نجات دی اور باقی پوری قوم غرق ہوگئی۔

وجعلنا ھم خلٰئف یعنی ان نجات یافتہ مومنین کو سابقہ لوگوں کا جانشین بنایا اور خلیفہ زمین بنایا۔ ان کو کارِ ہدایت بھی سپرد کیا کہ وہ لوگوں کو ایمان کی تبلیغ کریں اور ان کو زمین پر حکومت بھی عطا کی۔

آیت ۷۴:

کفارِ عہدِ رسولؐ کو تنبیہ ہے کہ وہ سبق حاصل کریں کہ رسولوں کی نافرمانی کرنے والوں پر کیا کیا عذاب دنیا میں نازل ہوئے۔ ان میں سے ہی قومِ نوحؑ تھی جس کو بوجہ نافرمانیِ رسول غرق کر دیا گیا۔

خدا نے پھر یاد دلایا ہے کہ ہم نے بہ نظرِ رحمت بار بار انبیاءؑ کو ہدایت کے لئے بھیجا۔ ہودؑ کو قوم عاد کے لئے اور صالحؑ کو قومِ ثمود کے لئے اور ابراہیمؑ کو قوم بابل کے لئے اور شعیبؑ کو اصحاب ایکہ و مدین کے لئے بھیجا۔ اور ان کو

معجزات بھی عطا کیے تا کہ ان کی نبوت کی تصدیق ہو جائے۔ مگر ان کی قوموں نے ایمان قبول نہ کیا۔ تو پھر ہم نے بھی ان کے دلوں پر مہر لگا دی تا کہ وہ دوزخ کے ہی مستحق رہیں۔

آیت ۷۵:

خدا نے کفارِ مکہ کو یاد دلایا ہے کہ خدا نے ہدایت کے لئے ہمیشہ ہر قوم میں نبی بھیجا اور پھر موسیٰؑ اور ہارونؑ کو مبعوث کیا ان کو معجزات عطا کیے مگر فرعون (ولید بن مصعب بن قاموس) نے اور اس کے سرداروں نے انکار کیا اور جب معجزات کو دیکھا تو ان کو سحر و جادو بتایا۔ موسیٰؑ نے سمجھایا کہ دیکھو سحر و جادو نظر بندی ہے وہ زائل ہو جاتا ہے۔ ساحر و جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ اس پر بھی ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے اجداد کے طریقے نہیں چھوڑیں گے۔ آخر عذاب دنیا و آخرت کے مستحق قرار پائے۔

آیت ۷۶۔۷۷:

عہدِ رسولؐ کے کافر بھی یہی کہتے تھے کہ محمدؐ نے لوگوں کو ان کے قدیمی دین سے اپنے جادو کے زور سے ہٹا دیا ہے اور معجزاتِ رسول اللہؐ کو سحر و جادو کہتے تھے تو خدا نے ان کو یاد دلایا کہ پہلے زمانہ میں عہدِ موسیٰؑ میں بھی کافروں نے موسیٰؑ کو جادوگر اور معجزات کو جادو کہا حالانکہ موسیٰؑ نے ان کو سمجھایا تھا کہ یہ آیاتِ خدا ہیں۔ یہ جادو نہیں ہیں یعنی یہ خدا کی قدرت کی دلیلیں ہیں۔

آیت ۷۸:

موسیٰؑ اور ہارونؑ نے جب ہدایت کی اور ایمان لانے کو کہا تو ان کافروں نے کہا کہ تم دونوں چاہتے ہو کہ تم کو ہم پر حکومت حاصل ہو جائے اور تم سلطنت کے خواہشمند ہو۔ اسی طرح عہدِ حضرت محمدؐ کے کافر و مشرک سمجھتے تھے کہ محمدؐ قبائلِ عرب پر اپنی سرداری اور حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اور حضرتؐ کو دنیا طلب انسان تصور کرتے تھے۔ اسی لئے ایمان ان کے دلوں میں نہیں سما تا تھا۔ اسی بنا پر ابوسفیان، ابوجہل، ابولہب اور سرداران مکہ نے حضرتؐ کو آزار دیئے۔ آخر جلا وطن ہونا پڑا۔ مدینہ پر بھی ان کفار نے بار بار چڑھائی کی۔ جنگیں کیں اور یہ چاہا کہ حضرتؐ کی حکومت قائم نہ ہونے پائے مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ حضرت محمدؐ خدا کے نبی و رسول ہیں۔ ان کی غرض اور مقصد دنیوی حکومت نہیں ہے بلکہ توحیدِ خدا و نبوتِ انبیاءؑ کی تبلیغ ان کا کام ہے اور انسانوں کو نیکوکار بنانا ان کا فریضہ ہے۔ چنانچہ حضرت محمدؐ نے پوری زندگی احکامِ خدا کی تبلیغ کی اور کبھی اپنی حکومت کا اعلان نہیں کیا۔ دنیوی حکومت دیر پا نہیں ہوا کرتی بلکہ عارضی ہوتی ہے مگر حضرت محمدؐ کا پیام اور کام تا قیامت باقی رہے گا۔ جو قوم بھی اس پیامِ حق کی پیروی کرے گی وہ دنیا و دین میں سرخ رو ہوگی۔ عہدِ رسولؐ کے بعض لوگوں نے یہی سمجھا تھا کہ

حضرت محمدؐ کوئی دنیاوی سلطنت قائم کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا وہ اسی طریقہ اور راستہ پر گامزن ہوئے اور آخرکار تبلیغِ روحانی اور حکومتِ دنیوی ایسی آپس میں مدغم ہوگئیں کہ پیام حق ان میں گم ہوگیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تعلیماتِ اسلامی عالمگیر ہوتیں۔

آیات ۸۰،۸۱:

فرعون کے حکم سے جادوگر جمع ہوئے اور انھوں نے رسیاں جن میں خول تھا اور ان میں پارہ بھرا ہوا تھا جو حرارت وحرکت سے متحرک ہوتی تھیں زمین پر ڈالیں اور وہ حرکت کرنے لگیں۔ تو موسیٰؑ نے صاف صاف کہہ دیا کہ باطل فنا ہو جاتا ہے اور حق ہمیشہ باقی رہتا ہے اور موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا جس نے ان کے شعبدہ کو ختم کر دیا تب ان ساحروں نے اسلام قبول کرلیا۔

آیت ۸۳:

فرعون اور اس کے سرداروں کے ظلم کے خوف سے لوگ ایمان نہ لائے حالانکہ اپنے دلوں میں حقیقتِ حال سے واقف ہو گئے تھے۔ البتہ موسیٰؑ کی قوم میں سے نوجوان ایمان لائے اور بوڑھے اپنے کفر پر قائم رہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے جب حضرت یعقوبؑ صرف بہتر افراد کو ہمراہ لے کر مصر میں آئے تو وہی ذریت تھی جو ایمان لائی تھی اور یہ بھی فرمایا ہے کہ مومن جماعت وہ تھی جن کی مائیں بنی اسرائیل سے تھیں اور ان کے باپ قبطی تھے۔ بہرحال آیت نے ظاہر کیا کہ خوفِ فرعون کی وجہ سے تمام لوگ ایمان نہ لائے کیونکہ اس نے ایمان لانے والوں کو سخت سزا دی تھی۔

اس آیت نے بتایا ہے کہ فرعون کو مصر میں کامل غلبہ اور قدرت حاصل تھی۔ اسی وجہ سے اس نے اپنے کو قبطیوں کا معبود قرار دیا تھا۔ قبطی اس کی پرستش کرتے تھے۔ اس کے خوف سے لوگ ڈرے ہوئے تھے۔

آیت ۸۴:

موسیٰؑ نے کہا اے میری قوم خدا پر ایمان لاؤ اور ہر معاملہ میں خدا ہی پر بھروسہ کرو یعنی خالص مومن بن جاؤ۔ جب خدا کے خالص بندے بن جاؤ گے تو تم کو بجز خدا کے کسی کا خوف نہ رہے گا۔

آیات ۸۵۔۸۶:

حضرت موسیٰؑ کے حکم سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے موسیٰؑ سے یہ عہد بھی کیا کہ وہ خدا پر ہی توکل کریں گے مگر ان کی دعا یہ تھی کہ اے خدا ہمیں ظالم قوم کے لئے آزمائش نہ بنا۔ یعنی ظالموں کو ہم پر مسلط نہ کر کہ وہ ہم پر طرح طرح کے عذاب کریں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے ہاتھ اپنی جانوں، مالوں اور اولاد کو

فروخت کر دیا ہے اور جن کا ذکر توریت، انجیل وقرآن میں آچکا ہے۔ خدا نے ان کو جب اپنا بنا لیا تو ان مظلوم مومنین کو اپنی رحمت میں داخل کرلیا۔

آیت ۸۷:

بحکمِ خدا موسیٰؑ اور ہارونؑ نے مصر میں مکان بنائے اور ان کو مساجد قرار دیا مگر فرعونیوں نے ان کو توڑ دیا تو خدا نے حکم دیا کہ تم اپنے مکانوں ہی کو عبادت گاہ قرار دو۔ اسی میں نماز ادا کرو۔ چنانچہ موسیٰؑ و ہارونؑ کو نبی ماننے والوں نے اپنے گھروں ہی میں مساجد بنا لیں اور اسی میں عبادت خدا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ ان کے امام تھے۔ **واجعلوا بیوتکم قبلۃ** اپنے گھروں کو قبلہ بنالو کے یہ معنی ہے کہ مکانوں کو رو بہ قبلہ بناؤ۔ **واقیموا الصّلوٰۃ** اور نماز قائم کرو۔ حضرت موسیٰؑ نماز میں اپنا رخ کعبہ کی طرف کرتے تھے۔ اگر کوئی خیال کرے کہ اس وقت کعبہ نہ تھا، یہ خیال غلط ہے، کیونکہ قرآن نے تصدیق کی ہے کہ **اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ** (مکہ میں سب سے پہلا مکان بنایا گیا ہے، وہی مکان بیت اللہ ہے)۔(سورہ آلِ عمران آیت ۹۶)

آیات ۸۸،۸۹:

حضرت موسیٰؑ نے خدا سے عرض کیا کہ اے خدا فرعون اور فرعونیوں کی سرکشی نافرمانی اور ظلم اس وجہ سے ہے کہ تو نے ان کو دولت اور حکومت دے دی ہے، اسی چیز نے ان کو مغرور اور سرکش کر دیا ہے۔ تو ان سے اپنی ان نعمات کو واپس لے لے، وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ اس پر خدا کا ارشاد ہوا کہ تمہاری دعا قبول ہوگئی مگر **ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون** ۔ اے موسیٰؑ و ہارونؑ تم دونوں دعا کے اثر کے لئے تعجیل نہ کرنا اس طرح جس طرح بے علم تعجیل کرتے ہیں۔ خدا کی مصالح کو بجز خدا کوئی نہیں جانتا وہ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے مگر جب اس کی مصلحت ہوتی ہے تو قبولِ دعا کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ چالیس سال کے بعد موسیٰؑ کی دعا کا اثر ظاہر ہوا۔

سدیؒ نے کہا ہے کہ فرعونیوں کے تمام سامان عیش وخوراک پتھر ہو گئے تھے۔ علاوہ بریں بنی اسرائیل نے خود بحرِ قلزم میں غرق ہونے کے عذاب کو دیکھا۔ فرعونی سب غرق ہو گئے اور موسیٰؑ کی قوم بحرِ قلزم سے بہ سلامتی عبور کرگئی اور یہ لوگ بعد کو تمام سلطنتِ فرعون کے وارث ہوئے۔ جب موسیٰؑ اور ان کے ساتھی مصر سے باہر روانہ ہوئے تو ان کی تعداد چھ لاکھ تھی اور فرعون کی فوج کی تعداد دس لاکھ تھی۔ محمد ابن کعب نے کہا ہے کہ اس کے لشکر میں ایک لاکھ سیاہ گھوڑے تھے جن پر صرف سرداران فرعون سوار تھے۔ فرعون سیاہ لباس پہنے تھا۔ ان کے جھنڈے بھی سیاہ رنگ کے

تھے۔ موسیٰؑ نے بحر قلزم پر عصا مارا سمندر خشک ہوا۔ بارہ راستے بن گئے۔ لشکرِ موسیٰؑ عبور کر گیا۔ فرعون نے مع لشکر بحرِ قلزم میں گھوڑا ڈالا اور وہ سب غرق ہو گئے۔

موخر الذکر آیت نے واضح کر دیا کہ خداوند عالم اپنے لئے بندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ دعا کرتے تھے اور ہارونؑ آمین کہتے تھے۔ آمین کہنا بھی دعا ہے۔

ظاہر ہے کہ انبیاءؑ مطیع خدا ہوتے ہیں۔ وہ کوئی کام بغیر خدا کی مرضی کے نہیں کرتے۔ ان کے نفوس اتنے پاک ہوتے ہیں کہ خلافِ حکمِ الٰہی ان کے خیال میں کوئی بات آتی ہی نہیں۔ وہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان کا ہر قول اور ہر فعل مطابقِ حکمِ خدا ہوتا ہے۔ خدا نے اپنے انبیاءؑ کو بھی اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی ہے اور اس سے یہ ظاہر فرمایا کہ ان کی فرماں بردار امت کو بھی ایسے ہی اخلاقِ اعلیٰ پر عمل کرنا چاہئے۔ اس آیت میں بھی خدا نے دو باتوں کا حکم دیا ہے۔ اول یہ کہ تم دونوں موسیٰؑ اور ہارونؑ ثابت قدم رہنا۔ مصائب پر تحمل کرنا کہ یہ صفتِ انبیاءؑ ہے۔ دوسرے یہ کہ دعا کے اثرات ظاہر ہونے میں جلدی نہ کرنا بلکہ اس کو مصلحتِ خدا پر چھوڑ دینا۔ یہ صفت بھی انبیاءؑ کی ہے۔ جلد باز وہ لوگ ہوتے ہیں جو کم علم ہوتے ہیں اور مصالحِ الٰہی سے واقف نہیں ہوتے ہیں مگر تم دونوں تو بوجہ عہدِ نبوت کے مصالحِ الٰہیہ سے واقف ہو کہ یہ درجہ ہم نے تم کو عطا کیا ہے۔

آیت ۹۰:

جب وقتِ عذاب آیا تو خدا نے بذریعہ وحی موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر ملک سے باہر چلے جائیں۔ خدا نے قبطیوں پر نیند طاری کر دی اور ان کو بنی اسرائیل کے جانے کی خبر تک نہیں ہوئی۔ بنی اسرائیل مصر سے باہر نکل گئے، دوسرے دن قبطی بیدار ہوئے اور بنی اسرائیل کے افراد کے منتظر رہے کہ وہ اپنے اپنے کاموں پر آئیں۔ مگر جب وہ نہیں آئے تو فرعون کو اطلاع دی گئی۔ وہ غضب ناک ہوا اور اپنے تمام لشکر جس کی تعداد لاکھوں کی تھی ہمراہ لے کر موسیٰؑ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ بنی اسرائیل دریائے قلزم پر پہنچے تو گھبرائے کہ اب لشکرِ فرعون قتل کر دے گا۔ موسیٰؑ سے فریاد کی۔ موسیٰؑ نے فرمایا: **کلا ان معی ربی سیھدین**۔ (سورہ شعرا، آیت: ۶۲)۔ (ہرگز نہیں کیونکہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ عنقریب ہدایت فرمائے گا۔) خدا کا حکم موسیٰؑ کو ہوا کہ وہ دریا میں عصا ماریں۔ چنانچہ بحرِ قلزم میں بارہ راستے پیدا ہو گئے اور سب بنی اسرائیل پار ہو گئے۔ فرعون نے گھوڑا بڑھایا مگر وہ نہ بڑھا تو جبرائیلؑ ایک گھوڑی پر آگے آئے۔ فرعون کے گھوڑے نے اس کا پیچھا کیا اور اس کا تمام لشکر بھی اس کے پیچھے چلا اور سب سمندر میں غرق ہو گئے۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو یہ واقعہ یاد دلایا ہے تا کہ امت کے لئے عبرت ہو۔

تفاسیرِ 'مدارک' و 'تبیان' میں یہ واقعہ ہے کہ ایک دن جبرائیلؑ بصورت انسان دربارِ فرعون میں آئے اور اس سے

سوال کیا کہ ایک غلام کو اس کا آقا پرورش کرے اور تمام نعماتِ دنیا عطا کرے اگر وہ غلام نافرمان ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ بقول ابوالعباس فرعون نے لکھا جزاء العبد الخارج علی سیدہ ان یغترق فی البحر۔ (نافرمان غلام کی سزا ہے کہ اس کو سمندر میں غرق کر دیا جائے۔) جب فرعون ڈوبنے لگا تو جبرائیلؑ نے اس کی تحریر دکھائی اور کہا کہ تیری یہ سزا تیری خود تجویز کردہ ہے۔ عذاب آنے کے بعد اسلام قبول کرنا بے فائدہ ہوتا ہے۔

آیت ۹۲:

فرعون غرق ہو گیا مگر بنی اسرائیل کو دعدغہ تھا کہ مبادا فرعون زندہ ہو۔ لہٰذا خدا نے فرعون کے جسم کو کنارہ پر ڈال دیا اور اس کے جسم کو سڑنے سے بچایا تا کہ وہ عبرت ہو اور بنی اسرائیل کا خوف جاتا رہے۔ فرعون کی ممی آج بھی برطانیہ کے عجائب گھر میں موجود ہے اور یہ اس افسانے کی بھی نفی کرتی ہے کہ پہلے زمانے کے لوگ طویل القامت ہوتے تھے۔

آیت ۹۴:

قرآن خدا نے حضرت محمدؐ پر نازل کیا ہے۔ لہٰذا خدا نے حضرتؐ ہی کو مخاطب کیا ہے اور اس تخاطب سے مراد یہ ہے کہ رسولؐ امت کو ان حالات اور احکام سے مطلع کریں۔ بعض مفسرین نے اس بارے میں بحث کی ہے کہ رسول خداؐ کو شک ہوا یا نہیں؟ یہ بحث بے کار ہے۔ کیونکہ خود خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہمارا رسولؐ ہمارے احکام کا مطلق پابند ہے، اپنی طرف سے کوئی بات بھی نہیں کرتا۔ پھر رسولؐ کے لئے شک قرار دینا حماقت ہے۔ اس آیت میں خدا نے امتِ حضرت محمدؐ کو یاد دلایا ہے قوم نوحؑ نے نافرمانیاں کیں تو ان پر عذاب آیا۔ ان کے نبی نے بہت سمجھایا مگر وہ نافرمانی سے باز نہ آئے۔ اِس کے بعد خدا نے موسیٰؑ اور فرعون کے واقعات بیان کیے اور موسیٰؑ کے معجزات اور ان کی دعا کا قبول ہونا بیان کیا اور پھر فرعون اور اس کی قوم کا غرق ہونا بیان کیا اور پھر یہ فرمایا کہ یہ واقعات جو قرآن بیان کرتا ہے قطعی صحیح ہیں جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے وہ اپنی مذہبی کتابوں میں پڑھ لیں اور اپنے علماء سے دریافت کر لیں کہ ان کو صداقتِ کلامِ خدا پر یقین آجائے۔ اسی سلسلے میں خدا نے آگے آیت میں فرمایا ہے: لقد جاءك الحق۔ [(اے محمدؐ) تم پر حق آیا ہے] یعنی قرآن کلامِ خدا ہے۔ اس میں جو واقعات بیان کیے گئے ہیں وہ سب درست اور صحیح ہیں۔ پس ان واقعات کی صحت کے بارے میں کسی کو شک نہ کرنا چاہئے۔ جو بھی شک کرے گا اس کا حشر وہی ہوگا جو اس سے پہلے نافرمان و بے ایمان امتوں کا ہوا کہ ان پر عذاب خدا نازل ہوا۔

آیت ۹۶ ـ ۹۷:

انہی آیات کا سلسلہ ہے کہ خدا نے فرمایا کہ ان الذین حقت علیھم کلمت ربک لا یومنون ۝ ولو جآء تھم کل اٰیۃٍ حتی یروالعذاب الالیم ۔ [وہ لوگ جن پر واضح ہو گیا تیرے رب کا کلمہ (کلام) مگر وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس کل نشانیاں بھی آ جائیں۔ بے شک وہ دردناک عذاب کو دیکھیں گے۔] یعنی وہ اتنے سخت نافرمان ہیں کہ اے محمدؐ تم ان کے ایمان لانے کی آرزو نہ کرو۔ شک کرنے والے اور قرآن کے بیان کردہ واقعات کی تکذیب کرنے والے جو لوگ ہیں وہی نقصان اُٹھانے والے ہوں گے۔

آیت ۹۸:

فرعون کے بارے میں بعض مفسرین نے لکھا ہے وہ مومن مرا۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی نے خیال کیا کہ فرعون مومن مرا ہے (تفسیر مواھب) اس کی دلیل یہ دی گئی کہ فرعون نے کہا امنت انہ لا اِلٰہ الّا الذی اٰمنت بہٖ بنو اسرائیل و انا من المسلمین (سورۂ یونسؑ آیت ۹۰) (یعنی میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ اللہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلم ہوں۔) فرعون نے اقرارِ توحیدِ خدا تو کیا مگر اقرارِ نبوت موسیٰؑ (یعنی اقرار نبی) نہیں کیا۔ تو پھر اس کا ایمان کیوں کر قبول ہو سکتا تھا؟ شیطان بھی اقرار توحیدِ خدا تو کرتا تھا مگر اس نے اقرر نبوت آدمؑ نہ کیا، لہٰذا مردود ہوا۔ علاوہ بریں عذاب آنے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی ہے۔

حضرت یونسؑ کو خدا نے اہل نینویٰ (جو شہر موصل تھا) کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ جب قوم نے ہدایت قبول نہ کی تو یونسؑ نے بد دعا کی۔ خدا نے تیس دن کی مہلت دی۔ پھر عذاب بصورتِ ابر سیاہ آتشی ان پر چھا گیا۔ تیز گرم ہوا چلنے لگی۔ یونسؑ ایک درہ کوہ میں چھپ گئے تھے۔ قوم نے ڈھونڈا جب نہ ملے تو وہ صحرا میں چلے گئے اور انہوں نے توبہ کی۔ گریہ وزاری اور دعائیں کیں۔ آخر عذاب دور ہوا۔ یونسؑ قوم میں بوجہ ندامت نہ آئے۔ کشتی میں سوار ہو گئے اور چالیس دن شکم ماہی میں رہے۔ بعد کو واپس آئے تو قوم نے اطاعت قبول کی۔ حضرت یونسؑ کا پورا واقعہ سورہ انبیاءؑ و صافات میں درج ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آیت ۱۰۰:

اس آیت میں خدا نے چند باتوں کو ظاہر فرمایا ہے۔ اول یہ کہ اپنے رسولؐ کو تسلی و اطمینان دلایا ہے کہ تم چاہتے ہو کہ سب ہی لوگ مسلمان ہو جائیں تا کہ تم اپنی نبوت کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤ، تو ہم تم کو بتائے دیتے ہیں کہ اگر لوگ کافر ہی رہیں گے تو ہم تم سے باز پرس نہیں کریں گے۔ کیونکہ اگر ہم چاہتے تو سب کا اپنا مطیع مثل ملائکہ کے

بنا دیتے۔ مگر ہم تو انسان کو نعمات دے کر امتحان لینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا تمہارا کام صرف ہمارے پیغام کو پہنچا دینا ہے۔ تم مطمئن رہو۔ دوم خدا نے اپنے رسول وانبیاءؑ سابقین یونسؑ، نوحؑ وموسیٰؑ کے واقعات سنا دیئے تا کہ رسولؐ کو مزید اطمینان ہو اور ان کی امت کو عبرت ہو اور وہ بھی اپنی نافرمانی کے نتیجہ سے واقف ہو جائیں۔ سوم خدا نے اپنے رسولؐ کو مطلع کیا ہے کہ جو لوگ ہماری عطا کردہ عقل سے کام نہیں لیتے اور ہوا وہوس میں دبے رہتے ہیں تو ہم بھی ان کو ان کی حالات پر چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر وہ کفر کی گندگی میں وہ ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔ چہارم خدا نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ تم مطمئن رہو بس تم اتنا کرتے رہو کہ لوگوں سے کہہ دو کہ زمین آسمانوں کا خالق اور مالک اور حاکم خدا ہے۔ دوسری یہ بات کہہ دو کہ ان کو چاہئے کہ وہ عقل سے کام لے کر خدا کی نشانیوں اور دلیلوں پر غور وفکر کیا کریں تا کہ مومن ہو سکیں اور عذابِ جہنم سے بچ سکیں۔

آیت ۱۰۱۔ ۱۰۲:

خداوند قدیر نے پھر اپنے رسول حضرت محمدؐ کو تسلی دی ہے اور اطمینان دلایا ہے کہ تم کو ہم نے بشیر ونذیر بنا کر امت پر بھیجا ہے۔ مگر جو لوگ ہٹ دھرم ضدی اور سرکش ہوتے ہیں ان کو ڈرانے والوں کا ڈرانا اور بشارت دینے والوں کا بشارت دینا بے کار ہوتا ہے کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی نہیں اترتی۔ لہٰذا وہ تاریکی ہی میں رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ اسی قسم کے لوگ ہیں جیسے ان سے پہلے گزرے تھے کہ انبیاءؑ کے معجزات سے انکار کیا اور بوجہ انکار عذابِ سخت میں مبتلا ہوئے۔ اور بار بار ان کی نسلیں ان کا انکار ہی کرتی رہیں۔ تم اپنی امت سے کہہ دو کہ کیا تم بھی عذاب کے منتظر ہو؟ یاد رکھو کہ وہ عذاب دنیا میں اس طرح آئے گا کہ تم باہم فرقے بن جاؤ گے۔ دین کے معاملہ میں اختلاف کرو گے اور وقتاً فوقتاً آسمانی بلائیں اور زمین کی بلائیں طوفان، زلزلے اور باہمی جنگیں تم کو تباہ کرتی رہیں گی۔ آخرت کے عذابِ دائمی سے تم ہرگز نہ بچ سکو گے۔ موجودہ عہد کے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

آیت ۱۰۳:

اِس آیت میں خدا نے پھر اپنے رسولؐ اور مومنین کو اطمینان دلایا ہے کہ وہ کفار سے کبھی مغلوب نہ ہوں گے۔ خدا ان کو ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے گا اور جو حضرت محمدؐ کے تابعِ احکام ہوں گے وہ ہمیشہ نجات پاتے رہیں گے۔ یہ وعدہ خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

آیت ۱۰۴:

یہ خطاب عہدِ رسولؐ کے لوگوں یعنی اہل مکہ و اہل مدینہ اور نیز تمام عالم کے انسانوں سے ہے کہ اے رسولؐ تم کہہ دو کہ تم دینِ اسلام کے حق ہونے سے انکار کرتے ہو اور خدا کا شریک دوسروں کو بناتے ہو، اس طرح تم اپنے ہوا وہوس کو اپنا معبود قرار دیتے ہو۔ یہ تمہارا فعل ہے مگر میں تو اس اللہ پر ایمان رکھتا ہوں جو تم کو کھلاتا ہے اور تم کو موت دے گا۔ تم موت سے ہرگز نہ بچ سکو گے اور اتنا بھی سمجھ لو کہ عذابِ آخرت سے بھی تم نہ بچو گے۔ وہ بھی یقینی ہے۔ میں خدا کا رسولؐ ہوں اور اس پر ایمان لایا ہوں اسی طرح جس طرح مجھ سے پہلے انبیاءؑ ایمان رکھتے تھے۔

آیت ۱۰۵:

واقم وجهك للدّين حنيفا۔ خطاب رسولؐ سے ہے اور اس امر کے لئے ہے کہ اپنا رخ سیدھا اللہ کی طرف رکھو۔ اور خدا نے اپنے رسولؐ کو بری الذّمہ قرار دیا ہے کہ لوگ نہ سمجھیں کہ وہ خود اپنی جانب سے دینِ اسلام کے احکام کو لوگوں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جان لیں کہ رسولؐ بھی حکمِ خدا کا پابند ہوتا ہے اور جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے وہ سب احکامِ خدا کی تعمیل ہوتی ہے۔ اور خدا نے یہ بھی ظاہر کیا کہ شرک اتنا بڑا ظلم ہے کہ وہ اس کو کسی کے لئے بھی جائز قرار نہیں دیتا۔ بات یہ تھی کہ کفارِ مکہ کہتے تھے کہ اگر محمدؐ ہمارے معبودوں یعنی بتوں کو ہمیں پوجنے دیں تو ہم خدا کی بات بھی مان لیں گے لہٰذا خدا نے ظاہر کر دیا ہے کہ محمدؐ کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ وہ بت پرستی اور شرک کرنے والوں پر عذاب کرے گا اور دینِ اسلام دراصل یہی ہے کہ خدا کو واحد و یکتا اور صاحبِ قدرت تسلیم کیا جائے۔

آیت ۱۰۶:

ظاہر ہے اور قرآن گواہ ہے اور سیرتِ حضرت محمدؐ شاہد ہے کہ نہ انہوں نے اور نہ ان کے آبا واجداد نے شرک کیا۔ اور از آدمؑ تا عبدالمطلبؑ و حضرت عبداللہؑ، نورِ محمدؐ طاہرین اور موحدین کی پشتوں ہی میں منتقل ہوتا رہا۔ آپ کے اسلاف یا انبیاءؑ تھے یا اوصیاء تھے۔ پھر خدا کا یہ فرمانا: **وَلا تدع من دون الله**۔ (اللہ کے سوا کسی کو نہ پکار) صرف اسی لئے ہے کہ امت اور عوام کو یقین ہو جائے کہ بجز خدا کے کسی کو پکار کر اس سے مدد طلب کرنا یا اس کو معبود سمجھنا بے فائدہ ہے۔ کیونکہ وہ چیزیں خود مخلوقِ خدا ہیں ان سے کسی کو نہ نقصان ہوسکتا ہے اور نہ فائدہ۔ لہٰذا ایسی چیزوں کو خدائے قدیر کا شریک بنانا حماقت ہے اور جو بھی ایسا کرے گا وہ گمراہ ہے۔ یہ پیغام خدا کا بزبانی حضرت محمدؐ قیامت تک کے لئے باقی رہے گا۔ اہلِ اسلام کو اس حکمِ الٰہی پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ بوجہ جہالت

غیر خدا کو اپنا حاجت روا ماننے لگیں۔ حالانکہ قرآن کا صاف حکم ہے لا تدع من دون اللہ۔ (خدا کے علاوہ کسی کو مدد کے لئے نہ بلاؤ۔) البتہ اگر خدا خود کسی کو امت کا ناصر و مددگار بنا دے اور اس کی اطاعت کا حکم دے تو وہ خدا کی ہی اطاعت ہے۔

آیت ۱۰۷:

اس آیت نے ثابت کر دیا کہ دنیا کی کوئی طاقت وقوت ایسی نہیں ہے جو مرضیِ خدا میں دخل دے سکے حتیٰ کہ انبیاءؑ بھی ارادہِ خدا میں دخل نہیں دے سکتے۔ حتیٰ کہ سید الانبیاء حضرت محمدؐ کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ارادہ اور حکمِ خدا میں دخل دے سکیں۔ امتِ محمدی کو بتانا مقصود ہے کہ کہیں وہ مثل امم سابقہ کے مشرک نہ ہو جائے کہ نصاریٰ نے عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا کر اپنا معبود بنا لیا اور یہودیوں نے عُزیرؑ کو خدا کا بیٹا بنا کر اپنا معبود قرار دے دیا۔ اس طرح وہ مشرک ہو کر عذابِ جہنم کے مستحق ہو گئے۔ اسی طرح اگر امتِ محمدؐ بعدِ وفاتِ محمدؐ ان کو خدا کا شریک قرار دے گی، تو وہ بھی ان مشرکین کے ساتھ محسوب ہوگی۔ جب خدا نے اتنی تاکید کر دی ہے کہ حضرت محمدؐ کو بھی ارادہِ خدا میں شریک کرنے والا مشرک ہے تو پھر مسلمان غور کریں کہ وہ کن کن چیزوں کو اپنا حاجت روا اور ارادہِ خدا کو بدلنے والا تصور کیے ہوئے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

آیت ۱۰۸:

خدائے قدیر نے اس آیت میں چند باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اول یہ کہ اے رسولؐ تم انسانوں سے کہہ دو کہ خدا نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ حق تم کو پہنچا دیا۔ (حق دینِ اسلام قرآن اور ذاتِ اقدسِ حضرت محمدؐ ہے۔) اب حضرت محمدؐ کی پیروی حق کی پیروی ہوگی اور اس سے انحراف حق سے انحراف ہوگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ الحق مع علی و علی مع الحق ۔ (یعنی حق علیؑ کے ساتھ رہے گا اور علیؑ حق کے ساتھ رہے گا۔) اسی لئے اہلِ اسلام کا اتفاق ہے کہ عہدہِ جلیلہِ ولایت حضرت علیؑ کو خدا نے عطا کیا ہے۔ دوم یہ کہ انسان اپنے فعل کا خود مختار ہے چاہے حق کو قبول کرے یا گمراہ ہو جائے۔ سوم یہ کہ حضرت محمدؐ امت کے افعال و اعمال کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ افراد چاہے حق پر قائم رہیں، یا خود کو گمراہ کر لیں۔ چہارم یہ کہ خدا حاکمِ یومِ جزاء ہے۔ وہ خود فیصلہ کرے گا اور انسان اپنے اعمال کی سزا و جزا برداشت کریں گے۔

تفسیر سورۃ ھُودؑ

سورہ ھود کی تلاوت کا ثواب مطابق حدیث رسولؐ بہت ہے۔ تفسیر عیاشی میں حضرت ابی جعفر حضرت امام محمد باقرؑ

سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو سورۂ ہودؑ کی تلاوت بروز جمعہ کرے گا حق تعالیٰ اس کو روزِ قیامت انبیاءؑ کے زمرہ میں شامل کرے گا اور حساب اس پر آسان کر دے گا اور اس کے گناہوں پر کسی کو اطلاع نہ ہو گی۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول خداؐ سے عرض کیا: **یارسول اللہ عجل الیك الشیب**۔ (اے خدا کے رسول بڑھاپا آپ پر جلد آ گیا۔) تو آپؐ نے جواب دیا: **شیبتی سورۃ ھود واخواتھا الحاقۃ والواقعۃ وعمّ یتساءلون وھل اتٰك حدیث الغاشیہ**۔ (اے ابوبکرؓ مجھ کو سورہ ہود اور اس کی مثل سورتوں حاقہ، واقعہ، عم یتساءلون اور ھل اتٰک، آیت ا: حدیث الغاشیہ نے بوڑھا کر دیا ہے۔)

الٓرٰ۔ مفسر شعبی سے کسی نے حروف مقطعات کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا **سر اللہ فلا تطلبوہُ**۔ (یہ خدا کا راز ہے اس کو نہ طلب کرو۔) علاوہ بریں یاد رکھنے کی بات ہے کہ قرآن تمام حضرت محمدؐ پر نازل ہوا ہے اور خدا نے فرمایا ہے کہ **ما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم** (سورۂ آلِ عمران، آیت: ۷) قرآن کے معنی اور اس کے الفاظ وحروف کی تاویل بجز خدا اور اس کے رسولؐ اور چند افراد جن کو علم قرآن عطا کیا گیا ہے کوئی نہیں جانتا ہے۔ بس تو یہ معلوم ہوا کہ خدا نے قرآن کی تاویل کو حضرتؐ پر نازل کیا ہے اور اس کا خطاب بھی رسول اللہؐ سے ہے یا بذریعہ رسولؐ مومنین اور عوام الناس سے خطاب کیا گیا ہے۔ مگر خدا کو علم تھا کہ بعد وفات حضرت محمدؐ قرآن کے معنی میں بھی من گھڑت تاویلات کی جائیں گی جیسے کہ پہلے لوگوں نے توریت انجیل و زبور کو بدل دیا اور ان کے معنی میں اختلاف کیا لہٰذا خدا نے مصلحتاً کچھ ایسے حروف بھی مقرر کر دیئے جو قیامت تک کے آنے والے لوگوں کو اس طرف توجہ دلائیں کہ قرآن کو سمجھنے اس کے احکام کی تبلیغ کرنے اس کی تفسیر و تاویل کرنے کا حق صرف حضرت محمدؐ کو ہے یا ان کو ہے جو خدا کی طرف سے علوم قرآن کے وارث قرار دیئے گئے ہیں۔ یہ حروف بعض سورتوں کی ابتدا میں انسان کو اسی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ قرآن کے بارے میں خود رائے نہ دے، ورنہ عذاب کا مستحق ہو گا بلکہ وہ حضرت محمدؐ اور ان کے آلِ اطہار سے ہی رجوع کرتا رہے تاکہ ہدایت پا سکے۔

قرآن کی صفات خدا نے بیان فرمائیں اول یہ کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ دوم یہ کہ اس کے احکام محکم ہیں یعنی صاف واضح اور مضبوط ہیں، قیامت تک باقی رہیں گے۔ سوم یہ کہ اس کو علیم وخبیر خدا نے نازل کیا ہے۔ چہارم یہ کہ ہر آیت اور ہر حکم کی تفسیر قرآن میں موجود ہے کہ خود آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔ پنجم یہ کہ حضرت محمدؐ پر قرآن نازل ہوا ہے ان کو خدا نے بشیر ونذیر بنا کر مبعوث کیا ہے۔ اب محمدؐ کی فرماں برداری یعنی پیروی ہی سے نجات حاصل ہو سکتی ہے اور سابقہ ادیان و مذاہب کام نہ آئیں گے۔

آیت ۳:

اگر انسان استغفار کرتا رہے گا اور یہ یقین رکھے گا کہ اس کو پیشِ خدجانا ہے، اس کے لئے روزِ حساب مقرر ہےتو وہ مومن ہوگا اور خدا کا وعدہ ہے کہ وہ مومن کو زندگانیِ دنیا میں فائدہ پہنچائے گا۔ وہ صحت، دولتِ ایمان، عملِ صالح بجالانے کی طاقت کا مالک بنائے گا۔ اس کی زندگی آرام اور عزت سے گزرے گی اور جو نیکی وہ کرے گا اس کا پھل دنیا میں بھی پاتا رہے گا اور آخرت میں پائے گا۔

آیت ۵:

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت اخنس بن شریف کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ شیریں کلام انسان تھا۔ رسول خداؐ کے سامنے آپ کی مدح کرتا تھا مگر منافق تھا۔ دل میں دشمنی رکھتا تھا نیز یہ آیت منافقین کی حرکات کی نشان دہی کرتی ہے۔

الجزء ۱۲

وَ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا وَ یَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّہَا وَ مُسۡتَوۡدَعَہَا ؕ کُلٌّ فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۶﴾

اور زمین میں کوئی چلنے والا نہیں مگر یہ کہ اس کا رزق خدا کے ذمہ ہے اور خدا جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو اور اس کی سپردگی کی جگہ کو۔ یہ سب کھلی ہوئی واضح کتاب میں موجود ہے۔ (۶)

وَ ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّ کَانَ عَرۡشُہٗ عَلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَئِنۡ قُلۡتَ اِنَّکُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡمَوۡتِ لَیَقُوۡلَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۷﴾

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں سے زیادہ نیک عمل کون کرتا ہے؟ اور (اے رسولؐ) اگر تم یہ کہو کہ تم لوگ موت کے بعد ضرور اٹھائے جاؤ گے، تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ (۷)

وَ لَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡہُمُ الۡعَذَابَ اِلٰۤی اُمَّۃٍ مَّعۡدُوۡدَۃٍ لَّیَقُوۡلُنَّ مَا یَحۡبِسُہٗ ؕ اَلَا یَوۡمَ یَاۡتِیۡہِمۡ لَیۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡہُمۡ وَ حَاقَ بِہِمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۸﴾ ع

ع ۱ ۸

اگر ہم ان کے عذاب کو ایک معدود مدّت کے آنے تک روک رکھیں گے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ کیا چیز اس کو روکتی ہے؟ آگاہ ہو کہ جس دن وہ (عذاب) ان پر آئے گا پھر ان سے ہرگز نہ پھیرا جائیگا اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (یعنی جہنم) وہ ان کو گھیر لے گی۔ (۸)

وَ لَئِنۡ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَۃً ثُمَّ نَزَعۡنٰہَا مِنۡہُ ۚ اِنَّہٗ لَیَـُٔوۡسٌ کَفُوۡرٌ ﴿۹﴾

اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں، پھر اس سے اس کو چھین لیتے ہیں تو وہ ضرور بڑا مایوس اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔ (۹)

وَ لَئِنۡ اَذَقۡنٰہُ نَعۡمَآءَ بَعۡدَ ضَرَّآءَ مَسَّتۡہُ لَیَقُوۡلَنَّ ذَہَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیۡ ؕ

اور اگر ہم اس کو نعمتوں کا مزہ بعد اس کے چکھاتے ہیں کہ اس پر فقر و فاقہ کی تکلیف گزر چکی

اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌۙ﴿۱۰﴾

ہے، تو پھر وہ یہ کہنے لگتا ہے اب میری مصیبتیں دور ہو گئیں۔ یقیناً وہ بہت ہی مسرور اور بڑا فخر کرنے والا (متکبر) ہو جاتا ہے۔ (۱۰)

اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ﴿۱۱﴾

مگر وہ لوگ جو صابر رہتے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں، انہی لوگوں کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ (۱۱)

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰۤى اِلَیْكَ وَ ضَآىٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ یَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِیْرٌؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌؕ﴿۱۲﴾

پس شاید تم چھوڑنے والے ہو بعض حصہ کا اس میں سے جو تم کو وحی کی گئی ہے اور اس پر تمہارا دل تنگی محسوس کرے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پر خزانہ کیوں نہ اتارا گیا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا؟ تو سوائے اس کے نہیں ہے کہ تم صرف ڈرانے والے ہو۔ اور اللہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱۲)

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴿۱۳﴾

یا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کو تم نے خود بنالیا ہے۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اس کی مثل دس سورتیں تم بھی بنا کر لے آؤ اور اپنی مدد کو بلالو جن کو تم بلا سکتے ہو، خدا کے علاوہ، اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔ (۱۳)

فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴿۱۴﴾

پس اگر وہ تمہاری بات کو پورا نہ کریں تو سمجھ لو کہ جو کچھ نازل کیا گیا ہے خدا کے علم سے نازل کیا گیا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پس کیا تم اب بھی اسلام لاؤ گے؟ (۱۴)

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝۱۵

جوشخص زندگانیِ دنیا اور زینتِ دنیا کا طلب گار ہو گا تو ہم اسی دنیا میں ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا معاوضہ دیں گے اور ان کو اس میں کچھ نقصان نہ دیا جائے گا۔ (۱۵)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۶

یہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آتشِ دوزخ کے اور کچھ نہ ہوگا اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں بنایا ہوگا وہ سب اکارت ہو جائے گا اور جو کچھ انہوں نے عمل کیا ہوگا وہ باطل ہو جائے گا۔ (۱۶)

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۷

کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہو اور اس کے پیچھے پیچھے ایک گواہ آتا ہو جو اسی کا جزو ہو، اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب امام و رحمت ہو۔ وہی لوگ تو اس پر ایمان لائے ہیں اور جو بھی گروہوں میں سے اس کا منکر ہوگا، تو اس کا ٹھکانہ آتش جہنم ہوگا۔ پس تمؐ اس کے بارے میں شک میں نہ رہنا۔ یقیناً وہ تمہارےؐ رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ (۱۷)

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۸

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے؟ وہی لوگ ہیں جو اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور گواہ یہ کہیں گے کہ یہی ہیں جنہوں نے اپنے اللہ کے خلاف جھوٹ بولا۔ آگاہ ہو کہ اللہ کی لعنت انہی ظالموں پر ہوگی۔ (۱۸)

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو اس کی کجی کے خواستگار ہیں اور وہی لوگ ہیں جو آخرت کے منکر ہیں۔(۱۹)

اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

وقف لازم

وہی لوگ ہیں کہ دنیا میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے اور خدا کے سوا ان کا کوئی حاکم نہ ہوگا۔ ان کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا (کیونکہ) وہ (حق کو نہ) سننا ہی چاہتے تھے اور نہ دیکھنا ہی۔(۲۰)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنے نفسوں (اپنے آپ) کو نقصان پہنچایا اور وہ کھو بیٹھے اس کو بھی جو وہ افترا پردازی کیا کرتے تھے۔ (خدا کے رسول پر جھوٹے الزامات لگایا کرتے تھے)۔(۲۱)

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾

لامحالہ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے وہی ہوں گے۔(۲۲)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾

یقیناً جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اعمالِ نیک بجا لائے اور اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہیں، وہی لوگ تو جنتی ہیں۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔(۲۳)

مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ

ان دونوں گروہوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے

وَالْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ
ع ۲ ۱۶ ۲ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ع ﴿۲۴﴾

ایک اندھا دوسرا بہرہ۔ ایک دیکھنے والا اور ایک سننے والا۔ کیا مثل (مثال) میں یہ دونوں مساوی ہو سکتے ہیں؟ پس کیوں تم غور وفکر نہیں کرتے؟ (۲۴)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ
اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۲۵﴾

اور ہم نے بے شک نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ نوحؑ نے کہا: یقیناً میں تمہارے واسطے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ (۲۵)

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾

کہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرو۔ یقیناً میں تمہارے بارے میں خوف رکھتا ہوں، دردناک عذاب کے دن سے۔ (۲۶)

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ
قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا
نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا
بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ
فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

پس ان کی قوم کے سرداروں نے جو کافر تھے کہا کہ ہم تو تم کو اپنا جیسا ہی آدمی دیکھتے ہیں اور ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی کسی نے بھی نہیں کی سوائے ان (غریب) لوگوں کے جو ہم میں سے ظاہر بہ ظاہر رذیل ہیں اور ہم تم کو اور تمہارے پیروؤں کو اپنے مقابلے میں صاحبِ فضل (مالدار) نہیں پاتے۔ بلکہ ان کو جھوٹا خیال کرتے ہیں۔ (۲۷)

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى
بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ
عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۭ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ
اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

(نوحؑ نے) کہا کہ اے میری قوم! کیا تم نے یہ سمجھا ہے کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے اپنی طرف سے مجھ کو رحمت (نبوت) عطا فرمائی ہے، مگر وہ تم کو دکھائی نہیں دیتی تو کیا میں اس کو (جبراً) تمہارے گلے میں باندھ سکتا ہوں؟ (۲۸)

وَ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ
اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ
لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝۲۹

اے میری قوم! میں تم سے مال کا سوال نہیں کر رہا ہوں۔ میرا اجر تو خدا کے ذمہ ہے اور میں ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے ہیں اپنے پاس سے نکالنے والا نہیں ہوں۔ یقیناً وہ سب اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل قوم ہو۔(۲۹)

وَ يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ
طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳۰

اے میری قوم! اگر میں ان (مومنین) کو نکال دوں تو خدا (کے انتقام) سے بچانے کے لئے میرا کون مددگار ہوگا؟ پس تم کیوں نہیں غور وفکر کرتے ہو؟(۳۰)

وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ
وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ
وَّ لَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْيُنُكُمْ
لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ
اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۱

اور میں یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ان کی نسبت جو تمہاری نظروں میں حقیر ہیں یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو کبھی خیر وخوبی نہ دے گا۔ ان کے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ اس سے خوب آگاہ ہے (اگر میں ایسا کہوں) تو یقیناً میرا شمار بھی ناانصاف لوگوں میں ہو جائے۔(۳۱)

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ
جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۲

ان لوگوں نے کہا کہ اے نوحؑ تم ہم سے خوب جھگڑے اور اس جھگڑے کو بڑھایا بھی۔ پس اگر تم سچے ہو تو جس چیز (عذابِ خدا) سے تم ہم کو ڈراتے ہو وہ لے آؤ۔(۳۲)

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَ
مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۳۳

(نوحؑ نے) کہا کہ وہ تو اللہ ہی تم پر لائے گا۔ اگر وہ چاہے اور اس کو تم عاجز نہ کرسکو گے۔(۳۳)

وَلَا يَنۡفَعُكُمۡ نُصۡحِيۡۤ اِنۡ اَرَدۡتُّ اَنۡ اَنۡصَحَ لَكُمۡ اِنۡ كَانَ اللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ يُّغۡوِيَكُمۡ ؕ هُوَ رَبُّكُمۡ ۟ وَ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ؕ﴿۳۴﴾

اور میری نصیحت تم کو نفع نہ دے گی اگرچہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو نصیحت کروں جبکہ اللہ چاہتا ہے کہ تم کو اپنی رحمت سے محروم کرے۔ وہ تمہارا رب ہے اور اسی کے حضور میں تم پلٹ کر جانے والے ہو۔ (۳۴)

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَيۡتُهٗ فَعَلَىَّ اِجۡرَامِىۡ وَ اَنَا بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُجۡرِمُوۡنَ ﴿۳۵﴾ ع ۳ ۱۱ ۳

کیا وہ کہتے ہیں کہ قرآن کو کوئی جھوٹا بنا لایا ہے؟ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اگر میں نے بنایا ہے تو اس کا گناہ میرے ذمّہ ہے اور جو جرم تم کرتے ہو اس سے میں بری الذمہ ہوں۔ (۳۵)

وَ اُوۡحِىَ اِلٰى نُوۡحٍ اَنَّهٗ لَنۡ يُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ۖۚ﴿۳۶﴾

اور نوحؑ کی طرف وحی کی گئی تمہاری قوم میں سے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لا چکے ہیں اب اور کوئی ایمان نہ لائے گا۔ پس جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں اس سے تم رنجیدہ نہ ہو۔ (۳۶)

وَ اصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا وَ لَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿۳۷﴾

اور ہمارے روبرو اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ اور ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم اختیار کیا ہم سے کوئی خطاب (دعا) نہ کرنا۔ یقیناً وہ غرق کیے جائیں گے۔ (۳۷)

وَ يَصۡنَعُ الۡفُلۡكَ ۟ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيۡهِ مَلَاٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ سَخِرُوۡا مِنۡهُ ؕ قَالَ اِنۡ تَسۡخَرُوۡا مِنَّا فَاِنَّا نَسۡخَرُ مِنۡكُمۡ كَمَا تَسۡخَرُوۡنَ ؕ﴿۳۸﴾

اور (نوحؑ تو) کشتی بنا رہے تھے اور جب کبھی سردارانِ قومِ ان کی طرف سے گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ (نوحؑ نے) کہا کہ تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم تمہارا مذاق ایسے ہی اڑائیں گے جیسے تم مذاق اڑا رہے ہو۔ (۳۸)

فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ يَّاۡتِيۡهِ عَذَابٌ يُّخۡزِيۡهِ وَ يَحِلُّ عَلَيۡهِ عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ﴿۳۹﴾

پس عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے اور کس پر قائم رہنے والا عذاب نازل ہوتا ہے؟ (۳۹)

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ قُلۡنَا احۡمِلۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ وَ اَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ وَمَنۡ اٰمَنَ ‌ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيۡلٌ ﴿۴۰﴾

حتیٰ کہ ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا۔ تو ہم نے کہا: (اے نوحؑ) اس کشتی میں ہر قسم کا ایک ایک جوڑا رکھ لو اور اپنے اہل و عیال کو سوار کر لو، سوائے اس کے جس کے بارے میں پہلے ہی ہمارا حکم ہو چکا ہے اور جو ایمان لایا ہے (اس کو بھی سوار کر لو) اور نہیں ایمان لائے تھے نوحؑ کے ساتھ مگر بہت کم لوگ۔ (۴۰)

وَقَالَ ارۡكَبُوۡا فِيۡهَا بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖىهَا وَمُرۡسٰٮهَا ‌ؕ اِنَّ رَبِّىۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۴۱﴾

قرء حفص بفتح الميم وامالة الراء ١٢

اور (نوحؑ نے) کہا کہ "بسم اللہ" کہہ کر اس (کشتی) میں سوار ہو جاؤ کہ اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام کی مدد سے ہے۔ بے شک میرا رب بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (۴۱)

وَهِىَ تَجۡرِىۡ بِهِمۡ فِىۡ مَوۡجٍ كَالۡجِبَالِ قف وَنَادٰى نُوۡحُ اۨبۡنَهٗ وَكَانَ فِىۡ مَعۡزِلٍ يّٰبُنَىَّ ارۡكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنۡ مَّعَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۴۲﴾

اور وہ کشتی ان کو پہاڑ جیسی بلند موجوں میں لے کر چلی جا رہی تھی اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کو آواز دی۔ حالانکہ وہ ایک کونے میں تھا، کہ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہو۔ (۴۲)

قَالَ سَاٰوِىۡۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعۡصِمُنِىۡ مِنَ الۡمَآءِ ‌ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡيَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ‌ ۚ وَ حَالَ بَيۡنَهُمَا

اس نے جواب دیا کہ میں پہاڑ پر پناہ لوں گا وہ مجھ کو طوفانِ آب سے بچا لے گا۔ (نوحؑ نے) کہا کہ آج کے دن خدا کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے سوائے اس کے جس پر خدا رحم فرمائے۔

الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

پھر موج دونوں کے مابین حائل ہوگئی پس وہ (بیٹا) ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا۔ (۴۳)

وَ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

اور ہم نے حکم دیا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان (بارش سے) رک جا اور پانی سکھا دیا گیا اور معاملہ ختم ہوگیا اور کشتی کوہِ جودی پر ٹھہر گئی اور یہ کہہ دیا گیا کہ ظالم قوم دور ہو (اللہ کی رحمت سے)۔ (۴۴)

وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾

اور نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا۔ پس کہا: اے میرے رب میرا بیٹا تو یقیناً میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو تمام حاکموں کا حاکم ہے۔ (۴۵)

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾

(خدا نے) فرمایا کہ اے نوحؑ یقیناً وہ تیرے اہل سے نہیں ہے۔ یقیناً وہ (سراپا) عملِ غیر صالح ہے۔ پس نہ سوال کر اس کے بارے میں جس کا تجھ کو علم نہیں ہے۔ یقیناً میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں تو نادانوں میں سے نہ ہو جائے۔ (۴۶)

قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَ تَرْحَمْنِيْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾

(نوحؑ نے) عرض کی: اے میرے رب میں ضرور اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے ایسی بات کی درخواست کروں جس کا مجھے علم نہیں ہے اور اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو بے شک میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ (۴۷)

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ
عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ
سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾

حکم دیا گیا تم سلامتی اور برکت کے ساتھ جو میری طرف سے تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر ہے زمین پر اترو اور کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جن کو ہم عنقریب نفع پہنچائیں گے۔ پھر ان پر ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔(۴۸)

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ
اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا
قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ؕۛ فَاصْبِرْ ؕۛ اِنَّ
الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع

الوقف علی فاصبر احسن والبقیۃ ۱۲ — معانقۃ ۹ — ع ۴

(اے رسولؐ) یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم وحی کے ذریعہ تم کو پہنچاتے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم ان باتوں سے آگاہ تھے، اور نہ تمہاری قوم آگاہ تھی۔ پس (اے رسولؐ) تم صبر کرو۔ یقیناً نیک انجام متقین کے لئے ہے۔(۴۹)

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور قومِ عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ ہودؑ نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور نہیں ہو تم مگر افترا کرنے والے۔ (خدا و رسولؑ پر جھوٹے الزامات لگانے والے)۔(۵۰)

يٰقَوْمِ لَآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ
اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا
تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

اے میری قوم! میں تم سے کارِ ہدایت کی کوئی مزدوری نہیں مانگتا ہوں۔ میرا اجر تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے پس تم کیوں نہیں سمجھتے؟ (۵۱)

وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا
وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا

اور اے میری قوم تم اپنے پروردگار سے مغفرت (معافیاں) طلب کرو۔ پھر اسی کی طرف رجوع ہو جاؤ تاکہ وہ تم پر موسلادھار مینہ برسائے اور وہ

مُجْرِمِينَ ﴿۵۲﴾

تمہاری قوت کو زیادہ کردے گا اور مجرم بن کر روگردانی نہ کرو (خدا سے مُنہ نہ پھیرو)۔ (۵۲)

قَالُوا يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۵۳﴾

انہوں نے جواب دیا کہ اے ہود نہ تو تم کوئی روشن دلیل لائے ہو اور نہ ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں۔ (۵۳)

إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۗ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۵۴﴾

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ تم کو ہمارے کسی دیوتا نے بری طرح جھپیٹے میں لے لیا ہے۔ (ہود نے) کہا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ میں ان (جھوٹے خداؤں) سے بیزار ہوں جن کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو۔ (۵۴)

مِنْ دُونِهِ ۖ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُونِ ﴿۵۵﴾

اس کے سوا تم سب مل کر میرے ساتھ مکاری کرو پھر مجھے مہلت نہ دو۔ (۵۵)

إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ۚ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۶﴾

یقیناً میں نے خدا پر توکل کیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی پالنے والا مالک ہے۔ کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے کہ اس کی پیشانی اللہ کے قبضۂ قدرت میں نہ ہو۔ یقیناً میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔ (۵۶)

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ

پس اگر تم پھر جاؤ تو یقیناً میں نے تم کو وہ پیغام پہنچا دیا جس کے لئے میں تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اور میرا پروردگار تمہارے سوا دوسری قوم کو تمہارا قائم مقام بنا دے گا اور تم اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو

رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾

گے۔ یقیناً میرا رب ہر شئے پر نگراں ہے۔(۵۷)

وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ
نَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۸﴾

اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہودؑ اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے کو بچا لیا اور ان کو سخت عذاب سے نجات دی۔(۵۸)

وَ تِلْكَ عَادٌ ۗ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ
عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ
عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾

اور یہ قومِ عاد تھی کہ جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور وہ ہر ظالم نافرمان کے احکام کی پیروی کرتے تھے۔(۵۹)

وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ یَوْمَ
الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ
ع ۱۲ ۵ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع

اور اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی ہو گی۔ آگاہ ہو کہ یقیناً قومِ عاد نے انکار کیا اپنے رب کا۔ آگاہ ہو کہ قومِ ہود جو عاد تھی اس کے لئے (خدا اور اس کی رحمت سے) دوری ہے۔(۶۰)

وقف لازم

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ
یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ
اسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا
اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿۶۱﴾

اور قومِ ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت (اور اطاعت) کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور اس نے ہی تم کو اس میں آباد کیا ہے۔ پس تم اس سے طلبِ مغفرت کرو۔ پھر اسی کی طرف رجوع (متوجہ) ہو جاؤ۔ یقیناً میرا پروردگار (تم سے بہت) قریب ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے۔(۶۱)

قَالُوۡا يٰصٰلِحُ قَدۡ كُنۡتَ فِيۡنَا مَرۡجُوًّا قَبۡلَ هٰذَاۤ اَتَنۡهٰٮنَاۤ اَنۡ نَّعۡبُدَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِىۡ شَكٍّ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ مُرِيۡبٍ ﴿۶۲﴾

انہوں نے کہا کہ اے صالحؑ یقیناً اس سے پہلے تو ہم کو تم سے بڑی امیدیں تھیں۔ اب تم ہم کو منع کرتے ہو کہ جن چیزوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے کہ ہم ان کو نہ پوجیں، حالانکہ جس کی طرف تم بلاتے ہو ہم کو اسی کے بارے میں بہت شک ہے۔ (۶۲)

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كُنۡتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّىۡ وَ اٰتٰٮنِىۡ مِنۡهُ رَحۡمَةً فَمَنۡ يَّنۡصُرُنِىۡ مِنَ اللّٰهِ اِنۡ عَصَيۡتُهٗ ۚ فَمَا تَزِيۡدُوۡنَنِىۡ غَيۡرَ تَخۡسِيۡرٍ ﴿۶۳﴾

(صالحؑ نے) کہا کہ اے میری قوم کیا تم اتنا نہیں سمجھتے کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا کی ہے، پھر اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو خدا کی گرفت (پکڑ) سے بچانے میں میری مدد کون کرے گا؟ پس تم میرا کیا بڑھا دو گے سوائے گھٹانے کے۔ (۶۳)

وَ يٰقَوۡمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَـكُمۡ اٰيَةً فَذَرُوۡهَا تَاۡكُلۡ فِىۡۤ اَرۡضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوۡهَا بِسُوۡٓءٍ فَيَاۡخُذَكُمۡ عَذَابٌ قَرِيۡبٌ ﴿۶۴﴾

اور اے میری قوم! یہ ناقۂ خدا تمہارے لئے ایک نشانی (دلیل) ہے۔ پس اس کو چھوڑ دو کہ یہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے اور اس کو تکلیف نہ پہنچانا، ورنہ تم کو جلد عذاب پکڑ لے گا۔ (۶۴)

فَعَقَرُوۡهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوۡا فِىۡ دَارِكُمۡ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ‌ؕ ذٰلِكَ وَعۡدٌ غَيۡرُ مَكۡذُوۡبٍ ﴿۶۵﴾

پس انہوں نے اس کی کوچیں (پیروں کی رگیں) کاٹ ڈالیں۔ پس صالحؑ نے کہا کہ تم تین دن اپنے گھروں میں فائدہ اٹھاؤ۔ یہ وہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔ (۶۵)

فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَ مِنۡ

پس جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے صالحؑ اور اس کے ساتھ جو ایمان لائے تھے ان کو نجات دے دی،

خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ
الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾

اپنی رحمت کی وجہ سے اور ہم نے نجات دی ان کو اس دن کی رسوائی سے۔ یقیناً تیرا رب صاحبِ قوت اور غالب ہے۔ (٦٦)

وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾

اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک مہیب (خوفناک) آواز نے پکڑ لیا۔ پس وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (٦٧)

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ
كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ ع٦ ٨ ٦

گویا وہ ان میں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔ آگاہ ہو کہ قومِ ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا۔ آگاہ ہو کہ قومِ ثمود (رحمت خدا سے) دور ہوگئی۔ (٦٨)

وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ
بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا
لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾

اور یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر آئے اور انہوں نے آکر سلام کیا۔ ابراہیمؑ نے جوابِ سلام دیا۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ وہ ایک بچھڑے (کے گوشت) کے کباب لے آئے۔ (٦٩)

فَلَمَّا رَآ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ
نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا
لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾

پس جب دیکھا کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کباب کی طرف نہیں بڑھتے تو ان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے دل ہی دل میں ڈرے۔ انہوں نے کہا کہ تم ڈرو نہیں ہم قومِ لوطؑ کی طرف (عذاب دینے کے لئے) بھیجے گئے ہیں۔ (٧٠)

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا
بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ
يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾

اور ان کی زوجہ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر ہم نے اُس کو ولادتِ اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی خوشخبری دی۔ (٧١)

قَالَتۡ یٰوَیۡلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوۡزٌ وَّ هٰذَا بَعۡلِیۡ شَیۡخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ﴿۷۲﴾

اس نے کہا کہ اے ہئے، کیا میں بچہ جنوں گی؟ اور میں تو بڑھیا ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا پھونس ہے۔ یقیناً یہ واقعہ عجیب ہے۔(۷۲)

قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِیۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَکٰتُهٗ عَلَیۡکُمۡ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ﴿۷۳﴾

(ان فرشتوں نے) کہا کہ کیا تم حکمِ خدا سے تعجب کرتی ہو؟ تم پر تو خدا کی رحمت اور برکت ہے اے اہل بیت (نبی) یقیناً وہ (خدا) تو لائقِ حمد ہے اور صاحبِ عظمت۔(۷۳)

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنۡ اِبۡرٰهِیۡمَ الرَّوۡعُ وَجَآءَتۡهُ الۡبُشۡرٰی یُجَادِلُنَا فِیۡ قَوۡمِ لُوۡطٍ ؕ ﴿۷۴﴾

پس جبکہ ابراہیمؑ کا خوف دفع ہوگیا اور ان کو بشارت پہنچ چکی تو وہ قومِ لوطؑ کے بارے میں ہم سے جھگڑا کرنے لگا۔(۷۴)

اِنَّ اِبۡرٰهِیۡمَ لَحَلِیۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیۡبٌ ﴿۷۵﴾

یقیناً ابراہیمؑ بردبار، تضرع وانکساری کرنے والے اور خدا کی طرف رجوع ہونے والے تھے۔(۷۵)

یٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّکَ ۚ وَ اِنَّهُمۡ اٰتِیۡهِمۡ عَذَابٌ غَیۡرُ مَرۡدُوۡدٍ ﴿۷۶﴾

(فرشتوں نے کہا) اے ابراہیمؑ اس (جھگڑے) سے دست بردار ہوجاؤ۔ یقیناً تمہارے رب کا حکم قطعی آچکا ہے اور یقیناً ان پر نہ واپس جانے والا عذاب آنے والا ہے۔(۷۶)

وَ لَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِهِمۡ وَ ضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّ قَالَ هٰذَا یَوۡمٌ عَصِیۡبٌ ﴿۷۷﴾

اور جس وقت ہمارے فرشتے لوطؑ کے پاس آئے تو ان کا آنا ان کو بُرا معلوم ہوا اور ان کے سبب سے وہ دل تنگ (غمگین) ہوئے اور کہا کہ یہ آج کا دن بڑا ہی سخت ہے۔(۷۷)

وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾

اور ان کی قوم ان کی طرف دوڑتی ہوئی آئی اور وہ پہلے سے بداعمالیاں کرتے رہتے تھے۔ (لوطؑ نے) کہا کہ اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے واسطے زیادہ پاک و پاکیزہ ہیں۔ پس اللہ سے ڈرو مجھ کو میرے مہمانوں کے معاملہ میں رُسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی شخص سیدھے راستے پر نہیں ہے۔ (۷۸)

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾

انہوں نے کہا کہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم کو تمہاری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں ہے اور یقیناً تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ (۷۹)

قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾

(لوطؑ نے) کہا کہ کاش مجھ کو تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط جائے پناہ میں پناہ لے سکتا۔ (۸۰)

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾

(فرشتوں نے) کہا کہ اے لوطؑ ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں۔ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ پس تم تھوڑی رات رہے اپنے اہل وعیال کو ہمراہ لے کر چلے جاؤ اور تم میں سے کوئی پلٹ کر پیچھے نہ دیکھے مگر تمہاری زوجہ کہ اس پر وہی پڑے گی جو ان پر پڑے گی۔ یقیناً ان کا وقتِ (عذاب کا) وعدہ صبح ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟ (۸۱)

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ

پس جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس طبقۂ ارض کو الٹ پلٹ کردیا اور ان کے اوپر مٹیالے پتھروں

سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۙ ﴿۸۲﴾

کا مینہ برسایا جو تہہ بہ تہہ تھے۔ (۸۲)

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ
ع ۷ ۱۵ النصف الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

اور یہ تیرے رب کی طرف سے نشان کیے ہوئے تھے اور وہ بستی اِن ظالموں (کفار مکہ) سے کچھ دور نہیں۔ (۸۳)

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ
غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ
اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾

اور ہم نے اہلِ مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ شعیبؑ نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا بجز اللہ کے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ میں یقیناً تم کو دولت مند دیکھتا ہوں اور یقیناً میں ڈرتا ہوں تمہارے بارے میں اُس دن کے عذاب سے جو سب پر محیط ہوگا۔ (۸۴)

وَ يٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ
بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ
وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ناپ تول پوری دو اور اشیاء کے بارے میں لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔ (۸۵)

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

خدا جو کچھ تمہارے لئے باقی رکھے وہی تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔ (۸۶)

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ
نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ
اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ
الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾

انہوں نے کہا کہ اے شعیبؑ کیا تمہاری نماز (دین) یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ترک کر دیں ان کو جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے اور کیا ہم اپنے مال و دولت میں اپنی مرضی سے خرچ نہ کریں؟ یقیناً آپ ہی تو بردبار اور راست باز ہیں۔ (۸۷)

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

(شعیبؑ نے) کہا کہ اے میری قوم کیا تم یہ دیکھتے ہو کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اگر اس کی طرف سے مجھ کو رزقِ حسن (اچھا۔ وسیع) ملتا ہے اور میرا ارادہ یہ نہیں ہے کہ میں تمہاری مخالفت کروں اس بارے میں جس کے بارے میں میں نے تم کو منع کیا ہے۔ مگر میں تو جس قدر ہو سکے اصلاح چاہتا ہوں اور میری توفیق تو صرف اللہ کی طرف سے ہی ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی (خدا) کی طرف میں رجوع کرتا ہوں (متوجہ ہوتا ہوں)۔ (۸۸)

وَ يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾

اے میری قوم میری مخالفت کہیں تم کو اس طرف نہ لے آئے کہ تم پر ویسی مصیبت آ پڑے جیسی کہ قومِ نوح یا قومِ ہود یا قومِ صالح پر گزر گئی اور قومِ نوح کے اور تمہارے درمیان کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ (۸۹)

وَ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

اور تم اپنے پروردگار سے بخشش طلب کرو۔ پھر اسی کی طرف رجوع کرو۔ یقیناً میرا پروردگار بڑا رحم کرنے والا محبت کرنے والا ہے۔ (۹۰)

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾

انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیبؑ جو کچھ تم کہتے ہو ہم تو اس کا زیادہ حصّہ سمجھتے ہی نہیں اور ہم تو ضرور یہ دیکھتے ہیں کہ تم ہم میں کمزور ہو اور اگر ہم کو تمہارے گروہ کا خیال نہ ہوتا تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے اور تم ہم پر غالب نہیں ہو۔ (۹۱)

قَالَ يٰقَوۡمِ اَرَهۡطِىۡۤ اَعَزُّ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِؕ وَاتَّخَذۡتُمُوۡهُ وَرَآءَكُمۡ ظِهۡرِيًّاؕ اِنَّ رَبِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۹۲﴾	(شعیبؑ نے) کہا: اے میری قوم کیا میرا گروہ تمہارے نزدیک خدا سے بھی زیادہ صاحبِ غلبہ و قوت والا ہے اور تم نے خدا کے حکم کو پس پشت ڈال دیا۔ یقیناً میرا رب تمہارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (۹۲)
وَ يٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ اِنِّىۡ عَامِلٌؕ سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَۙ مَنۡ يَّاۡتِيۡهِ عَذَابٌ يُّخۡزِيۡهِ وَ مَنۡ هُوَ كَاذِبٌؕ وَارۡتَقِبُوۡۤا اِنِّىۡ مَعَكُمۡ رَقِيۡبٌ ﴿۹۳﴾	اے میری قوم! تم اپنی جگہ جو چاہو عمل کرو اور میں بھی کچھ کرنے والا ہوں۔ عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر نازل ہوتا ہے؟ اور کون جھوٹا ہے۔ اور تم انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔ (۹۳)
وَ لَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّيۡنَا شُعَيۡبًا وَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَۙ ﴿۹۴﴾	اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے شعیبؑ اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو نجات دی، اپنی رحمت سے اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک چیخ نے آ پکڑا۔ پس وہ سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (۹۴)
كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَاؕ اَلَا بُعۡدًا لِّمَدۡيَنَ كَمَا بَعِدَتۡ ثَمُوۡدُ ﴿۹۵﴾ ع ۱۲/۸	گویا کہ وہ کبھی ان میں آباد ہی نہ ہوئے تھے آگاہ ہو کہ اہلِ مدین رحمتِ خدا سے اسی طرح دور ہو گئے جیسے قومِ ثمود دور کر دی گئی تھی۔ (۹۵)
وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍۙ ﴿۹۶﴾	اور ہم نے بیشک موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا۔ (۹۶)
اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوۡۤا اَمۡرَ	فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف۔ انہوں

فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾

نے فرعون کے حکم کی پیروی کی، حالانکہ فرعون کا حکم راستی کے موافق نہ تھا۔(۹۷)

يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾

(فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آئے گا اور ان سب کو جہنم میں پہنچا دیگا اور کتنی بری وہ اُتارنے کی جگہ ہوگی۔(۹۸)

وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

اور اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی ہے اور قیامت کے دن بھی۔ کیسا بُرا تحفہ ہے جو ان کو ملے گا۔(۹۹)

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَاۗىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

یہ قصّے ان بستیوں کے قصّوں میں سے ہیں جو ہم تم کو (اے رسولؐ) سنا رہے ہیں۔ بعض ان میں باقی ہیں اور بعض اُجڑ چکیں۔(۱۰۰)

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا اور جب تیرے رب کا حکم آیا تو ان کے وہ معبود جنہیں وہ خدا کو چھوڑ کر پکارتے تھے، ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اور سوائے ہلاکت اور تباہی بڑھا دینے کے انہوں نے اور کچھ نہیں کیا۔(۱۰۱)

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾

اور اسی طرح تیرے رب کی گرفت (پکڑ) ہوتی ہے۔ جب بھی اس نے بستیوں کی گرفت کی ہے جبکہ وہ بستیاں ظالم ہوں۔ یقیناً اس کی گرفت شدید دردناک ہوتی ہے۔(۱۰۲)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ

یقیناً اس میں اس شخص کے لئے نشانی ہے جو

الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾	عذابِ آخرت سے ڈرتا ہو۔ یہ وہی دن ہوگا جبکہ تمام انسان جمع کیے جائیں گے اور اسی دن گواہیاں گزریں گی۔ (۱۰۳)
وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ؕ﴿۱۰۴﴾	اور نہیں تاخیر میں ڈالا ہے ہم نے مگر یہ کہ تھوڑے سے وقت کے لئے۔ (۱۰۴)
يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾	وہ دن آئے گا تو بجز اذنِ خدا کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔ پس ان میں سے کوئی شقی (بدبخت) ہوگا اور کوئی سعید (نیک) ہوگا۔ (۱۰۵)
فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ۙ﴿۱۰۶﴾	پس وہ لوگ جو شقی ہوں گے وہ جہنم میں جائیں گے، جہاں ان کے لئے چیخ و پکار ہوگی۔ (۱۰۶)
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾	وہ اس جہنم میں ہمیشہ رہیں گے، جب تک کہ زمین اور آسمان باقی ہیں مگر ہاں جن کو تیرا رب چاہے (نجات دے) یقیناً تیرا رب فاعلِ مختار ہے اس پر جو وہ کرنا چاہے۔ (۱۰۷)
وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾	اور لیکن وہ لوگ جو سعید (نیک) ہیں پس وہ جنت میں ہوں گے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، جب تک کہ زمین و آسمان باقی ہیں۔ یہ وہ عطیہ ہوگا جو ختم ہونے والا نہ ہوگا۔ (۱۰۸)
فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ	پس جن چیزوں کی یہ لوگ پرستش (پوجا پاٹ) کرتے ہیں تو ان کے بارے میں شک نہ کرنا یہ بھی

اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع ۹ ۱۴

ویسے ہی پرستش کرتے ہیں جیسی ان کے باپ دادا پہلے سے پرستش کرتے تھے اور ہم یقیناً ان کا حصہ پورا پورا دینگے کہ جو کبھی بھی کم نہ کیا جائیگا (یعنی عذاب)۔(۱۰۹)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾

اور بے شک ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی پھر اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تیرے رب کی بات پہلے نہ گزر چکی ہوتی تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور یقیناً وہ لوگ اس کے بارے میں ایسے شک میں ہیں کہ وہ شک ان کو مطمئن نہیں ہونے دیتا۔(۱۱۰)

وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

اور یقیناً تیرا رب ان میں سے ہر ایک کو ان کے اعمال کا بدلہ پورا پورا دیگا۔ یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ اس سے آگاہ ہے۔(۱۱۱)

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾

پس تم قائم رہو اس پر جو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی قائم رہیں جنہوں نے تیری طرف رجوع کیا ہے اور حد سے آگے نہ بڑھیں۔ یقیناً وہ (خدا) دیکھنے والا ہے اس کام کا جو تم کرتے ہو۔(۱۱۲)

وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور اے لوگو! جنہوں نے یقیناً ظلم کیا ہے، تم ان کی طرف مائل نہ ہو، پس تم کو آگ چھو لے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی یا سرپرست نہ ہوگا۔ پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی۔(۱۱۳)

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ

اور (اے رسولؐ) دن کے دونوں کنارے اور کچھ رات گئے نماز پڑھا کرو۔ یقیناً نیکیاں برائیوں کو

السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾

دور کرتی ہیں اور یہ یاد دہانی ہے یاد رکھنے والوں کے لئے۔(۱۱۴)

وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٥﴾

اور (اے نبیؐ) تم صبر کرو۔ یقیناً اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔(۱۱۵)

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿١١٦﴾

پس تم سے پہلے زمانوں میں ایسے دانشمند سمجھدار کیوں نہیں ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے باز رہتے؟ مگر قلیل تعداد ایسے لوگوں کی تھی۔ یہ وہی لوگ تھے جن میں سے بعض کو ہم نے نجات دی اور جن لوگوں نے ظلم اختیار کیا تھا وہ پیچھے چلے اس طریقہ کے جس میں ان کے لئے عیش و عشرت تھا اور وہ مجرم تھے۔(۱۱۶)

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿١١٧﴾

اور تیرے رب کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ بستیوں کو ہلاک کرے ظلم کر کے، جس حال میں کہ ان کے باشندے نیکوکار رہوں۔(۱۱۷)

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ﴿١١٨﴾

اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ تمام آدمیوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور اب تو وہ ہمیشہ اختلاف کرنے والے رہیں گے۔(۱۱۸)

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١١٩﴾

مگر صرف وہ جن پر تیرا رب رحم کرے اور اسی لئے تو ان کو پیدا کیا ہے۔ مگر تیرے رب کا کلمہ پورا ہوا کہ میں دوزخ کو (تمام نافرمان) جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔(۱۱۹)

وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ

اور ہم رسولوںؑ کی کچھ خبروں کو بیان کرتے ہیں

الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۰﴾	تا کہ تمہارے دل کو مضبوط کر دیں اور ان قصّوں کے بیان سے حق پہنچتا ہے اور (وہ قصّے) مومنین کے لئے نصیحت اور یاد دہانی ہوتے ہیں۔ (۱۲۰)
وَ قُلْ لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۙ﴿۱۲۱﴾	اور (اے رسولؐ) تم ان لوگوں سے کہہ دو جو ایمان نہیں لاتے ہیں کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ اور ہم بھی عمل کرتے رہیں گے۔ (۱۲۱)
وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾	تم بھی انتظار کرو اور یقیناً ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔ (۱۲۲)
وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۧ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۴/۱۰	اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کے غیب سے واقف ہے اور اسی کی طرف ہر امر (معاملہ) رجوع ہوتا ہے۔ (اے رسولؐ) تم اس کی ہی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب بے خبر نہیں ہے اس سے جو تم سب عمل کرتے ہو۔ (۱۲۳)

سورۃ یوسفؑ

آیتیں ۱۱۱ ۱۲ سُوْرَةُ یُوْسُفَ مکی ۵۳ رکوعاتھا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔
الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۫﴿۱﴾	الٓرٰ۔ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ (۱)
اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾	یقیناً ہم نے قرآن کو عربی (زبان) میں نازل کیا تا کہ شاید تم عقل سے کام لو۔ (۲)

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝۳

ہم (اے رسولؐ) تم سے ایک بہترین قصہ بیان کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے بذریعہ وحی اس قرآن میں پہلے بیان کیا ہے اور اگرچہ (اے رسولؐ) تم اس سے پہلے اس سے آگاہ نہ تھے۔ (۳)

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝۴

جبکہ یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا کہ اے بابا جان میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ (۴)

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۵

(یعقوبؑ نے) کہا: اے میرے پیارے بیٹے تو اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا۔ پس (کہیں) وہ کوئی مکر (مکاری) کریں تیرے خلاف۔ یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ (۵)

وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶ ع ۱ / ۱۱

اور اسی طرح تیرا رب تجھ کو منتخب کرے گا اور تجھ کو احادیث کی تاویل سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمتوں کو پورا کرے گا اور آلِ یعقوبؑ پر بھی جیسا کہ وہ پہلے تمہارے پر دادا ابراہیمؑ و اسحاقؑ پر کر چکا ہے۔ یقیناً تیرا رب صاحبِ حکمت اور ہر بات کا خوب جاننے والا ہے۔ (۶)

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷

یقیناً یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لئے دلیلیں اور نشانیاں ہیں۔ (۷)

إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝٨

جبکہ انہوں (برادران یوسفؑ) نے کہا: یوسفؑ اور اس کے (حقیقی) بھائی کے بارے میں کہ وہ ہمارے باپ کو ہم نے زیادہ محبوب ہے جبکہ ہم قوی لوگ ہیں۔ یقیناً ہمارے باپ صریح غلطی پر ہیں۔(۸)

اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ۝٩

یوسفؑ کو قتل کر دو یا اس کو کسی جگہ میں ڈال تا کہ تمہارے باپ کی توجہِ کامل تمہاری ہی طرف ہو جائے اور اس کے بعد تم خوشحال قوم ہو جاؤ گے۔(۹)

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝١٠

ان ہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسفؑ کو قتل نہ کرو اور اس کو کسی اندھے کنویں میں ڈال دو کہ اس کو کوئی راہ گیر اٹھا لے جائے، اگر واقعی تم کچھ (یوسفؑ کے ساتھ) کرنا چاہتے ہو تو (ایسا کرو)۔(۱۰)

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ۝١١

انہوں نے کہا: کیوں بابا جان یہ کیا بات ہے کہ آپ یوسفؑ کے معاملہ میں ہم پر بھروسہ نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم سب اس کی خیر طلب ہیں (اس کی بھلائی چاہتے ہیں)۔(۱۱)

أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝١٢

آپ اس کو ہمارے ساتھ کل صبح بھیج دیجئے کہ وہ میوہ کھائے اور کھیلے کودے اور ہم تو اس کے محافظ موجود ہی ہیں۔(۱۲)

قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَ

یعقوبؑ نے کہا کہ یقیناً میں رنجیدہ ہوں گا اگر تم اسے ساتھ لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اس کو بھیڑیا

اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾

کھا جائے اور تم اس سے بے خبر رہو۔ (۱۳)

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

انہوں نے کہا: اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے حالانکہ ہم قوی ہیں یقیناً پھر تو ہم بالکل نکمّے، نقصان اٹھانے والے ہی ہوئے۔ (۱۴)

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

پس جب وہ اس کو لے گئے اور اس بات پر مشورہ میں اجماع کیا کہ اس کو اندھے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اس (یوسفؑ) کی طرف وحی کی کہ یقیناً تو ان کو ضرور ان کے اس فعل سے آگاہ کرے گا، حالانکہ وہ نہیں جانتے ہوں گے۔ (۱۵)

وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ؕ ﴿۱۶﴾

اور وہ سب رات کو اپنے والد کے پاس روتے ہوئے آئے۔ (۱۶)

قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ الثلث

کہنے لگے کہ بابا جان ہم تو آپس میں دوڑ لگانے لگے تھے اور یوسفؑ کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ دیا تھا۔ پس اس کو بھیڑیا کھا گیا اور آپ ہماری بات کا یقین نہ کریں گے حالانکہ اگر ہم سچے بھی ہوں۔ (۱۷)

وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا

اور اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا لائے۔ یعقوبؑ نے کہا بلکہ کسی بڑی کارروائی پر تمہارے نفسوں نے ورغلا کے آمادہ کیا لہٰذا اب صبر بہتر ہے اور اللہ ہی مدد چاہنے کے لائق ہے اس پر جو کچھ تم

تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

بیان کرتے ہو۔ (۱۸)

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور ایک قافلہ آ گیا۔ انہوں نے اپنے سقّہ کو بھیجا۔ اس نے اپنا ڈول ڈالا۔ کہنے لگا کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ یہ تو لڑکا ہے اور اس کو اپنی بضاعت (مال تجارت) سمجھ کر چھپا لیا اور خدا جاننے والا ہے اس کا جو وہ کر رہے تھے۔ (۱۹)

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۱۲ ۲

اور اس کو (اس کے بھائیوں نے) معمولی قیمت پر چند درہموں میں بیچ ڈالا۔ (کیونکہ) وہ یوسفؑ سے نفرت کرنے والے تھے۔ (۲۰)

وَ قَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ؗ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور مصر کے جس شخص نے اس کو خریدا تھا اس نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اس کو بہ آرام رکھو۔ شاید کہ عنقریب یہ ہم کو نفع دے یا اس کو ہم بیٹا بنا لیں۔ اس طرح ہم نے یوسفؑ کو زمین میں متمکن کیا اور تا کہ اس کو ہم خواب کی تعبیر کا علم عطا کریں اور اللہ اپنے حکم میں غالب ہے لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ (۲۱)

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

اور جب یوسفؑ اپنی پوری قوت کو پہنچ گیا تو ہم نے اس کو حکومت اور علم عطا کیا اور ایسے ہی ہم نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔ (۲۲)

وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَيْتَ

اور اس کو پھسلایا اس عورت نے جس کے گھر میں وہ (یوسفؑ) تھا اور دروازے بند کر لیے اور کہا

لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

کہ آ جلدی کر میں تیری ہوں۔ یوسفؑ نے کہا کہ معاذ اللہ (خدا کی پناہ) یقیناً وہ (خدا) میرا رب ہے۔اس نے بہتر طریقہ پر میری پرورش کی ہے یقیناً خدا ظالموں کو نجات نہیں دیتا۔(۲۳)

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

اور یقیناً اس عورت نے یوسفؑ کا ارادہ کیا اور یوسفؑ بھی اس عورت کا ارادہ کرتے اگر انہوں نے خدا کی برہان (دلیل) کو نہ دیکھ لیا ہوتا۔ یہ اس لئے ہوا کہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور رکھیں۔یقیناً وہ (یوسفؑ) ہمارے پرخلوص بندوں میں سے ہے۔(۲۴)

وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

اور وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھے اور اس (یوسفؑ) کی قمیص کو پیچھے سے اس نے پھاڑ ڈالا۔ دروازہ کے قریب اس عورت کا شوہر آ پہنچا۔ اس عورت نے کہا: اس کی سزا کیا ہے جو تیری زوجہ سے بدی کا ارادہ کرے؟ یہی نا کہ اس کو قید کیا جائے یا اس کو دردناک عذاب دیا جائے۔(۲۵)

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾

(یوسفؑ نے) کہا کہ اس عورت نے مجھے خود مائل کرنا چاہا اور اس عورت کے کنبہ سے ایک گواہ نے گواہی بھی دی کہ اگر اس (یوسفؑ) کی قمیص سامنے سے پھٹی ہے تو یہ عورت سچی ہے اور وہ جھوٹوں میں سے ہے۔(۲۶)

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾

اور اگر اس (یوسفؑ) کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو وہ عورت جھوٹی ہے۔اور وہ (یوسفؑ) سچوں میں سے ہے۔(۲۷)

فَلَمَّا رَاٰ قَمِیۡصَهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنۡ كَیۡدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَیۡدَكُنَّ عَظِیۡمٌ ﴿۲۸﴾

پس اس کی قمیص کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو (عزیزِ مصر نے) کہا: یہ تو یقیناً عورتوں کا مکر (بدمعاشی) ہے۔ یقیناً تمہارا مکر وفریب بہت بڑا ہے۔(۲۸)

یُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ٜ وَ اسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ
ع ۳ ۱۳ الۡخٰطِـِٕیۡنَ ﴿۲۹﴾ ع

اے یوسفؑ اس کو جانے دو اور تو (اے زلیخا) اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ یقیناً تو ہی خطا وار ہے۔(۲۹)

وَ قَالَ نِسۡوَةٌ فِی الۡمَدِیۡنَةِ امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ ۚ قَدۡ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳۰﴾

اور شہر میں عورتوں نے کہنا شروع کر دیا کہ عزیز (مصر) کی بیگم اپنے غلام کو اپنے آپ کے لئے طلب کرتی ہے۔ اس (یوسفؑ) نے اس کے دل کو شگافتہ کر دیا ہے اپنی محبت سے۔ یقیناً ہم اس کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔(۳۰)

فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ اَرۡسَلَتۡ اِلَیۡهِنَّ وَ اَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّیۡنًا وَّ قَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَیۡهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَیۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ وَ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَهُنَّ وَ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیۡمٌ ﴿۳۱﴾

پس جب (زلیخا نے) ان کے مکر (طعنہ) کو سنا تو ان کو بلوا بھیجا اور ایک مجلس تیار کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری (مع لیموں) دے دی اور (زلیخا نے یوسفؑ سے) کہا کہ ان عورتوں کے سامنے آجاؤ۔ پس جب ان عورتوں نے اس (یوسفؑ) کو دیکھا تو ششدر رہ گئیں اور انہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور مجبور ہوکر عاجزی سے کہنے لگیں کہ پاک ہے خدا کہ وہ ایسا حَسین پیدا کرے۔ یہ تو بشر نہیں ہے مگر یہ کہ یہ کوئی مکرم فرشتہ ہے۔(۳۱)

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

(زلیخا نے) کہا: پس یہی تو وہ ہے کہ جس کے بارے میں تم مجھ کو ملامت کرتی ہو اور بے شک میں نے اس کو پھسلانا چاہا اپنی طرف مگر وہ باعصمت (بچا ہی) رہا اور اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جس کا میں حکم دیتی ہوں تو ضرور یہ قید کیا جائے گا اور ذلیل وخوار بھی ہوگا۔(۳۲)

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾

(یوسفؑ نے) خدا سے دعا کی کہ اے میرے رب قید مجھ کو زیادہ محبوب ہے اس کام سے جس کی طرف یہ عورتیں بلاتی ہیں اور اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے نہ دور کیا ہوتا تو میں ان کی طرف مائل ہو گیا ہوتا، اور میں جاہلوں میں سے ہوتا۔(۳۳)

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾

پس اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی۔ پس اس سے ان عورتوں کے مکر کو دور کر دیا۔ یقیناً وہ (خدا) سننے والا علم رکھنے والا ہے۔(۳۴)

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ ع ۱۴

پھر ان نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد ان کو یہی بہتر معلوم ہوا کہ کچھ مدت کے لئے اس (یوسفؑ) کو قید کر دیں۔(۳۵)

وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا

اور اس (یوسفؑ) کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان اور داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں کہ اس

بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٦﴾

میں سے پرندے کھاتے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر ہم کو بتادو۔ یقیناً ہم تم کو نیکو کاروں میں جانتے ہیں۔ (۳۶)

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا
نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ
ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ
مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

(یوسفؑ نے) کہا کہ جو کھانا تم کو دیا جاتا ہے وہ آنے بھی نہ پائے گا کہ اس سے پہلے میں تم کو تعبیر بتا دوں گا۔ میں نے تم دونوں سے یہ اس لئے کہا ہے کہ میرا یہ علم من جملہ اس کے ہے جو میرے پروردگار نے مجھ کو تعلیم دیا ہے۔ یقیناً میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ وہ ہیں جو قیامت کا انکار کرنے والے ہیں۔ (۳۷)

وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ
اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ
نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ
اللّٰهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٨﴾

اور میں تابع ہوں اپنے اجداد ابراہیمؑ واسحاقؑ و یعقوبؑ کے دین کا اور ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم اللہ کا شریک قرار دیں کسی چیز کو۔ یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ (۳۸)

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ
مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ
الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾

اے میرے قید خانہ کے ساتھیو! آیا جدا جدا پروردگار بہتر ہیں یا خدائے یکتا جو سب پر غالب ہے؟ (۳۹)

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً
سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ

اس کے علاوہ جن جن کو تم پوجتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، جن کے بارے میں خدا نے کوئی سند نہیں

اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

نازل کی۔ حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے۔ اس نے ہی حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی دین راہِ راست، (سیدھا اور درست) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۴۰)

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾

اے میرے قید کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے مالک کو شراب پلائے گا اور رہا دوسرا تو وہ پھانسی دیا جائے گا۔ پس پرند اس کے سر (کے بھیجہ) کو کھائیں گے۔ وہ معاملہ جس کے بارے میں تم نے سوال کیا تھا وہ طے ہو چکا۔ (۴۱)

وَ قَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۷ ۱۵

اور (یوسفؑ نے) اس شخص سے جس کے بارے میں گمان تھا کہ یقیناً وہ ان دونوں میں سے چھوٹ جائے گا یہ کہا کہ اپنے مالک سے میرا ذکر کر دیجیو۔ پس یوسفؑ قید خانہ میں کئی سال تک رہے۔ (۴۲)

وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور بادشاہ (مصر) نے کہا کہ میں نے سات موٹی تازی گائیں دیکھی ہیں جن کو سات دبلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور سات ہری بھری بالیں دیکھیں اور دوسری سات سوکھی (جو ان پر غالب آگئیں) اے حاضرینِ دربار! اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کی تعبیر دو۔ (۴۳)

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾	انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان خیالی کے خواب ہیں اور ہم پریشان خیالی کے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔(۴۴)
وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَ ادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾	اور وہ شخص جو ان دونوں میں سے چھوٹ کر آیا تھا، عرصہ کے بعد اس کو (یوسفؑ کی) یاد آگئی، تو اس نے کہا کہ میں تم کو ان خوابوں کی تعبیر بتادوں گا۔ پس مجھے بھیج دو۔ (۴۵)
يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾	(وہ بھیج دیا گیا تو اس نے قید خانہ میں جاکر) یوسفؑ سے کہا کہ اے سب سے زیادہ سچ بولنے والے، ہم کو تعبیر دو کہ سات موٹی تازی گایوں کو سات دبلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں اور سات سبز بالیاں ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں، تاکہ ہم واپس جائیں لوگوں کے پاس شاید کہ وہ جان لیں (اس کی تعبیر کو)۔(۴۶)
قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾	یوسفؑ نے کہا کہ تم سات سال تک کھیتی کرتے رہو گے۔ پس جب تم کھیتی کاٹو تو سوائے اس تھوڑے سے غلہ کے جو تمہارے کھانے میں آئے باقی کو بالیوں میں ہی رہنے دینا۔(۴۷)
ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾	پھر اس کے بعد سات سال سختی کے آئیں گے جن میں سوائے اس تھوڑے کے جو تم بیج بونے کے لئے رکھتے ہو اور جو کچھ جمع کیا ہوگا سب کھا جاؤ گے۔(۴۸)
ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ	پھر اس کے بعد ایک سال آئے گا کہ جس میں

ع ۷ ۱۶ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

لوگ سیر و سیراب ہو جائیں گے اور جس میں وہ (پھلوں کا رس) نچوڑیں گے۔ (۴۹)

وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾

اور (یہ سن کر) بادشاہ (مصر) نے کہا اس کو میرے پاس لاؤ۔ پس جب (یوسفؑ کے پاس) قاصد آیا تو یوسفؑ نے کہا کہ تو اپنے آقا کی طرف واپس جا اور اس سے یہ کہہ دے کہ آپ کو ان عورتوں کا حال بھی معلوم ہے جنہوں نے (مجھے دیکھ کر) اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ یقیناً میرا پروردگار ان کے مکر سے خوب واقف ہے۔ (۵۰)

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

(بادشاہ نے عورتوں کو طلب کیا) ان سے پوچھا کہ جب تم نے یوسفؑ سے اپنی حاجت براری چاہی تھی تو تم کو کیا معاملہ پیش آیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ حاشاللہ ہم نے یوسفؑ میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ عزیزِ مصر کی بیگم (زلیخا) نے کہا کہ اب تو سچی بات سب پر ظاہر ہی ہوگئی۔ میں نے خود ہی اس سے تمنا کی تھی اور وہ یقیناً صادقین (سچوں) میں سے ہے۔ (۵۱)

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

(یوسفؑ نے کہا کہ) یہ (میں نے) اس لئے (کہا) کہ وہ (عزیزِ مصر) جان لے کہ میں نے اس کے پیچھے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی اور یقیناً اللہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو چلنے نہیں دیتا۔ (۵۲)

تفسیر سورۃ ھُود

آیت ٦:

دَآبَّۃٍ ۔زمین پر چلنے والا مراد ہے حقیقت یہ کہ زمین پر جتنے بھی ذی روح موجود ہیں یا پیدا ہوتے رہیں گے ان میں انسان، حیوان، مخلوقات کے ساتھ آب و ہوا بھی شامل ہے۔ خدا اس امر کو ظاہر فرمار ہا ہے کہ دنیا میں جو بھی مخلوق ہے اس کے رزق کا دینے والا صرف خدائے یگانہ ہے۔ وہ خدا یہ بھی جانتا ہے کہ اس کی جائے قرار اور جائے قیام کیا ہوگی اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کسی جسمِ خاکی کو کس زمین میں سپرد کیا جائے گا اور اس کے جسم کے ذرے کسی مٹی میں شامل ہوں گے۔ علاوہ بریں خدا ایسا صاحبِ علم ہے کہ وہ ان اشیاء کی خلقت سے پہلے ہی ان کے کل حالات کو لوحِ محفوظ میں اپنے علم کی وجہ سے لکھ چکا ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ کہیں کا رہنے والا انسان کہیں دفن ہوتا ہے جو خود اس کے تصور میں بھی نہیں ہوتا۔ لفظ **مستودع** جائے سپردگی کو ظاہر کرتا ہے کہ ان اجسام کو مقامِ فنا میں نہیں رکھا گیا ہے بلکہ مقامِ سپردگی میں بتایا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ بعض اولیاءِ خدا کے اجسام محفوظ رہتے ہیں۔ ان پر مٹی یہ قدرت نہیں پاتی کہ وہ ان کو فنا و تحلیل کر سکے چنانچہ اس کے متعدد مشاہدات ہیں۔[1]

آیت ۷:

خدائے قدیر نے ابتدائے آیت میں اپنی قدرت کاملہ کو ظاہر کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ خدا وہی ہے جس نے چھ دن میں ارض وسما کو پیدا کیا۔ ظاہر ہے کہ جب نہ آسمان تھے اور نہ زمین تو پھر ایام بھی نہ تھے۔ یوم تو اس کو کہتے کہ سورج طلوع کرے اور پھر غروب ہو اس درمیانی مدت کو یوم کہا جاتا ہے۔ مگر جب آسمان اور زمین نہ تھے تو سورج اور چاند بھی نہ تھے۔ اور نہ یوم (دن) تھا۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ وہ جب ارادہ کرتا ہے کہ کسی شئے یا عالَم کو خلق کرے تو صرف لسانِ قدرت سے لفظ کن کہہ دیتا ہے اور وہ تمام اشیاء فوراً خلق ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر خدا نے اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار فرمایا ہے اور یہ بتایا یہ کہ اے انسانو! ہم نے لیل ونہار اور ایام تمہارے سکون و آسائش کے لئے خلق کیے ہیں۔ اگر دن ہی رہتا یا صرف شب ہی رہتی تو تم سب ہلاک ہوجاتے۔ لہٰذا ہم نے شمس وقمر کا نظام قائم کیا۔ پھر فکرِ انسانی کی رہبری فرماتا ہے کہ تم یہ خیال کروگے کہ خدا تھا کہ نہیں؟ اور تھا تو کہاں تھا؟ یاد رکھو کہ ذاتِ خدا جگہ سے بے نیاز ہے البتہ تمہارے تصور کے لئے بتائے دیتے ہیں کہ اس کا عرش پانی پر تھا۔ یعنی خدا موجود تھا

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب 'لافانی اجسام' تالیف علی اکبر مہدی پور۔

اور سب سے پہلے اس نے پانی کو خلق کیا تھا اور یہ خلقِ مادی تھی ورنہ عالم انوار میں سب سے پہلے نورِ محمدؐ پیدا ہوا ہے۔ خود رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ اول ما خلق اللہ نوری۔ (خدا نے سب سے پہلے میرا نور خلق فرمایا۔) خدا نے یہ تمام آیاتِ قدرت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ سب کچھ ہم نے اس لئے پیدا کیا کہ ہم انسانوں کی نیکی اور بدی میں آزمائش کریں کہ وہ دنیا میں اچھے کام کرتے ہیں، یعنی خدا کی اطاعت کرتے ہیں یا شیطان کی اطاعت کرتے ہیں؟

مذکورہ آیت میں خدا نے اپنی قدرت کو ظاہر فرمایا ہے اس لئے فرماتا ہے کہ یہ دیکھ کر بھی لوگ اس بات پر ایمان نہیں لاتے کہ خدا موت کے بعد پھر حساب کے لئے انسانوں کو پیدا کرے گا۔ جو خدا معدوم سے موجود کرسکتا ہے، اس کے لئے دوبارہ خلق کردینا کیا دشوار ہے؟ مگر یہ نادان نہیں جانتے۔

آیت ۸:

عہدِ رسولؐ کے کفار مذاق اڑاتے تھے اور عذاب جس کا وعدہ قرآن میں ہے اس کے لانے کی فرمائش کرتے تھے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ ایک امت جس کی تعداد معدود (گنتی کی) ہے ان کی ہدایت بہ زمانۂ مہلت اگر مشیت میں نہ گزر چکی ہوتی تو ضرور وہ عذاب ابھی ان پر آجاتا مگر ہم نے ایک وقت اور مدت معین کی ہے یہ کہ اول ہمارا رسولؐ تبلیغِ اسلام کرے گا اور پھر ہم لوگوں کو مہلت دیں گے کہ دیکھیں کہ ہمارے رسولؐ کے احکام اور قرآن کی منشاء پر کیا عمل کیا گیا؟ اور اس مدتِ مہلت میں ایک معدود جماعت کو دینِ اسلام کا محافظ ونگراں بنائیں گے کہ وہ لوگوں کو پیغامِ اسلام کی طرف متوجہ کرتے رہیں اور اس کے بعد عذابِ قیامت آئے گا۔ اگر یہ امور ہماری مشیت (مرضی) میں نہ گزر چکے ہوتے تو فی الفور ضرور عذاب آتا۔ جیسے پہلے انبیاءؑ کی امتوں پر عذاب آیا۔ مگر ہمارا رسول محمدؐ آخری رسول ہے اور دینِ اسلام آخری اور مکمل دین ہے لہٰذا ہم نے قیامت کا دن عذاب کے لئے معین کردیا ہے۔ اہلِ اسلام کے لئے غور طلب یہ امر ہے کہ آخر وہ امت معدود (چند لوگ) کون ہیں؟ مفسر جبائی نے کہا ہے کہ اس امتِ معدود سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے نافرمان ہوں گے اور بعض نے کہا ہے کہ مومنین ہوں گے جن کی تعداد مسلمانان بدر کے مطابق ۳۱۳ ہوگی۔ مفسر سیوطی نے کہا ہے کہ وہ لوگ ہوں گے جو رسول اللہؐ کا مذاق اڑاتے تھے اور جبرئیلؑ ان کو ہلاک کریں گے۔

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق اور حضرت ابوجعفر امام باقر علیہما السلام نے فرمایا ہے کہ وہ رفقائے امام مہدیؑ ہوں گے جو کفار کو قتل کریں گے ان کی تعداد ۳۱۳ ہوگی۔ بعض مترجمین قرآن نے امۃ کا ترجمہ مدت کیا ہے مگر مدت کے ساتھ لفظ معدود اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ امت سے مراد جماعت ہے جو معدود یعنی گنی چنی ہوئی ہے یعنی چند افراد ہیں۔ قرآن میں امت جماعت کے معنی میں کئی جگہ آیا ہے۔ (۱) لقد بعثنا فی کل امۃ رسولا۔ (سورۂ

نحل، آیت:۳۶)۔ (ہم نے ہر امت میں ایک رسول مبعوث کیا۔) (۲) **ولکل امۃ رسول**۔ (سورہ یونسؑ، آیت:۴۷) (ہرامت کے لئے ایک رسول ہے۔) (۳) **ان ابراھیم کان امۃ قانتاللّٰہ حنیفا**۔ (سورہ نحل، آیت:۱۲۰)۔(ابراہیمؑ پُرخلوص عبادت گذار امت تھے۔) یہ ابراہیمؑ کی عظمت ہے کہ خدا نے ان کو تنہا امت سے تعبیر فرمایا ہے۔ درحقیقت یہاں امت معدود سے مراد وہی لوگ ہیں جو قرآن میں دوسری جگہ **خیر امۃ** کے نام سے یاد کیے گئے ہیں اور وہ مطابقِ حدیث ائمہِ اہلبیت تا امام حضرت مہدیؑ امام آخرالزماں اور ان کے مومنین رفقاء ہیں۔

آیات ۱۰،۱۱:

خدائے قدیر نے انسان کی ناشکری کی حالت کو بیان کیا ہے کہ انسان مصیبتوں میں خدا کو یاد کرتا ہے اور اس سے دعائیں کرتا ہے مگر جب خدا اس پر رحم کرتا ہے اور اس کو فارغ البالی عطا کرتا ہے تو وہ غرورِ دولت میں خدا کا نافرمان بن جاتا ہے۔مگر ان انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور نعماتِ خدا کا شکر کرتے ہیں۔ان کے لئے مغفرت بھی ہے اور اجر عظیم بھی ہے۔

آیات ۱۲، ۱۳:

اس آیت کے سلسلے میں مفسرین نے مختلف اقوال لکھ دیئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے خدا نے اپنے رسولؐ کو اس موقع پر تسلی دی ہے اور آپ کے دل کو قوی کیا ہے اور وعدہِ نصرت کیا ہے اور فرمایا کہ شاید ایسا ہو کہ اے رسولؐ تمہارے دل میں یہ خیال تنگی پیدا کرے کہ لوگ کہتے ہیں کہ محمدؐ کی مدد کو خدا نے فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا یا خزانہ کیوں نہ دے دیا؟ تو اے رسولؐ تم فکر نہ کرو اور ان سے کہہ دو کہ میں تو خدا کا نبی ہوں اور تم کو اس کے عذاب سے ڈرانے کو آیا ہوں۔اب رہا قرآن کا معاملہ تو اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو ان سے کہہ دو کہ قرآن کی مثل دس سورتیں ہی بنالاؤ۔ وہ خود قائل ہوجائیں گے۔ کیونکہ وہ مجبور ہیں۔ وہ مثل قرآن کے ایک آیت بھی نہیں بناسکتے ہیں۔

آیت ۱۵:

دنیا میں دو قسم کے آدمی پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اپنے خالق اور رازق کو پہچانتے ہیں، اس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کے عذابِ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کی زندگی کا حاصل صرف دنیا اور دنیا کا آرام اور دولت ہے اور اگر وہ خدا کی عبادت بھی کرتے ہیں تو صرف دکھاوے کی خاطر۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ جو انسان صرف دنیوی فائدہ و آرام کے لئے ہی کوشش کرتا ہے تو ہم اس کو اس کی محنت کا صلہ پورا پورا دنیا ہی میں دیتے ہیں یعنی دنیا کی آسائشیں و آرام اس کو عطا کردیتے ہیں تاکہ اس کی آزمائش اچھی طرح

ہو سکے اور ہماری حجت اس پر قائم ہو سکے کہ اتنی دولت دینے کے بعد بھی وہ خدا کا منکر اور نافرمان ہی رہا لہٰذا اسی قدر شدید عذاب کا مستحق بھی ہوگا جیسے خدا نے فرعون ونمرود وغیرہ کو دنیوی کثیر دولت و جاہ وحشمت عطا کی مگر جب ان کی نافرمانیاں حد سے گزر گئیں بلکہ وہ خود خدا بن بیٹھے تو خدا نے دنیا کے عذاب میں مبتلا کیا اور آخرت کا عذاب جہنم بھی ان پر دائم رہے گا۔ موجودہ عہد میں بھی ایسے فرعون موجود ہیں کہ خدا نے ان کو سب کچھ دیا ہے اور وہ جو چاہتے ہیں وہ سب کچھ ان کو دے دیتا ہے چونکہ اس کا وعدہ قرآن میں موجود ہے۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ اگر وہ منکرِ خدا ہی رہے تو ان کی دولت ان کی ہلاکت اور فنا کا سبب بن کر رہے گی۔ آثارِ تباہی پیدا ہو چکے ہیں حکمِ خدا کی دیر ہے دنیا ہی ان کے اعمال کی وجہ سے جہنم بننے والی ہے اور آخرت میں تو بقولِ خدا ان کے لئے ابدی جہنم ہوگا ہی۔ اللہ مومنین کو بچائے۔

واقعہ ابو ہریرہؓ: (تفسیر منہج الصادقین) مسیحی نے روایت کی ہے کہ میں نے مدینہ میں ایک شخص کو احادیث رسولؐ بیان کرتے دیکھا۔ پوچھا کون ہے تو مجمع نے بتایا کہ ابو ہریرہ ہیں۔ جب لوگ متفرق ہو گئے تو میں نے اس سے ایک حدیثِ رسولؐ کی فرمائش کی۔ ابو ہریرہؓ نے کہا: حدثنی حبیبی (میرے حبیب نے فرمایا) اور یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا۔ اسی طرح تین بار کہا اور آخر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جب روزِ قیامت ہوگا۔ خدا ندا دے گا اور تمام خلائق زانو کے بل زمین پر گری ہوگی اور سب سے پہلے پیش خدا جو جائیں گے وہ تین گروہ ہوں گے۔ اول حافظ و قاریِ قرآن۔ دوئم کہ جن کو راہِ خدا میں قتل کیا گیا ہوگا۔ سوئم دولت مند کہ اس نے راہِ خدا میں خرچ کیا ہوگا۔ خدا باری باری ہر ایک گروہ سے پوچھے گا تو وہ جواب دیں گے کہ ہم نے شبانہ روز قراءتِ قرآن کی۔ دوسرا کہے گا کہ ہم تیری راہ میں قتل ہوئے۔ تیسرا گروہ کہے گا کہ ہم نے تیری راہ میں خرچ کیا ہے۔ خدا کا خطاب ہوگا تم سب نے اپنی شہرت کے لئے ایسا کیا تاکہ قاری خوش الحان کہلائیں، سخی مشہور ہوں اور لوگ شجاع و بہادر کہیں۔ تم نے میری رضا کے لئے کچھ نہیں کیا لہٰذا تم جہنم میں جاؤ۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی **من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا** الخ۔

آیت ۱۶:

ماصنعوا۔ جو کچھ انہوں نے صنعتیں قائم کیں حتیٰ کہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم بنائے۔ یہ سب ان کی ہلاکت کا سبب ہوں گے اور ان کی بلند عمارتیں اور ساز و سامانِ عیش وعشرت سب ان کے کام نہ آئے گا کیونکہ دنیا میں ان کی تباہی اور ہلاکت یقینی ہے اور آخرت میں عذابِ جہنم یقینی ہے۔

آیت ۱۷:

بینۃ۔ روشن دلیل جو خدا کی طرف سے حضرت محمدؐ کو ملی تھی۔ وہ آپ کے معجزات تھے۔ قرآن اور آپ کا اسوۂ

حسنہ تھا جو دین کے حق ہونے پر بیّن دلیل ہے۔ اور قرآن کتابِ خدا محمدؐ پر نازل ہوئی ہے اس کا ذکر ہے اور ان دونوں پر ایک گواہ خدا نے بنایا ہے وہ حضرت محمدؐ کا نور ہے اور شاہد امت حضرت علیؑ کی ذات ہے جو دنیا میں قرآن و محمدؐ کے حق ہونے کی گواہی دے گا اور آخرت میں اعمال کی گواہی دے گا۔

ویتلوہ شاھد منہ کی تفسیر میں ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس کے پاس شاہد اللہ کی طرف سے آیا اور وہ وحیِ الٰہی ہے جو اللہ نے انبیاء کی طرف بھیجی اور اس کو محمدؐ پر ختم کیا۔ مگر اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد علیؑ ہیں۔ بعض دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد جبرئیلؑ ہیں یا انسانی فطری شعور ہے مگر یہ غلط اس لئے ہے کہ **یتلوہ** میں ضمیر رسولؐ کی طرف راجع ہے۔ نیز **شاھد منہ** میں بھی ضمیر رسول اللہؐ کی طرف راجع ہے کہ وہ شاہد جزوِ رسول ہوگا۔ تو اس صورت میں جبرئیلؑ مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ جز و محمدؐ نہیں ہیں۔ نہ شعور فطری کہ وہ شاہد بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ وہ شاہد تو قرآن کے کتابِ خدا ہونے اور محمدؐ کے رسولِ خداؐ ہونے کا ہے۔ پھر یہ شہادت صرف فطری شعور سے نہیں حاصل ہوسکتی ہے۔ تائید کلام کے لئے حدیث ذیل مطالعہ کیجئے۔

(تفسیر مواہب الرحمٰن پ ۱۲ ص ۱۵) حضرت علیؑ وحسن بصریؒ وقتادہ سے روایت ہے کہ وہ محمدؐ ہیں کہ آنحضرتؐ نے امت کو پوری تبلیغ کی۔ بعض نے ذکر کیا کہ علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ قریش میں سے کوئی بھی ہو اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ قرآن میں نازل ہوا ہے۔ ایک شخص نے پوچھ لیا کہ آپ کے حق میں کیا نازل ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے سورہ ہود نہیں پڑھی **افمن کان علی بینۃ** الخ میں بینہ رسول ہیں اور میں شاہد (گواہ) ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: **یتلوہ شاھد منہ** علیؑ ہیں (اخرجہ ابن عساکر ابونعیم دابن ابی حاتم)۔ مفسر ثعلبی نے کلبی سے روایت کی ہے یعقوب بن جعفر بن سلمان نے بروایت ابن عباسؓ یہی لکھا ہے۔ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں بھی یہی لکھا ہے۔ انس بن مالک سے روایت کی ہے اور طبری نے جابر بن عبداللہ سے یہ روایت کی ہے کہ باسناد ابی جعفرؑ و علی ابن موسیٰ الرضاؑ کہ **شاھد منہ** سے مراد علیؑ ہیں اور تاریخ اسلام بھی یہی شہادت دیتی ہے کہ قرآن اور رسولؐ کی رسالت کی تصدیق اور ان کے حق ہونے کی شہادت سب سے پہلے علیؑ نے ہی دی ہے اور علیؑ ہی کی خلقت نورِ محمدؐ سے ہوئی اس لئے **منہ** (اسی کا جزو) کا مصداق بھی علیؑ ہی ہیں۔

آیت ۱۸ تا ۲۲:

خدا نے حضرت محمدؐ قرآن اور علیؑ کے ذکر کے بعد یہ آیات تہدید وتنبیہ کے لئے نازل کی ہیں۔ اول یہ کہ گروہوں میں سے جو ان کا انکار کرے گا وہ دوزخی ہے۔ دوم یہ کہ ان کے بارے میں شک نہ کرو۔ سوم یہ کہ وہ حق کی طرف

سے ہیں۔ چہارم یہ کہ اکثر لوگ ان کو نہیں مانتے۔ پنجم یہ کہ خدا پر بہتان باندھنے والا ظالم ہے۔ ششم یہ کہ منکرین کی پیشی خدا کے حضور ہوگی تو گواہ کہیں گے کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بولا۔ ہفتم یہ کہ اللہ کی لعنت ان پر ہوگی جو راہِ خدا سے لوگوں کو روکیں گے اور دین کے معاملہ میں کجروی اختیار کریں گے۔ ہشتم یہ کہ ان کے منکرین وہی ہوں گے جو روزِ قیامت کے منکر ہیں۔ نہم یہ کہ وہ خدا کو مجبور و عاجز کرنا چاہتے ہیں اور اپنا فیصلہ قائم رکھنا چاہتے ہیں مگر وہ خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ خدا جس کو چاہے گا رسول اور شاہد بنائے گا۔ کیونکہ خدا قادر ہے وہ ان کو دوگنا عذاب دے گا کیونکہ انہوں نے نہ سننا چاہا اور نہ دیکھنا چاہا۔ حق فراموشی کی اور اپنے کو عذاب کا مستحق بنایا۔ یازدہم یہ کہ ان کے فیصلہ اور افترا پردازیاں ان کو کچھ فائدہ نہ دیں گی۔

آیت ۲۳:

منکرین کے برعکس کچھ لوگ ایسے ہیں جو ایمان لائے۔ اعمال نیک بجا لاتے ہیں اور اپنے رب کی طرف بہ خضوع رجوع ہوتے ہیں۔ وہ جنتی ہیں۔

آیت ۲۴:

خدا نے ایمان کے معاملہ کو ایک مثال سے واضح کیا ہے کہ ایک فریق اندھا بہرہ ہے اور دوسرا فریق سمیع و بصیر ہے یعنی منکر اور کافر و مشرک اندھے ہیں کہ آیات خدا کو نہیں دیکھتے۔ وہ ایمان نہیں لاتے اور وہ بہرے ہیں کہ قرآن کے احکام کو نہیں سنتے اور قولِ رسولؐ پر ایمان نہیں لاتے۔ بخلاف ان کے مومن قرآن سنتے ہیں تو ایمان لاتے ہیں اور خداوندِ عالم کی آیاتِ قدرت دیکھتے ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

خدا نے تمام دنیا کے انسانوں کو دعوتِ فکر دی ہے کہ وہ خود غور کریں کہ کیا ان کی عقل یہ بتاتی ہے کہ اندھا، بہرہ اور سننے والا اور دیکھنے والا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں۔ انسانی صفات انسان کو اعلیٰ مرتبہ تک لے جاتی ہیں۔ دنیا و آخرت میں انسان کو اس کی صفات ہی باعزت کرتی ہیں۔ اب جو لوگ باوجود سماعت و بصارت کے نہ احکامِ خدا کو سنتے ہیں اور نہ آیاتِ خدا کو دیکھ کر مثبت اثر لیتے ہیں تو وہ حقیقی معنی میں اندھے اور بہرے ہیں۔ خدا نے حضرت محمدؐ کو روشن دلائل عطا کیے اور ان کی نبوت کا ایک شاہد (یا گواہ) بھی تصدیق کے لئے ان کے ساتھ بھیجا پھر بھی لوگ منکرِ نبوتِ حضرت محمدؐ رہے تو وہ اندھے بہرے ہیں۔ اسی واقعہ کی تائید کے لئے خدا نے اس آیت کے بعد واقعۂ نوحؑ کو بیان کیا ہے کہ ان کی قوم پر عذاب اسی لئے آیا کہ وہ نبی کے حکم کے مطابق نہ چلے۔

آیات ۲۵،۲۶:

حضرت نوحؑ نے قوم کو ہدایت کی۔ اول یہ فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے ڈرانے والا ہوں کہ اس کی نافرمانی

کرنے کی وجہ سے تم دنیا و آخرت میں عذاب میں مبتلا ہو گے۔ دوم یہ کہ تم خدائے یگانہ کی عبادت کرو اور ہوس پرستی اور صنم پرستی چھوڑ دو۔ سوم یہ کہ اگر تم نے میرے قول پر عمل نہ کیا اور میری نافرمانی کی تو تم پر عذابِ خدا آئے گا۔ یہ وہ پیغام تھا جو نوحؑ نے قوم کو دیا۔

آیت ۲۷:

خدا نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو واقعہِ نوحؑ سنا کر تسلی دی ہے اور امت کو تنبیہ و تہدید کی ہے کہ اگر وہ بھی قومِ نوحؑ کی طرح نافرمانی کرے گی تو عذاب کی مستحق ہوگی۔ عہدِ رسول اللہ ؐ میں سردارانِ کفار قریش یہی کہتے تھے جو قومِ نوحؑ نے کہا تھا کہ کتاب افترا ہے اور پیغمبر کے پیرو غریب اور فقراء ہیں۔ اسی کا جواب خدا نے ان آیات میں دیا ہے۔

اہلِ دنیا کی نظر میں دولت مندی سببِ فضل اور عزت ہے مگر خدا اور اس کے نبی نے دولت کو سبب عزت قرار نہیں دیا ہے بلکہ بتایا کہ عزت اللہ اور نبیؐ کے لئے ہے اور ان افراد کے لئے جو راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں اور خود حالتِ غربت میں بسر کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ دولتِ دنیا باقی نہ رہے گی لیکن رضائے خدا کا اجر ہمیشہ باقی رہے گا۔ ان کو دنیا میں اطمینان اور سکون حاصل ہوگا اور آخرت میں نعماتِ جنت سے بہرہ ور ہوں گے۔ اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ دولتمند اگر مومنین غرباء کو بہ نظرِ حقارت دیکھتے ہیں تو وہ قومِ نوحؑ کے سرداروں کی مانند عذابِ خدا کے مستحق ہیں۔ عہدِ موجودہ کے مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں۔

آیات ۲۸ تا ۳۰:

عہدِ رسول اللہ ؐ کے کفار قریش بھی یہ سب کچھ کہتے تھے اور عہدِ موجودہ کے دعویدارانِ اسلام جو دولت مند ہیں یہی کہتے ہیں جو قومِ نوحؑ نے کہا تھا۔ لہٰذا خدا نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو نوحؑ کی قوم کی مثال سے تسلی دی ہے کہ دیکھو نوحؑ نے بھی قومِ نافرمان سے یہی کہا تھا۔ اول یہ کہ خدا نے مجھ کو دلیلِ روشن عطا کی ہے اور نبوت دی ہے۔ دوم یہ کہ تم میری نبوت اور دلائل روشن سے انکار کر رہے ہو۔ سوم یہ کہ میں جبراً تم کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کر رہا ہوں۔ چہارم یہ کہ میں تم سے دولت و مال کا طالب نہیں ہوں۔ پنجم یہ کہ میں تو اپنا فرض پورا کر رہا ہوں اور اس کا اجر خدا دے گا۔ ششم یہ کہ جن کو تم بوجہ غربت نکالنے کو کہہ رہے ہو وہ مومن ہیں، میں ان کو اپنے سے دور نہیں کر سکتا۔ ہفتم یہ کہ مومنین کو بوجہ غربت کے رذیل جاننا سببِ عذاب ہے۔ جو بھی ان کو حقیر جانے گا عذاب کا مستحق ہوگا۔

نوحؑ نے قوم سے کہا کہ غرباءِ مومنین کا درجہ اعلیٰ ہے۔ وہ سب خدا کے حضور میں جائیں گے اور اس کی رحمت کے سزاوار ہوں گے۔ ان کی غربت کی وجہ سے تم ان کو رذیل کہہ رہے ہو تو یہ تمہاری جہالت ہے۔

آیات ۳۱ تا ۳۳:

حضرت محمدؐ سے بھی ان کی امت نے ایسے ہی سوال کیے تھے۔ لہٰذا خدا نے بہ تفصیل ان واقعات کو اس لئے بیان کیا ہے کہ امتِ محمدؐ کو عبرت ہو اور ان کی آنکھیں اور کان کھل جائیں۔ حضرت نوحؑ نے خزانہ کا انکار اس لئے کیا کہ دولت و مال کے لالچ میں اگر قوم مسلمان ہوگی تو حقیقی معنی میں مطیع خدا نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ حریصِ دولت رہے گی اور اسی طرح نوحؑ نے انکار کیا کہ میں عالمِ غیب بھی نہیں ہوں کہ قوم کے لئے غیب کی خبر بتا سکوں اور ان کو خوشحال کردوں۔ یہ بھی فرمایا کہ خلافِ انسانیت مجھ سے کوئی بات کی توقع نہ کرنا کیونکہ میں فرشتہ نہیں ہوں کہ تمہارے لئے کسی غیبی کام کو کرسکوں۔

قومِ نوحؑ نے مومنین غرباء کو رذیل کہا اور یہ بھی فرمائش کی کہ ان کو اپنے پاس سے دور کردو۔ تو اس کا جواب نوحؑ نے بحیثیت نبی کے دیا کہ وہ غریب تمہارے نزدیک حقیر ہیں مگر اپنے خدا کے نزدیک معزز ہیں۔ لہٰذا میں بھی ان کی عزت کرتا ہوں اور میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ خدا ان کو بہترین نعمات نہ دے گا جبکہ وہ مطیع خدا ہیں۔ یعنی خدا ان کو خیر وخوبی عطا کرے گا۔ اس لئے وہ غریب مومنین تم دولتمند متکبرین سے کہیں بہتر اور افضل ہیں۔

حضرت نوحؑ نے اس موقعہ پر قوم کو بتایا کہ خدا لاشریک ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ وہ خود صاحبِ قدرت ہے اول یہ کہ اس کے علاوہ غیب کوئی نہیں جانتا۔ دوم یہ کہ تمام ارض وسماء کے خزانوں کا وہی مالک ہے۔ اس میں کوئی اس کا ساجھی نہیں ہے۔ سوم یہ کہ تمہارا مطالبہ یہ تھا کہ فرشتہ کو تمہاری ہدایت کے لئے کیوں نہیں بھیجا تو یاد رکھو میں تمہاری مثل انسان ہوں مگر وحیِ خدا کا پابند ہوں، فرشتہ نہیں ہوں۔ چہارم اعمالِ بندگان کا اجر وعقاب دینے والا میں نہیں بلکہ خدا مطابقِ اعمال سزا و جزا دینے کا مالک ہے۔ پنجم یہ کہ اگر میں ایسا کہوں تو میرا شمار ظالموں میں ہوگا کیونکہ خدا کا شریک بنانا ظلم ہے۔ میں کچھ دخل دینے کا مجاز نہیں ہوں۔ ششم یہ کہ تم مجھ سے عذاب کا مطالبہ کررہے ہو تو یاد رکھو کہ خدا عذاب وثواب کا مالک ہے۔ وہی نافرمانوں کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے، وہی نیکوکاروں کو ثواب عطا کرتا ہے۔ ہفتم نوحؑ نے کہا کہ میں نے نصیحت کی حد کردی مگر تمہاری گمراہی کم نہیں ہوتی لہٰذا میں تم کو بحکمِ خدا خبردار کرتا ہوں کہ خدا نے اب تم کو اپنی رحمت اور نعمت سے محروم کردیا ہے۔

آیت ۳۴:

اس لئے اب میری نصیحت تم پر اثر نہ کرے گی۔ یاد رکھو کہ خدا قادر مطلق ہے اس کو کوئی عاجز نہیں کرسکتا ہے جب چاہے گا تم پر عذاب لائے گا۔

ان یغو یکم۔ بعض مترجمین نے ترجمہ کیا ہے کہ اگر اللہ نے چاہا وہی ہوگا کہ تم کو گمراہ کرے۔ اور تفسیر مواہب الرحمٰن ص ۲۹ پ ۱۲۔ پر لکھا ہے اس آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بندہ سے کفر کا ارادہ کرتا ہے۔ جب اس نے ارادہ کیا تو بندہ سے ایمان کا صادر ہونا ممکن نہیں ہے۔ مترجم نے لکھا ہے کہ ازل میں اگر اس کو کافر مقدر کیا تو وہ کبھی مومن نہ مرے گا۔ پہلی عبارت مفسرین کی تھی اور آخری عبارت مولف مواہب الرحمٰن کی تھی۔ مگر ان مفسرین نے یہ خیال نہ فرمایا کہ جب ازل ہی میں خدا لوگوں کو کافر بنا چکا اور جہنمی بنا چکا تو پھر انبیاءؑ اور کتب سماویہ کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ حکیم و عاقل کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا۔ یہ فعل خلافِ حکمت بلکہ عبث ہے۔ اس کے علاوہ قرآن گواہ ہے کہ گمراہ کرنا تو شیطان کا کام ہے۔ نعوذ باللہ خدا کی ذات سے ایسی لغو باتوں کا منسوب کرنا کفر ہے اور سببِ عذاب بھی۔ ناظرین خود غور فرمائیں۔ آیت ہے: **ان کان اللہ یرید ان یغو یکم**۔ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے کہ اگر خدا ارادہ کرتا کہ وہ تم کو اپنی رحمت سے دور کردے یا محروم کردے۔ اور بعض مفسرین نے ترجمہ کیا ہے کہ خدا گمراہ کردے (شیخ الہند مولانا محمود الحسن مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز لاہور) ہر حالت میں آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے گمراہ نہیں کیا ہے بلکہ اگر وہ چاہتا کہ گمراہ کردے تو اس کے معنی ہوئے کہ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ وہ پہلے سے ہی تم کو گمراہ کردیتا۔ یا تم کو پیدا ہی نہ کرتا یا تم کو ہلاک کردیتا مگر اس نے تو تمہارے لئے نعماتِ دنیا بنائی ہیں اور تمہاری ہدایت کے لئے انبیاءؑ بھیجے ہیں۔ نوحؑ نے قوم کو خدا کی قدرتِ کاملہ اور اختیاراتِ مطلقہ سے باخبر کیا ہے، نہ کہ یہ کہا ہے کہ اس نے تم کو روزِ ازل ہی گمراہ کردیا تھا۔ اس کے علاوہ **یغو یکم** کے معنی ہیں رحمت سے دور کردینا۔

آیات ۳۵، ۳۶:

قومِ نوحؑ کی نافرمانی بیان کرنے کے بعد خدا نے عہدِ حضرت محمدؐ کے لوگوں کو عبرت دلائی ہے کہ دیکھو خدا و رسولؐ کی نافرمانیاں لوگوں نے اس طرح کی تھیں اور پھر ان پر عذاب خدا اس طرح نازل ہوا تھا۔ اب تم بھی ان کے ہی نقش قدم پر چلنا چاہتے ہو کہ تم کہتے ہو کہ قرآن کو محمدؐ نے خود بنالیا ہے۔ یہ تمہاری انتہائی سرکشی ہے کہ ہماری نازل کردہ کتاب کو انسانی فعل بتاتے ہو۔ یاد رکھو کہ تمہارے اس جرم کی سزا تم کو ضرور ملے گی جس طرح قومِ نوحؑ کو سزا ملی ہے کہ وہ بھی نبی کی نافرمانی کرتے تھے اور ان کے قول کو قولِ خدا نہیں مانتے تھے۔ پھر خدا نے نوحؑ کی قوم کا ذکر کیا کہ ہم نے نوحؑ کو اطلاع دی کہ اب تمہاری تبلیغ بیکار ہے تم فکر نہ کرو ہم خود ان کو بداعمالی کی سزا دیں گے۔

آیت ۳۷:

خدا نے نوحؑ کو حکم دیا کہ ہمارے حکم کے مطابق کشتی بناؤ اور تم ان مجرموں کے حق میں دعا نہ کرنا کیونکہ تم پر

ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اس وقت حضرت نوحؑ نے خدا سے دعا کی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً۔ (سورۂ نوحؑ آیت ۲۶) (اے خدا اب روئے زمین پر کسی کافر کو چلتا پھرتا نہ چھوڑنا۔) دعائے نوحؑ قبول ہوئی اور طوفان میں سب ہلاک ہو گئے۔

آیت ۳۸:

حدیث میں ہے کہ بحکمِ خدا نوحؑ نے درختِ ساج کو بویا۔ چالیس سال میں درخت تناور ہوئے اور اس زمانہ میں خدا نے عورتوں کو عقیمہ یا بانجھ کر دیا کہ کوئی بچہ پیدا نہ ہو کہ جو بچے جوان ہوں گے وہ بھی نافرمان ہوں گے۔ امام ابی عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ چالیس سال تک قومِ نوحؑ کے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ بچے جوان ہو گئے تھے اور نوحؑ کشتی کے بنانے میں مصروف تھے۔ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ نوحؑ اپنی قوم میں پچاس کم ایک ہزار سال زندہ رہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ نوحؑ نے کشتی کو دو سال میں چوب ساج سے بنایا۔ کشتی کے تین طبقات تھے۔ کشتی کا طول تین سو ذراع اور عرض پچاس ذراع تھا۔ تفسیر کشاف میں ہے طبقہ زیرین میں درندے اور زہریلے جانور تھے۔ طبقہ دوم چوپائے وغیرہ اور طبقہ اول میں نوحؑ اور مومنین تھے۔ کشتی نوحؑ دس رجب کو روانہ ہوئی اور دس محرم کو کوہ جودی پر ٹھہری۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ طوفانِ نوحؑ مقامی تھا مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ نوحؑ کی دعا تھی کہ روئے زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑنا۔ طوفان سے روئے زمین کے تمام انسان ہلاک ہوئے۔

آیت ۴۰:

خدا کے حکم کے مطابق نوحؑ نے کشتی میں جن لوگوں کو سوار کیا بس وہی مومنین تھے جن کی تعداد خدا نے قلیل بتائی ہے۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آٹھ مرد و عورت تھے ایک مومنہ زوجہ تین لڑکے حام و سام و یافث اور ان کی ازواج۔ بعض نے ۷۲ افراد مومنین کو بھی بتایا ہے۔ ابن اسحاق نے دس افراد بتائے ہیں۔ ابن جریج اور قتادہ نے آٹھ افراد بتائے ہیں۔ نوحؑ نے لڑکوں کو حکم دیا تھا کہ وہ زوجہ سے مقاربت نہ کریں مگر حام نے مقاربت کی تو نوحؑ نے بددعا دی: اللّٰھم غیّر نطفة۔ (اے خدا اس کے نطفہ کا رنگ بدل دے) چنانچہ حام کی اولاد سیاہ فام ہے۔

روایت ہے کہ عرب و روم و فارس اور عجم کے دیگر علاقوں کے باشندے سام کی اولاد ہیں اور ترک و چین و صقالیہ و یاجوج و ماجوج یافث کی نسل ہے۔

آیت ۴۱:

بسم اللہ کی قدامت کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ نوحؑ نے ساتھیوں سے کہا کہ بسم اللہ کہہ کر سوار ہو جاؤ اور یہ بھی بتایا کہ بسم اللہ کے حروف میں وہ تاثیر ہے کہ کشتی اسی نام کی برکت سے چلے گی اور بہ سلامتی ٹھہرے گی۔ روایت میں

ہے کہ ۱۱؍رجب کو کشتی میں سوار ہوئے اور چھ ماہ تک کشتی پانی پر رہی۔ پانی پہاڑوں سے بلند تھا۔ کشتی نے خانہ کعبہ کے مقام پر سات بار چکر لگائے۔ خدا نے خانہ کعبہ کو بلند کر دیا تھا۔ کشتی کوہ جودی پر جو موصل میں ہے ٹھہری۔

آیت ۴۲:

حضرت نوحؑ کے اس لڑکے کا نام عام طور پر کنعان لکھا ہے مگر اس کا نام یام بھی تھا۔ نوحؑ بیٹے کو مسلمان خیال کرتے تھے اور پدری محبت نے مجبور کیا تو نوحؑ نے بیٹے کو آواز دی کہ تو بھی کشتی میں سوار ہو جا۔ حسن بصری نے کہا کہ لڑکا منافق تھا مگر نوحؑ کو اس کا علم نہ تھا۔ بہر حال لڑکے نے سرکشی کی۔ آخر غرق ہو گیا۔ اس آیت اور واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اول جو خدا اور رسول کے خلاف ہوگا وہ آخر کار برباد ہوگا۔ دوم یہ کہ خدا کو چھوڑ کر کوئی شخص کسی اور کا سہارا لے گا تو وہ سہارا اس کو نجات نہ دے گا۔ اسبابِ دنیوی ہی کو اسبابِ نجات جاننا غلطی ہے کیونکہ بغیر مددِ خدا کے یہ اسباب بھی عذابِ جان اور سببِ رسوائی اور موت بن جاتے ہیں۔ سوم یہ کہ جو بھی اطاعتِ رسول سے باہر ہوگا وہ کافر ہے کیونکہ نوحؑ نے بیٹے سے فرمایا کہ تو میری نافرمانی کر کے کافروں میں نہ ہو۔

آیت ۴۴:

جب کشتیِ نوحؑ کوہ جودی پر ٹھہری خدا نے آسمان اور زمین کو حکم دیا کہ وہ پانی کو بند کر دیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پانی آسمان سے اور زمین دونوں سے آ رہا تھا۔ اور تمام آبادی کو اس نے غرق کر دیا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ طوفان مقامی تھا مگر مقامی سیلاب کی مدت چھ ماہ نہیں ہوا کرتی ہے۔ صرف موسمِ باراں ہی میں سیلاب آیا کرتے ہیں اور وہ مقامی ہوتے ہیں۔ یہ طوفانِ آب ایسا تھا کہ زمین و آسمان تک پھیلا ہوا تھا۔ نوحؑ کو آدم ثانی اسی لئے کہتے ہیں کہ ان کی اولاد سے بنی نوع انسان پیدا ہوتے رہے۔

قرآن کریم واقعات کو ایسے سلسلہ و ترتیب سے بیان کرتا ہے کہ اس کی مثال ممکن نہیں ہے۔ ادبی اعتبار سے قرآن کا حسنِ اسلوب معجزہ ہے۔ چنانچہ خدا نے فرمایا کہ وہ طوفان ختم ہو گیا، کشتی ٹھہر گئی اور ظالموں کو سزا بھی مل گئی۔ پھر فرمایا کہ نوحؑ نے اپنے رب کو پکارا اور خدا سے عرض کی کہ یام (یا کنعان) میرا بیٹا ہے۔ اس واقعہ کو مفسرین نے موخر و مقدم کر کے تفسیر کی ہے۔ بعض نے کہا کہ نوحؑ نے قبلِ طوفان بیٹے کے حق میں دعا کی تھی۔ بعض نے کہا دورانِ طوفان اور بعض نے کہا کہ وقتِ غرق دعا کی تھی مگر خدا نے بتایا کہ **قُضِيَ الْاَمر**۔ سب معاملہ ختم ہو چکا۔ یعنی طوفان کے بعد نوحؑ نے درگاہ خدا میں عرض کیا کہ میرے خدا میرا بیٹا غرق ہو گیا حالانکہ تو نے تو وعدہ کیا تھا کہ تو میرے اہل کو غرق سے نجات دے گا **رب ان ابنی من اھلی**۔ (میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل میں تھا) **وان وعدك الحق** (اور تیرا وعدہ سچا ہے) **وانت احکم الحٰکمین** (اور تو حاکموں کا حاکم ہے)۔

مفسرین نے اس معاملہ میں یہ تک کہہ دیا کہ وہ بیٹا نوحؑ کا بیٹا نہ تھا بلکہ ان کی زوجہ نے خیانت کی تھی یا ان کی زوجہ پہلے شوہر کا بچہ ساتھ لائی تھی وغیرہ۔ مولانا محمود الحسن صاحب نے تو یہ لکھ دیا کہ خدا نے نوحؑ پر عتاب کیا (نعوذ باللہ) قرآن مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز لاہور صاحب تفسیر مواہب الرحمٰن نے لکھ دیا کہ نوحؑ نے بیٹے کے لئے دعا کر کے غلطی کی لیکن کمال شفقت سے تقدیر ازلی سے نظر چوک گئی۔ یعنی جبکہ وہ ازلی حکم میں کافر مطبوع ہوا تو اب اس کے ایمان کی درخواست منصبِ نبوت کے لائق نہیں ہے۔ 'سراج' میں ہے کہ نوحؑ سے اجتہاد میں چوک ہوئی۔ جیسے آدمؑ سے درخت کا پھل کھانے میں چوک ہوئی تھی۔ غور طلب امور یہ ہیں کہ دعائے نوحؑ کا ذکر خدا نے غرق ہونے کے بعد کیا ہے۔ لہٰذا اس سے دو امر واضح ہوتے ہیں ایک تو اولاد کی فطری محبت جو لوازمِ انسانیت و رحمِ نبوت ہے دوم یہ کہ خدا کے قادرِ مطلق ہونے کا اعتقاد کہ وہ موت کے بعد بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ سوم یہ کہ خدا کی نافرمانی نبی کے بیٹے کو بھی عذاب سے نجات نہیں دے سکتی ہے۔ چہارم یہ کہ خدا و رسول کی مخالفت عذاب کا مستحق بنا دیتی ہے۔ پنجم یہ کہ عذابِ خدا آنے کے بعد نبی کی سفارش بھی قبول نہیں ہوتی ہے۔ اس واقعہ سے خدا کی قدرتِ کاملہ اور اس کے لاشریک ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ یام (یا کنعان) نوحؑ کا صلبی بیٹا تھا کیونکہ حضرت نوحؑ غلط بیانی نہیں کر سکتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ ان ابنی من اھلی۔ (میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔) خدا نے نوحؑ کو بتایا کہ وہ تمہارا بیٹا یعنی صلبی اولاد تو ضرور ہے مگر اہل نہیں ہے یعنی وہ نبوت کے خاندان سے منسوب ہونے کے قابل نہیں ہے۔ وہ تو بد اعمال ہے۔ سوم امر غور طلب یہ ہے کہ نوحؑ کی دعا صرف پدری فطری محبت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ قانونِ قدرت کے مسلمہ کلیّہ کو قیامت تک کے لئے ظاہر کرنا تھا۔ چہارم یہ کہ نوحؑ نے خدا کے حضور میں معذرت کر کے اپنے عہدۂ جلیلۂ نبوت اور خدا کے لاشریک ہونے کا اظہار کیا ہے۔

آیات ۴۵، ۴۶:

نوحؑ نے ۹۵۰ سال تبلیغ کی۔ مصائب برداشت کیے آخر مایوس ہو گئے تو خدا نے نوحؑ سے فرمایا کہ انه لن یومن من قومك الا من قد امن۔ (سابقہ آیت ۳۶) (جو ایمان لا چکے اب ان کے بعد کوئی ایمان نہ لائے گا۔) تب نوحؑ مایوس ہو گئے اور دعا کی کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیّاراً۔ (سورہ نوحؑ، آیت: ۲۶)۔ (اے خدا اب روئے زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ۔) دعا قبول ہوئی طوفان روئے زمین پر جہاں جہاں آبادی تھی سب جگہ آیا۔ خدا نے فرمایا تھا کہ جو پہلے ایمان لا چکا ہے اس کو نجات ہو گی۔ دوسرے نوحؑ کی بددعا بھی کافرین کے لئے تھی لہٰذا نوحؑ نے خدا سے عرض کیا کہ تیرا وعدہ سچا ہے کہ تو نے مومنین

کی نجات کا وعدہ کیا تھا۔ اب میرا لڑکا تو میرے اہل سے ہے یعنی مومن ہے۔ نوحؑ کو بیٹے کے کافر ہونے کا گمان بھی نہ تھا۔ مگر خدا نے فرمایا کہ اے نوحؑ تمہاری بد دعا کافرین کے لئے تھی کہ وہ ہلاک ہو جائیں تم کو ہم بتاتے ہیں کہ تمہارا بیٹا بھی کافر ہے۔ تمہارے نقش قدم پر نہیں ہے۔

آیت ۴۷:

نوحؑ نے خدا کے سامنے اقرار کیا کہ میں علم نہیں رکھتا کہ میرا بیٹا کافر ہے۔ میں نے کافر کے لئے جب کہ عذاب آچکا تھا دعا کی اس کی معافی چاہتا ہوں۔ اے خدا تو مجھ کو معاف کر دے۔ خدا نے معاف کر دیا کیونکہ وہ نوحؑ کا گناہ نہ تھا بلکہ لاعلمی تھی۔

آیات ۴۹، ۵۰:

خدا نے امت محمدؐ کو عبرت حاصل کرنے کے لئے اور گناہ وعذاب سے بچنے کے لئے نوحؑ کا واقعہ بیان کیا، پھر فرمایا کہ اے رسولؐ یہ وہ واقعہ ہے کہ تمہاری امت اس سے واقف نہ تھی۔ ہم نے بذریعہ وحی اس واقعہ کو سنایا ہے۔ لہٰذا اس کا یقین کرنا لازمی ہے۔ خدا کی نافرمانی سے بچنا بھی ضروری ہے اور نبی کی اطاعت بھی منجانبِ خدا فرض ہے۔ خدا نے واقعِہ نوحؑ کے بعد قصہِ حضرت ہودؑ کو بیان فرمایا کہ انہوں نے بھی امت کو ہدایت کی، خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا اور بتایا کہ تم خدا پر بہتان لگاتے ہو، افترا کرتے ہو کہ اس کا شریک دوسروں کو قرار دیتے ہو۔ وہ خدا تو لوازمِ بشریت ومخلوق سے منزہ و پاک ہے۔ قومِ عاد کی ہدایت کے لئے خدا نے حضرت ہودؑ کو مقرر فرمایا تھا۔ قومِ عاد مالدار قوم تھی۔ ان کے باغات وزراعت بہت تھی وہ قوی ہیکل اور مضبوط لوگ تھے۔ ہودؑ نے ان کی ہدایت کی مگر وہ ایمان نہ لائے۔ تو خدا نے سات سال تک ان پر بارش کو روک دیا۔ سخت پریشان ہوئے تو ہودؑ کے پاس آئے۔ گھر پر پہنچے تو ایک بوڑھی عورت نے کہا کہ تم ہودؑ سے بارش کی دعا کرانے کے لئے آئے ہو وہ مستجاب الدعا ہوتے تو ان کی زراعت کیوں جل جاتی؟ بہر حال وہ لوگ ہودؑ کے پاس گئے۔ آخر حضرت ہودؑ نے نماز کے بعد بارش کی دعا کی اور ان لوگوں سے کہا کہ جاؤ بارش اور ارزانیِ غلہ ہوگی۔ واپسی کے وقت انہوں نے اس زن پیر کے بارے میں پوچھا تو ہودؑ نے کہا کہ وہ میری زوجہ ہے میں نے اس کی طویل عمر کی دعا کی ہے حالانکہ وہ میری بدخواہ ہے۔ یاد رکھو خدا نے کوئی مومن ایسا پیدا نہیں کیا جس کے لئے کوئی دشمن نہ ہو۔ میں نے چاہا کہ میرا دشمن میرا ماتحت ہوتا کہ زیادہ نقصان نہ کر سکے۔ بہر حال بارش ہوئی مگر پھر بھی وہ لوگ نافرمان رہے۔

آیت ۵۴:

انسان جب خدا کو بھول جاتا ہے تو شیطان اس پر قابض اور مسلط ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس کو باطل حق نظر آنے لگتا ہے۔ عہدِ قدیم میں بھی بت پرستی کے ساتھ یہ عقیدہ بھی تھا کہ اگر ان بتوں کے خلاف کوئی کچھ کہے گا تو اس کو سزا ملے گی۔ اسی وجہ سے قومِ عاد نے حضرت ہودؑ سے کہا کہ ہمارے دیوتاؤں نے تم کو مجنون بنادیا ہے۔ تم نبی ہوتے تو معجزہ دکھاتے۔ ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے۔

حضرت ہودؑ نے ارکانِ ایمان کا ذکر کیا ہے اول یہ کہ کافر و مومن سب کا خالق اور رب صرف ایک خدا ہے۔ دوم یہ کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سوم یہ کہ خدا کے نبی اور مومنین خدا کے شرکاء سے تبّرا اور بیزاری کرتے ہیں۔ چہارم یہ کہ مومن اور نبی کا توکّل خدا کی ذات پر ہوتا ہے۔ پنجم یہ کہ تم سب مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ میرا توکل خدائے حاضر و ناظر پر ہے۔ ششم یہ کہ ہر ذی روح چاہے انسان ہو یا جانور، قوی ہو کہ کمزور سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس کے حکم کے خلاف حرکت بھی نہیں کرسکتے۔ میرا ایمان اپنے خدائے قادر پر ہے۔

آیت ۵۶:

سورہ حمد میں خدا نے اپنے بندوں کو بہترین دعا تعلیم کی ہے اور فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! تم ان الفاظ میں مجھ سے دعا کرو کہ یہ دعا تم کو دنیا و دین میں کامیاب بنائے گی۔ **اھدنا الصراط المستقیم** ۔ (اے خدا ہم کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرما۔) اس صراط مستقیم کی تصریح اس طرح خدا نے فرمائی **صراط الذین انعمت علیھم** ۔ (وہ راستہ ان لوگوں کا ہے جن پر تو نے ہمیشہ انعام فرمایا، اپنی نعمات عطا کرتا رہا۔) پھر فرمایا کہ وہ لوگ جن پر تو نے انعام فرمایا ان کی صفات یہ تھیں کہ **غیر المغضوب علیھم ولا الضالین**۔ (ان پر نہ کبھی تیرا غضب ہوا اور نہ وہ کبھی راہ راست سے گمراہ ہوئے۔) یعنی وہ معصوم اور بے خطا تھے اور تیرے احکام کے پابند تھے۔ وہ انبیاء، صالحین، شہدا اور صدیقین ہیں۔ انسان کے لئے صراط مستقیم یعنی راہ راست یہ ہے کہ وہ اپنی عبدیت کا اقرار کرے اور اپنے خالق کی خوشنودی کو اپنے ہر کام میں مقدم رکھے۔ خدا کی اطاعت راہِ مستقیم ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ خدا عادل ہے۔ رحمٰن و رحیم ہے۔ اپنے بندوں کی ہدایت کا سامان کرتا ہے۔ خدا انصاف میں نیکوکاروں کو پورا اجر عطا کرے گا اور ظالموں اور فاسقوں کو سزا و عذاب دے گا اور روزِ قیامت اپنے وعدے پورے کرے گا۔

علماء نے کہا ہے کہ صراطِ مستقیم وہ ہے کہ حق پر منتہی ہو۔ **وان الیٰ ربك المنتھٰی** (سورہ نجم، آیت: ۴۳)۔ (یقیناً تیرے رب کی طرف ہے تیری انتہا)۔ یعنی تمام کمالاتِ ذاتی و صفاتی خدا ہی میں موجود ہیں اور تمام اعمال کی حدِ آخر ذاتِ خدا ہے۔

آیت ۵۸:

مفسرین نے لکھا ہے کہ ہودؑ کی قوم پر عذاب ہوائے گرم کے ذریعہ آیا۔ یہ ہوا دوزخ کی ہوا کا ایک جھونکا تھا جو ان لوگوں کی ناک سے داخل ہوا اور جلاتا ہوا نکل گیا کہ ان کے اعضاء کو پارہ پارہ کر دیا۔
جو لوگ اس عذاب سے محفوظ رہے وہ خدا اور رسول پر ایمان لائے تھے ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ اس آیت میں عذاب سے بچنے والوں میں حضرت ہودؑ کا بھی ذکر ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند عالم مومنین کے نیک اعمال کی وجہ سے ان کو انبیاء کا ہم درجہ بنا دے گا۔ احادیث حضرت محمدؐ بھی اس کی موئد ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ بعض مومنین انبیاءؑ کے ہم درجہ جنت میں ہوں گے۔ یہ واقعہ خدا نے امتِ محمدؐ کو سنایا ہے تاکہ وہ باہمی اختلاف اور نافرمانیِ خدا اور رسولؐ سے بچتے رہیں ورنہ نتیجہ ابدی تباہی ہے۔

آیت ۵۹:

قرآن نے یہ اسلوبِ بیان عبرت آموزی کے لئے اختیار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قومِ عاد تو موجود نہ تھی مگر عہدِ حضرت محمدؐ میں ان کے آثار موجود ہوں گے یا خدا نے جو ان کی حالتِ عذاب کو بیان کر کے اس کی طرف اشارہ ہے کہ قومِ عاد جو طاقت ور و دولتمند اور نافرمانِ نبی تھی، آج ان کا نشان بھی باقی نہیں ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! تم دولتِ دنیا پر مغرور نہ ہونا کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز نہیں ہے۔
عذابِ خدا کے اسباب یہ تھے کہ قومِ عاد اول تو آیاتِ خدا کی منکر تھی۔ دوم سابقہ انبیاء اور ہودؑ کا انکار کیا۔ سوم یہ کہ ظالم اور مشرکوں کی پیروی کرتے رہے۔ چہارم ان کی سزا یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ جب بیان ہوگی تو مومنین ان پر لعنت کریں گے اور آخرت میں خدا اور اس کے ملائکہ ان پر لعنت کرتے رہیں گے اور وہ عذابِ ابدی میں گرفتار رہیں گے۔ یہ عذاب بوجہ لعنتِ دائمی بڑھتا ہی رہے گا۔ خدا ہم کو توفیقِ اطاعتِ خدا عطا فرمائے۔ آمین۔

آیت ۶۱:

خدا نے امتِ محمدی کو واقعاتِ انبیاءؑ اور اممِ سابقہ کے حالات سنائے ہیں۔ اس آیت میں حضرت صالحؑ کا ذکر ہے کہ انہوں نے بھی وہی پیغام امت کو دیا جو نوحؑ و ہودؑ اور دیگر سابق انبیاءؑ نے دیا تھا اور یہ دلائل امت کو سمجھایا کہ خدا کی ہی عبادت کرو کیونکہ وہی خالقِ یکتا ہے۔ ارض و سماء و تمام ممکنات کا وہی خالق اور حاکم اور مالک ہے اور وہ ایسا صاحبِ قدرت ہے کہ تم خود اپنے وجود پر غور کر لو کہ اس نے تم کو مٹی سے خلق کیا۔ اسی آیت میں ہے۔ انشاء کم من الارض۔ (یعنی تمہیں زمین سے پیدا کیا گیا ہے۔) انسان زمین سے مثل نباتات کے پیدا نہیں ہوا ہے بلکہ خدا نے بتایا ہے کہ میں نے آدمؑ کو مٹی سے بنایا ہے۔ علاوہ بریں انسانی خوراک زمین سے ہی پیدا ہوتی ہے اور اسی

خوراک سے نطفۂ انسانی خلق ہوتا ہے اور بعد کو تمام زندگی اسی خوراک سے انسان زندہ رہتا ہے۔ یہ کلامِ خدا کی بلاغت ہے کہ ہر لفظ میں بحرِ معانی موجزن ہے۔

حضرت صالحؑ نے دوسری دلیل یہ قائم کی کہ وہ خدا تم کو تا وقتِ معین عمر عطا کرتا ہے۔ اس عمر کے حدود میں تم کو کم و بیش کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ بلکہ خدا نے ہی تمہاری عمر کی مدت کو مقرر کیا ہے۔

مدارک تفسیر میں ہے کہ قومِ ثمود کے افراد کی عمر کی انتہا تین سو سال تک تھی۔ لفظ **واستعمرکم** میں یہ معنی مخفی ہیں کہ تم کو زمین پر آباد کیا، تم کو عمارات بنانے کا شعور عطا کیا، اسباب زندگی عطا کیے۔ جب تم خدا کی یہ نشانیاں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو تو پھر تم کو اسی خدا کی عبادت کرنی چاہیے اور اپنے سابقہ گناہوں کی معافی اسی سے طلب کرو۔ کیونکہ اول تو تمہاری بازگشت اسی کی طرف ہوگی لہٰذا تم اسی کی طرف رجوع ہوجاؤ۔ دوم یہ کہ تم خدا کو دُور جانتے ہو اسی وجہ سے اپنے اعمال و افعال میں گمراہ ہو۔ تم یہ جان لو کہ وہ ہر انسان سے قریب ہے۔ وہ ہر ایک کے اعمال کو دیکھ رہا ہے وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ ان کی دنیا و آخرت کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے۔

آیت ۶۲:

قرآن کا لفظ **مرجواً** بتاتا ہے کہ قومِ ثمود باوجود نافرمان ہونے کے حضرت صالحؑ کو معزز، محترم اور قابل سرداری جانتی تھی۔ جبھی تو کہا کہ اے صالحؑ ہم کو تو تم سے بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ تم ہمارے مشیر تھے اور آئندہ بھی ہم تم سے اچھی توقعات رکھتے تھے مگر تم نے یہ کیا کیا کہ ہم کو منع کررہے ہو کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

خداوندِ عالم نے عہدِ حضرت محمدؐ کے لوگوں کو یہ واقعہ سنایا ہے۔ اہل مکہ بھی حضرت محمدؐ کی امانت و صداقت کے قائل تھے مگر بتوں کی پرستش چھوڑنے پر راضی نہ تھے۔ لہٰذا خدا نے ان کو سنایا کہ اگر تم محمدؐ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم بھی عذاب کے مستحق ہوگے جیسے قومِ صالحؑ عذاب کی مستحق ہوئی تھی۔ ہودؑ اور صالحؑ کے درمیان سو سال کی مدت گزری تھی اور صالحؑ کی عمر دو سو اسی سال تھی۔

آیات ۶۴، ۶۵:

خدا نے امتِ حضرت محمدؐ کو حضرت صالحؑ کا واقعہ سنایا اور ان کی قوم کی نافرمانی اور عذاب کی وجہ سے سب کا فنا ہوجانا بیان کیا ہے۔ بہرحال حضرت صالحؑ نے امت کو ہدایت کی جب وہ نہ مانی اور اس نے معجزہ طلب کیا تو حضرت صالحؑ نے دعا کی تو ایک پہاڑی سے ایک اونٹنی پیدا ہوئی جو بہت طویل قد اور عظیم الجثہ تھی۔ اس کا بچہ بھی تھا وہ کثیر دودھ دیتی تھی اور زیادہ مقدار میں پانی پیتی تھی۔ یہ اونٹنی قوم کے لئے آزمائش تھی۔ مگر ایک شخص مسمی قدار بن سالف

نے اس کے پیر کاٹ دیئے۔ ناقہ کے بچہ نے پہاڑ پر جا کر تین بار فریاد کی۔ صالحؑ اس وقت وہاں موجود نہ تھے۔ جب واپس آئے تو حالات معلوم ہوئے تو آپ نے عذاب کی خبر دی اور تین دن کی مہلت دی۔ یہ دن بدھ، جمعرات اور جمعہ تھے۔ مگر نافرمانوں پر اثر نہ ہوا، بدھ کے دن ان کے چہرے زرد ہوگئے، جمعرات کو سرخ ہوگئے اور جمعہ کے دن چہرے سیاہ ہوگئے اور آخر عذاب آیا اور وہ سب ہلاک ہوگئے۔ بحکمِ خدا جبرائیلؑ نے آواز دی **علیکم لعنۃ اللہ**۔ تم سب ہلاک ہوجاؤ (تم پر خدا کی لعنت ہو۔) یہ آواز ایسی مہیب تھی کہ وہ سب مر گئے۔ ان کی عمارات منہدم ہوگئیں اور وہ سب کے سب اپنے گھروں میں دفن ہوگئے۔ مگر ایک شخص بچا جس کا نام ابورغال تھا۔ حضرت علیؑ سے بعض نے پوچھا کہ یہ ابورغال کون تھا؟ آپؑ نے فرمایا کہ وہ بنی ثقیف قبیلہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ خدا نے اس آیت میں ظاہر فرمایا ہے کہ ہم نے صالحؑ کو محفوظ رکھا اور ان پر اپنی رحمت نازل کی۔

آیت ۶۸:

خدا نے امتِ محمدؐ کو آگاہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ قومِ ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا۔ اس لئے رحمتِ خدا سے دور ہوگئی اور عذاب کی مستحق ہوئی تم ایسا نہ کرنا ورنہ نتیجہ وہی ہوگا۔

آیت ۶۹:

مفسر دمیاطی نے کہا ہے کہ وہ خدا کے فرشتے تھے۔ وہ تین تھے جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ نہایت حسین، خوش کلام نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ ابراہیمؑ نے زوجہ سے کہا کہ مہمان آئے ہیں۔ ابراہیمؑ مہمان نوازی میں مشہور تھے۔ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک کہ کوئی مہمان نہ آجائے۔ لہٰذا ایک گوسالہ ذبح کیا۔ اس کو بھونا، دسترخوان پر رکھا اور ان تینوں نوجوانوں سے کھانے کے لئے کہا مگر انہوں نے نہ کھایا۔ ابراہیمؑ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ عادتِ عرب کے مطابق یہ کوئی ڈاکو ہیں جو مہمانی قبول نہیں کررہے ہیں۔ کیونکہ قصدِ ہلاکت کو جو آتا تھا وہ کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اس وقت ان تینوں نوجوانوں نے کہا تھا کہ ہم تو خدا کے فرستادہ فرشتے ہیں اور بشارت لائے ہیں نیز انہوں نے بتایا کہ قومِ لوطؑ پر عذاب کے لئے آئے ہیں۔

آیت ۷۱:

حضرت ابراہیمؑ کی زوجہِ اول سارہ جن کی عمر نوے (۹۰) سال کی تھی وہی کباب بنا کر لائی تھیں۔ اسی وقت قدرتِ خدا سے حیض سے ہوگئیں یہ علامت ہوتی ہے کہ اب حمل قرار پاسکتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی۔ تب فرشتوں نے بشارتِ ولادتِ اسحاقؑ دی تو سارہ کو تعجب ہوا۔

(روایت امام جعفر صادقؑ) خدا نے سارہ کو خوش خبری دی کہ بیٹا ہوگا اور اتنی زندگی ہوگی کہ پوتا بھی دیکھو گی۔ یہ

برکاتِ خدا تھیں کیونکہ اسباط اور تمام انبیاءؑ بنی اسرائیل حضرت ابراہیمؑ اور سارہ کی اولاد ہیں۔ بنی اسرائیل حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں۔ خدا نے ان کی ہدایت کے لئے پے در پے انبیاءؑ مبعوث کیے، ان کی خطائیں بار بار معاف کیں مگر یہ اب تک خدا کے نافرمان، حضرت محمدؐ خاتم النبیین کے منکر اور دشمنانِ اسلام ہیں۔ ان پر بارہا عذاب آچکا ہے اور ایک بار پھر عہدِ امام مہدیؑ میں آئے گا۔

آیت ۷۳:

جب سارہؑ کو تعجب ہوا کہ ان کے بطن سے بچہ پیدا ہوگا تو فرشتوں نے بتایا کہ خدا کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے اور تم چونکہ حضرت ابراہیمؑ نبی خدا کی زوجہ ہو اس لئے خدا اپنی رحمت سے تم کو اس بڑھاپے میں اولاد دے رہا ہے اور برکتِ خدا یہ ہوگی کہ تمہارے اس بیٹے اسحاقؑ کی نسل سے یعقوبؑ پیدا ہوں گے۔ وہ بھی خدا کے نبی ہوں گے اور ان کی کثیر اولاد ہوگی جو بنی اسرائیل کہلائے گی۔ (یعقوبؑ کا دوسرا نام اسرائیل تھا) لہٰذا تم کو چاہیے کہ خدا کی حمد وشکر یہ ادا کرو اور اس بات کا اعتقاد رکھو کہ خدا صاحبِ قدرتِ کاملہ ہے۔

آیت ۷۴:

یجادلنا فی قوم لوط۔ اس کا ترجمہ اکثر مترجمین نے یہ کیا ہے کہ وہ خدا سے جھگڑا کرنے لگا۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ خدا سے جھگڑنے لگے۔ نعوذ باللہ! یہ امر شانِ خلیلی کے خلاف ہے۔ جس کی تعریف خدا نے بار بار کی ہو اور جو خدا کا ایسا متوکل بندہ کہ آگ میں بھی ڈالا جائے تو بجز خدا کے کسی کو نہ پکارے۔ اس کے لئے ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے جائیں۔ خود خدا نے اسی آیت میں فرمایا ہے۔ **اواہ**۔ (وہ بہت آہ وزاری کرنے والے تھے۔) اور خدا نے فرمایا کہ وہ منیب تھے۔ یعنی خدا کی طرف رجوع ہونے والے تھے۔ وہ مطیع خدا تھے۔ **یجادلنا** کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتوں سے دفع عذاب کے لئے امتِ لوط کی وکالت کر رہے تھے اور ان مومنین کے لئے سفارش کر رہے تھے جو اس نافرمان امت میں موجود تھے۔ جدال کے معنی سوال و جواب اور مباحثہ و وکالت کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ملائکہ درجہ میں ابراہیمؑ سے کم تھے لہٰذا ابراہیمؑ کو ان سے بحث کرنے کا حق تھا اور وہ اس لئے کہ حقیقت اور وسعتِ عذاب سے آگاہ ہو جائیں۔ چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ابراہیمؑ نے فرشتوں سے کہا کہ جس قریہ میں سو مومن ہوں گے ان کو بھی ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا کہ نہیں۔ اسی طرح ابراہیمؑ نے پوچھا حتیٰ کہ پانچ افراد مومن تک دریافت کیا۔ آخر میں ملائکہ نے کہا کہ اگر ایک مومن بھی قریہ میں ہوگا تو اس کی وجہ سے بھی عذاب نہ ہوگا۔ تو ابراہیمؑ نے لوطؑ اور ان کے اہل وعیال کا ذکر کیا تو فرشتوں نے کہا کہ ہم ان کو عذاب سے دور کر دیں گے۔

یہ پانچ شہر تھے جن پر عذاب آیا۔ صدوم، صعدا، عاصورا، دادوما، ضوانیم، ان میں ایک ایک لاکھ جنگجو افراد

تھے۔ جب فرشتے آئے تو لوطؑ صدوم میں تھے۔ لوطؑ کو خبرِ عذاب سے دکھ ہو۔ خدا نے فرمایا: لوطؑ چار بار گواہی دیں کہ ان کی قوم لوطی (اغلام کرنے والی ہے) فرشتوں نے دریافت کیا تو لوطؑ کو شرم آئی اور کہا کہ وہ بہت بدکار ہیں۔ لوط کھیتی سے گھر آئے۔ مہمان نوجوانوں کو ساتھ لائے۔ لوگوں نے دیکھ لیا اور ان کو لوطؑ سے لے کر چاہا کہ وہ لواطہ کریں۔ لوطؑ نے کہا کہ خدا سے ڈرو۔

آیات ۷۸ تا ۸۰:

لوطؑ نے کہا کہ ''یہ میری بیٹیاں'' موجود ہیں سے مراد ہے کہ تم میری امت ہو اور تمہاری لڑکیاں میری اولاد ہیں۔ کیونکہ نبی امت کا باپ ہوتا ہے۔ تم عورتوں سے نکاح کرو اس اغلام کی عادت کو ترک کرو کہ سببِ عذاب ہوگا۔

آیت ۷۹:

نافرمان انسان سے خدا کی توفیق سلب ہوجاتی ہے اور وہ حرام کو حلال سمجھنے لگتا ہے۔ قومِ لوطؑ کا یہی حال تھا کہ وہ اغلام کے ایسے عادی ہوگئے تھے کہ نبی کی بات کو ماننے کو تیار نہ تھے اور نہ ان کو ہلاکت اور عذاب کا خوف تھا۔ حضرت لوطؑ نے ان کو آخری وقت بھی ہدایت کی اور بتایا کہ خدا نے تمہاری نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے عورتوں کو پیدا کیا ہے اور تم کو نکاح کا حکم دیا ہے تاکہ تم غلط کاری اور اپنی نسلی تباہی اور امراضِ مہلکہ سے محفوظ رہو۔ کیونکہ اغلام غیر فطری فعل ہے اس سے امراض مہلکہ پیدا ہوتے ہیں۔ اعصاب جسم کمزور ہوجاتے ہیں اور دل و دماغ کی قوتیں ضائع ہوجاتی ہیں۔ انسان قوائے روحانی سے محروم ہوجاتا ہے اور بدکاری کی وجہ سے وہ بے عزت اور بے حمیت ہوجاتا ہے۔ انسانی اوصاف شجاعت عفت اور عدالت اور خصائل حمیدہ سے محروم ہوجاتا ہے۔ وہ معاشرہ انسانی کو تباہ کرنے والا اور سوسائٹی کے لئے عضوِ بیکار بن جاتا ہے۔ علاوہ اس کے اس کی نسل منقطع ہوجاتی ہے۔ علاوہ اس کے اس میں خصائلِ بد پیدا ہوجاتی ہیں تو وہ خلافِ فطرتِ انسانی افعال کا مرتکب ہوتا ہے اور عذابِ آخرت کا مستحق بن جاتا ہے۔ چنانچہ لوطؑ نے قوم کو راہِ راست کی ہدایت کی مگر قوم نے انکار کردیا اور کہا کہ ہم کو عورتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہم تو تمہارے حسین نوجوان مہمانوں کو چاہتے ہیں، وہ ہم کو دیدو۔ لوطؑ نے جب قوم کی سرکشی دیکھی اور یقین ہوگیا کہ ان پر ضرور عذاب آئے گا تو آپؑ نے ان سے اظہارِ بیزاری کیا اور فرمایا کہ اگر میں تنہا نہ ہوتا اور قوم کے کچھ افراد میری مدد کرتے تو میں تمہارے مقابلہ میں آتا اور تم کو اس کارِ بد سے روک دیتا۔ مگر کیا کروں کہ تم سب کے سب ہی میرے مخالف ہو یا میں کسی مضبوط جگہ خود چلا جاتا اور اپنے مہمانوں کو لے جاتا اور اس طرح ان کو تم سے بچا لیتا۔ گویا آخر یہ الفاظ **اوآوی الی رکن شدید**۔ (میں پناہ لیتا مضبوط جائے پناہ میں۔) خدا نے لوطؑ کی یہ مجبوری دیکھی تو فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ لوطؑ کو بتادیں کہ ہم ان کی مدد کو موجود ہیں

ان کو کوئی ضرر نہ ہوگا۔

آیت ۸۱:

مومن جب کسی مصیبت کی وجہ سے مضطر ہوتا ہے اور خدا سے طلب مدد کرتا ہے تو خدا فوراً اس کی مدد کرتا ہے اور اس کی اس پریشانی کو دور کر دیتا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے **امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔** (سورہ نمل، آیت: ۶۲)۔ (مضطر کی دعا کا قبول کرنے والا اور اس کی مصیبت کو دور کرنے والا بجز خدا کے کون ہے؟) حضرت لوطؑ نبی تھے اور قوم نے گھر گھیر لیا تھا اور چاہتے تھے کہ وہ نوجوان حسین مہمانوں کو لوطؑ سے چھین کر لے جائیں۔ لوطؑ کی اس وقت کی پریشانی اور تنہائی قابل غور ہے۔ چنانچہ خدا کے فرشتوں نے بتا دیا کہ صبح کو جو جلد ہی ہونے والی ہے قومِ نافرمان پر عذاب آئے گا اور تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ البتہ تمہاری زوجہ کافرہ ہے وہ عذاب میں گرفتار ہوگی۔ معلوم ہوا کہ نبی کی زوجہ بھی اگر نافرمانِ خدا اور رسول ہو تو عذاب سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔

آیت ۸۳:

خدا نے انبیاءؑ کے واقعات کو بیان فرمایا ہے تاکہ امتِ محمدؐ کو عبرت ہو۔ اسی لئے فرمایا کہ اہل مکہ و دیگر لوگ جن کو پیغامِ حضرت محمدؐ ملے وہ اس کو قبول کریں ورنہ وہ بھی ایسے ہی عذابوں میں گرفتار ہوتے رہیں گے۔ قومِ لوطؑ کے بارے میں ابوسعید خدریؓ نے کہا ہے کہ وہ لوگ جو اغلام کے عادی تھے ان کی تعداد چالیس افراد کے اندر تھی مگر خدا نے چالیس ہزار قومِ لوط کو تباہ و ہلاک کیا۔ کیونکہ باقی لوگوں نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حکمِ خدا کی تعمیل نہ کی تھی۔ یہ جرم بھی بڑا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا کہ قومِ لوطؑ کی عورتیں کیوں ہلاک کر دی گئیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ ان کے مرد اغلام میں مبتلا تھے اور ان کی عورتیں بھی باہم عورتوں سے مشغول تھیں۔ معلوم ہوا کہ اغلام کی مثل عورتوں کا باہم چپٹی لڑانا بھی حرام اور سببِ عذاب ہے۔

آیات ۸۴،۸۵

حضرت شعیبؑ حضرت موسیٰؑ کے خسر تھے اور اہل مدین کی ہدایت پر مامور ہوئے تھے۔ آپؑ نے بھی وہی پیغامِ خدا امت کو پہنچایا جو ان سے پہلے انبیاءؑ اپنی امتوں کو پہنچا چکے تھے۔ اول یہ حکم دیا کہ خدائے یگانہ کی عبادت کرو۔ دوم یہ بتایا کہ بجز اللہ کوئی دوسرا قابل عبادت نہیں ہے۔ سوم یہ حکم دیا کہ ناپ اور تول میں کمی نہ کرو۔ چہارم یہ کہ لوگوں کے مالوں میں کسی کا حق نہ مارو۔ ہمیشہ عدل و انصاف کرو۔ پنجم یہ کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ۔ لوگوں کے سکون میں خلل نہ ڈالو۔ پھر یہ بھی یاد دلایا کہ تم دولت مند لوگ ہو اور دولت نے تم کو غاصب، حریص اور عیاش بنا دیا ہے۔ یاد رکھو کہ اس گمراہی کی بدولت تم پر ایسا عذاب آئے گا جو تم میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑے گا، وہ تم پر محیط ہوگا۔

تمہارے تمام اعمال کو خدا دیکھ رہا ہے۔ وہ عذاب اسی کے حکم سے آئے گا اور کوئی اس سے نہ بچ سکے گا۔

حرام ذرائع سے کسبِ مال جو حاصل کرو گے اس میں تمہارے لئے خیر و برکت نہ ہوگی بلکہ راہِ خدا میں جو خرچ کرو گے اور جو حلال روزی کماؤ گے اس میں خیر و برکت ہوگی اور تم پھولو پھلو گے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے اور اہل ایمان شبانہ روز اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ حرام کی کمائی سببِ ذلت اور تباہی ہوتی ہے۔ چور، ڈاکو، غاصب، جواری اور دیگر ناجائز طریقہ پر دولت کمانے والے ہمیشہ برباد رہتے ہیں اور ذلیل بھی۔

آیت ۸۶:

صباغی نے 'فصول مہمہ' میں ایک طویل روایت لکھی ہے۔

اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ امام آخر الزماں حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ وہ خانہ کعبہ کے دیوار کے نیچے کھڑے ہوں گے، ۳۱۳ مومنین ان کے گرد جمع ہوں گے اور وہ اس آیت کی تلاوت کریں گے: بقیت اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین وما انا علیکم بحفیظ۔ یہ کہ میں بقیۃ اللہ ہوں خدا کا خلیفہ ہوں۔ لوگ امام مہدیؑ کو یا بقیۃ اللہ کہہ کر خطاب کریں گے۔

آیت ۸۷:

قوم شعیبؑ دل میں شعیبؑ کے اخلاق کی معترف اور قائل تھی ان کو بُرد بار اور صادق جانتی تھی حضرت محمدؐ کی مثل مگر توحیدِ خدا کی طرف توجہ دلانے پر ان کے خلاف ہوگئی۔

آیت ۸۸:

شعیبؑ نے بتایا کہ جن باتوں سے میں تم کو منع کرتا ہوں ان سے میں بھی دُور رہتا ہوں اور یہی معقول بات ہے کہ میں وہی عمل کروں جو خدا کے حکم کے مطابق ہے اور اسی کے حکم سے تم کو منع کروں جو خلافِ حکمِ خدا ہے۔ میرا عمل میرے قول کے مطابق ہی ہوگا۔

خدا نے قول نبی کا اعادہ کیا ہے کہ خدا کا نبی مطیع خدا ہوتا ہے وہ اپنے عہدہِ نبوت کو اس کی عطا جانتا ہے۔ وہ اعمالِ صالح کو اللہ کی توفیقِ نیک جانتا ہے۔ وہ خدا کی ذات پر توکل کرتا ہے اور دنیا کے انسانوں سے کسی کام میں مدد نہیں چاہتا۔ سوائے اس کے کہ اگر خدا اس کو حکم دے کہ وہ نصرتِ دین کے لئے مومنین کو آمادہ کرے۔ خدا کا نبی اپنی زندگی، موت اور امورِ آخرت میں خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ انسانوں کے لئے بھی درسِ حیات ہے کہ وہ خدا پر ایمان لائیں اور اسوۂ انبیاء کی پیروی کریں۔ حضرت شعیبؑ بہترین خطیب تھے۔ قوم کو بہ دلائل ہدایت کرتے

تھے۔حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے کہ شعیبؑ خطیبِ انبیاء تھے۔

آیات ۸۹، ۹۰:

خداوندِ عالم نے واقعاتِ ہدایتِ انبیاءؑ اوران کی قوموں کی نافرمانی اوران پر عذاب کا آنا بار بار قرآن میں بیان کیا ہے اور آخری نبی کی امت کو اور نیز قیامت تک آنے والی نسلوں کو پیغام دیا ہے کہ وہ خدائے یکتا پر ایمان لائیں اور نبیِ آخر حضرت محمدؐ کو خدا کا رسول جانیں، ان کے احکام کی پیروی کریں، ان کی مخالفت نہ کریں۔ اپنی دنیا اور آخرت کے ہر کام کو مطابقِ حکمِ رسولؐ بجا لائیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو دنیا میں بھی طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہوں گے اور آخرت کے عذابِ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ خدا کا یہ پیغام قیامت تک باقی رہے گا۔ اور اس کی تعمیل ہر شخص پر واجب ہے۔

خدا نے نافرمان قوموں کے حالات بیان کیے ہیں کہ ان پر عذاب آئے اور ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کا ذکر کیا ہے۔ ماہرینِ طبقاتُ الارض اور آثارِ قدیمہ مسلسل جستجو کررہے ہیں اور غیر آباد صحراؤں، کہساروں میں زمین کے طبقات کے نیچے سے اجڑے ہوئے شہر، قلعوں کے کھنڈرات، قدیم تہذیبوں کے آثار برابر نکل رہے ہیں۔ یہ آثارِ قدیمہ اتنے قدیم ہیں کہ قدیم تاریخیں بھی ان کا سراغ نہیں دیتیں۔ اہلِ نظر اور اہلِ فہم کو ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور خالقِ عالم کے کلام پر یقین کرنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا کے عذاب کا قانون ہمیشہ جاری رہے گا تو پھر کیوں نہیں وہ خدائے قادر ویگانہ کے سامنے سربسجود ہو کر دنیا کی عزت اور آخرت کی نجات حاصل کرلیں۔

آیت ۹۱:

حضرت شعیبؑ کی نافرمان قوم نے چند باتیں جواب میں کہیں۔ اول یہ کہ ہم تمہاری باتوں کو سمجھتے ہی نہیں (گویا انکار کیا)۔ دوم یہ کہ اے شعیبؑ تم تنہا اور کمزور ہو، تم ہم پر غالب نہیں آسکتے ہو۔ سوم یہ کہ ہم تمہارے گروہ کو عزیز رکھتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے بھائی بند ہیں۔ ان کی وجہ سے ہم تم کو سنگسار نہیں کررہے ہیں۔ عہدِ حضرت محمدؐ کے کفار بھی یہی کہتے تھے۔ آخر خدا نے حضرت محمدؐ کو وہ طاقت عطا کی کہ دشمن باوجود طاقت اور کثرت کے فنا ہوگئے۔ حضرت شعیبؑ کا فرمانا بھی صحیح ہوا کہ خدا نے شعیبؑ کو معزز کیا، ان کے قول کو ثابت کیا اور نافرمان قوم کو ایسا فنا کیا کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ عذابِ دائمی میں وہ ہمیشہ مبتلا رہیں گے اور دنیا میں ان پر لعنت رہے گی۔

آیت ۹۳:

حضرت شعیبؑ خوب جانتے تھے کہ بداعمال قوم ضرور تباہ ہوتی ہے۔ میری قوم بھی تباہ ہوگی۔ لہٰذا آپ نے

فرمادیا کہ تمہارے اعمالِ بد ہی تمہارے لئے عذاب کا سبب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اُس عہد ہی میں ایسا نہیں ہوا بلکہ ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا رہے گا کہ جب کافر قوموں کی عیاشی، ظلم، غرور، اور خدا فراموشی ایک حد تک پہنچ جائے تو وہ قوم ضرور تباہ و برباد ہوگی۔ تاریخِ دنیا اس کی گواہ ہے اور گواہ بنتی رہے گی۔

آیت ۹۴:

یہ آیت صرف تذکرہ ہی نہیں ہے کہ خدا نے شعیبؑ اور مومنین کو عذاب سے بچایا بلکہ اس امر کا اظہار ہے کہ ہمیشہ مومنین یعنی خدا پرست اعمالِ صالح بجالانے والے اور معاشرہِ انسانی کے اصلاح کرنے والے اور دوسروں پر رحم کرنے والے معزز اور کامیاب رہیں گے، بے خوف رہیں گے اور دونوں جہانوں کی نعماتِ خداوندی سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں گے جبکہ منکرینِ خدا بداعمالیوں کی وجہ سے باہم جنگ کریں گے، خون ریزی ہوگی، وہ خود ایک دوسرے کے تباہ کن دشمن رہیں گے اور ان کو اس دنیا میں چین نہ ملے گا اور آخرت کے عذاب کے تو وہ مستحق ہو ہی گئے ہیں۔

آیت ۹۵:

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ ایک ظالم جو دوسروں کے حقوق کو غصب کرتے ہیں اور دوسرے مظلوم جن کا حق غصب کیا جاتا ہے۔ ایک وہ جو خدا کو نہیں مانتا یا اس کا شریک دوسروں کو قرار دیتا ہے وہ ظالم ہے اور ایک وہ جو خدا کی وحدت کا قائل ہے اور انبیاءؑ کا مطیع ہے وہ مومن ہے۔ لہٰذا خدا نے اس آیت کے ذریعہ یہ بات ظاہر کردی ہے کہ عہدِ شعیبؑ میں جو لوگ ظالم تھے ان کو عذابِ خدا نے گھیر لیا۔ وہ ایک آسمانی صدائے مہیب کے بھی متحمل نہ ہوسکے اور سب فنا ہوگئے۔ ان کے گھر قلعے، حصار ان کی قبریں بن گئے۔ وہ اسی میں دفن ہوگئے اور مٹی ان کو کھا گئی۔ ان کا روئے زمین پر نام ونشان نہیں رہا اور حضرت شعیبؑ اور مومنین کا تذکرہ تا قیامت باقی رہے گا اور دائمی نعمتِ جنت کے وہ حقدار ہوں گے۔

آیت ۹۹:

حضرت ابن عباسؓ سے **رفد المرفود** کے معنی پوچھے تو انہوں نے فرمایا: **هو اللعنة بعد اللعنة** وہ لعنت کے بعد لعنت ہے) ان پر دائمی لعنت رہے گی۔

آیت ۱۰۰:

نقصّهٗ علیك۔ خدا نے فرمایا کہ اے محمدؐ ہم تم کو انبیاء اور امتوں کے قصے سنا رہے ہیں۔ نوحؑ، صالحؑ، لوطؑ،

ابراہیمؑ، موسیٰؑ یہ سب ہمارے رسولؑ تھے۔ ان کی امتوں نے ان کی نبوت کا انکار کیا۔ آخر عذاب کے مستحق ہوئے۔ اے رسولؐ تمہاری امت بھی یاد رکھے کہ اگر اس نے تمہاری پیروی سے انکار کیا تو خدا کا طریقہ بدلتا نہیں ہے مگر چونکہ تم کو ہم نے عالمین کے لئے رحمت بنایا ہے لہٰذا نافرمانوں کو مہلت زیادہ ملے گی۔

آیت ۱۰۱:

خدا نے بتایا ہے کہ نافرمان قوموں پر عذاب صرف ان کی نافرمانی کی وجہ سے آئے۔ خدا نے کسی پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ اول ظلم یہ تھا کہ انہوں نے اپنے خالق و رازق سے انکار کیا۔ دوم یہ کہ خدا نے ان کے اطمینان کے لئے ان کی فرمائش پر جو معجزے انبیاء کو دیئے ان کا انکار کیا۔ سوم یہ کہ انبیاءؑ کو قتل کیا۔ چہارم یہ کہ قبولِ ہدایتِ انبیاءؑ سے سرتابی کی۔ پنجم یہ کہ انبیاء اور دیگر چیزوں کو خدا کا شریک قرار دیا اور انبیاء کی بار بار کی ہدایت کے بعد بداعمالی پر آمادہ رہے لہٰذا ان کا فنا ہونا ہی بہتر تھا تاکہ وہ اہل دنیا کے لئے وجہِ بداعمالی اور فساد نہ بن سکیں۔ رسولِ خداؐ حضرت محمدؐ نے فرمایا: ان اللہ تعالیٰ یمھل الظالم حتیٰ اذا اخذہ لم یغلبہ (خدا ظالم کو مہلت دیتا ہے مگر جب اس کو پکڑتا ہے تو پھر اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔) یعنی پھر خدا ہی کا حکم غالب رہتا ہے۔

خداوندِ عالم نے بار بار تنبیہ کی ہے کہ ہر وہ شے جو انسان کو خدا کی اطاعت و عبادت سے روکتی ہے اور انسان کو اپنی طرف متوجہ کر کے خدا کو بھلانے کا سبب ہوتی ہے وہ سب ایسے شرکاء ہیں جن کو نافرمان انسان خدا کا شریک قرار دیتے ہیں۔ وہ بت ہوں کہ خواہشات نفسانی ہوں یا حکومتیں اور بادشاہ ہوں لہٰذا وہ روزِ قیامت، روزِ حساب انسان کے کام نہ آئیں گے اور نہ دنیا کی مصیبتوں سے ہی بچا سکتے ہیں۔ کیونکہ دنیا و دین کے امور کا حاکم صرف خدا ہے۔ نافرمان قوموں کو وہ مہلت دیتا ہے، ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے مگر پھر بوجہ ان کی بداعمالی کے عذابِ دنیا میں گرفتار کرتا ہے کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا اور آخرت کا عذابِ دائمی تو ان کا حصہ ہی ہے۔

اس آیت نے بھی ثابت کیا کہ پوری پوری بستیاں اور قومیں صرف بوجہ اپنی بداعمالی کے تباہ ہوجاتی ہیں۔ تاریخ عالم اس کی گواہ ہے کہ یہ مسلسل ہورہا ہے۔

آیت ۱۰۳:

قیامت کا اعتقاد اصلِ ایمان ہے۔ قیامت میں سب لوگ جمع ہوں گے ان پر خدا، رسولوںؑ اور ائمہِ ھدیٰؑ اور مومنین اور خود ان کے اعضاء کی گواہی ہوگی۔ خدا عادل ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ اپنی حجت اور دلیل پوری کر کے سزا دیتا ہے۔

آیت ۱۰۵:

یومِ حساب خدا کا وہ جلال ہوگا کہ کوئی شخص کلام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہوگا۔ سکوتِ کامل ہوگا۔ مگر آیت ظاہر کرتی ہے کہ اجازتِ خدا سے کلام کرنے والے ہوں گے۔ یعنی وہ انبیاء، صالحین، شہداء اور حضرت محمدؐ اور ان کی آلِ اطہارؑ سے ہونے والے ائمہ جو شاہد اور گواہِ امت ہیں۔

مفسرین نے شقی وسعید کی بحث میں خواہ مخواہ طول دیا ہے۔ آیت صاف ہے کہ قیامت کے دن اس تمام مجمع میں دو قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک تو وہ جو سعید یعنی مطیعِ خدا و رسول رہے اور دوسرے شقی کہ باوجود ہدایات کے مومن نہ ہو سکے اور جہنم کے حقدار ہو گئے۔ خدا نے سعید اور شقی کی جزاء وسزا کا حال بیان کیا ہے۔

آیت ۱۰۷:

مفسرین نے مختلف بحثیں کی ہیں کہ زمین و آسمان کی بقا تک وہ جہنم میں رہیں گے حالانکہ زمین و آسمان برباد ہو چکا ہوگا۔ درحقیقت خدا نے زبانِ عرب کا محاورہ بیان کیا ہے۔ حکماء نے بتایا ہے کہ **کلما فوقك فاظلك فهو سماء و کلما تحتك فاحملك فهو الارض**۔ (جو شئے تجھ پر سایہ فگن ہے وہ آسمان ہے اور جو تیرے زیرِ قدم ہے اور تجھے اٹھائے ہوئے ہے وہ زمین ہے۔) خدا نے بتایا ہے کہ نافرمان دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ مگر ان میں کچھ ایسے بھی دوزخی ہوں گے خدا ان کے اقرارِ توحید کے صلہ میں ان کو جہنم سے آزاد بھی کر دے گا۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

آیت ۱۰۸:

اہلِ اسلام کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اعمال کی مناسبت سے انسان کی دو قسمیں کی ہیں۔ اول سعید، دوم شقی اور یہ بتایا ہے کہ سعید جنتی ہیں اور شقی جہنمی ہیں۔ قرآن اور احادیثِ نبوی سے ثابت ہے کہ خدا اور رسولؐ کا مطیع سعید ہے اور ان کا نافرمان شقی ہے۔ قیامت کے روز لاتعداد اسلامی فرقوں کا کیا ہوگا؟ یہ فرقے تو خدا و رسولؐ کے فرامین میں اختلاف کی وجہ سے بنے ہیں اور خدا اور رسولؐ کے فرامین میں اختلاف کرنے کی وجہ ہی سے پہلی امتوں پر عذاب آئے اور وہ لوگ شقی قرار پائے۔ پھر اس امتِ مسلمہ کا کیا حشر ہوگا جن کو اپنے فرقہ کا نام تو یاد ہے لیکن فرامینِ خدا و رسولؐ یاد نہیں ہیں، ابھی وقت ہے موت سے پہلے اپنی اصلاح کر لی جائے۔

غیر مجذوذٍ ۔ جو کبھی منقطع نہ ہوگا یعنی ثوابِ جنت و عذابِ جہنم کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ **مادامت السموٰات والارض** (جب تک کہ آسمان اور زمین باقی رہیں گے) سے مراد یہ آسمان و زمین نہیں ہیں بلکہ قیامت کے دن جو بلندی اور پستی ہوگی وہ مراد ہے۔ یہ محاورہ ہے اور اس سے مراد ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنا ہے۔

آیت ۱۰۹:

فلاتك فی مریۃٍ۔ رسول اللہؐ سے خطاب ہے کہ تم اس بارے میں شک نہ کرنا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ عذابِ آخرت وثوابِ آخرت کے بارے میں شک نہ کرو اور لکھا ہے کہ خطاب حضرت محمدؐ سے ہے اور سنانا امت کو ہے۔ حالانکہ خود قرآن کی توضیح کما یعبد اباۤءھم من قبل میں موجود ہے تو ترجمہ یہ ہوا کہ (اے محمدؐ) تم باخبر رہو اور یقینی طور پر جان لو کہ یہ مشرک افراد اصنام اور بتوں کی پوجا پاٹ اسی طرح کرتے رہیں گے جیسے ان کے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ تم ذرا پریشان نہ ہو کیونکہ تم پر ان کے غلط روی کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی اور ہم خود ان کے اعمال کا بدلہ دنیا وآخرت میں دینے کے لئے کافی ہیں۔

آیت ۱۱۰:

خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو پھر تسلی دی اور حضرت موسیٰؑ کی امت کا قصہ سنایا ہے کہ تم سے پہلے ہمارا نبی موسیٰؑ اپنی قوم میں آیا۔ موسیٰؑ کو ہم نے توریت دی مگر ان کی قوم نے احکامِ کتابِ خدا میں اختلاف کیا۔ اے محمدؐ اگر ہم نے عذابِ آخرت کے لئے وقت معین نہ کردیا ہوتا تو ان پر بھی عذاب آجاتا مگر ہم ان کو اور تمہاری امت کو تمہارے ذریعہ سے ہدایت دینا چاہتے تھے لہٰذا عذاب میں تاخیر کردی کہ ان کی اولاد میں سے جو ایمان قبول کرلیں تو بہتر ہے۔

آیت ۱۱۲:

فاستقم کما امرت ومن تاب معك کا ترجمہ مترجمین نے کیا ہے کہ (اے محمدؐ) تم قائم رہو اس پر جو حکم تم کو دیا گیا ہے اور وہ بھی قائم رہیں جنہوں نے تمہارے ساتھ توبہ کی ہے۔ پھر آگے آیت کے جز **ولا تطغوا** کا ترجمہ کیا ہے کہ حدودِ شرع سے باہر نہ جاؤ۔ یہ خطاب رسولؐ سے ہے مگر مراد امت ہے۔ پھر لکھا ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ مجھ کو اس آیت کے نزول نے بوڑھا کردیا۔ گویا کہ یہ عتاب آمیز کلام خدا تھا۔ نعوذ باللہ ایسے غلط اتہام محبوب خدا و نبیؐ آخر پر لگائے ہیں۔ درحقیقت خدا نے اپنے حبیبؐ کو تسلی دی ہے اور فرمایا ہے کہ (اے محمدؐ) تم مطمئن رہو۔ جو ہم نے تم کو حکم دیا ہے اس کو پورا کرتے رہو اور جو مومن تمہارے طرف رجوع ہو چکے وہ بھی ایمان پر قائم رہیں۔ احکامِ خدا کے مطیع رہو۔ باقی ان سرکشوں کو ہم خود سمجھ لیں گے۔ یہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے؟ ہم ان کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم خود فیصلہ کریں گے۔ قرآن کے ان الفاظ میں نہ کوئی لفظِ عتاب ہے اور نہ ارتکابِ گناہ کی وجہ سے توبہ کرنے کا حکم ہے۔ نہ یہ آیات رسولؐ کو بوڑھا بنانے والی تھیں۔ کیونکہ یہ الفاظ تسلی تھے اور ذمہ داری کے بوجھ سے رہائی اور یہ تو انعامِ خدا تھا۔ جس چیز نے رسولؐ کو بوڑھا کیا تھا وہ یہ الفاظ تھے فاستقم کما امرت۔

(اے رسولؐ تم قائم رہو اس حکم پر جو تم کو دیا گیا ہے)۔

اے محمدؐ! تم کو ہم عہدہِ رسالت پر فائز کر چکے ہیں اس لئے تم ان کی ہدایت برابر کر رہے ہو۔ تم تو اپنے کارِ ہدایت پر قائم رہو باقی ہم نافرمانوں کو سمجھ لیں گے۔ رسول خداؐ کو اپنے عہدہِ جلیلہ کی ذمہ داری معلوم تھی۔ شبانہ روز عبادت کرتے تھے۔ استغفار کرتے تھے کہ کہیں منشاءِ الٰہی کی اطاعت میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ تبلیغ میں سخت مشقتیں برداشت کرتے تھے۔ کفار کے اسلام نہ لانے پر آپؐ کو خدا بری الذمہ قرار دیتا تھا۔ بارہا ایسی آیتیں نازل ہوئی ہیں جن میں خدا نے فرمایا کہ اے محمدؐ تم پر ان کے اعمال کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم تمہارے کارِ تبلیغ سے مطمئن ہیں۔ اس آیت میں پھر حکمِ خدا ہوا کہ تم ہمارے حکم پر استقامت سے قائم رہو۔ اس حکم پر تمام وہ ذمہ داریاں حضرت محمدؐ پر پھر عائد ہوگئیں جو دینِ آخر کے بارے میں علمِ خدا میں موجود تھیں اور قیامت تک کے آنے والوں کے لئے سامان ہدایت مہیا کرسکتی تھیں۔ اس آیت نے رسولِ خداؐ کے دوشِ مبارک پر وہ پورا وزن ڈال دیا۔ اسی وجہ سے واحدی نے ابراہیم بن ادہم سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: لو صلیتم حتی تکونوا کالحمایا وصمتم حتی تکونوا کالاوتاد وکان الا ثنان احب الیکم من الواحد لم تبلغوا حدَّ الاستقامۃ۔ (اگر تم نماز پڑھو اور بوجہ مشقت مثل خاک سیاہ ہو جاؤ یا روزہ رکھو اور مثل تار کے لاغر ہو جاؤ اور تم کو یہ دونوں عبادتیں ایک دوسرے سے زیادہ محبوب ہوں تو بھی تم حدِ استقامت تک نہیں پہنچ سکتے)۔ بہر حال استقامت کا درجہ بہت اہم ہے۔ سرِ مو احکام و منشاءِ الٰہی سے انحراف بھی اس میں نہ ہونا چاہیے۔ اسی آیت میں مومنین کو حکم ہے کہ وہ راہِ مستقیم سے نہ ہٹیں کیونکہ خدا ان کے عمل کا نگران ہے۔

آیت ۱۱۳:

ان آیات میں خدا نے اہلِ اسلام کو تین حکم دیئے ہیں۔ اول دین پر قائم رہنا۔ دوئم راہِ مستقیم سے انحراف نہ کرنا، سوم ظالموں کی پیروی نہ کرنا۔ پھر فرمایا ہے کہ اگر تم اس کی خلاف ورزی کی تو تم بے یارو مددگار ہو جاؤ گے۔ پھر بھی تمہارا سرپرست صرف خدا ہی ہے کہ تم کو باوجود کفر کے نعمتِ زندگی اور اسبابِ زندگی مہیا کرتا ہے۔ مگر راہِ مستقیم سے تم دور ہی رہو گے۔ کیونکہ خدا اپنی توفیق تم سے دور کرلے گا۔ ظالم کے لئے رسولِ خداؐ نے فرمایا: من دعا ظالماً بالبقاء فقد احب ان یعصی اللہ فی ارضہ۔ (جس نے ظالم کی زندگی کی دعا کی تو گویا اس نے اس بات کو محبوب رکھا کہ زمین میں خدا کی نافرمانی ہوتی رہے۔) اوزاعی سے مروی ہے کہ مامن شئی ابغض اللہ من عالم یزور عاملاً۔ [خدا کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی شے زیادہ مبغوض (سببِ غضب) نہیں ہے کہ کوئی عالمِ کسی ظالم حاکم کی ملاقات کو جائے۔] مطلب یہ ہے کہ علماء کو ظالمین سے میل جول نہ رکھنا چاہیے۔

آیت ۱۱۴:

واقم الصلوٰۃ الخ خدا نے اس آیت میں اوقاتِ نماز کو بیان کیا ہے۔ دن کے کناروں کی نماز سے مراد نماز صبح و ظہر وعصر ہے اور **زلفاًمن اللّیل** یعنی رات کی نماز، نماز مغرب وعشاء ہے۔ تفسیر کنز العرفان میں ابن عباس وحسن بصری وجبائی نے یہی اظہار کیا ہے۔

اس آیت کی وجہ نزول یہ ہے کہ ابو الیسر عمرو بن عزیز انصاری کھجوریں فروخت کررہا تھا۔ ایک حسین عورت کھجوریں خریدنے آئی۔ ابوالیسر نے کہا کہ میرے گھر میں بہتر خرمے ہیں۔ چلو وہاں سے تم کو دیدوں۔ وہ اندر گئی تو ابوالیسر نے اس کو پیار کیا۔ اس نے کہا: اتق اللہ۔ (اللہ سے ڈرو)۔ ابوالیسر نادم ہوا اور خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے جماع نہیں کیا مگر اس کو بوس و کنار کیا ہے۔ میں نادم ہوں جو حکم ہو اس کے لئے حاضر ہوں۔ رسولِ خداؐ خاموش رہے۔ آخر یہ آیت نازل ہوئی رسول خداؐ نے اس کو نماز کا حکم دیا، اور یہ آیت پڑھی اور معافی کی اطلاع دی۔ رسول اللہؐ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ حکم خاص ہے یا عام؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہر مومن شخص کے لئے ہے اور آپ نے فرمایا: **من الصلوٰۃ الی الصلوٰۃ کفارۃ ما بینھما ما اجتنب الکبائر**۔ (ایک نماز ان گناہوں کا کفارہ ہے جو نمازوں کے درمیان سرزد ہو گئے ہوں۔ بشرطیکہ وہ گناہ کبیرہ نہ ہوں)۔

آیات ۱۱۹ تا ۱۲۳:

وتمت کلمۃ ربك۔ اے محمدؐ تیرے رب کا حکم پورا ہو گیا۔ اس آیت کا سلسلہ پچھلی آیات سے ہے۔ خدا نے فرمایا: اول حکم ہے کہ اے رسولؐ تم قوم کی نافرمانیوں پر صبر کرو۔ ہم خود بھی دیکھ رہے ہیں۔ دوم خدا نے فرمایا کہ برے کام تو ہر ایک کو برے معلوم ہوتے ہیں مگر اے محمدؐ تم سے پہلے بھی دعویدارانِ عقل وفہم گزرے ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو سیدھا راستہ اور امن وامان کی راہ کیوں نہ بتائی؟ مقصد یہ ہے کہ ان صاحبانِ عقل پر بھی جہالت، عیاشی اور خودغرضی طاری ہو چکی تھی۔ اسی لئے ہم نے اے محمدؐ تم کو ہدایت کے لئے مبعوث کیا۔ سوم پہلی امتوں میں سے نیکوں کاروں کو خدا نے نجات دی اور باقی پر عذاب کیا۔ چہارم متمول اور مالدار افراد پہلی امتوں میں ہمیشہ گمراہ رہے ہیں اور انہوں نے وہ طریقہ اختیار کیا ہے جس میں ان کو لذّاتِ دنیا حاصل رہیں اور حرام وحلال کا لحاظ نہ کیا۔ لہٰذا وہ مجرم و قابلِ عذاب تھے۔ پنجم خدا اس بستی کو ہلاک و برباد نہیں کرتا جس میں اصلاح کرنے والے موجود ہوں بلکہ سخت نافرمانوں اور ظالموں کو ہلاک کرتا ہے۔ ششم خدا عادل ہے ظالم نہیں ہے۔ خدا قادر مطلق ہے وہ یہ قدرت رکھتا تھا کہ انسانوں کو بھی مثل ملائکہ کے جماعتِ مطیع بنا دیتا۔ مگر خدا نے چاہا کہ انسان کو اپنی بے انتہا نعمات سے سرفراز کرے۔ لہٰذا اس کے لئے آزمائش اور امتحان لازمی کیا اور پھر انبیاءؑ کے ذریعہ راہِ راست بتائی۔ ہفتم انسان فطری طور پر

اختلاف کا عادی ہے مگر خدا اختلاف پسند نہیں ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو رکھے اور اطاعتِ خدا کر کے اس کا درجہ فرشتوں سے بھی بڑھ جائے اور وہ ابدی نعمات کا مستحق ہوجائے۔ خدا کی بات یا وعدہ پورا ہوگیا کہ وہ دین سے اختلاف کرنے والوں کو دوزخ میں بھیج دے گا کیونکہ باوجود ہدایت کے ان لوگوں نے نافرمانی کی ہے۔ ہشتم یہ کہ خدا نے فرمایا کہ اے رسولؐ ہم تم کو یہ واقعات سابقہ امتوں کے اس لئے سناتے ہیں کہ تمہاری تسلی ہواور تم کو اطمینان ملے۔ تم تو چاہتے ہو کہ قیامت تک کے آنے والے بھی سب مسلمان ہوجائیں مگر انسانوں کی نافرمانیاں ہمیشہ جاری رہی ہیں۔ انہوں نے ہمارے انبیاءؑ کے ساتھ برا سلوک ہمیشہ کیا ہے لہٰذا اے محمدؐ تم بھی صبر کرتے رہو ہم ان سے خود سمجھ لیں گے۔ نہم مومنین انبیاء کے قصے سن کر مطمئن ہوتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔ ان کا ایمان پختہ ہوجاتا ہے۔ دہم خدا نے اپنے رسولؐ کی زبانی یہ حکم دیا کہ مومنین خدا کی عبادت کریں۔ جان لیں کہ خدا کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ خدا عالم ہے ان کو ان کے اعمالِ نیک کا پورا بدلہ ملے گا۔

فضائل سورۂ یوسفؑ

ابی ابن کعب نے رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: سورہ یوسفؑ کی تعلیم دوسروں کو دو کہ جو مسلمان خود سورہ یوسفؑ کی تلاوت کرے یا اپنے اہل وعیال کو تعلیم دے تو خدا اس پر موت کی سکرات وسختی کو کم کردے گا اور اس کو ایسی قوت عطا کرے گا کہ وہ دوسروں پر حسد نہ کرے گا۔

ابوبصیر نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو سورۂ یوسفؑ کو ہر روز یا ہر شب تلاوت کرے گا تو خدا روزِ قیامت اس کو جمالِ یوسف عطا کرے گا اور وہ قیامت کے خوف سے محفوظ رہے گا۔ اس کا شمار صالحین میں ہوگا۔ رسولِ خداؐ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کو سورۃ یوسفؑ کا لکھنا نہ سکھاؤ۔ ان کو رسی اور ڈورا کاٹنا سکھاؤ اور سورہ نور کی تعلیم دو۔ **تلك ایت الکتب المبین**۔ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔

خدا نے سورۃ یوسفؑ کو احسن القصص فرمایا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے کہ خالق کلام اس کو بہترین قصہ اور اپنی آیت کہے۔

علماء نے کہا ہے کہ سورۂ یوسفؑ میں ذکرِ انبیاء وصلحا وملائکہ وشیاطین، جن وانس، چوپائے اور طیور، سیرتِ ملوک، آدابِ شاہان، طریقہ، تجاوز، ذکرِ عقلاء وسفہاء، اختلافِ احوالِ انسان، مکرِ زنان وحیائے زنان، ذکرِ توحید وفقہ وعلمِ تعبیرِ خواب وآدابِ سیاست وحسنِ معاشرت وتدبرِ معاش وغیرہ کا بیان ہے۔ لہٰذا خدا نے اس کو احسنُ القصص فرمایا ہے۔ اصحابِ رسولؐ نے سلمان فارسیؓ سے اس کے نام کا سبب پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ سورہ یوسفؑ بہترین قصہ

ہے اور خدا نے یہ اشارہ اسی طرف کیا ہے۔

سببِ نزول سورۂ یوسف:۔

کتاب ''روضہ'' میں شیخ رکن الدین مسعود بن محمد نے لکھا ہے کہ سورہ یوسفؑ کی وجہ تسمیہ احسن القصص میں یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو واقعہ شہادتِ حسینؑ پر تسلی دی ہے۔ لکھا ہے کہ ایک دن رسول اللہؐ اپنے نواسوں حسنؑ و حسینؑ کو پیار کررہے تھے کہ جبرئیلؑ نے خدا کا پیغام پہنچایا کہ اے محمدؐ تم ان کو محبوب رکھتے ہو تو رسول اللہؐ نے عرض کیا کہ دونوں میرے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ جبرئیلؑ نے خبرِ شہادتِ حسینؑ دی اور واقعہ برادرانِ یوسف و حالِ بُکائے یعقوبؑ سنا کر تسلی دی۔ عہدِ قدیم میں کسی عالم نے یہ شعر بھی کہے تھے:

اصل ایں قصہ چو درد و محن است موجبِ سوزِ بکاء و حزن است
احسنش گفت خداوند کہ آں درتسلی حسینؑ و حسنؑ است

(کیونکہ اس قصہ کی اصل درد و مصائب ہے جس سے غم و رنج کی سوزش پیدا ہوتی ہے۔ خداوندِ عالم کا احسان ہے کہ اس نے اس میں حسنؑ و حسینؑ کے لئے تسلی کا سامان کیا ہے۔)

تفسیر سُورَۃ یُوسُفؑ

آیت ۵:

حضرت یعقوبؑ کے بارہ فرزند تھے مگر یعقوبؑ یوسفؑ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ کیونکہ یوسفؑ میں حسنِ صورت اور سیرتِ نبوت کا جلوہ دیکھ رہے تھے۔ دس سال کی عمر میں یوسفؑ نے خواب دیکھا تھا اور بھائیوں نے دغا کی تھی حالانکہ وہ مسلمان تھے۔

آیت ۷:

جابرؓ سے منقول ہے کہ ایک یہودی نے رسولِ خداؐ سے سوال کیا کہ اگر آپ نبی ہیں تو بتایئے کہ یوسفؑ نے جن ستاروں کو دیکھا تھا ان کے نام کیا ہیں۔ رسول اللہؐ پر وحی نازل ہوئی آپؐ نے نام بتائے: جریان، طارق، ذیال، قابو، عمودان، فلیق، مصبح، خروج، فزع، وثاب، ذوالکفنین، شمس و قمر۔

حضرت یعقوبؑ کی پہلی زوجہ لیائے بنت لیان سے پہلی اولاد تھی۔ زوجہ کے انتقال کے بعد اس کی بہن راحیل سے آپ نے عقد کرلیا۔ راحیل کے بطن سے بنیامین اور یوسفؑ پیدا ہوئے۔ خدا نے یوسفؑ کو حسنِ صورت اور

حسنِ سیرت سے نوازا تھا۔ ابوسعید خدریؓ نے رسولِ خداؐ کی حدیث نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے چار حصہ حسن یوسفؑ کو دیا تھا اور ایک حصہ حسن تمام دنیا والوں کو دیا ہے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں نے یوسفؑ کو نورِ کرسی سے پیدا کیا ہے اور اے محمدؐ تم کو نورِ عرش سے پیدا کیا ہے۔

خدا نے یوسفؑ کو معجزۂ حسن عطا کیا تھا اور تمام کمالات کا مجموعہ بنا دیا تھا۔ بہترین خاندان یعنی نبوت کا خاندان، نبی کا محبوب، آئندہ ہونے والا نبی، اوصاف و اخلاقِ اعلیٰ کا نمونہ اس پر کم سنی، دس سال کی عمر میں بھائی دشمن ہو گئے۔ اتنا محترم کہ اس کو خدا نے دکھایا کہ شمس وقمر اور آسمان کے ستارے اُسے سجدہ کر رہے ہیں۔ خدا نے اتنی صفات دی تھیں مگر اپنوں ہی نے دغا دی۔ دغا دینے والے مسلمان بھی تھے۔ خدا نے یوسفؑ کو جامعِ صفاتِ اعلیٰ بنایا تھا تا کہ وہ ان کے ہم عہد انسانوں کی آزمائش کرے کہ وہ حق کے ماننے والے ہیں یا خودغرض ہیں۔ خدا نے اسی طرح حضرت محمدؐ اور ان کی آلِ اطہارؑ میں تمام کمالات جمع کر دیئے ہیں تا کہ خدا قیامت تک آنے والی نسلوں کا امتحان لے کہ وہ حق وصداقت کے ماننے والے ہیں یا ناحق اور باطل پرست ہیں۔ تاریخِ اسلام خود گواہی دے رہی ہے کہ کیا ہوا۔

آیت ۸:

برادران یوسفؑ نے یوسفؑ پر کوئی الزام عائد نہیں کیا۔ صرف باپ پر الزام لگایا۔ اول یہ کہ باپ یوسفؑ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ ہم کثیر تعداد میں جوان اور طاقتور ہیں۔ باپ کو ہماری طاقت پر بھروسہ کرنا تھا۔ سوم یہ کہ باپ خطا پر ہیں کہ انہوں نے ہماری کثرت اور طاقت کی پروانہ کی اور صرف ایک دس سال کے بچہ کی محبت میں مبتلا رہے۔ چہارم یہ کہ اپنی طاقت کے بل پر معصوم بے گناہ بچہ نیز بھائی کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ پنجم باپ اور نبیِ خدا کو ناراض کیا اور آزار دیا۔ ششم باپ کی دولت کا لالچ کیا اور خدا کے رازق العباد ہونے کا اعتقاد دل سے نکال دیا۔ ہفتم برادرانِ یوسفؑ اتنے خودغرض تھے کہ یوسفؑ کے قتل سے زیادہ ان کو یوسفؑ کو بیچ کر پیسہ حاصل کرنا زیادہ عزیز تھا۔ ہشتم یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا۔ جب دیکھا کہ وہ قدرتِ خدا سے زندہ ہیں تو بیچ ڈالا۔ نہم انہوں نے باپ سے جھوٹ بولا اور مکروفریب کیا۔

آیت ۱۰:

قتادہ نے کہا ہے کہ وہ کنواں بیت المقدس میں تھا۔ وھبؓ نے کہا کہ وہ اردن میں ہے اور کعب نے کہا کہ وہ مدین اور مصر کے درمیان ہے۔

آیت ۱۳:

واقعہ یوسف۔ ابوحمزہ ثمالی نے امام زین العابدینؑ سے بیان کیا ہے کہ یعقوبؑ روزانہ گوسفند ذبح کرتے تھے۔ شب جمعہ سائل نے سوال کیا۔ مگر اولادِ یعقوبؑ نے اس کو کھانا نہ دیا۔ وہ **اناللہ وانا الیہ راجعون** کہتا ہوا چلا گیا۔ دوسرے دن فقیر نے روزہ رکھ لیا۔ اس پر خدا نے یعقوبؑ کو آزمائش میں مبتلا کیا۔ واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوبؑ نے سمجھا ہوگا کہ کسی لڑکے نے فقیر کو کھانا دیدیا ہوگا مگر اس کو کھانا نہ ملا فاقہ ہوا۔ ممکن ہی نہ تھا کہ یعقوبؑ سائلِ گرسنہ کی آواز سنتے اور اس کو دانستہ کھانا نہ دیتے۔ صرف یہ ہوا کہ فقیر خالی واپس گیا اور اولاد نے لاپرواہی برتی۔ اتنی بات بھی عہدِ جلیلۂ نبوت کے مناسب نہ تھی۔ لہٰذا خدا نے یعقوبؑ کو محبوب پسر کے بارے میں مبتلائے آزمائش کردیا۔ البتہ یعقوبؑ اس آزمائش میں کامیاب ہوگئے اور خدا کی محبت کو ہر شے پر مقدم کر کے نمونۂ صبر وتحمل و استقامت دین دنیا کو دکھا دیا۔

آیت ۱۴:

برادران یوسفؑ نے باپ سے یوسفؑ کو ساتھ لے جانے کی اجازت طلب کی۔ مگر یعقوبؑ نے کہہ دیا کہ میں یوسفؑ کی جدائی کو برداشت نہیں کرسکتا اور تم پر مطمئن بھی نہیں ہوں۔ یہ عاقلانہ فیصلہ نبی کی شان کے مطابق ہے۔ یعقوبؑ معاملہ کو جانتے تھے مگر لڑکوں نے یوسفؑ کو جن کی عمر ۷ سال یا ۱۰ سال تھی بہکایا۔ سیر کوہسار وصحرا کے سبز باغ دکھائے۔ یوسفؑ باپ کے پاس آئے اور بھائیوں کے ساتھ جانے کے لئے اصرار کیا۔ چنانچہ کسی قدیم شاعر نے نظم بھی کیا ہے کہ یوسفؑ نے باپ سے عرض کیا۔

زین تنگنائے خلوتم خاطر بصحرا می کنند
کاربوستان بادصبا خوش می دہد پیغام را

جب یعقوبؑ نے پھر یوسفؑ کو منع کیا تو پھر یوسفؑ نے الحاح وزاری کی۔ آخر باپ راضی ہوگئے اور لڑکوں کو حفاظت کی تاکید کی۔ اس پر لڑکوں نے کہا کہ ہم تعداد اور قوت میں زیادہ ہیں کیسے ممکن ہے کہ یوسفؑ کو ہماری موجودگی میں کوئی گزند پہنچے؟

آیت ۱۵:

روبیل، شمعون، یہودا برادران یوسفؑ نے باہم مشورہ کیا اور ان سب کا اجماع اس بات پر ہوا کہ یوسفؑ کو کسی کنویں میں ڈال دیا جائے۔ کنعان سے ۳ فرسخ پر یہ کنواں تھا اوپر سے تنگ تھا اندر سے کشادہ تھا اور گزوں گہرا تھا۔ راستہ سے دور تھا۔ بھائی یوسفؑ کی آہ وزاری پر ان کو اور اذیت دیتے۔ آخر یوسفؑ نے دو رکعت نماز کی اجازت لی۔ نماز ادا کی اور خدا سے عرض کیا کہ میں نے خود کو تیرے سپرد کیا، تو میرا رب ہے۔ اس کے بعد بھائیوں نے یوسفؑ کی

قمیص اتاری۔ یوسفؑ نے کہا کہ مجھ کو عریاں نہ کرو کہ کفن بھی میسر نہیں ہے۔ اس پر بھائیوں نے طمانچے مارے اور قمیص اتار لی ایک رسی میں باندھ کر کنویں میں لٹکایا۔ یوسفؑ نے وصیت کی کہ میرے باپ کو میرا حال نہ بتایا جائے ورنہ وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ اس پر روبیل کو غصہ آیا اور نصف چاہ تک یوسفؑ پہنچے تھے کہ رسی کاٹ دی۔ یوسفؑ نے خدا کو پکارا فوراً خدا کا حکم جبرئیلؑ کو ہوا کہ ادرك عبدی۔ (میرے بندہ کی خبر گیری کر۔) جبرئیلؑ نے آکر یوسفؑ کو پتھر پر بٹھایا۔ زخموں پر اپنے پروں کو ملا وہ مندمل ہو گئے اور بحکمِ خدا بصورت یعقوبؑ یوسفؑ کو آغوش میں لیا۔ یوسفؑ بیہوش تھے۔ جب ہوش آئے تو یا ابتا کہہ کر جبرئیلؑ سے لپٹ گئے۔ جبرئیلؑ نے حکمِ خدا سنایا کہ اللہ تم کو دنیا و دین کی بادشاہت عطا کرے گا۔ قرآن میں ہے **واوحینا الیه**۔ (ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی کی) کہ تم اپنے ظالم بھائیوں کو ایک دن ان کا ظلم یاد دلاؤ گے۔

آیت ۱۸:

حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کے جواب میں فرمایا: فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔ (پس صبر ہی خوب ہے۔) حدیث میں ہے کہ **الصبر الجمیل الذی هو الذی لا شکوی فیه الی الخلق** ۔ (صبر جمیل وہ ہے کہ مخلوق سے شکوہ نہ کیا جائے۔)

آیت ۲۰:

برادران یوسفؑ تو یوسفؑ سے بیزار ہی تھے۔ یوسفؑ تین دن چاہ میں رہے۔ جبرئیلؑ نے غمخواری کی۔ آخر ایک قافلہ کے سقہ نے حسین لڑکا دیکھ کر اظہارِ خوشی کیا۔ یوسفؑ کو نکالا یوسفؑ کے بھائی تو اسی فکر میں تھے کہ مبادا یوسفؑ زندہ ہو اور باپ تک پہنچ جائے گا، تو کھیل بگڑ جائے گا۔ لہٰذا وہ کوئیں کے پھیرے لگاتے تھے۔ یہودا کنویں پر آکر آواز دیتا تھا۔ **یوسفؑ احی انت ام میت**۔ (اے یوسفؑ تو زندہ ہے کہ مردہ ہے۔) قافلہ کے سقہ نے یوسفؑ کو نکالا تو بھائیوں نے یوسفؑ کو اپنا مفرور غلام بتایا اور بیس درہم پر فروخت کر دیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ یوسفؑ دور چلا جائے۔

جب برادرانِ یوسفؑ نے یعقوبؑ کو بھیڑیئے کا واقعہ بتایا۔ اور خون آلود قمیض انہیں دکھائی تو انہوں نے فرمایا: **واللہ ما عهون کالیوم ذنباً احلم من هذا اکل ابنی ولم یمزن قمیصه**۔ (خدا کی قسم میں نے آج تک ایسا بھیڑیا نہیں دیکھا کہ وہ ایسا بُردبار تھا کہ میرے بیٹے کو کھا گیا اور اس کی قمیض پارہ پارہ نہیں کی۔) تب حضرت یعقوبؑ نے حکم دیا کہ اس بھیڑیئے کو پکڑ کر لایا جائے۔ برادران یوسفؑ ایک بھیڑیا پکڑ کر لائے تو یعقوبؑ نے بھیڑیئے سے کہا کہ تو نے نبی زادہ کو کھایا ہے؟ اس نے کہا: **بحق شیبك یا نبی اللہ ما اکلت ولدك وان لحو مکم و دماؤ کم یا معاشر الا نبیاء محرمة علینا وانی مظلوم مکذوب علی غریب فی**

بلاد کم۔ (اے نبی خدا آپ کی پیری کی قسم میں نے آپ کے بیٹے کونہیں کھایا ہے اور خاندان نبوت کا گوشت اور خون ہم پر حرام ہے۔ مجھ پر ظلم کیا گیا ہے، مجھ پر جھوٹ بولا گیا ہے۔ میں تو آپ کے شہر میں مسافر اور اجنبی ہوں۔)

کنویں میں حضرت یوسفؑ کی دعا: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نجات کے لئے بحکمِ خدا یہ دعا تعلیم کی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ بَدِیْعُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَ مَخْرَجًا اَنْ تَرْزُقَنِیْ مِنْ حَیْثُ اَحْتَسِبُ وَمِنْ حَیْثُ لَآ اَحْتَسِبُ۔ (یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے ہی لئے حمد ہے۔ کوئی معبود نہیں تیرے سوا، آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا، جلالت و اکرام والا ہے کہ درود بھیج محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور میرے لئے کشائش اور بچ نکلنے کا سامان پیدا کر اور مجھے روزی دے جہاں سے مجھے توقع ہے اور جہاں سے توقع نہیں ہے۔)

آیت ۲۱:

برادران یوسفؑ جب یوسفؑ کو فروخت کر کے واپس ہونے لگے تو یوسفؑ نے وصیت کی میرے باپ کو رنج و تکلیف نہ دی جائے۔ یوسفؑ کو ملکِ مصر لایا گیا۔ مصر کا فرعون اس وقت ریان بن ولید عملیقی سام بن نوحؑ کی اولاد سے تھا۔ اس کا لقب عزیز تھا۔ جس نے کنویں میں ڈول ڈال کر یوسفؑ کو نکالا تھا اس کا نام مالک بن زعر خزاعی تھا۔ وہی مدین سے یوسفؑ کو مصر لایا تھا۔ یوسفؑ کی وجہ سے بکثرت خریدار جمع ہو گئے۔ قیمت لگنے لگی۔ عزیزِ مصر کو بھی خبر لگی وہ خود آیا قیمت، یوسفؑ کے ہم وزن مشک، ریشم، سونے اور چاندی لگی۔ آخر عزیزِ مصر نے ہم وزن سونا چاندی دے کر خرید لیا۔ اور اپنی زوجہ مسماۃ راعیل معروف بہ زلیخا کو دے دیا۔

آیت ۲۲:

اللہ نے اپنی قدرت دکھانے کے لئے غلام کی طرح فروخت ہونے والے یوسفؑ کو مصر میں جائے سکونت و اقتدار و حکومت عطا کی۔

آیت ۲۳:

مفسرین نے حسبِ عادت یوسفؑ نبی خدا اور معصوم کے بارے میں لکھا ہے کہ زلیخا نے ارادہ کیا اور ھم بھا اور یوسفؑ نے بھی زلیخا کا ارادہ فعلِ ناجائز کے لئے کیا تھا۔ (نعوذ باللہ) چنانچہ صاحب 'مواہب الرحمٰن' نے بحوالہ 'سراج' لکھا کہ کمر بند کھولا اور عورت کے ساتھ مقاربت کی نشست بیٹھے۔ اتنے میں آواز آئی کہ خبر دار۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہاں لوگوں کے اقوال مختلف ہیں اور ابن عباسؓ ومجاہد وسعید ایک جماعت سلف سے یہاں وہ کچھ مروی

ہے جو ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا مگر اللہ تعالیٰ جانے کہ ان اخبار کا کیا حال ہے۔ ثعلبیؒ نے کہا کہ یوسفؑ نے جو قصد کیا وہ بغیر عزم تھا اس کو واقع کرنا نہیں چاہتے تھے (تفسیر مواہب ص ۲۰۴ تا ص ۲۰۶ حاشیہ قرآن شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب ص ۳۹۱ حاشیہ ۴) اور یوسفؑ کو بھی اس عورت کا کسی قدر خیال امرِ طبعی کے درجہ میں ہو چلا جو کہ اختیار سے باہر ہے۔ ترجمہ وتفسیر کے بموجب یوسفؑ کا عورت کی طرف مائل ہونا ظاہر ہوتا ہے گو امرِ طبعی کے درجہ میں تھا۔ یہود و نصاریٰ نے تو اپنے انبیاء پر ہر قسم کے الزامات لگائے ہیں، تعجب اہلِ اسلام سے ہے کہ وہ انبیاء کو معصوم بھی مانتے ہیں اور ان پر ایسے ناپاک الزام بھی لگاتے ہیں۔ حاشیہ مختصر میں وسعت تحریر نہیں ہے۔ مگر صرف قرآن سے ان الزامات کی تردید پیش کی جاتی ہے۔

آیت ۲۴:

قرآن میں ہے کہ لقد ھمت بہ۔ زلیخا نے یوسفؑ کا قصد کیا یعنی بن سنور کر پھسلانے لگی۔ آیت کا دوسرا حصہ ہے کہ وھمّ بھا لولا ان را برھان ربہ۔ [اور یوسفؑ بھی (بلحاظ بشریت) زلیخا کا قصد کر لیتے اگر وہ نہ دیکھ چکے ہوتے اپنے خدا کی مقرر کردہ راہِ روشن کو]۔ یعنی اگر یوسفؑ علم نبوت نہ رکھتے ہوتے اور عام بشر ہوتے تو ایسا فطری تھا مگر چونکہ یوسفؑ کو خدا نے عہدہ جلیلہِ نبوتِ کے لئے مخصوص کیا تھا اور ان کو اپنی ایک آیتِ حسین بنایا تھا لہٰذا وہ زلیخا کی طرف مائل نہ ہوئے۔ آیتِ قرآن نے ظاہر کیا ہے کہ نبی کا نفس اتنا پاک و پاکیزہ ہوتا ہے کہ اس کو دولت، حکومت، حسن اور حسین عورت بھی گناہ پر آمادہ نہیں کر سکتی ہے حالانکہ وہ انسانی و بشریٰ نفس کا مالک ہوتا ہے مگر ایسے نازک موقعوں پر بھی اپنی پاکدامنی کو باقی رکھ سکتا ہے۔ علاوہ بریں اول یہ کہ قرآن نے سلسلہ قائم کیا ہے کہ زلیخا نے پہل کی تو یوسفؑ نے کہا: معاذ اللہ میں اس فعل حرام سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ دوم یہ کہ فرمایا: انہ ربی۔ (وہ میرا رب ہے۔) وہ میرے حال کا ناظر اور میرا نگران و مربی ہے۔ اس کی نافرمانی مجھ سے ناممکن ہے۔ پھر فرمایا: زنا ظلم ہے اور خدا ظالموں کو فلاح و نجات نہیں دیتا۔ یوسفؑ نے اس موقع پر زلیخا کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا۔ اس کے بعد قرآن نے واقعہ کو بیان کیا ہے کہ زلیخا نے تو عزم فعل کر لیا تھا مگر یوسفؑ کو کب بہکا سکتی تھی جبکہ یوسفؑ کو خدا نے معصوم بنایا تھا اور علمِ نبوت عطا کیا تھا۔ پھر خدا نے فرمایا: کذلك لنصرف عنه السوء۔ (اسی طرح ہم اپنے انبیاء و مخلص بندوں کو بچا لیتے ہیں۔) جیسے کہ ہم نے یوسفؑ کو محفوظ رکھا اور آخر میں خدا نے یوسفؑ کی پاک دامنی اور عزم و استقلال کی تعریف فرمائی ہے کہ انہ من عبادنا المخلصین۔ (وہ ہمارے پرخلوص بندوں میں تھا) کہ اس نے ہماری خوشنودی کو بہر حال مدنظر رکھا۔

آیت ۲۵:

خدا نے واقعہ کی مزید تفصیل بیان فرمائی ہے تاکہ دامنِ عصمتِ یوسفؑ پر کوئی داغ نہ آنے پائے۔ اول یہ ظاہر کیا کہ یوسفؑ دروازہ کی طرف بھاگے پیچھے زلیخا بھاگی۔ یعنی یوسفؑ نے ہرگز ارادہ زنا نہیں کیا۔ دوم یہ کہ زلیخا نے شوہر کو دیکھ کر یوسفؑ پر الزام لگایا اور شوہر کو اشتعال دلایا کہ وہ یوسفؑ کو قید کردے یا قتل کردے۔ زلیخا یوسفؑ سے مایوس ہو چکی تھی اسی لئے اس نے یوسفؑ کو مروانا چاہا۔ سوم یہ کہ یوسفؑ نے اپنی پاکدامنی پر خود گواہی دی ہے اور الزام زلیخا پر لگایا ہے۔ چہارم خدا نے ایک چار ماہ کے نومولود بچہ میں گویائی پیدا کر کے پاکدامنِ یوسفؑ کو ظاہر فرمادیا۔ یہ بچہ زلیخا کے چچا کا لڑکا تھا اور گہوارہ میں تھا۔ مفسرین نے مختلف چیزوں کو یوسفؑ کا گواہ لکھا ہے حتیٰ کہ بکری کے بچہ کو بھی لکھ دیا ہے۔ سب لغو ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ خدا نے چار بچوں کو قبل از وقت تکلّم عطا کیا۔ اول فرعون کی مشاطہ (سنگھار کرنے والی) کا بچہ، دوم یوسفؑ کا گواہ، سوم صاحبِ جریح، چہارم عیسیٰؑ۔

آیت ۲۹:

بہرحال عزیزِ مصر نے بھی بادشاہ ہونے اور زلیخا کے شوہر ہونے کے باوجود یوسفؑ کی پاک دامنی کی گواہی دی اور زلیخا کو خطاوار کہا اور یوسفؑ سے معافی مانگتے ہوئے کہا کہ زلیخا سے درگذر کرو اور زلیخا سے کہا تو تو خطا وار ہے۔ آئندہ ایسی خطا نہ کرنے کا اقرار کر۔ یوسفؑ کو جب مصر کی حکومت مل گئی تو یوسفؑ نے ایک جوان بوسیدہ لباس بھکاری کو دیکھا۔ جبرئیل موجود تھے۔ یوسفؑ سے کہا کہ تم اس کو پہچانتے ہو؟ یوسفؑ نے نہیں پہچانا۔ جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ وہ ہے جس نے بچپن میں تمہاری پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔ تب یوسفؑ نے اس کو خلعتِ اعلیٰ پہنایا۔ احترام کیا اور اپنا وزیر مقرر کرلیا۔

آیت ۳۰:

مصر کی عورتوں میں اس بات کا چرچا ہوگیا۔ تفسیر کشّاف میں ہے کہ وہ پانچ عورتیں تھیں جن کو زلیخا نے بلایا تھا جو ریان عزیزِ مصر کے خواص کی ازواج تھیں۔ شغف یا شفاف پردۂ دل یا غلافِ دل کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ محبتِ یوسفؑ نے زلیخا کے دل کو شگافتہ کردیا تھا۔ زلیخا نے اپنی بریت کی وجہ سے چالیس عورتوں کو بلایا اور ان پانچ عورتوں کو دسترخوان پر درمیان میں بٹھایا جو طعنہ دیتی تھیں اور عزیزِ مصر کے محل ہی میں رہتی تھیں۔

آیت ۳۱:

مکر کا لفظ اس لئے استعمال ہوا کہ وہ عورتیں خود حسن یوسفؑ کے دیکھنے کے لئے بیقرار تھیں۔

وہ دعوتِ طعام جس میں چھری گوشت کاٹنے کے لئے رکھی جاتی ہے۔ پھل بھی اسی سے کاٹے جاتے ہیں۔ زلیخا نے یہ دعوت ترتیب دی۔ جب وہ کھانے میں مصروف تھیں تو یوسفؑ کو ان کے سامنے سے گزار دیا۔ وہ حسنِ یوسفؑ سے ایسے مدہوش ہوئیں بے خیالی میں بجائے پھل یا گوشت کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور خبر نہ ہوئی۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان چالیس عورتوں میں سے نو عورتیں حسنِ یوسفؑ کی تاب نہ لا کر مر گئیں۔

آیات ۳۲، ۳۳:

بعض مفسرین کی غلط سوچ ہے کہ انہوں نے یوسفؑ کی پاکدامنی پر دھبہ لگایا ہے۔ حالانکہ خدا نے تفصیل سے واقعہ بیان کیا ہے کہ یوسفؑ کی عفت وعصمت قائم رہے۔ چنانچہ زلیخا نے اس موقع پر بھی اپنی ہم مشرب عورتوں کے مجمع میں یوسفؑ کے بارے میں بیان دیا ہے کہ یوسفؑ اپنی عصمت اور پاکدامنی پر قائم رہے البتہ میں نے ہی ان کو پھسلانا چاہا تھا۔ اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ تجھ کو قید کرادوں گی، ذلیل کروں گی۔ مگر اس وقت بھی یوسفؑ نے یہی بیان دیا تھا کہ مجھ کو قید خانہ اور ذلت پسند ہے۔ میں ہر سزا کے لئے آمادہ ہوں مگر خلافِ حکمِ خدا نہ کروں گا۔ آخر میں یوسفؑ جبر و تشددِ حکومت سے مجبور ہو گئے اور اندیشہ ہوا کہ زلیخا اور دیگر زنانِ مصر عاشق ہو گئی ہیں کوئی تدبیر نکال کر مجھ کو مجبور بنا دیں تو میں کیا کروں گا؟ مثلاً جسمانی اذیت، فاقے اور دیگر سخت سے سخت تکالیف پہنچائیں گی کیونکہ یہ تو سب میرے عشق میں دیوانی ہو رہی ہیں۔ پھر کیا کروں گا؟ تو اے خدا میری مدد فرما۔ بس خدا کا تو وعدہ ہے کہ انسان حالتِ اضطراب میں اس کو پکارتا ہے تو وہ ضرور دعا قبول کر لیتا ہے۔ لہٰذا یوسفؑ کی دعا قبول ہوگئی اور جیل میں قید ہو کر ان عورتوں کے مکر سے آزاد ہو گئے۔

آیت ۳۴:

خداوندِ عالم نے یوسفؑ کی دعا قبول کر لی اور زوجہ عزیز مصر اور اس کی ہم خیال عورتوں کے مکر سے نجات دے دی کیونکہ وہ عورتیں بھی عزیز کو مجبور کرتی تھیں اور شدت سے عاشق تھیں۔ یوسفؑ کی دعا کو خدا نے سنا۔ اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ خدا ہمیشہ ہمہ وقت اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

آیت ۳۵:

زلیخا سے اُس کی ساتھی عورتوں نے کہا کہ یوسفؑ کو چند روز قید میں رکھو تاکہ ابھی کمسن ہے قید کی سختی سے گھبرا کر تمہاری اطاعت قبول کر لے گا۔ چنانچہ زلیخا نے عزیز مصر سے کہا کہ میں اس نوجوان کی وجہ سے بدنام ہو گئی ہوں۔ لہٰذا اس کو قید کر دیا جائے۔ چنانچہ یوسفؑ کو بازار میں تشہیر کرایا گیا اور منادی کہہ رہا تھا۔ **ھذا غلام من کنعان والعزیز علیہ غضبان**۔ (یہ کنعان کا لڑکا ہے اور عزیز اس پر غضبناک ہے۔) یوسفؑ کی زبان پر تھا۔ **ھذا خیر**

من غضب الرحمٰن۔ (یہ بہتر ہے خدا کے غضب سے۔)

روایت ہے کہ ہزاروں مرد وعورتیں وقت تشہیر یوسفؑ کو بے قصور کہہ رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔

آیت ۳۶:

تقریباً اسی وقت عزیز مصر کا ساقی اور باورچی بھی بادشاہ کی زہر خورانی کی سازش وشبہ میں قید خانہ میں آئے۔ دونوں نے اپنے خواب یوسفؑ سے بیان کیے۔ جب یوسفؑ نے تعبیر دی تو باورچی خواب سے منکر ہو گیا گویا اس نے استہزاً ایک خواب گھڑا تھا مگر یوسفؑ نے کہا کہ اب تو حکمِ تعبیر ہو چکا اب تو یہی ہوگا۔

آیت ۳۷:

یوسفؑ اگر چہ قید کی تکالیف میں تھے مگر قیدیوں کو وعظ و پند کرتے رہتے تھے۔ وہ لوگ آپؑ کے گرد جمع رہتے تھے کیونکہ اخلاقِ یوسفؑ کے مداح تھے۔ چنانچہ یوسفؑ نے ان اصنام پرست کافروں کو قید خانہ میں ہدایت وتبلیغِ وحدانیتِ خدا شروع کردی۔

آیات ۳۸، ۳۹:

بتایا کہ علم خدا کا عطیہ ہے جو مجھ کو خدا نے عطا کیا ہے۔ وہ خدا ہے اور جو اس کے منکر ہیں میں ان کے مذہب پر نہیں ہوں یعنی تم لوگ غلطی پر ہو مجھ کو اپنا ہم عقیدہ خیال نہ کرنا۔ میرے اجداد ابراہیمؑ اسحاقؑ، یعقوبؑ سب کا دینِ اسلام تھا۔ میں بھی ان ہی کے دین پر ہوں۔ مطلب ہے کہ تم بھی اسلام میں آجاؤ۔

آیت ۴۰:

یوسفؑ کی ہدایت وتبلیغِ دین کا سلسلہ قید خانہ میں جاری رہا اور آپ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ تبلیغ دین، نہی عن المنکر اور امر بالمعروف ایسا فریضہ ہے کہ انسان کو کسی حالت میں نہ بھولنا چاہیے۔ اہلِ اسلام عبرت حاصل کریں۔ یوسفؑ نے پہلی بات یہ کہی کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے جو ادیانِ خدا کا شریک مانتے ہیں وہ باطل ہیں۔ دوم یہ بتایا کہ تمام انبیاء گذشتہ کا دین بھی اسلام تھا۔ سوم یہ بتایا کہ خدا اپنے نیک بندوں پر اپنا فضل وکرم کرتا ہے اور رحم فرماتا ہے اور اسی کے ساتھ تمام انسانوں پر وہ مہربان ہے مگر جو لوگ اس کا اقرار نہیں کرتے وہ ایسے لوگ ہیں جو شکر گزار نہیں ہوتے۔ یہ ان کا اپنا قصور ہے۔ چہارم یہ بتایا کہ خود سوچ لو کہ خدائے غالب جو زمین وآسمان کا خالق و حاکم ہے اس پر ایمان لانا بہتر ہے یا متفرق قبیلوں کے بتوں کا پوجنا بہتر ہے۔ پنجم یہ بتایا کہ جن بتوں کو تم پوجتے ہو وہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ صرف تم نے اپنے خیالات کو نام دے لیا ہے اور اپنا معبود بنا لیا ہے۔

ششم یہ بتایا ہے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے دین پر رہنے کو اچھا جانتے ہو حالانکہ وہ بھی تمہاری طرح خیالی ناموں

کو پوجتے تھے۔ خدائے قدیر نے تمہارے خیالی خداؤں کی پرستش کا کوئی حکم تم کو کبھی نہیں دیا تھا۔ ہفتم بتایا کہ حاکمِ مطلق خدا ہے جب اس نے ہی تمہارے اصنام کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا ہے تو تم اپنی رائے سے خدا کا شریک کیوں قرار دیتے ہو۔ حکم تو بس خدا کا حکم ہی ہے۔ ہشتم یہ حکم دیا کہ بس خدائے واحد کی عبادت کرو یہی راہ مستقیم ہے جو تم کو دنیا و آخرت کی عزت دے گی۔ نہم یوسفؑ نے اس تمہیدِ تبلیغ و ہدایت کے بعد خواب کی تعبیر دی تاکہ یوسفؑ کے علم اور شخصیت کا اثر قائم ہو اور وہ ہدایت کو قبول کرلیں۔ تعبیرِ یوسفؑ کے مطابق ساقی مقربِ عزیز رہا اور باورچی کو سزا دی گئی۔ خواب و تعبیر کے متعلق حدیثِ رسول خداؐ ہے آپ نے فرمایا: ان الرویا علی الرجل طائر مالم تعبری واعبرت رفعت وان الرویا جزو من ستة واربعین جزء من النبوت فلا تقصصو ناالّا علی ذی رای۔ (خواب طائر کے پیر کے اوپر بندھا ہوتا ہے جب تک کہ اس کی تعبیر نہ دی جائے۔ جب تعبیر دے دی جاتی ہے تو وہ گر جاتا ہے یعنی واقع ہوجاتا ہے۔ خواب نبوت کے چھیالیس جزو میں سے ایک جزو ہے۔ خواب کو سوائے صاحبِ رائے کے کسی سے نہ کہو۔)

آیت ۴۲:

اذکرنی عند ربك۔ یوسفؑ نے قیدی جس کی جان بچنے والی تھی اس سے کہا کہ تو اپنے آقا سے میرا ذکر کر دینا کہ بے خطا مجھ کو قید کیا گیا ہے۔ جن کے رتبے ہیں سواء ان کو سوا مشکل ہے۔ یوسفؑ نے صرف عزیزِ مصر کو یاد دہانی کرائی تھی کہ میں تیرے نزدیک بھی بے قصور ہوں۔ پس یوسفؑ کا یہ ارادہ کہ عزیز قید سے رہا کرسکتا ہے غیر خدا کی مدد کا طلب کرنا ہوا۔ جو شانِ نبوت کے لائق نہ تھا۔ خدا نے جبرئیلؑ کو زنداں میں بھیجا۔ جبرئیلؑ نے اپنے پر کو زمین پر مارا زمین شگافتہ ہوئی پوچھا کیا دیکھا۔ یوسفؑ نے کہا کہ زمین کا دوسرا طبقہ دیکھتا ہوں۔ پھر جبرئیل نے پر مارا طبقہ سوم نظر آیا اسی طرح سات طبقات نظر آئے پھر جبرئیلؑ نے فرمایا: اے پاکوں کے پاک! رب العالمین تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تجھ کو مجھ سے شرم نہ آئی کہ تو نے آدمیوں کے رب (عزیزِ مصر) سے فریاد کی۔ پس قسم اپنی عزت و جلال کی میں تجھ کو قید میں سات سال رکھوں گا۔

حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق ؑ سے مروی ہے کہ جبرئیلؑ نے یوسفؑ سے کہا: من جعلك احسن الناس۔ (کس نے تجھ کو حسین ترین انسان بنایا؟) عرض کیا: خدا نے۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا: فمن حببّك الی ابیك۔ (تیرے باپ کے دل میں تیری محبت کس نے پیدا کی؟) یوسفؑ نے کہا: خدا نے۔ جبرئیلؑ نے کہا: فمن ساق الیك بالسیارة۔ (کس نے قافلہ کو تم تک پہنچایا؟) کہا خدا نے۔ پھر کہا: فمن صرف منك الحجارة۔ (کنویں میں پتھر کس نے تجھ سے دور گرایا؟) فرمایا: خدا نے۔ جبرئیلؑ نے کہا: فمن انقذك من الجب۔ (چاہ سے کس نے تجھ کو نکالا؟) یوسفؑ نے کہا: ربی۔ (میرے رب نے) جبرئیل نے کہا: فمن صرف عنك کید

النسوۃ۔ (کس نے عورتوں کے مکر سے بچایا؟) عرض کیا: ربی۔ جبرئیل نے کہا: فان ربك يقول فما دعاك ان تنزل حاجتك بمخلوق دوني البثت في السجن بما قلت بضع سنين۔ (خدا فرماتا ہے کہ اے یوسفؑ کس چیز نے تم کو اس پر آمادہ کیا کہ میرے علاوہ مخلوق سے اپنی حاجت کہواب میں تم کو سات سال تک قید میں رکھونگا۔) یوسفؑ ڈر گئے اور رونے لگے۔ پھر پوچھا کہ کیا میرا خدا مجھ سے راضی ہے؟ شبانہ روز روتے تھے استغفار کرتے تھے۔ ایک دن کھڑکی سے ایک شتر سوار کو دیکھا۔ معلوم ہوا کہ وہ کنعان جاتا ہے۔ اس کو پیغام دیا کہ وہ حضرت یعقوبؑ سے کہہ دے کہ مصر میں ایک قیدی کی رہائی کی دعا کریں۔ حضرت یعقوبؑ نے دعا کی: اللّٰھم اطلق عنه (خدا اس قیدی کو رہا کردے۔) حضرت یعقوبؑ کی دعا کی برکت سے حضرت یوسفؑ کو قید سے نجات ملی۔

آیت ۴۳:

بوجہ دعائے حضرت یعقوبؑ خدا نے اسبابِ رہائی یوسفؑ پیدا کردیئے۔ چنانچہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر سے اہلِ دربار عاجز آ گئے۔ ساقی نے بتایا کہ تعبیر خواب دینے والا قید میں ہے۔ چنانچہ یوسفؑ نے تعبیر بتائی۔ ریان عزیز مصر نے حکم دیا کہ تعبیر دینے والے کو اس کے سامنے لایا جائے تاکہ وہ اپنے سامنے یہ سب باتیں سنے مگر یوسفؑ نے آنے سے انکار کردیا اور کہلا دیا کہ بادشاہ پہلے الزام لگانے والی عورتوں سے میرے بارے میں تفتیش کرلے کہ کیا میں خطاوار تھا؟ ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر یوسفؑ اس کے سامنے چلے جاتے تو بادشاہ مصر دیکھتے ہی یہ کہتا کہ یہ تو وہ آدمی ہے جو زلیخا سے ملوث اور مشکوک تھا اسی لئے قید میں رکھا گیا تھا۔ لہٰذا یوسفؑ نے پہلے اس معاملہ کی صفائی ضروری خیال کی چنانچہ زلیخا اور عورتوں نے یوسفؑ کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ یوسفؑ نے یہ کام حکمتِ نبوت کے تحت کیا کہ سات یا گیارہ سال قید میں رہنے کے بعد بھی الزام رکھنے والی عورتوں اور شاہ مصر سے اپنی بے گناہی کا قرار لے لیا اور برسر دربار کہہ دیا کہ حاش لِلہ یوسفؑ میں کوئی عیب نہیں ہے، وہ پارسا اور پاکدامن ہے مگر ہم سب نے ہی اس کو ورغلانا چاہا تھا۔ وہ بے شک اپنے قول اور فعل میں صادق ہے۔ واقعہِ یوسفؑ کو خدا نے اس خوبی کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ یوسفؑ کو اول تا آخر ہر منزل پر پاکدامن اور صادق ثابت کیا ہے۔ پھر بعض مفسرین کا یہ کہنا کہ نعوذ باللہ یوسفؑ زنا کے لئے دوزانو بیٹھ بھی گئے تھے اتہام اور افترا ہے کیونکہ نبی کی روحانیت اتنی بلند ہوتی ہے کہ معمولی برائی بھی ان کے نفس کے قریب نہیں جاسکتی ہے۔ خدا نے یوسفؑ کو سب سے زیادہ حسن عطا کیا اور اس حسن کے یکتا ہونے کا ثبوت بھی پیش کیا اور باوجود کامل حسن کے یوسفؑ کی عصمت وعفت کو بھی ثابت کردیا اور بتادیا کہ دنیا پرست اور ہوس پرست انسان حُسن پر مرتے ہیں اور بدکرداری میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور جس طرح حکومت اور دولت کا نشہ انسان کو خدا سے غافل کردیتا ہے اسی طرح حسن و جمال بھی سببِ بداعمالی وزناکاری ہے۔ مگر اللہ کے نیک بندے اس عارضی دولت اور حسن کو حقیر جانتے ہیں اور خوشنودیِ خدا کو عزیز جانتے

ہیں۔ چنانچہ یوسفؑ نے باوجود تمام تکالیف برداشت کرنے کے حکومت اور دولت اور زلیخا کو ٹھکرا دیا۔ آخر خدا نے خوش ہو کر بہت کچھ دنیا میں ہی عطا کر دیا۔

آیت ۴۹:

یغاث الناس کے دو معنی ہیں اگر غیث سے معنی مراد لیے جائیں تو بارش مطلب ہے اور اگر غوث سے معنی لیے جائیں تو فریاد مطلب ہے۔ یعنی قحط زدہ لوگوں کی فریاد سن کر خدا نے بکثرت بارش کی ہے۔ **یعصرون** وہ نچوڑیں گے یعنی بوجہ بارش غلہ واناج پیدا ہوگا جس میں وہ کھائیں گے بھی اور نچوڑیں گے بھی یعنی زیتون، انگور، کنجد وغیرہ کا تیل نکالیں گے اور بکری، گائے و مادہ شتر کا دودھ نچوڑیں گے۔

دعائے یوسفؑ:۔حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یوسفؑ کو رہائی کے لئے یہ دعا تعلیم کی گئی تھی: **اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ لِیۡ فَرَجاً وَّ مَخۡرَجاً وَّارۡزُقۡنِیۡ مِنۡ حَیۡثُ اَحۡتَسِبُ وَمِنۡ حَیۡثُ لَا اَحۡتَسِبُ**۔

آیت ۵۲:

یوسفؑ عزیز مصر کے یہاں رہے۔ عزیز مصر نے ہر طرح آرام سے رکھا تھا۔ لہٰذا اس کا احسان یوسفؑ پر تھا۔ اسی کو یوسفؑ نے بیان کیا ہے کہ عزیز مصر کی زوجہ میرے لئے قابلِ احترام تھی اور میں اس کے معاملہ میں ہرگز خیانت نہیں کرسکتا تھا۔

الجزء ۱۳ وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾	اور نہیں بَری قرار دیتا میں اپنے نفس کو۔ یقیناً نفس (خود) تو حکم دینے والا ہے بدی کا، سوائے اس کے جس پر میرے پروردگار نے رحم فرمایا ہو۔ یقیناً میرا پروردگار بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(۵۳)
وَ قَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾	اور بادشاہ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔ میں اس کو اپنے لئے مخصوص کروں گا۔ پس جب اس نے یوسفؑ سے گفتگو کی تو کہا کہ یقیناً آج کے دن سے تم ہمارے پاس صاحبِ منزلت (وزیراعظم) اور امین رہو گے۔(۵۴)
قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾	(یوسفؑ نے) کہا کہ مجھ کو ملکِ مصر کی زمینوں کے خزانوں پر معین کردو۔ میں یقیناً ان کی خوب اچھی طرح حفاظت کرنے والا ہوں۔(۵۵)
وَ کَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾	اور اس طرح ہم نے یوسفؑ کو زمین (مصر) پر قابض بنا دیا کہ وہ جہاں چاہے وہاں تصرف کرے۔ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت سے اسی طرح پہنچا دیا کرتے ہیں اور ہم نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔(۵۶)
وَ لَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ ع ۷/۸	اور اجرِ آخرت بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور جو متقی رہے۔(۵۷)
وَ جَآءَ اِخۡوَۃُ یُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَیۡہِ فَعَرَفَہُمۡ وَ ہُمۡ لَہٗ مُنۡکِرُوۡنَ ﴿۵۸﴾	اور یوسفؑ کے بھائی آئے اور ان کے سامنے حاضر ہوئے۔ پس ان کو پہچان لیا اور وہ اس کو نہیں پہچانتے تھے۔(۵۸)

وَ لَمَّا جَهَّزَهُمۡ بِجَهَازِهِمۡ قَالَ ائۡتُوۡنِیۡ بِاَخٍ لَّکُمۡ مِّنۡ اَبِیۡکُمۡ ۚ اَلَا تَرَوۡنَ اَنِّیۡۤ اُوۡفِی الۡکَیۡلَ وَ اَنَا خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ ﴿۵۹﴾	اور جب یوسفؑ نے ان کا سامان درست کرا دیا تو کہا کہ تم اپنے سوتیلے بھائی کو بھی میرے پاس لیتے آنا۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پورے پیمانے (بھر بھر کے) دیتا ہوں اور میں بہتر مہمان نواز ہوں۔(۵۹)
فَاِنۡ لَّمۡ تَاۡتُوۡنِیۡ بِہٖ فَلَا کَیۡلَ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ وَ لَا تَقۡرَبُوۡنِ ﴿۶۰﴾	اب اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو میرے پاس تمہارے لئے تول کر دینے کے لئے نہ غلہ ہوگا اور تم میرے پاس نہ آنا۔(۶۰)
قَالُوۡا سَنُرَاوِدُ عَنۡہُ اَبَاہُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾	انہوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے میں اس کے باپ کو پھسلائیں گے اور ہم ضرور ایسا کریں گے۔(۶۱)
وَ قَالَ لِفِتۡیٰنِہِ اجۡعَلُوۡا بِضَاعَتَہُمۡ فِیۡ رِحَالِہِمۡ لَعَلَّہُمۡ یَعۡرِفُوۡنَہَاۤ اِذَا انۡقَلَبُوۡۤا اِلٰۤی اَہۡلِہِمۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۶۲﴾	اور (یوسفؑ نے) اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ان کے اصل سامان (پونجی) کو بھی ان کے غلّہ کے ساتھ رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے اہل و عیال میں واپس جائیں تو شاید اس کو پہچان لیں اور پھر شاید پلٹ کر آئیں۔(۶۲)
فَلَمَّا رَجَعُوۡۤا اِلٰۤی اَبِیۡہِمۡ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الۡکَیۡلُ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَکۡتَلۡ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۶۳﴾	پس جب وہ پلٹ کر اپنے باپ کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ بابا جان اناج ہم سے بند کر لیا گیا۔ پس آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم غلہ لاسکیں اور یقیناً ہم اس کے محافظ رہیں گے۔(۶۳)
قَالَ ہَلۡ اٰمَنُکُمۡ عَلَیۡہِ اِلَّا کَمَاۤ	(یعقوبؑ نے) جواب دیا کہ کیا میں اس کے

اٰمِنۡتُكُمۡ عَلٰٓى اَخِيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ فَاللّٰهُ خَيۡرٌ حٰفِظًا‌ ۖ وَّهُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِيۡنَ‏ ﴿۶۴﴾	بارے میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کر لوں جیسا پہلے اس کے بھائی (یوسفؑ) کے بارے میں کیا تھا؟ پس اللہ سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(۶۴)
وَ لَمَّا فَتَحُوۡا مَتَاعَهُمۡ وَجَدُوۡا بِضَاعَتَهُمۡ رُدَّتۡ اِلَيۡهِمۡ‌ؕ قَالُوۡا يٰۤاَبَانَا مَا نَبۡغِىۡ‌ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتۡ اِلَيۡنَا‌ ۚ وَنَمِيۡرُ اَهۡلَنَا وَنَحۡفَظُ اَخَانَا وَنَزۡدَادُ كَيۡلَ بَعِيۡرٍ‌ؕ ذٰلِكَ كَيۡلٌ يَّسِيۡرٌ‏ ﴿۶۵﴾	اور جب انہوں نے اپنے سامان کو کھولا تو یہ پایا کہ ان کی اصل پونجی کو ان کو واپس کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بابا جان اس سے زیادہ ہم کو کیا چاہئے تھا کہ جو ہمارا اصل سرمایہ ہے وہ بھی ہم کو واپس کر دیا گیا ہے اور اب ہم اپنے اہل وعیال کے لئے خوراک لے آئیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بار زیادہ لائیں گے۔ یہ غلہ تو کم ہے۔(۶۵)
قَالَ لَنۡ اُرۡسِلَهٗ مَعَكُمۡ حَتّٰى تُؤۡتُوۡنِ مَوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَـتَاۡتُنَّنِىۡ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّحَاطَ بِكُمۡ‌ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوۡهُ مَوۡثِقَهُمۡ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوۡلُ وَكِيۡلٌ‏ ﴿۶۶﴾	(یعقوبؑ نے) کہا کہ میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے خدا کی ضمانت اس کے بارے میں نہ دے دو گے کہ اس کو ضرور میرے پاس لے آؤ گے سوائے اس صورت کے کہ تم سب ہی گھیر لیے جاؤ۔ پس جب انہوں نے عہد کر لیا، تو (یعقوبؑ نے) کہا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر خدا نگہبان ہے۔(۶۶)
وَقَالَ يٰبَنِىَّ لَا تَدۡخُلُوۡا مِنۡۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادۡخُلُوۡا مِنۡ اَبۡوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ‌ ؕ وَمَاۤ اُغۡنِىۡ عَنۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ‌ ؕ اِنِ	اور (یعقوبؑ نے) کہا: اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا، بلکہ سب متفرق دروازوں سے داخل ہونا۔ میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی بات سے۔ حکم (حکومت) بجز خدا کے کسی کا

الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

نہیں ہے۔ اُس پر ہی میں نے توکل کیا ہے اور اسی پر بھروسہ کرنیوالے بھروسہ کرتے رہے ہیں۔ (۶۷)

وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع ۱۱

اور جب وہ شہر مصر میں داخل ہوئے اسی طرح جس طرح ان کے باپ نے حکم دیا تھا، تو کوئی شئے ان کو قضاء الٰہی سے نہیں بچا سکتی تھی مگر یہ کہ یعقوبؑ کے دل میں ایک حاجت تھی جس کو انہوں نے پورا کر دیا تھا اور یقیناً وہ علم رکھنے والے تھے اس کا جو اللہ نے تعلیم کیا تھا لیکن اکثر انسان ناواقف ہیں۔ (۶۸)

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور جب یہ بھائی یوسفؑ کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس جگہ دی اور کہہ دیا کہ میں یقیناً تیرا بھائی ہوں اور تو افسوس نہ کر اس پر کہ جو کچھ وہ (بڑے بھائی) کر چکے۔ (۶۹)

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾

پس جب وہ سامانِ سفر بار کر چکے تو یوسفؑ نے پیالہ اپنے بھائی کے اسباب میں رکھوا دیا۔ پھر ایک ندا کرنے والے نے ندا دی کہ اے قافلہ والو! تم ضرور چور ہو۔ (۷۰)

قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾

وہ ان (سپاہیوں) کی طرف رخ کر کے کہنے لگے کہ تم نے کیا چیز کھوئی ہے؟ (۷۱)

قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾

(ملازمین نے) کہا: ہم کو بادشاہ کا پیمانہ (سونے کا پیالہ) نہیں ملتا اور جو اس کو لائے گا اس کے لئے ایک

اونٹ کا بار ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔(۷۲)

قَالُوۡا تَاللّٰہِ لَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا جِئۡنَا لِنُفۡسِدَ فِی الۡاَرۡضِ وَمَا کُنَّا سٰرِقِیۡنَ﴿۷۳﴾

انہوں نے کہا: قسم بخدا تم جانتے ہو کہ ہم اس لئے نہیں آئے کہ اس ملک میں فساد پیدا کریں اور ہم چور نہیں ہیں۔(۷۳)

قَالُوۡا فَمَا جَزَآؤُہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ کٰذِبِیۡنَ﴿۷۴﴾

انہوں نے کہا: پس اس کی جزا کیا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے؟(۷۴)

قَالُوۡا جَزَآؤُہٗ مَنۡ وُّجِدَ فِیۡ رَحۡلِہٖ فَہُوَ جَزَآؤُہٗ ؕ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الظّٰلِمِیۡنَ﴿۷۵﴾

انہوں نے کہا اس کا معاوضہ وہ شخص ہے جس کے اسباب میں وہ پیالہ پایا جائے۔ اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں ظلم کرنے والوں کو۔(۷۵)

فَبَدَاَ بِاَوۡعِیَتِہِمۡ قَبۡلَ وِعَآءِ اَخِیۡہِ ثُمَّ اسۡتَخۡرَجَہَا مِنۡ وِّعَآءِ اَخِیۡہِ ؕ کَذٰلِکَ کِدۡنَا لِیُوۡسُفَ ؕ مَا کَانَ لِیَاۡخُذَ اَخَاہُ فِیۡ دِیۡنِ الۡمَلِکِ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ وَفَوۡقَ کُلِّ ذِیۡ عِلۡمٍ عَلِیۡمٌ﴿۷۶﴾

پس تلاش کرنے والے نے ان کے خورجینوں (سامان) سے تلاشی کی ابتدا کی قبل یوسفؑ کے بھائی کے خورجین کے۔ پھر پیالہ کو اس کے بھائی کی خورجین سے نکالا۔ اس طرح ہم نے یوسفؑ کے لئے تدبیر کر دی کہ وہ بادشاہ (مصر) کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں لے سکتے تھے۔ سوائے اس صورت کے کہ اللہ چاہتا۔ ہم جس کے لئے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں اور ہر صاحبِ علم سے بڑھ کر علم والا موجود ہے۔(۷۶)

قَالُوۡۤا اِنۡ یَّسۡرِقۡ فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنۡ قَبۡلُ ۚ فَاَسَرَّہَا یُوۡسُفُ فِیۡ نَفۡسِہٖ

(برادرانِ یوسفؑ نے) کہا کہ اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں کہ) اس کے (حقیقی) بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی۔ پس یوسفؑ نے اس کو

وَلَمۡ يُبۡدِهَا لَهُمۡ ۚ قَالَ اَنۡتُمۡ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَصِفُوۡنَ ﴿۷۷﴾	اپنے دل میں رکھا اور ان پر اس بات کو ظاہر نہیں کیا۔ یوسفؑ نے کہا کہ تم بہت ہی برے لوگ ہو اور اللہ بہتر جانتا ہے اس کو جو تم بیان کرتے ہو۔(۷۷)
قَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الۡعَزِيۡزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيۡخًا كَبِيۡرًا فَخُذۡ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰٮكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۷۸﴾	انہوں نے کہا کہ اے عزیز مصر! ہم یقین دلاتے ہیں کہ اس کا باپ بہت ہی بوڑھا ہے۔ پس آپ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے یقیناً ہم آپ کو احسان کرنے والا پاتے ہیں۔(۷۸)
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنۡ نَّاۡخُذَ اِلَّا مَنۡ وَّجَدۡنَا مَتَاعَنَا عِنۡدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوۡنَ ﴿۷۹﴾ ع ۱۱/۳	(یوسفؑ نے) کہا: معاذ اللہ (پناہ خدا) کہ ہم دوسرے کو پکڑ لیں مگر یہ کہ جس کے پاس ہم نے اپنی متاع (سامان) کو پایا ہے۔ یقیناً اس حالت میں تو ہم بھی ظلم کرنے والے ہو جائیں گے۔(۷۹)
فَلَمَّا اسۡتَيۡـَٔسُوۡا مِنۡهُ خَلَصُوۡا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيۡرُهُمۡ اَلَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اَبَاكُمۡ قَدۡ اَخَذَ عَلَيۡكُمۡ مَّوۡثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنۡ قَبۡلُ مَا فَرَّطْتُّمۡ فِىۡ يُوۡسُفَ ۚ فَلَنۡ اَبۡرَحَ الۡاَرۡضَ حَتّٰى يَاۡذَنَ لِىۡۤ اَبِىۡۤ اَوۡ يَحۡكُمَ اللّٰهُ لِىۡ ۚ وَهُوَ خَيۡرُ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴿۸۰﴾	پس جب وہ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے تو مشورہ کرنے کے لئے الگ ہو بیٹھے۔ ان میں سے بڑے نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے خدا کی ضمانت لی تھی؟ اور اس سے قبل تم یوسفؑ کے بارے میں کیا زیادتی کر چکے ہو؟ پس میں ہرگز اس ملک (کنعان) نہ جاؤں گا جب تک کہ میرے باپ مجھ کو اجازت نہ دے دیں یا خدا میرے حق میں کوئی فیصلہ نہ کر دے اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے۔(۸۰)
اِرۡجِعُوۡۤا اِلٰٓى اَبِيۡكُمۡ فَقُوۡلُوۡا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابۡنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدۡنَاۤ اِلَّا بِمَا	تم سب اپنے والد کی طرف پلٹ جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ بابا جان یقیناً آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم نے نہیں گواہی دی مگر اس چیز کی جس کا ہم

عَلِمۡنَا وَ مَا كُنَّا لِلۡغَيۡبِ حٰفِظِيۡنَ﴿۸۱﴾	کو علم ہوا اور ہم غیب کے نگہبان نہیں تھے۔ (۸۱)
وَسۡـَٔلِ الۡقَرۡيَةَ الَّتِىۡ كُنَّا فِيۡهَا وَ الۡعِيۡرَ الَّتِىۡۤ اَقۡبَلۡنَا فِيۡهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ﴿۸۲﴾	اور آپ اس بستی والوں سے دریافت کر لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جن میں ہم آئے ہیں کہ یقیناً ہم سچے ہیں۔ (۸۲)
قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَـكُمۡ اَنۡفُسُكُمۡ اَمۡرًا ؕ فَصَبۡرٌ جَمِيۡلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّاۡتِيَنِىۡ بِهِمۡ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ﴿۸۳﴾	(یعقوبؑ نے) کہا بلکہ تم نے خود دل سے بات بنالی ہے۔ پس صبر کرنا ہی بہتر ہے۔ قریب ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ بے شک وہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (۸۳)
وَ تَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَ قَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوۡسُفَ وَ ابۡيَضَّتۡ عَيۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِيۡمٌ﴿۸۴﴾	پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: ہائے یوسفؑ اور غم کی وجہ سے ان کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غمزدہ اپنا غم پیتے رہے۔ (۸۴)
قَالُوۡا تَاللّٰهِ تَفۡتَؤُا تَذۡكُرُ يُوۡسُفَ حَتّٰى تَكُوۡنَ حَرَضًا اَوۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡهٰلِكِيۡنَ﴿۸۵﴾	بیٹوں نے کہا: خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسفؑ کا ہی ذکر کرتے رہیں گے حتیٰ کہ کمزور ہو جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں۔ (۸۵)
قَالَ اِنَّمَاۤ اَشۡكُوۡا بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴿۸۶﴾	(یعقوبؑ نے) کہا کہ میں اپنی پریشانی اور رنج کی شکایت خدا ہی سے کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے میں جو کچھ جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ (۸۶)
يٰبَنِىَّ اذۡهَبُوۡا فَتَحَسَّسُوۡا مِنۡ يُّوۡسُفَ وَ اَخِيۡهِ وَ لَا تَايۡـَٔسُوۡا مِنۡ رَّوۡحِ	اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے (حقیقی) بھائی کا پتہ لگاؤ اور رحمتِ خدا سے مایوس نہ

اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴿۸۷﴾	ہو۔ یقیناً خدا کی رحمت سے کوئی مایوس نہیں ہوتا، مگر جولوگ کافر ہوں۔(۸۷)
فَلَمَّا دَخَلُوۡا عَلَیۡهِ قَالُوۡا یٰۤاَیُّهَا الۡعَزِیۡزُ مَسَّنَا وَ اَهۡلَنَا الضُّرُّ وَجِئۡنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزۡجٰىةٍ فَاَوۡفِ لَنَا الۡكَیۡلَ وَتَصَدَّقۡ عَلَیۡنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجۡزِی الۡمُتَصَدِّقِیۡنَ﴿۸۸﴾	پس جب وہ اس (یوسفؑ) کے سامنے آئے تو کہنے لگے کہ اے عزیز (مصر) ہم کو اور ہمارے کنبہ کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور ہم کچھ ناقص پونجی لائے ہیں۔ پس ہم کو پورا ناپ دلوایئے اور ہم پر احسان کیجئے۔ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کو نیک بدلہ دیتا ہے۔(۸۸)
قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُمۡ مَّا فَعَلۡتُمۡ بِیُوۡسُفَ وَ اَخِیۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ﴿۸۹﴾	(یوسفؑ نے) کہا کہ آیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جبکہ تم جاہل تھے۔(۸۹)
قَالُوۡۤا ءَاِنَّكَ لَاَنۡتَ یُوۡسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوۡسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِیۡ ۫ قَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیۡنَا ؕ اِنَّهٗ مَنۡ یَّتَّقِ وَ یَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴿۹۰﴾	انہوں نے کہا: کیا یقیناً تم ہی یوسفؑ ہو؟ کہا کہ ہاں میں یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ یقیناً اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ یقیناً جو خدا سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو یقیناً خدا نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(۹۰)
قَالُوۡا تَاللّٰهِ لَقَدۡ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَیۡنَا وَ اِنۡ كُنَّا لَخٰطِئِیۡنَ﴿۹۱﴾	انہوں نے کہا: خدا کی قسم آپ کو خدا نے ہم پر برگزیدہ (عزت والا) کیا ہے حالانکہ ہم خطا وار ہیں۔(۹۱)
قَالَ لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡكُمُ الۡیَوۡمَ ؕ یَغۡفِرُ اللّٰهُ لَكُمۡ ۫ وَ هُوَ اَرۡحَمُ	(یوسفؑ نے) کہا کہ آج کے دن تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے۔ خدا تم کو معاف کرے اور وہ رحم

الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۹۲﴾

کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔(۹۲)

اِذۡهَبُوۡا بِقَمِیۡصِیۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰی وَجۡهِ اَبِیۡ یَاۡتِ بَصِیۡرًا ۚ وَاۡتُوۡنِیۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۹۳﴾

تم میری یہ قمیص لے کر جاؤ اور اسے میرے والد کے چہرہ پر ڈال دینا کہ وہ دیکھنے کے قابل ہو جائیں گے اور تم اپنے سب اہل و عیال کو میرے پاس لے آؤ۔(۹۳)

وَلَمَّا فَصَلَتِ الۡعِیۡرُ قَالَ اَبُوۡهُمۡ اِنِّیۡ لَاَجِدُ رِیۡحَ یُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ ﴿۹۴﴾

اور جب قافلہ مصر سے فاصلہ پر پہنچا تو ان کے باپ (یعقوبؑ) نے کہا کہ یقیناً میں یوسفؑ کی خوشبو پا رہا ہوں اگر تم مجھ کو سٹھیایا ہوا نہ سمجھو۔(۹۴)

قَالُوۡا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیۡ ضَلٰلِكَ الۡقَدِیۡمِ ﴿۹۵﴾

وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم آپ اپنی پرانی غلطی میں ہیں۔(۹۵)

فَلَمَّاۤ اَنۡ جَآءَ الۡبَشِیۡرُ اَلۡقٰهُ عَلٰی وَجۡهِهٖ فَارۡتَدَّ بَصِیۡرًا ۚ قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ ۚۙ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾

پس جب خوشخبری دینے والا آیا اور اس قمیض کو ان کے چہرے پر ڈالا تو ایک دم ان کی آنکھوں میں روشنی آ گئی۔ تو (یعقوبؑ نے) کہا کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔(۹۶)

قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا اسۡتَغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیۡنَ ﴿۹۷﴾

بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے بابا جان ہمارے گناہوں کی مغفرت طلب کیجئے۔ بیشک ہم خطاوار ہیں۔(۹۷)

قَالَ سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَكُمۡ رَبِّیۡ ؕ اِنَّهٗ

(یعقوبؑ نے) کہا کہ میں کچھ مدت کے بعد تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت (معافی)

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾

طلب کرونگا۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(۹۸)

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

پس جب یوسفؑ کے پاس پہنچے تو یوسفؑ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ مصر میں داخل ہو، چلو پھرو، ان شاء اللہ تم امن و امان میں رہو گے۔(۹۹)

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

اور اپنے والدین کو اپنے تخت پر بٹھایا اور وہ سب کے سب اسکے سامنے سجدہ (تعظیمی) میں گر گئے۔ یوسفؑ نے کہا کہ بابا جان یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ بے شک میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا اور اس نے میرے ساتھ احسان کیا۔ جبکہ اس نے مجھ کو قید خانہ سے رہائی دی، اور آپ کو صحرا (کنعان) سے لایا، اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا۔ یقیناً میرا رب مہربان ہے اس کے لئے جس کو وہ چاہتا ہے۔ بے شک وہ علم رکھنے والا، حکمت والا ہے۔(۱۰۰)

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

اے میرے رب بیشک تو نے مجھ کو ملک میں حصّہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر سکھائی۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا و آخرت میں میرا ولی (مالک) ہے۔ تو مجھ کو بحالتِ اسلام وفات دینا اور مجھ کو نیک و صالح بندوں میں ملا دینا۔(۱۰۱)

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾	(اے رسولؐ) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے تم کو بذریعہ وحی پہنچائیں اور تم ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنے معاملہ میں اجماع کر چکے تھے اور خفیہ تدبیریں کر رہے تھے۔ (۱۰۲)
وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾	اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اور اگرچہ تم ان کے مومن ہونے پر حریص ہو۔ (۱۰۳)
وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع ۱۱	اور تم ان سے کوئی اجر بھی نہیں مانگتے۔ یہ قرآن تو تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ (۱۰۴)
وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾	اور کتنی اکثر نشانیاں آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ ان پر گزرتے ہیں لیکن وہ ان سے رُوگرداں رہتے ہیں۔ (۱۰۵)
وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾	اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر یہ کہ وہ مشرک ہیں۔ (۱۰۶)
اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾	کیا وہ بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اچانک خدا کا عذاب آجائے اور یا ان پر قیامت یکایک آجائے درحالانکہ ان کو پتہ بھی نہ چلے ہیں۔ (۱۰۷)
قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ (وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم)	(اے رسولؐ) تم دعوت دے دو کہ یہ میرا راستہ ہے۔ میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میں بصیرت پر ہوں اور وہ بھی بصیرت (عقلمندی) پر ہے جس نے

وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝۱۰۸

میری پیروی کی ہے اور خدا منزہ ہے (ہر عیب سے) اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ (۱۰۸)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝۱۰۹

اور (اے رسولؐ) ہم نے تمہارے قبل نہیں بھیجے مرد مگر وہ جن پر ہم نے اہل قریہ میں سے وحی کی تھی کیا زمین میں سیر نہیں کرتے؟ تا کہ وہ دیکھیں کہ ان سے پہلوں کا انجام کیا ہوا؟ البتہ دارِ آخرت بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو صاحبانِ تقویٰ ہیں (یعنی گناہوں سے بچتے ہیں)۔ پس وہ کیوں نہیں سمجھتے؟ (۱۰۹)

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۝۱۱۰

یہاں تک کہ جب رسولؐ مایوس ہو گئے اور انہوں نے گمان کر لیا کہ ان کی تکذیب کی گئی تو ہماری نصرت ان رسولوںؑ کے پاس آئی۔ پس نجات دی گئی اس کو جس کو ہم نے چاہا اور ہمارا عذاب مجرم قوم سے واپس نہیں ہوسکتا۔ (۱۱۰)

لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ
ع ۱۲/۷ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝۱۱۱ ع

یقیناً ان کے قصّوں میں صاحبانِ عقل کے لئے عبرت (سبق) ہے۔ یہ وہ حدیث (بات) نہیں ہے جو جھوٹ بنالی گئی ہو۔ بلکہ یہ تصدیق ہے اس کی جو ان کے پاس پہلے سے ہے اور ہر شئے کی تفصیل ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ (۱۱۱)

سورۃ رعد

آیتیں ۴۳ | ۱۳ سُوْرَۃُ الرَّعْدِ مدنی ۹۶ | رکوعاتھا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ①

الٓمّٓرٰ یہ کتاب کی آیات ہیں۔ اور وہ جو نازل کیا گیا ہے تیری طرف تیرے رب کی طرف سے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (۱)

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جس کو تم دیکھتے ہو بلند کیا، پھر عرش کی تخلیق کی طرف متوجہ ہوا اور سورج اور چاند کو محکوم کیا۔ ہر ایک وقت معینہ کی پابندی کے ساتھ رواں ہے اور خدا تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔ تمام نشانیوں (دلیلوں) کو بہ تفصیل بیان کرتا ہے تا کہ شاید تم اپنے رب کی حضوری میں جانے پر یقین کر لو۔ (۲)

وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③

اور خدا وہ ہے کہ جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں مضبوط پہاڑ اور نہریں بنائیں اور تمام پھلوں میں سے ان میں دو جوڑے پیدا کیے۔ اور وہ ڈھانپ دیتا ہے دن کو رات سے۔ یقیناً اس میں فکر و غور کرنے والوں کے لئے نشانیاں (دلیلیں) موجود ہیں۔ (۳)

وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ

اور زمین میں مختلف قسم کے قطعات (ٹکڑے)

جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ
صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ
وَّاحِدٍ ۟ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى
الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

پاس پاس ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت ہیں۔ ایک ہی جڑ میں سے کئی اُگے ہوئے اور علیٰحدہ علیٰحدہ اُگے ہوئے کہ یہ سب ایک ہی پانی سے سیراب کیے جاتے ہیں۔ اور ہم برتری دیتے ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ذائقہ میں۔ یقیناً اس میں عقل رکھنے والوں کے لئے نشانیاں (دلیلیں) موجود ہیں۔ (۴)

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا
كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ۬ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ
الْاَغْلٰلُ فِىْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۵﴾

(اے رسولؐ) اگر تم کو تعجب ہے تو (زیادہ) عجیب ہے ان کا یہ قول کہ کیا جب ہم مٹی ہوجائیں گے تو ہم پھر از سرنو پیدا ہوجائیں گے؟ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ہے اور وہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور وہی لوگ ہیں جو جہنمی ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۵)

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ
الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى
ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾

اور (اے رسولؐ) وہ لوگ عافیت سے پہلے تم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے عذاب کی بہت سی مثالیں گزر چکی ہیں اور یقیناً تمہارا رب کل آدمیوں کے لئے باوجود ان کی نافرمانی کے بڑا بخشنے والا ہے اور یقیناً تمہارا رب شدید عذاب کرنے والا ہے۔ (۶)

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ
عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ

اور جو لوگ کافر ہو گئے یہ کہتے ہیں کہ اس کے رب کی طرف سے اُن پر کوئی آیت (ہماری خواہش

ع لِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ ﴿۷﴾

کے مطابق) کیوں نہ اتاری گئی؟ سوائے اس کے نہیں کہ (اے رسولؐ) تم ڈرانے والے ہو، اور ہر قوم کا ایک ہادی ہوتا ہے۔ (۷)

اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَ مَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَ مَا تَزۡدَادُ‌ؕ وَ كُلُّ شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ﴿۸﴾

اللہ جانتا ہے کہ ہر مادہ کے حمل میں کیا ہوتا ہے اور ارحام کیا کمی کرتے ہیں اور کیا بڑھا دیتے ہیں۔ اور ہر چیز کا اندازہ خدا کے علم میں مقرر ہے۔ (۸)

عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ ﴿۹﴾

وہ غیب (چھپی) اور ظاہر (چیزوں) کا جاننے والا، سب سے بزرگ، سب سے اعلیٰ ہے۔ (۹)

سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾

خدا کے نزدیک برابر ہے کہ تم میں جو شخص چپکے سے بات کہے یا بلند آواز سے کچھ کہے اور جو رات کو چھپا ہوا اور دن میں چلنے پھرنے والا ہو۔ (۱۰)

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَ مِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ‌ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ‌ۚ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

خدا کے مقرر کردہ (ملائکہ) ہر ایک کے سامنے اور پیچھے مقرر ہیں جو بہ اجازتِ خدا اس کی نگرانی کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل لیں اور جب خدا نے کسی قوم کو عذاب پہنچانے کا ارادہ کر لیا پس پھر اس کا رَد کرنے والا کوئی نہیں ہوسکتا اور ان کا بجز خدا کوئی ولی (آقا، مالک) نہیں ہوگا۔ (۱۱)

هُوَ الَّذِىۡ يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّ

وہ وہی (خدا) ہے کہ جو تم کو بجلی دکھاتا ہے خوف

طَمَعًا وَّ يُنۡشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾

دلانے کے لئے، اور طمعِ بارش کے لئے گھنگھور گھٹائیں پیدا کرتا ہے۔ (۱۲)

وَ يُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِهٖ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ مِنۡ خِيۡفَتِهٖ ۚ وَ يُرۡسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيۡبُ بِهَا مَنۡ يَّشَآءُ وَهُمۡ يُجَادِلُوۡنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيۡدُ الۡمِحَالِ ﴿۱۳﴾

اور رعد (آوازِ گرج) خدا کی حمد کی تسبیح پڑھتا ہے۔ اور کل ملائکہ اس کے خوف سے تسبیح پڑھتے ہیں اور وہ صاعقوں (بجلیوں) کو بھیجتا ہے پس اس کے ذریعہ جس کو چاہتا ہے (بارش، فائدے) پہنچاتا ہے اور وہ لوگ خدا کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔ (۱۳)

لَهٗ دَعۡوَةُ الۡحَـقِّ ؕ وَالَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا يَسۡتَجِيۡبُوۡنَ لَهُمۡ بِشَىۡءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيۡهِ اِلَى الۡمَآءِ لِيَبۡلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾

اُسی سے دعا کرنا حق ہے اور جو اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ان کو کچھ بھی جواب نہیں دیتے۔ مگر ایسے ہی جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے کہ وہ خود سے اس کے منہ میں آجائے۔ حالانکہ وہ کبھی اس کے منہ میں آنے والا نہیں ہے۔ اور کافروں کا دعا کرنا کچھ نہیں ہے مگر گمراہی۔ (۱۴)

وَ لِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّكَرۡهًا وَّظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ۩ ﴿۱۵﴾

اور خدا کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، خوشی و ناخوشی اور ان کے سائے صبح و شام (سجدہ کرتے ہیں)۔ (۱۵)

قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلۡ اَفَاتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ نَفۡعًا وَّلَا

(اے رسولؐ) تم پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ کہہ دو کہ صرف اللہ ہے۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ کیا تم نے خدا کو چھوڑ کر ان کو اپنا متولی و حاکم بنایا ہے کہ جو اپنے لئے ہی نفع ونقصان

ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

پر قادر نہیں ہیں۔ (اے رسولؐ) ان سے کہہ دو کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوتا ہے؟ یا کیا تاریکیاں اور نور برابر ہوتا ہے؟ یا انہوں نے خدا کے شرکاء ان کو بنادیا ہے کہ جنہوں نے اس (خدا) کی سی مخلوق پیدا کر لی ہے۔ پس ان سب پر مخلوق مشتبہ ہوگئی ہے۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ اللہ ہر شئے کا خالق ہے اور وہ واحد اور غالب ہے۔ (۱۶)

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ ۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ ۬ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ ﴿۱۷﴾

اس نے آسمانوں سے پانی نازل کیا۔ پس جاری ہوگئے دریا مطابق اندازۂ معینہ کے۔ پھر سیلاب نے اٹھایا اپنے اوپر جھاگ پھولا ہوا اور اس میں سے جو زیور یا سامان بنانے کے لئے تپایا جاتا ہے تو ایسا ہی جھاگ نکلا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ (تعالیٰ) حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ پس جھاگ تو بطور خاشاک سطح آب پر جاتا رہتا ہے۔ لیکن جو شئے کہ انسانوں کو فائدہ پہنچاتی ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔ (۱۷)

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؔؕ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ۬

ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے رب کا کہا مان لیا، خیر و خوبی ہے اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا، اگر ان کے پاس وہ سب کچھ بھی ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی ہو، تو وہ اس سب کو فدیہ دیدیں (مگر بے فائدہ ہوگا) ان کے لئے سخت

النصف ٢/ ع ١١/ ٨

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾	عذاب ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ ٹھکانہ بہت ہی برا ہے۔ (۱۸)
اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾	کیا وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ یقیناً جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے تو کیا اس کے برابر ہوسکتا ہے جو (عقل کا) اندھا ہو؟ اس بات کو تو وہی سمجھتے ہیں جو صاحبانِ عقل ہیں۔ (۱۹)
الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾	وہ لوگ جو عہدِ خدا کو پورا کرتے ہیں اور اپنے عہد کو نہیں توڑتے۔ (۲۰)
وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾	اور جو لوگ ملا دیتے ہیں اس کو جس کو ملانے کا خدا نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور خوف کرتے ہیں سخت عذاب سے۔ (۲۱)
وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾	اور جو لوگ صبر کرتے ہیں اپنے رب کی مرضی کے حاصل کرنے کے لئے اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور وہ خرچ کرتے ہیں (راہِ خدا میں) پوشیدہ طور پر اور ظاہر بہ ظاہر، اور جو لوگ برائی اور بدی کا بدلہ نیکی کے ذریعہ واپس کرتے ہیں، وہی لوگ وہ ہیں کہ ان کے لئے عاقبت کا گھر (جنت) ہے۔ (۲۲)
جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ	وہ عدن (یعنی) ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور وہ بھی جو ان کے آباؤ اجداد میں سے اور ان کی ازواج میں سے اور ان کی اولاد میں سے بھی جنہوں نے عملِ صالح کیا، تو فرشتے

بَابٍ ۚ﴿۲۳﴾

ان کے پاس ہر دروازہ سے آیا کریں گے۔ (۲۳)

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى
الدَّارِ ؕ﴿۲۴﴾

اور کہیں گے کہ سلامٌ علیکم (تم پر سلامتی ہو) (یہ انعام اس بات کا ہے) کہ تم نے صبر کیا۔ پس کتنا اچھا ہے عاقبت (آخرت) کا گھر۔ (۲۴)

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ
بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ
اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ
اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

اور جن لوگوں نے عہدِ خدا کو توڑ دیا اور قطع کیا اس کو جس کے ملانے کا حکمِ خدا نے دیا تھا اور زمین میں فساد پھیلایا، یہ وہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے اس کی گھر کی برائی (عذاب) ہے۔ (۲۵)

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ
مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ ع ۳ ۸ ۹

اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی کو وسیع کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور لوگ زندگانیِ دنیا پر خوش ہو گئے ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے مگر معمولی وقتی پونجی۔ (۲۶)

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ
عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ
مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۚ﴿۲۷﴾

اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے رب کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نہ نازل کی گئی؟ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ یقیناً اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اپنی طرف اس کو راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع (متوجہ) ہوتا ہے۔ (۲۷)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ
بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ

جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل یادِ خدا سے مطمئن ہیں، یاد رکھو کہ ذکرِ خدا ہی سے دل مطمئن

الْقُلُوبُ ؕ ﴿۲۸﴾

ہوتے ہیں۔(۲۸)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کے لئے طوبیٰ (جنت) ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے۔(۲۹)

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ
عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾

اسی طرح ہم نے تم کو اس امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے جیسے اس سے پہلے اور بہت سی امتیں گزر گئیں تاکہ تمہاری طرف ہم نے جو وحی کی ہے ان کو پڑھ کر سنا دو حالانکہ وہ رحمٰن کے منکر ہیں۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ وہ رحمان یعنی خدا میرا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی کی طرف میری بازگشت (لوٹنا) ہے۔(۳۰)

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ
قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ
بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى
النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ
تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ
ع اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾

اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ پہاڑ اس کے ذریعہ سے چلائے جاتے یا اس کی وجہ سے زمین کی مسافت طے ہوسکتی اور اس کے ذریعہ سے مردے بول اٹھتے (تو بھی یہ کافر نہ مانتے) بات یہ ہے کہ ہر امر کا مالک خدا ہی ہے۔ کیا وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا اور جو لوگ کافر ہوئے ہیں ان کو جو کچھ وہ کرتے رہتے ہیں اس کے عوض میں کوئی نہ کوئی مصیبت برابر پہنچتی رہے گی یا ان کے گھر کے پاس آتی رہے گی، جب تک کہ وعدۂ خدا پورا نہ ہوگا۔ یقیناً اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔(۳۱)

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ
فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ
اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾

اور بے شک تم سے پہلے رسولوں کی ہنسی اڑائی گئی اور میں نے ان لوگوں کو جو کافر ہو گئے مہلت دی۔ پھر میں نے ان کو پکڑا۔ پس کیسا سخت (میرا) عذاب تھا!! (۳۲)

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا
كَسَبَتْ ۚ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ
سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي
الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ
زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا
عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

تو کیا جو (خدا) ہر ایک کے اعمال کی خبر رکھتا ہے (ان کو یونہی چھوڑ دے گا؟ جبکہ) انہوں نے خدا کے شریک قرار دے لیے ہیں۔تم کہہ دو کہ تم ان کے نام رکھ لو یا اس کو ایسوں کی خبر دیتے ہو جن کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں یا خالی باتیں ہی باتیں ہیں بلکہ کافروں کی نظروں میں ان کے مکر زینت پا گئے ہیں اور راہ راست سے وہ روک دیئے گئے ہیں اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے پس اس کو کوئی راہ بتانے والا نہیں ہوتا۔ (۳۳)

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ
اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

ان کے لئے زندگانیِ دنیا میں بھی عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور عذابِ خدا سے ان کا بچانے والا کوئی نہیں۔ (۳۴)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ
وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ
وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

اس جنت کا حال جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اس کے پھل اور اس کا سایہ ہمیشہ رہنے والا ہے یہ ان کا انجام ہے جنہوں نے تقویٰ (یعنی گناہوں کے بچنا) اختیار کیا اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ (۳۵)

وَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ خوش ہوتے ہیں اس سے جو (اے رسولؐ) تم پر نازل کیا گیا ہے اور گروہوں میں سے بعض ایسے فرقے ہیں جو اس کے بعض حصّہ کو نہیں مانتے۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں خدا کی عبادت کروں اور کسی کو اس کو شریک نہ قرار دوں۔ اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میری بازگشت (لوٹنا) ہے۔ (۳۶)

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع ۱۱

اور اس طرح ہم نے اس (قرآن) کو (زبانِ) عربی میں حکمت (یا عقلمندی) بنا کر نازل کیا ہے اور اگر تم نے ان (کافروں مشرکوں) کی خواہشوں کی پیروی کی اس کے بعد کہ تم کو علم آچکا ہے تو پھر تمہارا اللہ کی طرف سے کوئی ولی، سرپرست اور بچانے والا نہ ہوگا۔ (۳۷)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

اور یقیناً ہم نے تم سے پہلے بھی رسول بھیجے تھے۔ ان کی بیویاں تھیں اور ان کی اولاد بھی اور رسول کا یہ کام نہ تھا کہ وہ کوئی آیت ظاہر کرے مگر یہ کہ حکمِ خدا کے بعد اور اللہ کا ہر وعدہ لکھا ہوا ہے۔ (جو ضرور پورا ہوگا)۔ (۳۸)

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾

اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے اور اس کے ہی پاس اصل کتاب ہے۔ (۳۹)

وَإِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾

اور اگر ہم دکھا دیں تم کو کچھ حصہ اس کا جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے یا ہم تم کو پہلے ہی اٹھالیں، تو یقیناً تمہارے ذمہ تو تبلیغِ احکام (یعنی خدا کے احکام پہنچانا) ہے اور ہمارے ذمہ ان کا حساب ہے۔ (۴۰)

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ط وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ط وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم یقیناً زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں اور اللہ حکم کرتا ہے جبکہ اس کے حکم کو ٹالنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ (۴۱)

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيعًا ط يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ط وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾

اور ان سے پہلے جو لوگ تھے وہ بھی مکاری کر چکے ہیں۔ پس اللہ کے لئے ہے کہ وہ ہر مکر (مکّاری) کا بدلہ پورا دے۔ وہ جانتا ہے کہ جو ہر نفس کماتا (عمل کرتا) ہے اور عنقریب کافر جان لیں گے کہ کس کے لئے عاقبت کا گھر ہے؟ (۴۲)

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ط قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ لا وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾ ع ۱۲

اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ (اے رسولؐ) تم رسول نہیں ہو تو تم ان سے کہہ دو کہ مجھ کو کافی ہے اللہ گواہی دینے کو میرے اور تمہارے درمیان اور ایک وہ کافی ہے جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ (۴۳)

سورۃ ابراہیمؑ

آیتیں ۵۲ | ۱۴ سورۃ ابراھیم مکی ۷۲ | رکوعاتھا ۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

الٓرٰ ۟ کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ۙ بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ اِلٰی صِرَاطِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَمِیۡدِ ۙ﴿۱﴾

الرٰ۔ یہ کتاب ہم نے تمہارے پاس اس لئے نازل کی ہے کہ (اے رسولؐ) تم لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالو، ان کے پروردگار کی اجازت سے (ان کو) اس راستہ پر (لاؤ) جو غالب اور لائقِ تعریف خدا کا راستہ ہے۔(۱)

اللّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ وَیۡلٌ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ مِنۡ عَذَابٍ شَدِیۡدِ ۙ﴿۲﴾

وہ خدا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اس کا ہی ہے اور ویل (افسوس ومصیبت) ہے کافروں کے واسطے اور سخت عذاب ہے۔(۲)

الَّذِیۡنَ یَسۡتَحِبُّوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا عَلَی الۡاٰخِرَۃِ وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ یَبۡغُوۡنَہَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۳﴾

وہ کافر جو زندگانیِ دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں محبوب تر رکھتے ہیں اور لوگوں کو راہِ راست سے روکتے ہیں، اور اس کو ٹیڑھا کرنے کے خواہشمند ہیں، وہی لوگ تو ہیں جو بڑی ہی سخت گمراہی میں ہیں۔(۳)

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَہُمۡ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰہُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ اسی قوم کی زبان میں تاکہ ان کے لئے وہ واضح طور پر بیان کر سکے۔ پس خدا گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤﴾

غالب و صاحبِ حکمت ہے۔ (۴)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ
اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَ
ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٥﴾

اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو اپنی آیات دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آؤ اور ان کو ایّام خدا یاد دلاؤ یقیناً اس میں ہر بڑے صبر کرنے والے اور بڑے شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں اور دلیلیں موجود ہیں۔ (۵)

وَ اِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا
نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ
فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ
يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ
نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
ع ١٣ عَظِيْمٌ ﴿٦﴾

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ کی اس نعمت کو جو تم کو عطا ہوئی ہے یاد رکھو کہ تم کو اس نے فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بدترین عذاب (سزائیں) دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اس میں تمہارے لئے بڑی بلاء و مصیبت تھی تمہارے رب کی طرف سے۔ (۶)

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ
لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ
لَشَدِيْدٌ ﴿٧﴾

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے رب نے تم کو جتا دیا تھا کہ اگر تم شکر کرو گے تو ضرور میں زیادہ (نعمتیں) دوں گا اور اگر تم انکار (نعمات) کرو گے تو یاد رکھو کہ یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔ (۷)

وَقَالَ مُوسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ
فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ
حَمِيْدٌ ﴿٨﴾

اور موسیٰؑ نے کہا کہ اے لوگو! اگر تم سب مل کر انکارِ نعمت کرو گے اور تمہارے علاوہ جو بھی روئے زمین پر ہے وہ بھی انکارِ نعمت کریں گے (تو یہ) بھی یاد رکھو کہ یقیناً خدا بے نیاز، بے پرواہ اور قابل حمد ہے۔ (۸)

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۛ وَ الَّذِيْنَ مِنْ
بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ
رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ
اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ
اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا
تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٩﴾

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے قومِ نوحؑ اور قومِ عاد اور قومِ ثمود سے تھے؟ اور ان کی جو ان کے بعد تھے؟ جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان کے رسولؑ ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تھے۔ پس انہوں نے ان کے منہ میں اپنے ہاتھ ٹھونس دیئے اور انہوں نے کہا کہ ہم یقیناً اس کے منکر ہیں جو کچھ تم کو دے کر بھیجا گیا ہے اور ہم یقیناً اس کے بارے میں شک میں ہیں جس کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو، ہم تو اس میں شک کرنے والے ہیں۔ (٩)

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ
لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى
اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ
يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾

ان کے رسولوںؑ نے کہا: کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ تم کو دعوتِ حق دیتا ہے تا کہ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تم کو وقتِ معینہ تک کے لئے مہلت دے۔ انہوں نے کہا کہ تم نہیں ہو کچھ مگر یہ کہ ہم جیسے ہی انسان ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم کو روک دو اس (کام) سے جس کو ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے تھے۔ پس تم ہمارے پاس لاؤ کوئی دلیلِ روشن۔ (١٠)

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ

ان کے رسولوںؑ نے ان سے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں ہیں مگر تمہاری مثل انسان ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اس پر احسان کرتا ہے اور ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم تمہارے پاس کوئی معجزہ

نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

لائیں مگر یہ کہ اجازتِ خدا ہو، اور اللہ پر ہی مومنین توکّل کرتے ہیں۔ (۱۱)

وَ مَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَ لَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع

ع ۲ ۱۴

اور ہم کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں؟ حالانکہ اس نے ہم کو ہماری راہیں دکھائی ہیں، اور ہم ضرور صبر کریں گے اس پر کہ جو اذیتیں تم ہم کو دیتے ہو اور توکّل کرنے والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ (۱۲)

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ لا

اور جو لوگ کافر ہو گئے تھے انہوں نے اپنے رسولوںؑ سے کہا کہ البتہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے ضرور نکال دیں گے۔ یا تم واپس آجاؤ ہماری ملت (دین) میں۔ پس ان (رسولوں) کے رب نے ان کو وحی کی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کردینگے۔ (۱۳)

وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

اور ہم ضرور آباد کریں گے تم کو زمین پر ان کے بعد۔ یہ ان کے لئے ہے جو میرے سامنے (حساب دینے کے لئے) کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں، اور میری سزاؤں سے ڈرتے ہیں۔ (۱۴)

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ لا

اور انبیاءؑ نے خدا سے فتح طلب کی اور (نتیجتاً) ہر سرکش ظالم اور کینہ جُو، حق دشمن مایوس ہو گیا۔ (۱۵)

مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ لا

اس کے آگے جہنم ہے اور اس کو پلایا جائے گا پیپ کا پانی۔ (۱۶)

يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ
وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ
بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

وہ گھونٹ گھونٹ اس کو پیئے گا اور پھر اس کے حلق سے نہ اترے گا اور اس کو ہر طرف سے موت آئے گی مگر وہ مرنے والا نہ ہوگا اور اس کے بعد اس پر سخت عذاب ہوگا۔(۱۷)

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ
كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ
عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى
شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کی مثال ایسی ہے کہ گویا ان کے اعمال مثل مٹی یا راکھ کے ہیں جس کو آندھی کے دن تیز ہوا اڑا لے جائے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا تھا اس میں سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔(یعنی بہت بڑی گمراہی ہے)۔(۱۸)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ﴿۱۹﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے یقیناً آسمانوں اور زمین کو صحیح مقصد کے لئے بنایا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور نئی مخلوق کو لے آئے۔(۱۹)

وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾

اور یہ اللہ پر ذرا بھی دشوار نہیں ہے۔(۲۰)

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا
لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ
لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ

اور جس وقت سب خدا کے حضور میں جمع ہوں گے، تو کمزور متکبرین سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے، تو کیا تم عذاب خدا سے تھوڑا سا بھی ہم کو بچا لو گے؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ نے ہم کو ہدایتِ نیک کی ہوتی تو ہم بھی تم کو ہدایت کر دیتے۔ اب تو ہمارے لئے ایک سا ہے کہ ہم بے قرار و بے چین رہیں یا ہم صبر کریں۔ اب ہمارے لئے تو کوئی جائے

ع ٤ / ١٥

صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢١﴾

پناہ نہیں ہے۔(۲۱)

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٢﴾

اور جب سب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے یقیناً جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ وعدہ سچا تھا اور جو میں نے تم سے وعدہ کیا تھا میں نے اس کے خلاف کیا البتہ میرے لئے کوئی غلبہ تم پر نہ تھا مگر یہ کہ میں نے تم کو دعوت دی (گناہوں کی طرف بلایا)، پس تم نے اس کو قبول کر لیا میرے لئے۔ پس تم مجھ کو ملامت نہ کرو۔ نہ میں تمہارا فریادرس ہو سکتا ہوں اور نہ تم میرے فریادرس ہو سکتے ہو۔ یقیناً میں تو پہلے سے ہی اس بات کا منکر ہوں کہ تم نے مجھ کو (خدا کا) شریک بنایا تھا۔ یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب مقرر ہے۔(۲۲)

وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿٢٣﴾

اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اعمالِ نیک ادا کیے، وہ ان جنتوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ اپنے رب کے حکم سے ان میں ہمیشہ رہیں گے اس میں ان کا تحفہ (سلامتی یا) سلام ہوگا۔(۲۳)

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿٢٤﴾ ۙ

کیا تم نے نہیں دیکھا خدا نے پاک کلمہ کی مثال کیوں کر بیان کی ہے کہ گویا وہ ایک پاک درخت ہے۔ اس کی جڑ قائم ہے اور اس کی شاخ آسمان میں پہنچی ہوئی ہے۔(۲۴)

تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ

وہ ہر زمانہ میں اپنا پھل بحکمِ خدا دیتا رہتا ہے اور

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ۝۲۵

یہ مثالیں آدمیوں کے لئے خدا اس لئے بیان کرتا ہے کہ وہ غور وفکر کریں۔(۲۵)

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۝۲۶

اور ناپاک کلمہ کی مثال خبیث گندے درخت کی سی ہے کہ زمین کے اوپر سے ہی اس کو اکھاڑ لیا جائے، کہ اس کو قرار ہی نہ ہو۔(۲۶)

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۗ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۝۲۷ ع ۱۶/۶

جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو اللہ زندگانیِ دنیا میں اور آخرت میں قولِ ثابت پر ثابت قدم رکھے گا اور ظالموں کو گمراہی میں چھوڑ دے گا اور اللہ جو چاہے گا کرے گا۔(۲۷)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ۝۲۸

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمتوں کو کفر کی وجہ سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں جا اتارا۔(۲۸)

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ۝۲۹

وہ جہنم ہے، وہ سب اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔(۲۹)

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ۝۳۰

اور انہوں نے اللہ کے کچھ شریک قرار دیئے تاکہ اس کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کریں۔(اے رسولؐ) ان سے کہہ دو کہ عارضی نفع حاصل کر لو پس یقیناً تمہارا پلٹنا جہنم کی طرف ہوگا۔(۳۰)

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

(اے رسولؐ) میرے ان بندوں سے کہہ دو جو ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے طور پر خرچ کرتے ہیں، اس وقت سے پہلے کہ وہ دن آئے کہ جس دن نہ سودا بازی ہوگی اور نہ پُرخلوص دوستی ہی کام آئے گی۔ (۳۱)

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ ۚ

اللہ وہ ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس کے ذریعہ سے پھل پیدا کیے جو تمہاری روزی ہے اور کشتیوں کو تمہارے تابع بنایا کہ وہ خدا کے حکم سے سمندروں پر چلتی ہیں اور نہروں کو تمہارے قبضہ میں دے دیا۔ (۳۲)

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ﴿۳۳﴾ ۚ

اور سورج اور چاند دو ہمیشہ چلنے والوں کو تمہارے تابع کر دیا اور تابع بنایا تمہارے واسطے رات اور دن کو۔ (۳۳)

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع

ع ۱۷

اور جو کچھ تم نے اس سے مانگا سب ہی اس نے تم کو دے دیا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو گے تو اس کا احاطہ نہ کرسکو گے۔ یقیناً انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔ (۳۴)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ

اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ نے خدا سے عرض کی کہ اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن و

الْاَصْنَامَ ؕ﴿٣٥﴾

امان والا بنا دے اور مجھ کو اور میری اولاد کو بچا لے اس سے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔(٣٥)

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٦﴾

پس جو میری پیروی کریگا یقیناً وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے گا تو پس یقیناً تو بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(٣٦)

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٧﴾

اے ہمارے رب میں نے آباد کیا ہے اپنی کچھ اولاد کو ایسی سرزمین میں جہاں زراعت نہیں ہے، تیرے گھر کے قریب جو محترم (حرم) ہے، اے ہمارے پروردگار تا کہ وہ نماز کو قائم رکھیں۔ پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیجیو اور ان کو پھلوں سے روزی پہنچائیو تا کہ وہ شکر ادا کرتے رہیں۔(٣٧)

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَ مَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿٣٨﴾

اے ہمارے رب یقیناً تو جانتا ہے اس کو جو ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم ظاہر کیا کرتے ہیں اور خدا پر پوشیدہ نہیں ہے کوئی شئے آسمان اور زمین کی۔(٣٨)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٩﴾

شکر و تعریف ہے اس خدا کی جس نے مجھے بخشا بڑھاپے میں اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کو، یقیناً میرا رب دعا کا سننے والا ہے۔(٣٩)

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ

اے میرے پروردگار مجھ کو نماز ادا کرنے والا

ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿٤٠﴾

قرار دے اور میری اولاد میں سے بھی۔ اے ہمارے رب اور میری دعا کو قبول فرما۔ (۴۰)

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ ع ٦/٧ ١٨

اے ہمارے پروردگار مجھ کو بخش دے اور میرے والدین اور مومنین کو بخش دیجیو جب کہ حساب کا دن قائم ہو۔ (۴۱)

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿٤٢﴾

اور تو یہ گمان نہ کر کہ اللہ بے خبر ہے اس سے جو ظالم لوگ کرتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ ان کو اس دن تک کے لئے ڈھیل دیتا ہے جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ (۴۲)

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿٤٣﴾

وہ دوڑتے ہوں گے اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے۔ ان کی نگاہ خود ان کی طرف بھی نہ پھر سکے گی اور ان کے دل اُڑے ہوئے ہوں گے (خوف کی شدت کی وجہ سے)۔ (۴۳)

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿٤٤﴾

اور (اے رسولؐ) لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آئے گا۔ پس وہ لوگ جو ظالم ہیں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم کو مہلت دیدے تھوڑی مدت کے لئے، تاکہ ہم تیری دعوت (پیغام) کو قبول کر لیں اور ہم تابع فرمان ہو جائیں تیرے رسولوںؑ کے۔ کیا تم قسمیں کھا کر پہلے یہ نہیں کہتے تھے کہ تمہارے لئے زوال نہیں ہے؟ (۴۴)

وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ

اور تم پہلے آباد تھے ان لوگوں کے مکانوں میں جنہوں نے اپنے اوپر خود ظلم کیا تھا اور تم پر یہ بات

وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿٤٥﴾

بھی روشن ہوچکی تھی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا تھا؟ اور ہم نے تمہارے لئے ان کے قصے بیان کردیئے تھے۔ (۴۵)

وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾

وہ تو اپنی چال پوری پوری چل چکے اور خدا کے پاس (لکھی ہوئی) ہیں ان کی چالیں اور اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتے۔ (۴۶)

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾

مگر تو گمان بھی نہ کر کہ اللہ نے رسولوںؑ سے جو وعدے کیے ہیں ان کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ غالب انتقام لینے والا ہے۔ (۴۷)

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ ۖ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾

جس دن زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی اور سب نکل کھڑے ہوں سامنے خدائے واحد وقہّار کے۔ (۴۸)

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾

اور تم مجرموں کو طوق اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا دیکھو گے۔ (۴۹)

سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾

ان کے کُرتے گندھک کے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانک لے گی۔ (۵۰)

لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾

تاکہ اللہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ دے۔ یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (۵۱)

هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَ

یہ قرآن آگاہی ہے لوگوں کے لئے تاکہ وہ ڈریں

لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع ۷/۱۱/۱۹

اس کے ذریعہ سے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہی خدائے واحد ہے اور تاکہ صاحبانِ عقل اس معاملہ میں غور وفکر کرتے رہیں۔ (۵۲)

سورۃ الحجر

آیتیں ۹۹ — ۱۵ سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مکی ۵۴ — رکوعاتھا ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

الٓر یہ کتاب کی آیات ہیں اور قرآنِ مبین کی (آیات ہیں۔)(۱)

تفسیر سورۃ یوسف

آیت ۵۳:

بعض مفسرین نے یہ قول زلیخا کا بتایا ہے کہ اس نے کہا کہ میں اپنے نفس کو برائی سے بری قرار نہیں دیتی مگر ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت سے پہلی آیت میں یوسفؑ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ذلك لیعلم انی لم اخنه بالغیب وانّ الله لا یهدی کید الخائنین۔ بادشاہِ مصر ریان نے یوسفؑ کو قید خانہ سے طلب کیا اور کہا کہ عورتوں نے صاف صاف اقرار کیا ہے کہ وہ خطاوار تھیں اور یوسفؑ بے خطا تھا۔ لہٰذا میں ان کو تمہاری موجودگی میں سزا دوں گا۔ اس پر یوسفؑ نے کہا کہ میں نے بادشاہ کو اس لئے کہلوایا کہ اس پر واضح ہوجائے کہ میں بے قصور تھا اور میں نے اصولِ اخلاقِ حسنہ پر عمل کیا۔ ریان بادشاہ مصر جس نے مجھ کو با آرام اپنے یہاں رکھا تھا، اس کے پس پشت اس کے ناموس کے ساتھ خیانت نہ کی۔ اگر میں نے خیانت کی ہوتی تو مجھ پر خدا کی جانب سے فلاح ونجات نہ پہنچتی کیوں کہ خدا خیانت کرنے والوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا حالانکہ مجھ کو خدا نے راہِ راست ہی پر قائم رکھا اور مجھ پر عنایات اور فضل کیا۔ اب رہا معاملہ فطرتِ انسانی کا تو میں فرشتہ نہیں ہوں۔ بشر ہوں اور بشر تو لوازمِ فطرت کا پابند ہوتا ہے اور انسان کا نفس تو اس کو برائی کا حکم ہی دیتا ہے۔ مگر خدا نے مجھ کو اپنا مخلص بندہ قرار دیا ہے، مجھ کو نبوت سے نوازنا چاہا ہے اور مجھ کو معصوم بنایا ہے لہٰذا اس نے مجھ کو ہر برائی سے محفوظ رکھا اور خدا تو غفور ورحیم ہے۔

آیت ۵۴:

بادشاہِ مصر ریان نے ستّر ملازمینِ خاص کو سواریوں کے ساتھ تاج زرین وشاہانہ لباس دے کر زندان بھیجا تھا۔ جس وقت یوسفؑ سات سال کے بعد زندان سے باہر آئے تو نگہبان وقیدیِ زندان ہائے ہائے کرکے رو رہے تھے۔ کہتے تھے کہ ہم اب کیوں کر زندگی بسر کریں گے اور ہمارا غمخوار کون ہوگا؟ یوسفؑ نے سب کو تسلی دی اور دعا دی اللّٰهم اعطف علیهم قلوب الاخیار ولا تعم علیهم الاخیار۔ (اے خدا نیکوکاروں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور ان پر نیکوکاروں کو پوشیدہ نہ کر)۔ جب یوسفؑ زندان سے باہر آئے تو زندان پر لکھا هٰذا قبر الاحیا وبیت الاحزان وتجربة الاصدقاء وشماتة الاعداء۔ (یہ زندوں کی قبر ہے اور مغموم لوگوں کا گھر ہے اور صادقین کی تجربہ گاہ ہے اور دشمنوں کی طعنہ زنی ہے)۔ یوسفؑ نے حمام سے نکل کر خلعتِ شاہانہ پہنا۔ جب آپ کی نظر بادشاہ پر پڑی تو فرمایا: حسبی ربی من دنیای و اٰخرتی و حسبی ربی من خلقه عزّ جاره وجلّ ثناه وتقدّست اسمائه ولا اله غیره بعد ازاں فرمایا: اللّٰهم انی اسئلك بخیرك و اعوذبك من

شرّہ وشرّہ غیرہ ۔ (اے اللہ میں تجھ سے تیرے خیر کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے اور اس کے غیر کے شر سے) بعدازاں بادشاہ کو سلام کیا۔ بادشاہ نے باحترام تخت پر بٹھایا۔ یوسفؑ کی عمر اس وقت ۳۳ سال تھی۔ اس کے بعد بادشاہ کے خواب کی کیفیت اور تعبیر کو مفصل بیان کیا بادشاہ حیران ہوگیا۔

آیت ۵۷:

خدائے قدیر نے یوسفؑ کا امتحان لیا اس کے بعد دنیا کی عزت اور نبوت عطا کی۔ اس لئے خدا کا فرمان ہے کہ انسان مصائب میں بجز خدا کے کسی کا سہارا نہیں چاہے تو خدا دنیا و آخرت کی دائمی عزت عطا فرماتا ہے۔ مگر ایمان اور تقویٰ شرطِ انعامِ خداوندی ہے۔ تفاسیر میں ہے کہ یوسفؑ کو بادشاہ مصر نے اپنا قائم مقام بنا دیا اور خود گوشہ نشین ہوگیا۔

خدائے قدیر نے اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو یوسفؑ کے بھائیوں کا قصہ سنایا ہے۔ یوسفؑ نے انتظامِ سلطنت بہترین طریقہ پر کیا اور چونکہ مصر اور اس کے نواح میں سخت قحط تھا اور یوسفؑ نے غلہ پہلے سے ہی ذخیرہ کرلیا تھا لہٰذا اطراف کے امرا و غرباء آتے اور نقد غلہ خریدتے رہے۔

برادران یوسفؑ بھی آئے اور غلہ لے گئے جب جانے لگے تو یوسفؑ نے کہا کہ آئندہ اپنے سوتیلے بھائی کو ہمراہ لائیں ورنہ ان کو آئندہ غلہ نہ ملے گا۔ چنانچہ وہ بہ اصرار باپ سے کہہ سن کر بنیامین کو ہمراہ لائے تو یوسفؑ نے اس سے چپکے سے کہہ دیا کہ میں تیرا بھائی یوسف ہوں کہ اب میں تجھ کو اپنے پاس ہی رکھوں گا اور ان بھائیوں نے میرے ساتھ اور میرے باپ کے ساتھ غداری اور مکاری کی ہے اس کی سزا بھی ان کو دوں گا اور لہٰذا یوسفؑ نے ملازمین سے کہہ دیا کہ بنیامین کے باردانہ میں پیمانۂ شاہی بھی رکھ دیا جائے۔ جب قافلہ روانہ ہوگیا تو ندا دی گئی کہ تم چور ہو۔ تلاشی لی گئی تو بنیامین کے شتر باردانہ سے پیمانہ برآمد ہوا۔ یوسفؑ نے پوچھا کہ اس کی سزا کیا ہو تو برادران یوسفؑ نے کہا کہ جس کے سامان میں پیمانہ ہو وہ ایک سال تک مصر میں نظر بند رہے۔ لہٰذا بنیامین کو روک لیا گیا۔

آیت ۶۳:

برادرانِ یوسفؑ نے یعقوبؑ سے پہلے بھی یوسفؑ کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا اور پھر بنیامین کے ساتھ لے جانے پر حفاظت سے واپس لانے کا وعدہ کررہے تھے۔ ظاہر ہے کہ نبیِ خدا یعقوبؑ کو ان کا اعتبار نہ کرنا چاہئے تھا کیونکہ یہ امر قرینِ عقل نہیں تھا مگر چونکہ قحط سخت تھا اہلِ کنعان کی تمام دولت و اراضی وغیرہ غلہ خریدنے میں صرف ہو چکی تھی۔ فاقے تھے حال اگر زیادہ خراب ہوتا بھوک سے ہلاک ہوجاتے۔ لہٰذا نبی خدا نے بوجہ رحم وکرم مصر سے غلہ لانے کی خاطر برادرِ یوسفؑ بنیامین کو غدار بیٹوں کے سپرد کردیا۔ ان کے وعدہ حفاظت پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ محافظِ حقیقی

خدا ہے تم تو غدار ثابت ہو چکے ہو۔

آیات ۶۴،۶۵:

حضرت یوسفؑ بے وفا بھائیوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا۔ اول دشمن سے بھی اس کی مصیبت میں ہمدردی کرنا۔ دوم غلہ کی قیمت واپس کر دینا۔ یہ آخری احسان صلہِ رحم تھا جو بحکمِ خدا مسلمان پر فرض ہے اور انبیاءؑ تو اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہوتے ہی ہیں۔ حضرت یوسفؑ کے اعلیٰ اخلاق کے بارے میں لکھا ہے کہ جب آپ بادشاہ مصر ہوئے ہیں تو شکم سیر ہوکر کھانا نہیں کھاتے تھے کہ مبادا رعایا میں کوئی بھوکا سوگیا ہو اور حکم دیا کہ سابقہ بادشاہ یعنی ریان کو کھانا بہ تاخیر دیا جائے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو یوسفؑ نے فرمایا کہ آپ کو بھی یہ اندازہ رہے کہ کوئی غریب آپ کے ملک میں بھوکا تو نہیں ہے اور آپ کو بھوک کی تکلیف کا احساس ہوتا رہے۔

یہ قصہ صرف قصہ گوئی کے لئے بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ تمام واقعات ظاہر کر رہے ہیں کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنوں کے ساتھ یعنی باپ اور بھائیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا اور حسد نے ایسا ناکارہ بنادیا کہ نہ عقل ہی کام دے سکی نہ خوفِ خدا ہی رہا۔ نہ نبیِ خدا حضرت یعقوبؑ کی اطاعت کی، نہ باپ کا احترام کیا، بلکہ باپ کو اذیت پر اذیت پہنچائی اور ادھر اخلاقِ نبوت کا اظہار ہو رہا تھا، محبتِ پدری کا اظہار ہو رہا تھا، خدا ترس بھائی بے وفا اور غدار بھائیوں پر مہربانی کر رہا تھا، عوام اور غربا کی قحط میں مدد کر رہا تھا۔ ایک طرف مطلق نیکی اور احسان ہی احسان تھا اور دوسری جانب ظلم و جبر اور مکر و فریب تھا۔ خدائے قدیر نے یہ قصہ اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو سنایا ہے کہ تم اپنے ہم وطنوں کی بے رخی اور ظلم کو برداشت کرو۔ یہ تم پر وطن میں ظلم پر ظلم ڈھائیں گے، تم وطن سے ہجرت کر جاؤ گے تو بار بار تم پر اور مومنین پر لشکر کشی کریں گے۔ تمہارے قتل کی بار بار تدابیر کریں گے۔ دینِ اسلام کو ظاہر طور پر مٹانا چاہیں گے۔ باطن میں بظاہر مسلمان ہوں گے مگر دل میں منافق ہوں گے۔ ظاہر و باطن میں ہمیشہ دشمنی کرتے رہیں گے۔ تمہارے کنبہ کے خاص افراد بھی دشمنی کریں گے۔ یعقوبؑ میرے مقرر کردہ نبی تھے، معصوم تھے مگر ان کو ان کے بیٹوں نے کمسن بیٹے کے بارے میں ستایا۔ ظلم کی حد کر دی کہ معصوم بھائی کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ پھر اس کو فروخت کر ڈالا مگر ان کے دلوں میں رحم پیدا نہ ہوا ایسے ہی تمہارے بعد تمہارے چہیتے فرزندوں حسنؑ اور حسینؑ اور محبوب اکلوتی بیٹی پر بے خطا ظلم کیے جائیں گے اور ایسے سخت اور شدید ظلم ہوں گے کہ زمین اور آسمان کے ساکن اُن کی حالت پر رویا کریں گے مگر اے ہمارے حبیب ہم تم کو واقعہِ یوسفؑ و یعقوبؑ سنا کر تسلی دینا چاہتے ہیں۔ تم مغموم نہ ہونا۔ اپنی مظلوم اولاد کو یہ واقعہ سنا دینا تا کہ وہ صبر پر قادر ہو سکیں۔

آیت ٦٦ :

حضرت یعقوبؑ نے پہلے بھی بیٹوں سے کہا تھا کہ میں اپنے خدا کی حفاظت پر بھروسہ کرتا ہوں۔ دوسری مرتبہ یعقوبؑ نے بیٹوں سے کہا کہ اب کی مرتبہ تم خود مجھ کو ضمانت دو کہ تم نے خدا کو ضامن بنایا ہے۔ اگر تم سب مل کر خدا کو ضامن بنادو تو میں بنیامین کو ہمراہ کردوں گا۔ اب کی مرتبہ حضرت یعقوبؑ نے چاہا کہ بیٹوں کو خدا کے حاضر وناظر ہونے کا اعتقاد پیدا کردیں اور بعد کو خود بھی یہی فرمایا کہ حقیقی محافظ تو خدا ہے۔

آیت ٦٧ :

محبتِ پدری اور صلہِ رحمی کی اعلیٰ مثال ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے چاہا کہ جسیم وشکیل بیٹوں کو جن کی تعداد گیارہ تھی نظر نہ لگے اور وہ کسی آفت میں مبتلا نہ ہو جائیں مگر بعد میں فرمایا کہ خدا قادرِ مطلق ہے وہ جو چاہے گا وہی ہوگا۔ میں خدا پر ہی بھروسہ کرتا ہوں مگر نظرِ بد حق ہے اور یہ نصیحت بوجہ محبتِ پدری ہے۔ حضرت محمدؐ نے حسینؑ کے تعویذ میں لکھا تھا اور خود بھی زبان پر جاری فرماتے تھے۔ اللّٰهم انّي اعوذبه کلمات الله التامات من شر کل هامّةٍ و عين لامةٍ۔ (اے خدا میں اللہ کے کلمات کے ذریعہ ہر شر گزندہ و ملامت کنندہ سے پناہ مانگتا ہوں) نیز رسول خداؐ نے فرمایا: لو کان الشي ليسبق القدر سبقة العين۔ (اگر کوئی شے حکم قضا پر سبقت لیجاتی وہ البتہ نظرِ بد ہوتی)۔ یعنی حکمِ قضا پر کسی کو سبقت حاصل نہ ہوگی مگر نظرِ بد موثر ہے۔

آیت ٦٩ :

جب یوسفؑ کے سامنے بھائی حاضر ہوئے تو یوسفؑ نے پوچھا کہ تم چھوٹے بھائی کو ہمراہ لائے ہو بھائیوں نے کہا کہ باپ کو اطمینان حفاظت دلا کر بمشکل ساتھ لائے ہیں۔ یوسفؑ نے بنیامین کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا۔ نام پوچھا کہ یہ نام تمہارا کیوں رکھا گیا ہے۔ بنیامین نے کہا کہ بنیامین کے معنی مصیبت رسیدہ کے ہیں۔ جب میں پیدا ہوا تو ماں نے وفات پائی پوچھا ماں کا کیا نام تھا بتایا کہ راحیل بنت لیان تھا۔ یوسفؑ نے دسترخوان بچھوائے اور فرمایا کہ دو دو بھائی ساتھ بیٹھیں آخر میں بنیامین رہ گئے تو رونے لگے۔ سبب پوچھا تو بتایا کہ میری ماں کے بطن سے میرا بھی ایک بھائی تھا اگر وہ زندہ ہوتا تو میرے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتا اسی بات کو یاد کرکے میں رویا۔ یوسفؑ نے خود اس کے ساتھ کھانا کھایا رات کو سب سوئے تو پھر بنیامین تنہا رہ گئے تو یوسفؑ نے اپنے بستر پر سلایا اور بنیامین کو بتایا کہ میں تیرا وہ بھائی ہوں جس کے بارے میں بھائیوں نے کہہ دیا تھا کہ بھیڑیا کھا گیا ہے۔ جب بنیامین نے سنا تو محبت سے بے قرار ہوگئے اور کہا کہ بھائی اب مجھ کو اپنے سے جدا نہ کرنا۔ یوسفؑ نے کہا کہ اس پر راضی ہوجاؤ کہ میں تم پر چوری کا الزام لگاؤں گا تا کہ تم کو اپنے پاس روک سکوں ورنہ مصر کے قانون میں ایسا

کرنا ناممکن ہے۔ بنیامین راضی ہو گئے۔

آیت ۷۰:

بعض اذہان میں آئے گا کہ چوری کا یہ الزام غلط تھا مگر اعلان کرنے والے نے یوسفؑ کے دس بھائیوں کو چور کہا تھا اور وہ حقیقت تھی کیونکہ انہوں نے باپ کے پاس سے یوسفؑ کو چرایا۔ بعد کو جھوٹ بولے اور فروخت کیا۔ یہ چوری تھی۔ یہ سرقہ مال پدر تھا۔

آیت ۷۳:

یوسف کے بھائیوں نے کہا کہ ہم چور نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ یوسفؑ کے اغوا کے معاملہ میں چور قرار پا چکے تھے۔

آیت ۷۵:

برادرانِ یوسفؑ نے خود ہی سزا تجویز کی تھی چنانچہ اسی کے مطابق عمل کیا گیا ورنہ مصر میں چور کی یہ سزا نہ تھی بلکہ سزائے سرقہ تازیانہ تھی یا جرمانہ تھی۔

کذلك نجزی الظلمین۔ خدا نے فرمایا ہے کہ ہم اسی طرح ظالموں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اس آیت نے بتایا کہ اول ظلم کرنے والے ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں اور وہ ظلم کر کے اپنی عارضی کامیابی پر خوش ہوتے ہیں مگر خدا کا مقرر کردہ قانون ہے کہ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ضرور ملتی ہے۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ فرد یا قوم خود اپنے ظلم کی وجہ سے دنیا میں برباد اور عاقبت میں مستحقِ عذابِ دائمی ہوتی ہیں۔ تاریخ عالم از آدمؑ تا ایندم گواہ ہے کہ اقوامِ عالم کے زوال کا سبب ان کے اعمالِ ظلم ہوتے رہے ہیں اور اقوامِ عالم کی ترقیاں ان کے اعمالِ عدل و انصاف پر منحصر رہی ہیں۔ تا قیامت ایسا ہی ہوتا رہے گا اور آخر وہ دن آئے گا کہ ظالموں کہ ان کے ظلم کا بدلہ عذابِ دائمی کی شکل میں دیا جائے گا اور وہ جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا ایندھن ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اب ظلم بہت بڑھ چکا ہے لہٰذا وقتِ عذاب بھی قریب ہی ہے۔ خدا مومنین کو اس عذاب سے محفوظ رکھے۔

آیت ۷۶:

صاحبِ تفسیر منہج الصادقین نے بحوالہ تفسیر منہج البیان 'کید' کے معنی یہ لکھے ہیں کہ کوئی شخص ایسا فعل کرے جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے یا کسی سے کوئی چیز لے لے اور اس کو خبر نہ ہو۔ چونکہ یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ یعقوبؑ سے چھپا کر یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا اور بعد کو فروحت کیا یہ سب کید (مکاری) تھا تو خدا نے اس کے جواب میں یوسفؑ کو بہتر تدبیر سکھا دی۔ قانونِ مصر میں چور کی سزا قید نہ تھی، تازیانہ اور جرمانہ تھا اس لئے بھائیوں سے خود ہی سزا تجویز کرائی گئی۔

خدا قادر مطلق ہے وہ جب چاہتا ہے نیکوکاروں کو درجاتِ عالیہ دنیا میں بھی عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی دے گا۔ انسان کبھی یہ تصور نہ کرے کہ اس کو بھلائی یا برائی دوسرے سے پہنچتی ہے۔ برائی انسان کے عمل کی سزا ہوتی ہے تا کہ تنبیہ ہو اور بھلائی کے عملِ نیک کی جزا۔ دونوں چیزیں خدا کی جانب سے ہی ملتی ہیں۔ دوسرے کو اس میں شریک کرنا شرک وکفر ہے۔

خدا نے اس آیت میں ظاہر فرمایا ہے کہ علم کا سلسلہ لا متناہی اور غیر محدود ہے اور اس کی آخری حد ذات خداوندِ عالم ہے جو بذاتہٖ علم ہے اور تمام علومِ عالَم کا منبع وسرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔

آیت ۷۷:

برادرانِ یوسفؑ نے اب بھی یوسفؑ کی دشمنی کو ترک نہیں کیا بلکہ کہہ دیا کہ صرف بنیامین ہی چور نہیں ہے بلکہ اس کا حقیقی بھائی یعنی راحیل کے بطن سے پیدا ہونے والا یوسفؑ بھی چور تھا۔ افسوس کہ مفسرین کا کام تحقیق نہیں ہے بلکہ صرف معانیِ قرآن اصل مقصد ہے۔ چنانچہ اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے کہ یوسفؑ نے کیا چرایا تھا اور کیوں چرایا تھا اور بھائیوں نے کیوں چور کہا ہے۔ ایسی بعض روایات بھی لکھی ہیں جو شانِ نبوت کے خلاف ہیں۔ ایسے واقعات کو مفسرین نے یہود و نصاریٰ کی کتابوں سے نقل کیا ہے اور وہ لوگ تمام انبیاءؑ کو بجز عیسیٰؑ وعزیرؑ کے خطاوار جانتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یوسفؑ نے بچپن میں کئی بار فقراء کو جو گھر سے ملا خیرات کر دیا تھا۔ اس لئے غدار بھائیوں نے اس عمل کو چوری قرار دیا تھا۔ موجودہ صورتحال میں اگر کسی کو رکھ لیتے تو مقصد حاصل نہ ہوتا اور قانون کے مطابق بھی نہ ہوتا کہ جرم کسی پر ثابت ہو اور پکڑا کوئی جائے۔ یہ غلط عمل انصاف پسندوں کا کام نہیں ہے نہ کہ نبیِ خدا ایسا کرے کہ آئندہ اس کا اس قسم کا فعل سند قرار دیا جائے۔

آیت ۸۰:

جس نے یہ کہا وہ حضرت یعقوبؑ کا بڑا بیٹا تھا جس کا نام لاوی تھا۔ اسی نے یوسفؑ کو قتل ہونے سے بچایا تھا۔ خدا نے اس کی نسل میں نبوت منتقل کر دی تھی چنانچہ بنی اسرئیل کے اکثر انبیاءؑ اس کی نسل سے ہیں۔ انہی میں حضرت موسیٰؑ بن عمران بن یضہر بن واہث بن لاوی بن یعقوبؑ بھی ہیں۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ حضرت محمدؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جدائی کا صدمہ کس قدر تھا تو جبرئیلؑ نے کہا کہ ستر ماؤں جن کے فرزند مر گئے ہوں کے برابر صدمہ تھا۔ حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ یعقوبؑ ابتداءِ فراقِ یوسفؑ سے تا آخرِ عمر رویا کیے۔

لاوی نے بھائیوں کو بوقت واپسی ظلم یاد دلائے جو وہ یوسفؑ کے ساتھ کر چکے تھے۔ پھر بنیامین کو بھی وہ مصر میں چھوڑ کر جا رہے تھے۔ اس کے علاوہ لاوی کی زبانی جو اس کے سوتیلے بھائیوں میں شامل تھا بھائیوں کے ظلم کی

گواہی دلوائی اور واقعہ کی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

لاوی کے بیان سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے۔ اول تو یہ کہ لاوی میں کچھ نہ کچھ حمیت وغیرت موجود تھی۔ اس نے ہی بھائیوں کو منع کیا تھا کہ وہ یوسفؑ کو قتل نہ کریں بلکہ کنویں میں ڈال دیں۔ جب بھائیوں نے کنویں میں ڈالنا چاہا تو بھی اسی لاوی نے منع کیا اور کہا کہ کسی قافلہ کے ہاتھ فروخت کرنا بہتر ہوگا۔ سوم یہ کہ اس کے دل میں باپ کا احترام تھا کہ اس نے سامنے جانے سے انکار کیا۔ جب تک کہ والد اجازت نہ دیں۔ چہارم یوسفؑ کے ساتھ جو ظلم کیا گیا تھا وہ جانتا تھا کہ خلافِ حکمِ خدا ہے اور سببِ ناراضگی خدا ہے لہٰذا اس نے کہا کہ خدا کا فیصلہ جب تک میرے حق میں نہ ہوگا میں کنعان نہ جاؤں گا۔ پنجم وہ جانتا تھا کہ بنیامین نے پیالہ نہیں چرایا تھا کیونکہ وہ چور نہ تھا مگر چونکہ اس کے اونٹ کے سامان سے وہ پیالہ برآمد ہوا تھا لہٰذا چشم دید واقعہ کا اقرار کیا تھا چنانچہ اس کے عوض عزیزِ مصر کے پاس بنیامین کو چھوڑنا پڑا تھا۔ ششم لاوی کا اعتقاد تھا کہ عالمِ غیب صرف خدا ہے۔ انسان غیب دان نہیں ہے۔ ہفتم لاوی نے کہا کہ تمام اہلِ قریہ گواہی دیں گے کہ بنیامین کے ساتھ جو واقعہ ہوا وہ حقیقت ہے۔ البتہ لاوی کے دیگر بھائی جب یعقوبؑ کے سامنے پہنچے اور یہ الفاظ ادا کیے تو یعقوبؑ نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ یہ سب تمہاری شرارت ہے۔ اس حالت پر صبر کرنا مناسب ہے۔ خدا نے چاہا تو وہ دونوں عنقریب مجھ کو مل جائیں گے۔ یعقوبؑ یوسفؑ اور بنیامین کو زندہ جانتے تھے اور علمِ نبوت سے معلوم تھا کہ یوسفؑ ضرور ملیں گے۔

آیت ۸۴:

رونا فطری عمل ہے۔ چنانچہ بروایتِ حسن بصریؒ حضرت یعقوبؑ اسّی (۸۰) سال رویا کیے۔ مطابقِ قرآن یعقوبؑ کی بینائی روتے روتے ختم ہوگئی کہ آنکھیں سفید ہوگئیں۔ حضرت رسول خدا حضرت محمدؐ اپنے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر رویا کیے اور فرمایا: **القلب یحزن والعین تدمع ومانقل مایسخط الرب وانا علیك یا ابراھیم محزون۔** (دل محزون ہے اور آنکھیں گریاں ہیں وہ بات نہیں کہتا ہوں کہ جو خدا کو غضب میں لائے مگر اے ابراہیم میں تمہاری جدائی میں غمگین ہوں)۔ اس حدیث سے رونے کی ممانعت ظاہر نہیں ہوتی البتہ حالتِ بُکا میں ایسے الفاظ زبان پر لانا منع ہیں جن سے خدا کی ناشکری پیدا ہوتی ہو۔ کیونکہ صبر بہتر ہے۔ روایت ہے کہ یعقوبؑ چھ سال تک نابینا رہے اور لڑکوں پر غضبناک اور اپنی جگہ افسوس کرتے رہے۔

آیت ۸۵:

یعقوبؑ کے بیٹوں نے پھر وہی بات کہی جو پہلے کہتے رہے تھے کہ بابا آپ محبتِ یوسفؑ میں غلطی پر ہیں۔ اب

یہ کہا کہ یوسفؑ کی جدائی کے غم میں آپ خود اپنے کو ہلاک کررہے ہیں۔ یہ بھی آپکی افراطِ محبت ہے اور غلطی ہے ہم سب موجود ہیں ہم سے محبت کیجیے گا غم غلط ہوجائے گا۔

آیت ۸۶:

انما اشکوا بثّی و حزنی الی اللہ۔ حضرت یعقوبؑ نے لڑکوں کے جواب میں فرمایا کہ میں اپنے رنج وغم کی شکایت خدا سے کرتا ہوں۔

یعقوبؑ نے بیٹوں کے ذریعہ سب انسانوں کو تعلیم دی ہے کہ جب کوئی مصیبت پڑے تو بجز خدا کسی سے مدد نہ لیں اور اپنا درد دل خدا سے ہی کہیں اور اسی سے امید نجات وفلاح رکھیں۔ چنانچہ جب یعقوبؑ کی بیقراری اور دعائیں مسلسل جاری رہیں اور فریاد کرتے رہے تو خدا نے یعقوبؑ پر وحی کی اور فرمایا کہ اے یعقوبؑ اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر یوسفؑ اور بنیامین دونوں مربھی گئے ہوتے تو میں تمہاری اس گریہ وزاری اور دعاؤں کی بدولت ان کو زندہ کردیتا اورتم تک پہنچادیتا۔ یہ پیغامِ خدا سن کر یعقوبؑ نے بیٹوں سے کہا تھا کہ **اعلم من اللہ مالا تعلمون**۔ (میں خدا کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) کہ یوسفؑ زندہ ہے اور میری اس سے ملاقات ہوگی۔ بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ یعقوبؑ کے پاس ایک ہمسایہ آیا اور پوچھا کہ تمہاری کمر کیسے خمیدہ ہوگئی؟ بولے: غمِ یوسفؑ سے۔ پوچھا: روشنی چشم کیسے چلی گئی؟ بولے: غمِ یوسفؑ سے۔ پوچھا: حال خراب کیوں ہے؟ بولے: غمِ یوسفؑ سے۔ خدا نے وحی کی اے یعقوبؑ میری شکایت لوگوں سے کرتے ہو؟ اس کے بعد یعقوبؑ بیت الحزن سے باہر نہ آئے۔ اور سوائے خدا کے کسی سے فریاد نہ کی۔

آیت ۸۷:

مایوس ہونا اور یہ سمجھنا کہ یہ میری مصیبت دور نہیں ہوگی گویا قدرتِ خدا میں شک کرنا ہے۔ مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ خدا کو ہمہ وقت حاضر و ناظر سمجھے کہ خدا امتحان کی مدت ختم ہونے کے بعد ہی فلاح ونجات عطا کرتا ہے۔

آیت ۸۹:

یوسفؑ نے بھائیوں کو بتایا کہ تم نے یوسفؑ کے ساتھ جو بھی بدسلوکی کی روا رکھی اور باپ کے ساتھ جو طریقہ بھی روا رکھا وہ سب تمہاری نادانی، کم فہمی اور جہالت تھی۔ اگر تم کو یہ علم ہوتا کہ خدا جس کو چاہتا ہے سلامت رکھتا ہے اور عزت دیتا ہے اور اگر تم یہ جانتے ہوتے کہ باپ بھائیوں کے ساتھ بدسلوکی کرنا مناسب نہیں ہے تو تم کبھی ایسا نہ کرتے یہ سن کر بھائیوں نے کہا کہ کیا تم ہی یوسف ہو؟

آیت ۹۰:

جس وقت یوسفؑ نے کہا کہ میں یوسفؑ ہوں تو ان کے دس بھائی یوسفؑ کے قدموں میں گر گئے اور چاہا کہ قدموں کا بوسہ لے لیں مگر یوسفؑ نے تخت سے اتر کے انہیں گلے لگایا اور فرمایا کہ تم نے میرے ساتھ جو ظلم کیے آج وہ میں نے سب معاف کر دیئے اس کے بعد تعلیمِ اخلاق دی اور صبر و احسان کی ہدایت کی۔ پھر بتایا کہ دیکھو تم نے ہم دونوں بھائیوں اور باپ میں جدائی ڈالی، آزار دیئے مگر خدا نے ہمارے صبر کا پھل ہم کو دیا۔ خدا کسی کی محنت کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے۔ انسان کا کام ہے کہ وہ ہر حالت میں خدا ہی سے مدد مانگے، ہر حالت میں صبر کرے اور اس سے ڈرتا رہے تاکہ اس کی منشا کے خلاف اس سے کوئی فعل سرزد نہ ہو سکے۔ اگر وہ ایسا کرتا رہے گا تو یقیناً دنیا و آخرت کی عزت اسی کے لئے ہے۔

خدا نے سورہ یوسفؑ کو احسن القصص فرمایا ہے یعنی قصوں میں بہترین قصہ، واقعی واقعاتِ یعقوبؑ، یوسفؑ، زلیخا، برادرانِ یوسف، شاہِ مصر و زنانِ مصر کے واقعات اور تذکرہ میں متعدد نصائح اور عبرتیں موجود ہیں۔

آیات ۹۱، ۹۲:

ظالم کو اپنی خطا پر نادم ہونا پڑتا ہے چنانچہ برادرانِ یوسفؑ بھی نادم ہوئے اور اقرار کیا کہ ہمارا حسد بے جا تھا، ہم کو تمہارے ساتھ یہ بدسلوکی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ بے شک خدا نے تم کو حسین صورت اور حُسنِ سیرت عطا کی ہیں۔ بے شک باپ کی محبت تم سے صحیح تھی وہ حق بجانب تھے کہ تم نے اعلیٰ صفات پائی تھیں اس لئے وہ تم سے محبت کرتے تھے ہم بے شک خطاوار ہیں حسد اور بغض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ جب بھائیوں نے اپنی غلطی کا اظہار کیا اور درگاہِ خداوندی میں توبہ کی تو یوسفؑ نے بھی کہہ دیا: لاتثریب علیکم الیوم۔ (آج کے دن تم پر کوئی الزام وملامت نہیں ہے) یعنی میں نے بھی معاف کیا۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ حضرت محمدؐ نے روزِ فتحِ مکہ زنجیرِ در خانہ کعبہ ہاتھ میں پکڑی۔ اس دن تمام اہلِ مکہ لشکرِ اسلام کے خوف سے خانہ کعبہ میں پناہ لینے آئے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: الحمدلله الذی صدق وعده ونصر عبده وحزم الاحزاب وحده۔ [اس اللہ کا شکر ہے اور اس کی حمد وثناء ہے کہ جس نے اپنے وعدہ کو سچا کیا۔ اپنے بندے (محمدؐ) کی مدد کی۔ کفار کے لشکر کو شکست دی۔ وہ خدا یکتا ہے] اس کے بعد آپ نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تمہارے ظلموں کا بدلہ کیا دیا جائے؟ تو مجمع نے کہا کہ ہم بے شک قابلِ گردن زدنی ہیں۔ آپ کریم ابنِ کریم ہیں۔ آپ سے عفوِ خطا کی توقع ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں آج وہ ہی کلمات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہے تھے۔ لاتثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم۔ (یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اللہ تم کو معاف کرے۔)

آیت ۹۳:

یعقوبؑ کا وقتِ امتحان فراقِ محبوب ختم ہوگیا۔ جبرائیلؑ حضرت یوسفؑ کے پاس آئے اور ایک پیراہن جنت کا دیا اور کہا اور اس پیراہن میں خوشبوئے جنت ہے۔ ہر مرض اس خوشبو سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کو تم کنعان اپنے باپ کے پاس بھیج دو۔ وہ بینا ہو جائیں گے۔ لہٰذا یوسفؑ نے بھائیوں سے کہا کہ کرتا لے جاؤ اور والد کے چہرہ پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے۔ پھر تم سب کو ہمرہ لے کر میرے پاس چلے آنا۔ یوسفؑ نے دو سو مرکب ساتھ کیے۔ قافلہ مصر سے کنعان کی طرف روانہ ہوا۔ مصر سے کنعان کا فاصلہ اسّی فرسخ تھا۔ پیراہن کو لاوی لے گیا تھا۔ ابنِ عباسؓ کی روایت ہے کہ خریدارِ یوسفؑ مالک بن اذعر نے پیراہن بھائیوں سے لیا اور حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈالا تو وہ بینا ہو گئے۔

آیت ۹۸:

پیراہنِ یوسفؑ لباسِ جنت تھا۔ معجزہِ یوسفؑ تھا۔ لہٰذا اس کی خوشبو بھی دور تک پہنچی۔ یعقوبؑ نے چاہا کہ دعائے مغفرتِ پسران شبِ جمعہ میں کریں، جب وقتِ سحر ہو۔ جب شب جمعہ کی سحر ہوتی تھی تو بیٹوں کو پس پشت کھڑا کر لیتے تھے اور دعائے مغفرت کرتے۔ بیس سال کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی جبرائیلؑ نے یہ دعا حضرت یعقوبؑ کو تعلیم کی تھی: **یارجاء المومنین لا تخیب دعائی یاغوث المومنین اغثنی ویاغوث المومنین اعنی یا حبیب المومنین تب علیّ مااستجیب لھم**۔ روایت میں ہے کہ یوسفؑ اور بادشاہِ مصر ریان استقبالِ یعقوبؑ کے لئے میدان میں آئے۔ کتاب النبوۃ میں ابی عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ یوسفؑ بوقتِ استقبال سواری سے نہ اترے تاکہ باپ شوکتِ فرزند دیکھ کر خوش ہوں۔ مگر بحکمِ خدا جبرائیلؑ آئے اور کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ اے یوسفؑ تم نے باپ کا احترام نہ کیا لہٰذا اپنا ہاتھ کھولو۔ یوسفؑ نے ہاتھ کھولا تو انگلیوں سے ایک نور نکلا۔ یوسفؑ نے پوچھا یہ کیسا نور تھا؟ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ نورِ نبوت تھا اب تمہاری نسل میں نبوت نہیں ہوگی۔

آیت ۹۹:

یوسفؑ نبیِ خدا تھے۔ اعلیٰ اخلاقِ حسنہ کا نمونہ تھے۔ لہٰذا باپ بھائیوں کو بلایا بھی۔ باپ کو اپنے تخت پر بٹھایا بھی اور با آرام رکھنے کا وعدہ کیا۔

واقعہ زلیخا: جب یعقوبؑ کے مصر آنے کی خبر ہوئی تو زلیخا بوڑھی، اندھی اور غریب ہو چکی تھی۔ یوسفؑ کے عشق میں تباہ ہو چکی تھی۔ اس کو اطلاع ہوئی تو کسی کو ساتھ لے کر راستہ میں بیٹھ گئی۔ فوج کے دستے گزرنے لگے تو نقیب نے زلیخا سے کہا کہ تعظیم کو کھڑی ہو جا۔ زلیخا نے کہا: ابھی یوسفؑ کی سواری دور ہے۔ پوچھا تجھ کو کیسے معلوم

ہوا؟ تو زلیخا نے کہا میں بوئے یوسفؑ کو پہچانتی ہوں۔ بہرحال جب یوسفؑ کی سواری قریب پہنچی تو یوسفؑ نے پوچھا کہ میری محبت اب بھی باقی ہے؟ زلیخا نے کہا کہ روزافزوں ہے۔ پھر کہا **سبحان من جعل العبد ملو کا لطاعته وجعل الملوك عبيد بمعصيته**۔ (پاک ہے وہ خدا کہ غلام کو اطاعت کے بدولت بادشاہ بنادیتا ہے اور بادشاہ کو بوجہ گناہ کے غلام بنادیتا ہے)۔ بحکم خدا جبرائیلؑ نے نازل ہو کر یوسفؑ سے کہا کہ زلیخا کی محبت کا امتحان ختم ہوگیا تم اس کے لئے دعا کرو۔ یوسفؑ نے دعا کی۔ زلیخا کو نورِ چشم و جوانی پھر مل گی۔ یوسفؑ نے نکاح کیا بعد میں بچے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام منیشا تھا جو یوشع بن نون کے جد تھے دوسرے افرائیم تھے۔ ایک لڑکی حسنہ نام تھی جو حضرت ایوبؑ نبی کی زوجہ تھیں۔

آیت ۱۰۰:

یوسفؑ نے اپنے والد کو تخت پر اپنے پاس بٹھایا۔ باپ یعقوبؑ موجود تھے مگر ماں راحیل فوت ہوچکی تھی ان کی جگہ خالہ ساتھ تھیں جن کو بجائے ماں تخت پر بٹھایا تھا۔ **رفع ابو یه علی العرش**۔ (بلند کیا اپنے والدین کو تخت پر)۔ اس کے بعد ہے وہ سب یوسفؑ کے لئے سجدہ میں گر گئے۔ یوسفؑ کے سجدہ کے بارے میں تفاسیر میں بہت اختلاف ہے کہ یعقوبؑ نے نبی ہو کر غیر خدا کو سجدہ کیسے کیا؟ حالانکہ والدینِ یوسفؑ کا ذکر تو خدا نے یہ کیا ہے کہ ان کو تخت پر بلند کیا گیا۔ مگر برادرانِ یوسفؑ اور غلامان یوسفؑ نے یوسفؑ کے رعب وجلال وحسن وجمال شاہی کو دیکھا اور سجدۂ تعظیمی کیا۔ حضرت یعقوبؑ نے پوچھا کہ اے یوسفؑ یہ کون ہیں جو تم کو سجدۂ تعظیم کررہے ہیں تو یوسفؑ نے کہا کہ میرے زرخرید غلام ہیں۔ درحقیقت اہل مصر کو خدا نے سزا دی تھی کہ انہوں نے نبیِ خدا کو قید کیا اور غلام بنایا۔ ایک عورت کے غلط الزام پر ۱۱ سال قید کی سزا دی۔ یوسفؑ کی پارسائی اور اخلاق حسنہ کا اثر نہ لیا اور نہ یہ سمجھا کہ یہ خاندانِ نبوت ہے۔ اس کی سزا میں اہلِ مصر غلام بھی ہوئے اور یوسفؑ کو سجدہ بھی کیا۔ خدا جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ **وبيدك الخير**۔ (اور اے خدا تیرے ہی ہاتھ میں ہر طرح کی خیر خوبی ہے)۔

یوسفؑ نے باپ کو یاد دلایا کہ میں نے جو خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور شمس وقمر مجھ کو سجدہ کررہے ہیں آج آپ اس خواب کی تعبیر دیکھ رہے ہیں کہ میرے گیارہ بھائی سجدہ کناں ہیں اور مجھ کو خدا نے ملکِ مصر کا شہنشاہ بنایا ہے اور نبوت پر فائز کیا ہے کہ شمس وقمر پر بھی باذنِ خدا میرا حکم چلتا ہے، خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے۔

آیت ۱۰۲:

روایت ہے کہ رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ جبرئیلؑ کی زبانی یہ قصۂ یوسفؑ سن رہے تھے اور واقعاتِ یوسفؑ پر

تعجب کر رہے تھے کہ جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ خدا آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب تم تعجب نہ کرو میں تم کو روزِ قیامت اتنا درجہ دوں گا کہ تمہاری شفاعت سے لاتعداد گناہ گار بخشے جائیں گے یہاں تک کہ تم کہو گے حسبی حسبی (مجھ کو کافی ہے مجھ کو کافی ہے)۔ خدا نے یہ واقعہ یعقوبؑ و یوسفؑ حضرت محمدؐ کو اس لئے سنایا ہے کہ آپؐ کو تسلی و تسکین ہو۔ پھر یہ یاددلایا ہے کہ اے رسولؐ جب یوسفؑ کے بھائی یوسفؑ کے قتل پر اجماع کر رہے تھے اور اس کے مارنے کی خفیہ تدبیریں اور مکر کر رہے تھے تو اس وقت تم ان میں موجود نہ تھے۔ یہ واقعات جو ہم تم کو سنا رہے ہیں ایسے ہی واقعات تم کو پیش آئیں گے۔ تم کو تمہارے ہم وطن گھر سے نکالیں گے، تم پر حملے کریں گے۔ تمہارے ساتھیوں کو بے قصور قتل کریں گے تمہارے بعد تمہاری اولاد اور تمہارے ماننے والوں کی ہمیشہ عزت ہوگی اور وہ آخرت میں یومِ حساب کے مالک ہوں گے۔

واقعاتِ حضرت یعقوبؑ: ابوحمزہ ثمالی نے ائمہ علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ یعقوبؑ کی عمر ایک سو چالیس سال (۱۴۰) ہوئی جب وہ مصر میں آئے تھے تو ۱۳۳ سال عمر تھی۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یوسفؑ کے پاس چوبیس ۲۴ سال رہے۔ وفات کے بعد یوسفؑ یعقوبؑ کے جسد کو بیت المقدس لے گئے اور وہیں دفن کیا۔ پھر مصر واپس آ گئے۔ یوسفؑ ۱۲ سال کے تھے کہ زندان میں گئے۔ ۱۱ سال قید میں رہے، قید سے رہا ہونے کے بعد اسی ۸۰ سال زندہ رہے۔ ان کی عمر ایک سو دس (۱۱۰) سال تھی۔ وفات سے تین روز قبل یوسفؑ نے خواب میں یعقوبؑ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ اے یوسفؑ جلد آ جاؤ میں تمہاری جدائی میں بے چین ہوں۔ یوسفؑ نے خواب دیکھ کر بھائی یہودا کو وصیت کی اور اپنا ولی عہد مقرر کیا اور درگاہ خدا میں دعا کی: رب قد اتیتنی ۔۔۔۔ الخ

وفات و مدفنِ یوسفؑ: وفات یوسفؑ کے بعد تمام قبائل نے چاہا کہ ان کو اپنے اپنے محلہ میں دفن کریں۔ نوبت جنگ کی پہنچی آخر دریائے نیل میں دفن کیا تا کہ آب دریا سے ہر محلہ میں برکت پہنچتی رہے۔ بعد میں حضرت موسیٰؑ نے دریائے نیل سے میت کو نکال کر ان کے آبائی قبرستان میں دفن کیا۔

آیت ۱۰۲:

وما کنت لدیھم اذ جمعوا امرھم وھم یمکرون ۔ [(اے محمدؐ) تم برادرانِ یوسفؑ کے پاس نہ تھے جب وہ قتلِ یوسفؑ پر مشورہ میں اجماع اور مکر کر رہے تھے۔] خداوندِ عالم کو اپنے حبیب سے یہ کہنا تم ان کے پاس نہ تھے بظاہر فضول بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ واقعہ یوسفؑ حضرت محمدؐ سے بہت پہلے زمانہ میں ہو چکا تھا مگر خدا نے اپنے حبیب کو اس لئے یہ واقعہ یاد دلایا ہے کہ اے محمدؐ تمہارے ساتھ یہ واقعہ ہوگا کہ منافق تمہارے ہموطن اور

تمہارے برادران قوم تمہاری شریعت وملت کے خلاف تدابیر کریں گے اور جمع ہوکر مشورہ کر کے دینِ اسلام کو نقصان پہنچائیں گے۔ توتم فکر نہ کرنا کیونکہ پہلے انبیاءؑ کے ساتھ بھی ان کی قوموں نے یہی کیا تھا۔

آیات ۱۰۳۔۱۰۹:

واقعہ یوسفؑ کے بعد خدا نے حضرت محمد کو کچھ حقیقتیں بتائیں۔ اول یہ کہ کافر ایسے ہیں جو ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ دوم تم ان سے کچھ اجرت بھی طلب نہیں کرتے ہو۔ سوم یہ کہ قرآن تو ایک نصیحت کی کتاب ہے۔ چہارم کہہ دو کہ جو میرے راستہ پر ہوگا وہی نجات پائے گا اور بس۔ پنجم یہ کہ کافر خدا کی نشانیاں شبانہ روز زمین و آسمان میں دیکھتے ہیں مگر خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ تو اے محمدؐ تم ان کے ایمان نہ لانے پر عبث ملول ہوتے ہو۔ ششم یہ کہ ان کافروں پر مثل پہلے لوگوں کے عذاب آئے گا تب ہی معقول سزا ان کو ملے گی۔ یہ عذاب کے ہی مستحق ہیں۔ ہفتم یہ کہ خدا سے ڈرنے والے ہی صاحب بصیرت ہیں وہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، باقی لوگ دل کے اندھے ہیں۔ ہشتم اے محمدؐ خدا کی طرف لوگوں کو بلاؤ بس تمہارا یہی کام ہے باقی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور کافروں سے کہہ دو کہ میں خدا کی طرف سے بصیرت پر ہوں۔ میرا طریقہ خدا کا پسندیدہ ہے، شرک کو میں برا جانتا ہوں۔ خدا کا یہ حکمِ تبلیغ اصول دین ہے۔ نہم یہ کہ کافر خود دیکھ لیں کہ ان سے پہلے کافروں کا کیا حشر ہوا اور وہ کیسے برباد ہوئے کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں ہے۔ دہم یہ کہ آخرت یا انجام خیر تو صرف متقیوں کا ہی حصہ ہے۔

آیت ۱۱۰:

خدا نے اپنے حبیب کو پھر تسلی دی ہے اور بتایا ہے کہ جب امتوں کی نافرمانی سے رسول ناامید ہوئے اور ان رسولوں نے گمان کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی ہے اور قوم نافرمان ہے، ان کو برحق نبی نہیں جانتی اور ان کے قول کو وحی خدا نہیں سمجھتی۔ یا رسولوں نے یہ جان کر کہ قوم نے وعدۂ ایمان کیا مگر بعد کو منکر ہوگئے یا منافق بن گئے اور اس طرح رسولوں کی تکذیب کی گئی تو انہوں نے بددعا کی اور خدا کی نصرت رسولوں کے لئے آئی، مومنین کو نجات دی گئی اور کافروں کو برباد کیا گیا۔ اس طرح خدا کا حکم ہی بلند رہا۔

بعض مفسرین نے **وظنوا انهم قد كذبوا** کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ امت والوں نے گمان کیا کہ رسولوںؑ نے ان سے جھوٹ بولا۔ حالانکہ پہلے فقرہ میں ذکر ہے کہ رسول امت سے مایوس ہوگئے۔ اور واؤ عطف (**وظنوا**) انہوں نے گمان کیا ہے صاف ظاہر ہے کہ رسولوں نے ہی یہ گمان وخیال کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی۔ خدا نے رسولوں پر نصرت نازل کی۔ علاوہ بریں رسولوں اور انبیاء کا اخلاق ہمیشہ ایسا رہا ہے کہ قوم نے ان پر عیب نہیں لگائے صرف انکارِ توحید ونبوت کرتے رہے۔

آیت نمبر ۱۱۱:

خداوندِ عالم نے تصریح کر دی ہے کہ قرآن میں جو قصے بیان کیے گئے ہیں وہ صرف عبرت آموزی (سبق سیکھنے) کے لئے ہیں اور ان سے لوگوں کی ہدایت منظور ہے اور وہی ان سے نصیحت حاصل کریں گے جو صاحبانِ عقل وفہم ہیں۔

قصہ یوسفؑ ویعقوبؑ جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے وہ حقیقت ہے من گھڑت نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ کتب سماویہ وصحفِ ابنیاء سابقہ میں بھی موجود ہے اور قرآن بھی تصدیق کرتا ہے اور قرآن میں یہی واقعہ مندرج نہیں ہے بلکہ قرآن کل علوم وکل واقعاتِ عالم وکل اشیاء کا مخزن ہے۔ نیز قرآن مومنین کے لئے رحمت ہے کیونکہ ان کو حق کی ہدایت کرتا ہے۔

تفسیر سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ

فضیلتِ سورۂ رعد

حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ جو سورہ رعد کو پڑھے گا تو اس ابر کے مطابق جو آسمان پر قیامت تک آتا رہے گا نیکیاں خداوندِ عالم اس کے نامہ اعمال میں لکھے گا اور موقنین مومنین میں سے ہوگا۔ حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو سورة رعد کی تلاوت کرتا رہے گا وہ بے حساب وکتاب جنت میں داخل ہوگا اور وہ اہلِ خاندان اور مومنین کا روزِ قیامت شفیع ہوگا۔

آیت ۱:

بعض مفسرین نے **تلك آيات الكتب** کا یہ کتاب یعنی قرآن کی آیات ہیں ترجمہ کیا ہے اور **والذی انزل الیك** (اور جو تیری طرف نازل کیا گیا وہ حق ہے) کو علیحدہ جملہ قرار دیا ہے۔ مگر واؤ عطف ظاہر کرتا ہے کہ خدا نے دو چیزوں کے حق ہونے کو بیان کیا ہے۔ اول یہ کہ سورة کی آیات قرآن کا جزو ہیں اور تمام قرآن جو حضرت محمدؐ پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے، وہ بندہ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہے بلکہ خدائے قدیر کی نازل کردہ کتاب ہے جو آخری نبی محمدؐ پر نازل ہوئی ہے۔

آیات ۲، ۳:

مفسرین نے اس آیت کا ترجمہ بھی اس طرح کیا ہے کہ **ترونھا** (جن کو تم دیکھتے ہو) ستونوں کے لئے آیا ہے

مگر اس آیت میں بھی خدا نے دو چیزوں کی خلقت کا ذکر کیا ہے۔ اول آسمانوں کی خلقت کا پھر عرش کی خلقت کا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ستون موجود تو ہیں دکھائی نہیں دیتے تو یہ بات اس لئے غلط ہوتی ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ تم دیکھتے ہو یہ نہیں کہا کہ تم کو دکھائی نہیں دیتے۔ خواہ مخواہ کی تاویلات کر کے قرآن کو مبہم بنایا گیا ہے حالانکہ وہ کتابِ روشن ہے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ آسمانوں کو تم دیکھتے ہو اور اس کے بعد ہم نے عرش کو پیدا کیا۔ اس کو تم نہیں دیکھتے ہو۔ عرشِ خدا تمام عالم پر محیط ہے اور اس پر خدا اپنی قدرت اور علم سے محیط ہے۔ یہی معنی استویٰ کے ہیں۔ فرقۂ مجسمہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے اور عرش پر بھی وہ سمانہ سکا بلکہ اس سے بھی آگے خدا کا جسم نکلا ہوا ہے۔ **نعوذ باللّٰہ من ذالك** یہ مہمل عقیدے ہیں خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ منزہ ہے صفات مخلوقات سے۔ یہی اسلام کا عقیدہ ہے۔ مختصر یہ کہ خدا نے ان آیات میں مسلسل اپنی قدرتِ کاملہ کی نشانیاں بیان کی ہیں۔ اول خدا نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے خلق کیا ہے۔ آسمان کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے پھر تو اس کو قدرت خدا کا قائل ہونا چاہیے دوم یہ کہ خدا نے تمام عالم پر محیط عرش کو بنایا۔ سوم چاند اور سورج کو منازل سفر و اوقات کا پابند بنایا۔ چہارم نظام کائنات کا خدا منتظم و خالق ہے۔ پنجم خدا نے زمین کو سطحِ آب پر پھیلایا۔ پھر پہاڑ پیدا کر کے اس کو متحرک ہونے سے بچایا۔ ان پہاڑوں سے نہریں جاری کیں۔ ششم خدا نے پھلوں اور درختوں کو مختلف رنگ مگر جوڑا جوڑا بنایا۔ درخت ذی روح ہیں اور بعض درخت نر و مادہ مثبت و منفی کیفیات رکھتے ہیں۔ ہفتم رات اور دن کا جوڑا بنایا۔ ہشتم اراضی کے قطعات متصلہ کے خواص جدا گانہ مقرر کیے۔ انگور، غلہ، خرما اور ان کے مختلف خواص و شکل کے درخت پیدا کیے اور ان سب کی اصل پانی و ہوا اور مٹی کو قرار دیا۔

آیت ۴:

آیات سابقہ کا تسلسل ہے۔ نہم خدا نے مختلف ذائقے، رنگ، خواص، اثرات کے پھل پیدا کیے اور ان میں سے بعض کو بہتر ذائقہ، صورت اور خوشبو و تاثیر عطا کی۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد تو ذرا سی بھی عقل رکھنے والا قدرتِ خدائے یکتا کا اقرار کرے گا اور جو اَب بھی نہ سمجھے وہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ حیوانات مطیعِ فطرت ہیں۔ یہ فطرت خدا نے بنائی ہے لہٰذا وہ سب بذریعہ شعور و فطرت خود مطیع خدا ہیں مگر انسان کو عقل دی گئی اور تمام عالم کی اشیاء پر اس کو مختار بنایا گیا ہے۔ ان کی صلاحیتوں کے سمجھنے اور کام میں لانے کی قدرتِ خدا نے عطا کی اگر پھر بھی وہ خدا کی قدرت کا معتقد نہیں ہے، تو وہ منکر ہے، کافر ہے اور مستحقِ عذابِ آخرت ہے۔

آیت ۵:

خداوندِ عالم نے اپنی قدرت کی ان نشانیوں کا ذکر کیا جن کے پیدا کرنے پر کوئی بھی قادر نہ تھا نہ ہوگا۔ پیدا کرنا

تو درکنار ان کی کیفیات، ان کے اثرات، ان کے حقائق کا بھی پتہ کما حقہ انسان کو نہ لگے گا۔ اس کے بعد خدا نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو تسلی دینے کے لئے فرمایا کہ اے رسولؐ یہ کافر یہ تمام قدرتِ خدا کی نشانیاں دیکھتے ہیں، پھر بھی اس بات پر یقین نہیں لاتے کہ خدا ان کو موت کے بعد از سرنو پیدا کر دیگا اور ان کا نیکی بدی میں امتحان لے گا اور آخرت میں اس کی سزا و جزا دے گا۔ جو خدا ان اشیاء کو پیدا کرسکتا ہے جو پہلے بالکل ہی وجود نہیں رکھتی تھیں اس نے اپنی قدرت سے ان کو وجود عطا کر دیا اور اب انسان وجود بھی رکھتا ہے اور روح و جسم کا مرکب ہے۔ اگر خدا اس کو موت دے کر مٹی بنا دے اور اس مٹی سے اس کو پھر پیدا کر دے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ مگر اے محمدؐ یہ کافر سب کچھ دیکھ کر بھی منکرِ قدرتِ خدا ہیں لہٰذا وہ یاد رکھیں کہ ان کی ہٹ دھرمی کا نتیجہ دنیا کی ذلت اور آخرت کا دائمی عذاب ہوگا۔ ان کے گلوں میں طوقِ آتشیں ڈالے جائیں گے تا کہ وہ حرکت نہ کرسکیں اور دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ انسان موت کو تو یقینی جانتا ہے۔ جسم کے مٹی ہونے پر عینی شاہد ہے۔ اس منزل پر پہنچ کر اس کی زندگی تمام ہوگئی لیکن اگر اس کو کوئی صاحبِ قدرت موت کے بعد بھی زندگی عطا کرنے کا وعدہ کرے اور اس کو دکھا دے کہ وہ صاحبِ قدرت شبانہ روز عدم سے اشیاء کو وجود میں لانے پر قادر ہے تو پھر انسان کو اس صاحبِ قدرت کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس کی مٹی ہوئی زندگی کو پھر زندگی بخشی اور ابدی زندگی کا وعدہ کیا اور اس سے صرف اس کا بدلہ یہ چاہا کہ وہ برائیوں سے دور رہے۔ یہ سودا تو سستا ہے، اچھا ہے۔ پھر صاحبانِ عقل کو تو اس سے انکار نہ کرنا چاہیے کہ خدا صاحبِ قدرت ہے۔

آیت ۶:

نصر بن حارث وغیرہ کفار عذابِ آخرت کا مذاق اڑاتے تھے تو اس کے جواب میں خدا نے یاد دلایا ہے کہ وہ پہلی قوموں کی نافرمانی اور ان کے عذاب کو یاد کرلیں تا کہ عبرت ہو۔ خدا عذاب میں تعجیل نہیں کرتا بلکہ بندہ کو مہلت دیتا ہے تا کہ وہ راہِ راست اختیار کرلے۔

آیت ۷:

خدا نے حضرت محمدؐ کو حکم دیا کہ تم منکرین سے کہہ دو کہ میں خدا کے عذاب سے ڈرانے والا بن کر آیا ہوں۔ تمہاری معجزات طلب کرنے کی فرمائش کو پورا کرنا میرا کام نہیں ہے اور خدا نے ہر قوم کے لئے ہادی مقرر کیا ہے۔ اس کی ہدایت پر عمل کرنا لوگوں کا فریضہ ہے۔ اگر وہ اپنا فریضہ پورا نہ کریں گے تو میں ان کو عذابِ خدا سے ڈرانے والا ہوں۔ اس آیت نے بتایا ہے کہ امتِ محمدی میں کوئی ہادی ہے اور امت کے ڈرانے والے رسول خداؐ ہیں۔ **ولکل قوم هاد** خدا نے اپنے رسولؐ کو مُنذِر (ڈرانے والا) کہا ہے اور بتایا ہے کہ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی ہادی رہا

ہے اور امت محمدی میں بھی ہدایت کرنے والا مقرر ہے۔ اس کی ہدایت پر عمل کرنا ہی اصلِ دین ہے۔ چنانچہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں، حافظ ابونعیم اصفہانی نے اپنی تفسیر میں، ثعلبی نے اپنی تفسیر میں، حاکم ابو القاسم حسکانی نے تفسیر شواہد التنزیل میں، ملا جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں اور تفسیر مواہب الرحمٰن میں ص ۱۸۴ پ ۱۳ میں لکھا ہے جنیدؒ نے کہا وہ ہادی حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں اور ابن حاتم نے کہا کہ ابن عباسؓ سے خود اس کی تفسیر مروی ہے۔ ان میں سے ایک روایت یہ بھی کتبِ مذکورہ میں مرقوم ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے دستِ مبارک اپنے سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ میں ہوں نبیِ منذر اس کے بعد دوشِ مبارکِ حضرت علیؑ پر ہاتھ رکھا اور علیؑ سے خطاب کیا: یا علیؑ بك يهتدی المهتدون بعدی۔ (میرے بعد اے علیؑ لوگ تمہارے ہی ذریعہ ہدایت یافتہ ہوں گے)۔ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: المنذر النبی و الهادی رجل من بنی هاشم یعنی نفسه۔ (ڈرانے والے امت کو عذاب خدا سے رسول خداؐ ہیں اور ہادی امت ایک شخص بنی ہاشم سے ہے وہ میں خود ہوں)۔

سعید بن مسیب نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ هادی هذه الامة علی ابن ابی طالب۔ (اس امت کے ہادی علی ابن ابی طالبؑ ہیں)۔ تفسیر منہج الصادقین (ج ۲ ص ۱۴۸) میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر قوم میں ایک ہادی ہوتا رہا ہے۔ منجانب خدا راہِ رست دکھانا اور احکامِ خدا کو پہنچانا اس کا کام رہا ہے۔ اور امتِ محمدؐ کے ہادی حضرت علیؑ ہیں حضرت محمدؐ بشیر و نذیر ہیں کہ وہ نیکو کاروں کو جنت و نعمات خدا کی خوشخبری دیتے اور نافرمانوں کو عذابِ جہنم سے ڈرانے پر معین ہیں۔ مگر ہادی کا کام صرف راہِ مستقیم کی رہبری ہے اور حفاظتِ احکامِ خدا و رسولؐ اس کا فریضہ ہے۔

آیت ۸:

خدا نے اپنی قدرت کی نشانیوں کا ذکر کیا ہے تا کہ انسان خدا کی قدرت اور اپنے عجز کا قائل ہو۔ اوّل تغیراتِ نطفہ و حمل، رحم میں جنین کی خلقت، بچہ کی بناوٹ اور اس کا پیدا ہونا اس کے اعضاء میں کمی و بیشی، نر و مادہ ہونا، ناقص و کامل ہونا سب خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ ان پر دوسرا کوئی قادر نہیں ہے۔ علاوہ بریں اس نے آسمان و زمین کی ہر شئے کو ایسے صحیح اندازہ سے پیدا کیا ہے کہ ہم نوع و ہم جنس اشیاء میں سرِ مو فرق نہیں ہوتا اور نہ ان کی تاثیرات و خواص میں فرق ممکن ہے۔

آیت ۱۱:

له معقبات الخ اس آیت کی تفسیر میں بہت کچھ اختلاف ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ لہٗ کی ضمیر رسولِ خداؐ کے

واسطے ہے۔ واقعہ یہ ہے ابن جریح اور ابن زید نے کہا ہے کہ عامر بن طفیل وزید بن ربیعہ سال نہم ہجرت رسول اللہؐ کے سامنے آئے۔ اصحابؓ نے کہا کہ یارسول اللہؐ یہ آپ کے قتل کے ارادہ سے آرہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: آنے دو۔ یہ باہم طے کر کے آئے تھے کہ رسولؐ سے سوال کرو پھر جھگڑا کرو اور تلوار سے محمدؐ پر حملہ کردو۔ جب عامر نے رسول خداؐ سے مناظرہ کیا تو زید نے عقب سے رسولؐ پر تلوار چلانی چاہی۔ تلوار نیام سے ایک بالشت باہر آئی تھی کہ رسول اللہؐ نے خدا سے دعا کی۔ خدا نے ایک صاعقہ بھیجا جس نے زید کو جلادیا، عامر بھاگ گیا مگر راہ ہی میں مرگیا۔

آیت ۱۳:

ویسبح الرعد الخ سعید بن جبیرؓ نے عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ کچھ یہودی رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمارے سوال کا جواب صحیح دیدیں تو ہم مسلمان ہوجائیں۔ پھر پوچھا کہ رعد کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ ہے جو بادلوں پر موکل ہے۔

رسول خداؐ جب آوازِ رعد سنتے تھے تو فرماتے تھے۔ **اللّٰهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعدلك وعافنا قبل ذالك**۔ (اے خدا اپنے غضب سے ہم کو قتل نہ کرنا اور اپنے عدل سے ہم کو ہلاک نہ کرنا اور اس سے پہلے ہم کو عافیت عطا فرما)۔

اس دعا کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان مطابقِ منشاءِ خدا اعمال نیک کرنے سے قاصر ہے اور عدلِ خدا کی تاب نہیں لاسکتا ہے لہٰذا استغفار کرتا رہے۔

آیت ۱۴:

اس آیت نے تعلیم دی ہے کہ بجز خدا کسی سے دعا نہ کی جائے انبیاء وائمہ کو واسطہ تو بنایا جاسکتا ہے مگر دعا صرف خدا سے ہی کی جانا چاہیے غیرِ خدا سے دعا کرنا شرک ہے۔

علاوہ قادرِ مطلق کے اگر کوئی کسی دوسری شئے سے دعا کرے گا تو ظاہر ہے کہ وہ شئے مخلوقِ خدا ہوگی اور اپنے وجود میں خدا کی محتاج ہوگی اس لئے وہ کسی کی مدد کیا کرسکتی ہے؟ خدا نے اس کی مثال دی ہے کہ غیر خدا سے فائدہ کی امید رکھنا ایسا ہے کہ انسان پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے کہ وہ اس کے منہ میں آجائے مگر یہ ناممکن ہے کیونکہ پانی میں قوتِ ارادہ نہیں ہے وہ خود مجبور ہے لہٰذا انسان تشنہ ہی رہے گا۔

آیت ۱۵:

جو خدا کو نہ مانے وہ کافر ہے لہٰذا کافر جب دعا کرے گا، اپنی مصیبتوں کو دور کرنا چاہے گا تو غیر خدا سے دعا

کرے گا مگر وہ بجز کارعبث و گمراہی کے کچھ نہ پائے گا کیونکہ دنیا کی ہر شئے مخلوق ہے اور تابعِ حکمِ خدائے واحد و قادر ہے۔

آسمان میں ملائکہ ہیں، فضا میں مخلوق نورانی ہے، ہوا میں حشرات الارض اور طیور ہیں، زمین میں حیوانات و انسان ہیں، دریاؤں میں لاتعداد قسم کی مخلوق ہے۔ یہ سب خدائے واحد کے مطیع و پابندِ حکم ہیں کیونکہ ملائکہ شمس و قمر وغیرہ وغیرہ سب تابعِ احکام خدا ہیں۔ سرمو اپنے طریقہِ معینہ سے تجاوز نہیں کرتے اور اس طرح پابندِ احکامِ خدا ہیں جس طرح حالتِ سجدہ میں انسان پابند و اطاعتِ مجسم ہوتا ہے۔

سایوں کا سجدہ کرنا عام معنوں میں معمولی مثال معلوم ہوتی ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ آسمان سے تا زمین جو کچھ بھی ہے وہ مخلوق ہے اور مادی ہے۔ سایہ معین حدود اور اطراف و جوانب کا پابند ہے۔ اس شئے سے بلند تر دوسری شئے ہے جو اس سے زیادہ نورانی ہے جس کا سایہ نہیں ہوتا تمام نظاموں کا حاکم خدائے واحد ہے آیت کا اشارہ اسی طرف ہے۔

آیت ۱۶:

خدائے قدیر نے نصیحت و عبرت کا وہ اسلوب بوجہ محبتِ بندگان اختیار کیا ہے کہ اس سے بہتر تصور میں نہیں ہو سکتا۔ اس انداز میں محبت بھی ہے اور اعلیٰ استدلال بھی ہے کہ انسان خود مجبور ہو کر اقرارِ توحیدِ الٰہی کر لے۔ فرمانِ خدا ہے کہ آیا کوئی دوسرا خدا جس کو تم خدا کا شریک قرار دے رہے ہو ایسا ہے جو کائنات کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اگر دوسرا بھی کوئی خالقِ کائنات ہوتا اور اس نے کوئی دوسری کائنات پیدا کر لی ہوتی اور دو مخلوق کائنات ہوتی تو شبہ ہو سکتا تھا کہ خدا بھی دو ہیں یا زیادہ مگر جب صرف ایک ہی مخلوق کائنات ہے اور اس کا ایک ہی خالق ہے تو انسان کی عقل اس کو فطری طور پر مجبور کرتی ہے کہ وہ خالقِ کائنات کو واحد و یکتا سمجھے اس کے علاوہ ہر شئے اپنے وجود میں اور بقائے وجود میں محتاج ہے لہٰذا جو خود محتاج ہو وہ کب خالق و قادر ہو سکتا ہے؟

آیت ۱۷:

اس آیت میں خدا نے چند امور کا حکم دیا ہے اول یہ کہ کہہ دو کہ خدا ہر شئے کا خالق ہے۔ مادہ، ہیولیٰ، شکل غرض ہر شئے خدا نے پیدا کی ہے۔ وہ خالقِ کائنات ہے۔ دوم یہ کہ وہ واحد و یکتا ہے اس کی صفات و ذات ایک ہی ہیں اور وہ ایسا مختارِ کل ہے کہ بغیر آلات و مادہ کے اشیاء کو صرف لفظ 'کُن' سے پیدا کر دیتا ہے۔ سوم اس نے ہر مخلوق کے لئے اندازہِ کارکردگی معین کر دیا ہے۔ ہر شئے اسی اندازہ کے مطابق کام کر رہی ہے کہ سرِ مُو فرق نہیں ہوتا۔ سوم یہ کہ سمندر، دریا، نہریں پانی جیسی سیال شئے سے مملو ہیں۔ ان کی امواج اور تلاطم کی بھی حدیں مقرر ہیں۔ چہارم یہ کہ

سمندر کے تلاطم کی وجہ سے جھاگ پیدا ہوتا ہے۔ پانی زمین میں جذب ہوکر زمین میں صلاحیت پیدا کرتا ہے اور ذراتِ ارضی میں کیمیاوی تغیرات پیدا کر کے مختلف قسم کی دھاتیں مثلاً سونا، چاندی، لوہا، تانبا وغیرہ پیدا کرتا ہے اور پانی کے اوپر جو جھاگ ہوتا ہے وہ خشک ہوجاتا ہے اور سمندر کی لہریں اس کو کنارے پر ڈال کر پھر مثلِ ذرات زمین میں فنا کردیتی ہے۔ پھر اگر ان دھاتوں کو پگھلا دیا جائے تو پھر وہ اسی طرح جھاگ کی شکل میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

جس طرح بارش کے پانی نے دو چیزیں پیدا کیں اول جھاگ جو بکثرت تھے مگر فنا ہوگئے اور دوسری چیز زمین کے اندر مختلف مفید اشیاء اور وہ انسانوں کے کام آتی ہیں۔ ایسے ہی انسان کا عمل دو قسم کا ہے ایک تو وہ جو وقتی نمود و فائدہ کے بعد ختم ہوجاتا ہے اور دوسرا عمل وہ ہے جس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا بلکہ قیامت کے بعد بھی بصورت اجر ہمیشہ باقی رہے گا۔

آیت ۱۸:

ان مثالوں کے بعد خدا نے ظاہر فرمادیا کہ انسان کی دو قسمیں بصورت عمل ہیں۔ ایک وہ جنھوں نے اپنے رب کو پہچانا اور اس کے احکام پر لبیک کہا اور اس کے حکم سے سرتابی نہیں کی۔ دوسرے وہ لوگ کہ جنھوں نے خدا کے احکام کی پروا نہ کی اور نافرمان رہے۔ یہ نافرمان اگر تمام دنیا کی دولت بھی اپنے برے اعمال کے فدیہ میں دیدیں تو بھی جہنم کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ رہے مطیع بندے تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس دنیا و دین کا اجر ہے اور وہ بہترین خیر وخوبی ہے۔

آیت ۱۹:

قرآن کے اس قول سے ثابت ہے کہ مومن جو رسول خداؐ اور قرآن کے احکام پر ایمان لایا وہ صاحبِ بصیرت ہے اور نافرمان انسان اندھے ہیں۔ اس فرق کو صرف عقل والے جانتے ہیں کہ خدا اور رسولؐ کی کس نے دل سے پیروی کی اور کس نے لاپرواہی برتی یا انکار کیا۔

آیت ۲۰:

سابقہ آیت کے بعد یہ آیت تکرار مضمون کرتی ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ مگر خدا نے پہلی آیت میں یہ ظاہر کیا ہے کہ جو بھی ہدایت کے لئے خدا کی جانب سے نازل ہوا قرآن ہو یا حضرت محمد مصطفیٰؐ ہوں ان پر ایمان لانا صاحبانِ نظر کا کام ہے۔ دوسری آیت میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ایمان لانے کے بعد جو عہد خدا اور رسولؐ نے ان سے لیا تھا اس پر وہ باقی رہے یا نہیں؟ انہیں جس چیز کو ملانے اور وصل کرنے کا حکم دیا تھا اس کو ملایا یا اس کو قطع کردیا۔ پھر اتنا ہی نہیں بلکہ آگے کی آیت میں تہدید عذاب بھی ہے۔

آیت ۲۱:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ملانے کے معنی صلہ رحم کے ہیں کہ اپنے اقرباء کا خیال رکھو اور ان کے رشتوں کو قائم رکھو۔ دیگر مفسرین نے بھی اس آیت کو صلہ رحم کے بارے میں بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ مقدم حق اہلبیتؑ نبوی کا ہے کہ نبیؐ کی آل کا حق ادا کیا جائے۔ آیت میں دو باتوں کا ذکر کیا ہے اول عہد کو نہ توڑنا دوسرے کسی شئے کو اس کے مقامِ اصلی سے قطع نہ کرنا۔ گویا قطع کرنے کا تعلق پابندیِ عہد سے ہے۔ آگے آیت میں مزید تاکید ہے کہ اس معاملہ میں اللہ کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور عذابِ جہنم سے ڈرتے ہیں یعنی اگر وہ حضرت محمدؐ کے اس عہد کو فراموش کردیں گے جو آپ نے اپنے اہلبیتؑ کے حق میں امت سے لیا تھا اور اگر وہ محمدؐ و آل محمدؐ میں فصل پیدا کریں گے اور رشتہ کو قطع کریں گے تو گویا انہوں نے اس کو نہیں ملایا جس کو ملانے کا حکمِ خدا نے دیا تھا۔ قران میں دوسری جگہ صاف صاف حکم ہے: قل لا اسئلکم علیه اجراً الّا المودة فی القربیٰ۔ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۲۳)۔ (کہہ دو میں اپنا اجرِ رسالت اس کے علاوہ نہیں چاہتا کہ تم میرے اہلبیت سے بہ خلوصِ دل مودت کرتے رہو۔) یعنی اور ان کی اطاعت کرو ان کے حقوق پورے ادا کرو۔

آیت ۲۲:

اس آیت میں خدا نے مومنین کی صفات بیان کی ہیں۔ یہ صفات سابقہ آیات کی صفات کے بعد ذکر کی گئی ہیں کہ وہ اپنے رب کی مرضی کے حصول میں تکالیف پر صبر کرتے ہیں، نماز ہمیشہ ادا کرتے رہتے ہیں۔ اپنا مال مخفی اور ظاہر طور پر راہِ خدا میں صرف کرتے ہیں۔ وہ برائی اور ظلم کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ احسان اور نیکی سے دیتے ہیں۔ ان تمام صفات کے بیان کرنے کے بعد خدا نے ان حضرات کے بارے میں فرمایا کہ وہ وہی ہیں جن کو ہم نے دارِ آخرت کا مالک بنایا ہے۔

لهم عقبیٰ الدار کا ترجمہ یہی ہے کہ ان کے واسطے دارِ آخرت ہے یعنی وہی مالکانِ دارِ آخرت ہیں اور جناتِ عدن کے بھی وہ مالک ہیں۔ ان کے علاوہ جنت میں وہی جائیں گے جو عملِ صالح کرتے ہوں گے۔ انہی مالکانِ جنت کے والدین واجداد، ازواج، اولاد میں سے صرف ان کے ہم درجہ وہی ہوں گے جو عملِ صالح کرتے رہے ہونگے ورنہ ان مخصوص مالکانِ جنت کا والدین ہونا اولاد ہونا، ازواج ہونا کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

آیت ۲۳:

مومنین کی صفات اور ان پر انعامات کا تذکرہ جاری ہے وہ مالکان جنت ایسے ہوں گے کہ ان کے پاس ہر دروازے سے ملائکہ آتے رہیں گے اور ان کو سلام کرتے رہیں گے۔ ان کے صبر کا ذکر کریں گے اور صبر کے انعامات

کو ظاہر کریں گے۔ یوں تو ہر نبی کے زمانہ میں جو لوگ بھی انبیاء کے مطیع اور پیرو ہوئے اور جنہوں نے بھی دینِ خدا کی خاطر تکالیف برداشت کیں اور ان پر صبر کیا وہ سب ان آیات میں ذکر کردہ انعامات کے حقدار ہیں۔ مگر عہدِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مومنین کی طرف آیت کا رخ ہے۔ انہی کی فضیلت اور صفت بیان کی گئی ہے کہ ملائکہ اس جنت میں داخل ہوتے رہیں گے ان لوگوں کے پاس جن کی صفات آیات میں بیان کی گئی ہیں۔ **الملائکة یدخلون علیهم** ۔ (ان پر ملائکہ داخل ہوتے ہیں یا ہوں گے) اس کے علاوہ ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ وہ لوگ جن پر ملائکہ آتے رہے، سلام کرتے رہے، نعمات جنت لاتے رہے وہ اس دنیا میں ایک ہی گھر حضرت محمدؐ وآل محمدؑ کا تھا۔ ایسا ہی ثعلبی نے اپنی تفسیر میں کلبی سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ طوبیٰ درختِ جنت ہے جو علیؑ کے مکان میں ہوگا اور ہر مومن کے گھر میں اس کی ایک شاخ ہوگی۔ ابو القاسم حسکانی ؒ نے امام موسیٰ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ سے پوچھا گیا کہ طوبیٰ کیا ہے آپؐ نے فرمایا: **شجرة اصلها فی داری و فرعها علیٰ اهل جنة**۔ (طوبیٰ درخت ہے کہ اس کی جڑ میرے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں مومنینِ جنت کے گھروں میں)۔ پھر پوچھا گیا تو فرمایا کہ **فی دار علیؑ**۔ علیؑ کے گھر میں طوبیٰ ہے لوگوں نے عرض کیا کہ پہلے تو آپ نے فرمایا تھا کہ آپ کے گھر میں ہے۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میرا اور علیؑ کا گھر جنت میں ایک ہی ہوگا۔ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ ملائکہ خدمتِ رسولؐ میں آتے رہے اور اہلِ بیتِ رسولؐ کو سلام بھی کرتے رہے اور آیات قرآن ان کی مدح میں اور نعماتِ جنت ان کے لئے لاتے رہے۔

آیت ۲۵:

خدا کے نزدیک وہی لوگ قابل لعنت ہیں جو عہد شکن ہیں کہ خدا و رسولؐ سے عہد کیا اور بعد کو مکر گئے اور وہ لوگ جنہوں نے اس شیئے کو قطع کیا جس کے ملانے کا حکمِ خدا نے دیا تھا۔ انہوں نے انبیاءؑ میں بعض کو ماننا بعض کو نہ مانا، قرآن کے بعض احکام کا اقرار کرنا اور بعض کا انکار کرنا یا صلہ رحم نہ کرنا اور رسولؐ اور ان کی آل اطہارؑ کا حق صلہ رحم ادا نہ کرنا اسی قسم کی باتیں اس میں شامل ہیں۔

آیت ۲۶:

روزی و رزق دینے والا خدا ہے۔ تمام مخلوقاتِ ارضی و ہوائی و بحری و سماوی ہمیشہ شکم سیر رہتے ہیں مگر انسان اپنے اعمال کی سزا میں کبھی فاقہ کش بھی ہوتا ہے۔ اب رہے کافر تو ان کے لئے دنیا میں سہولتیں ہیں تاکہ خدا کا وعدہ سچا ہو کہ ان کو دنیا کی زندگی میں مہلت دی گئی ہے اور سامانِ آسائش کثرت سے دیئے گئے ہیں تاکہ ان کی نافرمانی کے بدلے میں پورا پورا دائمی عذاب بھی دیا جاسکے اس آیت نے بتایا ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل

ہیں کہ تقدیر اور مقدر کو خدا نے روزِ ازل بنا دیا تھا لہٰذا جس کی قسمت میں جو کچھ ہے وہی ملے گا۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ خدا عادل ہے وہ فرماتا ہے کہ مطابقِ اعمال رزق میں وسعت ملے گی اور خدا مختار ہے کہ جب چاہے رزق کو گھٹا دے یا رزق کو زیادہ کر دے۔

کافر عیش دنیا پر خوش ہیں تو یہ سامانِ عیش بھی خدا نے ہی دیا ہے مگر یہ تمام دولتِ دنیا عذابِ جہنم سے انسان کو نہیں بچا سکتی۔صرف عملِ نیک ہی مستحقِ جنت بنا سکتا ہے۔

آیات ۲۷ تا ۲۹:

یضل من یشآء کی تفسیر میں لوگ بہک گئے کہ کہہ دیا کہ خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے کہ وہ تو روزِ ازل میں شقی وسعید بنا چکا تھا۔نعوذ باللہ خدا پر ظلم کا اتہام لگانا کفر ہے۔ اسی آیت میں خدا نے فرمایا کہ جو خدا کی طرف رجوع ہوتا ہے اور جو خدا پر ایمان لاتا ہے اور جس کا دل یادِ خدا سے مسرور ہوتا ہے خدا اس کو ہدایت کرتا ہے اور جو نافرمان ہی رہتے ہیں خدا ان کو ان کی گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر خدا نے بشارت دی کہ یاد رکھو خدا کی یاد ہی سے دلوں کو سکون مل سکتا ہے ورنہ دنیا کی زندگی میں اطمینان وسکون نصیب نہ ہوگا کیونکہ وہ عارضی ہیں۔ پھر خدا نے فرمایا کہ عملِ صالح اور ایمان ہی انسان کو مستحق جنت بنا سکتا ہے لہٰذا ثابت ہے کہ انسان اپنے عمل کی سزا و جزا پاتا ہے۔

آیات ۳۰۔۳۱:

ان آیات میں خدا نے فرمایا ہے کہ تم سے پہلے بھی امتیں گزر چکی ہیں۔ پہلے انبیاء کا بھی پیغام یہی تھا مگر امتوں نے نہیں مانا۔ لہٰذا تم اے رسولؐ فکر نہ کرو۔تم تو اتنا کہہ دو کہ قرآن حق ہے اور آیاتِ قرآن پڑھ کر سنا دو۔ کہہ دو کہ خدائے واحد ہی معبود ہے۔ وہی میرا رب ہے۔ وہ لاشریک ہے۔ ہر شخص کی بازگشت اس کے ہی سامنے ہوگی۔تب اعمال کا بدلہ ملے گا اور اے رسولؐ تم ہرگز متفکر نہ ہو بلکہ مطمئن رہو کہ ہم خود کافروں کی حالت سے واقف ہیں۔ ہم نے تم پر قرآن نازل کیا ہے یہ وہ قرآن ہے کہ جو خدا کی کتاب ہے، تمام علوم و احکام کی جامع ہے اور اس کی آیات میں ایسی تاثیریں ہیں جو کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ یہ لوگ تم سے کہتے ہیں کہ تمہارے ساتھ فرشتے کیوں نہ آئے یا کوئی معجزہ مثل انبیاء سابق کے خدا نے نہیں دیا تو اے رسولؐ تم یاد رکھو کہ اگر ہم اس قرآن ہی میں وہ تاثیر پیدا کر دیتے کہ پہاڑ اس کے ذریعہ ہٹ جاتے۔ زمین کی مسافت ایک آیت کے پڑھنے سے طے ہو جاتی اور مُردے اس کے ذریعہ سے زندہ ہو جاتے تو بھی یہ سخت دل کافر ایمان نہ لاتے۔ خدا نے آیت ۳۱ میں تین معجزات کا ذکر کیا ہے اور بعد کو یہ بھی فرمایا ہے کہ بل اللہ الا مر جمیعا ۔(بلکہ خدا ہر امر پر قادر ہے)۔ یہ

جملہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا نے اپنے کلام میں یہ تمام اثرات رکھے ہیں اور ان اثرات کا وارث انبیاء، رسول خداؐ اور آپ کے وارثانِ علوم کو بنایا ہے اور کرامات حضرت علیؑ وائمہ ہدیٰ اس پر شاہد ہیں کہ یہ حضرات اسمِ اعظم جانتے تھے اور وہ اسی کلامِ پاک میں موجود ہے۔

خدا تو قادر ہے جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے مگر اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ وہ انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا و جزا دے لہٰذا اس نے ان کو مہلت دی ہے اور سامانِ زندگی مہیا کیے ہیں۔

اہلِ مکہ نے رسولِ خداؐ پر سخت ظلم کیے، بعدِ ہجرت بھی وہ ظلم سے باز نہ آئے اور یہود مدینہ نے بھی کھلم کھلا اور منافقانہ طریقے پر رسول خداؐ سے دشمنی کی۔ تو خدا نے فرمایا کہ یہ دشمن یاد رکھیں کہ اب یہ اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے۔ جنگ میں قتل ہوں گے، اسیر ہوں گے، ان پر جزیہ لگے گا اور ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت ہوگی۔ یہ خدا کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا یہاں تک کہ مکہ فتح ہوگا اور خدا کا وعدہ اپنے رسولؐ سے یہی ہے کہ وہ مدینہ و مکہ کے اوپر ان کو غلبہ عطا کرے گا۔

آیت ۳۲:

خدا نے پھر اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو تسلی دی ہے اور بتایا ہے کہ تمہارے زمانہ کے کافر جو کچھ کر رہے ہیں وہ اس لئے کہ ہم نے ان کو مہلت دیدی ہے کہ شاید وہ اسلام قبول کرلیں ورنہ ہم ان کو اسی طرح سزا دیں گے جیسی کہ ہم نے گذشتہ نافرمانوں کو سزا دی تھی۔ خدا اہل مکہ و مدینہ کے کفر و نفاق کی خبر رکھتا ہے ان کو بغیر سزا دیئے نہ چھوڑے گا۔

آیت ۳۳:

اے رسولؐ تم کفار مکہ سے کہہ دو کہ تم نے خدا کا شریک بتوں کو بنایا ہے تم ان کے جو چاہو نام رکھ لو مگر تمہارے نام رکھنے سے ان میں قدرت وصفاتِ خدا پیدا نہ ہوں گی وہ صفات وقدرت تو خدا ہی میں ہیں کہ وہ بصیر و قدیر و سمیع وخالق و رازق ہے۔

کافروں کے اعمال چونکہ بے مقصد و عین گمراہی ہیں لہٰذا ان کی عقل بھی ماری گئی ہے کہ وہ بتوں کو معبود جانتے ہیں حالانکہ بت نہ نفع پر قادر ہیں اور نہ ضرر پہنچانے پر بلکہ خود مجبور ہیں۔ پس اتنا سمجھ لو کہ خدا نے ان کافروں کی سرکشی و نافرمانی کی وجہ سے ان کو گمراہی میں چھوڑ دیا ہے وہ اپنے اعمال ہی میں مبتلا رہیں گے۔ دنیا کی زندگی میں ان پر آفاتِ ارضی و سماوی آتی رہیں گی۔ باہمی اختلافات ہوں گے۔ باہمی جنگیں ہوں گی اور انہی تخریبی سرگرمیوں میں ان کا خاتمہ ہوگا۔ دنیا کا عذاب تو موت تک رہے گا۔ جیسے طوفانِ باد و باراں، زلزلہ، قحط، وبائی امراض، ایٹمی

جنگ وجدال مگر ان کو عذابِ آخرت اس سے بھی سخت دیا جائے گا۔

آیت ۳۴:

اس آیت نے ظاہر کیا کہ عذاب خدا ضرور آئے گا اور وہ دنیا کے مصائب میں تو ایک دوسرے کو اپنا حلیف و مددگار بنا لیتے ہیں اور چند روز فتح وشکست میں گزار لیتے ہیں مگر عذابِ جہنم سے ان کا بچانے والا کوئی نہ ہوگا کیونکہ وہاں دنیوی رشتے سب منقطع ہوجائیں گے۔

آیت ۳۶:

خدا نے اس آیت میں مومنین اہل ایمان اہل کتاب کا ذکر کیا ہے جو حضرت محمدؐ پر ایمان لائے جیسے عبداللہ ابن سلام اور اس کے ساتھی جو یہودی تھے اور اسّی افراد نصاریٰ کے جن میں چالیس نصارائے نجران تھے۔ آٹھ افراد یمنی اور بتیس حبشی تھے۔ یہ لوگ قرآن سن کر تصدیق کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔

اہلِ کتاب میں سے ایسے بھی گروہ ہیں جو قرآن کے بعض احکام کو نہیں مانتے بس اتنا ہی حصہ مانتے ہیں جو ان کی کتاب کے مطابق ہے۔ جیسے حی بن اخطب و کنانہ بن ربیع اور ان کے پیرو یہودی۔

جب عبداللہ ابن سلام ایمان لائے تو ان کے ساتھیوں نے رسول خداؐ سے سوال کیا کہ ہم توریت میں رحمٰن نام زیادہ پاتے ہیں۔ قرآن میں کم ہے تو خدا نے بزبان محمدؐ بتایا کہ **قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ** ۔ (سورۂ اسرا، آیت: ۱۱۰)۔ [(اے رسولؐ) کہہ دو کہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن جس نام سے بھی خدا کو پکارو پس اس کے واسطے ہیں اچھے نام] یعنی تمام صفتِ کاملہ کا خدا ہی مالک ہے۔ یہ سن کر قریش کہنے لگے کہ محمدؐ پہلے تو ایک خدا اللہ کو ہی معبود بتایا کرتے تھے اب دو خداؤں یعنی رحمٰن کو بھی معبود سمجھنے لگے۔ خدا نے یہ آیت نازل کی کہ **ولا تشرک وابہ**۔ (سورۂ نساء، آیت: ۳۶) مجھ کو حکمِ خدا ہے کہ میں خدا کو لاشریک مانوں اور اللہ و رحمٰن اور تمام دیگر اچھے نام صرف ایک ہی خدا کے لئے بولے جاتے ہیں۔

آیت ۳۷:

یہ آیت تنبیہ ہے عہدِ رسولؐ کے مومنین کے لئے اور بعد میں قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کے لئے کہ وہ کفار کی باتوں میں کبھی نہ آئیں ورنہ تائیدِ خداوندی ان کو حاصل نہ رہے گی۔ صرف خدا پر توکّل کریں اور اس کی خاطر صلح و جنگ کریں تو کامیاب ہوں گے۔ چونکہ معاملہ اہم ہے لہٰذا خدا نے اس آیت میں خطاب رسولؐ کو کیا ہے تاکہ واقعہ کی اہمیت ثابت ہو۔

آیت ۳۸:

عبداللہ ابن امیہ و دیگر مشرکین طنز کرتے تھے کہ محمدؐ کی ازواج ہیں۔ نبی کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ ازواج بھی کرے لہٰذا خدا نے اپنے رسولؐ کی طرف سے جواب دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ ان لوگوں کی سرکشی ہے حالانکہ یہ سب جانتے ہیں کہ سابقہ انبیاء کی ازواج بھی تھیں اور اولاد بھی تھی۔ تفاسیر میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی تین سو تو منکوحہ ازواج تھیں اور سات سو کنیزیں تھیں۔ اور حضرت داؤد کی سو عورتیں منکوحہ تھیں۔ وغیرہ لہٰذا ازواج و اولاد ہونا منافیِ نبوت نہیں ہے اور کافر جو معجزہ طلب کرتے ہیں تو یہ معجزہ دکھانا بھی نبی کا فریضہ نہیں ہے بلکہ خدا جب چاہتا ہے تو معجزہ دکھاتا ہے اور اس نے ہر شئے کو وقتِ معین کے لئے مقرر کردیا ہے۔ جب بھی اس نے امتوں کے کہنے سے معجزات دکھائے اور پھر امتوں نے سرکشی کی تو ان پر سخت عذاب آیا لہٰذا امتِ محمدی کو عذاب سے بچانے کے لئے وقتِ موعود مقرر کردیا ہے۔ لوگ جو معجزہ طلب کرتے ہیں تو یہ پیغمبر کے اختیار کی بات نہیں ہے یہ تو خدا کی مصلحت پر منحصر ہے وہ نہیں چاہتا کہ امتِ محمدؐ پر عذاب کرے لہٰذا ان کو مہلت دیتا ہے۔

آیت ۳۹:

مفسرین نے اس بارے میں بکثرت تاویلات کی ہیں مگر عطاءؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ خدا نے ایک موتی سے ایک تختی یا لوح پیدا کی ہے کہ اس کو لوحِ محفوظ کہتے ہیں۔ اس کی درازی پانچ سو سال مسافت کی راہ ہے۔ خدا روزانہ ایک ہزار ساٹھ بار اس لوح پر نظر کرتا ہے اور حسبِ مصلحت یا حسبِ اعمالِ انسان لوحِ محفوظ پر جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے۔ مثلاً خدا نے ایک شخص کی موت لکھ دی مگر اس نے صدقہ دیا یا دعا قبول ہوگئی تو اس کی میعادِ زندگی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ ایک روز بیٹھے تھے کہ آپؑ نے حواریوں سے کہا کہ فلاں شخص جو روٹی کھا رہا ہے اور خوش وخرم ہے اس کو معلوم نہیں کہ آج شام اس کی موت ہے۔ یہ خبر جبرئیلؑ نے دی تھی مگر حواریوں نے اس شخص کو دوسرے روز زندہ دیکھا تو سبب پوچھا تو عیسیٰؑ کے استفسار پر جبرائیلؑ نے کہا کہ میں نے لوحِ محفوظ میں اس کی عمر اتنی ہی دیکھی تھی کہ سانپ اس کو کاٹے گا اور یہ مرجائے گا مگر جب اس سے سائل نے سوال کیا تو اس نے اپنی باقی روٹی اس کو دے دی تب خدا نے لوحِ محفوظ سے موت کو اس کے نام سے مٹا کر پچاس سال عمر میں اضافہ کردیا۔ پھر اس شخص نے لکڑی کے گٹھڑ کو کھولا تو اس میں ایک مہلک سانپ موجود تھا۔ اسی طرح خدا نیکی کے ذریعے بدی کو محو کردیتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر یہ آیت قرآن میں نازل نہ ہوئی ہوتی تو میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا وہ سب تم کو بتادیتا۔ اس آیت نے ان لوگوں کی تکذیب کردی جو کہتے ہیں کہ خدا نے روزِ ازل ہی کسی کو شقی وجہنمی بنادیا تھا اور کسی کو جنتی اور

سعید بنایا تھا بلکہ معلوم ہوا کہ انسانی اعمال اُس کی سعادت اور شقاوت کو بدل دیتے ہیں کہ خدا لوحِ محفوظ کا مالک ہے۔

آیت ۴۱:

ننقصها من اطرافها۔ احتجاج طبرسی میں حضرت امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ اس سے مراد اہلِ زمانہ کی ہلاکت ہے اور کتاب من لا یحضرہٗ الفقیہ میں امام جعفر صادق ؑ سے منقول ہے کہ یہاں علماء کی موت مراد ہے۔

آیت ۴۳:

حضرت محمدؐ کی رسالت ونبوت کی تصدیق کرنے والوں میں سب سے پہلے تو خود خدا ہے۔ اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ دوسرا وہ شخص ہے جو بقولِ خدا علمِ کتاب کا وارث ہے ومن عندہ ام الکتاب اور رسالتِ محمدؐ کا گواہ ہے جس کے پاس اصل کتاب یا ام الکتاب ہے۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ شخص حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ ملاحظہ ہو ابوسعید خدری نے رسولِ خداؐ سے دریافت کیا کہ من عندہ علم الکتاب سے مراد کون ہے تو آپؐ نے فرمایا: ذاك اخی علی ابن ابیطالب۔ (کہ مرادِ خدا اس سے میرا بھائی علیؑ ہے)۔ ابومعاویہ نے اعمش سے اور اعمش نے ابی الفلاح کا قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ اس سے مراد علیؑ ہیں کیونکہ وہ عالم تھے علم تفسیر و تاویل و ناسخ ومنسوخ وحلال وحرام کے۔ مفسر ثعلبی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن سلام نے رسول خداؐ سے سوال کیا: یارسول اللہؐ مجھ کو من عندہ علم الکتاب کی تفسیر سے آگاہ کیجئے۔ تو حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: انما ذالك علی ابن ابیطالب۔ (یقیناً سوائے اس کے نہیں ہے کہ وہ شخص علی ابن ابی طالبؑ ہے)۔ امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ راوی امام کی خدمت میں حاضر تھا اور عبداللہ ابن سلام ایک طرف بیٹھے تھے تو میں نے امام سے پوچھا کہ کیا یہ شخص من عندہ علم الکتاب کا مخاطب ہے؟ امامؑ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ مفسر شعبی نے بھی روایت کی ہے کہ ما احد اعلم من کتاب الله بعد نبی الله من علی ابن ابی طالب۔ (رسولِ خداؐ کے بعد کتابِ خدا کا علیؑ سے زیادہ عالم کوئی نہیں ہے)۔ مولانا محمود الحسن نے حاشیہ قرآن مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز میں رسول اللہؐ سے منسوب کرکے یہ عبارت لکھی ہے: یعنی علماء یہود کہ جن کو آسمانی کتابوں کا علم ہے اور اس میں میری نسبت پیشگوئیاں موجود ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں۔

قرآن لفظ مَن سے فرد واحد کو بتاتا ہے اور مولانا موصوف علماء یہود کو بتاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت محمدؐ کی گواہیِ رسالت خدا نے خود دی ہے۔ اسی لئے کہ یہود ونصاریٰ اور ان کے علماء منکر تھے۔ پھر ان منکروں کو بھی شاہد کہہ دیا عجب ثم العجب اس کے علاوہ کتاب ام الکتاب سے مراد یا قرآن ہے یا لوحِ محفوظ ہے تو ان دونوں کا علم بجز خدا

رسولؐ اور علیؑ کے کسی کو نہ تھا۔ لہٰذا رسولؐ کی رسالت پر یہی دو گواہ مصدق ہوئے۔ اول خدا، دوم علی مرتضیٰؑ۔ سعید بن جبیرؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ آیت کیا عبداللہ ابن سلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور عبداللہ بن سلام مدینہ میں مسلمان ہوئے۔ ابن منذر نے شعبی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن سلام کی شان میں کوئی آیت ہی نازل نہیں ہوئی۔ (تفسیر سیوطی جلد ۴ صفحہ ۶۹ مطبوعہ مصر)۔

تفسیر سُورَۃ اِبْرٰھِیْم

آیت ۱:

خدائے قدیر نے اس آیت میں ظاہر کیا ہے کہ قرآن کتابِ خدا ہے اور مثل توریت و انجیل و زبور خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے تا کہ اہل کتاب قرآن کے کتابِ خدا ہونے پر ایمان لائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے ذریعہ انسان معاشرہ کی خرابیوں اور دنیوی بربادیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے اور آخرت کی نعمات اور دنیا کی عزت پا سکتا ہے۔ سوم یہ کہ حضرت محمدؐ پر قرآن خدا نے نازل کیا ہے لہٰذا آپ کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

آیت ۲:

حضرت محمدؐ جو پیغام سنا رہے ہیں وہ خدا کا پیغام ہے۔ اسی کے حکم سے سنایا جارہا ہے اور حضرت محمدؐ کا بتایا ہوا راستہ ہی وہ راستہ ہے جو نجاتِ اخروی و اعزازِ دنیوی کا موجب ہے۔

حضرت محمدؐ و قرآن جس خدا کی معرفت کا حکم دیتے ہیں وہ دنیا والوں کا خود ساختہ مفروضہ نہیں ہے بلکہ وہ حقیقی معبود ہے۔ اسی نے ارض و سماء کو پیدا کیا ہے اور وہی مدبر تمام عالموں کا ہے۔

آیت ۳:

جو احکامِ خدا و قرآن کے منکر ہیں انہوں نے صرف زندگانی دنیا ہی کو سب کچھ مان لیا ہے ان کے لئے ویل (وادیٔ جہنم) ہے اور عذاب دنیا و آخرت ہے۔ خدا ایسوں کی ہدایت نہیں کرتا۔

آیت ۴:

ہر قوم میں جو ہادی آئے ان کی زبان ہی میں احکامِ خدا نازل کیے گئے تا کہ وہ اپنے ہم وطنوں کو واضح طور پر احکامِ خدا سمجھا سکیں۔ اسی لئے حضرت محمدؐ پر بھی ملکِ عرب کی زبان میں قرآن نازل کیا گیا۔ فرق یہ ہے کہ سابقہ

انبیاء و رسل محدود زمانہ، محدود افراد، محدود علاقہ کے لئے نبی بنائے گئے تھے مگر حضرت محمدؐ کو تمام عالمین کے لئے نبی رحمت بنایا گیا ہے۔ حضرت محمدؐ کو زبانِ عربی میں قرآن اسی لئے دیا گیا کہ وہ اپنے اہلِ ملک وقوم کو پہلے مسلمان بنالیں پھر ان کے ذریعہ تمام عالم میں پیغام خدا کو پہنچادیں۔ تاریخِ عالم شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا جیسا خدا نے چاہا تھا اور ایک دن وہ ہوگا کہ خدا کی توحید اور محمدؐ کی نبوت تمام عالم میں پھیل جائے گی کیونکہ خدا نے حضرت محمدؐ کو قیامت تک کے لئے رسول بنایا ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا ہے: **وما ارسلنك الا كافة للناس**۔ (سورۂ سبا، آیت: ۲۸)۔ [ہم نے (اے محمدؐ) تم کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنایا ہے۔] لہٰذا حضرت کا پیغام ہی انسانوں کو نور و نجات دکھائے گا اور جو ان کے پیغام کو نہ مانے گا وہ تاریکیِ کفر وضلالت و ذلت میں رہے گا۔

آیت ۵:

حضرت محمدؐ کی رسالت اور قرآن کی حقانیت کے اعلان کے بعد خدا نے حضرت موسیٰؑ کا ذکر کیا کہ موسیٰؑ کو ہم نے عصا و یدِ بیضا کے جو معجزے دیئے تھے وہ ان کی نبوت کی تصدیق کے لئے تھے۔ اسی طرح محمدؐ کو بھی رسول مقرر کیا ہے۔ اب اہل کتاب کا فرض ہے کہ وہ محمدؐ کی پیروی کریں ورنہ نجات نہ ہوگی۔

اس آیت میں ایّام سے مراد واقعات ہیں۔ حضرت محمدؐ کو خدا کا حکم ہے کہ آپ منکرین، کافرین اور یہود و نصاریٰ کو وہ واقعات یاد دلائیں جو ان کے اسلاف کو بوجہ نافرمانی برداشت کرنے پڑے تھے۔ اگر یہ لوگ بھی مثل اپنے اسلاف احکام قرآن کو نہ مانیں گے تو یہ بھی مستحقِ عذاب ہوں گے۔

آیت ۶:

آیت سابقہ میں مجمل طور پر بتایا گیا تھا کہ حضرت موسیٰؑ کو آیات دے کر بھیجا گیا مگر اس کے بعد تفصیلی بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو خدا کے کیا کیا احسان یاد دلائے اور کن کن مصیبتوں سے نجات دی مگر انہوں نے انکار ہی کیا تو اے محمدؐ تم نبیِ آخر ہو تم اپنی قوم کی سرکشی اور نافرمانی پر متفکر نہ ہو۔ صرف ان کو احکامِ خدا پہنچا دو یہی تمہارا فریضہ ہے باقی ہم ان کو خود سمجھ لیں گے۔

فرعون سے جب منجموں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری بربادی کا سبب ہوگا تو فرعون بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے لگا اور یہ عذاب مدتوں رہا مگر خدا نے حضرت موسیٰؑ کو اسی زمانہ میں پیدا بھی کیا اور سلامت بھی رکھا اور فرعون کو مع اس کی قوم کے غرق کر کے برباد بھی کیا۔

آیت ۷:

بظاہر یہ خطاب بنی اسرائیل سے ہے مگر خدا نے ایک مسلّم قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ اگر انسان خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا رہتا ہے تو خدا اس پر اپنی نعمات کی بہتات کرتا رہتا ہے وہ دنیا میں خوش حال اور آخرت میں

خوش مآل رہتا ہے۔ انسان چشم بصارت و بصیرت سے شبانہ روز اس کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے بجز اس حالت کے کہ خدا اپنے نیک بندوں کا امتحان لے۔ کبھی اس کے نیک بندے دنیا میں محتاج نہ ہوئے بلکہ خوش حال، مطمئن اور مرفہ حال ہی رہے۔ ان کے دستِ سوال کسی بادشاہ کے سامنے نہیں پھیلے بلکہ بادشاہوں نے ان سے التجائیں کیں۔ شکر گزاری نعمات کے زیادتی کا سبب ہے۔ حدیث میں ہے: الشکر قید النعمة و صید لها۔ (شکر نعمت کو قید کر لیتا ہے اور اس کو شکار و گرفتار کر لیتا ہے) یعنی شکر کرنے پر نعمت کا زوال نہیں ہوتا بلکہ زیادتی ہوتی ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اذا وصل الیکم اطراف النعم فلا تنفروا اقصاھا بقلة اشکر لها۔ (جب تم کو نعمت کے اوائل و اطراف حاصل ہو جائیں تو اس کے اواخر کو کمیِ شکر سے دور نہ کرو)۔ یعنی کم نعمت پر بھی شکر ادا کرتے رہو تا کہ نعمت زیادہ ہوتی رہے۔ مبادا تمہارے شکر نہ کرنے سے زوالِ نعمت ہو جائے۔

آیت ۹:

خدائے قدیر نے اپنے رسول آخر حضرت محمدؐ کو یاد دلایا ہے کہ سابقہ امم اور اقوام پر کیسے کیسے عذاب نازل ہوئے۔ تم ان کا ذکر اپنی قوم سے کرو تا کہ ان کو عبرت حاصل ہو۔ قوم ثمود، نوحؑ و صالحؑ وغیرہ کے حالات واقعات کو تو قرآن نے بیان کیا اور قرآن سے پہلی کتابوں میں ان قوموں کے حالات ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اقوام گزری ہیں جو اللہ کی نافرمان ہوئیں اور عذاب کے ہاتھوں برباد ہو گئیں جن کا تذکرہ تاریخِ عالم میں موجود ہے مگر دنیا کے ابتدائی حالات تو خدا کو ہی معلوم ہیں۔ دنیا کے قیام کو کتنی مدت ہو چکی ہے یہ بھی خدا جانتا ہے لہٰذا اے محمدؐ تم کو اور تمہارے زمانہ کے لوگوں کو نہیں معلوم ہے کہ کتنی قومیں کس کس زمانہ میں مستحقِ عذاب ہو چکی ہیں۔ طبقات الارض کی تحقیقات سے عہدِ قبلِ تاریخ کے آثارِ قدیمہ عمارات اور اقوام کے جو آثار زیرِ زمین برآمد ہوتے ہیں وہ قرآن کے اس قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ پس عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ قرآن کی اس آیت نے قبلِ عہدِ تاریخ واقعات پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ ان واقعات کو بجز خدا کوئی نہیں جانتا ہے۔

خدائے قدیر نے پھر اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو واقعات سنا کر تسلی دی ہے کہ قبلِ تاریخ جو انبیاء و رسل آئے تھے اور بعد کو جو آئے انہوں نے اپنی اپنی قوم کو ہدایتیں کیں مگر انہوں نے ان کو خاموش کر دیا اور بولنے نہیں دیا اور اپنے ہاتھ ان کے دہن میں ٹھونس دیئے اور کہہ دیا کہ ہم ہرگز خدا پر ایمان نہ لائیں گے کیونکہ خدا کے بارے میں ہم کو شک ہے۔ مسلمان کو ہدایت ہے کہ اس کے دل میں خدا کے بارے میں کبھی شک نہ آنا چاہیے۔

آیت ۱۰:

نافرمان قوموں کے ذکر کے بعد خدا نے بتایا ہے کہ سابقہ رسولوں نے بھی یہی پیغام دیا تھا جو اے محمدؐ تم پیغام

دے رہے ہو کہ (۱) ان کا خدا خالقِ ارض وسماء ہے (۲) خدا سچائی کی طرف بلاتا ہے (۳) وہ گناہوں کا معاف کرنے والا ہے (۴) وہ زندگی عطا کرتا ہے۔ (۵) رسول بھی انسان ہیں مگر خدا کی طرف سے مامور ہوتے ہیں۔ (۶) خدا جس کو چاہتا ہے نبی، رسول وامام بناتا ہے۔ (۷) معجزہ پر نبی کا اختیار نہیں ہے بلکہ خدا معجزات کا مختار ہے۔

آیت ۱۲:

انبیاء کا قول خدا نے نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ میرے مخلص بندے اور میرے منتخب کردہ انبیاء و رسل انسان تھے مگر ایسے پختہ ایمان والے، مطیع اور مخلص تھے کہ انہوں نے اپنی قوموں سے کہہ دیا ہم خدا پر توکل کرتے ہیں (۱) کیونکہ مومن خدا کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے (۲) راہ حق وصراطِ مستقیم خدا ہی دکھاتا ہے بغیر اس کی مدد کے انسان راہِ نجات نہیں پاسکتا (۳) انبیاء بھی انسان ہوتے ہیں مگر خدا اپنی رحمت وحکمت سے ان کو درجہِ نبوت و عصمت عطا فرماتا ہے (۴) معجزات دکھانا انبیاء کا کام نہیں ہے بلکہ خدا جب چاہتا ہے کہ اپنی حجت نافرمان بندوں پر ختم کردے تو وہ خدا ان کو وہ معجزہ دکھاتا ہے جس کے وہ طالب تھے مگر اس کے بعد عذابِ سخت میں مبتلا کر کے ہلاک کردیتا ہے اور صرف مومنین باقی رہ جاتے ہیں۔ (۵) انبیاء نے کہہ دیا کہ ہم کو خدا نے راہِ ایمان پر رکھا ہے۔ پھر ہم کیوں نہ اسی راہ مستقیم پر چلتے رہیں۔ (۶) اگر نافرمان امت ہم پر ظلم کریگی تو ہر ظلم کو ہم برداشت کریں گے تاکہ ہمارے توکل بخدا کا حال سب کو معلوم رہے اور ہم خدا کے مطیع بندوں میں شمار ہوں۔

صبر کرنا سنتِ انبیاء ہے۔ مصائب پر صبر کرنا اور بجز خدا کے کسی کو اپنا حاجت روا نہ جاننا اور اسی کی رضا حاصل کرنے کے لئے مصائب پر صبر کرنا اور اس کی مدد پر توکل کرنا ہی علامتِ ایمان ہے۔

آیت ۱۳:

اس آیت میں خدا نے دو باتیں بیان کی ہیں۔ اول تو کافروں کا کہنا کہ وہ رسول کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ دوم یا ان پر اتنا ظلم کریں گے وہ پھر کافروں کے دین اور ملت کو قبول کرلیں۔ **اولتعودن** کا ترجمہ ہے کہ یا تم ہماری ملت میں واپس آجاؤ۔ مگر نبی و رسول وقتِ ولادت سے ہی مسلمان ومومن ہوتا ہے اور اس کے والدین بھی مومن ہوتے ہیں پھر ان کا واپس ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ کافر ابتداء میں سمجھتے ہی رہتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں یہ نبی بھی ہماری مثل کافر تھا لہذا انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا کہ تم کو ہماری صف میں پھر آنا پڑے گا۔ حضرت محمدؐ نے چالیس سال کی عمر میں اعلانِ نبوت کیا، اس سے پہلے ان کی قوم کے افراد ان کو بھی اپنی مثل سمجھتے تھے مگر بعد کو ان کو معلوم ہوا کہ حضرت محمدؐ رسول ہیں تب انہوں نے کہا کہ ہم تم کو مکہ سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین کو قبول کرلو تو خدا نے اپنے رسولؐ کو سابقہ رسولوں کے واقعات سنا کر تسلی دی ہے۔

خدا نے بتایا ہے کہ اے محمدؐ تم سے پہلے کئی امتوں پر بوجہ نافرمانی عذاب آیا اور ہم نے ان کو ہلاک کر کے زمین دوسروں کو عطا کر دی۔ اسی طرح اہلِ مکہ و اہلِ عرب و اہلِ دنیا جو تم کو آج تمہارے گھر سے نکال رہے ہیں وہ یاد رکھیں کہ ہم ان پر تم کو غلبہ وحکومت عطا کریں گے اور تم کو ان پر فتح نصیب ہوگی اور تمہاری ہی نسل سے مہدیؑ پیدا ہو کر روئے زمین میں حکومتِ خدا و رسولؐ کو قائم کریں گے۔

آیت ۱۴:

وخاف وعید۔ روزِ قیامت کا وعدہ خدا نے کیا ہے اس روز سے ڈرنا علامتِ ایمان ہے۔

آیت ۱۵:

خدا کا وعدہ ہے کہ جب بھی کسی رسول یا نبی نے خدا سے فتح طلب کی تو خدا نے اس کو غلبہ عطا کیا۔

آیت ۱۸:

انسان کسی نہ کسی صورت میں آخرت کا یقین رکھتا ہے۔ تمام مذاہب اپنے اعمال کے بدلہ میں کسی نہ کسی صورت میں اپنے لئے سزا تجویز کرتے ہیں اور اپنے زعمِ باطل میں ایسے اعمال بھی بجا لاتے ہیں جن کو وہ اپنی عاقبت کے لئے بہتر جانتے ہیں مگر قرآن کی اس آیت نے بتایا کہ خدائے واحد کا منکر خواہ کوئی بھی ہو اور چاہے جتنے بھی عملِ نیک کرے اس کو کوئی اجر عاقبت میں نہ ملے گا۔ اس کے اعمال ایسے برباد ہوں گے جیسے خاکستر کو آندھی کے دن تیز ہوا بے نام ونشان کر دیتی ہے صرف خدا پر ایمان لانے والے اور حضرت محمدؐ کے قول کی تصدیق کرنے والے اور آپؐ کی بتائی ہوئی صفات و ذاتِ خدا کے ماننے والے ہی اعمال نیک کا اجر وثواب پا سکتے ہیں۔

ایک ہدایت وہ بھی ہے کہ انسان جلد اپنی خطا پر نادم ہو جائے اور توبہ کر کے خدا کا مطیع بندہ بن جائے کیونکہ خدا نے توبہ کے بعد مغفرت کا وعدہ کیا ہے مگر قرآن کی اس آیت نے بتایا کہ کافر کچھ ایسے بھی ہیں اور ان کا کفر کا درجہ اتنا بڑھا ہوا ہے کہ اب ان کی طرف سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ توبہ کریں گے اور ان کی مغفرت ہوگی بلکہ وہ اپنے کفر میں انتہائی حد کو پہنچ چکے ہیں لہٰذا ان کو رسول کی ہدایت بھی عبث ہے وہ جہنم ہی کے مستحق ہوں گے۔

آیت ۱۹:

اس آیت میں خدا کی طرف سے کافروں کو سخت تہدید ہے کہ کافر دیکھتے ہیں کہ زمین وآسمان کو خدا نے پیدا کیا ہے اور آسمان وزمین کے اندر جو کچھ بھی ہے جس سے وہ فیض پا رہے ہیں وہ سب خدا کا پیدا کیا ہوا ہے اور وہ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ان کافروں کو بھی خدا نے ہی پیدا کیا ہے اور وہی ان کو موت دے گا اور موت وزندگی پر ان کو کوئی اختیار نہ ہوگا۔ مگر پھر بھی یہ کافر اپنی ضد کی وجہ سے خدا پر ایمان نہیں لاتے اور قولِ حضرت محمدؐ کی تصدیق نہیں کرتے۔

یہ آیت سخت تہدید وتنبیہ ہے۔ خدا چاہے تو تمام مخلوقات کو اسی طرح فنا کردے جس طرح اس نے صرف ایک لفظ 'کن' سے پیدا کی تھی اور پھر نئے آسمان وزمین ومخلوق کو پیدا کرنے پر خدا قادر ہے۔

آیات ۲۱۔۲۲:

ان آیات میں خدا نے دو گمراہ کن افراد کے حال سے آگاہ کیا ہے۔ اول وہ افراد جو عیاری وریاکاری سے لوگوں کے پیشوا، رہنما اور مذہبی رہبر بن جاتے ہیں اور غلط وعدوں سے عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے شیطان جو جھوٹے پیشواؤں اور ان کے پیروکاروں کو گمراہ کرتا ہے۔ خدا نے ان دونوں کی حالت بیان کی ہے کہ یہ دونوں روزِ حشر لائے جائیں گے اور دنیا طلب پیر اور پیشواء اپنے مریدوں کی مدد طلب کرنے کے جواب میں کہیں گے کہ ہم خود آج مستحقِ عذاب ہیں ہم تم کو کیونکر نجات دلا سکتے ہیں۔ اور اسی طرح شیطان اقرار کرے گا کہ خدا نے جو عذاب و ثواب دینے کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ہے لہٰذا تم سب جہنم میں جاؤ گے اور میں نے جو تم سے وعدہ کیے تھے وہ دھوکا تھا لہٰذا میں اور تم دونوں جہنم کے مستحق ہیں۔ ابن عامر نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ روزِ قیامت اپنے اصحاب سے کہیں گے اور میری جانب اشارہ کر کے کہیں گے کہ ذلکم النبی الامی۔ (یہ پیغمبر محمدؐ ہیں جن کی آمد کی میں نے تم کو بشارت دی تھی)۔ اس کے بعد مجھ سے کہیں گے کہ یا خاتم النبیینؐ آپ شفاعت اہل ایمان کے گنہ گاروں کی کریں۔ تب میں کھڑا ہوں گا اور شفاعت اپنی امت کے گنہگاروں کی کروں گا۔ خدا میری شفاعت کو قبول کرے گا۔ میرے گرد ایک نور ہوگا کہ اہلِ قیامت اس کو دیکھ کر متعجب ہوں گے۔ کفّار ومنکرین اس وقت شفاعت سے مایوس ہو جائیں گے۔ اس وقت وہ شیطان سے کہیں گے کہ اہل ایمان کا شفیع تو آ گیا اب تو ہماری شفاعت کر۔ اس وقت شیطان ان سے کہے گا: ان اللہ وعدکم وعد الحق۔ (اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا اور میرا وعدہ جھوٹا تھا)۔ تم نے بے سمجھے بوجھے میری پیروی کی ہے اور یہ نہ سمجھا کہ میں تو پہلے ہی سے کافر تھا، مردودِ بارگاہِ خدا ہو چکا تھا۔ پھر تم نے میری پیروی کیوں کی؟ اب تم اپنے ہی کو ملامت کرو، میں تو خود جہنم کا مستحق ہوں۔

شیطان کافروں سے کہے گا کہ میرا تم پر کوئی غلبہ واختیار نہ تھا تم خود ہی مختار تھے پھر تم نے کیوں میری پیروی کی؟

شیطان کہے گا کہ میں خود شرک سے بیزار تھا مگر تم نے خود مجھ کو خدا کا شریک قرار دیا اور اس کے احکام کی پرواہ نہ کی اور خلافِ شریعتِ اسلام عمل کرتے رہے، خدا نے نیکیوں اور عمل صالح کا حکم دیا تھا اور تم بد اعمالی میں مبتلا رہے۔ یہ تمہارا شرک تھا اور شرک ظلم ہے اور ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت ۲۳:

تحیہ۔ ان مومنین کا باہمی تحفہ دائمی سلامتی ہوگی۔ وہ جب باہم ایک دوسرے سے ملیں گے یا ان سے فرشتے

ملنے کو آئیں گے تو وہ ایک دوسرے کو ابدی سلامتی کی مبارکباد دیں گے۔

آیت ۲۴:

کلمۃ طیبۃ: کلمہ توحید، قولِ حق، دعوتِ اسلام، اقوالِ حضرت محمدؐ، نیز حکمِ قرآن ہے۔ تفسیر کاشفی میں لکھا ہے کہ درختِ ایمان کی جڑ قلبِ مومن میں ثابت و قائم ہے اور اس کے اعمالِ صالح مثل شاخوں کے اعلیٰ علیین اور تا عرش پہنچے ہوئے ہیں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا: مثل الاسلام کشجرۃ ثابتۃ الایمان باللہ اصلھا و الصلوٰۃ الخمس جذعھا و الزکوٰۃ فرعھا و صیام شھر رمضان لجائھا وحسن الخلق ورقتھا۔ (اسلام کی مثال درختِ ثابت کی ہے۔ اس کی جڑ ایمان ہے اور اس کا تنا نمازِ پنجگانہ ہے۔ اس کی شاخ زکوٰۃ ہے اور رمضان کے روزے اس کا پوست، اس کے پتے خوش اخلاقی ہیں)۔ امام رضا علیہ السلام نے بروایت حضرت علیؑ رسول خداؐ سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے اور اتنا مزید ہے کہ والکف عن محارم اللہ ثمرھا۔ (اللہ کے حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا اس کے ثمرات ہیں)۔ درخت بغیر پھل کے کامل نہیں ہوتا لہٰذا محارم اللہ سے بچنا تکمیلِ ایمان ہے۔

آیت ۲۵:

مسلمہ امر ہے کہ قرآن کی ظاہر اور باطن دو جہت ہیں۔ اس کی آیات متشابہ (جن آیتوں کے کئی مطلب نکالے جاسکیں) کے حقیقی معنی بجز محمدؐ و آل محمدؐ دوسرا نہیں جانتا۔ اس آیت میں ہے کہ اس کی شاخیں آسمان میں ہیں اور وہ درخت ہر زمانہ میں پھل دیتا ہے۔ یہ آخری دو صفات دنیا کے کسی درخت میں موجود نہیں ہیں پھر اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ خدا نے مثال دے کر لوگوں کو سمجھانا چاہا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ اور امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ تم شجر ہو، علیؑ اس کی شاخ، فاطمہؑ اس کا ورق (پتہ) اور حسنؑ و حسینؑ اس کے اثمار ہیں اور ان کے فیوضِ روحانی و علمی تا قیامت ہوں گے اور ان میں کا امام مہدیؑ آخری محافظِ دین ہے۔

آیت ۲۶:

مثل کلمۃ خبیثۃ۔ کلمہ خبیث و ناپاک کی مثال درختِ خبیث و ناپاک کی ہے۔ کلمہ ناپاک کفر و شرک اور ہر قول جو خلافِ حکمِ خدا و رسول و قرآن ہو خدا نے اس کی مثال ناپاک درخت سے دی ہے۔ اس شجر کی خصوصیات یہ ہیں کہ اول تو اس کی جڑ زمین میں نہیں ہوتی بلکہ سطح زمین پر رہتی ہے دوسری صفت یہ ہے کہ اس کو قیام و ثبات نہیں ہے۔ وہ ذرا سے تیز جھونکے سے اکھڑ جاتا ہے اور اس سے کوئی فیض نہیں پاتا۔ قرآن میں شجرہ قصہ آدمؑ میں بھی آیا ہے لاتقربا ھذہ الشجرۃ (اس درخت کے پاس نہ جانا) اس کے بارے میں ناظرین سورۃ بقرہ میں ملاحظہ کریں۔ سابقہ اور موجودہ آیات میں خدا نے دو شجر کا ذکر کیا ہے اور ان کی صفات بتائی ہیں۔ درحقیقت یہ دو خاندان ہیں جن کو

شجرِ طیبہ اور شجرِ خبیثہ سے مثال دی گئی ہے۔ اور اہلِ اسلام کو آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ دائمی روحانی فیوض حاصل کرنا چاہتے ہیں تو شجرہِ طیبہ یعنی خاندانِ حضرت محمدؐ سے تمسک رکھیں اور اگر انہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا دامن چھوڑا تو پھر وہ شجرہِ خبیثہ کے طرفداروں میں شمار ہوں گے اور وہ خاندان دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا ہوگا اور اس کا انجام صرف گمراہی اور نتیجہ عذابِ الٰہی ہوگا۔ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ دینِ اسلام کو جو نقصان پہنچا ہے اور یہ ملتِ واحدہ جو فرقوں میں متفرق ہوئی ہے وہ اسی خاندانِ منافقین کی وجہ سے ہے جو عہدِ رسولؐ میں اپنی منافقانہ چالوں سے دینِ اسلام کو نقصان پہنچاتے رہے اور بعد رسولؐ تو ملتِ اسلامیہ کو اپنی دنیوی شان و شوکت و عظمت کا آلہ و ذریعہ بنالیا۔ تاریخی واقعات سے انکار ناممکن ہے اور جبکہ قرآن ان کی پیشگوئی اور تصدیق کر رہا ہے۔

آیت ۲۷:

خدا نے اس آیت میں بتایا ہے کہ مومن زندگانی دنیا میں قولِ ثابت پر قائم رہتا ہے جیسے کہ انبیاءؑ باوجود سخت مصائب کے بھی اسلام پر قائم رہے یا آلِ رسولؐ سخت مصائب میں مبتلا رہ کر بھی حفاظتِ دین میں مصروف رہے۔ علاوہ ازیں مومن دنیا کی آخری منزل قبر میں بھی قولِ ثابت (کلمہ توحید) پر قائم رہتا ہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جب مومن کو قبر میں اتارا جاتا ہے تو اس کی روح کو اس کے جسم میں واپس لاتے ہیں اور دو فرشتے قبر میں آکر میت کو بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں۔ من ربك ومن نبيك ومن امامك و ما دينك وما كتابك۔ مومن جواب دیتا ہے: اللہ میرا رب، محمدؐ میرا نبی، علیؑ میرا امام، اسلام میرا دین، قرآن میری کتاب ہے۔ تو فرشتے کہتے ہیں۔ اللهم ارضه كما ارضاك۔ (اے خدا تو اس سے راضی ہو کہ جیسے اس نے تجھ کو راضی رکھا ہے)۔ تب قبر میں دریچہِ جنت کھل جاتا ہے وہ مومن قبر میں دلہن کی سی نیند سو جاتا ہے۔ خدا نے قرآن میں یہی فرمایا ہے: يثبت الله الذين امنوا۔ (مومن کو خدا کلمہ توحید پر ثابت رکھتا ہے)۔

آیت ۲۸:

خدائے قدیر نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو مخاطب فرمایا ہے۔ الم ترا الى الذين بدلوا نعمة الله كفرا۔ [(اے محمدؐ) تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے نعمت خدا کو کفر سے بدل دیا]۔ یعنی نعمت خدا کا انکار کیا اور یہی انکار ان کا کفر تھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے کافران مکہ ہیں جنہوں نے رسول اور قرآن کا انکار کیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ مکہ کے دو قبیلے ہیں جو بدترین قبائل ہیں۔ اول بنی مغیرہ اور دوم بنی امیہ۔ جنہوں نے نعمتِ حق کو بدل دیا۔ بنی مغیرہ تو جنگِ بدر میں قتل ہوئے اور بنوامیہ نے عارضی فائدہ اٹھایا۔ آخر فنا ہو گئے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ نحن والله نعمة التى انعم الله بها على عباده ربنا يفوز من فاز۔ [خدا کی قسم ہم (محمدؐ و آلِ محمدؐ)

خدا کی وہ نعمت ہیں کہ خدا نے اس کے ذریعہ اپنے بندوں پر انعام فرمایا ہے اور ہمارے ہی ذریعہ سے نجات و فلاحِ دارین ملتی ہے جس کو بھی وہ ملی ہے وہ کامیاب ہوا] ہمارے دشمنوں نے ہم کو چھوڑ دیا اور اپنے متبعین کو گمراہ کیا۔

واحلوا قومھم دار البوار اور انہوں نے اپنی قوم کو بربادی و تباہی کے گھر میں اتارا۔

آیت ۳۰:

حکمِ خدا رسولؐ کو ہے کہ تم اپنے دشمنوں اور منافقوں سے کہہ دو کہ دنیا کا چند روزہ فائدہ حاصل کر لو یعنی اسلام کے آڑ میں منافقانہ و مشرکانہ و کافرانہ افعال کر لو مگر انجام برا ہوگا۔ دنیا میں ذلت اور آخرت میں دائمی عذاب ہوگا۔

آیت ۳۱:

خدا نے اپنے رسولؐ کو یہ بھی حکم ان آیات میں دیا ہے کہ اس کے بندوں سے کہہ دو کہ جو خدا و رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں، نماز کو قائم کرتے ہیں، واجبات کو اعلانیہ خرچ کرتے ہیں اور صدقات کو پوشیدہ طور پر اور وہ جانتے ہیں کہ ایک دن وہ آئے گا کہ پھر کوئی سودا بازی کام نہ آئے گی وہ روزِ قیامت ہوگا۔ کوئی دوست اس ہولناک وقت میں کام نہ آئے گا اور وہ مومن بندے جانتے ہیں کہ ارض و سماوات کا خالق خدا ہی ہے۔

آیت ۳۲:

خدائے قدیر نے اپنے رسولؐ کی تسلی کے لئے اور منکرین کی تہدید و ہدایت کے لئے فرمایا ہے کہ خدائے رحیم ہی وہ ہے جو تم پر اتنا مہربان ہے کہ تمہاری زندگی اور سامانِ زندگی کے مہیا کرنے کے لئے طرح طرح کے انتظامات کرتا ہے۔ (۱) آسمان سے پانی برساتا ہے کہ زراعت ہو، باغات پیدا ہوں اور پھل آئیں۔ (۲) اس نے اپنی قدرت سے کشتیوں کو سمندروں پر رواں کیا ہے کہ امواجِ بلند سے بھی کشتی محفوظ رہتی ہے اور جب وہ چاہتا ہے ایک موج ہی کشتی کو فنا کر دیتی ہے۔ (۳) خدا نے نہریں، دریا جاری کیے جو زمینوں کو آبِ شیریں سے سیراب کر کے قابل زراعت بناتے ہیں۔ (۴) چاند اور سورج کو حدودِ اوقات کا پابند کیا تاکہ وہ تمہاری زندگی کے اسباب کو قائم رکھیں۔ (۵) حد یہ ہے کہ انسان کی بقاءِ حیات کے لئے جو جو چیزیں بھی ضروری تھیں خدا نے وہ سب چیزیں پیدا کیں اور انسان کو ان پر متصرف و قابض بنایا۔ مگر اتنی نعمت پا کر بھی انسان شکر گذار نہیں ہے بلکہ خدا کا منکر ہے، اس کے احکام سے پہلو تہی کرتا ہے۔ جانتا ہے کہ وہ ان چیزوں میں سے کسی شئے کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے مگر پھر بھی نافرمانی کرتا ہے۔

آیت ۳۵:

حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی کہ اے خدا خانہ کعبہ کو دارِ امن بنا دے۔ لہٰذا وہ دعا قبول ہوگئی کہ اس سرزمین میں حیوانات اور درندوں کو بھی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ ہر ایک کی جان محفوظ ہے۔

آیت ۳٦:

حضرت ابراہیمؑ کی دوسری دعا یہ تھی کہ میری اولاد کو اصنام پرستی وشرک سے محفوظ رکھ۔ مفسرین نے اس معاملہ میں اختلاف کیا ہے کہ تمام اولادِ ابراہیمؑ مسلمان رہیں یا کافر بھی ہوئیں۔ یہ بحث عبث ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے خود فرمایا: فمن تبعني فانه مني۔ (جو میری اولاد میں سے میرے دین پر ہوگا وہ میری اولاد ہوگا)۔ اور من عصاني (جو نافرمان ہوگا تو اے خدا تو غفور ورحیم ہے)۔ ابراہیمؑ کے کلام سے صاف صاف ظاہر ہے کہ ان کی اولاد میں بھی دو طرح کے لوگ ہوں گے۔ ایک وہ جو دینِ ابراہیمؑ پر قائم رہیں گے دوسرے وہ جو گمراہ ہوں گے مگر ابراہیمؑ کی دعا قبول ہے کیونکہ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ انی اسکنت من ذريتي۔ (میں نے ارض مکہ پر آباد کیا ہے اپنی اولاد میں سے بعض کو) ظاہر ہے اور تاریخی واقعہ ہے کہ ارضِ مکہ غیر آباد تھی سب سے پہلے ابراہیمؑ نے بحکمِ خدا اس زمین پر اپنے فرزند اسمٰعیلؑ اور ان کی ماں ہاجرہ کو آباد کیا۔ اسمٰعیلؑ نبی ہوئے۔ اولادِ اسماعیلؑ میں نبوت اور امامت دونوں قائم رہیں اور یہ سب معصوم رہے۔ خدا نے ابراہیمؑ کی دعا قبول فرمائی اور یہ عصمت وامامت کا سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا۔

آیت ۳۷:

جب ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو ارضِ مکہ پر چھوڑا تو وہاں کوئی گھر نہ تھا کیونکہ تعمیرِ آدمؑ کو بوقتِ طوفان نوحؑ آسمان پر بلند کر دیا گیا مگر علمِ ابراہیمؑ میں یہ بات موجود تھی کہ یہ مقام وہی ہے، جو بیت اللہ تھا اور قیامت تک بیت اللہ رہے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعا یہ تھی کہ (۱) میں نے اپنی ذرّیت میں سے بعض کو زمین محترم غیر آباد پر تیرے بھروسہ پر بسایا ہے لہٰذا تو ان کو ایسا ایمان وعصمت عطا فرما دیجیئے کہ وہ نماز کو قائم کریں، اور ہمیشہ تیری یاد کرتے رہیں۔ چنانچہ اسماعیلؑ اور اولادِ اسماعیلؑ ہی کا یہ شرف ہے کہ ان میں معصوم نبی بھی ہیں یعنی خود اسماعیلؑ اور آپ کی اولاد میں حضرت محمد مصطفیٰؐ اور آلِ اطہارؑ حضرت محمدؐ۔ دینِ اسلام کی اشاعت اور حفاظت انہی کے ذریعہ سے ہوئی ہے اور تا قیامت نماز اسی ذریتِ ابراہیمؑ کی وجہ سے باقی رہے گی۔ (۲) دوسری دعا یہ تھی کہ ان افراد کی طرف لوگوں میں سے بعض کے دلوں کو مائل کر دیجیو کہ وہ ان کے متبع اور پیرو رہیں۔ چنانچہ مومنین، صادقین، اولیاء، متقین اسی ذریت سے ہیں اور تا قیامت پیدا ہوتے رہیں گے۔ (۳) سوم یہ دعا تھی کہ اس ریگستانِ بے آب وگیاہ میں ان کو پھلوں کا رزق عطا فرمانا چنانچہ خود طائف ومکہ کے نواح میں پھل اور کھجوریں بکثرت پیدا ہوتی ہیں اور تمام دنیا سے ہر خوردنی شئے مکہ پہنچتی ہے۔ (۴) چہارم یہ دعا تھی کہ میری وہ ذریت تیری شکر گزار رہے لہٰذا حضرت محمدؐ اور ان کی آلِ اطہارؑ اور ان

کے دامن سے مستمک ہونے والے اللہ کے شکر گزار بندے ہیں، وہ مصائب اور ظالموں کے ظلم سے کبھی ہمت نہ ہارے اور دینِ اسلام کی حفاظت ان کا مقصدِ زندگی رہا۔

آیت ۳۹:

سعیدؒ بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ ابراہیمؑ کی اولاد ستّر (۷۰) سال تک نہیں ہوئی۔ اس کے بعد خدا نے دو فرزند عطا کیے اسی کا شکر یہ ابراہیمؑ نے ادا کیا ہے۔

آیت ۴۱:

ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ والدینِ ابراہیمؑ مومن تھے، کافر نہ تھے کیونکہ کافر کی مغفرت کی دعا کرنے کو خدا نے منع فرمایا ہے۔ اور خدا کا یہ فرمانا: فلما تبین له انه عدو تبرا منه۔ (سورۂ توبہ، آیت: ۱۱۴)۔ یہ آیت ابراہیمؑ کے چچا کے بارے میں ہے اور ابراہیمؑ کی اوائل عمر کا واقعہ ہے کہ آپ نے آزر بت تراش پر تبرّا کیا۔ مگر قرآن میں دعائے ابراہیمؑ کا ذکر جو اس آیت میں ہے وہ ابراہیمؑ کے بڑھاپے کا واقعہ ہے جب کہ دو فرزند پیدا ہو چکے تھے۔

آیت ۴۲:

ولا تحسبن الله غافلاً عما یعمل الظالمون۔ [(اے محمدؐ) تم یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ ظالموں کے اعمال وکرتوت سے غافل ہے] ۔ خداوندِ عالم نے اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو تسلی دی ہے اور بتایا ہے کہ جو لوگ تمہارے فرمان سے سرتابی کر رہے ہیں ان کے عمل کو خدا دیکھ رہا ہے وہ ان کو روزِ حساب سزا دے گا تم مطمئن رہو۔ صرف نجات وہی پائیں گے جو تمہارے مطیع ہوں گے۔ اس کے بعد خدا نے فرمایا ہے کہ مشرکین مکہ وعرب کو مہلت دی گئی ہے تاکہ وہ تمہارے حکم کی پیروی کرنے کے بارے میں غور کرلیں ورنہ روزِ حساب قریب ہے جب ظالموں کا حال یہ ہوگا کہ ان کو اپنا ہوش نہ ہوگا۔ ان کے دل ان کے حلق تک آ گئے ہوں گے۔ آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اس وقت وہ ظالم توبہ کریں گے مگر ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

آیت ۴۴:

مجرم یہ دعا کریں گے کہ ہم کو مہلت دی جائے کہ ہم قولِ حضرت محمدؐ کے مطیع اور تابع ہو جائیں۔ اس آیت سے بھی ثابت ہے کہ عینِ ایمان اور اصلِ اسلام حکم پیغمبر کو ماننا ہے اور اسوۂ حسنہ حضرت محمدؐ کی پیروی کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف خدا کو مانتا ہے اور پیغمبر کا نافرمان ہے تو وہ مومن نہیں ہے بلکہ عذابِ جہنم کا مستحق ہے۔ موجودہ عہد کے دعویدارانِ اسلام غور کرلیں کہ مبادا وہ سیرتِ نبوی اور احکامِ حضرت محمدؐ کے خلاف تو عمل نہیں کر رہے ہیں۔ حضرت محمدؐ

نے جس شئے کوحرام کیا ہے اس کو یہ مسلمان حلال تونہیں سمجھنے لگے ہیں اور حضرت محمدؐ نے جس شئے کو حلال کیا ہے اس کوحرام تو انہوں نے نہیں کرلیا ہے۔ حضرت محمدؐ نے جن افراد سے محبت کی ہے ان سے تو منحرف نہیں ہو گئے ہیں۔

افراد یا اقوام جب دنیوی مال و دولت وشان وحکومت کو پالیتی ہیں، تو ان کے دماغ میں یہ تصور نہیں آتا ہے کہ ان کو کبھی زوال بھی ہوگا۔ تو خدا نے بتایا کہ یہ لوگ کیوں نہیں خیال کرتے کہ جس زمین پر یہ آباد ہیں، جو حکومت ان کو آج حاصل ہے یہ وہی زمین وحکومت ہے جو ان سے پہلوں کی ملکیت تھی مگر جب انہوں نے ظلم کیا اور نافرمانیِ خدا ورسولؐ کی تو ان پر دنیوی عذاب آیا اور وہ تباہ ہو گئے۔ پھر اِن لوگوں کو یہ یقین کیوں نہیں ہے کہ اِن کا ظلم اِن کو بھی مثل سابقہ ظالم امتوں کے تباہ کردے گا۔

آیت ۴۶:

خدا نے ظالموں کو یاد دلایا ہے کہ ان سے پہلے جو ظالم گزرے ہیں ان کی طاقت اور تدبیریں اور چالبازیاں اور بقول اُن کے اُن کی سیاست ایسی تھی کہ جو پہاڑوں کو بھی ہٹا دیتی مگر جب خدا نے ان کو عذاب دیا تو ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اقوامِ ظالم کا یہی حال ہوا ہے۔

آیت ۴۸:

ابن مسعودؓ اور انسؓ سے روایت ہے کہ خدا تمام لوگوں کو اس زمین پر جمع کرے گا جس پر کسی نے گناہ نہ کیا ہوگا۔ سعیدؓ بن جبیرؓ سے مروی کہ سہل ساعدیؓ نے رسولِ خداؐ سے نقل کیا ہے کہ روزِ قیامت تمام لوگ محشور ہوں گے اس زمین پر جو سفید ہوگی کوئی دوسرا رنگ اس پر نہ ہوگا۔ اور ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ یہ زمین آگ میں تبدیل ہوجائے گی اور لوگ پسینہ میں اپنے چہروں تک غرق ہوں گے۔

جس طرح زمین بدل جائے گی اسی طرح آسمان بھی بدل جائیں گے کہ سورج اور چاند بھی فنا ہوجائیں گے اور تاریک ہوجائیں گے۔ آثارِ قیامت ظاہر ہو رہے ہیں۔ انسان کی چاند کی سطح تک رسائی اور مہلک توانائیوں پر آگاہی اور تباہ کن آلات، برقی توانائیوں کی ایجادات واختراعات بتارہی ہیں کہ وہ دن دور نہیں ہے کہ زمانہ کے فرعون مع اپنے پیروؤں کے نسیاً منسیاً ہوجائیں گے اور خدا کا نہ ٹلنے والا عذاب آکر رہے گا۔ صرف مومنین پر خوف نہ ہوگا نہ ملال اور وہ جنتوں میں بہ آرام بسر کریں گے۔

وبرزوا للہ الواحد القھار۔ تمام انسان مرجائیں گے اور اگلے اور پچھلے تمام اپنی قبروں سے میدان حشر میں نکل آئیں گے اور وہ جسمانی زندگی پائیں گے۔ مجرم پا بہ زنجیر طوق بہ گردن ہوں گے۔ ان کے چہرے جھلسے ہوئے ہوں گے، سیاہ ہوں گے، خدائے واحد وقہار کے روبرو حاضر ہوں گے۔

آیت ۴۹:

تری المجرمین یومئذٍ۔ (اے محمدؐ) تم مجرموں کو اس دن دیکھو گے کہ ان کی صورت اور حالت وہ ہوگی جو آیات میں درج ہے۔ یہ خطابِ خدا ظاہر کر رہا ہے کہ اس میدانِ حشر میں مجرموں کی حالت دیکھنے والا اگر کوئی ہوگا تو وہ ذات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰؐ ہوگی۔ خدائے قدیر نے اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو بتایا ہے کہ تم کافروں اور منافقوں کی سرکشی پر مغموم نہ ہو۔ ہم خود ان کی سزا و جزا کے مختار ہیں۔

آیت ۵۲:

ھذا بلاغ للناس [یہ قرآن لوگوں کے لئے بلاغ (تبلیغ) یا خبر ہے] تم تو صرف اس قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کر دو لینذروا بہ (تا کہ وہ ڈرائے جائیں اس قرآن کے ذریعہ سے) کہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا واحد ہے وہ سریع الحساب ہے۔ وہ غالب وقہار ہے وہی یوم حساب کا مالک ہے۔

خدائے قدیر نے حضرت محمدؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ قرآن کو لوگوں تک پہنچائیں تا کہ وہ جان لیں کہ خدا یکتا ہے اور اس لئے کہ صاحبانِ عقل اس قرآن کی آیات اور احکام پر غور کرتے رہیں اور اس سے عبرت و نصیحت و موعظت حاصل کرتے رہیں۔ لیذ کر اولوا الباب (تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔) اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ قرآن صاحبانِ عقل ہی کے لئے دعوت فکر و عمل ہے۔ اگر باوجود عقل و دانش کے بھی انسان ہٹ دھرمی کرتا ہے اور اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف عمل کرتا ہے اور کفر و شرک و منافقت اختیار کرتا ہے تو پھر وہ خود اپنے اعمال کے وبال کا ذمہ دار ہے۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ

آیت ۱:

مجاہد کے نزدیک کتاب سے مراد توریت و انجیل ہے۔ خدا نے بتایا ہے کہ یہ آیات یعنی سورۃ حجر کے احکام حلال و حرام و دیگر احکام وہی ہیں جو اہلِ کتاب کے لئے سابقہ کتابوں میں بھی موجود تھے اور یہ سورۂ حجر قرآن کا ایک سورۃ ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ قرآن خدا کی کتاب ہے اور سابقہ کتب کی تصدیق کرتی ہے۔

الجزء ١٤

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۞٢

جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ بار بار یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔(٢)

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۞٣

ان کو چھوڑ دو کہ کھائیں پئیں اور نفع اٹھائیں اور اُمید ان کو لہو لعب میں ڈالے رہے۔ آگے چل کر تو ان کو معلوم ہو ہی جائے گا۔(٣)

وَ مَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۞٤

اور ہم نے کوئی بستی بھی ایسی برباد نہیں کی جس کا وقت معین (ختم) نہ ہو چکا تھا۔(٤)

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۞٥

کوئی امت نہ اپنی مدتِ معینہ سے آگے بڑھتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔(٥)

وَ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۞٦

اور انہوں نے کہہ دیا: اے وہ کہ جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے تو مجنون ہے۔(٦)

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞٧

اگر تو سچوں میں سے ہوتا تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہ لے کر آتا۔(٧)

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۞٨

نہیں نازل کرتے ہم فرشتوں کو مگر حق کے ساتھ اور وہ پھر اس وقت مہلت پانے والے نہ ہوں گے۔(٨)

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۞٩

یقیناً ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(٩)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾

(اے رسولؐ) میں نے تم سے پہلے بھی پہلی امتوں میں رسول بھیجے تھے۔ (۱۰)

وَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور رسولوں میں سے کوئی ایک بھی ان کے پاس ایسا نہ آتا تھا کہ جس کا وہ مذاق نہ اڑائیں۔ (۱۱)

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

مجرموں کے دلوں میں ہم ایسا ہی ڈال دیتے ہیں۔ (۱۲)

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾

وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے اور بے شک سابق سے یہ رسم ایسی ہی ہوتی آئی ہے۔ (۱۳)

وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور اگر ہم ان پر آسمان کا ایک دروازہ کھول دیں اور یہ دن بھر اس پر چڑھتے چلے جائیں۔ (۱۴)

لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ ع

تو بھی یقیناً یہی کہیں گے کہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے، بلکہ ہم تو وہ لوگ ہیں جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (۱۵)

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾

اور یقیناً ہم نے آسمان میں برج مقرر کیے ہیں اور ان کو دیکھنے والوں کے لئے زینت قرار دیا ہے۔ (۱۶)

وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾

اور ان کی حفاظت ہم نے ہر شیطان مردود سے کی ہے۔ (۱۷)

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ

مگر سوائے اس کے جو چوری چھپے کچھ سن لے تو

شِهَابٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۸﴾

بھی ایک شہابِ روشن اس کا تعاقب کرتا ہے۔ (۱۸)

وَ الۡاَرۡضَ مَدَدۡنٰهَا وَ اَلۡقَیۡنَا فِیۡهَا رَوَاسِیَ وَ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ ﴿۱۹﴾

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس پر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیئے اور اس میں ہر مناسب شئے پیدا کر دی۔ (۱۹)

وَ جَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡهَا مَعَایِشَ وَ مَنۡ لَّسۡتُمۡ لَهٗ بِرٰزِقِیۡنَ ﴿۲۰﴾

اور اس میں تمہاری زندگی بسر کرنے کے بھی سامان کر دیئے اور ان کے لئے بھی جن کو تم رزق دینے والے نہیں ہو۔ (۲۰)

وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۲۱﴾

اور کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں اور ہم اس کو مقررہ انداز سے نازل کرتے رہتے ہیں۔ (۲۱)

وَ اَرۡسَلۡنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسۡقَیۡنٰکُمُوۡهُ ۚ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ لَهٗ بِخٰزِنِیۡنَ ﴿۲۲﴾

اور ہم نے پانی سے بھری ہوئی ہوائیں بھیجیں پس ہم نے آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے تم کو سیراب کیا اور تم اس پانی کو ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔ (۲۲)

وَ اِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡیٖ وَ نُمِیۡتُ وَ نَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ ﴿۲۳﴾

اور یقیناً ہم ہی زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہم ہی (حقیقی) وارث (مالک) ہیں۔ (۲۳)

وَ لَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَقۡدِمِیۡنَ مِنۡکُمۡ وَ لَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَاۡخِرِیۡنَ ﴿۲۴﴾

اور بے شک ہم نے جان لیا (امتحان لے کر) ان کو بھی جو تم سے پہلے گزرے ہیں اور یقیناً ہم نے جان لیا ان کو بھی جو بعد کو آنے والے ہیں۔ (۲۴)

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحۡشُرُهُمۡ ؕ اِنَّهٗ
حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۲

اور یقیناً تیرا رب وہی ہے جو ان کو محشور کرے گا
یقیناً وہی تو صاحبِ حکمت وعلم ہے۔(۲۵)

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ
مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۚ﴿۲۶﴾

اور بیشک ہم نے انسان کو کھنکھناتی سنی ہوئی سیاہ
سڑی مٹی سے پیدا کیا۔(۲۶)

وَالۡجَآنَّ خَلَقۡنٰهُ مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ
السَّمُوۡمِ ﴿۲۷﴾

اور اب رہے 'جن' تو ہم نے ان کو پہلے ہی تیز
آگ سے پیدا کیا۔(۲۷)

وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىۡ
خَالِـقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ
مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۲۸﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے تمام
فرشتوں سے کہا کہ میں پیدا کرنے والا ہوں ایک بشر
کو کھنکھناتی سنی سیاہ سڑی ہوئی مٹی سے۔(۲۸)

فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ
رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ ﴿۲۹﴾

پس جب میں اس کو بنا چکوں اور اپنی (پیدا کی
ہوئی) روح کو اس میں پھونک چکوں پس تم سب اس
(کی تعظیم) کے لئے گر جانا سجدہ کرتے ہوئے۔(۲۹)

فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ۙ﴿۳۰﴾

پس تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔(۳۰)

اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ مَعَ
السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۱﴾

مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے انکار کیا کہ
وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو جائے۔(۳۱)

قَالَ يٰۤاِبۡلِيۡسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوۡنَ مَعَ
السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۲﴾

خدا نے کہا کہ اے ابلیس تجھ کو کیا ہو گیا کہ تو نے
سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا؟(۳۲)

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿٣٣﴾	اس نے جواب دیا میں تو ایسا نہ تھا کہ ایسے شخص کو سجدہ کرتا کہ جسے تو نے کھنکھناتی سنی ہوئی سیاہ سڑی مٹی سے پیدا کیا ہے۔(۳۳)
قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿٣٤﴾	(خدا نے) کہا کہ تو اس جگہ سے نکل جا کہ تو مردود (رد کیا ہوا) ہے۔(۳۴)
وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣٥﴾	اور یقیناً تجھ پر قیامت تک لعنت ہوگی۔(۳۵)
قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿٣٦﴾	(اس نے) عرض کیا کہ اے رب پس تو مجھ کو مہلت دے اس دن تک کے لئے جبکہ سب محشور کیے جائیں گے۔(۳۶)
قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٣٧﴾	(خدا نے) فرمایا: پس تو مہلت پانے والوں میں سے ہے۔(۳۷)
اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿٣٨﴾	اس وقت تک کے لئے جو معین ہے۔(۳۸)
قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾	(اس نے) کہا کہ اے میرے رب میں قسم کھاتا ہوں اس کی جس کی وجہ سے تو نے مجھ کو ناامید (اور گمراہ) کیا ہے کہ میں (اولادِ آدمؑ کی نظروں میں) زینت دوں گا گناہوں کو زمین میں، اور (اس طرح) ضرور ان سب کو راہِ راست سے دور کروں گا۔(۳۹)
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾	مگر یہ کہ تیرے مخلص بندے (کہ وہ میرے قبضہ میں نہ آئیں گے)۔(۴۰)

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾

(خدا نے) کہا یہی وہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا پہنچتا ہے۔(۴۱)

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾

یقیناً میرے بندوں پر تو تجھ کو قابو نہ ہوگا مگر وہ جو تیری پیروی کرنے والے ہو جائیں، بھٹکے ہوؤں میں سے۔(۴۲)

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور یقیناً جہنم ان سب کا ٹھکانہ ہوگا۔(۴۳)

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع ۱۹/۳

اس (جہنم) کے سات دروازے ہیں۔اس کے ہر دروازے کے لئے ایک تقسیم کیا ہوا حصّہ ہے۔(۴۴)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾

یقیناً متقی لوگ تو جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔(۴۵)

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾

(ان سے کہا جائے گا کہ) داخل ہو جاؤ اس میں سلامتی اور امان کے ساتھ۔(۴۶)

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾

اور ہم دور کر دینگے ان کے دلوں میں جو کینہ و حسد تھا۔ وہ بھائی بھائی کی حیثیت سے باہم ایک دوسرے کے مقابل تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔(۴۷)

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾

ان کو ان جنتوں میں نہ کوئی رنج پہنچے گا اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔(۴۸)

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾

(اے رسولؐ) میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں یقیناً بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہوں۔(۴۹)

وقف لازم

وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾

اور یقیناً یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔(۵۰)

وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ ﴿۵۱﴾

اور ان کو ابراہیمؑ کے مہمانوں کا واقعہ سنادو۔(۵۱)

اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾

کہ جب وہ ان کے پاس آئے پس بولے کہ تم پر سلام ہو۔(ابراہیمؑ نے) کہا کہ ہم تو تم سے خوفزدہ ہیں۔(۵۲)

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۵۳﴾

(فرشتوں نے) کہا کہ خوف نہ کرو ہم یقیناً تم کو ایک صاحبِ علم لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔(۵۳)

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾

(ابراہیمؑ نے) کہا کہ کیا تم مجھ کو ایسی حالت میں خوشخبری دیتے ہو جبکہ مجھ پر بڑھاپا چھا گیا ہے۔تم کس بات کی خوشخبری دیتے ہو؟(۵۴)

قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾

(فرشتوں نے) کہا کہ ہم تم کو صحیح خوشخبری دیتے ہیں۔پس تم مایوس ہونے والوں میں سے نہ ہو۔(۵۵)

قَالَ وَ مَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

فرمایا: اور جو مایوس ہووے اپنے رب کی رحمت سے مگر یہ کہ وہ گمراہ ہوتا ہے۔(۵۶)

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾

(ابراہیمؑ نے) کہا کہ اے قاصدو تمہارا کیا مقصد ہے؟(۵۷)

قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ۙ﴿۵۸﴾

انہوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔(۵۸)

إِلَّآ ءَالَ لُوطٍ ۖ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ
أَجْمَعِينَ ﴿٥٩﴾

سوائے آل لوطؑ کے کہ ہم ان سب کو ضرور نجات دیں گے۔(۵۹)

إِلَّا امْرَأَتَهُۥ قَدَّرْنَآ ۙ إِنَّهَا لَمِنَ
الْغَٰبِرِينَ ﴿٦٠﴾ ع ١٦/٤

مگر اس کی زوجہ کہ ہم نے اندازہ لگا لیا ہے کہ یقیناً وہ ضرور پیچھے رہ جانے والی ہوگی۔(۶۰)

فَلَمَّا جَآءَ ءَالَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ﴿٦١﴾

پس جبکہ یہ قاصد آل لوطؑ کے پاس پہنچے۔(۶۱)

قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ﴿٦٢﴾

(تو لوطؑ نے) کہا کہ تم تو اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہو۔(۶۲)

قَالُوا۟ بَلْ جِئْنَٰكَ بِمَا كَانُوا۟ فِيهِ
يَمْتَرُونَ ﴿٦٣﴾

(تو فرشتوں نے) کہا: بلکہ ہم تو وہ چیز آپ کے پاس لائے ہیں جس کے بارے میں وہ لوگ شک کیا کرتے تھے۔(۶۳)

وَأَتَيْنَٰكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ ﴿٦٤﴾

اور ہم آپ کے پاس حق لیکر آئے ہیں اور یقیناً ہم ضرور صادق القول ہیں۔(۶۴)

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ
اتَّبِعْ أَدْبَٰرَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ
أَحَدٌ وَامْضُوا۟ حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٥﴾

پس تم چلے جاؤ اپنے کنبہ کے ساتھ کچھ رات گزرنے پر اور ان کے پیچھے چلتے رہو، اور تم میں سے کوئی بھی مڑ کر پیچھے نہ دیکھے، اور جاؤ وہاں (شام میں) جہاں تم کو حکم دیا گیا ہے۔(۶۵)

وَقَضَيْنَآ إِلَيْهِ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ
هَٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ﴿٦٦﴾

اور ہم نے اس کو یہ حکم قطعی طور پر دیا کہ ان سب کی جڑ صبح ہوتے ہی کاٹ دی جائے گی۔(۶۶)

وَجَآءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

اور اس شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے

يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾

آئے۔(۶۷)

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِىْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾

(لوطؑ نے) کہا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ پس تم مجھ کو رسوا نہ کرو۔(۶۸)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾

اور خدا سے ڈرو اور مجھ کو ذلیل نہ کرو۔(۶۹)

قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾

ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہم نے تم کو منع نہیں کیا تھا تمام جہان کے لوگوں کے آنے سے۔(۷۰)

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾

(لوطؑ نے) کہا کہ اگر تم کو کچھ کرنا ہی ہے تو یہ میری بیٹیاں موجود ہیں۔(۷۱)

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِىْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾

(اے رسولؐ) تیری جان کی قسم وہ لوگ اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے۔(۷۲)

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾

پس ان کو صبح ہوتے ہی ایک مہیب آواز نے آ پکڑا۔(۷۳)

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾

پس ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا اور ان پر ہم نے سخت مٹی کے پتھر برسائے۔(۷۴)

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾

یقیناً اس واقعہ میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں (دلیلیں اور سبق) ہیں۔(۷۵)

وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾

اور یقیناً اس بستی کے نشان راستہ پر موجود

ہیں۔(۷۶)

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۷۷﴾

یقیناً اس واقعہ میں مومنین کے لئے ایک آیت (سبق) ہے۔(۷۷)

وَ اِنۡ کَانَ اَصۡحٰبُ الۡاَیۡکَۃِ لَظٰلِمِیۡنَ ﴿۷۸﴾

اور اصحابِ ایکہ بیشک ظالم تھے۔(۷۸)

وقف لازم

فَانۡتَقَمۡنَا مِنۡہُمۡ ۘ وَ اِنَّہُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۷۹﴾

ع ۱۹ ۵

پس ہم نے ان کی بداعمالی کی سزا دی اور یقیناً (ایکہ و سدوم) ان دونوں کی نشانیاں (کھنڈرات) شاہراہ پر موجود ہیں۔(۷۹)

وَ لَقَدۡ کَذَّبَ اَصۡحٰبُ الۡحِجۡرِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۸۰﴾

اور یقیناً اصحابِ حجر (ثمود) نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔(۸۰)

وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ اٰیٰتِنَا فَکَانُوۡا عَنۡہَا مُعۡرِضِیۡنَ ﴿۸۱﴾

اور ہم نے ان کو نشانیاں دی تھیں پس وہ ان آیات سے منحرف رہے۔(۸۱)

وَ کَانُوۡا یَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا اٰمِنِیۡنَ ﴿۸۲﴾

اور وہ پہاڑوں کو تراش کر محفوظ مکان بناتے رہے۔(۸۲)

فَاَخَذَتۡہُمُ الصَّیۡحَۃُ مُصۡبِحِیۡنَ ﴿۸۳﴾

پس صبح ہوتے ہوئے ان کو چنگھاڑ نے آ پکڑا۔(۸۳)

فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۸۴﴾

پس جو کچھ بھی وہ حاصل کیا کرتے تھے وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آیا۔(۸۴)

وَ مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ مَا

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان

بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾

دونوں کے درمیان میں ہے اس کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور یقیناً قیامت ضرور آنے والی ہے۔ پس تم (اے رسولؐ) ان سے درگزر کرتے رہو بہ حسنِ سلوک۔(۸۵)

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾

یقیناً تیرا رب وہی تو ہے جو بہت زیادہ پیدا کرنے والا اور علم رکھنے والا ہے۔(۸۶)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾

اور یقیناً ہم نے تم کو (اے رسولؐ) سبعہ مثانی (سات آیات والی سورہ فاتحہ) اور قرانِ عظیم عطا کیا ہے۔(۸۷)

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

(اے رسولؐ) تم اپنی نظر نہ ڈالو اس پر جو ہم نے ان میں سے بعض گروہوں کو نفع پہنچانے کی چیزیں دے رکھی ہیں، اور تم ان پر مغموم بھی نہ ہو، اور تم مومنین کے ساتھ بہ تواضع پیش آتے رہو۔(۸۸)

وَ قُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ۚ

اور کہہ دو کہ میں تو صرف ظاہر بہ ظاہر ڈرانے والا ہوں۔(۸۹)

كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ۙ

جیسا کہ ہم نے قران کو نازل کیا تھا تقسیم کرنے والوں پر۔(۹۰)

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾

وہ لوگ جنہوں نے قران کو پارہ پارہ کر دیا۔(۹۱)

فَوَ رَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ۙ

پس (اے رسولؐ) تیرے رب کی قسم ہم ضرور مواخذہ کریں گے ان سب سے۔(۹۲)

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

اس کے بارے میں کہ جو کچھ وہ کیا کرتے

تھے۔(۹۳)

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۹۴﴾

اب (اے رسولؐ) تم صاف صاف سنا دو جس کا تم کو حکم دیا جاتا ہے اور مشرکین سے منہ پھیر لو۔(۹۴)

اِنَّا كَفَيۡنٰكَ الۡمُسۡتَهۡزِءِيۡنَۙ ﴿۹۵﴾

یقیناً ہم مذاق اُڑانے والوں سے تم کو محفوظ رکھیں گے۔(۹۵)

الَّذِيۡنَ يَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ‌ۚ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۶﴾

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں۔ پس عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔(۹۶)

وَ لَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّكَ يَضِيۡقُ صَدۡرُكَ بِمَا يَقُوۡلُوۡنَۙ ﴿۹۷﴾

اور ہم بے شک جانتے ہیں کہ تیرا سینہ تنگی کرتا ہے اس سے جو کچھ کہ لوگ کہتے ہیں۔(۹۷)

فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَ كُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَۙ ﴿۹۸﴾

پس تم اپنے رب کی حمد و ثنا کی تسبیح پڑھو اور ساجدین میں رہو۔(۹۸)

ع٦ وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ ﴿۹۹﴾

اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتیٰ کہ یقینی شئے تمہارے پاس آئے (یعنی موت کے آنے تک)۔(۹۹)

سورۃ النحل

آیتیں ١٢٨ — ١٦ سُوۡرَةُ النَّحۡلِ مکی ٧٠ — رکوعاتھا ١٦

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

اَتٰۤى اَمۡرُ اللّٰهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡهُ‌ ؕ

(اے اہل مکہ) حکمِ خدا آ گیا پس تم اس کی

سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۝١

جلدی نہ کرو اور وہ خدا منزہ و پاک اور برتر ہے اس سے جن کو تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو۔(۱)

يُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ۝٢

وہ فرشتوں کو روح (وحی) دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے تا کہ تم ڈراؤ کہ یقیناً نہیں ہے کوئی اللہ مگر میں، پس مجھ سے ہی ڈرو۔ (۲)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۝٣

اس نے آسمانوں اور زمین کو مکمل اور حق کے ساتھ (بامقصد) بنایا ہے۔ جن چیزوں کو لوگ اس کا شریک قرار دیتے ہیں وہ (خدا) ان سے برتر و اعلیٰ ہے۔ (۳)

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ۝٤

اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ پھر وہ جھگڑالو، بیان کرنے والا بن گیا۔ (۴)

وَ الۡاَنۡعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَـكُمۡ فِيۡهَا دِفۡءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ۝٥

اس نے چوپائے خلق کیے، جن میں تمہارے لئے جاڑے کا سامان بھی ہے اور منافع بھی ہے اور اس میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ (۵)

وَ لَكُمۡ فِيۡهَا جَمَالٌ حِيۡنَ تُرِيۡحُوۡنَ وَحِيۡنَ تَسۡرَحُوۡنَ ۝٦

اور ان میں تمہارے لئے زینت بھی ہے جبکہ تم شام اور صبح (چرانے) لے جاتے ہو۔ (۶)

وَ تَحۡمِلُ اَثۡقَالَـكُمۡ اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا بٰلِغِيۡهِ اِلَّا بِشِقِّ الۡاَنۡفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۝٧

اور وہی چوپائے تمہارے بھاری بوجھ ان شہروں تک لاد کر لے جاتے ہیں جن تک تم بغیر سخت محنت کے پہنچ ہی نہ سکتے تھے۔ یقیناً تمہارا رب بہت رحم کرنے والا اور شفقت کرنے والا ہے۔ (۷)

وَّالْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ
لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿٨﴾

اور اسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زینت ہوں اور وہ پیدا کرے گا ان چیزوں (سواریوں) کو جو تم نہیں جانتے ہو۔ (۸)

وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا
جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩﴾ ع ٩ ٧

اور اللہ کے ذمہ ہے راہِ راست دکھا دینا جبکہ ان میں راہِ کج بھی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو البتہ تم سب کو ہدایت کر دیتا۔ (۹)

هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ
تُسِيْمُوْنَ ﴿١٠﴾

وہ خدا وہی تو ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی اتارا، جس میں سے تم پیتے ہو اور اسی پانی سے درخت پیدا ہوتے ہیں جن میں تم مویشی چراتے ہو۔ (۱۰)

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ
النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ
الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿١١﴾

اسی پانی سے تمہارے لئے وہ زراعت پیدا کرتا ہے اور زیتون اور کھجور کے درخت اور انگور کے درخت اور ہر قسم کے پھل۔ یقیناً اس میں آیت (نشانی اور دلیل) ہے ان لوگوں کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں۔ (۱۱)

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ
الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ
بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ۙ﴿١٢﴾

اور اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو تمہارا مطیع بنا دیا ہے اور تمام نجوم اس خدا کے حکم کے تابع ہیں۔ یقیناً اس میں بھی ان لوگوں کے لئے (خدائی) نشانیاں موجود ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ (۱۲)

وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا

اور جو کچھ اس نے زمین پر پھیلا دیا ہے ان کا

اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ۝۱۳

رنگ جدا جدا ہے۔ یقیناً اس میں خدا کی نشانی (دلیل) موجود ہے ان لوگوں کے لئے جو یاد رکھتے ہیں۔(۱۳)

وَ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَی الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝۱۴

اور وہ خدا وہی ہے جس نے سمندر کو تمہارا مطیع کر دیا ہے کہ اس میں سے تم تازہ بہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور بنانے کی چیزیں نکال کر پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے کشتی کو جو اس سمندر میں چیرتی ہوئی جاتی ہے اور وہ اس لئے ہے کہ تم اس خدا کے فضل کے طالب رہو اور شاید کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔(۱۴)

وَ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝۱۵ ۙ

اور اس نے قائم کر دیئے زمین میں پہاڑ کہ وہ تم کو لیکر کسی طرف جھک نہ جائے اور نہریں اور راستے بنا دیئے کہ شاید تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔(۱۵)

وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ۝۱۶

اور علامتیں مقرر کر دیں اور ستارہ کے ذریعہ وہ لوگ راہ پاتے ہیں۔(۱۶)

اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝۱۷

کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس کے مانند ہو سکتا ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتا ہے؟ پھر تم کیوں غور و فکر نہیں کرتے؟(۱۷)

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝۱۸

اور اگر تم خدا کی نعمات کو شمار کرو گے تو اس کا احاطہ نہ کر سکو گے۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۱۸)

وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا

اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم

تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾

ظاہر کرتے ہو۔(۱۹)

وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا
يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾

اور وہ لوگ جو خدا کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔(۲۰)

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ
ع ١٢ ٨ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾

وہ مُردے ہیں جن میں زندگی نہیں ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ وہ خود کب پھر سے زندہ کیے جائیں گے؟(۲۱)

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّ هُمْ
مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾

تمہارا معبود خدائے یکتا ہے۔ پس جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر، ان کے دل منکر ہیں اور وہ خود تکبر پسند ہیں۔(۲۲)

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ
مَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ
الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾

کوئی ہرج نہیں، یقیناً اللہ تو جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ یقیناً خدا تکبر اور غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۲۳)

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ
قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾

اور جب ان سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ انہوں نے کہہ دیا یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہیں۔(۲۴)

لِيَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ
الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ
يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا

نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن وہ اپنا پورا پورا بوجھ اٹھائیں گے اور ان کا بوجھ بھی جن کو انہوں نے گمراہ کیا تھا جبکہ وہ بے علم تھے۔ آگاہ ہو کہ کتنا برا

ع يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾

ہے جو وہ گناہ کا بوجھ جو وہ اٹھاتے ہیں۔(۲۵)

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾

بے شک جو ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی مکر کیا پس ان کو بنیاد سے خدا نے مٹا دیا۔ پس ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر عذاب وہاں سے آیا کہ وہ اس کو سمجھتے ہی نہ تھے۔(۲۶)

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿٢٧﴾

پھر روزِ قیامت خدا ان کو رسوا کرے گا اور فرمائے گا کہ میرے شریک (جو تم نے قرار دیئے تھے) کہاں ہیں؟ جن کے سبب سے تم دشمنی کیا کرتے تھے انبیاء و مومنین سے اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ یہ کہیں گے کہ یقیناً آج کے دن کی رسوائی اور عذاب کافروں کے لئے ہے۔(۲۷)

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾

یہ وہ لوگ ہوں گے کہ فرشتے ان کا خاتمہ اس حالت میں کرتے ہیں کہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ پس وہ (موت دیکھ کر) ظاہر کریں گے اپنی اطاعت اور کہیں گے کہ ہم تو کوئی بدی نہیں کرتے تھے۔ یقیناً اللہ وہ سب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔(۲۸)

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾

پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ اسی میں رہو۔ یقیناً بہت ہی برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا۔(۲۹)

وَ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ

اور جو لوگ متقی ہیں (جو گناہوں سے بچتے ہیں)

رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ
هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ
خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۳۰﴾

ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا نازل کیا ہے تمہارے پروردگار نے؟ انہوں نے جواب دیا کہ خیر جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیکی ہے اور البتہ آخرت کا گھر (اس سے بھی) بہتر ہے اور متقین کا گھر یقیناً اچھا ہے۔ (۳۰)

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ
كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۙ﴿۳۱﴾

جنتیں دوامی ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔ ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اس جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ ایسا ہی بدلہ دے گا اللہ متقین کو۔ (۳۱)

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ
يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

وہ لوگ ہوں گے جن کو فرشتے موت دینگے۔ ایسی حالت میں کہ وہ پاک و پاکیزہ ہوں گے اور فرشتے ان سے کہتے ہوں گے سلامٌ علیکم (تم پر سلامتی ہو) تم جنت میں داخل ہو جاؤ، اس عمل کے بدلہ میں جو تم کیا کرتے تھے۔ (۳۲)

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ
فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ
اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾

(کافر) کیا اس انتظار میں ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آجائیں یا تمہارے رب کا حکم (عذاب) ان پر آجائے؟ ایسا ہی کیا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنے نفسوں (جانوں) پر ظلم کرتے تھے۔ (۳۳)

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ
بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ع ﴿۳۴﴾ ع ۹ ۱۰

پس ان کے اعمال کی برائی ان کو پہنچی اور ان کو آگھیرا اس چیز نے جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ (۳۴)

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝٣٥

اور جن لوگوں نے شرک کیا انہوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس (خدا) کے علاوہ کسی چیز کی عبادت نہ کرتے۔ ہم بھی اور ہمارے باپ دادا بھی اور نہ اس (خدا) کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ایسا ہی ان لوگوں نے کیا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ پس کیا رسولوں کی ذمہ داری (پیغام) پہنچانے کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟ (۳۵)

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝٣٦

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول مبعوث کیا (اس کا پیام تھا) کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (شیطان، ظالم حکمران) سے دور رہو۔ پس ان میں سے ایسے بھی تھے کہ اللہ نے اِن کو ہدایت کی اور کچھ ایسے بھی تھے جن پر گمراہی مُسلَّم ہوگئی۔ پس تم زمین کی سیر و سیاحت کرو۔ پس دیکھو کہ پیغامِ خدا کو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ (۳۶)

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٣٧

اگر تم (اے محمدؐ) ان کی ہدایت پانے پر حریص ہو پس یقیناً اللہ اس کی ہدایت نہیں کرتا جس کو وہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہو گا۔ (۳۷)

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٣٨ۙ

اور انہوں نے اللہ کی قسمیں جتنی بھی ان کے امکان میں تھیں کھا کر کہا کہ جو مر جائے گا اس کو اللہ پھر زندہ نہ کرے گا (روزِ حشر)۔ (حالانکہ) اس کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے ہیں۔ (۳۸)

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَ
لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا
كٰذِبِيْنَ ﴿٣٩﴾

غرض (اس سے خدا کی) یہ ہوگی کہ وہ ظاہر کردے ان لوگوں پر جو اس (اللہ) کے بارے میں اختلاف کرتے تھے اور جنہوں نے انکار کیا تھا وہ (سب) جان لیں کہ یقیناً وہ سب جھوٹے تھے۔ (۳۹)

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ
ع ١١ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٠﴾

سوائے اس کے نہیں ہے کہ کسی شئے کے بارے میں ہمارا قول جبکہ ہم اس کے خلق کرنے کا ارادہ کر لیں، تو بس یہ ہے کہ ہم اس کے لئے کہہ دیں کہ 'ہو جا' بس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ (۴۰)

وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا
ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَ
وقف لازم لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾

اور جن لوگوں نے راہِ خدا میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا، تو ہم ضرور ان کو دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو اس سے بھی بہت بڑا ہوگا۔ کاش وہ لوگ جانتے ہوتے۔ (۴۱)

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾

جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر توکل کیا۔ (۴۲)

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا
نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾

اور ہم نے نہیں بھیجا تم سے پہلے مگر ان مردوں کو جن کی طرف ہم نے وحی کی تھی۔ پس تم صاحبانِ ذکر سے دریافت کرو اگر تم نہیں جانتے ہو۔ (۴۳)

بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ ۭ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ

(ان رسولوں کو مبعوث کیا تھا) روشن دلیلیں اور کتابیں دے کر اور (اے محمدؐ) تم پر ہم نے قرآن نازل کیا تاکہ تم لوگوں پر بیان کردو جو کچھ ان کے لئے

النصف

لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾

نازل کیا گیا ہے شاید کہ وہ غور وفکر کر لیں۔(۴۴)

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾

کیا امان پا گئے وہ لوگ جنہوں نے مکّاری سے گناہ کیے؟ اور کیا وہ اس سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر عذاب اس طرف سے آئے کہ وہ کچھ نہ سمجھیں۔(۴۵)

اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾

یا عذابِ خدا ان کو چلتی پھرتی حالت میں پکڑ لے۔ پھر وہ خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔(۴۶)

اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾

یا ان کو بعد خوف دلانے کے پکڑے پس یقیناً تمہارا پروردگار بہت مہربان رحم کرنے والا ہے۔(۴۷)

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ الشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾

کیا انہوں نے ان چیزوں کی طرف نہیں دیکھا جو خدا نے پیدا کی ہیں کہ ان کا سایہ دائیں اور بائیں جانب سے ڈھلتا ہے خدا کا سجدہ کرتے ہوئے اور وہ سب مطیع ہیں۔(۴۸)

وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾

اور خدا ہی کا سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ہر زمین پر چلنے والی چیز، اور تمام فرشتے (خدا ہی کی اطاعت کرتے ہیں) اور وہ تکبر نہیں کرتے۔(۴۹)

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۩ ﴿٥٠﴾

السجدة ۳ ع ۱۲

بلکہ وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں جو ان پر غالب و برتر ہے اور وہی کام کرتے ہیں جن کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔(۵۰)

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٥١﴾

اور خدا نے فرمایا کہ دو معبود نہ بناؤ، سوائے اس کے نہیں ہے کہ وہ خدائے واحد ہے۔ پس مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ (۵۱)

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿٥٢﴾

اور اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ اور اسی کے لئے ہے اطاعت واجب طور پر۔ کیا خدا کے علاوہ کسی اور سے ڈرو گے؟ (۵۲)

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ﴿٥٣﴾ۚ

اور جو نعمت بھی تم کو ملی ہے پس وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر جب تم پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تم اسی سے فریاد کرتے ہو۔ (۵۳)

ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ۙ

پھر جب وہ تم سے مصیبت دور کر دیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ خدا کا شریک قرار دیتا ہے۔ (۵۴)

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٥﴾

تاکہ جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس سے متعلق وہ کفرانِ نعمت کریں۔ پس تم فی الحال فائدہ حاصل کرلو۔ آگے چل کر تم کو معلوم ہو جائے گا۔ (۵۵)

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْــَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٦﴾

اور ٹھہراتے ہیں ایک حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے ان کے لئے جن کو وہ جانتے بھی نہیں ہیں۔ خدا کی قسم جو باتیں تم بنا رہے ہو اس کے بارے میں ضرور تم سے پوچھا جائے گا۔ (۵۶)

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٥٧﴾

اور اللہ کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہیں وہ جو پاک منزّہ ہے اور اپنے لئے جو چاہتے ہیں۔ (وہ قرار دیتے ہیں)۔ (یعنی اپنے لئے بیٹے اور خدا کے

لئے بیٹیاں قرار دیتے ہیں)۔(۵۷)

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِالۡاُنۡثٰى ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِيۡمٌ ۚ﴿۵۸﴾

اور جب ان میں سے کسی کو ولادتِ دختر کی خبر دی جاتی ہے تو وہ دل میں گھٹتا ہے اور اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے۔(۵۸)

يَتَوَارٰى مِنَ الۡقَوۡمِ مِنۡ سُوۡٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمۡسِكُهٗ عَلٰى هُوۡنٍ اَمۡ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ﴿۵۹﴾

وہ اپنی قوم سے پوشیدہ رہتا ہے بوجہ اس برائی کے جس کی اس کو بشارت دی گئی تھی کہ اس کو باوجود ذلت و اہانت کے (اپنی بیٹی کو زندہ) باقی رہنے دے، یا چپ چاپ اس کو مٹی میں دفن کر دے۔ غور تو کرو یہ لوگ کیسے بُرے فیصلے کرتے ہیں!(۵۹)

لِلَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوۡءِ ۚ وَلِلّٰهِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰى ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۶۰﴾ ع ١٠ / ١٣

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لئے بُری مثال ہے اور اللہ کے لئے اعلیٰ مثال ہے (کیونکہ) اور وہ غالب حکمت والا ہے۔(۶۰)

وَلَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلۡمِهِمۡ مَّا تَرَكَ عَلَيۡهَا مِنۡ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ﴿۶۱﴾

اور اگر اللہ لوگوں کا مواخذہ ان کے ظلم کے سبب سے کرتا تو زمین پر کسی چلنے والے کو نہیں چھوڑتا لیکن ان کو ایک مدت معینہ تک (امتحان لینے کے لئے) ڈھیل میں ڈالے ہوئے ہے۔ پس جب ان کا وقت معینہ آجائے گا تو ایک ساعت کے لئے بھی نہ وہ پیچھے رہیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔(۶۱)

وَيَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰهِ مَا يَكۡرَهُوۡنَ وَتَصِفُ اَلۡسِنَتُهُمُ الۡكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الۡحُسۡنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمۡ

اور اللہ کے لئے وہی چیز قرار دیتے ہیں جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ اچھی اچھی چیزیں خود انہی کے لئے

مُّفۡرَطُوۡنَ ﴿٦٢﴾

ہیں۔ضرور جہنم ان کے لئے ہے اور وہ اس کی طرف بڑھائے جارہے ہیں۔(٦٢)

تَاللّٰهِ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنۡ
قَبۡلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ
فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الۡيَوۡمَ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ
اَلِيۡمٌ ﴿٦٣﴾

خدا کی قسم ہم نے تم سے پہلے امتوں کی طرف یقیناً رسول بھیجے تھے۔ پس شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نظروں میں زینت دے دیا۔ پس وہی ان کا اس دن ولی ہو گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔(٦٣)

وَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اِلَّا
لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ ۙ وَ
هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿٦٤﴾

(اے رسولؐ) ہم نے کتاب (قرآن) نہیں نازل کی ہے مگر اس بات کو کھول کر بیان کرنے کے لئے کہ جس جس بارے میں یہ لوگ اختلاف کر چکے ہیں اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہو۔(٦٤)

وَاللّٰهُ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا
بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ﴿٦٥﴾ ع ٨ ١٤

اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پس اس کے ذریعہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی (دلیل) ہے جو لوگ سنتے ہیں۔(٦٥)

وَ اِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ
نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ
وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴿٦٦﴾

اور یقیناً تمہارے لئے چوپایوں میں قابلِ غور بات ہے اور ہم تم کو پلاتے ہیں جو کچھ ان کے شکموں میں ہے، گوبر اور خون سے الگ کر کے، خالص دودھ جو پینے والوں کے لئے بہت ہی خوشگوار ہوتا ہے۔(٦٦)

وَ مِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَ الۡاَعۡنَابِ

اور (ہم نے پھل پیدا کیے) کھجور اور انگور جن

تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

سے تم نشہ آور اور پاک روزی بناتے ہو۔ یقیناً اس میں صاحبانِ عقل کے لئے نشانی (دلیل) موجود ہے۔(٦٧)

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۙ﴿۶۸﴾

اور (اے رسولؐ) تیرے رب نے شہد کے مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تو پہاڑوں میں گھر بنا لے اور درختوں میں اور ان چھتوں میں جو لوگ بنا لیتے ہیں۔(٦٨)

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

پھر ہر پھل میں سے تو کھا اور اپنے رب کے راستوں میں (عاجزی و انکساری سے) چل۔ اسی شہد کی مکھی کے شکم سے شربت مختلف رنگ کا نکلتا ہے۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ یقیناً اس میں نشانی ہے غور وفکر کرنے والوں کے لئے۔(٦٩)

وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ۫ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ ع ٩ ١٥

اور اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے۔ پھر وہی تم کو موت دے گا اور تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو نکمّی عمر کو پہنچ جاتا ہے کہ جاننے کے بعد پھر لاعلم ہو جائے۔ یقیناً اللہ علم رکھنے والا اور قدرت والا ہے۔(٧٠)

وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ

اور اللہ نے رزق میں تم میں سے بعض کو بعض پر برتری دی ہے۔ پس وہ لوگ جن کو رزق میں برتری دی گئی ہے وہ اپنے ماتحتوں یا مملوک (غلاموں،

سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعۡمَةِ اللّٰهِ یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۷۱﴾

نوکروں) کو دینے والے نہیں ہیں۔ پس وہ سب مساوی ہیں رزق کے معاملے میں پھر کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں؟ (۷۱)

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ بَنِیۡنَ وَحَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ وَ بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ هُمۡ یَكۡفُرُوۡنَ ﴿۷۲﴾ۙ

اور اللہ نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لئے ازواج (جوڑیاں) بنائی ہیں اور تمہاری ازواج (بیویوں) سے تمہارے واسطے بیٹے اور پوتے بنا دیئے اور پاک اشیاء کو تمہاری روزی قرار دیا۔ تو کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان لائیں گے اور خدا کی نعمات کا انکار کرتے رہیں گے؟ (۷۲)

وَیَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمۡلِكُ لَهُمۡ رِزۡقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ شَیۡـًٔا وَّ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ﴿۷۳﴾ۚ

اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے رہیں گے جو آسمان اور زمین کی کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ وہ اور ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ (۷۳)

فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰهِ الۡاَمۡثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۴﴾

پس تم اللہ کے واسطے مثالیں نہ گھڑو۔ یقیناً اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔ (۷۴)

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبۡدًا مَّمۡلُوۡكًا لَّا یَقۡدِرُ عَلٰی شَیۡءٍ وَّ مَنۡ رَّزَقۡنٰهُ مِنَّا رِزۡقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنۡفِقُ مِنۡهُ سِرًّا وَّجَهۡرًا ؕ هَلۡ یَسۡتَوٗنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۵﴾

اللہ نے ایک ایسے غلام کی مثال دی ہے جو دوسرے کی ملکیت ہو اور کسی چیز کا اختیار نہ رکھتا ہو اور (دوسرا وہ) جس کو ہم نے اپنے پاس سے اعلیٰ اور پاک رزق دیا ہے۔ پس وہ اس میں سے مخفی اور ظاہر طور پر خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر

لوگ نہیں جانتے۔(۷۵)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيۡنِ
اَحَدُهُمَاۤ اَبۡكَمُ لَا يَقۡدِرُ عَلٰى شَيۡءٍ وَّهُوَ
كَلٌّ عَلٰى مَوۡلٰٮهُ ۙ اَيۡنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاۡتِ
بِخَيۡرٍ ؕ هَلۡ يَسۡتَوِىۡ هُوَ ۙ وَمَنۡ يَّاۡمُرُ
ع ١٦ بِالۡعَدۡلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝۷۶

اور اللہ نے دو شخصوں کی مثال بیان کی ہے کہ ایک تو ان میں سے پیدائشی گونگا ہے جس کو کسی شئے پر قدرت نہیں ہے اور وہ اپنے مالک پر بار بھی ہے کہ جدھر وہ اس کو بھیجے تو کوئی بھلائی (فائدہ) نہ لائے۔ پس کیا وہ برابر ہو سکتا ہے اس کے جو عدل کے ساتھ حکومت کرتا ہے اور وہ خود راہِ راست پر ہے؟(۷۶)

وَلِلّٰهِ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ
وَمَاۤ اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ
هُوَ اَقۡرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ
قَدِيۡرٌ ۝۷۷

اور اللہ کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب اور ساعت (قیامت) کا معاملہ جو نہیں ہے مگر صرف پلک جھپکنے کا وقت یا وہ اس سے بھی قریب تر ہوگا۔ یقیناً اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔(۷۷)

وَاللّٰهُ اَخۡرَجَكُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ
اُمَّهٰتِكُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَـكُمُ
السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصٰرَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمۡ
تَشۡكُرُوۡنَ ۝۷۸

اور اللہ نے تمہاری ماؤں کے پیٹ سے تم کو نکالا جبکہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے۔ شاید کہ تم شکر ادا کرو۔(۷۸)

اَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الطَّيۡرِ مُسَخَّرٰتٍ فِىۡ جَوِّ
السَّمَآءِ ؕ مَا يُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِىۡ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝۷۹

کیا ان لوگوں نے ان پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو فضائے آسمان میں تابعِ فرمان ہو کر اڑتے ہیں۔ ان کو نہیں روکتا فضا میں مگر اللہ۔ یقیناً اس میں نشانیاں موجود ہیں ایمان والوں کے لئے۔(۷۹)

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٨٠﴾

اور اللہ نے تمہارے مکانوں کو تمہارے سکون کی جگہ بنایا۔ اور چوپایوں کی کھالوں سے گھر (خیمے) قرار دیئے کہ تم ان کو اپنے سفر کے دن اور اپنے قیام کے دن سبک پاتے ہو۔ اور چوپایوں کی اُون سے اور اونٹوں کی اُون سے اور بکریوں کے بالوں سے تمہارے اوڑھنے اور بچھانے کا سامان اور نفع اُٹھانے کا اسباب ایک وقت معین تک کے لئے دیا۔(۸۰)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾

اور اللہ نے بنا دیئے سائے ان اشیاء سے جو اس نے پیدا کی ہیں اور تمہارے لئے پہاڑوں میں محفوظ پناہ گاہیں بنائیں اور تمہارے لئے ایسے لباس بھی بنا دیئے جو تم کو تمہاری جنگوں میں حملوں سے بچاتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی نعمت کو تم پر پوری کرتا ہے کہ شاید تم اطاعت گزار بن جاؤ۔(۸۱)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٨٢﴾

پس پھر بھی اگر وہ منحرف ہوں تو سوائے اس کے نہیں ہے کہ (اے رسولؐ) تم پر (صرف) واضح طور پر بیان کر دینا ہے (منوانا تمہارا کام نہیں ہے)۔(۸۲)

يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع

ع ١١/٧ ١٧

وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر بھی وہ انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر کافر ہیں۔(۸۳)

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ لَا هُمْ

اور جس دن ہم ہر امت کے گواہ کو زندہ کر کے اٹھائیں گے پھر کوئی اجازت نہ ہوگی ان لوگوں کے

يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٨٤﴾

لئے جو کافر ہو گئے اور نہ ان کا کوئی عذر ہی سنا جائے گا۔(۸۴)

وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٥﴾

اور جب وہ لوگ جنہوں نے ظلم اختیار کیا (اللہ کے) عذاب کو دیکھیں گے۔ پس ان پر عذاب کو کم نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو پھر مہلت دی جائے گی۔(۸۵)

وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٨٦﴾ ج

اور جب وہ لوگ جنہوں نے خدا کے شریک قرار دیئے ہیں اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب یہ ہیں ہمارے شرکاء جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔ پس وہ شرکاء الٹ دیں گے ان کا قول ان پر ہی کہ یقیناً تم جھوٹے ہو۔(۸۶)

وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِ السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٨٧﴾

اور وہ خدا کے حضور میں صلح پیش کریں گے اور جو وہ افتراء پردازیاں خدا کے بارے میں کیا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گی۔(۸۷)

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿٨٨﴾

وہ لوگ جو کافر ہوئے اور راہِ خدا سے روکا کرتے تھے تو ہم ان پر عذاب پر عذاب کریں گے کیونکہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔(۸۸)

وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَ جِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

اور جس دن ہر امت میں انہی میں سے ایک گواہ مبعوث کریں گے اور (اے محمدؐ) تم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ ہر شئے کا اس میں صاف صاف بیان

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ؏ ﴿٨٩﴾ ع ١٢ ١٨

ہے اور وہ کتاب ہدایت ہے اور رحمت ہے اور مسلمانوں (خدا کی اطاعت کرنے والوں) کے لئے بشارت ہے۔(۸۹)

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾

یقیناً اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا اور رشتہ داروں، قرابت داروں کو ان کے حقوق پہنچانے کا اور خدا منع کرتا ہے بے حیائی اور بدی اور بغاوت سے۔ وہ تم کو وعظ ونصیحت کرتا ہے شاید کہ تم یاد رکھو۔(۹۰)

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٩١﴾

اور عہدِ خدا کو وفا کرو جبکہ تم اس سے عہد کر چکے ہو اور قسموں کو نہ توڑو جبکہ تم پختہ قسمیں کھا چکے ہو اور بے شک جب تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو تو یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔(۹۱)

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِىْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَ لَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٢﴾

اور تم اس عورت کے مانند نہ ہوجانا جو اپنے کاتے ہوئے کو مضبوط ہو جانے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی کہ تم اپنی قسموں کو باہمی مکر و حیلہ کا ذریعہ بنا لو، تاکہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھی چڑھی رہے۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدا تمہاری اس کے ذریعہ آزمائش کرتا ہے اور ضرور وہ کھول کر بیان کر دے گا روزِ قیامت جس بارے میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔(۹۲)

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ

اور اگر اللہ نے چاہا ہوتا تو وہ تم کو ایک ہی امت

لٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴿۹۳﴾

بنا دیتا لیکن جس کو وہ چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہِ راست دکھا دیتا ہے اور ضرور مواخذہ اور سوال ہوگا، اس کے بارے میں جو تم کیا کرتے تھے۔ (۹۳)

وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴿۹۴﴾

اورتم اپنی قسموں کو باہمی مکر وحیلہ کا سبب نہ بناؤ کہ پس جمنے کے بعد پھر پاؤں اکھڑ جائیں اور چکھو بُرائی کا مزہ کہ تم راہِ خدا سے لوگوں کو روکتے تھے اور تمہارے لئے سخت عذاب ہے۔ (۹۴)

وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۹۵﴾

اور عہدِ خدا کو قلیل قیمت کے بدلہ نہ بیچو۔ یقیناً وہ خدا کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہوتے۔ (۹۵)

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۹۶﴾

اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہوجائے گا اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم ضرور جزا و بدلہ دینگے ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا، اس سے کہیں بہتر جو وہ عمل کرتے تھے۔ (۹۶)

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ج وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۹۷﴾

مردوں میں سے یا عورتوں میں سے جو بھی عملِ نیک کرے گا جبکہ وہ مومن ہوتو پس ضرور ہم اس کو زندہ رکھیں گے ایسی حالت میں کہ اس کو حیاتِ طیّبہ (اچھی پاک زندگی) حاصل رہے۔ اور ضرور ان کو ان کا اجر عطا کریں گے اس سے کہیں بہتر جو وہ عمل کرتے رہے تھے۔ (۹۷)

فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ﴿۹۸﴾	پس جس وقت تم (اے رسولؐ) قرآن کو تلاوت کرو، تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ طلب کر لیا کرو۔(۹۸)
اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾	یقیناً اس (شیطان) کا قابو ان لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے ہیں اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔(۹۹)
اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۳/۱۱/۱۹	سوائے اس کے نہیں ہے کہ وہ غالب ہے ان لوگوں پر جو اس کو اپنا ولی (سرپرست) قرار دیتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اس کے سبب سے مشرک ہیں۔(۱۰۰)
وَاِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ‌ ۙ وَّاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُفۡتَرٍ‌ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾	اور جب ہم نے کسی آیت کی جگہ کوئی آیت بدلی حالانکہ اللہ جو کچھ نازل فرماتا ہے وہ خود اس کا زیادہ علم رکھنے والا ہے، تو انہوں نے کہہ دیا کہ تُو تو مفتری (جھوٹ گھڑنے والا) ہے بلکہ ان میں کے اکثر علم نہیں رکھتے۔(۱۰۱)
قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَـقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾	(اے رسولؐ) کہہ دو کہ اس کو نازل کیا ہے روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ تاکہ ثابت قدم رکھے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور ہدایت اور بشارت ہو مسلمانوں کے لئے۔(۱۰۲)
وَلَقَدۡ نَـعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ‌ ؕ لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ	اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس کو ایک بشر تعلیم دیتا ہے، جبکہ اس کی زبان جس کی طرف یہ لوگ نسبت دیتے ہیں عجمی (فارسی) ہے حالانکہ یہ (قرآن تو)

مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾

زبان عربی ہے جو ظاہر ہے۔(١٠٣)

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ
لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾

یقیناً وہ لوگ جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ان کو اللہ ہدایت نہ کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(١٠٤)

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٥﴾

سوائے اس کے نہیں کہ جھوٹ تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ تو کاذب (جھوٹے) ہیں۔(١٠٥)

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا
مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ
لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ
غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

جس نے اللہ کا انکار کیا اپنے ایمان لانے کے بعد مگر یہ کہ اس پر جبر کیا گیا ہو حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، وہ مومن ہے۔لیکن جو دل کھول کر کفر کرے،تو بس ایسے ہی لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے عذابِ عظیم ہے۔(١٠٦)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى
الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠٧﴾

یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے یقیناً زندگانی دنیا کو آخرت پر محبوب تر رکھا اور یقیناً اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔(١٠٧)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَ
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿١٠٨﴾

یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے۔اور وہی لوگ وہ ہیں کہ جو (خدا اور آخرت سے) غافل ہیں۔(١٠٨)

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ

کوئی شک نہیں کہ آخرت میں یقیناً وہ لوگ

الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٠٩﴾

خسارہ (نقصان) اٹھانے والے ہیں۔(۱۰۹)

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ
بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ
رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٠﴾ ع

ع ١٤ ٢

پھر یقیناً تیرا رب ان لوگوں کا ولی (سرپرست اور مددگار) ہے جنہوں نے مصیبتوں کے برداشت کرنے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا۔ یقیناً تیرا رب ان (سب باتوں) کے بعد بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(۱۱۰)

يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ
نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١١١﴾

اس دن کہ آئے گا ہر شخص اپنے نفس (دل) سے سوال جواب کرتا ہوا اور ہر نفس (جان) کو جو جو وہ کیا کرتا تھا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔(۱۱۱)

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ
اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا
مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ
فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا
كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾

اور خدا نے ایک قریہ کی مثال بیان کی ہے جو بے خوف اور مطمئن تھا اور سامانِ رزق اس میں ہر طرف سے بکثرت چلا آتا تھا۔ پس وہاں کے باشندوں نے خدا کی نعمتوں کا انکار کیا تو خدا نے ان کے کرتوت کے بدلہ میں ان کو بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا۔(۱۱۲)

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ
ظٰلِمُوْنَ ﴿١١٣﴾

اور ان کے پاس ایک رسول انہی میں سے آیا۔ مگر انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ پھر ان کو عذاب نے آ گھیرا اور وہ سب ظالم تھے۔(۱۱۳)

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪

پس تم کھاؤ اس میں سے جو تم کو اللہ نے رزق دیا

وَّاشۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ اِيَّاهُ تَعۡبُدُوۡنَ۝۱۱۴

ہے حلال پاک چیزوں میں سے اور اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔(۱۱۴)

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ‌ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۝۱۱۵

سوائے اس کے نہیں ہے کہ تم پر حرام کیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ ذبیحہ جو اللہ کے سوائے کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، مگر جو حالتِ اضطرار (مجبوری) میں ہو، نہ کہ نافرمان اور نہ حد سے گزرنے والا ہو۔ پس یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(۱۱۵)

وَ لَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُكُمُ الۡكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفۡتَرُوۡا عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ‌ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ لَا يُفۡلِحُوۡنَؕ۝۱۱۶

اور تم نہ کہو جو تمہاری زبانوں سے جھوٹ نکلتا ہے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ خدا پر تم جھوٹا بہتان باندھنے لگو۔ یقیناً جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ فلاح (مکمل کامیابی) نہ پائیں گے۔(۱۱۶)

مَتَاعٌ قَلِيۡلٌ وَّ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ۝۱۱۷

یہ فائدہ قلیل ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(۱۱۷)

وَعَلَى الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا مَا قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ‌ۚ وَ مَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَ لٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ۝۱۱۸

اور ان پر جو یہودی تھے ہم نے وہ چیزیں حرام کی تھیں جن کا قصّہ ہم تم کو پہلے سُنا چکے ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔(۱۱۸)

www.kitabmart.in

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾

ع ١٥ ٩ ٢١

پھر ضرور تیرا رب ان لوگوں کے واسطے جنہوں نے بوجہ نادانی بدی کی پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو یقیناً تیرا رب اس کے بعد یقیناً بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔(۱۱۹)

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۙ

یقیناً ابراہیمؑ بذاتہٖ ایک مطیع امت (گروہ) تھے۔ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔(۱۲۰)

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾

وہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ خدا نے ان کو برگزیدہ کر لیا تھا (منتخب کر لیا تھا) اور ان کو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی تھی۔(۱۲۱)

وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ؕ

اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خیر و نیکی عطا کی تھی اور یقیناً وہ آخرت میں بھی صالحین میں سے ہیں۔(۱۲۲)

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

پھر ہم نے تمہاری طرف وحی کی کہ تم ملتِ ابراہیمؑ کی بہ خلوص پیروی کرو اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔(۱۲۳)

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

سوائے اس کے نہیں ہے کہ سبت (سنیچر کے دن) کی تعظیم ان لوگوں پر فرض کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا اور یقیناً تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا، ان معاملات کے بارے میں جن میں یہ لوگ باہم اختلاف کیا

کرتے تھے۔(١٢٤)

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ
ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٢٥﴾

(اے رسولؐ) تم اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظتِ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو بلاؤ اور ان سے ایسے طریقہ سے بحث کرو جو بہت ہی اچھا ہو۔ یقیناً تمہارا رب بہتر جانتا ہے اس کو جو اس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ بہتر جانتا ہے ان کو جو ہدایت یافتہ ہیں۔(١٢٥)

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا
عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ
لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿١٢٦﴾

اور اگر تم ان پر سختی کرو تو اتنی ہی سختی کرو جتنی کہ سختی تم سب پر کی گئی اور اگر تم سب صبر کرو تو یقیناً یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔(١٢٦)

وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا
تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا
يَمْكُرُوْنَ ﴿١٢٧﴾

اور (اے رسولؐ) صبر کرو اور نہیں ہے صبر تمہارا مگر خدا کی مدد سے۔ اور (اے رسولؐ) تم ان پر رنج و ملال نہ کرو اور نہ دل تنگ ہو اس پر جو کافر مکر (مکّاریاں) کرتے ہیں۔(١٢٧)

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ
هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿١٢٨﴾ ع ١٦/٩/٢٢

یقیناً اللہ ان کے ساتھ ہے جو صاحبانِ تقویٰ ہیں اور خدا اُن کے ساتھ ہے جو نیکیاں کرنے والے ہیں۔(١٢٨)

تفسیر سورۃ الحجر

آیت ۲:

امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ میدانِ حشر میں روزِ حشر ندا ہوگی جس کو تمام حاضرین سنیں گے لا یدخل الجنۃ اِلّا مسلم۔ (جنت میں سوائے مسلم کے کوئی داخل نہ ہوگا)۔ اس آواز کو سن کر کافرین مشرکین و منافقین اور غیر مذاہب والے حسرت کریں گے مگر ان کی حسرت یا آرزو کسی کام نہ آئے گی۔ علاوہ اس کے یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ خدائے قدیر نے اپنے محبوب رسولؐ کو بتایا ہے کہ اے رسولؐ آج یہ لوگ تمہاری بات کو نہیں مانتے ہیں۔ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ ان کو خود محسوس ہوگا کہ اگر یہ اسلام قبول کر لیتے تو ان کو دنیا کی عزت، حکومت اور آخرت میں نجات حاصل ہوتی۔ مگر یہ سب نعماتِ خداوندی تو صرف اہلِ اسلام کے لئے خدا نے مخصوص کر رکھی ہیں۔ اس وقت یہ کافر، منافق پچھتائیں گے لیکن ان کی پشیمانی کام نہ آئے گی۔

زیادہ تر مفسرین نے اس آیت کا مفہوم قیامت کے دن سے منسوب کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ عہدِ رسول میں ہی کافرین اور منکرین کو معلوم ہوگیا تھا کہ ان کا رسولؐ سے جنگیں کرنا عبث قرار پایا۔ ان کا کفراُن کے کام نہ آیا بلکہ فتحِ مکہ کے بعد وہ سب مغلوب ہوئے۔ اسی طرح ہمیشہ کافر پچھتائیں گے اور منافقین وقتی و عارضی دنیوی فائدہ حاصل کر کے بھی پچھتائیں گے کیونکہ آخر میں دنیا میں ان کی منافقت کا پول کھلے گا، وہ ذلیل ہوں گے اور آخرت میں عذابِ دائمی کے مستحق ہوں گے۔ خدائے قدیر نے اس آیت میں ظاہر کیا ہے کہ جب بھی دشمنانِ اسلام غور کریں گے اور علم سن کر ان کو کچھ فائدہ پہنچے گا تو یہ اسلام کو قبول کریں گے ورنہ اسلام کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے پچھتاتے رہیں گے کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس میں تمام انسانوں کے لئے مساویانہ حقوق موجود ہیں اس لئے امن وامانِ عالم کا ذمہ دار ہے۔

آیت ۳:

خدائے قدیر نے اپنے رسولؐ کو بتایا ہے کہ تم ان بدبخت اور ضدی کافروں منافقوں کی نافرمانیوں پر ملول نہ ہو خود ان کو اپنا برا انجام نظر آئے گا۔

تاریخِ اسلام گواہ ہے باوجود اقتدارِ اعلیٰ مسلم نما منافقوں کا کیا حشر ہوا؟ وقتی سلطنت ملی مگر ابدی ذلت و عذابِ آخرت باقی رہا۔ اسی طرح کافرین کو معلوم ہوگا کہ ان کی ترقیاں انسانی حقوق کو ادا کرنے میں ناکام رہیں بلکہ ان کی باہمی جنگوں کا سبب اور تباہیِ عالم کا سبب بن رہی ہیں۔

آیت ۴:

بعض مفسرین نے اس آیت کو تقدیر کے معنی دیئے ہیں مگر یہ غلط ہے۔ خدا ظالم نہیں ہے۔ بلکہ خدا نے اس موقع پر اپنے رسولؐ کو اطلاع دی ہے کہ اقوام اور امتوں کے افعال و اعمال جب بگڑ جاتے ہیں اور ان کے افراد میں ظلم اور خودغرضی ونفسانیت پیدا ہوجاتی ہے تو ان کا زوال ہوتا ہے۔ پھر وہ تباہ ہوجاتی ہے، خدائے قدیر نے یہ طریقہ مقرر کردیا ہے کہ حسنِ اعمال ترقی وخوش حالی اور فلاح کا سبب ہے اور ظلم و بدکرداری اقوام کی تباہی کا سبب ہے۔ علاوہ بریں خدائے قدیر نے ہر شئے کی مدتِ عمر مقرر کی ہے۔ اسی طرح اقوام کی بقا اور فنا کے لئے بھی اوقات مقرر کیے ہیں۔ انسانی اختیارات محدود ہیں اور خدا کی قدرت ہر شے پر محیط ہے۔ **وما اهلكنا من قرية الّا ولها كتاب معلوم**۔ (ہر قوم اور ہر ملک کے باشندوں کی ترقی وتنزلی خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔) آیت کا اشارہ ہے کہ صاحبانِ بصیرت گزشتہ زمانوں اور سابقہ اقوام کی ہلاکت کو بہ نظرِ عبرت دیکھیں تو ان کو اقوامِ سابقہ کی عظمت فانی نظر آئے گی اور خدائے قدیر کی قدرتِ محیط نظر آئے گی۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد تو انسان کو چاہیے کہ جاہ و دولتِ دنیا پر مغرور نہ ہو اور اپنے خالق کو پہچانے۔

آیت ۸:

کفّار رسولِ خداؐ سے کہتے تھے کہ اگر تم نبی ہو تو خدا نے تم کو فرشتے کیوں نہ دیئے جو تمہاری مدد کرتے۔ خدا نے فرمایا کہ فرشتے جب آتے ہیں تو کافروں کو مہلت نہیں دی جاتی کیونکہ وہ عذاب لے کر آتے ہیں۔ سابقہ امتوں کے عذاب کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔

آیت ۹:

اس آیت میں خدا نے اپنے رسولؐ سے وعدہ کیا کہ اس نے ذکر کو نازل کیا ہے اور وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ تم مطمئن رہو یہ نافرمان اب ذکر کو تحریف وتاویل سے خراب نہیں کرسکیں گے۔ قرآن میں خدا نے ذکر کو حضرت محمدؐ کا لقب بیان کیا ہے اور ذکر کو قرآن کریم فرمایا ہے۔ لہٰذا خدا کا وعدہ سچا ہے کہ کافر ومشرک حضرت محمدؐ کو نہ قتل کرسکے اور نہ مغلوب کرسکے۔ یہ کافر ومنافقین باوجود شاہی کوششوں کے نہ قرآن کو بدل سکے اور نہ اس کی معجزانہ شان والی عبارت کو بدل سکے۔ روایات میں تو بہت کچھ ذکر ہے کہ قرآن کی آیات وترتیب میں فرق ہے ترتیب کا فرق فصاحت و بلاغت کو ختم کردیتا ہے مگر قرآن کی عبارت کی فصاحت و بلاغت ویسی کی ویسی باقی ہے۔ لہٰذا خدا کا وعدہ سچا ہے۔ قرآن کی آیات کے الفاظ وترتیب میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے۔

آیات ۱۱۔۱۲:

خدا نے اپنے رسولؐ کو بتایا ہے اور تسلی دی ہے کہ سرکش کافر گزشتہ انبیاءؑ کا بھی مذاق اڑاتے رہے۔ اے رسولؐ ہم قرآن کو قلوبِ کافرین میں اسی طرح ڈال دیتے ہیں جس طرح پہلے انبیاءؑ کے کلام کو ڈالا تھا مگر انہوں نے اس وقت بھی ایمان قبول نہ کیا اور اب تمہارے اوپر نازل ہونے والے قرآن پر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ **نسلکه فی قلوب المجرمین** ہم قرآن کو مجرموں کے دل میں القا کر دیں گے۔ یعنی وہ ضرور جان لیں گے کہ یہ کلامِ خدا ہے۔ وہ اس کی مثل لانے پر قادر نہیں ہیں مگر پھر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ خدا نے ایسا اطلاعاً رسولؐ سے فرمایا ہے۔ تفسیر مواہب الرحمٰن پ ۱۴ سورۃ الحجر ص ۹ پر لکھا ہے کہ امام رازیؒ نے کہا: صریح ثابت ہوا کہ مشرکوں کے دلوں میں شرک و کفر کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

قرآن کی تمام آیتیں ثابت کرتی ہیں کہ انسان کو اس کے اعمال کی سزا یا جزا ملے گی۔ گویا انسان اپنے افعال کا مختار و ذمہ دار ہے۔ پھر اس آیت کی یہ تاویل خدا پر ظلم عائد کرتی ہے کہ خود مشرک و کافر بناتا ہے اور خود سزا و عذاب دیتا ہے لہٰذا یہ تاویل غلط ہے۔

آیت ۱۳:

قد خلت سنة الاولین۔ یعنی یہی طریقہ سابق سے ہوتا آیا ہے کہ کافر آیاتِ خدا کی تکذیب کرتے رہے اور خدا ان پر عذاب کرتا رہا ہے چنانچہ اے رسولؐ اب بھی یہی ہوگا۔

آیت ۱۸:

یہ آیت اظہارِ قدرت خدا کے لئے ہے۔ خدا نے آسمان اور اس میں بروج، ثوابت و سیارے پیدا کیے ہیں۔ ان تک شیطانوں اور شیطان نما انسانوں کی رسائی نہ ہوگی۔ بلکہ اثناء راہ ہی میں ان کو شہاب کا شعلہ جلا دے گا۔ عاقل ان آیات خدا کو دیکھ کر ایمان لائیں گے اور کافر مردود ہی رہیں گے۔

آیات ۲۰،۲۱:

اس آیت میں خدا نے اپنی قدرت کی نشانیوں کا ذکر کیا ہے تاکہ انسان غور کرے اور اپنے کو خوش گفتار و خوش کردار بنائے منجملہ ان نشانیوں کے ایک نشانی یہ ہے کہ خدا نے فرمایا کہ لاتعداد مخلوق ایسی ہے جو انسان کے علم میں بھی نہیں ہے اور نہ انسان ان کی روزی کا انتظام کر سکتا ہے۔ زمین کے طبقات میں سطح زمین پر اور تیز ہوا و فضا میں، سمندروں میں آسمانوں میں وہ مخلوق موجود ہے اور خدا سب کا رازق ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کی ذات مخلوق کی صفات سے بالا و برتر ہے۔ وہ ارض و سما کے تمام خزانوں کا مالک ہے۔ مخلوقات کی جسمانی و روحانی ضروریات کو خدا

ہی پورا کرتا ہے۔ اس کے فیوض لا تعداد ہیں۔ صرف ظرف و استعداد کے مطابق ہر مخلوق کو وہ فیض پہنچاتا ہے۔ کافروں کو بھی وہی دیتا ہے مگر اس لئے کہ وہ ان کا امتحان کرنا چاہتا ہے کہ دولت وحکومت پا کر وہ شکر گزار بندے بنتے ہیں یا نافرمان وسرکش۔ پھر ان کو دنیا وآخرت کے عذاب میں گرفتار کرتا ہے۔ خدا اپنے نیک اور مطیع بندوں کو بھی دولت وحکومت دیتا ہے مگر وہ مخلص ومطیع بندے دولتِ دنیا کو اس کے نام پر لُٹا دیتے ہیں کیونکہ وہ اخروی نعمات کو بہ نظرِ یقین دیکھتے ہیں جو دائمی ہونگی۔ اس لئے وہ خدا کی دی ہوئی دنیوی نعمتوں کو خدا کی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے یہی لوگ امتحان عمل میں کامیاب قرار پاتے ہیں۔

آیت ۲۲:

عہدِ حاضر ۱۹۷۳ء مطابق ۱۳۹۳ھ دورِ علم وترقی ہے۔ انسان کی رسائی چاند تک ہو چکی ہے مگر خدا کی قدرت میں انسان کا کوئی بس نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ آسمان سے بادلوں کے ذریعہ پانی برساتا ہے۔ پھر وہ اس کو زمین پر ضروریاتِ زندگی کے لئے دریاؤں سمندروں اور کوہساروں کے طبقات میں جمع کر دیتا ہے۔ پھر ان کے بخارات سے بارش اور پانی کو انسانی زندگی کی ضروریات، باغات، زراعت وغیرہ کے لئے مفید بنا دیتا ہے اور وہ ہر ذی روح کو زندگی بخشتا ہے اور وہی جب چاہتا ہے اس بارش کو طوفان بنا دیتا ہے اور اس طوفانِ بادو باراں سے لاکھوں نافرمان سرکش انسانوں کو ہلاک کر کے دوسروں کے لئے عبرت بنا دیتا ہے۔ تاریخ عالم اس کی گواہ ہے اور اس عہد کا طوفان مشرقی پاکستان بھی گواہ ہے جس میں پچاس لاکھ افراد ہلاک ہو گئے۔ دنیا کے دیگر حصوں کے زلزلے اور طوفان بھی گواہ ہیں کہ موت وحیات کا مالک خدا اور صرف خدا ہے۔

آیت ۲۳:

مرنے کے بعد جو شئے میت سے باقی رہ جاتی ہے وہ ورثہ ہے۔ آیت بتا رہی ہے کہ دنیا کے تمام انسان فنا ہوں گے۔ موت آئے گی اور زمین وآسمان کے تمام اشیاء کا وارث و مالکِ حقیقی خدا تھا اور خدا ہی رہے گا۔

آیت ۲۶:

اس آیت میں انسان سے مراد آدمؑ ہیں کہ خدا نے اپنی قدرت کا اعلان کیا ہے کہ اس نے خمیر شدہ مٹی کو انسانی کمالات عطا کیے۔ اس کے علاوہ تمام انسان نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں جو خون اور دیگر اخلاط و بخارات خون کے خمیر سے پیدا ہوتا ہے۔ اس نطفہ میں جان پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس کے تکمیل وتخلیق وتسویہ صرف غذائے مادی سے ہوتی ہے جو سب مٹی اور ہوا اور پانی سے پیدا ہوتی ہے تو گویا انسان کی حقیقت مٹی ہے۔

آیت ۲۷:

مخلوق کی دوقسمیں نمایاں ہیں۔ اول مرئی قابل دید دوسری غیر مرئی نا قابل دید۔ خدا نے نے نار سموم۔ بغیر دھویں کی آگ کے بخار کے لطیف اجزا سے غیر مرئی مخلوق کو خلق کیا ہے۔ ان میں جنات بھی ہیں اور خدا ہی جانے کہ اور کون کون مخلوق ہے۔

آیت ۲۹:

خدا نے روحی یعنی میری روح فرمایا ہے۔ فقط نسبتِ خاص اور خصوصیت کے لئے جیسے کعبہ کو بیتی (میرا گھر) کہا ہے۔ اب رہا لفظ نفخت (جیسے ہی میں پھونکوں) تو خدا کی شان اس سے اعلیٰ ہے کہ وہ مثل انسانوں کے منہ سے پھونکے۔ بلکہ اس لفظ سے خدائے قدیر نے ظاہر فرمایا ہے کہ انسان کے قلب و دماغ، شرائین و ذرات خون میں نفوذ کرنے والی شئے جو ہوائے لطیف یا روحِ حیات ہے، میں نے پیدا کردی اور اس کو اپنی طرف منسوب کر کے دو باتوں کو ظاہر کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ جسم خاکی ہے جس میں کمالاتِ انسانی پیدا کر دینا خدا کا ہی کام ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ روح جو مدبرِ جسمِ انسانی ہے وہ کچھ اور نہیں ہے بلکہ حکمِ خدا ہے اور بس۔ دنیائے سائنس ہمیشہ روحانی ماہیت کے سراغ لگانے میں ناکام رہے گی۔

آیت ۳۲:

خدا کا شیطان سے یہ فرمانا: یا ابلیس مالك الا تكون مع السٰجدین۔ (اے شیطان تجھ کو یہ کیا ہوگیا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا) ظاہر کرتا ہے کہ خدائے قدیر نے ابلیس کو اس کی غلطی پر پہلے آگاہ کیا اور بتایا کہ تو خدا کا مطیع بندہ تھا۔ ہمیشہ سجدہ کرتا رہا ہے اور عبادت میں پیش پیش رہا ہے۔ تو نے سالہا سال اطاعتِ خدا کی ہے۔ آج حکمِ خدا سے سرتابی کیوں کرر ہا ہے؟ کیا اپنی عبادات اور اطاعات کو بھول گیا۔؟ پھر میرے سامنے یہ گستاخی کہ سجدہ سے منحرف ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ شیطان اپنی غلطی سے آگاہ ہوجاتا کہ صریحی نافرمانیِ خدا ہورہی ہے مگر بد بخت نے گستاخانہ جواب دیدیا۔

آیت ۳۵:

آیاتِ خدا کو جس طرح اختلاف کا نشانہ بنایا ہے شاید ہی کسی اور کے کلام کو کسی نے ایسا مختلف المعنی ثابت کیا ہو چنانچہ اس آیت کے بارے میں تفسیر مواہب الرحمٰن مولفہ مولوی سید امیر علی صاحب پ ۱۴ سورۃ الحجر ص ۱۳۱۔ مطبوعہ نولکشور پر لکھا ہے۔ امام غزالی و علماء نے تحقیق کردی کہ شیطان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت قیامت تک متحقق ہے لیکن ہم لوگوں پر لازم نہیں کہ اس پر لعنت کریں اور جب شیطان پر لعنت کرنا اچھا نہیں ہے حالانکہ اس پر اللہ کی لعنت معلوم

ہے تو کسی دوسرے پر لعنت کرنا بڑا خطرہ ہے۔ البتہ کہا ہے جیسے **لعن اللہ الیھود و النصاری اتخذو قبور انبیاء ھم مساجد**۔ (خدا یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاءؑ کی قبروں کو اپنی مساجد بنالیا)۔ معنیِ قرآن کو خلط ملط کرنا اور خواہ مخواہ بےضرورت غلط تاویل کرنا مفسر کا کام نہیں ہے۔ خدا کے فعل اور حکم میں کسی کو چون و چرا کا حق نہیں ہے جس پر خدا و رسولؐ نے لعنت کی ہے وہ ملعون رہے گا۔ اور اس پر لعنت کرنا ضروری ہوگا کیونکہ یہ خدا کی سنت ہے۔

آیت ۳۸:

آیت ظاہر کرتی ہے کہ ابلیس نے خدا سے اپنی زندگی کے لئے قیامت تک کے لئے مہلت مانگی تھی مگر خدا نے فرمایا: **الی یوم الوقت المعلوم** (یعنی تجھ کو وقتِ معلوم تک کے لئے مہلت دی جاتی ہے۔) بعض مفسرین نے اس روز کو روزِ قیامت بتایا ہے مگر احادیث سے ثابت ہے کہ قریب قیامت تقریباً چالیس سال قبل جانشینِ حضرت محمدؐ حضرت امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا اور وہ دنیا سے فسق و فجور کو دور کر کے عدل و امان سے دنیا کو بھر دیں گے۔ لہٰذا وقتِ معلوم سے وہی وقت مراد ہے کیونکہ اس زمانہ میں شیطان نہ ہوگا۔ تفسیرِ اہلبیت رسول تفسیرِ عیاشی میں امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے کہ ابلیس کو اس وقت تک کے لئے مہلت دی گئی ہے جب قائم آل محمدؐ حضرت امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا۔ امام مسجدِ کوفہ میں ہوں گے۔ ابلیس آپ کے سامنے حاضر ہوگا۔ امام اس کی پیشانی پکڑ کر اس کی گردن ماردیں گے۔ اس کے بعد اس اسلام کا دورہ ہوگا جس کی صفات قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ خدا کا وعدہ سچا ہوگا کہ فرمایا: **انی جاعل فی الارض خلیفة**۔ (سورۂ بقرہ، آیت: ۳۰)۔ فرشتوں کا کہنا تھا کہ زمین پر فساد ہوگا مگر خدا کے علم میں تھا کہ اس کے مقرر کردہ خلفاء ارض معصوم ہوں گے اور زمین پر امن و امان و عدل قائم کریں گے۔

آیت ۳۹:

شیطان نے قسم کھائی اور کہا کہ اے خدا تو نے مجھ کو ناامید کیا ہے۔ بعض مفسرین نے **بما اغویتنی** کا ترجمہ کیا ہے کہ اے خدا تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے۔ خدا کی ذات اس سے برتر ہے کہ وہ کسی کو گمراہ کرے۔ مگر ابلیس نے اللہ پر الزم لگایا، اپنی نافرمانی پر تو غور نہ کیا کہ اس نے خدا کے صریح حکم کی نافرمانی کی۔ بلکہ خدا پر الزام لگا دیا۔ اسی طرح وہ لوگ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا ہی گمراہ کرتا ہے اور خدا ہی ہدایت کرتا ہے، انسان محض مجبور ہے، اس عقیدہ میں وہ شیطان کے پیرو ہیں کہ کارِ بد تو خود کریں تہمت رکھیں شیطان پر۔ علاوہ بریں اس لفظ کے معنی ناامید کرنے کے بھی ہیں۔ اس حالت میں بھی خدا نے ابلیس کو ناامید نہیں کیا بلکہ خود اس نے نافرمانیِ خدا کر کے

اپنے کو نا امیدِ رحمتِ خداوندی کیا۔ ابلیس کی دیگر گستاخی اور نافرمانی یہ تھی کہ اس نے کہا کہ میں حسد کی وجہ سے اولادِ آدمؑ کو گمراہ کرتا رہوں گا۔

آیت ۴۰:

ابلیس نے پیش خدا اقرار کیا کہ اِلّا عبادك منهم المخلصين۔ (مگر ان میں تیرے مخلص مومن بندوں پر میرا قابو نہ ہوگا۔) ابلیس قوم جن سے تھا مگر ہزار سال فرشتوں کے ساتھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اولادِ آدمؑ میں وہ بھی پیدا ہوں گے جن کو خدا نے معصوم بنایا ہے۔ وہ انبیاءؑ رسلؑ اور ائمہِ آلِ رسولؐ اور ان کے متبعین ہوں گے وہ شیطان کے بس میں نہ آئیں گے۔

آیت ۴۱:

صراط على مستقيم کے بارے میں مفسرین نے خوب خوب قلم چلائے ہیں مگر واضح حقیقت یہ ہے کہ ابلیس نے اقرار کیا کہ مخلص بندوں پر میرا اثر نہ ہوگا۔ اس کے بعد ہی خدا نے فرمایا کہ انہی مخلصین مومنین کا راستہ وہ ہے جو مجھ تک پہنچاتا ہے۔ یعنی قربتِ خدا ان مخلصین ہی کی بدولت حاصل ہوسکتی ہے۔ اور پھر خدا نے تصدیق فرمائی کہ اے ابلیس یاد رکھ تو میرے مخلص بندوں پر کبھی قابو نہ پائے گا۔ اور ان کا ہی راستہ سببِ نجات ہے۔

آیات ۴۳۔ ۴۴:

ایک دن رسول خداؐ حضرت محمدؐ تنہا مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اک زنِ عربیہ آپ کے عقب میں نماز پڑھنے لگی۔ جب رسول اللہؐ نے اس آیت کو تلاوت کیا تو وہ پیرزن بے ہوش ہوگئی۔ بعد فراغتِ نماز رسول اللہؐ نے اس کے چہرہ پر پانی ڈالا۔ پھر اس سے بے ہوشی کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی تو میں نے خیال کیا کہ میرے جسم کا ہر عضو الگ الگ ہوکر جہنم میں جائے گا کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ اس کے ہر باب کے لئے ایک منقسم حصہ ہوگا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: ایسا نہیں بلکہ جہنم کے ہر دروازے پر مختلف فرقوں کو عذاب کریں گے۔ پیرزن نے کہا کہ میرے پاس دولتِ دنیا نہیں ہے مگر میرے سات غلام ہیں میں ان کو راہِ خدا میں آزاد کرتی ہوں۔ جبرئیلؑ نے آکر رسول اللہؐ کو خوشخبری سنائی کہ خدا نے اس ضعیفہ پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیا ہے اور جنت کے دروازوں کو اس کے لئے کھول دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جہنم کے سات طبقات ہیں۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ پر رکھا اور فرمایا اس طرح جہنم سب سے نیچے اس پر لظی، اس پر حطمہ، اس پر جحیم، اس پر سقر، اس پر سعیر، اس پر ھاویہ۔

آیت ۴۷:

غِل یعنی امراضِ قلب و روح، حسد وغیرہ معنی یہ ہیں کہ مومن جو مستحقِ جنت ہیں وہ باہم بھائی ہیں اور ان کے دلوں میں ذرا سا بھی میل یا ملال نہ ہونا چاہیے۔

آیت ۵۳:

خدا نے قومِ لوطؑ پر عذاب کے لئے فرشتوں کو بھیجا تھا۔ ابراہیمؑ بنی نوع انسان پر بہت مہربان تھے۔ لہٰذا ان کو اس اطلاع پر ملال ہوا۔ خدا نے ان کی خاطر کے لئے ان کے بڑھاپے اور اولاد کے پیدا ہونے سے مایوسی کی عمر میں زندگی کی بشارت دی۔ ایسا فرزند جو پیغمبر بھی ہوا اور اس کی نسل میں خاتم النبیینؐ بھی ہوئے۔ امام باقرؑ نے فرمایا کہ غلام علیم سے مراد اسماعیلؑ ہیں۔

آیات ۵۵۔۵۶:

حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں سے کہا کہ میں اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں۔ کیونکہ مایوس نہ ہونا شرطِ ایمان ہے۔ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ابراہیمؑ نے فرشتوں کی بات کا جواب دیا کہ انہوں نے کہا تھا: **فلا تکن من القٰنطین** ۔ (اے ابراہیمؑ تم مایوس ہونے والوں میں نہ ہو۔) ابراہیمؑ نے فرشتوں کو بتایا کہ میں رسول ہوں، میں مومن ہوں۔ مومن کبھی اپنے رب کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ تم تو یہ بتاؤ کہ یہ بشارت دینے کے لئے ایک فرشتہ کا آنا بھی کافی تھا تم چند فرشتے کیوں آئے ہو؟ اس پر فرشتوں نے بتایا کہ ہم قومِ لوط پر عذاب کے لئے آئے ہیں۔

آیات ۵۹، ۶۰:

فرشتوں نے کہا: **انا لمنجو هم اجمعين ○ الا امراته**۔ [ہم سب کو نجات دیں گے مگر زوجہ لوط (کو عذاب ہوگا)]۔ کیونکہ وہ نافرمانوں سے ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ نافرمانِ خدا و رسول چاہے نبی کا بیٹا ہو جیسے پسرِ نوحؑ تھا کہ باوجود دعائے نبی عذاب سے نہ بچ سکا اور غرقِ طوفان ہوگیا اور چاہے وہ نبی کی زوجہ ہو۔ جب خدا اور رسولؐ کی نافرمان ہوگی تو مستحقِ عذاب ہوگی جیسے کہ زوجہ لوط عذاب سے نہ بچ سکی۔ نجات و فلاح دارین اسی کے لئے ہے جو مطیعِ خدا اور رسولؐ ہو۔

آیت ۶۳:

انبیاءؑ کی امتوں نے اپنے رسولوںؑ سے معجزات طلب کیے اور معجزات دیکھنے کے بعد بھی منکر رہے۔ تب ان پر عذاب آیا۔ حضرت محمدؐ کے عہد میں بھی کفارِ مکہ وغیرہ معجزات طلب کرتے تھے اور مذاق اڑاتے تھے کہ آخر وہ عذب

کب آئے گا جس کا وعدہ قرآن کر رہا ہے؟ خدا نے بار بار فرمایا کہ اس کی جلدی نہ کرو۔ کیونکہ جب وہ عذاب آئیگا تو سب ہلاک ہوجائیں گے۔ چنانچہ خدائے قدیر نے امت محمدؐ کو واقعاتِ انبیاءؑ سابقہ بار بار بتائے ہیں تاکہ یہ آخری امت گمراہ نہ ہو اور منشاءِ خدا کی مطیع رہے۔ کیونکہ اب قیامت تک دوسرا نبی نہ آئے گا۔ عذاب ہوگا تو دائمی ہوگا لہٰذا اس امت میں سے ان کی نسلوں سے جو بھی مومن پیدا ہونے والے ہیں وہ پیدا ہوچکیں تو نیکوں کو جزا اور بروں کو سزا دی جائے۔ خدائے قدیر نے ظاہر فرمایا ہے کہ قومِ لوطؑ قولِ رسولؐ میں شک کرتی تھی لہٰذا اب تو وہ آنکھوں سے دیکھ رہی تھی کہ عذاب خدا آیا اور صبح ہوتے ہوتے سب ہلاک ہوگئے۔

آیت ٦٦:

ان دابر هٰولآء مقطوع مصحين یقیناً صبح ہوتے ان کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ جڑ کاٹنے سے مراد ہے کہ ان کی نسل ہی کو ختم کردیا جائے گا۔ جس طرح جڑ کاٹنے سے درخت ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح قومِ لوط سب کی سب ہلاک ہوگئی۔ یہ واقعہ خدا نے امت محمدیہ کو عبرت کے لئے سنایا ہے۔ خدا توفیق نیک عطا کرے۔

آیت ٦٧:

یستبشرون شہر سدوم کے لوگ لوطؑ کے گھر آئے اور وہ باہم ایک دوسرے کو خوشخبری سنا رہے تھے کہ لوطؑ کے گھر کچھ حسین نوجوان مہمان آگئے ہیں۔ ہم ان کو لوطؑ سے چھین لیں گے اور فعل لواطہ کے مرتکب ہوں گے۔ اس واقعہ سے چند امور واضح ہوجاتے ہیں۔ اول یہ کہ قومِ لوطؑ نے نبی کے حکم سے سرتابی کی۔ دوم یہ کہ خدا کے حرام کیے ہوئے فعل کو حلال جانا۔ سوم یہ کہ خبرِ عذاب سے بھی متنبہ نہ ہوئے۔ تیسرے اپنے نبی کا یہ مذاق اڑایا کہ ان کے ہی گھر سے ان کے مہمانوں کو فعلِ بد کے لئے پکڑنے کی کوشش کی۔۔ بے غیرتی بے حمیتی اور بے دینی کی حد ہوگئی۔ آخر ایسا عذاب آیا کہ ایک بھی فرد باقی نہ رہا۔ زوجہ لوط نے مہمانوں کی جاسوسی قوم سے کی تھی لہٰذا وہ بھی عذاب میں گرفتار ہوئی۔ عہدِ حاضر کے کلمہ گو عبرت حاصل کریں۔

آیات ٦٨، ٧٠:

حضرت لوطؑ کا یہ فرمانا کہ وہ لوگ جو میرے گھر میں موجود ہیں وہ میرے مہمان ہیں یعنی مہمانوں کا ادب و احترام فرض ہے۔ علاوہ بریں فرمایا کہ مجھ کو رسوا نہ کرو کہ میری امت کے لوگ لوطی وحرام کار ہیں۔ یہ احترامِ مہمان نہیں کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ نہ مانے اور جواب صاف دے دیا کہ ہم تو تم کو پہلے ہی منع کرچکے تھے، کہ دنیا بھر کے لوگوں کو اس گھر میں نہ آنے دو ورنہ ہم چھین لیں گے۔ تم نے ہمارا کہنا نہیں مانا لہٰذا ان مہمانوں کو ہمارے سپرد کردو۔

آیت ۷۱:

نبی کا حکم ہر حالت میں ہدایت ہے لہٰذا اس لمحۂ عذاب میں بھی حضرت لوطؑ نے امت کو سمجھایا کہ تم میری امت ہو تمہاری ازواج اور لڑکیاں میری بیٹیاں ہیں، میں ان عورتوں کو اپنی بیٹیاں تصور کرتا ہوں لہٰذا مطابقِ حکمِ خدا تم اپنی ازواج سے مجامعت کرو اور تم میں سے جو غیر شادی شدہ ہوں وہ دوسری لڑکیوں سے نکاح کر لیں۔ یہی صورت صحیح ہے۔ اس میں خدا کی ناراضگی نہ ہوگی۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ لواطہ حرام ہے اور سببِ عذابِ دردناک ہے اور نکاح مطابقِ احکامِ خدا کرنا حلال ہے اور سببِ رحمتِ خدا ہے۔

آیت ۷۲:

خدا نے اس آیت میں حضرت محمدؐ کی عمر کی قسم کھائی ہے۔ خدا صرف یوں بھی قسم کھا سکتا تھا کہ اے محمدؐ تیری قسم مگر عمر کی قسم کھا کر کیا خصوصیت پیدا کی ہے؟ قسم اسی شئے کی کھائی جاتی ہے جو عزیز ترین یا محترم اور خصوصیات کی حامل ہوتی ہے یا اس قسم سے عبارت آئندہ میں وضاحت وتصریح پیدا کرنا ہو۔ یعنی عبارتِ آئندہ کا مطلوب ابتداء کلام سے ہی شروع کیا جائے یا اس شئے کی عظمت کا اظہار مطلوب ہے اور عظمت بھی سب سے زیادہ عظمت پیدا کرنا ہو یا صانع اپنی مصنوعِ اعلیٰ پر اپنی قدرت کے اظہار کے لئے قسم کھائے۔ چنانچہ خدائے قدیر نے بھی قرآن کریم میں انہی عنوانات ومقاصد کے لئے قسمیں کھائی ہیں۔ مگر زندگانیِ حضرت محمدؐ کی قسم وہ کھا رہا ہے جو خالق حیات ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ زندگانی محمدؐ کی حدود کا مقرر کرنا بس علم خدا میں ہے۔ مخلوقات کی موت وزندگی کی حدود سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کچھ نہ تھا تو خدا تھا اور جب خدا نے اولِ مخلوق کو پیدا کیا تو وہ ذاتِ محمدؐ تھی۔ اشارہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ **اول ما خلق اللّٰہ نوری**۔ (سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو پیدا کیا)۔ تمام عالم فنا ہو جائیں گے تب بھی ذاتِ محمدؐ باقی رہے گی اور اس حیاتِ محمدؐ کا یہ اثر ہے کہ جو ان کے دامن سے متمسک رہے گا وہ بھی باقی رہے گا اور اس کی دوام بقاء کا علم صرف خدا کو ہے۔ آیت ظاہر کر رہی ہے کہ جن اقوام کو خدا نے بوجہ عذاب ہلاک کیا تھا ان کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ ماہرینِ علمِ طبقاتِ ارض وآثار قدیمہ کی کاوشیں اور مشاہدات مسلسل ظاہر ہو رہے ہیں۔

آیت ۷۸:

اصحاب ایکہ قومِ حضرت شعیبؑ تھی۔ بابل وایکہ کے آثار قدیمہ آج بھی پائے جاتے ہیں۔

آیت ۷۹:

فانتقمنا منھم۔ ان سے ہم نے انتقام لیا۔ انتقام ظلم کا بدلہ لینا ہے چونکہ قومِ شعیبؑ نے اللہ کے رسولوںؑ کو قتل کیا تھا۔ خدا پر جھوٹے بہتان رکھے تھے لہٰذا اس کی سزا ان کو دی گئی۔

آیت ۸۱:

واتیناھم ہم نے ثمود اور قوم صالح ؑ وغیرہ کو آیاتِ قدرت ان کی حسب فرمائش دکھائی تھیں۔ جیسے ناقہ صالح ؑ وغیرہ مگر قوم نے انکار کیا۔ اگرچہ وہ پہاڑوں کو کاٹ کر مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے۔ مگر ہم نے عذاب دے کر ان کو فنا کر دیا۔ **فاعتبروا یا اولوا الابصار**۔

آیت ۸۲:

اس آیت میں قومِ ثمود کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس سے قبلِ عہدِ تاریخ کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ وہ قوم پہاڑوں کو تراش کر قلعے اور مکانات بناتی تھی۔ اس سے ان کی قوت اور تمدن کا پتہ چلتا ہے۔ جب ان کو دنیوی حکومت اور حشمت حاصل ہو چکی تو وہ نافرمان قوم بن گئی اور اس نے خدا و رسول ؐ کی نافرمانی کی۔ ان کے نبی نے ہدایت کی مگر وہ غرورِ دولت اور طاقت میں ایسا مبتلا تھے کہ آخرت کا تصور ان کے لئے انہونی بات ہوگئی تھی۔ جب ان کا ظلم، عیاشی اور سرتابی حد سے متجاوز ہوگئی تو جبرئیل ؑ کی ایک مہیب آواز سے وہ سب ہلاک ہو گئے۔ پھر ان کے مکانات اور مضبوط قلعے ان کو نہ بچا سکے اور وہ نابود ہو گئے۔ اس آیت نے آئندہ اقوام کے سامنے منظرِ عبرت پیش کیا ہے۔ اس زمانہ میں بھی اس قسم کے زلزلے طوفان آتے رہتے ہیں اور موجودہ عہد کی مادی ترقیاں ان نافرمانوں کے کچھ بھی کام نہیں آتیں۔ چنانچہ علاقے کے علاقے موت کی گرفت میں آجاتے ہیں البتہ آخرت کا عذاب اس سے شدید تر ہوگا۔

آیت ۸۵:

بالحق۔ خدا نے فرمایا کہ ہم نے زمین و آسمانوں کو ایک ایسے نظام کے ساتھ پیدا کیا ہے کہ وہ نظام بہر حیثیت مکمل ہے اور اس کی غرضِ خلقت بھی یہی ہے کہ انسان اتنے وسیع آسمان و زمین سیارگان و ثوابت کے نظام پر غور کرے، اس کے خالق کا اقرار کر کے اپنی کمالِ عقل کا ثبوت دے، خدا کی وحدانیت کا اقرار کرے اور عملاً خدا کی اطاعت والی زندگی اس لئے اختیار کرے، تاکہ خدا اس سے راضی ہو جائے اور خدا سے اجرِ عظیم حاصل کرے۔

واقعات اقوام بیان کر کے نیز ان کی سرکشی بیان کر کے اور ان پر عذابِ الیم واقع ہونے کی خبر دے کر خدا نے اپنے رسول حضرت محمدؐ کو اطمینان دلایا ہے کہ تمہاری قوم جو بھی نافرمانیاں کر رہی ہے تم ان کی نافرمانی سے درگزر کرتے رہو اور ان کو مہلت دیتے رہو۔ قیامت کا آنا یقینی ہے اس میں حسابِ اعمال ہونا لازمی ہے لہٰذا ہم ان کو

سخت عذاب دیں گے کیونکہ ہم نے ارض وسما اور مخلوق کو عبث (بے مقصد) پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ سب انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کو ہم نے اپنی عبادت ومعرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر انسان اپنے فرائضِ انسانیت یعنی معرفتِ خدا سے غافل رہے گا تو اس کی سزا بھی پائے گا۔ کیونکہ اگر وہ خدا رسولؐ کو نہیں پہچانے گا تو عملاً ان کی اطاعت بھی نہیں کرے گا بلکہ خدا اور رسولؐ کی نافرمانیاں کر کے جہنم واصل ہوگا۔

آیت ۸۷:

اختلاف روایت تو تفسیر کا جزو اعظم بن گیا ہے مگر خدا نے رسول کو واقعاتِ امم سابقہ سنانے کے بعد پھر اطمینان قلب کے لئے بشارت دی ہے کہ ہم نے اے محمدؐ تم کو سورہ حمد کی سات آیات عطا کی ہیں اور قرانِ عظیم عطا کیا ہے۔ یہ سورہ حمد اور قران دونوں ایسی چیزیں ہیں جو بجز تمہارے کسی رسول کو نہیں ملیں۔ یہ دونوں چیزیں علومِ اولین و آخرین کا مجموعہ ہیں اور ان کی آیات میں وہ طاقت ہے کہ جو تم چاہو گے ان آیات کے ذریعہ وہ سب کچھ تم کو ملے گا۔ تم ہرگز اقوامِ نافرمان کی دولت وحکومت کی پروا نہ کرو بلکہ اپنی نبوت کا اعلان کرتے رہو۔ تا کہ جو لوگ ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ خدا اور رسول کی اطاعت کر کے حقیقی کامیابی حاصل کر سکیں۔

آیات ۸۹۔۹۳:

ابی بن کعب نے رسولِ خداؐ کے سامنے سورہ حمد کو تلاوت کیا تو رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ خدا نے توریت وانجیل وزبور اور قران میں اس سورہ سے زیادہ بزرگ سورہ نازل نہیں کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ سبع مثانی اور قران عظیم ہے۔ اگر خدا سورہ حمد کو فضیلت نہ دیتا تو اس کو قران کے مقابلہ میں ذکر نہ فرماتا اور نہ یہ فرماتا کہ ہم نے تجھ کو اے رسول سبعا من المثانی (مراد سورۂ حمد) اور قران عظیم دیا ہے۔ عبادہ بن صامت نے رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ تمام قران کا عوض ہے اور کوئی سورہ قران سورہ حمد کا عوض (برابر) نہیں ہے۔

مفسرین نے بتایا کہ سورہ حمد کو سبع مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس سورۂ میں سات آیتیں ہیں جو نمازوں میں دو (۲) مرتبہ پڑھی جاتی ہیں۔ نصف سورہ میں صفاتِ خالق کا بیان ہے اور نصف سورہ میں مخلوق کا ذکر ہے۔ حدیث قدسی میں ہے قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی نصفین فنصفھا لی و نصفھا لعبدی۔ (خدا نے فرمایا کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا ہے۔ نصف میرے واسطے ہے اور اس کا نصف میرے بندے کے لئے ہے۔) قل انی انا النذیر المبین۔۔۔۔ القرٰان عضین خدا نے ان آیات میں رسول اللہؐ کو حکم دیا کہ وہ کہہ دیں کہ (۱) میں خدا کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں (۲) اسی طرح جیسے

سابقہ نافرمانوں اورخدا کی کتابوں میں تحریفِ عبارت اور تبدیل معنی کرنے والوں کے لئے عذاب آیا (۳) اسی طرح قرآن کو پارہ پارہ کرنے والوں یعنی قرآن کے معانی ومقاصد کو بدلنے والوں کے لئے بھی خبرِ عذاب دینے والا ہوں۔ (۴) خدا نے بعد میں اپنے رسولؐ کوتسلی دی ہے کہ ہم خود ان تحریف قرآنی کرنے والوں اور اس کے معنی کو بدلنے والوں سے روزِ قیامت سوال کریں گے اور سزا دیں گے تم مطمئن رہو۔

آیت ۹۴:

بعثت کے بعد رسول خداؐ تین سال مخفی طور پر ہدایت فرماتے رہے۔ اس کے بعد حکمِ خدا آیا **فاصدع بما تومر**۔ اب ڈنکے کی چوٹ پر ظاہر کردو ان احکامِ قرآن کو جن کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ آیت سابقہ میں خدا نے اعلان فرمایا ہے کہ وہ خود روزِ قیامت سوال کرے گا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ روزِ قیامت خدا ہر ایک سے چند باتوں کا سوال ضرور کرے گا۔ **عن عمرہ فیما افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ و عن مالہ من این اکتسبہ و این وضعتہ وعن ولا یتنا اھل بیت**۔ [اس کی عمر کے بارے میں کہ کن کاموں میں صرف کی؟ اس کے شباب (جوانی) کے بارے میں کہ کہاں گنوایا؟ اور اس کے مال کے بارے میں کہ کیوں کر کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور ہم اہلبیت رسولؐ کی ولایت کے بارے میں (کہ ہم کو منجاب خدا اپنا حاکم تسلیم کیا؟ اور عملاً ہماری پیروی کی؟)]

آیات ۹۵۔۹۷:

رسول خداؐ کا پانچ کافر مذاق اڑاتے تھے۔ ولید بن مغیرہ مخزومی وعاص بن وائل سہمی واسود بن مطلب واسود بن عبد یغوث وحارث بن قیس۔ ایک دن رسولِ خداؐ مسجد میں تھے کہ جبرئیلؑ پاس تھے اور ان پانچوں نے مذاق اڑایا۔ رسولِ خداؐ نے بد دعا کی تو حسب وعدہِ خدا چند روز ہی میں وہ ہلاک ہوگئے۔ تو خدا نے فرمایا کہ اسے محمدؐ میں نے مذاق اڑانے والوں سے تمہاری کفایت کی۔ وہ مشرک تھے وہ جو کچھ کہتے تھے اس سے تمہارے دل کو اذیت پہنچتی تھی۔ اب تم تسبیح وعبادتِ خدا کرتے رہو ہم خود نافرمانوں کو سمجھ لیں گے۔ خدائے قدیر نے اپنے رسولؐ کو بتایا ہے کہ وہ کافر ومشرک جو تمہارا مذاق اڑاتے ہیں ان کو (**فسوف یعلمون**) عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ فتح کس کی ہوئی اور عذاب کس پر ہوگا؟ (۲) اے رسولؐ اپنے دل کو تنگ نہ کرو اپنا کارِ تبلیغ کیے جاؤ (۳) اے رسولؐ تم اپنے رب کی حمد وثنا کرتے رہو۔ (۴) اپنے رب کی عبادت کرتے رہو (۵) یہ کام اس وقت تک کرتے رہو یہاں تک کہ یقینی امر تم تک آجائے۔

مترجم کا خیال ہے کہ اس آیت میں خدا نے استہزاء اور مذاق اڑانے والوں سے بچانے کے لئے فرمایا ہے کہ

ہم تمہاری کفایت و مدد کریں گے اور ہم نے مدد کی ہے۔ تم اے محمدؐ فکر نہ کرو۔ تم تو اپنے فرائض عبودیت ادا کرتے رہو ان مذاق اڑانے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمہارے مقابلہ میں آ کر ذلیل ہوں گے، مغلوب ہوں گے، مفتوح ہوں گے اور اسیر و قتل ہوں گے۔

آیت ۹۹:

مفسرین نے یقین سے مراد موت کو لیا ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ موت یقینی شئے ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: **ما رایت یقیناً اشبہ من الموت**۔ (میں نے یقین کو موت سے زیادہ مشابہ نہیں پایا)۔ یعنی ہر یقینی شئے سے زیادہ قابل یقین موت ہے۔

ہم تم سے نصرت و فتح کا وعدہ کر چکے ہیں جس کا تم کو یقین ہے اور ہمارا وعدہ یقینی ہوتا ہے۔ اور وقتِ وعدہ قریب ہے۔ تم کو فتحِ مکہ و دیگر فتوحات مسلسل ہوتی رہیں گی۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو نصرت و مدد کی بشارت دی ہے نہ کہ خبرِ موت۔ کیونکہ خبر موت بشارت نہیں ہوا کرتی لہٰذا اس آیت میں یقین سے مراد فتوحات اسلام و فتوحات و غلبہ حضرت محمدؐ کی خبر ہے اور استہزاء یا مذاق اڑانے والوں کی سزا کہ وہ مفتوح و قتل و اسیر ہوں گے۔

تفسیر سُورَۃُ النَّحْلِ

آیت ۱:

کفارِ مکہ سے رسول خداؐ فرماتے تھے کہ ایمان لاؤ ورنہ تم کو دنیا اور آخرت کا عذاب ملے گا۔ مگر کفار اس خبرِ عذاب کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس کے جواب میں خدا نے فرمایا کہ اے محمدؐ کفار سے کہہ دو **فلا تستعجلوہ**۔ (تم اے مشرکو عذاب آنے کی جلدی نہ مچاؤ۔) اتی امر اللہ (گویا حکمِ خدا آنے ہی والا ہے یا آ ہی گیا ہے۔) مفسرین نے حکمِ خدا سے مراد عذابِ قیامت لیا ہے وہ تو آئے گا ضرور آئے گا مگر اس موقع پر تو کفار کو دنیوی عذاب کی خبر دی گئی ہے کہ وہ اپنی کثرتِ دولت و طاقت پر نازاں ہیں اور محمدؐ کی تنہائی اور قلتِ رفقاء کو دیکھ کر مذاق اڑا رہے ہیں، تو اے محمدؐ تم کہہ دو کہ اے مشرکین تم پر عذابِ دنیوی آ ہی گیا کہ جنگِ بدر وغیرہ میں اسیر ہو گے، قتل ہو گے اور قیدیوں کو چھڑوانے کے لئے ذلیل ہو کر فدیہ دو گے۔

آیات ۳۔۸:

خدا نے کفار ومشرکین کے مغلوب ومفتوح ہونے کی خبر دینے کے بعد فرمایا ہے کہ اے محمدؐ تم اعلان کر دو کہ (۱) خدا لاشریک ہے (۲) وہ جس کو چاہتا ہے نبی و رسول بناتا ہے۔ (۳) وہ خالق ارض وسما ہے۔ (۴) دنیا کی ہر چیز سے اعلیٰ و برتر ہے۔ (۵) خدا نے ہی نطفہ سے انسان کو پیدا کیا۔ مگر اس مخلوق نطفہ کو دیکھو کہ جھگڑالو پیدا ہوا کہ اپنے رب سے ہی جھگڑا کرتا ہے۔ (۶) خدا نے حیوانات پیدا کیے جو انسانی زندگی کے لئے بے حد کارآمد ہیں (۷) وہ تخم یعنی بیج سے زراعت پیدا کرتا ہے (۸) وہ بارش کرتا ہے۔ (۹) لاتعداد اشیاء خدا نے پیدا کی ہیں جن کا علم انسان کو ابھی تک نہیں ہے۔

آیت ۹:

خدائے قدیر نے اس آیت میں انسانوں پر اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کیا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو تمام انسانوں کو ایسا ہی مطیع پیدا کرتا جیسے ملائک کو پیدا کیا ہے، جو سرِ مُو خدا کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے۔ کیونکہ خدا نے نفس امّارہ ان کو نہیں دیا ہے مگر انسان کو اس نے قوائے روحانی وجسمانی اور اختیار دے کر آزمانا چاہا ہے۔

آیت ۱۱:

خدائے قدیر نے انسانی دماغ کو غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے تا کہ وہ اپنے خالق ومعبود کو پہچانے اور اس کی نعماتِ دنیا اور نعماتِ اخروی سے بہرہ اندوز ہو یعنی فائدے حاصل کرے۔ چنانچہ اس نے چند مفید درختوں کے نام لیے تا کہ باقی درختوں اور ان کی خلقت اور افادیت کو انسان خود سمجھ لے۔

آیت ۱۲:

اس آیت میں خدا نے فرمایا کہ رات دن سورج اور چاند کی گردشوں اور زمین کے دورہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ نظامِ گردش خدا نے مقرر کیا ہے۔ اس نظام کے اوقات میں سرمو فرق بھی ہو جائے تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے۔ اسی لئے آیت میں ہے کہ سخر لکم الیل و النھار تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر و مطیع بنا دیا ہے کہ وہ اپنی گردشوں میں اس امر کے پابند ہیں کہ انسان کو فائدہ پہنچائیں۔ اگر گرمی یا سردی زیادہ ہو اور وہ سیارے اپنے محور کو ذرا بھی بدل دیں تو تمام روئے زمین کے ذی روح سردی یا حرارت کی زیادتی سے ہلاک ہو جائیں تو گویا شمس وقمر رات اور دن کو اس عنوان سے پیدا کرتے رہتے ہیں جتنی انسان اور دیگر مخلوق میں اس کی قوتِ برداشت ہے اور جو ان کے لئے مفید ہے۔

نجوم، سیارات، ثوابت اور ستاروں وغیرہ کے محور علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ان کی حرکات مختلف مگر مطابقِ نظام مقرر

ہیں۔ یہ سب خدائے واحد کی مخلوق ہیں، اس کی مطیع ہیں۔ جنہوں نے شمس وقمر ونجوم کو اپنا معبود بنالیا ہے وہ گمراہ ہیں کہ نہیں سمجھتے کہ ان کا خالق خدائے یکتا ہے۔ یہ لوگ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی پرستش کررہے ہیں۔ ان کی حماقت اور غلطی ہے کیونکہ یہ شمس وقمر تو خود محکوم ہیں یہ کسی کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ مگر اتنا ہی جتنا ان کو خدا کا حکم ہے۔ تو عقل مندی تو یہ ہے کہ تمام عالموں کے خالق اور رازق اور باقی رہنے والے ہی کی عبادت واطاعت کی جائے تاکہ فیوضِ جسمانی وروحانی حاصل ہوسکیں۔

آیت ۱۳:

وماذرالکم فی الارض مختلفاً الوانہ۔ اور جو کچھ بھی زمین پر تم کو منتشر اور بکھرا ہوا نظر آرہا ہے جن میں کی ہر چیز کا رنگ، مزہ، تاثیر، فائدہ ومضرت الگ ہے۔ یہ سب چیزیں خدائے قدیر کی قدرتِ کاملہ کا اظہار کرتی ہیں۔

آیت ۱۴:

سخر البحر سمندر کو مسخر کردیا تاکہ تم اس سے یہ فائدے حاصل کرو کہ (۱) حلال مچھلیاں سمندر سے حاصل کرو۔ انہیں کھاؤ، فروخت کر کے آمدنی حاصل کرو۔ (۲) سمندری جواہرات حاصل کرو جیسے موتی، سیپ، مرجان وغیرہ (۳) سمندر کی سطح پر کشتیاں چلاؤ۔ مسخر اس معنی میں ہے کہ سمندر کی بلند سے بلند لہریں کشتی کو غرق نہیں کرتیں بلکہ کشتی کو بلند کر کے خود الگ ہوجاتی ہیں۔ سمندر کی لہریں اور ان کا تموج اپنے حدود کے اندر رہتا ہے۔ اگر سمندر حدود سے بغاوت کرے تو ساحلوں اور اس کے متصل زمینوں کو نگلتا چلا جائے اور دنیا پانی ہی پانی ہوجائے مگر اس کو محدود اس لئے کیا ہے تاکہ تم سمندر کا فائدہ حاصل کرو اور تمہیں مضرت نہ پہنچے۔ مگر جب بحکمِ خدا طوفان آتا ہے تو یہی مطیع سمندر ایسا باغی ہوجاتا ہے کہ بڑے سے بڑے جہازوں کو غرق کردیتا ہے۔

آیت ۱۵:

ترتیب آیات سے واضح ہوتا ہے کہ خدا نے بتایا ہے کہ اس نے زمین پر سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ اس پر زمین کو بچھایا۔ وہ متحرک تھی تو اس پر پہاڑ پیدا کیے کہ توازن صحیح رہے اور پانی کی قوی لہریں اس کو جنبش نہ دیں۔ پھر زمین کی سطح پر نہریں اور دریا بنائے۔ زمین کی تہ میں پانی ہی پانی ہے اور جزو اپنے کل سے ملنا چاہتا ہے، نہریں زمین پر جاری ہیں۔

آیات ۱۶، ۱۷:

خدا نے اپنی قدرت کے اظہار کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ سمندروں کے سفر کے دوران انسانوں کو سمت کا

پتہ نہ چلتا چنانچہ اس نے قطب ستارہ کو بنایا اس کے علاوہ شمس وقمر کی سمتیں مقرر کیں تا کہ لوگ رات میں ان ستاروں کے ذریعہ سے سمت کو پہچان سکیں، سفر کر کے منزل پر پہنچ سکیں اور راہ میں ہلاک نہ ہوں۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ خدا کا شریک انسان، ستاوں، پتھروں، بتوں، دریاؤں، سمندروں کو قرار دیتے ہیں کیا ان کو اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ وہ غور کرلیں کہ یہ تمام چیزیں تو خود مخلوق ہیں، خود محکوم اور تابع حکمِ الٰہی ہیں۔ ان کو کب یہ قوت حاصل ہے کہ وہ کوئی چیز پیدا کرسکیں یا چیزوں کو زندگی دے سکیں یا ان کی روزی کا سامان پیدا کرسکیں؟ وہ تو خود اپنے وجود میں خالقِ حقیقی کی محتاج ہیں لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے خالقِ حقیقی کو پہچانے کہ وہی خدائے واحد وقدیر ہے اور پھر خدا کی اطاعت کرے۔

آیت ۱۸:

خدا کی نعمت کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ انسان کی زندگی میں جو اشیاء اس کی زندگی کی بقا کے لئے خدا نے پیدا کی ہیں، اور جن میں سے بعض کا ذکر قرآن نے کیا ہے، وہ نعماتِ خدا ہیں۔ یہ سب بقائے زندگی کے لئے ہیں۔ اس کے بعد انسان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوگا وہ بعدِ موت ہوگا۔ نیکو کاروں کو جنت کی نعماتِ عطا ہوں گی جو جنتیوں کے لئے سببِ اعزاز، احترام اور حیاتِ ابدی ہوں گی۔ مگر ان دونوں طرح کی نعمات کا تعلق صرف بقائے جسمِ انسانی سے ہے یا آرام و آسائشِ تنِ انسانی سے۔ جنت میں جو عطا ہوگا وہ ان سب سے اعلیٰ خدا کی نعمتیں ہیں۔ وہ بقائے روحِ انسانی کا سبب ہیں یا روحِ انسانی کو راہِ تکمیل و ارتقاء پر لے جاتی ہیں۔ انسان مخلوقات میں سب سے بہتر اور کامل ترین مخلوق ہے۔ باکمال ہونے یعنی خدا کی مکمل اطاعت کے بعد اس کا مرتبہ فرشتوں سے بھی زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس کو ابدی و ازلی سکون و اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔ قرآن میں ذکر ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سورۂ رعد، آیت: ۲۸)۔ (یادرکھو ذکرِ خدا سے ہی قلوب کو اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے) پھر وہ اس آیتِ قرآن کی تفسیر بن جاتا ہے:

صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین۔ اے خدا ہم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کر، وہ صراطِ مستقیم جن پر چلنے والوں پر تو نے انعام کیے، نعمتیں عطا کیں، ان پر کبھی تیرا غضب نہ ہوا اور نہ وہ کبھی بھٹکے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن میں انبیاء، رسل، اولیاء، ائمہِ اطہارؑ و مومنین کہا گیا ہے۔ بہترین نعماتِ خدا فیوضِ ربّانی ہیں جو مومنین کے قلوب پر وارد ہوتے ہیں۔

آیت ۲۱:

جو انسان فیوضِ ربّانی کو حاصل نہیں کرتے گو وہ چلتے پھرتے زندہ ہوں مگر مردہ ہیں۔ کیونکہ نہ وہ خود اپنے کام آئے

اور نہ بنی نوع انسان کے کام آنے کے قابل بن سکے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: **الناس موتیٰ واهل العلم احیاء۔** (تمام انسان مردہ ہیں مگر اہل علم زندہ ہیں۔) خدا نے بتایا کہ ایسے لوگوں کو اپنے انجام کی خبر نہیں ہے۔ وہ متکبر و منکر ہیں۔ خدا ان کے ہر فعل سے آگاہ ہے۔ وہ محمدؐ اور قرآن کے منکر ہیں مگر وہ اس انکار کی سزا بھگتیں گے۔

آیات ۲۲ تا ۲۵:

خدا نے فرمایا کہ منکر و کافر تکبر کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔ وہ اپنے بزرگوں کی رسموں اور دین کو برتر جانتے ہیں۔ خود کو بڑا سمجھتے ہیں اور حکمِ خدا کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان میں دو قسم کے گروہ ہیں۔ ایک تو وہ عوام ہیں جو صرف کافروں کی پیروی کر کے کافر بن گئے ہیں۔ دوسرے وہ گروہ ہے جو عوام کو گمراہ کرتا ہے اور تعلیماتِ محمدؐ اور قرآن کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ ان دونوں کا ذکر خدا نے کیا ہے۔ دنیا میں جو عذاب ان پر آئے گا اور جو آخرت میں سزا ملے گی اس کا ذکر کیا ہے۔ حدیثِ قدسی میں خدا نے فرمایا ہے: **الکبر ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحد منهما افدیه به ناری۔** [بڑائی اور کبریائی میری ردا (چادر) ہے اور عظمت میرا لباس۔ پس جس نے ان دونوں میں سے کسی چیز کو مجھ سے چھینا، میں آتشِ جہنم سے اس پر عذاب کروں گا]۔ دوسری بات اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ جو شخص کسی کو گمراہ کرے گا یا جو کوئی رسمِ بد دینِ اسلام میں پیدا کرے گا، وہ ان تمام لوگوں کے اعمالِ بد کا ذمہ دار ہوگا جو قیامت تک اس پر عمل کرتے رہیں گے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے: **من سنّ سُنّة سَیئّة فله وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیامة من غیر ان ینقص من وزره شئ۔** (جس نے بھی اسلام میں کوئی رسمِ بد جاری کی اس کا عذاب اس کی گردن پر روزِ قیامت تک ہوتا رہے گا اور اس کے اپنے عملِ بد کا عذاب بھی اس کی گردن پر روزِ قیامت تک ہوتا رہے گا۔) موجودہ عہد کے اہلِ اسلام تاریخِ اسلام کا مطالعہ کریں اور ان رسومِ بد کو اپنے عمل سے خارج کر دیں جو عہد بہ عہد کے شاہانِ اسلام اور علماءِ سُو نے اسلام میں رائج کر دی ہیں۔ ورنہ وہ خود بھی اس بارِ گناہ کے ذمہ دار ہوں گے۔

آیت ۲٦:

اس آیت کے ذریعہ خدا نے دنیوی شان و شوکت اور حکومت رکھنے والی قوم اور اس کے سردار کا ذکر یاد دلایا ہے حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں نمرود بادشاہ تھا۔ اس کو اپنی حکومت و طاقت پر غرور تھا کہ اس نے اپنے کو معبود و مسجودِ رعایا بنا لیا تھا۔ اس نے ایک مینار تعمیر کرایا تھا کہ وہ خدائے ابراہیمؑ تک پہنچے اور اس کا مقابلہ کرے۔ یہ اس کے بعد ہوا کہ وہ ابراہیمؑ کو آتشِ شعلہ ور میں ڈال چکا تھا مگر ابراہیمؑ پر وہ آتشِ نمرود بحکمِ خدا گلزار ہوگئی تھی۔ اس وقت وہ خجل (شرمندہ) ہوا اور اس نے اپنی رعایا پر اپنے خدائی دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے مینار بنایا۔ یہ بابل میں تھا۔ دو

فرسخ چوڑا تھا اور پانچ ہزار گز بلند تھا۔ تفسیر ثعلبی میں ہے کہ ہوائے تند بحکمِ خدا چلی اور وہ مینار اہل بابل پر گرا۔ لوگ مر گئے جو بچے وہ بے حواس ہو گئے اور اپنی زبان بھول گئے۔ وہ عبرانی زبان میں بل، بل، بل کہتے تھے۔ اسی وجہ سے اس شہرِ تباہ کا نام بابل ہو گیا جو آج تک ویران ہے۔

آیات ۲۷ تا ۲۹:

جن لوگوں نے حکمِ رسولؐ کو نہ مانا، احکام قرآن کی تعمیل نہ کی، خدا کا شریک بادشاہوں یا بتوں کو بنایا، ان کے حکم پر چلتے رہے، ان پر جب موت آئے گی تو وہ جان لیں گے کہ ان کے بنائے ہوئے شرکاء ان کے کام نہ آئے۔ وہ توبہ کریں گے۔ اقرارِ توحید کریں گے مگر اس وقت کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ کیونکہ فرشتے جواب دیں گے کہ تمہارے شرک کو خدا جانتا ہے۔ تم کاذب ہو کہ کہتے ہو کہ تم بدی نہیں کرتے تھے۔ سزا یہ ہے کہ سیدھے سیدھے جہنم میں چلے جاؤ۔ جہنم ہی تکبر کرنے والوں اور کافروں کا ٹھکانہ ہے۔

آیت ۳۰:

نافرمانوں کا ذکر اور ان کی نافرمانیوں کی سزا سنانے کے بعد خدا نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو حلال وحرام کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے ہیں اور عذابِ جہنم سے ڈرتے ہیں۔ وہ متقی ہیں۔ ایسے لوگوں سے منکروکافر طنزاً کہتے ہیں کہ تم کو کیا ملا تمہارے خدا نے تم کو کیا دیا؟ تم تو دنیا میں مصائب برداشت کر رہے ہو۔ ان کفار کے طنز میں یہ بات مخفی ہے کہ اگر خدا موجود ہوتا تو وہ اپنے متقی بندوں کو دنیا کی ہر شئے عطا کر دیتا اور وہ کبھی تکلیف میں مبتلا نہ ہوتے۔ کافر اس لئے ایسا طنز کرتے ہیں کہ ان کے سامنے صرف زندگانیِ دنیا اور اس کا عیش و آرام ہے۔ آخرت اور جنت کی نعماتِ ابدی کو ان کا یقین نہیں ہے۔ البتہ متقی اور پرہیز گاروں کو آخرت کی نعمات کا علم ویقین ہے لہٰذا وہ کافروں سے صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ خدا نے ہم کو خیر عطا کی ہے۔ یعنی دنیا و آخرت میں جو بھی بہتر اور اعلیٰ چیزیں ہیں وہ ہم کو عطا کی ہیں۔ بعض مفسرین نے خیر کے معنی قرآن کے بتائے ہیں تو یہ بھی درست ہے کہ قرآن تمام خیر کا مجموعہ ہے اور مومنین کے لئے قرآن دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ومحترم ہے۔

متقین نے کافروں کو یہ بھی جواب دیا کہ نیکی کرنے والوں کو دنیا میں بھی نیکی کا بدلہ ملتا ہے اور آخرت کا بدلہ تو بدرجہا بہتر ہے کیونکہ اعلیٰ ہے اور ابدی ہے۔ بہر حال خدا اپنے نیک بندوں کو دنیا کی عزت اور دولت بھی عطا کرتا ہے اگر وہ طلب کریں۔ تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ خدا نے اپنے مخلص بندوں کا جب انہوں نے دعا کی تو سب کچھ عطا کر دیا۔

آیت ۳۲:

خدائے قدیر نے اپنی کتاب میں کافر اور مومن دونوں کی موت کی تصویر کشی کی ہے۔ کافروں کی موت ایسی

حالت میں آئے گی کہ ان کے دلوں میں عداوتِ اسلام موجود ہوگی۔ ان کا جسم نجس ہوگا اور فرشتے ان پر عذاب کرتے ہوں گے۔موت کی سختی ہوگی۔ اس وقت وہ کافر فرشتوں سے کہیں گے کہ ہم نے تو خدا کی نافرمانی نہیں کی تھی۔ اس کا جواب ملے گا اور نزع کی سخت تکلیف ہوگی۔ اس آیت میں خدائے قدیر نے بتایا ہے کہ موت تو یقینی ہے مگر مومنین کی موت بشارت سے شروع ہوگی۔ ان کے دلوں میں ایمان کا نور ہوگا۔ ان کا جسم طاہر ہوگا۔ موت کے فرشتے آکر ان کو سلام کریں گے، ان کو جنت کی بشارت دیں گے تو گویا مومن کو موت نہ آئے گی بلکہ وہ حیاتِ ابدی کا پیغام ہوگا۔ جنت اور ابدی نعمتوں کی خوشخبری ہوگی۔

آیت ۳۳:

قرآن نے بار بار اعلان کیا ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال و افعال کا ذمہ دار ہے مگر اہلِ اسلام میں ایک فرقہ ایسا بھی بن گیا ہے جو کہتا ہے کہ خدا انسان سے فعلِ بد بھی کراتا ہے اور خود ہی سزا بھی دے گا۔ نعوذ باللہ! خدا عادل ہے، ظالم نہیں ہے۔ یہ عقیدہ باطل ہے۔ خدا نے خود فرمایا ''ہم نے تمہیں ہدایت کردی۔ اب تم چاہو تو شکر کرنے والے بن جاؤ اور چاہو تو کفر کرنے والے بن جاؤ'' (ترجمہ آیت: ۳، سورۂ دھر)۔

آیت ۳۵:

اس آیت میں خدائے قدیر نے ایک اہم مسئلہ کو طے کردیا۔ (۱) عہدِ رسول اللہؐ کے کافر کہتے تھے کہ ہم اور ہمارے باپ دادا اصنام (بتوں) کی پوجا کرتے رہے اور کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو حرام جانتے رہے۔ ہم بھی نسلاً بعد نسلٍ اس طریقہ کے پیرو ہیں۔ اگر خدا کو یہ ناپسند ہوتا تو ہمارے اجداد اور ہم یہ کام نہ کرسکتے تھے کیونکہ وہ تو قادرِ مطلق ہے۔ لہٰذا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے یا اب ہم کرتے ہیں وہ سب کچھ بہ منشائے خدا کرتے ہیں۔ یہ بات عہدِ حضرت محمدؐ کے کفار و مشرکین نے بھی کہی اور یہی بات پچھلی نافرمان امتوں نے بھی کہی تھی مگر وہ اپنی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ ان پر عذابِ خدا آیا۔ بعدِ رسولؐ اسی اعتقاد کا اعادہ نام نہاد مسلمانوں نے کیا اور کہہ دیا کہ خیر و شر سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اس اعتقاد کو اپنا کلمہ بنالیا ایک مسئلہ جبر و قدر کا پیدا کرلیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ انسان مجبورِ محض ہے اور فاعلِ مختار صرف خدا ہے۔ لہٰذا انسان کے ہر فعلِ بد و نیک کا فاعل، خود خدا ہے۔ اس طرح خدا پر ظلم کی تہمت لگائی کہ خود ہی افعالِ بد کا ارتکاب کراتا ہے اور خود ہی جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔ ایک شاعر ممتاز و معروف نے تو صاف صاف کہہ دیا۔ درمیان قعرِ دریا تختہ بندن کردہ ای۔ بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش (اے خدا تو نے ہی تو سمندر کی تہہ میں ایک تختہ میں باندھ کر غرق کردیا ہے پھر یہ بھی کہتا ہے کہ دامن گیلا نہ ہو ہوشیار رہو) نعوذ باللہ! اس سے زیادہ خدا پر ظلم کی تہمت کیا ہوگی۔ بہرحال ان آیات نے اس مسئلے کو قیامت تک کے لئے صاف کردیا ہے۔

آیت ٣٦:

اس آیت سے واضح ہوگیا کہ روئے زمین پر جہاں بھی انسان آباد ہیں وہاں خدا کی طرف سے خدا کا فرستادہ رسول آیا۔ اس نے ایک ہی پیغام دیا کہ صرف خدائے واحد کی عبادت کی جائے اور اس شخص سے دور رہو جو دینِ خدا میں گمراہی پیدا کرتا ہو، چاہے وہ عالم ہو یا جاہل بادشاہ ہو کہ فقیر۔

ہدایت خدا کی طرف سے ہے اسی بات کا اس آیت میں اعلان ہے کہ خدا نے بعض کو ہدایت دی او کچھ کو ان کی گمراہیوں میں چھوڑ دیا۔ گمراہ کرنا خدا کا کام نہیں ہے۔ وہ شیطان کا کام ہے۔ پس جنہوں نے حکمِ شیطان کو مانا اور خدا کے حکم کو ترک کیا ان پر گمراہی ثابت ہوگئی اب وہ جہنم کا کندہ بنیں گے۔

آیت ٣٧:

خدا نے اپنے حبیب ور رسولؐ کو تسلی دی ہے کہ اے رسولؐ تم اپنی قوم کی ہر فرد کو مسلمان دیکھنا چاہتے ہو مگر یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ اکثر نافرمانوں کو ہم نے ان ہی کی حالت پر چھوڑ دیا ہے۔ ان کی سرپرستی و نصرت کرنے والا ہمارے علاوہ کوئی نہ تھا۔ انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا ہے لہٰذ ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔ اس لئے وہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔

آیات ٣٨۔٣٩:

کافر قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا نہیں ہے، وہ قیامت کے منکر ہیں، کافر ہیں، وہ مسلمان نہ ہوں گے۔ تمہارے کارِ تبلیغ پر ہم مطمئن ہیں۔ تم اپنا کام کرتے رہو۔

خدائے قدیر نے فرمایا کہ کافر قیامت کے منکر ہیں مگر خدا نے جس بات کا بھی وعدہ کیا ہے وہ وعدہ ضرور پورا ہوگا لوگ قیامت کا انکار اس لئے کرتے ہیں کہ ان کو علم نہیں ہے۔ ان کی استعدادِ علمی کی کمی ہے کہ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ خدائے قدیر روزِ قیامت کو اس لئے مقرر کرے گا کہ جو اس کے منکر تھے اور اپنے انبیاءؑ کو اس کے بارے میں جھٹلاتے تھے، وہ قائل ہوجائیں اور ان کو معلوم ہوجائے کہ وہ جھوٹے تھے اور خدا کے انبیاءؑ سچے تھے۔

آیت ٤٠:

جنہوں نے قیامت کا انکار کیا ان کا علم کم تھا، ان کی عقل ناقص تھی۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ جو خدائے قادر تمام ارض و سماء اور تمام عالموں کو بغیر کسی کی مدد کے پیدا کرسکتا ہے اور اس انداز اور اسلوب پر کہ ہر شئے چھوٹی اور بڑی اپنی صفات میں کامل ہے، اس سے بہتر انسانی تصور پیش نہیں کرسکتا ہے۔ وہ مجبور نہیں ہے بلکہ قادرِ مطلق ہے۔ وہ مردہ کو زندہ کرسکتا ہے کہ اس مردہ کے ذرات مادی تو موجود ہیں اور پہلے جب پیدا کیا تھا تو کچھ بھی موجود نہ تھا۔ اب تو وہ جسمانی و روحانی حالتوں میں زندہ رہا ہے۔ اس کے ذرات مختلف و متفرق ہوگئے ہیں۔ ان کا جمع کرنا تو آسان ہے

اس سے کہ ان کو پہلی بار پیدا کیا گیا تھا۔ خدائے قدیر کی تو یہ قدرت ہے کہ صرف اس کی مشیت میں گزرا کہ فلاں شئے ہوجائے بس وہ اسی لمحہ ہوجاتی ہے۔ اس کو نہ سامان کی ضرورت ہے اور نہ کسی مددگار کی ضرورت ہے۔ اسی خدا نے مومنین کے لئے جنت میں یہ بات رکھی ہے کہ جب مومن ارادہ کرے گا اس کی مرغوب شئے فوراً اس کے سامنے حاضر ہوگی۔ اس کو صرف ارادہ کرنا پڑے گا اور بس۔ دنیا میں بھی خدا نے اپنے اولیاء کو یہ قدرت دی ہے اور وہ بذریعہِ اسمِ اعظم ہے۔

آیت ۴۱:

خدا نے اس آیت میں مہاجرین کا مرتبہ اور ان سے وعدہِ نصرت ذکر فرمایا ہے۔ مہاجرین کی خدا دنیا و آخرت میں مدد کرتا ہے تاریخی واقعہ عہد حاضر کا دیکھنا ہو تو مہاجرینِ پاکستان کو خدا نے ملک عطا کیا مگر طالبانِ دنیا نے عطیہ خدا کی ناشکری کی۔ خدا انہیں توفیق نیک دے۔

آیت ۴۳:

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ خطاب اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کے لئے ہے مگر غلط ہے کیونکہ خدا نے قرآن میں ذکر یا تو حضرت محمدؐ کا لقب بتایا ہے یا قرآن کا نام بتایا۔ بقولہ تعالیٰ **ذکراً رسولا**۔ خود ذات رسولؐ ذکر ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: **نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون**۔ (سورہ حجر آیت ۹) (ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)۔ تو اہل الذکر وہی ہیں جو علومِ قرآن کے وارث ہوں اور وہ اہلبیتِ رسولِ حضرت محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ اسی لئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ **نحن اھل الذکر**۔ (ہم اہل ذکر ہیں)۔ صاحب تفسیر مواہب الرحمٰن نے عبدالرحمٰن بن زید کے حوالہ سے لکھا (پ ۱۴ ص ۱۰۶)۔ اور اسی طرح قول امام ابوجعفر محمد باقرؑ کا ہے کہ اہل الذکر ہم لوگ ہیں (ص ۱۰۷)۔ اور آنحضرتؐ کے اہلبیت میں سے جو عالم ہوئے ہیں وہ دیگر عالموں سے بہتر و افضل ہیں۔ جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس و حسن و حسین و محمد بن حنفیہ و امام زین العابدین اور ابوجعفر باقر اور جعفر بن محمد علیہم السلام اور مانند ان کے جو لوگ متمسک بہ سنت و قائم بہ صراطِ مستقیم رہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ تمام علوم اولین و آخرین کے جاننے والے صرف محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اس لئے خدا نے ان سے ہی پوچھنے کا حکم دیا ہے۔

آیات ۴۵ تا ۴۷:

خدائے قدیر نے ہدایت انسان کے لئے مسلسل انبیاءؑ مبعوث کیے تا کہ وہ انسان کو ان اعمال سے آگاہ کریں جو دنیا میں انسان کی فلاح و بہبود و امن و امان و سلامتی کے ضامن ہوں اور آخرت میں پیشِ خالق وہ سرخرو ہو کر ابدی نعماتِ خداوندی کے مستحق بن سکیں۔ مگر انسانوں نے اپنی بدنصیبی کی وجہ سے انبیاءؑ کی نافرمانی کی، ان کو قتل کیا اور بار

بار عذاب کے مستحق ہوتے رہے۔ اب عہدِ رسالتِ خاتم النبیین آیا اور حضرت محمدؐ آخری رسول بن کر آئے اور خدا کی نازل کردہ کتاب قرآن کو بھی لائے مگر اہلِ عرب اور اہل مکہ خصوصاً رسول خداؐ کے منکر ہی رہے۔ خدا نے ان کو ہدایت کرنی چاہی ہے اور ان کو سابقہ امتوں اور عذابوں کا حال اشارتاً سنایا ہے۔ اول یہ کہ ان کفار مکہ کو یاد نہیں کہ ان کے نافرمان اسلاف کو زمین میں دھنسا دیا گیا تھا۔ زمین ان پر پلٹ دی گئی تھی۔ دوم وہ سرکش و نافرمان ایسے مغرور تھے کہ باوجود عذاب کی خبر کے اپنے کاروبار میں مصروف تھے۔ لہٰذا ان کے کاروبار کی گرما گرمی میں ان کو عذاب نے پکڑا اور ان کے حمایتی اور ان کی دولت ان کے کام نہ آئی۔ سوم خدا قادرِ مطلق ہے اور موجودہ عہد کے انسان بھی تاریخی واقعات کی رو سے واقف ہیں کہ خدا نے نافرمان اقوام کو چشمِ زدن میں ہلاک کر دیا تھا اور وہ خدا کو مجبور نہ کر سکے کہ ان پر عذاب نہ آتا بلکہ خدا کو کوئی بھی عاجز اور مجبور نہیں کر سکتا ہے کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ چہارم یہ کہ **اویاخذھم علی تخوف**۔ (خوف دلانے کے بعد یعنی خبر عذاب سنانے کے بعد بھی خدا ان کو عذاب میں گرفتار کر سکتا ہے)۔ بار بار حضرت محمدؐ سابقہ امتوں کے عذاب کی خبر دے کر اپنی امت کو ڈرا رہے ہیں پھر بھی یہ لوگ نہیں مانتے تو فی الحال بھی وہ قادرِ مطلق خدا عذاب سے ہلاک کر سکتا ہے مگر چونکہ اس نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰؐ کی امت کو قیامت تک کے لئے مہلت عطا کی ہے لہٰذا وہ خدا بوجہ رحم و کرم کے فوری عذاب نہیں فرما رہا ہے۔ مہلت دی ہے کہ ان میں سے مومن بندے پیدا ہو سکیں یا شاید یہی توبہ کر کے مطیع ہو جائیں۔

آیت ۴۸:

خدا نے انسان کی توجہ اس طرف دلائی ہے کہ وہ دنیا کی تمام اشیاء کو بغور دیکھے تو اس کو ہر شئے خدا کی مطیع اور اس کے مقرر کردہ قاعدوں اور اندازوں کی پابند نظر آئے گی۔ ہر شئے مخلوق ہے۔ مادی ہے اور جن اشیاء کا مادہ کثیف ہے ان کا سایہ ہے۔ سایہ اسی طرف پڑتا ہے جدھر روشنی کا عکس پڑتا ہے۔ روشنی و نور بھی خدا کی مخلوق ہے اور وہ کثیف مادی جسم بھی خدا کی مخلوق ہے۔ قدرتِ خدا کی نشانیاں ہر طرف سے انسان کو گھیرے ہوئے ہیں اور وہ سب احکامِ خدا کی مطیع ہیں۔ یعنی شمس و قمر اور ثوابت و سیارگان اور مادی ارضی مخلوق سب مطیعِ حکمِ خدا ہیں۔ اس لئے انسان کو بھی اپنے خالق کے سامنے سربسجود ہونا چاہیے تاکہ وہ تمام ساجدین کے ساتھ سجدہ کرنے والا قرار پائے، آخرت میں نعماتِ ابدی کا مستحق قرار پائے اور اپنی وجہِ خلقت کو پورا کر سکے۔ سجدہ بہترین صورتِ طاعت و عبادت ہے۔ ہر مخلوق بدرجہ کمال اپنے رب کی مطیع ہے۔ بال برابر بھی نافرمانی نہیں کرتی ورنہ نظام ارض و سماء برباد ہو جائے۔

آیت ۵۲:

لہ الدین واصبا۔ ترجمہ معنیِ مرادی میں کیا گیا ہے ورنہ دین اجزائے اعمال ہے اور واصب یعنی دائمی و حقیقی

ہے۔ یعنی خدا کے لئے ہی ہے کہ وہ اعمالِ انسان کی جزا دے گا۔ حق اسی کے لئے ہمیشہ کے لئے مخصوص ہے۔ کوئی دوسرا اس میں خدا کا شریک نہیں۔ جب اے انسان تجھ کو معلوم ہوگیا کہ مالک یوم الدین اور حاکمِ روزِ جزا خدا ہی ہے تو کیا اس علم کے بعد بھی دوسروں کو خدا کا شریک بنائے گا اور خدا کے علاوہ کسی اور سے ڈرے گا؟ اگر صاحبِ عقل ہے تو تجھ کو صرف خدا سے ڈرنا چاہیے۔

آیات ۵۳ تا ۵۹:

خدائے رحیم نے پھر اپنے لطف وکرم سے اپنے بندوں کو ان کی قلبی کیفیات اور اثرات کے ذریعہ ہدایت کرنی چاہی ہے۔ اول یہ کہ انسان کو جب فارغ البالی عطا ہوتی ہے تو وہ بھی خدا کی طرف سے ہے اور دوم اگر اس پر مصائب پڑتے ہیں اور وہ اس حالت مصیبت میں خدا کو پکارتا ہے تو خدا ہی اس کی مدد کرتا ہے۔ سوم یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ جب خدا دعا سن کر مصیبت کو دفع کردیتا ہے تو پھر انسان خدا کی مدد کو بھول جاتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ فلاں فلاں سے مجھ کو نجات ملی ہے۔ گویا وہ ان کو خدا کا شریک قرار دے کر مشرک بن جاتا ہے۔ چہارم یہ ناشکرا انسان اپنی مصیبتوں کے دور ہونے کے بعد اپنے بتوں (معبودوں) پر چڑھاوے چڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے ذریعے ہم کو نجات ملی ہے۔ یہ کھلا شرک ہے پنجم یہ کہ ان مشرکوں کو ان کے شرک کی سزا ضرور ملے گی۔ ششم یہ مشرک خدا کے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں دانستہ یہ گستاخی کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ حال ہے کہ جب کبھی ان کو خبر ملتی ہے کہ ان کے گھر میں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو ان کا چہرہ رنج سے سیاہ ہوجاتا ہے اور خدا کی دی ہوئی نعمت کو چھپاتے ہیں۔ اس لڑکی کو زندہ دفن کردینے کی سوچتے ہیں۔ یہ نافرمان جو چاہیں اس زندگی میں کرلیں مگر آخر میں ان کے لئے عذاب دائمی ہے۔

آیت ۶۰:

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو مومن جو مطیعِ احکامِ خدا ہیں اور رضائے خدا پر خوش ہیں اور دوسرے کافر جو خدا کی آیات کے منکر ہیں اور نافرمان ہیں۔ لہٰذا ان نافرمانوں اور کافروں کی مثال بری مثال ہے کہ وہ اپنے خالق اور پالنے والے کے نافرمان ہیں، وہ اپنی اولاد کے قاتل ہیں، مفلسی کے خوف سے اولاد کو قتل کرتے ہیں۔ لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کرتے ہیں اور حرام افعال کے مرتکب ہوتے اور بد اعمالی اور بد افعالی کرکے اپنے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا ان کے تمام کام بُری مثال پیش کرتے ہیں۔ اب رہے وہ لوگ جو خدا کی رضا پر راضی ہیں۔ وہ خدا کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور وہ اہلِ دنیا کے لئے اچھی مثال قائم کرتے ہیں تو ان کے افعالِ نیک چونکہ مطابقِ حکمِ خدا ہوتے ہیں لہٰذا وہ دنیا والوں کے لئے اچھی مثال قائم کرتے ہیں۔ نیز اس آیت نے بتایا ہے کہ احکامِ خدا پر

عمل کرنے سے انسان دنیا و آخرت کی خوبیاں اور نیکیاں حاصل کرتا ہے۔ یہی اعلیٰ مثالیں ہیں۔

آیت ٦١:

دابۃ۔ زمین پر ہر رینگنے، چلنے والی شئے کو کہتے ہیں۔ مفسرین نے اسی لفظ کی وجہ سے یہ لکھ دیا کہ بدکاروں کے ساتھ نیکوکار بھی عذاب میں مبتلا ہوسکتے ہیں اور حیوانات بھی ہلاک ہوں گے۔ بات بالکل سیدھی اور صاف ہے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان شر الدواب عندالله الذین کفروا۔ (سورۂ انفال، آیت:۵۵)۔ [یقیناً خدا کے نزدیک بدترین دابۃ (انسان) وہ ہے جو کافر ہے]۔ لہٰذا اس آیت کے معنی بھی یہی ہیں کہ ہر متحرک اور چلنے والا یعنی ذی روح عذاب خدا سے نہ بچتا اگر خدا بد اعمالی کی سزا فوراً دیتا۔ مگر دنیا میں تم کو جو بکثرت نافرمان انسان نظر آتے ہیں وہ خدا کا رحم و کرم ہے کہ وہ ان کو دنیا بھر کی نعمات دے کر اور مہلت دے کر غور وفکر کا موقع دے رہا ہے۔ گو یہاں آیت کے مخاطب کافر ہیں۔ لیکن یہ آیت تمام انسانوں کو تنبیہ کررہی ہے کہ وہ اپنے اعمال پر اترائیں نہیں بلکہ خدا کی دی ہوئی مہلت میں اتنی کوشش کریں کہ ان کی نیکیوں کا پلہ ان کی برائیوں کے پلے سے بھاری ہوجائے۔ یاد رہے کہ تقریباً اسی مفہوم کو سورۂ فاطر آیت ۴۵ میں دہرایا گیا ہے جو اس معاملہ کی اہمیت پر زور دینے کا ثبوت ہے۔

یہ آیت خدائے قدیر کی اس قدرت کو ظاہر کرتی ہے کہ جب ان کافروں کی موت کا وقت آئے گا تو اس میں کمی و بیشی کا اختیار کسی کو نہ ہوگا اور اس طرح جب زوالِ قوم کا وقت آئے گا تو اس میں کمی و بیشی کا اختیار کسی کو نہ ہوگا۔ اس وقت قوم کی دولت وطاقت کام نہ آئے گی۔ تاریخِ عالم خدا کے اس قول کی تصدیق کررہی ہے۔

آیت ٦٢:

انسان خود اپنے لئے حکومت، ملکیت میں کسی دوسرے کی شرکت پسند نہیں کرتے مگر خدا کا شریک قرار دیتے ہیں۔ خدا کے لئے لڑکیاں تجویز کرتے ہیں لیکن اپنے لئے لڑکی کو برا جانتے ہیں لہٰذا یہ جھوٹے ہیں ان کی سزا جہنم ہے۔

آیت ٦٣:

اس آیت میں خدا نے سابقہ امتوں کی نافرمانیوں کا ذکر کیا ہے اور اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ قرآن کے ذریعہ ہدایت کرتے رہیں اور نافرمانوں کی پروا نہ کریں۔

آیت ٦٤:

خدا نے اس آیت میں حضرت محمدؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ احکام قرآن سنا کر واضح کردیں کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا

ہے تاکہ منکرین کومعلوم ہوجائے۔ اس کے بعد بھی اگر اہل مکہ اور اہلِ عرب قرآن کے احکام کی پروا نہ کریں گے تو ان کا وہی حشر ہوگا جو ان سے پہلے نافرمان امتوں کا ہو چکا ہے۔قرآن صرف ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو خدا اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو خدا پر ایمان رکھتا ہے وہی تو یہ تسلیم کرے گا کہ قرآن خدا کی کتاب ہے اور جو حضرت محمدؐ پر ایمان رکھتا ہے، وہی تو یہ عقیدہ رکھے گا کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور ان کے ذریعہ سے قرآن لوگوں تک پہنچایا گیا ہے۔قرآن بے شک ہدایت ہے اور رحمت ہے مگر بقولِ خدائے قدیر صرف ایمان والوں کے لئے ہے اور مذکورہ سطور میں یہی واضح بھی کیا گیا ہے۔بعض کا خیال ہے کہ قرآن تو سب کے لئے ہی ہدایت اور رحمت ہے۔ ایسا خدا کا فرمان نہیں ہے اگر ایسا فرمادیتا تو صرف قرآن کی موجودگی ہی اہلِ عالم کو مسلمان اور مومن بنادیتی مگر قرآن موجود ہے مگر کفار کی تعداد روز بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا قرآن کو خدا نے صرف مومنین کے لئے رحمت اور ہدایت بنایا ہے۔مومن ہی قرآن کے ذریعہ حلال وحرام کو پہچان سکتا ہے،عملِ نیک کرکے ہدایت یافتہ ہوسکتا ہے اور رحمتِ خدا کا مستحق بن سکتا ہے۔

آیت ٦۵:

ریگستانوں میں نیز وسیع بنجر قطعات زمین میں شدید گرم موسم میں کوئی چیز نہیں اگتی اور زمین کا مفاد مفقود نظر آتا ہے مگر بارش کے بعد زمین میں روئیدگی بھی پیدا ہوجاتی ہے اور حشرات الارض بھی پیدا ہوجاتے ہیں۔ زمین کی پہلی حالت کو موت کہا گیا ہے کہ وہ بالکل بے فیض تھی اور ناکارہ اور زمین کی دوسری حالت کو زمین کی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ مفید ہے۔ اسی طرح خدائے قدیر انسان کو موت دے گا اور صرف ایک حکم سے تمام مردہ انسانوں کو زندہ کردیگا مگر یہ بات صرف وہی سمجھ سکیں گے جن میں قوائے فہم و ادراک ہوں اور جو یہ بات سمجھ لیں گے کہ خداوندِ عالم ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے۔

آیت ٦٧:

خدائے قدیر نے انسان کی ہدایت کے لئے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ اس نے پھل پیدا کیے جن سے تم نشہ آور اشیاء بناتے ہو۔ یہ آیت اظہار واقعہ کررہی ہے کہ بعض مفسرین نے لکھ دیا ہے کہ خدا نے موقعِ احسان پر ذکر کیا ہے کہ تم شراب بناتے ہو۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ یہ آیت مکیہ ہے اور شراب حرام ہونے کا حکم مدینہ میں آیا ہے۔ یہ سب قلبی وساوس، غلط خیالات ہیں حقیقت یہ ہے کہ خدا نے احسان نہیں جتایا ہے بلکہ کافروں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ ہمارے پیدا کردہ پھلوں سے حرام اشیاء بناتے ہیں جبکہ ہمارے مومن بندے ان ثمرات کو رزقِ حسن یا پاک روزی سمجھ کر کھاتے ہیں۔

تتخذون منه سکراً ور زقاً حسناً۔تم پھلوں سے نشہ آور اشیاء بناتے ہو اور ان پھلوں ہی سے پاک

رزق بناتے ہو۔آیت نے صاف صاف ظاہر کیا ہے کہ انسان پھلوں سے دوقسم کی اشیاء تیار کرتا ہے۔ایک تو نشہ آور حرام اشیاء گویا وہ خدا کی حلال کردہ شئے کو حرام بنالیتا ہے۔اور دوسری شئے وہ ہے کہ وہ پاک غذا ہے یعنی پھلوں کو ان کے اصلی حال وصورت میں استعمال کیا جائے۔اس آیت نے بتایا کہ انسان خود حلال کو حرام شکل میں تبدیل کرلیتا ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ خمر(شراب) وہ ہے جو انگور سے بنائی جائے اور سکر(شراب) وہ ہے جو خرما سے بنائی جائے اور نبع شہد سے اور مزداد باجرہ سے اور غبیر گیہوں سے۔میں خدا کا رسول تم کو منع کرتا ہوں ہر اس شئے کے استعمال کرنے سے جو مستی یا نشہ پیدا کرے۔تفسیر شعبی وجبائی نے بتایا کہ سکر ہر اس نشہ آور حرام شئے کو کہتے ہیں جو پی جائے اور جو شربتوں میں داخل ہو اور رزقِ حَسن وہ ہے جو خوش ذائقہ ولذیذ بھی ہو اور حلال ہو۔

آیات ٦٨۔٧٠:

خدا نے ان آیات میں اپنی چند بے مثال قدرتیں بیان کی ہیں۔اول یہ کہ آسمان سے زمین پر پانی نازل ہوتا ہے۔دوم یہ کہ وہ پانی مردہ زمین کو زندہ یا کارآمد بنادیتا ہے۔سوم یہ کہ اس نے چوپائے پیدا کیے جن سے انسان فائدے حاصل کرتا ہے۔حیوانات میں ایسے بھی ہیں جو دودھ دیتے ہیں۔یہ وہی جانور ہوتے ہیں جو گوبر کرتے ہیں ان کے جسم میں خون ہوتا ہے مگر خدا اسی جانور سے پاک و پاکیزہ دودھ، گھی، مکھن، چربی مہیا کرتا ہے۔ان چیزوں کو انسان کے لئے حلال قرار دیا گیا۔اسے حیونات کے بچوں کا ذریعہ حیات بنایا اور انسانوں کے لئے سببِ صحتِ جسم بنایا۔ چہارم یہ کہ خدا نے ثمرات کھجور انگور وغیر پیدا کیے جن کو خوش ذائقہ بنایا۔انگور وانار کا رس پینے کے لئے بنایا اور کھجور کھانے کے لئے بنائی۔پنجم یہ کہ خدا نے ایک معمولی مخلوق مکھی کو ہدایت کی کہ وہ مفید پھولوں کے رس کو چوسے اور اس کو شہد کی شکل بنا کر جمع کرے اور وہ ایسی جگہ چھتے بنائے کہ بآسانی حرص طبع انسان وہاں نہ پہنچ جائے تاکہ انسان کے لئے غذائے پاک شفاء بنے۔شہد کی مکھیوں کا ایک بادشاہ ہوتا ہے جس کو یعسوب کہتے ہیں۔تمام مکھیاں اس کے تابعِ حکم ہوتی ہیں۔پاک اور خوشبودار پھولوں کو چوستی ہیں۔گندگی کی جگہ نہیں بیٹھتیں۔حرام اشیاء نہیں کھاتیں البتہ جو ان میں سے غلطی کرتی ہے اس کو یعسوب قتل کردیتا ہے۔حضرت علیؑ نے فرمایا: **انا یعسوب المومنین**۔ میں مومنین کا یعسوب ہوں یعنی ان کے اعمال کا نگران اور متولیِ امور ہوں۔ششم یہ کہ خدا نے انسان اور ہر مخلوق کو پیدا کیا ہے۔پھر وہ انسان کو ایسی عمر تک بھی پہنچا دیتا ہے کہ وہ بچوں سے بھی زیادہ کم عقل ہوجاتا ہے۔

آیت ٧١:

آیت نے ظاہر کیا کہ خدا نے ہر انسان کو معاش کے معاملہ میں یکساں نہیں رکھا ہے بلکہ ایک کو دوسرے پر

برتری دی ہے مگر جن کو برتری دی ہے ان پر حق مقرر کیا ہے کہ وہ اپنے سے کم حیثیت والے کی مدد کریں کیونکہ پیٹ بھرنے کے معاملہ میں ہر ایک کے حقوق برابر ہیں۔ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ نافرمان مالدار غرباء کو کچھ نہیں دیتے۔ان کا یہ فعل خلافِ حکمِ خدا ہے۔

آیات ۷۲، ۷۴:

خدائے قدیر نے سابقہ آیات میں اپنے احسانات کا ذکر کیا ہے اور اپنی قدرت کی نشانیاں انسان کے سامنے پیش کی ہیں۔اس کے بعد فرمایا ہے کہ اس قدر نعمات پانے کے بعد بھی یہ کافر نافرمان اور کافر ہی رہیں گے اور اصنام پرستی کر کے خدا کا شریک دوسروں کو بناتے رہیں گے۔ وہ کافر جن بتوں کو اپنا ولی و حاکم بنا رہے ہیں وہ تو خود محتاج اور مخلوق ہیں۔ وہ بھلا کسی کی مدد کیا کر سکتے ہیں؟ صاحبِ عقل انسان تو وہ ہے جو ایسے کو اپنا حاکم، معبود اور ولی قرار دے جو اس کو فائدہ پہنچا سکے اور جس نے اس کو خلق بھی کیا اور اسباب زندگی بھی عطا کیے مگر یہ کافران باتوں پر غور نہیں کرتے اور من گھڑت اور غلط باتیں خدا کے ذمہ لگاتے ہیں۔

آیت ۷۵:

خدائے قدیر نے انسانوں کو ایک مثال کے ذریعہ ہدایت کرنی چاہی ہے۔ایک غلام جو مجبور ہو اور اپنے مالک کے حکم کا پابند ہو اور اس کا کوئی اختیار نہ ہو صرف مجبورِ محض ہو جبکہ دوسرا وہ آدمی ہے جس کو خدا نے دنیا بھر کی اشیائے آرام عطا کی ہیں اور وہ شخص اتنا نیک دل ہے کہ وہ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے ظاہر و باطن طریقہ پر خرچ کرتا ہے۔تو خدا پوچھتا ہے کہ تم خود انصاف سے کہو کہ یہ دونوں شخص درجہ میں برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی ایک تو بے بس زر خرید غلام اور دوسرا وہ دولت مند جو نامِ خدا پر خوب خرچ کرتا ہے۔ اس آیت نے دو امور ظاہر کیے۔ اول یہ کہ انسان کو غلام نہ ہونا چاہئے، اس کی انسانی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہے وہ مجبورِ محض زندگی بسر کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر خدا کسی کو آزادی دے اور دولت مند بنائے تو اس کو چاہیے کہ وہ نامِ خدا غرباء پروری ضرور کرے کیونکہ خدا کی نعمات کا یہی اصلی شکر ہے۔اس کا اصل مقصد خدا کو راضی کرنا ہو،شہرت مقصد نہ ہونا چاہیے ورنہ عمل قابل قبول نہ رہے گا۔

تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں۔یعنی بہر حیثیت وہی قادرِ مطلق خدا ہے جس مخلوق کا جس طرح پر چاہتا ہے امتحان لیتا ہے۔غربت اور دولت مندی دونوں حالتوں کا دینے والا وہی خدا ہے اور وہی غربت و دولت میں امتحان لیتا ہے تا کہ ابدی نعمات عطا فرمائے۔

آیت ۷٦:

خدائے قدیر نے یہاں دوسری مثال بیان کی ہے اور ایک غلام گونگا، نکما، مفلوج، مشلول جو اپنے مالک کے

لئے عذابِ جان ہے، مالک کا ہر کام بگاڑتا ہے۔ دوسرا وہ غلام ہے جو اپنے مالک کا مطیعِ حکم بھی ہے اور اس کے احکام کو اس کی رعایا تک انصاف وعدالت کے ساتھ پہنچاتا بھی ہے۔ مالک و حاکم کا تابعدار ہے اور عادل ومنصف ہے۔ خدا نے اس مثال سے واضح کیا ہے کہ ہر عاقل انسان اس بات کو تسلیم کرے گا کہ یہ دونوں غلام ہرگز مساوی وہم رتبہ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا پھر وہ کیوں غور نہیں کرتے کہ خدا نے انسان کو دماغ، کان، آنکھ، اعضاء سب کچھ دیا مگر سرکش انسان نہ دماغ سے سوچتے ہیں، نہ آنکھوں سے خدا کی نشانیوں کو دیکھتے ہیں، نہ کانوں سے حق کا کلام سنتے ہیں۔ وہ اپنے خالق کی صنعت پر داغِ بدنمائی بنے ہوئے ہیں۔ پھر کیوں نہ وہ مستحقِ عذاب ہوں۔ دوسرے وہ ہیں جو خدا کے نبی ہیں، صالحین ہیں، شہداء ومتقین ہیں بعدِ رسول ائمہ معصومینؑ ہیں، جو عدالت پر قائم رہتے ہیں اور رضائے خدا کے لئے اپنا سر اور گھر لٹا دیتے ہیں۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک طبقہ جنتی ہوگا دوسرا جہنمی ہوگا۔ یہ آیت عبرت دلاتی ہے۔ لوگ خدا کی نافرمانیاں یہ سمجھ کر کرتے ہیں کہ قیامت تو ابھی بہت دور ہے مگر ان کو نہیں معلوم کہ قیامت صرف ایک حکمِ خدا کی تابع ہے اور حکم کے بعد چشم زدن میں آئے گی اور قیامت سے پہلے موت بھی قیامت ہی ہے۔

آیات ۷۸ تا ۸۱:

درحقیقت خدائے قدیر سے زیادہ کوئی رحمٰن و رحیم ومہربان نہیں ہوسکتا۔ اس نے اپنے رحم وکرم سے انبیاءؑ مبعوث فرمائے۔ ان معصوم نبیوں کا قتل ہونا دیکھا مگر پھر رحم وکرم کہ نبی کے بعد نبی بھیجتا رہا اور صحیفہ کے بعد صحیفہ اور کتاب کے بعد کتاب آخر میں حضرت محمدؐ کو رحمتِ عالم بنا کر بھیجا اور قرآن جیسی عظیم کتابِ رحمت وحکمت عطا کی۔ اس میں بار بار پیار ومحبت سے ہدایت کی۔ ان آیات میں پھر خدا انسان کو یاد دلا رہا ہے اول یہ کہ خدائے قدیر نے انسان کو ماں کے بطن سے پیدا کیا۔ اس بیان میں حقائقِ صنعت وتخلیقِ انسان کا اظہار کیا گیا ہے(۲) کیفیات و تاثرات وجذباتِ انسانی کا ذکر کیا گیا ہے کہ بغیر اس کے شکل نطفہ پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ یہ قدرتِ خدا ہے کہ انسان کے اخلاط سے ایک مادۂ حیات کو پیدا کرتا ہے اور ان اخلاط میں وقتی وعارضی ہیجان پیدا کرتا ہے اور وہی ہیجان جذبات والتہاب واخلاطِ جسم وجودِ نطفہ کا سبب ہوتا ہے اور اس نطفہ میں حیات ہوتی ہے۔ یہ خدا کی قدرت کا اعلیٰ نمونہ ہے کہ چشم زدن میں مرد وعورت کے ملتے ہی اخلاط میں کیمیاوی تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور اس سے زندہ خلیہ جات پیدا ہو جاتے ہیں جو نطفہ کہلاتے ہیں۔ پھر وہ نطفہ اتنا باشعور اور طاقتور ہوتا ہے کہ اپنی منزل سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ (۳) وہ نطفہ اپنی ضروری غذا کو خود حاصل کرتا ہے اور اس کی زندگی کا پہلا لمحہ سعیِ حیات سے شروع ہوتا ہے۔ جنین کے بعد اس میں اعضاء پیدا ہوتے ہیں اور حتیٰ کہ وہ نحیف وکمزور بچہ قومی ہیکل جسمِ مادر کو شگافتہ کر کے باہر

آجاتا ہے اور زمین پر قدم رکھتے ہی اپنی حیاتِ خداداد اور قدرتِ خداوندی کا اعلان اپنے گریہ سے کرتا ہے۔ اب وہ کان سے سنتا ہے، آنکھ سے دیکھتا ہے، دل سے محسوس کرتا ہے مگر ان کو اپنے ارادہ سے کام میں نہیں لاسکتا ہے۔ پھر وہ نوجوان، پھر جوان اور عاقل وفرزانہ ہوجاتا ہے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر انسان کو اپنے خالق اور رب کا اقرار کرنا چاہیے۔ آیت ۷۸ کا آخری جزو ہی یہ ہے: لعلکم تشکرون۔ (شاید کہ تم شکر گذار بندے بن جاؤ)۔ کلامِ خدا سے واضح ہوتا ہے کہ خدا اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ ہر صورت یہ چاہتا ہے کہ بندہ صحیح معنی میں خدا کا بندہ بن جائے اور ابدیِ نعمت کا مستحق ہوجائے۔ خدائے قدیر کو دو باتیں بہت ہی محبوب ہیں اول بندہ کی شکر گزاری کہ اس سے نعمت کا اقرار ہوتا ہے۔ دوسرے اطاعت گزاری وراضی برضا رہنا یعنی اسلام چنانچہ ان آیات کے آخر میں فرماتا ہے لعلکم تسلمون۔ (شاید کہ تم اطاعت گذار مسلمان بن جاؤ۔) مسلمان کی صفت ہی یہی ہے کہ وہ حکمِ خدا اور رسولؐ کا مطیع و پابند ہو۔ خدا نے ان آیات میں اپنے رسول حضرت محمدؐ کو بتایا کہ ہم نے انسان کو عقل و ہوش دیا ہے۔ اس کے اردگرد اپنی نعمات کی بہتات کردی ہے۔ زمین وآسمان بنائے۔ زمین پر انسان کے مکانات بنانے کی اور پہاڑوں کو کاٹ کر محفوظ قلعے بنانے کی قابلیت اور طاقت عطا کی۔ سردی، اور گرمی اور بارش کو اسبابِ زندگی کے مہیا کرنے کا ذریعہ بنایا پھر اس گرمی اور سردی کی شدت سے بچانے کے لئے اون اور روئی وغیرہ پیدا کی۔ دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے لوہے کی زرہ بنانے اور آلات حرب بنانے کی قابلیت عطا کی۔ یہ سب نعمات اس لئے انسان کو عطا ہوئیں کہ وہ بہ سلامتی اور آرام زندہ رہ سکے اور عقل وفہم کے ذریعہ اپنے خالق اور رب کی معرفت حاصل کر سکے۔

آیت ۸۲:

حضرت محمدؐ آخری رسول تھے۔ آدمؑ سے عیسیٰؑ تک تمام انبیاءؑ کی ذمہ داریاں صرف دوش محمدؐ پر تھیں اور وہ بھی قیامت تک کے لئے۔ لہٰذا آنحضرتؐ کو اپنی ذمہ داری کا احساس تھا اور آپ کی دلی تمنا تھی کہ روئے زمین کے تمام انسان مسلمان ہوجائیں اور خوفِ خدا بھی تھا کہ مبادا کارِ رسالت میں کوئی کمی رہ جائے تو قیامت تک باقی رہنے والا دین اور توحیدِ خدا کا کیا ہوگا۔ کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ ہر نبی کے بعد اس کی امت نے ہی دین کو برباد کر دیا کہ خود کافر ومشرک ومنافق بن گئے اور عذابِ آخرت ودنیا کے مستحق ہو گئے۔ لہٰذا آپ کی زندگی کا ہر لمحہ فکر وغم میں گزرتا تھا۔ خدائے قدیر عالمِ اسرارِ قلوب ہے اور حضرت محمدؐ کے دل کے تاثرات کو دیکھتا اور بار بار اپنے حبیب کو تسلی دے دیتا تھا۔ چنانچہ اس آیت میں بھی خدائے قدیر نے اپنے رسولؐ کو تسلی دی ہے اور فرمایا ہے۔ اگر وہ کافر اب بھی احکامِ خدا سے روگردانی کریں۔ فانما علیك البلاغ المبین۔ پس تم پر تو صرف

اتنا ہی فرض ہے کہ تم ان کو صاف صاف حکمِ خدا پہنچا دو۔ باقی ہم خود نافرمانوں کو سمجھ لیں گے اور اطاعت کرنے والوں کو ان کا صلہ دیں گے۔

آیت ۸۳:

اس آیت میں خدا نے اپنے نعمت کا ذکر کیا ہے اور اپنے رسولؐ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے محمدؐ جو لوگ تمہاری نافرمانی کرتے ہیں اور احکامِ قرآن کو نہیں مانتے تو تم فکر و صدمہ نہ کرو۔ ہم تم کو بتاتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ یہ منافق اور مشرک خدا کی نعمتوں کو نہ پہچانتے ہوں۔ خوب جانتے ہیں کہ خدا نے ان کو ان کے جسم میں بھی نعمات عطا کی ہیں اور ان کی زندگی کو باقی رکھنے کے لئے دیگر نعمات بھی عطا کی ہیں۔ ان کی روحانیت کی بقا کے لئے اور ان کے فضائل و درجاتِ روحانی بڑھانے کے لئے ان کو علم دیا ہے۔ انبیاء و رُسُل کے ذریعہ تعلیم دی۔ اوصیا، انبیاءؑ کے ذریعہ دین پر باقی رہنے کی تعلیم دی ہے اور قیامت تک باقی رہنے والے دینِ اسلام کے محافظین ائمہ اہلبیتِؑ اطہار کو معین کیا۔ لیکن اگر دنیا طلبی کی وجہ سے یہ لوگ تمہارے بعد احکامِ خدا کو بدل ڈالیں اور ان کا انکار کر دیں تو یہ انکار جانا بوجھا ہوگا کیونکہ تم ان کو سب کچھ بتا چکے ہو لیکن یہ خود اپنے کو کافر ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ آیت سخت تہدید و تنبیہ ہے عہدِ رسول کے مسلمانوں کے لئے بھی اور عہدِ رسول کے بعد کے مسلمانوں کے لئے بھی۔ احادیث رسولؐ کو خود وضع کرنے والے رسول خداؐ پر بہتان لگانے والے ہیں۔ جن چیزوں کو رسولؐ نے حلال کیا ہے ان کو حرام قرار دینے والے منکر ہیں۔ اس آیت کی رو سے نعماتِ خدا کا انکار کرنا ہی کفر ہے۔

آیت ۸۵:

الذین ظلموا۔ جنہوں نے ظلم کیا یعنی شرک کیا، حقوق خدا و رسولؐ و مومنین کو غصب کیا اور حضرت محمدؐ نے اپنے بعد کے لئے جن کو دینِ خدا کا نگران مقرر کیا تھا ان کو چھوڑ دیا، ان کو قتل کیا، شہید کیا، وہ سب ظالم ہوں گے۔ یہ حکمِ خدا سخت تہدیدی حکم ہے۔

آیت ۸۶:

تفسیر تبیان میں ہے کہ نصاریٰ و یہود و بنی مدلج جب عیسیٰؑ و عزیرؑ اور فرشتوں کو جنت میں دیکھیں گے اور وہ خود دوزخ میں ہوں گے تو کہیں گے کہ خدایا ہم تو ان کو ہی پوجتے تھے۔ تو یہ انبیاؑ کہیں گے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

آیت ۸۷:

خدا و رسولؐ کے احکام کو بدلنا خدا و رسولؐ پر افترا پردازی کرنا ہے۔ بعدِ عہدِ حضرت محمدؐ نام نہاد کلمہ گو یوں نے باغراضِ سیاسی و دنیوی ہزاروں حدیثیں گھڑ ڈالیں اور دینِ اسلام کو مضحکہ بنا دیا۔ یہ سب لوگ اس آیت کے زد میں

آتے ہیں اور عذاب کے مستحق ہیں۔

آیات ۸۹ تا ۹۱:

آیتِ اول خدا کے وعدہ کا ذکر کرتی ہے۔ یہ وعدہ بروزِ قیامت پورا کیا جائے گا۔ اس آیت نے چند امور کو واضح کیا ہے۔ اول یہ کہ خدا نے ہر خطہ ارض پر اور ہر زمانہ میں اپنا ہادی بھیجا ہے۔ کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں رہا۔ آدمؑ سے عیسیٰؑ تک انبیاءؑ کا سلسلہ رہا۔ بعد کو حضرت محمدؐ کا زمانہ آیا۔ اس کے بعد بھی امت محمدیؐ میں ہادی کا ہونا اس آیت سے ثابت ہے تاکہ وہ گواہِ امت ہو سکے۔ چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ بعدِ رسول ائمہؑ اطہارِ اہلِ بیتِ رسولؑ نگرانِ امت رہے اور تا قیامت آل محمدؐ سے آخری نگرانِ امت مہدیؑ امام آخرالزماں موجود ہیں۔ اگر اس سلسلہ کو کہیں منقطع کر دیا جائے تو آیت مذکورہ کے دعویٰ میں نقص پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ حضرت مہدیؑ آخری امامِ زمانہ ہیں۔ بعض مفسرین نے اس سلسلہ کو اسی طرح باقی رکھا ہے کہ کہہ دیا کہ بعد رسول امت محمدؐ، نگرانِ امت ہے اور یہی گواہ ہوگی۔ چنانچہ تفسیر مواہب الرحمٰن (پ ۱۴ ص ۱۵۷) پر لکھا ہے حق عزوجل کی طرف سے یہ شرف و کرامت خاص محمدؐ کو ہے اور آپ کی برکت سے پھر آپ کی امت کو ہے۔ پھر مولانا محمود الحسن صاحب نے حاشیہ قرآن پر لکھا ہے اس ضمن میں بخاری کی وہ حدیث یاد رکھنی چاہئے جو سورۃ بقرہ کی ۱۴۳ ویں آیت کی تفسیر میں قلمبند ہوئی کہ قیامت کے دن نوحؑ کی گواہی ہوگی اور نوحؑ اپنا گواہ حضرت محمدؐ کو بتائیں گے وہ کہیں گے حضرت محمدؐ اور ان کی امت گواہ ہے نبی صلعم نے فرمایا کہ اس وقت تم لوگ گواہی دو گے کہ نوحؑ نے اپنی امت کے پاس احکامِ الٰہی پہنچا دیئے تھے۔ یہ حوالے تفسیری پیش کیے گئے مگر علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے اور قرآن کا بھی حکم ہے کہ شہادت و گواہی کے لئے موجودگی و عدالت شرط ہے۔ واقعہ نوحؑ اور عہد نوحؑ و دیگر انبیاء کے زمانوں میں امین امتِ محمدؐ موجود نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ کل امتِ محمدؐ عادل نہیں ہے بلکہ اس میں ایسے بھی شامل ہیں جو پہلے مشرک و کافر تھے اور کافر و مشرک بقولِ خدا ظالم ہیں کیونکہ خدا نے شرک کو ظلمِ عظیم فرمایا ہے اور بعد عہدِ رسول بھی شاہانِ اسلام اور افرادِ امت سب عادل نہیں ہیں۔ لہٰذا خدا کے نزدیک ایسے لوگ شہادتِ انبیاءؑ اور اممِ انبیاء کے دینے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ گواہی اس وقت ہوگی جب انبیاءؑ اور رسولوںؑ کو ان کی امتیں جھٹلائیں گی اور پیشِ خدا کہیں گی کہ اے خدا ہم کو تیرے احکام نہیں پہنچائے گئے۔ تو انبیاءؑ خدا سے عرض کریں گے کہ ہم نے تیرے احکام کی تعمیل کر دی تھی مگر ہماری امتوں نے ہم پر ظلم کیے اور نافرمانی کی۔ اس پر حضرت محمدؐ سے خدا دریافت کرے گا تو آپ انبیاءؑ کی تائید و تصدیق فرمائیں گے۔ اسی طرح اپنی امت کے اعمال کے بھی گواہ ہوں گے اور آپؐ کے اہل بیت اطہارؑ سے جو امام ہوئے ہیں وہ گواہی دیں گے کہ ہم نے آپ کی وفات کے بعد امت

کو گمراہی سے بچانے کے لئے احکامِ خدا کی تبلیغ کی۔ بار بار یاد دلایا مگر ہم پر ظلم کیے گئے۔ اس کے بعد ان ائمہ کی بھی تائید و تصدیق حضرت محمدؐ فرمائیں گے اور لوگوں کو سزا و جزا دی جائے گی۔ ایسی شہادت کے لئے عدالت و معصوم ہونا شرط ہے اور یقیناً تمام انبیاء اور ائمہ اطہار عادل و معصوم ہیں۔

مذکورہ آیت میں خدا نے ظاہر فرمایا ہے کہ قرآن خدا کی کتاب ہے جو حضرت محمدؐ پر نازل ہوئی ہے اور اس میں تمام علوم و اخبار و احکام جمع ہیں۔ وہ مسلمانوں کو بشارت دیتی ہے۔ آیت دوم بتاتی ہے کہ خدا عدل، احسان اور قرابت داروں کے حقوق کا حکم دیتا ہے۔ سوم یہ کہ وہ زنا کاری، لواطہ، افعالِ حرام اور بغاوتِ خدا و رسول سے منع کرتا ہے۔ آیت سوم بتاتی ہے کہ جھوٹی قسمیں کھانا عہد شکنی کرنا منع کرتا ہے۔ خدا سے کیے ہوئے عہد کو توڑنا ممنوع ہے۔ پنجم یہ کہ خلافِ احکامِ خدا و رسول گروہ بندی کرنا ظلم ہے۔

آیت ۹۲:

عرب کی ایک عورت مسماۃ دیتہ یا خطبہ بنت سعد بن نعیم کے پاس کچھ کنیزیں تھیں۔ ان سے وہ دوپہر تک سوت کتواتی تھی پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی تھی اس لئے وہ احمق مشہور تھی۔

خدائے قدیر نے آیتِ مذکورہ میں مکارمِ اخلاق کا درس دیا ہے۔ حکمِ عدل ہے۔ اور عدل کا ثمرہ فتح و نصرت ہے۔ حکمِ احسان ہے احسان کا ثمرہ مدح و ثنا ہے۔ صلہِ رحم کا صلہ انس و محبت باہمی ہے۔ فحش و بے حیائی سے منع کیا گیا ہے۔ فحش کا نتیجہ فسادِ دین و دنیا ہے۔ برائی اور بدی کا نتیجہ دشمنوں کو زیادہ کرنا ہے اور بغاوت کا نتیجہ اپنی اغراض و مقاصد سے محرومی ہے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا: **ھی اجمع اٰیۃ فی القراٰن للخیر والشّر**۔ (قرآن میں یہ وہ آیت ہے جس میں کلیۃً خیر و شر کو بیان کر دیا گیا ہے)۔ عثمان بن مظعونؓ سے روایت ہے کہ میں نے اس آیت کو حضرت محمدؐ کے چچا ابو طالب بن عبدالمطلبؑ کے سامنے پڑھا تو حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا: **یااٰل قریش اتبعوا محمداً ترشدوا فانہ لایامرکم اِلّا بمکارم الاخلاق**۔ (اے آل قریش محمدؐ کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤ۔ یقیناً وہ تم کو مکارمِ اخلاق کا حکم دیتے ہیں)۔ بہرحال خدا نے فرمایا ہے کہ تم کو ان آیات میں جو حکم دیا گیا ہے اس سے غرض تمہاری آزمائش ہے کہ کون عمل کرتا ہے اور کون عمل نہیں کرتا ہے۔ آئندہ بروزِ قیامت تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔

آیت ۹۳:

اس آیت میں خدا کے قادرِ مطلق ہونے کا اظہار ہے اور بتایا ہے کہ خدا نے یہ احکام آزمائش کے لئے دیئے ہیں ورنہ وہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی عقیدہ پر پیدا کرتا جیسے کہ اس نے ملائکہ کو پیدا کر دیا ہے۔ مگر انسان کو آزمائش

میں ڈال کر اور اس کو اعلیٰ قوت اور اختیارات دے کر خدا چاہتا ہے کہ ملائکہ پر بھی فضیلت دے اور خدا کا وعدہ ثابت ہو کہ اس نے بوقتِ خلقتِ آدمؑ فرشتوں سے فرمایا تھا: اِنی اعلم مالا تعلمون۔ (میں جو کچھ جانتا ہوں تم نہیں جانتے) یعنی اے فرشتو! تمہارا خیال ہے کہ اولادِ آدمؑ خون ریزی اور فساد کرے گی مگر اس اولادِ آدمؑ میں ایسے مطیع بندے بھی ہوں گے جو ملائکہ سے بھی درجہ میں بلند تر ہوں گے۔ چنانچہ محمدؐ وآل محمدؑ اور ان کے پیروؤں کے درجات بلند تر ہیں۔

وَلَتُسۡـَٔلُنَّ عَمَّا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ۔ (اے انسانو! تم سے ضرور باز پرس ہوگی، اس کے بارے میں جو کچھ تم کرتے ہو)۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے خواہ بدی کرے یا نیکی کرے۔ اسی آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا ہے بلکہ اس نے ہدایت کے اسباب پیدا کر دیئے، انبیاءؑ کو مبعوث کیا، اپنی کتابِ قرآن نازل کی، عقل وفہم عطا کی پھر جو گمراہ ہوتا ہے خود ہوتا ہے۔

آیت ۹۴:

جھوٹی قسموں کے کھانے کی ممانعت ہے اس کا نتیجہ بزدلی اور ہزیمت ہے۔ خدا نے مسلمانوں کو منع کیا ہے اور بتایا ہے کہ مکروفریب اور جھوٹی قسمیں کھانے سے استقلال اور ثباتِ قدم نہ رہے گا، تم بزدل ہو جاؤ گے، پھر ہر میدان سے بھاگو گے اور اسیری وغلامی کا عذاب سہنا پڑے گا۔

آیت ۹۵:

اسلام لانا خدا سے عہد کر لینا ہے۔ اسلام لانے کے بعد احکام واسلام وقرآن کو دنیوی لالچ کی وجہ سے بدل دینا اور مالِ دنیا معاوضہ میں قبول کر لینا خلافِ حکمِ خدا ہے۔ جن مسلمانوں نے عہدِ رسولؐ میں ترکِ اسلام کیا اور مرتد ہوئے یا بعدِ عہدِ رسول قرآن کی تفسیر میں تحریفیں کیں، احکامِ خدا کو بادشاہوں کی رضا کی وجہ سے بدلا اور ملک ودولت کے لالچ میں آئے تو وہ ملک اور دولت تو ختم ہو گیا اور اس کا عذاب باقی رہ گیا۔ اگر وہ مسلمان حکمِ خدا اور رسولؐ کے پابند رہتے تو آخرت کی نعمات بھی پاتے۔ بعدِ عہدِ رسول منافقین نے دینِ اسلام کو مضحکہ بنا دیا۔ قرآن کے معنی بدلے، رسولؐ کے نام سے ہزاروں حدیثیں گھڑلیں یہ سب ان آیات کے مخاطب ہیں۔

آیت ۹۷:

اس آیت نے کئی امور کو واضح کیا ہے۔ اول یہ کہ اعمال کی ذمہ داری مرد اور عورت پر یکساں ہے۔ یہ دونوں انسان ہیں۔ انسانی شرف وعظمت خدا کی طرف سے ان کو ملی ہے اور نیک اعمال کا بدلہ ان میں سے ہر ایک کو برابر ہی دیا جائے گا۔ دوم یہ کہ دینِ اسلام دنیا وآخرت دونوں کی خیر وخوبی کی ضامن ہے۔ عہدِ رسولؐ میں بھی اور آج کی دنیا میں بھی یہ خیال ہے کہ مولویت اور دینداری سببِ افلاس ہے کہ دیندار غربت وافلاس میں زندگی بسر کرتے

ہیں لہٰذا اگر دولت دنیا مطلوب ہے تو دین سے کچھ دور ہی رہو۔ بس دین کو کسی جماعت کے اصول کا پابند رہنا ہی ہے اور موت کے وقت کسی جماعت کے رسوم کے مطابق تو دفن ہونا ہی ہے۔ باقی دنیا طلبی مقدم ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ دولت، حکومت، عیش وعشرت حاصل ہوتا ہے مگر خدا نے اس آیت میں اس عقیدہ کی تردید کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر کوئی مومن اور مومنہ حقیقی معنی میں ایمان کی دولت سے سرفراز ہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس کو زندگانی دنیا میں بھی حیاتِ طیبہ عطا کریں گے۔ حیات طیبہ بلا اختلاف رائے باعزت زندگی ہے۔ وہ زندگی ہے جس میں انسان بنی نوعِ انسان کے لئے مفید ہو، افعالِ بد سے دور رہے اور اعمالِ نیک کا عامل ہو۔ آخرت اس کی نظر میں مقدم ہو اور دنیا اس کی نگاہوں میں موخر ہو۔ ایسا انسان کبھی بہ نظرِ حقارت نہیں دیکھا جاتا اور نہ کبھی دیکھا گیا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ انبیاءؑ بہترین مصلحِ بنی نوعِ انسان تھے۔ ان کے اوصیاء انہی کے طریقہ پر تھے۔ آخر میں حضرت محمدؐ نبی ہوئے۔ خدائے قدیر نے دنیا وآخرت کی عزتیں عطا کیں۔ آپ کی آلِ اطہار ائمہِ ابرار حضرت علیؑ وامام حسنؑ وامام حسینؑ وامام زین العابدینؑ وامام محمدؑ باقر اور امام جعفرؑ صادق اور امام موسیٰؑ کاظمؑ وامام تقیؑ و امام نقیؑ وامام حسنؑ العسکری تاریخ اسلام میں بہترین مصلح مشہور ہیں، ہر دین دار اور منصف مزاج شخص کے دل میں ان کا احترام ہے اور یہ احترام تا قیامت باقی رہے گا۔ دشمنانِ دین نے ان کو قید وبند کے ذریعہ ذلیل کرنا چاہا مگر وہ خود ظالم وبدکردار مشہور ہوئے جبکہ یہ حضرات نمونہِ عزت ہیں۔ علاوہ ان حضرات کے دنیا میں کوئی خدا پرست نہ بے عزت ہوا اور نہ افلاس میں مبتلا ہوا بلکہ انہوں نے اپنے اپنے عہد میں ظاہری اور باطنی حکومت کی۔ ہندو پاک کی سرزمین میں آج بھی ایسے ایسے اولیاء اللہ کے مزارات موجود ہے جو بظاہر موجود نہیں ہیں، مگر چونکہ وہ خدا پرست تھے لہٰذا وہ زندہِ جاوید ہیں اور حد یہ ہے کہ وہ ہر مذہب وملت کے افراد کے نزدیک محترم ہیں۔ بدبخت وہ ہیں جو دنیا طلبی کی وجہ سے باوجود مسلمان ہونے کے دین سے بے بہرہ ہیں۔

آیت ۹۸:

اس آیت میں خدا نے حضرت محمدؐ سے خطاب فرمایا مگر جب رسول اللہؐ کو تلاوت قرآن سے قبل استعاذہ کا حکم ہے تو امتِ رسولؐ کو تاکید ہے قرآن کا ہر جزو بھی قرآن ہے لہٰذا جب قرآن پڑھے تو زبان سے کہے **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم**۔ خدا کا وعدہ ہے کہ شیطان مومن پر کبھی قابو نہ پائے گا۔

آیت ۱۰۰:

ہر انسان جو شیطان کے حکم پر چلتا ہے اس کا ولی شیطان ہوگا اور وہ جو کام کریگا اس میں بوجہِ شیطان وسوسہ اور شرک ہوگا لہٰذا وہ مشرک ہوگا۔

آیت ۱۰۱:

خدا نے اپنے رسول کو مطابقِ مصالح وقتاً فوقتاً الگ الگ احکام دیئے ہیں۔ ان احکام پر اعتراض کرنے والے خود مفتری ہیں اور جاہل ہیں۔

آیت ۱۰۲:

یعنی قرآن رسولؐ پر روح القدس کے ذریعہ نازل ہوا۔ خدا کا کلام ہے۔ احکامِ قرآن سب حق ہیں۔ قرآن ہدایت وثباتِ قدم کا ذریعہ ہے اور مومنین کے لئے بشارتِ نعماتِ دنیا وآخرت ہے۔

آیت ۱۰۳:

ابو فکھیہ ایک غلام تھا جو اہل کتاب میں سے تھا، تلواروں پر صیقل کرتا تھا۔ وہ انجیل وتوریت کی تلاوت زیادہ کیا کرتا تھا اور حضرت محمدؐ کی خدمت میں جب آتا تو قرآن سنتا تھا۔ اس غلام کے نام میں اختلافِ مفسرین ہے مگر صحیح **ابو فکھیہ** ہے بعض مفسرین نے سلمان فارسیؓ کا نام بھی لکھا ہے مگر سلمان فارسیؓ خدمت رسولؐ میں بعد کو آئے ہیں۔ کافرین مکہ کا اعتراض اس سے پہلے کا ہے۔ بہر حال مشرکین وکافرین مکہ قرآن کو نہ ماننے کی غرض سے طرح طرح کی باتیں بناتے تھے یہی کہہ دیا کہ ابوفکھیہ نے محمدؐ کو قرآن کی باتیں تعلیم کی ہیں۔ اور یہ کہا کہ قرآن خدا کا کلام نہیں ہے تا کہ لوگ اسلام قبول نہ کرسکیں۔ خدا نے اس کا جواب دیا ہے اول یہ کہ وہ غلام رومی ہے اس کی زبان عرب کی زبان نہیں ہے۔ وہ کیونکر محمدؐ کو عربی زبان اور وہ بھی فصیح وبلیغ ایسی جس کا جواب ناممکن ہے سکھا تا تھا۔ دوم یہ کہ یہ کلام محمدؐ کا کلام بھی نہیں ہے کوئی بشر یہ کلام نہیں بنا سکتا۔ سوم یہ کہ یہ کلامِ خدا ہے جو محمدؐ پر نازل ہوا ہے۔ چہارم یہ کہ یہ قرآن خدا کی نشانی اور آیت ہے۔ اس کا انکار کرنے والا دردناک عذاب کا مستحق ہوگا۔ پنجم یہ کہ قرآن کا منکر کبھی ہدایت نہ پائے گا بلکہ وہ گمراہ ہی رہے گا۔ ششم جو لوگ قرآن کو خدا کی کتاب نہیں مانتے ہیں وہ کاذب ہیں۔

آیت ۱۰۶:

خدا پر ایمان ایک ایسا عہد ہے جو مومن کبھی نہیں توڑ سکتا۔ ابتدائے اسلام، بہ عہدِ رسولِ خداؐ اہلِ اسلام کے بعض افراد کو دردناک تکالیف دی گئیں۔ خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اس نے مسلمانوں کو بہ نظر رحم وکرم یہ سہولت دیدی کہ اگر کسی مومن کو خطرۂ جان ہو تو وہ زبان سے خلافِ اسلام باتیں کہہ سکتا ہے۔ مگر یہ کام بہ مجبوری ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ کفارِ قریش نے بے سہارا افراد کو اذیت دی جیسے بلالؓ اور جناب عمارؓ کے والدین یاسرؓ اور سمیہؓ کو شہید کر دیا۔ مجبوراً عمارؓ نے کفار کے قول کو زبان پر جاری کیا۔ رسولِ خداؐ سے لوگوں نے بتایا کہ عمارؓ

مرتد ہو گیا۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: کلّا ان عمّارا املی ایمانا من قرنه الی قدمه و اختلط الا یمان بلحمهٖ و دمه۔ (ایسا ہرگز نہیں ہے۔ عمار سراپا ایمان ہے اور ایمان اُس کے خون اور گوشت میں شامل ہو چکا ہے)۔ اس کے بعد عمارؓ باحالت تباہ گریہ کناں خدمتِ رسول اللہ ؐ میں آئے۔ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لہٰذا مفسرین کا اتفاق ہے کہ بخوفِ جان خلافِ عقائد اسلام بات کہی جاسکتی ہے۔ اسی کو تقیّہ کہتے ہیں اور یہ عینِ حکمِ الٰہی ہے۔ حاشیہ قرٰان پ ۱۴ مترجمہ محمود الحسن صاحب بحوالہ مولانا شاہ عبدالقادر لکھا ہے: اگر جان کے خوف سے کوئی کلمہ کفر زبان پر لائے تو جب ڈر کا وقت جا چکے تو پھر توبہ و استغفار کر کے ثابت و مستقیم ہو جائے۔ تفسیر مواہب الرحمٰن پ ۱۴ ص ۱۸۵ پر ہے بعض علماء جن میں حسن بصری و شافعی و اوزاعی لکھتے ہیں کہ اکراہ کی صورت میں اس کو زبانی کفر کے قول کی اجازت ہے۔ ایک مسلمان کو پکڑ کر مسیلمہ کذاب کے پاس لے گئے۔ مسیلمہ نے پوچھا محمدؐ کے بارے میں کیا اعتقاد ہے؟ اس نے کہا وہ رسولؐ ہیں۔ پھر پوچھا میرے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ بھی رسول ہیں۔ دوسرے شخص سے پوچھا اس نے کہا میں گونگا ہوں۔ مسیلمہ نے اس کی گردن ماردی۔ رسول اللہؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: اما اول فقد اخذ برخصة و اما الثانی فقد صدع بالحق فهنیّا۔ (لیکن پہلا مرخص تھا کلمہ کفر کے لئے یعنی پہلے کو خدا کی طرف سے اجازت تھی کلمہ کفر کہنے کی بوجہ تلف ہو جانے جان کے۔ اور دوسرے نے اظہارِ حق کیا اس کا حال خوشگوار ہوا۔)

آیت ۱۰۸:

اس میں اظہارِ حقیقت کی گئی ہے اور خدا نے اپنے حبیب کو مطلع کیا ہے کہ کفار مستقلاً کفر پر جمے ہوئے ہیں، ان کے کفر کی وجہ سے اب ہم نے راہِ ہدایت ان کے لئے بند کر دی ہے۔ گویا اب ان میں صلاحیتِ قبولِ حق باقی نہیں ہے۔

اس آیت میں دو امور کا ذکر ہے۔ اول یہ کہ جنہوں نے جان بوجھ کر آیات خدا کا انکار کیا نہ دل (مراد عقل) سے کام لیا، نہ آنکھوں اور کانوں سے کام لیا اور نعماتِ خدا کے منکر رہے، احکامِ خدا کی طرف متوجہ نہ ہوئے، اپنی غرضِ خلقت پر غور نہ کیا، وہ لوگ غافل شمار ہوں گے۔ اور دوسری بات یہ کہ یہی غفلت برتنے والے آخرت میں خاسر و نامراد رہیں گے کیونکہ ان کی مدد نہ خدا والے کریں گے اور نہ خدا ہی ان کا ولی و مددگار ہوگا۔

آیت ۱۱۱:

حدیث میں ذکر ہے کہ ایک دن حضرت عمر ابن خطاب نے کعب الاحبار سے کہا کہ مجھ کوئی نصیحت کرو۔ کعب نے کہا کہ اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر فردائے قیامت تمہارا عمل ستر انبیاءؑ

کے اعمال کی مثل بھی ہوتو تم کو ایسی حالت پیش آئے گی اور ایسا اضطراب اور رقت تم پر طاری ہوگی کہ اس حالت میں تم کو کسی بات کا بھی احساس نہ ہوگا مگر صرف اپنی جان کا اور اپنی نجات کا خیال ہوگا، دوزخ شعلہ زن ہوگی۔ اس سے زفیر وشور پیدا ہوگا کہ اس کی ہیبت سے کوئی فرشتہ اور کوئی پیغمبر و رسول مرسل ایسا نہ ہوگا کہ اس ساعت میں وہ دونوں زانو ہو کر جھک جائے گا۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ باوجود درجہِ خُلّت کے درگاہِ خدا میں عرض کرتے ہوں گے: خدایا میں تیرا خلیل ہوں میں تجھ سے کچھ نہیں چاہتا مگر اپنے نفس کی نجات چاہتا ہوں۔ کعب نے کہا کہ میرے اس قول پر قرآن کی آیت شاہد ہے کہ **یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسها**۔ آیت کا دوسرا حصہ ثابت کر رہا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ یعنی استحقاق کے مطابق سزا و جزا ملے گی۔

آیت ۱۱۲:

مفسرین نے قریہ کو مخصوص نہیں کیا ہے مگر بعض مفسرین نے مکہ کو مراد لیا ہے اور بتایا ہے کہ خدا نے مکہ کو جائے امن قرار دیا تھا۔ اہالیانِ مکہ بے خوف تھے اور بفراغت کھاتے پیتے تھے مگر انہوں نے کفر اختیار کیا۔ جب حضرت محمدؐ کی بعثت ہوئی تو ان کی نبوت سے انکار کیا اور خدا کو جھٹلایا۔ آخر حضرت رسول خداؐ کی بددعا سے وہ مصیبتِ قحط میں مبتلا ہوئے کہ بوجہ بھوک کے نجاست کو بھی کھا لیتے تھے۔ اس طرح وہ ذلیل ہوئے اور بوجہ نافرمانیِ خدا اور رسولؐ مغلوب ومفتوح اور مقتول ہوئے۔ پہلی بار جنگ بدر میں قتل و اسیر ہوئے پھر مسلسل مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتے رہے حتیٰ کہ فتحِ مکہ میں سب مغلوب ومفتوح اور طلقاء (آزاد کیے ہوئے غلاموں) میں شمار کیے گئے۔

فاذا قها الله لباس الجوع والخوف۔ پس خدا نے اس قریہ والوں کو بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا۔ لباس جسم انسانی کے لئے ہمہ وقت ضروری ہے۔ گویا اس کے لئے مثل اس کی خوراک کے ہے۔ جس طرح غذا جسم کو قائم رکھتی ہے اسی طرح لباس گرمی کی شدت اور سردی کی سخت ٹھنڈک سے محفوظ رکھتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل قریہ کو ایسی بھوک اور ایسے خوف میں مبتلا کیا کہ وہ بھوک اور خوف ان کا لباسِ بدن ہو گیا اور ایسی حالت میں وہ سات سال تک معذّب رہے۔ اس کے بعد بوجہ برکتِ اسلام و ذاتِ حضرت محمدؐ مصیبت سے نجات ملی اور جو کفار ومشرکین قتل ہوئے وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہوگئے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ انہوں نے حضرت محمدؐ کی نبوت کا انکار کیا تھا۔

اہل مکہ نے فاقوں سے عاجز ہو کر حضرت محمدؐ کو پیغام بھجوایا کہ ہم نافرمان ہیں مگر ہمارے بچے بے قصور ہیں۔

رسول خداؐ نے ان کے لئے غلہ بھجوایا اور حکم دیا کہ اس کو کھاؤ کہ یہ غذا پاک غذا ہے اور حرام غذا سے توبہ کرو جو تم پہلے کھاتے تھے۔

آیتِ مذکورہ میں خدا نے مثال دی ہے اور صاف صاف ظاہر فرما دیا ہے کہ خدا ہر بستی والے کو روزی و غذا و سامان عطا فرماتا ہے اور ان کی ضروریات کے مطابق برابر سامان دیتا رہتا ہے۔ مگر جب وہ نعمات کا برابر انکار کرتے رہتے ہیں اور احکامِ خدا اور خدا کے رسول کی تکذیب کرتے رہتے ہیں تو چونکہ وہ ظالم ہیں لہٰذا ان کو ان کے ظلم کی سزا دی جاتی ہے۔ پھر وہ فاقہ، قحط، وبائی امراض، زلزلہ، طوفانِ ہوا، طوفانِ آب، گرمی وسردی کے لہروں کی شدت سے ہلاک کیے جاتے ہیں تاکہ زمین ان کی گندگی سے پاک ہو جائے اور آئندہ پیدا ہونے والی نسلیں ان کے نقش قدم پر نہ چل سکیں۔ ان کو عبرت ہو اور وہ ان کی طرح نافرمان نہ قرار پائیں۔ یہ آیت ہر قوم کے لئے تنبیہ اور عبرت ہے اور تاریخی واقعات اس کی حقانیت کو ثابت کرتے ہیں۔ اہلِ اسلام کو بداعمالی سے ضرور بچنا چاہیے کیونکہ باوجودِ علم خطا پر خطا کرنا سخت سزا کا سبب ہوتا ہے۔ مسلمان اپنی تاریخ اور شاہانِ اسلام کی تباہی پر بھی غور کر لیں تاکہ وہ حقیقی معنی میں مسلمان بن سکیں۔

آیت ۱۱۴:

یہ آیت ایک تاکیدی حکم کی حامل ہے۔ اول یہ کہ روزی حلال کھائی جائے اور ناپاک غذا سے بچا جائے۔ جو روزی خدا نے دی ہے وہ سب پاک ہے یعنی جن اشیاء کے کھانے کا حکم دیا ہے وہ پاک ہیں اور جن چیزوں کے کھانے سے منع کیا ہے وہ حرام ہیں۔ جو روزی احکامِ خدا کے مطابق کمائی گئی ہے وہ حلال ہے اور جس روزی کے حاصل کرنے میں خدا کے احکام کی نافرمانی کی گئی ہے وہ حرام ہے۔ دوم یہ کہ حلال روزی کھا کر خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو تاکہ حقِ بندگی ادا ہوتا رہے۔ اگر شکرِ نعمات ادا نہ کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ سوم یہ کہ سخت تاکید ہے کہ حلال روزی کھاؤ، شکرِ خدا ادا کرو کیونکہ خدا نے شرط لگا دی ہے کہ **ان کنتم اِیّاہُ تعبدون** اگر تم خدا کی ہی عبادت کرنے والے ہو یعنی خدا کی عبادت کے لئے ضروری ہے کہ روزی حلال ہو اور شکرِ نعمت ادا ہو۔

آیات ۱۱۵۔۱۱۶:

اس آیت میں مجملاً حرام اشیاء کو بتایا گیا ہے۔ حرام اشیا کی تفصیل احادیث نبوی سے واضح ہے اور کتبِ فقہ میں حرام وحلال کا ذکر مفصل موجود ہے۔ مردار جانور، خون اور سور کا گوشت اور غیر مسلم کے ہاتھ کے ذبیحہ کا اسی آیت میں ذکر موجود ہے مگر خدا اپنے بندہ پر مہربان ہے۔ وہ اس کی جان کی بقا چاہتا ہے لہٰذا اس نے فرما دیا کہ اگر خوفِ مرگ ہو تو یہ مردار وغیرہ اشیاء بھی کھا سکتے ہیں مگر شرط ہے کہ ان کے کھانے میں قانون شریعت سے بغاوت اور تجاوز

نہ ہو۔ اس نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو حلال قرار دے اور کسی شے کو حرام۔ اگر ایسا کرتا ہے تو وہ خدا پر افترا و بہتان کا مرتکب ہوتا ہے، وہ ظالم ہے اور جہنمی ہے۔ حلال وحرام کا تعین کر دینا شریعتِ اسلامی کا کام ہے۔قرآن، احادیثِ نبوی اور احادیث ائمہ اہلبیت نبویؑ ہی کو حقِ اظہار ہے۔

آیت ۱۱۸:

قرآن نے حلال وحرام بیان کرنے کے بعد بتایا ہے کہ یہودی (ونصرانی) اسی لئے گمراہ اور کافر ہو گئے کہ انہوں نے خود حلال وحرام کو مقرر کر لیا تھا اور خدا رسولؐ کے احکام کی پرواہ نہ کی تھی۔ اہلِ اسلام کے لئے یہ آیت عبرت وتنبیہ ہے۔ اسی آیت میں خدا نے فرمایا ہے کہ حرام کے کھانے والے وقتی فائدہ اٹھالیں، مزہ اڑالیں، مگر ان پر عذاب ہوگا۔

آیت ۱۱۹:

یہ آیت یہودی اور نصرانی لوگوں کے لئے دعوت فکر ہے کہ وہ توبہ کر کے اسلام قبول کر لیں اور اسلام کے بتائے ہوئے حلال اور حرام کو تسلیم کر لیں تو خدا ان کو معاف کر دے گا۔ یہ اعلانِ عفو قیامت تک کے لئے ہے کہ جب بھی انسان کو اپنی غلطی محسوس ہو جائے وہ باصدقِ دل بارگاہِ خدا میں رجوع ہو جائے تو اس کے سابقہ گناہ اور گزشتہ خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ کیونکہ خدا نے دو ہی شرطوں کا ذکر کیا ہے اول توبہ، دوم اپنے اعمال کی اصلاح۔ پھر فرمایا کہ خدا بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے یعنی ضرور ان خطاؤں کو معاف کر دے گا کیونکہ خدا کا اصل مقصد سزا دینا نہیں بلکہ اصلاح کرانا ہے۔

لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے نادانی کی وجہ سے بدی کی یعنی ایک قصور جان بوجھ کر ہوتا ہے اور نافرمانی اور ضد کے ماتحت ہوتا ہے اور دوسرے غلطی کبھی کبھی نادانستہ ہو جاتی ہے۔ بھول چوک کی وجہ سے یا مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے۔ تو ایسے افراد کے لئے خدا نے اجازت دی ہے کہ اگر نادانستہ غلطی کرنے والے اپنے غلطی پر اصرار نہ کریں گے اور آئندہ اپنے اعمال کو مطابقِ احکامِ خدا بناتے رہیں گے تو خدا ضرور ان کی پچھلی خطاؤں کو بھی معاف کر دے گا۔

آیت ۱۲۰:

امت بمعنی جماعت ہے مگر خدا نے اس آیت میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ ابراہیمؑ ہمارا نبی اور رسول اتنی عظمت کا مالک ہے کہ وہ عبادت اور اطاعت اور خلوص و صدقات میں گویا ایک امتِ مومنہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے فضائل خدا نے قرآن میں مختلف جگہ بیان فرمائے ہیں۔ منجملہ میں ان کے اسی آیات میں خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو

جامعِ کمالاتِ طاعات وعبادات امت کہا ہے۔ مفسرین نے مختلف وجوہ اس کی بیان کی ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو لفظِ امت کا مصداق اس لئے کہا ہے کہ جب ان کو آگ میں ڈالا گیا ہے تو بجز ان کے کوئی مومن روئے زمین پر نہ تھا۔ مشہر بن حوشبؒ نے کہا ہے کہ خدا بہ برکت چالیس مومنین یا چہاردہ (۱۴) معصومین زمین کو باقی رکھے ہوئے ہے۔ عہدِ ابراہیمؑ میں ان چالیس مومنین کے عوض حضرت ابراہیمؑ موجود تھے اور زمین باقی رہی۔

آیت ۱۲۳:

قرآن کا اعلان ہے کہ حضرت محمدؐ خاتم النبیین، سید المرسلین ہیں۔ حضرت محمدؐ رحمت العالمین ہیں تمام عالموں اور زمانہ کی بقا اسی رحمت اللعالمین کی وجہ سے ہے۔ اس آیت میں حضرت محمدؐ کو حکمِ خدا ہے۔ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفاً۔ [(اے محمدؐ) تم ملت ابراہیمؑ کی پیروی کرو]۔ اس طرح کہ بس کامل یکسوئی ہو۔ خدا نے عہدِ رسولؐ کے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ کی نبوت و رسالت کی تصدیق اور اعلان فرمایا ہے۔ پہلے بتایا کہ ابراہیمؑ میں یہ صفاتِ کمال موجود تھے۔ اس کے بعد بتایا کہ ہمارا رسولؐ صفاتِ ابراہیمؑ کا حامل ہے۔ یہود و نصاریٰ کا قول کہ ابراہیمؑ مشرک تھے غلط ہے۔ وہ موحد تھے اور ایسے موحد کامل کہ اپنے عہد میں گویا ایک امت موحدہ تھے۔ اسی طرح حضرت محمدؐ میں تمام کمالاتِ ابراہیمیؑ ہیں۔ محمدؐ کی پیروی کرنا سب پر واجب ہے اور محمدؐ کا دین وہی ہے جو ابراہیمؑ کا دین تھا۔

آیت ۱۲۴:

حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ وہ بنی اسرائیل کو روز جمعہ عبادت کا حکم دیں مگر انہوں نے نہ مانا تو خدا نے روز سبت (ہفتہ) کو مقرر کر دیا تھا مگر وہ سزا کے طور پر تھا اور جمعہ روز عبادت ہے۔

آیت ۱۲۵:

سابقہ انبیاءؑ کی امتوں میں دو قسم کے اختلاف رونما ہوئے۔ اول تو یہ کہ ایک امت نے دوسری امت سے اختلاف کیا اور باوجود نبی کے سمجھانے کے وہ پچھلے اعمال پر قائم رہے جو ان کے آباء واجداد نے خود مقرر کر لیے تھے اور ان اعمال کو مطابق احکامِ خدا قرار دیتے تھے۔ دوسرے وہ اعمال جو ان کے اسلاف سے ان میں رائج تھے وہ شریعت موجودہ میں شامل کرتے تھے اور ان پر عمل کرنے کو عبادت جانتے تھے۔ منجملہ ان کے روزِ جمعہ سنیچر اور اتوار کو بعض روز عبادت جانتے اور بعض ان میں سے ایک دن کو روزِ عبادت قرار دیتے اور بعض دوسرے دن کو۔ تو خدا نے اس آیت میں واضح کر دیا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی مرضی سے سنیچر اور اتوار کو مقرر کیا ہے لیکن ان کو قیامت

کے دن معلوم ہو جائے گا کہ حق کیا ہے۔ تفسیر منہج الصادقین پ ۱۴ ص ۲۰۲ پر مکحول کی روایت ہے جو اس تفسیر کو واضح کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کا ایک یہودی پر قرضہ تھا وہ یہودی اس قرضہ کو ادا نہ کرتا تھا۔ حضرت اس پر بگڑے مگر وہ نہ مانا تو انہوں نے یہودی کے رخسار پر طمانچہ مارا۔ اس نے کہا کہ میرا فیصلہ ابوالقاسم یعنی حضرت محمدؐ کریں گے۔ وہ دونوں خدمتِ رسولؐ میں آئے تو رسول خداؐ نے فرمایا: اے عمر تم نے یہودی کے رخسار پر طمانچہ مارا ہے لہٰذا تم اس کو خوش اور راضی کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے یہودی جان لے کہ آدمؑ صفی اللہ تھے، ابراہیمؑ خلیل اللہ اور موسیٰؑ کلیم اللہ اور عیسیٰؑ روح اللہ تھے اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اے یہودی خدا نے میری امت کو دو نام دیئے ہیں جن کو اس نے اپنے ناموں سے مشتق کیا ہے۔ اول اسلام کہ خدا کا نام ہے دوسرا مومن جو خدا کا نام ہے۔ اس نے ہم کو مسلم اور مومن فرمایا ہے۔ اے یہودی تم اس دن کو طلب کرتے تھے جو خدا نے ہمارے لئے ذخیرہ کیا تھا وہ روز جمعہ ہے۔ **فلنا الیوم والیهود غداً وللنصاریٰ بعد غدٍ**۔ پس آج کا دن یعنی جمعہ ہمارا دن ہے۔ یہود کے لئے کل کا دن یعنی سنیچر اور نصاریٰ کے لئے پرسوں کا دن یعنی اتوار ہے اور فرمایا: **نحن الاخرون السابقون یوم القیٰمة**۔ گو ہم بظاہر آخر امت ہیں مگر روزِ قیامت ہم سب سے آگے ہوں گے اور سب سے پہلے ہوں گے جو جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت انبیاءؑ پر حرام ہوگی جب تک کہ میں جنت میں داخل نہ ہو جاؤں۔ اسی طرح اوصیاء انبیاء پر جنت حرام ہوگی جب تک میرا وصی داخل جنت نہ ہو جائے اور جنت تمام امتوں پر حرام ہوگی جب تک میری امت داخلِ جنت نہ ہو جائے۔

خدائے قدیر نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہے کہ تم گمراہوں کو ہدایت کرو، حکمت و موعظت کے ساتھ اور اخلاقِ حسنہ کے ذریعہ۔ باقی ہم خوب جانتے ہیں کہ کون گمراہ رہے گا اور کون مطیع ہوگا کیونکہ سزا و جزا اور حساب اعمال کے مالک تو ہم ہیں۔

آیت ۱۲۷:

جنگِ احد میں مشرکین نے مسلمانوں کو مثلہ کیا یعنی ان کے ناک کان کاٹے، اعضائے جسم الگ الگ کیے۔ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان نے امیر حمزہؓ کے جگر کو نکالا، چبانا چاہا مگر نگل نہ سکی۔ رسول اللہؐ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: **رحم اللہ حمزہ**۔ (خدا حمزہؓ پر رحم فرمائے)۔ حمزہؓ جنتی ہے۔ خدا نے نہیں چاہا کہ دوزخی کے شکم میں جنتی کا گوشت جائے اور فرمایا کہ اگر جنگ میں فتح ہوگی تو میں بھی ستر افراد کو بہ عوض حمزہؓ مثلہ کروں گا۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو تسلی دی ہے اور فرمایا ہے کہ صبر کرو رنج و ملال نہ کرو ہم خود ظالموں کو سزا دیں گے۔

المنزل ۴

الجزء ۱۵

سورۃ بنی اسرائیل

آیتیں ۱۱۱ | ۱۷ سُوْرَةُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مکی ۵۰ | رکوعاتھا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا
مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ
الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ
اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

منزّہ و پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو ایک رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا جس کے حوالی (اطراف) کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ ہم اس کو اپنی نشانیوں میں سے بعض کو دکھائیں۔ یقیناً وہ (خدا) سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(۱)

وَ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ
هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا
مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ؕ②

اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی اور کو اپنا کارساز نہ بناؤ۔(۲)

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ
كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ③

یہ ان کی اولاد تھی جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا۔ یقیناً وہ (نوحؑ) بڑا شکر گزار بندہ تھا۔(۳)

وَ قَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي
الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ
لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ④

اور ہم نے اس کتاب میں بنی اسرائیل کو یہ خبر دے دی تھی کہ تم ضرور زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور ضرور تم بڑی سرکشی کرو گے۔(۴)

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا
عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ

پس جبکہ ان دونوں میں سے پہلے وعدہ کا موقع آیا تو ہم نے تمہارے برخلاف اپنی بڑی قوت

فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵

والے بندے بھیج دیئے۔ پس وہ شہروں میں گھس پڑے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔(۵)

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶

پھر ہم نے تم کو ان پر دوبارہ غلبہ دیا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور از رُوئے تعداد تم کو بڑھا دیا۔(۶)

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷

اگر تم نے نیکی کی تو اپنی ذات کے فائدہ کے لئے نیکی کی اور اگر تم نے بدی کی تو وہ بھی اپنے ہی نقصان لئے کی۔ پس جب دوسرے وعدہ کا موقع آیا (تو ہم نے ان کو بھیج دیا) کہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور تا کہ وہ مسجد میں اس طرح گھس جائیں جس طرح پہلی دفعہ اس میں گھس گئے تھے اور تا کہ وہ ایسا ہلاک کرتے رہیں جیسا کہ ہلاک کرنے کا حق ہے۔(۷)

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸ وقف لازم

قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم نے پھر وہی کیا، تو ہم بھی وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔(۸)

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝۹

یقیناً یہ قرآن اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھی راہ ہے اور ان مومنین کو جو نیک عمل کرتے رہتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ یقیناً ان کے واسطے اجرِ عظیم ہے۔(۹)

وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
ع ۱ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾

اور یقیناً جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے تو ہم نے ان کے واسطے دردناک عذاب تیار کر لیا ہے۔(۱۰)

وَ يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

اور انسان (اپنے لئے نقصان اور) برائی کی دعا بھی اسی طرح مانگتا ہے جیسے کہ وہ (اپنے لئے، کسی فائدے) خیر و نیکی کی دعا مانگتا ہے اور انسان بہت جلد باز ہے۔(۱۱)

وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں (دلیلیں) قرار دیا ہے پس ہم نے محو کر دیا رات کی نشانی کو اور بنا دیا دن کی نشانی کو دکھانے والا، تاکہ تم اپنے پروردگار کی نعمات کو تلاش کر سکو اور تم جان سکو سالوں کے عدد کو اور حساب کو اور ہم نے بہ تفصیل ہر شئے کو بیان کر دیا ہے۔(۱۲)

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

اور ہر ایک انسان کے عمل کو اس کی گردن کا ہار کر دیا ہے اور ہم نکالیں گے قیامت کے دن اس کے لئے (اس کی گردن سے) ایک تحریر کو کہ پائیگا اس کو وہ کھلا ہوا۔(۱۳)

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ؕ

(پھر حکمِ خدا ہوگا) اپنے اعمال نامے کو پڑھ لے۔ تو خود کافی ہے آج کے دن اپنا حساب لینے کو۔(۱۴)

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ

پس جو ہدایت پاتا ہے سوائے اس کے نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس (ذات) کے لئے ہی ہدایت پاتا

وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

ہے اور جو گمراہ ہو گیا پس اس کے سوائے نہیں کہ وہ خود ہی اپنے نفس (آپ) کو گمراہ کرتا ہے اور کوئی نہیں اٹھانے والا دوسرے کے بوجھ کواور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کہ رسولؑ کو ہدایت کے لئے مبعوث نہ کر چکے ہوں۔ (۱۵)

وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ﴿۱۶﴾

اور جب ہم نے ارادہ کیا کہ کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو اس کے متمول (خوش حال) آدمیوں کو ہم نے (نیکی کا) حکم دیا۔ پس انہوں نے فسق وفجور اختیار کیا۔ پس اس پر ہمارا عہد متحقق (وثابت) ہو گیا۔ پس ہم نے اس بستی کو پورا پورا برباد و ہلاک کر دیا۔ (۱۶)

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَ كَفٰی بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۱۷﴾

اور نوحؑ کے بعد بہت سے گروہوں کو ہم ہلاک کر چکے اور (اے محمدؐ) تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے اور دیکھنے والا ہے۔ (۱۷)

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

جو جلد آنے والی شئے کو چاہتا ہے، تو ہم اس کو وہ جلد دے دیتے ہیں دنیا میں جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے ہم چاہتے ہیں اُس کے لئے ہم جہنم کو قرار دیتے ہیں۔ پس وہ جہنم میں جائے گا بحالتِ مذموم اور رحمتِ خدا سے محروم۔ (۱۸)

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰی لَهَا سَعْیَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْیُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾

اور جس نے آخرت کو اختیار کیا اور اس کے حصول کے لئے پوری پوری کوشش کی درآنحالیکہ وہ مومن بھی ہے تو یہ وہی لوگ ہیں جن کی کوشش وسعی مقبول ہوگی۔ (خدا قبول فرمائے گا)۔ (۱۹)

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾

ہر ایک کو اور تیرے رب کی بخشش سے ہم مدد کرتے رہتے ہیں اور تیرے رب کی عطاء و بخشش کسی کے لئے روکی نہیں گئی ہے۔(۲۰)

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

(اے رسولؐ) تم دیکھو کیونکر ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور آخرت تو درجات کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر ہے اور فضیلت و عظمت میں بھی سب سے زیادہ ہے۔(۲۱)

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع ۲ / ۱۴ / ۲

خدا کے ساتھ کوئی معبود دوسرا نہ بناؤ کہ تم بیٹھے رہو گے مذموم حالت میں اور سب تم کو چھوڑ دیں گے۔(۲۲)

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾

اور (اے رسولؐ!) خدا کا یہ حکم قطعی ہے کہ نہ عبادت کرو کسی کی مگر یہ کہ خاص اس (خدا) کی اور ماں اور باپ کے ساتھ بہ نیکی پیش آوَ۔ اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تمہاری موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے سامنے اُف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور ان سے بہ احترام و اخلاق گفتگو کرو۔(۲۳)

وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ ؕ

اور ان دونوں کے لئے اپنے بازو عاجزانہ طور پر رحم و محبت سے جھکادو۔ اور (اے رسولؐ) تم کہو (دعا کرو) اے میرے رب ان دونوں پر ایسا ہی رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے بہ عہد طفلی (بچپنے میں) مجھ کو پالا تھا۔(۲۴)

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ
تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ
غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾

تمہارا پروردگار خوب واقف ہے اس سے جو تمہارے نفسوں (دلوں) میں ہے۔ اگر تم نیکو کار رہو گے تو یقیناً وہ رجوع کرنے والوں کے لئے بڑا بخشنے والا ہے۔ (٢٥)

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ
ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿٢٦﴾

اور (اے رسولؐ) تم قرابت والے رشتہ دار کو اس کا حق دیدو اور محتاج اور مسافر کو اس کا حق دیدو اور فضول خرچی نہ کرو۔ (٢٦)

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ
الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ
كَفُوْرًا ﴿٢٧﴾

یقیناً فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا سب سے زیادہ ناشکری کرنے والا ہے۔ (٢٧)

وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ
مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا
مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾

اور اگر تم (اے رسولؐ) ان سے روگردانی کرو اپنے پروردگار کی رحمت حاصل کرنے کے لئے جس کی تم کو امید ہے۔ البتہ (بہتر ہوگا کہ) تم ان سے بہ نرمی گفتگو کرو۔ (٢٨)

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ
وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا
مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾

اور نہ اپنے ہاتھ کو اپنی گردن میں باندھ لو اور نہ اس کو کھول دو پورا پورا کہ پھر تم بیٹھ رہو الزام کے ساتھ پشیمان۔ (یعنی نہ تو فضول خرچی کرو اور نہ کنجوسی کرو)۔ (٢٩)

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾ ع ٣ ٨ ٣

یقیناً تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے روزی کو کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے باندازہ مقرر کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے

اور دیکھنے والا ہے۔(۳۰)

وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَوۡلَادَکُمۡ خَشۡیَۃَ اِمۡلَاقٍ ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُہُمۡ وَ اِیَّاکُمۡ ؕ اِنَّ قَتۡلَہُمۡ کَانَ خِطۡاً کَبِیۡرًا ﴿۳۱﴾

اور (اے انسانو!) اپنی اولاد کو فقر و مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی۔ یقیناً ان کا قتل بڑی خطا ہے۔(۳۱)

وَ لَا تَقۡرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَ سَآءَ سَبِیۡلًا ﴿۳۲﴾

اور تم زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یقیناً وہ فحش اور بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔(۳۲)

وَ لَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ ؕ وَ مَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا فَقَدۡ جَعَلۡنَا لِوَلِیِّہٖ سُلۡطٰنًا فَلَا یُسۡرِفۡ فِّی الۡقَتۡلِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مَنۡصُوۡرًا ﴿۳۳﴾

اور کسی نفس (جان) کو جس کا قتل خدا نے حرام کیا ہے قتل نہ کرو مگر یہ کہ وہ جائز طور پر ہو اور جو شخص مظلوم قتل کیا جائیگا تو ہم ضرور اس کے وارث کو غلبہ دیں گے۔ پس اس کا ولی قتل کے معاملہ میں زیادتی نہ کرے۔ یقیناً وہ مدد کیا گیا ہے۔(۳۳)

وَ لَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ ۪ وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَہۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَہۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۴﴾

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ سوائے اس صورت کے جو اس کی بہتری کی ہو جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور عہد کو پورا کرو۔ یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔(۳۴)

وَ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ اِذَا کِلۡتُمۡ وَ زِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۳۵﴾

اور جب ناپو یا وزن کرو تو پیمانہ یا وزن پورا دو اور سچّی صحیح ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہترین با عافیت ہے۔(۳۵)

وَ لَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ

اور اس بات کے درپے نہ ہو جس کا تم کو علم نہیں

اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۳۶﴾	ہے۔ یقیناً کان اور آنکھ، دل ان میں سے ہر ایک کے بارے میں مواخذہ (سوال) ہوگا۔(۳۶)
وَ لَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنۡ تَخۡرِقَ الۡاَرۡضَ وَ لَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا ﴿۳۷﴾	اور زمین پر اکڑ کر نہ چلا کر۔ یقیناً نہ تُو زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور نہ تُو پہاڑوں کے بلندی تک پہنچ سکے گا۔(۳۷)
كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنۡدَ رَبِّكَ مَكۡرُوۡهًا ﴿۳۸﴾	ہر بات کی برائی تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔(۳۸)
ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوۡحٰۤی اِلَیۡكَ رَبُّكَ مِنَ الۡحِكۡمَةِ ؕ وَ لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰی فِیۡ جَهَنَّمَ مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ﴿۳۹﴾	یہ باتیں ان میں سے ہیں جو حکمت کی باتیں تیرے رب نے تیری طرف وحی کی ہیں۔ اور تو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بنانا۔ ورنہ ملامت زدہ اور رحمت سے دور ہوکر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(۳۹)
اَفَاَصۡفٰىكُمۡ رَبُّكُمۡ بِالۡبَنِیۡنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمۡ لَتَقُوۡلُوۡنَ قَوۡلًا عَظِیۡمًا ﴿۴۰﴾ ع	(اے کفار مکہ) کیا تم کو تمہارے خدا نے بیٹے دینے کے لئے چن لیا ہے اور خود فرشتوں میں سے اس نے اپنے لئے بیٹیاں لے لی ہیں۔ یقیناً تم سخت بُری بات کہتے ہو۔(۴۰)
وَ لَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِیۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِیَذَّكَّرُوۡا ؕ وَ مَا یَزِیۡدُهُمۡ اِلَّا نُفُوۡرًا ﴿۴۱﴾	اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں بار بار بیان کیا ہے تاکہ تم یاد رکھو حالانکہ بار بار کے بیان کرنے نے بھی سوائے نفرت کے ان کے ایمان میں کچھ اضافہ نہ کیا۔(۴۱)

قُلۡ لَّوۡ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوۡلُوۡنَ اِذًا لَّابۡتَغَوۡا اِلٰى ذِى الۡعَرۡشِ سَبِيۡلًا ﴿۴۲﴾	(اے رسولؐ) ان سے کہہ دو کہ اگر خدا کے ساتھ جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں، اور بھی معبود ہوتے تو اب تک ان معبودوں نے مالکِ عرش تک رسائی کی کوئی نہ کوئی راہ نکال لی ہوتی۔(۴۲)
سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا كَبِيۡرًا ﴿۴۳﴾	وہ (اللہ) پاک ومنزہ اور برتر ہے ان باتوں سے جو وہ لوگ کہتے ہیں اور خدا صاحبِ کبریائی ورفعت ہے۔(بے حد بلند اور عظیم ترین ذات ہے)۔(۴۳)
تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ‌ؕ وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ وَلٰـكِنۡ لَّا تَفۡقَهُوۡنَ تَسۡبِيۡحَهُمۡ‌ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا ﴿۴۴﴾	اس کی تسبیح کرتے ہیں سات آسمان اور تمام روئے زمین اور جو بھی ان میں موجود ہیں اور کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے جو خدا کی حمد وثنا کی تسبیح نہ پڑھتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔ یقیناً وہ خدا بردبار، بے حد برداشت کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔(۴۴)
وَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ جَعَلۡنَا بَيۡنَكَ وَبَيۡنَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسۡتُوۡرًا ۙ﴿۴۵﴾	اور (اے رسولؐ) جب تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو تو ہم تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ایک پوشیدہ پردہ قائم کردیتے ہیں۔(۴۵)
وَّجَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا‌ ؕ وَاِذَا ذَكَرۡتَ رَبَّكَ فِى الۡقُرۡاٰنِ وَحۡدَهٗ وَلَّوۡا عَلٰٓى اَدۡبَارِهِمۡ نُفُوۡرًا ﴿۴۶﴾	اور ہم ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بھاری پن ڈال دیتے ہیں اور (اے رسولؐ) جب تم قرآن میں اپنے پروردگار کی وحدت کا ذکر کرتے ہو تو وہ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھرا کر واپس چلے جاتے ہیں۔(۴۶)

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ
یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ
یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا
مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾

ہم خوب جانتے ہیں کہ جب وہ کان لگا کر سنتے ہیں قرآن کو اور کان لگاتے ہیں تمہاری طرف اور وہ سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ وہ ظالم کہتے ہیں کہ تم ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر سحر (جادو) کیا گیا ہے۔ (۴۷)

اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ
فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾ النصف

دیکھو (اے رسولؐ) انہوں نے تمہارے بارے میں کیسی مثالیں بیان کی ہیں وہ خود گمراہ ہو گئے۔ پس اب وہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے ہیں۔ (۴۸)

وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَ
اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾

اور انہوں نے کہہ دیا کہ جب ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟ (۴۹)

قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾

(اے رسولؐ) تم (ان کافروں سے) کہہ دو کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا ہو جاؤ۔ (۵۰)

اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ۚ
فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ
فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ
رُءُوْسَهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ
عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ﴿۵۱﴾

یا کوئی ایسی مخلوق بن جاؤ جو تمہارے خیالوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ پس عنقریب وہ کہیں گے پھر ہم کو واپس کون لائے گا؟ (اے رسولؐ) تم کہہ دو وہی جس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اس پر وہ تمہاری طرف دیکھ کر اپنے سروں کو مٹکائیں گے اور کہیں گے کہ یہ کب ہوگا؟ کہہ دو کہ شاید یہ قریب ہی ہو جائے۔ (۵۱)

یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ
وَ تَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۵۲﴾ ع ۵ ۱۲

جس دن کہ وہ تم کو بلائے گا۔ پس تم سب اس کی آواز پر اس کی تعریف کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور تم یہ

گمان کروگے کہ تم بہت ہی کم مدت قیام کر سکے۔(۵۲)

وَ قُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَہُمۡ ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا ﴿۵۳﴾

(اے رسولؐ) تم میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ وہ بات کہا کریں جو بہت اچھی ہو۔ یقیناً شیطان ان کے مابین دشمنی ڈلواتا ہے۔ یقیناً شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔(۵۳)

رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّشَاۡ یَرۡحَمۡکُمۡ اَوۡ اِنۡ یَّشَاۡ یُعَذِّبۡکُمۡ ؕ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ وَکِیۡلًا ﴿۵۴﴾

تمہارا پروردگار تم سے خوب واقف ہے۔ اگر وہ چاہے گا تم پر رحم کرے گا یا اگر چاہے گا تو تم پر عذاب کریگا۔ (اے رسولؐ) ہم نے تم کو ان کا وکیل (ٹھیکیدار) بنا کر نہیں بھیجا ہے۔(۵۴)

وَ رَبُّکَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَ لَقَدۡ فَضَّلۡنَا بَعۡضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعۡضٍ وَّ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿۵۵﴾

اور تیرا رب بہتر جانتا ہے ان کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور بے شک ہم نے بعض انبیاءؑ کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤدؑ کو زبور عطا کی تھی۔(۵۵)

قُلِ ادۡعُوا الَّذِیۡنَ زَعَمۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ فَلَا یَمۡلِکُوۡنَ کَشۡفَ الضُّرِّ عَنۡکُمۡ وَ لَا تَحۡوِیۡلًا ﴿۵۶﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ اس کے سوا جن جن کا تم کو گھمنڈ ہے تم ان کو پکار لو۔ پس وہ اتنی قدرت نہیں رکھتے ہیں کہ تم سے کسی مصیبت کو دور کر سکتے ہوں اور نہ وہ کچھ بدل سکیں گے۔(۵۶)

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الۡوَسِیۡلَۃَ اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ وَیَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَہٗ وَیَخَافُوۡنَ عَذَابَہٗ ؕ

وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں اور خود ڈھونڈ ھتے ہیں اپنے رب تک وسیلہ کہ کونسا بندہ (خدا سے) بہت نزدیک ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں یقیناً تیرے رب کا

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔(۵۷)

وَ اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

اور ایک بستی بھی ایسی نہیں ہے جس کو ہم روزِ قیامت سے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا اس کو سخت عذاب نہ دیں۔ یہ بات کتاب میں بھی لکھی جا چکی ہے۔(۵۸)

وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾

اور ہم کو نشانیوں (معجزوں) کے بھیجنے سے کسی اور چیز نے نہیں روکا سوائے اس کے کہ پہلوں نے ان کو جھٹلایا اور ہم نے قومِ ثمود کو صریح (واضح) نشانی اونٹنی دی تھی۔ پھر انہوں نے اس پر ظلم کیا تھا اور ہم تو ایسی نشانیاں صرف ڈرانے ہی کے لئے بھیجا کرتے ہیں۔(۵۹)

وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع ۶

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے (اے رسولؐ) تم سے کہا تھا کہ بیشک تمہارے پروردگار نے ان لوگوں کو گھیر لیا ہے اور وہ خواب جو ہم نے تم کو دکھایا ہے اس کو ہم نے نہیں مقرر کیا ہے مگر کل آدمیوں کے لئے ایک آزمائش (امتحان) اور قرآن میں ایک ملعون درخت (یعنی خاندان کا ذکر ہے) اور ہم ان کو ڈراتے ہیں مگر سوائے اس کے کہ ان کی سرکشی بڑھے (اس ڈرانے سے ان کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔)(۶۰)

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تمام فرشتوں سے یہ کہا کہ تم آدمؑ کو سجدہ کرو۔ پس سب نے سجدہ کیا

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾

مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ آیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ (۶۱)

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾

اس نے کہا کہ بھلا دیکھ تو یہ وہی ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اگر تو نے مجھے روزِ قیامت تک مہلت دی تو میں اس کی کل اولاد کو گمراہ کرنے میں غالب آجاؤں گا۔ مگر سوائے چند کے۔ (۶۲)

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

(خدا نے) فرمایا دور ہو پس ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا یقیناً تمہاری سزا جہنم ہو گی جو پورا بدلہ ہے۔ (۶۳)

وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾

اور ان میں جس کو تو بہکا سکتا ہے اپنی آواز سے بہکا لے اور پکار لے ان کے مقابلے کے لئے اپنے سواروں اور پیادوں کو اور ان کا شریک بن جا ان کے مالوں اور اولاد میں اور ان سے وعدے کر اور شیطان ان سے وعدہ نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ وعدہ دھوکہ ہوگا۔ (۶۴)

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

یقیناً جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ و قابو نہ ہوگا اور تیرا رب کارساز ہونے (یعنی ہر کام بنانے) کے لئے کافی ہے۔ (۶۵)

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾

تمہارا پروردگار وہی ہے جو تمہارے لئے سمندر میں جہازوں کو چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل سے معاش تلاش کرلو۔ یقیناً وہ تم پر بہت مہربانی کرنے

والا ہے۔(٦٦)

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾

اور سمندر میں جب تم کو کوئی آفت پیش آتی ہے تو جن کو تم پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں مگر صرف وہی (اللہ) موجود ہوتا ہے۔ پھر جب وہ نجات دے کر تم کو خشکی تک لے جاتا ہے تو تم روگردان ہو جاتے ہو اور انسان بہت ناشکرا ہے۔(٦٧)

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۙ﴿٦٨﴾

کیا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ زمین کے ایک حصہ کو مع تمہارے دھنسا دے؟ یا تم پر کنکریاں برسانے والی آندھی بھیج دے؟ پھر تم کسی کو اپنا کارساز (مددگار، کام بنانے والا) نہ پاؤ۔(٦٨)

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿٦٩﴾

یا تم اس سے مطمئن ہو گئے ہو کہ ایک دفعہ پھر تم کو سمندر میں لوٹا لیا جائے؟ پھر وہ تم پر کشتی شکن ہوا بھیج دے اور جو ناشکری تم کر چکے ہو اس کے عوض وہ تم کو ڈبو دے؟ پھر تم اس کے بارے میں کسی کو ہمارا درپے (مقابلہ کرنے والا) نہ پاؤ گے۔(٦٩)

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۧ﴿٧٠﴾ ع ۷

اور یقیناً ہم نے اولادِ آدمؑ کو فضیلت دی اور ان کو ہم نے سوار کیا خشکی اور سمندر پر، اور پاک چیزوں کی روزی دی اور ہم نے ان کو فضیلت دی اکثر پر جن کو ہم نے فضیلت دے کر پیدا کیا۔(٧٠)

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ

اس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے امام کے ساتھ۔ پس جس کو اس کا نامہ اعمال اس کے داہنے

يَقْرَءُونَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾

ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اپنے نامہِ اعمال کو پڑھیں گے اوران پر سوت بھر ظلم نہ کیا جائے گا۔(۷۱)

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾

اور جو اس دنیا میں اندھا رہا پس وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور راہ سے سب سے زیادہ گمراہ ہو گا۔(۷۲)

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾

اور قریب تھا کہ یہ لوگ تجھ کو بھی فتنہ(امتحان) میں مبتلا کر دیں اس کے بارے میں جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہے، تا کہ تم ہم پر اس وحی کے خلاف بہتان لگا دو اور اس حالت میں وہ لوگ تم کو دوست بنا لیتے۔(۷۳)

وَلَوْلَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۙ﴿۷۴﴾

اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بیشک قریب تھا کہ شاید کچھ کچھ تم ان کی طرف مائل ہو جاتے۔(۷۴)

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾

اس صورت میں ہم تم کو بھی زندگانی دنیا کا دوہرا عذاب چکھاتے اور موت کے بعد کا بھی دوہرا عذاب۔ پھر تم ہم پر نہ پاتے کوئی بدلہ لینے والا۔(۷۵)

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾

اور اگر چہ قریب تھا کہ وہ تم کو لغزش میں ڈال دیں زمین کے بارے میں، تا کہ وہ تم کو اس سے نکال دیں، مگر اس صورت میں وہ بھی تمہارے بعد بہت ہی کم مدت رہتے۔(۷۶)

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ

یہ وہ طریقہ ہے کہ اس پر ہم نے تم سے پہلے

رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ ع	اپنے رسولوں کو بھیجا تھا اور تم ہمارے طریقہ میں کوئی ردو بدل نہ پاؤ گے۔(۷۷)
اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾	تم نماز پڑھو زوالِ آفتاب سے آدھی رات تک اور صبح کا قرآن (یعنی نماز) ادا کیا کرو۔ یقیناً صبح کے قرآن (نماز) کو دیکھا جاتا ہے۔(۷۸)
وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾	اور (اے رسولؐ) رات کے ایک حصّے میں تہجد پڑھا کرو۔ یہ (فریضہ) تمہارے لئے مخصوص ہے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تم کو مقامِ محمود پر مبعوث کرے۔(۷۹)
وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾	اور (اے رسولؐ) تم کہو اے میرے رب مجھ کو مدخلِ صدق میں داخل کر اور مخرجِ صدق سے لیجائیو اور میرے رب میرے لئے اپنے پاس سے مددگار سلطان مقرر کی جیو۔(۸۰)
وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾	اور کہو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ یقیناً باطل تھا ہی مٹنے والا۔(۸۱)
وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾	اور ہم قرآن میں وہ چیزیں نازل کرتے ہیں جن میں مومنین کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کو اس سے بجز خسارہ (نقصان) کے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔(۸۲)
وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ	اور جب انسان کو ہم انعام عطا کرتے ہیں تو وہ (ہم سے دور) منحرف ہو جاتا ہے اور پہلو تہی کرتا

وَنَا بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾	ہے اور جب اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔(۸۳)
قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع ۹	(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ ہر شخص اپنے اپنے طور پر عمل کرتا رہے۔ پس تمہارا پروردگار بہتر جانتا ہے اس کو جو راہِ راست (سیدھے راستے) پر ہے۔(۸۴)
وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾	اور (اے رسولؐ) تم سے لوگ روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ روح میرے رب کا امر (حکم) ہے اور تم کو علم نہیں دیا گیا ہے مگر قلیل (بہت کم)۔(۸۵)
وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۙ﴿۸۶﴾	اور اگر ہم چاہتے تو البتہ اس شئے کو جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی واپس لے جاتے۔ پھر (اے رسولؐ) تم نہ پا سکتے اس کے بارے میں ہم پر کوئی وکیل (یا نمائندہ)۔(۸۶)
اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾	مگر یہ کہ تیرے رب کی رحمت ہے۔ یقیناً اس کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔(۸۷)
قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾	تم کہہ دو کہ اگر سب آدمی اور کُل جن اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں، تو اس کی مثل وہ نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی ہو جائیں۔(۸۸)
وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ	اور یقیناً ہم نے بار بار بیان کی ہیں لوگوں کے

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾

واسطے اس قران میں ہر طرح کی مثالیں (واقعات) پس زیادہ تر لوگوں نے انکار کیا صرف اس لئے کہ وہ بہت ہی ناشکرے تھے۔(٨٩)

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿٩٠﴾ۙ

اور انہوں نے کہا ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تم ہمارے لئے زمین سے ایک چشمہ جاری نہ کردو۔(٩٠)

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ۙ

یا تمہارے لئے ہو ایک باغ کھجوروں اور انگوروں کا اور تم اس میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری نہ کردو۔(٩١)

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿٩٢﴾ۙ

یا تم نہ گرادو ہم پر آسمان ٹکڑے کر کے جیسا کہ تمہارا گمان ہے۔ یا تم لاؤ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے۔(٩٢)

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٣﴾ع

ع ٩ ١٠

یا ہو تمہارا ایک مکان سونے کا یا تم چڑھ جاؤ آسمان پر اور تمہارے آسمان پر چڑھ جانے پر بھی ہم ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تم نازل کرو ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھیں۔ (اے رسولؐ) کہہ دو کہ میرا رب پاک ومنزہ ہے۔ میں تو انسان ہوں اور رسول۔(٩٣)

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَ

اور کس چیز نے روکا لوگوں کو کہ وہ ایمان لائیں جبکہ ان کے پاس ہدایت آچکی، سوائے اس کے کہ

هُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

انہوں نے یہ کہہ دیا کہ کیا خدا نے انسان کو رسول بنا کر مبعوث کر دیا؟ (۹۴)

قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ اگر اس زمین میں فرشتے بہ اطمینان چلتے پھرتے ہوتے تو البتہ ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتے۔ (۹۵)

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿۹۶﴾

(اے رسولؐ) تم کہہ دو میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہی کو کافی ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔ (۹۶)

وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ نَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿۹۷﴾

النصف

اور جس کو خدا ہدایت کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے اور وہ جس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے تو (اے رسولؐ) تم ان کے واسطے کسی کو ان کا سرپرست نہ پاؤ گے، اس (خدا) کے علاوہ۔ قیامت کے دن ہم ان کو اس حالت میں اوندھے منہ محشور کریں گے کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جب آتش جہنم بجھنے لگے گی تو ہم ان کے واسطے مزید بھڑکا دینگے۔ (۹۷)

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۹۸﴾

یہ سزا ان کی اس لئے ہوگی کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہا کہ کیا ہم جب ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے؟ (۹۸)

اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىۡ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنۡ
يَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ وَ جَعَلَ لَهُمۡ اَجَلًا لَّا
رَيۡبَ فِيۡهِ‌ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوۡنَ اِلَّا
كُفُوۡرًا ﴿۹۹﴾

کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ وہ قادر ہے کہ ان جیسے اور پیدا کر دے اور اس نے ان کے لئے ایک مدت مقرر کر دی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ پس انکار کیا ظالموں نے صرف کفر کی وجہ سے۔(۹۹)

قُلۡ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآٮِٕنَ
رَحۡمَةِ رَبِّىۡۤ اِذًا لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ
ع الۡاِنۡفَاقِ‌ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا ﴿۱۰۰﴾

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ اگر تم میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کا اختیار رکھتے ہوتے تو اس وقت بھی تم ان کے خرچ ہو جانے کے خوف سے بُخل کرتے اور انسان ہے ہی بخیل۔(۱۰۰)

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى تِسۡعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ
فَسۡـَٔلۡ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِذۡ جَآءَهُمۡ
فَقَالَ لَهٗ فِرۡعَوۡنُ اِنِّىۡ لَاَظُنُّكَ يٰمُوۡسٰى
مَسۡحُوۡرًا ﴿۱۰۱﴾

اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو ۹ کھلی نشانیاں دی تھیں۔ پس بنی اسرائیل سے دریافت کرلو کہ جب وہ ان کے پاس آئیں تو فرعون نے ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ اے موسیٰؑ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔(۱۰۱)

قَالَ لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَاۤ اَنۡزَلَ هٰٓؤُلَاۤءِ
اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ بَصَآٮِٕرَ‌ۚ
وَ اِنِّىۡ لَاَظُنُّكَ يٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا ﴿۱۰۲﴾

(موسیٰؑ نے) کہا کہ (اے فرعون) اتنا تو تجھ کو بھی علم ہے کہ ان کو کسی نے نازل نہیں کیا ہے سوا آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے کہ وہ آیات روشن ہیں اور میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اے فرعون تیری شامت آئی ہے۔(۱۰۲)

فَاَرَادَ اَنۡ يَّسۡتَفِزَّهُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ
فَاَغۡرَقۡنٰهُ وَمَنۡ مَّعَهٗ جَمِيۡعًا ۙ﴿۱۰۳﴾

پس (فرعون نے) یہ ارادہ کیا کہ ان کو زمین سے دور کر دے۔ پس ہم نے اس کو اور اس کے سب

ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ (۱۰۳)

وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًاؕ۝۱۰۴

اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ تم اس زمین میں آباد ہو جاؤ۔ پس آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔ (۱۰۴)

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۘ۝۱۰۵

وقف لازم

اور حق کے ساتھ ہم نے اس (قران) کو نازل کیا اور حق ہی کے ساتھ وہ نازل ہوا اور ہم نے نہیں بھیجا تم کو (اے رسولؐ) مگر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ (۱۰۵)

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا۝۱۰۶

اور قران کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تا کہ تم ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس طرح قران کو نازل کیا جس طرح اس کا نازل کرنا مناسب تھا۔ (۱۰۶)

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْاؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًاۙ۝۱۰۷

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ تم قران پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ یقیناً وہ لوگ جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے جس وقت ان کے سامنے یہ پڑھا جاتا ہے وہ منہ کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ (۱۰۷)

وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۝۱۰۸

اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار منزہ اور پاک ہے ہر عیب سے۔ بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور پورا ہوگا۔ (۱۰۸)

وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا۩۝۱۰۹

السجدۃ ۴

اور وہ روتے ہوئے منہ کے بل گر پڑتے ہیں اور قران کا سننا ان کے خضوع وخشوع کو زیادہ کر دیتا

ہے۔(۱۰۹)

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو۔ جس نام سے بھی اس کو پکارو پس اسی کے لئے ہیں اسماءِ حسنیٰ (اچھے اچھے نام) اور تم (اے رسولؐ) اپنی نماز میں اپنی آواز کو نہ زیادہ بلند ہی کرو اور نہ چپکے چپکے ہی پڑھا کرو بلکہ ان دونوں کے بین بین (درمیان) کا راستہ اختیار کرو۔(۱۱۰)

وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲

اور کہو کہ سب تعریف اسی خدا کے لئے ہے جس نے اپنا نہ کوئی بیٹا بنایا اور نہ اس کے مُلک میں کوئی اس کا شریک ہے۔ اور نہ وہ مجبور ہے کہ اس کا کوئی مددگار ہو اور تم اس کی کبریائی (بڑائی) کا اظہار کرتے رہو۔(۱۱۱)

سورۃ الکھف

آیاتہا ۱۱۰ ۱۸ سُوْرَةُ الْكَهْفِ مکی ۶۹ رکوعاتہا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں (اللہ کی مدد مانگتے ہوئے)، اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿۱﴾ سکتہ

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی (غلطی) نہیں رکھی۔(۱)

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ

اپنے بندہ کو مستقیم بنایا تا کہ وہ ڈرائے اس سخت عذاب سے جو خدا کی جانب سے (نافرمانوں پر) ہو گا اور ان مومنوں کو جو اعمالِ نیک کرتے ہیں اس

يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾

بات کی خوشخبری دے کہ یقیناً ان کے لئے بہتر معاوضہ (جنت کے گھنے باغات) ہیں۔ (۲)

مّٰكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾

جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (۳)

وَّ يُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۟﴿۴﴾

اور ان لوگوں کو بھی ڈرائے جنہوں نے یہ کہہ دیا کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے۔ (۴)

مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّ لَا لِاٰبَآئِهِمۡ ‌ؕ كَبُرَتۡ كَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ‌ ؕ اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا كَذِبًا ﴿۵﴾

نہ ان کو اس کا کچھ علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو بھی علم تھا۔ یہ بہت سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ وہ صرف جھوٹ کہتے ہیں۔ (۵)

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا ﴿۶﴾

پس (اے رسولؐ) شاید تم اپنی جان ان کے پیچھے دے دو گے افسوس کرتے ہوئے اگر وہ ایمان نہ لائے اس بات پر۔ (۶)

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾

یقیناً ہم نے جو کچھ روئے زمین پر ہے اس کو زمین کی زینت قرار دیا ہے تاکہ ہم ان کا امتحان لیں کہ ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ (۷)

وَاِنَّا لَجٰعِلُوۡنَ مَا عَلَيۡهَا صَعِيۡدًا جُرُزًا ؕ﴿۸﴾

اور یقیناً ہم جو کچھ بھی اس (زمین) پر ہے (اسے فنا کر کے) چٹیل میدان بنانے والے ہیں۔ (۸)

اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ ۙ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾

(اے رسولؐ) کیا تم نے یہ خیال کرلیا ہے کہ اصحابِ کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے کچھ زیادہ

عجیب تھے؟ (۹)

اِذۡ اَوَی الۡفِتۡیَۃُ اِلَی الۡکَہۡفِ فَقَالُوۡا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّ ہَیِّیٔۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾

(اس وقت کو یاد کرو) جب کچھ نوجوان واپس آئے غار کی طرف اور انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور مہیا کر دے ہمارے کام میں درستی (ہمارے کام ٹھیک کر دے) (۱۰)

فَضَرَبۡنَا عَلٰۤی اٰذَانِہِمۡ فِی الۡکَہۡفِ سِنِیۡنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾

پس ہم نے ان کے کانوں پر پردے ڈال دیئے اس غار میں برسوں کے لئے۔ (۱۱)

ثُمَّ بَعَثۡنٰہُمۡ لِنَعۡلَمَ اَیُّ الۡحِزۡبَیۡنِ اَحۡصٰی لِمَا لَبِثُوۡۤا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ ع

پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم جان لیں کہ ان کے دو گروہوں میں سے اس مدت کو جس میں وہ وہاں رہے تھے کس نے زیادہ یاد رکھا ہے؟ (۱۲)

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ نَبَاَہُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّہُمۡ فِتۡیَۃٌ اٰمَنُوۡا بِرَبِّہِمۡ وَ زِدۡنٰہُمۡ ہُدًی ﴿۱۳﴾

ہم (اے رسولؐ) تم پر بیان کرتے ہیں ان کی خبر کو صحیح صحیح۔ یقیناً وہ ایسے جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا تھا۔ (۱۳)

وَّ رَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَا۠ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلٰـہًا لَّقَدۡ قُلۡنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا جب کہ وہ (مستقل مزاجی سے) کھڑے ہو گئے پھر انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے۔ ہم ہرگز اس کے سوا کسی دوسرے کو معبود کہہ کر نہ پکاریں گے۔ اگر ایسا کریں تو ہم نے گویا بہت ہی نازیبا اور غلط بات کہی۔ (۱۴)

ہٰۤؤُلَآءِ قَوۡمُنَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ

اس ہماری قوم نے تو اس کے سوا بہت سے خدا

اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾

بنا لیے ہیں۔ پھر وہ ان خداؤں کے متعلق کوئی روشن دلیل کیوں پیش نہیں کرتے؟ پس اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا الزام باندھے؟ (۱۵)

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

اور جب کہ تم ان سے الگ ہو چکے ہو اور جن چیزوں کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں ان کو چھوڑ چکے ہو، تو پس کسی غار کی طرف چلو تاکہ تمہارا پروردگار تمہارے لئے اپنی رحمت کو زیادہ کر دے اور تمہارے کام میں سہولت کے سامان مہیا کر دے۔ (۱۶)

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ
وَلِيًّا مُّرْشِدًا ع ﴿۱۷﴾ ع ۲ ۱۴

اور (اے رسولؐ) تم آفتاب کو دیکھو گے جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے داہنے ہاتھ کی طرف ہو کر جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو غار کے بائیں طرف کتراتا ہوا چلا جاتا ہے اور وہ اس غار کے کھلے حصّے میں ہیں۔ یہ بھی خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ پس جس کو خدا ہدایت کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے، تو (اے رسولؐ) تم اس کا کوئی سرپرست (رہنما) نہ پاؤ گے۔ (۱۷)

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا

اور تم ان کو بیدار خیال کرو گے حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں اور بائیں جانب کروٹیں بدلواتے ہیں اور ان کا کتا چوکھٹ پر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اور اگر (اے رسولؐ) تم ان کو دیکھ لو تو ان سے منہ پھرا کر بھاگو اور تم پر ان کا رعب

وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝۱۸

چھا جائے۔(۱۸)

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ[1] وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝۱۹

اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تھا تاکہ وہ ایک دوسرے سے سوال کرلیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تمہیں یہاں کتنی دیر ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ ہم کو ایک دن ہوا یا کچھ کم ایک دن سے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی مدت رہے۔ پس تم اپنے میں سے ایک کو یہ 'رقم' دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ جاکر دیکھے کہ کونسا کھانا پاکیزہ ہے؟ پس وہ تمہارے لئے کچھ کھانا لائے اور بہ نرمی و مدارات خرید کرے اور کسی کو تمہاری خبر نہ دے۔(۱۹)

[1] نصفُ القرآن باعتبار عدد الحروف بِاَنَّ التّاء بعد الیاء من النصف الاول و اللام الثانیۃ من النصف الاخیر ۱۲

اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝۲۰

یقیناً وہ لوگ اگر تم پر مطلع ہوگئے تو تم کو سنگسار کردینگے۔ یا تم کو اپنی ملت میں واپس لے آئینگے اور پھر تم کبھی فلاح نہ پاؤ گے۔(۲۰)

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝۲۱

اور اس طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال پر مطلع کردیا تاکہ وہ یہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے۔ جب وہ ان کے معاملہ میں آپس میں جھگڑنے لگے تو انہوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنادو۔ ان کا پروردگار ان کے حال سے خوب واقف ہے اور ان لوگوں نے جو ان کے معاملہ میں غالب آگئے تھے یہ بھی کہا کہ ہم ضرور بہ ضرور ان پر ایک مسجد بنادیں گے۔(۲۱)

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ
يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا
بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ
كَلْبُهُمْ ۗ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا
يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا
مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ
اَحَدًا ﴿۲۲﴾ ع ۳ ۱۵

عنقریب وہ کہیں گے کہ وہ تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے اور بعض کہیں گے وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے ان کا یہ کہنا اٹکل پچو ہے اور بعض ان میں سے کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ میرا پروردگار ان کی تعداد سے خوب واقف ہے۔ ان کو نہیں جانتے ہیں مگر بہت کم لوگ۔ پس تم ان کے بارے میں جدال نہ کرو مگر صرف ظاہری طور پر اور ان کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ پوچھو۔ (۲۲)

وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ
ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾

اور (اے رسولؐ) تم ہرگز کسی شئے کے بارے میں نہ کہو کہ میں اس کو کل کرنے والا ہوں۔ (۲۳)

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ
اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ
لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

مگر یہ کہو کہ اگر اللہ نے بھی چاہا، اور اپنے رب کو یاد کرو جبکہ بھول گئے ہو اور کہو کہ عنقریب میرا رب مجھ کو ایسی بات کی ہدایت فرمائے گا جو رہنمائی میں اس سے قریب تر ہو۔ (۲۴)

وَ لَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ
سِنِيْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾

اور (لوگ کہتے ہیں کہ) وہ اپنے غار میں نو اوپر تین سو برس رہے۔ (۲۵)

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَ اَسْمِعْ ۭ
مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۫ وَّ لَا يُشْرِكُ

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اسے تو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت رہے؟ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اسی کے لئے ہیں وہ کیسا (صحیح) دیکھنے والا اور کیسا (صحیح) سننے والا ہے۔ ان کا اس (خدا)

فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

کے سوا کوئی سرپرست نہیں ہے اور وہ (خدا) اپنے حکم (حکومت) میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے۔ (۲۶)

وَ اتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ کِتَابِ رَبِّکَ ؕۚ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ۚ۟ وَ لَنۡ تَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا ﴿۲۷﴾

اور (اے رسولؐ) ان کو پڑھ کر سنا دو جو کچھ کہ تمہارے رب کی کتاب سے تم پر وحی کیا گیا ہے۔ اس کے کلمات کا بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور تم اس (خدا) کے علاوہ کسی کو جائے پناہ نہ پاؤ گے۔ (۲۷)

وَ اصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ وَ لَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡہُمۡ ۚ تُرِیۡدُ زِیۡنَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَ لَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ اتَّبَعَ ہَوٰىہُ وَ کَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ الثلثة

اور (اے رسولؐ) ان لوگوں کے ساتھ رہنے کو برداشت کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں اور اس کی رضا کے طالب ہیں اور ان سے اپنی نظر نہ ہٹاؤ کہ (ایسا لگے کہ) تم دنیا کی زینت کے خواستگار ہو اور اس شخص کی پیروی نہ کرنا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور اپنی خواہش کا تابع کر دیا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔ (۲۸)

وَ قُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۙ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِہِمۡ سُرَادِقُہَا ؕ وَ اِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ کَالۡمُہۡلِ یَشۡوِی الۡوُجُوۡہَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۲۹﴾

(اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ پس جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ مہیا کی ہے جس کے پردے ان کو گھیر لیں گے اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریادرسی کھولتے ہوئے پانی سے کی جائے گی، جو مثل پگھلے ہوئے تانبے کے ہوگا وہ چہروں کو بھون ڈالے گا وہ کتنی بری چیز پینے کی ہوگی اور کتنی بری جگہ ہوگی۔ (۲۹)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، یقیناً ہم نیک عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ (۳۰)

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٔيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع

ع ٤ ۹ ۱٦

وہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے سدا بہار باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں ان کو سونے کے کنگنوں سے آراستہ کیا جائے گا اور سندس اور استبرق کے سبز کپڑے پہنیں گے اور انہی میں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہونگے۔ یہ کیسا اچھا ثواب ہے اور وہ کیسی اچھی آسائش و راحت کی جگہ ہو گی۔ (۳۱)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾

اور (اے رسولؐ) ان کے لئے ان دو آدمیوں کی مثل (واقعہ) بیان کردو کہ ہم نے ان دونوں میں سے ایک کے لئے انگور کے دو باغ لگا دیئے تھے اور ان دونوں کو خرمے کے درختوں سے گھیر دیا تھا۔ (۳۲)

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾

ان دونوں باغوں کے درمیانی حصے میں کھیتی قائم کر دی تھی۔ یہ دونوں باغ خوب پھل لایا کرتے تھے اور ان پھلوں میں ذرا بھی کمی نہیں ہوتی تھی اور ہم نے ان دونوں کے درمیان ایک نہر بھی جاری کر دی تھی۔ (۳۳)

وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ

اور جب اس کو پھل ملا تو وہ اپنے ساتھی سے باتیں کرنے میں کہنے لگا کہ میں مال کی حیثیت سے

نَفَرًا ﴿۳۴﴾

تجھ سے بہت بڑھا ہوا ہوں اور جتھے (مددگاروں) کی حیثیت سے بھی بڑھا ہوا ہوں۔ (۳۴)

وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾

اور وہ اپنے باغ میں ایسی حالت میں پہنچا کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا تھا۔ اس نے کہا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ باغ کبھی فنا ہوگا۔ (۳۵)

وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

اور نہ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ قیامت آئے گی اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹا یا بھی گیا تو ضرور بہ ضرور اس سے بہتر حالت پاؤں گا۔ (۳۶)

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ؕ

اس کے ساتھی نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا کہ کیا تو اس کا انکار کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے؟ پھر تجھ کو مضبوط مرد بنا دیا۔ (۳۷)

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾

اب رہا میں تو میرا پروردگار تو وہی اللہ ہے اور میں اپنے پروردگار کا شریک کسی کو نہیں کرتا۔ (۳۸)

وَ لَوْ لَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ۚ

اور تو نے اپنے باغ میں داخل ہوتے ہوئے یہ کیوں نہ کہا کہ جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہوا اور کوئی قوت نہیں ہے مگر یہ کہ صرف اللہ کی قوت۔ اگرچہ تو دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں مال اور اولاد میں تجھ سے کم ہوں۔ (۳۹)

فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ

پس قریب ہے کہ میرا پروردگار مجھے تجھ سے بہتر باغ دیدے اور اس تیرے باغ پر آسمان سے لُو کا

جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾

ایک جھونکا بھیج دے کہ یہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔(۴۰)

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

یا ہو جائے اس کا پانی اتنا گہرا زمین میں کہ تجھ میں اس کے نکالنے کی قوت نہ رہے۔(۴۱)

وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾

چنانچہ اس کے پھلوں پر آفت آ ہی گئی پس جو مال وہ اس میں صرف کر چکا تھا اس پر صبح کو وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔ باغ اپنی چھتوں پر الٹا پڑا تھا اور (مالک) کہہ رہا تھا کہ کاش میں اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہ کرتا۔(۴۲)

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾

اور اس وقت کوئی گروہ اس کی مدد کرنے کو نہ تھا بجز خدا کے اور نہ وہ شخص خدا کے انتقام کو روک سکا۔(۴۳)

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع ۱۳ ۱۷

اس موقع پر حکومت خدا ہی کے لئے حق ہے وہ ثواب دینے کے لئے سب سے بہتر ہے اور انجام کی رُو سے وہی بہتر انجام دینے والا ہے۔(۴۴)

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾

اور (اے رسولؐ) ان سے زندگانی دنیا کی مثال بیان کر دو کہ وہ اس پانی کی مانند ہے جس کو ہم نے آسمان سے نازل کیا۔ پھر اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی۔ پھر وہ ریزہ ریزہ ہو گیا کہ ہوائیں اس کو اڑا دیتی ہیں اور اللہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔(۴۵)

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

مال اور بیٹے زندگانیِ دنیا کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تمہارے رب کے نزدیک بلحاظ ثواب بہتر ہیں اور باعتبار امید رکھنے کے بھی بہتر ہیں۔(۴۶)

وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ﴿۴۷﴾

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور (اے رسولؐ) تم دیکھو گے زمین کو کھلا ہوا اور ہم ان (لوگوں) کو اس طرح جمع کر دیں گے کہ ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔(۴۷)

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۫ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾

اور وہ تیرے رب کے سامنے صف بہ صف پیش کیے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آ گئے جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ بلکہ تمہارا تو یہ گمان تھا کہ ہم نے تمہارے لئے کوئی وعدہ گاہ مقرر ہی نہیں کی ہے۔(۴۸)

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۧ﴿۴۹﴾ ع ۶ ۱۸

اور اعمال نامے پیش کیے جائیں گے۔ پس (اے رسولؐ) تم مجرموں کو دیکھو گے ڈرتا ہوا اس سے جو اس (نوشتہ) میں لکھا ہے اور کہتے ہوں گے ہائے خرابی ہماری یہ کیسا اعمال نامہ ہے کہ اس نے کسی چھوٹی یا بڑی چیز کو چھوڑا ہی نہیں ہے کہ جس کا احاطہ نہ کر لیا ہو اور وہ موجود پائیں گے اس کو جو انہوں نے کیا ہوگا اور (اے رسولؐ) تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہ کرے گا۔(۴۹)

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمام

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ
الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ
اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ
وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝٥٠

فرشتوں سے کہا تھا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔ پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ وہ قومِ جن سے تھا۔ پس اس نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی۔ پس کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو اپنا سرپرست بناتے ہو میرے سوا؟ حالانکہ وہ سب تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لئے کیسا بُرا بدلہ ہے۔ (۵۰)

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا
كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝٥١

میں نے نہیں گواہ بنایا ہے ان کو آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا اور نہ ان کی اپنی پیدائش کا اور میں گمراہوں کو مددگار نہیں بناتا۔ (۵۱)

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ
يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝٥٢

اور یاد کرو اس دن کو جب خدا فرمائے گا میرے ان شریکوں کو پکارو جو تمہارے گمان میں میرے شریک تھے۔ پس وہ ان کو پکاریں گے پس وہ ان کو جواب نہ دیں گے۔ اور ہم ان کے درمیان موبقہ (وادیِ جہنم) کو کر دینگے۔ (۵۲)

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ
مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝٥٣ ع ۷ ۱۹

اور وہ مجرم آتشِ جہنم کو دیکھیں گے۔ پس وہ گمان کریں گے کہ بس اب ہم اس میں گرے اور اس سے گریز (بچنے) کی کوئی صورت نہ پائیں گے۔ (۵۳)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ
مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ
شَيْءٍ جَدَلًا ۝٥٤

اور ہم نے اس قرآن میں تمام انسانوں کے لئے ہر مثال کو بار بار بیان کر دیا ہے اور انسان جھگڑنے کے لئے ہر چیز سے بڑھا ہوا ہے۔ (۵۴)

وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ
جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ
اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ
الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾

اور جبکہ لوگوں کے پاس ہدایت آچکی تو ان کو ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے سے کسی اور بات نے نہیں روکا سوائے اس کے کہ ان پر پہلے لوگوں کا قاعدہ جاری ہوجائے یا ان کے سامنے عذاب موجود ہوجائے۔(۵۵)

وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا
مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَ يُجَادِلُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ
الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ مَآ اُنْذِرُوْا
هُزُوًا ﴿٥٦﴾

اور ہم رسولوںؑ کو نہیں بھیجتے ہیں مگر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں وہ باطل کے لئے جھگڑا کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ حق کو زائل کر دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس چیز سے وہ ڈرائے گئے تھے اس کو (ٹھٹھا) مذاق بنا دیا ہے۔(۵۶)

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ
فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ
اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ
يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ
تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا
اَبَدًا ﴿٥٧﴾

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں کو یاد دلایا جائے پس وہ اس سے روگردانی کرے؟ اور وہ جو اپنے ہاتھوں کر چکا ہے اس کو بھول جائے؟ یقیناً ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں گرانی (بہراپن) پیدا کر دی ہے اور اگر (اے رسولؐ) تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ گے تو بھی وہ ہرگز ہدایت کی طرف نہ آئیں گے۔(۵۷)

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ
يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ

اور تیرا رب بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے۔ اگر وہ ان کے اعمال کے بدلہ میں پکڑتا تو ضرور ان پر جلد عذاب آجاتا۔ لیکن ان کے لئے وعدہ کا ایک وقت

الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾

مقرر ہے جس سے بچنے کی وہ ہرگز کوئی جگہ نہ پائیں گے۔(۵۸)

وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

اور ان بستیوں کو جس وقت ان کے باشندوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کے ہلاک کرنے کا بھی ہم نے ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔(۵۹)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ موسیٰؑ نے اپنے جوان ساتھی سے کہہ دیا تھا کہ میں تو پلٹ کر نہیں جاؤں گا جب تک کہ میں دونوں سمندروں کے مقامِ اتصال پر نہ پہنچوں، یا سالہا سال نہ چلتا رہا ہوں۔(۶۰)

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

پس جب وہ دونوں ان دونوں (سمندروں) کے مقامِ اتصال پر پہنچے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے۔ پس اس مچھلی نے دریا میں اپنی راہ بنا لی۔(۶۱)

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

پھر جب وہ دونوں اس سے آگے بڑھ گئے تو موسیٰؑ نے اپنے جوان ساتھی سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ۔ ہمیں اپنے سفر سے یقیناً رنج پہنچا ہے۔(۶۲)

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَاۤ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾

اس نے کہا کہ آپؑ نے دیکھا ہے کہ جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھہرے تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور نہیں بھلایا اس کو مگر شیطان نے کہ میں اس کو یاد رکھوں اور اس مچھلی نے دریا میں اپنی راہ عجب طور سے بنا لی تھی۔(۶۳)

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبۡغِ ۖ فَارۡتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾

کہا یہی تو تھا جو ہم چاہتے تھے۔ پھر وہ دونوں اپنے آثارِ قدم پر سراغ لگاتے ہوئے پلٹے۔ (۶۴)

فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ﴿۶۵﴾

پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور اس کو ہم نے اپنے پاس سے علم عطا کیا تھا۔ (۶۵)

قَالَ لَهٗ مُوۡسٰى هَلۡ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا ﴿۶۶﴾

موسیٰؑ نے اس سے کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ رہوں کہ آپ سکھا دیں مجھ کو وہ علم جو آپ کو سکھایا گیا ہے؟ (۶۶)

قَالَ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا ﴿۶۷﴾

اس نے کہا یقیناً تم نہیں طاقت رکھتے ہو کہ میرے ساتھ صبر کرسکو۔ (۶۷)

وَكَيۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰى مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا ﴿۶۸﴾

اور اس پر تم صبر کرو گے بھی کیسے جس پر تم کو آگاہی نہیں ہے؟ (۶۸)

قَالَ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِىۡ لَكَ اَمۡرًا ﴿۶۹﴾

موسیٰؑ نے کہا: عنقریب آپ مجھ کو اگر خدا نے چاہا تو صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ (۶۹)

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِىۡ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِىۡ عَنۡ
شَىۡءٍ حَتّٰۤى اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا ﴿۷۰﴾ ع ۹ ۱۱ ۲۱

(خضرؑ نے) کہا: پس اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کا ذکر تم سے کروں۔ (۷۰)

فَانۡطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِى

پس دونوں چلے۔ حتیٰ کہ دونوں ایک کشتی میں

السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝۷۱

سوار ہو گئے۔ اس میں (خضرؑ نے) سوراخ کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کیا تم نے اس کشتی کو اس لئے توڑا ہے کہ اس کی سواریوں کو غرق کر دو؟ یقیناً یہ تو تم سے عجیب بات ہوئی۔ (۷۱)

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝۷۲

(خضرؑ نے) کہا: میں نے کہا نہ تھا کہ تم سے میرے ساتھ رہنے میں ہرگز صبر نہ ہوگا۔ (۷۲)

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝۷۳

(موسیٰؑ نے) کہا کہ جو میں بھول گیا اس کے بارے میں مواخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملے میں سخت گیری نہ کیجئے۔ (۷۳)

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰٓي اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝۷۴

پھر دونوں چلے۔ حتیٰ کہ دونوں کو ایک لڑکا ملا۔ پس (خضرؑ نے) اس کو قتل کر ڈالا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ کیا تم نے ایک پاک نفس (جان) کو بغیر قصاص کے مار ڈالا؟ یقیناً یہ تو تم نے بُری بات کی۔ (۷۴)

تفسیر سورۃ بنی اسرائیل

آیت ۱:

سبحٰن کے معنی میں بھی مفسرین نے بہت کچھ اختلاف کیا ہے چنانچہ لغات القران نعمانی جلد ۳ پر ہے کہ لفظ سبحان سبح کا مصدر ہے۔ لغت میں اس کے معنی میں تیز رفتاری داخل ہے۔ عرب کا محاورہ ہے **الفرس یسبح فی سرعۃ** گھوڑا اپنی تیزی میں دوڑ رہا ہے وغیرہ۔ خدا نے قرآن میں بار بار اختلافِ احکامِ خدا سے منع فرمایا تھا مگر مسلمانوں نے قرآن کے معنی وتفسیر کو اتنا اختلافی بنا دیا ہے کہ حقیقتِ قرآن پوشیدہ ہوگئی۔ اس سورہ میں معراجِ رسولؐ کا ذکر ہے لہٰذا اس کو بھی اختلاف کا ہدف بنالیا ہے تاکہ عظمتِ رسولؐ کم ہوسکے۔ یہ سب حرکات منافقین کی ہیں جنہوں نے عہدِ رسولؐ اور بعدِ رسولؐ احکامِ قرآن کو بدل کر اپنی دنیا طلبی کا ثبوت دیا ہے۔ رسول خداؐ سے لفظ سبحان کے معنی دریافت کیے گئے تو آپؐ نے فرمایا: **تنزیہ اللہ عن کل سوء**۔ (اللہ کو ہر عیب ونقص سے پاک ومنزہ جاننا سبحان کے معنی ہیں)۔ اس آیت میں چونکہ خدا اپنے بندہ یعنی انسان کو مقامِ قدس پر لے گیا تھا اور یہ بات انسانوں کی عقلوں سے بالاتر تھی، انسانی دماغ شکوک پیدا کرسکتے تھے لہٰذا خدا نے لفظ سبحان سے ظاہر فرمادیا کہ خدا کے بارے میں انسانی ومخلوقاتی صفات نہ تلاش کرو کہ یہ کیونکر ہوا؟ کیسے ہوا؟ بس اتنا جانو کہ خدا کو تم نے مخلوقات کی صفات سے بالاتر اعتقاد کیا ہے تو یاد رکھو کہ اس کو کسی شئے کے کرنے میں اسبابِ مادی کی ضرورت نہیں ہوتی جس طرح انسان کو اسبابِ مادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ خدا تو صرف لفظ 'کُن' سے تمام عالموں کو پیدا کرچکا ہے۔ لہٰذا ایسے صاحبِ قدرت خدا کو ماننے کے بعد اس کی قدرت میں شک کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی مسلمان خدا کو لفظ سبحان کا مصداق ہی نہ جانتا ہو اور اگر ایسا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ کافر ہے کیونکہ وہ صفاتِ خدا میں شک کرتا ہے۔

سبحان الذی وہ ذات منزہ ہے۔ یہ طرزِ کلام ہی ظاہر کررہا ہے کہ خدائے قدیر اس موقع پر اپنی قدرتِ کاملہ کو ظاہر کررہا ہے اور انسانوں کو اپنی قہاریت اور عظمت وقدرتِ لامحدود کو بتا رہا ہے کہ وہ اپنے بندہ کو جو اس کی مخلوق ہے جو انسان ہے اس کو یہ عظمت دے سکتا ہے کہ وہ ملائک کے لئے بھی قابلِ زیارت وحصولِ عظمت وکرامت ہوسکے۔

بعض اختلافاتِ مفسرین کا ذکر:

تفسیرِ مواہب الرحمٰن مؤلف مولانا سید امیر علی صاحب مطبوعہ لکھنؤ پ ۱۵ ص ۱۔ واضح ہو کہ سبحان میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ علمِ تسبیح ہے اور شیخ سیوطی نے کہا کہ مراد یہ کہ جن کلمات سے بندہ سے تسبیح ہوتی ہے ان کا علم

ہے(۲)ص ۴ معراج بنابر قول اول بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ کو واقع ہوئی حتیٰ کہ جو اس میں شک کرے اس کو کافر کہا گیا ہے۔ص ۷۔ شیخ ابن کثیرؒ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ یہ روایت اگر صحیح ہوجائے تو ضرور ہے کہ یہ معراج کے سوائے کوئی واقعہ ہے یعنی منجملہ اسرار و کمالات کے ہے، واقعہ معراج خاص نہیں ہے وغیرہ وغیرہ مختصر یہ کہ ص ۱۴ پر ہے بیہقی نے سلسلہ اسناد طولانی لکھا ہے، پوری حدیث (معراج) رسول خدا صلعم کے حضور میں عرض کی کہ کچھ لوگ آپ کی امت کے آپ سے معراج میں عجائب نقل کرتے ہیں تو فرمایا کہ یہ قصہ کہنے والوں کی باتیں ہیں۔ بہر حال کوئی کہتا ہے کہ خواب میں معراج ہوئی۔ کوئی کہتا ہے کہ روحانی معراج ہوئی۔ کوئی کہتا ہے کہ جسم و روح کے ساتھ معراج ہوئی۔ یہ مسلمان مفسرین کا حال ہے کہ اتنا اہم معاملہ اور اس میں یہ اختلاف اور ذاتِ رسولؐ پر غلط روایت کا بہتان اور حد ہوگئی (تفسیر مواہب۔ص ۱۰۔ بحوالہ بیہقیؒ) کہ جب رسول خداؐ بیت المقدس پہنچے تو وہاں آپ ابراہیمؑ، موسیٰؑ وعیسیٰؑ سے بھی ملے اور آپ کے پاس قدح شیر وقدح شراب لائے گئے۔ پس آپ نے قدح شیر لے لیا تو جبرئیلؑ نے کہا کہ ٹھیک کیا آپ نے فطرت پائی اور اگر شراب لیتے تو آپ کی امت بے عقل اور گمراہ ہوجاتی۔ پھر رسول اللہؐ کو مکہ واپس لائے۔ کیا غضب کی بات ہے کہ اسلامی مفسرین یہ بیان کریں کہ خدا نے بذریعہ جبرئیل امین اپنے آخری رسول کو شراب پیش کی اور وہ بھی معراج میں۔ گویا خود خدا و جبرئیلؑ ساقیِ شراب تھے نعوذ باللہ! شراب از آدمؑ تا عیسیٰؑ وتا محمدؐ تمام انبیاءؑ پر حرام تھی بلکہ خاندانِ رسولؐ میں جو درجہ ولایت پر فائز تھے جیسے حضرت عبدالمطلبؑ و ہاشمؑ وغیرہ اسلاف آنحضرتؐ وہ سب اولیاءِ خدا تھے۔ ان سب پر شراب حرام تھی۔ کیونکہ وہ دینِ انبیاءؑ سابقین پر اور شریعتِ اسلامیہ پر قائم تھے۔ بہرحال دامنِ قرطاس میں وسعت نہیں ہے۔ اب صرف حقیقتِ معراج کو مستند روایت سے درج کیا جاتا ہے۔ (۱) واقعہِ معراج کے راوی ام ہانیؓ وابو ہریرہؓ وانس بن مالکؓ ہیں۔ (۲) رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں مسجدِ حرام میں اپنے حجرہ میں تھا۔ ام ہانیؓ نے فرمایا کہ رسولؐ میرے حجرہ میں تھے۔ رسول خداؐ نماز شب میں تھے کہ میں سوگئی۔ صبح کو رسول اللہؐ نے مجھ کو جگایا اور فرمایا کہ اے ام ہانی میں تم کو واقعہ معراج سناؤں۔ جبرئیلؑ آئے اور مجھ کو اپنے ہمراہ لیا۔ مجھ کو برّاق پیش کیا گیا اور ایک ملک برّاق کی لگام پکڑے تھا۔ وہ میکائیلؑ فرشتہ تھا۔ میں روانہ ہوا۔ منازل مختلفہ پر طبقات کو دیکھا۔ وادی خوشبو میں پہنچا تو جبرئیلؑ نے بتایا یہ خوشبو بہشت کی ہے۔ دوسری وادیِ زِشت و بدبو سے گزرا۔ جبرئیل نے بتایا کہ بوئے زِشت دوزخ کے شعلوں کی ہے۔ اس کے بعد سرزمین مدینہ بعد ازاں طورِ سینا بعد کو بیت المقدس پہنچا۔ یہاں تمام ارواح کو دیکھا۔ ان سب نے مجھ کو سلام کیا۔ میں نے تمام انبیاء کو نماز جماعت پڑھائی اور میں نے امامت کی۔ نماز دو رکعت تھی تمام انبیاءؑ نے فرداً فرداً اظہارِ مسرت کیا اور مبارکباد دی۔ میں صخرہ بیت المقدس پر پہنچا کہ وہ اول زینہ معراج کا ہے۔ پس

جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا کہ میں آسمان دنیا پر پہنچا۔ اہل آسمان نے اظہارِ خوشی کیا۔ اس سے گزرا میں نے ایک فرشتہ دیکھا کہ وہ نصف آتشی تھا اور نصف برف کا۔ اس کی زبان پر تسبیح تھی۔ جبرئیلؑ نے بتایا کہ اس کا نام حبیب ہے یہ اطراف زمین و آسمان پر موکل ہے۔ اہل زمین کا ناصح ہے۔ وہاں سے آگے بڑھ کر میں نے ایک فرشتہ تخت نشین دیکھا۔ ایک لوح اس کے پاس تھی۔ جبرئیلؑ نے بتایا کہ وہ ملک الموت ہے۔ وہ تختی اوقاتِ اموات کی ہے۔ دنیا کے ہر حصہ پر اس کی دسترس ہے۔ اس کے بعد اس سے آگے مالکِ دوزخ سے ملا۔ اس سے بعض حصہ دوزخ کے دیکھنے کی فرمائش کی۔ میں نے آتش سیاہ ہولناک دیکھی کہ تمام زمین و آسمان پر چھائی ہوئی تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ جان نکل جائے گی۔ پھر میں نے لاتعداد فرشتے عبادت میں دیکھے۔ پھر میں آسمانِ دوم میں پہنچا۔ عیسیٰؑ اور یحییٰؑ نے مجھ کو مبارکباد دی۔ پھر آسمانِ سوم پر یوسفؑ سے ملاقات ہوئی۔ آسمانِ چہارم پر ادریسؑ سے ملاقات ہوئی۔ آسمانِ پنجم پر ہارونؑ سے ملا۔ آسمان ششم پر موسیٰؑ عمران سے ملاقات ہوئی۔ فلکِ ہفتم پر ابراہیمؑ سے ملا۔ اس کے بعد بیت المعمور گیا کہ ستر ہزار فرشتے اس میں روزانہ داخل ہوتے رہیں گے تاروزِ قیامت۔ پھر ازاں سدرۃُ المنتہیٰ پہنچا۔ موکل حجاب نے مجھ کو اندر لے لیا۔ میں نے جبرئیلؑ سے کہا کہ مجھ کو تنہا چھوڑ رہے ہو۔

جبرئیل نے عرض کیا: **لودنوت انملة لاحترقت**۔ (اگر سر انگشت بھی قریب جاؤں گا تو جل جاؤں گا)۔ آپؐ کا درجہِ عالی اس مقام کے مطابق ہے۔ اس کے بعد موکلان حجابات یکے بعد دیگرے مجھ کو ستر حجابات (پردوں) میں لے گئے کہ ہر حجاب کی مسافت پانچ سو سال کی راہ تھی۔ براق عاجز ہوا تو مجھ کو رفرف پر سوار کیا۔ میں عرش پر پہنچا آواز آئی۔ **ادنو مني**۔ (مجھ سے قریب ہو)۔ یہ آواز ہزار بار آئی میں قریب تر ہوتا گیا حتیٰ کہ **فتدلی فکان قاب قوسین اوادنیٰ** کی منزل آئی۔ صدائے غیب آئی: **سئل تعط**۔ (اے محمدؐ سوال کر کہ عطا کیا جائے)۔ میں نے عرض کیا: **غفرانك ربنا و اليك المصير**۔ جواب خدا آیا **غفرت لك و امتك**۔ (اے محمدؐ تم کو اور تمہاری امت کو مغفرت دی گئی)۔ اس کے بعد راز و نیاز تھا کہ قرآن نے بتایا ہے کہ **فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ**۔ اس کے بعد خدا نے جس واسطے بلایا تھا وہ دکھایا **لنریہ اٰیٰتنا** (تاکہ ہم محمدؐ کو اپنی نشانیاں دکھائیں) یہ ہے حقیقتِ معراجِ رسولؐ ہے۔ قرآن کی تائید سن لیجئے اول **اسریٰ بعبدہٖ** خدا اپنے بندہ کو لے گیا۔ بندہ وہی ہے جو جسم و روح رکھتا ہو اور لباسِ عبدیت میں ہو۔ دوم روئے زمین کی نشانیوں کے علاوہ قدرت کی نشانیاں یعنی عالمِ ملکوت و جبروت کے دکھانے کو لے گیا۔ مسجد الحرام جہاں آدمؑ اور دیگر انبیاءؑ نے اول سجدہ کیا تھا اور مسجد اقصیٰ جہاں کسی ملک و نبی رسول کی رسائی نہ ہوئی تھی بلکہ نورِ محمدؐ نے پیدا ہوتے ہی جہاں سجدہِ خالق کیا تھا۔ وہ عرش سے بھی اعلیٰ مقام تھا کیونکہ حدیثِ رسول ہے کہ **اول ماخلق الله نوری** (سب سے پہلے خدا نے میرا نور پیدا کیا)۔ اس وقت نہ عرش تھا نہ فرش لہٰذا نورِ محمدؐ نے سب سے پہلے جہاں سجدہ کیا تھا وہ مسجدِ اقصیٰ ہے۔ اقصیٰ سب سے زیادہ دور مقام وہی مقام تھا۔

اور پہلی سجدہ گاہ وہی تھی یا پہلی مسجد وہی مقام تھا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جب میں معراج میں مقامِ قدس پر پہنچا تو خطابِ خدا ہو، اے محمد انظر تحتك میں نے نیچے نظر کی تو حجابات اٹھ گئے اور میں نے علیؑ کو اپنے بستر پر دیکھا کہ وہ میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ جب میں نے علیؑ سے معراج کے بارے میں اور علیؑ کے فضائل کے بارے میں ذکر کرنا چاہا تو علیؑ نے کہا کہ میں نے امرِ الٰہی کو قبول کرلیا۔

آیت ۴:

دو مرتبہ فساد اس طرح ہے کہ اول مخالفتِ احکامِ توریت و نبی اور پیغمبر شعیاؑ کا قتل کرنا فساد۔ دوم قتل زکریاؑ نبی و یحییٰؑ نبی اور عیسیٰؑ کے قتل کا ارادہ کرنا۔

آیت ۵:

خدائے قدیر نے اس آیت میں بتایا کہ نافرمانوں پر عذابِ دنیا ظالم حکمرانوں کے ذریعہ بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بُختِ نصر کو حاکم بنایا گیا یا جالوت کو مسلط کیا کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو قتل کیا، اسیر کیا، غلام بنایا، توریت کو جلایا، بیت المقدس کو مسمار کیا اور جلایا۔ خدا نے بنی اسرائیل کو بار بار جتایا اور جب وہ مطیعِ رسول ہو گئے تو پھر ان کو غلبہ عطا کیا۔

آیت ۶:

خدا نے بنی اسرائیل کو شام میں آباد کیا، دانیال ان پر بادشاہ مقرر ہوئے اور بخت نصر کی افواج پر غلبہ و تسلط پایا۔ خدا نے داؤدؑ کو جالوت پر مسلط کیا اس کو قتل کرایا اور پھر بنی اسرائیل کو سلطنت عطا کی۔

آیت ۷:

ان دو فسادوں کے ایک سو دس سال بعد ططوس رومی کو خدا نے مسلط کر دیا کہ اُس نے بنی اسرائیل کو ہلاک کیا۔ مسجدِ بیت المقدس کو خراب کیا۔ یہ خدا کی طرف سے دنیوی عذاب نافرمانوں کو دیا گیا۔ اس عہد میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے آثارِ تباہی و ہلاکت پیدا ہو چکے ہیں۔

آیت ۸:

اس کے مخاطب کفارِ مکہ اور کفارِ عہد حضرت محمدؐ ہیں کہ اگر وہ نافرمانی کریں گے تو وہ دنیوی عذاب میں بھی گرفتار ہوں گے جیسے بنی نضیر و بنی قریظہ و دیگر کفار ہوئے۔ بہرحال خدائے قدیر نے امتِ حضرت محمدؐ کو خبردار کیا ہے کہ اگر انہوں نے اپنے رسولؐ وقرآن کی اطاعت کی تو وہ اسی طرح معزز ومنصور رہیں گے جیسے ہم نے پہلی اطاعت گزار قوموں اور امتوں کو معزز کیا تھا اور اگر اس آخری نبی کی نافرمانی کی گئی تو دنیوی عذاب بھی ایسا ہی دیا جائے گا جیسے

اُممِ سابقہ کو دیا گیا۔ عہد حاضر کے اہلِ اسلام کو عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

آیت ۱۱:

نضر بن حارث نے خدا سے عذاب کی دعا کی تھی کہ فامطر علینا حجارۃ من السمآء وائتنا بعذاب الیم ۔ (سورۂ انفال، آیت: ۳۲)۔ (پس ہم پر آسمان سے پتھر برسا اور عذابِ الیم ہم پر نازل کر)۔ اس آیت میں اس کا ذکر بھی ہے اور انسانوں کی عام حالت بھی ظاہر کی گئی ہے کہ وہ جلد باز ہے۔ بے سوچے سمجھے کام کرتا ہے۔ یہ حماقت ہے اس سے بچنا چاہیے۔ انسان جب مصائب میں گرفتار ہوتا ہے تو مایوسی میں دعا کرتا ہے اور جب اس کی مصیبت کو خدا دور کر دیتا ہے تو پھر نافرمان ہو جاتا ہے حالانکہ اس کو خیر کی ہی دعا کرنا چاہیے۔

آیت ۱۲:

خدا نے رات اور دن کو پیدا کیا اس طرح کہ چاند کو تاریک بنایا جو بذاتہٖ اپنی روشنی نہیں رکھتا اور خدا نے سورج میں توانائیاں پیدا کر دیں کہ خود بھی روشن ہے، دیگر اشیاء کو بھی روشن کرتا ہے اور مخلوقاتِ ماتحت کو حرارتِ زندگی فراہم کرتا ہے۔ ابن کوا نے حضرت علیؑ سے دریافت کیا کہ فمحونا اٰیۃ الیل سے کیا مراد ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ ظلمت و تاریکی کہ چاند کے اندر ہے وہ اثرِ محو ہے۔ بہر حال انسان کو چاہیے کہ وہ خدائے قدیر کی قدرت کا اقرار کرے اور خدا کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسبابِ زندگی فراہم کرنے کے لئے گردشِ آفتاب و ماہتاب کو مقرر کیا اور اگر ایک حالت رہتی تو ہر شئے فنا ہو جاتی۔ نباتات، حیوانات، جمادات اور انسان کا وجود آفتاب کی توانائیوں کی بدولت ہے اور آفتاب مخلوق و محکوم خدائے قدیر ہے۔

قرآن نے بتایا کہ قمری سال اور اس کے حساب خدا کے مقرر کردہ ہیں۔

آیت ۱۳:

حدیث میں ہے کہ حاسبوا قبل ان تحاسبوا ۔ (روزِ حساب کے قبل اپنے نفس وعمل کا محاسبہ کرتے رہو)۔ کیونکہ الیوم عمل بلا حساب وغداً حساب بلا عمل ۔ (آج کے دن یعنی زندگی میں عمل ہے جس پر کوئی محاسبہ نہیں ہے اور کل یعنی بروزِ قیامت صرف محاسبہ و حساب ہوگا مگر عمل کی گنجائش نہ ہوگی)۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ فرصتِ زندگی کو غنیمت جان کر اپنے نفس کا محاسبہ اور نیک عمل کرتا رہے تا کہ روزِ قیامت کے محاسبہ سے نجات پا سکے۔

آیت ۱۴:

خدائے قدیر نے انسان کو بتایا ہے کہ انسان کا اعمال نامہ جس کو خدا کی مقرر کردہ فرشتے لکھتے رہتے ہیں قیامت

کے دن ہر انسان کی گردن میں ہوگا اور ہر انسان اپنے اعمال نیک و بد کا خود گواہ ہوگا۔ وہ ان سے انکار نہ کر سکے گا۔ خدائے قدیر اس سے فرمائے گا کہ اے انسان تو خود اپنے عمل کا گواہ ہے لہٰذا تو خود اپنے اعمال کی سزا و جزا پانے کے لئے کافی ہے۔ انسان کے اعضاء و جوارح بھی گواہی دیں گے۔ اس پر خدا کے گواہ دو فرشتے اور عہد بہ عہد کے رسول اور نبی ہوں گے اور ان پر حضرت محمدؐ گواہ ہوں گے لہٰذا خدا کا فیصلہ مطابقِ عدل ہوگا۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ انسان اپنے عمل کا خود گواہ و ذمہ دار ہے۔ وہ مجبور نہیں ہے بلکہ مختار ہے۔

نہ معلوم اسلامی اور کچھ فلسفی فرقوں نے کیوں یہ اعتقاد قائم کرلیا کہ انسان عمل میں مجبور ہے۔ خدا ہی گمراہ کرتا ہے وہی ہدایت کرتا ہے لہٰذا گمراہ ہونے والوں کی اس میں خطا نہیں ہے۔ گویا ان کے عقیدہ میں نعوذ باللہ خدا ظالم ہے کہ خود گناہ پر مجبور کیا ہے اور خود ہی عمل کی پاداش میں تکلیف دیتا ہے اور پھر جہنم میں بھیج دیتا ہے۔ اس آیت نے واضح کردیا ہے کہ راہِ راست پر چلنا یا راہِ راست کو ترک کردینا یہ سب انسان کے قبضہ و اختیار میں ہے، اس لئے اس کے اعمال کے مطابق اس کو سزا و جزا دی جائے گی۔

آیت ۱۵:

نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے نصاریٰ کے اعمال کو اپنے ذمہ لے لیا اور خود نصاریٰ کے گناہوں کا کفارہ بن کر صلیب پر سولی اختیار کرلی۔ قرآن بتاتا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے اعمال کا ذمہ دار نہیں ہے۔ وہ خود مطابقِ عمل سزا و جزا کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح اہلِ اسلام کا وہ طبقہ جو بداعمالیاں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے اعمالِ بد فلاں وفلاں اپنے ذمہ لے لیں گے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ البتہ اگر انسان ارکانِ اسلام و اعمالِ اسلام کا پابند ہے مگر سہواً گناہ کر بیٹھا ہے اور نادم ہے تو خدائے کریم انبیاءؑ وائمہؑ کی شفاعت و سفارش سے اس کو معاف کردے گا۔

آیت ۱۶:

امرنا مترفیھا جب ہم نے کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہا تو اس کے دولتمند طبقہ کو نیکی کا حکم دیا۔ اس آیت کے ترجمہ میں مترجمین نے غلطی کی ہے کہ خدا نے مالداروں کو فسق و مجبور کا حکم دیا۔ نعوذ باللہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ خدا نے دولتمند لوگوں کو بذریعہ رسولؐ و کتاب اطاعت و عبادت کا حکم دیا۔ مگر جب انہوں نے فسق و فجور اختیار کیا اور نشہِ دولت میں مدہوش ہوگئے، احکامِ خدا کی پرواہ نہیں کی، تو ہم نے ان کو برباد و ہلاک کردیا۔ یہ آیت قیامت تک کے لئے سنتِ الٰہیہ کو ثابت کرتی ہے۔ تاریخِ عالم گواہ ہے کہ اقوام پر زوال و تباہی اسی طریقہ سے آتی رہتی ہے اور آتی رہے گی۔ اہلِ اسلام کے دولتمند افراد عبرت حاصل کریں تاکہ وہ آیت کا ہدف ثابت نہ ہوں۔

آیت ۱۷:

ایک قرن کی مدت ایک سو سال ہے۔ عبداللہ بن کثیر مازنی نے بیان کیا ہے کہ رسول خداؐ نے میری پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ لڑکا ایک قرن زندگی پائے گا۔ اصحاب نے پوچھا کہ قرن کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: سو سال۔ عبداللہ سال گنتا رہا حتیٰ کہ سو سال زندگی پائی۔ آیت کے شروع میں نوحؑ کے بعد ثمود و عاد وغیرہ اقوام کے کرتوتوں کی بناء پر ان کی ہلاکت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آیت ۱۸:

انسان جلد باز ہے لہٰذا وہ دنیوی عارضی عیش و آرام چاہتا ہے۔ لذّاتِ دنیا میں مبتلا ہو کر احکامِ خدا کو پس پشت ڈال دیتا ہے تو خدا اس کو دنیا دے دیتا ہے جس کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے تاکہ اس کی آزمائش اچھی طرح ہوجائے اور عذر باقی نہ رہے۔ مگر اس کی نافرمانیاں اس کو ابدی عذابِ جہنم کا مستحق بنا دیتی ہیں۔ اب رہے مومنین تو ان کے نیک کاموں اور عبادت کا شکر یہ خدا کے ذمہ ہوگا یعنی خدا ان کو عظیم اجر دے گا۔

آیت ۲۰:

دنیا میں بعض لوگ ایسے ہیں جو عارضی دولتِ دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور آخرت کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں۔ خدا ان کو بھی دنیوی دولت عطا کرتا ہے تاکہ ان کی مہلت کے وقفہ میں ان کا امتحان ہوسکے کہ وہ اپنے خالق و رازق کو پہچان سکتے ہیں یا منکر ہی رہیں گے۔ اگر منکر رہیں گے تو دنیا کی تباہی اور آخرت کا عذابِ دائمی بھی ضرور دیکھیں گے۔ دنیا میں ایسے انسان بھی ہیں جو آخرت کو اپنے پیش نظر رکھتے ہیں اور اپنا مال، جان، اولاد کو راہِ خدا میں قربان کردیتے ہیں۔ اس آیت میں خدا نے واضح کردیا ہے کہ کافر و مومن دونوں کو خدائے قدیر ہی سب کچھ دیتا ہے۔ کیونکہ وہی خالق و رازق و مالکِ عالم ہے کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے۔ اسی آیت میں خدا نے اپنے رسولؐ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے رسولؐ تم خود دیکھ لو کہ دنیا کے انسانوں میں بلحاظ معیشت و رزق فرق ہے یہ اسی لئے ہے کہ خدا نے حسبِ اسباب انسانوں کی آزمائش کی ہے اور اہل ارض کو فساد سے بچایا ہے۔

آیت ۲۱:

آیاتِ سابقہ میں خدا کی عام بخشش کا ذکر ہے اور اس آیت میں ظاہر کیا گیا ہے کہ آخرت کی نعمات اعلیٰ بھی ہیں اور دائمی بھی۔ خدائے قدیر نے جنت میں بھی مومنین کے لئے ان کے اعمال کے مطابق درجات عطا کیے ہیں اور ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ انبیاءؑ رسل، ائمہِ ہدیٰؑ، اولیاء خدا اور اوصیاءِ انبیاء، شہدا، صالحین اور مومنین کے درجات معین ہیں۔

آیت ۲۲:

یہ امر مسلم ہے کہ قرآن حضرت محمدؐ پر نازل ہوا ہے تو کہیں تو خدا نے اپنے رسولؐ کو مخاطب کر کے حکم دیا ہے اور کہیں آپ کے ذریعہ امت کو پیغام دیا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بذریعہ حضرت محمدؐ خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ انسان کو خدا کا شریک نہیں بنانا چاہیے اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ دنیا کی زندگی یا سامانِ زندگی خدا کے علاوہ کوئی اور دیتا ہے بلکہ صرف خدائے واحد ہی سب کا خالق، رازق و مالک و حاکم ہے۔ اگر انسان خدا کا شریک قرار دیگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دنیا میں مذموم اور ذلیل بھی ہوگا اور اس کے ولی اور ناصر خدا اور خدا کے انبیاءؑ نہ ہوں گے اور وہ بے یار و بے مددگار رہے گا۔

آیت ۲۳۔ ۲۴:

جو حکم خدا نے بذریعہ خطاب رسولؐ کو دیا ہے اس کی اہمیت زیادہ ہے۔ پہلے تو حکم دیا ہے کہ خدا کا شریک قرار نہ دو۔ دوم یہ کہ سوائے خدائے واحد کے کسی کو معبود قرار نہ دو۔ سوم یہ حکم ہے کہ والدین کے ساتھ بہ حسن سلوک پیش آؤ۔ والدین کے حقوق کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ خدا نے اپنی اطاعت وعبادت کے ساتھ ہی ساتھ اطاعتِ والدین کا حکم دیا ہے اور بہ تفصیل بتایا ہے۔ اول والدین کے ساتھ ہمہ وقت حسن سلوک کرو۔ دوم ان کے بڑھاپے میں جب وہ ارذل عمر کو پہنچیں اور ان کے حواس خمسہ کا توازن بگڑ جائے تو کبھی ان کے اقوال و افعال پر لفظ اُف بھی زبان پر جاری نہ ہو۔ ان سے باادب بات کرو۔ ان کے سامنے سر جھکا کر بیٹھو کہ جوانی کی تمکنت کا اظہار نہ ہو۔ ان کی زندگی اور ان کے مرنے کے بعد ان کے حق میں دعا کرو اور خدا سے عرض کرو کہ خدایا ہمارے والدین پر ایسا ہی رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے ہم کو بہ عہدِ طفلی پرورش کیا تھا۔

اس کے بعد خدا نے تہدید وتنبیہ کی ہے کہ خدا خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا کیا ہے۔ اگر ان احکام کے ماننے میں ذرا بھی غلطی ہوگئی تو سزا دی جائے گی۔ لہٰذا توبہ کرو۔

رسول خداؐ نے فرمایا: من رضی عنه والدی فانا عنه راض و الجنة تحت اقدام الامهات۔ (جس سے اس کے والدین راضی ہیں اس سے میں بھی راضی ہوں۔ اور ماؤں کے قدموں کے نیچے جنت ہے)۔ (۲) فليعلم العاق ماشائك تفعل فلن يدخل الجنة ۔ [والدین کا عاق (نافرمان) جان لے کہ چاہے وہ کوئی بھی عمل کرے مگر وہ جنت میں داخل نہ ہوگا]۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جس کے والدین راضی ہوں گے تو اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ اصحاب نے پوچھا کہ اگر والدین نے ظلم کیا ہو تو آپؐ نے تین بار فرمایا: ہاں ایسی حالت میں بھی۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ والدین پر ہمیشہ نظر رحمت

کرو۔ اور ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔ ان کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھوں کو بلند نہ کرو اور اپنے قدم ان کے قدموں سے آگے نہ رکھو۔

آیت ۲۵:

خدائے قدیر نے انسانوں کو خبردار کیا ہے کہ اگر ان کے دلوں میں والدین سے تفوق ہے، وہ والدین کو نکما اور عبث تصور کرتے ہیں، ان کے ساتھ سلوک کو ناپسند کرتے ہیں تو وہ یاد رکھیں کہ خدا ان کے دلوں کی گہرائیوں کا حال جانتا ہے ان کے اعمال کی سزا ان کو دے گا۔ البتہ جو غلطی سے والدین کے ساتھ لاپرواہی کر چکے اگر وہ توبہ کریں گے اور اپنی خطاؤں پر نادم ہوں گے اور والدین کے حقوق کے ادا کرنے کی طرف رجوع کریں گے تو خدا ان کے قصور کو معاف کر دیگا کیونکہ خدا تو بہت بڑا قصور معاف کرنے والا ہے۔

آیت ۲۶:

وات ذاالقربیٰ اے رسولؐ قرابت داروں کو ان کا حق ادا کردو۔ خدائے قدیر کا یہ خطاب رسول خداؐ کو ہے۔ اور اس کے ضمن میں امت بھی مخاطب ہے یعنی امت محمد یہ کو چاہیے کہ وہ حقوقِ اقربا ادا کرتے رہیں۔ مگر اس کے معنی کسی طرح نہیں ہو سکتے کہ رسولؐ خود اس حکم سے مستثنیٰ اور الگ رکھے گئے ہیں اور ان کو یہ حکمِ خدا نہیں ہے کہ وہ اپنے قرابت داروں کے حقوق ادا کریں۔ اس کے بارے میں بہت کچھ اختلافات ہیں کہ وہ رسولؐ کے قرابت دار کون سے تھے جن کے حق کے ادا کرنے کا خدا نے رسولؐ کو حکم دیا ہے اور وہ حق کیا تھا جو خدا دلوانا چاہتا تھا۔ میں مفسرین کی رائے پیش کرتا ہوں اول تفسیر مواہب الرحمٰن پ ۱۵۔ ص ۵۷ حدیث میں ہے کہ **فاطمة بَضعةٌ مِنّی**۔ حضرت سیدہ فاطمہؑ کے حق میں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے۔ کیونکہ والدین میں سے ولد ایک قطعہ اور ٹکڑا ہوتا ہے۔ (ص ۸۳۔ ۱۱) سراج میں ہے کہ بعض کے قول میں قرابت سے رسولؐ کی قرابت مراد ہے۔ یعنی عموماً سب کو حکم دیا کہ حقوقِ قرابتِ رسولؐ ادا کریں کیونکہ صدقہ ان کے حق میں جائز نہیں ہے۔ (۲) اہلِ قرابتِ رسالت کے حقوق بطریق عام حکم کے داخل ہونا چاہیے۔ (۳)(ص ۸۳) حافظ ابوبکر البزاز نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی کہ جب یہ آیت **وات ذا القربیٰ حقه** نازل ہوئی تو حضرت رسول اللہؐ نے فاطمہؑ کو بلایا اور ان کو باغِ فدک عنایت کیا۔ (ص ۸۴) معنی یہ ہیں کہ چونکہ یہ حکم نازل ہو چکا تھا لہٰذا جب فتح خیبر میں سے رسولؐ نے اپنے واسطے فدک رکھا تو اس میں سے صاحبزادی کو دیا۔

(۴) بزاز ابویعلی ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہؑ کو بلایا اور فدک عطا فرمایا: یہی روایت ابن عباسؓ نے بھی ابن مردویہ سے نقل کی

ہے۔ تفسیر دُرِّ منثور جلد ۴ ص ۱۷۷ مطبوعہ مصر۔ یہی روایت 'مدارج النبوۃ' میں بھی ہے۔ بہرحال تاریخِ اسلام و تفاسیرِ قرآن میں یہ ذکر موجود ہے کہ رسول خداؐ نے حضرت فاطمہؑ کو علاقہِ فدک جو خیبر میں واقع تھا مطابق اس آیتِ قرآن کے عطا کیا تھا۔

آیت ۲۷:

نفسِ انسانی وقتی آسائش پر مائل کرتا ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ انجام بینی نہیں کرتے وہ اپنی دولت کو اس کام پر لگا دیتے ہیں لالچ کے تحت یا جس میں بھی ان کا دل چاہتا ہے اور یا لاپرواہی سے خرچ کرنے کی وجہ سے غربت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ ذلت کی زندگی اور افلاس کی مصیبت برداشت کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو خدا نے شیاطین کا بھائی کہا ہے کہ جس طرح شیطان راہِ راست سے گمراہ ہو گیا اس طرح فضول خرچ لوگ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔

آیت ۲۸:

غریب صحابہ اگر کچھ طلب کریں اور اے رسولؐ اس وقت تمہارے پاس دینے کو نہ ہو تو تم صحابہ سے خوش کلامی سے بات کیا کرو۔ اے رسولؐ تم جانتے ہی ہو کہ خدا تم کو خوشحالی اور فراغت عنقریب عطا کرے گا اور اس وقت تم غریب اصحاب و سائلین کو دیا کرو گے۔ چنانچہ رسولِ خداؐ نے فتوحات کے بعد بے انتہا مالِ غنیمت تقسیم کیا۔

آیت ۳۱:

کفّارِ عرب عہدِ جاہلیت میں نومولود لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے کیونکہ لڑکی کو اپنے لئے سببِ ذلت تصور کرتے تھے۔ خدا نے انسان کو اعلیٰ اخلاق اور مساواتِ انسانی اور ادائے حقوقِ اقرباء و اولاد کا حکم دیا ہے۔ اسی کے ضمن اولاد کو قتل کرنے سے میں منع کیا ہے۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ تمہاری کمائی ہوئی روزی میں شریک ہیں تو یاد رکھو کہ رازقِ مخلوقاتِ عالم تم نہیں ہو بلکہ خدائے قدیر ہے۔ وہ لاتعداد نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی بحری اور ہوائی فضائی و آسمانی مخلوقات کو روزانہ رزق دیتا ہے۔ انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ روزانہ لاتعداد پرند، چرند، درند، حشرات الارض اپنی اپنی روزی کھاتے ہیں، زندہ ہیں اور ان کی نسلیں بڑھتی ہیں۔ جو خدا اتنی بڑی کائنات کو رزق دیتا ہے۔ وہ کیا انسان کو رزق نہ دے گا؟ ارشادِ خداوندی ہے: یاد رکھو کہ تم کو بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں تمہارے اعضاء کو اکتسابِ معاش کی ہم نے ہی طاقت دی اور ہم نے ہی تمہارے دماغوں میں یہ طاقت ودیعت کی ہے کہ تم بہتر سے بہتر روزی حاصل کر سکو۔ تمہاری اولاد جب نطفہ کی حالت میں ہوتی ہے اور رحمِ مادر میں اس کی

پرورش شروع ہوتی ہے تو تم کو تو علم بھی نہیں ہوتا ہم اس جنین کو روزی مہیا کرتے ہیں۔ وہ بچہ جب پیدا ہونے والا ہوتا ہے تو غذا کے لئے اس کی ماں کی چھاتیوں سے دودھ کی نہریں جاری کر دیتے ہیں۔ دو سال تک یہ نہریں جاری رہتی ہیں حتیٰ کہ بچہ غذا کھانے لگتا ہے۔ تو جو خدا ایسا رازق ہے اس کی طرف سے تم ایسے غافل ہو کر اپنی عزیز اولاد کو مفلسی کے خوف کے سبب قتل کرتے ہو۔ وہ خدا کی مخلوق ہے تم کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کو قتل کرو کیونکہ اس کے پیدا کرنے پر بھی تم قادر نہ تھے۔ خدا کا یہ پیغام تو تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے مگر خصوصاً مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں کیونکہ خدا نے اس کو خطاءً کبیراً فرمایا ہے یعنی گناہ کبیرہ اور گناہ کبیرہ کا تعلق خاص مسلمانوں سے ہے۔ آج کل کے مسلمان عام طور پر جو اپنی نسل کشی کر رہے ہیں وہ کیا خدائے قدیر کے رازق ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں؟ اگر وہ اعتقاد رکھتے ہوتے تو کافروں کے اشاروں پر خاندانی منصوبہ بندی سے اظہارِ بیزاری کرتے کیونکہ یہ حکمِ خدا کے خلاف ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی میں اگر نطفہ قائم ہی نہ ہونے دیا جائے تو وہ جائز ہے۔ وہ قتل نہیں ہے۔ (یعنی ایسے طریقے اختیار کرنا جائز ہے کہ نطفہ رحم تک نہ پہنچ سکے بشرطیکہ وہ طریقے مضر نہ ہوں)۔

آیت ۳۲:

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ: یقول فی الزنا ست خصال ثلث فی الدنیا و ثلث فی الاٰخرۃ فاما اللواتی فی الدنیا فیذھب بنور الوجہ و یقطع الرزق و یسرع الفنا فامّا اللواتی فی الاخرۃ فغضب الرّب و سوء الحساب و الدخول فی النار و خلود فیھا۔ [رسول خداؐ نے فرمایا کہ زنا کرنے سے چھ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا میں تو (زانی و زانیہ کے) چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے، رزق قطع ہو جاتا ہے اور موت قریب تر ہو جاتی ہے۔ آخرت میں زنا خدا کے غضب کا سبب ہے اور حساب روزِ قیامت کی برائی کا سبب ہے اور جہنم میں داخل ہونے اور اس میں ہمیشہ رہنے کا سبب ہے]۔ خدا نے انسان کو معاشرۂ انسانی کی برائیوں سے آگاہ کیا ہے۔ زنا تمام اصول و قوانینِ معاشرۂ انسانی کو برباد کر دیتا ہے۔

آیات ۳۳ تا ۳۶:

خدائے قدیر نے ان آیات میں احکامِ اصلاحِ معاشرہ و تمدن اسلامی بیان کیے ہیں۔ اول یہ کہ اولاد کو قتل نہ کرو۔ دوم یہ کہ زنا کاری نہ کرو۔ سوم یہ کہ ناحق قتل نہ کرو۔ چہارم یہ کہ مقتول کا وارث خود اس کا حقدار ہے۔ پنجم یہ کہ وارثِ مقتول احکامِ خدا کا معاملۂ قصاص میں پابند رہے۔ ششم حقوقِ یتیم کی حفاظت کرو۔ ہفتم یہ کہ عہد اور وعدہ

پورا کرو۔ ہشتم یہ کہ خرید وفروخت میں ناپ وتول پوری کرو۔ نہم یہ کہ لاعلمی کی حالت میں گواہی نہ دو۔ دہم یہ کہ اعضاء انسانی سے غلط کام نہ کرو۔ یعنی جو دیکھا ہے یا سنا ہے یا تم نے کیا ہے وہ سچ سچ کہو غلط بیانی نہ کرو۔

ابوحمزہ ثمالی نے امام محمد باقرؑ سے انہوں نے رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندہ کو ایک قدم بھی نہ چلنے دیں گے جب تک کہ چار باتوں کا سوال نہ کرلیں **عمرك فیما افنیة و جسدك فیما اکتسبة و مالك من این ابتلیة و این وضعة وعن حُبّناً اھلبیت**۔ (۱۔عمر کس کام میں صرف کی۔ ۲۔جسم کو کن کاموں میں مصروف رکھا۔ ۳۔ مال کس ذریعہ سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ ۔ ۴۔ اور ہم اہلبیتِ رسولؐ کی محبت کا سوال ہوگا۔)

آیت ۳۷:

اس آیت میں خدا نے اپنے رسولؐ کو خطاب کیا ہے کیونکہ قران رسولؐ پر نازل ہوا ہے۔ تبلیغِ احکام کی ذمہ داری رسولؐ پر ہے۔ لہٰذا رسولؐ کو حکم ہے کہ تم ان مکارمِ اخلاق (اعلیٰ اخلاقی صفات) کا اعلان کرو۔ علاوہ جو احکام اہم ہیں ان کا خطاب رسولؐ سے ہی ہے تاکہ اگر کوئی بھی عمل کرنے والا پیدا نہ ہو جیسے کہ پہلی امتوں میں ہوا تب بھی حکمِ خدا کی تعمیل کرنے والا انسان موجود رہا اور وہ ذات پیغمبر کی ہے یا حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ائمہ اطہارؑ و اخیارِ مومنین کی، یہی خطاب کی خصوصیت ہے۔ خدائے قدیر نے فرمایا کہ اے رسولؐ انسانوں سے کہہ دو کہ وہ زمین پر مغرور ومتکبرانہ چال نہ چلیں وہ اپنے زعم میں کتنے ہی بڑے ہوجائیں مگر ان کے پاؤں کی ضرب سے نہ تو زمین پھٹ سکتی ہے اور نہ اکڑ کر چلنے سے وہ پہاڑوں سے زیادہ بلند ہوسکتے ہیں۔ جب وہ زمین کے جمادات سے زیادہ طاقتور نہیں ہوسکتے تو پھر وہ کیوں اکڑ اکڑ کر چلتے ہیں؟ اس کا ان کو کیا فائدہ ہوگا سوائے اس کے کہ جمادات کے مقابلہ میں بھی یہ کمتر نظر آئیں گے۔ حالانکہ ہم نے ان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ ہم ان کو متواضع اور منکسر المزاج دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ ان کا درجہ بلند رہے۔

آیت ۳۸:

آیات سابقہ میں خدا نے ۲۵ باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے اور اس آیت میں تصریح کی ہے کہ ان مکارم اخلاق کے خلاف جو کام بھی انسان کرے گا وہ بدی اور گناہ ہوگا۔ راہِ راست یہی ہے کہ ان احکام پر چلتا رہے تاکہ دنیا میں معزز اور آخرت میں نجات یافتہ ہوسکے۔ پھر خدا نے فرمایا کہ اے محمدؐ ہم نے تم کو علم وحکمت کی کل باتیں بذریعہ قران پہنچائی ہیں اور یہ حکم دیا ہے کہ تم لوگوں تک پہنچا دو۔ انہی حکمت کی باتوں میں سے یہ باتیں بھی ہیں۔ ان کو بھی اسی اہمیت کے ساتھ لوگوں کو پہنچا دو۔

آیت ۳۹:

ان باتوں کے علاوہ بھی ہم نے اے محمدؐ تم کو علم و حکمت عطا کی ہے اور ان تمام احکام کی روح رواں اور اصل تو خود خدا اور آخرت پر یقین کرنا ہے۔ اگر تمام احکام پر کوئی شخص عمل کرے مگر وہ توحیدِ خدا کا قائل نہ ہو اور اپنا مالک و خالقِ حقیقی صرف خدا کو نہ جانے تو یہ تمام اعمالِ عبث، بے کار اور بے فائدہ ہوں گے۔ کیونکہ انسان اچھے عمل خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے۔ جب خدا ہی کا منکر ہوا تو عمل کی سزا و جزا بھی ختم ہوگئی اور عمل عبث قرار پایا چنانچہ باوجود ان احکام پر عمل کرنے کے بھی منکرِ خدا جہنم کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ اس کے اچھے اعمال خدا کو راضی کرنے یا آخرت میں خدا سے جزا لینے کے لئے نہ تھے۔

آیت ۴۲:

یہ آیت استدلال ہے کہ صاحبِ قدرت متعدد خدا نہیں ہوسکتے کیونکہ اگر دوسرا خدا بھی ہوتا تو کبھی تو وہ صاحبِ عرش خدا کے مقابلہ میں آتا۔ کبھی تو اپنی خدائی کا اعلان کرتا۔ اس کو ممکنات پر کچھ تو اختیار ہوتا۔ احمق لوگ خواہ مخواہ خدا کا شریک مخلوق میں سے کسی کو بنا لیتے ہیں، صرف اس بہانہ کے لئے کہ خدا کی عبادت نہ کرنی پڑے۔ ورنہ خدا تو لاشریک اور واحد ہے۔

آیت ۴۴:

خباب بن الارث صحابی رسولؐ کے صاحبزادہ نے دیکھا کہ رسول خداؐ کے دستِ مبارک میں جو عصاء ہے اس سے تسبیح کی آواز آرہی ہے۔ اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ یہ لکڑی کیونکر تسبیحِ خدا کررہی ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تسبیح زبان سے لفظ سبحان اللہ کہنا ہے۔ یعنی پاکیزگیِ خدا کا اقرار کرنا ہے۔ لیکن اگر تسبیح کرنے والے کے دل میں عقیدۂ توحیدِ خداوندی نہ ہو تو زبان کی تسبیح عبث ہے۔ کیونکہ ایمان کا تعلق قلب سے ہے۔ خدا کی تمام مخلوقات خدا کی الوہیت، خالقیت، رزّاقیت کی قائل ہیں۔ فرشتے تو آسمانوں سے عرش تک پھیلے ہوئے ہیں اور سب تسبیح میں مصروف ہیں۔ اب رہی ہوا، فضا، زمین و سمندر کے ذرات (بقول دنیا والوں کے) قطراتِ آب، یہ سب اپنی حدودِ خلقت پر قائم ہیں ان کے اثرات، تاثرات، ماہیت میں کبھی سرِ مُو فرق نہیں ہوتا۔ تو گویا یہ اپنے خالق و مالک کے حکم کے پابند اور مطیع ہیں یہی ان کی تسبیح ہے۔ انسان چاہے کسی خطۂ ارض کے باشندے ہوں خدائے قادر کے معترف ہیں۔ اپنی اپنی زبان میں ذکرِ خدا کرتے ہیں اور اپنے معبود کے لئے بہترین صفات کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اپنے علم کے مطابق اپنے معبود کے بہتر سے بہتر نام رکھتے ہیں۔ اس آیت میں ہے۔ انه کان حلیماً غفوراً۔ (یقیناً خدا

بردبار اور بڑا بخشنے والا ہے)۔ اس آیت نے بتایا ہے کہ بعض غیر مہذب و نیم وحشی انسان خدا کے نام کو عظمت و عزت سے لیتے تو ہیں اور اقرارِ عبودیت کسی نہ کسی صورت میں کرتے تو ہیں، مگر ان کا طریقہ غلط ہے۔ صحیح طریقہ عبادت وہ ہے جو خدا نے بذریعہ انبیاءؑ تعلیم کیا ہے۔ مگر خدا بردبار اور غفور ہے یعنی ان کی جہالت کی سزا ان کو نہیں دیتا اور ان کے اقرارِ عبودیت کو جو کسی صورت میں ہو ان کی بندگی سمجھتا ہے اور ان کی ضروریات زندگی کو فراہم کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔

آیات ۴۵، ۴۶:

روایت ہے کہ جب سورہ تبت یدا ابی لهب و تب نازل ہوئی تو حمالۃ الحطب یعنی ابولہب کی بیوی ہاتھ میں پتھر لیے رسول خداؐ کی تلاش میں چلی۔ لوگوں نے بتایا کہ رسول خداؐ اس وقت حضرت ابوبکر کے گھر میں ہیں۔ آپ بیٹھے ہوئے قرآن تلاوت فرمارہے تھے کہ ام جمیل نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ تمہارے صاحب نے میری ہجو کی ہے۔ اس سے بدلہ لوں گی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ محمدؐ شاعر نہیں ہے جو کسی کی ہجو کرے۔ وہ بولی تو پھر سورہ میں فِي جيدها حبل من مسد کیوں کہا ہے۔ (اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رسی ہوگی) محمدؐ کو کیا معلوم کہ میری گردن میں کیا ہوگا۔ رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ گھر میں کوئی دوسرا شخص ہے حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ اے ام جمیل تو میرے گھر میں کسی دوسرے کو دیکھتی ہے؟ وہ بولی: پسر ابوقحافہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ خدا نے حضرت محمدؐ کو ام جمیل کے آنکھوں سے اوجھل کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں اسی آیت کے معنی عام بھی ہیں۔ عہدِ رسول اللہؐ میں کافر قرآن سن کر مذاق اڑاتے تھے اور آجکل بھی بکثرت کافر موجود ہیں جو حقائق قرآن کو دیکھنے کے بعد بھی منکر ہیں اور ایسے نام نہاد پڑھے لکھے مسلمان بھی موجود ہیں جو تعلیمات قرآن کو قابلِ عمل نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ اس ترقی و تعلیم کے زمانہ میں احکامِ قرآن قابلِ تعمیل نہیں رہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن سے خدا نے اپنی توفیق کو سلب کرلیا ہے اور اب ان پر کلامِ حق کا اثر نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

آیات ۴۷ تا ۴۹:

خدائے قدیر نے اس آیت میں بھی اپنے رسولؐ کو تسلی و تسکین دی ہے اور فرمایا ہے کہ اے رسولؐ یہ کافر جو کچھ بھی تمہارے بارے میں کہتے ہیں ہم اس سے باخبر ہیں۔ ان نافرمانیوں کی بدولت وہ خود گمراہ ہوگئے اور اب ان کو تمام زندگی نجات کا راستہ نہ ملے گا۔ وہ اس بات کے منکر ہیں کہ مرنے کے بعد وہ کیوں کر پھر زندہ کیے جائیں گے؟ تو ان کا یہ انکار ہی ان کو جہنم میں لے جائے گا۔

آیت ۵۰:

کافر کہتے ہیں کہ ہم مر کر جب سڑی ہوئی ہڈیاں رہ جائیں گے تو پھر کیونکر زندہ ہوں گے؟ تو اس کے جواب میں خدا نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ تم ان کافروں سے کہہ دو کہ مر کر ہڈیاں ہو جاؤ گے تو بھی دوبارہ زندہ ہونا یقینی ہے۔ لیکن اگر وہ متکبر اس حکم کے آگے جھکنا نہیں چاہتے تو وہ پتھر ہو جائیں، لوہا ہو جائیں یا اس سے بھی سخت چیز بن جائیں لیکن ان کو موت ضروری ہے۔ وہ فنا ہوں گے اور یہ پتھر، لوہا بلکہ دنیا کی بڑی سی بڑی چیز اور سخت سے سخت چیز بھی فنا ہوگی کیونکہ وہ سب مخلوق ہیں اور حکمِ خالق کی تابع ہیں لہٰذا ہر حالت میں انسان کا مرنا ضروری ہے اور خاک میں ملنا ضروری ہے۔ خدا صرف انسان کو از سرِ نو پھر خلق کرے گا تا کہ اس کے اعمال کی سزا و جزا دے اور یہی اس کی مشیت میں گزر چکا ہے اور اسی کا وہ وعدہ کر چکا ہے۔

آیت ۵۱:

چونکہ نافرمانوں کے دلوں میں کفر سما چکا ہے لہٰذا وہ پھر کہیں گے کہ مردہ ہڈیاں کیونکہ زندہ ہوں گی؟ اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ وہی از سرِ نو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے جس نے انسان کو معدوم سے موجود کیا۔ انسان کچھ نہ تھا پھر اسے سب کچھ بنا دیا اور انسان کے مختصر و کمزور جسم کو کائنات کا حاکم بنا دیا اور عقل و فراست اتنی عطا کی کہ وہ ان گنت اشیاء پر متصرف ہے۔ وہی قادرِ مطلق یہ قدرت رکھتا ہے کہ ان کو موت کے بعد زندگی دے اور جسم و روح مثلِ سابق مجتمع کر دے۔

منکر بہانہ کریں گے اور شراتاً سوال کریں گے قیامت کب ہوگی؟ اے رسولؐ ان سے کہہ دو کہ وہ علمِ خدا میں ہے اور قریب ہی زمانہ میں ہوگی اور اس وقت انسان خیال کرے گا کہ اس کی مدت عمر دنیا میں بہت قلیل تھی۔ قیامت کا دن وہ ہوگا کہ لوگ اپنی قبروں سے میدان حشر کی طرف دوڑتے آئیں گے اور سب کی زبان پر ہوگا: سبحنك اللّٰھم و بحمدك اس وقت کافر بھی اپنے کفر و ضد پر قائم نہ رہے گا اور ہولِ قیامت کو دیکھ کر دربارِ خدا میں خدا کی مدح و ثنا کرتا ہوا آئے گا اور یہ حمد و ثنا جبری و قہری ہوگی۔ لہٰذا سببِ نجات نہ ہوگی۔ روزِ قیامت روزِ حساب ہوگا نہ کہ دار العمل ہوگا۔

آیت ۵۳:

قل لعبادی۔ (اے رسولؐ میرے بندوں سے کہہ دو،) اس خطاب میں عبادی سے مراد مفسرین نے مومنین کو لیا ہے مگر درحقیقت خدائے رحمٰن و رحیم اپنے تمام بندوں پر مہربان ہے لہٰذا سب کو اپنا بندہ فرما رہا ہے۔ سارے انسان خدا کے بندے ہیں۔ چاہے کافر ہوں خواہ مومن ہوں۔ سب کو حکم ہے کہ وہ اچھے کاموں کو اختیار کریں۔ آگے

آیت میں ہے کہ ان الشیطن ینزغ بینھم ۔ (شیطان ان کے درمیان میں دشمنی ڈالتا ہے)۔ البتہ شیطان نے خود اقرار کیا ہے کہ وہ خدا کے صالح بندوں کو گمراہ نہ کرسکے گا اور خدا نے بھی فرمایا ہے کہ شیطان کا اختیار میرے مخلص بندوں پر نہ ہوگا۔

آیت ۵۴:

مفسرین نے اس آیت کا مخاطب کافروں کو بھی بتایا ہے اور مومنین کو بھی۔ مثلاً لکھا ہے: (تفسیر منہج الصادقین پ ۱۵) ان یشاء یر حمکم او ان یشا یعذبکم ۔ (اگر وہ چاہے گا تم پر رحم کرے گا اور اگر چاہے گا تو عذاب کرے گا)۔ تو اگر مومنین کو مخاطب کیا جائے یا کافروں کو مخاطب کیا جائے تو ان دونوں صورتوں میں یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ خدا بے سبب رحم یا عذاب کررہا ہے۔ درحقیقت اس کا تخاطب خاص کو نہیں ہے بلکہ خدائے قدیر نے احکام دینے کے بعد یہ ظاہر فرمایا ہے کہ خدا وہ ہے جو کلی اختیار رکھتا ہے۔ وہی عذاب دینے والا ہے اور وہی رحم کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی یہ قدرت نہیں رکھتا۔ مگر وہی خدا بار بار یہ فرما چکا ہے کہ وہ مومنین پر رحم فرمائے گا اور کافروں پر عذاب کرے گا کہ مختارِ کل وہی ہے۔ اسی آیت میں خدا نے فرمایا کہ اے رسولؐ ہم نے تم کو کافروں کا وکیل نہیں بنایا ہے۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مخاطب عام انسان ہیں اور خدا نے اپنے رسولؐ کو مطمئن کیا ہے کہ تم کافروں کی نافرمانی سے ملولِ خاطر نہ ہوا کرو۔ اس سے اگلی آیت میں خدا فرماتا ہے کہ اسے رسولؐ، خدا آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں کے حالات سے باخبر ہے۔ وہ نیکوکاروں اور نافرمانوں کو خوب جانتا ہے اور ان کے اعمال کے مطابق سزا، جزا دے گا۔

آیت ۵۵:

کتاب زبور میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں ان میں حمد وثنائے خدا ونصائح ووعظ اور ذکر وصفات حضرت محمدؐ ہیں اور آپ کی امت کی صفت وتعریف ہے چونکہ زبور میں فضائل حضرت محمدؐ اور آپ کا آخری نبی ہونا ذکر ہے اس لئے خدا نے اس موقع پر ذکر کیا کہ منکرینِ نبوتِ حضرت محمدؐ زبور کو مطالعہ کر کے تصدیق کرلیں۔ دوسرے اس آیت نے ظاہر کیا کہ داؤدؑ خدا کے نبی تھے اور زبور خدا کی کتاب تھی۔

آیت ۵۶:

کفارِ مکہ وقریش قحط میں مبتلا ہوئے اور بہ برکت دعائے حضرت محمدؐ اس قحط اور تکالیف سے نجات پائی۔ اس پر ارشاد خدا ہے کہ یہ کفار اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ان کی مصیبت کو ان کے معبود اصنام دور نہیں کرسکتے۔ لہٰذا یہ کیوں قادرِ مطلق خدا کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی پوجا کرتے ہیں؟ یہ طنز ہے کفار کے لئے۔ بنو مدلج فرشتوں کو، نبی خذاعہ

جنوں کو پوجتے تھے۔ ظاہر ہے کہ فرشتے تو اپنے خالق کی عبادت کرتے ہیں اور جنات بھی خدا کی مخلوق ہیں جو خدا کی عبادت کرتے ہیں لہٰذا ان کافروں کے معبود تو خدا پرست ہیں اور قربتِ خداوندی حاصل کر رہے ہیں مگر ان کے پوجنے والے کافر ہی رہے۔

آیت ۵۸:

آیت ظاہر کر رہی ہے کہ قیامت سے پہلے ایسا زمانہ آئے گا کہ کفر وضلالت روئے زمین پر پھیل جائے گی۔ لہٰذا وقتاً فوقتاً کافروں کی تہدید کے لئے آفاتِ ارضی وسماوی آئیں گی اور اہلِ ارض ہلاک ہوں گے۔

یہ آیت انسان کو مجبور ثابت نہیں کرتی ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نافرمانی پر مجبور ہے۔ بلکہ صرف وسعتِ علم خدا کو ظاہر کرتی ہے۔

آیت ۵۹:

کفارِ قریش نے حضرت محمدؐ سے معجزات طلب کیے مثلاً کوہ صفا کو سونا بنادیں، مکہ کے پہاڑوں کو مٹادیں کہ زمین وسیع ہوجائے اور زراعت کریں تو خدا نے ظاہر کردیا کہ یہ معجزات تو منکرین خدا و نبی کو اس وقت دکھائے جاتے ہیں جب خدا کسی امت کو خوف دلاتا ہے اور معجزات کے انکار کی صورت میں عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ اگر اہل مکہ بھی عذاب چاہتے ہیں تو ایسا اصرار کریں ورنہ سابقہ انبیاء کے معجزات اور واقعاتِ عذاب سے عبرت حاصل کرلیں۔ مثلاً قومِ ثمود کے لئے ناقہ آیا اور باوجود نبی کے منع کرنے کے نافرمان قوم نے اس کو ذبح کردیا۔ پھر عذاب آیا۔ خدا نے رسول اللہؐ کو یاد دلایا ہے کہ کفارِ مکہ مغلوب، اسیر ومقتول ہوں گے۔

آیت ۶۰:

وما جعلنا الرویا التی اریناك الا فتنة للناس۔ یہاں خدا نے فرمایا ہے کہ اے محمدؐ تم کو ہم نے ایک خواب دکھایا اور وہ خواب لوگوں کے لئے آزمائش ہے۔

میں کئی بار لکھ چکا ہوں کہ قرآن کو اختلاف کا ہدف بنایا گیا ہے اور حقیقت قرآن کو ان اختلاف میں گم کردیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے بارے میں ہے (۱) ابن عباس وسعید بن جبیر وحسن وقتادہ ومجاہد نے کہا کہ اس خواب سے مراد معراج ہے۔ علاوہ ازیں تفسیر مواہب الرحمٰن نے تفسیر امام حافظ اور بخاری بروایت عکرمہ، ابن عباسؓ روایت کی ہے ایسا ہی امام احمد وعبدالرزاق اور عوفی ومسروق کے اسناد بیان کی ہیں۔ مواہب الرحمٰن پ ۱۵ ص ۱۳۱۔ تفسیر منہج الصادقین پ ۱۵ ص ۲۲۱۔ سمرہ بن جندب الغزاری سے ایک طویل روایت درج ہے جس میں ایک طولانی خواب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اتنا یاد رکھیے کہ اس خواب سے معراج مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ معتبر مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ رسول

اللہؐ کو معراجِ جسمانی ہوئی اس کی تفصیل اسی پارہ کی پہلی آیت میں لکھی گئی ہے۔تفسیر مواہب الرحمٰن نے اس خواب کو وہ خواب بتایا ہے کہ رسول خداؐ حدیبیہ سے صلح کر کے واپس آئے تھے۔(ص ۱۳۰ پ ۱۵) اب حقیقت خواب مطالعہ کیجئے۔(۱) تفسیر مواہب الرحمٰن (ص ۱۳۲ پ ۱۵) ابن جریر نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے وفات کے قریب خواب دیکھا کہ آپ کے منبر پر بنواُمیہ مانند بندروں کے کودتے ہیں۔اس سے آپ کو ناگواری پہنچی اس کے بعد آپ نہیں ہنسے حتیٰ کہ وفات پائی۔اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (اس کے راویوں محمد بن الحسن بن زبالہ اور شیخ عبدالمہیمن کو ضعیف قرار دیا گیا ہے)۔

تفسیر اہلِ بیت رسولؐ (۱) امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ نیز سعید بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے خواب دیکھا کہ ایک گروہ بندروں کا آپ کے منبر پر کود رہا ہے۔آپ دل تنگ ہوئے تو جبرئیلؑ نے آکر اطلاع دی کہ آپ کی وفات کے بعد بنوامیہ آپ کے منبر پر پیر رکھیں گے۔اس کے بعد کسی نے رسول اللہؐ کو ہنستا ہوا نہ دیکھا۔(۲) منہال ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک دن میں امام علیؑ ابن الحسینؑ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ نواسہ رسول کیونکر آج صبح ہوئی؟ فرمایا: میں نے صبح کی ایسی حالت میں کی جیسے کہ بنی اسرائیل نے آل فرعون سے صبح کی تھی کہ ان کے بیٹوں کو وہ ذبح کرتے تھے اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور بعدِ رسولؐ بہترین افراد نے اس طرح صبح کی کہ ان کو منبروں پر لعنت کی جاتی ہے اور حسینؑ مقتول ہوئے۔پھر آپ روئے کہ رخسار اشکوں سے بھیگ گئے۔پھر فرمایا: وائے ہو اور ذلت ہو اس جماعت کے لئے جنھوں نے اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا۔تاریخِ اسلام اس خواب کی تائید کرتی ہے۔انکار قیامت تک ناممکن ہے۔تفسیر درمنثور جلد ۴ مطبوعہ مصر پر بھی یہی تحریر ہے۔

مفسرین نے **شجرۃ الملعونۃ فی القراٰن** (وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے) سے زقّومِ مراد لیا ہے بعض نے شجرہ خاندان ابوجہل یا حکم بن عاص پدر مروان مراد لیا ہے۔ابن بحسیہ نے یہود کو مراد لیا ہے۔مگر خدا نے اس آیت میں دو چیزوں کو لوگوں کے لئے فتنہ کہا ہے۔اول وہ خواب جو خدا نے رسول اللہؐ کو دکھایا تھا اور دوسرے ایک شجرہَ ملعونہ۔ظاہر ہے کہ درخت پر خدا نے لعنت نہیں کی نہ بندوں نے کسی درخت کو قابل لعنت سمجھا بہرحال اس سے مراد وہ خاندان (شجرہ) ہے جو خدا اور مومنین کے نزدیک قابلِ لعنت ہے اور جس خاندان نے خدا اور رسول اللہؐ کا انکار کیا اور اسلام میں فساد و قتل کا مرتکب ہوا اور اسلام کو فرقوں میں تقسیم کر دیا کیونکہ ملعون وہی انسان ہوتے ہیں جو نافرمانِ خدا اور رسولؐ ہوں، نہ کہ درخت، جو مکلف نہیں ہے اور نہ اس پر لعنت کی جا سکتی ہے۔

آیات ۶۱ تا ۶۵:

ان آیات میں خدائے قدیر نے شیطان کی سرکشی اور آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کا ذکر کیا ہے اور خاص طور پر یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ شیطان نے اولادِ آدمؑ کو گمراہ کرنے کا اعلان پیشِ خدا کیا۔ مگر یہ بھی اقرار کیا کہ کچھ ایسے بھی لوگ اولادِ آدمؑ میں ہوں گے جن کو میں بہکا نہ سکوں گا۔ گویا شیطان نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا ہے اور چند مومنین کے معصوم ہونے کا اقرار کیا ہے۔ دوسرے اس کے جواب میں خدا نے فرمایا ہے کہ اے شیطان تو پوری طاقت سے مع اپنے لشکروں کے زور لگا لے مگر تو میرے مخصوص بندوں پر قابو نہ پا سکے گا۔ اس سوال و جواب نے ظاہر کر دیا کہ دنیا میں کچھ لوگ اولادِ آدمؑ میں سے ایسے ہیں کہ شیطان ان کو کبھی گمراہ نہ کر سکا بلکہ وہ معصوم ہی رہے۔ نہ ان سے شرک سرزد ہوا اور نہ وہ منکر ہوئے اور نہ انہوں نے کوئی کام خلافِ رضائے خدا کیا۔ قرآن سے واضح ہوتا ہے کہ وہ افراد انبیاءؑ تھے جو معصوم تھے اور وہ اوصیاءِ انبیاءؑ ہیں جو تابعِ مرضیِ خدا رہے، وہ آلِ اطہار وائمہ اہلبیتِ رسولؐ ہیں جو حفاظت دین میں اس طرح مصروف رہے کہ برسرِ اقتدار افراد، دنیا کی سخت سے سخت تکلیفیں دینے کے بعد بھی انہیں راہِ حق سے سرِ مُو نہ ہٹا سکے۔ وہ دینِ اسلام کی حفاظت کرتے رہے اور کر رہے ہیں کیونکہ خدا نے اپنے رسولؐ سے کہہ دیا تھا کہ کفیٰ بربك وكيلا۔ (اے محمدؐ تیرا رب ان مومنین کی وکالت وحفاظت ونگرانی کے لئے کافی ہے)۔ آلِ اطہارؑ حضرت محمدؐ کے مٹانے کے لئے دنیا کی بڑی طاقتوں نے پورا پورا زور لگا دیا مگر وہ خود ذلیل ہو کر فنا ہو گئے اور ان محافظین دین کے نہ کام میں فرق آیا اور نہ نام میں فرق آیا۔

آیت ۶۶:

خدائے قدیر نے اس آیت میں انسان کی سرکشی اور اپنے احسانات کا ذکر کیا ہے۔ سمندروں پر جہازوں کا چلنا اور ہوا پر ہوائی جہازوں کا اڑنا ایک ہی بات ہے۔ سمندر میں جہاز کو پانی کی موجیں منزل تک پہنچاتی ہیں اسی طرح ہوا کی لہریں ہوائی جہاز کو تیز رفتار بنا دیتی ہیں۔ تو یہ قدرتِ خدا ہے کہ اس نے پانی کی لہروں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ وہ وزن کو اٹھا سکتی ہیں اور کشتی کو چلاتی ہیں اسی طرح ہوا کے ذرات اور اس کے معینہ دباؤ کی وجہ سے ہوائی جہاز چلتا ہے۔ جب کبھی پانی کی لہروں اور ہوا کی لہروں کا دباؤ بگڑ جاتا ہے تو تمام انسانی ہنرمندیاں خاک میں مل جاتی ہیں۔ وہیں جہاز خاک ہو جاتا ہے یا مثل فرعون کے غرقِ دریا ہو جاتا ہے مگر اس حالت میں بھی خدا کبھی کبھی اپنی قدرت کے اظہار کے لئے غرق شدہ افراد کو زندہ بچا لیتا ہے۔ اسی طرح طوفانِ بادوباراں اور زلزلے آتے رہتے ہیں ان میں لاکھوں مرجاتے ہیں اور ان طوفانوں ہی میں ہزاروں زندہ رہ جاتے ہیں۔ حکمِ خدا میں کسی کو چارہ نہیں ہے۔

آیات ۷۰:

جسم انسانی دنیا کی لاتعداد مخلوقات کے مقابلے میں نحیف اور کمزور ہے مگر خدا نے اس کے کمزور جسم و دماغ میں وہ قوت عطا کی ہے کہ وہ زمین و آسمان پر حکومت کر رہا ہے۔ انسان کیوں غور نہیں کرتا کہ وہ اتنا کمزور جسم ہونے کے بعد اتنا قوی کیونکر ہو گیا ہے کہ دنیا کی اشیاء پر اس کا قابو ہے؟ یہ خدا کی دی ہوئی طاقت تو ہے جو اس کو حاکمِ زمین و زماں بنائے ہوئے ہے۔ اس کو چاہیے کہ اپنے خالق کے سامنے اپنی پیشانی رکھ دے اور اقرارِ عبودیت کرتے ہوئے شکر گزار ہو۔ یہ تو اس کا فطری فریضہ ہونا چاہیے۔

آیت ۷۱:

خدائے قدیر نے اپنے بندوں کو مطلع کیا ہے کہ قیامت کا دن اعمال کی جانچ کا دن ہوگا۔ انسانوں کو ان کے اعمال کی سزا و جزا دی جائے گی۔ وہ بعد مرنے کے پھر اسی جسم کے ساتھ پیدا کیے جائیں گے۔ ان کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ ہر امت مبعوث ہوگی اور وہ اپنے پیشوا، کے ساتھ ہوگی۔ ان میں دو طرح کے امام ہونگے۔ ایک تو وہ جو کہ داہنے ہاتھ میں اپنا نامہ اعمال لیے ہوں گے۔ اس کو پڑھ کر خوش ہوں گے اور دوسرے وہ ہوں گے جو اس دنیا میں حق سے چشم پوشی کرتے رہے اور اندھے بنے رہے وہ قیامت میں بھی اندھے ہی ہوں گے اور عذابِ جہنم کے مستحق ہوں گے۔ یہ آیت ایک اہم معاملہ کو پیش کر رہی ہے کہ امام حق کون ہے؟ اور امامِ باطل کون ہے؟ مفسرین کے اقوال ملاحظہ کیجئے۔ تفسیر مواہب الرحمٰن (پ ۱۵ ص ۱۴۹) زجاجؒ نے کہا کہ امام لغت میں وہ ہے کہ جس کی اقتداء کی جائے خواہ نبی ہو یا دین میں مقدم ہو یا کتاب ہو۔ غرض کہ جس کی پیروی پر آدمی رکھا گیا ہو وہ اس کا امام ہے۔ خواہ راہِ راست پر ہو یا گمراہی پر ص ۱۴۹ محمد بن کعب نے کہا کہ مراد امام سے مائیں ہیں یعنی ہر شخص اپنی ماں کے نام سے پکارا جائے گا، یہی بات زمخشریؒ اور کشّاف نے کہی ہے۔

قرطبی نے نقل کیا ہے کہ اپنے مذہب کے ساتھ پکارے جائیں گے۔ دنیا میں جن کی تقلید کرتے تھے۔ پس کہا جائے گا کہ یا حنفی و یا شافعی و یا معتزلی و یا قدری وغیرہ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ امام کے ساتھ پکارے جائیں گے تو وہ امامِ ہدایت ہو یا امامِ ضلالت ہو۔ بعض نے کہا کہ اپنے معبود کے ساتھ پکارے جائیں گے۔

حضرت علیؑ نے کہا کہ امام سے مراد اس کے زمانہ کا امام ہے۔ ایک حدیثِ رسولؐ میں ہے کہ جو مرا اور اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا تو اس کی موت جاہلیت کی ہے (یعنی وہ کافر ہے) ص ۱۵۰۔ مجاہد اور قتادہؒ نے کہا کہ امام ان کا نبی ہے۔ جلال الدین سیوطی نے امام نامہ اعمال کو قرار دیا۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن انبیاءؑ کے ناموں سے امتوں کو پکارا جائے گا۔ ابن زید نے کہا کہ امام ہر امت کی کتابِ آسمانی ہے۔ مترجم نے یہ

تمام روایات اس لئے نقل کی ہیں کہ اختلافات کی حقیقت واضح ہوجائے غور طلب امور یہ ہیں کہ (۱) اما مھم میں ضمیر جمع ہے۔ لہٰذا ہر امت کا امام الگ ہوگا۔ (۲) حدیثِ رسول اللہؐ ہے کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اور وہ مرگیا تو وہ کافر مرا۔ (۳) امام سے ماں مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ اُم کی جمع امام نہیں ہے۔ (۴) مذہب مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ لفظ امام خدا نے کہا ہے (۵) معبود مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ معبود کی پرستش ہوتی ہے وہ راہ نما نہیں ہوتا۔ (۶) نبی مراد نہیں ہوسکتا ورنہ لفظ نبی قرآن میں اس موقع پر آتا۔ (۷) نامہِ اعمال مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ آیت میں اس کا ذکر آگے آیا ہے۔ (۸) انبیاء مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ خود خدا لفظ انبیاء کو استعمال کرتا اور وہ زیادہ فصیح تھا۔ (۹) حدیثِ رسولؐ ہے کہ امام ہر زمانہ میں رسول کے بعد ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اور مرگیا تو وہ کافر مرا۔ لہٰذا عہدِ رسول خداؐ کے بعد بھی قیامت تک امام کا ہونا ثابت ہے۔ اب تفسیرِ اہلبیت ملاحظہ ہو۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوگئی تو اصحاب نے رسول خداؐ سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کے امام نہیں ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں کل آدمیوں کے لئے رسول ہوں لیکن عنقریب میرے بعد کل آدمیوں کے لئے امام بھی مقرر کیے جائیں گے جو اپنا حق ثابت کرینگے مگر پھر بھی جھٹلا دیئے جائیں گے اور کفرو ضلالت کے امام (ظالم بادشاہ) ان اماموں پر ظلم کریں گے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: الا تحمدون اللہ اذا کان یوم القیامۃ تدعی کل قوم الی من یتولونہ فرغنا الی رسول اللہ و فرغتم الینا فالی ان یذھب بکم الی الجنۃ ورب الکعبۃ قالھا ثلثۃ۔ (اے دوستوتم حمد خدا کرو کہ جب روزِ قیامت ہوگا تو ہر قوم کو بلایا جائے گا اس کے نام سے جس کی وہ قوم پیروی کرتی تھی۔ ہم رسول خداؐ کا دامن پکڑیں گے اور تم ہماری پناہ میں رہو گے۔ پس ہم تم کو کہاں لے جائیں گے؟ ہم جنت ہی میں تو لے جائیں گے۔ رب کعبہ کی قسم! اور یہ قسم تین بار کھائی)۔ درحقیقت یہ آل اطہار ائمہ اثنا عشرؑ (بارہ امام) ہیں۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے کہ اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بك علی ھو لاء شھیدا۔ (سورۂ نسآء، آیت: ۴۱)۔ ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے۔ حضرت محمدؐ سے پہلے کے گواہ امتوں کے انبیاءؑ ہیں اور عہدِ رسولؐ کے بعد کے گواہ امتِ ائمہ اطہارؑ ہیں۔ (یعنی آلِ رسولؐ کے ائمہؑ)۔

آیت ۷۲:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابن مکتوم صحابی رسولؐ جو نابینا تھے مغموم ہوئے اور رسول اللہؐ سے عرض کی یا رسول اللہؐ جو دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا تو کیا میں آخرت میں اندھا ہوں گا۔ تو خدا نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا بلکہ ان کے دل جو ان کے سینہ میں وہ بھی اندھے ہوجاتے ہیں۔ اس پر ابن مکتوم خوش ہو گئے۔ کہ میرا

دل تو نورِ ایمان سے روشن اور با بصیرت ہے۔

آیات ۷۳۔۷۴:

خدائے قدیر نے قرآن کا مخاطب صرف رسولؐ کو بتایا ہے اور قرآن رسولؐ ہی پر نازل ہوا ہے۔ لہٰذا قاعدہ کے لحاظ سے بھی مخاطب و مراد رسولؐ ہی ہیں۔ چنانچہ خدائے قدیر جن باتوں کو بہت اہم جانتا ہے اور اس کی تبلیغ کو اہمیت دینا چاہتا ہے اس کا مخاطب خاص اپنے رسولؐ کو قرار دیتا ہے۔ ان آیات میں بھی ایسا ہی ہے۔ مگر خدا نے امت محمدیہ کو آگاہ کیا ہے اور بذریعہ خطابِ رسول مخاطب کیا ہے۔ ان آیات کا واقعہ نزول یہ ہوا کہ کفار قریش نے رسول اللہؐ سے کہا کہ مروہ پر بت کو باقی رکھا جائے، دوسرے یہ کہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہا جائے۔ تو نومسلموں کی خاطر رسولؐ خاموش ہوئے کہ ان کے دلوں میں بھی ابھی اپنے قدیم معبودوں کی محبت تھی کہ خدا نے یہ آیات نازل فرمائیں اور سخت تہدیدی انداز میں تاکہ قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں کو تنبیہ ہو جائے اور بتادیا کہ جو ایسا کرے گا وہ دوہرا عذاب پائے گا۔ مشرکینِ مکہ نے طے کیا کہ رسول اللہؐ کو آزار دیئے جائیں تاکہ وہاں سے نکل جائیں اس کی اطلاع بھی خدا نے اسی آیت میں دی ہے۔

آیت ۷۸:

اس آیت میں نماز کا حکم ہے۔ زوال آفتاب سے نصف شب تک یہ نماز ظہر و عصر و مغرب و عشاء کا وقت ہے اور نمازِ صبح کی فضیلت اور حکم الگ بیان ہوا ہے اور نماز تہجد بعدِ نصف شب کا حکم خاص رسولؐ کو ہے۔ احکامِ حج کی تعمیل میں اس پر عمل کیا جاتا ہے کہ عشاء کو نصف شب تک ادا کرتے ہیں۔ اور مغرب و عشاء کو متصل ادا کرتے ہیں۔

آیت ۷۹:

مفسرین نے لکھا ہے کہ مقامِ محمود وہ مقام ہے کہ خدا لوائے حمد حضرت محمدؐ کے دست مبارک میں دے گا اور آپؐ تمام انبیاءؑ و امم کے شفیع ہوں گے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ خدا مجھ کو اپنے قریب عرش پر بٹھائے گا اور فرمائے گا کہ محمدؐ تم جن کی چاہو شفاعت کرو۔ پس جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے ان کی شفاعت قبول ہوگی۔ تمام اولین و آخرین حضرت محمدؐ کی مدح کریں گے۔ اس لئے اس مقام کو مقامِ محمود کہا گیا ہے۔ محمود وہ ہے جس کی تعریف کی جائے۔

آیت ۸۵:

مفسرین کا روح کے بارے میں بھی بہت اختلاف ہے۔ کسی نے روح کے قدیم و حادث ہونے سے مراد لیا ہے۔ کسی نے جبرائیلؑ یعنی روح الامین کو مراد لیا ہے۔ کسی نے اس فرشتہ کو مراد لیا ہے جس کے ستر ہزار چہرے ہیں اور

ہر دہن میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان پر تسبیح خدائے تعالیٰ ہے (حسن و قتادہ سے روایت ہے)، بعض نے حضرت عیسیٰؑ کو روح سے مراد لیا ہے۔ بعض نے تو قرآن مراد لیا ہے کہ خدا نے فرمایا: **و کذالك اوحینا الیك روحا من امرنا**۔ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۵۲) ان اختلافات سے فائدہ اٹھا کر مفسرین نے خوب خوب دادِ تفسیر دی ہے۔ اور معنویت و حقیقت قرآن کو انسانی نظروں سے گم کر دیا ہے۔ بات صاف ہے کہ عہدِ رسولؐ میں اَعراب اتنے فلسفی و سائنس دان نہ تھے کہ وہ حقائقِ اشیاءِ دقیق کے بارے میں سوال کرتے بلکہ ان کے سوالات تو اسلام کے اوپر اعتراضات کے لئے ہوتے تھے تاکہ یہود و نصاریٰ و مشرکین اپنے معبودوں کی بات اور اپنے عقائد کو ثابت کرسکیں اور عقائدِ اسلام کو دوسروں کی نظروں میں خفیف و سُبک کردیں۔ معاملہ اصل یہ تھا کہ کفار و یہود و نصاریٰ قرآن کے خلاف تھے اور طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے کہ قرآن محمدؐ پر کون لایا۔ جبرئیلؑ کیا ہے اور قلبِ انسان پر کیوں کر نازل ہوا؟ قرآن نبوت محمدؐ کی تصدیق کیوں کرتا ہے؟ قرآن یہ کیسے دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے؟ قرآن کا دعویٰ کیوں ہے کہ اس میں تمام انبیاء و امم سابقہ کے واقعات صحیح صحیح موجود ہیں۔ قرآن زبور، انجیل و توریت کو منسوخ کرنے کا کیا حق رکھتا ہے؟ قرآن ہمارے معبودوں اور کتابوں کو کیوں غلط ثابت کرتا ہے وغیرہ؟ علاوہ بریں اس آیت کے بعد ہی جو آیات ہیں ان میں صاف صاف ذکر ہے کہ **ولئن شئنا لنذ ھبن بالذی اوحینا الیك** (اور اگر ہم چاہتے تو اس قرآن کو واپس لیجاتے اور پھر تم قرآن کو نہ پاتے)۔ اس عبارتِ قرآن نے بھی ظاہر کیا کہ لوگوں نے رسول اللہؐ سے سوال قرآن کے بارے میں کیا تھا کہ روح الامین کے ذریعہ اتارا گیا تھا یہی بات کفار کو بتائی گئی تھی کہ قرآن لے کر روح الامین آتے ہیں لہٰذا کفار نے اسی نام سے سوال کیا۔ خدا نے جواب دیدیا کہ اے محمدؐ تم کہد و کہ قرآن میرے رب کا حکم ہے۔ اس کی حقیقت جاہل انسان نہیں سمجھ سکتے کیونکہ خدا نے انسان کو علم کم دیا ہے اتنا ہی کہ وہ اشیاء عالم کو اپنے کام میں لانے کے قابل ہوسکے۔ مگر قرآن میں اولین و آخرین کے علوم موجود ہیں۔ اب رہا اس کا قدیم یا حادث ہونا۔ خدا نے فرمایا کہ کہہ دو کہ یہ حکمِ خدا ہے اور خدا کی مخلوق ہے اس لئے حادث ہے۔ قدیم تو صرف اس کا خالق اور اللہ ہے۔

آیت ۸۷:

خدا نے اس آیت میں حضرت محمدؐ کی تعریف کی ہے اور فضیلت بتائی ہے اور بتایا ہے کہ خدا نے قرآن نازل کر کے فضلِ کبیر دیا ہے۔ یعنی ایسی فضیلت جو کسی نبی، رسول، ملک اور مخلوق کو نہیں دی گئی۔ محمدؐ سید الانبیاء اور رسل ہیں اور قرآن سید الکتبِ سماویہ ہے۔ پھر فرمایا کہ قرآن خدا کی کتاب ہے اِسی لئے جن و انس مل کر بھی ایسی کتاب نہیں لاسکتے۔ قرآن میں تمام واقعات اور حقائق موجود ہیں مگر کافروں اور احمقوں کی فہم سے بالاتر ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے محمدؐ یہ منکرین قرآن تم پر ایمان نہ لائیں گے اور ایسی ایسی چیزوں کا مطالبہ کریں گے جو ان کی حماقت کی دلیل ہیں۔

آیات ۸۹ تا ۹۵:

یہ سلسلہ آیات کا ہے۔ اے رسولؐ تم سے یہ ناممکن چیزوں کو ممکن کرنا چاہیں گے۔ یہ سب ان کی شرارتیں ہیں مگر تم دل تنگ نہ ہو۔ ہم خود جانتے ہیں کہ مومن کون ہے اور کافر کون؟ تم قرآن کی تبلیغ کرتے رہو۔ عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عتبہ وشیبہ پسرانِ ربیعہ، ابوسفیان ونضر بن حارث وابوجہل ابن ہشام و دیگر روساء قریش بعد غروب آفتاب خانہ کعبہ کے عقب میں جمع ہوئے۔ سب نے کہا کہ محمدؐ کو بلایا جائے اور ان سے مباحثہ کیا جائے۔ رسولِ خداؐ نے سمجھا کہ تبلیغ کا موقع ہاتھ آیگا تشریف لے گئے۔ رؤساء کفار نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا تمہارا جھگڑا ختم ہوجائے۔ اے محمدؐ تم ہمارے ساتھ سخت برتاؤ کررہے ہو کہ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو اور ہم کو ایک دوسرے سے جدا کررہے ہو اگر کہو تو دولت دیدیں، چاہو تو منصب دیدیں، اگر تم بیمار ہو تو حکیمِ حاذق سے علاج کرادیں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں کہ تم کو آخرت کا راستہ بتاؤں اور دنیا کی عزت کا طریقہ بتاؤں۔ انہوں نے کہا کہ اے محمدؐ اگر تمہارا دعوائے نبوت صحیح ہے تو ہماری سرزمین سے پہاڑوں کو دور کردو تاکہ ہم زراعت کرسکیں۔ نہریں چالو کردو۔ ہمارے اسلاف کو خصوصاً قصی کو زندہ کردو کہ ہم تصدیق نبوت کریں۔ یا اپنا گھر سونے کا بنالو یا آسمان پر راستہ بنادو۔ کتاب لاؤ تاکہ ہم پڑھیں۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں خدا کا نبی ہوں اس کے حکم کا تابع ہوں۔ اس پر ابوجہل نے کہا کہ یارو جب محمدؐ نماز میں مشغول ہو تو اس پر ایک پتھر پھینک دو کہ خاتمہ ہی ہوجائے۔ رسول اللہؐ دل تنگ ہوکر ان کے مجمع سے واپس چلے۔ پھر بھی انہوں نے چند فرمائشات کیں جو قرآن کی آیات میں درج ہیں۔ پھر کہہ دیا کہ اگر فرشتہ رسول ہوکر آتا تو ہم ایمان لاتے۔ خدا نے فرمایا کہ اے محمدؐ ان سے کہہ دو کہ اگر زمین پر فرشتوں کی سکونت ہوتی تو خدا فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتا مگر یہ تو خدا کا کرم ہے کہ اس نے انسانوں کے لئے انسان کو رسول بنایا تاکہ وہ ان کی ضروریات کے مطابقِ احکامِ خدا کو پہنچائے۔

آیت ۹۷:

کفار قریش کی سختیاں اور نافرمانیاں سابقہ امتوں سے بھی زیادہ تھیں۔ خدا نے اپنے رسولؐ کو تسلی دی ہے اور فرمایا کہ تم مطمئن رہو۔ ہم ان کے حال سے باخبر ہیں اور یہ بھی تم کو بتائے دیتے ہیں کہ جب تک خدا کی توفیق وتائید شامل حال نہیں ہوتی نعماتِ دنیا وآخرت کسی کو حاصل نہیں ہوتیں اور وہ راہِ راست نہیں

پا سکتا۔ یعنی خود ہر انسان اپنی راہ نمائی نہیں کرسکتا وہ فطری طور پر حیوان ہے مگر جب اس کی ہدایت کا سامان کر دیا جاتا ہے یعنی انبیاءؑ کو اس کی ہدایت کے لئے مقرر کیا جاتا ہے تو وہ حیوانیت سے نکل کر انسانیت کے دائرہ میں آتا ہے۔ پھر انسانیت سے نکل کر راہِ مستقیم پا کر درجہ ولایت پاتا ہے۔ جب تک خدا اس کی ہدایت کے لئے یہ سامان مہیا نہ کرے وہ گمراہ ہی رہتا ہے۔ اور اگر وہ خود راہِ راست اور انبیاءؑ کے بتائے ہوئے راستہ سے غافل ہوجاتا ہے تب بھی منکر ہی رہتا ہے۔ وہ اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہوتا ہے۔ پھر اس کا ولی و سرپرست خدا نہیں ہوتا اور آخر وہ جہنم کی آگ کا لقمہ بن جاتا ہے۔ وہ دنیا میں خدا کے احکام سے اندھا بہرہ اور گونگا ہوگا اور ذلیل ہوگا۔

آیات ۹۸،۹۹:

اے محمدؐ تم کفارِ مکہ کی سرکشی اور نافرمانیوں اور ایذا رسانیوں سے دل تنگ نہ ہو کہ تم سے پہلے بھی ہمارے مخصوص رسول اور نبی امت کے ہاتھوں مصائب برداشت کرتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ خدائے قدیر نے ان آیات میں اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار فرمایا ہے (۱) انسان کے لئے موت ضروری ہے تا کہ اسکوا سکے اعمل کی جزا وسزا دی جا سکے۔ (۲) خدا قادر مطلق ہے کہ ان کے جسموں کو پھر مجتمع کر کے انسانی صورت عطا کردے اور پھر زندہ کردے۔ (۳) خدا قادر ہے کہ اس نے آسمانوں اور ان کی مخلوقات کو پیدا کیا اور زمین اور اس کی مخلوقات کو پیدا کیا۔ جب وہ ایسا صاحبِ قدرت ہے کہ بغیر اسباب کے آسمان وزمین پیدا کردیئے تو پھر وہ خاک شدہ جسموں کے ذرات کو جمع کر کے پھر زندہ انسان بنانے پر بھی قادر ہے (۴) خدا نے ہر شئے کو زندگی بخشی ہے اور ہر ایک کی زندگی کا وقت مقرر کیا ہے۔ یہ چشم دید واقعات ہیں ان سے انکار ناممکن ہے۔ پھر جو ان باتوں کا انکار کرتا ہے وہ اندھا، بہرا، گونگا اور ناکارہ ہے۔ (۵) جو بعدِ موت پھر زندہ ہونے اور آخرت کے حساب کا قائل نہیں ہے وہ جہنم کی سزا کا مستحق ہے کیونکہ وہ زندگی کو بے مقصد اور مہمل سمجھتا ہے اور یہ سمجھنا خالق کائنات کی توہین ہے۔

آیت ۱۰۰:

جو آیاتِ خدا اور قدرتِ خدا کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے وہ ظالم وبخیل ہے کہ وہ اپنے خدا داد حواس و ادراک سے کام نہیں لیتا اور اقرارِ قدرتِ خدا نہیں کرتا۔ ان سرکش نافرمان کافروں کی قلبی حالت یہ ہے کہ اگر خدا ان کو اپنے خزانے بھی عطا کردے تو بھی یہ اتنے بخیل ہیں کہ یہ بخوفِ افلاس ان خزانوں کو اپنے ہی پاس رکھیں گے اور راہِ خدا میں صرف نہیں کریں گے۔ انسان کو جو چیز بلند اخلاق، سخی، کریم اور ایثار پسند بناتی ہے وہ معرفتِ خدا ہے اور یہ اعتقاد کہ خدا اس کو آخرت میں بہتر معاوضہ دے گا۔ لیکن جب انسان آخرت پر ایمان

ہی نہیں رکھتا تو وہ نہ اپنے ہی کام آتا ہے اور نہ وہ بنی نوع انسان کے کام آتا ہے کیونکہ خودغرضی اور نفس پرستی اس کو اندھا کر دیتی ہے۔ وہ دنیا میں بوجہ بخل رسوا و بدنام رہتا ہے اور آخرت میں بوجہ انکارِ نعماتِ خدا عذاب دائمی کا مستحق قرار پاتا ہے۔ ایسے لوگ اس زمانہ میں بھی بکثرت ہیں جو راہِ خدا میں صرف کرنے کو عبث و بیکار تصور کرتے ہیں لیکن اپنے عیش وعشرت و ہوس رانی میں اپنا سب کچھ خرچ کرتے ہیں اور آخر میں دونوں جہاں کی ذلت میں مبتلا ہوتے ہیں۔

آیت ۱۰۱:

امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ وہ نونشانیاں یہ تھیں۔(۱) ٹڈیاں (۲) جوئیں (۳) مینڈک (۴) خون (۵) سیلاب، طوفان (۶) عبورِ بحر (۷) پتھر سے پانی ابلنا (۸) عصا (۹) ید بیضاء۔ علاوہ بریں ایک یہودی نے رسول اللہؐ سے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: (۱) شرک نہ کرو۔ (۲) اسراف نہ کرو (۳) زنانہ کرو (۴) ناحق قتل نہ کرو (۵) جھوٹا الزامِ قتل نہ لگاؤ اور حاکم کے پاس اس لئے نہ لے جاؤ۔ (۶) سحر نہ کرو۔ (۷) سود نہ دکھاؤ (۸) منکوحہ عورت پر الزامِ زنانہ لگاؤ۔ (۹) جہاد سے نہ بھاگو۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ ایامِ سبت میں زیادتی نہ کرو۔ یہودی نے تصدیق کی اور دست بوسی کے بعد مسلمان ہوگیا۔

آیت ۱۰۳:

فرعون نے بنی اسرائیل اور موسیٰؑ کو قتل کرنا چاہا۔ خدا نے فرعون کو مع لشکر کے سمندر میں غرق کر دیا اور موسیٰؑ اور ان کے رفقاء کو نجات دی۔ پھر مُلکِ فرعون یعنی مصر پر حکومت اور سکونت عطا کی۔ یہ تمام تاریخی واقعات ہیں ان کا انکار ناممکن ہے اور یہ سب واقعات خدا کی قدرتِ کاملہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ جب انسان ان واقعات کو صحیح جانتا ہے کہ یہ سب کچھ خدا نے کیا کہ فرعون جیسے طاقتور کو مع اس کے لشکرِ جرّار کے فنا کر دیا اور اس کی حکومت موسیٰؑ وران کی امت کو عطا کر دی تو پھر وہ کیوں نہیں اعتقاد کرتا کہ خداوندِ عالم کا ہر وعدہ سچا ہے اور قیامت کا آنا، لوگوں کا موت کے بعد پھر زندہ ہونا ان کا حساب ہونا، حسبِ اعمال جنت و دوزخ کا پانا بھی حق ہے اور خدا اس پر بھی قادر ہے۔ اس کے علاوہ خدا نے اپنے رسولؐ اور مومنین کو بتایا ہے کہ مکہ کے مشرکین نے تم کو ہجرت پر مجبور کیا ہے۔ موسیٰؑ کو بھی ایسا ہی مجبور کیا تھا مگر ہم نے جس طرح موسیٰؑ کو اور مومنین کو ملکِ مصر دیدیا تھا کیا اسی طرح ہم اے رسولؐ تم کو اور مومنین کو ارضِ مکہ وعرب پر حاکم بنادیں گے اور دشمنوں کو مغلوب کر دیں گے۔

آیت ۱۰۴:

مجاہد سے روایت ہے کہ یہ وعدہِ آخرت نزولِ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ہے جو قبلِ قیامت دنیا میں آئیں

گے اور مطابقِ احادیثِ نبوی امام حضرت مہدیؑ کے ظہور کے وقت تبلیغِ دین کریں گے۔ اسی کو زمانہ رجعت کو کہا جاتا ہے۔ ارشادِ خداوندی جئنا بکم لفیفا یعنی متفرق جماعتوں کے افراد کو جو باہم ملے جلے ہوں گے، ہم لائیں گے۔ عام مفسرین نے اس سے روزِ قیامت کو مراد لیا ہے۔

آیات ۱۰۵۔۱۰۶:

مفسرین نے اس آیت کو کہ قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا اور حق کے ساتھ ہی ہم نے نازل کیا ہے مختلف معنی مراد لئے ہیں۔ تفسیر مواہب الرحمٰن پ ۱۵ ص ۲۱۲ ۔ پر لکھا ہے بعض نے کہا کہ حق اول بمعنی امورِ حقہ اور حق دوم سے مراد محمدؐ ہیں۔ اس سے رد ہے کافروں کا کہ وہ قرآن کو وحی الجن یا وحی الشیطان کہتے تھے۔ اس کی تصریح یوں ہوسکتی ہے کہ خدا نے قرآن کو اس طرح نازل کیا ہے کہ اس میں جن حقائق، حکایات، قصص، احکام اور امر و نواہی کا ذکر ہے وہ سب حق ہیں۔ ان کو جھٹلانے والا باطل پرست ہے کیونکہ قرآن کا نازل کرنے والا خدا ہے۔ وہ کسی جن وانسان کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ اور وہ قرآن تنہا نہیں نازل ہوا ہے بلکہ خدا نے اس کے ساتھ حقِ مجسم یعنی حضرت محمدؐ کو بھیجا ہے جن کا ہر فعل، ہر کلام حق ہے۔ لہٰذا کلامِ خدا بھی حق اور رسولِ خداؐ بھی حق ہے ان دونوں کے احکام سے جو روگردانی کرتا ہے وہ باطل ہی باطل ہے۔ حق دوم سے ذات حضرت محمدؐ کو مراد لینا اس لئے درست ہے کہ بعد کو اسی آیت میں خدا نے فرمایا ہے وما ارسلنك اِلّا مبشراً ونذیراً ۔ (ہم نے تم کو اے رسولؐ بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے)۔ یہ تصریح ہے لفظ حق دوم کی اور پھر حکم ہے کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سناتے رہو۔

آیت ۱۰۷:

نزولِ قرآن سے پہلے جن کو علمِ قرآن ہے وہ اتنے صاحبِ معرفت وایمان ہیں کہ قرآن کو سنتے ہی سربسجود ہوجاتے ہیں، رونے لگتے ہیں اور ان کا ایمان زیادہ ہوجاتا ہے۔ خدا نے مومنینِ مخلصین کے ایمان کی تصویر کشی کی ہے۔

آیت ۱۱۰:

رسول خداؐ نماز بآواز بلند پڑھتے تھے تو کافر مضحکہ اڑاتے اور سیٹیاں بجاتے، شرارتیں کرتے لہٰذا خدا نے حکم دیا کہ نماز درمیانی آواز سے پڑھو۔ اس کے علاوہ مختلف اوقات کے لئے جہر واخفاء کا حکم مطابقِ سنتِ رسولؐ وائمہِ اطہارؑ ہے۔ مرد پر نمازِ صبح میں جہر واجب ہے اور مغرب وعشاء کی ابتدائی دو رکعت میں بھی جہر واجب ہے۔ باقی رکعات میں آہستہ آواز سے پڑھنا ہے۔

آیت ۱۱۱:

ان آیات میں اہم احکامِ خدا ہیں۔ اول یہ کہ قابلِ تعریف صرف ذاتِ خدا ہے کیونکہ تمام صفاتِ کمال کا

مالک ہے۔ اس کی صفات کسی دوسرے میں تلاش کرنا اور اُس کا معتقد ہونا شرک ہے۔مخلوقات کی صفات سے خدا کومتصف کرنا مثلاً اس کے بیٹا، بیٹی اور اقربا مقرر کرنا اس کے ساتھ شرک ہے۔ جیسے کہ نصاریٰ عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور یہود عزیرؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور بنو مدلج فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔

خدا تنہا کائنات کا خالق، مالک، رزاق اور مدبر ہے۔تمام کائنات اس کے حکم کے مطابق قائم ومتحرک ہے۔ وہ ایسا صاحبِ قدرت ہے کہ اس کوکسی مددگار کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔شرکت میں کام کرنا مجبوری کوظاہر کرتا ہے۔خدا اگر کسی سے مدد لیتا تو معلوم ہوتا کہ وہ مجبور اور عاجز ہے،تنہا کل کام نہیں کرسکتا۔ یہ خدا کے لئے نقص و ذلت تھی اور وہ نقص سے پاک ہے۔

کبرہ تکبیرا۔خدا بزرگ تر ہے، ہر بزرگ تر شے سے اور اس کی بزرگی کو بیان کرتے رہو۔ دنیا میں لاتعداد اشیاء ہیں اور ایسی ایسی مخلوقات ہیں کہ جو انسانی فہم سے بالاتر ہیں۔ جب بھی ان اشیاء کا خیال دماغ میں رعب ڈالےتو انسان کا کام ہے کہ وہ اپنے خالق خدا کواس سے بھی بلندتر اور ارفع جانے۔اسی طرح غیر مرئی توانائیاں اور طاقتیں ہیں جو بظاہر نظر نہیں آتی ہیں مگر موجود ہیں اور عجائب قدرت کے ساتھ موجود ہیں۔جن میں سے بہت سی توانائیاں اور قوتیں عہد حاضر میں انسان کے سامنے آچکی ہیں۔ جب بھی یہ توانائیاں اور قوتیں دماغِ انسان کو مرعوب کریں تو فوراً دل میں آنا چاہیے کہ خدائے واحد ان سب سے زیادہ طاقتور اور بالا و برتر ہے۔ وہی ان کا خالق ہے اور اسی نے ان کو بنایا ہے۔

تفسیر سورۃ الکہف

آیت ا:

قابلِ مدح وہی ہوتا ہے جس میں اعلیٰ صفات اور قوتیں ہوتی ہیں۔خدائے قدیر نے اس آیت میں اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے(ا) یہ کہ خدا ہی قابل تعریف ہے کیونکہ وہ ایسا قادرِ مطلق ہے کہ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے(۲) چنانچہ اس نے محمد مصطفیٰؐ کو ایسا رسول بنایا جو مظہرِ صفاتِ خدا ہیں اور لاتعداد کمالات کے مالک ہیں(۳) اسی بندہ پر خدا نے ایسی کتاب نازل کی ہے کہ جس میں تمام علوم جمع ہیں اور اولین وآخرین کے لئے رضائے خدا کے حصول کا ذریعہ ہے جس کی مثل کتاب بنانے پر جن وانس قادر نہیں ہیں۔

آیت ۲:

بعض مفسرین نے قیماً کو کتاب کی صفت بیان کیا ہے مگر قیماً کا لفظ استقلال اور ثباتِ قدم کو ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آگے آیت میں رسول اللہؐ کے بارے میں ہے کہ لینذر (تا کہ ڈرائے عذاب سے خدا کے اور بشارت دے مومنین کو) لہٰذا لفظ قیماً رسول اللہؐ کے لئے آیا ہے کہ وہ خود قائم ہے اور مستقل ثباتِ قدم رکھتا ہے اور افراط وتفریط سے محفوظ ہے اور مصالحِ بندگان اور تبلیغِ دین کے لئے آمادہ ہے۔ مفسر کاشی نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

آیات ۴۔۶:

یہود نے عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے عیسیٰؑ کو اور کفار مکہ نے فرشتوں کو خدا کی اولاد کہا۔ ان آیات میں خدا نے ظاہر فرمایا کہ ان لوگوں نے بہت جھوٹی اور سخت بات خدا کے بارے میں کہی ہے۔ یہ کلمات خبرِ عذاب جہنم ہیں اور یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ ان تمام لوگوں کی نجات نہ ہوگی جنہوں نے خدا کے بیٹا بنایا ہے۔ مگر رسول خداؐ چاہتے تھے کہ وہ نصاریٰ، یہود اور اہل مکہ کو بھی مسلمان بنالیں۔ لہٰذا خدائے رحیم نے اپنے رسولؐ کو خطاب کیا کہ اگر یہ کافر و مشرک قرآن کو نہیں مانتے تو ان کی خاطر تم اپنی جان دیتے ہو اور سخت افسوس کر رہے ہو۔ تم ہرگز متفکر اور آزردہ خاطر نہ ہو۔ ہم نے زمین پر حیوانات، نباتات، معدنیات وغیرہ پیدا کی ہیں اور یہ اشیاء زینتِ زمین بھی ہیں اور انسان کی زندگی کا سامان بھی مہیا کرتی ہیں۔ یہ کافر ہماری ان تمام نشانیوں کو دیکھتے ہیں، ان سے فیض حاصل کرتے ہیں مگر پھر بھی خدا اور قرآن کو نہیں مانتے۔ اس لئے یہ خود اپنی نافرمانی کے ذمہ دار ہیں لم یومنوا بھذ الحدیث خدا نے رسول اللہؐ سے فرمایا ہے کہ تم کو صدمہ ہے کہ قرآن کو یہ کافر کیوں نہیں مانتے؟ اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ تم افسوس نہ کرو اس آیت میں حدیث قرآن کو کہا گیا ہے۔ نکتہ قابل غور یہ ہے کہ خدا نے قرآن کو حدیث فرمایا ہے اس سے ثابت ہے کہ قرآن حادث ہے قدیم نہیں ہے اور مخلوقِ خدا ہے۔

آیات ۷۔۸:

خدائے قدیر نے اظہار فرمایا ہے کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے وہ ہم نے انسان کے لئے پیدا کیا ہے تا کہ وہ اپنے اسبابِ حیات کو حاصل کر سکے اور ہم یہ آزمائش کرنا چاہتے ہیں کہ آرائش اور آسائشِ دنیا کتنے انسانوں کو ہم سے غافل رکھتی ہے اور کتنے ایسے ہیں جو ان تمام اشیاء کو ہمارا احسان، ہماری نعمتیں جانتے ہیں اور ایمان لا کر ثوابِ آخرت کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس کے بعد خدائے قدیر نے یہ بھی اظہار فرمایا ہے کہ دنیا اور اس کی زمین پر جو کچھ ہے اس کو ہم فنا کر دیں گے اور اس پر کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ لہٰذا عقل کی بات تو یہی ہے کہ انسان فنا سے پہلے اپنے

خالق ورازق و مالک پر ایمان لائے اور ابدی نعمات کا حقدار ہوجائے۔

آیت ۹:

خطاب رسول خداؐ سے ہے مگر بطور یاددہانی ہے اور غرض یہ ہے کہ رسول اللہؐ کو تسلی دی جائے کہ تمہارے عہد کے ہی انسان ایسے نہیں ہیں جو خدا اور رسولؐ کے نافرمان ہیں، بلکہ اصحابِ کہف کے زمانہ میں بھی کافر ومشرک اور ظالم موجود تھے جو مومنین جن کی تعداد محدود تھی کو آزار دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ہم اپنے مومن بندوں کے ہمیشہ محافظ اور مددگار رہے ہیں۔ تمہارے عہد کے مومنین بھی ہماری نصرت وحفاظت کو پائیں گے۔ تیسرے یہ کہ اصحابِ کہف انسان تھے اور ان کا رفیق کتا ایک حیوان تھا مگر ہم نے ان کو طویل عمر عطا کی اور وہ بغیر کھائے پیئے صدہا سال سے زندہ ہیں اور آخر ان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

آیات ۱۰۔۱۴:

کہف معنی غار کے ہیں۔ رقیم وہ جست کی تختی تھی جس پر ان اصحابِ کہف کے نام لکھ کر غار پر لٹکایا گیا تھا۔ بادشاہ دقیانوس ظالم اور بت پرست تھا مگر یہ افراد مومن و خدا پرست تھے۔ بادشاہ نے بت پرستی پر مجبور کیا اس لئے یہ افراد شہر سے باہر آ کر ایک غار میں چھپ گئے۔ خدا نے ان پر نیند مسلط کردی۔ بادشاہ مع وزیر کے آیا اور غار پر پہنچا۔ آخر ایک جست کی تختی پر ان کے نام لکھ کر غار پر لٹکا دی۔ تین سو نو سال کے بعد وہ خواب سے بیدار ہوئے۔ پھر بھوک لگی تو تملیخا کو بازار بھیجا۔ اس کو لوگوں نے اجنبی لباس اور صورت میں دیکھا۔ اس کے پاس جو درہم تھے وہ قدیم تھے لہٰذا لوگوں نے پوچھا کہ یہ قدیم خزانہ کہاں ملا؟ تملیخا نے بتایا کہ یہ وہ درہم ہیں جو ہم اپنے گھر سے لائے تھے۔ آخر اسے بادشاہِ وقت کے پاس لے گئے۔ بادشاہ سے تملیخا نے واقعاتِ فرار بیان کیے۔ آخر بادشاہ اور اس کے وزراء غار پر آئے تو انہوں نے غار کے دہانے پر تختی دیکھی جس میں ان کے نام و تاریخ لکھی تھی۔ تملیخا غار میں ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ خدا نے ان پر پھر نیند طاری کردی اور وہ ابھی خواب میں ہیں، انہوں نے اپنے ایمان کو چھپایا اور چاہا کہ اس کفرستان میں ان کا ایمان باقی رہے اس لئے خود کو غار میں چھپایا۔ لہٰذا خدا نے ان کو حیاتِ طولانی عطا کی اور ان کے ایمان کو باقی رکھا تاکہ ان کے ایمان و عمل کا بدلہ زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔ اب وہ زمانہِ رجعت میں جب حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدیؑ ظاہر ہوں گے اور تمام زمین پر ایمان ہی ایمان ہوگا کافر، مشرک، منافق قتل کیے جائیں گے تو اصحابِ کہف بھی امام حضرت مہدیؑ کے ساتھ مل کر راہِ خدا میں جہاد کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خدا نے یہ تفصیل اصحابِ کہف کے حالات اور ان کے ایمان کو بیان کیا ہے۔ خواہ مخواہ بعض مفسرین نے

بتایا ہے کہ وہ نصاریٰ تھے۔ خدا نے صاف صاف بیان کیا ہے(۱) یہ کہ جب وہ جوان مومنین غار میں پناہ کے لئے آئے تو انہوں نے غار کو اپنی پناہ گاہ تصور نہیں کیا بلکہ ایسے پختہ مومن تھے کہ آتے ہی خدا سے دعا کی فقالوا ربنا اتنا من لدنك رحمة ۔ (اے ہمارے پالنے والے اپنے پاس سے ہم کو رحمت عطا فرما)۔ وھی لنا من امرنا رشدا ۔ (اور اے پالنے والے ہماری مصیبت کے وقت میں ہم کو راہِ راست پر قائم رکھ)۔ دوم یہ کہ خدا نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی ہے کہ وہ مومن کامل تھے۔ انھم فتیة امنوا بربھم ۔ (وہ جوان اپنے پالنے والے مالک پر ایمان لائے تھے)۔ سوم یہ کہ خدا نے ان کے ایمان کا اجران کو دیا کہ ہدایت کو ان کے لئے اور زیادہ کردیا۔ وزدناھم ھدی وربطنا علی قلوبھم خدا نے فرمایا کہ انہوں نے ہم سے طلب ہدایت کی تھی لہٰذا ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کیا۔ یعنی ان کو طویل عمر عطا کی اور ان کے خواب کو عملِ نیک قرار دیا کہ زمانہ رجعت تک کے لئے وہ عمل نیک میں مصروف ہیں۔ ان کو صبر و استقلال عطا کیا کہ وہ دنیوی مصائب کو جھیل سکیں۔ چہارم یہ کہ اذقاموا جب بادشاہ دقیانوس نے بت پرستی کا حکم دیا تو اصحابِ کہف کھڑے ہوئے، انہوں نے راہِ خدا میں جہاد کیا اور ظالم بادشاہ کے سامنے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارا رب تو رب السموٰت والارض لن ندعوا من دونہ اِلٰھا ۔ (ہمارا تو خالق و رب آسمان و زمین کا مالک ہے۔ ہم ہرگز اس کے علاوہ کسی کو معبود نہ کہیں گے) اور یہ بھی کہہ دیا کہ خلافِ عقل بات ہم نہیں کہیں گے اور بت پرستی تو دور از عقل بات ہے ہی۔

آیت ۱۵:

اصحابِ کہف نے کہا کہ جابر بادشاہ کی وجہ سے قوم گمراہ ہوگئی ہے کیونکہ وہ بت پرستی پر کوئی روشن دلیل بیان نہیں کرسکتے اور خدا پر جھوٹ بولتے ہیں اس لئے وہ کافر ہیں۔

آیت ۱۷:

اس آیت نے اشارہ کیا ہے کہ اصحابِ کہف کہاں ہیں وہ غار کہاں ہے وہ جگہ بند ہے یا کشادہ ہے۔ آفتاب طلوع وغروب کے وقت اصحاب کہف پر تمازت نہیں ڈالتا۔ ان کے دائیں جانب اور بائیں جانب سے ہوکر گزر جاتا ہے۔ وہ غار غالباً قطب شمالی کے قریب ہے اور اصحاب کہف قدرتِ خدا کی نشانی ہیں۔

آیت ۱۸:

یہ آیات مسلسل واقعات اصحاب کہف کے بارے میں ہیں۔ مورخین نے ان کی تعداد مختلف بتائی ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں ہے اور علمِ قرآن رسولؐ و آل رسولؑ کو ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ سے ابنِ عباسؓ نے روایت کی ہے اور یہ

بھی فرمایا کہ قرآن میں یہ جولکھا ہے کہ ما یعلمھم اِلّا قلیل۔یعنی اصحاب کہف کے واقعہ اور تعداد کو صرف قلیل لوگ جانتے ہیں،تو ابن عباسؓ نے فرمایا: انا من ذالك القلیل۔ (میں اسی قلیل میں سے ہوں) جو تعداد اصحاب کہف کو جانتے ہیں بہرحال حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اصحاب کہف سات افراد ہیں۔ان کے نام یہ ہیں: ۱۔تملیخا ۲۔ مکشلینا ۳۔مشلینیا۔(یہ بادشاہ وقت کے دستِ راست تھے) ۴۔مرنوس ۵۔ پرنوش ۶۔شاذ نوش۔(یہ افراد بادشاہ کے دست چپ تھے) ۷۔مرطونش جو راعی رعیت تھا اور کتے کا نام قطمیر تھا۔ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اصحابِ کہف کے اسماء بطور تعویز لکھ کر جو بھی اپنے پاس رکھے گا کامیاب ہوگا۔

آیت کا خطاب رسولؐ سے ہے مگر غرضِ اظہار ہیبتِ غار اور ماحولِ اصحاب کہف سے ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ اصحابِ کہف کا اللہ محافظ و پاسبان ہے اس لئے انسان کی رسائی ان تک نہیں ہوسکتی ہے۔

آیت ۱۹:

اگر واقعہ صرف اتناہی بیان ہوگا کہ اصحاب کہف غار میں چلے گئے اور ان پر نیند غالب ہوگئی تو سننے والے شک کرسکتے تھے اور کہہ سکتے تھے کہ وہ غار میں پہنچ کر مر گئے۔اس شک کو دفع کرنے کے لئے خدا نے اظہار فرمایا کہ تین سو سال کے بعد ان کو زندہ کیا گیا اور انہوں نے باہم گفتگو کی۔ان کا سونا اور ان کے جسموں کا بغیر غذا کے باقی رہنا اور ان کے جسموں کا خراب نہ ہونا یہ سب قدرتِ خدا ہے۔

ازکیٰ طعاما زیادہ پاک کونسا کھانا ہے؟ اصحاب کہف نے ایک رفیق کو رقم دیکر کہا کہ بازار جا کر کھانا لاؤ مگر یہ دیکھ لینا کہ کھانا پاک ہو اس طرح حلال طعام کی فرمائش کی تھی۔یعنی حلال وحرام کے وہ عالم تھے۔

آیت ۲۰:

اصحاب کہف نے اپنے رفیق کو ہدایت کی کہ بازار جا کر لوگوں سے با اخلاق حسنہ بات کرنا اور با نرمی لین دین کرنا۔معلوم ہوا کہ وہ اخلاقِ حسنہ کے حامل تھے۔

آیت ۲۱:

اصحابِ کہف کا صدیوں خواب کی حالت میں رہنا پھر جاگنا اور پھر سوجانا اور زندہ رہنا عجیب نہیں ہے، بلکہ اظہارِ قدرتِ خدا ہے۔انسان کیوں نہیں سمجھتا کہ خدا مردوں کو پھر زندہ کرسکتا ہے اور قیامت کا دن حق ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ کہف جب غار میں دوبارہ سو گئے اور لوگوں نے دیکھا تو ان میں باہر جھگڑا ہوا۔کچھ لوگوں نے کچھ کہا اور کچھ نے کچھ کہا۔بہرحال آیت پتہ دیتی ہے کہ کچھ خدا پرست بھی تھے جنہوں نے یہ رائے دی کہ یہ اصحابِ کہف خدا کی نشانی ہیں اور ان کا واقعہ قدرتِ خدا کی یادگار ہے۔لہٰذا اس

جگہ پر ایک پختہ عمارت بنادی جائے اور اس عمارت کو ہم خدا کی عبادت کی جگہ یعنی مسجد بنالیں تا کہ آنے والی نسلیں بھی واقعہِ اصحابِ کہف کو یاد رکھ سکیں اور عبادتِ خدائے واحد بھی ہوتی رہے۔ کیونکہ خدا نے اصحابِ کہف کو اتنی طولانی نیند اور زندگی عطا کی ہے، اس کی قدرت کا اظہار بھی رہے گا۔ گویا نیک لوگوں کی یادگار بنانا خدا کو پسند ہے۔ اسی لئے لفظ مسجد لایا گیا ہے۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں ہے۔ خازنؒ نے کہا کہ **الذین غلبوا علیٰ امرھم** (وہ لوگ جو غالب ہوئے ان کے معاملہ میں) سے مراد بادشاہ تندوسین اور اس کے ارکان دولت ہیں۔ کیونکہ ان ہی کا حکم نافذ تھا اور وہ مسلمان تھے اور مسجد بنانے سے یہ غرض تھی کہ وہاں نمازیں پڑھیں اور برکت حاصل کریں۔ زجاج نے کہا ان کے ظاہر ہونے پر مومنین غالب ہوئے جو قیامت میں بعث ونشور کے قائل تھے کیونکہ مساجد تو مومنوں کے واسطے ہوا کرتی ہیں۔ واضح ہو کہ سراج و معالم تفاسیر وغیرہ میں یہ قصہ کسی قدر تفصیل سے ہے۔ توضیح یہ ہے کہ محمد بن اسحاق بن یسار نے ذکر کیا کہ اصحابِ کہف جس زمانہ میں جگائے گئے تھے، تو اس ملک کا بادشاہ مرد صالح مسلمان تھا۔ اس کو تندوسین کہتے تھے۔ (ص ۳۶۵) ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ وہاں دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک تو یہ چاہتا تھا کہ غار کو عمارت بنا کر بند کر دیا جائے اور دوسرا گروہ جو مسلمان تھا وہ چاہتا تھا کہ غار پر ایک عمارت ایسی بنادی جائے جو عبادتِ خدا کے لئے مخصوص ہو اور وہ مسجد ہو۔ آخر یہی گروہ غالب آیا اور وہاں مسجد بنادی گئی۔ اس آیت نے موجودہ عہد کے مسلمانوں کے اختلافِ مقابر اور مساجد اور شہداء کی یادگاروں کے معاملہ کو صاف کر دیا ہے۔

آیت ۲۲:

رسول اللہؐ کے پاس نصاریٰ نجران کا وفد آیا۔ ان کا سردار زولیس تھا۔ ایک کا نام سید دوسرے کا عاقب تھا۔ سید عالم تھا اس نے کہا کہ اصحاب کہف تین تھے ان کا چوتھا کتا تھا۔ عاقب نے کہا کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ اہلِ اسلام نے کہا کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا ہے۔ عبدالمسیح نے اہلِ اسلام کے قول کی تصدیق کی۔ خدا نے فرمایا کہ یہ یہود و نصاریٰ اٹکل پچو بات کہہ رہے ہیں ان کو کچھ علم نہیں ہے۔

میں حاشیہ سابقہ میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خدا نے جو فرمایا ہے کہ وہ کم لوگ جانتے ہیں اور خدا ان کی تعداد کو جانتا ہے تو قلیل اور کم لوگوں سے مراد ہم لوگ ہیں۔ یعنی رسول خداؐ ان کی آلِ اطہارؑ اور دوسرے اصحاب جن کو رسولؐ نے اس بارے میں بتایا ہے۔

آیت ۲۳:

اور اے رسولؐ تم کسی امر کے بارے میں نہ کہو کہ میں کل کرنے والا ہوں۔ مگر یہ کہو کہ اگر خدا نے چاہا۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وفدِ یہود نے رسول اللہؐ سے تین سوال کیے تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کل جواب دوں گا اور ان شاء اللہ نہیں کہا تو پندرہ دن یا کم وبیش رسولؐ پر وحی نہ آئی (حاشیہ قرآن مولانا محمود الحسن صاحب) دیگر بعض مفسرین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ یہاں خدا کی رسولؐ کو تہدید نہیں ہے بلکہ جب کبھی امت کو کوئی اہم حکم دیا ہے تو اس میں رسولؐ کو ہی مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ کُل قرآن کے مخاطب رسولؐ ہیں اور آپ ہی پر قرآن نازل ہوا ہے لہٰذا تاکیدی حکم کو بذریعہِ رسولؐ امت کو پہنچانا مقصود ہے اور امت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ امورِ دین و دنیا کا حاکمِ مطلق صرف خدا ہے۔ اس کا رسولؐ بھی اس کے حکم کے بغیر کسی قسم کے کام اختیار نہیں رکھتا بلکہ محکوم ہے۔ حقیقی توحید یہی ہے۔ اگر محمدؐ کو بھی کارہائے خدا میں شریک مان لیا جائے، تو یہ بھی شرک ہوگا۔ اسی وجہ سے خدا نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ جب کوئی مسلمان حتیٰ کہ رسولؐ بھی کسی کام کے بارے میں ارادہ کرے تو یہ کہے کہ ان شاء اللہ ایسا ہوگا۔ دراصل یہی درسِ توحید ہے۔

آیت ۲۴:

خطاب رسولؐ کو ہے مگر رسولؐ، قرآن اور احادیث گواہ ہیں کہ آپؐ کا نور پہلی مخلوق خدا ہے۔ اور آپؐ کا نور ہزار سال حجاباتِ قدرت میں ذکرِ خدا کرتا رہا ہے۔ خدا نے صرف اس آیت میں بذریعہ رسولؐ امت کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ کسی وقت کسی کام میں خدا کو نہ بھولیں تاکہ ان کی دنیا و آخرت کے کام درست رہیں اور شرِ شیطان سے محفوظ رہیں۔

آیات ۲۶، ۲۷:

خدائے قدیر نے بذریعہ قرآن اظہار کر دیا ہے کہ خدا کے حکم میں کسی کو دخل نہیں ہے۔ اس کا حکم مطلق ہے۔ تمام انبیاءؑ، ملائکہ، اولیاء، اوصیاء یہ سب محکومِ حکمِ خدا ہیں۔ اس آیت کے ماننے کے بعد کسی مسلم کو نہ چاہیے کہ وہ اپنے دنیوی و دینوی معاملات میں کسی اور حاکم قرار دے اور اپنی حاجات اس سے طلب کرے۔ البتہ خدائے قدیر نے اپنے انبیاءؑ اور ان کے اوصیاءؑ کو یہ حق دیا ہے کہ وہ درگاہِ خداوندی میں سفارش کر سکیں۔ لہٰذا درگاہِ خدا میں ان کو ذریعہِ سفارش بنانا خلافِ حکمِ خدا نہیں ہے۔ مگر خدا کے علاوہ کسی اور کو حاکمِ مطلق مان لینا شرک ہے۔ یہ آیت اس سوچ کی صریح ممانعت کرتی ہے۔ علاوہ بریں اصحابِ کہف کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ بھی حکمِ خدا میں شک کرنا ہے۔ خدا نے جس طرح اصحاب کہف کو رکھا اور جتنی مدت کے لئے ان کو زندگی دی ہے وہ

اس کا حکم ہے۔ اصحاب کہف تو صرف مومن بندے تھے۔ جب اس نے مصلحتاً ان کو اتنی طولانی زندگی عطا کردی ہے تو اگر اس نے حضرت عیسیٰؑ، خضرؑ اور امام عصر حضرت مہدی علیہ السلام کو طول حیات عطا کی تو تعجب اور شک نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس کے حکم میں شک کرنا کفر وشرک ہے۔

لا مبدل لکلمتہ۔ (خدا کے کلموں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے)۔ یعنی اس نے جو مقدرات اور احکام مقرر کردیئے ہیں اور جس عنوان پر اعمالِ بد و نیک کی سزائیں و جزائیں مقرر کردی ہیں وہ حق ہیں ان کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

آیت ۲۸:

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت مخصوص طریقہ پر مومنین کے ایمان کی تصدیق کے لئے نازل ہوئی ہے اور ان مومنین کی خدا نے مدد فرمائی ہے۔ روساءِ مکہ یا مدینہ نومسلم تھے یا ابھی ایمان نہ لائے تھے، خدمتِ رسولؐ میں آتے تو بہانہ بازیاں کرتے تھے کیونکہ ایمان ان کے دلوں میں پیوست نہیں ہوا تھا اور بعض تو کافر ہی تھے۔ لہٰذا وہ اعتراضاً کہتے تھے کہ محمدؐ کو فقراء نے گھیر رکھا ہے۔ ان کے لباسوں سے بدبو آتی ہے۔ پھر ہم کیونکر رسولؐ کے ساتھ بیٹھیں اور ان کے کلام کو سنیں۔ من جملہ ان کے امیہ بن خلیفہ، عنیبہ بن حصین و اقرع بن حانس وغیرہ معترض تھے اور جن مومنین کو وہ حقیر جانتے تھے ان کے نام ہیں: صہیبؓ وعمارؓ وخبّابؓ وسلمانؓ و ابوذرؓ۔ یہ غرباء تھے مگر رسولؐ کو بہت پیارے تھے۔ اکثر اوقات ساتھ رہتے، ساتھ نماز پڑھتے۔ علاوہ بریں سات سو اہل صفہ تھے جو غرباء تھے مگر مومنین تھے۔ خدائے قدیر نے غرباءِ مومنین کو فضیلت دی ہے ان مالداروں پر جن کو غرورِ دولت ہو۔ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری امت میں ایسے با ایمان موجود ہیں کہ مجھ کو ان کی معیت کا حکم دیا گیا ہے۔

آیت ۲۹:

یہاں حق سے مراد قرآن ہے جو قرآن کو مانتا ہے مومن ہے جو نہیں مانتا وہ کافر ہے اور عذابِ جہنم کا مستحق ہوگا۔ انسان مختار ہے چاہے ایمان کو قبول کرے یا کافر ہوجائے۔ اس آیت نے بھی اس معاملہ کو صاف کردیا کہ خدا نہ کسی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایمان لائے یا کافر ہوجائے بلکہ انسان کا اپنا فعل ہے جو چاہے وہ کرے۔

آیت ۳۰:

سابقہ آیات میں ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن اور رسولؐ کا انکار کرنے والے سخت عذاب کا مزہ چکھیں گے مگر جنہوں نے نیک عمل کیے اگرچہ بظاہر وہ فقیر وغریب ہیں جیسے سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، صہیب بن سنانؓ، خباب بن ارثؓ وغیرہ مومنین مخلصین، خدا نے ان کے لئے ایسی جنتیں بنائی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ان کے

لئے آسائش و آرائش کا وہ سب سامان موجود ہوگا جو ان کے دلوں کو مرغوب ہوگا۔

آیت ۳۱:

سندس ریشمی باریک لباس و استبرق عمدہ اور موٹا لباس جو زرق برق ہوگا۔ سبز رنگ ہوگا۔ وہ مومنین آمنے سامنے شاہانہ طور پر تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ یہ شان و شوکت ولباس و زیورات صرف خیالی و تصوراتی نہ ہوں گے بلکہ حقیقی معنی میں اسی طرح ہوں گے جس طرح وہ مومنین دنیا میں دیکھتے تھے۔ مگر وہ ان دنیوی لباس سے بہتر و اعلیٰ ہوں گے۔ اس آیت میں خدا نے سندس، استبرق، سونا، تخت، سبز لباس کا ذکر کیا ہے۔ یہ تمام اشیاء مادی ہیں لہٰذا یہ ثابت ہے کہ انسان کو جسم مثلِ جسمِ سابق کے ملے گا اور نعماتِ جنت بھی حسبِ خواہشِ قلبِ مومنین ہوں گی فرضی اور تصوراتی نہ ہونگی۔

آیت ۳۲:

بعض مفسرین نے یہ دو آدمی فرضی بتائے ہیں مگر تفسیر اہلبیتؑ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے دو آدمیوں کے واقعہ کے سنانے کا رسول اللہؐ کو حکم دیا ہے۔ لہٰذا وہ دو آدمی رسول اللہؐ کے علم میں تھے۔ تفسیر منہج الصادقین (پ ۱۵۔ ص ۲۴) پر ہے۔ یہ دو آدمی بنی اسرائیل میں سے دو بھائی تھے۔ ایک کا نام یہودا تھا وہ مومن تھا اور دوسرے کا نام قطروس تھا وہ کافر تھا۔ دونوں نے باپ کی میراث سے چار چار ہزار دینار پائے۔ قطروس نے عالیشان مکان و سامان آرائش و آسائش خریدا، باغات خریدے اور زمینیں خریدیں۔ خدا نے باغات کو سرسبز کر دیا۔ پھل آئے وہ دولتمند تر ہوگیا۔ یہودا نے اپنے چار ہزار دینار کو راہِ خدا میں غرباء میں تقسیم کر دیا اور کہا کہ میں نے جنت کا مکان جنت کی نعمات اور حوریں خریدی ہیں۔ قطروس نے یہود۔ کو ملامت کی کہ تو فقیر ہوگیا اور اس کو ساتھ لیکر اپنے باغات میں گیا اور فخر کرتے ہوئے کہا کہ میں اب ہمیشہ دولتمند رہوں گا اور تو فقیر رہے گا اور میری اولاد بھی بکثرت ہے اور یہ بھی کہا کہ خدا نے میری ذاتی حیثیت کی وجہ سے مجھ کو دنیا میں سب کچھ دیا ہے لہٰذا آخرت میں بھی میں کامیاب رہوں گا۔ اس پر یہودا نے کہا کہ تو نے اپنی دولت کو اپنی کمائی بنایا ہے حالانکہ وہ اللہ کی دَین اور اس کا عطیہ ہے لہٰذا یاد رکھ کہ تو کافر ہوگیا اور آخرت کا منکر ہے۔

آیت ۳۵:

قطروس اپنے بھائی یہودا کو لیکر باغ میں گیا وہ مغرور تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ سب کچھ اس نے خود حاصل کیا ہے۔ وہ اپنے بھائی کے مقابلہ میں فخر کر رہا تھا جو خلاف حکمِ خدا تھا۔ لہٰذا اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور اسی ظلم کا بدلہ اس کو یہ ملا کہ آسمان سے ایک صاعقہ آیا جس نے باغ وغیرہ کو جلا کر خاک کر دیا۔

آیت ۳۶:

آج بھی دنیا میں ایسے افراد موجود ہیں جو بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں، شریعت کا پابند کہتے ہیں، نعماتِ آخرت کا اپنے کو حقدار جانتے ہیں اور فخر کرتے ہیں مگر مومنین غرباء کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ ان کو گوارا نہیں ہے کہ ان کی محفل میں کوئی فقیر غریب آجائے۔ وہ غرورِ دولت میں احکامِ خدا سے لاپرواہ ہیں۔ وہ شبانہ روز ایسے افعال میں مصروف ہیں جن کو صریحاً خدا نے منع کیا ہے۔ یہ نام نہاد مسلمان اپنی جگہ پر غور کریں کہ خدا نے یہ واقعہ ان کی عبرت کے لئے بیان کیا ہے اور اپنے رسولؐ کو حکم دیا ہے کہ بنی اسرائیل کے دو بھائیوں کا ذکر اپنی امت کے لوگوں کو سنا دو تا کہ وہ افعالِ قبیحہ اور غرورِ بے جا سے بچتے رہیں، ورنہ صرف زبانی دعویٰ کہ ہم کو آخرت میں خدا اسی طرح سب کچھ دے گا جیسا کہ ہم نے اپنی محنت سے دنیا میں پیدا کر دیا ہے۔ ہم دنیا میں معزز زندگی بسر کر رہے ہیں آخرت میں بھی معزز زندگی بسر کریں گے اور رہے غربا تو یہ یہاں بھی پھٹے حال ہیں وہاں بھی خدا کے نزدیک قابلِ توجہ نہ ہوں گے۔ یہ ان کا محض گمان ہے جیسے کہ قطروس نے گمان کیا تھا اور آخر صاعقۂ عذاب نے اس کا غرور ختم کر دیا۔

آیت ۳۷:

یہودا مومن تھا اس نے اپنے مغرور دولت مند بھائی کو حق کی تبلیغ کی اور بتایا کہ اول تو خدا کا منکر ہے کیونکہ تو نے اپنی دولت اور باغات کو نہ فنا ہونے والا ظاہر کیا اور یہ گمان کیا کہ تو خود اپنی قسمت کا مختار ہے اس لئے تو نے خدا کی بخشش کا انکار کیا۔ دوم یہ بتایا کہ اے قرطوس تو کیوں بھول گیا کہ خدا نے تجھ کو مٹی سے پیدا کیا یعنی آدمؑ کو مٹی سے بنایا اور اسی کی تو اولاد ہے۔ پھر یہ کیوں بھول گیا کہ تو باپ کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے جس میں کوئی طاقت نہ تھی۔ خدا نے ہی اس قطرۂ آب سے انسان کی خلقت کی ہے۔ تو یہ کیوں بھول گیا کہ اب جو تو ایک قوی جثّہ انسان ہے اور اپنی طاقت پر نازاں ہے یہ قوی جسم بھی خدا نے ہی دیا۔ چہارم تو اس لئے بھی کافر اور مشرک ہے کہ تو نے باغات و اولاد کو اپنا کارنامہ تصور کیا۔ خدا کی بخشش و عطا اس کو نہ جانا اور اگر تو خدا کی بخشش و عطا جانتا تو ضرور کہتا **ماشاء اللہ لاقوۃ الّا باللہ**۔ (جو خدا نے چاہا وہ ہوا اور صرف خدا ہی کی قدرت سے سب کچھ ہوتا ہے) لفظی ترجمہ متن میں دیکھئے۔ اس واقعہ کو خدا نے بہ زبانِ حضرت محمدؐ امتِ حضرت محمدؐ کو سنایا ہے کہ وہ قطروس کی مانند مغرور نہ ہوں اور اپنے کو تباہی سے بچائیں۔ قرآن کی یہ مثال ہے مگر اس کے نمونے ہر زمانے میں خدا دکھاتا ہے۔ صرف افراد ہی نہیں بلکہ اقوام بھی بوجہ نافرمانیٔ خدا زوال و عذاب کی زد میں آتی رہتی ہیں۔ صرف چشمِ بینا و چشمِ بصیرت کی ضرورت ہے۔ ایسے واقعات تو دنیا میں برابر رونما ہوتے رہتے ہیں۔

آیت ۴۳:

اس آیت نے بظاہر یہ بیان کیا ہے کہ قطروس کے غرور کا سر نیچا ہوا اور صرف ہوا کے ایک جھونکے نے اس کے

باغات واموال کو فنا کر دیا اور اس کو اس تباہی سے کوئی نہ بچا سکا مگر یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ انسان کیوں خدا کو بھول کر اس کی قدرت کا منکر بنتا ہے؟ کیا وہ نہیں دیکھتا جب اس پر دنیوی کوئی آفت یا بڑی مصیبت پڑتی ہے تو اس آفت کو اس کی ذات سے کوئی دور نہیں کرسکتا اور جب قہرِ خدا کسی قوم پر واقع ہوتا ہے تو اسے فنا کر دیتا ہے اور اس کو کوئی قہرِ خدا سے نہیں بچا سکتا۔ انسان اتنا مجبور ہے اس پر وہ مغرور ہو کر خدائے قدیر سے منحرف ہوتا ہے اور پھر عذابِ آخرت کا بھی مستحق بنتا ہے۔

آیت ۴۴:

الولایۃ للہ الحق۔ ولایت یعنی حکومتِ مطلقہ صرف خدا کے لئے ہے۔ اس کے حکم میں کسی کو چوں و چرا کا حق نہیں ہے اور نہ اس کے حکم کو کوئی ٹال سکتا ہے۔ وہ حاکم مطلق ہے۔ مسلمان کا یہی اعتقاد ہونا چاہیے۔ وہی خدائے لاشریک اچھے اعمال پر ثواب دے گا اور بداعمالی کی سزا دے گا اور مومن کے لئے بہتر سے بہتر صلہ دینے والا ہے اور مومن کا انجام بہتر ہی ہوگا کیونکہ خدا اس کا ولی یعنی مددگار اور سرپرستِ اعلیٰ ہے۔

آیت ۴۵:

خدائے قدیر نے بہ زبانِ رسول اللہؐ زندگانیِ دنیا کی مثال پیش کی ہے جو حقیقت ہے اور عبرت آموز ہے۔

واقعہ:

ایک مرد بزرگ نے بیان کیا ہے کہ میں کوفہ گیا اور خورونق اور سدیر سے گزرا۔ میں نے نعمان بن منذر کے محلات کو دیکھا کہ سب منہدم وخراب ہوگئے تھے۔ میں تا دیر افسوس کرتا رہا۔ اور میں نے کہا: **این سکانك واین جیرانك واین اموالك و این خدمك**۔ (اے آثارقدیم تیرے ساکن، تیرے ہمسایہ، تیرے اموال، تیرے خادم اور ملازمین کہاں گئے؟) آوازِ غیب آئی: ان کو فنا کر دیا گردش زمانہ اور سختیوں نے اور ان کے باشندوں کو ہلاک کر دیا مصائب اور شدائدِ دنیا نے۔

واقعہ:

عبدالملک بن عمیر نے روایت کی ہے کہ قصرِ کوفہ میں امام حسینؑ کے سر اقدس کو عبید اللہ ابن زیاد کے سامنے رکھا ہوا دیکھا اور عبید اللہ ابن زیاد کا سر مختار ثقفیؒ کے سامنے رکھا ہوا دیکھا۔ اور مختار کا سر مصعب ابن زبیر کے سامنے دیکھا اور مصعب ابن زبیر کا سر عبدالملک ابن مروان کے سامنے رکھا دیکھا۔ اور یہ سب بارہ سال کی مدت میں ہوا۔

رسول خداؐ نے فرمایا ہے: **ما امتلت دار حبرۃ الا امتلات عبرۃ**۔ کوئی گھر خوشی سے نہیں بھرتا مگر یہ کہ

وہ آنکھوں کے آنسوؤں سے پُر ہوتا ہے۔

آیت ۴۹:

سابقہ آیات میں ذکر ہے کہ دنیا اور دنیا کی ہر شئے فانی ہے۔منجملہ ان کے یہ ہے کہ زمین پر بارش ہوتی ہے اس سے کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں، سرسبز ہوتی ہیں مگر پھر وہ اپنی فطری مدت پر خشک ہوجاتی ہیں۔ اس مثال میں ہے کہ پانی کا برسانا، پانی کا درختوں اور پودوں کی نسوں اور رگوں میں پہنچنا، ان کا بڑھنا، پھلدار ہونا، پھر وقتِ معینہ پر ان کا خشک ہوجانا، ان سے اناج کا حاصل ہونا یہ سب برکتِ خدا ہے مگر جس طرح زراعت خود باقی نہیں رہتی مگر اس سے حاصل کردہ اناج انسان کے لئے سامانِ حیات مہیا کرتا ہے اسی طرح انسان اس دنیا میں ہمیشہ باقی نہ رہے گا۔ وہ بلحاظِ جسم فنا ہوجائیگا مگر اس کا عمل اس کی حیاتِ ثانیہ میں اس کے کام آئے گا۔مگر جو لوگ اس زندگی ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں تو ایسا ہے کہ کوئی بیوقوف زراعت کو ہمیشہ ایک حالت پر دیکھنا چاہے گا۔ اگر زراعت ایک حالت پر باقی رہے گی اور وہ خشک نہ ہوگی تو غلہ کیونکر پیدا ہوسکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ۔ (زندگانیِ دنیا آخرت کی کھیتی ہے)۔ دوم یہ کہ خدا نے فرمایا کہ انسان اپنی دولت اور اولاد کو ہی اپنی دنیا و آخرت کا سرمایہ جانتا ہے اور ان میں مصروف اور مشغول ہوجاتا ہے تو یہ اس کی بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ دولت اور اولاد خدا کا عطیہ ہیں اور وہ دونوں چیزیں فانی ہیں۔ نہ وہ ہمیشہ باقی رہے گا نہ اس کی دولت اور اولاد باقی رہے گی۔لہٰذا انسانِ عاقل کا کام یہ ہے کہ وہ فانی اشیاء کا دامن نہ پکڑے بلکہ خدائے قدیر اور باقی کا دامن پکڑے کہ اس کو حیاتِ ابدی اور نعماتِ دائمی حاصل ہوں۔ سوم یہ کہ انسان کی نظر سر بہ فلک پہاڑوں کی طرف جاتی ہے اور وہ یہ سمجھتا یہ کہ بھلا اتنے مضبوط پہاڑ کیسے فنا ہوسکتے ہیں؟ اور جب پہاڑ فنا نہ ہوں گے ہم بھی فنا نہ ہوں گے۔ خدا نے فرمایا کہ خدا ایسا قادر ہے کہ اس نے ہی ان مضبوط بلند پہاڑوں کو پیدا کیا ہے اور ایک دن ایسا ہوگا کہ یہ پہاڑ متحرک ہوکر اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔ چہارم یہ کہ انسان یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ نہ ہوگا۔وہ یاد رکھے کہ ہم تمام مرنے والوں کو روزِ حشر جمع کردیں گے۔ ان کے اعمال نامہ ان کے ہاتھوں میں ہوں گے اور وہ خود اپنے اعمال کے گواہ ہوں گے۔

خدائے قدیر نے قرآن میں باربار ظاہر فرمایا ہے کہ انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔عمل کے مطابق ہی خدا اس کو جزا اور سزا دیگا۔ انسان مجبور نہیں ہے جیسے کہ اہلِ اسلام میں ایک فرقہ قائل ہے کہ خدا ہی شر و خیر کا فاعل ہے اور انسان مجبور ہے ایسا عقیدہ خلافِ حکمِ خدا ہے۔

آیت ۵۰:

خدائے قدیر نے پھر ایک بار امتِ محمدؐ کو خبردار کیا ہے اور شیطان کی نافرمانی یاد دلائی ہے اور بتایا ہے کہ انسان کے باپ آدمؑ کو شیطان نے سجدہ نہ کیا اور حکمِ خالق کی نافرمانی کی۔ اب تم انسان ہو کر اپنے حقیقی باپ آدمؑ کے دشمن کو اپنا حاکم یا ولیِ امور بناتے ہو۔ یہ شیطان تو اولادِ آدمؑ کا دشمن ہے، گمراہ ہے اس کے ذریعہ تم کیونکر راہ ہدایت پاسکتے ہو اور یاد رکھو کہ خدا گمراہ کو اپنا مددگار نہیں بناتا۔ یعنی گمراہ کو عہدۂ ہدایت، رسالت، نبوت، امامت و ولایت نہیں دیتا بلکہ خدا تو مومنین مخلصین کو کارِ ہدایت پر مامور کرتا ہے۔

آیت ۵۴:

اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ خدا کی ہر مخلوق خواہ جمادات ہوں کہ حیوانات ہوں یا سیارگان ہوں یا شمس وقمر وثوابت ہوں حکمِ خدا کے مطیع ہیں۔ سرِ مُو اپنے فرائض منصبی سے انحراف نہیں کرتے البتہ یہ انسان اپنے خالق کے ماننے میں اور اس کے احکام کے پیروی میں چوں و چرا کرتا ہے اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتا ہے۔ انسان کو تو خدا نے اعلیٰ فہم و ادراک دیا ہے لہٰذا اس کو تو سب سے آگے بڑھ کر اپنے خالق، رازق اور حاکم کو پہچاننا چاہیے تھا تاکہ اس کا فریضہِ فطری و انسانی پورا ہو۔

آیت ۵۵:

خدائے قدیر نے ہم پر رحم کرتے ہوئے بار بار عجائبِ قدرت کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اصحابِ کہف کا واقعہ بیان کیا۔ پھر آدمؑ کی خلقت وحکمِ سجدہ کو بیان کیا۔ پھر ابلیس کی نافرمانی کا ذکر کیا۔ پھر مشرک جن چیزوں کو خدا کا شریک قرار دیتے ہیں ان شرکاءِ مفروضہ کے ناکارہ ہونے کے ذکر کیا۔ پھر آتشِ جہنم کے عذاب کا حال بیان کیا اور مجرموں کا عذابِ جہنم میں جلنے کا بیان ہوا۔ پھر خدا نے اپنے حبیب حضرت محمدؐ کو تسلی دینے کے لئے یہ ظاہر فرمادیا کہ انسان جدال پسند ہے، جھگڑا کرنے میں سب سے آگے ہے۔ پھر اپنے رسولؐ پر یہ بات واضح کی کہ اسے رسولؐ تم غم نہ کرو۔ یہ کفّارِ مکہ وعرب جو تمہاری نافرمانی کررہے ہیں یہ بھی انہی کی نسل ہیں جو پہلے انبیاءؑ کے وقت میں نافرمانی کرچکے۔ جو وہ کہتے تھے وہی یہ بھی کہہ رہے ہیں۔ یعنی سرکشانِ امم سابقہ نے اپنے رسولوںؐ کا مذاق اڑایا، کلامِ خدا سے ٹھٹھا کیا اور یہی کہتے رہے کہ ان پر عذاب موعود آجائے۔ آخر عذاب آیا تو پھر ان کے بعد ان کی اولاد نے بھی یہی کیا اور ان پر بھی عذاب آیا۔ اسی طرح کفار مکہ وعرب بھی یہی چاہتے ہیں کہ ان پر بھی عذاب آئے اور دنیا کے مصائب وتباہی میں مبتلا ہوں یا ان پر وہ عذاب سخت آجائے کہ ایک دم ان کو فنا کردے۔ ان پر

بار بارعذابِ خدا کی خبریں پہنچ چکی ہیں مگر پھر بھی سرکشی و نافرمانی پر آمادہ ہیں۔

آیت ۵۷:

کفارِ عرب جانتے ہیں کہ سابق میں جتنے بھی رسول آئے وہ منجانبِ خدا تھے۔ وہ عذاب و نافرمانیٔ خدا سے ڈرانے والے تھے اور نعماتِ جنت و فلاحِ دارین کی بشارت دینے والے تھے۔ اور اے محمدؐ اس طرح ہم نے تم کو بھی نذیر و بشیر بنا کر بھیجا ہے مگر یہ لوگ ظالم ہیں کہ حق کو نہیں پہچانتے۔ لہٰذا خود اپنے ظلم کا بدلہ پائیں گے۔ دنیا کی ذلت اور آخرت کا عذاب ان کو دیا جائے گا چنانچہ جنگِ بدر سے جنگِ تبوک تک تمام غزوات میں کفار کو شکست ہوئی۔ کفار قتل ہوئے، قید ہوئے، مغلوب رہے اور عذابِ قیامت کے مستحق ہوئے۔

قرآن میں اس مضمون کی آیات کئی جگہ ہیں اور بعض مفسرین نے غلط سمجھا ہے کہ خدا بلا وجہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے۔ غور طلب یہ امر ہے کہ خدا اپنے رسولؐ کو آئندہ کارکردگی اور تبلیغ کے لئے ہدایات کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ حقیقتِ قلوبِ کافرین کا ذکر اس آیت میں بھی کیا ہے کہ اے رسولؐ تم غم نہ کرو جو تمہاری اطاعت نہیں کرتے ہیں وہ خود ظالم اور منکرِ آیاتِ خدا ہیں۔ دنیا میں ان کو ہم نے پہلی سزا یہ دی ہے کہ ان سے اپنی توفیقِ نیک کو سلب کرلیا ہے تاکہ دنیا و آخرت میں اپنے اعمالِ بد کا مزہ چکھیں۔

آیت ۵۸:

اس آیت میں بھی خدا نے اپنے رسولؐ کو مطمئن کیا ہے کہ اے رسولؐ تمہارا رب غفور اور رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں پر ہمیشہ مہربان رہا ہے۔ اس کا کرم و رحم ہے کہ وہ بار بار بندوں کی ہدایت کے لئے انبیاءؑ کو مبعوث کرتا رہا ہے اور بندوں کی نافرمانیوں سے چشم پوشی کرتا رہتا ہے۔ اگر وہ ان کی نافرمانیوں کے بدلہ عذاب کرتا تو ایک فرد بشر بھی زندہ نہ رہتا۔ وہ نافرمانیاں کرتے رہتے ہیں مگر ہم نے ان کی سزا و جزا کے لئے ایک وقت معین کر دیا ہے، اس لئے تم بااطمینان اپنا کارِ تبلیغ جاری رکھو۔ اور احکام قرآن کو پہنچاتے رہو یہی تمہارا فریضہ ہے۔

آیت ۵۹:

حضرت محمدؐ کی رسالت سے پہلے متعدد رسول اور نبی آئے۔ ان کی امتوں نے گمراہی اختیار کی اور عذابِ دنیا و آخرت کو جھٹلایا اور اپنے رسولوںؑ سے عذاب طلب کیا۔ آخر عذاب آیا اور وہ بستیاں اس طرح تباہ و برباد ہوئیں کہ پھر آباد نہ ہوسکیں۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرینِ طبقات الارض کھود کھود کر ان بستیوں کے نشانات نکالتے رہتے ہیں۔ ہر ملک میں یہ محکمہ قائم ہے اور آثارِ قدیمہ جن کی تاریخ کا بھی سراغ نہیں ملتا وہ زمین کے طبقات

سے نکلتے رہتے ہیں۔ نہ معلوم کتنی بستیاں ہوں گی جن کے آثار ابھی تک نہیں ملے۔ خدائے قدیر نے اپنے رسولؐ کو بتایا ہے کہ ان بستیوں کے باشندوں نے ظلم اختیار کیا۔ یعنی پہلا ظلم تو یہ تھا کہ خدا کا انکار کیا۔ پھر خدا کا شریک دوسروں کو قرار دیا۔ پھر انبیاءؑ کو قتل کیا۔ پھر آیاتِ خدا کو جھٹلایا، پھر باہم انسانوں کے حقوق غصب کیے اور اپنے ابنائے جنس پر ظلم وستم کرتے رہے۔ لہٰذا ان پر عذابِ دنیا آیا اور عذابِ آخرت میں وہ ہمیشہ مُعذَّب رہیں گے۔ خدا عادل ہے اس نے اسی حالت میں اقوام کو فنا و ہلاک کیا جبکہ ان کی درندگی اور حیوانیت حد سے بڑھ گئی۔ یہ طریقہ بدلا نہیں ہے اب بھی تہدیدی طور پر دنیوی عذاب اقوامِ نافرمان پر آتے رہتے ہیں۔ مگر خدا نے اپنے آخری رسول حضرت محمدؐ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ امتِ محمدؐ پر عذاب نہ لائے گا، وہ عذاب جو پہلی امتوں پر آیا کرتا تھا۔ البتہ تہدید وتنبیہ وعبرت کے لئے ایسے عذاب آتے رہیں گے جو خود انسانوں کے ہاتھوں کے پیدا کردہ ہوں گے اور اس کا نتیجہ ہوں گے۔

آیات ۶۰ تا ۶۶:

حضرت موسیٰؑ جب فرعون اور فرعونیوں سے بنی اسرائیل کو نجات دلا چکے تو آپؑ نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور اس مجمعِ کثیر میں خطبہ دیا۔ فرعونیوں کے غرق ہونے کا ذکر کیا اور عذابِ الٰہی کو بیان کیا۔ مجمع میں نالہ و بکا پیدا ہوا۔ پھر موسیٰؑ نے بنی اسرائیل پر خدا کی نافرمانیوں کو بیان کیا اور ان کی نجات اور حکومت پانے کا ذکر کیا کہ خدا نے ملکِ فرعون پر ان کو قابض کر دیا ہے۔ بنی اسرائیل نے شکر ادا کیا اور کہا کہ اے موسیٰؑ دنیا میں آپ سے زیادہ بھی عاقل اور عالم کوئی اور بھی ہے؟ موسیٰؑ نے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ عالم ہوں۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور سلامِ خدا پہنچایا اور کہا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ اے موسیٰؑ تم کو تو یہ کہنا چاہیے تھا اللہ اعلم، (اللہ سب سے بہتر عالم ہے۔) اسی وقت موسیٰؑ نے مناجات کی اور درگاہِ خدا میں عرض کیا کہ خدایا روئے زمین پر مجھ سے بھی زیادہ عالم ہو تو مجھ کو اس تک پہنچا دے تاکہ میں اپنے علم کو پورا کروں۔ خدا نے بتایا کہ میرا ایک بندہ خضرؑ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے (خضرؑ فریدوں بادشاہ کے عہد میں تھے اور ذوالقرنین کے مقدمہ لشکر تھے) حضرت خضرؑ مجمع البحرین یعنی بحرِ فارس اور روم کے سنگم میں رہتے تھے۔ بہرحال موسیٰؑ نے یوشع بن نون بن افراہیم بن یوسفؑ کو اپنے ہمراہ لیا۔ طعامِ سفر روٹی اور بھنی مچھلی کو بنایا۔ موسیٰؑ نے یوشع سے کہا کہ ہم مسلسل سفر کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ہم خضرؑ کو پائیں۔ اثناءِ راہ میں ایک پہاڑی پر قیام کیا۔ موسیٰؑ سو گئے پھر دونوں سفر پر روانہ ہوئے۔ راہ میں بھوک لگی موسیٰؑ نے یوشع سے کھانا طلب کیا تو معلوم ہوا کہ زادِ راہ کو چٹان پر چشمہ آب پر بھول آئے ہیں۔ نسیا حو تھما۔ (وہ دنوں اپنی مچھلی کو چھوڑ آئے ہیں)۔ بعض نے ترجمہ بھول آئے ہیں لکھا ہے یہ لفظی ترجمہ ہے مگر نبی ورسول پر نسیان طاری نہیں ہوتا لہٰذا تفسیر اہل بیتؑ میں اس لفظ کی تفسیر 'ترک کرنے' سے کی ہے۔ جب اس چٹان اور چشمہ پر پہنچے تو وہ بھنی ہوئی مچھلی دریا میں

جا چکی تھی۔ اس وقت موسیٰؑ نے کہا یہی شئے تو ہم چاہتے تھے یعنی بمطابقِ وحیِ الٰہی موسیٰؑ کو علم تھا کہ جس جگہ مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائیگی وہ مقامِ خضرؑ ہوگا۔ لہٰذا موسیٰؑ نے سمجھ لیا کہ یہی تو ہماری منزلِ مراد ہے۔ پس وہاں ان کی ملاقات حضرت خضرؑ سے ہوئی۔ حضرت خضرؑ نبی ہیں اور ان کو طویل عمر خدا نے عطا کی ہے۔ عہدِ حضرت محمدؐ میں بھی زندہ تھے مگر ان کی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور نبیِ آخر صرف حضرت محمدؐ ہی قیامت تک ہیں۔

موسیٰؑ کو خدا نے توریت عطا کی تھی لہٰذا موسیٰؑ کو گمان ہوا کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں خدا نے ظاہر کر دیا کہ ان کا علم محدود ہے۔ ان سے بہتر علم رکھنے والے بھی خدا نے پیدا کیے ہیں۔ ان میں سے ایک خضرؑ بھی تھے اور حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ کا درجہ علم میں تمام انسانوں سے بلند ہے۔ چنانچہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا گیا کہ خضرؑ زیادہ عالم تھے یا موسیٰؑ؟ آپؑ نے فرمایا کہ خضرؑ نے کچھ سوال کیے۔ مگر موسیٰؑ جواب نہ دے سکے۔ اگر وہ دونوں میرے سامنے آتے تو میں دونوں کے سوالات کا جواب دیدیتا مگر میرے سوالات کے جواب وہ دونوں نہ دے سکتے تھے۔ امامؑ نے اس لئے فرمایا کہ خدا نے حضرت محمدؐ سے خطاب کیا تھا: **علّمك مالم تكن تعلم**۔ (سورۂ النساء، آیت: ۱۱۳)۔ (اے محمدؐ میں نے تمام علوم تم کو سکھا دیئے جو تم نہیں جانتے تھے)۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے جد سے یہی علم میراث میں پایا تھا۔

آیات ۶۷، ۶۸:

موسیٰؑ نے صبر کرنے کا وعدہ کیا مگر خضرؑ نے کہہ دیا کہ تم کو جو علم نہیں دیا گیا اس پر تم صبر نہیں کر سکتے۔ تم معذور ہو اس لئے میرے ساتھ چلنا بے کار ہے۔ آخر وہی ہوا جو خضرؑ نے کہا تھا۔ آیات قرآن نے تفصیلاً واقعہ بیان کیا ہے کہ موسیٰؑ بار بار ضبطِ نفس و صبر کا وعدہ کرتے تھے مگر پھر قابو سے باہر ہو جاتے تھے اور خضرؑ ان کو ان کی معذرت کی وجہ سے اور خدا کے فرمان کی وجہ سے ساتھ رکھتے تھے اور موسیٰؑ کو محسوس کراتے تھے کہ موسیٰؑ تم کو خدا نے حسب ضرورت امت و زمانہ علم دیا ہے اور علمِ خدا لامحدود ہے اور اس نے اس علم کے وارث بھی بنائے ہیں۔

آیت ۷۳:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: **قال موسیٰ لا تواخذنی بما نسیت** ای **بما ترکت من عهدك**۔ موسیٰؑ نے خضرؑ سے کہا کہ آپ عتاب نہ کریں اس پر جو میں نے آپ سے کیے عہد کو ترک کر دیا ہے۔ (موسیٰؑ کو یاد تو تھا مگر حصولِ علم کی خاطر دانستہ سوال کیا تھا)۔ اس حدیث میں بھی **نسیتُ** (بھول گیا) بمعنی ترک کرنے کے ہیں۔